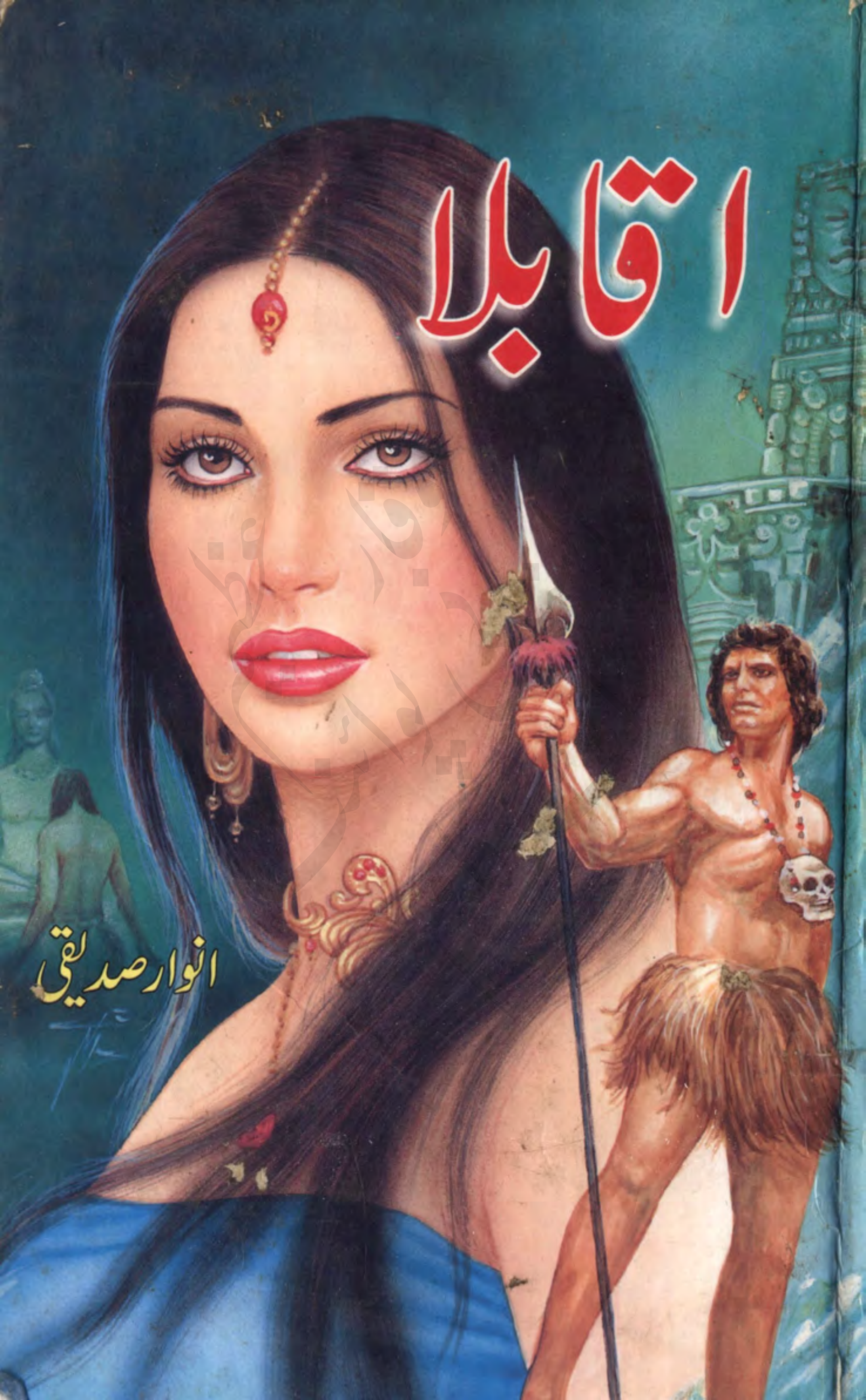
اقابلا
انوار صدیقی

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' کا انتظار تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے وقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرِعام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہرحال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے

سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آجاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُرخلوص اور زرنگار رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں اُبھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آجاتا ہے جو آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا...... جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیار ہی پیار تھا...... اپنائیت تھی...... پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی...... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی...... زبان و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے...... تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی...... دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں...... رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے...... ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا...... انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا...... اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں...... اسے لوگوں کو پذیرائی کبھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور...... ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یارانِ طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں...... لیکن...... ذرا ٹھہریے...... کون صحیح ہے اور کون غلط؟...... اس کا فیصلہ کون کرے گا؟...... اس لئے خامشی ہی بہتر ہے......!!

انوار صدیقی

عرض مکرر ____!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا ، نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980 سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ

میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جارہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہورہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میری دوسری ناولوں کی طرح ”انکا“۔ ”اقابلا“۔ ”غلام روحیں“ اور ”سونا گھاٹ کے پجاری“ کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طالب

انوار صدیقی

عزیزہ آنسہ فلورا کے ساتھ بحری سفر کی مسرت نے مجھے دیوانہ کر رکھا تھا، کسٹم کے سائبان میں ل دھرنے کو جگہ نہ تھی، مسافروں کا ہجوم امڈا آرہا تھا، مجھے خطرہ تھا کہ کہیں مسافروں کی ریل پیل سے زک اندام فلورا کا مزاج برہم نہ ہوجائے۔

پہلی بار کسٹم کے سائبان کے بیرونی دروازے کے قریب جب ایک اطالوی باشندہ غیر ارادی ور پر اس کے نازک بدن سے مس ہوگیا تو فلورا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے اپنا بدن سمیٹتے وئے بیزاری سے کہا۔ ”سمندری سفر کے آغاز میں یہ غیر جمالیاتی ہجوم مجھے بڑا گراں گزرتا ہے۔“

میں نے فلورا کے چہرے پر برہمی و بیزاری کے آثار دیکھے تو دل چاہا، اس گستاخ اور بھدے طالوی باشندے کو گریبان سے پکڑوں اور سامان سمیت اُٹھا کر ساحل سے ٹکراتی ہوئی موجوں کے والے کر دوں لیکن ظاہر ہے یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح جلد از جلد کسٹم سے راغت پا کر جہاز پر جانے کے لئے بے تاب تھا۔ اصل میں مجھے اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ خدانخواستہ بندرگاہ پر پولیس کے کسی افسر سے مڈبھیڑ ہوگئی تو فلورا کے میرے ساتھ دیکھے جانے کی اطلاع میرے محترم والد تک پہنچ جائے گی جس کے بعد یہ بات تقریباً طے تھی کہ مجھے اگلی بندرگاہ پر فلورا سے بچھڑ کر جبراً وقہراً بیروت لوٹنا پڑتا۔ میرے والد یوسف الباقر خفیہ پولیس کے محکمے میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے، اسی لئے میں نے فلورا کی برہمی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”سارا قصور تمہارے جمال دل افروز کا ہے کہ لوگ اپنے اوسان کھو بیٹھتے ہیں کچھ دیر کی بات ہے، اس کے بعد ہم اپنے سرد کیبن میں ہوں گے جہاں کوئی ہمیں پریشان نہیں کر سکے گا۔“

”جابر ......“ فلورا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ”تم نے لندن میں دوسری ملاقات کے دوران مجھے بتایا تھا کہ تمہارے والد پولیس میں کسی بڑے عہدے پر ہیں۔“

''ہاں، شبہ ہے کیا؟'' میں نے فخر سے کہا۔

''ارے نہیں۔'' فلورا بولی۔ ''تم جلد فیصلے کرنے کے عادی ہو۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جہاز کے کیبن تک پہنچنے کے لئے تم اپنا اثر استعمال کر سکتے ہو۔''

اور اس سے پہلے کہ میں فلورا کی بات کا کوئی جواب دیتا ایک پولیس سب انسپکٹر نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ ''محترم جابر...... آپ یہاں کہاں، کہاں کے ارادے ہیں؟''

مجھے مخاطب کرنے والا پولیس افسر میرے والد کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا اور مجھ سے خاصا بے تکلف تھا۔ وہ مخاطب مجھ سے تھا مگر اس کی نظریں فلورا کے ہوشربا حسن کا جائزہ لے رہی تھیں میں نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنی چاہی۔

''آج کل تم غالباً یہیں پورٹ پر ہو شاید؟''

''ہاں شرفا کو سفر کرتے ہوئے چیک کرنا میری ڈیوٹی ہے۔'' اس نے ایک بار پھر کنکھیوں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے لائق کوئی خدمت؟''

میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنا مدعا کھل کر بیان کر دوں، سب انسپکٹر نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر دوسری طرف سے جہاز پر لے گیا، میرے اور فلورا کے سامان کی چیکنگ کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا، ہمیں کیبن تک چھوڑ کر جب وہ جانے لگا تو میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ فلورا سے دُور ہٹ کر میں نے اس سے راز داری سے کہا۔ ''عزیز ابو سلمان، کیا میں امید رکھوں کہ تم اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے؟''

''جابر۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ ظاہر ہے اگر محترم یوسف الباقر کو حالات کا علم ہو گیا تو آپ کے ساتھ ساتھ یقیناً میری شامت بھی آ جائے گی۔'' ابو سلمان نے شرارت سے جواب دیا پھر سرگوشی کی۔ ''معاملہ کیا ہے۔ کون ہیں یہ؟''

''آکسفورڈ میں ملاقات ہوئی تھی، اگر لکیروں نے ساتھ دیا تو یہ تمہاری بھابی بھی بن جائے گی۔'' ابو سلمان کو مطمئن کرنے کے لئے یہ دروغ جائز تھا۔

''اللہ اکبر۔'' اس نے سانس کھینچ کر کہا۔ ''تو ارادے لمبے ہیں؟''

سلمان کچھ چھیڑ خانی کرنے کے بعد رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اس کیبن کی جانب قدم اٹھا دیئے جو میں نے پہلے ہی سے مخصوص کرا لیا تھا۔

فلورا سے میری پہلی ملاقات آکسفورڈ میں ہوئی تھی، وہاں بھی یہی حال تھا بے شمار لڑکے اس کی ایک نظر التفات کے متمنی رہتے لیکن فلورا ایک سرد اور سنجیدہ لڑکی تھی۔ اگر کبھی یوں ہی سرسری طور پر کسی سے توجہ سے دو باتیں کر لیتی تو دوسرے دن اسکینڈل کھڑا ہو جاتا لیکن جلد ہی دل جلے لڑکوں کو معلوم ہو

تا تھا کہ جو کچھ مشہور ہوا ہے وہ بہتان ہے، عجیب بات یہ تھی کہ فلورا مغربی تہذیب کی پروردہ ہونے ے باوجود لڑکوں سے الگ تھلگ اور بہت محتاط رہنے کی عادی تھی۔

فلورا کی اسی خصوصیت نے مجھے اس کے قریب آنے پر اکسایا تھا، میں نے اس سے ربط ضبط ڑھانے کے لئے حتی الامکان کوشش کی لیکن بات کسی طور آگے نہ بڑھ سکی، فلورا کی سنجیدگی میں کوئی رق نہیں آیا۔ وہ خوش مزاجی سے میری باتیں سن کر مجھے نظر انداز کرتی رہی۔ جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے ایک ترکیب سوچی، مجھے معلوم تھا کہ مشرق کی رومانی اور سحر انگیز فضا مغرب کی لڑکیوں کو بہت متاثر کرتی ہے۔ میں نے اپنے شہر بیروت، اپنے خاندان، اپنی امارات اور اپنے باپ کے اعلیٰ پولیس کے عہدے کے متعلق بلند بانگ دعوے کیے، میری یہ ترکیب کسی قدر کارگر نکلی۔ میری سحر طراز گفتگو سے وہ متاثر ہوئی اور اس کی حسین نگاہوں میں ایک لمحے کے لئے مخصوص چمک پیدا ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بڑی بے نیازی سے مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ فلورا کی اس بے رخی سے میرے ارادوں میں جولانی آ گئی میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پر اس کافر ادا دوشیزہ کا قرب حاصل کر کے رہوں گا۔ ان دنوں فلورا فرسٹ ایئر میں تھی، امتحان قریب تھے لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ فلورا نے یونیورسٹی آنا بند کر دیا۔ دو چار روز تو کسی نے کوئی خاص توجہ نہ کی مگر بعد میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ہر لڑکے نے فلورا کی کمی شدت سے محسوس کی، خود میرا بُرا حال تھا۔ میں نے بھی فلورا کو بہت تلاش کیا لیکن زبردست کوشش کے باوجود مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، فلورا کی اس اچانک گمشدگی نے اس کی شخصیت کو میرے لئے خاصا پُراسرار اور تجسس انگیز بنا دیا۔ امتحان کی مصروفیت کے باوجود میں فلورا کو نہ بھلا سکا۔

مجھے حیرت تھی کہ مجھ جیسا مشاق شخص فلورا کے قرب سے، کوشش کے باوجود کیوں محروم رہا ہے۔ یہ خود ستائی نہیں بلکہ اسے حقیقت کا اظہار سمجھئے...... میں ایک مکمل عرب مرد ہوں۔ عربوں کی مخصوص وجاہت، دبدبہ، مردانہ پن اور دل کشی میری شخصیت میں اپنی تمام صفات کے ساتھ سمٹ آئی ہیں۔ میں اس سے پہلے کہیں ناکام نہیں ہوا۔ جہاں جہاں میری نظر گئی پیغام وصال لائی لیکن فلورا عجیب قسم کی لڑکی تھی اور میں ایک ضدی اور جذباتی شخص ہوں اس لئے فلورا میرے لئے مسئلہ بن گئی تھی اور میں اسے فتح کرنے کے لئے ہر قدم اٹھانے پر تل گیا تھا لیکن اچانک وہ غائب ہو گئی۔

آکسفورڈ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں بیروت واپس آ گیا لیکن فلورا میرے دل و دماغ سے نہ نکل سکی۔ بیروت آ کر میں اپنی مصروفیات میں ایسا الجھ گیا کہ کچھ ہی عرصے بعد میں نے فلورا کو یکسر نظر انداز کر دیا مگر ایک روز اچانک پرانی یادیں پھر تازہ ہو گئیں۔ اُس روز میں معمول کے مطابق اپنے دوستوں کے ساتھ ایک مقامی ہوٹل کے ریستوران میں گیا تو توقع کے خلاف فلورا کو وہاں دیکھ کر

مجھ پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہونے لگی، فلورا اپنی روایتی اُداسی کے ساتھ اپنی میز پر تنہا بیٹھی کسی مشروب سے لطف اندوز ہو رہی تھی، بیروت میں اسے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

میں اس سے ملنے کے لئے تڑپنے لگا لیکن دوستوں کی موجودگی کے باعث ضبط کئے بیٹھا رہا۔ پھر میں ایک خیال کے تحت دوستوں سے معذرت چاہ کر مینجر کے کمرے میں گیا جو میرا واقف کار تھا، میں نے اس سے فلورا کے بارے میں دریافت کیا تو یہ جان کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ فلورا اسی ہوٹل میں گزشتہ چوبیس گھنٹوں سے مقیم ہے۔ مینجر نے مجھے بتایا کہ فلورا نے اپنا کمرہ ایک ہفتے کے لئے محفوظ کرایا ہے، البتہ مینجر نے جب مجھے یہ بتایا کہ کمرہ روزی البرٹ کے نام سے مخصوص کرایا گیا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ نام کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی۔ بہر حال میں اسے فلورا کی کوئی مصلحت سمجھ کر خاموش ہو گیا۔ مینجر کے کمرے سے نکل کر میں دوبارہ اپنی میز پر آ گیا جہاں میرے دوست خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ فلورا بدستور ڈائننگ ہال میں موجود تھی میری نگاہیں بار بار اس کی جانب بھٹک رہی تھیں، ایک بار نظروں کا تصادم ہوا تو فلورا مجھے دیکھ کر چونکی اس کا خوبصورت تبسم اس بات کی علامت تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اس کی یہ ایک ہی نظر کاری وار کر گئی، میں پھر گھائل ہو گیا۔ دوستوں کی موجودگی کے باوجود میرا دل چاہا کہ اس کی جانب بڑھوں لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ ضبط کئے بیٹھا رہوں۔ فلورا مسکراتی ہوئی اٹھی، اس نے ستم کی ایک اور نظر مجھ پر ڈالی، پھر اقامتی کمروں کی سمت جانے والے زینے کی طرف بڑھتی چلی گئی، جب تک وہ میری نظروں کے سامنے رہی میں کنکھیوں سے اسے دیکھتا رہا پھر احباب کی گفتگو میں شامل ہو گیا، بظاہر میں اپنے احباب کے ساتھ تھا لیکن باطن میں صرف فلورا کا تصور تھا جس میں میں گم ہو گیا تھا۔ اُس دن میں ہوٹل سے جلدی واپس لوٹ آیا، رات بھر بے چینی رہی، اگلی صبح تک انتظار مشکل ہو گیا۔ میں صبح صبح ہوٹل پہنچ گیا، مینجر سے معلوم ہوا کہ فلورا اس وقت اپنے کمرے میں ہے، میں مینجر کو اعتماد میں لے کر اقامتی کمروں کی جانب گیا، فلورا کے دروازے پر دستک دیتے وقت میرے سینے میں ایک سچے عاشق کا دل دھڑک رہا تھا۔ گزشتہ رات فلورا کا وہ دل نشین تبسم میرے شوق کو کامیابی کی نوید دے رہا تھا۔ بہت سے وسوسے دل میں اُجاگر ہو رہے تھے کہیں فلورا پھر بے نیازی اختیار نہ کر لے مگر ایسا نہیں ہوا، وہ مجھ سے آکسفورڈ والی فلورا سے مختلف انداز میں ملی، فلورا سے میں نے اتنی باتیں کیں کہ جلد ہی وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی، گفتگو کے دوران میں نے آکسفورڈ سے اس کی اچانک علیحدگی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑی ادا سے اپنی آوارہ زلفیں پشت کی جانب جھٹک کر بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''کیا واقعی تم نے بھی یونیورسٹی میں میری کمی محسوس کی تھی؟''

''ہاں ......'' میں نے مسکراتے ہوئے نظریں چُرا کر جواب دیا۔ ''میں سمجھتا ہوں تمہاری کمی

سوس کرنے والوں میں میرا نام سرفہرست تھا۔''

''اوہ۔'' فلورا میرا جواب سُن کر شرما سی گئی، اس نے بڑی خوبصورتی سے آکسفورڈ وللا موضوع ل دیا اور بیروت کے تفریحی مقامات کا ذکر چھیڑ دیا۔ میں اسے تفریح گاہوں کے بارے میں بتاتا رہا ہر جب میں نے دریافت کیا کہ وہ ہوٹل میں اپنے اصل نام کے بجائے روزی کے نام سے کیوں ٹھہری ہے تو فلورا کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ براہ راست میری نظروں سے نظریں ملا کر بولی۔ ''سیدی جابر...... یہ باتیں نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ نجی حالات کی کرید میرے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے، میں تمہیں بتاؤں کہ گزشتہ رات تمہیں ہوٹل میں دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی کہ ایک پرانا واقف کار مل گیا۔ یہ بیروت تو اجنبی شہر لگتا ہے میں نے اُس وقت تم سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا، تم اُس وقت اپنے احباب میں گھرے ہوئے تھے، بیروت میں میرا قیام بڑا مختصر ہے، کیا ہی اچھا ہو گا کہ ہم اس دوران دو اچھے دوستوں کی طرح ملتے جلتے رہیں۔ ہمیں غیر ضروری سوالات سے گریز کرنا چاہئے۔''

فلورا کے مزاج سے میں کسی قدر واقف تھا۔ اس کی یہ سنجیدگی اور بے رخی ہی تو نشتر چلاتی تھی۔ اس کا طرزِ عمل دیکھ کر مجھے خود اپنے آپ پر غصہ آ گیا، پہلی ملاقات میں غالبًا مجھے فلورا سے کوئی ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہ بات عشق کی بلاغت کے خلاف تھی، میں نے معذرت چاہی اور گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ ''بیروت میں تمہارا قیام کب تک ہے؟''

''زیادہ سے زیادہ چھ روز، اس کے بعد میں ڈربن روانہ ہو جاؤں گی۔''

فلورا نے آہستہ سے جواب دیا۔ میری معذرت کے بعد اس کے چہرے پر شگفتگی آ گئی تھی۔ وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولی۔ ''سیدی اگر میں درخواست کروں تو تم ان چھ دنوں میں میرے لئے کچھ وقت نکال سکو گے؟ میں بیروت کے بعض مقامات دیکھنے کی شائق ہوں، تمہارے سوا یہاں میرا کوئی واقف کار نہیں ہے۔''

''زہے نصیب۔ یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔'' میں نے بے باکی کا مظاہرہ کیا تو فلورا نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔

دوسرے روز سے میں فلورا کو سارا سارا دن لیے پھرتا۔ یہ میری زندگی کی سب سے دلچسپ اور رنگین شامیں تھیں۔ تین روز تک میں اسے مختلف تفریحی مقامات کی سیر کراتا رہا، چوتھے روز میں نے اسے ایک اعلیٰ درجے کے شبینہ کلب میں لے جانے کی پیش کش کی۔ میرا خیال تھا کہ فلورا میری پیش کش رد کر دے گی، گزشتہ تین دنوں میں اس کا بیشتر وقت میرے ساتھ گزرا تھا لیکن اس نے مجھے کبھی ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا تھا، وہ اچانک بے تکلفی سے ہنستے ہنستے سنجیدگی اختیار

کرلیتی، عجیب طبیعت پائی تھی اس نے، بہرحال جب میں نے شبینہ کلب کا پروگرام بنایا تو فلورا تھوڑی سی جھجک کے بعد راضی ہوگئی، مجھے اُمید تھی کہ شبینہ کلب میں مجھے اس سے کچھ اور قریب ہونے کا موقع مل سکے گا میں وہ لمحات پوری طرح استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ عرصہ اُس پر چھانے کے لئے کم تھا لیکن میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کررہا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ یورپ کی عام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ وہ کھل رہی تھی مگر بہت آہستہ آہستہ۔ کلب میں، میں نے عربوں کی تمام تر فصاحت کے ساتھ کچھ شوق کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ میرا چہرہ تکنے لگی۔ پھر شرما کر بولی۔ ''ہاں سیدی جابر۔ یورپ میں تو یہ شوق عام ہے، اس لئے میں بھی اس سے محروم نہیں ہوں، واقعی ایک دو پیگ شیری کے بغیر یہاں کا لطف تشنہ رہ جائے گا۔''

میں نے بیرے کو بلا کر فلورا کے لئے شیری کا آرڈر دیا۔ دوسرا پیگ ختم کرکے اس نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''کیا خیال ہے سیدی جابر۔ ہمیں اب چلنا چاہئے۔''

میں نے کبیدہ خاطر ہوکر کہا۔ ''اتنی جلدی کیا ہے فلورا، ابھی تو محفل کا رنگ اور نکھرے گا۔''

''مجھے ان ہنگاموں سے کوئی خاص دلچسپی محسوس نہیں ہورہی ہے سیدی جابر۔'' فلورا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یقین کرو میں یہاں محض تمہاری وجہ سے چلی آئی تھی۔ یہ لوگ حسن و جمال، لطافت اور نزاکت سے بے بہرہ ہیں۔ مجھے یہاں اب وحشت ہورہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مجبوراً مجھے بھی اُس کی پیروی کرنا پڑی، باہر آکر جب میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور کھلی سڑک پر آیا تو فلورا نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''سیدی...... تم اچانک اُداس کیوں ہوگئے، کیا میری کوئی بات گراں گزری ہے؟''

میرا دل چاہا کہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دوں، فلورا جس لہجے اور رویئے سے پیش آرہی تھی وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا میں نے گردن گھما کر اسے غور سے دیکھا، پھر نظریں سڑک پر جما دیں، مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا، فلورا نے میری کیفیت کا اندازہ لگایا تو ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے یہ حسین لمحات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے، کاش میں کچھ دن اور یہاں قیام کرسکتی۔''

''کیا تمہارا ڈربن جانا بہت ضروری ہے فلورا؟'' میں نے اکتاہٹ سے پوچھا۔

''ہاں......'' وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''ضروری ہی سمجھو جابر، کچھ ایسا ہی کام ہے۔''

''ایک بات کہوں، میں تو ابھی تمہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہوں فلورا۔'' میں روانی میں کہہ گیا پھر بات بنا کر بولا۔ ''میرا مقصد ہے کہ اگر تم بیروت میں کچھ دن اور رُک جاتیں تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی۔''

فلورا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے شبہ تھا کہ شاید میں نے کچھ تلخی اختیار کی ہے۔

نے کنکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینا چاہا، فلورا میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ میں اُس حسین لمحے میں اُلجھ گیا اور میں نے سامنے سیاہ سڑک پر نظریں جما دیں، لمحے یوں ہی خاموشی میں گزر گئے۔ پھر اچانک میرے دل کا عجیب عالم ہوگیا، فلورا نے قریب ہو اپنا سر میرے بازو پر ٹکا دیا، اور مترنم آواز میں بولی۔ ''سیدی جابر...... اگر میرے بس میں ہوتا تو بیروت کو کبھی خیرباد نہ کہتی۔''

''خوب!...... یہاں کی کیا چیز تمہیں پسند آگئی؟'' میں نے لطیف انداز میں دریافت کیا۔

''یہاں بہت کچھ ہے...... یہاں تم بھی تو ہو۔''

''فلورا......'' میں جذباتی ہوگیا۔ ''تم میرے لئے ایک معمہ بن گئی ہو، ایسا معمہ جو حل نہ سکے۔''

''جو معمہ حل ہوجائے وہ معمہ نہیں ہوتا سیدی!'' فلورا کا انداز فلسفیانہ تھا۔

''کیا تم بیروت میں اپنا قیام چند دنوں کے لئے اور نہیں بڑھا سکتیں؟'' میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''کم از کم میری درخواست پر۔''

''میں مجبور ہوں سیدی...... البتہ ایک صورت ہوسکتی ہے تم میرے ساتھ......''

مجھے کرب کا احساس اور شدید ہوگیا، میں اس کا مفہوم سمجھ چکا تھا لیکن پوری بات اس کی زبان سے سننے کا متمنی تھا۔

''فلورا...... تم چپ کیوں ہوگئیں؟ تم کچھ کہہ رہی تھیں۔''

''مجھے خیال آگیا سیدی۔'' فلورا نے اس بار کسی قدر درد بھرے لہجے میں کہا۔ ''مجھے خیال آگیا کہ میں تم سے اپنی بساط سے بڑھ کر کچھ کہہ رہی ہوں۔ اگر تم میری خواہش سے انکار کردیتے تو مجھے یقیناً دکھ ہوتا، میں بھول گئی تھی کہ ہماری ملاقات ابھی محض رسمی حدود میں ہے۔''

''نہیں نہیں عزیز فلورا......'' مجھ پر پھر جذبے طاری ہوگئے۔ ''میں تو اتنا بڑھ گیا ہوں کہ تمہاری خاطر اپنی زندگی بھی قربان کرسکتا ہوں۔''

''جابر......'' فلورا نے پہلی مرتبہ میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرکے کہا۔ ''میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ڈربن چلو، وہاں میرا قیام صرف تین دن رہے گا اُس کے بعد میں بیروت واپس آجاؤں گی، تم ساتھ رہوگے تو یہ طویل سفر بہت دلچسپ ہوجائے گا۔'' میں نے گاڑی کا رُخ ساحلی سڑک کی جانب موڑ دیا کیوں کہ یہ راستہ قدرے طویل تھا، ہوٹل تک فلورا مجھ سے مسکرا مسکرا کر گفتگو کررہی، میری خواہش تھی کہ کچھ لمحے فلورا کے ساتھ اس کے کمرے میں بھی گزاروں لیکن ہوٹل پہنچ کر جب اس نے گاڑی سے اُترتے ہی ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا تو میں ہاتھ مل کر رہ گیا اور مایوس ہوکر گھر کی

سمت چل دیا۔

اگلے روز میں نے ڈربن جانے والے پہلے جہاز میں اوّل درجے کا ایک کیبن محفوظ کروالیا اور فلورا کے ہوٹل پہنچ کر اسے ٹکٹ دکھایا تو اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ وہ ترشی سے بولی۔ ''تم نے عجلت سے کام لیا ہے، اس سلسلے میں تم نے مجھ سے کسی رقم کا مطالبہ بھی نہیں کیا؟''

فلورا کی اس بات پر مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی، بلاشبہ اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو میرا ردِعمل مختلف ہوتا لیکن فلورا کی بات ہی کچھ اور تھی، جیسے جیسے وہ مجھ سے کھنچتی، بُعد کا اظہار کرتی، میں اور بے قرار ہو جاتا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اس ضدی اور سرکش لڑکی کو تسخیر کر کے رہوں گا۔

بہرصورت میں نے فلورا کے اس رویئے کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ میں نے کہا۔ ''پرسوں ہماری روانگی ہے، صرف کل کا دن درمیان میں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اگر ہم آج ہی سفر کے لئے کچھ خریداری کرلیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔''

فلورا نے ایک بار پھر کرائے کی رقم ادا کرنے کی پیش کش کی۔ میں نے اُس سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر اس نے دوبارہ اصرار کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ وہ خاموش ہوگئی۔ میں اسے بیروت کے بازاروں میں گھماتا رہا۔ فلورا نے اپنے لیے سفری ضرورت کی دو چار چیزیں خریدیں اور کچھ سامان میرے لئے بھی خریدا، رقم اسی نے ادا کی، میں نے زبان بند رکھی، خطرہ تھا کہ وہ ناراض نہ ہو جائے، دوپہر تک میں اس کے ساتھ رہا پھر گھر آ گیا۔ اب والد صاحب سے روانگی کی اجازت لینا میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ اپنے محکمے اور عہدے کے اعتبار سے وہ بڑے سخت مزاج واقع ہوئے تھے، ان کے سامنے میرے لئے ڈربن جانے کا کوئی جواز پیش کرنا بہت مشکل تھا، کوئی معقول عذر سمجھ میں نہ آیا تھا۔ اُس روز رات بھر میں اسی فکر میں مبتلا رہا کہ والد صاحب کو کس طرح مطلع کیا جائے۔ جہاں تک گھر کے ماحول اور والد صاحب کی طبیعت کا تعلق تھا وہ خاصے آزاد خیال تھے، بیروت میں انہوں نے میرے نجی تفریحی مشاغل کبھی تشویش کی نظروں سے نہیں دیکھے لیکن وہ اتنے زیادہ آزاد خیال بھی نہیں تھے کہ اگر میں کھل کر دل کی بات کہہ دیتا تو وہ میری صاف گوئی سے متاثر ہو کر مجھے ایک مغربی لڑکی کے ساتھ ڈربن جانے کی اجازت دے دیتے، اب یہی ایک صورت تھی کہ کوئی عذر تراشوں اور انہیں اس بات کی ہوا تک نہ لگنے دوں کہ میں ڈربن تنہا نہیں بلکہ ایک مجسم قیامت دوشیزہ فلورا کے ساتھ جا رہا ہوں۔ یقیناً فلورا کسی قیامت سے کیا کم تھی...... سفر کے تصور اور والد صاحب کی ناراضگی کی فکر سے میرا ذہن متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ دُوسری صبح میں جلدی اُٹھ گیا۔ میرے پاس صرف ایک دن باقی تھا۔ اگلی صبح مجھے فلورا کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ گزشتہ رات میں مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ چاہے کتنی ہی رکاوٹیں ہوں، فلورا کے ساتھ سفر کرنے کا یہ خوب صورت موقع کسی قیمت پر

ہ سے نہ جانے دوں گا لیکن یہ بات اپنی جگہ تھی کہ والد صاحب کی ناراضگی میرے لئے وبالِ جان سکتی تھی۔

ناشتے کے دوران کئی بار ارادہ کیا کہ ہمت کر کے والد صاحب سے ڈربن کے سفر کا ذکر چھیڑ ں مگر زبان سے مدعا بیان نہیں ہو پا رہا تھا۔ والد صاحب بھی اُس صبح کچھ فکرمند اور پریشان نظر آتے ھے۔ میز پر کوئی فائل کھلی پڑی تھی اور بار بار فون آ رہے تھے، ماتحتوں سے ان کی گفتگو کچھ اس انداز ں ہوتی تھی کہ عام آدمی کچھ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ میں اتنا ضرور سمجھ گیا کہ کوئی خاص معاملہ درپیش ہے۔ ہ دفتر جانے کے لئے تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلے تو میری حالت قابلِ رحم ہوگئی۔ عجیب کشمکش تھی، یرے لئے یہ آخری موقع تھا اس لئے کہ دفتر سے والد صاحب کی واپسی کا وقت ہمیشہ غیر متعین اور یر یقینی ہوتا تھا۔ وہ اکثر آدھی آدھی رات کے بعد لوٹتے تھے، مجھے بہر قیمت صبح روانہ ہونا تھا، ابھی یں اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ والد صاحب کے پاس ایک فون آیا۔ فون پر کوئی اہم بات کرنے کے بعد انہوں نے مجھے آواز دی، میں دھڑکتے ہوئے دل سے قریب گیا تو انہوں نے جیب سے ایک بند لفافہ نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''اس لفافے میں ایک خاص تصویر اور کچھ اہم دستاویزیں موجود ہیں، تمہیں یہ لفافہ لے کر آج ہی ہانگ کانگ جانا ہے، آج رات کی پرواز سے اپنی نشست محفوظ کروالو۔ باقی ہدایات بعد میں دی جائیں گی۔''

''ہانگ کانگ!'' میں چونک پڑا۔ ''مگر میں......''

میرے منہ کی بات منہ میں رہ گئی، والد صاحب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''تم اس کام کے لئے موزوں شخص قرار دیئے گئے ہو، تمہیں آج ہی روانہ ہونا ہے۔''

میں کچھ نہ کہہ سکا۔ ''بہتر ہے۔'' میں نے بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

میرے لئے والد صاحب کی یہ ہدایت کوئی نئی بات نہیں تھی اس سے پیشتر بھی وہ متعدد بار مجھے اہم سرکاری دستاویزات دے کر مختلف شہروں میں بھیج چکے تھے۔ ہانگ کانگ اور ڈربن دو بالکل مختلف سمتیں۔ میرا دماغ چکرا گیا۔ بھلا میں ڈربن جانے کا ارادہ کیسے ملتوی کر سکتا تھا۔ اچانک ایک ترکیب ذہن میں آئی میں نے والد صاحب کی یہ ہدایت غنیمت سمجھی۔ گویا خود قدرت نے بیروت سے روانہ ہونے کی سبیل پیدا کر دی تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میرے ہانگ کانگ نہ پہنچنے پر والد صاحب ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے لیکن فلورا کے ساتھ بحری سفر کے حسین تصور کے آگے والد صاحب کی برہمی اور ناراضی کا سودا اتنا مہنگا نہ تھا۔ میں نے اسی رات رختِ سفر باندھا اور ہوائی اڈے جانے کے بہانے مقررہ وقت سے بہت پہلے فلورا کے ہوٹل چلا گیا، فلورا سے میں نے یہ بہانہ کر دیا کہ مجھے صبح دیر سے اُٹھنے کی عادت ہے اس لئے رات ہی سے آ گیا ہوں۔

دوسرے روز جب میں ہوٹل سے بندرگاہ کے لئے روانہ ہوا تو میری عجیب حالت تھی۔ مجھے اس بات کا خوف پریشان کئے ہوئے تھا کہ اگر راستے میں یا بندرگاہ پر کسی نے مجھے دیکھ لیا اور اس کی اطلاع والد صاحب کو پہنچا دی تو قیامت آجائے گی لیکن قسمت مجھ پر مہربان تھی اس لئے ابوسلمان کے علاوہ کسی اور سے ملاقات نہ ہوئی اور ابوسلمان نے مجھ سے رازداری کا وعدہ بھی کر لیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا کیونکہ گزشتہ دنوں ایک دو موقعوں پر میں والد صاحب سے اس کی سفارش کر چکا تھا۔

ابوسلمان کو رخصت کر کے میں اپنے کیبن کی طرف چل دیا جہاں فلورا موجود تھی۔ پورٹ سعید تک میں نے بہت احتیاط سے کام لیا، نہ فلورا سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش کی نہ کیبن سے زیادہ دیر تک باہر رہا لیکن پورٹ سعید کے گزرنے کے بعد میں نے ذرا آزادی کا سانس لیا اور میرے ارادوں پر بہار آنے لگی۔ فلورا اور میں ایک ہی کیبن میں تھے، اس لئے ہمارے درمیان تکلفات کی وہ دیوار اُس حد تک برقرار نہ رہ سکی جو بیروت کی بندرگاہ تک قائم تھی، میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ فلورا کے انداز میں بڑی تبدیلی آگئی ہے۔ وہ میری شریک سفر بننے پر بے حد مسرور تھی مگر ابھی تک راز و نیاز کی کوئی بات اس سے نہیں ہوئی تھی ایک حجاب اب بھی موجود تھا۔ جہاز میں میری ملاقات سکینڈ آفیسر احمد بن طاہر سے ہوگئی جو کسی زمانے میں بیروت میں میرا ہم جماعت تھا، احمد بن طاہر سے ملاقات کے بعد میرا وقت بہت اچھا گزرنے لگا، فلورا بھی احمد سے بے تکلف ہونے لگی۔ اَب مجھے والد صاحب کے دیئے ہوئے بند لفافے کے سوا اور کوئی فکر نہیں تھی۔ دو ایک بار میں نے ارادہ کیا کہ یہ لفافہ ہانگ کانگ میں اپنے چچا کے پتے پر روانہ کر دوں۔ میرے چچا وہاں کاروبار کرتے تھے لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ایک ہفتے تک کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں ہوئی جسے قلم بند کیا جائے لیکن ساتویں روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے بہت کچھ اُلجھا دیا، اُس روز شام کے ناشتے کے بعد میں اپنے دوست احمد بن طاہر کے ساتھ اس کے کیبن تک چلا گیا اور آدھ گھنٹے بعد واپس لوٹا تو فلورا کیبن میں موجود نہیں تھی، مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے وہ ابھی تک طعام گاہ میں ہو، میں اس طرف چلا گیا لیکن فلورا وہاں بھی نہیں ملی، میں نے اسے کھیلوں کے کمرے اور بار میں بھی تلاش کیا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں عرشے کی طرف بڑھا، مجھے معلوم تھا کہ جہاز میں احمد کے سوا فلورا کی کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ ایسی صورت میں اس کا نظر نہ آنا تشویش کا باعث تھا، میں نے عرشے پر مسافروں کی ریل پیل میں اسے ڈھونڈا۔ وہاں بھی مایوسی ہوئی، بے شمار مسافر عرشے پر جمع تھے اور سمندر کا نظارہ کر رہے تھے، میں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا ریلنگ کے قریب چلا گیا اور کچھ دیر وہاں کھڑا ہو کر فلورا کے بارے میں سوچتا رہا۔ سمجھ

میں نہیں آتا تھا کہ فلورا کہاں غائب ہوگئی ہے۔ میں اسی اُلجھن میں تیزی سے پلٹا تو اچانک میرا ٹکراؤ افریقی نسل کی ایک بوڑھی عورت سے ہوگیا، جسے میں عرشے پر آتے وقت نیچے دیکھ چکا تھا، ٹکر خاصی شدید تھی۔ بوڑھی عورت اپنا توازن کھو بیٹھی اور لڑکھڑا کر عرشے پر گری تو اس کی پیشانی سے خون بہہ نکلا۔ میں پشیمان ہو کر اسے دیکھنے لگا اس کے دونوں ہاتھوں میں زنگ آلود لوہے کے کڑوں کے علاوہ ہاتھی دانت کی بے ہنگم موٹی موٹی چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ گلے میں آٹھ دس مالائیں جھول رہی تھیں جن میں سے کچھ مالائیں موٹے موٹے پتھروں کی تھیں، ایک دو میں سیپیاں پروئی گئی تھیں، ایک مالا کسی جانور کی کھوپڑی کی تھی جسے میں نے عرشے پر آتے وقت خاص طور سے دیکھا تھا، وہ اپنی خون آلود پیشانی پونچھتی ہوئی اُٹھی تو اس کی آنکھوں میں سخت غصے کی کیفیت تھی، وہ بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھی۔ حقارت، نفرت اور انتقام کا جذبہ اس کی آنکھوں میں عود کر آیا۔ ان نظروں میں کچھ ایسا جادو تھا کہ مجھے جھرجھری آگئی، میں نے افریقہ کے کالے جادو اور پُراسرار دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، مجھے افریقی زبان پر عبور نہیں تھا لیکن ٹوٹی پھوٹی بول لیا کرتا تھا، چنانچہ میں نے بوڑھی عورت سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''ماما...... آشوریکا۔'' (مقدس ماں، میں معافی کا خواستگار ہوں)

اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی تھیں اور شکل بھیانک ہوگئی تھی، وہ مجھے کسی ڈائن اور چڑیل کے روپ میں نظر آئی، وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی پُراسرار ساحرہ ہو۔ مجھے افریقی زبان بولتے دیکھ کر وہ ایک پل کے لئے چونکی پھر اس نے بُرا سا منہ بنا کر غصے سے عرشے پر تھوکا اور غضب ناک نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی بولی

(پڑھی نہیں جارہی)

راہوغوغا۔'' (تو مجرم ہے، تو نے میری روح زخمی کی ہے، دیوتا تجھے برباد کریں گے)

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا 'بوڑھی ساحرہ نے گردن جھکا کر اپنے گلے کی وہ مالا دیکھی جس میں جانور کی مختصر سی کھوپڑی ٹوٹی ہوئی حالت میں موجود تھی، میں نے بوڑھی ساحرہ کو سرتاپا لرزتے دیکھا، اس کی شعلہ بار نگاہوں سے آنسو بہہ نکلے، وہ دزدیدہ نظروں سے ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کی طرف دیکھتی رہی، پھر دوبارہ اس نے مجھے خوف ناک آنکھوں سے دیکھ کر دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور قہر و غضب کے لہجے میں بولی۔ ''رابوشی گاما، جارا کا کالی اورا' سا گونا روشی مارا، راہوغوغا...... راہو غوغا۔'' (تو نفرت کے قابل ہے، تو نے عظیم ''جارا کا کا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کی ہے، اب آسمان کی نحوستیں تیرا مقدر بنیں گی، دیوتا تجھے برباد کر دیں گے)

''جارا کا کا'' کا نام سن کر میں حیرت سے اُس لرزتی ہوئی بڑھیا اور اس کی مالا کی طرف گھورنے

لگا۔ مالا میں ٹوٹی ہوئی کھوپڑی جھول رہی تھی، مجھے جارا کا کا کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ افریقہ کے گھنے اور نا قابل تسخیر جنگلوں میں پائے جانے والے آدم خور نیولوں کی نسل میں سب سے افضل او قابل پرستش دیوتا سمجھا جاتا تھا، پس ماندہ اور ضعیف الاعتقاد جنگلیوں کا عقیدہ تھا کہ جس شخص کے پاس جارا کا کا کی کھوپڑی ہو وہ دنیا کے ہر جادو سے محفوظ رہتا ہے اور مقدس جارا کا کا کی کھوپڑی اُس شخص کو نعمتوں سے مالا مال کرتی رہتی ہے، کچھ دیر تک میں تعجب خیز نظروں سے وہ ٹوٹی ہوئی بے ہنگم کھوپڑی تکتا رہا پھر میں نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ ”ماما...... آشوریکا لی گورا آشربی۔“ (مقدس ماں میں معافی کا خواستگار ہوں‘ میں نے تمہیں دیدہ دانستہ تکلیف نہیں دی ہے۔)

”ابیش...... ابیش، میکو بالوراہو۔“ (خاموش، خاموش، آہ مقدس دیوتا مجھے بلا رہے ہیں) بوڑھی ساحرہ نے سرتا کانپتے ہوئے کہا پھر وہ برق رفتاری سے بھاگتی ہوئی ریلنگ کے قریب گئی اور دوسرے ہی لمحے اس نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور تیزی سے ہوا کہ میری آنکھوں میں سوزش ہونے لگی۔ میرے نزدیک مختلف رنگ ونسل کے بہت سے مسافر کھڑے تھے وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔ بڑھیا کے اس سنگین اقدام سے ہر طرف سنسنی دوڑ گئی۔ پھر جہاز کے افسروں نے آکر معاملے کی چھان بین کی اور ضروری خانہ پُری کے بعد معاملہ رفع دفع کر دیا۔ میں بوجھل قدم اٹھاتا ہوا عرشے سے نیچے آیا اور اپنے کیبن کی سمت جانے لگا، فلورا کی گمشدگی اور بوڑھی ساحرہ کی پُراسرار موت نے ہیجان برپا کر دیا تھا۔ بوائیلر کے قریب سے گزر کر میں فرسٹ کلاس کے کیبن کی طرف والی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ میری نظر معاً دوسرے درجے کے کیبنوں کی سمت اٹھ گئی اور میں ٹھٹک کر رک گیا، ہر چند کہ فلورا کا نصف چہرہ ایک کیبن کی آڑ میں تھا تاہم وہ فلورا تھی۔ وہ اس وقت ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مرد سے گفتگو میں مصروف تھی، شکل وصورت کے اعتبار سے وہ شخص امریکی نژاد معلوم ہوتا تھا۔ فلورا کے ساتھ اس کے انداز تخاطب سے معلوم ہوتا تھا جیسے اسے فلورا پر کوئی برتری حاصل ہے، میرا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ یہ کون شخص ہے اور فلورا اس راز داری سے اس سے کیوں باتیں کر رہی ہے۔ فلورا تو اور معمہ بنتی جارہی تھی۔ میں نے دوسرے درجے کے اس حصے کی سمت جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وہ پستہ قد آدمی فلورا سے کچھ کہہ کر دوسری سمت چلا گیا اور فلورا اپنے کیبن کی طرف بڑھنے لگی، اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات عیاں تھے، وہ اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھی کہ اس نے مجھے بھی نہیں یکھا اور میرے قریب سے گزرتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔ میرے جی میں آیا کہ اب مجھے فلورا سے کھل کر بات کرلینی چاہئے اور اُس پستہ قد شخص کے بارے میں اس سے بازپُرس کرنی چاہئے لیکن ھر کچھ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اپنی جذبات کشاکش کم کرنے کے لئے اور بوڑھی ساحرہ کی

وت کا ہول ذہن سے جھٹک دینے کے ارادے سے میں جہاز کے بار روم کی جانب چلا گیا۔

پہلے ہی گھونٹ نے اپنا اثر دکھایا اور کچھ دیر بعد میں قدرے معمول پر آگیا، پھر مجھ پر سرور طاری وگیا اور میں بل ادا کرنے کے بعد بار روم سے باہر نکل آیا۔ اس عرصے میں سکون کے ساتھ میں نے ہت سوچا اور فلورا کی شخصیت کے بارے میں چھان بین کرنے کا تہیہ کرلیا۔ اُس پستہ قد شخص کو فلورا سے گفتگو کرتے دیکھ کر فلورا کے متعلق میرے احساس جمال پر چوٹ سی لگی۔ تمام لطافتیں تاثر کھوتی جا ہی تھیں۔ فلورا مجھے ایک بالکل عام لڑکی کی صورت میں نظر آئی اور میں نے ارادہ کرلیا کہ حسن کے اس سمندر سے تشنہ کام لوٹنا حماقت ہے۔ میں نے سوچا کہ اب وہ حد بندیاں پھلانگنے میں بھی دیر نہیں لگائی جائے گی جو فلورا کے محتاط رویے نے ایک ہی کیبن میں رہنے کے باوجود قائم رکھی تھیں، فلورا جب وسرے درجے کے مسافروں تک کو نواز رہی تھی تو پھر میں کیوں تشنہ رہ سکتا تھا، میں اپنے انہی ارادوں یں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے میرا دوست احمد بن طاہر آگیا۔ اس نے مجھے روک کر بوڑھی ورت کی پُراسرار موت کا ذکر چھیڑ دیا جس کی اطلاع غالباً اسے جہاز کے دوسرے افسران سے مل چکی تھی، میں نے سرسری طور پر اسے اصل واقعے سے آگاہ کیا تو وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ ”جابر۔ اگر میرا شورہ مانو تو آنے والی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس بیروت چلے جاؤ۔“

”کیوں......؟“ میں نے تعجب سے کہا۔ ”اچھا سمجھا۔ تم اب غالباً مجھے افریقہ کے دیوی دیوتاؤں اور اُس علاقے کے بارے میں مشہور پُراسرار واقعات کی تفصیل بتا کر توہمات کا شکار کرنے کی کوشش کرو گے؟“

”تم اس وقت مستی میں ہو جابر جو ایسا کہہ رہے ہو۔“ احمد بن طاہر نے اداس لہجے میں کہا۔ ”ورنہ تم عظیم افریقہ کے اسرار کے بارے میں ضرور سنجیدگی اختیار کرلیتے۔“

”اب چپ بھی رہو۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم جن روایتی باتوں اور مفروضہ قصے کہانیوں کو اہمیت دے بیٹھے ہو اُن کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے، میرے خیال سے جنگلی قبائل نے سیاحوں سے محفوظ رہنے کے لئے من گھڑت کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ میرے دوست، اس سائنسی دور میں ان کا حقیقت سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔“

”تم جانو......“ احمد نے کہا۔ ”کوئی مصدقہ بات تو تم بھی نہیں کہہ سکتے۔ میں ایک بار پھر تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہ سفر ترک کردو۔“

”میرے دوست، میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں، بشرطیکہ تم اس ضمن میں کچھ ایسے ٹھوس دلائل پیش کرسکو جنہیں عقل سلیم تسلیم کرلے۔“

”میں عقل سلیم کی بنا پر نہیں بلکہ ذاتی تجربوں کی بنا پر تمہیں ایک معقول مشورہ دے رہا ہوں۔“

احمد بن طاہر نے جواب دیا۔ ''تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں کیپٹن سے بھی ملوا سکتا ہوں، ویسے میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ افریقی بندرگاہوں سے گزرتے ہوئے ہم سب جہاز کے وسیع و عریض گوشوں سے سمٹ کر اپنے کیبنوں تک محدود رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری آٹھ سال کی ملازمت کے دوران میں جو پُراسرار اور حیرت انگیز واقعات رونما ہو چکے ہیں، اگر میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں تم کیا ''کوئی'' بھی سمجھ دار شخص ان باتوں پر یقین نہیں کرے گا مگر کچھ باتیں جو میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا ہوں، ان کے بارے میں تم کیا کہو گے؟''

''ہو سکتا ہے تم نے وہ چشم دید واقعات غلط رنگ دے کر سمجھنے کی کوشش کی ہو۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

احمد بن طاہر طنزیہ انداز میں مسکرا کر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''گیارہ ماہ پہلے کا واقعہ ہے، ایک بدنصیب مسافر میرے جہاز پر سفر کر رہا تھا، وہ بھی تمہاری طرح سفر کے دوران اتفاقیہ طور پر ایک عجیب حادثے سے دوچار ہو گیا تھا۔ جانتے ہو بعد میں اس پر کیا گزری تھی؟''

میں نے مضحکہ اڑایا۔ ''تو افریقی بجھو بڑے کی مقدس کھوپڑی نے فضا میں اچانک نمودار ہو کر اُس سے فری اسٹائل شروع کر دی ہو گی اور انجام کار وہ بدنصیب اپنے آپ کو بچانے کی خاطر تمہارے جہاز کے بوائیلر میں کود کر انجن کا ایندھن بن گیا ہو گا۔ کیوں؟''

احمد بن طاہر ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ بکھیر کر بولا۔ ''میرا خیال ہے اس وقت تمہاری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے، پھر کسی وقت گفتگو ہو گی۔''

احمد واپس جانے کے لئے مڑا تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ احمد میرا اچھا دوست تھا، میں اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے بتاؤ احمد کہ اُس بدنصیب مسافر کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ میں تفصیل جاننے کے لئے مضطرب ہوں۔''

احمد بن طاہر بگڑ کر پھر رک گیا اور جب اسے یقین آ گیا کہ میں اسے مزید پریشان نہیں کروں گا تو وہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے ریلنگ کے قریب پڑی ہوئی کرسیوں کی جانب لے گیا اور ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اس بدنصیب مسافر کا نام جان پیٹر تھا، سیاحی کا شوق اسے کشاں کشاں افریقی بندرگاہوں تک کھینچ لایا تھا، اس نے استنبول سے سفر کا آغاز کیا تھا، وہ بڑا ہی خوش مذاق اور باغ و بہار طبیعت کا مالک تھا اس لئے جہاز کے عملے سے اس طرح گھل مل گیا جیسے برسوں پُرانا دوست ہو، اس کی خوش گپیاں مسافروں میں زندگی کی روح پھونک دینے کی تاثیر رکھتی تھیں، اس نے مجھے بتایا تھا کہ مُدغاسکر پہنچ کر وہ بوگا ماقبیلے تک جانے کی کوشش کرے گا، میں نے اسے اُس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیاحی کے شوق نے اسے جنوں کی سرحدوں تک پہنچا دیا تھا اس نے کسی طور

پر میری بات نہ مانی، میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔ ممباسا تک ہمارا سفر بڑا اچھا گزرا لیکن اس کے بعد جان پیٹر کے لئے حالات انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ اس نے ممباسا سے جہاز پر سوار ہونے والی ایک افریقی خاتون میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ وہ دوسرے درجے کی مسافرہ تھی، وہ دونوں جہاز پر اکثر ساتھ دیکھے جاتے تھے لیکن پھر ایک روز جہاز کے مسافروں نے اس خاتون کو سمندر میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا اور حیرت زدہ رہ گئے۔ مسافروں کے بیان کے مطابق جان پیٹر اور وہ افریقی خاتون ریلنگ کے قریب کھڑے ہوئے ہنس بول رہے تھے، یکلخت افریقی خاتون پیٹر کی کسی بات پر اس قدر برہم ہو گئی کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ ایک دن جان پیٹر نے میرے استفسار پر بتایا کہ اس نے اس خاتون سے اس کے مقدس دیوتاؤں کے بارے میں کچھ دریافت کیا تھا اور گفتگو کے دوران میں پیٹر نے کسی وجہ سے دیوتاؤں کے بارے میں کچھ مضحکہ خیز باتیں کہہ دی تھیں جنہیں سن کر افریقی خاتون برانگیختہ ہو گئی۔ چند ثانیے تک وہ اپنی زبان میں پیٹر کو بددعائیں دیتی رہی، پھر اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن نے پیٹر کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اسے مشورہ دیا کہ وہ اگلی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس لوٹ جائے لیکن افسوس، پیٹر نے یہ بات نہیں مانی تھی۔'' احمد بن طاہر ایک لمحے کے لئے رُکا اس کے بعد بولا۔

''جانتے ہو پھر کیا ہوا؟ بعد میں پیٹر پر جو گزری اس کا اندوہناک تاثر ابھی تک جہاز کے لوگوں کے دلوں پر باقی ہے، یہ بات اگر کسی اور شخص کی زبانی معلوم ہوئی ہوتی تو شاید میں بھی اس پر یقین نہ کرتا لیکن جو کچھ ہوا وہ میری نظروں کے سامنے، میری موجودگی میں ہوا۔ لو سُنو کہ اس روز ہمارا جہاز مُدغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر سے گزر رہا تھا۔ پیٹر اور میں عرشے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے، صبح کا وقت تھا، مطلع صاف اور خوش گوار تھا پھر اچانک جیسے ایک طوفان آ گیا، جہاز موجوں کے زیروبم پر ڈولنے لگا، فضا سیاہی مائل دھول سے دُھندلانے لگی۔ مجھے حیرت تھی کہ کھلے سمندر میں یہ سیاہ دھول کہاں سے آ گئی، پیٹر نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''طوفان کے آثار نظر آ رہے ہیں، کیبن میں چلنا چاہئے۔''

پھر ہم دونوں کرسیوں سے اُٹھے ہی تھے کہ یکلخت پیٹر نے ایک کرب ناک چیخ ماری اور عرشے پر گر کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو، اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے جہاز کے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے جانا چاہا لیکن نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکا، میری نگاہیں پیٹر پر مرکوز تھیں، وہ ایک ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ ناقابل یقین ہے، پیٹر کے جسم کی رنگت بڑی تیزی سے سیاہی مائل ہونے لگی اور وہ صرف دو منٹ میں مکمل طور پر سیاہ ہو گیا، میں حیرت زدہ کھڑا ہوا سب کچھ

دیکھتا رہا۔ پھر اُس وقت تو میرے حلق سے بھی گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی جب پیٹر کے جسم پر آبلے نمودار ہونے شروع ہوئے، سیاہ ڈھول نے اسے لپیٹے میں لے رکھا تھا، پیٹر موت اور زیست کی کرب ناک کش مکش سے دوچار تھا۔ عملے کے کچھ اور افسران بھی آگئے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے قریب جانے کی ہمت نہ کرسکا، پیٹر سب کی نظروں کے سامنے تڑپ تڑپ کر سرد ہوگیا اس کی موت کے ساتھ ہی ہواؤں کے جھکڑ یک بہ یک ختم ہوگئے، موجوں کا تلاطم جاتا رہا، فضا کا رنگ دوبارہ نکھر آیا لیکن ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے کی طرف استعجابیہ انداز میں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب ہوش سنبھلنے کے بعد پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا تو عملے کے افراد دہشت زدہ ہوکر فوراً پیٹر کی لاش سے دُور ہوگئے جیسے وہ بھوت بن کران پر جھپٹ پڑے گا، یہ خبر مسافروں تک پہنچی تو پورے جہاز میں سراسیمگی کا عالم طاری ہوگیا، کپتان کو یہ حالت ختم کرنے کے لئے جبراً وقہراً...... خود یہ کام انجام دینا پڑا، بعد میں دو روز تک کپتان کو شدید بخار رہا۔ اس کے بعد اس کی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔''

احمد بن طاہر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ''میرے دوست، تمہیں یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ کپتان نے جب جہاز کے عملے سے طوفان کی بابت کچھ دریافت کیا تو اسے کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا، طوفان ریکارڈ کرنے والا آلہ بھی بے کار ہوچکا تھا۔''

میں احمد بن طاہر کی باتیں دلچسپی سے سُن رہا تھا، کھلی ہوا میں بیٹھنے کی وجہ سے میرا نشہ بڑھتا جارہا تھا، میں نے احمد بن طاہر کی بیان کردہ کہانی کو کوئی اہمیت نہیں دی، اسے ٹالنے کے لئے میں نے سنجیدہ ہوکر کہا۔ ''میں تمہارا شکر گزار ہوں میرے عزیز دوست! تم نے مجھے جس نیک مشورے سے نوازا ہے، میں اُس پر سنجیدگی سے غور کروں گا۔''

احمد سے مصافحہ کرکے میں اپنے کیبن کی طرف جانے لگا، میرے ذہن میں اب صرف فلورا تھی جسے کچھ دیر پیشتر میں نے ایک پستہ قد امریکی سے رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تھا، میں کیبن میں داخل ہوا، فلورا لباس تبدیل کرچکی تھی اور بستر پر نیم دراز ہوکر ایک رسالے کی ورق گردانی کررہی تھی، میں آنکھیں ملنے لگا۔ فلورا نے مجھے اپنی طرف رُخ کرکے اس طرح آنکھیں ملتے دیکھا تو رسالہ رکھ کر مسکراتی ہوئی اُٹھ گئی اور شکایت بھرے لہجے میں بولی۔ ''جابر اگر مجھے علم ہوتا کہ اس جہاز پر تمہارا کوئی جگری دوست مل جائے گا تو میں یقیناً کسی دوسرے جہاز پر سفر کرنے کو ترجیح دیتی، کتنی دیر لگادی تم نے احمد کے پاس۔''

''کچھ پُرانی باتیں چھڑ گئی تھیں فلورا!'' میں نے سرشاری سے جواب دیا۔ ''ویسے آج احمد نے مجھے خاص طور پر رائی کے اثر انگیز مشروب سے نوازا ہے۔''

''تم نے مجھے کیوں نظر انداز کردیا؟'' فلورا نے شکایتی انداز میں کہا۔ ''ایسے موقع پر میں تمہیں یاد کیوں نہیں آئی؟''

میرا دل چاہا کہ اس فریب مجسم سے کہوں کہ تم اب میری نظروں سے گر چکی ہو، اسے بتا دوں کہ میری آنکھیں اسے ایک رقیب کے ساتھ دیکھ چکی ہیں لیکن اس جلد بازی سے میں اس کے حسن جہاں سوز سے لطف اُٹھانے کا موقع کھو دیتا۔ میں نے خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''فلورا...... کئی بار جی چاہا۔ اُٹھوں اور تمہیں یہاں سے لے چلوں لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، کسی اور کے ساتھ تمہیں گفتگو کرتے دیکھ کر نہ جانے کیوں میرا خون کھولنے لگتا ہے۔''

''اوہ۔'' فلورا معنی خیز لہجے میں بولی۔ ''تم بڑے خود غرض ہو۔ مجھ پر صرف اپنا تسلط جمانا چاہتے ہو۔؟''

''تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' میں نے مخمور نظروں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی۔ میں نے جسارت کی اور اس کے قریب جاکر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم تو میرا خواب ہو، تم میری منزل ہو۔''

''جابر...... تم نے بہت متاثر کیا۔ ڈربن سے واپس آجانے دو۔ مجھے کچھ اور سنبھلنے اور سوچنے کا موقع دو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ میرا وعدہ ہے۔'' اور پھر میں نے دوستی کی حدود پھلانگنے کی کوشش نہیں کی، میں نے اُس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ واپسی کے سفر کا بہانا کرکے میرے جذبات بڑے ظالمانہ انداز میں رد کررہی ہے۔ اس کی جادو بھری اداؤں نے مجھے مدہوش کردیا اور میں یہ بھی بھول گیا کہ میں نے کچھ دیر پہلے فلورا کو ایک امریکی مسافر کے ساتھ دیکھا تھا، میں اس بوڑھی اور پُراسرار ساحرہ کو بھی بھول گیا جس نے ''جارا کاکا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کے باعث اپنی زندگی قربان کردی تھی۔

دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ احمد بن طاہر نے ایک بار پھر مجھے اس امر پر اُکسانے کی کوشش کی کہ میں اپنا سفر ترک کردوں لیکن میں نے خوش اخلاقی سے اُسے ٹال دیا۔ میں نے اُس پستہ قد امریکی کے بارے میں تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بیروت ہی کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہوا ہے لیکن اس کی منزل ڈربن کے بجائے جاہانسبرگ تھی۔ میں ان دو دنوں میں سائے کی طرح فلورا کے پیچھے لگا رہا لیکن اس نے پستہ قد امریکی سے دوبارہ ملنے کی کوشش نہیں کی، ایک دو بار عرشے پر شام کے وقت فلورا اور اس امریکی کا آمنا سامنا بھی ہوا لیکن دونوں نے ایک دوسرے پر کوئی توجہ نہ دی، مجھے مجبوراً اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔ میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کرلیا کہ اُس روز بوڑھی افریقی ساحرہ کی دردناک موت کی وجہ سے میں اُلجھا ہوا تھا اس لئے ممکن ہے کہ میں نے جو کچھ محسوس

کیا اور سوچا، وہ غلط ہوسکتا ہے کہ فلورا اور اُس پستہ قد امریکی کی وہ ملاقات کسی غلط فہمی یا اندازے کی غلطی کی وجہ سے سرسری طور پر اتفاقاً ہوگئی ہو، فلورا کی جانب سے میرے دل میں جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ کچھ مٹنے لگنے اگر وہ اس پستہ قد امریکی سے واقف ہوتی تو اس سے دوبارہ ملنے کی کوشش ضرور کرتی۔ یا آمنا سامنا ہونے پر اس سے کوئی نہ کوئی اضطراری حرکت ایسی ضرور سرزد ہوتی جو میرے شبہے کی تصدیق کا باعث بن سکتی لیکن ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

میں تیسرے دن دوپہر کے وقت فلورا کے ساتھ طعام گاہ سے اپنے کیبن کی طرف جارہا تھا کہ احمد بن طاہر سے مڈبھیڑ ہوگئی، میں کترا کر نکل جانا چاہتا تھا لیکن احمد نے مجھے آواز دی تو مجبوراً مجھے اس سے ملنا پڑا۔

"جابر......" احمد بن طاہر کے لہجے میں خوف شامل تھا۔ "آج شام تک ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر میں داخل ہو جائے گا۔"

"اوہ......" میں نے احمد کی بات سُن کر طنزو استہزا سے اُسے گھورا۔ "اور اب یقیناً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تاریخ اپنے آپ کو پھر دہرائے گی کیوں......؟"

"احتیاط کوئی بری چیز نہیں ہے میرے دوست۔" احمد واقعی سہا ہوا تھا۔ "تم نے میرا مشورہ نہ مانا ٹھیک کیا، تمہاری مرضی، بہرحال اب وقت گزر چکا ہے، اب میری عاجزانہ درخواست ہے کہ تم کل صبح سے پہلے اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنا۔"

"بہت خوب، گویا تمہارا خیال ہے کہ جادو بھی اندھا ہوتا ہے جو مجھے بند کیبن میں نہ دیکھ سکے گا؟" میں نے زہرخند سے کہا۔

احمد فکرمند ہوکر بولا۔ "خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو جابر...... سنو! مجھے یقین ہے کہ اُس بوڑھی افریقی جادوگرنی کی موت رنگ لا کر رہے گی، میں ضعیف الاعتقاد آدمی نہیں ہوں لیکن بہت سے چشم دید واقعات اور ذاتی تجربوں نے مجھے محتاط رہنا سکھا دیا ہے۔"

"فکر نہ کرو دوست، اگر جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی نے اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہا تو اس کا نشانہ صرف میں بنوں گا، تم اور تمہارا عملہ اور جہاز کے مسافر اس سے محفوظ رہیں گے، ہاں...... میں ایک آخری خواہش کا اظہار تم سے ضرور کروں گا۔ میری لاش سمندر میں پھینکنے کا ناخوشگوار کام اگر تم انجام دے سکو تو میری روح تمہاری شکرگزار ہوگی۔"

احمد بن طاہر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے فلورا کا بازو تھاما اور احمد کو پچکارتا ہوا آگے بڑھ گیا، فلورا ہماری گفتگو سے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیبن میں پہنچ کر اس نے مجھ سے ٹوہ لینے کی کوشش کی۔ میں نے سوچا فلورا یہ سب فرسودہ باتیں سُن کر پریشان ہو جائے گی اور سفر کا لطف کرکرا ہو

ائے گا۔ اس لئے میں نے اسے ٹالنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن جب فلورا نے بے حد اصرار کیا تو ں نے اسے بوڑھی ساحرہ کا پورا واقعہ سنا دیا، فلورا کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ وہ میری باتیں سن کر بے حد خوف زدہ ہوگئی، اس کا سرخ چہرہ زرد ہوگیا۔

یہ دیکھ کر میں نے لاپروائی سے کہا۔ "یہ سب باتیں محض بکواس ہیں جان من، تم تو آکسفورڈ میں ھی ہو۔ ایک نیولے کی بے جان کھوپڑی اور کسی ذی ہوش انسان کا گلا۔ ان میں کیا نسبت؟"

"مقدس مریم تمہاری امین رہے۔" فلورا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "میں نے جارا کا کا کے رے میں کچھ زیادہ نہیں سنا البتہ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ افریقی سرزمین اور خاص طور پر وہاں کے کچھ زیرے اپنے اسرار کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہیں، تم نے احمد کی ہدایت پر عمل نہ کرکے بُرا کیا جابر۔ تمہیں واقعی سفر ترک کر دینا چاہئے تھا، پُراسرار اور ناقابل یقین حادثات کہہ کر نہیں آیا کرتے، افریقی طلسمات اور وہاں کے جادوگر اور جادوگرنیاں دنیا والوں کے لئے ابھی تک ایک لاینحل معمہ بنے ہوئے ہیں۔"

"ختم کرو فلورا...... مجھے اس وقت سخت نیند آرہی ہے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "تم بھی آرام کرو۔"

میں نے بستر پر دراز ہوکر آنکھیں بند کرلیں مجھے احمد بن طاہر پر دل ہی دل میں بے حد تاؤ آرہا تھا اس نے فلورا کے سامنے بوڑھی ساحرہ کی موت کا ذکر چھیڑ کر میری طبیعت مکدر کر دی تھی، میں آنکھیں بند کئے لیٹا رہا، جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی، پھر اس وقت میں ایک چیخ مار کر اُٹھ بیٹھا جب میں نے اپنے سر پر کسی وزنی چیز کے گرنے کی شدید ضرب محسوس کی۔ ساتھ ہی فلورا بھی نہایت خوف ناک انداز میں چیخنے لگی، میں نے جلد ہی اپنے حواس بحال کیے۔ مجھے کیبن کی ہر شے ناچتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ فلورا اپنے بستر سے اُٹھ کر میرے پاس آگئی تھی۔

اس نے مجھے ہوش میں دیکھا تو ہذیانی انداز میں چلا کر بولی۔ "جابر معلوم ہوتا ہے ہمارا جہاز کسی خطرناک طوفان میں گھر گیا ہے، باہر بڑی افراتفری کا عالم ہے۔"

اس وقت بجلی کی طرح میرے ذہن میں احمد بن طاہر کے الفاظ گونجے۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی ساحرہ کے وہ جملے بھی صدائے بازگشت کی طرح ابھرے جو اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے سے پیشتر کہے تھے، مجھے وحشت ہونے لگی۔ میں فلورا کو ایک طرف ہٹا کر تیزی سے اُٹھا اور بڑی مشکل سے کیبن کی دیواروں کا سہارا لے کر باہر نکل گیا۔ ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی، مسافروں کے ساتھ ساتھ جہاز کے عملے کے افراد بھی چیخ پکار کر رہے تھے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، عورتیں اور بچے موت کا بھیانک رقص دیکھ کر اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے، جہاز تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا

تھا، جہاز کے لاؤڈ اسپیکر پر مسلسل اعلانات ہو رہے تھے لیکن چیخ پکار کی آواز زیادہ بلند تھی، اچانک جہاز نے دوسری سمت جھکولا کھایا اور بے شمار افراد لڑھکتے ہوئے ریلنگ کی طرف چلے گئے کچھ افراد جھوکا میں توازن برقرار نہ رکھ سکے اور سمندر میں گر گئے میں نے کیبن کے دروازے کا ہینڈل پوری قوت سے تھام رکھا تھا، ہوا کے شدید جھکڑوں نے پوری فضا گدلی کر رکھی تھی، جہاں لائف بوٹ بندھی ہوئی تھی وہاں لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے ہر شخص دوسروں کو پیچھے دھکیل کر زندگی کا یہ آخری سہارا خود حاصل کرنے کے لئے دیوانگی اور وحشی پن کا ثبوت دے رہا تھا، جہاز کے خلاصی پاگلوں کی طرح بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔

”جابر...... اندر آ جاؤ، باہر موت ہے۔“ کیبن کے اندر سے فلورا کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس طوفان کو کیا نام دوں، اسے کیا سمجھوں۔ اگر جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہتی تھی تو پورے جہاز کو طوفان نے کیوں نرغے میں لے رکھا تھا، آخر اس نے موت کے خوفناک کھیل میں معصوم اور بے گناہ مسافروں کو کیوں شامل کیا تھا میں اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ کوئی شخص پشت کی جانب مجھ سے ٹکرایا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو احمد بن طاہر تھا، اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ”ابو جابر......“ احمد مجھے دیکھ کر کرخت لہجے اور بلند آواز میں بولا۔ ”میں تمہیں انسانیت کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ تم اپنا منحوس وجود سمندر کے حوالے کر دو، مجھے قوی اُمید ہے کہ تمہاری یہ قربانی مسافروں کی زندگی کی ضمانت بن سکتی ہے، جہاز پر یہ تباہی محض تمہاری وجہ سے نازل ہوئی ہے۔“

”احمد......“ میں نے تلملا کر کہا۔ ”شاید تم بھی جہاز کی طرح اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہو......“

”میں...... میں تمہیں حکم دیتا ہوں ابو جابر کہ آگے بڑھو اور سمندر میں چھلانگ لگا دو ورنہ مجھے مجبوراً تمہارے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں گے، اب عظیم جارا کاکا کی مقدس روح تمہاری زندگی کی بھینٹ لے کر ہی پُرسکون ہوگی۔“

”ہوش کی باتیں کرو احمد، تم شاید پاگل ہو رہے ہو۔“ میں نے جھنجلا کر کہا۔

احمد بن طاہر کا چہرہ کسی اندرونی جذبے کے تحت سرخ ہو گیا، اس نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا، اب میرے لئے بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں حملے میں پہل کرتا، میں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کیبن کا ہینڈل چھوڑ کر پوری قوت سے احمد کے تنے ہوئے چہرے پر ایک مکا رسید کر دیا، اس کے ساتھ ہی میرا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑا، اور میرا دوست احمد بن طاہر کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح عرشے پر گرا اور پھر لڑھکتا ہوا ریلنگ سے جا ٹکرایا اور ایک کربناک چیخ بلند کرتا ہوا سمندر میں گر گیا، احمد کی وہ چیخ اس قدر خوفناک اور بھیانک تھی کہ مجھے جھرجھری آ گئی، ٹھیک اسی وقت

لاؤڈ اسپیکر پر کپتان کی چیختی ہوئی آواز اُبھری۔ ”میں مسافروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حوصلے کا ثبوت دیں۔ نظم و ضبط برقرار رکھیں اور جہاز کے عملے کو اتنا موقع دیں کہ، لائف بوٹ سمندر میں اتاری جا سکے۔ جہاز کے پیندے میں متعدد سوراخ ہو چکے ہیں، اگر مسافروں نے عملے کو کام کا موقع نہ دیا تو ایک مسافر بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔“

کپتان کی اس اپیل نے مسافروں میں اور ہیجان برپا کر دیا، عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا، کچھ مسافروں نے سمندر میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں، کچھ مدد مدد چلا رہے تھے، لائف بوٹ کے گرد لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا۔ قیامت صغریٰ مچی ہوئی تھی۔

”جابر......“ کیبن کے اندر سے فلورا کی آواز پھر اُبھری۔ ”تمہیں مقدس مریم کی قسم اندر آ جاؤ، مرنا ہی ہے تو ہم دونوں ایک ساتھ مریں گے۔“

جہاز اب بھی بپھری ہوئی موجوں پر تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا، اور بہ تدریج نیچے بیٹھتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے فلورا کی محبت آمیز اپیل پر اندر جانے کا ارادہ کیا مگر ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ جہاز کا بوائلر ایک خوفناک دھماکے سے پھٹا، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں، میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا، یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور کیبن کی چوکھٹ سے ٹکرا کر نیچے آ پڑا۔

اس وقت میں نے ایک ہجوم کا بوجھ اپنے جسم پر محسوس کیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ ہجوم خود بخود مجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ زندہ انسانوں کے جسم بے جان اشیا کی طرح عرشے پر لڑھک رہے تھے۔ میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اُٹھ کر کیبن میں داخل ہو سکوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ فلورا تیزی سے میری طرف آ رہی ہے، میں نے اسے کیبن میں جانے کا اشارہ کیا لیکن میرا ہاتھ اُٹھا کا اُٹھا رہ گیا اور جہاز نے ایک طوفانی کروٹ لی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں لڑھکتا ہوا ریلنگ تک آ گیا۔ پھر میرے اعصاب جواب دے گئے اور آنکھیں بند ہو گئیں۔

☆==========☆==========☆

سرد پانی کے تھپیڑے تھے جنہوں نے میرے منتشر اعصاب کو جھنجوڑ دیا، میری آنکھ یوں کھل گئی جیسے کچی نیند میں ہڑبڑا کر اٹھا ہوں۔ منہ کا مزہ کھارا ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو نیچے کی سمت اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا، میرا دم گھٹ رہا تھا۔ صرف لمحوں کا معاملہ تھا۔ لمحوں میں اس تحریر کا راقم ایسی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا کہ پھر دنیا والے اس کا نام و نشان بھی نہ پا سکتے۔ مجھے یاد نہیں کہ لمحوں کے اس اُلٹ پھیر میں کیا ہوا، مجھے مطلق ہوش نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں، زندہ ہوں یا مر گیا۔ میری روح عالم بالا کی طرف کوچ کر رہی ہے یا ابھی جسم سے رشتہ جوڑے ہوئے ہے لیکن جب پانی

کی زد سے میرا سر آزاد ہوا تو پہلی بار مجھے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت ملا اور ساتھ ہی یہ احساس بھی کہ میں جلد ہی سمندر کی نذر ہو جاؤں گا۔ میں کھلے سمندر کے رحم و کرم پر تھا۔ تیز طوفانی لہریں مجھ اِدھر اُدھر پٹک رہی تھیں اسی وقت لوگوں کی چیخ پکار کی آوازیں سنائی دیں اور مجھے سب کچھ یاد آ گیا اتنے بہت سے لوگوں کو ڈوبتا دیکھ کر میرے اندر زندگی بچانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی اور میں ۔ جدوجہد شروع کر دی۔

بعض مشغلے جو یوں ہی تفریح طبع کے لئے اختیار کر لیے جاتے ہیں، کبھی کبھی بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ میں نے آکسفورڈ کے تعلیمی دور میں حسین دوشیزاؤں کے بدن کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے لئے پیراکی سیکھی تھی۔ پھر میں نے اس میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ پرانے پیراکوں پیچھے چھوڑنے لگا۔ گھنٹوں متواتر تیرتے رہنا میرے لئے کوئی دشوار بات نہیں تھی۔ ہر چند کہ نہا۔ کے کسی مصنوعی تالاب اور ایک سمندر میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن ریت کے ذرات دھوپ میں چمکتے ہوئے جسموں نے مجھے سمندر میں اپنی پیراکی کے جوہر دکھانے پر بارہا اکسایا تھا میں تعطیلات کے دوران ساحلوں پر نکل جاتا اور چھتریوں کے سائے میں دوشیزگان افرنگ کے ساتھ زندگی کے سب سے حسین لمحے گزارتا۔ جابر، جو ایک وجیہہ اور باوقار عرب تھا، ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب رہتا۔ جب میں دیر تک پانیوں میں چھپا رہنے کے بعد سر باہر نکلتا تو حسین دوشیزاؤں کے چہروں پر اطمینان کی لہریں آ جاتیں اور وہ عزت و عظمت کے احساس کے ساتھ میری جانب ملتفت ہوتیں، آج معاملہ دوسرا تھا۔ یہ موقع نہ تو کچھ کر دکھانے کا تھا نہ جلد بازی کا۔ حالات نے مجھے جس امتحان سے دوچار کر دیا تھا، اس میں صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔ میں نے چاروں طرف خطرہ محسوس کر کے اپنے پاؤں کو آہستہ سے جنبش دی اور پانی کے اوپر آ گیا۔ میرے بازوؤں میں شدید درد ہو رہا تھا۔ جہاز کا بوائیلر اچانک پھٹنے کی وجہ سے ایک ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اسی دوران میں میرا بازو رہ گیا۔ اب اس میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔

پانی کی سطح پر اُبھر کر میں نے تیرنے کی رفتار تیز کر دی۔ اپنے متعلق اتنا بتا دوں کہ میں زبردست قوت برداشت کا مالک ہوں۔ میں دیکھنے میں ایک جذباتی من چلا اور بے پروا قسم کا شخص نظر آتا ہوں لیکن اپنی زندگی کی مشکل ترین ساعتوں میں، میں نے ہمیشہ زبردست قوت برداشت اور تحمل کا ثبوت دیا ہے۔ جب میرے اُوسان کسی قدر بحال ہوئے اور ہاتھ پاؤں قابو میں آئے تو میں نے چیخی آوازوں کی سمت تیرنا شروع کر دیا۔ جارا کا کا کی مقدس روح نے احمد بن طاہر کے بیان کے مطابق اپنی ہولناک تاریخ بھیانک انداز میں پھر دہرائی تھی۔ میرا دل اب بھی یہ باتیں تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن میرے ۔ تہ تباہیوں کا خوفناک تماشا ہوا تھا۔ میں جہاز کے ان تمام بدنصیب مسافروں کی تباہی

بربادی کا ذمے دار تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے محض ان افراد پر بلائیں نازل ہوتی تھیں جنہوں نے پُر اسرار افریقہ کے دیوتاؤں اور ان کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اُڑایا تھا، اس بار میری ایک اتفاقی اور حادثاتی غلطی کی سزا پورے جہاز کی تباہی اور اُس کے معصوم مسافروں کی غرقابی کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میری زندگی بڑی مختصر رہ گئی ہے۔ تاحد نظر پھیلے ہوئے اس پُر شور سمندر میں دوبارہ خشکی کی شکل دیکھنے کی اُمید کون کر سکتا تھا، اس کے باوجود زندگی کی تمنا تھی کہ رہ رہ کر دل میں حوصلہ پیدا کر رہی تھی۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا اور میری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان مسافروں کے قریب پہنچ جاؤں جن کی آہ و زاری سے میرا کلیجا شق ہوا جا رہا تھا۔ وہ صرف میری وجہ سے اس طوفان بلاخیز کے شکار ہوئے تھے۔

میں کبھی سمندر کی سرکش اور بپھری ہوئی موجوں کے سامنے سر جھکاتا اور کبھی ان کا سینہ چیرتا آگے بڑھتا رہا۔ آوازوں کا دِل خراش شور و غل اور زندگی اور موت کی دردانگیز صدائیں جوں جوں میرے قریب آ رہی تھیں، میری رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دور موجوں کے زیر و بم پر اچھلتے کودتے ناچتے اور چکراتے ہوئے انسانی ہیولے نظر آئے۔ میں نے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نظریں دوڑائیں لیکن جہاز کا کوئی نام و نشان نہ تھا یقیناً اُسے بے رحم سمندر نے نگل لیا تھا۔ میرے دل کو دھچکا لگا نہ جانے کتنے معصوم بچے، عورتیں اور بوڑھے جہاز کے ساتھ تہ آب ہو گئے ہوں گے۔

وہ ہیولے بہت دُور تھے جنہیں میں قریب سمجھ رہا تھا، جب میں آگے بڑھنے کے لئے پر تولتا تو بگڑی ہوئی موجیں مجھے اُٹھا کر اِدھر اُدھر پھینک دیتیں۔ میں ایک بار پھر ہمت کرتا اور پھر میرے ساتھ موجوں کا یہ شیطانی رقص جاری ہو جاتا۔ خدا کسی کو سمندری طوفان سے دوچار نہ کرے۔ یہ موت بڑی سہمناک ہوتی ہے۔ ایک لمحہ زندگی کی اُمنگ بحال کرتا ہے تو دوسرا لمحہ موت سے قریب کر دیتا ہے کوئی دو گھنٹے تک میں موجوں کے ساتھ ساتھ قلابازیاں کھاتا رہا۔ اعصاب شل ہو چکے تھے۔ آہ وہ منحوس گھڑی۔ جب میں نے فلورا سے ایک بار جدا ہونے کے بعد اُسے دُوسری بار بیروت کے ہوٹل میں دیکھا تھا، فلورا کے حسن کی قربت میں موت پنہاں تھی، یہ مجھے کیا معلوم تھا اور کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں اس سے اتنی دور بھاگتا کہ اُس کا تصور بھی میرے قریب نہ پھٹک سکتا۔

فلورا کے سحر نے یہ وقت دکھایا تھا...... وہ سیاہ زبان والی مکروہ صورت بڑھیا میری نظروں میں گھوم گئی جس نے جارا کا کا کی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی دیکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیے تھے اور اپنے وحشی دیوتاؤں سے گریہ وزاری کی تھی اور بعد ازاں اپنی زندگی سمندر کی بھینٹ چڑھا دی تھی۔ کاش میں نے اپنے دوست احمد بن طاہر کی بات مان لی ہوتی جس نے بڑے درد اور خلوص سے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنا سفر ترک کر کے بیروت واپس چلا جاؤں۔ مجھے اپنی لغزشیں بے وقت یاد آ رہی تھیں،

اب ندامت اور پچھتاوے سے کیا ہوتا تھا۔ بلائیں میری منتظر تھیں۔ موت تیزی سے میرا تعاقب کر رہی تھی، انجام کار اس بڑھیا کی سیاہ زبان نے کام تمام کر دیا۔ ممکن ہے یہ سرگزشت پڑھنے والے چند حضرات موت کے اتنے قریب گئے ہوں جتنا میں پہنچ گیا تھا، وہ میرا کرب سمجھ سکیں گے۔

کتنا وقت اور گزر گیا، پتہ نہیں کہ میں سمندر کی گود میں کہاں کہاں ہچکولے کھاتا رہا۔ ان آخری لمحوں میں اپنا ماضی یاد کرنے سے مجھے کچھ سکون سا ملا۔ منتشر خیالات تھے کہ اُمڈے چلے آ رہے تھے گزشتہ دنوں کی ان یادوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کچھ اور طویل ہوگئی ہے۔

ذہن اسی پراگندہ خیالی میں مشغول تھا اور ہاتھ پاؤں مشینی انداز میں موجوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھے کہ موجوں کا ایک ریلا کسی دیو قامت عفریت کا روپ اختیار کر کے آیا اور مجھے جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔ کوئی ٹھوس چیز پوری قوت سے میرے اوپر آ کر گری اور میری آنکھیں دھندلانے لگیں۔ میں نے بدحواسی کی بنا پر تیرنے کے بجائے غیر اصولی طور پر اُلٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے، میں نے سر پر پڑنے والی اس ضرت کی شدید اذیت میں غیر شعوری طور پر اپنے ہاتھ کسی غیبی مدد کے لئے اوپر اٹھائے تو میں نیچے کی سمت جانے لگا پھر جلد سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوگئی۔ جو کچھ یاد رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ ہر احساس مردہ ہو چکا تھا۔ جابر جیسے شخص کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔

☆============☆============☆

میرا جسم کسی ٹھوس شے پر پڑا ہوا تھا۔ جب جسم میں کوئی حرکت پیدا ہوئی اور ذہن ان غنودگیوں سے بیدار ہونا شروع ہوا تو کچھ عجیب سا لگا۔ بدن کے اوپری حصے میں تپش تھی زیریں حصہ نیم سرد محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا۔ غالباً یہ عرصہ موت ہے روح اور جسم میں شدید کش مکش جاری تھی، نسوں کا جال اور ہڈیوں کا پنجر روح کو مقید رکھنے پر بضد تھا اور روح تھی کہ ان خرافات سے آزاد ہو کر اپنے اصل مقام کی طرف گامزن ہوا چاہتی تھی، وہ ایک ایسا احساس تھا جہاں فرد شکست قبول کر لیتا ہے۔ معاً میرا جسم لڑھکتا ہوا کسی گداز شے سے ٹکرایا، پھر سیدھا ہو گیا۔ اسی لمحے کہیں دور سے آتی ہوئی ایک آواز میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجی۔ ''اسے سمندر میں پھینک دینا ہی مناسب ہوگا۔''

''ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔'' دوسری خشک آواز اُبھری۔ ''اس کی لاش کا بوجھ کم ہو جانے سے ہمیں کچھ اور تحفظ ملے گا۔''

''وہ مرا نہیں ہے خدا کے لئے رحم کرو۔ وہ زندہ ہو سکتا ہے۔'' ایک نسوانی آواز نے التجا کی۔

''وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر موت طاری ہے۔'' کسی نے کہا۔

''بہر حال ہمیں کچھ انتظار کرنا چاہئے۔''

''ہاں کچھ دیر اور صبر کر لو۔'' کسی نے دردمندانہ انداز میں کہا۔ ''میں نے اس کی نبض دیکھی تھی۔ می اس کے جسم میں زندگی کی حرارت باقی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بچ جائے، کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔''

''ڈاکٹر۔ یہ ہسپتال نہیں ہے۔ اس کا ناخوشگوار بوجھ ہم سب کی موت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔'' اس آواز میں اُلجھن اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ سختی بھی نمایاں تھی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اسے اُٹھا کر پھینک دینا چاہئے۔'' ایک اور آواز میرے ذہن میں نشتر ن کر اُترتی چلی گئی۔ ''اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ہے۔''

''ٹھہرو۔ کوئی انسانیت سوز فیصلہ کرنے سے پہلے خدا کے لئے کچھ سوچ لو۔ اگر یہ مر گیا تو بھی مارے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔ احمقو، اس کی لاش ہماری زندگیوں کی ضمانت بن سکتی ہے۔''

''ڈاکٹر......'' ایک نسوانی آواز نے احتجاج کیا مگر اُس کی آواز ڈاکٹر کے بھاری لہجے تلے دب گئی۔

''غور سے سنو خاتون۔'' ڈاکٹر نے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ ''ہمیں نہیں معلوم کہ مارا یہ خطرناک سفر کب تک جاری رہے۔ کون جانے کبھی خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہو یا نہیں۔ ایسی ورت میں زیادہ دنوں تک زندہ رہنے کے لئے خوراک کا مسئلہ ہمارے لیے بے حد اہم ہے۔ یرے بدنصیب ساتھیو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، جو کچھ میں اس وقت کہہ رہا ہوں، ہو سکتا ہے س کا تصور بھی تمہارے لیے ناقابل برداشت ہو لیکن کل کیا ہونے والا ہے۔ یہاں کون یقین سے کہہ سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دن ہم فاقوں سے تنگ آ کر درندے بن جائیں اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑیں۔ آنے والے لمحے ہمیں بدترین صورت حال سے دوچار کر سکتے ہیں کیوں نہ ہم ابھی سے کل کی فکر کریں۔''

اقرار اور استرداد، حکم اور احتجاج کے یہ مایوس کن لہجے میں بخوبی سن رہا تھا۔ میں اپنی بکھری ہوئی قوت مجتمع کر کے ان انسانیت دشمن لوگوں کے سامنے اپنے وجود کا اثبات ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کوشش بسیار کے بعد کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ اطراف میں سراسیمگی سے نظر دوڑائی تو آٹھ نو قصاب نما انسانی چہرے نظر آئے اور مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ اس وقت میں کسی لائف بوٹ میں سوار ہوں۔ یہ کس طرح ممکن ہو گیا، مجھے کوئی ہوش نہیں تھا۔ عالم ضعف میں بے چارگی سے میں اپنے اوپر جھکے ہوئے، سہمے سمٹے، سوچوں میں غرق انسانی چہرے دیکھا کیا۔ ان میں سے دو اُس جہاز کے خلاصی تھے، جو جاراکاکی مقدس روح کی ساحرانہ قوت سے غرق آب ہو گیا تھا۔ تیسرا چہرہ ڈاکٹر جواد کا تھا جس سے میری ملاقات تباہ ہو جانے والے بدقسمت جہاز پر میرے دوست احمد

بن طاہر نے کرائی تھی۔ ڈاکٹر جواد جہاز پر ڈاکٹر کی حیثیت سے تعینات تھا۔ باقی چہرے شناسا ضر تھے لیکن میں اُن کے نام نہیں جانتا تھا۔ میں ابھی ان چہروں کو حیرانی و پریشانی سے تک رہا تھا کہ ڈا جواد میرے قریب آکر گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا ''اللہ رب۔ اللہ رب۔'' (اللہ پالنے والا ہے)

ڈاکٹر کی زبان سے ہمدردی کے یہ دو لفظ سن کر میری آنکھیں نم ہو گئیں۔ ڈاکٹر نے بدستور ! دلاسا دیتے ہوئے عربی زبان میں کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔ مجھے یقین تھا کہ تم بچ گے۔''

ادھر نقاہت اور پیاس کی شدت سے میری حالت دگرگوں تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ رہے ت میں نے ڈاکٹر کے ہمدردانہ رویے پر اظہار تشکر کرنا چاہا، لیکن زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ ڈاکٹر میرے چہرے سے دلی کیفیت کا اندازہ لگایا تو جلدی سے بولا۔ ''مایوسی کفر ہے میرے عزیز۔ خدا چاہا تو تم جلد روبہ صحت ہو جاؤ گے۔''

میں نے اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھا۔ ڈاکٹر نے بڑی پھرتی دکھائی اس نے میری قمیض کے بٹن کھولے اور سینے پر مالش کرنے لگا۔ مجھے اس عمل سے تقویت ہوئی۔ وہ کچھ دیر تک سینے مالش کرتا رہا پھر اُس نے میرے ہاتھ اور پاؤں کی مالش کی جس سے میری نقاہت قدرے دور ہو گ اور زیادہ صاف نظر آنے لگا لیکن بھوک اور پیاس بدستور برقرار تھی، میں نے ایک بار پھر اپنے ارد گ کھڑے ہوئے انسانوں پر نظر ڈالی، پشت کی جانب دیکھا تو آنکھوں کی روشنی تیز ہو گئی۔ وہاں فلو کھڑی تھی، اُس کا لباس تار تار تھا اور چہرہ دہشت زدہ تھا۔ فلورا کو اپنے قریب دیکھ کر مجھ پر شاد مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اُس کے چہرے کی شوخی افسردگی میں تبدیل ہو چکی تھی اور غزالی آنکھو میں شرارت کے بجائے مایوسی کا راج تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور رخساروں پر زردی چھائی ہو تھی۔ اس کیفیت کے باوجود اُس کے حسن و جمال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر میر مضمحل جسم کروٹیں بدلنے لگا۔ میں بدقت تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ ''فلورا...... تم!''

''جابر......'' اس نے والہانہ انداز سے میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ ''اس وقت کوئی بات نہ کر زندہ رہے تو بہت باتیں ہو جائیں گی۔ تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ قسمت میں جو لکھا تھا پورا ہوا۔''

''فلورا......'' میں نے کچھ اور کہنا چاہا تو ڈاکٹر نے انگلی کے اشارے سے روک دیا۔

ڈاکٹر جواد ان پریشان کن حالات کے باوجود بڑی تن دہی سے اپنے فرائض کی بجا آوری می مصروف تھا، اس کی چارہ گری میں اعجاز تھا، مالش کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اپنی قمیض اُتار کر سمندر کے پانی سے بھگوئی پھر اسے میرے منہ پر نچوڑ کر میرا چہرہ صاف کرنے لگا پیاس کی شدت نے مجھے حال کر رکھا تھا رخساروں پر پانی کے قطرے پڑے تو میں نے منہ کھول دیا۔ نمکین پانی نے حلق کے

ز کر میرے سینے میں آگ لگا دی مجھے اُبکائی آنے لگی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے میری کنپٹیاں سہلانی شروع کر دیں۔ نہ معلوم یہ اُس کے ہاتھوں کے دباؤ کا کرشمہ تھا یا کمزوری کا اثر کہ مجھ پر ایک بار پھر غنودگی کا غلبہ ہونے لگا۔ سمندر کی پُرشور موجوں کی آواز میری سماعت میں بتدریج مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی۔ فلورا کی آغوش میں میری گردن ڈھلک گئی اور میں بے سدھ ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز میں میری حالت معجزانہ طور پر سنبھل گئی میں اب خود کو اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح چاق و چوبند محسوس کرنے لگا جو سمندر کی موجوں کے رحم و کرم پر کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہے تھے، اس میں بلاشبہ ڈاکٹر جواد اور فلورا کی حسین قربت کے علاوہ میری خود اعتمادی کو بھی بڑا داخل تھا۔ فلورا ابھی میری صحت یابی سے بہت خوش تھی لیکن دوسرے افراد کو میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ہم سب ایک دوسرے کی صورت دیکھا کرتے تھے۔ باہر کی دنیا کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ ہماری نظریں سمندر پر جمی ہوئی تھیں، لائف بوٹ اب پُرسکون سمندر میں داخل ہو چکی تھی، ہماری نظریں ہمہ وقت موجوں کے اس پار کسی جزیرے کی تلاش میں بھٹکتی رہتی تھیں، اس کشتی حیات میں گیارہ افراد موت سے فرار کی کش مکش میں مبتلا تھے۔ میں تفصیل سے ان کا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر جواد، فلورا اور جہاز کے دو خلاصیوں کے بارے میں، میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ باقی چھ افراد میں ایک سیاہ فام حبشی تھا جو قد و قامت اور ڈیل ڈول میں ہم سب سے زیادہ طاقت ور نظر آتا تھا۔ وہ کوئی چالیس پینتالیس سال کا خوف زدہ کر دینے والا ایک شخص تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے اُسے کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی آنکھیں بے حد چمکیلی تھیں، نہ جانے کیوں دن میں متعدد بار وہ سورج کی طرف گھورنے لگتا تھا۔ اس وقت اُس کے موٹے اور بھدے ہونٹ پھڑ پھڑاتے رہتے تھے۔ جب وہ سورج کی جانب سے نظریں ہٹا لیتا تھا تو ہونٹوں کی جنبش رُک جاتی۔ دوسرا شخص کمال نامی ایک مصری تاجر تھا۔ وہ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط تھے اور اُس کی عمر یہی کوئی چالیس سال ہوگی۔ ایک دو بار میں نے اسے ڈاکٹر جواد سے گفتگو کرتے دیکھا تھا وہ عام طور پر لائف بوٹ کے درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ وہ فلورا پر گاہے گاہے ایک مایوس کن نظر ڈال کر ٹھنڈی آہیں بھرتا۔ تیسرا مسافر ایک یہودی تھا جو ہم سب سے زیادہ پریشان نظر آتا تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں اس سے شدید نفرت تھی۔ بار بار یہ خیال آتا کہ اگر موت ہمارا مقدر ہے تو سب سے پہلے مرنے والا یہی شخص ہوگا۔ اُس کا بیشتر وقت نچلا ہونٹ چبانے میں گزرتا تھا۔ فلورا نے مجھے بتایا کہ اُسی نے سب سے پہلے مجھے مردہ سمجھ کر میری لاش سمندر میں پھینکنے کا مشورہ دیا تھا۔ چوتھا شخص ایک انگریز نوجوان طالب علم جم پارک تھا جو تعطیلات گزارنے کے ارادے سے اپنی والدہ کے پاس

ڈر بن جا رہا تھا۔ اُس کی والدہ کو کیا معلوم تھا کہ اب وہ بیٹے کا چہرہ مشکل ہی سے دیکھ سکے گی یہودی طرح یہ بھی موت کے تصور سے بے حد ہراساں نظر آتا تھا۔ یہ فلورا سے بہت زیادہ دلچسپی لیتا اور بعض اوقات اُس سے ایسے سوالات شروع کر دیتا جیسے اُسے یہ معلوم ہو کہ ہماری لائف بوٹ کب کنارے لگے گی اور کب ہمیں خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ وہ لانبے قد اور اکہرے جسم کا جاذب نظر نوجوان تھا۔ باقی دونوں اشخاص ہندی تھے۔ ان میں ایک بوڑھا شخص سرنگا داس تھا جو ہندوستان کے مشرقی علاقے بنگال سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شخص مجھے حبشی کی طرح پُراسرار نظر آتا تھا۔ سرنگا داس بارعب شخصیت کا مالک تھا اور بہت کم گو تھا۔ اس کی زیرِ لب مسکراہٹ میں بڑا دبدبہ تھا۔ وہ دن بھر خلا میں گھورتا رہتا اور کسی عورت کی چھوٹی مورتی سامنے رکھ کر مالا پڑھتا رہتا۔ اُسے چومتا اور اوپر کی جیب میں رکھ لیتا، اُس کے ساتھ ایک بہت ہی حسین لڑکی سریتا بھی موجود تھی۔ شرمیلی، نازک، تیکھے خدوخال، لانبے سیاہ بال اور کھلتا ہوا گندمی رنگ۔ وہ بہت سہمی ہوئی خاموش خاموش اپنے بابا کے پہلو میں بیٹھی رہتی تھی۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جس سے بات کرنے کو خود بخود دل چاہے۔ اس کے چہرے پر حزن، تقدس اور پاکیزگی تھی۔ وہ ایک ایسا شاداب پھول تھی جو ڈال پر لٹکا ہوا ہو اور کسی ہاتھ نے اُسے مس نہ کیا ہو۔

خلاصیوں میں ایک کا نام جعفر اور دوسرے کا شیخ طاہر تھا۔ یہ دونوں ہی پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسموں کے مالک تھے۔ سمندری سفر میں چونکہ ایک عمر گزر گئی تھی اس لئے وہ دونوں ہم لوگوں کے مقابلے میں نسبتاً کم پریشان تھے۔ میں نے ان دونوں کو ہمیشہ قریب قریب اور محتاط دیکھا تھا۔ البتہ ایک بات میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ یہ کہ دونوں خلاصی سیاہ فام حبشی کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے تھے، جیسے جہاز کی تباہی کا اس سیاہ فام حبشی سے کوئی گہرا تعلق رہا ہو۔

سمندر سات روز تک ہماری لائف بوٹ سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا۔ اس عرصے میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ دھوپ کی تمازت اور رات کی خنکی نے ہماری جلد کے رنگ بدل دیئے تھے، لباسوں میں ایک عجیب سی بو بس گئی تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے ہوش و حواس معطل کر رکھے تھے۔ ہر شخص نڈھال تھا۔ بے رحم آسمان سر پر تھا۔ بے رحم سمندر تاحدِ نظر خرمستیاں کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ ہمارے پاس جو تھوڑی بہت غذا تھی وہ ختم ہو چکی تھی حلیہ جنگلیوں جیسا ہو گیا تھا۔ فلورا کا حسین اور شاداب چہرہ کملا گیا تھا میں اُس سے دل جوئی کی باتیں کرتا تو وہ ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ سمندر پر نظریں جما دیتی۔ میں اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے برداشت اور تحمل کی تلقین کرتا تو وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر ہچکیاں لینے لگتی۔ پاس ہی بیٹھی ہوئی ہندی دوشیزہ فلورا سے زیادہ پریشان تھی۔ ہر شخص بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ اپنے اپنے خشک حلق تر کرنے کے لئے مضطرب تھا۔ ہر شخص اُونگھ رہا

تھا۔ سوائے اس پُراسرار قسم کے سیاہ حبشی کے۔ اُس کی آنکھیں کھلی رہتیں۔ شروع کی راتیں جاگتے گزر گئیں لیکن آٹھویں رات کا ذکر ہے کہ ہم سب اونگھنے لگے، ایک کو سوتا دیکھ کر دوسرے کو ترغیب ملی، اُس رات میری آنکھ بھی لگ گئی، میں فلورا کے قریب اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سو گیا۔ ہندی دوشیزہ بھی فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ ہوا اس کی سبز ساڑھی بار بار اُڑا دیتی تھی۔ اب اُس نے کچھ اس طرح اُسے باندھ لیا تھا کہ سوتے میں تیز ہوائیں اُس سے چھیڑ خانی سے باز رہنے لگیں، کچھ کھٹکھٹاہٹ ہوئی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میری چھٹی حس نے کوئی خطرہ سونگھ لیا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سیاہ فام حبشی کو بدستور جاگتا پایا۔ تاریکی میں اُس کا ہیبت ناک چہرہ کچھ زیادہ ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس وقت اُس کی بڑی بڑی خوفناک نظریں یہودی پر جمی ہوئی تھیں جو اُس کے قریب ہی لائف بوٹ میں پڑا ہوا تھا۔ یہ کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں تھی اس کے باوجود میں نہ جانے کیوں پلکوں کی جھری سے سیاہ فام حبشی کی حرکات و سکنات گھورتا رہا۔ کسی اندیشے کے پیشِ نظر میرے دل کی حالت غیر ہوگئی۔ میں حبشی کو دیکھتا رہا، وہ کچھ دیر تک یہودی کو نفرت سے گھورتا رہا۔ پھر اس نے احتیاط سے دوسرے مسافروں پر نظر ڈالی۔ پھر آہستہ سے اُٹھ کر ایک خلاصی کے قریب گیا اور اور جھک کر کچھ ٹٹولتا رہا۔ وہ جب دوبارہ کھڑا ہوا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ کہیں میری طرف تو نہیں آ رہا ہے اُس کے ہاتھ میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ میں پوری طرح مستعد ہو گیا۔

حبشی نے وہ خنجر خلاصی کی پیٹی سے نکالا تھا۔ خوف سے میرا بُرا حال تھا مگر وہ میری طرف آنے کے بجائے یہودی کے قریب گیا اور اُسے غور سے گھورنے لگا، میں چپ چاپ دم سادھے پڑا رہا۔ حبشی نے ایک بار پھر سرسری نظروں سے سوتے ہوئے باقی افراد کو دیکھا پھر ایک گھٹنا ٹیک کر یہودی کے سیدھے ہاتھ کی جانب بیٹھ گیا۔ حبشی اب ہر طرف سے بے نیاز تھا۔ اُس نے خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اُلٹے ہاتھ کو پوری قوت کے ساتھ یہودی کے منہ پر رکھ دیا اور آنِ واحد میں خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ میری آنکھیں دہشت سے بند ہونے لگیں، حبشی یکے بعد دیگرے یہودی پر خنجر کے وار کر رہا تھا۔ اُس کا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے یہودی کے منہ پر جما ہوا تھا۔ یہودی کا جسم کسی ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے جو منظر دیکھا اُس پر شاید ہی یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں، مگر اس کا تصور آج بھی میرے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ سیاہ فام حبشی نے یہودی کی ران سے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا کاٹا اور اس طرح کھانے لگا جیسے لذیذ روسٹ کھا رہا ہو۔ گوشت کھانے کے ساتھ ساتھ وہ بار بار یہودی کے جسم پر منہ مارتا تھا، ایک بار ہلکی سپڑ سپڑ کی آواز اُبھری تو میرا جی اُلٹنے لگا۔ آہ وہ درندہ صفت حبشی، یہودی کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

آدھ گھنٹے تک میں بے حس و حرکت پڑا رہا۔ حبشی جب پیٹ بھر کر یہودی کا گوشت کھا چکا اُس نے ایک لمبی اور کراہت آمیز ڈکار لی۔ خنجر دوبارہ خلاصی کی پیٹی میں اڑسنے کے بعد اس ـ سمندر کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر ایک طرف سمٹ کر لیٹ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور آسا سے ہو گیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ایک میں ہی بدنصیب تھا جو درندگی کا یہ انسانیت سوز کھیا دیکھنے کے لئے جاگ رہا تھا۔ اُس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ میری زندگی کی وہ طویل ترین رات تھی کبھی آنکھ لگ جاتی تو تصور میں یہودی کا پھڑ پھڑاتا جسم اُبھرتا۔ آنکھیں کھلی رکھتا تو اُس کی خون آا لاش نظر آتی۔

میرا خیال تھا کہ جب دوسرے بدقسمت مسافر بیدار ہوں گے اور لائف بوٹ پر اپنے ایک ساتھی کی لاش دیکھیں گے تو باز پُرس کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی الصباح جب وہ بیدار ہوئے ایک ثانیے کے لئے میں ہکا بکا رہ گیا۔ انہوں نے کچھ دیر توقف کیا۔ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ر۔ پھر خلاصی شیخ طاہر ندیدوں کی طرح لاش پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تقلید دوسرے خلاصی نے کی اور دیکھتے دیکھتے ہندی سرنگا اور سریتا کے سوا سب لوگ لاش پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اُس کے جسم کا گوشت نوچ نو کر اور کاٹ کاٹ کر جانوروں کی طرح کھانے میں مصروف تھے۔ فلورا بھی وہاں تھی۔ میں نے خود جبر کیا لیکن جب اشتہا حد سے بڑھی تو میں انسان سے درندہ بن گیا اور جھپٹ کر یہودی کی لاش ٹوٹ پڑا۔ اکڑے ہوئے کچھ گوشت کا ٹکڑا جب میں نے پہلی بار دانتوں تلے دبایا تو میرا جی متلا گیا مجھے کراہت کا شدید حساس ہوا لیکن یہ سب وقتی باتیں تھیں۔ پیٹ بھرنے اور زندگی برقرار رکھنے خاطر انسان بڑے سے بڑا گناہ کر گزرتا ہے، انسانی گوشت بھی حقیقت رکھتا تھا۔ یہودی کا گوشہ کھاتے وقت میں نے ایک بار کنکھیوں سے حبشی کی طرف دیکھا جو ایک بوٹی لیے بڑی دیر سے چبا، تھا، صرف سرنگا اور سریتا دونوں منہ پھیرے علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ اس درندگی میں شریک نہیں تھے۔ مجھے اس بوڑھے اور لڑکی کے ضبط اور تحمل پر حیرت ہوئی۔ خلاصی شیخ طاہر نے اُسے آواز دی

''سرنگا۔ مجبوری ہے۔ آؤ۔ اپنے پیٹ کا جہنم بھر لو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔''

بوڑھے سرنگا نے جواب میں نفرت سے منہ پھیر لیا۔

''ہاں ہاں آ جاؤ، پھر یہ گوشت بے کار ہو جائے گا۔ نہ جانے کب تک ہمیں بھوکا رہنا پڑے۔ نہیں آتے تو لڑکی کو بھیج دو۔'' جم نے بوڑھے سے کہا۔

''تم کتے ہو......'' سرنگا نے حقارت سے کہا۔ ''میں ایک ماہ اسی طرح رہ سکتا ہوں۔ سریتا میں بھی تم سب سے زیادہ قوت برداشت ہے۔''

''تم پچھتاؤ گے۔'' ڈاکٹر جواد نے کہا۔

''میں مَر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔''

شیخ طاہر نے سرگوشی میں مسکراتے ہوئے ہم سے کہا۔ ''تو پھر ہم کچھ دن اور زندہ رہ لیں گے۔''

ھے نے یہ بات نہیں سنی۔ اُس نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سریتا آمادہ نظر آتی تھی مگر وہ بوڑھے گا سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی۔

مجھے احساس ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو پھاڑ کھانا سنگین ترین گناہ ہے لیکن ہمارے ں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ مسلسل فاقوں نے ہمیں درندہ دیا تھا۔ اگر سیاہ فام حبشی پہل نہ کرتا تو عین ممکن تھا کہ یہ لرزہ خیز کام ہم میں سے کسی اور کو باآخر بام دینا پڑتا۔

غرضیکہ جب ہم میں سے ہر شخص یہودی کے جسم کا گوشت حلق تک ٹھونس چکا تو طے ہوا کہ اُس ں لاش کا باقی ماندہ حصہ جو اَب ہڈیوں کے پنجر پر مشتمل رہ گیا تھا۔ سمندری جانوروں کے حوالے کر دیا ئے۔ یہ مشورہ سب سے پہلے فلورا نے دیا تھا جو شکم سیری کے بعد اب لاش دیکھ کر خوف زدہ ہو رہی ی۔ ڈاکٹر نے فلورا کے مشورے کی تائید کی۔ اُس کا خیال تھا اگر لاش لائف بوٹ پر رہنے دی گئی تو ں کا تعفن دوسروں کی بیماری یا کسی وباء کا باعث بن سکتا ہے، ہم میں سے ہر شخص اس بات پر متفق دگیا لیکن پُراسرار قاتل اور سیاہ فام حبشی نے اس وقت بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اُس کی نظریں ب بھی یہودی کے بھیانک چہرے اور اُدھڑے ہوئے جسم پر مرکوز تھیں۔ ڈاکٹر نے جب ایک خلاصی لی مدد سے یہودی کی لاش اٹھانا چاہی تو وہ پُراسرار حبشی جو آٹھ روز تک اپنی زبان کو تالو سے چپکائے ہنے پر قادر تھا، چپ نہ رہ سکا، اُس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ ''ڈاکٹر۔ لاش کو سمندر میں مت پھینکو۔ یہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔''

ہر شخص کو حبشی کے بولنے پر تعجب ہوا اور سب کی نگاہیں اس کے چہرے کی جانب اٹھ گئیں۔ ڈاکٹر نے وجہ دریافت کی تو حبشی نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں پھر کچھ بدبُدانے کے بعد خوفناک انداز میں ڈاکٹر سے بولا۔ ''ابھی وجہ مت پوچھو۔ سورج کو سر پر آنے دو۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ اس بدبخت کی لاش ہمارے لیے کتنی قیمتی ہے۔ مجھے ایک موقع دو جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ خاموش رہو۔''

ڈاکٹر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنے شانے اُچکائے اور لاش کو دوبارہ لائف بوٹ میں چھوڑ دیا۔ حبشی سے کسی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ میری طرح شاید سبھی اُس سے خائف تھے۔ فلورا مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ حبشی نے نظریں سمندر کی طرف گھمائیں تو اس نے بہت آہستہ سے سرگوشی کی۔ ''جابر مجھے یہ حبشی کوئی بہت خطرناک شخص لگتا ہے مگر اس کا وجود ہمارے لیے اعتماد کا باعث ہے، شاید یہ

ہماری کوئی مدد کر سکے۔"

"مدد۔ وہ کیسے؟" میں نے آہستگی سے مسکرا کر پوچھا۔

"اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھو۔ ان میں ساحرانہ چمک ہے، ساری دوپہر کو سورج سے آنکھیں لڑاتا ہے۔ میں نے ڈربن کا سفر کئی بار کیا ہے، افریقی جادوگروں کے بارے میں، میں نے بہت کچھ معلوم کیا۔ تم نہیں جانتے وہ بڑی پُراسرار قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں لیکن افریقہ میں جگہ جگہ اس کا چرچا ہے۔ یہ حبشی بھی کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ کیا تم نے غور کیا کہ وہ گزشتہ سخت دنوں میں ایک لمحے بھی فکر مند نظر نہیں آیا؟" فلورا نے کہا۔

فلورا کی باتوں نے میرے خدشات کو ہوا دی۔ افریقہ کی گھنی اور تاریک بستیوں کے اسرار کے متعلق سنا ہی سنا تھا کہ ان لوگوں کی دنیا ہی عجیب ہے، وہ ساری دنیا کے لوگوں سے مختلف ہیں، ان کے عقید۔ ں، رسم ورواج کی بنیاد توہمات پر ہے۔ سُنا تھا کہ ان کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ جہاز کے اندوہناک حادثے اور فلورا کی زبانی تاریک افریقہ کے پُراسرار واقعات سن کر میں ڈانواڈول ہوگیا اور تو ہم کے ریلے میں بہہ گیا۔ ہم دونوں اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ گرانڈیل حبشی نے ایک دم پلٹ کر خونخوار انداز میں فلورا کی جانب نگاہیں اُٹھائیں۔ فلورا نے وہ تمام باتیں اتنی آہستہ کی تھیں کہ ان کا حبشی کے کانوں تک پہنچنا محال تھا لیکن اُس کی وحشت دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ اُس نے ہماری ساری باتیں سن لی ہیں۔ فلورا میری طرف متوجہ تھی اس لئے وہ حبشی کی خوف ناک نظریں نہ دیکھ سکی چند لمحوں تک وہ اسی طرح آنکھیں ٹکالے بیٹھا رہا، پھر اُس کی نگاہوں کی دہشت کسی قدر کم ہوئی۔ اُس نے نفرت بھرے انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ "سیکا جو جی۔ میکو آنا لاما۔ مستی راہو غوغا۔ سیکا۔ ابیش۔" (اپنی عورت کو سمجھاؤ میں شہرت پسند نہیں کرتا۔ مقدس دیوتا کی نظریں دل کا حال بھی پڑھ لیتی ہیں، اپنی عورت کو خاموش رہنے کی ہدایت کرو۔)

حبشی کی بات سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا میں ہر اعتبار سے ایک مکمل عرب نظر آتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ جہاز پر میری اُس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر اُسے کیسے علم ہوگیا کہ میں ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان بول سکتا ہوں یقیناً فلورا کا خیال درست تھا، میں نے اُسے ادب سے جواب دیا۔ "سیکا آبی گاما۔ سوبارولینا سے ون۔" (میں اپنی عورت کو سمجھا دوں گا تم مطمئن رہو۔)

"جابر!" فلورا نے سہمتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

"تم اس کے بارے میں کچھ مت پوچھو، زبان بند رکھو۔ جو کچھ تم کہتی ہو اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے کان بہت بڑے ہیں۔ کوئی اور بات کرو......" میں نے اُسے سمجھایا۔

فلورا نے گھگیا کر حبشی کی سمت دیکھا پھر کسی ڈر سے نظریں جھکا لیں۔ میں نے اُسے دوسری باتوں میں لگا لیا۔ ہم سب کو اس بات کا انتظار تھا کہ سورج سر پر آئے تو حبشی کو ٹٹولا جائے چنانچہ جیسے جیسے سورج بلند ہوتا جاتا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ جب سورج چہار سمت چھا گیا اور اس کی کرنیں جسم میں چبھنے لگیں تو ڈاکٹر نے حبشی کو مخاطب کیا۔ اُس کا لہجہ بڑا نرم تھا۔ "میرے دوست اب لاش کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

حبشی نے ایک نظر آگ اگلتے ہوئے سورج پر ڈالی پھر اپنی جگہ سے اُٹھا جہاز کے ایک خلاصی کی جانب اشارہ کر کے اس نے خنجر مانگا پھر یہودی کی لاش کے نزدیک بیٹھ کر بڑی چابکدستی سے اُس کی آنکھیں نکالنے لگا۔ اس کا یہ عمل بڑا جارحانہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اس کام میں مہارت تامہ حاصل ہو۔ ہم سب کی نظریں اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ہڈیوں کے حلقے کے اندر دھنسی ہوئی بے جان آنکھیں آہستہ آہستہ باہر آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر جواد بڑی توجہ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یکلخت وہ وحشت ناک انداز میں چلایا۔ "یہ ظلم ہے، درندگی ہے تم سب وحشی اور پاگل ہوگئے ہو۔"

پھر اس سے قبل کہ ہم دخل دیتے کہ ڈاکٹر جواد کو نہ جانے کیا ہوا اس نے چیتے کی سی پھرتی سے حبشی پر چھلانگ لگا دی۔ حبشی لڑکھڑایا مگر دوسرے ہی لمحے اُس کی بھرپور لات ڈاکٹر کے پیٹ پر پڑی تو وہ تلملا کر لائف بوٹ کے درمیان میں گرا۔ دوبارہ سنبھل کر کھڑا ہوا لیکن حملہ کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اُس کے قدم رک گئے جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے جکڑ لیا ہو۔ وہ آگے بڑھنے کے لئے پاؤں چلاتا رہا۔ پھر تیورا کر بے ہوش ہوگیا حبشی نے لاپروائی سے اپنا عمل جاری رکھا۔ میں نے ڈاکٹر کو دیکھ کر حبشی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"یلوسی پراقو سا؟" (کیا یہ مر گیا)

"شابو۔ دم بالوہ کوسنیں دن۔"

(نہیں البتہ یہ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) حبشی نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حبشی سے کچھ اور پوچھوں یا اٹھ کر ڈاکٹر کی نبض دیکھوں۔ کسی میں جرات نہیں تھی سب دم بخود تھے۔

حبشی نے یہودی کی دونوں آنکھیں نکال کر خنجر خلاصی کی طرف پھینک دیا اور اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں بے جان آنکھوں کو اُس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر رکھا۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے اپنی زبان میں بدبدانے لگا۔ اُس کی آواز لحہ بہ لحہ بھیانک ہوتی جا رہی تھی، نظریں سورج پر جمی ہوئی تھیں، وحشت کے آثار جب اُس کے چہرے پر گہرے ہوگئے تو اُس نے اچانک دونوں آنکھوں کو سمندر میں پھینکا اور گھٹنے ٹیک کر اپنا سر لائف بوٹ سے ٹکرانے لگا۔ وہ کسی عبادت میں مصروف تھا۔ دیکھتے ہی

دیکھتے طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے اور کشتی بری طرح ڈولنے لگی۔ پھر یہ ہوا کہ لائف بوٹ کا رُخ ہوا نے موڑ دیا۔ لمحوں میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ہم کسی جوار بھاٹا کی زد میں آ گئے ہوں۔ فلورا مجھ سے اور سریتا فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو پناہ دی تھی بوڑھا سرنگا بڑی دلچسپی اور انہماک سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ طوفانی ہواؤں نے خس و خاشاک کے مانند لائف بوٹ کو اڑانا شروع کر دیا تھا۔ حبشی کی عبادت کا عجیب و غریب عمل جاری تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک سیاہ فام حبشی نے اپنی عبادت ختم کی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اُس نے شعلہ بار نظروں سے سورج کو دیکھا اور پھر پُرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے ہمت کر کے اُس سے پوچھا۔ ''دوست ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے طوفانی ہوائیں لائف بوٹ کو غرق کر دیں گی۔''

''نہیں۔ حبشی بڑے اعتماد سے بولا۔'' میں نے اُسے یہودی کی آنکھیں بھینٹ کر دی ہیں۔ دیوتا ہماری رہبری کریں گے۔ ہم جلد ہی کسی قریبی جزیرے تک پہنچ جائیں گے۔''

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن میں نے دیکھا ہندی بوڑھا سرنگا مسکرا رہا تھا اور افریقی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز تک سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا کہ ڈاکٹر جواد حقیقتاً ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ طوفانی ہواؤں کا زور بدستور قائم تھا۔ ہماری لائف بوٹ حیرت انگیز طور پر ہوا کے رخ پر ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی، ہم میں سے ہر شخص نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ سیاہ فام حبشی یقیناً کوئی جادوگر ہے چنانچہ ہر شخص اس سے خائف تھا۔ ڈاکٹر کی ذہنی حالت تشویشناک حد تک خراب ہو چکی تھی، متعدد بار اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن حبشی اُس کی طرف سے غافل نہیں تھا جب وہ تنگ آ گیا تو ڈاکٹر کو لائف بوٹ کی رسیوں کے ساتھ اس طرح جکڑ دیا گیا کہ وہ بیٹھے بیٹھے محض پاؤں کو حرکت دے سکتا تھا نہ کھڑا ہو سکتا نہ اپنے ہاتھوں کو کسی کام میں لا سکتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر کہ حبشی ڈاکٹر کے سلسلے میں اس قدر محتاط کیوں ہے اُس نے مجھے بتایا کہ وہ اور اُس کے قبیلے کے لوگ ڈاکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر قیمت پر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تیسرے روز علی الصباح ایک اور ہولناک حادثے نے حبشی کی شخصیت ہمارے لیے خوفناک حد تک پُراسرار بنا دی، بات گو اتنی خاص نہیں تھی لیکن بس اچانک ہی حالات نے بدترین صورت اختیار کر لی۔ حبشی حسب دستور ڈاکٹر کے قریب بیٹھا ہوا اسے عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ڈاکٹر

نے ہذیانی انداز میں ہانک لگائی۔ ''ہالٹ...... کون ہے، جواب دو ورنہ گولی مار دوں گا۔''

ہم سب ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سیاہ فام حبشی زبان کے بجائے ہاتھ کے اُلٹے سیدھے شارے کر کے ڈاکٹر کو نہ جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر حبشی کی الٹی سیدھی حرکتوں کو آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔ پھر دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔ اُس نے کچھ جنگی احکام صادر کرنے شروع کر دیئے۔

''بے وقوف مت بنو ڈاکٹر...... ہم اس وقت میدان جنگ میں نہیں ہیں۔'' جم پارک نے ناگوار لہجے میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ اُس کے لہجے میں بیزاری کا عنصر شامل تھا۔ جم پارک ایک جذباتی، ضدی اور مغرور نوجوان تھا۔ اپنی حرکتوں سے وہ ناپسندیدہ سمجھا جانے لگا تھا کئی بار اُس نے فلورا اور سریتا سے بے ہودگی کی کوشش کی مگر ہر بار اُسے تنبیہ کر کے خاموش کر دیا گیا۔ جب ڈاکٹر کی حماقتیں بڑھ گئیں تو جم پارک جو خاصا چڑچڑا ہو گیا تھا، بھڑک اٹھا اور اُس نے ڈاکٹر کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

حبشی ڈاکٹر کے بارے میں یہ الفاظ سن کر آگ بگولا ہو گیا، اُس کی آنکھیں بتدریج سرخ ہونے لگیں، یہیں مجھے احساس ہو گیا کہ جم پارک کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اُس نے خاموش رہ کر معاملہ رفع دفع کرنے کے بجائے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔ ''تم...... سیاہ کتے، اپنی زبان بند کرو، تم نے ان معصوم لوگوں کو بہت متاثر کر لیا۔ اپنی اوقات سے نہ بڑھو، تمہارے جیسے کتنے آدمی ہماری غلامی کرتے ہیں۔''

جواب میں حبشی اُچھل کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا، لائف بوٹ پر موت کا بھیانک سکوت طاری تھا، مجھے یقین تھا کہ اب حبشی کا سحر جم پارک کو برباد کر دے گا، تمام نظریں حبشی پر مرکوز تھیں۔ کچھ دیر تک وہ جم کو خوں خوار نظروں سے تولتا رہا پھر اس نے جھک کر سمندر سے تھوڑا پانی چلو میں لیا ایک نظر آسمان پر ڈالی...... اس کے بھدے ہونٹ ہلے، کچھ پڑھ کر اس نے چلو کے پانی پر پھونکا اور پھر جم کی طرف اُچھال دیا۔ پانی کا جم کے جسم پر گرنا تھا کہ وہ کربناک انداز میں چلاتا ہوا لوٹ لگانے لگا۔ حبشی نے ایک بار پھر یہی عمل کیا، جم کے جسم پر بڑے بڑے آبلے اُبھر آئے، وہ ہیبت ناک انداز میں چیختے چلانے لگا۔ بمشکل پانچ منٹ کے اندر اندر جم کا جسم آبلوں سے بھر گیا۔ حبشی نے حقارت سے نظریں دوسری جانب کر لیں اور جب جم کا جسم ساکت ہو گیا تو وہ اٹھا جم کی آبلہ زدہ خوفناک اور اکڑی ہوئی لاش کو اٹھا کر سر سے بلند کیا اور سمندر میں پھینک دیا، جس جگہ جم کی لاش گری وہاں سمندر کے اندر یوں بڑے بڑے بلبلے اٹھنے لگے جیسے پانی میں چونے کے سینکڑوں ڈھیلے ڈال دیئے گئے ہوں۔

ہمارے چہرے خوف سے زرد ہو چکے تھے لیکن حبشی پُرسکون تھا اس نے الٹے سیدھے اشاروں میں ڈاکٹر سے دوبارہ کچھ گفتگو شروع کر دی تھی۔ مجھے اس وقت سخت تعجب ہوا جب ڈاکٹر جواد نے بھی

ہاتھ کے اشاروں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ اس وقت ڈاکٹر کے چہرے پر گہری سنجیدگی کا تھا۔ اسی شام ہمیں اپنے ایک اور ساتھی سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر قبل جعفر کی حالت غیر ہونے لگی، پہلے اسے ایک لمبی قے پھر وہ لمبا لمبا لیٹ گیا حبشی نے اُٹھ کر نبض ٹٹولی اور مایوس ہو کر گردن جھکالی جس کا مطلب یہی تھا خلاصی کی روح اس کے جسم سے پرواز کر چکی ہے۔ جعفر کی لاش کو بھی سمندر کی لہروں کے حوالے کر گیا۔ اس صورت حال نے ہم سب کے چہرے فق کر دیئے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی ہمارا مصری ساتھی جو ابھی تک خاموش تھا اچانک کچھ دیکھ کر خوشی سے چلایا۔ وہ غرب آفتاب کا وقت تھا۔

''وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو سامنے خشکی کے نشان نظر آ رہے ہیں، کیا میری نظریں دھوکا دے رہی ہیں۔''

مصری تاجر نے جس سمت اشارہ کیا تھا ہم سب کی نظریں اس جانب اُٹھ گئیں اور ہمارے چہرے خوشی سے دمک اٹھے، دُور ایک چٹان سر اُٹھائے ہمیں زندگی کا پیغام دے رہی تھی اتنی مایوسیوں کے بعد زندگی کی اُمید نے ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیں کیا واقعی وہ کوئی چٹان ہے یا محض گمان۔ مگر لائف بوٹ بڑی تیزی سے نظر آنے والی چٹان کی طرف بڑھ رہی تھی، مجھے یقین تھا رات میں کسی وقت ہم خشکی تک پہنچ جائیں گے، سیاہ فام حبشی نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست ثابت ہو رہی تھی، فلورا میرے اور قریب ہو گئی اور لرزتے ہوئے کہنے لگی۔'' جابر...... مجھے ہول اُٹھ رہا ہے نہ جانے یہ کون سا جزیرہ ہو اور ہمارے اوپر کیا بیتے؟''

''ہمت سے کام لو فلورا۔ اس کے سوا کیا چارہ ہے۔ خوش قسمتی سے زمین نظر آئی ہے۔ یہاں کی موت لائف بوٹ کی موت سے زیادہ دردناک نہ ہوگی۔ خشکی پر پہنچنے کے بعد ممکن ہے کوئی بہتر صورت نکل آئے۔''

''خدا کرے تمہاری زبان مبارک ہو۔ مگر جابر، افریقہ میں بے شمار ایسے جزیرے ہیں جہاں باہر کی دنیا کا کوئی فرد نہیں پہنچا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں اسرار ہی اسرار ہیں، وہ لوگ ہماری مہذب دنیا سے بالکل مختلف ہیں مجھے ڈر ہے کہیں ہم ایسے کسی گمنام جزیرے پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر ہم ان وحشیوں کی خوراک بن جائیں گے۔ ان کی عبرتناک سزائیں سن کر ہی کلیجا دہل جاتا ہے، ان سے کسی رحم و کرم کی امید رکھنا فضول ہے، یہ بات عام ہے کہ یہ درندے اپنے علاقے میں قدم رکھنے والوں کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہیں، خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ان کا رویہ بڑا ہی انسانیت سوز ہوتا ہے یہاں ہر آدمی جادوگر ہے۔ خدا ہمیں ان کے عذاب سے دُور کرے۔''

''مگر فلورا...... لائف بوٹ میں غذا اور پانی نہیں ہے۔ اس جزیرے پر اترنے کے سوا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں، حوصلے سے کام لو۔ مقابلہ کریں گے۔ لڑ کر مر جائیں گے۔''

میری بات سن کر فلورا کے چہرے پر پھیکی پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پتہ نہیں، اب کیا ہو۔ جابر۔ تم مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا اور اگر یہ لوگ میرے ساتھ زیادتی کریں تو میرا گلا گھونٹ دینا۔''

''تمہیں مجھ سے کوئی چھین سکتا ہے میری جان؟'' میں نے اس کا بازو دبا کر کہا۔ ''بس حوصلے اور جرات کی ضرورت ہے۔''

افریقہ کے گمنام جزیروں اور وہاں کے جنگلی وحشی قبائل کے بارے میں آئے دن اخبارات و رسائل میں سنسنی خیز واقعات اور مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میرا خود بُرا حال تھا لیکن فلورا کو مطمئن کرنے کے لئے اسے جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی جب تک اُجالا رہا، آنکھیں پھاڑے اسی چٹان کی سمت دیکھتے رہے جس کی شکل آہستہ آہستہ واضح ہو رہی تھی، اس وقت ہمارے دل بُری طرح دھڑک رہے تھے۔ خشکی پر قدم رکھنے کے خوش گوار تصور سے میرے اور فلورا کے سوا سبھی شاداں و فرحاں تھے۔ مقدس جارا کا کا کے بارے میں، صرف میں جانتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سرنگا بھی بے چینی سے پہلو بدل رہا ہے۔

توقع کے خلاف ہم جلد ہی چٹان کے قریب پہنچ گئے، سمندری چٹان اب ہم سے بمشکل ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ جوں جوں یہ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ ہر شخص سب سے پہلے اُترنے کے لئے بے چین نظر آتا تھا۔ گیارہ بارہ روز کے اذیت ناک سمندری سفر کے بعد زمین قریب آ رہی تھی، لیکن یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ زمین انہیں کیا دینے والی ہے۔ موت، مصائب، اذیتیں یا مسرت، نجات، زندگی...... کون سی تباہی ان کی منتظر ہے اور کون سا مژدہ ان کی سماعت میں رس گھولنے والا ہے۔ سمندری چٹان ہر لمحے اپنا دائرہ وسیع کر رہی تھی، درختوں کے جھنڈ بھی اب سیاہی کی شکل میں نظر آنے لگے تھے۔ اندھیرا بڑھ گیا تھا اور چاند کسی دوسری دنیا کی سیر کر رہا تھا۔ میں نے سیاہ فام حبشی کی طرف دیکھا۔ میں دراصل اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنا چاہتا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ اپنی ساحرانہ قوتوں کی کامیابی دیکھ کر پھولا نہ سما رہا ہوگا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ حبشی کے چہرے پر جہاز کے ڈوبنے کے بعد آج پہلی بار فکرمندی کے تاثرات نمایاں تھے، وہ کچھ سوچ رہا تھا بہت ہی سنجیدگی اور استغراق سے۔ وحشت اور پریشانی میں وہ اچانک ہولناک انداز میں چیخا سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے پھر وہ پاگلوں کی طرح بال نوچنے لگا۔ ڈاکٹر نے اُسے اس عالم میں دیکھ کر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا لیکن جلد ہی لوگ قریب نظر آنے والی چٹان کے ہیولے کی طرف

متوجہ ہوگئے۔

"اب ہم چند لمحوں میں خشکی پر پہنچنے والے ہیں۔" میں نے حبشی کے قریب جا کر اپنی افریقہ زبان میں اسے مخاطب کیا۔ "تم نے جو کہا تھا وہ ٹھیک ثابت ہوا۔ یہودی کی آنکھور دیوتاؤں کی مہربانی نے ہمیں زندگی سے قریب تر کر دیا ہے۔"

حبشی میری آواز سن کر یوں چونکا جیسے سو رہا تھا، اُسے میری دخل اندازی پر غصہ آ گیا۔ ا بڑی آنکھوں سے شدید بیزاری اور مایوسی جھلک رہی تھی...... "تم اندھے ہو۔" وہ جھنجلا کر ا "کل پیش آنے والے واقعات تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تم اس دنیا سے تعلق رکھتے ہو آدمی کے اندر کی آنکھیں بینائی سے محروم ہوتی ہیں، تم لوگ لافانی دنیا اور لافانی قوتوں کے با میں کچھ نہیں جانتے کیوں کہ تم مادے کی باتیں کرتے ہو۔ مادہ روح کے بغیر بے کار ہے لیکن مادے کے بغیر بھی محترم رہتی ہے۔ تمہارے ہاں روحانی بالیدگی کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ تمہار جو سب سے قیمتی شے ہے تم اس سے کام لینا نہیں جانتے۔ کل کیا ہونے والا ہے، تم نہیں جان مگر تو مغا جانتا ہے۔ تو مغا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ تو مغا کے پاس اندر کی آنکھیں ہیں جاہلو!"

اس پُر اسرار افریقی شخص کی باتوں نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا، میں تو اس کے اطمینان قلب کے لئے گیا تھا، اس نے میرے قلب کو اور پریشان کر دیا، پہلی بار مجھے معلوم ہوا کا نام تو مغا ہے لیکن اس وقت مجھے اس کے نام سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ کل کیا ہونے وا چنانچہ میں نے اس کے جملوں کی تلخی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تو مغا میرے دوست۔ تم ہ محسن ہو۔ مجھے بتا کہ خشکی پر کیا گزرنے والی ہے تم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ تم سب اندھیرے کی طرف جار وہاں آتش فشاں ہے، وہاں کانٹے ہیں، وہاں خون ہی خون ہے۔ احمقو! تم وہاں نہ جاؤ۔ لائف کا رخ موڑ دو۔" تو مغا نے جھلاتے ہوئے کہا۔

"معزز تو مغا!" میں نے جھرجھری لیتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "مجھے تمہاری ساحرانہ قو پورا یقین ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم لائف بوٹ کا رُخ کسی اور قریبی جزیرے کی طرف پھیر دو۔"

تو مغا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر اپنے موٹے ہونٹوں کو تیزی سے حرکت دینے لگا۔ غالباً وہ کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔ اس اثناء میر نے بوٹ کے جملہ افراد کو ہموار کرنے کے لئے انہیں متوجہ کیا۔ "دوستو!" میں نے زور زور۔ "تو مغا کا خیال ہے کہ اس جزیرے پر ہمارا جانا ٹھیک نہیں۔ وہاں ہم اور مصائب میں گھر سکتے بہتر ہے کہ ہم راستہ بدل لیں۔"

"ہمارے پاس کھانے کو نہیں، پانی نہیں۔ دوسرا جزیرہ نہ جانے کب نظر آئے۔ کون کہہ سکتا ہے۔" ان لوگوں کی دلیل معقول تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔ میری ایک نہ چلی۔ ادھر تو مغا اپنے عمل میں مصروف تھا میں پوری توجہ سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور ہر قیمت پر تو مغا کو اس پر راضی کر لینا چاہتا تھا کہ وہ اپنی قوتوں کے کسی کرشمے سے لائف بوٹ کا رخ موڑ دے لیکن افسوس قدرت ہمارے اطراف اپنا جال بُن چکی تھی، تو مغا کا عمل ادھورا رہ گیا۔ طوفانی ہواؤں کا زور اچانک بڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم سیاہی مائل دھندلکوں کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔

میرے ذہن میں میرے دوست احمد بن طاہر کا وہ واقعہ اُبھر آیا جو اُس نے جہاز کا سفر ترک کرنے کی خاطر مجھے سنایا تھا۔ خوف کی لہر میری رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ میں اُٹھ کر جلدی سے فلورا کے پاس آ گیا۔ میرے دوسرے ساتھی بھی اس گھور اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔ تو مغا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے آواز دی تو اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اچانک تو مغا کی ایک کریہہ چیخ سنائی دی اور گرد کا طوفان تیز ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد نے کربناک انداز میں چلانا شروع کر دیا تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے کو آواز دے رہے تھے۔ سیاہ دھول کے بھنور نے لائف بوٹ کو ان گنت چکر کھلائے مگر لمحوں میں قیامت خیز بھنور ختم ہو گیا اور کہیں آگے بڑھ گیا۔ مطلع جلد ہی صاف ہو چکا تھا۔ اندھیرا کم ہو گیا تھا۔ اس لئے ہم ایک دوسرے کی شکلیں کسی قدر دیکھ سکتے تھے ہم نے تو مغا کی طرف توجہ کی تو ششدر رہ گئے تو مغا لائف بوٹ پر موجود نہیں تھا۔ خدا جانے وہ سمندر میں غرق ہو گیا یا پھر سیاہ دھول کے ذرات اُسے اُڑا لے گئے یا وہ کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ کوئی بات بھی ممکن تھی۔ ان پُر اسرار حالات نے ہم سب کو گنگ کر دیا تھا۔ ہمارے اوپر سکتے کا عالم طاری تھا۔ فلورا مجھ سے لپٹی بُری طرح کپکپا رہی تھی۔ ہر شخص مایوس نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے سرنگا نے سریتا کو اپنے بازوؤں میں چھپا رکھا تھا۔ اب لائف بوٹ ہوا کے دوش اور لہروں کے زیر و بم پر اُچھلتی تیزی سے جزیرے میں داخل ہو رہی تھی۔

خشکی کا وہ حصہ قریب آ رہا تھا تو وہاں کا منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ ہر چند کہ رات کا وقت تھا لیکن دُور کھڑے ہوئے درختوں کی قطار کو پہچاننا کچھ مشکل نہ تھا۔ تو مغا کی حیرت انگیز گمشدگی نے زمین پر اترنے کی جستجو کو دہشت میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہمارے چہرے زرد، عقلیں گم اور آنکھیں حیرت سے وا تھیں۔

"جابر۔ اب کیا ہونے والا ہے؟" فلورا کی گھٹی گھٹی آواز سناٹے میں ارتعاش پیدا کر گئی۔ میں نے جواب میں اُس کی پشت تھپتھپائی۔ میری اپنی عقل بھی خبط تھی۔ طرح طرح کے توہمات نے

ذہنوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مقدس جارا کا کا نے تومغا کے خیالات پڑھ لیے ہوا
تومغا جو میری درخواست پر لائف بوٹ کا رُخ موڑنے کے لئے کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔
لاعلمی میں جارا کا کا کے عتاب کا شکار ہوگیا۔ پھر کیا ہوا؟ تومغا کہاں گیا؟ وہ کن خطروں کی پیشگوئی
رہا تھا وہ کون سے اندھیروں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

لائف بوٹ کو اچانک جھٹکا لگا اور مصری تاجر خوشی سے دیوانہ وار چلایا۔ ''ہم زمین پر پہنچ گئے
یہ خشکی ہے۔ خدا کی قسم کتنی فرحت بخش جگہ ہے۔''

لائف بوٹ زمین پر جا کر ہچکولے کھا رہی تھی۔ فلورا میرے بازوؤں میں سمٹی ہوئی تھی۔ سب
سے پہلے مصری تاجر لائف بوٹ سے چھلانگ لگا کر خشکی پر کودا۔ پھر شیخ طاہر نے پیروی کی۔ وہ دونو
گزشتہ واقعات بھول کر خوشی سے دیوانہ وار چلا رہے تھے اور زندگی پالینے کی خوشی میں اُچھل کو
رہے تھے۔ میں نے فلورا کو آہستہ سے خشکی پر اُتارا۔ سریتا نے سرنگا کو سہارا دیا جب سب اُتر گئے
میں نے لائف بوٹ کھینچ کر ساحل پر کی اور ڈاکٹر جواد کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگا۔ رسی
چونکہ بھیگی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں کھولنے میں بڑی دشواری پیش آرہی تھی۔ رسی کھلتے ہی ڈاکٹر
ایک طرف بھاگنے لگا۔ میں نے اُسے بڑی مشکل سے پکڑا۔

''خاموشی کے ساتھ آگے بڑھو۔'' میں نے حکیمہ انداز میں کہا۔ سب سے آگے میں، میر
ساتھ فلورا اور اُس کے پیچھے باقی لوگ تھے۔ ڈاکٹر جواد کو خلاصی نے سنبھال رکھا تھا۔ آگے گہرا اند
تھا۔ ریتیلی زمین پر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے درختوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دُور دُور تک روشنی کا
ونشان نہیں تھا۔ اس خاموشی اور تاریکی سے اور وحشت ہونے لگی اتنے دنوں بعد زمین پر قدم رکھنے
وجہ سے ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ ڈگمگاتے ہوئے جیسے ہم نے بہت ساری شراب پی لی
ہم چلتے رہے درختوں کا سلسلہ قریب ہی تھا اور یہ بات طے تھی کہ یہ کوئی گھنا جنگل ہے جنگل میں ا
خانماں برباد افراد کی شب بسری کا تصور ہی ہولناک تھا۔ میں نے ان سب کو متنبہ کیا کہ وہ بے حد
ہو کر قدم بڑھائیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے رہیں۔ جنگل کے پار ہی کسی آبادی کے ملنے
امکان ہے اور کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ جنگل کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کیڑے مکوڑوں
درندوں کے بکثرت پائے جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے ذہن نے اس مشکل رات اور سیاہ جنگل
نمٹنے کے لئے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ اسکیمیں مرتب کرنے کا کام مجھے خاصا آتا ہے۔
نے انہیں تمام خطرات سُونگھ کر بتایا کہ رات چھوٹے درختوں کے قریب زمین پر گزاری جائے اور
میں سے دو آدمی جاگتے رہیں۔ غذا کی تلاش صبح سویرے ہی کی جاسکتی ہے۔ وہ سب میری بات پر
کرتے جاتے تھے۔ مجھے اس کا شدید احساس تھا کہ سرنگا بہت دنوں سے بھوکا ہے مگر اس وا

رختوں کو چھیڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

درختوں کی پہلی قطار کو ہم نے عبور کیا۔ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے سر درختوں سے ٹکرانے
گے۔ میں نے آہستگی سے چند شاخیں توڑ کر اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں میں تھما دیں اور انہیں ہدایت
ی کہ وہ راستہ ٹٹولتے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھیں۔ ایک دوسرے سے بات کرنے کی کوشش
کریں۔ سرگوشی میں ہی کچھ پوچھیں۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی ہم سب کو اندازہ ہوگیا کہ ہمیں
رختوں کے اُوپر رات بھر بیٹھے رہنا ہوگا مگر وہاں جنگلی چیونٹیوں اور چھوٹے موٹے زہریلے کیڑوں کا
ر نیچے زمین پر سانپ، بچھو اور درندوں کا امکان تھا۔ اس امکان کی سریتا کی چیخ نے تائید کی وہ
چانک چیخنے لگی اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ چھوڑ کر سریتا کے منہ پر ہاتھ
کھ دیا اور اُن سب کو حکم دیا۔ ''دوستو! اس خطرناک جنگل میں رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے
ترادف ہے۔ لائف بوٹ کے قریب ہم زیادہ محفوظ طریقے سے رات گزار سکتے ہیں جہاں اتنا انتظار
کیا گیا ہے وہاں اندھیرے دُور ہونے تک اور انتظار کرلیا جائے۔''

وہ سب بغیر کچھ کہے واپس ہونے لگے، اس لئے کہ یہ بہترین مشورہ تھا ہم دوبارہ تھک کر ہار کر
ائف بوٹ تک واپس آگئے۔ میں نے ڈاکٹر کے ایک پیر سے رسی باندھ کر اُس کا دوسرا سرا اپنے پیر
سے باندھ لیا۔ ریتیلی زمین پر ہم نیم مردہ حالت میں دراز ہوگئے۔ سریتا سسک رہی تھی۔ میں نے اُس
کے بازو پر اپنی قمیض باندھ دی لیکن وہ دیر تک تڑپتی اور سسکتی رہی۔ سرنگا بار بار اسے تسلیاں دیتا رہا۔
مارے پاس اُس غریب کا دکھ دور کرنے کے لئے کچھ بھی تو نہیں تھا۔ علی الصباح پو پھٹنے سے قبل سب
سے پہلے میں بیدار ہوا اور مجھ سے کچھ دیر بعد سرنگا۔ سرنگا جاگتے ہی سمندر کی طرف گیا۔ نہانے کے
عد اُس نے اپنی جیب سے مورتی نکالی اور اس کے سامنے عجیب وغریب حرکتیں کرنے لگا۔

☆==========☆==========☆

علی الصباح ہی باقی تمام افراد بیدار ہوگئے۔ سریتا کا ہاتھ سوج چکا تھا۔ میں نے اُسے ضبط کرنے
کی تلقین کی۔ سمندر پر منہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم پھر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ پرندوں کے
شور وغل اور جنگلی جانوروں کی آوازیں ساحل تک آرہی تھیں۔ ہم نہتے تھے اور ہر صورت ہمیں جنگل
یں داخل ہونا تھا۔ سات آدمیوں کا یہ قافلہ دل میں دہشت و نگاہوں میں خوف لیے پھر زندگی کی
مید میں جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر ابھی ہم کچھ ہی آگے بڑھے تھے کہ مصری تاجر کمال بھیانک چیخ
ار کر زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی فلورا کی ہذیانی چیخ بھی سنائی دی۔ ہم نے کمال کو سنبھالنے
کی کوشش کی لیکن ایک دوسرا نیزا میرے قریب زمین پر آکر لگا۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ اُوپر اٹھا دیئے۔
مصری تاجر ساحل پر چت پڑا تھا اور اُس کے سینے میں اندر تک نیزا پیوست ہوگیا تھا۔ خطرہ محسوس کر

کے باقی پانچ افراد نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ ہمارا مصری ساتھی کسی وحشی کے نیزے۔ ہلاک ہو چکا تھا یہ اس جزیرے کی منحوس صبح کا آغاز تھا۔ ہماری نگاہیں درختوں کی طرف تھیں۔ سا درختوں کے جھنڈ کی طرف کھلبلی سی ہوئی اور ہمیں اپنا خون شریانوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ چھ سا ننگ دھڑنگ سیاہ فام وحشی ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھامے ہماری طرف نپے تلے قدم اٹھا بڑھ رہے تھے۔

میری کیفیت اُس مسافر سے مختلف نہ تھی جس نے منزل کے قریب پہنچ کر دم توڑ دیا ہو۔ طاہر میرے پہلو میں کھڑا سرتاپا لرز رہا تھا۔ فلورا میرے قدموں کے قریب بے ہوش پڑی تھی۔ ڈا جواد کی ذہنی حالت چونکہ درست نہ اس لئے وہ موت کے پیغامبر اِن ننگ دھڑنگ وحشیوں کا منہ رہا اور کڑوی کسیلی شکلیں بنا رہا تھا سرنگا کے تحمل میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہ سریتا کے ساتھ ہاتھ اٹھا کھڑا تھا۔ میری اپنی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ گنگ کھڑا ان بدہیئت وحشیوں کو دیکھ رہا تھا وہ نیز سنبھالے محتاط قدموں سے ہماری سمت آ رہے تھے۔ ان کے جسم پر کوئی ایسی شے نہیں تھی جس سے کا کوئی حصہ بھی چھپا سکے۔ سیاہ جسموں پر سفید رنگوں سے آڑے ترچھے نقوش بنے ہوئے تھے۔ کان اور نتھنوں میں ہاتھی دانت کے بڑے بڑے بالے نظر آ رہے تھے۔ خونخوار نگاہوں سے جھلکنے والی رحمی میری ہر امید ختم کر رہی تھی۔

زندگی اور موت کا فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔ شیخ جس انداز میں سرتاپا کانپ رہا تھا اُس یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ حد درجے خائف ہے اور کسی بھی لمحے بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ وہ میرے پہلو سے جدا ہو گیا اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اُس کی یہ بچکانہ حرکت ہم سب کی رہی امیدوں کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میں نے جلد ہی دبی زبان میں اُس سے کہا۔ ''شیخ طاہر اپنی جگہ کھڑے رہو۔ بھاگنے کی حماقت مت کرنا ورنہ ہوا میں پھینکے ہوئے نیزے ہمارے جسموں کو بھی چ کر رکھ دیں گے۔ عقلمندی سے کام لو۔''

میری بات پر شیخ طاہر اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ جنگلیوں نے قریب پہنچ کر طاہر کو بازوؤں سے لیا۔ پھر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے سرنگا اور سریتا کو علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر وہ میری طر متوجہ ہوئے۔ دو جنگلیوں نے جھپٹ کر مجھے بھی جکڑ لیا۔ پھر ایک نے فلورا کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے ڈاکٹر جواد کو گھسیٹا گیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ تمام جنگلی فلورا کو دیکھ کر نظروں نظ میں مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ البتہ جب ڈاکٹر جواد پر ان کی نظر پڑی تو ان کے چہرے نفرت کھنچ سے گئے۔ ڈاکٹر دیوانگی کے عالم میں خود کو ان کے شکنجے سے چھڑانے کی خاطر ہاتھ پاؤں تھا اور ہذیان بک رہا تھا۔ ''پکڑو۔ پکڑو۔ جانے نہ پائے۔ لپک جھپک، ہائے ابوالہول۔ ٹھا

ائیں ٹھس......''

ڈاکٹر دیوانگی کی حالت میں اناپ شناپ بکے جا رہا تھا۔ اُس کی مزاحمت نے جنگلیوں کو بھڑکا ا۔ ایک چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''دم بوگا ماسٹی لاؤ۔'' (اسے مار ڈالو بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے) میں نے اس کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسرے جنگلی کو اچھل کر ز اسنبھالتے دیکھا۔ اُس کے ارادے خطرناک تھے۔ نیزے کی انی سے اُس نے گھٹنوں کے بل ہلکا ا دباؤ ڈال کر عجیب انداز میں ڈاکٹر کے پیٹ کا نشانہ لیا اور آگے بڑھنے لگا۔ میری حالت غیر ہو رہی ی۔ موت بڑی تیزی کے ساتھ ڈاکٹر کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہی تھی۔ مجھے سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا سوس ہوا۔ اتفاقاً میرے ذہن میں تومغا کا کہا ہوا جملہ ابھرا۔ اُس نے کہا تھا کہ افریقی جنگلی قبائل اکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر حال میں ان کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اندھیرے ں امید کی کرن نظر آتے ہی میں نے ٹوٹی پھوٹی زبان میں چوڑے چکلے سینے والے جنگلی کو مخاطب کر کے کہا۔

''ابی روگالا۔ ابی روگالا۔'' (یہ ڈاکٹر ہے۔ یہ ڈاکٹر ہے)

روگالا (ڈاکٹر) کا لفظ سنتے ہی اُس جنگلی نے اپنا نیزہ جلدی سے نیچے کر لیا جو پہلے اُسے ڈاکٹر کے پیٹ میں اتار دینے کے لئے پرتول رہا تھا۔ چوڑے چکلے سینے والا مجھے اپنی زبان بولتا دیکھ کر چونکا۔ پھر سینہ تانے میرے نزدیک آیا اور خشک لہجے میں بولا۔

''تماکو چیتا؟'' (تم لوگ کون ہو؟)

میں نے اُکھڑی ہوئی سانس اور ڈوبتے دل پر قابو پا کر اسے مختصراً اپنی روداد سنا دی۔ ان لوگوں کی زبان قدرے مختلف تھی۔ تاہم میری ٹوٹی پھوٹی زبان کسی کام تو آئی۔ جارا کا کا تذکرہ میں دیدہ و دانستہ نظر انداز کر گیا۔ میں نے اُس کو یہ بتایا کہ ہمارا جہاز طوفان میں پھنس کر تباہ ہوا تھا جنگلی کی آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں، یوں جیسے وہ میری کہانی کی تصدیق کر رہا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتا، اُس کا ایک دراز قد ساتھی قریب آ کر حقارت سے بولا۔

''لابو آما...... لابوشی بورا...... آغوراغوفا۔'' (یہ جھوٹ بولتا ہے، یہ ہمارا دشمن ہے، ہم اسے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائیں گے۔)

''ابیش......'' چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا پھر مجھے اور شیخ طاہر کو دیکھ کر کہا۔ ''می گورانی لاہو، اقابلا لاپاپونار۔'' (ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، اقابلا محترم و مقدس ہے) پھر وہ دوبارہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ''روگالا سوبوگارا؟'' (ڈاکٹر نے بھاگنے کی کوشش کیوں کی تھی؟)

''روگالا بیگا۔ لابوشی کالی۔'' (ڈاکٹر پاگل ہے، یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) میں نے ڈر ڈرتے جواب دیا۔

کچھ دیر تک میں جنگلیوں کے اُلٹے سیدھے سوالات کا اُلٹے سیدھے انداز میں جواب دیتا شیخ طاہر اس تمام عرصے میں مہر بلب رہا۔ البتہ مجھے جنگلیوں سے گفتگو کرتا دیکھ کر اُس کے چہرے مُردنی کے اثرات کسی قدر چھٹ چکے تھے۔ ڈاکٹر جواد کبھی بڑی سنجیدگی سے ہماری گفتگو سننے لگتا اور ہذیان بکنا شروع کر دیتا۔ فلورا بدستور ریت پر بیہوش پڑی تھی اور ننگ دھڑنگ جنگلی اُسے دلچ نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا کہ فلورا کے سلسلے میں ان کا جارحانہ نہیں تھا۔ سرنگا نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ بھی محفوظ تھا۔ سریتا اب جنگلیوں نرغے میں تھی۔

مجھ سے کچھ مطمئن ہو جانے کے بعد ہمیں نیزوں کی نوک سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ فلو چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ فلورا، سریتہ ڈاکٹر جواد کی زندگیاں محفوظ ہیں۔ دوران گفتگو مجھے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ ہمیں دو روز تک قید رکھا جائے گا۔ اس کے بعد جنگلیوں کے سردار شوالا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو ہفتے میں ص دو بار قبیلے والوں کے سامنے آتا ہے اور ضروری مسئلوں کا حل پیش کرتا ہے اور دوسرے مسائل کا فی کراتا ہے۔ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ ان جنگلیوں کا طریقہ زندگی کس قدر مہذب ہے۔ میرے ذ میں شوالا کے مختلف خاکے بنتے اور بگڑتے رہے، مگر یہ اقابلا کون ہے جس کا نام جنگلیوں نے بڑ احترام کے ساتھ لیا تھا۔

اقابلا یقیناً اُن کی کوئی پُراسرار لائق پرستش ہستی ہے۔ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات لئے اپنے ذہن میں منصوبے بناتا رہا۔ شیخ طاہر نے راستے میں ایک بار مجھے مخاطب کرنے کی کوشش تھی لیکن پشت سے ایک جنگلی نے اُس کے شانے پر اس زور سے نیزے کا الٹا حصہ مارا کہ وہ اُٹھا۔

کھلے میدانی حصے میں اُبھرتے سورج کی روشنی موجود تھی، درختوں کے جھنڈ سے گزرتے وا ہمارے لیے راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتے ر۔ پھر دوبارہ کھلے آسمان کے نیچے آ گئے۔ مجھے تعجب تھا کہ راستے میں ہماری ملاقات کسی دوسرے ج سے نہیں ہوئی اس جنگل سے گزر کر ہمیں احساس ہوا کہ گزشتہ رات یہاں سے واپس ہو کر ادر ساحل سونے کا فیصلہ کر کے ہم نے اپنی زندگیاں بچالی تھیں اگر ہم رات یہاں گزار رہے ہوتے تو ج جانور صبح تک ہمارا کام تمام کر چکے ہوتے۔ عجیب بات یہ تھی کہ جنگلیوں کی موجودگی میں کسی درند

نے اِدھر کا رُخ نہیں کیا۔ جنگلی ان مشکل راستوں پر بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ سریتا کے ہاتھ کی کلیف خاصی بڑھ چکی تھی مگر وہ باحوصلہ لڑکی آنسو چھپائے سر جھکائے خاموش خاموش چل رہی تھی، ب جنگلی نے جب اُس کا سوجا ہوا ہاتھ دیکھا تو مجھ سے اس کا سبب معلوم کیا۔ میں نے رات کا سارا قعہ اُسے بتا دیا۔ اُس نے میری بات سن کر ایک قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کی کوئی تک نہیں تھی میں نے بھی رے پر مسکراہٹ لا کر اُس کا ساتھ دیا۔ جس پر اس کی آنکھوں سے غصہ مترشح ہونے لگا پھر مجھے مذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہی بنی اور یہی بات سمجھ میں آئی کہ کسی ردعمل کا اظہار کئے بغیر پ چاپ ان کے ساتھ چلتے رہنا بہتر ہے، جنگلی ہمیں ساتھ لیے ایک بڑے درخت کی طرف ھے، اس درخت کے تنے میں ایک بہت بدصورت بوڑھا جنگلی آرام کر رہا تھا۔ اُس کے پاس جڑی ٹیاں اور عجیب و غریب قسم کے پتھر کے اوزار تھے۔ جنگلیوں نے اُس سے سریتا کا احوال کہا پہلے تو وہ یں حیران کن نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر اُس نے سریتا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خود ایک پھونک ری اور زمین سے اپنا عصا اٹھا کر ہاتھ کے متاثر حصے پر تیزی سے پھیر دیا۔ چشم زدن میں اُس کی وجن کم ہو گئی۔ سریتا کی آنکھیں پھٹ گئیں، اُس کی ساری تکلف رفع ہو چکی تھی، بوڑھے سرنگا نے ں عمل پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ابتدا تھی میں یہ معجزانہ علاج دیکھ کر اس جزیرے سے اور خوفزدہ و گیا۔

کھلے میدان کو عبور کرنے کے بعد ہمیں ایک مختصر مگر دشوار گزار چٹان سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد یں ایک جھونپڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ جو بانسوں اور سرکیوں سے بنائی گئی تھی، اس جگہ وڑے تھوڑے فاصلے پر دس بارہ جھونپڑیاں اور بنی ہوئی تھیں، جھونپڑی میں دھکیل کر باہر سے دروازہ ند کر دیا گیا۔ چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ اگر تم نے بلا اجازت باہر نکلنے یا رار ہونے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہوگی، ڈاکٹر کو وہ اپنے ساتھ دوسری ھونپڑی میں لے گئے۔ البتہ فلورا کو ہمارا ساتھ ہی چھوڑ دیا گیا۔ مجھے اس فراخدلی کی مطلق توقع نہیں ھی، جھونپڑی کے دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد چوڑے چکلے سینے والے کی آواز پھر مجھے نائی دی، اُس نے اپنے تین ساتھیوں سے ہماری نگرانی کرنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔

جھونپڑی میں پہنچ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ فلورا ابھی تک بے ہوش تھی میرے دل میں چل مچی ہوئی تھی ہم بُری طرح گھر چکے تھے جنگلیوں کے باہر چلے جانے کے بعد میں نے دروازے کے قریب جا کر جھری سے باہر جھانکا۔ دروازے پر تین جنگلی نگراں تعینات تھے، میں نے جھونپڑی کا ائزہ لیا۔ اُس کی پیمائش بمشکل نو دس مربع فٹ رہی ہوگی، نکاسی کے لئے محض وہی راستہ تھا جس کے ہر تین بدصورت جنگلی پہرا دے رہے تھے فرش پر خشک گھاس بچھی ہوئی تھی۔ جس پر فلورا بے سدھ

پڑی تھی، شیخ طاہر سہا ہوا ایک طرف نڈھال بیٹھا تھا۔ سرنگا اور سریتا بھی ایک کونے میں گھٹنوں میر دیئے بیٹھے تھے، میں نے سب سے پہلے فلورا کی خبر لی، نبض کی رفتار تسلی بخش تھی، میں اسے ہوش لانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کہ سرنگا میرے پاس آیا اور پہلی بار مخاطب ہوا۔ اُس کے لہجے میر دبدبہ تھا۔ وہ کہنے لگا۔ ”جابر۔ تم دروازے پر جا کر ان جنگلیوں سے کہو کہ وہ ہمیں کچھ کھانے کو د میں لڑکی کو ہوش میں لاتا ہوں۔“

بھوک سے ہم سب کا بُرا حال تھا۔ میں ہمت کر کے دروازے کے پاس گیا اور زوردار آواز ایک جنگلی کو مخاطب کیا۔ میں نے جھری سے دیکھا کہ وہ میری آواز کی طرف لپکا ہے، جب وہ رفتاری کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میں نے اُس سے ادب کے ساتھ کچھ غذا لا کہا۔ وہ کوئی جواب دیئے بغیر میری بات سن کر چلا گیا اور میں فلورا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

سرنگا نے اس کے جسم کے چند ایسے حصوں پر مالش شروع کر دی تھی کہ وہ کسمسانے لگی، آنکھ کھول کر اُس نے جھونپڑی کو حیرت سے دیکھا اور کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے مجھ سے مخاطب
”ہم کہاں ہیں؟“

میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”ہم خیریت سے ہیں' یہ جنگلی لوگ تو بڑے مہذب فلورا۔“

”جابر! کیا وہ درندے چلے گئے؟“ فلورا کی گھٹی گھٹی آواز اُبھری۔

”ہاں۔ وہ تو کبھی کے چلے گئے اب ہم دوسری جگہ ہیں' تم تو بہت باحوصلہ لڑکی تھیں، یہ د سرنگا ہمارے پاس ہیں، وہ سامنے سریتا بیٹھی ہے، سرنگا تمہیں ہوش میں لائے ہیں۔“ میں نے کی طرح اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں جابر نہیں۔“ فلورا بے اختیار میرے سینے سے لپٹ کر سکتی ہوئی بولی۔ ”ہم مصیبت گھر گئے ہیں۔“

میں اسے اپنے طور پر سمجھاتا رہا لیکن خوف اُس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں در کھلا اور جنگلیوں نے وحشیانہ انداز میں پھل اور نیم پکا گوشت ہماری طرف پھینک دیا۔ ہم سب ا کتوں کی طرح جھپٹ پڑے، پھلوں اور گوشت کی مقدار کم نہیں تھی لیکن ہم میں سے ہر شخص اپنے زیادہ حصہ وقف کرنا چاہتا تھا۔ فلورا بھی تمام خطروں سے بے نیاز ہو کر کھانے پر جُٹ پڑی۔

جب ہم خوب سیر ہو کر کھا چکے تو جنگلیوں نے ہمیں پانی فراہم کیا اتنے دنوں بعد یہ مقوی غذ کر نشہ طاری ہونے لگا تھا۔ نرم گھاس کا فرش نرم و لطیف ہوا جلد ہی غنودگی ہم پر غالب آ گئی۔ سب سے پہلے سویا پھر شیخ طاہر اور سریتا۔ میں اور فلورا جاگتے رہے۔ فلورا ان سب کی موجودگی

جود میرے بہت قریب آ کر دراز ہو گئی اور میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اتنے دنوں اذیت کے بعد طبیعت میں کچھ ترنگ سی محسوس ہوئی تھی، فلورا میرے سینے سے لگ کر اس میں گم ئی جاتی تھی، ایک بار پھر اُسے اختلاج ہوا۔ وہ سسک سسک کر کہنے لگی۔ ”جابر تم ان جنگلیوں کے م درواج سے واقف نہیں ہو، سفید فام عورت کے معاملے میں یہ بڑے ندیدے ہوتے ہیں۔ ایسی دگی سے موت بہتر ہے، تم مجھے اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مار ڈالو، میں تمہاری شکر گزار ہوں لی۔“

”تم کیسی باتیں کر رہی ہو فلورا؟“ میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔

”نہیں جابر ہر لمحہ جو گزر رہا ہے مجھے خطرے کا احساس دلا رہا ہے تم میری بڑی تمنا رکھتے تھے، نسمت نے ہمیں کس قدر قریب کر دیا ہے کاش میں تمہیں بیروت میں ملتی فلورا بڑی دل شکن باتیں کر رہی تھی۔

”پگلی!“ میں نے کہا۔ ”ہم یہاں سے ضرور آزاد ہو جائیں گے۔ میں اب بھی مایوس نہیں ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں پھر تم اتنی ہراساں کیوں ہو۔“

فلورا کا خوف کم نہیں ہوا۔ وہ مایوس کن باتیں کرتی رہی ہم دونوں جلد سو گئے۔ کب سوئے اس کا علم نہیں، بس باتیں کرتے کرتے سو گئے۔

ڈاکٹر جواد کے ہذیانی قہقہوں کی آواز نے مجھے جگا دیا جو کسی قریبی جھونپڑے میں مقید تھا۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی، اس وقت دن کے تین کا عمل تھا۔ میری کمر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ کروٹ بدل کر میں دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ ابھی غنودگی کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا تھا کہ باہر سے کسی جنگلی کی آواز اُبھری وہ اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا۔

”شوالا اسے لے گیا' اس نے کالاری کی بات مان کر اچھا نہیں کیا، مقدس اقابلا سے مشورہ کئے بغیر شوالا اسے لے گیا۔“

”اگر مقدس اقابلا ناراض ہو گئی تو اُس کا سحر اسے تباہ کر دے گا اور اگر کالاری نے شوالا کو روکنے کی کوشش کی تو شوالا اُسے ختم کر دے گا۔“

”مقدس اقابلا محترم ہے، وہ عظیم ہے، وہ شوالا کو من مانی نہیں کرنے دے گی۔ وہ موت کو اشارہ کر کے اُسے ختم کر دے گی۔“

”مگر اس سے پہلے شوالا اس خوبصورت لڑکی کی نرم ہڈیوں کا سارا گودا چوس چکا ہوگا۔“ دوسرے نے کہا۔ ”تم نے دیکھا، شوالا کس خاموشی سے اُسے اٹھا لے گیا، کالاری تو کیا۔ لڑکی کے ساتھیوں تک کو خبر نہ ہو سکی۔“

"آہستہ بولو۔ ہمیں خود زبان نہیں کھولنی چاہئے، اقابلا کے کان بڑے ہیں، شوالا بھی دور ہماری باتیں سننے پر قادر ہے۔ لڑکی کا ساتھی بھی ہماری زبان سمجھ سکتا ہے، ہوسکتا ہے وہ جاگ رہا ہو"

اب نیند کا کیا سوال تھا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر گھاس پھوس کو ٹٹولا۔ سب وہاں موجود لیکن فلورا؟

☆==========☆==========☆

فلورا وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے اُٹھ کر ایک بار پھر جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ شیخ طاہر ایک کونے میں بدمست سو رہا تھا۔ سبریتا اور سرنگا ایک دوسرے کے قریب سمٹے سمٹائے ہوئے تھے۔ کیا وہی ہو گیا؟ وہی جس کا اندیشہ کچھ دیر پہلے فلورا نے ظاہر کیا تھا؟ پہرے داروں کا وہ جملہ میری سماعت میں سیسہ اُنڈیلنے لگا۔ جو انہوں نے ابھی کہا تھا۔ "شوالا اُسے لے گیا۔ اس نے کالاری کی بات مار کر اچھا نہیں کیا۔ مقدس اقابلا سے مشورہ کیے بغیر شوالا سے لے گیا۔" میرے ذہن میں ایک طوفان برپا ہوگیا۔ جابر تمہارا تو سب کچھ لٹ گیا، فلورا چلی گئی ہے، اب کیا باقی رہ گیا ہے؟ یہ کیسی الجھن تھی کہ اُسے کہیں تلاش کرنے بھی نہیں جاسکتا تھا۔ یہ راستے اجنبی، یہ فضا نامانوس، باہر پہرے دار موجود، لمحے لمحے ایک تازہ اذیت کا اندیشہ، ہر وقت موت کا خطرہ۔ میں نے جھونپڑی کے تنکے ہٹا کر باہر کی طرف دیکھا۔ وہاں جنگلیوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ اس صورت میں باہر نکلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا، میری مجبوریاں، میری بے بسیاں، ایک سرکش اور مہم جو شخص جو آگ میں کود پڑتا تھا اُسے اس طلسم خانے میں اپنا وجود ایک حقیر کیڑے کی طرح محسوس ہوا۔ میں نے جھنجلا کر اپنے بال نوچ لیے۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ کہہ رہی تھی۔ "جابر۔ یہ جنگلی لوگ سفید فام عورت کے مقابلے میں بڑے ندیدے اور درندے ہوتے ہیں، ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار ڈالو۔" کاش میں اسے مار دیتا۔ اب نہ جانے وہ کہاں ہوگی اور اس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ یہ ظالم اُس کے ساتھ کیسا دردناک سلوک کر رہے ہوں گے۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی ہمیں نحوستوں نے گھیر لیا تھا۔ میں جھونپڑی میں اِدھر سے اُدھر دیوانہ وار گھوم رہا تھا۔ کوئی صورت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ایک بار پھر میں نے باہر کی طرف جھانکا۔ پہرے دار سرگوشیوں میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے جھونپڑی سے کان لگا دیئے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "یہ لوگ منحوس ہیں۔ یہ سفید فام اجنبی ضرور کوئی مصیبت کھڑی کر دیں گے۔ اگر شوالا اور کالاری میں ٹھن گئی تو ان دونوں پر آسمانی بلائیں نازل ہوں گی۔"

"شوالا۔ عظیم شوالا۔ وہ اس جزیرے کا چیتا ہے۔ مقدس اقابلا کی اس پر نظر ہے۔ کالاری کا اُس سے ٹکرانے کا مقصد یہی ہوگا کہ اس کے دن پورے ہوچکے ہیں۔"

"چپ رہو! ہمیں کوئی بات، کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ شوالا اور کالاری دونوں اقابلا کے سردار ہیں۔ ان دونوں پر اقابلا کی عنایتیں سایہ گستر ہیں، کالاری سیاہ جنگل کے جانوروں کا بادشاہ ہے، اور زمین پر رینگنے والے تمام حشرات الارض شوالا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں، مقدس اقابلا نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ طاقتیں دی ہیں، اس نے کالاری کو شوالا سے کم رتبہ نہیں دیا اور شوالا کو کہیں بھی اُس سے فروتر نہیں رہنے دیا۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے کہ شوالا یا کالاری میں، کسی ایک سے ہماری طرف داری ظاہر ہو۔ ہم مقدس اقابلا کے غلام ہیں اس کی طاقتیں لامحدود ہیں، وہ ہمیں اپنی امان میں رکھے۔"

"مقدس اقابلا۔ ہمیں معاف کرے...... مگر سنو! کیا شوالا ہماری موجودگی میں اُس سفید فام لڑکی کو مقدس اقابلا کی اجازت کے بغیر نہیں لے گیا ہے...... اگر اُس نے باز پُرس کی تو ہم کیا جواب دیں گے؟"

"مگر شوالا کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم شوالا کو کس طرح روک سکتے تھے، وہ ہمیں درندوں کے حوالے کر دیتا۔"

"ہمارے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔"

"خاموش رہو۔"

"دیکھو اندر کوئی جاگ گیا ہے شاید انہیں علم ہوگیا ہے کہ ان کی ساتھی ان سے جُدا کر دی گئی ہے۔"

میرے کھٹکے پر وہ ہوشیار ہوگئے اور کھٹکا یوں ہوا کہ میں نے عالم اضطراب میں بانسوں کی بنی ہوئی جھونپڑی کی ایک درز، خاصے بڑے سوراخ میں تبدیل کر دی تھی اور اگر وہ چوکنا نہ ہو جاتے تو میں شاید اضطراری کیفیت میں جھونپڑی کی کوئی دیوار ڈھا دیتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اندر گھاس کے فرش پر بے سُدھ گر گیا۔ میرے اَوسان خطا تھے، پھر بھی میں رینگتا ہوا سرنگا کی طرف کھسک گیا اور اس کے پیر کا انگوٹھا پکڑ کر اسے بیدار کرنا چاہا۔ وہ نیند سے یوں ہڑبڑا کر اٹھا جیسے کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے چونک کر مجھے دیکھا اور فوراً اپنی جیب پر نظر ڈالی جس میں ہر وقت ایک مورتی پڑی رہتی تھی۔ مورتی بدستور موجود پا کر اس نے اطمینان کا سانس لیا اور مجھ سے شفیق لہجے میں کہنے لگا۔

"کیا ہے عزیزم جابر؟ کیا پھر کوئی خطرہ پیش ہے؟"

"محترم سرنگا۔ فلورا موجود نہیں ہے۔" میں نے مضطرب لہجے میں کہا۔

"کیا کیا؟...... فلورا موجود نہیں ہے؟ مگر وہ کہاں گئی؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اُسے لے گئے سرنگا۔ حبشیوں کے قبیلے کا کوئی سردار فلورا کو اغوا کر کے لے گیا۔" میر
سرگوشیوں میں سرنگا کو ساری تفصیل بتا دی۔ وہ تعجب اور تردد سے آنکھیں پھیلائے میری سرگوشیا
رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے اوپر کی جیب سے عورت کی چھوٹی مورتی نکالی اور مورتی نظروں
سامنے کر کے نہ جانے کس زبان میں کچھ اُلٹے سیدھے فقرے دہرانے لگا۔ میں اس کی عجیب وغ
حرکتیں دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد سرنگا نے مورتی دوبارہ آنکھوں سے لگا کر جیب میں رکھی اور سر
میں بولا۔ "جابر...... وہ اُسے لے گئے اس لئے کہ وہ انہیں پسند آ گئی تھی۔ عزیزم ہم یہاں کیا کر
ہیں۔ یہ پوری فضا طلسماتی ہے۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسی پر قناعت کرو۔ فلورا تو چلی گئی، جو ر
ہیں ان کی فکر کرو۔"

"سرنگا۔ خدا کے لئے کچھ سوچو۔ اتنی سنگ دلی کی باتیں نہ کرو۔"

"جابر...... مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا خواب اندازہ ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ سفر
فلورا ہی کی وجہ سے اختیار کیا تھا، مگر یقین کرو فلورا کا اغوا ہمارے لیے نیک شگون ہے، دنیا کا ا
ہے کہ کچھ قربانیاں دے کر ہی کچھ حاصل کیا جاتا ہے، فلورا کی بربادی ہمارے لیے بڑی کارآمد
ہوگی، تم کوئی فکر نہ کرو۔ یہ جو سانس ٹکا ہوا ہے، پتہ نہیں کیوں ہے؟ ہم سب کو تو مر جانا چاہئے تھا
زندہ ہیں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟" تم بڑے مردم آزار آدمی ہو۔ میں نے سکون دل کے لئے
بیدار کیا تھا لیکن تم تو نشتر چلا رہے ہو۔" سرنگا کی بے رحم بے نیازی اور زہریلی باتیں سن کر میر
کھول اُٹھا۔ وہ نازک بدن لڑکی نہ معلوم کن اذیتوں سے دوچار ہوگی؟ میری چشم تصور تو اُن اذ
خاکہ کھینچنے پر بھی قادر نہ تھی اور بوڑھا سرنگا اس کی بربادی کو نیک شگون کہہ رہا تھا۔ میرا دل چ
بدبخت سرنگا کی زبان کھینچ لوں لیکن حبشیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برا
میں اسے اور کم نہیں کرنا چاہتا تھا، لہٰذا خون کا گھونٹ پی کر اور دل پر جبر کر کے بمشکل بولا۔
داس۔ فلورا کے بجائے وہ سریتا کو بھی ساتھ لے جاسکتے تھے۔ اس وقت تمہارے دل پر کیا گزرتی
سرنگا کے چہرے پر کھنچاؤ پیدا ہوا مگر اس نے بڑے تحمل سے کہا۔ "عشق نے تمہیں مضطرب
ہے۔ تم میری بات پر ناراض ہو گئے ہو مگر عزیزم وقت کا انتظار کرو۔ عشق میں ایسے مرحلے بھی
ہیں۔ وقت تمہیں بتائے گا کہ بوڑھے سرنگا نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ ہے۔ کیا تم نے کبھی یہ نہیں س
...... ہلاکت جسے عشق کہتے ہیں، انسانوں پر ایک خاص عمر پر یوں نازل ہوتی ہے۔ میرے سفید
سے تجربے مترشح نہیں ہوتے؟ میں عشق نہیں کرتا مگر میں سریتا کے لئے ایک اور اعلیٰ قسم کا جذ
ہوں جو عام عشق اور شباب وحسن کے مقبول ومعروف تصور سے کہیں زیادہ برتر وافضل ہے۔

پسند ہو۔ یہ واقعات بہت غیر معمولی ہیں۔ ہم بلاؤں میں گھر گئے ہیں۔ جابر...... تم نے ابھی خطرے
پوری طرح محسوس نہیں کیے۔ تم نوجوان ہو، میں کچھ دیکھ رہا ہوں تمہاری آنکھیں اُسے نہیں دیکھ سکتیں۔
میں جو کچھ سونگھ رہا ہوں وہ تمہاری حس شامہ کی رسائی سے دُور ہے۔ تم اپنے بدن سے سوچ رہے ہو،
میں دماغ سے...... میں یہاں ایک نئی دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہوں، جنگ وجدال کے بارے میں غور مت
کرو۔ بس جو کچھ ہو رہا ہے اُسے تسلیم کرتے رہو۔"

سرنگا کے لہجے میں بڑی سریت تھی...... مگر میرا حال تو بہت ابتر تھا۔ میں تو ابھی اپنی سانسوں
میں فلورا کے لبوں کی خنکی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے بدن کا گداز ابھی تک میرے اعصاب میں رینگ
رہا تھا۔ ابھی اس کی وارفتگی اور اس کے شوق بے پایاں کا سرور میرے دماغ سے کہاں اُترا تھا۔ "مگر
سرنگا۔ تم یہ تو تسلیم کرتے ہو......" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "کہ معراج عشق کے لئے جو وقت اور عمر
متعین ہے میں اسی سے گزر رہا ہوں، پھر میری سرشوریاں، میرا یہ اضطراب اور میری یہ بے تابیاں
فطری ہیں اور ان کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔" سرنگا نے سر ہلا کر کہا۔

"پھر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ سریتا بھی اسی طرح اغوا کی جاسکتی ہے۔ وہ چاہے جذبہ عشق نہ
ہو مگر کوئی تو جذبہ ہوگا کہ تم ساری بستی کو آگ لگانے پر آمادہ ہو جاؤ۔" میں نے تلملا کر کہا۔

"سریتا کا ذکر نہ کرو جابر...... تم نہیں جانتے کہ میں اس سیاہ براعظم افریقہ میں کیوں آیا ہوں۔
یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتاؤں گا لیکن غور سے اتنا سُن لو کہ سریتا کو دنیا کی کوئی طاقت برباد نہیں کر سکے گی
جب تک سرنگا زندہ ہے وہ دریائے گنگا کے مقدس پانیوں کی طرح پاک وصاف رہے گی۔"

سرنگا کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا۔ میں اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔ نہ جانے وہ کیا سوچ کر ایسی
باتیں کر رہا تھا۔ شاید وہ سٹھیا گیا تھا۔ اگر اس نے پہرے داروں کی گفتگو سن لی ہوتی جو اقابلا کے دو
سرداروں شوالا اور کالاری کے متعلق وہ ابھی ایک دوسرے سے کر رہے تھے تو یقیناً وہ ایسی لن ترانیاں
نہ کرتا۔ میں نے اس کی باتوں پر غور کرنے کے بجائے بے زاری کے ساتھ اس کی طرف سے نگاہیں
پھیر لیں، پھر میں دو قدم آگے بڑھ کر دوبارہ جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا، باہر سے پہرے داروں
کی مدھم سرگوشیوں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں لیکن میں انہیں ٹھیک طور پر نہ سن سکا۔ سریتا بھی کسمسا رہی
تھی مگر شیخ طاہر ابھی تک بے سُدھ پڑا تھا۔ وقت کچھ زیادہ نہیں گزرا تھا۔ ہاں شام کے آثار قریب تھے
اور سورج انحطاط کی طرف مائل نظر آ رہا تھا۔ عجیب کربناک وقت تھا۔ میں اپنے پریشان خیالات میں
اُلجھا ہوا تھا کہ سرنگا میرے قریب آیا اور میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مدھم آواز میں بولا۔ "عزیزم
جابر۔ میں تمہارے دل کی حالت محسوس کر رہا ہوں۔ اپنی حالت سنبھالو، وقت کا انتظار کرو، خدا نے

چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں دیوی دیوتاؤں سے تمہارے لیے دعا کر رہا ہوں۔"

مجھے معلوم تھا، سرنگا کیا کہے گا...... سارے سفر میں وہ پُرسکون رہا تھا۔ اس کی قوت برداشت یقیناً کئی آدمیوں کی قوت برداشت کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ میں اپنے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ میرے برداشت اور ہمت، جرات اور اقدام کی کوئی کمی نہ تھی۔ میں ایک تنومند، لانبے قد اور مردانہ وجاہت تمام تر خوبیوں سے متصف تھا۔ مگر میں ہمت ہار رہا تھا، یہ واقعات اتنے ہمت شکن اور روح فرسا کہ جابر جیسا شخص نڈھال ہو گیا تھا۔ فلورا ملی، رخصت ہوگئی، رخصت ہوئی پھر ملی۔ پھر ملی اور رخصت ہوگئی۔ یہ کیسی ستم ظریفی تھی کہ میں اس کے دائمی حصول کا گوہر مقصود نہ پا سکا۔ ادھر سرنگا کی باتیں سنگ دلانہ تھیں، جب میری محبوبہ فلورا کسی شوالا کی ہوسناکی اور درندگی کا شکار ہو رہی تھی، مجھے سرنگا یہ پُرسکون اور ٹھنڈی گفتار قطعاً اچھی نہیں لگی۔ اس کے لہجے میں بھی زہر کی کڑواہٹ محسوس ہوئی۔ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اپنے شانے سے دور کیا۔ اس وقت میرے دل میں شدید خواہش اُبھری کاش سریتا بھی کسی ایسے ہی حادثے سے دوچار ہو اور میں سرنگا کی بے بسی کا مذاق اُڑا سکوں۔ بہر میں سرنگا کا ہاتھ جھٹک کر دُور ہٹا رہا تھا کہ باہر آہٹ سنائی دی میں بڑی تیزی سے گھاس پھوس ڈھیر پر دراز ہو گیا۔ سرنگا نے بھی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور لپک کر سریتا کے قریب دراز ہو گیا۔

قدموں کی آہٹ جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر رُک گئی۔ کسی نے آہستہ سے درو کھولا۔ میں نے اپنی آنکھیں اس طرح بند رکھیں کہ انہیں میرے جاگنے کا گمان بھی نہ ہو اور میں ا دیکھتا بھی رہوں۔ پہلے دو سیاہ فام حبشی اندر آئے۔ ان میں سے ایک کے سر پر کوئی شخص لٹکا ہوا اس نے کچھ خوف زدہ حالت میں بڑی احتیاط کے ساتھ اس بوجھ کو یعنی فلورا کو گھاس پر لٹا دیا۔ فلور واپسی سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ جب میرے قریب حبشی آیا تو میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں، وہ رو فرسا منظر جو میں نے دیکھا تھا آنکھیں بند کرنے کے لئے بہت تھا۔ کچھ دیر بعد جب میری آنکھ کھل وہ دونوں جا چکے تھے۔ البتہ دو سیاہ فام عورتیں فلورا پر جھکی ہوئی تھیں اور اُن کے کڑے حرکت میں آ واز پیدا کر رہے تھے۔ میں دروازہ بند دیکھ کر اس طرح اٹھا جیسے ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ دونوں عورتوں نے میری طرف گھور کر دیکھا اور حیرت سے مجھے تکتی رہیں، شاید انہوں نے زندگی پہلی بار کسی سفید فام شخص کو دیکھا تھا میں بہت عجلت میں اُٹھ کر زمین پر لیٹی ہوئی بے ہوش فلورا پاس پہنچا۔ اُف الامان والحفیظ...... کون اس بات پر یقین کرے گا مگر میں نے سب کچھ اپنی آنکھو سے دیکھا ہے۔ میری بات پر یقین کیجئے۔ فلورا کے سارے بدن پر ایسے موٹے موٹے کیڑے رینگ رہے تھے جنہیں میں نے تصور میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ زرد زرد کیڑے چھوٹے بچھوؤں کی شک کے تھے۔ فلورا کا صرف چہرہ اُن سے محفوظ تھا اور یہ بڑی حیرت کی بات تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر بے چینی سے انہیں علیحدہ کرنا چاہا تو ایک لڑکی نے بہت غیر مہذب طریقے سے میرا ہاتھ جھٹک دیا اور پہلی بار میں نے غور سے ان کی طرف نگاہ کی۔ کوئی مبالغہ نہیں اگر میں یہ کہوں کہ وہ اپنے قبیلے کی سب سے حسین لڑکیاں تصور کی جاتی ہوں گی۔ ان کا رنگ سانولا تھا، نقش و نگار تیکھے، اعضا متناسب کسی قدر لانبا قد وہ دونوں اور فلورا کے سر کے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے جسموں پر ان گنت رنگوں سے مختلف نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ رخساروں پر پھول کندہ تھے اور ماتھے پر رنگ برنگے چتے۔ تحریر کی تہذیب مانع ہے ورنہ ان کی عریانی کی تفصیل کم چونکا دینے والی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اور میں نے انہیں تجسس اور تشویش سے دیکھا اور پھر دو نظروں کا کوئی اشارہ کر کے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

شاید انہیں اس کا احساس ہی نہیں تھا کہ ستر پوشی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میری حالت یہ تھی کہ میں خود انہیں دیکھ کر آنکھیں چرا رہا تھا اور غالباً میری اس کیفیت، شرمیلے پن اور جھینپ سے وہ محظوظ ہونے لگی تھیں۔ میں چند لمحوں میں ان کے لئے ایک تماشا بن کر رہ گیا تھا۔ قبل اس کے کہ میں فلورا کے جسم پر رینگنے والے زرد کیڑوں کے بارے میں اُن سے پوچھتا میں نے سرنگا جیسے بقراط شخص کو اٹھانا زیادہ مناسب سمجھا جو خود ان عورتوں کو کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے اشارے کا منتظر تھا...... میں نے انگریزی میں طنزاً اس سے کہا۔ "محترم سرنگا۔ مژدہ باد۔ فلورا واپس آ گئی ہے۔ مگر وہ نیم جاں اور بے اماں ہے۔ اس کے بدن پر زرد رنگ کے بے شمار کیڑوں کا تسلط ہے۔ میرا خیال ہے یہ منظر تمہارے ہوش و حواس گم کر دینے کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے مشاہدے میں کچھ اضافے کا موجب ہوگا۔"

سرنگا بے چینی سے اُٹھ بیٹھا اور آ کر فلورا کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئی تھیں۔

"دیکھا تم نے، یہ کیا ہے؟" میں نے اس طرح پوچھا جیسے اسے سب کچھ معلوم ہو۔

"یہ بہت دلچسپ ہے جابر۔" اس نے مختصراً جواب دیا اور پھر گہری نظروں سے فلورا کے بدن کا مشاہدہ کرنے لگا۔

"دلچسپ؟" میرا جی چاہا کہ اس کی گدّی سے زبان کھینچ لوں۔ "سرنگا فلورا کے بدن پر ان کیڑوں کی موجودگی کا آخر کیا جواب ہو سکتا ہے؟"

"ذرا صبر سے کام لو مجھے دیکھنے دو، بظاہر یہ کوئی معمولی کیڑے نہیں ہیں لیکن ایک بات ضرور ہے۔ یہ فلورا کی ہلاکت کا سبب نہیں بنیں گے۔"

"مگر یہ ہیں کیا بلا؟"

''یہ ساری بستی جادونگری معلوم ہوتی ہے میرے دوست تو یہ تو ان کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔

''سرنگا۔ کیا تم کچھ سمجھ رہے ہو؟ میری عقل تو حیران ہے۔''

''ہاں جابر۔ معلوم ہوتا ہے کسی شخص نے اسے اپنے لیے محفوظ کرلیا ہے۔''

''کسی شخص نے؟'' پھر مجھے پہرے داروں کی گفتگو کا خیال آیا اور میں نے کہا۔'' سرنگا۔ نے سہ پہر پہرے داروں کی باتیں سنی تھیں، وہ کچھ اس طرح کی باتیں کررہے تھے کہ اس بستی دونوں سردار شوالا اور کالاری پُراسرار طاقتوں کے مالک ہیں۔ اقابلا نے شوالا کو تمام حشرات الارض مختار بنا دیا ہے اور کالاری کو تمام درندوں کا۔ یہ یقیناً شوالا کا کارنامہ ہے، وہ حشرات الارض پر قا ہے۔ مگر اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' میں نے جز بز ہو کر پوچھا۔

اقابلا' شوالا اور کالاری کے نام پر دونوں لڑکیاں چونکیں، ایک نے دوسری کو مخاطب کیا۔'' تم اس کی زبان سے کالاری، شوالا اور اقابلا کا نام سنا؟ یہ انہیں جانتا ہے۔''

''یہ لوگ کون ہیں؟'' دوسری نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ کسی دوسری دنیا کے لوگ ہیں، سنا ہے انہیں گرفتار کرلیا گیا ہے۔'' پہلی نے کہا۔

''ان کی شکلیں کیسی ہیں اور کتنے سفید ہیں۔ میں نے ایسے آدمی کبھی نہیں دیکھے۔'' دوسری تعجب کا اظہار کیا۔

''اقابلا ہم پر رحم کرے۔ یہ آسمانی دیوتا کی طرح ہیں۔''

''یہ ہماری قید میں ہیں۔ ہمیں ان سے نہیں گھبرانا چاہئے۔'' ان کی باتیں سن کر ہم دونو خاموش ہو گئے تھے۔ سرنگا نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

یہ سن کر سرنگا سرگوشی کے انداز میں مجھ سے بولا۔'' تم نوجوان آدمی ہو۔ ذرا ہمت، حوصلے ا دماغ سے کام لو۔ ایک صورت سمجھ میں آتی ہے۔ شاید قسمت نے ایک موقع فراہم کیا ہے۔ کیوں ؛ ان عورتوں سے گفتگو شروع کردو۔ اگر تم نے انہیں متاثر کرلیا تو ہمیں بہت سی ضروری باتیں معا ہوسکتی ہیں۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو؟ ہمیں ان لوگوں سے نجات کے لئے ایسے منصوبے بادل نخوا بنانے ہی پڑیں گے۔ تم سریتا کی موجودگی کی بھی فکر کرنا۔ اسے میں سنبھال لوں گا۔ تم انہیں کسی طر اپنے قابو میں کرلو۔ جانے کب یہ یہاں سے چلی جائیں۔ یقیناً یہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو گی؟''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں سرنگا۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ گو ان حالات میں جب کہ م محبوبہ کے بدن پر یہ خوفناک زرد کیڑے بلبلا رہے ہیں، میں کسی نمائشی اقدام کا متحمل نہیں ہوسکتا، تا تمہاری تجویز مجھے وزنی نظر آتی ہے۔''

میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور مسکرا کر انہیں دیکھنے لگا۔ میری نظروں میں دعوت تھی اور میں نے ی زبان اور آکسفورڈ کے خاص لہجے میں اُن سے کہا۔

''خواتین! مقدس اقابلا زندہ باد۔ آپ کو میری دُنیا کا اور میرا اسلام۔''

''اقابلا محترم ہے۔'' دونوں نے بیک زبان کہا۔ مجھے ٹوٹی پھوٹی زبان بولتے دیکھ کر ان کی لیاں سکڑ گئیں۔ سراسیمگی سے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''معزز خواتین۔ کیا میں سرزمین افریقہ کی حسین ترین مخلوق سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کرسکتا ہوں۔'' میں نے تمام تر نفاست سے کہا۔'' اقابلا کا سایہ ہم پر رہے۔''

''تم کون ہو؟'' ان میں سے ایک خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''میں بھی آپ کی طرح ایک آدمی ہوں، جس دنیا سے میں آیا ہوں وہاں اسی طرح کے آدمی یدا ہوتے ہیں، میں آپ کے لئے اجنبی ضرور ہوں لیکن غیر نہیں ہوں، میرا نام جابر ہے معزز واتین۔''

''جابر...... جابر۔'' انہوں نے مشکل سے دہرایا۔'' مگر تم یہاں کیسے آگئے؟''

میں نے یہ استفسار غنیمت جانا اور سرسری طور پر بہت دردناک اور تاثر انگیز انداز میں انہیں اپنی باہی کی داستان سنائی اور ان کی دلچسپی دیکھ کر اسے طول دیا۔ عورتوں کا دل موم ہوتا ہے، چاہے وہ کسی جگہ کی ہوں۔ فلورا کے سوا کوئی عورت مجھے مشکل نظر نہیں آئی، اس سلسلے میں مجھے اپنی مردانہ وجاہت پر از تھا۔ میرے داستانی انداز بیان اور لہجے کی معصومیت نے یقیناً انہیں متاثر کیا۔ میں نے جب بولنا شروع کیا تو بولتا گیا۔ شام ہونے لگی تھی۔ میں نے ان کی جھجک دور کرنے اور ان کے دل میں اپنے لیے کوئی گداز پیدا کرنے کے لئے باہر کی دنیا کا ایک عجیب طلسماتی نقشہ کھینچا۔

مجھے اس بے بسی کا شدت سے احساس ہوا کہ میں ان کی زبان سے پورے طور پر واقف نہیں تھا۔ جب میں نے ان کے سیاہ حسن کی تعریف کی اور نوبت عشق کے اظہار تک آ پہنچی تو مجھے بڑی دشواری پیش آئی۔ اظہار عشق کے لئے محبوب کی زبان میں پختگی اور بلاغت سے واقفیت لازمی ہے۔ ب دوسری صورت یہ رہ گئی تھی کہ میں اپنی حرکات وسکنات سے ان کے لئے اپنے اشتیاق کا اظہار کروں جو تمام دُنیا میں یکساں ہے، فلورا ابھی تک میرے سامنے بے ہوش پڑی تھی اور میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ گفتگو ابھی اُس مرحلے تک نہیں پہنچی تھی جہاں مجھے یہ اعتماد ہوتا کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں تو وہ جواب دیں گی۔

آنکھیں زبان رکھتی ہیں، جہاں زبان سے کام نہیں چلتا وہاں آنکھیں کام کرتی ہیں۔ پھر جب لڑکیوں نے مجھ سے بقول ان کے، باہر کی دنیا کے متعلق کچھ سوال کیے تو میں نے ایسے جوابات دیئے

جن سے ان کا تجسس بڑھے میں نے تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد میں انہیں خاصا بے تکلف کرلیا۔ ج
کچھ کامیابی ہوئی تو میں نے یہ مہم اور تیز کردی۔ اب وہ مجھ سے آنکھیں پھرا پھرا کر نہ جانے کیا
پوچھنے لگیں، گویا میں ان سے ہم کلامی کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا۔ جھونپڑی میں اند
پھیلنے لگا تھا۔ شیخ طاہر اور سریتا کو سرنگا نے خاموش کررکھا تھا اور میں ان لڑکیوں سے اپنے متعلق گ
میں مصروف تھا۔ ان کے جذبات ہمارے ہاں کی عورتوں سے بہت مختلف تھے۔ ان کے محرکات
ردعمل کا سلسلہ بھی ہمارے ہاں سے مختلف تھا۔ مجھے جلد ہی اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ وہ امتناع
میرے ذہن میں تھا، اُن کے ہاں نہیں تھا۔ میں نے اپنی جذباتی گفتگو کو شہوانیت کا رنگ دے دیا
اپنی دنیا کے متعلق عورتوں کی آزادی، ان کی دعوت، اور پہل کرنے کے انداز کے بے سروپا اور جھو
واقعات سنا کر انہیں اُکسانا چاہا لیکن وہ ہر لحاظ سے میری فکر اور میرے خیال سے آگے کی عور
تھیں۔ جذبات کی بات تو وہاں کارگر ہوتی ہے جہاں امتناع ہو، وہ تو ایک کھلی ہوئی کتاب تھیں،
نے انہیں خود سے اور زیادہ شناسا کرنے کے لئے اندھیرا ہوجانے کے بعد سریتا سے ملوایا۔

تہذیبوں کا اجتماع ضدین تھا۔ سریتا مشرق کی انتہائی شرمیلی لڑکی تھی وہ بات کرتی تو حیا اس
آنکھوں سے ٹپکتی، آہ وہ کیسی بے غیرتی کی حالت سے دوچار ہوئی تھی۔ انہیں عریاں دیکھ کر کئی بار ر
نے بھاگنا چاہا، سرنگا سے نظریں چرائیں مگر سرنگا نے اپنی زبان میں کچھ کہہ سن کر اسے خاموش کرد
عجیب دل سوز بات تھی کہ باپ بیٹی سے حیا سوزی پر اصرار کررہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سے
اذیت سرنگا کو کہیں محسوس نہ ہوئی ہوگی۔ سریتا نے تشویش سے فلورا کے بدن پر رینگتے ہوئے کیڑ
دیکھے اور چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑا تو دونوں افریقی لڑکیاں مجھ سے اُس
وحشت کا سبب پوچھنے لگیں۔ میں کچھ دیر کے لئے ان سب کا ترجمان بن گیا تھا۔ سرنگا نے اپنی
سریتا کی انگلی سے دو سونے کی انگوٹھیاں نکال کر ان دونوں لڑکیوں کو نذر کردیں، وہ اس تحفے پر
اچھلیں، کودیں اور انگوٹھیاں الٹ پلٹ کر غور سے دیکھتی رہیں۔ انگوٹھی میں نگینے جڑے ہوئے
میں نے ایک اور جسارت کی۔ انگوٹھیاں ان کے ہاتھ سے لے کر ان کی انگلیوں میں پہنانے لگا۔
یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس عمل میں، میں نے کتنا وقت لیا ہوگا اور ہاتھوں کے لمس اور دباؤ
تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ جب ان کے نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھوں میں آئے تو میں
وہی کیا جو ایسے موقعوں پر مرد، عورتوں کے ساتھ کرتے ہیں جسم کا لمس کئی دل کش جملوں کا بدل
ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نکلا۔ انہوں نے پہلی بار شوق و التفات کی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ جب
نے ان لڑکیوں سے انسیت محسوس کی، میں نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ پوچھتی
کہ اسے کیا ہوگیا ہے، کیا تم ہمارا تجسس دُور کروگی۔“

”اسے......؟ یہ بہت خراب عورت ہے۔“ انہوں نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا۔

”کیوں؟ کیا اس نے کوئی زیادتی کی ہے؟“ میں نے ملائمت اور تشویش سے پوچھا۔

”ہاں! اس نے شوالا کی توہین کی ہے۔“

”اس نے یہ جرات کیسے کی؟“ میں نے تنک کر پوچھا۔ ”شوالا نے اسے سزا نہیں دی؟“

”شوالا نے اس کے جسم پر شدید ضربیں لگائیں، اس نے انکار کردیا تھا......“

یہ سن کر میرا عجیب حال ہوا مگر میں نے بہت ضبط کیا۔ ”یہ اس نے بُرا کیا۔“ میں نے ان سے
ں کا اظہار کیا۔

”اس نے مقدس اقابلا کے ایک سردار سے انکار کیا ہے۔ اس پر اقابلا کا عذاب نازل ہوگا۔“

”مگر اس کے بدن پر یہ کیڑے کیسے رینگ رہے ہیں حسین لڑکیو؟“

”شوالا نے اسے پسند کرلیا ہے، اب یہ ایک سال تک شوالا کی ملکہ رہے گی۔ شوالا نے اپنے
کیڑوں کو حکم دیا کہ اس کے جسم سے چمٹ جائیں، اب یہ صرف شوالا کی ہے، بستی کا کوئی دوسرا شخص
ے حاصل نہیں کرسکتا، کالاری بھی نہیں۔“

”یہ کیڑے کب تک اس کا بدن چاٹتے رہیں گے اور یہ کب ہوش میں آئے گی؟“ میں نے
اسے بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شوالا جس لڑکی کو پسند کرلیتا ہے اس پر
بڑے مسلط کردیتا ہے، جو اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ جب چاہتا ہے انہیں علیحدہ کردیتا
، اقابلا کے سوا کوئی بھی یہ کیڑے لڑکی کے بدن سے جُدا نہیں کرسکتا۔ ان کیڑوں میں ان کے بیان
مطابق عجیب تاثیر ہوتی ہے کہ وہ شباب اور حسن کی مدت بڑھا دیتے ہیں، ان کے علیحدہ ہونے
بعد بدن میں ایک دل کش خوشبو پیدا ہوجاتی ہے جو ایک عرصے تک قائم رہتی ہے۔ یہ زرد کیڑے
زہریلے ہوتے ہیں، مگر جب شوالا انہیں حکم دیتا ہے تو ان کا زہر تریاق بن جاتا ہے۔ بستی کی کئی
وں کو شوالا نے یہ لباس پہنایا ہے اور لڑکیاں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں کہ ان کے شباب کی عمر
ل ہوجاتی ہے اور وہ بستی میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، شوالا کی قربت کا مطلب
ول عزت ہے۔“

”شوالا عظیم ہے۔“ میں نے یہ درد انگیز روداد سن کر کہا۔

”شوالا طاقتور ہے۔“ انہوں نے میری تائید کی۔ ”اس پر اقابلا کا سایہ ہے۔“

”مگر خوبصورت لڑکیو! تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟“

انہوں نے کسی جھجک کے بغیر بتایا کہ جب شوالا کسی لڑکی کو پسند کرلیتا ہے تو اس کے حسن و جمال
نگرانی کے لئے دو خادمائیں مقرر کی جاتی ہیں، جو اس کے بدن پر خوبصورت نقش و نگار بناتی ہیں۔

کل جب یہ کیڑے علیحدہ ہو جائیں گے اور مر جائیں تو وہ دونوں فلورا کے بدن پر رنگ کاری کرَ گی۔''

رات ہونے تک ہمیں ان سے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں، میں ان سے کچھ اور پوچھنا تھا مگر ساری باتیں ایک ساتھ پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ سرنگا کی تجویز درست ثابت ہوئی کہ مجھے لڑکیوں سے ربط و ضبط بڑھانا چاہئے لیکن شوالا کی نظر بد اور اس کے حسن انتخاب پر میرے خو حدت تیز ہوگئی تھی۔ میری وحشت کا یہ عالم تھا کہ میں اسی لمحے باہر نکل کر ظالم شوالا کو ہلاک کر دی تھا جس نے فلورا جیسی حسین اور مہذب لڑکی کو مضحکہ خیز بنا دیا تھا مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ کاش میں لڑکیوں سے کچھ نہ پوچھتا۔ اب تو اضطراب اور فزوں ہوگیا تھا۔ رات کو پھر جھونپڑی کا دروازہ ک ہمیں باہر آنے کی اجازت دی گئی۔ جلد ہی ہمیں پھر اندر بھیج کر کھانے کے لئے وہی گوشت د ہم سب نے مل کر کھا لیا۔ سرنگا کو جب میں نے تفصیلات بتائیں تو اس نے میری بڑی حوصلہ افز اور کہا۔ ''تمہارے لیے ساری رات پڑی ہے، تم انہیں قریب کر کے اور بھی بہت سی باتیں پو ہو۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن سرنگا، میں فلورا کی اذیت سے جل رہا ہوں۔''

''میرے عزیز!'' سرنگا نے مجھے نصیحت کی۔ ''تمہیں ہر حال میں حالات کا مردانہ وار مقا ہوگا۔ عقل کے سوا کوئی چیز استعمال نہیں کی جاسکتی۔''

☆=========☆=========☆

''سنو لڑکی کیا تم سو رہی ہو؟'' میں نے شیریں اور جذباتی انداز میں کہا۔

''نہیں مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔'' اُس نے آہستگی سے جواب دیا۔

''تم اس علاقے کی سب سے خوبصورت لڑکی ہو۔ تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔''

''مگر شوالا مجھے پسند نہیں کرتا۔'' اس نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''شوالا نے غلطی کی ہے جو تم جیسی حسین لڑکی چھوڑ دی۔''

''اب مجھے ایک سال اور انتظار کرنا پڑے گا۔''

''ایک سال' اور فرض کرو، ایک سال بعد بھی اس نے تمہیں پسند نہیں کیا تو؟''

''تو میں مجبوراً اُس کی خادمہ بنی رہوں گی۔''

''یہ تو بہت ظلم ہے، کاش میں شوالا کی جگہ ہوتا۔''

''تو تم کیا کرتے؟''

''میں تمہیں زندگی بھر کے لئے ملکہ بنا لیتا۔''

''تم تو ایک قیدی ہو۔''

''مگر میں ایک انسان بھی تو ہوں، ارے ہاں خوبصورت لڑکی، تمہارا نام کیا ہے؟''

''توشا۔''

''توشا۔ کتنا خوبصورت نام ہے۔ اُس کا؟'' میں نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''نیری۔''

''توشا۔ تم بہت حسین ہو۔'' میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

''نہیں نہیں۔ میں شوالا کی امانت ہوں۔'' اس نے علیحدہ ہونا چاہا۔

مگر جابر بن یوسف الباقران معاملات کی باریکیوں سے خوب واقف تھا۔ یہ نودمیدہ افریقی دوشیزہ انگلستان اور بیروت کی ذہین اور تیز لڑکیوں کے سامنے حیثیت ہی کیا رکھتی تھی۔ ایسے موقعوں پر وجملے بولنے چاہئیں' جو اشغال لطیف سرزد ہونے چاہئیں، میں ان کا ماہر تھا۔ خوف طوالت کے سبب ں وہ گفتگو مختصر کر رہا ہوں جو اُس رات اُس افریقی دوشیزہ سے کی، صرف چند ساعت میں، میں نے ں کے مثالیے شوالا کو اُس کے ذہن میں مبہم کر دیا اور اُسے ایک نئی دنیا کے خواب دکھائے، ایک نئی رت سے قریب کیا۔ معلوم ہوا کہ بستی کی بے مثل حسینائیں آغاز شباب ہی میں دونوں سرداروں کے تخاب کی کسوٹی پر لائی جاتی تھیں، جس میں ہر سال آٹھ کالاری کے حصے میں آجاتی تھیں اور آٹھ شوالا لی جھولی میں، اس کے بعد ان کا ایک اور آخری انتخاب ہوتا تھا، اس انتخاب کے بعد ان میں سے یک لڑکی ایک سال کے لئے سردار کی ملکہ منتخب کر لی جاتی تھی، توشا اور نیری پہلے انتخاب میں کامیاب وچکی تھیں اور اب دوسرے اور آخری انتخاب کی تیاری کے لئے اپنے حسن و شباب میں اضافے کی ہر مکن کوشش میں لگی ہوئی تھیں، لیکن اسی اثناء میں شوالا نے فلورا کو منتخب کر لیا تھا۔ ہر چند کہ یہ انتخاب قابلا کی مرضی کے بغیر کیا گیا تھا، تاہم اقابلا شوالا کی بات کیسے رد کر سکتی تھی، توشا فلورا کے انتخاب پر نت برہم اور آزردہ خاطر نظر آتی تھی، مجھے اندازہ ہوا کہ آج تک کوئی مرد اُس کے اس قدر قریب نہیں یا ہے جتنا میں آچکا ہوں، چنانچہ جب میرا دست شوق دراز ہوا تو اُس کی کمزور مزاحمت بھی جواب ے گئی۔ میں نے اُسے شباب و حسن کے نئے احساسات سے روشناس کیا، اُس عرصے میں اس سے ہت سی ضروری باتیں دریافت کر لیں۔ اُس نے بتایا کہ اقابلا ان کی عظیم دیوی ہے وہ گاہے گاہے ہی پنی بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے، اُس کا حسن بے مثال، لافانی اور ساری دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے وہ غیر معمولی قوتوں کی مالکہ ہے، اُسے اس بستی کی تمام مخلوق اور نباتات و حیوانات پر قدرت اصل ہے، وہ ان کی خالق نہیں ہے لیکن وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال ضرور کر سکتی ہے، اقابلا کے وف سے بستی کے تمام لوگ لرزتے ہیں، وہ ایک سخت گیر، مطلق العنان منتظمہ ہے اور کہیں دور ایک

غار میں اُس کا عظیم الشان قصر ہے، جسے بستی کے بہت سے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ صرف چند با لوگ اُس کے ہاں جاسکتے ہیں، جو شخص اقابلا کے قریب رہتا ہے، اس پر برکتیں نازل ہوتی ہیں، اق کا نام ان کے لئے متبرک ومقدس ہے، کیونکہ وہ جارا کا کا کی نمائندہ ہے، جارا کا کا کی کھوپڑی اق اپنے خاص لوگوں کو عطا کرتی ہے، وہ لوگ بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، جو شخص عظیم جارا کا کا کھوپڑی حاصل کرلیتا ہے، اُس کا شمار قبیلے کے بزرگوں میں ہوجاتا ہے۔ نحوستیں اُس سے دور ر ہیں، تو شانے اقابلا کے متعلق حیرت انگیز واقعات اور اتنی خوفناک داستانیں سنائیں اور شوالا کالاری کے متعلق اپنی معلومات کے متعلق مجھے اتنا کچھ بتایا کہ پہلی بار مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔

جزیرہ دور تک آباد تھا اور نہ صرف اس جزیرے پر بلکہ اس سے دُور دُور کے جزیروں پر بھی اقابلا حکمرانی تھی، تو شانے جب اُن انسانی اذیتوں کا بے باکی سے ذکر کیا جو اقابلا اور اُس کے سردار کے نافرمانبردار لوگوں کو دیتے تھے تو تو شا پر میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا تو شا کی معلومات اس کی عمر کے مطابق بہت محدود ہوں گی لیکن اس علاقے کے اسرار کے متعلق بنیادی باتوں کا بہرحال پتہ چل گیا تھا۔ اب اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہم چار طرف سے غیر معمولی قسم کے انسانوں میں گھرے ہوئے ہیں اور ہمارا کوئی بھی غیر محتاط عمل ہما موت کا فتوا صادر کرسکتا ہے۔ میں اس اُدھیڑ بن میں اُلجھ گیا تھا کہ شوالا کی دسترس سے فلورا کو حاصل کیا جائے اور اس جزیرے اور یہاں کے عجیب الخلقت لوگوں سے نجات کیسے پائی جائے۔ ا سے گفتگو کے بعد سے یہ کام اور مشکل معلوم ہوتا تھا مگر وہ میرا بڑا سہارا بن سکتی تھی، میں نے اُس سرد جذبات برانگیختہ کر کے یہ معلومات تو فراہم کرلیں، لیکن اب میرا دل بجھ گیا تھا۔ میں نے اُس جزیرے کے محل وقوع کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہا تو اس نے خاطر خواہ جوابات نہیں د۔ شوالا اور کالاری کہاں رہتے ہیں؟ میں سوچ رہا تھا اگر مجھے باہر جانے کا موقع مل جائے تو میں ک گزروں لیکن باہر پہرے دار موجود تھے، ادھر یہ خطرہ بھی لاحق ہوگیا تھا کہ شوالا کی منتخب لڑکی سے آخری قسم کا رابطہ قائم کیا گیا تو یہ بات چھپی نہ رہے گی۔

علی الصباح میں نے اُس سے کہا۔ ''دیکھو تو شا، میری جان، اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ ک ورنہ میرے لیے بے حد دشواریاں پیش آئیں گی۔'' اُس نے وعدہ کیا۔ نیری علی الصباح بیدار ہ میں اُٹھ کر سرنگا کے پاس آ گیا۔ مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے خجالت سی ہوئی لیکن اس نے کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''یہ بہت ضروری تھا جابر، میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔''

میں نے اسے بلا کم وکاست تو شا سے معلوم کی ہوئی تمام باتیں سنادیں، جنہیں سن کر وہ خا رہا اور غور وفکر میں ڈوب گیا مجھے شدید نیند آرہی تھی، میں اُس کا ردعمل دیکھنے کے بجائے سوگیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سورج خوب نکل آیا تھا اور جھونپڑی روشن نظر آرہی تھی، تو شا اور نیری فلورا جھکی ہوئی تھیں اور اُس کے بدن پر مرے ہوئے کیڑے چُن چُن کر ایک ٹوکری میں ڈال رہی تھیں کئی جگہ سے فلورا کا صاف وشفاف بدن جھانکنے لگا تھا۔

جھونپڑی کی درز سے باہر دیکھا تو دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی رات کے بچے ہوئے پھل اور گوشت پیٹ میں ڈال کر میں نے ایک انگڑائی لی تھی۔ اُسی وقت دروازہ کھلا اور دو حبشی اندر داخل ہوئے، انہوں نے ہمیں سخت لہجے میں باہر چلنے کا اشارہ کیا اور عورتوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ سرنگا اس پر بہت جز بز ہوا لیکن پھر ساتھ چل پڑا۔ باہر آئے تو وہاں حبشیوں کا ایک اژدھام موجود تھا۔ دھوپ کی تپش نے ہمارا بُرا حال کردیا تھا۔ مستقل ایک دن تک جھونپڑی کے سائے میں رہنے کے بعد آج ہم باہر نکلے تھے۔ ہم اس وقت کھلے میدان میں تھے جہاں تقریباً بیس بائیس ننگ دھڑنگ سیاہ فام حبشی نیزے لیے کھڑے تھے، میں نے سرنگا کی طرف تشویش سے دیکھا تو وہ آہستگی سے کہنے لگا۔ ''جابر ہم اس وقت سخت خطرے میں ہیں، عقل سے کام لینے کی کوشش کرنا۔''

میں نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ سامنے ڈاکٹر جواد حبشیوں کے نرغے میں رسیوں سے جکڑا ہوا پڑا تھا۔ میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ حبشیوں نے ڈاکٹر جواد کو اُٹھا کر درخت کے تنے سے لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اُسے تنے کے ساتھ باندھنے لگے۔ ڈاکٹر اس وقت خلاف توقع بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ اُس نے حبشیوں کے کسی عمل پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ حبشیوں نے بڑی پھرتی سے جواد کو درخت کے تنے کے ساتھ ایسے جکڑ دیا کہ وہ غریب جسم کے بالائی حصے کو ایک انچ بھی حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ اُس کی پیشانی پر بھی رسیوں کی تہیں موجود تھیں، البتہ جسم کے زیریں حصہ کو شکنجے میں جکڑنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ محض بندھا ہوا تھا۔ دونوں حبشی ڈاکٹر کو تنے سے جکڑنے کے بعد دور ہٹ گئے۔ گدھ جیسا ایک بوڑھا شخص آگے بڑھا۔ اُس نے ہاتھ میں ایک تھیلا اُٹھا رکھا تھا۔ جواد کے قریب پہنچ کر اُس نے تھیلے سے ایک کیل نما چھینی اور ہتھوڑا اور پھر پتھر کا ایک مرتبان نکالا جس کے ساتھ عجیب وغریب شکل کی ایک قیف بھی تھی، اس کے بعد بوڑھا چھینی اور ہتھوڑا لے کر ڈاکٹر کے کچھ اور قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔ جواد اب بھی خاموش تھا۔ بوڑھے نے ایک نوجوان شخص کو اشارہ کیا۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر کسی درخت کے تازہ پتے اُس کے ہاتھ میں تھما دیئے بوڑھے نے انہیں مٹی میں مسل کر ان کا عرق ڈاکٹر کے سر پر ڈال دیا، پھر اس نے چھینی اُٹھائی اور اسے ڈاکٹر جواد کے سر پر رکھ دیا اور ہتھوڑے والا ہاتھ بلند کیا۔ میں آنے والے اذیت ناک لمحے کا تصور کر کے لرز گیا۔ میرے خدا کس قدر ہولناک تھا وہ منظر جب بوڑھے نے چھینی پر ہتھوڑے سے ضرب لگائی اور ڈاکٹر جواد کے سر سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے جواد کی آنکھیں بند ہوگئیں اور اُس کا بھیجا کھل گیا۔

غالبًا اُس کے حواس جواب دے گئے تھے، مجھ میں تاب نظارہ نہ تھی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسی لمحے سرنگا کی سرگوشی دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ ''عزیزم جابر اگر تم نے ہمت ہار دی تو ہم سب بے موت مارے جائیں گے، جواد کی فکر مت کرو، وہ ڈاکٹر ہے، حبشی اُسے مار نہیں سکتے۔''

میں نے بمشکل تمام آنکھیں کھول کر جواد کی طرف دیکھا۔ بوڑھا اب جواد کی کھوپڑی سے بہنے والا خون صاف کر رہا تھا۔ اس کام سے فراغت پا کر اس نے قیف جواد کے سر پر جما کر مرتبان اس میں اُلٹ دیا۔ سیاہ رقیق محلول قطرہ قطرہ کے قیف میں گرنے لگا۔ اب سمجھ میں آیا کہ دراصل یہ ڈاکٹر جواد کا ذہنی مرض دور کرنے کے لئے ایک ہولناک طریقہ علاج اختیار کیا گیا تھا یہ دیکھ کر میرا دماغ چکرانے لگا۔ شیخ طاہر کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ میرے بائیں جانب کسی بے جان مجسمے کے مانند کھڑا جواد کو گھورے جا رہا تھا۔ البتہ سرنگا کے چہرے پر اس وقت بھی ایک ٹھہراؤ اور سکون تھا۔ اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات کی ترجمانی کرنے سے قاصر تھا۔

ننگ دھڑنگ سیاہ فام حبشیوں کا غول پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ شیخ طاہر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''سیدی جابر' اب ان کا رخ ہماری طرف ہے خدا خیر کرے۔''

میں نے زبان بند رکھی، جواب کیا دیتا جبکہ خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ اب ان کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ آگے وہی شیطان صفت بوڑھا تھا جس نے سفاکانہ طریقے سے ڈاکٹر جواد کا علاج کیا تھا۔ ہمارے قریب آکر اُس نے باری باری ہمیں دیکھا۔ ہماری آنکھوں کی پتلیاں ہٹا ہٹا کر جائزہ لیا اور ہجوم کو مخاطب کر کے بولا۔ ''یہ لوگ ٹھیک ہیں، کام کر سکتے ہیں۔'' پھر وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ ''روگالا ماشی کا۔ راہو آبی راما۔'' (ڈاکٹر اب خیریت سے ہے دیوتا اس کا مرض دور کردیں گے۔)

''بالیگا۔'' (شکریہ) میں نے بوڑھے کو جواب دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''امیکا باگار راجو جی؟'' (ہمارے لیے اب کیا فیصلہ کیا گیا؟)

''باگالا۔ آہوا اقابلا راشی۔'' (فیصلہ؟ فیصلے کا اختیار صرف اقابلا کو ہے) بوڑھے نے اس بار ہمدردی سے جواب دیا۔ اِدھر برہنہ نوجوان نیزے تانے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے تول رہے تھے، بوڑھا اپنا جملہ مکمل کر کے جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ میں نے جلدی سے دریافت کیا۔ ''لی گورا آہوا اقابلا ماشوروگی؟'' (ہم مقدس اقابلا سے کب مل سکیں گے؟)

''آہوا اقابلا بابی غوغا، ماش جوجی رہکا۔'' (مقدس اقابلا عظیم ہے اپنا دیدار کرانا اسی کی مرضی پر منحصر ہے) بوڑھے نے بڑی عقیدت سے کہا پھر میرے ساتھیوں کو کنکھیوں سے دیکھ کر آہستہ سے مجھ مخاطب کیا۔

''لی اورا۔'' (موت برحق ہے)

پھر اس سے قبل کہ میں کوئی اور بات دریافت کرتا وہ تیزی سے ایڑیوں کے بل گھوما اور درختوں کے جھنڈ کی سمت چلا گیا۔ باقی حبشیوں نے ہمیں آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہمیں کوئی دو میل دور گھنے جنگلوں میں لے گئے وہاں بڑے بڑے لکڑی کے گٹھے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہم یہ گٹھے اپنی اپنی پیٹھ پر باندھ کر بستی میں پہنچائیں۔ یہ کام سخت جان لیوا اور اذیت ناک تھا۔ خصوصاً گرمی اور دھوپ کی تمازت میں لکڑی پیٹھ پر ڈالے بستی کا دو میل طویل سفر ہمارے لئے ناممکن تھا۔ شیخ طاہر اور میں تو کسی طور پر مصیبت برداشت بھی کر سکتے تھے لیکن سرنگا بالکل اس قابل نہیں تھا کہ وہ یہ بوجھ اپنی ناتواں کمر پر لاد سکے۔ میں نے سرنگا سے پوچھا کہ ''اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

اُس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ ''تومغا کی پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی، انکار کی کیا مجال ہے، اُٹھاؤ یہ لکڑی اور اپنی عافیت کی دعا مانگو۔''

حبشیوں نے ہماری کمر پر بھاری گٹھے رسیوں سے جکڑ دیئے اور ہمیں دشوار گزار راستوں سے گزرنے کے لئے حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمارے سانس پھول گئے اور کمر میں درد ہونے لگا۔ شیخ طاہر نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے حبشیوں سے فریاد کی کہ ''یہ لکڑ بہت وزنی ہیں اور ہماری طاقت سے باہر ہیں۔''

اس پر انہوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''یہ شوالا کا حکم ہے۔''

''مگر یہ ہمارے لیے ناممکن ہے۔'' میں نے جرات سے کہا۔

''پھر شوالا کے حکم سے ہر نیزہ تمہارے جسم کے پار کردیا جائے گا۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اب کوئی داد و فریاد بیکار تھی۔ خمیدہ پشت ہو کر ہم نے ہانپتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کردیا۔ ہم ایک دوسرے کے چہرے نہیں دیکھ سکتے تھے اس اذیت کا تذکرہ کس طرح کیا جائے۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ کے بعد اعصاب جواب دینے لگے اور ایک قدم بھی آگے بڑھانا مشکل ہوگیا۔ اچانک شیخ طاہر نے دھاڑنا شروع کردیا۔ وہ پانی طلب کر رہا تھا۔ حبشیوں نے مٹی کا ایک کٹورا اُس کے منہ سے لگا دیا۔ کوئی ایک میل تک ناہموار راستوں پر چلتے چلتے قدم لرزنے لگے تھے۔ میں نے اُن سے کچھ دیر آرام کرنے کی درخواست کی۔ انہیں نہ معلوم کیوں ہم پر رحم آگیا۔ وہ تیار ہوگئے اس کی وجہ غالبًا یہ ہو کہ ہماری سست رفتاری سے وہ خود بھی تھک گئے تھے۔ انہوں نے ہماری رسیاں کھول دیں۔ رسیاں کھلنے کے فوراً بعد ایک دلخراش سانحہ پیش آیا۔ شیخ طاہر کو نہ جانے کیا سوجھی۔ وہ ہذیان بکنے لگا اور اس نے سامنے کی سمت بے تحاشا بھاگنا شروع کردیا۔ میں نے اُسے پوری طاقت سے چیخ کر آواز دی کہ وہ ٹھہر جائے لیکن وہ واہی تباہی بکتا ہوا بھاگتا ہی رہا۔ پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک حبشی نے ہاتھ

اٹھا کر نیزہ تان لیا اور وہ اُسے شیخ کے جسم میں اتارنے ہی والا تھا کہ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر چاہا اور گڑگڑا کر فریاد کی کہ وہ پاگل ہوگیا ہے، اُس پر رحم کیا جائے۔ یکلخت شیخ طاہر کچھ آگے خود بخود رُک گیا جیسے اُسے پگڈنڈی پر اپنی موت نظر آ گئی ہو۔ وہ مڑا تو اس کا چہرہ سفید پڑ چکا تھ جانے آگے جا کر اُسے کیا چیز دکھائی دی تھی۔ یہ ہم اُس سے کبھی نہیں پوچھ سکے، ہمیں اس کا موق نہیں ملا کچھ دور واپس ہونے کے بعد اُس نے پھر دوسری سمت اچانک بھاگنا شروع کر دیا۔ درخواست کا کیا اثر ہوتا۔ میری پشت سے ایک نیزہ تیر کی طرح لپکا اور شیخ طاہر کا بازو چھد گیا۔ نے اُسے کربناک چیخ مار کر گرتے دیکھا۔ پھر وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا مجھے اور سر حبشیوں نے گھیر لیا۔ چند حبشی بھاگ کر چیختے چلاتے شیخ طاہر کے قریب گئے۔ وہ خاردار جھاڑیوں اوندھے منہ پڑا آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ حبشیوں نے اُسے کھینچ کر سیدھا کیا۔ شیخ کے منہ سے ج اُبل رہا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو اُس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں بے بسی اور کی وہ نگاہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ مجھے اُس کی اذیت دیکھ کر جھرجھری آ گئی۔ میں نے آگے بڑ کوشش کی تو نیزے کی انی میرے جسم میں چبھنے لگی۔ سرنگا بہت متاسف نظر آ رہا تھا لیکن اُس جو کچھ ہوا اس نے سرنگا کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔ جن حبشیوں نے شیخ طاہر کو سیدھا کیا تھا و اپنے نیزے پھینک کر نہ جانے کیوں دردناک آہ و بکا کرتے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں اِدھ بھاگ رہے تھے۔ اُن کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حد درجہ خوفزدہ ہیں جن حبشیوں نے ہمیں رکھا تھا۔ اُن کی نظر جب شیخ طاہر کے خون آلود جسم پر پڑی تو اُن کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ وہ بھ تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں اور سرنگا ایک دوسرے کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے، شیخ جھاڑیوں میں بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میں اور سرنگا اُس کے قریب گئے تو خوف کی ایک لہر اعصاب جھنجوڑ گئی۔ شیخ طاہر کے سینے پر جارا کاکا کی کھوپڑی کا اُبھرا ہوا نشان واضح طور پر نظر آ جیسے اُسے باقاعدہ سینے پر داغا گیا ہو۔ اُس کے منہ سے نیلا نیلا جھاگ بہہ رہا تھا اور آنکھیں سے باہر آ گئی تھیں۔ جلد کی رنگت تیزی سے سیاہ پڑ رہی تھی۔ سرنگا نے جارا کاکا کی اُبھری ہوئی کا نشان دیکھ کر دلچسپی لینی شروع کر دی۔ میری کیفیت سرنگا سے مختلف تھی۔ اس عجیب و غریب کی روحانی قوت کے بارے میں احمد بن طاہر، تومغا اور رات والی افریقی دوشیزہ توشا نے مجھ کچھ بتایا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ اس جزیرے کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس شخص کے پاس جا کی کھوپڑی موجود ہو وہ دنیا کے ہر جادو اور ٹونے سے محفوظ رہتا ہے، جارا کاکا کی بدصورت آدمی کو تمام روحانی اور دنیوی نعمتوں سے نوازتی ہے، میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ دور د کوئی حبشی موجود نہیں تھا۔ اُن کے بھاگنے کی وجہ یقیناً جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی ثابت ہوئی تھی

ہمارا ساتھی آخر کیوں جارا کاکا کے عتاب کا نشانہ بنا؟

میں گنگ سا کھڑا اس غیر معمولی واقعے پر غور کرتا رہا۔ تومغا نے کہا تھا کہ ہم اندھیروں کی طرف جا رہے ہیں۔ جہاں آتش فشاں ہے، کانٹے ہیں، خون ہی خون ہے۔ ہم کس مصیبت میں گھر گئے تھے، پورا جہاز تباہ ہوگیا۔ ہمارے تمام ساتھی مارے گئے۔ اب ہم صرف پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے۔ جن میں سے فلورا کو شوالا نے اپنے لیے منتخب کر لیا تھا اور ڈاکٹر جواد موت کے قریب تھا۔ ایسے عالم میں کوئی کیا کر سکتا ہے اور کیا سوچ سکتا ہے؟ کیا ہماری موت اسی جزیرے میں لکھی ہے؟ فرار کا خیال عبث تھا لیکن ذہن میں بار بار فرار کے منصوبے اُبھر رہے تھے، فرار! اگر میں اس منحوس جزیرے سے نکل جاؤں تو ممکن ہے یہ غیر مرئی قوتیں میرا تعاقب ختم کر دیں مگر فرار کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔

فلورا کو ان مکروہ لوگوں کے حوالے کر کے فرار کا خیال کرنا ایک عاشق صادق کو زیب نہیں دیتا تھا۔ یہ غیرت و حمیت کی بات بھی تھی مگر فلورا کو ساتھ لے کر اور اُسے شوالا کی نظروں سے بچا کر لے جانے کا خیال بھی حماقت تھا۔ یہ موقع بہت غنیمت تھا۔ حبشی دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے ہم ان جنگلوں میں چھپتے چھپاتے اپنی کشتی کہیں نہ کہیں تلاش کر کے سفر شروع کر سکتے تھے، میں نے سرنگا کو ہم خیال بنانے کے لئے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ حسب معمول اپنی مورتی کو عقیدت سے چُوم رہا تھا۔ اس دوران وہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے اُس کا انتظار کیا۔ جب وہ مورتی پر گلہائے عقیدت نچھاور کر چکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ ”جابر یہ کتنی عجیب اور حیران کن بات ہے کہ یہاں ایک نیولا مر جانے کے بعد دیوتا کا روپ اختیار کر لیتا ہے، وہ قابل پرستش ہو جاتا ہے، جارا کاکا کی یہ حقیقت باعث حیرت ہے۔ یہ سرزمین افریقہ کا ایک عجوبہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھی کی موت کا جارا کاکا سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟“

”تومغا نے مجھے اس جزیرے کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا محترم سرنگا‘ ہم نے اُس کی پروا نہ کی۔“ میں نے اُداسی سے کہا۔ ”مگر سرنگا میں سوچتا ہوں کہ کیا ہم اس سنہرے موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟ موقع پھر شاید نہ آئے۔ ہم بہت آسانی سے ساحل تک پہنچ سکتے ہیں۔“

”فرار کا خیال ذہن سے نکال دو عزیزم جابر۔“ سرنگا نے اس بار ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، ابھی اس کا موقع نہیں آیا۔ اس قدر بددلی کی ضرورت نہیں۔“

”بعض اوقات تم بہت بقراط بنتے ہو۔ میں کہتا ہوں پھر سوچ لو۔“

”تم نوجوان ہو سیدی جابر۔ میری آنکھوں کی طرف دیکھو۔ تمہیں ان میں کچھ نظر نہیں آتا؟ غور سے دیکھو۔ ان میں تجربوں کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انتظار کرو جابر۔ حیرت ہے تم فلورا کو چھوڑ رہے ہو جس کے لئے تم اتنے پریشان اور مضطرب تھے اور مجھے سریتا کو چھوڑنے کے لئے مجبور کر رہے ہو۔ تم

استنے خودغرض کیسے ہوگئے؟'' سرنگا نے جھنجھلا کر کہا۔

'' سریتا اور فلورا کا خیال چھوڑ دو سرنگا۔ وہ ہمارے لیے مرگئیں، یہ منحوس جزیرہ کسی بھی ہماری المناک موت کا سبب بن سکتا ہے' تم کہتے ہو کہ وہ سریتا کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں۔ میں کہتا ہ یہ خیال خام ہے، اُن کے ہاں حسن کی کوئی قدر نہیں۔ تم اپنی بچی کی عصمت اپنے سامنے لٹتی ہوئی د گے اور کچھ نہ کرسکو گے، اس سیاہ فام جزیرے سے سفید فام عورتیں واپس چلی جائیں، کیا تمہیں آسان بات لگتی ہے؟''

'' سیدی۔ تمہارے حوصلے پست ہوچکے ہیں۔ میں نے ایسے حالات سے نمٹنے کے لئے جوانی اور عمر کا بڑا حصہ گنوایا ہے۔ میں اپنی بچی کا خیال چھوڑ دوں؟ اور اُسے ان وحشیوں کے حوا جاؤں؟ سرنگا کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ سرنگا داس کی ایک عمر عبادت و ریاضت میں گزری ہے۔ سیدی جابر۔ تم انگلستان کے پڑھے ہوئے نوجوان ہو اور روحانی کرشموں کے قائل نہیں ہو۔ میں تم بتاؤں کہ سرنگا کا ساتھ تمہارے لیے یقیناً نجات و عافیت کا موجب ہے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنے پوچھنے کی کوشش نہ کرنا۔ ایسی باتیں محسوس کی جاتی ہیں، بتائی نہیں جاتیں۔ اب آؤ میرے ساتھ بستی میں وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، ہم خود کو ان کے حوالے کردیں گے۔''

سرنگا کے لہجے میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں گردن جھکائے اُس کے ساتھ ہولیا۔ آخری بار نے شیخ طاہر کے سیاہ جسم پر ایک نظر ڈالی اور اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ ہمارا ایک ساتھی ہم سے ہوگیا تھا۔ واپسی میں سارے راستے ہمیں کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ جب ہم بستی کے قریب پہنچے تو شام ہوچکی تھی۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی پکڑ لیا اور جانوروں کی طرح ہانکتے اور دھکے دیتے ہو '' ہاہا۔ ہوہو'' کے بے ہنگم اور بے ربط نعرے لگاتے ہوئے ہمیں جھونپڑی میں چھوڑ گئے۔

وہاں توشا اور نیری، سریتا اور فلورا محفوظ اور موجود تھیں۔ توشا کی آنکھوں میں مسرت رق تھی۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ فلورا ابھی تک فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور اُس کے بدن کے ب حصے سے کیڑے مر کر علیحدہ ہوچکے تھے۔ اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس نے میری ط حسرتناک نظروں سے دیکھا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر بول نہ سکی، جہاں جہاں سے کیڑے ہوئے تھے، وہاں وہاں اُس کا بدن اور نکھر گیا تھا جھونپڑی مردہ کیڑوں کی ایک عجیب خوشگوار مہک بسی ہوئی تھی۔ میں نے توشا سے فلورا کا حال پوچھا تو اُس نے بتایا کہ رات تک تمام کیڑے علیح جائیں گے مگر وہ گفتگو کرنے کے قابل دو تین دن بعد ہوسکے گی، وہ اس کے منہ میں ایک محلول ٹپ تھی۔ فلورا کو...... دیکھ کر میری حالت عجیب تھی۔ وہ بلاشبہ حسن و جمال کا ایک شاہکار تھی۔ کوئی ا کوئی پری، ایسی عورتیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں مگر وہ حور شمائل دوشیزہ بدصورت اور بدہیئت شوالا پر ق

ی جارہی تھی۔ کوئی انصاف کرنے والا نہیں تھا، کوئی دادرسی کو موجود نہیں تھا۔ میں گردن جھکائے ایک ونے میں بیٹھ گیا۔ سرنگا سریتا سے باتوں میں مصروف تھا۔ ہم لوگوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا ا مگر بھوک کسے تھی۔ شیخ طاہر کی دردناک موت نے بھوک اُڑا دی تھی۔ ہم بری طرح تھکے ہوئے تھے، مجھ پر تو اضمحلال طاری تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں کسی طرح جارا کاکا کی کھوپڑی حاصل رنے میں کامیاب ہوجاؤں تو میرے فرار میں آسانی ہوسکتی ہے اور میں اس قبیلے کی سزاؤں سے بھی حفوظ ہوسکتا ہوں۔ جارا کاکا کی کھوپڑی قبیلے کے مقتدر لوگوں کے گلے میں موجود تھی۔ اس جھونپڑی ں مقید رہ کر اسے حاصل کرنے کا خیال جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ مجھے خیال آیا کہ بستی کے ں طبیب کے گلے میں وہ کھوپڑی موجود ہے جس نے ڈاکٹر جواد کا آپریشن کیا تھا۔ اگر میں رات کو کسی طرح یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوجاؤں تو جنگل کے آخری سرے کے غار پر واقع طبیب کی اقامت گاہ میں داخل ہوکر اُس کی گردن سے جارا کاکا کی کھوپڑی والی مالا اُتار سکتا ہوں۔ یہ کام رات کے اندھیرے ہی میں ہوسکتا ہے جب طبیب سو رہا ہو، ہرچند کہ اس اقدام میں خطرے ہی خطرے تھے اور کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن موت تو یوں بھی سر پر منڈلا رہی تھی۔ میں نے طے کرلیا کہ رات کو میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں اس سلسلے میں توشا سے مدد لے سکتا تھا جتنا وقت گزرتا گیا، منصوبے کی تنظیم و ترتیب میرے ذہن میں واضح ہوتی گئی۔ میں ایک عزم کے ساتھ اُٹھا اور میں نے بے اختیار سا ہوکر توشا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ رات کو حسب معمول مارے لیے کھانا آیا۔ توشا اور نیری نے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔

جب میں نے پورے طور پر ان لڑکیوں کو اپنا گرویدہ اور والہ وشیدا بنالیا تو اس علاقے کے محل قوع، شوالا و کالاری کی جھونپڑی، بستی کے طبیب خاص کی اقامت گاہ۔ فاصلوں، رسوم و رواج اور دسرے معاملوں کے متعلق ضروری معلومات باتوں باتوں میں حاصل کرلیں۔ وہ رات خوب گزری۔ ب مجھے فاصلوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہوگیا تھا۔ رات کے پچھلے پہر جب ہم سب بری طرح تھک گئے ور عیش ونشاط کے لمحوں میں وہ کیف باقی نہ رہا تو میں نے نیری اور توشا کو سونے کی طرف مائل کیا۔ مجھے یقین تھا کہ پہرے دار اونگھ رہے ہوں گے۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ توشا اور نیری سے فرار میں مدد لوں یکن الھڑ لڑکیاں کوئی بھی غلطی کرسکتی تھیں یا شور مچا سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کے سونے کا انتظار کیا۔ میں بار بار اُٹھ کر دروازے سے باہر کا منظر دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ باہر موت کا سناٹا طاری تھا۔ جنگلی جانوروں اور جھینگروں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز اس ویرانے میں نہیں اٹھ رہی تھی لیکن میں پہرے داروں کی نقل و حرکت مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر تھا کیونکہ اندھیرا بہت گہرا تھا اور ان کے سیاہ جسم اندھیرے میں گم ہوگئے تھے لیکن اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو اُن کے جسم کے کیڑے ایک دوسرے

سے ٹکرا کر...... ضرور کوئی نہ کوئی آواز کرتے جیسا عموماً ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ میں نے جھونپڑی کا د کھسکایا۔ باہر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے دروازہ ذرا سا کھول کر دیکھا تو وہ دونوں زمین پ تھے۔ نیزے ان کے سینے پر تھے۔ میں کسی اور لمحے کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول کر نہایت سرعت بہت خاموشی سے باہر آ گیا مگر جیسے ہی میں نے باہر قدم رکھا ایک حبشی میری آہٹ سن کر جاگ اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دینا اپنی زندگی کھو دینے کا سامان پیدا کرنا تھا۔ وہ صورت حال سمجھنے کی کوش رہا تھا اور اُٹھنا ہی چاہتا تھا کہ میں دوڑ کر اُس کے سینے پر چڑھ گیا اور اُس کی گردن پر اتنے زور کی ماری کہ ایک جھٹکے میں اُس کی گردن ڈھلک گئی۔ میں نے اسے چیخنے کی مہلت نہ دی اور پوری سے ایک اور ضرب سر پر لگائی لیکن اُس کے تڑپنے سے اُس کے جسم کا کوئی حصہ دوسرے سوئے پہرے دار کے جسم سے مس ہو گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ پھر میرے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ اپنا نیز میں کرنے اور کوئی وار کرنے کی تیاری میں تھا کہ میں تیزی کے ساتھ وہاں سے اُٹھ گیا اور مید ایک سمت بھاگنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ شور نہ مچا دے اور دا حبشیوں کو نہ جگا دے۔ آس پاس مرکزی بستی تو نہیں تھی لیکن یہاں اِدھر اُدھر کی جھونپڑیاں موجو اس لیے میں نے اسے دُور لے جانے کا موقع دیا اور خود ایک جگہ جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے مجھے ز کر نیزہ مارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور میرے نزدیک پہنچ کر کوئی حکم دینا ہی چاہتا تھا کہ میں اُ نیزے سے پہلو بچا کر اُس پر کود پڑا۔ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ بس اُس کے گرنے کی دیر تھی کہ میں نے اس کی گردن میں چبھو دیا اور آہستہ سے کہا۔ ''خاموش رہو۔ اگر بولے تو یہ نیزہ تمہاری گردن دیا جائے گا۔'' وہ یہ اچانک افتاد، میرا تحکمانہ انداز اور اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر کچھ ایسا خوفزد گھگھیانے لگا۔ اُسے مارنے کے سوا میرا اپائی کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے اُس کے منہ پر ہاتھ رک اُس کے سینے میں اُتار دیا۔ وہ تڑپا، مچلا، خرخرایا اور آخر بے سدھ ہو گیا۔ اُس کا نیزہ میں نے ا میں لیا اور پوری توانائی سے جنگل کی سمت دوڑنا شروع کر دیا مجھے ہوش نہیں تھا کہ پیچھے مڑ کر د میں بھاگتا رہا، بھاگتا رہا تاوقتیکہ جنگل قریب آ گیا۔ اس اندھیری رات میں حکیم کی غار نما کٹیا بہت مشکل کام تھا۔ میں دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا رہا۔ چاند، سورج کی آمد راستہ صاف کر رہا تھا۔ غار کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔ میں اس وقت جس کشمکش میں گرفتار تھا اُس مشکل ہے۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رُکے نہیں، مجھے صرف اتنا یاد تھا کہ جہاں جنگل ختم ہوتا اس خطرہ جاں کا قیام ہے۔ آخر ایک طویل فاصلہ ذہن میں رکھ کر میں نے دوبارہ اُس کا کھوج ارادہ کیا اور اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہستہ روی سے بھاگنا شروع کیا۔ مرتبہ ناکامی نہیں ہوئی آخر میں اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ وہ وہی غار تھا۔ غار کے باہر جھو

اور غار میں اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا لیکن میں بے خوف و خطر اندر داخل ہو گیا اور ٹٹولتا ہوا اندھوں کی طرح غار کے اندر بڑھتا گیا۔ حکیم غار کے بہت اندر نہیں سو سکتا تھا اور غار تھا اندر تک بہت گہرا تھا۔ پھر جب ایک جگہ میرے پاؤں سے کچھ چیزیں ٹکرائیں۔ شاید وہ ادویات کا ان تھا تو میں سمجھ گیا کہ حکیم یہیں کہیں سو رہا ہوگا۔ یہیں زمین پر چنانچہ میں نے بہت آہستہ آہستہ کی اشیا ٹٹولنی شروع کر دیں اور آخر میں حکیم کے پاؤں کے پاس پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ اُس کے سے مَس ہوئے۔ پاؤں سے ہاتھ اُٹھا کر میں نے اندازے سے کچھ دور رکھا۔ اب میرا ہاتھ اس سینے سے مَس ہوا۔ حکیم کو شاید کوئی پھریری آئی مگر میں نے اُس کی پرواہ نہ کی۔ تیزی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کی گردن میں پڑی ہوئی مالا کھینچ لی۔ حکیم ایک چیخ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرنے۔ جارا کا کا کی کھوپڑی اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے نیزہ تان کر اندھیرے میں ادھر ادھر وار کرنا شروع کر دیئے۔ اس کی کربناک چیخ سے غار گونج گیا۔ یہ تیسرا آدمی تھا جو آج رات میرے ہاتھ سے ل ہوا۔ آکسفورڈ کا مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر درندہ بن گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

اب میرے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو میں تن تنہا کشتی تلاش کر کے نامعلوم سمتوں کی طرف سندر میں سفر کروں یا اس جنگل میں چھپتا رہوں مگر تا کجے؟ آخر وہ مجھے تلاش کر لیں گے۔ میں ایک لہ بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی میرے پاس ہے لیکن یہ مجھے شوالا اور لاری اور اقابلا کی دست برد سے کس حد تک دور رکھ سکتی ہے؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں نے مالا کے کنڈے ٹھیک کیے اور اُسے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ذہن منتشر تھا۔ فلورا اور سرنگا کو بے آسرا چھوڑ کر جانے کے لئے دل آمادہ نہیں ہو رہا تھا اور موت چہار سو تعاقب میں تھی۔ اگر میں بستی میں پس پہنچتا ہوں تو وہ میرے بارے میں صرف ایک فیصلہ کریں گے۔ موت کا فیصلہ۔ میں نے ان کے ن آدمی ہلاک کر دیئے ہیں جن میں ایک مقتدر شخص یعنی طبیب بھی تھا جس کی وہ لوگ بڑی عزت رتے تھے۔ کیا میں نے عجلت اور جلد بازی سے کام لیا ہے؟ میں اِن حالات پر جس قدر سوچتا تھا ھنیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ آخر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ مجھے اس زیرے سے ہر حال میں فرار ہو جانا چاہئے۔ مشکل یہ تھی کہ سورج اُبھرنے والا تھا۔ دن کی روشنی میں احل تک پہنچنا اور کشتی تلاشی کر کے سمندری سفر اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں انہیں اپنی دوبارہ رفتاری کا خوبصورت موقع فراہم کر رہا ہوں۔ دن اسی جنگل میں گزارنے اور رات کے وقت ساحل لک پہنچنے ہی میں عافیت تھی۔ ساحل کے نزدیک رہنے کے لیے میں نے گھنے اور سیاہ جنگلوں میں سفر روع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آخری سرے پر خود کو کسی گھنے درخت کی شاخوں میں چھپائے

رکھوں۔ وہاں جہاں جنگل ختم ہوتا ہے اور ساحلی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر میں آگے بڑھ
اور جب سورج کی کرنیں درختوں سے چھن چھن کر نیچے آنے لگیں تو میں کافی دُور نکل آیا تھا۔ میر
عرصے میں ہمت کر کے ساحل تک پہنچ سکتا ہوں۔ جب تک وہ ساحل پر آئیں گے میں دور نکل
ہوں گا۔ میں نے ٹھہرنے کے بجائے بھاگنے کو ترجیح دی۔ جنگل میں بھاگنا کوئی آسان کام نہیں
جگہ جگہ جنگلی جانوروں کا خوف ہوتا ہے مگر انسانی جرات و ہمت بڑی چیز ہے۔ موت پیچھے ہو
خطرے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ راستے میں مجھے کن بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔
جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی میری حفاظت کر رہی تھی۔ کوئی ایک میل چل کر مجھے سمندر نظر آنے لگا
اور سرمست سمندر۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی اور سمندری ریت پر دوڑنا شروع کر دیا لیکن
حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہاں دُور دُور تک کشتی کا نشان نہیں تھا۔ انہوں نے ہمارے فرار
ذریعہ کشتی حیات یا تو ضائع کر دی تھی یا کہیں چھپا دی تھی۔ وہ اتنے بیوقوف نہیں تھے۔ ایک سر
دوسرے سرے تک تا حد نظر کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وقت ضائع کرنا بے کار تھا۔ مجھے فور
میں روپوش ہونا تھا۔ شدید مایوسی اور بیزاری کی حالت میں مجھے واپس ہونا پڑا۔ میں نے عا
بدل دیا اور احتیاطاً ایک لمبا چکر کاٹ کر جنگل میں داخل ہو گیا۔

کسی درخت پر چھپنے کا موقع نہیں تھا۔ آخر کار وہ مجھے تلاش کر لیتے لیکن اتنی آسانی
موت کے حوالے کر دینے پر جی آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اس تذبذب کی کیفیت میں فیصلے کی قوت ختم
میں جنگل میں ٹھوکریں کھاتا رہا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر اگرچہ میں زندگی سے مایوس ہو گیا تھا لیکن
جنگلیوں کے ہاتھوں اذیت ناک طور پر مرنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ میں پناہ کی تلاش میں تھا لیکن ا
رہی تھی۔ زندہ رہنا چاہتا تھا مگر زندگی مجھ سے دور ہو رہی تھی۔ یہ دیوانگی اور وحشت مجھے ادھر
آوارہ تنکے کی طرح پھراتی رہی۔ ممکن ہے کوئی اور صورت نکل آئے۔ مجھے کسی کھوہ میں خو
چاہئے۔ کھانے کی یہاں کوئی کمی نہیں تھی۔ ہاتھ میں نیزہ تھا، شکار آسان تھا۔ پانی بھی وافر
موجود تھا۔ یہ سرسبز اور شاداب جنگل بہت دنوں تک مجھے اپنی آغوش میں چھپا کر رکھ سکتا تھا
شخص ہوتا تو اسی طرح موت سے فرار کے لئے سوچتا میں بھی بھٹکتا رہا۔ درندوں کی خوفناک
اور سانپوں سے بچتا بچاتا۔ دن چڑھے اچانک میرے کانوں میں جنگلیوں کی خوفناک چیخ پکار
مجھے معلوم تھا وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ ان کے علاقے میں اُن سے مفر ممکن نہیں لیکن میں آ
مخالف سمت بھاگتا رہا۔ آوازیں کوئی ایک طرف سے نہیں آ رہی تھیں۔ وہ وحشت ناک انداز
چاروں طرف سے جنگل میں بڑھ رہے تھے۔ کون سی پناہ گاہ ڈھونڈوں؟ کسے پکاروں؟
میرے نزدیک آ رہے تھے۔ میری موت کو دیکھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ وہ پورے جنگل میر

۔ میں نے مجبوراً مغرب کا رخ کیا جہاں زیادہ گھنا جنگل تھا۔ میں جھاڑ جھنکار روندتا ہوا کسی غار کی
ش میں مارا مارا پھرتا رہا اور تلاش بسیار کے بعد طویل درختوں میں گھرا ہوا ایک اندھرا غار مجھے نظر
لیا۔ وہ جگہ بہت خوبصورت تھی لیکن یہ لطف لینے کا وقت نہیں تھا۔ میں ورانہ اس غار میں گھس گیا۔
ڑی دور جا کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ غار نہیں تھا کوئی سرنگ تھی۔ ممکن ہے یہ جگہ درندوں کی پناہ گاہ ہو۔
نیال کر کے میرے رواں رواں کانپنے لگا مگر اندر آ کر واپس جانے کا سوال نہیں تھا۔ وہ غار کے
یب پہنچ گئے تھے۔ ان کی آوازیں میرا کلیجا دہلائے دے رہی تھیں مگر یکایک انہی آوازوں میں مجھے
ی نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ پہلے تو میں کچھ سمجھ نہیں سکا لیکن جب اس دلکش قہقہے کی آوازیں غار میں
ا طرف گونجنے لگیں تو مجھ پر دہشت طاری ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غار کی ہر دیوار سے لطیف و
بل قہقہے پھوٹ رہے ہوں، جیسے گھنٹیاں بج رہی ہوں کیا میرے ہوش و حواس درست ہیں؟ ہاں
رے ہوش و حواس درست تھے۔ وہ آواز اتنی حسین اور دلکش تھی کہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ باہر
شیوں کی مہلک آوازیں تھیں اور اندر زندگی کے یہ نقرئی قہقہے، جیسے کوئی میرے حال زار پر ہنس رہا
۔ پھر وہ آوازیں اتنی تیز ہوگئیں کہ میرے کان پھٹنے لگے۔ یہ کوئی پُر اسرار غار تھا۔ میں اس وحشت کا
مل نہیں ہو سکا اور غار کے دہانے کی سمت بھاگنے لگا۔ حبشیوں کی آوازیں سن کر میرے قدم رُکے مگر
ہر اندر شاید کوئی طلسمی دنیا آباد تھی۔ نہ میں اندر جا سکتا تھا نہ باہر نکل سکتا تھا۔ غار میں تاریکی تھی اور
ہر مجھے معلوم تھا کہ کون ہے؟ نیزہ بردار حبشی جو میرے خون کے پیاسے تھے۔

اگر میں باہر نکلتا تو وہ درندے، وہ وحشی چند لمحوں میں اپنے نوکیلے نیزوں سے میرا جسم چھلنی کر
یتے۔ انہیں یقین تھا کہ میں اس غار میں موجود ہوں۔ میں نے سوچا کہ وہ غار کے اندر کیوں نہیں آ
تے؟ باہر کیوں شور مچا رہے ہیں؟ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ یہ دلکش نسوانی ہنسی، یہ ترنم آمیز قہقہے، شاید وہ
ی لیے اندر آنے سے گریز کر رہے ہیں کہ اس غار سے چند اسرار وابستہ ہیں۔ گھپ اندھیرے کی وجہ
ے میرا دم گھٹنے لگا۔ پھر یکایک مجمع کا شور کم ہوا۔ کوئی انہیں خاموشی کی تلقین کر رہا تھا۔

''وہ یقیناً اسی غار میں ہے۔'' باہر سے کسی حبشی کی خوفناک آواز ابھری۔

''اندر چلو۔ اندر چلو۔ ہمیں اُسے ہر صورت میں پکڑنا ہے۔'' ایک دوسرے شخص نے کہا۔

''خاموش خاموش۔ ہمیں کسی غار میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ محترم شوالا اور کالا رکی کا حکم
مجھے سوچنے دو۔'' ایک بھاری بھرکم آواز مکھیوں کی طرح بھنبھناتی ہوئی سرگوشیوں کا سینہ چیرتی
اُبھری۔ اچانک باہر موت کا سا سکوت طاری ہو گیا۔

ممکن ہے وہ اندر آنے کا فیصلہ کر لیں۔ موت کا حلقہ میرے گرد ہر لمحے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔
فورڈ کا تعلیم یافتہ، بیروت کے ایک بڑے گھرانے کا چشم و چراغ، ایک ذہین باپ کا ذہین بیٹا اس

طرح بے یارومددگار موت کی آغوش میں جا رہا تھا۔ میں نے زندگی میں جو کچھ کیا تھا وہ سب را گیا۔ بچپن اور جوانی، وہ خوبصورت دن جو اعلیٰ مستقبل کے لئے صرف کیے گئے تھے یوں ہی ہو گئے۔ باہر سیاہ ننگ دھڑنگ وحشی میرے لیے کسی خطرناک سازش کا جال بن رہے تھے۔ کہ لمحے کوئی نیزہ اندھیرے میں میری شمع حیات گل کر سکتا تھا۔ میں غار کے دہانے سے اندر کی آ گیا۔ ان وحشیوں کے ہاتھوں مرنے کے بجائے میں نے غار کے اندر جانے کا ارادہ کر لیا۔ م بھاگنے کی حماقت نہیں کی۔ پنجوں کے بل تیز تیز اندرونی حصے کی طرف قدم اُٹھانے لگا۔ نفرئی قہقہ آوازیں میرے قدم اٹھاتے ہی مدہم پڑ گئیں اور پھر تھم گئیں۔ اب اندر باہر ہر طرف خاموشی تھی یوں محسوس ہوا جیسے بڑی بڑی سیاہ آنکھیں میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہیں۔ ب روحیں میرے تعاقب میں ہیں۔ غار اندر جا کر اور تنگ ہو گیا تھا اور اُس نے واضح طور پر ایک ر شکل اختیار کر لی تھی۔ موت میرے پہلو سے گزر رہی تھی۔ اب بزدلی بے معنی تھی۔ میرے قد بڑھتے رہے۔ راستہ بڑھتا گیا تو منتشر اعصاب کو کچھ سکون سا محسوس ہوا اور میں نے اپنے اند پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بزدلی کے ساتھ مرنے سے بہتر ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں مرو، جب ہر شخص کا انجام موت ہے تو موت سے خوف کیسا؟ میری آنکھیں اندھیرے ۔ ہو چکی تھیں۔ اِدھر اُدھر دائیں بائیں پتھر کی ناہموار سیاہ دیواریں نظر آ رہی تھیں جن سے کبھی کبھ جاتا تھا۔ ایک بار پھر حبشیوں کی بھیانک آوازیں غار کے اندر آئیں۔ غالباً کسی نتیجے پر پہنچ نے پھر شور مچانا شروع کر دیا تھا لیکن اس مرتبہ وہ آوازیں کہیں دور سے آ رہی تھیں۔ میں ب دور تک نکل گیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کا دوسرا دہانا بھی ہوگا کیونکہ سرنگ کاٹ کر بنائی گئی صرف امید میری رہبر تھی۔ میں اس کا دامن تھامے اس تنگ و تاریک ناہموار اور حبس زدہ اپنے جسم کو کسی نہ کسی طرح آگے کی طرف کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس نیزے پر گرفت محفوظ نے جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی کے حصول کے لیے حبشی طبیب کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ ا سے مجھے آگے کا راستہ متعین کرنے میں بڑی مدد ملی۔ میں اس سے دیواریں ٹٹولتا اور را آگے بڑھ رہا تھا۔ جنگلی درندوں، حشرات الارض اور تنہائیوں میں رہنے والے موذی ج خدشہ ہر لمحے تھا۔ مرنے سے پہلے میری صرف ایک خواہش تھی کہ تنہا نہ مروں، دو چار کو آخری سفر میں شریک سفر بنا لوں۔

دُور اندر جا کر سُرنگ کے دو راستے ہو گئے تھے۔ ایک سیدھے ہاتھ کی طرف دوسرا با طرف۔ سامنے کا راستہ ایک کھردری چٹان سے بند ہو گیا تھا۔ میں یہ طے کرنے کے لئے کس طرف کا رُخ کروں؟ کس طرف زندگی کی امید ہے اور کہاں موت میری منتظر ہے۔ ا

ا نسوانی آواز اُبھری اور میرے بڑھتے ہوئے قدم ساکت ہو گئے۔ کسی نے حکم دیا تھا۔ ”رُک
“

میں تیزی سے اُلٹے قدموں آ کر اس ناہموار دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا، جسے اب تک ہاتھ بڑے سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا۔ وہاں قرب و جوار میں تا حد نظر کوئی ذی روح موجود نہیں ویسے نظر کی حد بھی محدود تھی۔ تو کیا یہ آواز میرے اندرونی خلفشار اور ذہنی انتشار کا مفروضہ ہے؟ سانس روکے دیوار کے سہارے کھڑا کسی آہٹ کی سن گن لیتا رہا۔ وقت کی رفتار جیسے میری وں کے ساتھ رُک گئی تھی۔ ایک منٹ، دو منٹ کئی منٹ گزر گئے۔ یقیناً یہ نسوانی آواز میرا وہم ۔ یہ سوچ کر اور سر کو جنبش دے کر میں کسی ارادے کے بغیر بائیں ہاتھ والے راستے پر گامزن یا۔ تھوڑی دور آگے گیا ہوں گا کہ پھر وہی نسوانی آواز میرے قریب پشت سے سنائی دی۔

”ٹھہر جاؤ، تم نے سنا نہیں؟“

میں نے نیزہ سنبھال کر پشت کی جانب دیکھا۔ آواز اتنے قریب سے سنائی دی تھی کہ پشت پر ی کے موجود ہونے کا یقین ہوتا تھا۔ میں نے اندازے سے اس آواز کی سمت نیزا پھینکا۔ دور یں نیزا گرنے کی آواز ویران سرنگ میں گونجتی ہوئی سنائی دی اور پھر لطیف نسوانی قہقہوں کا شور ری ہو گیا۔ اپنے متعلق غالباً میں نے یہ بات بہ کمال و تمام واضح کر دی ہے کہ میں طبعاً بزدل نہیں ں۔ خطرناک حالات سے سینہ سپر ہو جانے کا عادی ہوں۔ میرے حواس کہیں بہت آخر ہی میں اب دیتے ہیں، آج تک کسی خطرے نے میری پشت نہیں دیکھی تھی، لیکن ان آوازوں کی سمت کا ن میرے لیے آسان نہیں تھا۔ اس ویران سرنگ میں کسی عورت کی آوازیں؟ میں اس حد تک خوفزدہ لیا کہ پاؤں میں لرزش آ گئی۔ تاریکی میں وحشت سے آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھا، کیا یہ میرا مان تھا؟ یہاں یقیناً کوئی نہیں ہے اور میں کسی طلسم کا اسیر ہو گیا ہوں، میں نے ہمت کر کے ھیروں میں پھر آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ اچانک غار کا وہ حصہ بقعۂ نور ا گیا جہاں میں موجود تھا۔ ہر شے تیز روشنی میں نہا گئی۔ اس غار میں یہ تیز روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی اور میں نے سوچنا چھوڑ دیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پُراسرار نی وہاں کے ایک ایک ذرے سے پھوٹ رہی ہو۔

آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ گھپ اندھیرے میں اچانک اس تیز روشنی میں آنکھیں چندھیانا ایک رتی بات تھی۔ چند لمحوں کی اس کشمکش کے بعد میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ یہ سرنگ سنگلاخ نیں کاٹ کر بنائی گئی تھی اور فن تعمیر کا کوئی قابل قدر نمونہ نہیں تھی۔ جگہ جگہ اُبھرے ہوئے پتھر نظر تے تھے۔ روشنی میں اندازہ ہوا کہ وہاں سے بھی دو راستے نکلتے ہیں۔ میں اس بار بائیں جانب

جانے کا ارادہ رکھتا تھا کہ اچانک وہی پُراسرار نسوانی آواز میرے سیدھے ہاتھ کی سمت کہیں دو سنائی دی۔

''جابر بن یوسف الباقر، آخر تم خود ہماری طرف چلے آئے۔ اقابلا کی قوت لافانی، لامحدود ہے تم کہاں تک اپنے ذہن پر زور دو گے سیدھے ہاتھ کی طرف چلے جاؤ۔''

میری آنکھیں آواز کی سمت مرکوز ہو گئیں۔ اقابلا کا نام سن کر خوف کی ایک سرد لہر میرا جس گئی۔ اعصاب پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ قدم ڈگمگانے لگے تھے لیکن ذہن اس فسو ماحول میں اپنی تمام صلاحیتوں کے مطابق کام کر رہے تھا۔ اچانک مجھے تو شاید آ گئی۔

مجھے یاد آیا کہ میں جذباتی لمحوں میں اس سے چند ضروری معلومات حاصل کرنے میں کا ہو گیا تھا۔ اُس کے بیان کے مطابق اس علاقے کی عظیم و برتر دیوی اقابلا جس کا حسن لاثا جس کی طاقت دوامی ہے، کسی غار میں مقیم ہے اور گاہے گاہے بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے بااثر سرداروں کے سوا اُس کی اقامت گاہ سے کوئی واقف نہیں ہے۔

تو کیا میں کسی ایسے غار میں آ گیا ہوں جو اقابلا کا مسکن ہے؟ کیا میں اقابلا کی قید میں ہوں پُراسرار قوتوں کی مالکہ اقابلا مجھ سے مخاطب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا مجھے آ سمت والی سرنگ کی طرف اپنا رخ کر لینا چاہئے یا اس سرنگ سے واپس چلا جانا چاہئے۔ جب ج کا عتاب اس قدر ہولناک ہے تو اقابلا کا عذاب کیسا ہو گا؟ دس پندرہ مسلح افراد مجھے گھیر لیں تو بھاگنے کے بجائے میں مقابلے کو ترجیح دوں گا لیکن نادیدہ اور پُراسرار طاقتوں کے سامنے یہ دلیر شجاعت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کے بارے میں اب تک مجھے جو معلومات حاصل تھیں وہ انتہائی ناقابل یقین اور حیرت انگیز تھیں۔ انہوں نے اپنی دیوی کا کچھ ایسا نقشہ پیش جیسے چہار دانگ عالم پر اس کی حکمرانی ہو۔ حشرات الارض، شوالا کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ د کالاری کے قبضہ و تصرف میں ہیں، تو پھر اُن کی دیوی کتنی طاقتوں کی امین ہو گی؟ یہاں رو باتیں سامنے آ رہی تھیں۔ شیخ طاہر کی دردناک موت اور اس کے سینے پر جارا کا کا کی اُبھر کھوپڑی کا نقش، میرے معبود میں کہاں آ گیا ہوں؟ مجھے یقین ہے میری جگہ کوئی اور ہوتا تو دردناک سرگزشت اسی غار تک محدود رہ جاتی۔ اقابلا کا خیال آتے ہی میری حالت ابتر ہو گئی۔ حوصلہ جواب دے گیا جو کچھ دیر پہلے مجھے زندہ رہنے کے لئے اُکسا رہا تھا۔ میرے قدم ٹھٹک گئے تھے اور سارا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔ میں اپنی اُبلی ہوئی آنکھوں سے سامنے کی جانب دیکھ کہ وہ نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار اُس کا لہجہ اور مترنم تھا۔ وہ جس روانی سے فصیح و بلی میں عربی بول رہی تھی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے عربی پر مکمل عبور حاصل ہے۔

''جابر۔ ذہن پر زور مت ڈالو، آگے اِس سمت میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

آواز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی، اس میں ایک سحر تھا۔ وہ اتنی خوبصورت اور سریلی تھی کہ عرب کی خوش ادا مطربائیں سن لیں تو قربان ہو جائیں۔ میرے قدم خود بخود چلنے لگے۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا گیا روشنی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ سرنگ آگے جا کر اور تنگ ہو گئی۔ ایک مقام پر بمشکل اتنا راستہ تھا کہ کوئی شخص جھک کر یا زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا اندر جا سکے۔ میں وہاں پہنچ کر رُک گیا لیکن میں اپنے ارادے کی قوت کھو بیٹھا تھا۔ ایک سحر زدہ معمول کی طرح جھکا اور آہستہ سے ناہموار زمین پر لیٹ لیٹ کر رینگتا ہوا تنگ راستہ طے کرنے لگا۔ وہ کوئی طویل راستہ نہیں تھا۔ راستے کے خاتمے پر ایک بہت بڑا غار تھا اور دور پتھروں کا بنا ہوا ایک عالیشان دروازہ نظر آ رہا تھا۔ دروازہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ تصور سے بالاتر حقیقت تھی۔ دروازے کے نزدیک لوہے کی ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے غیر ارادی طور پر اسے کھینچ لیا۔ دروازہ آہستہ سے کھلنے لگا اور جیسے ہی وہ کھلا میں جھجک کر رُک گیا۔ میرے سامنے ایک عظیم الشان محل موجود تھا۔ پتھروں سے تراشا ہوا یہ محل کسی قدیم یونانی محل کا نقشہ پیش کرتا تھا وہ عجائب و نوادر سے بھرا ہوا تھا۔ اس سیاہ تاریک براعظم میں زیر زمین کسی ایسے محل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، اس پر یقین نہیں آیا لیکن یہ حقیقت تھی۔ میں خود وہاں موجود تھا کوئی اور نہیں۔ ایک ہوشمند اور نوجوان شخص جابر وہاں موجود تھا۔ جابر نے دیکھا کہ وہ کسی ایسے شخص کی خوابگاہ تھی جو برطانیہ عظمیٰ کے امرا کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی تھی، جو امریکہ کے سب سے دولت مند افراد کی چشم تصور سے بھی بعید تھی۔ پلوٹارک نے یونان کی کسی قدیم سلطنت اور اس کا جاہ و جلال رقم کرتے وقت کسی ایسی خوابگاہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو شان و شکوہ میں اتنی باوقار، پُرجلال اور آراستہ ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اس دنیا کا آدمی نہیں ہوں۔ میں ہزاروں سال پہلے کی کسی عظیم و جلیل سلطنت میں کسی قدیم شہنشاہ کے ایوان میں کھڑا ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، میں نے ایک سنگین ستون کا سہارا لے کر اپنے اثبات کا یقین کرنا چاہا۔ ہاں میں اپنے ہوش وحواس میں تھا مگر میں ماضی میں سفر کر رہا تھا۔ اُس وقت میں صدیوں پہلے کا کوئی شخص تھا جو زمانوں کا سفر کرتے کرتے واپس اپنے عہد میں پہنچ گیا تھا۔ اس وقت میں بیروت کی چمک دار شاہراؤں اور شبینہ رقص گاہوں کا کوئی زندہ دل اور سرمست شخص نہیں تھا۔ میں اپنے عظیم ماضی سے دوبارہ ہم کنار ہو گیا تھا۔ میں ان نوادر و اشیا اور اُس شوکت و حشمت کا نظارہ کر رہا تھا اور سب کچھ بھول گیا تھا کہ یکایک اُسی نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ قدیم عربی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''سیدی جابر۔ آخر تمہاری تقدیر تمہیں یہاں لے آئی۔ افسوس ہے یہاں تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔''

"میں کہاں ہوں؟" میں نے اپنی تمام تر طاقت مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

"تم میری قید میں ہو۔ تم نے مقدس طاقتوں کے انصاف کا انتظار نہیں کیا۔ تم نے فرار ہو کی ناکام سعی کی۔ تم نے جزیرہ توری کے ایک معزز طبیب سمیت کئی آدمیوں کا خون کیا اور عظیم کاکا کی مقدس نشانی پر قبضہ کرلیا۔ تم نے شوالا کی امانت توشا اور نیری کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر ضروری معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔" آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ ایک روح پرور سکون، ا میں کوئی اشتعال نہیں تھا۔

"خطروں سے نجات کی کوشش کوئی ماورائے انسانی اقدام نہیں۔" میں نے کسی قدر حوصلے جواب دیا۔ "اے مقدس آواز میں نے جو کچھ کیا وہ اپنی زندگی کے دفاع میں کیا۔ میرے نزدیک گناہ نہیں ہے۔" میری نظریں ادھر اُدھر بھٹکتی رہیں لیکن وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

"تم نے انتظار کے بجائے عجلت کو ترجیح دی۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی تمہیں معلوم ہ تھا کہ تم ایک ایسی سرزمین میں داخل ہوگئے ہو جو تمہاری سرزمین سے مختلف ہے۔ تم سے کہہ دیا گیا کہ یہاں مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ اقابلا تمہارے ساتھ انصاف کرے گی مگر تم نے اپنے جذبا اور نفس کے سوا کسی چیز پر توجہ نہیں دی۔" نسوانی آواز نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"محترم خاتون، آپ کے اس پُرسکون لہجے سے میرے دل میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ : آپ سے سامنے آنے کی درخواست کروں۔ یقین کیجیے میں نے جو کچھ کیا وہ اس وحشت ناک ماح سے نجات کے لیے کیا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا ظلم ہوا ہے۔ مصیبت زدہ مسافرو یہاں کیسی پذیرائی ہوئی ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے بسی کی موت مجھے پسند نہیں ہے۔ : معلوم ہے کہ آپ کے ایک اشارے پر میرا قصہ زندگی تمام ہوسکتا ہے اس لیے میں جرات کے سا درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری تشنہ نگاہوں کو اپنے دل کش وجود سے سیراب کریں۔ میں آپ کی بات کا جواب دوں گا۔" میں نے عزم کے ساتھ کہا۔

دوسری جانب سے فوراً کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ بس قدموں کی چاپ محسوس ہورہی تھی ج کوئی میرے قریب آرہا ہو، آہستہ آہستہ بہت پُروقار انداز میں، میں نے اپنے ذہن میں یہ با پوری طرح بٹھالی تھی کہ میں طلسمات کے ایک وسیع جال میں ہوں۔ یہاں میرے ذہن کی کوئی پھر اور میرے قویٰ کی کوئی حرکت کام نہیں دے گی۔ خود کو حالات کے سپرد کر دینے ہی میں سکون قلب مض ہے، یہی وجہ تھی کہ میرے اندر حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے اس ماحول سے دلچسپی لینی شروع کر دی خطرہ میرے گرد و پیش منڈلا رہا تھا لیکن کچھ کر گزرنا میرے امکان میں نہیں تھا۔

"تم ایک شجیع اور حوصلہ مند انسان ہو۔ تم اس وقت جو سوچ رہے ہو وہ مناسب ہے۔" اس

واز بالکل قریب میرے پہلو سے اُبھری، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے قریب، بہت قریب کھڑی ہے۔ ایک دلنواز مہک مشام جاں معطر کرگئی۔

"کیا یہ ممکن نہیں مقدس دیوی کہ میں تمہارے حیات پرور وجود سے اپنی روح منور کرسکوں۔" ں نے کمال فصاحت سے کہا، اس لیے کہ اس کی آواز اور لہجہ میری جادو بیانی اور فصاحت سے متاثر ظر آتا تھا۔

"تم اس کی تاب نہ لاسکو گے۔" وہ آہستہ سے مترنم آواز میں گویا ہوئی۔ "تمہاری بصارت میں نی استطاعت نہیں ہے۔"

"اگر وہ کوئی ایسا ہی ہوش رُبا اور مہلک جلوہ ہوا تو اس طرح میری موت سب سے آسان موت وگی۔ ں اگر میری درخواست نے قبولیت کا شرف حاصل کرلیا تو میں خود کو دنیا کا خوش قسمت آدمی سمجھوں گا۔" میں نے وارفتہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کرلو۔" مجھے حکم ملا۔

میں نے اس نازنین آواز کی ہدایت پر آنکھیں موند لیں۔ میرا ذہن ایک حسین عورت کی شبیہیں نا رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اقابلا ہے جو حسن میں سارے جہاں کی عورتوں سے افضل و برتر ہے۔ ں کے حسن اور شباب کے بارے میں توشا نے مجھے بہت کچھ بتایا تھا۔ اب میں چند لمحوں میں تاریک اعظم کی اس حسین ساحرہ کا جلوہ دیکھنے والا تھا۔ جس کی سرزمین پر ہم نے ایک نئی دنیا دیکھی تھی۔ چانک برق رو کی طرح ایک خیال ذہن میں در آیا۔ مقدس اقابلا ایک حسین و جمیل اور پرشباب عورت ہے۔ اگر میں اپنے تاثر انگیز لہجے اور اپنے اشتیاق آمیز برتاؤ، والہانہ اظہار اور دلگداز رویے سے اُسے سی طرح متاثر کرلوں تو مجھے اپنی زندگی کی ضمانت مل سکتی ہے۔ میں اب تک کسی عورت کو مسخر کرنے ی مہم میں ناکام نہیں ہوا تھا۔ میں نے نہ جانے کتنے حسین اور مغرور فتنوں کو اپنے نت نئے تجربوں ے سر کیا تھا۔ توشا اور نیری بھی میری حیرت انگیز صلاحیتوں کا شکار ہوگئی تھیں۔ میں نے ایک لمحے میں ہلہ کیا کہ اپنی مردانہ وجاہت، دلیری، بے خوفی جرات، اقدام، پہل، نیاز مندی، وارفتگی اور گفتگو ے اقابلا کو متاثر کرنے کے لیے تمام تر تجربے آزماؤں گا۔ اس خوش فہمی نے میرا اشتیاق بڑھا دیا اور یری بند آنکھوں کے سامنے زرتار قبا میں ملبوس ایک حسین و جمیل دوشیزہ لہرا گئی۔

"تم آنکھیں کھول سکتے ہو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔" جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دلنشین ور سحر کار آواز میرے جسم و جان کو لرزہ براندام کرگئی۔ میں نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ میں ہوں گا کہ سارے عرب کے شاعروں کو لاؤ، تمام دنیا کے جادو بیان فن کاروں کو لاؤ۔ ان میں سے وئی یا وہ سب اس سرتاپا قیامت، اس حسن کامل، اس کرۂ ارض کے ماہتاب کی جمال و دلربائی کا اظہار

کرنے سے قاصر رہیں گے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا مکمل، اتنا شاداب، اتنا مسحور کن اتنا دلفر حسن نہیں دیکھا...... اس کے خدوخال دنیا کی تمام عورتوں سے مختلف یونانی لڑکیوں سے کسی قدر مش اور سب سے جدا تھے۔ اس کے بدن کا ہر عضو حسن کے سانچوں کی تکمیل تھا۔ مجھے اس کے بدن سرخ سرخ شعاعیں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں اس کی نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں نہ جانے کس قدر کشش تھی کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں غرق ہو رہا ہوں۔ اس کا رنگ گلابی تھا اور ہونٹوں پر فاتح مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم تھام لیے۔ رعب حسن اقابلا کی سرفراز قوتوں کا تصور مجھ پر حاوی تھا۔ میں نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا۔ ''اے حسن کی دیو مقدس اقابلا، تجھے ایک نظر دیکھ لینے کے بعد زندگی کی تمام حسرتیں پوری ہو گئیں۔ اگر مجھے تیر ہاتھوں سے موت نصیب ہو تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں شروع ہی سے ایک حسن ہوں۔ میرے لیے تیرے جمال کی دید کے بعد زندہ رہنا محال ہے۔''

''مقدس اقابلا؟'' دوشیزہ مشک بار نے دُہرایا اور پھر اس کے قہقہوں سے خوابگاہ کے درو گونجنے لگے۔ کچھ دیر قہقہے گونجتے رہے پھول برستے رہے پھر اچانک اس کے چہرے پر سنجیدگی آگ اور وہ مطربہ طرب آگیں انداز میں بولی۔ ''سیدی جابر، تم غلط سمجھے، میں اقابلا نہیں ہوں میں اس ایک خادمہ، ایک کنیز ہوں۔ اس کی عظمت کی قسم اس نے مجھے اپنی تمام کنیزوں میں سب سے بڑا دیا ہے اور ایک ممتاز و اعلیٰ مقام سے نوازا ہے۔ میں اس کے مقدس بدن کی گند ہوں، وہ معظم و مح ہے۔''

میرے ذہن پر ایک ضرب سی لگی۔ میں آہستگی کے ساتھ اس کے پیروں سے اُٹھا اور اُلجھ میں مبتلا ہو گیا کہ مجھے کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

''کیا تمہیں میرے قُرب سے کوئی فرحت نہیں ہوئی۔''

''میری نگاہیں نظارے کی متحمل نہیں ہیں۔ تم، تم مقدس اقابلا نہ سہی مگر حسن و جمال کا شا ہو۔'' میں نے سنبھل کر یہ حسین مہم سر کرنے کی ابتدا کی۔

''میں توشا اور نیری کی طرح توری قبیلے کی کوئی لڑکی نہیں ہوں۔ میرا نام ژولین ہے۔ اقابلا کا قرب حاصل ہے۔ میں نے تمہیں دوبارہ زندگی دی ہے۔ تم موت کی طرف جا رہے ت میں نے تمہیں اپنی طرف کا راستہ بتایا جو سلامتی اور شادابی کا راستہ ہے۔ تم اب میرے قیدی ہو۔''

پھر پُر معنی لہجے میں مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔ ''میرے سلسلے میں تمہارے وسیع تجربات کام آسکیں گے۔ میں اپنی خواہشوں پر قادر ہوں۔''

''تمہاری قید میں رہنا میرے لئے باعث شادمانی و سعادت ہے۔'' میں نے نفی میں سر کو ج

ولین کی سرد مہری نے مجھے محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے سامنے ہوشیاری اور تجربوں کی ں فضول تھی۔ میں خود کو بے دست و پا محسوس کرنے لگا تھا۔

''سنو سیدی جابر!'' ژولین پُر وقار انداز میں بولی۔ ''مجھے مقدس اقابلا کی رفاقت اور خدمت ے زمانہ گزر چکا ہے۔ یہاں چہار سو عظیم اقابلا کی حکومت ہے۔ شوالا اور کالاری صرف ایک ے اور قبیلے توری کے سردار ہیں۔ مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارے ی فہرست طویل ہے۔ تم اپنے متعدد جرائم کی وجہ سے عظیم اقابلا کے عتاب کی زد میں آگئے ہو۔ ں معلوم کہ وہ تمہارے متعلق کیا سوچ رہی ہے۔ دیوی کی فکر ارفع و اعلیٰ ہے کوئی اس کے بارے ں جانتا کہ وہ کیا فیصلہ دے گی۔ موت یہاں اتنی آسانی سے نہیں آتی جتنا تم سوچتے ہو۔ اگر اقابلا نہ چاہے تو موت کی دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آسکتی۔ وہ تمہیں کبھی نہ ختم ہونے والی ں میں مبتلا کر سکتی ہے۔ تمہیں اپنے گناہوں کی عبرت ناک سزائیں بھگتنی ہوں گی۔''

میں نے ژولین کے حسین چہرے پر جاہ و جلال کی کیفیت دیکھی، تمام تر استقلال اور عزم کے میرے جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا۔

''میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ اے آسمان کی پری ژولین، لیکن جو کوتاہیاں مجھ سے ہوگئی ہیں۔ اس میں میرے ارادے کا اتنا دخل نہیں تھا جتنا ان غیر معمولی واقعات اور ماحول کی ت کا دخل تھا۔ آزادی کے خیال نے مجھے اس جزیرے سے فرار ہونے پر اکسایا تھا۔ میں عظیم اقابلا ضور اپنے گناہوں کا اعتراف کر سکتا ہوں۔ میری محبوبہ فلورا کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھے پاگل یا تھا۔ کیا شوالا نے اسے جبراً حاصل نہیں کیا؟'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''فلورا کا خیال ذہن سے نکال دو۔'' ژولین نے غیر جذباتی لہجے میں کہا۔ ''شوالا اسے پسند چکا ہے۔ اس نے اقابلا سے تائید حاصل نہیں کی۔ یہ فیصلہ اقابلا کرے گی کہ وہ شوالا کے لئے کوئی تجویز کرے یا اُسے معاف کر دے۔ اب فلورا شوالا کی ہے۔ ہاں اگر شوالا چاہے تو اسے چھوڑ ہے۔''

ژولین کی بات سن کر میرے دل میں غبار پیدا ہوا۔ میں نے اپنی برہمی چھپانا چاہی لیکن میرے ے نکل گیا۔ ''یہ انصاف نہیں۔ شوالا نے زبردستی میری محبوبہ کو مجھ سے چھینا ہے۔ میں اس وقت ات کی ستم ظریفیوں کا شکار ہوں ورنہ اگر یہ بات ہمارے معاشرے میں ہوتی تو میں شوالا کا سر قلم دیتا۔''

''سیدی جابر، یہاں کے قوانین یہاں کی اقدار تمہارے معاشرے سے جدا ہیں، جب بھی کسی کا نے یہاں قدم رکھا ہے، ہمارا سکون منتشر ہو گیا ہے۔ ہم یہاں اجنبیوں کی موجودگی پسند نہیں

کرتے اور انہیں غلاموں سے بدتر سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔'' ژولین نے افتخار سے کہا۔

''میں عالی مرتبت ژولین کو بتا چکا ہوں کہ میں غلامی کی زندگی سے، موت پسند کرتا ہوں۔'' [میں] نے شائستگی سے کہا۔

''تمہارے پسند کرنے سے کیا ہوتا ہے، تم ہمارے غلام ہو۔''

''میں ایک مجبور آدمی ہوں۔''

''تم چرب زبان ہو اور تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کہاں آگئے ہو کن بلاؤں میں گھر چکے [ہو]۔ اذیتیں اب تمہارا مقدر ہیں۔''

ژولین کی نظریں متضاد کش مکش سے دوچار ہو کر میرے گلے میں پڑی ہوئی جارا کا[کا کی] کھوپڑی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

یہ عورت کسی طور پگھلنے کے لئے تیار نہ تھی۔ میں نے ایک نئی کروٹ لی اور کہا۔ ''میرے گنا[ہوں] کی معافی کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی ژولین؟ کیا تم اقابلا سے میری سفارش نہیں کرسکتیں؟ میں [نے] اس قبیلے کی اقدار نادانستگی میں توڑی ہیں۔ کیا مجھ پر رحم نہیں کیا جاسکتا؟'' میں نے عاجزانہ کہا۔

ژولین کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ ''مقدس اقابلا چاہے تو تمہیں معاف کرسکتی ہے مگر [یاد] رکھو کوئی اجنبی آج تک یہاں سے واپس نہیں گیا۔ شاید تمہاری موت بھی اسی جزیرے پر لکھی ہے۔'' پھر کچھ دیر ٹھہر کر کہنے لگی۔ ''اقابلا سے بھلا میں تمہاری سفارش کیوں کروں؟ میرا تمہارا کیا تعلق؟''

''تم ایک حسین اور عالی جمال دیوی ہو۔ مجھے امید ہے تم اتنی بے رحم اور سنگدل نہیں ہوسکتیں'' میں نے ایک بار پھر اُسے نرم کرنے کی کوشش کی۔ کچھ دیر اس نے جواب دینے سے احتراز کیا۔ وہ سوچ رہی تھی پھر کہنے لگی۔

''اچھا سیدی جابر، میں کوشش کروں گی کہ اقابلا تمہیں معاف کردے، مگر ایک شرط پر......''

''مجھے ہر شرط منظور ہے۔'' میں نے بے اختیار کہا۔

اس کے چہرے پر فکر کی لکیریں اُبھر آئیں۔ میں اس کی شرط سننے کے لئے مضطرب تھا بولی۔ ''مگر شرط سننے سے پہلے تم جارا کا کا کی کھوپڑی اس ستون پر رکھ دو۔''

میں نے پس و پیش کیا اور جھجکنے لگا۔ اس نے میری یہ کیفیت محسوس کرلی اور سخت لہجے [میں] بولی۔ ''میں تمہیں حکم بھی دے سکتی ہوں لیکن نرمی سے کہہ رہی ہوں۔ کھوپڑی ستون پر رکھ دو۔ [میں] وعدہ کرتی ہوں کہ یہ کھوپڑی تمہیں واپس کردی جائے گی۔''

''کب؟'' میں نے کھوپڑی دونوں ہاتھوں سے پکڑلی۔

''کچھ دیر بعد...... ابھی؟'' اس نے کہا۔

اس کے وعدے پر میں نے کھوپڑی گردن سے اُتاری اور قریبی ستون کے کنارے پر رکھ دی۔

''میں شرط سننے کے لئے مضطرب ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر! تمہیں عمر بھر میری غلامی میں رہنا ہوگا۔ اس محل میں میرے غلام کی طرح۔ تم کبھی اس [مح]ل سے باہر قدم نہیں نکالو گے اور تم اپنی خواہشوں پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ہمیشہ میری خواہش کی [تعم]یل کرتے رہو گے۔'' ژولین نے عجیب شرط پیش کی۔

''میں عمر بھر یہیں رہوں گا یا ایک مدت بعد مجھے یہاں سے رہائی مل جائے گی۔'' میں نے [و]ضاحت چاہی۔

''تم تازندگی یہیں رہو گے۔ میں تمہیں آب زندگی پلاؤں گی تاکہ تمام عمر اسی طرح جوان اور [ش]اداب رہو۔'' ژولین کے لہجے میں کشش اور شیرینی تھی۔

لیکن اس پُراسرار ماحول میں ایک عورت کے غلام کی طرح زندگی گزارنا جابر کی حمیت و غیرت کو گوارا نہ تھا۔ میں نے کہا۔ ''اگر میں یہ شرط ماننے سے انکار کردوں تو؟''

میری اس جسارت پر اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے اپنا ایک [ہ]اتھ ایک طرف جھٹکا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک میرا سارا وجود پگھل رہا ہے اور میں رِس رِس کر سیال کی صورت میں تحلیل ہو رہا ہوں اور میرا سارا جسم آگ پر رکھا ہوا ہے اور میرے ہاتھ اور پیر موم کی طرح پگھل رہے ہیں جسم میں اینٹھن اور مروڑ شروع ہوگئی۔ یہ اتنی شدید اذیت تھی کہ ایک ہی لمحے میں مجھے اپنا انجام نظر آگیا۔ دم گھٹنے لگا اور میں بے اختیار اس کے قدموں کی طرف لپکا اور دردناک آواز میں چیخنے لگا۔ ''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔'' میں نے شکست خوردگی سے کہا۔

اُس نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور اپنا دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ میرا جسم حیرت انگیز طور پر اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ اتنی کربناک اذیت سہہ کر اور ژولین کی طاقت و سربلندی سے متاثر ہو کر میں عقیدت و خوف کا اظہار کرنے کے لئے اس کی سرخ ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ اس کے بدن سے مس ہو کر مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میری آنکھوں میں خمار آگیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھڑا کیا۔ ایک لمحے بڑے غور سے میری طرف دیکھتی رہی۔ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے ستون پر رکھی ہوئی جارا کا کا کی کھوپڑی میرے گلے میں ڈال دی۔

مجھے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ ژولین [illegible] تھی۔ میرے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ مجھے ژولین جیسی سراپا قیامت کا قرب حاصل ہوگا۔ ظاہر ہے اب میری کوئی انا، کوئی شخصیت نہیں تھی۔ علیحدہ کوئی وجود نہیں تھا۔ میں دیوانہ وار اس پر نثار ہونے لگا۔ شوق و اضطراب کی یہ شدت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ ژولین کے چہرے پر کرب کے آثار

نمودار ہوئے اور اس کی آنکھوں میں خوف اترنے لگا۔ اس نے کسمسا کر مجھے دور دھکیل دیا اور نامعلوم زبان میں چیخنے چلانے لگی۔ میں نے اس کے دل سوز لہجے سے اندازہ لگایا کہ وہ کسی سے فریاد کر رہی ہے اس کا جسم ''تڑپا'' مچلا اور گھر گھر کر چھانے والے سرخ رنگ کے بادلوں نے ا میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ وہ چیختی رہی اور جب بادل وہاں سے ہٹے تو ژولین کی جگہ راکھ کا ڈھیر تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ چند لمحات میں یہ کیا سے کیا ہو گیا؟ یہ ناقابل فراموش اور دلخر منظر دیکھ کر مجھ پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور جب میں آنکھ کھولنے کے قابل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میں جھونپڑی میں موجود ہوں، سرنگا میرے سرہانے ب مجھ پر جھکا ہوا کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سریتا خوف سے میرے ہاتھ سہلا رہی ہے، توشا اور دور کھڑی ہوئی کانپ رہی ہیں۔ فلورا کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس نے مجھے دیکھ کر کسی جذ اظہار نہیں کیا۔ میں خود کو دوبارہ جھونپڑی میں دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا؟ ابھی کہاں تھا؟ میں نے سرنگا کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا اور پوچھا کہ میں یہاں کب ہوں۔ اس نے بتایا کہ پلک جھپکنے کی دیر ہوئی ہے کہ اس نے مجھے جھونپڑی میں پڑا ہوا پایا ہے وہ ب دیکھ سکا تھا کہ میں خود یہاں آیا ہوں یا کوئی اور مجھے لے کر آیا ہے۔ میرے گلے میں جارا کا کھوپڑی موجود تھی۔ سرنگا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''عزیزم جابر...... تم رات بھر کہاں غائب رہے؟'' اس نے مضطرب انداز میں کہا۔ ''را یہ وحشی تمہاری تلاش میں سرگرداں رہے وہ متعدد بار جھونپڑی میں آئے اور ان دونوں لڑکیوں سے پوچھ گچھ کر کے چلے گئے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔''

میں نے سرنگا کی بات کا جواب دینے کے بجائے ٹھنڈی سانس لی اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر ہاتھ میں نے الگ کیا اور معذرت خواہانہ انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ دبلی پتلی معصوم، خوبص لڑکی نہیں مانی اور بدستور میرے ہاتھ دباتی رہی۔ گزشتہ رات میرے ساتھ جو ہولناک واقعات آئے تھے وہ ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آگئے۔ ژولین کو کیا ہوا؟ کیا یہ سب ایک سحر سیا میری واپسی کتنی اچانک ہوئی ہے۔ کیا میں جارا کاکا کی کھوپڑی کی وجہ سے اس عظیم الشان قص واپس آگیا؟ کیا ژولین؟ میں رات کے واقعات کی عقلی اور منطقی توجیہہ ڈھونڈنے میں غلطاں و تھا اور یہ میری بھول تھی۔ اس طلسم خانے میں عقل و منطق کی کیا گنجائش؟ مجھے خاموش اور فکر مستغرق دیکھ کر سرنگا کہنے لگا۔ ''سیدی جابر، یہ کھوپڑی تمہاری پاس کہاں سے آئی؟'' اس نے در کیا۔ ''کیا رات تم نے کوئی معرکہ سر کرنے کی کوشش کی تھی؟''

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بوڑھے سرنگا کو کیا جواب دوں۔ مقدس کھوپڑی دیکھ کر ا

ہوں میں ایک مخصوص چمک پیدا ہوئی مجھے گمان ہوا کہ کہیں اس کھوپڑی کے حصول کے لئے سرنگا قتل نہ کر دے۔ چنانچہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں نے کراہ کی آنکھیں بند کر لیں۔ طرح میں سرنگا کو ٹال کر یہ فیصلہ کرنے کا وقت لے سکتا تھا کہ مجھے اسے یہ سارا واقعہ بتانا چاہئے یا ں۔ سرنگا اب تک میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا تھا۔ اس کی رفاقت میرے لیے بڑی ت تھی۔ مگر میرا دماغ ان پے درپے ناقابل قیاس واقعات سے پریشان تھا۔ میں کچھ دیر سکون ہتا تھا لیکن سکون اس جزیرے میں قدم رکھتے ہی ہم سے جدا ہو گیا تھا۔ اِدھر میں نے آنکھیں بند یں، اُدھر جھونپڑی کے دروازے پر شور ہوا۔ پھر روشنی کے ساتھ ہی ایک خونخوار، دیوہیکل حبشی گلے ں بڑے بڑے کڑے ڈالے جسم پر نقش و نگار بنائے اندر داخل ہوا۔ اس کی صورت اتنی خوفناک اور یانک تھی کہ مجھے جھرجھری آگئی۔ سریتا نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا۔ توشا اور نیری اس مکروہ شخص و دیکھتے ہی تیزی سے اٹھیں اور اس کے قدم چاٹنے لگیں۔ یہ ان کی گہری عقیدت اور اُس شخص کی ظمت و برتری کا ثبوت تھا لیکن وہ شخص ان دونوں سے بے نیاز فلورا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس ے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے جھک کر فلورا کا ایک ہاتھ اٹھایا۔ اسے سونگھا ر پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر بدن کے مختلف حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی ر حیرت سے مجھے گھورنے لگا۔ ''شوالا!'' میرے ذہن میں جب شوالا کا نام اُبھرا تو میں سرتاپا لرز لیا۔ اس کی گردن پر سانپ جھول رہے تھے اور عجیب و غریب قسم کے کیڑے اس کے جسم سے چپٹے ئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی نگاہوں میں قہر آگیا۔ کچھ دیر تک وہ خوں بار انداز سے گھورتا رہا جیسے ھے قید خانے کی آخری تہہ میں پہنچانے کے منصوبے سوچ رہا ہو۔ سرنگا نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا کہ ں پیچھے ہو جاؤں لیکن خوف و لرزش کے باوجود میں نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں سے نہیں ائیں۔ پھر وہ میرے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی دیکھتے ہی چونک پڑا۔ ایسا لگا جیسے یہ مقدس کھوپڑی ہرے گلے میں دیکھ کر اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی گہری ہو گئی۔ وہ اپنی بان میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

''تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟'' اس کی زبان اس کے چہرے کی طرح کرخت اور سخت تھی۔

''ہاں، مقدس شوالا' میں رحم کا خواستگار ہوں۔'' میں نے بمشکل تمام کہا۔

''تم نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے، تم پر دیوتاؤں کا قہر نازل ہو گا۔'' شوالا نے حقارت سے کہا۔

میں نے گڑگڑا کر اس سے رحم کی اپیل کی لیکن اس نے ہر بار مجھے دیوتاؤں کے قہر و غضب سے

دھمکایا۔ ”کیا تم نہیں جانتے کہ یہاں ہمارا حکم چلتا ہے۔ تم نے من مانی کیوں کی؟“ اُس نے لہجے میں کہا۔

”مجھ سے غلطی ہوگئی مقدس شوالا۔“ میں نے عاجزی سے کہا۔

”تمہیں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نے ایک گناہ نہیں، کئی گناہ کیے ہیں۔“

شوالا نے ایک چیخ بلند کی اور پشت پر کھڑے ہوئے نیزا برداروں کو اشارہ کیا۔ وہ مجھ سے تھے۔ میں نے انکار کی جرات نہیں کی۔ چپ چاپ ان کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے حسرت کی سریتا، سرنگا اور فلورا پر ڈالی۔ ہر لمحے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہ ہمارا آخری وقت ہے۔ سریۃ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کی اس محبت پر میرا دل بھر آیا۔ جب مجھے وہ جھونپڑی کے باہر کھلے میں لے گئے تو ڈھول پیٹے جانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک انبوہ کثیر نظر آنے لگا۔ ش غضب کے کسی دیوتا کی طرح میرے قریب کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار میرے گلے میں پڑ جارا کا کی کھوپڑی کی طرف اُٹھ جاتی تھیں اور ان میں خون اتر آتا تھا۔ میں نے محسوس کیا اضطراب سے دوچار ہے۔ وہ عجیب عجیب، بے ہنگم قسم کی حرکتیں کر رہا تھا۔ کبھی اپنے گلے میں ہوئے کڑے کھینچنے لگتا۔ کبھی اپنے جسم کا رنگ کھرچنے لگتا۔ کبھی بال کھسوٹنے لگتا۔ وہ اسی کیفیت کافی دیر تک دوچار رہا۔ پھر اس نے ایک گرج دار آواز اپنے حلق سے نکالی۔ اتنی بھیانک کہ اطراف کھڑے ہوئے نیزا بردار حبشی بھی کانپ اُٹھے۔ موت کا یہ جشن نقاروں کی گونج میں م تھا۔ شوالا نے ہلاکت خیز آواز میں کہا۔ ”اے منحوس اجنبی مقدس جارا کا کی کھوپڑی اپنی گر اتار دے، یہ شوالا کا حکم ہے۔“

شوالا کا حکم سن کر مجھے اپنی سانس اُکھڑتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن میں مستعد کھڑا رہا۔ مجھے آئی جس نے کہا تھا کہ جس شخص کے پاس جارا کا کی کھوپڑی ہو، وہ آسمانی بلاؤں اور زمینی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خیال آیا تو کچھ ہمت پیدا ہوئی۔ میں نے سوچا جابر شوالا کھوپڑی اتار اتنی سختی سے کیوں دے رہا ہے اور ژولین نے اپنی شرط منواتے وقت کھوپڑی اتارنے کی ہدایت کی تھی۔ بات میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ میں نے ہمت کر کے شوالا کو مخاطب کیا۔ ”شوالا، مجھے علم تم توری قبیلے کے معزز سردار ہو، میں تمہاری پُراسرار طاقتوں کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔ نے مجھے تمہارے آگے بے بس کر دیا ہے لیکن میں ذلت کی زندگی کے بجائے عزت کی موت کرتا ہوں۔ مقدس جارا کا کی یہ کھوپڑی میں نے طاقت سے حاصل کی ہے۔ میں اسے نہیں تم ایک بے بس انسان کے سامنے اپنی پُراسرار طاقت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ اگر مجھ سے مقابلہ ک یہ شعبدے علیحدہ رکھو، میں تم سے لڑنے کے لیے تیار ہوں۔“

”میں جانتا ہوں، تجھے یہ سب کہاں سے معلوم ہوا ہے۔“ شوالا نفرت انگیز لہجے میں بولا۔ ”تو نے اس بدبخت توشا کو مجبور کر دیا تھا۔ تو نے میری امانت میں خیانت کر کے ایک ذلیل جرم کا ارتکاب یا ہے، شوالا مدفون مردوں کا حال بھی جان سکتا ہے توشا نے مجھ سے غداری کی ہے۔“

شوالا نے چند وحشیوں کو اشارہ کیا۔ اس کے حکم پر نیزا بردار حبشی دوبارہ جھونپڑی میں گئے اور شا کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے مجھے حیرت تھی کہ توشا کے منہ سے اس وحشیانہ بے پر ایک آہ تک نہ نکل سکی۔ البتہ وہ خوف سے زرد ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے سرنگا، سریتا اور نیری ی نیزا برداروں کے ساتھ اس اژدہام میں شامل ہوگئے۔ توشا نے مجھے دیکھا تو نفرت سے منہ پھیر ا۔

شوالا نے با آواز بلند توشا پر غداری کا الزام عائد کیا۔ توشا جواب دینے کے بجائے خاموش ڑی رہی۔ شوالا چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھ سینے کی سیدھ میں آگے کی ب پھیلائے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو حرکت دی۔ اچانک میرے ریتا اور توشا کے منہ سے ایک چیخ نکل پڑی جس جگہ توشا کھڑی تھی، وہاں زہریلے ناگوں نے نہ نے کن راستوں سے آ کر گھیرا ڈال لیا تھا اور خطرناک انداز میں پھنکار رہے تھے۔ توشا کی خاموشی زار نہ رہ سکی۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں۔ ہریلے ناگ اپنی زبانیں نکالے جھوم رہے تھے۔ پھر جو منظر میں نے دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے ان لڑکھڑاتی ہے، زہریلے ناگوں نے جس حصے کا احاطہ کر رکھا تھا وہاں زمین کے چھوٹے موٹے راخوں سے بے شمار آدم خور چیونٹیاں نمودار ہو کر توشا کے بدن سے لپٹ گئیں، توشا نے خود کو انے کی جدوجہد کی لیکن ناکام رہی۔ اس کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ چیونٹیوں نے اسے پالیا اور منٹوں میں ان کا زہر تیزی سے اس کے خون میں سرایت کر گیا۔ وہ تڑپتی اور زمین پر ہاتھ پیر لی رہی لیکن چیونٹیوں کے اس ہجوم نے اس طرح یلغار کی تھی کہ توشا زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی۔ شوالا پنے عمل میں مصروف تھا اور گردن اُٹھا اُٹھا کر دلچسپی سے توشا کا یہ عبرتناک انجام دیکھ رہا تھا۔ ڈھول ۔ رہے تھے۔ میری حالت ابتر ہوگئی تھی میں نے افریقہ کے جنگلوں میں پائی جانے والی ان نٹیوں کے بارے میں پہلے سنا ہی تھا۔ اب آنکھوں سے دیکھ لیا۔ توشا کا سارا بدن ان چیونٹیوں نے ماذالا۔ میری نظروں کے سامنے محض ہڈیوں کا پنجر رہ گیا تھا۔

سریتا بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ میری طبیعت بھی مکدر ہوگئی تھی۔ شوالا نے مجھے مخاطب کیا۔ یکھا تو نے مجرم توشا کا انجام؟ یہ ہے میری طاقت، میں کہتا ہوں تو مقدس جارا کا کی کھوپڑی اتار ے۔“

سرنگا نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ میں انکار کر دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ شوالا تلملا گیا اور مجھے بھیانک سزاؤں سے ڈرانے دھمکانے لگا۔ یہ بات اب آسانی سے سمجھ میں آ گئی تھ لوگ خود بڑھ کر جارا کاکی کھوپڑی میری گردن سے اتارنے میں گریز کر رہے ہیں۔ یقیناً اس بھی ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ میں نے کھوپڑی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی اور سرنگا کے اشار دوبارہ منع کر دیا۔ شوالا یہ کہہ کر وہاں سے پیر پٹختا ہوا رخصت ہو گیا کہ وہ دو دن کی مہلت دے ر اگر کھوپڑی نہیں اتاری گئی تو کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔

ہم سب نیم جان و دل جھونپڑی میں واپس آ گئے۔ سریتا کا برا حال تھا میں نے اس کا ہاتھ اندر فلورا تنہا لیٹی ہوئی تھی۔ وہ غالباً اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ سرنگا داس سر جھکائے کچھ سو تھا۔ یکایک وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''عزیزم جابر! تم نے بتایا نہیں، کہ یہ کھوپڑی تم نے کہا حاصل کی ہے، کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا؟''

''نہیں نہیں، سرنگا۔'' میں نے شرمندگی سے کہا۔ ''اگر ہم بچے کھچے لوگ ایک دوسرے نہیں کریں گے تو پھر کس پر کریں گے۔''

''رات کی سرگزشت بتاؤ، شاید میں کوئی راہ نکال سکوں۔'' سرنگا نے حوصلہ دلایا۔

''راہ...... تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں سرنگا، ہماری کشتی چھپا دی گئی ہے یا ضائع ک ہے۔ ہم یہاں مرنے کے لئے آئے ہیں۔ اب کیا رہ گیا ہے۔ جلد ہی یہ روز روز کا تماشا ایک جائے گا سرنگا اب میں تھک چکا ہوں۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔

''تم ہمت ہار بیٹھے؟ ہونہہ، تم نے جارا کاکی کھوپڑی حاصل کر کے ایک کارنامہ س ہے، مجھے بتاؤ یہ سب کیسے ہو گیا؟''

اس کے اصرار پر میں نے گزشتہ رات کی تمام سرگزشت سنا دی۔ سرنگا شوق اور حیرت کچھ سنتا رہا اور آنکھیں پٹ پٹاتا رہا۔

''جابر! کیا تمہیں وہ غار یاد ہے؟'' اس نے کہا۔

''میں اُسے تلاش کر سکتا ہوں۔'' میں نے اضمحلال سے جواب دیا۔

''کیا تم مجھے لے کر وہاں چل سکتے ہو؟''

''مگر سرنگا یہ کس طرح ممکن ہے کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔''

''مگر کیوں؟''

''تمہیں پتہ نہیں کہ تم منزل سے کس قدر قریب پہنچ گئے تھے، تم نے اپنی جذباتی طبیعا

جلد بازی سے بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ تم نے مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ بہرحال یہ کھوپڑی اپنے محفوظ رکھو۔ یہاں ابھی تمہیں کچھ اور بھی دلچسپ اور خوبصورت مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ تم نے بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے پاس کھوپڑی موجود ہے، میری اور سریتا کی فکر نہ کرو۔ میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں۔ میرے عزیز۔ یہ اسرار کی دنیا ہے۔ میں نے تمہیں بہت سمجھایا لیکن تم نے شاید غور میری باتوں پر توجہ نہیں دی۔ عزیزم حوصلے سے کام لو مجھے کسی طرح اس سرنگ میں پہنچا دو۔''

''کیا تم سریتا کے ساتھ جاؤ گے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں سریتا یہیں رہے گی۔''

''کیا سریتا کا یہاں تنہا رہنا ٹھیک ہوگا؟''

سرنگا نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ سریتا کو یہاں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ نہ جانے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ سرنگا داس بے چینی سے پہلو بدلنے لگا اور آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ سریتا یہاں رہنا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ ہم نے طے کیا کہ جب فلورا یہاں سے شوالا کے پاس چلی جائے اور نیری اس کے ساتھ رخصت ہو جائے گی تو ہم سریتا کے ساتھ یہاں سے فرار کی کوشش کریں گے۔

ہم دونوں دیر تک اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچتے رہے۔ سرنگا کے لہجے کی تمکنت اور تیزی سے میں پہلے ہی متاثر تھا۔ وہ میرے لیے ایک بہت ہی انمول شخص ثابت ہوا تھا۔ اسے اپنے آپ پر قابو رکھنے کی غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ وہ کچھ ایسی پُر اسرار باتیں اور حرکتیں کرتا رہتا جو میری عقل میں نہیں آتی تھیں۔ سارا دن ہم دونوں اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتے رہے۔ سریتا بھی قریب بیٹھی غور سے گفتگو سنتی رہی، صبح سے شام تک آنسو بہانے کے سوا اسے کوئی کام نہیں تھا۔ نے دن بھر مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ وہ حسرت ناک نظروں سے میری طرف دیکھتی اور فلورا کے سے کپڑے علیحدہ کرنے میں مصروف ہو جاتی۔ مجھے اس کی حالت پر رہ رہ کر ترس آتا تھا۔ سریتا بے کار بیٹھے بیٹھے اکتا گئی تھی۔ اُسے جب کوئی کام نہیں ملا تو وہ میرا سر دبانے لگی۔ یہ معصوم لڑکی دھیرے دھیرے، بہت آہستہ آہستہ اپنے اندر کے جوہر مجھ پر عیاں کر رہی تھی۔ جب اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تو ہم خاموش ہو گئے۔ کب تک باتیں کرتے؟ ہم آنے والی کل کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگنے لگے۔ آنے والی کل بڑی غیر یقینی تھی۔ میں سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے کہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی میرے گلے سے یہ کھوپڑی نہ اُتار لے۔ ممکن ہے سرنگا کی نیت خراب ہو جائے ممکن ہے نیری اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس کھوپڑی کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلسل جاگتا رہوں۔ سوچتے سوچتے میرے ذہن میں آیا کہ

کیوں نہ کھوپڑی گلے سے اُتار کر اپنی شکستہ پتلون کے اندر ڈال لوں اور اس کا سر کسی بٹن سے
لوں لیکن اس سے کہیں کھوپڑی کی بے حرمتی نہ ہو۔ میں لیٹا رہا۔ جب بھی غنودگی طاری ہونے لگ
ہڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھتا۔ جب بھی اُٹھتا نیری کو اداسی کے عالم میں بیٹھی ہوئی دیکھتا۔ وہ توشا کی
موت کے غم سے نڈھال تھی اور اپنے انجام کی طرف سے متفکر نظر آتی تھی۔ آج تو شوالا نے اُ
دیا تھا مگر کل کیا ہوگا؟ اس کا جرم بھی توشا کی نوعیت کا تھا۔

میرا دل کہنے لگا کہ اسے قریب بلاؤں۔ آخر وہ جاگ کیوں رہی ہے؟ آہ، کل یا پرسوں
ذبح کر دی جائے گی۔ میں نے اسے انگلی کا اشارہ کیا۔ جب وہ نہیں آئی تو کچھ توقف کے بعد
اسے آواز دی۔ ''نیری۔ مجھے توشا کے انجام پر افسوس ہے مگر تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں خو
قیدی ہوں۔ کاش میں اس کی کوئی مدد کر سکتا۔''

جواب میں وہ سسکنے لگی میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جارا
کھوپڑی سے خوفزدہ ہے۔ میں نے ہار پلٹ کر کھوپڑی کا رخ پشت کی طرف کر دیا۔ ''آؤ آ
مقدس جارا کاکا کی کھوپڑی اب تمہارے سامنے نہیں ہے کل پتہ نہیں تمہارے اور میرے
ہو؟ ہمارے پاس صرف آج کی مہلت ہے۔ کل کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہاں ہر سو خوں ریز
درندگی کا کھیل ہے ہم تم جو اس وقت سچے انسان ہیں کیوں نہ انسانوں کی طرح ملیں۔ زندگی
وقت ملا ہے اسے کیوں نہ لطف کے ساتھ گزارا جائے۔ تم موت سے ڈرتی ہو۔ ایک وقت تھ
بھی ڈرتا تھا مگر موت کئی بار آ کر ٹل گئی۔ ہر بار میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور ہر بار مج
ملی۔ اب میں نے موت کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیا ہے۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔'' میر
افسردگی دور کرنے کے لئے حیات و ممات کے فلسفے پر اس کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں آہستہ آ
دے رہا تھا۔ نہ معلوم وہ میری باتیں سمجھ رہی تھی یا نہیں۔ میں اُسے باتوں میں لگا کر کچھ وقت
تھا۔

یہی موقع تھا جب میں اس سے مقدس اقابلا، جارا کاکا کی کھوپڑی کے کمالات اور اثر
بارے میں ضروری باتیں پوچھنا چاہتا تھا لیکن نیری آج کچھ بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ وہ
آغوش پر چھپنے لگتی اور جب میں اسے زیادہ پریشان کرتا تو سسکیاں لینے لگتی۔ مگر میں نے
سلسلہ بند نہیں کیا۔ پوچھتا رہا۔ اس نے بھی اپنی خاموشی نہیں توڑی۔ چپ چاپ میری
رہی۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور جھنجوڑ جھنجوڑ کر اس سے پوچھا تو اس نے رود
انداز میں کہا کہ وہ مزید کچھ نہیں جانتی۔ وہ اور توشا جتنا کچھ جانتی تھیں، وہ پہلے ہی بتا چکی تھ
کاکا کی کھوپڑی کے متعلق اس نے صرف اتنا بتایا کہ وہ ان کے نزدیک سب سے مقدس

ہے۔ اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس کے اطلاقات اور طریقہ استعمال سے وہ قطعاً ناواقف تھی۔ میں
اس انداز میں سوالات کر رہا تھا جیسے میں جانتا تو سب کچھ ہوں لیکن برائے گفتگو برائے بحث
رہا ہوں۔

نیری معصومانہ انداز میں صرف ہوں ہاں کر رہی تھی۔ وہ بڑے لطیف احساسات کی حامل تھی۔
ایک بار اسے خوب اچھی طرح پرکھ چکا تھا۔ اب پھر وہ میرے قریب تھی۔ بہت قریب۔ میں نے
زمین پر لٹا دیا اور خود بھی اس کے برابر لیٹ گیا۔ اس کا بدن گرم تھا اور میرا لہو بھی سرد نہ تھا۔
یہ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونوں یہ بھول گئے کہ ہم وادی اجل میں ہیں۔ موت ہمارے سرہانے
ی ہے اور کسی بھی لمحے ہمیں دبوچ سکتی ہے۔ نیری اب پوری طرح مغلوب ہو چکی تھی۔ جارا کاکا
ھوپڑی میرے دائیں بازو کے قریب پڑی آتش شوق کا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ میں جذبات کے
نی دھارے میں بہنے لگا۔

''بس بس۔'' اس نے کہا۔ ''اب یہ ناممکن ہے۔''

''کیوں؟ آخر تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔'' اس نے اکراہ سے کہا۔

''کیا تم پھر خوفزدہ ہو گئی ہو؟'' میں نے پیار سے پوچھا۔

''نہیں، وہ، یہ گناہ ہے۔'' اس نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''گناہ؟ وہ کیسے؟'' میں نے ہنس کر پوچھا۔

''وہ، وہ سامنے ہے۔'' اس نے جارا کاکا کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا۔

''تو کیا ہوا؟''

''اس کی موجودگی میں یہ گناہ ہے۔ یہ ہمارے قبیلے کی رسم ہے کہ جن لوگوں کے پاس جارا کاکا
وپڑی ہوتی ہے وہ جسمانی میل ملاپ نہیں کرتے۔''

میں نے عالم وارفتگی میں اسے اور دبوچتے ہوئے کہا۔ ''تم اس کھوپڑی سے ڈرتی ہو؟ اس بے
شے میں کیا دھرا ہے۔ یہ تم لوگوں کا اندھا اعتقاد ہے۔'' میں نے اسے آمادہ کرنے کے لئے یہ
لہہ تو دی، لیکن میں خود اس کھوپڑی کا قائل ہو گیا تھا۔

''نہیں۔ جب تک تمہارے جسم پر یہ مقدس کھوپڑی ہے، ایسا نہیں کیا جا سکتا۔'' نیری نے ہچکی
سانسوں کے درمیان کہا۔

اس لمحہ سرمستی میں نیری کے اچانک انکار سے مجھ میں سرکشی آگئی تھی مجھ پر ایک جنون طاری
تھا۔ میری عقل کھوپڑی کی علیحدگی کے لئے ہرگز تیار نہیں تھی مگر دل تھا کہ نیری کی بات مان لینے کو

بے چین تھا۔

میری عقل نے دلیل دی کہ اگر میں صرف تھوڑی دیر کے لئے جارا کا کا کی کھوپڑی اتار لوں آخر کیا حرج ہے۔ اس لڑکی کے دست و بازو اتنے قوی نہیں ہیں کہ وہ زبردستی اپنے گلے میں زریں پہن سکے۔ سرنگا بے حس و حرکت پڑا ہے۔ فلورا اپنے حواس میں نہیں ہے، سریتا کونے میں سو رہی ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "نیری میرے پاس آؤ، دیکھو میں یہ کھوپڑی اپنے گلے سے اتار رہا ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

ابھی میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ہار اتارنا چاہا ہی تھا کہ سرنگا بجلی جیسی سرعت سے اٹھا اس نے میرا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ "کیا غضب کرتے ہو جابر۔" سرنگا گرجنے لگا۔ "شاید تمہارا توازن بگڑ گیا ہے۔ بدبخت اگر یہ کھوپڑی تمہارے گلے سے اُتر گئی تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ کیوں نہیں؟ یہ لڑکی توشا کا انجام دیکھ چکی ہے۔ اب غالباً شوالا سے اپنی سزا معاف کرانے کے اُس کی خدمت میں جارا کا کا کی کھوپڑی تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے۔ تم کیسا زبردست مول لے رہے ہوں بڑے نادان ہو۔"

سرنگا کے مخل ہونے پر میں بہت تلملایا۔ اس وقت کوئی اور ہوتا تو میں اس کا خاتمہ کر اپنے جسم کی آگ بجھا لیتا مگر سرنگا پر میرا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا تھا۔ سرنگا نے میرے بال نوچنے دیئے تھے تاکہ میں اپنے بہکتے ہوئے خیالات کا رخ موڑ سکوں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب حالانکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ نیری اتنی ذہین ہو سکتی ہے، میں نے ندامت سے گردن جھکا فلسفیانہ انداز میں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ رات گزرتی گئی۔ نیری ابھی تک جاگ رہی تھی۔ مجھے آنے لگی تھی لیکن نیری کی شب بیداری میں سونا خطرہ کا سبب بن سکتا تھا، مگر میں کب تک جا آخر میری آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب نیری میرے گلے پر جھکی ہوئی بہت آہستگی سے کی کوشش میں مصروف تھی۔ میں تیزی سے اٹھا۔ نیری مجھے اچانک اٹھتا ہوا دیکھ کر جھ دروازے تک بھاگ گی۔ سرنگا کا گمان سچ نکلا میں نے طے کر لیا کہ مجھے اس کا کام تمام کر دینا

یہ کام بہت سخت تھا اور میرے جیسے شخص کے لئے تقریباً ناممکن تھا لیکن نیری کی حبشیوں کے خلاف نفرت نے مجھے انتقام لینے پر مجبور کر دیا۔ میں نے مصمم عزم کر لیا کہ کے لئے سلا کر اپنی زندگی کا چراغ جلاؤں۔ میں اُٹھا اور بلا کی طرح اس کی طرف بڑھا لیکن ایک تیز آواز سے جھونپڑی کا دروازہ کھلا جیسے کسی نے زور سے اسے دھکا دیا ہو۔ اس کے ہوا۔ اس کا ذکر نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ مختصراً یہ کہ کسی آدمی کے بجائے کرکٹ کی گیند روشن گولا فضا میں تیرتا ہوا اندر داخل ہو کر اوپر فضا میں معلق ہو گیا۔ نیری وہ پُر اسرار گ

چیختی چلاتی ہوئی ایک طرف ہٹی، لیکن روشن اور متحرک گولے نے پھر اس کی طرف رخ ری کا برہنہ بدن گولے سے ٹکرایا اور دیکھتے دیکھتے دہکتے شعلوں کی زد میں آ گیا اور ایک ہی راکھ بھی ہو گیا۔ اسے توشا کی طرح نہ پھڑ پھڑانے کی اجازت ملی نہ آہ و بکا کی۔ وہ شوالا یا را کا کا، پتہ نہیں کس کے طلسم کا نشانہ بن گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آگ کے شعلے نے نہ تو اس جلائی جو زمین پر پڑی تھی اور نہ ہی جھونپڑی کو کوئی نقصان پہنچا اور دوسری تعجب خیز بات اس ہنگامے میں سریتا اور سرنگا کی آنکھ تک نہ کھلی۔ حالانکہ سرنگا عموماً جاگتا رہتا تھا۔ وہ ایک صاب کا شخص تھا جس کے متعلق میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ سوتا نہیں ہے۔ تاریک ے ان کرشموں نے اسے بھی سلا دیا تھا۔ جب نیری کا جلا ہوا بدن راکھ کا ڈھیر بن گیا تو میں کو جگانا چاہا مگر اس کے بجائے سریتا خود بخود انگڑائی لے کر اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ میں نے اسے یا۔ "سریتا۔ کیا بات ہے؟ تمہاری آنکھ کیسے کھل گئی؟" سریتا میرے سوال کا جواب دینے کے ہتہ سے اٹھی اور سرنگا کو پھلانگ کر دروازے کی جانب بڑھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کسی سے بیدار ہوئی ہے لیکن اس کے چلنے کا انداز عجیب تھا۔ وہ میرے قریب سے کترا کر نکل نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ "سریتا رات کے وقت تمہارا تنہا باہر جانا مناسب نہیں ہے۔ یدار کر لو۔" اس بار بھی سریتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اُس سے اس رویے کی توقع نہیں ایک مجھے خیال آیا کہیں وہ بھی کہیں وہ بھی اس وقت کسی طلسمی عمل کا شکار تو نہیں؟ میں نے ے جا لیا اور اس کی کلائی پکڑ کر درشت لہجے میں پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو تم؟"

برے خدا۔ سریتا نے خوفناک نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی قہر آلود نظریں میرے جسم میں ۔ میں نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔ سرنگا کو آواز دینا چاہا ہی لیکن اس سے اس دھان پان سی نازک شرمیلی لڑکی نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑا لی۔ میں تصور بھی نہیں ھا کہ اس کے دبلے دبلے ہاتھوں میں اس قدر طاقت ہو گی۔ اس کا کلائی چھڑانے کا انداز دیکھ کے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سریتا مشینی انداز سے گھومی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دروازہ باہر نکل گئی۔

ں نے بھی اس کی پیروی میں دروازے سے باہر جانا چاہا لیکن پہرے دار حبشیوں نے اپنے سے میرا راستہ روک دیا۔ میری عقل خبط تھی۔ ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو میں نے سرنگا کو جھنجوڑنا ر دیا۔ وہ بھڑک کر اُٹھا اور تعجب سے پوچھنے لگا۔" جابر۔ کیا بات ہے کیا پھر کوئی واقعہ پیش آیا

'جلدی اٹھو سرنگا۔ سریتا چلی گئی۔"

''سریتا چلی گئی؟ کہاں؟'' سرنگا نے تیزی سے نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر چیتے کی اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ''کہاں گئی سریتا؟''

''مجھے نہیں معلوم میں نے اسے روکا تھا لیکن......''

''لیکن کیا؟''

میں نے پہلی بار سرنگا کو حواس باختہ دیکھا۔ وہ مجھ پر برہم ہوگیا، اس نے میری گردن جھ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لیے کہ اس کا یہ اضطراب اور جنون قطعی فطری تھا۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا۔ ''تم نے اسے جانے کیسے دیا؟ تم ایک لڑکی کو نہ روک سکے؟''

میں نے اسے تحمل کی تلقین کی اور ایک ہی سانس میں پوری رات کی ہلاکت خیز روداد تفصیل سنا دی۔ وہ کچھ پاگل سا ہوگیا لیکن اس کی یہ کیفیت عارضی تھی۔ اس نے جلد ہی سر جھٹک کر ا لگام دل و دماغ کو قابو کیا۔ اس کے بعد وہ پھر سے ایک پرانا، ٹھنڈا، پُراسرار اور تجربہ کار بوڑھ ہوگیا۔ اندھیرا میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''جابر۔ سریتا کو اغوا کر کے ان حبشیوں نے اچھا نہیں کیا۔ بہت برا کیا ہے۔ انہیں واپس کرنا ہوگا۔''

میں نے اُس کی بات پر ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''تم کہاں تک جاؤ گے؟ ان طلسمی چکر کب تک بچو گے؟ یہ تو بہت پہلے ہونا تھا!''

سرنگا کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ اُبھر آئی۔ اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ اپنی مورتی نکالی جو میں متعدد بار دیکھ چکا تھا۔ پھر اس نے کچھ بدبدانا شروع کر دیا۔ میں نے قہقہہ لگایا لیکن وہ میرے ہذیان سے بے پروا مورتی سامنے رکھے اناپ شناپ کچھ کہتا ر گھٹنوں کے بل زمین پر جھک گیا۔ اس کی آواز بتدریج تیز ہونے لگی اور کسی مجنوں کی س ہوگئی۔ میرا خیال تھا کہ سریتا کے جانے سے اس کے دماغ پر برا اثر پڑا ہے لیکن مجھے کچھ ایسا کہ مورتی اپنا حجم بڑھا رہی ہے۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سرنگا تیز پڑھ رہا تھا۔ میرا خون شریانوں میں منجمد سا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا کہ پتھر کی اس مورتی جیتی جاگتی ہندوستانی عورت کی شکل اختیار کر لی۔ وہ کوئی دیوی تھی۔ جھونپڑی کے سناٹے شیریں آواز ابھری یہ اسی پُراسرار عورت کی آواز تھی۔ اس نے سرنگا کو مخاطب کر کے کچھ کہا۔ میں کچھ نہیں آیا۔ سرنگا فرطِ عقیدت سے عورت کے قدموں پر اپنی آنکھیں اور گال رگڑنے ا بہاتا ہوا گڑگڑانے لگا۔ یہ بڑا ناقابل یقین سا پُراسرار منظر تھا۔ سرنگا نے عاجزی سے اور ء پُرسکون لہجے میں کچھ باتیں کیں۔ میں ان کی زبان سے ناواقف تھا۔ جب سر تا اور سر

درمیان میں آتے تو میں کچھ سمجھ جاتا کہ بات انہی کے متعلق ہو رہی ہے۔

سرنگا کا یہ عمل کوئی دو منٹ سے زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا، جب اس نے عورت کے پیر چھوئے تو اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور غائب ہوگئی۔ اب وہاں وہی چھوٹی سی مورتی تھی اور سرنگا تھا۔

سرنگا نے احتیاط سے مورتی جیب میں رکھی اور فخر سے میرے پاس آیا۔ ''حیران ہو سیدی جابر؟''

میں خاموش رہا تو کہنے لگا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔''

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر حکمیہ انداز میں کہا۔

''ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لو اور دوسرے ہاتھ سے جارا کا کا کی کھوپڑی تھام لو اور مجھے اس غار تک لے چلو۔''

''سرنگا۔'' میری زبان میں لکنت آ گئی۔

''سرنگا میں کہتا ہوں اب تمہارا وہاں جانا بے سود ہوگا۔'' میں نے اس وحشت زدہ شخص کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس گلبدن ژولین کو اپنی نظروں کے سامنے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا۔''

''میری ہدایت پر عمل کرو عزیزم جابر۔ ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ تھام لو اور دوسرا ہاتھ جارا کا کا کی کھوپڑی پر جما لو۔ ہمارا اس غار تک پہنچنا ضروری ہے۔ جہاں تم ژولین سے ملے تھے۔'' سرنگا نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن سرنگا تم......'' میری آواز میں لکنت آ گئی۔

''دیر مت کرو عزیزم جابر گھبراؤ نہیں، میں نے تم سے کہا نہیں کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ ہم یہاں کب تک پڑے رہیں گے؟ اب سریتا بھی غائب ہوگئی۔ فلورا تمہارے سامنے بے ہوش پڑی ہے انہوں نے ایک ایک کر کے ہمارے ساتھیوں کو ختم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر جواد ابھی تک بیمار ہے۔ کیا تم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے یہاں بیٹھے رہنا چاہتے ہو؟ کیا ہمیں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے؟ کیا ہم ان وحشیوں کے ظلم و ستم کا اسی طرح نشانہ بنتے رہیں؟''

''سرنگا۔ سریتا چلی گئی ہے تو تم اس طرح کی باتیں کرنے لگے ہو' حرکت کی ابتدا تو میں نے کی تھی۔ تم اس وقت میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے، مجھے پُرسکون رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ فلورا اور سریتا میں اتنا فرق ہے کہ سریتا کی گمشدگی سے تمہارے سرد خون میں ابال آ گیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری کوئی کوشش کامیاب ہوگی؟ جادو، پُراسرار واقعات، چاروں طرف سمندر، یہ اجنبی چہرے یہ طلسمی ماحول اور ہماری ناتوانی، خاموشی اور سکون سے موت کے منتظر رہو۔ اب مفر کی کوئی صورت نہیں۔''

میں نے زہرخند سے کہا۔ ''ہمارا تم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے، کیوں الجھن میں پڑے ہو؟

ژولین نے کہا تھا کہ آج تک کوئی اجنبی اس جزیرے سے واپس نہیں گیا۔ بس موت ہی ہمیں ان مصائب سے نجات دلا سکتی ہے۔"

"جابر کچھ سمجھنے کی کوشش کرو، اب کیفیت وہ نہیں ہے جو پہلے تھی۔ تم نے ایک غار کا پتہ چلالیا ہے اور جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی حاصل کرلی ہے اور میں نے اپنی دیوی سے رابطہ قائم کرلیا ہے۔ عزیزم یہ وقت تلخ باتیں کر کے گنوانے کا نہیں، ہمیں متحد ہو کر کچھ کرنا چاہئے۔ زندگی رہی تو تم مجھے بہت سے طعنے دے لینا۔" سرنگا کے لہجے میں شگفتگی اور اضمحلال تھا۔

"فلورا یہاں اسی طرح تنہا پڑی رہے گی؟ اب اس کے پاس توشا اور نیری بھی نہیں ہیں، کیا ہمارا اسے تنہا چھوڑ کر جانا مناسب رہے گا، یہ ظلم ہے سرنگا۔"

میں نے فلورا کی جانب اشارہ کیا۔ جو نیم جاں حالت میں تماشائے عبرت بنی وہاں پڑی ہوئی تھی۔ سامنے نیری کا جلا ہوا ڈھانچا تھا۔

اس بوڑھے پُرسکون شخص سرنگا کو میں نے پہلی بار مشتعل اور حواس باختہ دیکھا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ مکروہ چہرے والے حبشی سریتا کے ساتھ بھی فلورا والا واقعہ دہرائیں گے۔ سرنگا بڑے اطمینان سے کہا کرتا تھا کہ وہ سریتا پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ اس کا یہ اعتماد کسی قدر بجا بھی تھا کیونکہ میں نے ابھی ابھی پتھر کی چھوٹی مورتی کو ایک ہندی عورت کی شکل میں نمودار ہو کر سرنگا سے کچھ باتیں کر کے غائب ہوئے دیکھا تھا۔ عورت کے غائب ہو جانے کے بعد سرنگا کے چہرے پر اطمینان سا نظر آیا تھا۔ میرے لیے اس کی شخصیت پہلے ہی پُراسرار تھی، اب اور اس نے متاثر کر دیا تھا لیکن میں ان پے در پے انوکھے اور ناقابل فہم واقعات سے کچھ ایسا دل برداشتہ ہو گیا تھا کہ اب زندہ رہنے اور آزاد ہو جانے کی موہوم سی امید بھی ختم ہو گئی تھی۔ سرنگا کے اصرار پر میں نیم دلی سے اٹھا اور باہر جھانک کر دیکھا۔ پہرے دار جاگ رہے تھے میں نے سرنگا کو بتایا کہ اس وقت باہر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے ان کی تعداد پوچھی۔ وہ دو تھے۔ سرنگا نے دروازے کی آڑ میں کھڑا کر کے ایک دم چیخنا شروع کر دیا۔ باہر حبشیوں کی آواز اُبھری۔ وہ منمنا رہے تھے۔ سرنگا کی کربناک چیخیں سن کر ان میں سے ایک سرنگا کے کرب کی وجہ جاننے کے لئے اندر آیا۔ اس کا اندر جھانکنا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اس کی گردن پوری قوت سے دبوچ لی اور اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دیئے بغیر پشت سے ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ چیختا ہوا زمین پر منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔ ادھر سرنگا نے نوجوانوں کی سی پھرتی سے نیزا چھین کر اسے بلند اور وحشیانہ انداز میں اس کی پشت میں گھونپ دیا۔ اس عرصے میں دوسرا پہریدار اپنے ساتھی کی آواز سن کر اندر آ گیا تھا۔ اس نے سرنگا پر نیزا تان لیا پھر سرنگا کا کام تمام ہونے ہی والا تھا کہ میں سا

آ گیا۔ میرے گلے میں جارا کاکا کی کھوپڑی لٹکی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر حبشی پہرے دار کے جسم میں رعشہ سا پیدا ہوا۔ بس اسی ایک لمحے کی رعایت میں، میں نے اس پر سامنے سے حملہ کر دیا۔ وہ زمین پر آ گرا اور اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جب سرنگا نے نیزا اٹھا کر مجھے علیحدہ کر کے اس کے جسم میں نیزہ پیوست کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ دوسرے پہرے دار کا سانس خود بخود بند ہو گیا تھا اور گردن ڈھلک گئی تھی۔ اب ہم دونوں کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، میں نے ایک الوداعی نظر فلورا پر ڈالی اور ہم دونوں تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ سرنگا کا ایک ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہم جنگل کی سمت بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ اونچے نیچے راستوں پر کئی جگہ ہمیں ٹھوکر لگی لیکن ہم چوٹوں اور ٹھوکروں کی پروا کیے، بغیر آگے بڑھتے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ سرنگا کی دیوانگی ہے، شاید اسے اس علاقے کی سریت کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ زندگی کے لئے یہ جدوجہد بے سود ہے۔ موت ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے مگر سرنگا کی چال میں اب بھی دم تھا۔ زندگی کی ایک موہوم سی امید انسان کے دل سے کبھی نہیں جاتی۔ بس وہ ایک کرن، ایک ہلکی سی کرن ہی تھی کہ شاید کوئی معجزہ رونما ہو جائے اور اس جدوجہد سے کوئی نتیجہ نکلے۔ یہی امید ہمیں آگے لیے جا رہی تھی۔ افریقہ کے اس تاریک علاقے میں جب مہذب دنیا کے لوگ روشنیوں اور رنگینیوں میں زندگی کے گیت گا رہے ہونگے ہم سیاہ رات اور اس ہولناک ویرانے میں موت و زندگی کی کش مکش سے دوچار تھے۔ نہ جانے ہمارے اعزا ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟ میرے سخت گیر باپ۔ انہوں نے کہاں کہاں مجھے تلاش نہ کیا ہوگا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا نوجوان بیٹا بلاؤں میں گھر گیا ہے۔ یہ کیسی دردناک موت ہے جو ہم سے مذاق کر رہی ہے اور ہماری آمادگی اور سپردگی کے بعد بھی ہم سے روٹھی ہوئی ہے مگر ہمارے ساتھ چلتی ہے۔ سرنگا کا سانس پھول گیا تھا۔ میں نے اسے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے کہا لیکن وہ نہیں مانا۔ گرتا پڑتا چلا ہی رہا حتیٰ کہ ہم جنگل میں پہنچ گئے۔

جنگل کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں کہ وہ کتنا وسیع اور گھنا تھا۔ اس کے راستے کتنے دشوار گزار اور خطرناک تھے۔ جگہ جگہ درندوں اور اژدہوں کا خدشہ لاحق رہتا تھا۔ جنگل کی رات بڑی وحشتناک ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو میری طرح بے بسی کے عالم میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے ہوں۔ وہاں داخل ہو کر سرنگا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات گزرنے سے پہلے غار کی تلاش ناممکن ہے۔ آگے بڑھتے تھے تو کسی درخت سے سر ٹکرا جاتا تھا۔ پھونک پھونک کر اور ٹٹول ٹٹول کر قدم بڑھاتے تھے تو دم گھٹنے لگتا تھا۔ ایک جگہ کسی درخت سے ٹکرانے پر ہماری ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور جسموں کی ایک ذرا سی آہٹ ہوئی تو سارا جنگل جاگ گیا۔ عجیب خوفناک قسم کی آوازیں چہار سمت

گونجنے لگیں اور ہمیں معلوم ہوا کہ جنگل میں درندوں کی کس قدر کثرت ہے۔ پھر آگے بڑھنے بجائے ہم نے واپس جانے کو ترجیح دی۔ ابھی جنگل کی ابتدا تھی اور ہم ذرا سی جدوجہد کے بعد و ہوسکتے تھے۔ میں نے اپنا رخ موڑ لیا اور میری پیروی میں سرنگا بھی چاروناچار پیچھے کی جانب چلنے کنارے پر ہمیں تاریکی کچھ کم معلوم ہوئی اور ہم درختوں کی پہلی قطار میں ایک ایسے درخت پر گئے جہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ رات گزرنے میں ابھی وقت تھا میں اور سرنگا ایک موٹے تنے پر گم صم بیٹھے ایک دوسرے کے ہاتھ ہاتھوں میں دبائے اپنی دلی کیفیات اور اضطراب کا آپس میں کر رہے تھے۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم اسی کیفیت میں بیٹھے رہے۔ کمر درد سے دُہری ہوگئی پہلو قرار نہیں تھا۔ چیونٹیاں جسم سے چپک گئی تھیں اور ہم دونوں جسم کے مختلف حصوں سے انہیں علیحدہ کر رہے تھے۔ اس جان لیوا مشغلے سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہم پوری طرح بیدار رہے صبح کے کے وقت ہم درخت سے اترے، اندھیرا دم توڑ رہا تھا۔ رات بھر کی تھکن سے جسم چُور چُور تھا، کہیں بے سُدھ گر کر گہری نیند لینے کے لئے اعضا تڑپ رہے تھے لیکن صبح کے طلوع ہونے کے ساتھ سرنگا کا جوش بھی طلوع ہو رہا تھا۔ وہ اب تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کی استقامت پر مجھے رشک تھا۔ سورج طلوع ہوا تو جنگل میں طائروں کی چہکار مچ گئی اور ہم بچتے بچاتے جنگل کے اندر اپنا م غار تلاش کرنے لگے۔ ہر طرف ایک جیسے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے اس لیے سمت کا تعین مشکل تھا۔ بار بار مختلف کھوہ، کنجوں اور جھنڈوں میں ہم گھس کر دیکھتے۔ وہ غار تلاش بسیار کے بعد بھی نظر نہیں آیا۔ اس سے جھنجھلاہٹ اور بڑھ گئی۔ سورج سر پر آچکا تھا اور اس کی روشنی کہیں کہیں د سے بچ بچا کر ہمارے سروں پر پہنچ جاتی تھی ہمیں یہ ڈر تھا کہ جھونپڑی میں ہماری عدم موجو اطلاع پا کر حبشی ہماری تلاش میں جنگل کی سمت نہ دوڑ پڑیں۔ میں نے سرنگا کو مشورہ دیا کہ ہم ا ساحل کی طرف چلیں۔ شاید وہاں سے غار کی سمت متعین کرنے میں مجھے کوئی مدد مل سکے۔ ج ہونے کے بعد شروع ہوتا تھا اور یہ فیصلہ خاصا طویل تھا کوئی اور چارہ نہ دیکھ کر ہم نے سمندر کی کوچ کیا۔ سمندر کو دیکھ کر سرنگا کے چہرے پر عجیب تاثر پیدا ہوا۔ اس نے تمام کام چھوڑ کر اپنا آد پانی میں ڈبو دیا اور دیر تک پانی کے اندر دم سادھے بیٹھا رہا۔ میں نے بھی اپنے شکستہ لباس کی پر بغیر ساحل کے لہراتے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ نہانے سے جسم میں چستی آگئی اور زندہ رہنے چاہنے لگا۔ ساحل سے اندازے کے مطابق میں نے ایک طرف رخ کیا اور ہم دونوں بھاگتے پھر گھنے جنگل میں داخل ہوگئے۔ راستے میں ایک بار پھر میں نے سرنگا سے جھونپڑی میں واپسی اصرار کیا لیکن سرنگا نے ایک طویل تقریر کر کے مجھے خاموش کر دیا۔ غار اب بھی کہیں نظر نہیں آ سرنگا نے جھنجھلا کر مجھ سے پوچھا۔ ''کچھ یاد آیا؟ آخر تمہاری یادداشت کیسی ہے؟ عزیزی جابر

ں بھول گئے؟''

مجھے بخوبی یاد ہے سرنگا، وہ غار جنگل کے اسی حصے میں واقع ہے مگر یہ سارا چکر طلسماتی ہے۔ حصہ یکساں ہے، بے فکر رہو مآل کار ہم اسے تلاش کرلیں گے۔'' میں نے اسے دلاسا دیا۔

جلدی کرو سیدی، ہم جتنی جلدی وہاں پہنچ جائیں، اتنا ہی اچھا ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے

مگر سرنگا، میرا خیال ہے تم غلطی کر رہے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس تنگ و تاریک غار ایک عجیب اور حیرت انگیز دنیا دیکھی ہے۔ تم تن تنہا ان طاقتوں کا کیسے مقابلہ کرو گے؟''

جابر! آنے والا وقت بتائے گا کہ سرنگا کیا کرسکتا ہے۔''

کیا تم سمجھتے ہو وہ سریتا کو چھوڑ دیں گے؟''

سریتا ان کے لئے اتنی سہل نہ ہوگی جتنی فلورا تھی کیونکہ سریتا سرنگا کی بیٹی ہے۔''

''سوچ لو۔ ہم جس سرزمین پر ہیں وہاں کا ہر ذرہ اپنے اندر بے شمار اسرار رکھتا ہے۔''

''مجھے اندازہ ہے، ہم ایسے ایسے مناظر دیکھیں گے جو تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ مگر اس تاریک کا قصد کرتے وقت میں نے ان باتوں پر غور کرلیا تھا عزیزم!'' سرنگا نے بزرگی سے کہا۔

''کیا ہم یہاں سے رہا ہو جائیں گے؟'' میں نے بچوں کی طرح پوچھا جیسے سرنگا کو اس کا معلوم ہو۔

سرنگا نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ میرے ذہنی بلوغ پر شبہ کر رہا ہو۔ میں جھینپ سا سرنگا نے کہا۔ ''جابر، کوئی انقلاب ضرور آئے گا ہم اتنے آسان اجنبی ثابت نہیں ہوں گے، جتنے اس جزیرے پر پہلے آچکے ہیں۔''

''تم مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتاتے؟'' میں نے ضد کی۔

''تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔ بس حوصلہ برقرار رکھو۔ تم اپنے عزم سے طوفان کو شکست دے دل اور برداشت، جرات اور جذبے کے بغیر تم کچھ نہیں کرسکتے۔''

''ماورائی قوتوں کے آگے عقل کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

''ماورائی قوتوں کے استعمال کے لئے بھی عقل کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہم پہلے انہیں حاصل گے۔ جارا کا کی کھوپڑی کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال عقل ہے۔''

مغرب کی جانب سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا شور ابھی تک ہمیں سنائی دے رہا تھا۔ میں ابھی تلاش میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ عجیب و غریب آوازوں کا شور ابھرا اور فوراً معدوم ہوگیا۔ ایسا ہوتا تھا جیسے لاتعداد بدروحیں چیختی چنگھاڑتی جزیرہ توری پر یلغار کرتی ہوئی گزر گئی ہوں۔'' یہ شور

کیسا تھا؟'' میں نے سرنگا کو ہکلاتے ہوئے مخاطب کیا۔

''غار تلاش کرو جابر جلدی۔'' سرنگا چیخا۔ ''کالی طاقتیں ہمارے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں۔''

''عقل کیا کہتی ہے؟'' میں نے طنز کیا۔

''عقل تم جیسے کوڑھ مغز پر ماتم کر رہی ہے جو ایک اہم غار کا راستہ بھول گیا۔'' سرنگا نے اڑاتے ہوئے کہا۔

آوازوں کے شور اور سرنگا کی بوکھلاہٹ نے مجھے گڑبڑا دیا تھا۔ اب بچاؤ کا ایک ہی راستہ وہ غار تلاش کر لیتا جو پہلے بھی میرے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا تھا۔ سرنگا بار بار مجھے خط احساس دلا رہا تھا مجھے حیرت تھی کہ وہ شخص جو تمام راستے صبر اور برداشت کا ثبوت دیتا آیا اچانک کیوں اس قدر بوکھلانے لگا ہے۔ کیا اس کی مضبوط قوت شامہ نے کوئی خطرہ سونگھ لیا ان رفتہ رفتہ قریب آنے والی آوازوں میں کوئی رمز پنہاں ہے جس کا سرنگا کا بصیرت افروز عرفان ہو گیا ہے۔ میں گھبرایا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور جھاڑ جھنکار کو ایک جگہ سے ہٹا رہا تھا خوف زدگی کے عالم میں تھا کہ ایک گرج اور نسوانی آواز اُبھری۔ ''رُک جاؤ سرنگا، آگے مت بڑھو میں دہشت سے اُچھل پڑا اور پلٹ کر سرنگا پر نگاہ ڈالی۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ اس آواز کا پیغام ایک بار پھر سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی سرنگا کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ لیے مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے سرنگا کو رکتے دیکھا تو تیزی سے لپک کر اس کے قریب کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''سرنگا یہ آواز کیسی ہے؟ یہ شور کیسا ہے؟ میرا مشورہ مانو تو بھاگ چ اب تو مفر کی بھی کوئی صورت نہیں ہے میں نہ کہتا تھا کہ یہ خطرہ مول لے کر تم موت کو قریب ہو؟ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ خطرہ ہمیں گھیرے میں لے چکا ہے۔''

سرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جسم اور زبان میں ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے خوف کی شدت نے سرنگا پر سکتے کی کیفیت طاری کر دی ہو میں بازو تھام کر اُسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بازو کسی انسان کا نہیں تھا۔ مجھ پر حیرتیں چھا بازو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو پتھر تھا اپنے شبہے کی تصدیق کی خاطر میں نے سرنگا کے دوسرے، حصے بھی چھو کر دیکھے۔ وہ چشم زدن میں سرتاپا پتھر کے ٹھوس مجسمے کی صورت میں تبد تھا۔ میرے خدا کس قدر دہشت ناک تھا وہ لمحہ میرا دل ڈوبنے لگا۔ وقت کی رفتار جیسے تھم میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر مجھ میں کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہ رہی کتنے لمحات دبے قدموں یوں گزر گئے کہ مجھے احساس تک نہ ہوا۔ پھر میں اس وقت چونکا ج ہم کہیں سے حبشیوں کا شور بلند ہوا۔ موت میرا تعاقب کرتی ہوئی جنگل کے اس حصے تک

موت میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں اس طرح چونکا جیسے سوتے میں کسی نے کوئی نوک دار چیز میرے جسم میں چبھو دی ہو۔ پھر موت کو شکست دینے اور زندگی برقرار رکھنے کی خواہش نے میرے منجمد خون کو دوبارہ حدت بخشی۔ میں آنے والی آوازوں کی مخالف سمت میں دوڑنے لگا۔ خار دار جھاڑیاں شکستہ کپڑوں سے الجھ کر انہیں اور تار تار کیے دے رہی تھیں مگر زندگی ان خراشوں سے زیادہ قیمتی تھی۔ میں کسی غیبی مدد کی امید میں دوڑتا رہا کبھی کسی جھاڑی میں الجھ کر گرتا کبھی کسی تناور درخت سے ٹکرا کر کراہتا ہوا اٹھتا۔ حبشیوں کی رفتار مجھ سے تیز تھی۔ میرا سانس رکنے لگا لیکن میں نے جدوجہد جاری رکھی۔ قدرت کو میری حالت پر شاید رحم آ گیا۔ بھاگتے بھاگتے میں کسی پتھر سے ٹکرایا۔ پھر کسی غار میں اوندھے منہ گر کر نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔

''باگوش باگوش۔ چیکولا رابی گوماشوموں'' (تلاش کرو، تلاش کرو وہ یہیں کہیں روپوش ہوگا۔) یہ تعاقب کرنے والے حبشیوں کے آخری الفاظ تھے جو میرے ذہن میں محفوظ رہے۔ پھر مجھے کچھ سننے اور یاد رکھنے کا یارا بالکل نہ رہا۔

☆==========☆==========☆

چہرے پر نمی محسوس ہوئی تو میں پھر کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ غار میں مکمل تاریکی تھی اور ایک نظر اطراف میں گھما لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ وہ غار نہیں ہے جہاں میں پہلے آیا تھا۔ یہ کوئی اور غار تھا۔ دیکھئے اب قسمت کہاں لے آئی ہے۔ یہ سوچ کر میں اُٹھا۔ غار میں کسی سوراخ سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اندر کوئی جھرنا تھا جس سے زمین بھیگ گئی تھی۔ میں نے اپنے شکستہ و درماندہ اعصاب سمیٹے اور ابھی زمین سے اٹھا ہی تھا کہ مجھے اپنے سامنے اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں جیسے اندھیرے میں کسی خونخوار بلی کی آنکھیں چمکتی ہیں۔ کسی درندے کا خیال کر کے میں لرز گیا اور میرے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور یکبارگی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جب دوبارہ کھولیں تو وہ دہکتی ہوئی آنکھیں میرے مقابل تھیں۔ وہ کسی درندے کی آنکھیں نہیں تھیں۔ کوئی شخص میرے سامنے کھڑا تھا۔ ''مدد مدد مجھے پناہ دو۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں ہیں۔'' میں نے ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان میں کہا۔ حالانکہ اس علاقے کے کسی باشندے سے مدد اور پناہ کی امید رکھنا عبث تھا لیکن بے اختیار یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ میری چیخ و پکار سے ان چمک دار آنکھوں میں جنبش ہوئی وہ میرے قریب آئیں۔ میں دہشت سے پیچھے ہٹ گیا اور غار کی کھردری دیوار سے چپک گیا۔ اچانک مجھے اپنے ہاتھ پر ایک تنومند ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

''میرے ساتھ آؤ'' وہ بھاری بھرکم لہجے والا کوئی انسان تھا جو افریقی زبان میں مجھ سے مخاطب تھا۔ اگر میں اس سے پہلے کسی غار میں آباد ایک نئی دنیا کا کرشمہ نہ دیکھ چکا ہوتا اور حسین ژولین سے

میری ملاقات نہ ہو چکی ہوتی تو ممکن تھا کہ یہ آواز سن کر خوف و دہشت سے میری حرکت قلب بند ہو جاتی لیکن یہ کوئی عام طرز کا علاقہ نہیں تھا۔ یہ جزیرہ توری تھا جہاں کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" اس نے دوبارہ اسی پروقار انداز میں حکم دیا۔

میں اس کے اشارے پر اس کا ہاتھ پکڑے مزید کوئی سوال کیے بغیر غار کے اندر چلنے لگا۔ تھوڑی دور جا کر غار کشادہ ہو گیا وہ بلا کی تاریکی چھٹ گئی جو ابتدا میں تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ آنکھیں اتنی دیر میں اندھیرے سے مانوس ہو گئی ہوں۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اب بھی مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو آنکھیں اور ایک ہاتھ میرے ساتھ چل رہا ہو۔ وہ کوئی بہت ہی سیاہ بدن شخص تھا جس کا جسم تاریکی سے مشابہہ تھا۔ اس لیے صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں جسم سے مختلف رنگ کی تھیں اور انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ مجھے ساتھ لے کر تاریکی سے روشنی کی طرف چلنے لگا۔ راستہ آگے جا کر اور صاف ہو گیا۔ اب مجھے اس کا جسم صاف نظر آنے لگا تو وہ ایک طویل قامت اور قوی الجثہ حبشی تھا۔ اس کے گلے میں مختلف قسم کے ہار اور کڑے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں جارا کا کا کی کھوپڑی بھی موجود ہے۔ پچھلے اذیت ناک تجربوں کے بعد میرے لیے فی الفور کسی حبشی پر اعتبار کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ سب میری جان کے دشمن تھے مگر ایسے وقت میں میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا کہ میں بے چون چرا اس کے ساتھ چلتا رہوں۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے اور میں انہیں رد کرتا ہوا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"ادھر آؤ۔" اس نے بائیں سمت مڑتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے مڑ گیا۔ اتنا اندازہ اس مختصر سفر میں یقیناً ہو گیا تھا کہ وہ کوئی عام حبشی نہیں ہے۔ اس کی آواز میں طنطنہ اور چال میں وقار تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے دونوں ہاتھ سینے کی طرف باندھ کر پھر انہیں کھول دیا۔ اس کا یہ عمل کرنا تھا کہ سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور ہم خاموشی سے معمولی قسم کے پتھروں کے بنے ہوئے چھوٹے کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے میں جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں اور مختلف اقسام کی کھوپڑیاں اِدھر اُدھر پتھروں پر سجی ہوئی تھیں۔ سامنے لوہے کا ایک کڑھاؤ رکھا تھا۔ وہاں ہر چیز اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور پُراسرار تھی۔ اس کمرے سے گزر کر ہم دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے جو نسبتاً زیادہ صاف، کشادہ اور روشن تھا اور وہاں اس وقت کسی قسم کی بو بسی ہوئی تھی جو نہ زیادہ خوشگوار تھی نہ اتنی ناگوار۔ بس ایک تخنی جو سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں بھی عجیب و غریب قسم کی اشیاء......

سا سفید پتھر میز کی شکل میں پتھر کے چار ٹکڑوں پر ٹکا ہوا تھا۔ سامنے کی دیوار پر ایک روشن مشعل ں۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

ں اس کا حکم سن کر ایک پتھر نما اسٹول پر بیٹھ گیا اور اس کے دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ خود ے سے پہلے میں اس کی زبانی کچھ سننا چاہتا تھا تاکہ اپنے بارے میں اس کے رویئے کا تعین ۔ وہ غور سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ میں اس سے آنکھیں چار کرتے برابر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی روشنی تھی چہرے پر کرختگی اور تدبر جھلک رہا تھا۔ کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک دوسرے کو تکتے رہے پھر وہ شاہانہ انداز میں "کچھ کھاؤ گے؟"

"نہیں شکریہ میرے حواس درست نہیں ہیں۔ میں پہلے یہ یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری ہوں یا......" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"تم میری پناہ میں ہو۔ اس مسکن میں لوگ ہمیشہ کچھ لینے کے لئے آتے ہیں تم نے پناہ مانگی ین نے پناہ دے دی۔" اس کا سارا جسم ساکت تھا مگر لب ہل رہے تھے۔

میں نے اطمینان سے پہلو بدلا۔ وہ شخص اپنے لہجے سے زبان کا پکا اور عزت دار معلوم ہوتا تھا سارا ماحول، یہ کھوپڑیاں، یہ اشیاء؟ میرے ذہن میں بہت سے سوال کلبلا رہے تھے۔ اپنی بانی سے میں اکثر مصیبت میں پڑ چکا تھا۔ لہٰذا میں نے کم بولنے پر اکتفا کی اور اس طرح اپنی ت کی شہادت پیش کرنا چاہتی۔

"جزیرہ توری میں صرف ایک جگہ ہے جہاں تم پناہ لے سکتے تھے اور وہ یہ ہے۔ یہاں تم ا سے رہ سکتے ہو۔" اس نے شاید میرا اضطراب بھانپ کر کہا۔

"تم کون ہو؟" میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے جیسے وہ جواب دینے سے گریز کر رہا ہو۔ اپنے میں کچھ بتاتے ہوئے وہ ایک لمحے جھجکا، پھر کہنے لگا۔ "تمہارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ تم جگہ ہو۔"

"بہتر ہے۔" میں نے اطمینان سے اس بار زبان کھولی۔ "جب سے ہم بدنصیب مسافروں ن جزیرے پر قدم رکھا ہے۔ ہم ایک ساعت بھی سکون سے نہیں سوئے ہیں۔ ہمارے بے گناہ مارے گئے، ہماری عورتیں اغوا کر لی گئیں، جب ہم نے آزادی کے لئے کوشش کی تو ہم پر عرصہ اور تنگ کر دیا گیا۔ ابھی ابھی میرے ایک ساتھی کو پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس ے پر تم پہلے آدمی ملے ہو جس نے مجھ سے ہمدردی کی بات کی۔ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم ایک غرق

شدہ جہاز کے بدقسمت مسافر ہیں جنہوں نے اس علاقے میں زندگی برقرار رکھنے کے لئے ؤ
تھے لیکن ......''

''مجھے معلوم ہے۔'' اس نے درمیان میں داخل دیا۔

''تمہیں معلوم ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''تمہیں معلوم ہوگا۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کیا یہ وُٹ انسان نہیں ہیں کہ انہیں اپنے جیسے انسانوں کو مص دیکھ کر دُکھ نہیں ہوتا۔''

''اجنبی منحوس ہوتے ہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

میں نے سوچا کہوں۔ اجنبی عورتیں منحوس نہیں ہوتیں؟ لیکن اس تنومند وحشی سے زیادہ اظہار کرتے ہوئے مجھے خوف آیا۔ وہ بہت تحمل سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اس کے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ ٹکٹکی باندھے دیواروں پر نظر کیے رہا۔ چند لمحوں بع اپنی ران پر زور سے دو ہاتھ مارے اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ کمرے میں موجود پتھر کا کو آواز کرتا ہوا کھلا اور اس میں سے ایک نوجوان لڑکی برآمد ہوئی جو نقش و نگار کے اعتبار۔ نیری سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ وہ ایک مکمل، شاداب اور تازہ لڑکی تھی۔ اس کی عمر زیادہ ہونٹ عام افریقیوں کی طرح بھدے نہیں تھے۔

آنکھوں میں اپنی طرف کھینچ لینے کی ساری طاقت موجود تھی۔ اس کے دلکش بدن کے رنگے ہوئے تھے۔ جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ اس نے مہذب دنیا کے کسی نئے فیشن کا لباس جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ می کی زندگی میں پہلا شخص تھا جس کی جلد کی رنگت اتنی بدلی ہوئی تھی اور جو لباس پہنے ہوئے تھ آ کر ٹھٹکی، حیرت زدہ ہوئی۔ حبشی نے مجھے اشارہ کر کے پھر بٹھا دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ م کھانا لائے۔ وہ جس طرح آئی تھی، اسی طرح واپس چلی گئی۔

''یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام دیوتاؤں نے ترام رکھا تھا۔'' میں نے مہذب ان جھکایا۔ ترام پتھر کی ایک کشتی میں پھل اور گوشت لے آئی اور اس نے میرے ہاتھ میں تھما کی صعوبت اور بیداری کے بعد صبح ہی صبح یہ مقوی ناشتہ جب سامنے آیا تو اشتہا بڑھ گئی۔ مَ سے اجازت لے کر اُسے کھایا وہ دونوں آپس میں کوئی بات کیے بغیر مجھے دیکھتے رہ کٹورے میں میرے سامنے پانی پیش کیا گیا۔ اپنی یہ خاطر تواضع اور نگہداشت دیکھ کر مج ہوتا تھا کہ میں سو رہا ہوں یا بیدار ہوں، کھانے سے خوب سیر ہونے کے بعد حبشی نے اپنی کیا اور مجھ سے کہا۔ ''اس کے ساتھ چلے جاؤ''

میں کسی معمول کی طرح اُٹھا اور لڑکی کے پیچھے ہولیا۔ اب میں نے اُسے قریب سے دیکھا۔ ں اور وحشت کے سبب سے میں اپنے ذہن میں اس کے حسن کا کوئی بہت غیر معمولی تاثر قائم نہیں یکا تھا لیکن اس کے بدن کی جنبش اور اس کے دلنواز پہلو کی رفاقت سے مجھے معلوم ہوا کہ میں اس حسن کی داد میں کوتاہی کر رہا تھا۔ حبشی اس کمرہ میں رہ گیا۔ لڑکی مجھے لے کر ایک ایسے کمرے میں ا جو پہلے والے دو کمروں سے مختلف تھا۔ چوکی نما اونچے پتھروں پر گھاس بچھی ہوئی تھی۔ اس نے ے اشارہ کیا کہ میں وہاں سو جاؤں۔ میرا دل اس سے بات کرنے اور کچھ سراغ لگانے کے لئے طرب ہوا لیکن جس انداز سے یہ واقعات پیش آ رہے تھے، اس میں مجھے محتاط رہنے کی ضرورت تھی اتنا میں نے ضرور کیا کہ جو کام زبان سے لے سکتا تھا وہ نگاہوں اور رویے سے لیا۔ اس وقت مجھے اس ہوا کہ میری داڑھی کتنی بڑھ گئی ہے۔ کاش میرے پاس ریزر ہوتا۔

یہ حبشی کون ہے؟ جو اس غار میں جانوروں اور انسانوں کی کھوپڑیوں اور اپنی نوجوان بیٹی کے تھ رہتا ہے؟ یہ غار انہوں نے کتنی مشقت سے بنائے ہوں گے۔ اس کے اندر قیام کرنے والے حبشی کے اطوار کتنے مہذب ہیں اور وہ کتنے دبدبے اور بزرگی سے بولتا ہے۔ کیا میں کسی غلط جگہ تو ں آ گیا؟ پھر اس کی مہربانی کی وجہ سے کیا ہے؟ کیا؟ مگر نہیں۔ اب مزید سوچنا بیکار ہے۔ مجھے اس اور خشک گھاس پر اس کی منشا کے مطابق سو جانا چاہئے۔ میں نے اپنے بے اعتباروں کو سمجھایا۔ آدمی روں طرف سے مشکلوں میں گھرا ہو اور ایک گوشہ عافیت کا نظر آئے تو اسے وہ بھی مشکوک نظر آتا ہے ہ بار بار ذہن میں جھٹکتا تھا کہ جو ہوگا اسے کوئی نہیں روک سکتا میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ اس کے سوا کہ ی خوشنودی حاصل کر کے اپنی بقا کے امکانات وسیع کروں۔ میں نے شرماتی ہوئی ترام کو مسکرا کر ٹھا اور چوکی پر دراز ہو گیا۔ پھر میں ایسا سویا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

بہت دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں، صرف میں تھا اور ایک مشعل فروزاں تھی۔ کیا ا اس کی قید میں ہوں؟ چاروں طرف سے یہ کمرہ بند ہے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا اور سارے کمرے کا ئزہ لیا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں تھیں۔ دیواروں میں راستہ ٹٹولتے ہوئے مجھے ایک دروازہ نظر لیا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ ذرا سا کھسک گیا اور جھانک کر جو منظر میں نے دیکھا، اس پر میری کھوں کو یقین نہیں آیا۔ کمرے کا ماحول اسرار میں ڈوبا ہوا تھا وہاں عجیب قسم کی دردناک آوازیں واروں سے پھوٹ رہی تھیں۔ حبشی اس کی نوجوان بیٹی اور ایک تیرہ چودہ سالہ بچہ ایک بڑے کڑھاؤ ے سامنے جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ کڑھاؤ کے نیچے آگ روشن تھی اور اوپر بھاپ، حبشی کی ت میری طرف تھی۔ وہ سیدھا ہوتا اور بار بار کوئی چیز کڑھاؤ میں ڈال دیتا۔ کڑھاؤ میں تیل بھڑک تا اور آوازیں اور تیز ہو جاتیں۔ پھر اس نے ایک مالا اُتار کر جس میں کسی جانور کی کھوپڑی آویزاں

تھی، کڑ ھاؤ میں ڈال دی اور اس کے بعد ایسا شور ہوا جیسے ان گنت انسانی پنجر آپس میں کھڑ کھڑ ا رہے ہوں اور کمرے میں رکھی ساری کھوپڑیوں نے ہنسنا شروع کر دیا ہو اور ان کے قہقہوں سے کمرے کی سنگی دیواریں اب گرنے والی ہوں۔ حبشی کے اس عمل کے بعد چھوٹے لڑکے نے یہ عمل دہرایا۔ اس نے۔ بار بار یہی بے ہنگم، لرزہ خیز شور اُٹھا اور دب گیا۔ پھر وہاں سکون چھا گیا۔ قبرستان کی سی خاموشی میں چپکے سے اپنی چوکی پر آ کر لیٹ گیا اور خوف کے سبب دروازہ بھی اس کی جگہ نہیں کیا میں ان کے رحم و کرم پر تھا اور بار بار اُٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔

کچھ دیر بعد ترام اور چھوٹا لڑکا اندر داخل ہوئے لڑکے نے مجھے دز دیدہ نظروں سے دیکھا۔ ترام نے اسے کچھ بتا دیا تھا۔ میں نے اُسے پاس بلایا، وہ جھجکتا ہوا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ التفات حاصل کرنے کے یہ بہترین موقع تھا۔ میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

غالباً اسے یقین نہیں تھا کہ میں بولتا بھی ہوں۔ اس نے حیرت سے نظریں اُٹھائیں۔ اس سے اُسی شفقت آمیز لہجے میں دوبارہ اس کا نام پوچھا۔ ترام بھی دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ لڑکے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ترام بولی۔ ''اس کا نام جمرال ہے، یہ میرا بھائی ہے۔''

''تمہارا بھائی؟ کتنا پیارا بچہ ہے۔ بہت ذہین معلوم ہوتا ہے۔''

''تم کون ہو؟'' میری خوش آوازی سے متاثر ہو جمرال نے لب کھولے۔

''میں ایک بدنصیب اجنبی ہوں۔ میرا نام جابر ہے۔''

''جابر۔'' اس نے دُہرایا۔

''ہاں جابر! ایک مظلوم اور بدقسمت شخص۔'' اپنا نام بتاتے ہوئے میرے سینے سے آہ نکلی اور میں نے خواہ مخواہ مختصراً اسے اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات سنا کر اس کی ہمدردی چاہی، اس طرح میں ترام سے بھی مخاطب تھا۔ میرے پُر اثر لہجے اور مظلومیت کی داستان سے دونوں کے چہرے پر شکنیں اُبھر آئیں۔ میں نے جمرال کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے چمٹا لیا۔ ''اس علاقے میں صرف تم تین آدمی ایسے ملے ہو جنہوں نے مجھ سے انسانیت کا برتاؤ کیا ہے۔''

کے واقعات تو شا اور زیری کے لئے بھی دلچسپی کا باعث تھے انہیں سن کر ترام کی دلچسپی بھی بڑھ گئی۔ اس نے مجھ سے میرے لباس کے بارے میں سوال کرنے شروع کر دیئے۔ اس کا سوال مختصر اور جواب اتنا جستجو انگیز، طویل اور دلچسپ کہ ان کا اشتیاق بڑھا دیتا تھا۔ ان دونوں کو قریب کرنے کا موقع میں نے نہیں کھویا۔ کچھ ایسے دلکش پیرائے اور تجسس کے ساتھ اپنے ہاں کے لوگوں، ان کے طور اطوار، تہذیب اور ترقی کے بارے میں باتیں کیں کہ وہ ایک ہی نشست میں مجھ سے گھل مل گئے۔

ام بھی میرے دائیں جانب بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اس کے مرمریں کاندھے پر جانے اور جمرال کی طرح اسے قریب کرنے کے لئے بے تاب سا ہوا لیکن میں دانستہ اس عمل سے باز رہا۔ اس طرح میں اپنے اور اس کے درمیان ایک طرح کی دوری پیدا کر کے ایک طرح کی قربت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں ان سے باتیں کر رہا تھا کہ پُراسرار حبشی اندر داخل ہوا اور اس نے اپنے بچوں کو مجھ سے قریب پا کر کسی بھی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا یہ انداز بہت غنیمت تھا۔ وہ ہم پر ایک نظر ڈالتا ہوا کسی دوسرے دروازے سے رخصت ہو گیا یہ جگہ بہت دلکش تھی۔ غار کے اندر کچھ ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ سورج کی روشنی اندر آ سکے۔ وہاں تازگی تھی۔ تازگی کا احساس مجھے یوں بھی ہوا کہ ان کے ہمدردانہ چہرے دیکھ کر اپنے قلب میں طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ وہ دونوں مجھے گھسیٹ کر اپنا غار دکھاتے رہے، وہ میری توقع کے خلاف ایک بہت کشادہ غار تھا جس میں جھرنے کا پانی مختلف جگہوں پر بہتا اور روشنی کے لئے ہمیشہ جلنے والی مشعلیں روشن رہتیں۔ میں نے زیادہ تر باتیں جمرال سے کیں۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس امتناع کی بنا پر ترام نے مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کی۔ رات تک مختلف ملاقاتوں کے دوران میں نے ان سے بہت سی باتیں پوچھ لی تھیں۔

وہ ایک کاہن تھا جو قسمتیں تقسیم کرتا تھا اور پیشگوئیاں کرتا تھا۔ اسے اقابلا کا کاہن اعظم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ سارا جزیرہ اس سے کانپتا تھا۔ اس کا نام سمورال تھا۔ کاہنوں اور قدیم تاریخ میں ان کی اہمیت کے متعلق میں نے یونانی دیومالا اور مصری تاریخ کی کتابوں میں بہت کچھ پڑھا تھا۔ جب ترام نے مجھے اشارتاً اپنے باپ کی عظیم حیثیت کے متعلق بتایا تو میں سب کچھ سمجھ گیا کہ وہ ایک جادوگر ہو گا جس کے فیصلے اور احکام کی سرتابی کی ہمت اقابلا میں بھی نہ ہو گی۔ وہ اس غار میں پُراسرار طاقتوں کو زیراثر رکھنے اور کالی قوتوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھنے کے لئے گوشہ نشین ہو کر اپنے دو بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔ باہر کے لہو لعب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ احساس میرے لیے مژدہ راحت تھا کہ میں تاریک براعظم میں اقابلا کے بعد سب سے مضبوط شخص کی پناہ میں ہوں۔ وہ میرے ساتھ کوئی غداری نہیں کر سکتا۔ اس کے عظیم مرتبے کے لحاظ سے یہ بات اس کے شایانِ شان بھی نہیں تھی مگر وہ آخر مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے؟ یہ سوال بار بار ذہن کو پریشان کرتا تھا اور میں مختلف انداز میں اس کی توجیہیں کرتا رہتا تھا۔ شاید جارا کاکا کی کھوپڑی کی وجہ سے ایسا ہو کہ وہ مجھے لائق ہمدردی سمجھ رہا ہو۔

رات کو جمرال اور ترام ایک ساتھ میرے لیے کھانا لے کر آئے اور میں نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور انہیں بھی ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ جمرال نے منع کیا کہ وہ آج کل اپنے باپ کے حکم پر ترکِ لذات کی مشق کر رہا ہے اور صرف گھاس پھوس کھاتا ہے۔ ترام اس منزل سے گزر چکی تھی۔

برے اصرار پر اس نے ساتھ کھانا منظور کرلیا اور میں نے نہایت محبت سے اس کے منہ کے گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا۔ اس نے جھجک کر دانت مارلیا اور پھر میں نے اسی جگہ سے جہاں اس نے راتھا کھانا شروع کر دیا۔ اس نوجوان لڑکی کے دل میں میری اس حرکت پر کیسا فشار برپا ہوگا۔ مجھے اندازہ تھا۔ میرے کھانا کھانے کے بعد وہ چلے گئے۔ اس لیے کہ جمرال کو رات گئے تک اپنے جداد کی روحوں سے ملاقات کرنا تھی۔ رات بخیریت گزر گئی تو علی الصباح میں بیدار ہوگیا۔ سب پہلے سمورال کمرے میں آیا۔ میں نے اُٹھ کر اسے ادب سے سلام کیا۔ جس کے جواب کی امید نہ ور یہی ہوا میں نے...... احتیاطً اس سے پوچھا۔ ''مجھے یہاں کب تک رہنا چاہئے عظیم سمورال؟'

میری زبانی اپنا نام سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔ ''تم ابھی باہر نہیں جا سکتے۔''

''معلوم نہیں میرے ساتھی سرنگا کا کیا حشر ہوا؟ اس کی لڑکی سریتا بھی پرسوں رات ا غائب ہوگئی تھی۔ فلورا وہاں بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر جواد بیمار ہے۔ اے مقدس کاہن اعظم ہم وگوں کا کیا ہوگا؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔'' اس نے صرف اتنا کہا۔

''آپ نے مجھے پناہ دی ہے سمورال' مجھے کوئی مشورہ دیجئے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم یہیں ٹھہرے رہو۔'' اس نے حکم دیا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے زیادہ بات کرنی مناسب نہیں سمجھا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر مجھے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اپنے کمرہ خاص میں آ کر اس نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو آگ لگا دی ایسی زبان میں کچھ پڑھنے لگا جس سے میں ناواقف تھا۔ پھر اس نے جارا کاکا کی کھوپڑی احترا اپنے ہاتھ میں پکڑی اور مجھے کڑھاؤ کے اندر جھانکنے کا حکم دیا۔ ''اس میں دیکھو''۔

میں نے گومگو کی کیفیت میں جھجکتے ہوئے کڑھاؤ میں جھانک کر دیکھا اور اس میں رکھے تیل میں ایک لہر سی محسوس کی۔ یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں گے؟ میں نے ایک دہشتنا منظر دیکھا۔ سرنگا کی شبیہہ تیل پر ابھری۔ وہ جنگل میں مارا مارا اور بدحالی میں اِدھر اُدھر گھومتا پھر

''یہ سرنگا ہے۔'' میں نے اچھل کر کہا۔ ''یہ پھر حرکت میں آ گیا ہے کاہن اعظم! مجھے بتاؤ کہ ار کس طرح کی جا سکتی ہیں؟''

''وہ تنہا نہیں ہے۔''

''اس کے ساتھ کوئی نظر نہیں آ رہا۔'' پھر مجھے فوراً اس مختصر جملے کے معنی سمجھ میں آ گئے۔ سچ کہتے ہو۔ وہ تنہا نہیں ہے مگر سریتا کہاں ہے؟'' میں نے کاہن اعظم سے پوچھا۔

اس نے پھر اپنا عمل دہرایا اور اس طرح تیل میں جنبش پیدا ہوئی اور میں نے دیکھا،

ال ایک جھونپڑی میں پڑی ہے، فلورا کی طرح دو خوبصورت لڑکیاں اس کے بدن پر گلکاری کر رہی ں۔

''یہ کہاں ہے مقدس کاہن؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

''وہ کالاری کے پاس ہے۔''

''کالاری؟'' میں نے دانت بھینچ کر غصے سے کہا۔ ''کاش میرے پاس کوئی طاقت ہوتی کہ ی جا کر اس کا کام تمام کر دیتا۔ مقدس کاہن۔ خدا کے لئے یہ دلدوز منظر بند کرو۔ میری آنکھوں میں ید دیکھنے کی قوت نہیں ہے۔ میری مدد کرو۔ تم ایک بڑے کاہن ہو کالی طاقتیں تمہارے پاس ہیں۔ یا تم میری مدد نہیں کر سکتے؟ تمہارے لیے یہ کون سا بڑا کام ہے؟ ہم اس جزیرے سے فی الفور اگ جائیں گے یقین کرو۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آناً فاناً وہ منظر غائب ہوگیا۔

''بتاؤ۔ ہماری نجات کا کیا راستہ ہوگا؟'' اس کی خاموشی دیکھ کر میں نے کہا۔ ''مقدس کاہن ایسا رو کہ مجھے اپنا غلام بنا لو۔ میں ہمیشہ تمہارا وفادار ثابت ہوں گا لیکن مجھے اجازت ہو کہ میں شوالا اور لاری کو تہس نہس کر دوں۔''

''تم ایک بہادر جوان ہو۔ اس قبیلے میں وہی سرفراز ہوتا ہے جو خود کو دوسروں سے افضل ثابت رتا ہے۔'' اس نے اپنا سکوت توڑا۔

''مگر میں ان نادیدہ قوتوں کے سامنے ایک حقیر شخص ہوں۔ میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں؟''

''تم نے مقدس جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی حاصل کی ہے۔ اقابلا کو وہ لوگ پسند ہیں جو شجیع اور صلہ مند ہیں۔''

''جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی نے میرا ساتھ نہیں دیا، مجھے بتاؤ کہ میں اس سے کس طرح مدد حاصل کر سکتا ہوں؟''

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ جاؤ اندر جا کر آرام کرو۔ ترام تمہارے لیے کھانا لے کر آ گئی ہے۔''

میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اندر واقعی ترام موجود تھی اور ساتھ میں جمرال بھی۔ میں نے کھانا رمار کیا۔ سریتا جیسی نازک بدن اور شرمیلی لڑکی بھی کالاری کی بھینٹ چڑھ گئی۔ یہ سوچ سوچ کر رے جسم میں آگ لگ رہی تھی۔ یہاں سے جانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر ارادہ یا اور اپنا ذہن تردد اور تفکر کی آلودگی سے آزاد کر کے ترام سے باتیں شروع کر دیں۔ ایک دن کی ئی رنگ لائی تھی۔ ترام کچھ اور بے تکلف ہوگئی تھی۔ اس لڑکی اور جمرال کو قابو میں کر کے میں کاہن م سمورال کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا تھا۔ خالی بیٹھے بیٹھے دل اکتا گیا تھا۔ اس لئے میں نے

گوشت کے پارچے لے کر اپنی معمولی شد بد کے مطابق انہیں پکایا۔ روسٹ کیا اور جب انہو اسے کھایا تو وہ چٹخارے لینے لگے۔ خود کاہن اعظم بھی مزے لے لے کر کھاتا رہا۔ ایک ہفتہ ا تکے ہنگاموں میں اسی طرح گزر گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مجھ پر کمرے کے اندر باہر آنے کے لئے کوئی پابندی نہیں رہی۔ میں نے وہاں نفس کشی اور ترک لذت کے ایسے واقعات دیکھے سے قبل کبھی سننے میں بھی نہیں آئے تھے۔ وہ تینوں غیر معمولی صفات کے انسان تھے۔ ان کی ر گھنٹوں جاری رہتی تھی۔ کبھی وہ رات کے سناٹے میں روحیں طلب کرنے کا عمل شروع کرتے سے باتیں کرتے اور کبھی ڈھانچوں کا رقص اور بے جان اشیاء کے متحرک ہونے کا مظاہرہ ہو نے ایک ہفتے میں اپنے حسن سلوک اور محتاط رویے سے کم از کم ترام اور جمرال کے دلوں میں کر لیا تھا۔ میں نے انہیں ایسے قصے کہانیاں سنائیں جو انہوں نے آج تک نہیں سنی تھیں۔ کاہن اپنے جادوئی افعال واشغال سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ انہیں عام بچوں کی طرح تربیت دیتا مقصد زندگی غالباً صرف یہ تھا کہ وہ کسی طرح اپنے بچے جمرال کو اپنی جانشینی کے لئے تیار کر اسے اس کا اہل ثابت کرے۔ اس سلسلے میں اس نے کم سن جمرال کو نفس مارنے اور کڑی کرنے کی بہت خوب تربیت دی تھی۔ بہر حال اس غار میں ایک عجیب دنیا اور عجیب لوگ آ اب شبہے اور بے اعتباری کا کیا سوال تھا؟ میں اپنی آنکھوں سے ماورائی مظاہر کا کئی بار مشا تھا۔ اپنی اہمیت جتانے کے لئے میں نے سمورال کی متبرک اشیاء کی دیکھ بھال اور صفائی شرو تھی۔ ان کی غذا میں تبدیلی کی تھی، انہیں زیادہ اشیاء کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی تھیں اور خوش اخلاقی سے روشناس کرایا تھا۔ وہ لطیف باتیں جن سے وہ ناآشنا تھے میں خوبصورت انداز میں ان کے گوش گزار کی تھیں۔ غرضیکہ میں نے بہت غیر شعوری انداز خواہشوں کی ترغیب دلائی اور اس قصر کے وسائل میں رہ کر کچھ ایسی دل کشی پیدا کر دی کہ و پر مائل نظر آنے لگے۔

اس غار کا احوال رقم کرتے وقت میں نے غالباً ایک کوتاہی کی ہے میں نے ترام میں کچھ بخل سے کام لیا ہے شاید میں پوری طرح اس کا اظہار نہیں کر سکا کہ وہ کتنی نفیس اور تھی۔ اس بیان میں ابھی تک میں نے اس کے حسن کے شایان شان کوئی بات نہیں کہی۔ پُر شباب لڑکی تھی جسے ابھی تک کسی مرد نے ہوس کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا، ایسی نگاہ سے نہیں جس سے طوفان آ جاتے ہیں۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہوا جاتا تھا اور میں اسے اپنی آغوش میں لیے ہر وقت مضطرب رہتا تھا۔ جابر بن یوسف الباقر کے لئے یہ کیسی آزمائش کا مقام تھا؟ کہ وہ پُر شباب دوشیزہ میرے برابر کے کمرے میں تنہا سو رہی ہے۔ اس کے سینے میں بھی

لگی ہوئی ہے لیکن کیا کاہن اعظم کی پناہ میں آیا ہوا کوئی شخص اس سے حظ حاصل کر سکتا تھا؟ جب کہ اس نے کاہن کے عظیم الشان کارنامے بچشم خود دیکھے ہوں۔ ہاں میں نے ایک ماہ کے اندر اپنی لطیف گفتگو اور شوخیوں سے اس کے خوابیدہ جذبات میں ہلچل ضرور مچا دی تھی۔ میں نے وہ سب کچھ کیا جس کا اظہار مشرق کے رومان پرور شاعر اپنے اشعار میں محبت کے آغاز میں کیا کرتے ہیں، کاش مجھے اس کی زبان کی فصاحت پر عبور ہوتا مگر جذبوں کی زبان تو اور ہی ہوتی ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہماری گفتگو کے دوران اچانک کاہن اعظم سمورال کمرے میں داخل ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر کوئی رنگ نہیں آیا۔ میں اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا اور وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

مجھے اس کے پاس رہتے ہوئے چوالیس دن ہو گئے۔ یہ مدت کسی غار میں موجود تین چار آدمیوں میں محبت کے فروغ کے لئے کافی ہوتی ہے اس عرصے میں مسلسل تگ و دو اور کوششوں کے بعد مجھے کئی جادوئی عمل آ گئے اور جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی سے کام لینے کے بہت سے طریقے بھی معلوم ہوئے۔ مجھے اس بات کا گمان بھی نہ تھا کہ جارا کا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے میں نے اس جزیرے میں اپنے تحفظ کے لئے کیسا زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس عرصے میں کئی بار میں نے سمورال سے باہر جانے کی خواہش ظاہر کی مگر اس نے مجھے جھڑک دیا۔ تین نفوس کی آبادی پر مشتمل اس غار میں آخر میرا دل اُکتا گیا۔ شروع شروع میں کئی کام تھے۔ دن کٹ گئے۔ ترام کو اپنی طرف راغب کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ بھی حل ہو گیا۔ ان کے اسرار دیکھنے کا شوق تھا، وہ بھی پورا ہوا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی کے تقدس کا عرفان حاصل کرنا تھا، اس کی بھی تکمیل ہوئی۔ جو کھانے پکائے تھے، وہ پکالیے۔ ترام قریب آئی مگر اس کی قربت نے تو اور پریشان کر دیا کیونکہ کاہن اعظم جو غار سے باہر کی دنیا کے مناظر اپنے تاریک کمرے میں دیکھنے کی طاقت پر قادر تھا، اس سے خود اپنے گھر کا حال کیسے روپوش رہتا؟ ان تمام باتوں نے مجھے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیا اور میں اپنے محسن کی قربت سے فرار ہونے کی کوشش میں مصروف رہا۔ اس لئے کہ اس نے جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اور اب اس سے رخصت کے لئے پوچھتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ وہ اب مجھے اپنی عبادت میں بھی شریک کرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ میں کالے علم کے خوفناک کرشمے دیکھنے کا عادی ہو گیا۔ ۴۳ ویں دن میں نے اس سے سریتا، سرنگا اور فلورا کا حال جاننا کے لئے اصرار کیا جسے وہ ٹال گیا۔ اس بات سے میں اور مضطرب ہو گیا اور میں نے طے کر لیا کہ اب مجھے کسی نہ کسی طرح یہاں سے فرار ہونا ہی ہے۔ ساری زندگی بیروت کی اعلیٰ سوسائٹی میں رہنے والا مہذب نوجوان جابر یہاں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ یا صرف گزار لینا تو کوئی بات نہ ہوئی۔

کاہن اعظم گاہے گاہے ہی غار سے باہر نکلتا تھا اور فرار کی کوشش صرف اس کی عدم موجودگی میں

کی جاسکتی تھی۔ ۴۴ ویں دن وہ اقابلا کی طلبی پر مختلف قسم کی کھوپڑیوں کے ہار گلے میں ڈالے ا
کے جسم پر نیا رنگ کرا کے اور ہاتھوں پیروں میں لمبے لمبے کڑے پہن کر غار سے نکلا۔ چلتے و
نے ترام اور جمراں کو اور مجھے غور سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہوں کی تاب نہ لاسکا۔ مجھے ایسا مح
جیسے وہ میرے ارادے تاڑ چکا ہے۔ مجھے جھرجھری آگئی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے ترام کو بتا
دو دن کے لئے اس جگہ سے جانا چاہتا ہوں۔ ترام اور جمرال دونوں اس امر پر راضی نہ ہوئے
آبدیدہ ہوگئی۔ لیکن اگر میں یہ موقع کھو دیتا تو پھر نہ جانے کب کاہن اعظم غار سے باہر نک
میرے لیے کوئی مخملیں فرش بچھائے استقبال کے لئے نہیں کھڑا تھا۔ قدم قدم پر خطرے
ہوش ربا طلسمی جزیرے میں صرف ایک عافیت کی جگہ تھی اور میں وہ جگہ چھوڑ رہا تھا۔ اس مو
کہیں گے کہ کیا میں پاگل ہوگیا تھا؟ میرا جواب یہ ہے کہ میں اس طرح اپنی تمام زندگی گزا
موت کو ترجیح دیتا تھا۔ جمرال اور ترام میرے پیچھے سائے کی طرح لگے رہے لیکن مجھے ان کی
کے اوقات کا علم تھا۔ وہ شام کو طلسمی عصا لے کر ہولناک قسم کی مشقیں کیا کرتے تھے اور حسب
معمول کے مطابق اس عمل میں مصروف ہوگئے تو میں نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور پہلے
میں آگیا۔ اس کمرے میں بڑا دروازہ تھا جو غار کے ویران حصے میں کھلتا تھا اور جہاں سے ا
طرف کا راستہ جاتا تھا۔ بڑا دروازہ بند تھا۔ بظاہر اس میں کوئی کنڈی یا قفل نہیں تھا مگر زور لگا ک
وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ میں جاراکا کی کھوپڑی سے مدد کیوں نہ لو
نے اسے گلے سے اتار کر بازو میں باندھ لیا اور سمورال کے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دوا
باندھے اور پھر انہیں پھیلا دیا۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل
غار میں اندھیرا تھا پھر بھی راستہ ٹٹولتا ہوا میں دہانے تک پہنچ گیا۔ باہر تازہ اور فرحت بخش ہو
استقبال کیا۔ اتنے دنوں بعد اس کھلی فضا میں آنے سے دل پر ایک عجیب خوش گواری طاری ہ
کی نشان دہی کے لئے میں نے ادھر اُدھر سے چند پتھر اکٹھا کر کے انہیں ایسی ترتیب سے
مجھے دوبارہ آنا پڑے تو کوئی زحمت نہ ہو۔ پھر میں کچھ خوف کچھ امید لیے جنگل میں جگہ جگہ سر
کرتا ہوا ساحل سمندر کی طرف نکل آیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور سرنگا کا کہیں نام ونش
میں ہر جگہ رُک رُک کر آوازیں دیتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ رات کو جنگل میں ٹھہرنے
نہ تھا۔ چاروناچار میں نے سرنگا کی تلاش ختم کی اور دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ سرنگا بھی ان
بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ وہ بوڑھا بھی شاید رخصت ہوگیا۔ اگر کہیں ہوتا تو مجھے مل جاتا...... مجبو
نے اس کوٹھری کی راہ لی جس میں ہم چار اشخاص قید تھے۔ راستے میں اکا دکا حبشیوں کے
ڈر نہیں تھا۔ مجھے جاراکا کی کھوپڑی کے رموز کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ ج

کھوپڑی جس کے پاس ہوتی تھی وہ انہیں ایک مخصوص اصطلاح سے مخاطب کر کے اپنی عظمت کا پہلے
اعلان کر دیتا تھا اور جب وہ قریب آکر اُسے دیکھ لیتے تھے تو مخاطب کے احکام کی بجا آوری ان پر
ن ہو جاتی تھی۔ جنگل سے جھونپڑی تک کا راستہ بخیریت گزر گیا وہ جگہ سنسان پڑی ہوئی تھی جہاں
رازنداں تھا۔ میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو وہاں ہمارے کسی ساتھی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ایک حبشی
ندان رہ رہا تھا۔ میں نے سرد پُروقار لہجے میں کہا۔ ''تیر ما جارا۔'' میری زبان سے یہ لفظ نکلنا تھا کہ
راحبشی خاندان دوزانو ہوگیا۔

''وہ اجنبی کہاں ہیں جو اس جگہ قید تھے؟'' میں نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

''مقدس شوالا کو معلوم ہے۔ مقدس کالاری کو معلوم ہے۔'' اس نے خوف زدہ لہجے میں جواب

''ان کی عورتیں کہاں ہیں؟''

''شوالا اور کالاری کے پاس۔'' اس نے جواب دیا۔

''یہ کہاں رہتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ اور مجھے بتاؤ۔'' حبشی میرے حکم پر اُٹھا اور سر جھکا کر
نپڑی سے باہر نکل آیا اور پہلی بار میں اس جزیرے کی اصل آبادی میں داخل ہوا۔ یہاں جھونپڑیوں
تعداد بے شمار تھی۔ تاحد نظر جھونپڑیاں نظر آتی تھیں جو رات کی سیاہی میں عجیب ویران اور اُداس
پیش کر رہی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی مشعل روشن تھی۔ ورنہ ہر جگہ سکوت چھایا ہوا تھا۔ راستے میں ہمیں
حبشی بھی ملے۔ سب سے پہلے کالاری کی وسیع جھونپڑیاں پڑتی تھیں۔

''یہ ہے وہ جگہ جہاں مقدس کالاری رہتا ہے۔ اس سے آگے دوسری بستی مقدس شوالا کی ہے۔''
ے حبشی رہبر نے کہا۔

''کالاری۔'' میں نے زیرلب دہرایا۔ پھر نفرت اور غصے میں اس کی جھونپڑیوں کے سلسلے کی
ف بڑھنے لگا۔ حبشی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس سے مختلف جھونپڑیوں کے بارے میں اطلاعات
ل کیں اور حبشی کو باہر چھوڑ کر ایک بڑی جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے سامنے گھاس پھوس کے
پر سریتا پڑی تھی۔ قریب ہی دو لڑکیاں دراز تھیں۔ قریب جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سریتا کا بدن رنگ
گیا ہے۔ اس نازک شرمیلی لڑکی کو اس حال میں دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے
یوں کو ہٹایا اور سریتا کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے
۔ مجھے اس پر بہت رحم اور پیار آیا۔ میں نے اس کی لٹیں درست کیں اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ دونوں
یاں میرے حکم پر ایک کونے میں سمٹ کر کھڑی ہوگئیں۔

''آنکھیں کھولو سریتا۔ میں آگیا ہوں۔'' میں نے سرگوشی کی۔

"کون؟" اس کی سہمی ہوئی آواز اُبھری۔

"میں۔ میں جابر...... میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہیں لینے آیا ہوں۔ اٹھو میرے ساتھ چلو

"جابر...... جابر تم؟ تم زندہ ہو؟" اس کے منہ سے خوشی کی بنا پر لفظ نہیں نکل رہے تھے۔

"ہاں میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اب تمہیں کوئی نہیں ستا سکتا۔ میں آ گیا ہوں۔
نے عزم کے ساتھ کہا۔

"باوا کہاں ہے؟ کیا......؟" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"نہیں،" میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "وہ جنگل میں کہیں روپوش ہے۔ بس
حواس درست کرلو۔ تمہارے ساتھ ان ظالموں نے کیسا سلوک کیا ہے۔"

سریتا بے اختیار میرے سینے سے چمٹی اور زار و قطار رونے لگی۔ میرا سینہ تر ہو گیا۔ میں
سمجھانے اور تسلیاں دینے لگا۔ "سریتا جلدی اُٹھ جاؤ۔ کسی ہنگامے سے پہلے بہتر ہے ہم یہاں
فرار ہو جائیں۔"

"جابر...... میں...... اس حالت میں۔" سریتا نے شرم سے نظریں جھکاتے ہوئے دبی
میں کچھ کہنا چاہا، میں اس کا مقصد سمجھ گیا۔

"یہ وحشیوں کی بستی ہے سریتا۔ کیا تم کبھی سوچ سکتی تھی کہ تمہارے سامنے مرد برہنہ ہو
گے؟ ہم بدقسمتی سے جن حالات کا شکار ہو گئے ہیں، ان میں سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔"

میں نے اسے اُٹھایا، وہ ایک کراہ کے ساتھ اٹھی۔ میں نے اس کی کمر کے گرد دایاں باز
کر کے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ دونوں لڑکیاں گم صم کھڑی تھیں لیکن ا
دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک کریہہ صورت گرانڈیل حبشی اندر داخل ہوا۔ اس کے
جھاگ نکل رہے تھے۔ وہ شوالا کی طرح اپنا جسم آراستہ کیے ہوئے تھا۔ ہاتھوں میں کڑے، کانو
بالے، گلے میں ہار، رنگ برنگا جسم اور بائیں کاندھے پہ ایک سیاہ خواں خوار بندر بیٹھا ہوا۔ اند
پھنکارا اور اس نے ایک جھٹکے سے سریتا کو مجھ سے علیحدہ کر دیا۔ سریتا کی حالت قابل رحم ہو گئی
خوب صورت آنکھوں سے دہشت عیاں تھی۔ کالاری نے اس کی کلائی تھام کر جھٹکا دیا تو وہ کر
گئی۔ سریتا کی چیخ پکار پر کالاری نے اسے ایک جھٹکے سے فرش پر ڈھیر کر دیا، اس کی آنکھوں میں
تھی۔ پلک جھپکتے اس نے جھپٹ کر سریتا کا نازک بدن اپنے بدہئیت بازوؤں میں سمیٹ لی
نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز جیسے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ دہشت سے اس کی
حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کالاری پر کس طرف سے حملہ کروں چنانچہ
اس کی پشت پر جا کر اس کے گلے میں پڑے ہوئے کڑے کھینچنے شروع کر دیئے۔ کالاری کو ا

ا کہ میں یہ جسارت کروں گا۔ اس کے جوابی ردعمل سے اس کا خون خوار بندر مجھ پر جھپٹا۔ میں پہلو
گیا اور بندر ان دونوں لڑکیوں پر جا گرا۔

میں نے اپنا عمل جاری رکھا اور دفعتہ کالاری کو سریتا کے بدن سے علیحدہ کرنے میں کامیاب
یا لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹا اس نے اچانک پینترا بدلا اور اپنے دونوں ہاتھ جھونپڑے کی چھت کی
ف اُٹھائے۔ یکا یک باہر کی طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں جھونپڑی میں آنے لگیں۔ میں
ہ گیا کہ کالاری نے اپنے تابع درندوں کی آواز دی ہے۔ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں
م کر دل ہی دل میں اپنے تحفظ کی خواہش کی۔ یہی عمل پھر کالاری نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی
وپڑی کے ذریعے کیا۔ ادھر خون خوار بندر دوبارہ میری ٹانگوں سے چمٹ گیا تھا۔ کالاری نے اسے
ے الجھا ہوا دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ وہ بندر طاقت میں شیر کا ہم پلا تھا۔ اس نے میری ٹانگ میں
جگہ کاٹنے کی کوشش کی لیکن مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا، بعد کو میری سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا
ا تھا۔ اس وقفے میں جب میں بندر سے الجھا ہوا تھا کالاری پھر سریتا پر جھپٹ پڑا۔ شاید وہ مجھ سے
بلہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سریتا نے اس کی دست درازی پر یک فلک شگاف چیخ ماری۔ میں پھر کالاری
ملہ کرنے والا تھا کہ جھونپڑی میں اچانک وہی عورت نمودار ہوئی جو ایک بار سرنگا کے پاس آئی تھی۔
ہ دیوی تھی جس کی مورتی سرنگا اپنی جیب میں رکھتا تھا۔ دیوی کے تیور آج خطرناک نظر آتے تھے۔
ا نے نمودار ہوتے ہی کالاری کو افریقی زبان میں حکم دیا۔ "دور ہو جا، اس لڑکی کو چھوڑ دے۔" دیوی
، قہر بھری آواز میں کالاری کو للکارا تو کالاری یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے وہ اب تک سریتا کے
ئے بجلی کے ننگے تاروں سے الجھا ہوا تھا۔ دیوی کی آمد پر میں ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور خون
ر بندر دوبارہ اپنے مالک کے کاندھے پر جا بیٹھا۔ کالاری غیظ و غضب کے عالم میں اس وقت کسی
م خور درندے سے مشابہ تھا۔ وہ دیوی کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر آ گئی؟" وہ دہاڑا۔ "لیکن میں آج اسے نہیں چھوڑوں گا اور تجھے بھی۔"

"تو اسے چھوڑ دے۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں۔" دیوی نے تمکنت سے کہا۔ "تیری بربادی
ب ہے۔"

کالاری غضب ناک انداز میں اُٹھا اور دیوی کی طرف بڑھا۔ "یہ علاقہ ہمارا ہے۔ تو ہمارے
ملات میں داخل نہ دے، ورنہ عظیم اقابلا تجھ سے سردار کالاری کی توہین کا بدلہ لے گی۔"

"میں تیرے معاملات اور تیری ملکہ کے درمیان نہیں پڑنا چاہتی۔ تو اس لڑکی کو آزاد کر دے تو
تجھے چھوڑ دوں گی۔" دیوی نے حکیمہ انداز میں کہا۔

"جارا کا کا کی عظمت کی قسم۔ اس علاقے پر صرف اقابلا کی حکمرانی ہے۔ تو یہاں سے اب نہیں

جاسکتی۔“

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی کالاری نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے زور ز ہلانے شروع کر دیئے۔ دوسرے ہی لمحے جھونپڑی کے باہر لاتعداد شکاری کتوں کی خون خوار سنائی دی۔ دیوی کے ہونٹوں پر ابھرنے والا تبسم بڑا ہی معنی خیز تھا۔ اس نے کالاری پر حقارت نظر ڈالی۔ پھر تیزی کے ساتھ لپک کر جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

کالاری اس کے تعاقب میں جھپٹا۔ میں بھی تیزی سے جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا سماں مجھے نظر آیا وہ انتہائی خوفناک اور حیرت انگیز تھا۔ خوبصورت دیوی کو کالاری کے درجنو نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اور اسے بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ دیوی درمیان کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک اس نے اپنی نظریں ان بھونکتے ہو پر ڈالیں تو وہ سارے کے سارے پل بھر میں کریہہ آوازیں نکالتے ہوئے زمین پر لو ہو گئے۔ کالاری نے اضطرابی کیفیت میں دیوی کی طرف دیکھا۔

”سریتا کو لے جاؤ۔“ دیوی نے مجھے حکم دیا۔

اچانک کالاری نے خود کو زمین پر گھٹنے کے بل گرا دیا۔ پھر زمین پر سر ٹیک کر دوبارہ اٹھ بڑی بڑی آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ اس نے اپنے سینے پر دو ہاتھ مار کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ پُراسرار دیوی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میری نظر اچانک آسمان کی ط گئی۔ میں سرتاپا لرز اُٹھا۔ جہاز کی تباہی اور حفاظتی کشتی کا تباہ کن سفر میرے ذہن میں تازہ کی دھڑکنیں غیر متوازن ہونے لگیں، ایک سیاہ ٹکڑا فضا میں تیرتا ہوا نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ م سیاہ ذرات کی اس آندھی کا حیرت انگیز کرشمہ دیکھ چکا تھا۔ مجھے تو مغا یاد آیا جو ان پُراسرار سیا شکار ہوا تھا۔

کالاری بار بار سینے پر بے تحاشا ہاتھ مار رہا تھا۔ پُراسرار دیوی کے چہرے پر گہری سنج تھی۔ میں دم بخود کھڑا آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سرنگا کی پُراسرار دیو کالاری کے مقابلے میں بڑی پُرسکون تھی اور اس پر حاوی رہی تھی لیکن کیا وہ سیاہ ذرا زبردست آندھی سے خود کو محفوظ رکھنے کی تاب لا سکتی ہے؟ میرے ذہن میں یہ سوال بڑی چکرا رہا تھا۔ سیاہ ذرات خوفناک انداز میں چکراتے ہوئے دیوی کے سر پر پہنچ کر رُک گ اپنی ایک انگلی اوپر اٹھا کر اسے جنبش دی۔ سیاہ خطرہ اس کے سر پر معلق تھا۔ غالباً اس اشارے نے اسے ایک فاصلے پر روک دیا تھا۔ یہ تمام تماشا میرے لیے بے حد حیرت ا نے سریتا کا ہاتھ پکڑا اور اس ہنگامے میں موقع غنیمت جانتے ہوئے فرار ہونے کی کوش

لاری چیختا چنگھاڑتا ہوا پھر آڑے آ گیا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات منڈلا رہے تھے۔ میں نے نہ نے کیا سوچ کر کالاری کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور تاک کر جارا کا کی کھوپڑی پوری قوت سے کھینچ ۔ میرے اس اچانک اقدام سے کالاری حواس باختہ ہو گیا اور میں نے کمال پھرتی سے دروازے باہر کھڑے ہوئے حبشی کے ہاتھ سے نیزا کھینچ کر کالاری کے سینے میں گھونپ دیا۔ کالاری ایک فناک چیخ مار کر زمین پر گر گیا لیکن گر کر تڑپنے کی اسے مہلت نہیں ملی۔ اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ حبشی تا چلاتا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات کی یلغار بھی معدوم ہو گئی اور خود دیوی ...... میں نے جارا کا کی دوسری کھوپڑی سریتا کے ہاتھ میں دے دی اور اسے ساتھ لے کر فان کی طرح جنگل کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ کالاری کے خوفناک بندر نے میرا تعاقب کیا۔ میں رفتار اور تیز کر دی لیکن بندر اچک کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا اور میرا کان سہلانے لگا۔ میں نے سے دھتکارنا چاہا لیکن وہ میرے کاندھے سے چمٹا رہا۔ میں حواس باختگی کے عالم میں سریتا کو لے کر گے کی طرف بھاگتا رہا۔ مشکل یہ تھی کہ سریتا میری رفتار کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ ناہموار ستوں پر کئی جگہ وہ ٹھوکر کھا کر گری پھر ایک مقام پر نڈھال ہو کر اس نے مجھ سے کچھ دیر ٹھہرنے اور انس درست کرنے کی التجا کی۔

یکایک پیچھے سے شور بلند ہوا۔ انہوں نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن نہ معلوم کیا بات تھی کہ اس وقت مجھے اُن کے شور اور تعاقب سے پہلے جیسا خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ تاہم حفاظت اور اع کی خاطر میں نے سریتا کو اپنی پشت پر بٹھایا اور اپنے جسم کی ساری توانائی بھاگنے میں صرف کر ۔ میرا رُخ جنگل کی طرف تھا۔ بندر میرے کاندھے سے اُتر کر اب میرے ساتھ بھاگ رہا تھا اور را رہا تھا۔

سریتا اب بھی ہانپ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے میرا جسم مضبوطی سے جکڑ رکھا ا۔ میں اسے اپنی کمر پہ اٹھائے ہوئے آخر اس تاریک رات اور تاریک جنگل میں داخل ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

میرے تعاقب میں شور غل ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا، اُدھر کالاری کا بندر میرے ساتھ بھاگ رہا بھی وہ میرے آگے آ کر زور زور سے غراتا اور مجھے رُکنے کا اشارہ کرتا، کبھی اُچھل اُچھل کر تعاقب رنے والوں کو عجیب و غریب انداز میں کچھ سمجھاتا مگر میں اس کی ان حرکتوں سے بے پروا ہو کر تیزی ے ساتھ تاریک جنگل میں آگے کی جانب بھاگ رہا تھا۔ میرا سانس مسلسل بھاگنے کی وجہ سے پھول یا تھا۔

یہ خوش گوار بوجھ اُٹھا کر بھاگنے میں مجھے کوئی ایسی خاص دشواری پیش نہیں آ رہی تھی، لیکن اس

تاریکی اور جنگل کے پر پیچ راستوں میں جلدی اندازہ ہوگیا کہ میں زیادہ دور تک سریتا کو اپنی لادے ہوئے نہیں بھاگ سکتا۔ میں جوں جوں جنگل میں بڑھتا جارہا تھا، تاریکی کی چادر دبیز ہو رہی تھی۔ خاردار جھاڑیوں میں اُلجھنے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بچے کھچے کپڑے تار تار ہورہے تھے جسم پر جابجا خراشیں بھی لگ گئی تھیں۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک تناور درخت سے ٹکرا کر گرا تو سر گرفت میری پشت پر ڈھیلی ہوگئی۔

میں نے سنبھل کر اسے دوبارہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ وہ سسکنے لگی۔ ''جابر! تم مجھے یہیں چھو میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالتے ہو؟ تم ان سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ وہ اس بستی ہر جگہ تمہیں تلاش کرلیں گے۔''

''ہمت سے کام لو سریتا! مایوسی گناہ ہے۔'' میں نے ایک جھٹکے سے اُسے اٹھا کر دوبارہ پش لا دلیا اور اندھیرے میں بھاگنا شروع کر دیا، بے ہنگم آوازوں کا شور اب اور قریب آگیا تھا۔ راستوں کے عادی تھے، جب وہ خاصے قریب آگئے تو میں اندھا دھند اِدھر اُدھر اپنے لیے کوئی کوئی دفاعی جگہ تلاش کرنے لگا، مجھے یقین تھا کہ اب عنقریب ننگ دھڑنگ حبشی ہمیں دبوچ لیں اور پھر وہ میرے ساتھ ظاہر ہے، کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ میں نے ان کے قبیلے کے ایک سردار کالاری کو ہلاک کر دیا تھا۔

''سُکو جا۔ سُکو جا۔ آہولارا۔'' (رُک جاؤ۔ بھاگو مت) پشت سے ملی جلی آوازوں میں آواز واضح طور پر سنائی دی۔ کالاری کا بندر اپنے حلق سے تیز تیز آوازیں نکال کر تعاقب کرنے حبشیوں کو سمت کا نشان بتا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اور جارا کاکا کی سال خوردہ کھوپڑی سے چھو کر اس بات کی شدت سے خواہش کی کہ وہ کاہن اعظم کے غار تک میری رہنمائی کرا میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پھر بھی یہ یقین تھا کہ جارا کاکا کی کھوپڑی کی موجودگی میں مشتعل حبشی سریتا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن میں اس وقت وہاں رُک کر کسی قسم کا خطرہ مول لینے کے۔ نہیں تھا۔

اُکھڑی اُکھڑی سانسوں پر قابو پاتا میں آگے کی سمت بڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی پتھر سے اور میں سریتا سمیت کسی غار میں پشت کی جانب لڑھکتا چلا گیا۔ توازن برقرار ہونے پر میں۔ کو دوبارہ سنبھالا اور غار میں اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ ان غاروں میں روپوش افراد کے بار۔ مجھے تھوڑا بہت اندازہ ہوگیا تھا۔ کالاری کا بندر اب میرے نزدیک نہیں تھا لیکن غار کے دہانے کی آوازیں ابھی تک اندر آرہی تھیں، حبشیوں کی چیخ و پکار بھی ایک مرکز پر تھم کر رہ گئی تھی۔ آوازوں سے دُور ہوتا گیا۔ پھر جب میں ایک دروازے کے قریب پہنچا تو میری خوشی کی کوئی

ی کیوں کہ اب میں جزیرہ توری کے سب سے محفوظ مقام کاہن اعظم کے غار کے اندر تھا۔ میں نے یتا کو اُتار کر ایک طرف کھڑا کیا اور جارا کاکا کی کھوپڑی گلے سے اُتار کر بازو میں باندھی اور سمورال ے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دونوں ہاتھ باندھے، پھر انہیں پھیلا دیا، میری توقع کے مطابق وازہ کھل گیا۔ سریتا کا ہاتھ تھام کر میں نے اُسے آگے کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اپنے پیروں چلنے لگی۔ اس راستے سے مجھے پوری واقفیت تھی۔ سریتا دم بخود تھی۔ کبھی وہ میرا چہرہ دیکھتی اور کبھی غار اندرونی نظام سمجھنے کی کوشش کرتی۔ میں نے اُس کی وحشت دور کرنے کے لئے مختصراً سمجھا دیا کہ اس ت کوئی خطرہ ہمارا تعاقب نہیں کرسکتا۔ ہم جزیرہ توری کے سب سے محفوظ مقام پر ہیں۔ پھر بھی سریتا خوف کم نہیں ہوا۔ ان پریشان کن حالات کے باوجود اپنے بدن کے بعض حصے چھپانے کی ناکام وشش میں مصروف تھی۔ میں اسے غار کے اس حصے میں لے گیا جہاں ترام اور جمرال کی موجودگی کی قع تھی۔ کاہن اعظم سمورال کے بارے میں مجھے علم تھا کہ اس کی واپسی دو روز بعد ہوگی کیوں کہ وہ دس اقابلا کی طلبی پر گیا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میں اس کی واپسی سے پہلے ہی پنے مقصد میں کامیاب ہو کر اس پناہ گاہ میں آگیا تھا۔

دوسرے کمرے میں ترام اور جمرال دونوں موجود تھے، جمرال گھاس کے بستر پر محو خواب تھا لیکن ام جاگ رہی تھی، قدموں کی آہٹ سن کر وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی نگاہوں میں رت کی چمک پیدا ہوئی مگر جب اس کی نگاہیں سرو قد سریتا پر پڑیں تو اس کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا لیا۔ مجھے ترام کی یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا۔ جزیرہ توری کے متعلق توشا اور نیری نے مجھے بتایا تھا کہ ں جنس کی کوئی قدر موجود نہیں ہے۔ تاہم عورتیں ایک خاص عرصے کے لئے یا اگر وہ چاہیں تو عمر بھر ے لئے کسی مرد کے ساتھ وابستہ کر دی جاتی تھیں۔ وہ مرد اگر چاہے تو اپنے مہمان مردوں کو اپنے رف کی عورتیں خوشنودی کے حصول اور مہمان نوازی کے جذبات کے طور پر پیش کرسکتا تھا لیکن ار کے اس اختلاف کے باوجود تمام دنیا کی عورتیں جذبوں میں یکساں ردعمل کا اظہار کرتی ہیں۔ ے ترام کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانے میں دیر نہیں ہوئی۔

سریتا نے بھی شاید ترام کی یہ کیفیت محسوس کرلی۔ وہ ترام کی نظروں کی تاب نہ لا کر جلدی سے ری پشت پر آگئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر! یہ لڑکی کون ہے؟ شاید اسے میرا آنا دار گزرا ہے۔''

''نہیں سریتا! یہ بہت اچھی لڑکی ہے۔'' میں نے انگریزی میں کہا۔ ''یہ لڑکی ایک عظیم کاہن کی ہے، وہ کاہن میرا محسن ہے۔ تم جو ابھی تک مجھے زندہ دیکھ رہی ہو، یہ سب اسی خانوادے کے سبب ہے۔ اگر ان لوگوں نے مجھے پناہ نہ دی ہوتی تو تم شاید کالاری کی ہوس پر قربان ہوگئی ہوتیں۔''

سریتا کو مطمئن کر کے میں ترام کے نزدیک گیا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن ر
وہ ابھی تک نظریں چرا کر سریتا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی، ترام کے اندرونی جذبات
شخص نہ سمجھتا تو پھر کون سمجھتا؟ میں نے اُسے اعتماد میں لینے اور اس کے دل کا غبار دور کرنے
کہا۔ ''ترام! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع دیے بغیر یہاں سے چلا گیا تھا۔ مجھے معلوم
کبھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں دو گی اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ لڑکی .....
سے ملو۔ اس کا نام سریتا ہے، یہ ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ کالاری اسے اپنے لیے اُٹھا کر
اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو کالاری اسے برباد کر دیتا۔''

ترام کچھ دیر خاموش رہی جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ''تم اس لڑکی کی خاطر باہ
کے لئے بے چین تھے؟ اسی وجہ سے تم نے میری جمرال کی اور جزیرہ توری کے کاہن اعظم کی ہ
بھی نظر انداز کر دیں؟'' وہ پُروقار لہجے میں بولی۔

''ہاں ترام! میں اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ کمزور لڑکی میری مد
باعث ظلم و ستم سے بچ گئی ہے۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کاہن اعظم سمورا
احسانات کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس مقدس شخص نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اس کی
ثبوت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نیک دل سمورال میری نیت سے واقف ہو گا اور اس گستاخی او
پر مجھے معاف کر دے گا۔''

''اس لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے ہو؟'' ترام نے سرد لہجے میں پوچھا۔
وہ بار بار تیکھی نظروں سے سریتا کو دیکھ رہی تھی، سریتا اپنا بدن سمیٹے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔
''اس لیے کہ اس پُراسرار علاقے میں سب سے محفوظ جگہ ہے، یہاں کے باشندوں س
محفوظ رہے گی۔'' میں نے حوصلے سے جواب دیا۔ ''کاہن اعظم کے احسانات اور محبت کے
سمجھتا ہوں کہ وہ اس جسارت پر برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ یہ لڑکی تمہیں کوئی نقصان نہیں
گی۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔''

''کیا تم اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے؟''
ترام کا تجسس اور گلہ میں نے محسوس کر لیا۔ وہ مجھ سے سریتا کے سلسلے میں کوئی حتمی بات
لئے مضطرب نظر آتی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں سریتا جیسی نازک بدن، دل کش لڑکی
موڑ لوں؟ جس نے آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی، کیا میں اس ہندی
سے دست بردار ہو جاؤں؟ میں نے ایک نظر سہمی ہوئی سریتا پر ڈالی پھر ترام سے فیصلہ کن اند
مخاطب ہوا۔ ''میں نے اس لڑکی کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اس کی قسمت کا فیصل

سمورال کرے گا۔''
ترام جز بز ہو کر بولی۔ ''اگر میرے باپ نے اس لڑکی کے خلاف کوئی حکم صادر کیا تو کیا تم اُسے
قبول کر لو گے؟''
''مجھے معلوم ہے وہ پاک باطن شخص ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو مقدس سمورال کا ہر حکم
مجھے ہر حال میں قبول ہو گا۔'' میں نے صاف دلی سے اس سے کہا۔
میرا یہ واضح جواب سن کر ترام کی آنکھوں میں معنی خیز چمک پیدا ہوئی۔ ہمارے درمیان چونکہ
مقامی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے سریتا گم صم کھڑی رہی۔ ترام کا تجسس بڑی حد تک دور ہو گیا
تھا۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گئی تو اس نے آگے بڑھ کر سریتا کا ہاتھ تھاما اور اسے جمرال کے
قریب لے جا کر اشارے سے گھاس کے بستر پر آرام کرنے کے لئے کہا۔ میں نے سریتا کو ترام کا
مدعا سمجھایا تو وہ کسی قدر جھجکی، پھر اپنا پھول جیسا جسم سمیٹ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ میں ترام کو سریتا
کے پاس چھوڑ کر غار کے اس حصے میں آ گیا جو چوالیس دنوں تک متواتر میرے تصرف میں رہا تھا میں
نے ایک طویل انگڑائی لے کر خود کو فرش پر بے سدھ گرا دیا اور سیاہ چھت کو گھورنے لگا۔ مشعل کی روشنی
ماورائی کمرے میں بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھی، ابھی میں غنودگی کی منزل میں تھا کہ ترام آ گئی۔
میں سمورال کی وجہ سے اپنے سرکش نفس کو دبائے رکھنے پر مجبور تھا۔ جب وہ میرے پاس فرش پر
بیٹھ گئی تو اس نے بہت مدہم لہجے میں کہا۔ ''جابر! کیا یہ لڑکی تمہیں پسند ہے......؟''
''پسند......؟'' میں نے اس کا مفہوم سمجھ کر کہا۔ ''ہاں پسند ہے۔ مگر تمہیں ایسی باتیں کرنا کہاں
سے آ گئیں؟''

''یہ سب تمہی نے سکھایا ہے۔ کیا تم اسے بہت پسند کرتے ہو؟''
''ہاں بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مگر...... مگر تم سے زیادہ نہیں۔''
یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''خدا کی قسم، مقدس سمورال کی عظمت کا خیال
ہے ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاتا۔''
''پھر تم میرا کیا کرتے؟'' ترام نے معصومیت سے کہا۔
''میں تمہیں اپنے دل کی ملکہ بناتا۔ میں تمہیں بیروت لے جاتا۔ جب تم اعلیٰ لباس میں وہاں
سڑکوں پر جلوہ گر ہوتیں تو لوگ دنگ رہ جاتے۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔
غار کے اس حصے میں میرے اور ترام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ جمرال سو رہا تھا۔ سریتا کے بارے
مجھے یقین تھا کہ وہ نازک بدن حالات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ اپنی جگہ سے ہلنے تک کا خطرہ
نہیں لے سکتی، سمورال، مقدس اقابلا کی طلبی پر اس کی بارگاہ میں گیا ہوا تھا۔ یہ سناٹا، یہ بھڑکتی ہوئی

سریتا کو مطمئن کر کے میں ترام کے نزدیک گیا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن ر
وہ ابھی تک نظریں چرا کر سریتا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی، ترام کے اندرونی جذبات
شخص نہ سمجھتا تو پھر کون سمجھتا؟ میں نے اُسے اعتماد میں لینے اور اس کے دل کا غبار دور کرنے
کہا۔ ''ترام! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع دیئے بغیر یہاں سے چلا گیا تھا۔ مجھے معلو
کبھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں دوگی اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ لڑکی...
سے ملو۔ اس کا نام سریتا ہے، یہ ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ کالاری اسے اپنے لیے اُٹھا کر
اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو کالاری اسے برباد کر دیتا۔''

ترام کچھ دیر خاموش رہی جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ''تم اس لڑکی کی خاطر با
کے لئے بے چین تھے؟ اسی وجہ سے تم نے میری جمرال کی اور جزیرہ توری کے کاہن اعظم ک
بھی نظر انداز کر دیں؟'' وہ پُروقار لہجے میں بولی۔

''ہاں ترام! میں اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ کمزور لڑکی میری
باعث ظلم وستم سے بچ گئی ہے۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کاہن اعظم سمو
احسانات کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس مقدس شخص نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اس کی
ثبوت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نیک دل سمورال میری نیت سے واقف ہوگا اور اس گستاخی او
پر مجھے معاف کر دے گا۔''

''اس لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے ہو؟'' ترام نے سرد لہجے میں پوچھا۔

وہ بار بار تیکھی نظروں سے سریتا کو دیکھ رہی تھی، سریتا اپنا بدن سمیٹے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

''اس لیے کہ اس پُراسرار علاقے میں سب سے محفوظ جگہ ہے، یہاں کے باشندوں
محفوظ رہے گی۔'' میں نے حوصلے سے جواب دیا۔ ''کاہن اعظم کے احسانات اور محبت کے
سمجھتا ہوں کہ وہ اس جسارت پر برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ یہ لڑکی تمہیں کوئی نقصان نہیں
گی۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔''

''کیا تم اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے؟''

ترام کا تجسس اور گلہ میں نے محسوس کر لیا۔ وہ مجھ سے سریتا کے سلسلے میں کوئی حتمی بات
لئے مضطرب نظر آتی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں سریتا جیسی نازک بدن، دل کش لڑ
موڑ لوں؟ جس نے آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بنانی شرع کر دی تھی، کیا میں اس ہنا
سے دست بردار ہو جاؤں؟ میں نے ایک نظر سہمی ہوئی سریتا پر ڈالی پھر ترام سے فیصلہ کن
مخاطب ہوا۔ ''میں نے اس لڑکی کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اس کی قسمت کا ف

دراں کرے گا۔''

ترام جزبز ہو کر بولی۔ ''اگر میرے باپ نے اس لڑکی کے خلاف کوئی حکم صادر کیا تو کیا تم اُسے
ل کر لو گے؟''

''مجھے معلوم ہے وہ پاک باطن شخص ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو مقدس سمورال کا ہر حکم
ے ہر حال میں قبول ہوگا۔'' میں نے صاف دلی سے اس سے کہا۔

میرا یہ واضح جواب سن کر ترام کی آنکھوں میں معنی خیز چمک پیدا ہوئی۔ ہمارے درمیان چونکہ
ای زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے سریتا گم صم کھڑی رہی۔ ترام کا تجسس بڑی حد تک دور ہو گیا
۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گئی تو اس نے آگے بڑھ کر سریتا کا ہاتھ تھاما اور اسے جمرال کے
یب لے جا کر اشارے سے گھاس کے بستر پر آرام کرنے کے لئے کہا۔ میں نے سریتا کو ترام کا
ر یہ سمجھایا تو وہ کسی قدر جھجکی، پھر اپنا پھول جیسا جسم سمیٹ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ میں ترام کو سریتا
، پاس چھوڑ کر غار کے اس حصے میں آ گیا جو چوالیس دنوں تک متواتر میرے تصرف میں رہا تھا میں
ے ایک طویل انگڑائی لے کر خود کو فرش پر بے سدھ گرا دیا اور سیاہ چھت کو گھورنے لگا۔ مشعل کی روشنی
ں ویران کمرے میں بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھی، ابھی میں غنودگی کی منزل میں تھا کہ ترام آ گئی۔

میں سمورال کی وجہ سے اپنے سرکش نفس کو دبائے رکھنے پر مجبور تھا۔ جب وہ میرے پاس فرش پر
ر بیٹھ گئی تو اس نے بہت مدھم لہجے میں کہا۔ ''جابر! کیا یہ لڑکی تمہیں پسند ہے......؟''

''پسند......؟'' میں نے اس کا مفہوم سمجھ کر کہا۔ ''ہاں پسند ہے۔ مگر تمہیں ایسی باتیں کرنا کہاں
ے آ گئیں؟''

''یہ سب تمہی نے سکھایا ہے۔ کیا تم اسے بہت پسند کرتے ہو؟''

''ہاں، بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مگر...... مگر تم سے زیادہ نہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''خدا کی قسم، مقدس سمورال کی عظمت کا خیال
ے ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاتا۔''

''پھر تم میرا کیا کرتے؟'' ترام نے معصومیت سے کہا۔

''میں تمہیں اپنے دل کی ملکہ بناتا۔ میں تمہیں بیروت لے جاتا۔ جب تم اعلیٰ لباس میں وہاں
کی سڑکوں پر جلوہ گر ہوتیں تو لوگ دنگ رہ جاتے۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

غار کے اس حصے میں میرے اور ترام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ جمرال سو رہا تھا۔ سریتا کے بارے
مجھے یقین تھا کہ وہ نازک بدن حالات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ اپنی جگہ سے ہلنے تک کا خطرہ
نہیں لے سکتی، سمورال، مقدس اقابلا کی طلبی پر اس کی بارگاہ میں گیا ہوا تھا۔ یہ سناٹا، یہ بھڑکتی ہوئی

مشعل، یہ دوشیزہ اور میں ۔ میں کہ ایک سرمست نوجوان ۔ اندر چھپے ہوئے اس بدبخت شخص نے ہوس کی طرف لاکھ اُکسایا میرا دل چاہا کہ ترام کو گھسیٹ کر اس امتناع کا دروازہ بند کروں جو ایک عورت کو ایک نوجوان مرد سے دور کرنے کا غیر فطری جبر ہے لیکن مقدس سموراں نے مجھ پر ا اظہار کیا تھا۔ حالانکہ اس علاقے میں اس قسم کے اعتماد، دوشیزگی، عصمت اور جنس کے بارے ! گریز نہیں تھے جو ہمارے معاشرے میں موجود ہیں لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ ہوس بدنیتی اور نفر بارے میں نہ جانتے ہوں۔

میں اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ اگر میں دیوانگی اور سرشوری کے اس لمحے میں بہک گیا تو مقدس س ناراض ہو سکتا ہے اور پھر جزیرہ توری کا کوئی گوشہ میری پناہ گاہ میں نہیں بن سکتا، کاہن اعظم ار اقابلا کے روبرو موجود ہے، لیکن کاہن اعظم کی نگاہیں اس کے گھر میں موجود ہوں گی ۔ وہ سارک محسوس کر رہا ہوگا اور دیکھ رہا ہوگا۔ چونکہ وہ برتر طاقتوں کا حامل ہے، اب جبکہ میں جزیرے ک سردار کو ختم کر کے ایک سنگین جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں تو میرے لیے احتیاط لازم ہے۔ یقی اپنے سردار کی موت پر برہم ہو گی اور سموراں بھی لازماً اپنی ملکہ کا ہم نوا ہو گا، کالاری کے خاتمے حالات اور سنگین ہو گئے ہیں، مجھے سریتا کو حاصل کرنے کے جوش میں اس کا اندازہ ہی نہیں ہو اور آرام کی یہ ساعتیں اس خونیں ہنگامے کے بعد کہیں نصیب ہوئیں تو مجھ پر خوف غالب آ گ دیکھی بلاؤں کا خوف، آنے والے سانحوں کا خوف، ایک سردار کی موت کوئی چھوٹا واقعہ نہیں جانے اب کیا؟ کون سے امتحانوں سے گزرنا پڑے۔

ترام نے پھر مجھے چونکا دیا۔ وہ حیرت سے مجھے ٹہلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ ’’تم نے سردا سے اسے کیسے حاصل کر لیا؟‘‘

’’مقدس سموراں نے مجھے حوصلہ بخشا تھا ورنہ کالاری جیسے دیوزاد اور بڑے سردار پر میر محال تھی۔‘‘ میں نے کہا۔

مگر تم نے اسے زیر کیسے کر لیا؟ یہ ایک ناممکن کام ہے۔‘‘

میرے ساتھ سچائیاں تھیں میرے پاس حوصلہ تھا اور سریتا کا ساتھ کچھ اور طاقتیں تھیں۔ اسی لئے مجھے اسے مارنے میں آسانی ہوئی۔‘‘

’’کیا؟...... کیا تم نے اُسے مار دیا؟‘‘ ترام حیرت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

’’ہاں میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔‘‘ میں نے پُرسکون لہجے میں اسے جواب دیا۔

’’یقین نہیں آتا...... جانتے ہو، کالاری مقدس اقابلا کا ایک سردار تھا۔ اُس پر آسمان کا سایہ تھا اور عظیم اقابلا کی عنایتیں اس کی جلو میں تھیں کسی معمولی انسان کا اس کے مد

امیاب ہونا ممکن نہیں ہے۔‘‘ ترام مجھے تجسس آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی حیرت بے جا یں تھی۔ میں نے ایک ثانیے تامل کیا، پھر شروع سے آخر تک کے تمام واقعات ترام کو سنا ڈالے۔ وہ لیں جھپکائے بغیر مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی جیسے میں کوئی ان ہونا واقعہ سنا رہا ہوں۔ اس نے میری ہانی سننے کے بعد کسی رائے کا اظہار نہیں کیا البتہ اس کے انداز سے اُلجھن اور خوف مترشح تھا۔ میں نے اس خشک موضوع سے اجتناب کیا اور اس کے نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے ہا۔ ’’تم یہاں سے چلی جاؤ...... ورنہ تمہارا قرب مجھے بہکا دے گا۔ میں مقدس سموراں کے سامنے رمندہ ہونا نہیں چاہتا۔‘‘

قریب تھا کہ میں اس جنون خیز سیلاب میں بہہ جاتا کہ غار کا بیرونی دروازہ کھلنے کی تیز آواز نے رے جسم میں سنسنی پیدا کر دی۔

ترام مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے ہاتھوں سے نکل گئی۔ وہاں رکنے کے بجائے وہ بھاگتی ہوئی ں حصے کی طرف چلی گئی جہاں سریتا اور جمراں موجود تھے۔ میں ششدر بیٹھا اپنے منتشر اعصاب مجتمع رنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ میرے کمرے میں سموراں نمودار ہوا، اس کے چہرے پر بلا کی تی تھی، آنکھوں میں ایسا دبدبہ تھا کہ اس سے نظریں نہیں ملا سکا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ہوس ناک ادوں سے باخبر ہو گیا ہے۔ خوف زدہ ہو کر میں نے اسے اپنے رواج کے مطابق سلام کیا اور خاموشی ے گردن جھکا کر کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ غار کے در و دیوار پر موت کا سکوت ری تھا۔ کچھ لمحے اسی بھیانک سکوت میں گزر گئے، پھر سموراں کی گرج دار آواز اُبھری۔ ’’میرے تھ آؤ۔‘‘

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سموراں غار کے دوسرے حصے کی طرف جانے کے لئے گھوم چکا

انکار کی کیا مجال تھی؟ میں نے تمام تر عجلت سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مجھے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ انے اپنے اندر کے وحشی انسان کو بے لگام چھوڑ کر اور ترام کا ناآسودہ بدن برانگیختہ کر کے یقیناً کسی ں مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ لمحات بڑے جاں گسل تھے۔ میں اس کی تقلید میں دو کمروں سے ر کر اس کی مخصوص عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ کاہن اعظم بڑے کڑھاؤ کے سامنے آ کر رک گیا۔ انے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو مشعل دکھا دی۔ آگ بھڑک اٹھی تو وہ اپنی زبان میں کچھ پڑھنے لگا۔ سکتے کے عالم میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اونچی آواز میں کچھ تا رہا۔ پھر اس نے مقدس جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر اپنے ہاتھ میں لے لی اور میری ف گھور کر تحکمانہ آواز میں بولا۔ ’’اس میں جھانک کر دیکھو۔‘‘

میں نے ڈرتے ڈرتے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں جھانکا۔ تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر اندھیری رات میں غار کے باہر کا منظر روز روشن کی طرح تیل کی لہروں پر نمودار ہو گیا۔ غار کے ننگ دھڑنگ مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر اکٹھا تھا۔ کالاری کا بندر اچھل اچھل کر سینہ کوبی میں مصروف تھا۔ بظاہر وہ سب میرے خون کے پیاسے معلوم ہو رہے تھے۔ میرے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ میں رعشہ براندام تیزی سے گھوم کر کاہن اعظم سے بولا۔ ''مقدس سمورال، یہ کیا ہے؟ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟''

''تم کیا سمجھ رہے ہو؟'' سمورال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہ لوگ آج مجھے تمہاری پناہ سے نکال لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔'' میں نے بدقت تمام کہا۔

''غلط۔'' سمورال نے جواب دیا۔ ''یہ صحیح ہے کہ یہ تمہیں یہاں سے لے جانے کے لئے آئے ہیں۔''

''اور یہاں سے لے جا کر یہ لوگ مجھے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیں گے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''نہیں یہ تمہیں اپنا حکمران بنانے کے لیے بے چین ہیں۔''

''حکمراں......؟ تم کیا کہہ رہے ہو مقدس کاہن؟''

''ہاں حکمراں...... تم نے کالاری کو مار کر خود اس کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس جزیرے کی رسم ہے جب کوئی سردار کو مقابلے کی دعوت دیتا ہے یا اسے مار دیتا ہے تو اسے سرداری کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ تم عظیم اقابلا کے آسمانی قانون کی رو سے اب کالاری کے جانشین ہو کیونکہ تم ایک ایسے شخص سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئے جو یہاں کا سردار تھا۔ مقدس اقابلا کی عظمت تم پر سایہ گیر رہے۔ تم یہاں کے سردار ہو۔ کسی اجنبی کو آج تک یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔''

''تم...... تم......'' مگر میں کچھ نہ کہہ سکا۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے مذاق کر رہا ہے لیکن میں اس کے سامنے اس بے ادبی اور گستاخی کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ انکشاف سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اچانک مجھے جزیرے میں ایک بڑے سردار کا منصب مل سکتا تھا۔ حیرت اور خوشی کی بنا پر میرے منہ سے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ یہ لوگ جو باہر چیخ پکار مچا رہے ہیں یہ مجھے اپنا حاکم بنانے کے لئے آئے ہیں۔ بیرونی عرب نوجوان پُراسرار جزیرہ توری کا ایک سردار تسلیم کر لیا جائے گا؟ اس جزیرے کا سردار جس کی کل تک خود اس کے لئے تنگ تھی وہ ان لوگوں پر حکمرانی کرے گا جو کل تک اس کے خون کا

لئے مضطرب تھے۔ میری عقل میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں نے رحم طلب نظروں سے سمورال کی جانب دیکھا۔ وہ میرا اضطراب بھانپ کر نرم لہجے میں یوں گویا ہوا۔ ''کاہن کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتا جس وقت تم نے کالاری کو زیر کیا تھا۔ اس وقت میں مقدس اقابلا کی بارگاہ میں حاضر تھا لیکن مقدس اقابلا نے مجھے فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ کاہن اعظم ہی کسی شخص کے سرداری کا منصب سنبھالنے کی ضروری رسمیں انجام دیتا ہے۔ اب تمہیں کالاری کی ذمے داری سنبھالنی ہے، تم نے مشکل حالات کے باوجود جس جواں مردی، شجاعت اور حوصلے کا ثبوت دیا ہے، اس کا صلہ تمہیں مل گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نے مصائب سے نجات حاصل کر لی ہے۔ توری جزیرے کے رسم و رواج کے مطابق ابھی تمہیں کالاری کا منصب سنبھالنے سے پہلے چند امتحانات سے گزرنا ہوگا اور چونکہ تم اجنبی ہو۔ اس لیے اقابلا کے آسمانی...... قانون سے واقف ہونا ہوگا۔''

''عظیم سمورال! مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا میں اس منصب جلیل سے پوری طرح انصاف کر سکوں گا؟ اور وہ امتحانات کیا ہیں اے کاہن اعظم...... جن سے مجھے گزرنا ہوگا۔'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''میں دیکھ رہا ہوں اور مجھ سے پہلے بہت سے کاہنوں نے دیکھا ہے...... میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس جزیرہ توری کی تاریخ کے وہ شخص ہو جس کی پیش گوئی بہت پہلے کر دی گئی تھی...... میں تمہیں کچھ اور نہیں بتا سکتا۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''مقدس کاہن! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہوا۔ تم نے مجھے پناہ دی۔ مجھے سرفراز سمجھا اور حوصلہ بخشا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ تمہاری رضامندی کو اولیت دوں گا۔'' میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''ادھر دیکھو......'' کاہن اعظم نے میری باتیں نظرانداز کر کے مجھے پھر کڑھاؤ میں جھانکنے کا حکم دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں دیکھا۔ حسب دستور تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر جو منظر نظر آیا، اسے دیکھ کر تو میرا خون ہی خشک ہو گیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ منظر کھولتے ہوئے تیل پر نظر آنے لگا جو ابھی کچھ دیر پہلے کاہن اعظم کی عدم موجودگی میں اس اندھیرے کمرے میں پیش آیا تھا۔ میں نے سمورال کے چہرے کی جانب اس کا ردعمل جاننے کے لئے نظریں اٹھائیں۔ اس کی عقابی نگاہیں میرے جسم میں نیزے کی انی کی طرح چبھنے لگیں۔ ''اس علاقے میں پتا کھڑکنے کی آواز بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔'' سمورال کی ٹھوس آواز کمرے کے در و دیوار سے ٹکراتی ہوئی ابھری۔ ''تم نے ترام کا خوابیدہ بدن جگا کر میری ریاضت میں رخنہ ڈالا ہے۔ میں اپنے دونوں پجاریوں کو نفسانی آلائشوں سے دور رکھنا چاہتا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ انہیں تربیت دے کر اقابلا کے حضور

پیش کروں گا لیکن تم نے میری بچی کو راستی کی راہ سے ہٹا دیا۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں مقدس کاہن!'' میں نے معذرت خواہانہ انداز

''جو کچھ ہوا، اس میں ترام سے میری محبت کا گہرا دخل تھا وہ ایک جذباتی فعل تھا لیکن میر مرحلے پر کاہن اعظم کی بیٹی کا احترام ملحوظ رکھا ہے۔''

''خاموش۔'' سمورال نے بلند آواز میں کہا۔'' کاہن وضاحت طلب نہیں کرتے کیونکہ کے اندر جھانکنے کی قوت رکھتے ہیں۔''

میرا جسم پسینے پسینے ہوگیا۔ سمورال نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ''تم ایک بہادر نوجوان ہو ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ جن سے جزیرہ توری کی سرداری کے لئے تمہیں گزرنا ہے او کہ کاہن اعظم کی کسی بات سے انکار کی جرات کرنے والا اس جزیرے پر فوراً ہی موت کی سپرد کر دیا جاتا ہے۔''

''میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''کیا تم اس کڑھاؤ کے ابلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگا سکتے ہو؟'' سمورال نے تیز دریافت کیا۔

میں یہ حکم سن کر لرز اٹھا۔ کڑھاؤ میں ابلتا ہوا تیل میرے امتحان کا منتظر تھا۔ میں نے طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھا، مگر مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سمورال کا انداز بہت بے میں نے ایک لمحے میں کچھ سوچا یقیناً یہ کوئی آزمائش ہے۔ مگر یہ کوئی فریب نہ ہو؟ لیکن انکار ممکن ہے؟ کیا میری تمام مشقیں اور صعوبتیں رائیگاں جا رہی ہیں؟ اور کیا یہ خونیں غسل میر پروانہ ہے؟ میں لرز لرز گیا۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھا اور کاہن سوال کے جواب میں چارو ناچار جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگانے کی ٹھان لی۔ کڑھاؤ کے جل رہی تھی اور تیل اس کے اندر ابل رہا تھا۔ مجھے جھرجھری سی آگئی لیکن میں سینہ تان کر آگے قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر چڑھ کر جلتے ہوئے تیل میں چھلانگ لگا دی۔ اس وقت میر خود بخود بند ہوگئی تھیں لیکن کڑھاؤ میں گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا جسم سرد پانی میں ہو۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ابلتا ہوا تیل سرد پانی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں کڑ نے باہر آیا تو سمورال نے میرے کاندھے پر شفقت کا ہاتھ رکھ دیا اور میں نے پہلی بار اس پر خفیف سی مسکراہٹ محسوس کی۔ ''تم یقیناً اس جزیرے کی سرداری کے اہل ہو۔'' وہ بلند بولا۔ ''لیکن یہ ایک آسان سا امتحان تھا۔ اس سرد مقدس پانی میں غسل کر کے تم نے باہر گندگی دھو ڈالی ہے۔ دوسرے امتحان ایک ہفتے کے اندر اندر تمہیں اطلاع دیئے بغیر لیے جا

گر تم اس میں ثابت قدم رہے تو ایک ہفتے بعد تمہیں آبادی کے روبرو قبیلے کی سرداری سونپ دی جائے گی۔''

''میرے لیے اور کیا حکم ہے؟'' میں نے سعادت مندی سے پوچھا۔

''تم اب آرام کر سکتے ہو۔ میں غار کے باہر ان لوگوں کو مطمئن کر کے آتا ہوں جو تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔''

''میں ایک خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''کہو......؟''

''میں مقدس کاہن کو زیادہ قریب رکھنے کے لئے اس سے ایک چیز مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری یہ گستاخی معاف کر دو گے۔''

''تم اس جزیرے کی جس لڑکی کو چاہو، ملکہ بنا سکتے ہو۔''

''میں صرف ترام کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''ترام!'' سمورال نے دہرایا اور اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوگئیں......

''کیا تم اسے جزیرہ توری کے ایک شریف النفس سردار کی بیوی بنانے پر تیار نہیں ہو گے؟ اس طرح ہم دونوں اور قریب آجائیں گے اور جب ہم دونوں قریب آجائیں گے تو پھر کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔'' میں نے جوش سے کہا۔

سمورال کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ ''ہم اب بھی قریب ہیں۔ جزیرہ توری کا ہر سردار مجھ سے قریب رہتا ہے۔''

''مگر ترام سے میں محبت کرتا ہوں۔'' میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔

وہ میرے پیہم اصرار پر بہت دیر بعد کہیں راضی ہوا۔ ''میں ترام تمہیں دیتا ہوں لیکن خیال رہے وہ کاہن اعظم کی بیٹی ہے۔''

''میں اسی احساس برتری کے لئے اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اب جا سکتے ہو۔'' وہ میری چرب زبانی سے غالباً برہم ہو گیا تھا۔

''میں سریتا کے سلسلے میں تمہارا ارادہ جاننے کا خواہش مند ہوں۔'' میں نے چلتے چلتے پوچھا۔ ''کیا تم اسے کچھ دنوں تک اسی غار میں رکھ لو گے؟''

''ہاں۔ کچھ دنوں تک اسے یہاں میرے پاس رہنا ہوگا۔ پھر اسے سرنگا کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

''کیا سرنگا زندہ ہے؟'' میں نے چونک کر دریافت کیا۔

''ہاں سرنگا ابھی زندہ ہے۔'' سموراں کا جواب مختصر اور معنی خیز تھا۔ سرنگا کے بارے میں کچھ اور معلومات کرنے کی جستجو ہوئی لیکن سموراں کا معنی خیز لہجہ اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کسی مشکل سے دوچار ہے اور وہ بتانے سے گریز کر رہا ہے۔ سموراں نے مجھے مزید کچھ سوچنے نہیں دیا۔ اس نے مجھے کمرے سے جانے اور آرام کرنے کی ہدایت کی۔ میں بادل نخواستہ وہاں سے چلا آیا اور اپنے کمرے میں فرش پر دراز ہوگیا۔ اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ حالات نے انقلابی انداز میں پلٹا کھایا تھا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ جزیرہ توری کے ایک اجنبی کو یہ اعزاز حاصل اس رات مجھے اپنے وطن اپنے شہر اور اپنے گھر کی بہت یاد آئی اور ایک ایک کر کے سارے منا نگاہوں میں گھوم گئے۔ حسین فلورا کی یاد نے مضطرب کیا اور میں نے خود کو اس بات کے لئے آ شروع کر دیا کہ اب میں کبھی وطن واپس نہ جاسکوں گا۔ میرا جسم اسی قبیلے کی خاک میں مل اپنے عزیزوں کو دیکھنے کا دوبارہ کوئی موقع مجھے نصیب نہیں ہوگا۔ اس قربانی کے عوض مجھے اس ج کی سرداری مل گئی ہے، زندہ رہنے کے لئے یہ سہارا بہت کافی ہے۔ مجھے بہر حال اپنے حالا مفاہمت کرنی چاہئے اور اس جزیرے کی حبشی آبادی کی کایا پلٹ دینی چاہئے۔ میں نے دیر تک سے منصوبے بنائے اور سوچنے لگا کہ میں ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ میں اقابلا کا قر حاصل کر سکتا ہوں؟ اور فلورا کو شوالا سے کیسے بچا سکتا ہوں؟ فلورا کی جدائی کا داغ میرے دھواں دیتا ہے غرضیکہ رات کے پچھلے پہر تک میں جاگتا رہا اور اپنے ذہن میں آئندہ زندگی ک بناتا رہا۔ فرار کا خیال کرنا بھی اس جزیرے میں گناہ تھا۔ کیونکہ کاہن اعظم کو ہر بات کی خبر تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی نیت صاف کی اور صمیم قلب کے ساتھ اپنی آبادی میں گھل مل جانے آمادہ کیا۔

علی الصباح کاہن اعظم نے مجھے طلب کیا۔ جمرال کے ساتھ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پریشان سریتا وہاں موجود تھی۔ میرے پہنچنے کے بعد ترام کو بلایا گیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قد سموراں کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ ''ادھر آؤ میرے قریب۔'' سموراں نے تحکمانہ لہجے م مخاطب کیا۔ وہ قریب آئی تو سموراں نے میرا ہاتھ تھاما۔ پھر ترام کا ہاتھ پکڑ کر ہم دونوں کے میں کڑا ڈال دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک کڑے میں پڑے ہوئے تھے۔ اس عمل کے بعد سے جلتی آگ کے سامنے کچھ پڑھنے لگا۔ ترام کے چہرے پر سرخی چھا رہی تھی اور اس کی گر سے جھک گئی تھی۔ سموراں کی آواز تیز ہوتی گئی۔ ہم سب خاموشی سے سموراں کی عبادت د تھے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو اس نے ترام کو کچھ اشارہ کیا۔ ترام اچانک گھٹنوں کے بل اپنا سر میرے پاؤں سے رگڑنا شروع کر دیا۔ یہ غالباً کوئی رسم تھی جس کی ادائیگی ترام پوری

سے کر رہی تھی۔ دیر تک وہ یہی عمل کرتی رہی پھر سموراں نے اسے اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے بائیں ران پر بندھا ہوا خنجر نکالا۔ میں حیرت زدہ اور سراسیمہ ہو کر وہ عجیب و غریب رسمیں دیکھ رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سموراں نے خنجر کی نوک اپنے سینے میں اتار لی۔ پھر خون میں اپنے سیدھے ہاتھ کی درمیانی انگلی ڈبو کر اسے ترام کے سینے پر لگا دیا۔ ترام کے سینے پر سرخ خون کی لکیر بہنے لگی اور اس کا سر عقیدت سے جھک گیا۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور اس نے خنجر کی نوک میری انگلی میں چبھو دی۔ مجھے شدید درد کا احساس ہوا لیکن میں برداشت کر گیا۔ ترام نے کمال تیزی سے میری کٹی ہوئی انگلی چوسنی شروع کر دی۔

''جابر بن یوسف! ترام اس جزیرے کے رسم و رواج کے مطابق تمہاری بیوی ہے' آج کے بعد سے تم اس کے محافظ ہو۔ میری ذمے داری ختم ہوئی۔'' سموراں کے لہجے میں کرب تھا۔ میں وہاں کے رسم و رواج سے بالکل ناواقف تھا۔ پھر بھی میں نے اپنی عقل کے مطابق آگے بڑھ کر سموراں کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ''مقدس سموراں! تیری عنایتوں نے مجھے غلام بنالیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ترام میرے پہلو میں محفوظ رہے گی۔ اس کی حفاظت مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہوگی۔''

سموراں نے مجھے اور ترام، سریتا اور جمرال کو اپنی عبادت گاہ سے رخصت کر دیا۔ سریتا بہت مایوسی اور خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ہم جب دوسرے کمرے میں آگئے تو بھی اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے رسمی طور پر اس کی خیریت پوچھنے کے بعد اپنے کمرے کی راہ لی۔ اس سے نگاہ ملاتے ہوئے نہ جانے کیوں مجھے جھجک سی محسوس ہوئی تھی۔ ایک خلش سی محسوس ہو رہی تھی اور یہ خلش اس وقت تک قائم رہی جب تک میں ترام کے ساتھ گھاس کے فرش پر نڈھال ہو کر گر نہ گیا۔ ترام قریب آئی تو میں سب کچھ بھول گیا۔

یہاں مجھے شاعری کی اجازت دیجئے۔ میں نے ایسے تیور دیکھے جن سے اب تک نا آشنا تھا۔ میں اس پھول کی مہک سے بے خود ہوگیا۔ ترام کی بات ہی اور تھی۔ شاید کاہن اعظم نے اسے زیادہ لطیف اور دلکش بنانے میں اپنی ماورائی قوتوں سے بھی کام لیا تھا۔

اب میں اپنی اس عجیب و غریب داستان کے کچھ غیر اہم درمیانی حصے چھوڑ کر اصل کہانی کی طرف آرہا ہوں۔ سموراں کے غار میں مجھے ایک ہفتہ گزر گیا۔ ترام سے شادی کے بعد اب اس گھر میں میری حیثیت کسی پناہ گزیں کی نہیں تھی بلکہ گھر کے ایک فرد کی سی تھی۔ میں نے اس مدت میں جمرال، ترام اور سموراں سے بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قبیلے کے رسم و رواج سے آگاہی اور کالی طاقتوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے اور سرداری کے آداب سیکھنے میں مجھے سارا ہفتہ گزر گیا۔ ترام کے دل کش جسم کی رفاقت کے ساتھ ساتھ میں دشوار گزار مراحل سے بھی گزرا۔ وہ

امتحانات جن کا تذکرہ سمورال نے کیا تھا، ان میں بھی میں نے بہ کمال و تمام کامیابی حاصل کی۔ آزمائشوں کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ترام کی عبادت گاہ کی جادوئی اشیاء اور ہڈیوں کے پنجر نے متحرک ہوکر میری برداشت اور حوصلے خوب آزمائے۔ اچانک مجھ پر کوئی افتاد پڑ جاتی تھی کبھی ڈھانچہ میرا گلا دبوچنے کے لئے رات کے اندھیرے میں میری طرف بڑھتا، کبھی خوف ناک ... کے جانوروں کی کھوپڑیاں بھیانک آوازوں سے مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتیں۔ یہ پور... اسی آنکھ مچولی میں گزر گیا اور آخر وہ لمحہ آ پہنچا جب سمورال نے مجھے باہر جانے اور قبیلے کی سردار... مسند سنبھالنے کی اجازت دے دی۔ میں جب سمورال کے ساتھ باہر آیا تو وہاں مردوں، عورتو... بچوں کا اژدہام تھا۔ مجھے دیکھ کر کالاری کا بندر خوشی سے ناچنے لگا اور اچھل کر میرے کاندھے... گیا۔ حبشی مردوں اور عورتوں کے مرجھائے ہوئے چہرے مجھے دیکھ کر کھل گئے۔ انہوں نے خوش... اظہار کے طور پر وحشیانہ انداز میں رقص کرنا شروع کر دیا، ڈھول، چمٹے اور مستانہ نعرے۔ ان آوا... کے درمیان مجھے جلوس کی صورت میں کالاری کی بستی میں پورے تزک و احتشام سے لے جایا... سمورال میرے ہمراہ تھا اور اس کے ساتھ ترام بھی تھی۔ ترام کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا لیکن... اعظم ایک جذبات سے عاری شخص معلوم ہو رہا تھا۔

کالاری کی بڑی جھونپڑی کے سامنے یہ قافلہ رک گیا۔ پھر قبیلے کے رواج کے مطابق... درندوں کو کھلے میدان میں اکٹھا کر کے ان کا خون پتھروں کے بنے ہوئے بڑے بڑے برتنوں میں... کر لیا گیا اور اس خون سے مجھے غسل دیا گیا۔ میرے کپڑے پہلے ہی اُتار دیئے گئے تھے۔ اب... بالکل برہنہ آبادی کے درمیان کھڑا تھا۔ میں بہ کراہت مجبوراً برداشت کر گیا۔ خون کے اس غسل... بعد مجھے بستی کے بزرگ برہنہ افراد کے سامنے لایا گیا اور سمورال نے جارا کا کا کی کھوپڑی پر ہاتھ... کرا کر ایک قسم کا حلف وفاداری مجھ سے اُٹھوایا۔ میں اسے حلف وفاداری ہی کہوں گا۔ سمورال جو... گیا، اس کا میں اپنی گردن ہلا ہلا کر اقرار کرتا رہا۔ اس رسم سے فارغ ہونے کے بعد میری تاج... جشن برپا ہوا۔ یہ جشن تین روز تک مسلسل جاری رہا۔ اس عرصے میں سمورال برابر میرے ساتھ ر... مجھے میرے آئندہ فرائض کے بارے میں ہدایتیں دیتا رہا۔ میرا تمام جسم مختلف رنگوں اور اشکال... رنگ دیا گیا تھا اور گلے اور ہاتھوں میں بڑے بڑے کڑے ڈال دیئے گئے تھے۔ کان چھید کر ان... بندے جیسی اشیاء لٹکا دی گئی تھیں۔ تین روز تک کھلے میدان میں سالم جانور بھوننے، مقامی ش... پینے، رقص کرنے اور ڈھول پیٹنے کے ہنگامے ہوتے رہے۔ پانچویں روز سمورال جانے لگا تو اس... مجھے علیحدہ لے جا کر کہا۔ ”جابر بن یوسف! آسمان تم پر رحم کرے، میں اب تم سے رخصت ہو رہا... لیکن جاتے جاتے چند ضروری نصیحتیں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔“

میں ہمہ تن گوش تھا۔ سمورال مجھ سے کہنے لگا۔ ”کالاری کی جگہ سنبھالنے کے بعد اب مقدس اقابلا کے حکم سے اس کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہو گئے ہیں۔ جزیرہ توری کے تمام درندے ہمارے حکم کے تابع ہیں، لیکن جزیرے کے دوسرے سردار شواالا کے پاس بھی غیر معمولی طاقتیں ہیں...... اسے اپنی طاقت اور مقدس اقابلا کی عنایتوں کی وجہ سے ایک بڑا درجہ حاصل ہے۔ یقیناً وہ اقابلا کے سامنے اپنی سرخ روی کے لئے تمہیں زیر کرنے کی کوشش کرے گا لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب تم اپنی بستی کی حدود سے باہر نکلو۔ بہتر یہی ہے کہ جزیرہ توری کے تم دونوں سرداروں میں مفاہمت کی فضا قائم رہے۔ اقابلا اس جزیرے کے سرداروں کے درمیان خون ریزی پسند نہیں کرتی۔ دوسرا شخص جو تمہیں کسی وقت بھی نقصان پہنچانے کے درپے ہو سکتا ہے وہ تمہارا ہندی ساتھی سرنگا ہے۔ تمہیں اس سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔“

”سرنگا؟“ میں نے چونک کر حیرت سے کہا۔ ”سرنگا ایک خاموش اور وضع دار بوڑھا ہے۔ میں نے سرینا کو کالاری کے چنگل سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا ہے۔“

”تم اس سرزمین کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ طاقت کی پرستش کرتا ہے، انسان یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہر سمت اقابلا کی حکمرانی ہے، ہر طرف کالی طاقتوں کا جال بکھرا ہے۔ تم انہیں محسوس کر سکتے ہو، دیکھ نہیں سکتے۔ یہاں تمہیں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔ ورنہ یہاں کا طلسمی جال تمہیں اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ و برباد کر دے گا۔ تمہیں ہر طرح مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل کرنی ہوگی، اسی طرح تم بلاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔“

”عظیم سمورال...... کیا مقدس اقابلا میرے اس منصب سے خوش نہیں ہے؟“

”اس کی خوشی ناخوشی اس کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔“ اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ اہم باتیں چھپا رہا ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن سمورال بڑی خوب صورتی سے میرا تجسس بہلانے میں کامیاب ہو گیا۔ جاتے جاتے اس نے مجھے اپنے گلے سے گھونگھوں کی ایک مالا اتار کر دی اور بڑی راز داری سے بولا۔ ”جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی کی طرح یہ مالا بھی حیرت انگیز صفات کی حامل ہے۔“

میں نے شکریہ کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ سمورال مجھ سے رخصت ہو کر جانے لگا تو کالاری بستی کے بوڑھے مرد اس کے ساتھ ساتھ ہو لیے۔ یہ گویا عقیدت کا اظہار تھا، سمورال کے جانے کے بعد میں نے اپنی جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ یہ دو بڑے کمروں اور ایک چھوٹے کمرے پر مشتمل تھی۔ میں نے اسے سنوارنے اور اپنی پسند کا بنانے کے لئے بستی کے لوگوں کی مدد حاصل کی اور اسے جلد ہی ایک خوب صورت مکان میں تبدیل کر دیا۔ اردگرد متعدد جھونپڑیاں کنیزوں اور سردار کے محافظوں کے

لئے بکھری ہوئی تھیں۔ صبح و شام بستی کی کنواریاں میری نگاہ التفات کی منتظر رہتیں، وہ اپنے دیتیں، اس کے جسم کی مالش کرتیں۔ رقص کرتیں اور اپنے ساز بجاتیں اور ترام کی خدمت کر شاہانہ انداز سے ان کے درمیان فروکش ہوتا۔ میرا رفیق بندر ان سے اٹکھیلیاں کرتا رہتا۔ ا کا ہوتا تھا۔ تین دن بعد میں نے بستی کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سے ان کی ضروریات خواہش ظاہر کی۔

آج تک کسی سردار نے ان سے اس قسم کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی وہ حیرت سے میرا لگے۔ میں نے غذا کی صورت حال، جھونپڑیوں کی تعداد اور دوسرے امور پر ان سے بحث ک بھی نہیں جانتے تھے اور زندگی صرف اس لیے بسر کرتے تھے کہ سردار کو کسی طور خوش رکھ کانفرنس طلب کر کے میں نے جھونپڑی کے درمیان سڑکوں کا ایک وسیع منصوبہ تیار کیا، جگہ نہ تھی۔ زرخیزی بہت تھی۔ بارش بھی خوب ہوتی تھی۔ مجھے جزیرہ توری میں اپنی سرداری ہوئے اکیس روز گزر گئے، اپنی اس دنیا میں مجھے ہر قسم کی آسائش حاصل تھی، اکیس دنوں کچھ اور انکشاف ہوئے، کالاری کی دو حسین بیویاں اور بہت سی کنیزیں تھیں جو اپنے شوہر بے حد رنجیدہ تھیں ان دونوں نے ایک نئے سردار کی حیثیت سے میرا قرب حاصل کر کوشش کی لیکن میں نے انہیں قریب نہیں پھٹکنے دیا۔

اصل میں ترام کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی ابالیش نامی ایک بوڑھے شخص نے جو کالاری کے بعد اب میرا نائب تھا، مجھے بتایا کہ اس لوگ میری سرداری سے بے حد خوش ہیں۔ وہ کالاری کی سخت گیر طبیعت سے بہت ہرا تھے۔ ابالیش نے بھی مجھے کاہن اعظم کے مشورے کے مطابق محتاط رہنے کی تاکید کی۔ طریقے سے میرا رفیق اور وفادار ثابت ہوا، مجھے اب اس کی زبان پر خاصا عبور حاصل ہو گیا گفتگو کے دوران میں نے اس سے سرنگا کے بارے میں معلوم کیا۔

اس نے کہا۔ ”آقا۔ ابالیش تمہارا تابعدار ہے، مجھے آج تک سرداری نصیب نہ میں جزیرہ توری کا ایک عمر رسیدہ شخص ہوں، بہت سے تجربے رکھتا ہوں، میں اپنے علم کے دور تک دیکھنے پر قادر ہوں، سرنگا کی بابت مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے۔“

”کیا اس کی لڑکی اسے مل چکی ہے۔“

”عظیم جابر۔ سریتا آج کل سرنگا کے پاس ہے۔ کاہن اعظم نے اسے آزاد کرد میں اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔“ ابالیش نے فرماں برداری سے کہا۔

”مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟“ میں نے حکیمہ لہجے میں

ابالیش لرزنے لگا۔ اس کی جھجک پر میرا اصرار بڑھ گیا۔ وہ مجھے حالات سے پورے طور پر باخبر رکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ آخر میرے اصرار پر وہ بولا۔ ”مقدس جابر۔ ایک نائب کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں ایسے حالات سے لاعلم رکھوں جو تمہاری پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔“

”مگر یہ لاعلمی میرے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ مجھے سب کچھ بتاؤ۔“

”ابالیش کی زندگی اپنے آقا کے لئے وقف ہے۔ جب بھی کوئی ایسا موقع آیا، ابالیش تمہیں قبل از وقت حالات سے باخبر کر دے گا۔“

”تم نے کالاری کو خطرے سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟“

”میں نے اس سے کہا تھا اور وہ خود مجھ سے بہتر جانتا تھا لیکن شاید اس سے برگزیدہ طاقتیں روٹھ گئی تھیں، ہر ترکیب بے کار ثابت ہوئی۔“ ابالیش نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ بات کیا ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟“

ابالیش میری بات سن کر کسی گہری فکر میں غلطاں ہو گیا۔ چند لمحے وہ کسی ذہنی انتشار کا شکار رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ”اے مقدس آقا! تم پر اقابلا کی برکتیں نازل ہوں، میں ابھی یہ راز سینے میں دفن رکھنا چاہتا تھا لیکن تمہارے حکم سے سرتابی ممکن نہیں ہے۔ دراصل سرنگا اور سریتا نے شوالا سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ سرنگا شوالا کے ہاں مہمان ہے۔“

شوالا کا نام سن کر مجھے سورال کی باتیں یاد آگئیں اور فلورا کی یاد بھی تازہ ہو گئی۔ فلورا جس کی خاطر یہ تمام مصائب مجھ پر ٹوٹے تھے۔ قسمت نے کہاں سے لا کر کہاں پھینک دیا تھا۔ حالات کے تحت میں فلورا کے لئے کچھ نہ کر سکا مگر اب جب کہ میرا اور شوالا کا رتبہ مساوی تھا۔ میرے لیے یہ خیال ہی ناقابل برداشت تھا کہ فلورا کسی اور کی قید میں ہو۔

میرے چہرے پر جلال کے آثار دیکھ کر ابالیش نے کہنا شروع کیا۔ ”آقا شوالا تمہاری سرداری کے جشن میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اس نے تمہارا یہ عہدہ خوش دلی سے قبول نہیں کیا۔ تمہاری وجہ سے اس کی دو خوبصورت داشتائیں توشا اور نیری موت کی بھینٹ چڑھ گئیں، اگر تمہارے پاس مقدس جارا کاکا کی کھوپڑی نہ ہوتی تو وہ تمہیں کبھی کا اپنے عتاب کا نشانہ بنا چکا ہوتا۔ اب شوالا نے سرنگا کو اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ سرنگا کے پاس ایک دیوی کی طاقت موجود ہے جس نے سریتا کو کالاری کی ہوس سے بچایا تھا۔ سرنگا شوالا کے قریب رہ کر یہاں کی کالی طاقتوں کا راز جاننا چاہتا ہے، شوالا اپنی مکاری سے کام لے کر سرنگا کو اس بات پر اکسانا چاہتا ہے کہ وہ تمہیں ہلاک کر کے تمہارے بجائے خود بستی کی سرداری کا شرف حاصل کرے، ساتھ ہی وہ سرنگا کی دیوی کی طاقت کا راز جاننا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ عظیم قوتوں کا مالک بن جائے گا۔“

"ابالیش...... میری زندگی میں یہ ناممکن ہے، شوالا کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو چاہتا ہوں کہ فلورا کو شوالا سے چھین لیا جائے۔ رہا سرنگا کا مسئلہ تو میں اُس ہندی بوڑھے کو سمجھا" میں نے غصے سے کہا۔

"آقا۔ آقا۔" ابالیش میرا فیصلہ سن کر پریشان ہوگیا۔ "اپنا یہ ارادہ دل سے نکال دیجئے کی سرکوبی فی الحال ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنے جسم پر بے شمار آنکھیں رکھتا ہے۔ اس پر مقدس اقا ہے۔ اگر بستی کی حد بندیوں کی خلاف ورزیوں کا خوف نہ ہوتا تو شوالا اب تک تمہارے نزدیک ہوتا۔"

"میں شوالا سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اسے فلورا کو ہر میرے حوالے کرنا ہوگا۔"

"فلورا کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار کرو۔ حالات ابھی تمہارے حق میں ساز ہیں۔ جب تک عظیم اقابلا تمہیں ملاقات کے شرف سے سرفراز نہیں کرتی اس وقت تک تمہیں محتاط رہنا ہوگا۔"

"مقدس اقابلا سے ملاقات کی کیا صورت ہوسکتی ہیں؟ میں اسے دیکھنے کے لئے ہوں۔ میں نے اس کی عظمت کے بارے میں اتنا کچھ سنا ہے کہ اب اشتیاق اور زیادہ ہوگیا" میں نے تیزی سے کہا۔

"اس سلسلے میں کاہن اعظم بھی تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی مرضی کی مختار ہے۔ البتہ ضرور جانتا ہوں کہ وہ بستی کے سرداروں کو اپنے دیدار کی عزت ضرور تقسیم کرتی ہے۔"

ابالیش کے جانے کے بعد میں کچھ اور نہ سوچ سکا۔ سرنگا اور شوالا کی سازباز کے انکشا میرا خون اور گرما دیا۔ دانش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ میں سمورال اور ابالیش کے مشوروں پر عمل لیکن شوالا کا کانٹا دل سے نہیں نکلتا تھا۔ میں اس جزیرے پر اپنے ساتھ ایک دوسرے وحشی مرب شخص کی برتری کیسے برداشت کرسکتا تھا؟

دوروز تک میں نے اپنی جھونپڑی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ تیسرے روز میں باہر جانے تیار ہوا تو ترام ابالیش کی طرح ناصح بن کر سامنے آئی۔ اس نے شوالا کا خیال دل سے نکال وہی فرسودہ مشورہ دیا جو میری چڑ بن گیا تھا۔ اس نے مجھے شوالا کی طاقت سے خوف زدہ کیا لیکن شوالا کو کوئی مہلت دینا نہیں چاہتا تھا۔ جب سے فلورا کا خیال آیا تھا سکون مفقود ہوگیا تھا۔ ترام کو فلورا کے سلسلے میں تمام سرگزشت سنائی پھر بھی وہ مصر رہی کہ میں شوالا کے سلسلے میں سے کام نہ لوں، آخر ہم دونوں میں یہ طے پایا کہ ہم شوالا کو اپنی بستی میں مدعو کریں۔

اس طرح اس کی نفرتیں اور عزائم جاننے کا ہمیں ایک موقع مل جائے گا اور اگر بات آگے بڑھی ں سے فلورا کی واپسی کی بھی درخواست کی جائے گی۔ ترام اور ابالیش نے مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ بستی میں شوالا کی آمد پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اسے عظیم مہمان کی طرح آمدید کہا جائے گا اور خوش دلی سے رخصت کردیا جائے گا کیونکہ اقابلا کے جزیرے پر مہمانوں ساتھ فیاضانہ سلوک کرنا چاہئے۔ اگر کوئی اس کے برعکس کرتا ہے تو اقابلا اس سے ناراض ہوجاتی میں مطمئن تھا کہ میں اپنی گفتگو اور سیاسی سوجھ بوجھ، تدبر اور ایک برتر تہذیب کے پروردہ شخص حیثیت سے شوالا کو زیر کرلوں گا۔ جب سے میں نے سرداری کی مسند سنبھالی تھی، میرا ذہن خود بخود کی انداز میں سیاسی پہلوؤں پر غور کرنے لگا تھا۔ اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے منصوبہ بندی، کے ابھرتے ہوئے نوجوانوں پر کڑی نظر رکھنا، رعایا سے ایک خاص قسم کی دوری برقرار رکھنا، اپنے م کے بارے میں رازدارانہ طور طریق برتنا میرے معمولات تھے۔ میرا خیال ہے جب آدمی کو کوئی داری سونپی جاتی ہے تو وہ خود بخود اس کے متعلق دوررس باتیں سوچنے لگتا ہے۔ مجھے خود اپنے تغیر پر حیرت تھی۔ یہ بردباری، یہ سنجیدگی، یہ وقار، یہ صفات میرے ہاں کبھی نہ تھیں۔

دوسرے دن شام کو جب میں جھونپڑی میں بیٹھا شوالا کی آمد کا منتظر تھا۔ میرا محافظ بندر کاہو ملتا ہوا اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر کی جانب اشارہ کرنے لگا۔ اس کی حرکت میں قرار تھا۔ میں ابھی باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ابالیش اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ گردن پر ھ کر دوزانو ہوگیا۔ "مقدس جابر! مقدس شوالا تم سے ملاقات کے لئے باہر موجود ہے۔"

"شوالا!" میں ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ ؟"

"مقدس شوالا تنہا ہے میرے آقا!" ابالیش نے جواب دیا۔

"اسے عزت سے اندر لے آؤ۔" پھر میں نے تالی بجائی۔ کنیزوں کا ایک ہجوم کمرے میں جمع لیا۔ میں نے اُن سے شراب لانے کے لئے کہا اور ایک کنیز سے اس رقص کی فرمائش کی جو میں نے ے بطور خاص سکھایا تھا۔

ابالیش آہستگی سے اُٹھا اور اُلٹے قدموں جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ کاہو اُچھل کر میرے ندھوں پر بیٹھ گیا۔ ترام میرے قریب موجود تھی، وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ چند لمحوں بعد جب ابالیش داخل ہوا تو اس کے ساتھ میرا حریف شوالا تمام تر نخوتوں، تمام تر احتشام اور رعونت سے موجود تھا۔ نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں، میں نے اپنے لیے حقارت کا جذبہ محسوس کیا۔ اس ایک ایک حرکت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ خود کو مجھ سے برتر سمجھ رہا ہے۔ اس کا برتاؤ ایک

ہم رتبہ سردار کے شایان شان نہیں تھا۔ میرا گرم خون ایک ہی اشارے میں اپنے اس کینہ خصلہ
کو ہلاک کرنے کے لئے کھولنے لگا لیکن سمورال، ترام اور ابالیش کی ہدایتوں نے مجھے
میرے کمرے کی زیبائش دیکھ کر مسکراہٹ اس کے لبوں پر چھا گئی اور اس نے میری کنیز
طائفے کی طرف دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ میں نے رقص کرتی ہوئی کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ
خدمت میں شراب پیش کرے۔ اور اس نے رقص کرتے ہوئے شوالا کو ایک جام پیش کیا جو
کے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں اب میرے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی تھیں،
اس کے جزیرے میں اس کا ہم رتبہ بن گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ تلخ گھونٹ اتنی آسانی سے اس
سے نہیں اتر سکتا تھا۔ ابالیش ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ کاہو میرے کاندھے پر سہما ہوا بیٹھا تھا
آمد کے بعد اس نے اچھلنا کودنا بند کر دیا اور شوالا کے جسم پر لہراتے ہوئے حشرات الارض
زدہ ہونے لگا۔

"مقدس شوالا۔" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ "میں ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں اپنی
حدود میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"مجھے تمہاری سرداری کی اطلاع مل گئی تھی مقدس جابر!" شوالا نے پیشانی پر بل ڈا
"لیکن میں جنگل میں اپنی مصروفیت کے سبب تمہارے جشن میں شریک نہ ہو سکا۔"

"بہر حال مجھے خوشی ہے کہ اب تم یہاں آئے ہو، ہمارے درمیان جو تلخیاں پیدا ہو گئی تھ
اب نظر انداز کر دینا چاہئے اور نئے سرے سے دوستی کی تجدید کرنی چاہئے۔ اب ہمارا د
ہے۔" میں نے نپے تلے الفاظ استعمال کیے۔

"ہاں۔" شوالا نے زہر خند سے کہا۔ "جزیرہ توری میں یہ انقلاب حیرت انگیز ہے مگر
ہے۔ یہ وقتی باتیں ہیں۔"

"کیا تمہیں کلاری کی جگہ مجھے مسند نشین دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی؟" میں نے
دریافت کیا۔

شوالا نے شروع ہی میں مغائرت کی فضا پیدا کر دی تھی۔ میں بہت مشکل سے اپنی ز
پا رہا تھا۔

"مقدس اقابلا محترم ہے، اس کے فیصلوں پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔" شوالا نے
میں کہا۔ پھر میرے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے یہاں کس مقصد
ہے؟"

"میں جزیرے توری کے ایک سردار سے مفاہمت پیدا کرنا چاہتا ہوں، ہم دونوں

در ہے تو یہ جزیرے کی بھلائی ہو گی۔ میں تم سے چند اہم باتیں کرنے کا متمنی تھا۔" میں نے سفارتی
زمیں کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے۔" شوالا کی نفرت میں کمی نہیں آئی۔ "مجھے تعجب ہے کہ تمہیں اس کی اہمیت کا
اس جلد ہونے لگا۔"

"جو باتیں باہمی مشوروں سے طے ہو جائیں وہ بہتر رہتی ہیں۔" میں پینترا بدل کر بولا۔

"تم شوالا سے کس قسم کے مشوروں کے خواہاں ہو؟" شوالا بیزاری سے بولا۔ "میں معزز سردار
کو آگاہ کرتا ہوں کہ شوالا اسے کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔"

شوالا کہیں سے بھی بات شروع کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے ٹھنڈے دل اور سرد
میں اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی لیکن اس کا توہین آمیز رویہ نہیں بدلا۔ جلد ہی مجھے اندازہ
یا کہ اس سرکش سے مفاہمت ناممکن ہے۔ اس بے ہودہ شخص سے اب دوسرے انداز میں بات
نی چاہئے۔ مجھے صرف اتنا خیال تھا کہ وہ میری دعوت پر یہاں آیا ہے۔ میں نے رسمی باتیں بالائے
ں رکھ کر براہ راست اصل مقصد کی جانب اشارہ کیا۔ "مقدس شوالا! میں تم سے فلورا کے متعلق گفتگو
نا چاہتا تھا۔"

"فلورا!" شوالا اس کا نام سنتے ہی اچھل کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک مار
ہو۔ وہ شدید غصے اور نفرت کے لہجے میں بولا۔ "معزز جابر! تمہیں سرداری کے آداب نہیں آتے۔
ی مرضی کے بغیر میری شوشی (داشتہ) کا نام لے کر تم نے میری توہین کی ہے، تمہیں اپنے اس بے
رویے کی معافی مانگنی ہو گی۔ شوالا پسند نہیں کرتا کہ اس کی ذاتی زندگی میں کوئی دوسرا شخص مخل ہو، یہ
سرداری توہین ہے۔"

"مقدس شوالا! فلورا میری محبوبہ تھی تم نے زبردستی اپنی طاقت اور اقتدار کے بل پر اسے اغوا کیا
۔" میں نے حتی الامکان اپنے طیش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "فلورا پہلے صرف میری محبوبہ تھی، لیکن
وہ جزیرہ توری کے ایک معزز سردار کی عزت اور وقار کا مسئلہ بن گئی ہے، میں چاہتا ہوں یہ مسئلہ
انی سے طے ہو جائے۔"

"معزز جابر! فلورا کو میں نے اس وقت حاصل کیا تھا، جب تم اس جزیرے میں ایک قیدی کی
یت رکھتے تھے، تم نے ہماری سرزمین پر آنے کی گستاخی کی تھی مقدس اقابلا محترم ہے۔ اس کے رحم
م نے تمہیں سرداری بخش دی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ایک قدیم اور معزز سردار شوالا کو
طرح للکارو۔"

"میں صرف فلورا چاہتا ہوں۔ کیا تم اسے واپس کرو گے؟ یا تمہارا جواب نفی میں ہے؟ اس کے

سوا مجھے تم سے کوئی عناد نہیں۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''ہواُو ہواُو......'' غیظ و غضب کی حالت میں شوالا کی گردن میں رعشہ پیدا ہوا اور اس سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے اعتماد تھا کہ میری بستی کی حدود میں وہ مجھے کوئی نق پہنچا سکتا۔ اس کا یہ تمام طیش اور جلال، یہ حقارت اور نفرت بے سود تھی۔

چنانچہ میں نے تلخی سے اُسے مخاطب کیا۔ ''حالات سے تمہیں سبق سیکھنا چاہئے۔ مقد ایک اجنبی تمہاری بستی کا سردار ہے۔ تمہارا واسطہ مہذب دنیا کے ایک فرد جابر بن یوسف ا ہے۔ شاید تم غلطی کر رہے ہو۔ شاید تمہیں اس وقت احساس ہو جب پانی سر سے اونچا ہو جا اپنے معزز مہمان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ سختی کے بجائے نرمی کا رویہ اختیار کرے۔''

''معزز جابر!'' شوالا نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا۔ اس کے کڑے جھنجھنا اٹھے۔ '' ایک دوسرے سردار شوالا کے ساتھ دعوت مبارزت ہے، اقابلا کی قسم' آج تک کسی سردار نے سردار سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی۔ یہاں خون ریزی ہوگی۔ میں مقدس اقابلا سے کہا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔''

''اور سنو شوالا! سرنگا تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گا، وہ ہندی بوڑھا گدھا اپنی غرض آیا ہے۔'' میں نے شوالا کو بھڑکانے کے لئے کہا۔ ''سریتا کے معاملے میں تم کچھ نہیں کر سکتے جس کی تم تمنا کر رہے ہو تمہارے ہاتھ نہیں آ سکتی۔ تمہیں کالاری کے انجام سے عبرت ح چاہئے۔'' میں نے شعلہ بیانی کی۔

شوالا کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ پھر اس نے ایک جست لگائی جھونپڑی سے آناً فاناً نکل گیا۔ میں اس کے تعاقب میں باہر نکلا لیکن شوالا اپنی کالی طاقتوں میری بستی کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔ مجھے شوالا سے گفتگو کر کے مسرت ہو رہی تھی۔ جھو واپس جاتے ہوئے ابالیش کے سراسیمہ اور متوحش چہرے پر میری نظر پڑی تو وہ ہکلا کر ''مقدس جابر! تم نے شوالا کو چھیڑ کر تدبر کا ثبوت نہیں دیا وہ انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے''

''ابالیش۔'' میں نے تیز اور خشک لہجے میں کہا۔ ''ایک سردار کی حیثیت سے میں ا کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ شوالا کے سلسلے میں' میں نے یہ رویہ سوچ سمجھ ک ہے۔''

ابالیش نے مجھے حیرت کی نظروں سے دیکھا پھر مؤدبانہ واپس ہو گیا۔ میں اپنی جگہ مط فلورا کے سلسلے میں شوالا سے جو تلخ و تند گفتگو ہوئی ہے وہ دور رس اثرات کی حامل ہوگی۔ : فیصلے کئے تھے وہ آہنی اور ٹھوس چٹانوں کی طرح اٹل تھے۔ جھونپڑی کے اندر ترام میری منتظ

پریشان دکھائی دے رہی تھی لیکن اس نے اس وقت مجھ سے نہیں کہا۔ غالباً وہ میرے ارادوں گاہ ہو چکی تھی کیونکہ وہ بہر حال کاہن اعظم کی بیٹی تھی۔

دو روز اسی طرح گزر گئے، کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ دو روز تک مجھے شوالا کو شکست کے وسائل کی تلاش کرنے میں خاصا وقت مل گیا۔ میں نے سکون سے کئی منصوبے بنائے۔ اس میں ترام کی حیثیت ایک خاموش تماشائی کی رہی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی آنے والے ے کی بو محسوس کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی کوئی دل جوئی کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ تیسری رات وہ میرے پہلو میں دراز میرے قرب کے اعتماد میں تھی، بولی۔ ''تم نے کاہن اعظم کی ہدایتوں پر نہ کر کے اچھا نہیں کیا مجھے ڈر ہے کہ حالات پھر تمہارے خلاف نہ ہو جائیں۔''

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اے جنگلی دوشیزہ! ہمارے ہاں شطرنج کا ایک کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہ ماشے سے مشابہ ہے جو اس جزیرے میں ہم دونوں کے مابین جاری ہے۔ تم ہراساں نہ ہو۔ ت کی کروٹیں ہمیشہ منفی اثرات مرتب نہیں کرتیں۔ خطرے مول لیے بغیر زندگی میں کامیابی نہیں ی۔''

''مجھے اجازت دو کہ میں کچھ کہوں...... تم سمجھ نہیں سکتے مقدس سردار جو میں دیکھ رہی ہوں۔'' انے میرے سینے میں سماتے ہوئے کہا۔ ''کاش میں تمہیں کاہن اعظم کی تربیت یافتہ بیٹی ہونے ناطے کچھ بتا سکتی۔''

''کیا تمہیں کوئی خطرہ لاحق ہے؟'' میں نے تشویش سے کہا۔

''عظیم قوتیں...... برتر قوتیں معزز جابر۔'' ترام نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ر میں تمہیں کچھ بتا سکتی۔ مجھ پر اپنے قبیلے اور ایک سردار کی بیوی ہونے کی حیثیت سے کچھ ں عائد ہیں، میں وہ حدود پھلانگنے کی ہمت نہیں کر سکتی میں تمہیں اتنا ضرور بتاؤں گی کہ ں......''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اس سے قبل کہ وہ کوئی انکشاف کرتی، اُس کی آواز حلق میں بیٹھ گئی۔ پھر مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکلی۔ اسے کوئی کھینچ رہا تھا، کوئی غیر مرئی طاقت۔ ے بازوؤں کے حلقے سے نکل کر وہ پیال کے بستر پر شدید کرب کے عالم میں تڑپنے لگی۔ پھر ت ہو گئی۔ میں نے اس دہشت ناک افتاد پر دھڑکتے ہوئے دل سے اس کی نبض ٹٹولی اس کا تنفس ی تھا۔ میں تیزی سے اُٹھ کر باہر کی جانب لپکا۔ ترام کو فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت تھی لیکن جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں پہنچتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ دوشیزہ ژولین میرے سامنے ری تھی جو حسن میں بے مثال تھی اور جسے میں ایک غار میں آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں غائب

ہوتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اسے دوبارہ اپنی نگاہوں کے سامنے زندہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ میر
کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

''جابر!'' ژولین نے سرد لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''ترام اپنی سزا کو پہنچ گئی ہے، وہ آ
حدود پھلانگنے کی حماقت نہیں کرے گی۔ اس کی سزا میں رعایت کی گئی ہے۔''

''ترام کو سزا دی گئی ہے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''مگر کس کی طرف سے؟''

''مقدس اقابلا کی طرف سے۔''

''مقدس اقابلا؟'' میں نے حیرت سے ژولین کو دیکھا۔ اقابلا کا نام سن کر میرا قلب
کہیں معدوم ہونے لگا۔ میں نے دیوار کا سہارا لے لیا اور اپنے منتشر اعصاب یکجا کرنے
کوشش کی، مجھے اپنے اعصاب پر غنودگی طاری ہونے کا احساس ہونے لگا۔

''مقدس اقابلا نے تمہیں طلب کیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔''

یہ ژولین کی آواز کا سحر تھا یا کسی پُراسرار قوت کا کرشمہ کہ میں اعصابی طور پر بالکل ماؤف
ژولین کا ہیولا آہستہ آہستہ دھندلا ہو رہا تھا۔ میری نظروں کے سامنے ہر طرف دھند ہی دھند پھ
تھی، میرے قدم خود بخود حرکت کرنے لگے لیکن اس دھویں میں کوئی چیز صاف نظر نہیں آ رہی تھ
اپنے چاروں طرف دھند کے بادل پھیلتے ہوئے نظر آئے اور میرے قدم میرے ارادے
خود بخود متحرک ہوگئے۔ پھر ایسا ہوا کہ بصارت نے ہر طرف اندھیرا محسوس کیا۔ کوئی عجیب سحر ت
کی تکان تھی، نہ وقت گزرنے کا احساس ہوتا تھا۔ ہاں میں چل رہا تھا۔ زمین پر نہیں۔ قدموں
کسی سخت چیز کا گمان نہیں ہوتا تھا لیکن میں برق رفتاری سے چل رہا تھا۔

جب کہر چھٹی فضا رفتہ رفتہ صاف نظر آنے لگی۔ اب ہم دونوں ایک روشن غار میں تھے۔
چوڑا اعلیٰ درجے کی تراشی ہوئی دیواروں کا غار تھا۔ غار میں دونوں طرف مشعلیں جل رہی تھ
راستہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ میرے دل پر خوف کا غلبہ تھا اور میں اقابلا کی عظمت و جلال کا غیر
احساس لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

جب وہ طویل راستہ ختم ہوگیا تو ژولین ایک عالی شان دروازے کے سامنے جا کر رک
اس نے کسی غیر زبان میں چند جملے ادا کیے۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میرا خیال تھا کہ اندر ایک
عریض محل ہوگا۔ سنگ مرمر کے بنے ہوئے در و بام ہوں گے، فنکاری کے نادر نمونے دیکھنے کو ملی
اور ژولین کی اقامت گاہ سے کہیں زیادہ پُرشکوہ، کہیں زیادہ عظیم الشان کوئی محل ہوگا۔ جب
داخل ہوئے تو مجھے اپنے تصور کی کم مائیگی کا احساس ہوا۔ میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ میں
لیلیٰ کی داستانوں میں ان پرستانوں کا حال صرف پڑھا تھا۔ وہ میرے تصور اور میری نگاہ کی ا

کہیں زیادہ شاندار اور پُرجلال جگہ تھی۔ ژولین کو دیکھ کر خوب صورت لڑکیوں کا ایک ہجوم اس کے
منے جھک گیا اور ژولین نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی پذیرائی سراہی۔ ہر طرف خوبصورت در
وار تھے اور نیلے، اودے، آسمانی، سرخ، پیلے رنگ کے بادل ذروں سے ہم آغوش ہوئے جا رہے
۔ منظر ایسا رومانی اور افسانوی تھا کہ میں مبہوت ہوگیا اور آنکھیں پھاڑے ایک ایک چہرے کا
زہ لینے لگا۔ ژولین بے نیازی سے اُس بڑے کمرے سے گزر گئی اور ہم ایک چھوٹی سی راہداری عبور
کے ایک وسیع ہال میں داخل ہوگئے۔ ہال کے درمیان میں ایک حوض تھا اور دیواروں پر دیوتاؤں
مجسمے ایستادہ تھے۔ ہال کے سامنے والی دیوار پر مقدس جارا کا کی کھوپڑی کا ایک مجسمہ نصب تھا۔
اگر وہاں کے فن تعمیر کی دل کشی اور خوبی کا احوال بیان کرنے بیٹھوں تو کتابیں جمع ہو جائیں۔
ے ہال میں مجھے دو ننگ دھڑنگ حبشی ایک اونچی کرسی کے گرد نظر آئے۔ یوں اس ہال میں ان دو
سوا اور کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ یہ اتنا بڑا ہال تھا کہ اس میں آسانی کے ساتھ تیس چالیس ہزار آدمی
سکتے تھے۔ یہ سارا ہال سنہرا تھا اور بلاشبہ سونے کا معلوم ہوتا تھا۔ اونچی کرسی بھی سنہری تھی اور اس
دونوں ہتھوں پر نیولے کھدے ہوئے تھے۔ میں نے حیرت سے آنکھیں گھما کر اس ہال پر نظر
ل۔ اقابلا کے جلال و جمال کا رعب میرے دل و دماغ پر کچھ اور مسلط ہوگیا لیکن میں نے اپنا خوف
ذہن گرفت میں رکھا۔ ژولین نے ایک زنجیر پکڑ کر زور زور سے ہلائی۔ ہال میں چاروں طرف
نٹیوں کا دل نشیں شور گونج گیا۔ پھر اچانک یہ گھنٹیاں بجنی بند ہوگئیں اور ہال کے ایک کونے سے
حسین و جمیل لڑکی برآمد ہوئی۔

اب کس کس کے حسن کا تذکرہ کروں اور قدرت کی صناعی کی داد کن الفاظ میں دوں۔ وہ سراپا
ملنت لڑکی اپنے سرخ بالوں کے ساتھ بیروت اور یورپ کے کسی کلب میں نظر آ جاتی تو اہل شہر پاگل
جاتے اور سڑکوں پر خون بہنے لگتا۔ ژولین نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور اس نے مجھے ایک دل
از تبسم کے ساتھ انگلی کا اشارہ کیا۔ میں نے کچھ سوچ کر سر نہیں جھکایا مگر اس کے اشارے پر دائیں
نب مڑ گیا۔ وہ مجھے ایک دروازے سے اندر لے گئی۔ اندر کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ خوب
ورت آرائشی محرابیں، رنگ، موسیقی، حسین لڑکیاں، حوض، فوارے ایک عجب چہل پہل۔ ہر طرف
ش ربا نظارے، ہر طرف حسن میں اس حسن و جمال کا حق ادا نہیں کر رہا ہوں۔ میں اچٹتی اُچٹتی
ئیں بیان کر رہا ہوں۔

آخر مجھے ایک کمرے میں روک دیا گیا۔ یہ کمرہ دوسرے کمروں سے مختلف تھا۔ سونے کے در
یوار پر جانوروں اور دیوتاؤں کی شکلیں اُبھاری گئی تھیں۔ فرش بھی اتنا گداز تھا کہ پیر زمین میں دھنسے
اتے تھے۔ پورے کمرے میں اعلیٰ نوادر ہمارے ہاں سے مختلف قدیم طرز کا فرنیچر موجود تھا۔ یہ سارا

سازو سامان گزرے ہوئے کسی عظیم دور کی یاد دلاتا تھا۔ کمرے میں نیلگوں روشنی کی ٹھنڈ
شعاعیں فضا کو سحر آگیں اور کیف آور بنا رہی تھیں۔ وہی بادلوں کا منظر، رنگ رنگ کے بادل
دیواروں پر امنڈ رہے تھے۔ میں ششدر تھا کہ میں کہاں آ گیا ہوں، میں اس شیش محل میں ا
تھا جسے جنگل سے لا کر قید کر دیا گیا ہو۔ جو چیز دیکھتا وہ انسانوں کے دست صناعی سے ماورا
عقل حیران تھی کہ اس زندگی میں یہ سب کس طرح دیکھا جا سکتا تھا۔ میں اس طلسمی ماحول
پوری طرح کھو چکا تھا کہ ایک ترنم ریز آواز کمرے کے چاروں کونوں سے گونجتی ہوئی ابھری۔
ساتھ آنے والی لڑکی رخصت ہو گئی۔

"جابر بن یوسف الباقر! اس وقت تم اقابلا کے قصر میں ہو۔"

میں نے گھبرا کر چاروں سمت نظر دوڑائی۔ اس نسوانی آواز کا کوئی ایک رخ نہیں تھا۔ گونج ہر سمت تھی اور فصیح و بلیغ عربی میں گویا تھی۔

"مقدس اقابلا کا غلام اس کی طلبی پر حاضر ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا اور ا
جسم ادب سے جھکا دیا۔

"تم یہاں بے خوفی سے گفتگو کر سکتے ہو۔" وہ شیریں آواز گونجی۔

"میں اس سعادت کے لئے مقدس اقابلا پر اپنی جان پیش کر سکتا ہوں۔" میں
فصاحت سے کہا۔

میں نے خود کو سمجھایا کہ جابر اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم کبھی یہاں کے اسرار سے واقف
گے۔ کاہن اعظم سمورال نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ تاریک براعظم کا یہ علاقہ اقابلا کے طلسم
ہے۔ اس آواز میں شاہانہ جلال تھا لیکن اس مختصر عرصے میں میرے اندر خاصا اعتماد آ گیا تھا اور
زیادہ مکمل، جامع اور دل کش جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری فتح
شجاعت اور اعتماد میں مضمر ہے۔ ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مقدس اقابلا نے مج
طلب کیا ہے؟ لیکن ظاہر ہے یہ سوال کرنے کی جرات کر کے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے
ہاں وہ قصر دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے مقدس اقابلا کی سلطنت اور اقتدار کا تخمینہ لگا
غلطی کی تھی۔

"جابر بن یوسف! کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں شرف باریابی سے کیوں نوازا گیا ہے؟" ا
نے مجھے مخاطب کیا۔

"کاہن اعظم سمورال نے مجھے بتایا تھا کہ مقدس اقابلا اپنے ہر سردار کو اس اعزاز سے
ہے۔" میں اس مبارک موقع کا منتظر تھا لیکن اگر مجھے اجازت دی جائے تو عرض کروں کہ

مقدس اقابلا کے حضور میری طلبی کا مقصد اس اعزاز کے سوا کچھ اور بھی ہے؟" میں نے جرات
کہا۔

"اس کی وضاحت کی جائے۔" شیریں آواز نے دبدبے سے پوچھا۔

"آسمان مقدس اقابلا کے ساتھ رہے۔" میں نے شائستگی سے کہا۔ "یقیناً غلام سے کچھ غلطیاں
شعوری عالم میں سرزد ہوئی ہیں، یہ اجنبی اس مملکت حسن و اسرار کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔
اس نے فرار کی کوشش کی۔ پھر یہاں کے رسم و رواج کے خلاف اس سے کچھ ناروا حرکتیں سرزد
ہوئیں لیکن جب اسے مقدس اقابلا کی عظمت کا عرفان ہوا تو وہ اس کا مطیع ہو گیا اور اس کے بعد سے
اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ مگر اسے یقین ہے کہ مقدس اقابلا اس کی سادہ دلی
وں کر رہی ہو گی کیونکہ اس سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی۔ اس اجنبی کے دل میں اب کوئی شر نہیں
ہے۔"

"ہم نے سنا تھا تم ایک ذہین آدمی ہو۔ اس سلطنت میں اجنبی برداشت نہیں کئے جاتے۔ تم وہ
اجنبی ہو جو زندہ ہو اور جزیرہ توری کے ایک حصے کے سردار بھی بنا دیئے گئے ہو۔ یہ اعزاز آج تک
ی اجنبی کو حاصل نہیں ہوا۔" دلکش آواز نے اس بار کسی قدر نرمی سے مخاطب کیا۔

"مجھے اندازہ ہے میرے ساتھ کچھ رعایتیں کی گئی ہیں۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

"نہیں...... تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی گئی۔" آواز کے لہجے میں برہمی تھی۔ "اس
تے میں وہی شخص سرفراز رہتا ہے جو ذہین اور شجیع ہو۔"

"میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن میں زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہی کوشش مجھے اس مقام
ت لے آئی کہ میں آج اقابلا کے حضور حاضر ہوں۔ میری یہ درخواست ہے کہ اگر آداب شاہی کی
اکت و لطافت پر کوئی بات گراں گزرے تو مجھے ایک اجنبی سمجھ کر معاف کر دیا جائے، ایسے دلکش
ارے، یہ خوبصورت در و بام، اتنی شیریں آوازیں اور یہ نظر فریب ماحول۔ میں ایک اجنبی ان سب کا
مل نہیں ہو سکتا۔ میری زبان اپنا مقام بھول سکتی ہے۔" میں نے اور جرات سے کام لیا۔ "میں
ک سکتا ہوں۔"

میرے اس جملے پر نقرئی گھنٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کا لطیف قہقہہ اس بات کا ثبوت تھا
ہ میری شیریں بیانی نے اس پر اچھا اثر مرتب کیا ہے۔ وہ پھر کہنے لگی۔ "تمہیں بے باکی سے گفتگو
رنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن گفتگو کی حدود کا تعین تمہاری ذہانت پر منحصر ہے۔"

"میں اپنے قدموں پر کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔
مرے میں گونجتی ہوئی آوازیں مجھے سراسیمہ کیے دے رہی ہیں۔ میں مقدس اقابلا کے دیدار سے اپنی

بصارت منور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی عظیم ملکہ اپنی دیوی کو دیکھنے کی شدید خواہش ہے۔ خو
سے آج یہ موقع ملا ہے۔ غلام کو اپنے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور کیجئے۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے

''تمہارے اعصاب جواب دے جائیں گے۔ تم تاب نہ لاسکو گے۔''

''میں اپنی دیوی کے جمال افروز دیدار کے بعد مرنا تک پسند کرلوں گا لیکن مجھے اس جلوے سے محروم نہ کیا جائے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم سامنے والے تخت پر بیٹھ جاؤ۔'' اس آواز نے مجھ حکم دیا میں فوراً اس تخت پر ب
میرے بیٹھنے کی دیر تھی کہ میرے سامنے عجیب وغریب تراش کی ایک سنگی میز خود بخود نمودار ہوئی
زدن میں اس پر ایک جگ اور سنہرا پیالہ بھی نمودار ہوگیا۔ ''اسے تم پی سکتے ہو۔''

میں نے تعمیل میں جگ سے وہ مشروب انڈیلا اور اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔ پہلا گھونٹ
ہی مجھے اندازہ ہوا کہ میں روئے زمین کا سب سے نفیس، سب سے معطر اور سب سے شیریں م
اپنے حلق میں اُنڈیل رہا ہوں۔ اچانک مجھے طمانیت کا احساس ہوا اور میرا جسم بہت لطیف ہوگیا

''میں اس عزت افزائی کے لئے مقدس اقابلا کا ممنون ہوں۔ کوئی اجنبی اقابلا کا مہمان
کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ مقدس اقابلا کی فیاضی اور رحم وکرم کے سبب ہی ممکن ہے۔'' میں

''تمہاری دنیا اور اس دنیا میں بہت بڑا فرق ہے۔'' دل کش آواز نے سنجیدگی سے کہا۔ ا
کی سمت کا تعین میرے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ یقیناً میرے دائیں جانب کوئی دس قدم کے فاصلے

''مجھے اس کا احساس ہے، یہاں ہر چیز مختلف ہے۔ صرف جسمانی ہئیت یکساں ہے
کوشش کررہا ہوں کہ میں خود کو اس علاقے کے مطابق ڈھال لوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''تمہیں سرداری کے منصب سے نوازا گیا ہے لیکن جو لوگ اپنی حدود پھلانگنے کی جرات
ہیں وہ اپنی تباہی کو دعوت دیتے ہیں۔'' آواز آئی۔

''مجھے اس کا علم ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ناانصافی مقدس اقابلا کو یقیناً پسند نہ ہوگی
اپنے علاقے میں انصاف اور سکون پسند ہوگا۔'' میں نے سنبھل سنبھل کر کہا۔

''جزیرہ توری اس عظیم سلطنت کا صرف ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جس پر دو سردار حکومت
ہیں۔ ہر ایک کے لئے اس کی حدود مقرر کردی گئی ہے اور اسے نظم وضبط کے لئے ماورائی قوت
مسلح کیا گیا ہے۔ اس طرح طاقت کا ایک توازن رکھا گیا ہے۔ عموماً ایک سردار دوسرے سر
نہیں الجھتا۔'' آواز نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

میں سمجھ گیا کہ میری طلبی کا کیا مقصد ہے۔ یقیناً شوالا نے میری شکایت اقابلا سے کی
اقابلا کو شوالا کے ساتھ میری ملاقات کا حال معلوم ہوگا۔ جب ترام نے مجھے کچھ بتانے کی کوشش

ے سزا دے دی گئی تھی۔ میں تخت پر پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے خشک گلا بھی اسی مشروب
ز کیا۔ ''میں مقدس شوالا کی عزت کرتا ہوں۔ چونکہ مجھے یہاں بے جھجک ہوکر گفتگو کرنے کی
زت مرحمت فرمائی گئی ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ شوالا ایک متکبر، سخت مزاج، سنگدل اور
شخص ہے۔ اس نے ہم اجنبیوں کو سخت اذیتوں میں مبتلا کیا۔ حالانکہ ہم پہلے ہی مصیبت زدہ تھے
بدقسمتی سے ایک جہاز کی تباہی کے سبب ادھر آنکلے تھے۔ اس نے میری محبوبہ فلورا کو میری مرضی کے
اغوا کرلیا اور جب سردار بننے کے بعد میں نے اس سے فلورا کی واپسی کا مطالبہ کیا تو وہ برہم ہوگیا۔
اس نے میرے ساتھی سرنگا اور اس کی لڑکی سریتا دونوں کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس کا مقصد یقیناً
س اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔ کیا میں نے ایک سردار کی حیثیت سے فلورا کی واپسی کا ناجائز
البہ کیا تھا؟ میں نے اسے اپنے ہاں بلا کر اس کی عزت کی تھی لیکن وہ کسی اجنبی کو جزیرہ توری کے
ے پر سرداری کے منصب پر فائز نہیں دیکھنا چاہتا۔'' میں نے پُراثر انداز میں اس کے سامنے اپنا
ف پیش کیا۔

''جابر بن یوسف! اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، تم اس سرزمین پر کیوں آئے اور جہاز
وں تباہ ہوا، یہ تمہاری ظاہر بیں نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہاں جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی بے
تی کی گئی تھی۔ تمہیں بتادیا گیا تھا کہ اس علاقے میں اجنبی پسند نہیں کیے جاتے، شوالا اور کالاری کو
ر اختیار تھا کہ وہ تمہارے ساتھ جس طرح کا سلوک چاہیں کریں۔ تمہیں معلوم تھا کہ سردار کی حیثیت
ے انہیں رعایتیں حاصل ہیں لیکن تم نے سرکشی اختیار کی۔ تمہاری سرکشی ہی تمہاری زندگی کا سبب بن
ئی۔ تم نے اس عظیم سلطنت کی سربراہ کو اپنی جرات اور بے باکی سے متاثر کرلیا اور تمہارے سلسلے میں
جنبیوں کا قانون واپس لے لیا گیا۔ تمہیں سرداری سے نوازا گیا لیکن کاہن اعظم نے تمہیں بتایا تھا
کہ شوالا کس حیثیت کا مالک ہے۔'' آواز کا لہجہ تیز ہوگیا۔ ''تمہیں بتایا گیا تھا کہ شوالا کو خاص مراعات
حاصل ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اے مقدس آواز! مگر وہی مراعات جو شوالا کو حاصل ہیں، انہیں میں حاصل کرنا
چاہتا ہوں۔ میری یہ خواہش غیر فطری نہیں ہے جس طرح فرار کی جدوجہد غیر فطری نہیں تھی۔ مقدس
اقابلا کے قوانین بلاشبہ سب سے بالا ہیں لیکن انسانوں کو چند خاص قسم کے جذبوں سے نوازا گیا ہے۔
مجھے یقین ہے کہ مقدس اقابلا بنیادی انسانی جذبے کے محرکات نظرانداز نہیں کرسکتی۔''

''تم اپنی گفتگو جاری رکھ سکتے ہو۔'' آواز نے وقار سے کہا۔

''میرے دل کا راز مقدس اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے سرداری کے منصب پر فائز
ہونے کے بعد اس جزیرے کے لوگوں کو نئی زندگی سے روشناس کرانے اور انہیں خوش حالی کی طرف

راغب کرنے کی کوشش کی۔ میں ایک مختصر مدت میں ان کی زندگی میں انقلاب لے آؤں گا
یقین ہے کہ مقدس اقابلا مجھے اپنے قرب دل نشیں اور صحبت رنگین سے نوازے گی۔"

"تمہاری باتوں کا کیا مطلب ہے؟" آواز نے دلکشی سے کہا۔

"میں اس شاندار ایوان اور زریں ماحول سے کچھ ایسا متاثر اور مسحور ہوگیا ہوں کہ
یہیں گزارنے کو جی چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اس پُر کیف ماحول میں رہنے کی اجازت
لے وہ دنیا کا خوش قسمت شخص ہے، یہاں وہ سب کچھ ہے جسے میرا دل چاہتا ہے۔ یہاں حـ
میری کمزوری ہے۔ یہاں موسیقی ہے جو میری رگ جاں ہلا دیتی ہے۔ یہاں میرے خو
یہاں رنگ ہیں، یہاں بدن ہیں، یہاں خوشبوئیں ہیں، یہاں طاقت ہے، یہاں کیا نہیں
اس آستانے کا غلام بننا چاہتا ہوں۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تم نے ابھی اس قصر کی سربراہ کا دیدار نہیں کیا ہے۔ پھر تم ایسی باتیں کیوں کر ر
آواز کے لہجے میں اب دلچسپی کا عنصر نمایاں تھا۔

"میں نے اس جہاں سوز نظارے کا اندازہ لگالیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری درخوا
دی گئی لیکن میں مقدس اقابلا سے مایوس نہیں ہوا ہوں۔ مجھے اپنی بدبختی کا شدت سے احسا
میں آواز کا بدن نہیں دیکھ سکا۔" میں نے حسرت سے کہا۔

"تم فلورا کو شوالا سے حاصل کرنا چاہتے ہو؟" اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

"ہاں۔ وہ میری محبوبہ تھی۔ اسی کے لئے میں نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا۔ اب وہ
بن گئی ہے۔ میں اسے بلاشبہ شوالا سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے زور دے کر کہا۔

"لیکن تمہیں ابھی سرداری کے منصب کی منتقلی کے لئے بہت سے امتحانات سے گزر
سیاہ علوم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"یہ سارا جزیرہ قدم قدم پر امتحان گاہ ہے میں ہر امتحان سے گزرنے کے لئے خود کو م
ہوں۔ مجھے حکم دیا جائے کہ میں یہ خنجر نکال کر اپنا کام تمام کرلوں۔" میں نے حوصلے سے کہا۔

"دلچسپ۔" اس نے دھیرے سے سریلی آواز میں کہا۔ "جابر بن یوسف! تمہاری
شجاعت، دور اندیشی اور بہادری پر تمہارے مستقبل کا انحصار ہے۔ تمہیں دوسرے سرداروں
موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے خود کو برتر ثابت کرسکو۔ یہ کھیل اقابلا کو ہمیشہ
ہے لیکن یہ تمام کھیل ازلی قوانین کے دائرہ کار میں کھیلے جاسکتے ہیں۔ تم کوئی ایسا کام نہیں کر
اس علاقے کے قوانین کے خلاف ہو اور تمہیں خود کو برتر ثابت کرنے کی مکمل اجازت بھی ا
کے تحت حاصل ہے لیکن اقابلا کے فیصلے محفوظ رہتے ہیں اور وہ سب سے بالا ہے وہ قوانین

"یہ بات مجھے کاہن اعظم سمورال نے بتادی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ناانصافی، جبر اور ظلم کو
ئی رعایت ان قوانین میں نہیں دی گئی ہوگی۔" میں نے تنقید کے انداز میں کہا۔

"نہیں..... تم اپنی دنیا کے قوانین سے ان کا موازنہ نہ کرو۔ آسمانی قانون غلاموں اور حکمرانوں
دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان سب کی حدود ہیں حکمرانوں کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی
مد کے مطابق فیصلے صادر کریں۔ طاقت سب سے بڑا فیصلہ ہے جس کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ
ار کر کے دوسری طاقت کو للکار سکتا ہے اور کامیاب ہوکر برتر جگہ حاصل کرلیتا ہے اور غلاموں پر
ومت کرنے لگتا ہے لیکن وہ بھی غلام رہتا ہے، ان غلاموں اور عام غلاموں میں صرف یہ فرق ہے کہ
ن کو اقابلا کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اپنے حکمراں تک محدود رہتے ہیں۔" آواز کے
راز میں تمکنت اور تدبر تھا۔

"میں اس وضاحت کے لئے شکر گزار ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اقابلا کے زیادہ
ریب آنے کے لئے برتر و افضل مقام حاصل کروں لیکن اگر مقدس اقابلا مجھے اپنے دیدار سے
ازنے کا شرف بخشتی تو میں اپنے اندر جدوجہد کرنے کا کچھ اور جذبہ محسوس کرتا۔ میں دوبارہ
خواست گزار ہوں۔" میں نے بے تابی سے کہا۔

"آج تک کسی سردار کو پہلی طلبی پر اقابلا نے اپنے دیدار سے نہیں نوازا مگر تمہاری یہ خواہش پوری
ا جائے گی۔ تم اپنی آنکھوں میں استقامت اور اعصاب میں توانائی پیدا کرو۔ تم تصور کرو کہ تم
رائے تصور ماحول میں ہو۔ کوئی بھی چیز تمہارے سامنے، کوئی بھی غیر معمولی چیز کسی قسم کا حادثہ پیش
سکتا ہے۔" آواز نے دل نشیں لہجے میں کہا۔

"یہ احکام میری بے قراریاں بڑھا رہے ہیں۔ میں اس علاقے کی سب سے حسین، سب سے
ظیم ہستی کو دیکھنے کا منتظر ہوں۔" میں نے بلیغ انداز میں جواب دیا۔

پھر ایک نقرئی قہقہہ کمرے میں گونج گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر اس جانب دیکھا تو ایک ہی جھلک
ری نظریں خیرہ کرگئی۔ اس کے حسن و جمال کا ذکر کون کم بخت کرسکتا ہے، وہ ایک ہزار ژولینوں کے
مال کا ہم رتبہ تھی۔ میرے پاس قدرت کلام نہیں۔ میری زبان، سچ، میرا لہجہ ہلکا ہے۔ اس کی
ثر سامانی ماورائے بیاں ہے۔ اس کے بال سرخ، آنکھیں بڑی بڑی اور بدن۔ شاید میں بیان و
ظہار کی شدت میں کمی کا جرم کر رہا ہوں۔ اسے دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے دنیا ایک بے رونق جگہ ہے
ساری دنیا وہی ہے۔ وہ کائنات ہے۔

وہ..... میں تشبیہ دینے سے قاصر ہوں۔ جابر بن یوسف الباقر۔ ایک حسن۔ ایسی رُخ شخص اس کے

قیامت خیز حسن کے سحر میں گم ہو کر رہ گیا۔ اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے جسم لرزنے لگا۔

"جابر بن یوسف!" اس کی مترنم آواز نے میری محویت میں خلل ڈالا اور مجھے احساس میں کہاں کھڑا ہوں۔ مجھ سے کیا گستاخی سرزد ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے میری بے باک نگاہی یا دریدہ چشمی، اسے گراں گزرے۔ میں نے جبر کر کے نگاہیں جھکا لیں اور مرتعش آواز میں کہا مقدس اقابلا کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں یقیناً میرے ہوش و حواس میں اتنی استطاعت نہیں ہے اس ہوش رُبا جلوے کا تادیر نظارہ کر سکوں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اپنی خوش بختی ہے کہ میں نے اس جزیرے میں آ کر وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔" وہ ایک دعوت تھی اسے دیکھ کر میرے اشتہا بڑھ گئی۔ نہ جانے کیوں میرا جی چاہا کہ اسے کھسوٹ لوں، میں اسے سموچا نگل جاؤں۔ الفاظ میری زبان پر تھے لیکن دل پر ایک دہشت تھی۔ میں اپنے اوپر جبر کر رہا تھا، ایسا جبر جو شدید ترین اذیت میں بھی میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے سامنے کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اس طرح کہ اس کا ایک ہاتھ کمر پر دوسرے سے اس نے ٹیک لگا رکھی تھی۔ میری ستائش اور وحشت نے شاید اسے اور ستم گر بنا د میں کبھی نظریں جھکاتا تھا، کبھی حیرانی سے اُسے دیکھنے لگتا تھا۔ کسی ایک جگہ جم کر نظر نہ ٹھہرتی تھی وہ کچھ دیر تک میری وحشت کا نظارہ کرتی رہی۔ پھر بولی۔ "اقابلا کی خوشنودی' اس کا قرب کرنے کے لئے صدیوں میں لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ نظارہ تمہارے تصور سے ماورا نہیں یہ انسانوں کو غیر معمولی کارنامے کرنے پر نہیں اکساتا؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"یہاں انسان پاگل ہو جاتے ہوں گے۔ جو اس نظارے کے متحمل ہوتے ہوں گے۔ ان اعصاب یقیناً فولاد کے ہوں گے۔ میں اپنے ذہنی توازن پر مشکل سے قابو پا رہا ہوں۔ تاہم یوسف الباقر امید فردا میں اپنے ہذیان اور ضبط سے دستبردار ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جذبہ مقدس اقابلا کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔ مجھے حکم دو کہ میں کیا کیا کروں؟ میں اپنا خون پیش کرو دل نکال کر رکھ دوں۔ میرے سینے میں جو آگ لگی ہے وہ اب مقدس اقابلا کے قرب دائم ہی ہو سکتی ہے کیا کوئی شخص اس قصر میں غلامی کے لئے نہیں رکھا جا سکتا۔" میں نے جذبات انگیز کہا۔

"میں تمہارے قریب آنا چاہتی ہوں۔" اس کے انداز میں شوخی آ گئی۔

"میں موت کا منتظر ہوں۔" میں نے نیاز مندی سے جواب دیا۔

"میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے جذبات میں ہل چل مچا دی

ں ثابت قدمی کا سب سے بڑا امتحان ہے۔" میں نے کہا۔

انداز میں اچانک حیرت انگیز تبدیلی آ گئی تھی۔ مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگا۔ میں سانس ۔ بہت تیزی سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے اور میں اس کی اس وارفتگی پر نک میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ میں کسی سحر میں تو مبتلا نہیں ہوں؟ کہیں یہ ہو ... مجھے ... قبل ژدلین بھی اسی طرح مجھ پر وارفتہ و شیدا ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہ ادت ہے۔ ... مبتلا ہو گیا۔ جب۔ اس خیال نے دل میں جگہ پکڑی تو کسی نے تا ہوں" ... ے کہا۔ احتیاط شرط ہے۔ اقابلا جیسی عظیم ہستی بذات خود اتنی وارفتگی کا اظہار کیے بن نہ آ گیا۔ کاہن اعظم سمورال کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ یقیناً یہ میری برداشت، ت واستقامت کا امتحان ہے لیکن یہ حسین لڑکی، اتنی حسین لڑکی، اتنا شباب، اس قدر ول، وہ شیریں مشروب۔ میرے بہکنے میں اب کیا دیر تھی؟ لیکن میں نے سختی سے اپنے یے اور قدم نرم فرش پر مضبوطی سے جما دیے۔ وہ میرے جسم کا جائزہ معنی خیز نظروں سے ں چپ چاپ کسی مجسمے کی طرح کھڑا رہا۔

وچ ہی رہا تھا کہ اقابلا اتنی جلدی اپنے کسی غلام پر مہربان نہیں ہو سکتی۔ سرداری کے منصب صیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اقابلا مجھے ان خصوصیات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ کیا رہا ہوں؟ کیا میں غلطی نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں توہین کا مرتکب ہو رہا ہوں؟ کیا میرے دل سابق تہذیب کی جھلک موجود ہے؟ کیا میں یہ خسروانہ عنایت ٹھکرانے کی جسارت کر رہا میں پاگل ہو گیا ہوں؟ میرا عمل کس قدر درست ہے۔ مجھے اس وقت کاہن اعظم بار بار یاد نے زیر لب اس کا نام لیا، مجھے کوئی جواب نہیں ملا لیکن مجھے بہرحال ایک فیصلہ کرنا تھا کہ میں گداز حسین و جمیل گداز بانہوں میں خود کو گرا دوں یا یوں ہی نظریں نیچی کیے ساکت و جامد ں اور اس کے کسی دوسرے حکم کا منتظر رہوں؟ آخری بات مجھے زیادہ صائب نظر آئی۔ اس نظریے کے امکان کم تھے۔ دل نہیں مانتا کہ اقابلا' عظیم مقدس اقابلا' یہاں چاروں طرف حکمرانی ہے، وہ اتنی جلد قرب کا مظاہرہ کرے گی۔ پھر یہ کون ہے؟ میں خاموش کھڑا رہا اور میں ں کا التفات مسترد کر دیا۔ تاریک براعظم کی حکمراں، میں جس کی طلسماتی دنیا کا اسیر، وہ ئی مجھے اشارے پر ناچنے کے لئے مجبور کر دیتی، اتنی عجلت کا مظاہرہ کم از کم اقابلا کے شایان ہو سکتا۔ کچھ دیر سکوت رہا پھر دل کش موسیقی سارے کمرے میں گونجنے لگی۔ میں نے گھبرا کر ائیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا صرف میں کمرے میں کھڑا تھا۔ پھر کمرے میں رنگ رنگ کے

بادل تیرنے لگے۔ موسیقی کی آواز تیز ہوگئی۔ میری آنکھوں پر بادلوں نے پردہ کر دیا۔ میں سراسیمہ ومبہوت کھڑا رہا کہ اب کیا منظر پیش آنے والا ہے؟ لمحوں میں بادل چھٹنے لگے اور میں نے دیکھا کہ حسین وجمیل لڑکیوں کا ایک پرا دائیں جانب کھڑا ہے۔ میں کس کس کے حسن کی مدح وثنا کروں؟ وہ لڑکی برابر کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے کے بڑے تخت پر بادلوں میں ایک زہد شکن، شعلہ رُخ، دراز قد لڑکی شان وشوکت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جو مجھ سے پہلے محوکلام تھی۔ اب بھی حسین نظر آرہی تھی۔ مگر ان سب میں یکتا، نا... استطاعت نہیں ہے اور جہاں قدرت نے اپنے سانچے توڑ دیے ہوں گے اور جہاں تا ہوں اور مجھے اپنی خوش بختی ہے کہ میں... لڑکی جاہ وجلال کے ساتھ فروکش تھی اور اب کوئی شبہ نہیں تھا کہ میں اقابلا کے روبرو ہوں۔ اس کی آنکھیں سحر انگیز تھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر ایک ادا کے ساتھ مجھے دیکھا۔ سیاہ زلفوں میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ سب کی سب یونانی خدوخال کی عورتیں تھیں۔ حسین عورتوں کے خدوخال تمام دنیا میں یکساں ہوتے ہیں۔ اسے مشرق ومغرب کسی بھی جگہ کی حسین لڑکی کہا جا سکتا تھا۔ اس کے حسن کی شان میں شاعر تمام عمر لکھ سکتے تھے۔ مصور تمام عمر رنگ بھر سکتے تھے۔ مجسمہ ساز تمام عمر تراش سکتے تھے اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے اقابلا کو تمام وکمال منتقل کر دیا ہے۔

پھر وہ لڑکی کھڑی ہوئی اور اس نے باآواز بلند بالکل بدلے ہوئے شاہانہ لہجے میں مخاطب کیا۔

''جابر بن یوسف! میں مقدس اقابلا کی نائب اشمار تم سے مخاطب ہوں۔ تم نے اپنی ذہانت، دور اندیشی، صبر اور ضبط نفس کے اس امتحان میں کامیاب ہو کر مقدس اقابلا کو شادماں کیا ہے۔ تم نے ثابت کیا کہ تم اقابلا کی عظمت وجلال کے سچے اطاعت گزار ہو۔ تم جزیرہ توری کے دوسرے سردار کی حیثیت سے منتخب کر لیے گئے اور اقابلا نے تمہاری اہلیت کی سند دی ہے لیکن اسے دائم وقائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تم ایک سردار کی عام تعلیم وصفات سے خود کو مسلح کر لو۔ ان بقیہ امتحانوں سے گزرو جو ایک جزیرے کے سردار کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔''

میں نے سر جھکا دیا۔ ''میں مقدس اقابلا کے حضور اپنی بہترین صفات بروئے کار لانے کا عہد کرتا ہوں۔ مگر میں ایک درخواست اپنے دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں مجھے بتایا جائے کہ اس قصر کے کیا آداب ہیں اور مقدس اقابلا کی حکمرانی کا سلسلہ کب سے جاری ہے۔ صدیوں پر پھیلی ہوئی اس زندگی اور شباب میں کون سا رمز پوشیدہ ہے۔ میں اقابلا کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کروں گا لیکن کیا مقدس اقابلا مجھے اپنی بارگاہ میں خدمت کرنے اور اپنے قریب رہنے کا موقع فراہم نہیں کریں گی؟'' میں نے دیکھا کہ اقابلا کے لبوں پر ایک دلآویز تبسم چھا گیا۔ خرمن عقل وہوش پر بجلی گرانے والا تبسم، اقابلا نے جواب میں اشمار کو اپنے دست حنائی سے اشارہ کیا۔

''تم سے جو باتیں ابھی کہی گئی ہیں۔ انہیں اقابلا ہی کی جانب سے سمجھا جائے۔ اقابلا کا قرب حاصل کرنے کے لیے خود کو اقابلا کا اہل ثابت کرو۔ تم جزیرے میں واپس جاؤ اور اپنی برتری کی جدوجہد کرو۔ جبھی تم اقابلا کی بارگاہ میں قبول کیے جا سکتے ہو۔'' اشمار نے کہا۔

''یہاں سے جانے کے بعد مجھے مقدس اقابلا کا جلوہ یاد آتا رہے گا۔ اب ساری دنیا سے کنارہ کش ہو کر یہیں کا ہو جانا چاہتا ہوں، مقدس اقابلا کی ایک نگاہ التفات میری زندگی کی سب سے بڑی کائنات ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیا جائے۔ میں اب کہیں کا نہیں رہا۔ میں مقدس اقابلا کے پیر چاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اس کے حسن سے مغلوب ہو کر کہا۔

''تم ابھی شوالا اور فلورا کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اقابلا اس معرکے میں دلچسپی رکھتی ہے۔'' اشمار نے کہا۔

''میں شوالا سے کوئی معرکہ نہیں چاہتا۔ میں فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر اس نے مجھے فلورا دینے سے انکار کر دیا تو مقدس اقابلا کی اجازت سے اس سے معرکہ آرا بھی ہوں گا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

میرے جواب میں اشمار نے اقابلا کی طرف دیکھا اور اقابلا نے میری طرف دیکھا۔ اس کی نظروں میں نہ جانے وہ کونسی کشش تھی کہ میں لڑکھڑا گیا۔ اسی لمحے اشمار مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''عظیم اقابلا کو طاقت کا کھیل پسند ہے، وہ تمہیں شوالا سے زور آزمائی کا موقع فراہم کرے گی۔ مردانگی کے کھیلوں میں اسے گہری دلچسپی ہے۔''

میں نے اقابلا کی طرف ایک سہمی ہوئی نظر کی۔ وہ شکل وصورت سے بڑی معصوم اور شوخ نظر آتی تھی اور کسی طرح بھی اس میں درندگی کی علامات نہیں پائی جاتی تھیں۔ میرا عالم یہ تھا کہ میں اپنا سب کچھ اسی آستانے پر، حسن کی اس جلوہ گاہ پر قربان کر دینا چاہتا تھا۔ اس کی پہلی ہی نظر میرے دل میں انتشار برپا کر گئی۔ میں نے اشمار کو ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کے قالب میں اتارنے کی کوشش کی اور اشاروں کنایوں میں اپنے اس طوفان کا ذکر کیا جو اقابلا کو دیکھ کر میرے جسم میں اٹھا تھا۔ میری جذباتی گفتگو پر اقابلا نے ایک دل نشیں مسکراہٹ کے سوا کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ اقابلا کا جسم شاداب، بھرپور تھا اور وہ بھی بے داغ تھا۔ جلد کی رنگت اتنی صاف، سرخ وسپید تھی کہ میں فلورا، ژولین اور اشمار کو بھول گیا حالانکہ وہ تینوں غیر معمولی حسین عورتیں تھیں۔ میں اس میں کھویا ہوا تھا کہ اشمار نے میری محویت توڑی۔ ''سمورال کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ اس معرکے کا بندوبست کرے جو تمہارے اور شوالا کے درمیان طے پایا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں شکست کھا جائے گا، اسے دوسرے سردار کی منتخب اور پسندیدہ چیز سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ پھر تم فلورا کو اس سے مانگ سکتے ہو۔''

''عظیم اور مقدس اقابلا کی عنایتیں مجھ پر سایہ گستر رہیں۔ اگر یہ حکم ہے تو مجھے منظور یہ خواہش ہے تو میرا سر حاضر ہے لیکن میں ایک نیا سردار ہوں جو ابھی اس قبیلے کے رسم ورو علوم سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ اگر یہ مقابلہ جسمانی قوتوں تک محدود رہا تو مجھے اپنی امید ہے۔ بصورت دیگر طلسماتی حربوں اور پُراسرار قوتوں کے سامنے میری شکست یقینی نے مہذب انداز میں جرات سے کہا۔

''اقابلا اس پر غور کرے گی۔'' اشمار نے شان بے نیازی سے کہا۔ ''یہ فیصلہ کرنا اقابلا کہ وہ تمہارے معرکے کے لئے کون سا طریقہ استعمال کرے۔''

''میں انکار کی جرات نہیں کرسکتا۔ کیا مقدس اقابلا مقابلے میں بہ نفس نفیس موجود ہو گ نے یوں ہی گفتگو بڑھانے کے لئے ایک سوال کرلیا۔

''اقابلا کی آنکھیں مکانی قیود سے آزاد ہیں۔ ہاں وہ چاہے گی تو ضرور اس میں شریک اشمار نے کہا۔

''مقدس اقابلا کا یہ فرمان میرے لیے عزت کا باعث ہے۔'' میں نے عجز کا اظہا وقت اقابلا نے اشمار کو ہاتھ کا اشارہ کیا اور میری نظروں سے یہ خوبصورت منظر او جھل ہو گیا کے اس ہجوم نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا اور خلاؤں میں سفر کرتا ہوں واپس اپنی جھونپڑی مے میں غنودہ تھا۔ جب میں اپنی جھونپڑی کے فرش پر نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا کہ ابا مجھے اٹھایا اور ترام نے میرے شانے جھنجوڑے۔ ترام اب بالکل ٹھیک ہوچکی تھی۔ نوجوان میری دونوں خادماؤں کے نوجوان سیاہ بدن اب میرے لیے کوئی کشش نہیں رکھتے تھے۔ ا حسن جہاں سوز کا نشہ کچھ اس طرح میرے دل و دماغ پر طاری رہا کہ میں تین دن تک اپنی میں پڑا چھتیں گھورتا رہا تھا۔ چوتھے روز ابالیش کی درخواست پر میں باہر آیا اور میں نے اپنے معاملات میں دلچسپی لی۔ اب میں اس دن کے انتظار میں تھا، جب شوالا سے میرا مقابلہ منعق ذہن منصوبوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور میں اس علاقے میں اقابلا کی خوشنودی کے لئے ن کارنامے انجام دینے کی ترکیبوں میں لگا ہوا تھا۔ رات اور دن اسی غور وفکر میں گزر رہے ہفتے تک میری حالت نہیں سنبھل سکی لیکن یہ سلسلہ کب تک چلتا؟ آخر میں نے اپنے قبیلے کا د سمورال سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مقابلے کے سلسلے میں سمورال کے مشورے میرے لیے بڑ ثابت ہوتے لیکن اس رات جب میں لیٹے لیٹے قصر اقابلا کے خوب صورت مناظر میں کھو میری جھونپڑی پر دستک ہوئی۔ اتنی رات گئے اس قسم کی دستک پہلی بار ہوئی تھی۔ میں جھونپڑی کے درزوں میں سے باہر دیکھا۔ اندھیری رات میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ ''کون ہ

ہنے پوچھا۔

''دروازہ کھولو سیدی جابر! میں سرنگا ہوں۔ میں تم سے چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا کی ئی ہوئی آواز آئی۔

میں نے بادل نخواستہ اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سرنگا ہانپتا کانپتا اندر داخل ہوا۔ ''تنہائی کا کوئی ل سکے گا؟'' وہ آتے ہی بولا۔

میں اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے سرنگا کو ایک چوکی نما پر بٹھایا اور اندر سے مشعل لے آیا۔ ''کیا بات ہے سرنگا؟ تم اتنے دنوں تک کہاں تھے اور اس یہاں کیسے؟''

''میں الجھنوں میں گھر گیا تھا جابر! میں بہت پہلے تمہارے پاس آنا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ ی سرداری سے پہلے شوالا نے مجھے پناہ دی تھی اور صرف اس لیے کہ وہ مجھ سے میری عظیم دیوی کا بانا چاہتا ہے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر کاہن اعظم نے سریتا کو ے حوالے کردیا۔ سریتا کی موجودگی میں یہ اور بھی مشکل تھا کہ میں وہاں سے فرار ہو کر تمہارے آتا۔'' سرنگا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''پھر تم یہاں کیسے آ گئے؟'' میں نے سرنگا کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں بڑی مشکل سے تمہارے پاس پہنچا ہوں۔ جب فرار کی کوئی صورت نہ نکلی تو آخر میں نے ظیم دیوی سے مدد لی۔ میں نے شوالا کو اس بات پر راضی کرنا چاہا کہ وہ مجھے تم سے ملنے کا موقع م کردے لیکن شوالا تیار نہیں ہوا۔ نتیجتاً میری دیوی نے میری مدد کی۔'' سرنگا کے لہجے میں وہی پہلے ا بردباری اور سنجیدگی تھی۔

کاہن اعظم سمورال اور میرے نائب ابالیش نے بتایا تھا کہ مجھے اس ہندی بوڑھے سے ہوشیار ہوگا۔ سرنگا کی اس وقت اچانک آمد سے کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔ سرنگا کے چہرے پر کسی قسم کا فریب ا جھلکتا نہیں پھر بھی میں اپنی جگہ محتاط رہا۔ میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟''

''یہ تم کیسی عجیب بات کہہ رہے ہو؟ بھلا میں اپنے ساتھی جابر بن یوسف کے عہدہ سرداری کے اس سے علیحدہ کس طرح رہتا؟ اس علاقے میں اب تمہی میری پناہ گاہ تھے۔ تم نے ان مصائب کا بلہ کرکے غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا ہے۔ قسمت تم پر مہربان ہے۔ کوئی تصور کرسکتا تھا کہ کوئی ی قیدی ایک جلیل عہدے پر فائز ہوگا۔ اصولاً مجھے تمہارے پاس آنا ہی چاہیے تھا۔'' سرنگا نے یت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں سرنگا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم شوالا کے ساتھ مل کر میری سرکوبی کی فکر میں ہو۔ شوالا

تم پر تمہاری دیوی اور سریتا کی وجہ سے مہربان ہے۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔ میں نے شوالا سے یہی کہا تھا اور اسی صورت میں وہ مجھ پر مہربان ہو شوالا نے مجھے کئی بار ورغلایا کہ میں کسی طرح تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں، اس طرح میں کاہن اعظم بن سکتا تھا مگر یہ ایک ناممکن بات تھی، مجھے معلوم ہے کہ تمہاری فتح میں اس علاقے کی طاقتوں کی حمایت کو بھی دخل ہے۔ تم یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتے کہ میری دیوی نے بھی میں تمہاری مدد کی تھی۔''

''وہ تو اس وجہ سے ممکن ہوا کہ میں سریتا کو بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ مجھے کاہن اعظم سمورال نے اپنی اقامت گاہ سے باہر نکلنے کی ممانعت کر رکھی تھی لیکن میں کالا عفریت سے صرف سریتا کی وجہ سے لڑ بیٹھا تھا۔ پھر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ سریتا شوالا کے میں ہے تو میرے سینے سے دھواں اٹھا۔'' میں نے کہا۔

''میرے عزیز سیدی جابر! کیا تم مجھے سازشی سمجھتے ہو؟ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں ا میں کیوں آیا ہوں۔ سریتا شوالا کے تصرف میں نہیں ہے۔ اس کی حفاظت دیوی کر رہی ہے۔ تک پاک وصاف، دوشیزہ ہے۔ وہ شوالا کے لئے ایک چیلنج بن چکی ہے۔'' سرنگا نے جذب

''اس وقت تمہارے آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم فلورا کے سبب شوالا سے جو مقابلہ کرنے والے ہو الحال ملتوی کر دو، اس لیے کہ شوالا کی طاقت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے، میں نے اسے قریب ہے اس کے پاس کالی طاقتیں ہیں۔ اس کے پاس حشرات الارض کی ایک فوج ہے۔ وہ ا زیادہ قریب ہے۔ وہ ایک پرانا اور تجربہ کار سردار ہے اور تم اس کے مقابلے میں یقیناً شکست گے اور جب تمہیں شکست ہو جائے گی تو ہم چند ساتھیوں کو وہ آسانی سے دبا لیں گے اور یہ کر سامنے آ جائے گی کہ شوالا تم دونوں میں مقدس و محترم ہے۔'' سرنگا نے کہا۔

''میں اس مقابلے سے دستبردار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مقدس اقابلا نے اس کا حکم دیا ہے۔'' میں نے مایوسی سے جواب دیا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ تو میرے منصوبے کے خلاف ہوا۔ تمہیں میرے بارے میں فہمیاں ہو گئی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے اس طرح خوش آمدید نہیں کہا جس کی مجھے تو بہر حال یہ بات دل سے نکال دو کہ سرنگا تمہارے مقابلے میں شوالا کو ترجیح دے گا۔ میں چاہتا تم ساتھ مل کر ایک طاقت بن جائیں۔ اس جزیرے سے فرار ناممکن ہے ہم اسے تسخیر کر سکتے اقابلا کی خوشنودی حاصل کر لیتے تو یہاں ہماری حکمرانی ہوتی۔ یہ لوگ دماغی طور پر اتنے آگے

ہم ہیں صرف ان کی پُراسرار طاقتیں زیر کرنا ہمارا کام ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''اگر میں تمہیں یہاں روک لیتا ہوں تو اس کا مطلب ہے شوالا سے بغض وعناد کا ایک اور سبب ر لیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اور مقابلے کے بعد کی صورت حال کے منتظر رہو۔ مجھے شکست ہو جائے۔ پھر نہ تو تم شوالا کے مقرب خاص رہ سکتے ہو، نہ میرے پاس خوش رہ ہے کیونکہ میں شکست کے بعد خودکشی کو ترجیح دوں گا یا اگر میں زندہ بھی رہا تو مجھے عملاً شوالا کا محکوم رہنا ہوگا۔''

''سیدی! تمہارا یہ انداز گفتگو میرے اعتماد پر ضرب لگاتا ہے۔ میں اب یہاں آ گیا ہوں۔ اب واپسی بہت مشکل ہے۔ تم مجھے پناہ دو۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟'' سرنگا نے التجا آمیز انداز میں ۔

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''سرنگا! تم اگر مُصر ہو تو یہاں ٹھہرو میں تمہیں جگہ دیتا ہوں۔ تم میرے ان بن کر رہو لیکن خیال رہے کہ مجھے کاہن اعظم کا قرب حاصل ہے۔ بہر حال میں تم پر اعتماد کرتا ہا۔''

''جو چیزیں تم حاصل نہیں کر سکے میں انہیں یہاں آسانی سے حاصل کر سکوں گا۔ شوالا کے ہاں ہے۔ وہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ جسے جیل میں اے کلاس دے دی گئی ہو۔ تم سمجھنے کی ش کرو سیدی جابر! کیا میں کبھی تمہارا دشمن ہو سکتا ہوں؟ میں ایک بوڑھا شخص جس کی زندگی کے تھوڑے ہیں۔'' سرنگا نے کہا۔

سرنگا کا اصرار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ میں کاہن اعظم سمورال اور ابالیش کے شکوک کے باوجود منع نہیں کر سکا۔ میں نے اُس رات اسے اپنے کمرے میں ٹھہرایا۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ سرنگا آنے کے بعد میں اپنے دل میں اطمینان سا محسوس کر رہا تھا جیسے میں اب اکیلا نہیں ہوں۔ سرنگا کا اس کی سرد مزاجی، زیرکی اور سریت میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ بوڑھا جذبات میں ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو خود اس کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ جب سے اقابلا سے ملاقات ہوئی میں اپنے آپے میں نہیں تھا۔ سکون غارت ہو چکا تھا، اس رہزن تمکین و ہوش نے مجھے کہیں کا نہ شوالا سے مقابلہ؟ جسے سودائے جنون ہو، وہی اس پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ وہی کیفیت تھی جو رات میں فلورا کے آنے پر ہوئی تھی بلکہ اس سے کچھ سوا تھی میں اپنی قسمت کے فیصلے کا منتظر تھا۔

صبح ہونے پر میں نے ابالیش اور ترام سے سرنگا کا تعارف کرایا۔ ابالیش نے سرنگا کو دیکھ کر ک بھوں چڑھائی لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اب سرنگا کے خیالات بدل چکے ہیں۔ و اپنے کالے علم سے سرنگا کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے، اس عرصے میں ٹوٹے پھوٹے چند لفظ سرنگا کو

بھی مقامی زبان کے آگئے تھے۔ میں نے اس کی ترجمانی کے فرائض انجام دیئے اور اقابلا نے
سرنگا کے لئے ایک عمدہ جھونپڑی کا انتظام کر دیا۔ صبح ہوتے ہی سرنگا اس میں منتقل ہو گ
خدمت کے لئے میں نے دو لونڈیاں ساتھ کر دیں اور جھونپڑی پر نیزہ بردار حبشیوں کا پہرا لگ

اس دن میں نے سموراں سے ملنے کا ارادہ کیا لیکن میرے ارادے سے قبل ہی سمورا
کے ایک بہت بڑے جلوس کی جلو میں میری جھونپڑی میں آ موجود ہوا۔ اس کے استقبال کے
باہر گیا اور اسے عزت و احترام سے اندر لایا۔ تمام جھک کر کورنش بجا لائی۔ سموراں کے
سنجیدگی اور وقار مسلط تھا۔ میں نے مقامی انداز میں گردن کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کر ج
سلام کیا جس کا جواب سر کی ایک خفیف سی جنبش سے دیا گیا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا
اندرونی طور پر کسی فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔

"عظیم سموراں! جابر بن یوسف ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔"

سموراں نے سر ہلا کر میرا سلام قبول کیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بھاری بھرکم آواز

"مقدس اقابلا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اور شوالا کے مقابلے کا بندوبست کروں۔"

"مجھے اس کا علم ہو چکا ہے عظیم سموراں!" میں نے احترام سے کہا۔ "اور اسی سلسلے میں
اور ہدایتوں کے لئے تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔"

"جابر بن یوسف! میں یہاں ایک کاہن کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا ہوا
اقابلا کا فیصلہ ہر بات پر مقدم ہے۔ مقابلے کا اہتمام جزیرہ توری کی رسم کے مطابق میری
مطابق ہوگا۔ مقدس اقابلا کا یہی فیصلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں د
دونوں سردار میرے لیے یکساں حیثیت رکھتے ہو۔"

سموراں نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ "مجھے اندازہ ہے عظیم سموراں!" میں
دلی سے کہا۔

"کاہن اعظم کی ذات اقابلا کے سوا اس علاقے میں کسی طرف تقسیم نہیں ہوتی۔ تمہیں
کسی رعایت کی امید نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اگر تم نے شوالا کے مقابلے میں شکست کھائی تو
باپ کی حیثیت سے مجھے دکھ ہوگا لیکن میرا یہ دکھ اس جزیرے کے مستقبل پر اثر انداز نہیں
سموراں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کاہن اعظم کا اقبال بلند رہے۔ مجھے کیا اس سوال کا جواب مل سکتا ہے کہ فتح و کا
کے نصیب میں لکھی ہے؟ کاہن اعظم جو سوکھے پتوں کی جنبش کا احوال جان سکتا ہے، اسے ا
علم یقیناً ہوگا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

"اگر یہ جنگ تمہارے سوا کسی اور سے ہوتی تو میں کوئی پیشگوئی کرتا لیکن میں نے اس سلسلے میں
غور و فکر نہیں کیا۔ آسمانی طاقتوں نے سموراں کو ہمیشہ نوازا ہے۔ مقدس دیوتا ہمیشہ سموراں پر مہربان
ہیں لیکن تمہارے انجام کے بارے میں میں نے ان سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں نے ان سے کچھ
نامناسب نہیں سمجھا۔" سموراں نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔

"نہ سہی لیکن مجھے اعتماد ہے کہ کاہن اعظم کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں۔"

"خاموش۔" سموراں نے بلند آواز میں کہا۔ "تم ایک بہادر نوجوان ہو تمہیں کسی کی ہمدردیوں
زیادہ اپنی قوت بازو پر اعتماد کرنا چاہئے اگر تمہارا خیال ہے کہ جنگ میں شوالا کے خلاف تمہاری
لی جائے گی تو یہ خیال دل سے نکال دو۔"

"میرا مطلب یہ نہیں ہے عظیم کاہن!" میں تیزی سے بولا۔ "میرے لیے یہ بات بھی باعث
ہے کہ مقدس سموراں نے مجھے شفقت پدری سے نوازا ہے اور قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔"

"جابر...... جابر۔" سموراں نے بے چینی سے مجھے گھورتے ہوئے سخت الفاظ میں مخاطب کیا۔
ں تمہیں محتاط رہنے اور زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ تم جیسا معاملہ فہم اور دور اندیش شخص بچوں
ں باتیں کر رہا ہے؟"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اے برگزیدہ کاہن!" میں نے جلدی سے کہا اور اپنی حماقت پر
مت کے اظہار کے لئے سموراں کے سامنے جھک گیا۔ سموراں اس جزیرے میں اقابلا کے بعد
ے محترم شخص تھا اور فطری طور پر اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہونی چاہئے تھیں لیکن یہ باتیں
ن پر نہ آتیں تو ٹھیک تھا۔ کاہن اعظم اپنے منصب اور مرتبے کے خلاف کوئی بات کیسے کر سکتا تھا
نے اسے مکدر کر دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "سرنگا رات میرے پاس آ گیا ہے۔ میں
وئی غلطی تو نہیں کی؟"

"جابر بن یوسف! تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے موقعوں پر جب کہ شوالا
تمہارا مقابلہ ہونے والا ہے۔ میں سرنگا کے بارے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں ایک
جانب دار شخص ہوں۔ تم سے پہلے میں شوالا کے پاس ہو آیا ہوں اور اسے بھی میں نے اسی طرح
یتیں دی ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ آج سے چار روز بعد تمہارے اور شوالا کے درمیان غیر
ب دار علاقے میں تمہارا اور اس کا مقابلہ ہوگا۔"

"یں مقابلے کا منتظر ہوں۔ مقدس اقابلا کا حکم اور کاہن اعظم کی بات پر سر تسلیم خم کرنا میرے
ئض میں داخل ہے۔" میں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

کاہن اعظم اسی جلوس کے ساتھ رخصت ہو گیا جو اس کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ چوم

رہے تھے۔ میں نے اسے رخصت کیا۔ جلوس کا شوروغل سن کر سرنگا بھی اپنی جھونپڑی سے
اس نے بڑی عقیدت سے عظیم سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سمورال نے تیکھے انداز
دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھیں پراسرار ہوگئیں۔ میں نے چلتے ہوئے سرنگا کا تعارف اس سے
سرنگا نے سریتا کو پناہ دینے کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ سمورال کے جانے کے بعد
جھونپڑی میں چلا آیا اور کہنے لگا کہ اس نے اپنی دیوی سے میری مدد کے لئے کہا ہے۔ اس
وہ چار دن مسلسل ریاض کر کے اپنی طاقتوں کو مدد کے لئے بلائے گا۔ اس کا اندازہ مجھے اس با
ہوا کہ سرنگا چار روز تک اپنی جھونپڑی سے باہر نہیں نکلا اور جب میں اسے دیکھنے گیا تو وہ
مورتی کے سامنے آنکھیں بند کیے کسی فکر میں مستغرق تھا۔

ترام اس مقابلے میں سخت دہشت زدہ تھی۔ وہ بار بار میرے پاس آ کر وحشت کا اظہا
شوالا کی عظیم طاقت کے خوف سے وہ نڈھال ہوئی جاتی تھی۔ ابالیش بھی سخت مضطرب تھا۔
سے ایک دن پہلے میں نے ابالیش کو طلب کیا اور شوالا سے جنگ کرنے کے بارے میں ما
مشورے طلب کیے۔ ابالیش نے بھی دبے دبے لہجے میں مجھے یہی بتایا کہ یہ جنگ میرے لیے
ہوسکتی ہے۔ اس نے بھی شوالا کی قوتوں کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتایا۔ میں نے ابالیش
کہا۔'' تم کالے جادو کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو، مجھے بتاؤ۔ وقت بہت کم ہے لیکن
رہنمائی کر سکتے ہو۔''

''اے مقدس سردار!'' ابالیش نے دردمندی سے کہا۔'' میں نے کالاری اور اس جزیرے
برگزیدہ قوتوں کی رفاقت میں بہت سی چیزیں سیکھی ہیں لیکن وہ شوالا کے مقابلے میں کوئی حیثیت
رکھتیں۔ افسوس یہ ہے کہ سرداروں کی جنگ کے مابین کوئی اور مداخلت نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا ہو
آپ کو مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور اپنا تمام علم صرف کرتا۔''

''کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم اس مختصر مدت میں مجھے کالے جادو کے دو چار مجرب اور
نکتے بتا دو تا کہ موقع پر میں انہیں کام میں لا سکوں۔''

''مقدس آقا! تم پر اقابلا مہربان رہے۔ مقدس جارا کاکا کی عظیم روح تمہاری ہمدرد ر
میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہیں وہ علم منتقل کرسکوں جو برسوں ریاض کے بعد حاصل ہ
سرداروں کی اس جنگ میں مقدس اقابلا شامل ہے، اگر میں نے یا کسی اور نے دونوں سردار
میں سے کسی کی مدد دینے کی کوشش کی تو اقابلا کا عتاب اسے برباد کر دے گا۔ یہاں کے قوان
سخت ہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے اس جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی کہ اگر مجھے کچھ
جاتا تو میں بوڑھا اور ناتواں ہونے کے باوجود تمہارے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے بہت ک

''ابالیش! مجھے تمہاری وفاداری پر اعتماد ہے۔ کیا یہ ممکن ہے شوالا مجھ سے محض جسمانی جنگ
کیا اس جزیرے میں ایسی کوئی رسم نہیں ہے؟''

''لیکن جب مقدس اقابلا چاہے۔ شوالا یہ کیوں چاہے گا کہ وہ اپنے تمام ہتھیاروں میں سے
چند ہتھیار استعمال کرے، حریف سے رعایت کی توقع کرنا عبث ہے۔''

☆==========☆==========☆

اس رات میں سو نہیں سکا۔ سرنگا کی جھونپڑی میں گیا تو اس کا انہاک بدستور تھا۔ ترام بھی
رہی تھی اور ابالیش بھی سہما ہوا بیٹھا تھا۔ میں کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتا، کبھی لیٹ جاتا، نیند غائب تھی،
کا خوف، کل نہ جانے کیا ہو؟ جزیرے توری کے ایک عظیم سردار سے ایک اجنبی کا مقابلہ؟ اس
سے مقابلہ جس کے پاس اعتماد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی وہ دیوزاد
مجھ سے برتر تھا۔ میں کبھی بہت خوف زدہ ہو جاتا کبھی اپنے دل کو سمجھاتا کہ جو ہونا ہے ہو جائے
اس مقابلے میں مفر ممکن نہیں ہے۔ پھر خوف اور خطرہ کیسا؟ دل کو سمجھاتا پر دل باز نہ آتا۔ رات
ں پر بسر کی۔

وقت گزر نہیں رہا تھا۔ اقابلا کے حسین قرب کا خیال آتا تو ساری دنیا فتح کرنے کی توانائی اپنے
محسوس کرتا۔ اقابلا کے لئے موت اقابلا کے لئے شکست، اس تصور نے مجھے کچھ سکون بخشا مگر اس
رکا لمحہ بڑا الحاتی تھا۔ چوتھے روز اعلان کے مطابق ایک وسیع میدان میں دونوں قبیلوں کی تمام
ری جمع ہوگئی۔ ڈھول تاشے، کڑے کے ناچ کا بے ہنگم شور۔ ایک لکیر کے ذریعے دونوں قبیلوں کی
ری کے بیٹھنے کی جگہ کی حد بندی کر دی گئی۔ دور ایک کونے پر درمیان میں اقابلا کے بیٹھنے کا انتظام
میں وقت سے چند منٹ پہلے ابالیش، ترام اور سرنگا کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ شوالا پہلے سے وہاں
ود تھا۔ مجھے اور سرنگا کو دیکھ کر اس نے حقارت سے اپنے گلے سے خرخر کی آوازیں نکالیں۔ میں نے
را کر اعتماد سے اس کا جواب دیا۔ شوالا اپنے نائب سے سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ یہ ایک نفسیاتی
بہ تھا۔ میں نے اس کا جواب اپنی خاموشی اور مسکراہٹ سے دیا۔ بار بار شوالا کی نظریں تضحیک آمیز
از میں میری اور سرنگا کی جانب اٹھتی تھیں۔ سانپ شوالا کے جسم پر لہرا رہے تھے اور وہ بن سنور کر اپنا
خوب رنگ کر میدان میں آیا تھا۔

ابھی تک سمورال نہیں آیا تھا۔ جب ڈم ڈم، ٹاپ ٹاپ، اوہواو، اوہواو کی آوازیں تیز ہونے
ں اور قبیلے کی نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کر دیا تو شوالا نے اپنے دو خادموں کو قریب
یا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک خادم کی کمر پکڑ کر اسے دوسرے پر دھکا دے دیا، وہ

دونوں بلبلاتے ہوئے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔شوالا نے دوسرے خادم کے ساتھ بھی یہی عمل
اسے اپنے کاندھوں سے اوپر اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پھر اس نے ہیبت ناک انداز میں خو
آوازیں نکالیں۔ نیچے پڑے ہوئے آدمی کو تین چار موٹے اژدھوں نے اپنی لپیٹ میں لے
نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ اس نے باری باری اسی طرح اپنی طاقت کے کئی ہتھکنڈے آز
حیرت میں ڈال دیا۔ پھر اس نے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر ایک پھنکار ماری
سامنے آگ روشن ہوگئی۔ اور اس آگ کے گرد شوالا کے خدام اور نائبین نے بے تحاشا رقص
دیا۔ شوالا اپنی پُراسرار طاقت کے کرشمے دکھا رہا تھا‘ جیسے بیروت کے شبینہ کلبوں میں مدار
ہیں۔ سنجیدہ بوڑھا سرنگا میرے پاس آیا اور رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔

’’سیدی جابر! کیا خیال ہے کیا تم ان اسرار سے متاثر ہو رہے ہو؟‘‘

’’یہ کھیل بے حد دلچسپ ہیں۔‘‘ میں نے مختصراً کہا۔

’’اور بے حد خطرناک بھی۔‘‘ ابالیش نے کہا۔

’’پھر تم نے کیا سوچا ہے؟‘‘ سرنگا نے تشویش سے پوچھا۔

’’میرے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی ہے اور ایک اور چیز بھی ہے‘ میرا خیال ہے کہ ان
موجودگی میں اس کے حربے کامیاب نہیں ہوں گے اور میں جسمانی طور پر اسے قابو کرلوں
نے سرسری سا جواب دیا۔

’’مگر وہ بہت تنومند ہے۔‘‘ سرنگا نے شوالا کے جسم کی طرف اشارہ کیا۔

’’میں ابھی تک پُرامید ہوں۔‘‘

’’میں تمہارے لیے دعاگو ہوں۔ ارے رے یہ شور کیسا؟‘‘

سامنے گردوغبار کا ایک طوفان نظر آیا۔ اچانک ہر طرف موت کا سناٹا طاری ہوگیا۔
جہاں کھڑا تھا وہیں ساکت ہوگیا میں نے ابالیش سے اس خاموشی کا مطلب معلوم کرنا چاہا
نے اشارے سے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ جہاں اقابلا کا اونچا تخت رکھا تھا، وہ جگہ گرد
گھری ہوئی تھی۔ ابالیش نے مجھے آسمان کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ دھوئیں کا ایک گولا
تیزی سے نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ ہر فرد کی نظر اس پر جمی ہوئی تھی۔ دھوئیں کا چکراتا ہوا مرغولا
پر پہنچ گیا جہاں مقدس اقابلا کی نشست محفوظ تھی۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر وہ طلسمی گولا دیکھ
دھوئیں کا غبار آہستہ آہستہ چھٹ رہا تھا۔ جب دھند چھٹ گئی تو اس نشست پر اقابلا کا ہیولا
بتدریج واضح ہوتا گیا۔ اس کے برابر ہی سمورال کھڑا تھا۔ اقابلا نے چہرہ اور پورا بدن سبز
ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے اس انداز میں دیکھ کر مجھے دھچکا سا لگا۔

سین چہرہ اور سراپا دوبارہ دیکھنے کے لطف سے محروم رہا۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش
مگر کامیاب نہ ہوسکا اور تلملا کر رہ گیا۔ مقدس اقابلا اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ جب اپنی
ست پر جلوہ افروز ہوگئی تو میدان میں مجمع کے تمام افراد کے سر عقیدت سے جھک گئے۔ ابالیش نے
اہاتھ تھام کر زور سے دبایا تو میں نے بھی جلدی سے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اپنا سر جھکا دیا۔
بارہ لوگ اس وقت کھڑے ہوئے جب کاہن اعظم کی گرج دار آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی
ری۔ میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ ہر شخص کوئی حرکت کیے بغیر بت کی طرح کھڑا تھا۔ اتنی
ب کس میں تھی کہ وہ اقابلا کی طرف نگاہیں اٹھاتا۔ کاہن اعظم اقابلا کے دائیں جانب کھڑا بلند آواز
ے کہہ رہا تھا۔ ’’جزیرہ توری کے لوگو! مقدس اور مہربان اقابلا کا سایہ تم پر قائم رہے۔ آج کا دن
مارے لیے مسرت کا دن ہے، مقدس اقابلا ایک عرصے بعد ہمارے درمیان موجود ہے۔ اعلان کے
ابق آج ہمارے قبیلے کے دو معزز سرداروں کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ یہ مقابلہ مقدس اقابلا کے
ان کے مطابق منعقد کیا گیا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں فتح یاب ہوگا‘ اقابلا اس کے لئے اپنی
بانیوں میں اضافہ کردے گی اور وہ برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے گا اور اسے حق ہوگا کہ وہ
ست خوردہ سردار سے اپنی پسندیدہ کوئی بھی شے طلب کرلے۔‘‘

میں نے شوالا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ مسرت اور اعتماد سے دمک رہا تھا۔ یقیناً اسے اس بات
کامل یقین تھا کہ فتح اس کے قدم چومے گی۔ وہ اقابلا کے بائیں جانب سینہ تانے کھڑا تھا اور
کراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک نظر مقدس اقابلا کی طرف ڈالی۔ اُس کی گستاخ
اہی نے مجھے پریشان کردیا لیکن اقابلا کی نظریں اپنی رعایا کا جائزہ لے رہی تھیں۔ رعایا کے لوگ مہر
لب سر جھکائے اس کے حضور میں کھڑے تھے اور خاموش پرستش کر رہے تھے۔ کاہن اعظم سمورال
نے کچھ وقفے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

’’جزیرہ توری کے دونوں سردار شوالا اور جابر بن یوسف الباقر مقابلے کے لئے تیار ہو
ئیں۔ یہ جنگ ان کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔‘‘

شوالا نے اپنے پیروں کو جھٹکا دیا۔ اس کی ٹانگوں میں لپٹا ہوا سانپ زمین پر گر گیا اور وہ اس پر
ر رکھ کر اعتماد سے اپنے نائب کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا لیکن اسی وقت کاہن اعظم نے جس بات کا
لان کیا اسے سن کر شوالا کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ کاہن نے کہا تھا۔ ’’مقدس اقابلا کے فرمان کے
طابق یہ مقابلہ ہر دو فریق کی صرف جسمانی قوت کی بنیاد پر ہوگا کوئی فریق اپنی طلسمی قوت یا سیاہ علم کا
ستعمال نہیں کرسکے گا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی حماقت کی تو تاریک براعظم کی حکمراں اقابلا کا قہر اور
تاب اس پر نازل ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا کرنے والا سرداری کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔‘‘

شوالا یہ اعلان سن کر بری طرح تلملا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور
بھرے انداز سے اقابلا اور سمورال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے کاہن نے دوبارہ کہا۔ ''مقا
قریب آ چکا ہے۔ اس لیے اب قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ جائیں۔ صرف دونوں
سامنے میدان میں آ جائیں اور مقدس جارا کا کا کی کھوپڑی اور دوسری اشیاء میرے حوالے کرد
کاہن اعظم کا اعلان سن کر دونوں قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اب م
اور شوالا آمنے سامنے رہ گئے تھے۔ سرنگا نے جیب سے اپنی مورتی نکال کر چوم لی۔ میں نے
کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی عطا کی ہوئی مالا گردن سے اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ یہ
نے کیا۔

ہر چند کہ شوالا ایک تنومند شخص تھا لیکن مجھے اپنی پھرتی اور نفسیاتی طریقہ کار پر پورا اعتماد
اب یہ مقابلہ جیت لوں گا، اقابلا نے میری درخواست قبول کر کے یہ مقابلہ محض جسمانی نہ
محدود کر کے میرے سلسلے میں اپنی عنایتوں کا ایک اور ثبوت دیا تھا۔ میرا دل مسرت سے سرشا
شوالا مغلوب الغضب تھا۔ اسے اقابلا سے ایسے کسی فیصلے کی امید نہیں تھی لیکن یہ بات خلاف
تھی۔

میدان صاف ہونے کے بعد کاہن اعظم ہمارے قریب آیا تو شوالا چپ نہ رہ سکا۔
سمورال کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا۔
''کیا اس مقابلے کے لئے مقدس کاہن نے عظیم اقابلا سے کوئی خاص سفارش کی تھی؟
''شوالا'' سمورال نے اسے کرخت لہجے میں پکارا۔
''ایک عرصے سے یہ دستور ہے۔ جابر بن یوسف کے لئے خصوصی رعایت کیوں کی گ
شوالا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کیا میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ ترام.....''
''چپ ہو جا شوالا!'' سمورال سخت لہجے میں بولا۔ ''تو گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ا
واپس لے لے۔ ایسا نہ ہو کہ میری تضحیک تیری عبرت ناک موت کا پیشہ خیمہ بن جائے۔''
سمورال کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ میرے علاوہ شوالا بھی سہم گیا۔ وہ دبی زبان
''شوالا کاہن اعظم سے معافی چاہتا ہے اور اپنے الفاظ واپس لیتا ہے لیکن جارا کا کا کی مقدس
قسم کہ شوالا کو اس پر اعتراض ہے۔''
''تم ایک تنومند شخص ہو، تمہیں قبل از وقت انجام سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ مقدس
میں نے کمال ہوشیاری سے شوالا کو احترام کے ساتھ مخاطب کیا۔ ''مقدس اقابلا کی تعظیم ہم
فرض ہے۔''

''جابر!'' شوالا دہاڑتے ہوئے بولا۔ ''شوالا جانتا ہے کہ اس جزیرے کی قسمت میں انقلاب
ہے۔ مقدس اقابلا نے تم پر ترس کھا کر تمہاری درخواست قبول کر لی ہے لیکن یاد رکھو کہ میرے
نے تمہاری حیثیت ایک چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے۔''
شوالا کا جواب میری مرضی کے مطابق تھا۔ میں نے اپنے تیور خراب کرنے کے بجائے مسکراہٹ
لیا۔ شوالا میرا اطمینان دیکھ کر اور برافروختہ ہو گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا زمین سے ایک
بلند ہوا اور پل بھر میں غائب ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے شوالا نے تیزی سے گھوم کر اقابلا کی سمت
۔ پھر دونوں ہاتھ گردن کی پشت کی جانب باندھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔ سمورال کسی گہری سوچ میں غرق
شعلہ بلند ہونے اور شوالا کے سجدہ ریز ہونے سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شعلہ اقابلا کی طرف
ایک تنبیہی اشارہ تھا جس نے شوالا کو محتاط روی کی تلقین کی تھی چند لمحوں تک شوالا سجدے کرتا رہا' پھر
کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں دہشت اور نفرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ کاہن نے شوالا کو کھڑا
کر خشک لہجے میں مخاطب کیا۔ ''مقابلے کا آغاز مقدس اقابلا کے اشارے پر ہو گا میں تم دونوں کو
ت کرنے آیا ہوں کہ سیاہ طاقت کا استعمال مقدس اقابلا کے لئے ناقابل برداشت ہو گا تمہیں یہ بھی
رکھنا ہو گا کہ مقدس اقابلا اور سمورال کی نظریں اگر چاہیں تو دل کی گہرائی کا حال بھی جان سکتی ہیں۔''
میں نے اثبات میں سر جھکایا۔ شوالا نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ سمورال ہم دونوں کو ضروری
ت دے کر پلٹا اور پُروقار انداز میں قدم اُٹھاتا مقدس اقابلا کی جانب چلا گیا جو ایک بلند مقام پر جلوہ
از تھی۔ میدان میں ہولناک خاموشی طاری تھی۔ آنے والے لمحات کس کے حق میں فیصلہ کرنے
لے تھے؟ اس کا علم اقابلا کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ میں اپنی مظلومیت سعادت مندی، نیاز مندی اور
صومیت ثابت کر کے شوالا کو مطعون کرنے کا موقع دے رہا تھا اور اس میں کامیاب رہا۔ مجھے خوشی تھی
شوالا نے خود سری کر کے اقابلا اور سمورال کو برہم کر دیا ہے۔ وہ اس وقت بھی بری طرح جھلایا ہوا تھا
یقین تھا کہ جھلاہٹ اس کے لئے اچھے نتائج کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہو گی۔
کاہن اعظم نے اقابلا کے سامنے جا کر عقیدت سے سر جھکایا پھر اُس کے داہنی جانب کھڑا
گیا۔ اقابلا کی نظریں ہم دونوں کی سمت مرکوز تھیں۔ اُن نظروں میں وقار، حسن، تمکنت اور جاہ و جلال
۔ اچانک اقابلا نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر اسے نیچے کر لیا۔ جنگ کے آغاز کا اشارہ
چکا تھا۔ شوالا کسی خوں خوار درندے کی مانند مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔ میں نے
ابلا کی خوبصورت آنکھوں میں جھانک کر پینترا بدلا اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔
جسامت اور قدوقامت کے اعتبار سے میرا حریف بلاشبہ مجھ پر حاوی نظر آتا تھا۔ چنانچہ میں نے
ملہ کرنے میں پہل نہیں کی اور اپنی جگہ قدم جما کر شوالا کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ میدان میں ہر

طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ دونوں قبیلوں کے افراد کی نظریں اپنے اپنے سرداروں پر جمی ہ
شوالا کچھ دیر تک بازو پھیلائے قہر و غضب سے مجھے گھورتا اور اپنے حلق سے خرخر خوں خو
خارج کرتا رہا۔ پھر اچانک اس نے جست لگائی۔ میں پوری طرح تیار تھا۔ شوالا کے جست
میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ ظاہر تھا' شوالا اپنی جھونک میں وار خالی جانے کی وجہ
گرا مگر پھر جس انداز میں اس نے بجلی کی سی تیزی سے قلابازی کھا کر خود کو اپنے پیروں پر
حیرت انگیز تھا۔ میں اس کی پھرتی اور تیزی دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اب وہ مجھے خوفناک نگاہوں
رہا تھا۔ اس نے غالباً اندازہ لگا لیا تھا کہ میں کس طریقے کی جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتا ہوں
دوسری بار اس نے وحشیانہ انداز میں جست لگانے کے بجائے آہستہ آہستہ کھسک کر مجھے گھیر
دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ نظریں ایک دوسرے پر مرکوز تھیں اور دونوں ہی قد
آگے بڑھ رہے تھے۔ فاصلہ بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ خود تازہ دم رہ کر
طرح تھکانے لگا دوں لیکن میں نے شوالا کی ذہنی استعداد کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ ایک چالا
شخص ثابت ہوا۔ وہ میرا ارادہ بھانپ گیا تھا اس لیے اس نے اچھل کود بند کر دی تھی۔ ہم
دوسرے کو جلد از جلد زیر کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ میرا ذہن تیزی سے وہ نفسیاتی حر
تھا جو ایسے موقعوں پر عموماً آزمائے جاتے ہیں۔ شوالا نے بائیں جانب قدم اُٹھاتے اُٹھا
دائیں جانب قدم اُٹھایا۔ مجھے بھی اسی طرز پر اپنا رخ بدلنا پڑا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپ
شوالا تیزی سے جھک کر اچھلا اور میرے اوپر آ گیا اور اس کی بھرپور لاتیں میرے سینے پر پ
اُلٹ گیا۔ میری نگاہوں کے سامنے اچانک اندھیرا اچھل گیا لیکن یہ وقت تکلیف محسوس
بجائے اپنے بچاؤ کا تھا۔ میں نے بڑی سرعت سے بائیں جانب دو تین کروٹیں لیں اور تیز
گیا۔

شوالا کے قبیلے کے افراد اپنے سردار کے پہلے حملے کی کامیابی پر اچھل اچھل کر مسرت
رہے تھے۔ شوالا اب دوبارہ پینترا بدل کر میرے سامنے آ چکا تھا۔ بار بار وہ اپنا جسم دائیں با
کر میری توجہ اور ثابت قدمی مجروح کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میں پوری احتیاط سے اس کے
ایک جنبش کا جائزہ لے رہا تھا۔ چند ثانیوں تک ہم دونوں ایک دوسرے پر حملے کے موقع
رہے پھر اچانک میں تیزی سے آگے بڑھا۔ شوالا یہ جان کر کہ میں اس پر حملہ کر رہا ہوں، بجلی
سے اچھل کر میری طرف آیا، مجھے اسی بات کا انتظار تھا۔ جیسے ہی شوالا نے جست لگائی میں
گیا، پھر اسی پھرتی سے اٹھا کہ شوالا ہوا میں قلابازی کھا کر دوسری جانب جا پڑا۔ اس بار میر
افراد نے خوشی سے چیخنا شروع کر دیا۔ میری ہمتیں جوان تھیں اور میری توجہ نعرہ ہائے تحسین

اپنے حریف کی سرکوبی کی طرف تھی۔ شوالا کو سر کے جھٹکے سے فضا میں اُچھال کر میں تیزی سے پلٹا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے زمین سے اُٹھنے سے پیشتر ہی داب لوں لیکن شوالا کے جسم میں بجلی بھری تھی۔ وہ زمین پر گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی پُراسرار قوت نے اسے پکڑ کر اُٹھا دیا ہو۔ مجھے مجبوراً پینترا بدلنا پڑا۔ شوالا میرے حملے کی کامیابی پر اور زیادہ خوں خوار ہو گیا۔ اس کی وحشت اور دیوانگی میں اور اضافہ ہو گیا۔

"جابر!" شوالا کی ہانپتی ہوئی آواز گونجی۔ "تم اپنی زندگی سے کب تک لڑو گے، شوالا ناقابل تسخیر ہے۔"

"انتظار کرو شوالا! اس کا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے کہ آسمان کس کا منتظر ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

میرے جواب نے اسے اور غضبناک کر دیا، اس سے پیشتر کہ میں اور کچھ کہتا اس نے جھکائی دے کر حملہ کیا اور اپنی جھونک میں مجھے زمین پر گرا دیا۔ وہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ میرے قدم اُکھڑ گئے۔ پھر شوالا نے مٹھی باندھ کر ایک بھرپور ضرب میرے پیٹ پر لگائی میری آنکھوں میں شعلے رقص کرنے لگے اور جب دوسرا گھونسا میری گدی پر لگا تو میں چکرا گیا۔ شوالا نے دو حملوں کے بعد اکڑوں بیٹھ کر میرے اوپر سوار ہونے کی خطرناک کوشش کی، اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو میرے فرشتے بھی اس کا بھاری بھرکم جسم ہٹانے سے قاصر رہتے۔ میں نے اوسان بحال کرتے ہوئے تیزی سے ٹانگیں اُٹھا کر پشت کی جانب قلابازی کھائی اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوالا کو اس بار میرے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی۔ اس لیے وہ ایک پل کے لئے ششدر ہوا، اس ایک پل میں میں نے لپک کر ایک بھرپور مکا اس کے منہ پر مارا۔ اس کے سیاہ چہرے پر خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی۔ شوالا نے میرا دوسرا وار بچانے کی خاطر سر کے بل قلابازی کھائی اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ہم ایک بار پھر فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔ شوالا کی تھوڑی خون آلود تھی۔ میں نے اسے غصہ دلانے کے لئے کہا۔ "شوالا کا اقبال بلند رہے۔ اسے اپنا خون صاف کرنے کے لئے کچھ دیر کی مُہلت دی جاتی ہے۔"

"یہ خون شوالا اب تیری کھال سے صاف کرے گا۔" شوالا دانت پیس کر کسی زخمی تیندوے کی طرح دونوں ہاتھوں کا دائرہ وسیع کر کے آگے بڑھنے لگا۔

میں بہت محتاط انداز میں اس کی پیش قدمی کا جائزہ لے رہا تھا، شوالا نے حملہ کیا اور میں خوبصورتی سے بچا گیا۔ وہ غصے میں سر جھٹک کر پلٹ پڑا اس کے ہونٹوں سے رستا ہوا خون اب اس کے کشادہ سینے تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ دونوں طرف کے افراد دم بخود کھڑے اس خونیں

جنگ کا انجام دیکھنے کے منتظر تھے۔ شوالا پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا پھر اچانک ا
ایسا حربہ استعمال کیا جس کی کم از کم مجھے توقع نہ تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے دفعتہً زمین
اٹھالی اور اسے میری جانب پھینک دیا۔ میری آنکھیں درد و کرب سے بند ہونے لگیں، ٹھیک ا
شوالا کا وزنی جسم میرا توازن بگاڑ گیا۔ میں لڑکھڑا کر چاروں خانے چت گرا اور میرے کروٹ
دفاع کا کوئی اور طریقہ اختیار کرنے سے پہلے شوالا اچھل کر میرے پیٹ پر چڑھ بیٹھا۔ اس نے
دونوں ہاتھ پلک جھپکتے میں اس طرح جکڑ کر اپنے گھٹنوں کے درمیان پھنسا لیے کہ میرا جنبش کر
ہو گیا۔ موت کو اتنی جلد قبول کرنے پر میں آمادہ نہیں تھا مگر موت میرے قریب تھی اور جب موت
قرب کا اندازہ ہو جائے تو کوئی غیر معمولی توانائی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے پورے
طاقت لگا کر اور ٹانگیں اٹھا کر شوال کا بوجھ ہٹانا چاہا لیکن مجھے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ شا
احساس میرے اعصاب جھنجوڑ گیا۔ مخالف قبیلے کے افراد نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔

”جابر! شوالا سرد لہجے میں بولا۔“ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم غلطی کر رہے ہو۔ اب کیا
ہے؟ کہو تو ایک ہی وار میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل دیا جائے۔“

”مجھے تم سے اتنی پست حرکت کی توقع نہیں تھی میں نہیں سمجھتا تھا کہ جزیرہ توری کا ایک سر
قدر اوچھی اور رکیک حرکت کا مرتکب ہو گا۔ تم نے میری آنکھوں میں مٹی ڈال کر ایک طرح
برتری تسلیم کر لی ہے۔“ میں نے حقارت سے کہا۔

”اس جنگ میں سب جائز ہے۔“ شوالا نے زہر خند سے جواب دیا پھر کرخت آواز میں ا
اب تمہاری شکست یقینی ہے جابر! کاہن اعظم سمورال بھی تمہیں شوالا کے عتاب سے نہیں بچا
بہت دیر میں قابو میں آئے۔ کوئی اجنبی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ تم نے تو بہت اچھے دا
لیے۔“

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس بار شوالا کے شکنجے سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ گو اس نے
کرنے کے لئے ایک رکیک حرکت کی تھی لیکن میں مقابلے کی اس شق سے قطعاً واقف نہیں
آزادانہ جنگ میں یہ حرکت بھی جائز سمجھی جا سکتی ہے؟ ورنہ میں خود بھی یہ طریقہ اختیار کرتا۔ ایک
ں بہت سی باتیں میرے ذہن میں گھوم گئیں۔ میں نے سوچا کیا میں ذلت و رسوائی کی مو
جاؤں گا؟ کیا جزیرہ توری کی وہ روایت پوری ہو گی جس کے مطابق یہ زمین اجنبیوں کو راس نہیں
کیا میں اب اقابلا کے شر بار جلوے سے دست بردار ہو جاؤں؟ کیا اقابلا کے سامنے اس طرح
توہین مقدر تھی؟ آہ جس ماہ وش نے مجھے اپنے حسن جہاں سوز کے نظارے سے نوازا تھا وہ میری
کا یہ افسوسناک منظر بھی دیکھے گی۔ کیا کاہن اعظم سمورال اپنی دختر ترام کے لئے میری مدد کو نہیں

؟ شوالا میرے سینے پر چڑھا ہوا مسکرا رہا تھا اور میں اس کے بھاری جسم کے نیچے اپنی موت کا انتظار
رہا تھا۔ میری تمام تمنائیں میرے سینے میں گھٹ رہی تھیں۔ ایک لمحہ، وہ جاں کنی کا اذیت ناک
اس ایک لمحے میں ان گنت حسرتیں ابھریں اور معدوم ہو گئیں۔ میں نے ایک بار پھر پوری طاقت
ے زور لگایا لیکن شوالا کی گرفت اور سخت ہو گئی۔ میں کراہ کر رہ گیا۔ پھر میں نے سوچا۔ مقابلے کی رُو
ے جب تک میں شکست کا اقرار زبانی طور پر نہیں کر لیتا، شوالا اسی طرح میرے سینے پر بیٹھا رہے گا
رمیں اسے بیٹھا رہنے دوں گا لیکن جہاں اس نے پینترا بدلنے کی کوشش کی، میں اسے خود سے علیحدہ
رنے کی کوشش کروں گا۔

”میں شوالا ہوں۔ میرا نام شوالا ہے۔ میں اس جزیرے کا طاقت ور سردار ہوں۔ میری گرفت
ی کمزور نہیں ہوتی۔ میرا شکار میرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جاتا۔“ شوالا نے وحشت ناک لہجے
ں کہا۔ ”اب تم اپنی شکست تسلیم کرتے ہو یا اور سختی کرنا پڑے گی؟“

”شکست کا اعتراف بہادروں کا شیوہ ہے۔ اگر تم نے ایمانداری سے مجھے زیر کیا ہوتا تو میں
وشی اپنی شکست تسلیم کر لیتا لیکن یاد رکھو میں اپنی آخری سانس تک تم سے مقابلہ جاری رکھوں گا۔“
ں نے نفرت سے جواب دیا۔

شوالا کا ردعمل اور اذیت ناک ثابت ہوا۔ اس نے گھٹنوں کے بل اُٹھ کر اپنا وزن ایک جھٹکے سے
نیچے گرایا۔ میں تکلیف کی شدت سے بلبلا اُٹھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا کلیجا حلق کے راستے باہر
ل پڑے گا۔ مجھے چہار سمت اندھیرا نظر آنے لگا۔ شوالا بار بار اپنا عمل دہرا رہا تھا۔ مجھے اپنا دل سینے کی
ہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ موت کا روح فرسا تصور سرد لہر کی صورت میرے رگ و پے
ں دوڑ رہا تھا مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقعات کے خلاف بھی تھا اور حیرت انگیز بھی۔ شوالا
یک بار گھٹنے کے بل اُٹھا تو اس طرح اچھلتا ہوا میرے سر کی پشت سے دور جا گرا جیسے اسے کسی ماورائی
اقت نے اچھال کر زمین پر پھینک دیا ہو۔ یہ موقع میرے لیے غنیمت تھا میں اسی لمحے کا منتظر تھا کہ
کب شوالا اٹھے اور کب میں اس کی طرف لپکوں۔ میں نے کھوئے ہوئے اوسان مجتمع کیے اور جلدی
ے اٹھ کھڑا ہوا، شوالا ابھی تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسی
قت میرے اور شوالا کے درمیان زمین سے ایک شعلہ بلند ہو کر غائب ہو گیا۔ میں نے چونک کر اقابلا
لی طرف نظر ڈالی۔ اس کے چہرے پر جاہ و جلال برس رہا تھا۔ وہ اپنی مسند پر کھڑی ہوئی تھی، اس کا
ارا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُف اس کی آنکھیں، وہ سرخ آنکھیں۔ میں ان کی تاب نہ لا سکا۔
ں کی خوبصورت آنکھوں سے شعلے اُبل رہے تھے۔ پورے ماحول پر ہولناک سناٹا طاری ہو گیا۔

ابھی میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ پورا

میدان یوں لرز رہا تھا جیسے زلزلے کے جھٹکے لگ رہے ہوں۔ قبیلے کے دونوں طرف کے ا
بوس ہوگئے اور بار بار اپنے سر زمین پر مارنے لگے۔ وہ اچانک پیدا ہونے والی اس خوفناک
آسمانی عتاب سمجھ کر دیوتاؤں کی خدمت میں سجدہ ریز ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ
اچانک یہ کیا ہوا؟ پھر آسمان پر بجلی کا شدید کڑاکا ہوا اور بادلوں کی گرج سے پورا ماحول کا
میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو لرزہ براندام ہوگیا۔ سیاہ ذرات کا بھنور تیزی سے چکرا
کی سمت آ رہا تھا۔ یہ بھنور میں ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ مقدس جارا کاکا کا عتاب تھا
پر نازل ہونے والا تھا؟ میں سرتا پا لرز اٹھا۔ میری نظر سیاہ ذرات کے بھنور پر جمی ہوئی تھی جس
بار بار خوفناک شعلے بھی نمودار ہو رہے تھے۔

اقابلا اور کاہن اعظم کی نظریں آسمان کی جانب تھیں جہاں سیاہ ذرات کوندنے والے
جنگ جاری تھی۔ پھر اچانک شعلے بھڑکنا بند ہوگئے۔ ذرات کا بھنور خاصا نیچے آ گیا تھا۔ میرے
ہول اُٹھ رہے تھے۔ آنے والے لمحات نہ جانے کس کے حق میں تباہی لانے والے تھے؟ سیا
کا بھنور نیچے آ چکا تھا۔ وہ اقابلا کی مسند کے سامنے جا کر ٹھہر گیا۔ میں نے اقابلا کی گردن
دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

”اے جارا کاکا کی مقدس رُوح!“ کاہن اعظم سمورال کی آواز بلند ہوئی۔ ”اقابلا تیر
نذرانہ عقیدت پیش کرتی ہے۔ تیرے احسانات بے شمار ہیں۔ تیری نوازشات اتھاہ ہیں۔ ا
سلطنت کی حکمراں کی حیثیت سے عہد کرتی ہے کہ ابد تک تیرے جلال کی اسی طرح پرستش ہ
گی۔ تیرا قیام آسمانوں میں ہے، آسمان جو تیری ملک ہیں اور سارے احترام تیرے لیے وا
کوتاہی کرنے والے تیری سزا کے مرتکب ہیں سب کچھ تیرا ہے کہ تو امین ہے۔“

اقابلا کا خوبصورت ہاتھ دراز ہوا اور کاہن اعظم خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر خاموش ر
اقابلا ریت کے ان ذرات سے مخاطب ہو، اس کا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گیا ہی تھا کہ سیاہ ذ
بادل اُوپر کی جانب بلند ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابل فہم منظر سامنے آگیا۔
سے ذرات کی یلغار اوپر کی جانب بلند ہوئی تھی۔ وہاں اب شیشے کا ایک قد آدم جار نظر آ رہا
جار میں ایک حسین عورت بند تھی۔ اسے دیکھتے ہی مجھے سرنگا کی وہ مورتی یاد آگئی جسے میں
قریب سے دیکھ چکا تھا۔ عورت کی شکل ہو بہو مورتی سے ملتی جلتی تھی اور وہ ہندی لباس
تھی۔ جار کے اندر وہ بہت متوحش نظر آ رہی تھی۔ میں نے نظریں گھما کر دور کھڑے ہو
دیکھا، اس کا چہرہ بوڑھا اور زرد ہو چکا تھا۔ یقیناً جار میں مقید عورت سرنگا کی وہ دیوی تھی جس
وہ بڑی عقیدت سے اپنے پاس رکھتا تھا اور والہانہ انداز میں جس کا تذکرہ کرتا تھا۔ جارا کاکا

روح نے اسے کیوں قید کرلیا تھا؟ اور اقابلا نے جنگ کیوں بند کردی تھی؟ کیا وہ مجھے شکست خوردہ تسلیم
کر چکی تھی؟ میرا ذہن عجیب عجیب اندیشوں میں گھر گیا۔ اسی وقت سرنگا کی دلدوز چیخ نے میری توجہ
اپنی جانب مبذول کر لی۔ میں نے اسے آسمان کی جانب ہاتھ پھیلائے دیکھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور اب
چکراتا ہوا دوبارہ نیچے آ رہا تھا، اس کا رخ سرنگا کی جانب تھا۔

”نہیں نہیں۔“ سرنگا ہذیانی انداز میں چیخا۔ ”اے مقدس آقا، مجھے معاف کر دے۔ اپنے
دوست کی مدد کرنا میرے مذہب میں داخل ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، مجھے معاف کر دے اے
مقدس روح! یہ بوڑھا تجھ سے ہاتھ پھیلائے درخواست گزار ہے۔“

سرنگا کی چیخ پکار اور اس کی آہ و زاری سن کر میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جنگ بندی اور آسمانی
عتاب کی کیا وجہ تھی۔ سرنگا کی مشکوک شخصیت بھی صاف ہوگئی۔ اس بوڑھے ہمدرد نے مجھے شوالا کے
ہاتھوں زیر ہوتا دیکھ کر اپنی دیوی کے ذریعے میری مدد کرنا چاہی تھی اور یہ دیوی ہی کی طاقت کا کرشمہ تھا
کہ اس نے شوالا سے مجھے نجات دلائی لیکن اعلان کے مطابق اس جنگ میں ماورائی طاقتوں کا
استعمال ممنوع تھا۔ ظاہر ہے، اقابلا کو یہ مداخلت پسند نہیں تھی۔ اس کے اشارے پر جارا کاکا کی روح
نے دیوی کو جار میں مقید کر دیا تھا۔ ساری گتھیاں سلجھ چکی تھیں۔

سرنگا بے تحاشا چیخ رہا لیکن سیاہ ذرات کا بھنور مسلسل اس کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ پھر سرنگا نے
خود کو اس آفت سے بچانے کے لئے کھلے میدان میں پاگلوں کی طرح دوڑنا شروع کر دیا۔ قبیلے کے
تمام افراد موت و زندگی کی یہ آنکھ مچولی انگشت بدنداں دیکھ رہے تھے۔ سرنگا اپنی پوری طاقت سے
بھاگ رہا تھا اور سیاہ ذرات کا بھنور اس کے تعاقب میں تھا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔ ایک
جگہ سرنگا لڑکھڑا کر گرا تو سیاہ ذرات کے بھنور نے ایک آن میں اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سرنگا
نرغے میں آ چکا تھا اور اس پر وہ مصیبت میری خاطر نازل ہوئی تھی، میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ صرف اسے
دیکھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ سیاہ ذرات کا یہ لشکر سرنگا کو اپنے ساتھ اُڑا لے جائے گا اور میں سرنگا کو
دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری نظروں کے سامنے سیاہی کے وہ خوفناک بادل تھے جو سرنگا کو اپنے
دائرے میں لے کر اِدھر اُدھر پھیل جاتے تھے۔ پھر جب وہ طوفان بلا خیز اوپر کی جانب بلند ہوا اور آناً
فاناً نظروں سے دور ہوگیا تو میرے دل کے سیہ خانے میں امید کی ایک شمع روشن ہوئی۔ سرنگا زمین پر
بے سدھ پڑا ہوا تھا لیکن اس کی جلد کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور پورے جسم پر جگہ جگہ بڑے بڑے آبلے
نظر آ رہے تھے۔ سریتا اب تک دم بخود کھڑی تھی۔ وہ چیختی ہوئی بھاگی اور سرنگا کے جسم سے لپٹ کر
تڑپنے لگی۔ میرا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر سرنگا کو دیکھوں کہ وہ مرگیا ہے یا زندہ ہے؟ اور سریتا کی دل
جوئی کروں جس کی فلک شگاف چیخیں دل دہلائے دے رہی تھیں لیکن اس وقت شوالا کے سامنے سے

ہٹنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میری یہ حرکت نہ جانے کس نگاہ سے دیکھی جاتی۔ میں ابھی اسی ک
مبتلا تھا کہ ننگ دھڑنگ حبشی آگے بڑھے اور انہوں نے سرنگا اور سریتا دونوں کو اُٹھ کر اقابلا کے
میں ڈال دیا۔ سریتا نے اب شور کرنا بند کر دیا تھا۔ شاید اقابلا کے رعب اور دبدبے نے اسے م
دیا تھا یا خوف و دہشت نے اسے سکتے کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

اس ہولناک سناٹے میں کاہن اعظم کی گرج دار آواز اُبھری۔ ''جزیرہ توری کے لوگو!
اعظم نے مقدس اقابلا کا اشارہ پا کر بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ ''مقدس اور عظیم اقابلا کی حکم
تم پر قائم رہے، مقدس جارا کا کا تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ قبیلے کے دو معزز سردا
جنگ کیوں روکی گئی تھی، یہ نکتہ مجھ پر منکشف ہو چکا ہے۔ اب میں مقدس اقابلا کے حکم س
سرداروں کو دوبارہ جنگ شروع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔''

''کاہن اعظم۔ اے عظیم سمورال؟'' شوالا نے اپنی جگہ سے بلند آواز میں کہا۔ ''اگر یہ
مقدس اقابلا کی شان میں گستاخی نہ سمجھی جائے تو مجھے کہنے دیا جائے کہ میں اس جنگ میں اپ
ثابت کر چکا ہوں۔ مقدس اقابلا نے خود اس جنگ کا مشاہدہ کیا ہے۔ میری درخواست ہ
فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کس پر برتری حاصل کی۔ میں یہ درخواست اس بنیاد پر کر رہا ہوں
کی دیوی نے مداخلت بعد میں کی تھی، میں جابر بن یوسف کو اس سے پیشتر ہی بے بس کر چکا
دیوی نے مداخلت نہ کی ہوتی تو میں اپنے حریف کو شکست تسلیم کرنے پر آسانی سے مجبور کر
بہرحال مقدس اقابلا کا فیصلہ قانون کا درجہ رکھتا ہے۔''

سمورال نے اقابلا کی طرف دیکھا۔ اقابلا نے ہاتھ سے کوئی اشارہ کیا پھر سمورال ن
مخاطب کیا۔ ''شوالا! اس جنگ میں یہ شرط بھی ہے کہ حریف جب تک اپنی شکست کا اقرار نہ
اس میں جواب دینے کی سکت ختم نہ ہو جائے، اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔''

سمورال کا جواب سن کر میرے عزائم میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ مجھے خدشہ تھا کہ چونکہ
احتجاج کسی حد تک حق بجانب ہے اس لئے وہ مقدس اقابلا کو میرے خلاف فیصلہ کرنے پر
دے لیکن مقابلے کی ایک نازک شرط کی وجہ سے مجھے رعایت مل گئی۔ یہ آخری موقع تھا اور
ہوں کہ اقابلا کی جانب سے یہ دوسری عنایت تھی۔ مجھے یہ عنایت تازہ دم کر گئی۔ میں ن
دیکھا۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میرے لیے اب محتاط رہنا ضروری تھا۔ ویسے ایک بار م
منہ سے نکلنے کے بعد اب مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ قسمت مجھ پر مہربان ہے اور جنگ کا فیصلہ
حق میں ہوگا۔ پھر بھی میں پوری طرح محتاط تھا۔ شوالا نے جب دوسری بار حملہ کیا تو میں نے
ایک جانب ہٹتے ہوئے پاؤں سے لنگی لگائی۔ شوالا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ منہ کے بل

ا میں نے حیرت انگیز برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جست بھری اور شوالا کی پشت پر پوری
ے اچھل کر نیچے گرا شوالا کی ہڈیاں چیخ گئیں۔ وہ کربناک آواز میں چلایا۔
میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا اور یکے بعد دیگرے اس کی گدی پر گھونسے رسید
پھر ایک خطرناک خیال کے پیش نظر میں شوالا کا سیدھا ہاتھ دونوں ہاتھ سے جکڑ کر اچانک اتنی
ے جھٹکے مارے کہ کہنی کے پاس کا جوڑ ٹوٹ گیا۔ شوالا کے حلق سے نکلنے والی بھیانک چیخوں
سارا میدان گونج رہا تھا۔ پھر میں نے اس کا سیدھا ہاتھ چھوڑ کر اُلٹا ہاتھ پکڑ لیا لیکن اس بار میں
ے گرفت میں نہیں لے سکا کیونکہ شوالا دہاڑتا ہوا نیچے سے تڑپا تو اس کا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہ
توازن کا بگڑنا تھا کہ دوسرے جھٹکے میں شوالا نے مجھے دوسری طرف پھینک دیا۔ میں نے اٹھنے میں
نہیں لگائی لیکن اتنی دیر میں شوالا بھی اٹھ چکا تھا۔ اس کا چہرہ غضبناک ہو رہا تھا۔ سیدھا ہاتھ کہنی کے
سے جھول رہا تھا لیکن اشتعال کی شدت نے درد کی تکلیف ابھرنے نہیں دی۔ اس کی آنکھوں میں
خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔

''جابر!'' وہ اکھڑی اکھڑی آواز میں بولا۔ ''شوالا کی زبان شکست کا اقرار کرنا نہیں جانتی۔ تم
ری زندگی میں مجھے زیر نہ دیکھ سکو گے۔ میرا ایک ہاتھ بھی تمہاری موت کا سبب بن سکتا ہے۔''

''تمہارا یہ فیصلہ دانشمندی کے منافی ہے۔'' میں نے احترام سے اسے مخاطب کیا۔ ''اے معزز
لا! بازی الٹ چکی ہے، میری طاقت کا اندازہ تم نے کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے بچے کھچے جسم پر
اعت کرو اور شکست تسلیم کر لو۔''

''شکست۔'' شوالا نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''شکست؟ جابر بن یوسف! سنو میں دل سے
بھی اپنی شکست تسلیم نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ میرے لوگ نہیں ہیں۔ تمہیں رعایت دی گئی ہے۔
ہیں عظیم طاقتوں نے نوازنے کی کوشش کی ہے۔ شوالا کی نظریں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ میری سبکی
تمہاری طاقت کو دخل نہیں ہے۔''

''تم اس وقت شدید تکلیف سے دوچار ہو شوالا!'' میں نے دانستہ ہمدردی کا اظہار کیا۔
موجودہ کیفیت میں مقابلہ جاری رکھنا تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا۔ تم اگر چاہو تو میں مقدس اقابلا
کے حضور یہ درخواست کرنے پر آمادہ ہوں کہ تمہاری صحت مندی تک مقابلہ ملتوی کر دیا جائے۔''

''شوالا اس رعایت پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ سنبھلو جابر! میں عذاب ہوں، میں قہر ہوں۔''
شوالا نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان کہا، پھر آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا میری جانب
جھپٹا۔ میں اپنی جگہ پوری طرح مستعد تھا۔ شوالا نے جیسے ہی قریب آ کر حملہ کیا۔ میں نے زمین پر بیٹھ
کر تمام تر چابکدستی سے اس کا اُلٹا ہاتھ تھاما اور قلابازی کھا گیا۔ میرے ساتھ ہی شوالا بھی ربڑ کی گیند

کی طرح فضا میں دائرے کی صورت میں گھوم کر چاروں خانے چت گر گیا اور بلبلانے
قبیلے کے افراد خوشی سے ناچنے لگے مگر دشمن کو حقیر سمجھنا غلط تھا اس لیے میں نے احتیاطاً دوبا
شوالا پر دوبارہ قابو پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظ
روک دیا اور اقابلا کی مسند کے قریب سے شوالا کے پاس آیا' اسے غور سے دیکھا اور پھر اقا
جا کر کچھ کہا اور مجمع میں اس کی آواز گونجی۔

'' جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کے فیصلے کے مطابق تمہیں فاتح قرار دیا جاتا ہے۔
کی ہمدردیاں عظیم شوالا کے ساتھ ہیں۔''

کاہن اعظم کا اعلان سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے دوبارہ زندگی پائی ہو۔
سے تن گیا۔ میں نے تشکر کے جذبات سے طاقت کی عظیم دوشیزہ اقابلا کی جانب دیکھا۔ و
پر بڑے پُرسکون انداز میں جلوہ افروز تھی۔ اس کا چہرہ چونکہ پتوں سے ڈھکا ہوا تھا اس ل
کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ ہاں اس کی آنکھیں' وہ قیامت آنکھیں' ایک
مسرت ظاہر کر رہی تھیں۔ ممکن ہے یہ میرا وہم ہو۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کو
مجھے اپنے لیے جذبے تلاش کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی۔ شوالا زمین پر بے سدھ پڑا تھ
نائب نے قریب جا کر اسے اُٹھایا اور اس کی شکست کی اطلاع دی۔ وہ چیخنے لگا۔ اس نے ا
طور پر کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا' معلوم ہوتا تھا کہ اس کے زخمی ہاتھ
کی تکلیف ہے۔ کاہن اعظم نے میرے قبیلے کے اچھلتے ناچتے' غل غپاڑا کرتے ہوئے ا
کے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ '' جابر بن یوسف
مقابلے میں فتح یاب ہونے کے بعد تم جزیرہ توری کے ایک برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم
ہو۔ اعلان کے مطابق اب تم شکست خوردہ سردار سے اپنی پسند کی کوئی بھی چیز طلب کرنے ک
ہو۔''

'' اے عظیم کاہن! مقدس اقابلا کا غلام صرف اس کی قربت کا طلب گار ہے' اس کی
جو یا ہے۔'' میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اقابلا کی طرف گھومتے ہوئے انتہا
احترام سے کہنا شروع کیا۔ '' میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں کہ مقدس اقابلا نے مجھے شک
سردار سے اپنی پسند کی کوئی شے طلب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اگر عظیم ملکہ
احساسات پر یہ گزارش بار نہ گزرے تو میں عرض کروں کہ ایک فاتح کی سب سے بڑی مس
فتح ہے۔ شکست خوردہ سردار سے کچھ طلب کرتے ہوئے مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے
لیے یہی انعام بہت ہے کہ میں اس سلطنت کے ایک جزیرے میں برتر سردار کی حیثیت سے

ہوں۔ ایک اجنبی کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو گی۔'' یہ کہہ کر میں نے اقابلا کی طرف
میرا جواب سن کر اس کی خوبصورت آنکھوں کی پتلیاں متحرک ہوئیں اور کاہن اعظم نے اس کا
ہا کر دوبارہ گردن ہلائی' پھر میری طرف نظر اٹھا کر مخاطب ہوا۔

'' جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کو تمہارے جواب نے متاثر کیا ہے' تم نے اعلیٰ ظرفی اور
ت کا ثبوت دیا ہے لیکن اعلان کے مطابق تمہیں اپنی پسندیدہ شے کا اظہار کرنا ہو گا۔ اگر تم براہ
ت شوالا سے کچھ طلب کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہو تو اپنی درخواست مقدس اقابلا کے حضور
کر دو' وہ تمہیں اپنے فرمان سے مطلوبہ شے مرحمت کر دے گی۔''

میں نے گردن جھکا کر کچھ سوچنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے ایک عزم کے ساتھ اونچی آواز میں
شروع کیا۔'' کاہن اعظم میں اپنی عظیم و جلیل حکمران سے ہندی دوشیزہ سریتا کو اپنے دوست سرنگا
لئے طلب کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔''

میں نے دیکھا کہ میرا غیر متوقع جواب سن کر اقابلا اور سمورال نے کسمساہٹ سے پہلو بدلا۔
پنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی۔ جزیرہ توری کی عظیم حکمراں کے لئے یہ جواب یقیناً
ن انگیز تھا۔ کاہن اعظم سمورال اپنی جگہ خاموش کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ اس کے چہرے
تاثرات بھی اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ اسے بھی میری طلب سے خوشی نہیں ہوئی۔ ایسے عالم
جب سرنگا جارا کا کی مقدس روح کا ہدف بن چکا تھا۔ میرا سریتا کو طلب کرنا بے محل تھا۔ مجمع پر
ن کا سکوت طاری تھا۔ چند ثانیے تک مکمل خاموشی رہی۔ پھر مقدس اقابلا اپنی مسند سے اٹھی۔ قبیلے
مام افراد کی گردنیں جھک گئیں۔ میں سراسیمہ اور وحشت زدہ ہو کر اقابلا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سبز پتوں
دنیا کا سب سے حسین اور سرو قد بدن چھپائے کھڑی تھی۔ اس نے پہلی بار مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا۔
گھبرا گیا اور دیوانہ وار اس کی مسند کی طرف دوڑا۔ آنے والے لمحوں کا خوف مجھ پر غالب تھا۔ ویسے
نے کوئی غلط چیز طلب نہیں کی تھی۔ میں شوالا کے تصرف کی کوئی بھی چیز طلب کر سکتا تھا۔ وہ چاہے
ہو یا فلورا۔ سرنگا نے اس وقت میری مدد کی کوشش کی تھی جب میں شکست کے قریب تھا۔ اگر اس
دوستی کا حق ادا نہ کیا ہوتا اور بروقت اپنی دیوی کو شوالا کی پسپائی کے لئے نہ بھیجا ہوتا تو کیا عجب تھا
میں ہار جاتا۔ اقابلا کی قربت کا حسین تصور اب میری زندگی کی سب سے شدید آرزو تھی۔ شکست
صورت میں یہ آرزو میرے سینے میں گھٹ کے رہ جاتی۔ پھر میں اس پری وش کے سامنے سربلندی
کس طرح جاتا؟ ممکن تھا کہ ہمیشہ کے لئے اس جمال افروز دیدار سے محروم ہونا پڑتا۔ شوالا کے
بلے میں میری حیثیت کم تر ہو جاتی۔ عرصہ حیات مجھ پر تنگ ہو جاتا اور مستقبل کا وہ حسین خواب کبھی
تعبیر نہ ہوتا۔ جس کے بارے میں میں نے بہت سے خوبصورت منصوبے بنائے تھے اور نہ

جانے کیا کیا ہوتا۔ اگر مجھے شکست ہو جاتی تو میں کہیں کا نہ رہتا لیکن سرنگا جسے میں پے لے سمجھتا تھا، عین وقت پر، میری بربادیوں کے آڑے وقت پر میرے کام آ گیا تھا۔ اس نے اٹھائی اور مقدس جارا کا کا کی روح کا جبر سہا۔ خدا جانے وہ غریب زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔

میں اقابلا کے قریب پہنچ کر ایک فاصلے پر رک گیا۔ اب میری نظریں اس کے چہر تھیں اور ذہنی کیفیت متزلزل تھی۔ میں اس کی شیریں گفتاری کا منتظر تھا۔ وقت کی رفتار جیسے اقابلا کی سحر آگیں نظروں نے میرے جسم کا احاطہ کیا اور مجھے جھرجھری آ گئی۔ مجھے اپنا وجو محسوس ہوا۔ میں نے اپنی نظریں زمین پر ٹکا دیں۔

''سیدی جابر!'' کاہن اعظم کی بھاری بھرکم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''تم کو نہیں کر رہے ہو؟ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم فلورا کو طلب کرنا چاہتے تھے۔''

''مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔'' میں نے مودبانہ جواب دیا۔

''تمہیں سوچنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اسے مقدس اقابلا کی عنایت خسروانہ سمجھو۔'' ک نے کہا۔

''بے شک میری زندگی اسی کی مرہون منت ہے۔'' میں نے دبی آواز میں کہا۔ ''تاہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ دوستی کا حق نبھایا ہے اس لیے میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ درخواست ہے کہ سریتا کو سرنگا کے حوالے کر دیا جائے۔''

''مگر سرنگا ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔''

''مجھے امید ہے کہ کاہن اعظم میری حمایت کریں گے کیونکہ سریتا سے کوئی جرم سرز میں سریتا کو طلب کر رہا ہوں۔'' میں نے ہمت کر کے کہا۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ سرنگا زندہ ہے؟ جارا کا کا کی مقدس روح نے اس پر عتاب نازل کاہن اعظم نے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہے، مقدس جارا کا کا کی روح کا عتاب میں پہلے ہوں لیکن میرے خیال میں سرنگا وہ پہلا شخص ہے جسے سیاہ ذرات نے زمین پر چھوڑ دیا۔ شا کی مقدس روح نے اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی ہے۔'' میں نے ادب و احترام سے کہا۔

''مقدس اقابلا تمہاری فراست اور زود فہمی سے متاثر ہوئی ہے۔'' سمورال نے کہ قیاس درست ہے کہ سرنگا زندہ ہے لیکن جارا کا کا کی مقدس روح نے تمہارے ہندی دو دی ہے وہ اس سے آسانی سے نجات نہیں پائے گا۔ مقدس اقابلا تمہاری خواہش کے مطا سرنگا کے حوالے کرتی ہے۔ وہ دونوں تمہارے قبیلے میں قیام کر سکتے ہیں۔''

''ایک اجنبی کے ساتھ مسلسل ان نوازشوں نے وطن کی محبت اس کے دل سے دور کر دی۔ یہ بری خوش نصیبی ہے کہ میری قسمت مجھے اس علاقے میں کھینچ لائی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بہترین سائی کام میں لاؤں گا۔ میں اس علاقے کو خوشحال بنانے اور اس کے باسیوں کو سربلند رکھنے میں کوئی یقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔ مقدس ملکہ کی قربت کا حصول میری زندگی کا مقصد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دن اس مقصد میں کامیاب ہو کر رہوں گا۔'' میں نے ایک جوشیلا بیان دیا اور لطف و رم کے اس مجسمے کو دل کی گہرائیوں سے دیکھا۔ ''جابر بن یوسف الباقر تا زندگی مقدس اقابلا کی وشنودی کا مطیع رہے گا۔ جابر بن یوسف حسن و جمال کی دیوی کے آگے اپنی تمام محبتیں اور عقیدتیں نچھاور کرتا ہے۔''

''مقدس اقابلا تمہاری زبان کی تاثر آفرینی سے خوش ہے وہ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔'' کاہن اعظم نے مقدس اقابلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کوئی شبہ نہیں کہ یہ جنگ میں نے فلورا ہی کے حصول کے لئے لڑی تھی لیکن میں اعلان کے مطابق اپنی ایک پسندیدہ شے کا اظہار کر چکا ہوں۔ اس لیے مزید کوئی چیز طلب کرتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عظیم شوالا میری اس جسارت پر احتجاج کرے۔''

''سیدی جابر! یہاں کا ہر ذرہ اقابلا کا تابع ہے۔ اقابلا مقدس و عظیم ہے وہ چاہے تو شوالا کو ختم کر دے، وہ چاہے تو شوالا سے سب کچھ چھین لے۔ اس کے فیصلے کے خلاف دل میں کوئی خیال لانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ سریتا کو شوالا نے حاصل نہیں کیا تھا۔ اسے اس بستی کے کاہن نے سرنگا کے حوالے کر دیا تھا جو اس وقت شوالا کے پاس تھا۔'' کاہن اعظم نے اقابلا کی ترجمانی کی۔

''یہ درست ہے، تاہم شوالا اسے اپنی ملک تصور کرتا ہے۔ میں اپنی عظیم ملکہ کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان بھی پیش کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ میں عرض کروں گا کہ یہ فیصلہ فلورا پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہم دونوں سرداروں میں سے کسے منتخب کرتی ہے۔ اس بات سے میرے سکون کا سامان ہو جائے گا۔''

''تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے۔'' کاہن اعظم نے پروقار لہجے میں جواب دیا۔ ''سیدی جابر! یہ تم پر منحصر ہے کہ اپنی دانش مندی، تدبر، عقیدت اور پرستش سے مقدس اقابلا کی قربت سے ہمکنار ہو۔'' پھر کاہن اعظم نے حکم دیا۔ ''فلورا کو حاضر کیا جائے۔''

کاہن کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ اس کی تعمیل میں بمشکل پانچ منٹ لگے۔ فلورا کو اقابلا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ میں نے بہت دنوں بعد اپنی اُس محبوبہ کا جلوہ دیکھا جس کے لئے میں

نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا اور اس اجنبی بستی کے اسرار میں گرفتار ہو گیا تھا۔ فلورا کے حسن
نہیں آئی تھی۔ اس کا سرخ و سفید رنگا ہوا بدن نگاہیں خیرہ کیے دے رہا تھا۔ اس کے چہر
سنجیدگی طاری تھی۔ میں نے دل میں اقابلا کا خیال کر کے اس کی جانب سے توجہ کم کر دی
کہ مجھے دیکھ کر فلورا کے چہرے پر کیا رنگ آیا۔ سمورال نے اقابلا کا اشارہ پا کر نرم لہجے
مخاطب کیا۔

''عزیزہ فلورا! یہ جنگ یہ مقصد سامنے رکھ کر لڑی گئی تھی کہ جابر بن یوسف الباقر، شوالا
طلب کرنا چاہتا تھا لیکن جنگ کے اختتام پر فتح کے بعد اس نے تمہارے بجائے سریتا کو
لیکن مقدس اقابلا دونوں سرداروں کے درمیان ہر قسم کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمہیں
دیتی ہے کہ تم جسے چاہو منتخب کر لو۔ شوالا کو یا جابر بایوسف کو۔''

غیر اختیاری طور پر میں نے نرم و نازک فلورا کو دیکھا۔ پہلی بار اس کی نظریں مجھے اپ
چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں، اس کی نگاہوں میں حسرت تھی۔ ترام اور سریتا میرے قریب کھڑ
اس نے خاموشی سے میرا جائزہ لیا۔ میں اس کا فیصلہ سننے کے لئے بے تاب تھا۔ مجھے یقین
عرصے بعد میری محبوبہ میری آغوش میں آجائے گی۔ وہ یقیناً میرے حق میں فیصلہ کرے گی
کی اس بستی میں مجھ سے زیادہ اور کون اس کے قریب ہو سکتا تھا؟ مگر فلورا نے فوراً کوئی ج
دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ذہنی خلفشار سے دوچار ہے، پھر جب اس نے سمورال کا
بار سنا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ ایک بار اس نے میری جانب اور میں
جانب دیکھا ہر چند کہ اقابلا کی قربت کا طلب گار نہ تو اب ترام کے بھرپور بدن سے متاثر ہ
فلورا کے سحر انگیز بدن سے، اب میرا مرکز و محور کوئی اور تھا۔ وہ اقابلا تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ فلو
کرنے میں پس و پیش کیوں ہے؟ جب تیسری بار فلورا سے اس کی مرضی کا اظہار کرنے کی
گئی تو فلورا ملتجی نظروں سے مسند کی سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور اس نے اقابلا کے پیر پکڑ
تیزی سے اٹھی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی شوالا کی جانب چلی گئی۔ شوالا ابھی تک میدان
کونے میں بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، فلورا کے فیصلے نے میرے ا
پہنچائی تھی، اس نے میرا یقین مجھ سے چھین لیا تھا۔ میں نے سٹپٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

''سیدی جابر!'' سمورال کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''فلورا نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کاہن اعظم! میں اس فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔'' میں نے دل
ہوئے کہا۔ ''میں تو صرف مقدس اقابلا کی نگاہ التفات کا متمنی ہوں، میں ایک لاکھ فلورا
قربان کر سکتا ہوں۔'' میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ پھر میں نے کاہن اعظم سے درخوا

''مجھے اجازت دی جائے کہ میں بھی فلورا کی طرح مقدس اقابلا کے قدم چوم کر اپنے ہونٹوں کو لذت دوام بخشنے کی سعادت حاصل کروں۔''

''اجازت ہے۔''

اقابلا کی اجازت پا کر میں بے اختیار سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ اس نے بڑی شان سے اپنا مرمریں پیر آگے کر دیا۔ وہ پیر، کسی پری، کسی حور کا نرم و گداز پیر، اقابلا کا پیر، اس علاقے کی سب سے برگزیدہ ہستی کا پیر۔ میرے خدا۔ ان حسین پیروں کا لمس۔ میں اس کا تصور نہیں کر سکتا تھا، مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ اس جادواں لمس نے مجھے ایک عجیب سرور سے نوازا۔ اس کے لمس کی تپش نے میرا خون گرما دیا، میری خواہش تھی کہ وقت ٹھہر جائے یا میری زندگی کا چراغ ان قدموں میں گل ہو جائے، جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے سہلایا اور وارفتگی کے عالم میں دیوانہ وار اسے اپنے چہرے پر ملنے لگا۔ ہاں حسن چاٹنے کے لئے ہوتا ہے، میں نے اس کے پیر چاٹے، یہ کیفیت وہی صاحبان دل محسوس کر سکیں گے جنہیں ان کا مطلوب سعی مسلسل اور جہد پیہم کے بعد ملا ہو، وہ پیر میرے ہاتھوں کے حلقے میں تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکے نے میری محویت کا فسوں توڑ دیا۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اقابلا نے اپنا پیر جھٹک کر میرے ہاتھوں سے چھڑایا اور کھڑی ہو گئی۔ اس کی شعلہ بار نظریں اُس جار پر مرکوز تھیں جو دفعتاً ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ سرنگا کی دیوی غائب ہو چکی تھی۔

''سمورال!'' میں نے پہلی بار اقابلا کی آواز سنی۔ میدان میں گھنٹیاں سی گونجنے لگیں۔

''ہاں اے مقدس ملکہ! گستاخ دیوی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ مقدس اقابلا کی طرف سے تمام کالی طاقتوں کو حکم دے دیا گیا ہے اور عظیم جارا کا کی مقدس روح سے درخواست کی گئی ہے کہ اگر دیوی ہمارے علاقے کے کسی بھی حصے میں ہو تو اسے مقید کر کے پابہ زنجیر ہمارے حوالے کر دیا جائے۔'' یہ کہہ کر سمورال نے سر تسلیم خم کیا پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد رنگ برنگے بادلوں کا ایک تودہ نمودار ہوا اور اقابلا کو اپنے اندر جذب کر کے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ میں نے فلورا کی طرف دیکھا۔ وہ بے ہوش شوالا کے قریب سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اقابلا اور کاہن اعظم کے جاتے ہی میرے قبیلے کے افراد ناچتے گاتے خوشیاں مناتے آگے بڑھے اور مجھے کندھوں پر اٹھا کر جلوس کی صورت میں میری سرحد کی طرف بڑھنے لگے۔ اس ہجوم میں میرا نائب ابالیش پیش پیش تھا۔ میں نے ابالیش کو سرنگا اور سریتا کی خبر گیری کی ہدایت کی اور الٹے قدموں میدان کی طرف پلٹ آیا۔

یہ جشن عجیب و غریب ہنگاموں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ میرے قبیلے کے لوگوں نے تین روز تک

شب و روز ہاؤ ہو، چیخوں اور رقص کا یہ جشن جاری رکھا۔ سریتا اور سرنگا جزیرہ توری کے پُر حیرت انگیز رسمیں نہ دیکھ سکے، سرنگا کی حالت خراب تھی اور سریتا ہمہ وقت اس کی تیا مصروف تھی۔ میں نے اپنے وفادار دوست کے لئے طبیب فراہم کرنا چاہا لیکن ابالیش سے روک دیا، اس کی دلیل یہ تھی کہ سرنگا جارا کاکا کی مقدس روح کے عتاب کی زد پر ہے پر کوئی دوا کارگر نہ ہوگی۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ میرے اس فعل پر جارا کاکا کی مقد سے ناراض ہو جاتی۔ یہاں کی ہر بات، ہر دلیل عجیب تھی۔ کسی خوف اور تردید کے بغ کرنے ہی میں سلامتی مضمر تھی۔

میں تین روز تک جشن کی مصروفیت میں سرنگا سے ملاقات نہ کر سکا البتہ اس کی خیر رہی۔ چوتھے روز جب مجھے فرصت ہوئی تو میں اپنے ہندی دوست کی مزاج پرسی کے لئے نے ان دونوں کے لئے ایک علیحدہ جھونپڑی کا بندوبست کر دیا تھا۔ جس وقت میں جھونپڑ ہوا، سرنگا آنکھیں بند کیے بے سدھ پڑا تھا۔ سریتا اس کے قریب حسرت و یاس کی تصویر اس نے مجھے شکایتی نظروں سے دیکھا۔ سرنگا کی حالت بڑی ابتر تھی، اس کے جسم پر آبلوں نے زخموں کی صورت اختیار کر لی تھی، رستے ہوئے زخم۔ مجھے وہ زخم دیکھ کر متلی ہو کی حالت سے مجھے وحشت ہو رہی تھی اس لیے میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں سر سریتا تمہارے باپ پر جو گزری ہے، اس کا مجھے دلی افسوس ہے لیکن ماورائی قوتوں کے آ لوگ کیا کر سکتے ہیں؟ تم صبر کرو۔ سرنگا جلد ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میرے باپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔'' سریتا نے سسکتے ہوئے جواب دیا۔ ''ال ایک غلطی ضرور کی تھی، آدمی اگر اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارے تو خدا بھی اس سے نا ہے۔ میں نے اپنے باپ کو یہاں آنے سے منع کیا تھا۔ یہاں آ کر یہ سب کچھ تو ہونا موت کیوں نہیں آ جاتی؟''

سریتا کی دل خراش باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں اسے تسلی ہی د میں نے اسے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بے معنی تسلیاں د وقت سرنگا نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور نقاہت بھری آواز میں کہا۔ ''سیدی جابر! مجھ تم میری خبر گیری کرو گے یہاں، میرے پاس بیٹھو۔''

میں دل پر جبر کر کے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ سرنگا نے کچھ بولنے کی کوشش کی اور ا اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ ''تم پریشان ہو جابر؟ میں جلد اچھا ہو جاؤں گا۔ جارا کاکا کی ر جو سزا دی ہے، وہ پچاس دن سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ پچاس دن کی مدت میں کوئی دوا مجھ

دگی۔ اس کے بعد میں خود بخود ٹھیک ہو جاؤں گا۔''

''سرنگا! میں تمہارا سلوک فراموش نہیں کر سکتا۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔ ''اگر تم نے بروقت ہری مدد نہ کی ہوتی تو حالات اس وقت کچھ اور ہوتے۔''

''سیدی جابر! مجھے افسوس تو یہی ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکا تم نے ایک بار جان پر کھیل کر سریتا کو رنے سے بچایا تھا اور اب مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم نے اقابلا سے فلورا کے بجائے سریتا کو ہرے لیے مانگا تھا۔''

''اس کے باوجود سریتا مجھ سے ناراض نظر آ رہی ہے۔'' میں نے سریتا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

''یہ دیوانی ہو گئی ہے سیدی! اس کا خیال ہے کہ اگر میں شوالا کو چھوڑ کر تمہارے پاس نہ آیا ہوتا تو ھ پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی لیکن میں اپنے دوست کو کیسے بھول سکتا تھا؟ یہ بے وقوف ہے۔ بچی ہے۔''

اس گفتگو کے دوران میں سرنگا نے سریتا کو کسی کام سے باہر بھیج دیا اور بڑی رازداری سے بولا۔ 'سیدی! مجھ تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میرے اور قریب آ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ یواریں بھی ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن سکیں۔''

سرنگا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کوئی طویل گفتگو کر سکتا لیکن وہ ایک بہت حوصلہ مند اور مستقل زاج بوڑھا تھا۔ وہ اپنے زخموں کی پروا کیے بغیر بولتا رہا۔ اس کے ہونٹ لرزش کر رہے تھے۔ میری بھن بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سرنگا کی پتلیاں متحرک ہو گئیں۔ اس نے جھونپڑی کے چاروں طرف دائرے کی صورت میں دیکھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی وہ کچھ پڑھ کر پھونکتا بھی جا رہا تھا۔ ایسی حال کی سی کیفیت میں اور اس عمل کے دوران مجھے وہ بڑا پُر اسرار نظر آیا۔ اس کا حوصلہ نوجوانوں سے کہیں بلند تھا۔ پُر اسرار عمل سے فراغت کے بعد سرنگا نے میری جانب گھورتے ہوئے سرگوشی کی۔ 'سیدی! اب ہم بے خوف و خطر باتیں کر سکتے ہیں۔''

''مگر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

''سیدی، ہم اس طرح ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتے کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم ابیشا کی جزیرے میں محبوس رہیں گے؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ سرنگا تنہا نہیں ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ لوگ ذہنی طور پر اتنے آگے نہیں ہیں۔ میں نے اس وقت ایک 'جاپ' کے ذریعے یہ جھونپڑی محفوظ کر لی ہے۔ اب کچھ دیر کے لئے پُر اسرار اور ماورائی قوتیں بھی ہماری گفتگو نہیں سن سکیں گی۔''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

سرنگا کے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم اُبھر آیا وہ دبی ہوئی پُر جوش آواز میں بولا۔ ''سیدی! تمہیں ابھی

یہ باتیں سمجھنے میں وقت درکار ہوگا، ابھی تو تم نے یہاں کے اسرار میں پہلا قدم بھی آگے نہیں وقت کے ساتھ ساتھ تمام اسرار تم پر منکشف ہو جائیں گے۔ وقت کم ہے اور مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں لیکن اس شرط پر کہ تم ان باتوں کا ذکر اپنے ہمزاد سے بھی نہیں کرو گے، اگر تم کیا تو ہم سب تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور کوئی طاقت ہمیں نہیں بچا سکے گی۔''

سرنگا کی شخصیت میرے لیے جہاز کی تباہی والے واقعے کے بعد سے اب تک پُراسرار تھی۔ اس وقت وہ بطور خاص بہت ہولناک نظر آرہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اعتماد کی تہیں تھیں۔ اس نے کہا۔ ''سرنگا پر اعتماد کرو۔ میں یہاں کے اسرار سے بھی زیادہ الجھی ہوں سیدی!'' سرنگا نے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ ''میرے بارے میں زیا سوچو۔ جو کچھ میں کہوں اسے غور سے سنو۔ سب سے پہلے میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابالیـ ہوشیار رہو، ہوسکے تو اسے کسی الزام میں ملوث کر کے ختم کردو، دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں کالا بندر کاہو کو ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے تندرست ہونے سے پہلے تم ان کاموں سے نمٹ لو۔''

سرنگا کی بات سن کر میں اور الجھ گیا۔ کاہو کو ٹھکانے لگانے کی بات مجبوراً تسلیم کی جا سکتی ابالیش میرا نائب تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی تھی مجھے ابھی اس سے کالے سیکھنا تھا۔ میں نے سوچا کہ جاراکاکا کی مقدس روح نے سرنگا کو سزا دی ہے کہیں اس کی وجہ اپنا ذہنی توازن تو نہیں کھو بیٹھا؟ یہ درست تھا کہ شوالا کے مقابلے میں میری کامیابی اسی کی وجہ ہوئی تھی لیکن اس کے عوض ابالیش جیسے وفادار نائب کو موت کے گھاٹ اتار دینا یقیناً ناانصا میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ ''کیا ابالیش اور کاہو کے بارے میں تم کسی خاص شبہے کا اظہا ہو؟''

''شبہ۔'' سرنگا ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''سرنگا سطحی باتوں کا عادی نہیں ہے، یہ سب کچھ سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں، حالات نے مجھے وقتی طور پر بے بس کر دیا ہے، ورنہ ابالیش اور کا میں خود اپنے ہاتھوں سے کرتا۔''

''مگر کیوں؟'' میں نے جھنجلا کر پوچھا۔ ''وجہ کیا ہے؟''

''سیدی! میں سب کچھ تمہیں بتا دوں گا، تم اس وقت جس ذہنی کش مکش میں مبتلا ہو محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا دور اندیش آدمی بھی وسوسوں کا شکار ہو رہا ہے؟ سیدی! اگر میں تمہارا دشمن یا بدخواہ ہوتا تو کیا دیوی کو شوالا کے خلاف استعمال کرنے تمہارے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا! مجھے اس کرب میں گرفتار ہونے کی کیا ضر

ے بجائے اگر میں شوالا کے ساتھ رہتا اور اس کی ہمدردیاں حاصل کرتا تو مجھے کون روک لیتا! افسوس ہے کہ میں تم پر احسان جتا رہا ہوں۔'' میں نے اس بوڑھے کا چہرہ تشویش سے دیکھا۔ وہ لگا: ''اگر آزمانا چاہتے ہو تو تمہارے گلے میں سمورال کی دی ہوئی جو مالا پڑی ہے، اسے آج گلے سے اُتار کر کہیں قریب رکھ دینا۔ ابالیش کی حقیقت تم پر خود آشکار ہو جائے گی لیکن ایک بات یال رہے تم اس طرح یہ مالا کہیں کھو نہ دینا، اسے اپنے سامنے ہی کسی جگہ رکھنا، اگر تم اس کی طرف ایک لمحے کے لئے بھی غافل ہوئے تو بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا ہے۔''

میں اس سے کچھ اور نہ پوچھ سکا۔ سریتا کے آجانے سے سرنگا نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور بھرنے لگا۔ میں کرب و اضطراب کے عالم میں وہاں سے اُٹھا۔ اس وقت میرے ذہن میں سرنگا تھا' ایک پُراسرار شخص ایک بوڑھا گدھ۔ مجھے رات کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا، میں کے شبہات کی تصدیق ضروری سمجھتا تھا۔

دن چڑھے ابالیش مجھ سے ملاقات کے لیے آیا مگر میں نے دانستہ ملاقات سے گریز کیا۔ اری کا بندر کاہو بدستور جھونپڑی کے باہر ایک مستعد چوکیدار کی حیثیت سے تعینات رہا۔ اس روز نے ترام سے بھی کوئی خاص بات نہیں کی۔ کٹا کٹا رہا۔ رات آئی تو میں پوری طرح اس امتحان لئے تیار ہو گیا جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا۔ ترام اس وقت گہری نیند سو رہی تھی، میں اسے چھوڑ کر نی کمرے میں آگیا۔ میں نے تذبذب کی کیفیت میں مالا گلے سے اتار کر سامنے والی دیوار پر لٹکا اور اس طرح اس کے سامنے لیٹ گیا کہ میری نظریں اس پر جمی رہیں، وقت گزر رہا تھا اور میری یش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، مالا گلے سے جُدا کیے ہوئے مجھے خاصی دیر ہو گئی تھی، اتنے مسلسل تے دیکھتے آنکھوں میں سوزش سی ہونے لگی، اچانک میرے ذہن میں تیزی سے یہ خیال اُبھرا کہ نہ سرنگا خود یہ قیمتی مالا حاصل کرنے کی فکر میں تو نہیں ہے؟ سمورال نے یہ مالا میرے حوالے تے وقت کہا تھا کہ یہ پُراسرار قوتوں کی حامل ہے ممکن ہے میرے گلے میں پڑے ہونے کی وجہ سرنگا اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہو اس نے اس کے حصول کا یہ طریقہ سوچا ہو؟ لیکن وہ جس ت میں گرفتار تھا اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ میرے ذہن میں مختلف لات اُبھر رہے تھے۔ بہرحال میری نظریں بدستور مالا پر مرکوز تھیں۔ جب کچھ اور وقت گزر گیا تو ری پریشانیاں بڑھ گئیں، اب مجھ پر جھلاہٹ طاری ہو گئی تھی کہ میں بیکار ایک بے بنیاد شبہے کی خاطر وقت ضائع کر رہا ہوں، مجھے سکون کی نیند سو جانا چاہیے۔ یہ خیال پختہ کرنے کے بعد میں مالا دوبارہ لے میں ڈالنے کے لئے اُٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی، دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک انسانی ہیولا میری نظروں کے سامنے آگیا، قد و قامت کے اعتبار

سے وہ بے شک ابالیش ہی معلوم ہوتا تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے خط وخال پر نہیں دیکھ سکا۔

آنے والا شخص دروازے پر احتیاط سے کھڑا میری جانب دیکھتا رہا پھر وہ پنجوں کے بل اس سمت بڑھنے لگا جہاں میں نے مالا لٹکائی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر آنے والے علم کیسے ہوا مالا کس جگہ ملے گی؟ لیکن یہ خیال ظاہر ہے کہ سطحی تھا۔ اس علاقے میں ہر بات ممکن

نووارد آہستہ آہستہ مالا کی جانب کھسک رہا تھا لیکن اس طرح کہ اس کی نظریں میری تھیں، میں آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کیے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ حفظ ماتقدم کے طور پر گلے میں لٹکی ہوئی جارا کاکا کی کھوپڑی پر اپنی گرفت مضبوطی سے جما کاہن اعظم نے مجھے اس مقدس کھوپڑی کے استعمال کے مختلف طریقے بتائے تھے اس لیے م تھا کہ جب چاہوں گا، نووارد کو اس کے ذریعے زیر کرلوں گا، مالا اور اس شخص کا درمیانی فاصلہ قدم رہ گیا تو میں کمال پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ نووارد اس اچانک بیداری کے لیے تیار نہ بری طرح گھبرا گیا اور اس کے فرار ہونے سے پہلے ہی میں نے اپنی پوری توانائی کے ساتھ ا لیا، ہم دونوں زمین پر گر گئے لیکن اس طرح کہ نووارد میرے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس پر چڑھا بیٹھا تھا۔

اب اس کا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا، سیاہ چہرہ، واقعی وہ ابالیش ہی تھا۔

میں نے سانس قابو میں کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ "ابالیش! میں اپنے وفادار ا کبھی اس حرکت کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔"

"مقدس آقا...... میں......" ابالیش ہکلانے لگا۔

میں نے ڈپٹ کر کہا۔ "مجھے معلوم ہے بدبخت ابالیش کہ تو یہاں کس مقصد سے آیا کاہن اعظم کا عطیہ تجھے اتنی آسانی سے حاصل ہوسکتا تھا؟ تو نے یہ کیوں نہیں سوچا۔"

ابالیش کا چہرہ فق ہوگیا۔ اس نے مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں طور پر چمکنے لگیں، اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے کچھ نامانوس قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ ہوگیا کہ ابالیش کالے جادو کو اپنی نجات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کررہا ہے۔ میرے لیے اب بھی ضائع کرنا دانش مندی کے خلاف تھا، میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر ا ابالیش کے سر پر ماری، میرے دل میں اس کی ہلاکت کا تصور تھا، کھوپڑی جیسے ہی ابالیش اس نے کربناک انداز میں چیخ ماری، پھر یوں تڑپنے لگا جیسے شدید اذیت میں مبتلا ہو، اس سرد پڑ گیا۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی، دل پر کان لگا کر سنا مگر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر

نے جلد از جلد مالا اُتار کر گلے میں ڈالی پھر ابالیش کی لاش ایک جھٹکے سے پیٹھ پر اُٹھا کر جھونپڑی سے کچھ دور پھینک دیا۔ جھونپڑی سے نکلتے وقت میں نے کاہو کی موجودگی یا کے متعلق غور نہیں کیا تھا، لیکن جب واپسی پر میں نے اسے غائب پایا تو مجھے ایک جھٹکا سا پہلے ایسا نہیں ہوا تھا، کاہو دن رات میری جھونپڑی کے دروازے سے لگا بیٹھا رہتا تھا پھر نے اس وقت کاہو کی وہاں غیر موجودگی کی کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ صرف یہی نتیجہ اخذ کیا نے اپنے علم کے ذریعے اسے یہاں سے ہٹا دیا ہوگا۔

رات اُن مضطرب ترین راتوں میں سے ایک تھی جو میں نے جزیرہ توری پر گزاریں۔ علی نے پھر کاہو کو ڈھونڈا مگر وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ میرے قدم بے خودی کی کیفیت جانب بڑھ گئے جہاں میں نے رات کو ابالیش کی لاش پھینکی تھی۔ اس کی لاش کے بجائے کا ایک انسانی ڈھانچا ملا جو سیاہ ہوچکا تھا۔ میں وہاں سے فوراً واپس آیا اور سوچنے لگا کہ ابالیش کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ درست ثابت ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کسی وقت میری راہ کا کانٹا ثابت ہوسکتا ہے۔ کہیں کاہو کو میرے ارادے کا علم تو نہیں ہوگیا اور کیوں ہوگیا ہے؟ سرنگا کو ان خفیہ باتوں کا علم کیسے ہوگیا؟ کیا سرنگا معتوب ہونے کے اندر غیر معمولی روحانی خوبیاں رکھتا ہے؟ کتنی حیرت انگیز باتیں تھیں۔ میں سوچتا رہا۔

وفکر کے انحطاط کا وقت تھا۔ میں نے فوراً سمورال سے ملنے کا ارادہ کیا۔ میرے لیے یہی تھا کہ میں جلد از جلد سمورال سے مل کر اس کے سامنے پورے واقعات رکھ دوں اور اس سے واقعات کی تشریح چاہوں اور آئندہ پیش آنے والی دشواریوں کے بارے میں معلومات کروں۔ اس کا غار آسانی سے مجھے مل گیا۔ میں جانے پہچانے راستوں سے گزر کر غار میں داخل سے پہلے میری ملاقات نوعمر جمرال سے ہوئی۔ ترام کا چھوٹا بھائی، جمرال مجھے دیکھ کر خوشی اٹھا۔ پھر ہم دونوں اُس حصے میں گئے جہاں سیاہ رنگ، پروقار چہرے اور تنومند جسم کا مالک سمورال موجود تھا۔ میں نے ادب سے اپنے جسم کو خم دیا۔ سمورال کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں، کی خفیف جنبش سے مجھے بیٹھنے کی ہدایت کی۔ میں قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور کچھ کہنے کے لیے سوچنے لگا میں محسوس کررہا تھا کہ کاہن اعظم میری آمد پر کچھ جزبز سا وہ میرے چہرے پر لکھی ہوئی پریشانیاں پڑھنے کی کوشش کررہا تھا، پھر اچانک وہ اُٹھا اور کا اشارہ کرتا ہوا مجھے اپنی مخصوص عبادت گاہ میں لے گیا۔ جمرال وہیں رُک گیا تھا۔ عبادت داخل ہوکر کاہن اعظم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جلدی بتاؤ تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟"

"مقدس سموراں! مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔" میں نے باادب جواب دیا۔ پھر ملاقات، ابالیش کی پُراسرار موت اور کاہو کی گمشدگی کے تمام واقعات بیان کر ڈالے۔ البتہ سرنگا کی شخصیت محفوظ کرنے کے لئے اپنے بیان میں محض اتنی تبدیلی کر دی کہ ابالیش کو خاطر مالا والا تجربہ میں نے خود کیا تھا۔

"جابر!" سموراں مجھ سے تفصیل سن کر بولا۔ "کیا تم نے سرنگا سے دریافت کیا ابالیش کی ذات پر کسی قسم کا شبہ ہے؟"

"جی ہاں، میں نے دریافت کیا تھا کاہن اعظم! لیکن سرنگا نے اس شبہے کو اپنی چھ تعبیر کیا تھا۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔

سموراں میرے چہرے پر ابھی تک کچھ تلاش کر رہا تھا اس کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ کڑیاں ملانے میں اُلجھن محسوس کر رہا ہے۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ سرزمین اسرار سے پُر ہے۔ یہاں تمہارے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا شرط ہے۔ ہو سکتا ہے ابالیش نے طاقت کے زور سے تمہیں سرداری حاصل کرنے کا خواب دیکھا ہو۔ مقدس اقابلا نے بھی تمہیں یہی بتایا تھا کہ اسے مردانگی کے کھیل پسند ہیں لیکن تم بہت غیر محتاط رہتے ہو۔ تم نے مالا اپنی گردن سے اتار کر کا ثبوت دیا تھا۔ اگر مالا ابالیش کے ہاتھ لگ جاتی تو تمہاری حیثیت اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی ہوتی، جسے کوئی بھی اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے۔ میں نے تمہیں سختی سے تاکید کر دی تھی کہ آئندہ پل کے لئے بھی گلے سے نہ اُتارنا۔"

"مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے اے بزرگ۔" میں نے شرمندہ ہو کر کہا۔

سموراں سپاٹ لہجے میں بڑبڑایا۔ "سرنگا کی دیوی ہماری حدود سے باہر نکل گئی ہے، دسترس سے دور ہو جانا اچھا شگون نہیں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات اپنا رُخ بدل رہے ہیں۔ ایسے حالات رونما ہونے لگیں تو بلائیں گھیر لیتی ہیں اور سلطنت کا وجود متزلزل ہونے لگتا ہے۔"

"مگر کیا مقدس اقابلا نے یہ خطرہ محسوس نہیں کیا ہے؟ کیا وہ دیوی پر قابو پانے میں ناکام ہے؟"

میرے اس سوال پر سموراں کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا۔ "جابر! تم اقابلا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ آئندہ تمہیں اپنی زبان قابو میں رکھنی ہوگی۔ اقابلا سب کی مالک ہے، سرنگا کی دیوی نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا تھا ورنہ مقدس اقابلا کا اشارہ اسے شعلوں کی نذر کرنے کے لئے کافی تھا۔"

"میں معافی کا خواستگار ہوں اے نیک بزرگ!" میں نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ "دراصل ابالیش کی موت اور کاہو کی گمشدگی نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے، میں نے اپنی معلومات میں اضافے کی خاطر برسبیل تذکرہ ایک رسمی بات دریافت کر لی تھی، اس سے مقدس اقابلا کی تضحیک مقصود نہیں تھی۔"

"میرا حکم ہے کہ سوچ سمجھ کر زبان کھولا کرو۔" سموراں نے غصے سے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "تمہیں محتاط رہنا ہوگا۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ کاہو کی گمشدگی میں ابالیش کی شرارت ہو۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔"

"میں رہنمائی کے لئے حاضر ہوا ہوں کاہن اعظم!" میں نے بدقت تمام کہا۔

سموراں نے میری بات پر خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے طلسمی کڑھاؤ کے قریب جا کر لکڑیوں کا الاؤ روشن کر دیا، پھر آنکھیں بند کر کے کوئی عمل پڑھنے لگا۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ جتنی دیر آنکھیں بند کئے اپنے عمل میں مصروف رہا، میں اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے یکایک آنکھیں کھول دیں اور کڑھاؤ کے قریب رکھی ہوئی تپائی پر چڑھ کر اُبلتے ہوئے تیل کے اندر جھانکنے لگا۔ میں ڈر رہا تھا کہ اگر سموراں نے اپنے علم کے ذریعے سرنگا سے میری ملاقات کا پورا حال معلوم کر لیا تو وہ یقیناً میری دروغ گوئی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھے گا۔ اس کی ناراضگی میری زندگی تلخ کر سکتی تھی، اس کی خوشی مجھے اقابلا سے قریب کر سکتی تھی، وہ اقابلا کا دست راست تھا۔ خوف سے میرے چہرے پر پسینہ آ گیا۔ آنے والے لمحات نہ جانے کیا گل کھلانے والے تھے۔ میں اسی خوف و شک میں مبتلا تھا کہ یکلخت وہ تپائی سے بجلی کی تیزی سے اچھل کر نیچے اُترا، اس کی آنکھوں سے خون اُبل رہا تھا، میرے خدا کس قدر خوفناک لگ رہی تھیں وہ غضب ناک آنکھیں...... کاہن اعظم کی آنکھوں کی قہر دیکھ کر میں سرتاپا لرز اٹھا۔

"جابر بن یوسف!" اچانک سموراں ہذیانی انداز میں چیخا۔ "وہ میرے اور تمہارے درمیان کا تعلق توڑ رہا ہے، کاہو۔ وہ شیطان بندر اس وقت تمہاری جھونپڑی کی طرف ترام کو ختم کرنے کی غرض سے جا رہا ہے۔ جابر بن یوسف، وہ ترام کو نہیں مار سکتا۔ ترام...... میری بچی...... مگر یہ کیوں ہوا؟ میں اس کا کاہن ہوں...... کاہن اعظم...... میں اس خبیث روح کو دیکھوں گا۔ جابر وہ ترام کو نشانہ بنانا چاہتا ہے...... دیوتا میرے قریب ہیں۔"

سموراں عبادت گاہ میں کسی پاگل کی طرح اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا، میں سکتے کی کیفیت سے دوچار تھا، ہم دونوں میں سے کون کس کو دلاسا دیتا، میری زبان گنگ ہو گئی تھی۔ پھر اچانک کاہن اعظم سموراں کا وجود غائب ہو گیا۔ میں ایک لمحے گم صم کھڑا لکڑی کے الاؤ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھتا

رہا۔ پھر تیزی سے واپس ہوگیا اور غار سے باہر جانے والے راستے پر دوڑنے لگا۔

اس ہندی بوڑھے سرنگا نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ درست ثابت ہو رہی تھیں۔ میں مل چکا تھا اور کاہورات کی تاریکی میں چھپ کر کہیں فرار ہوگیا تھا۔ اس نے میری عدم فائدہ اٹھا کر ترام کو مارنے کا ارادہ کرلیا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ اگر میں مشورے پر عمل کرتے ہوئے کاہو کو اپنے راستے سے ہٹا دیا ہوتا تو ترام اس متوقع حملے جس کا اندیشہ کاہن اعظم نے ظاہر کیا تھا۔

یہ کون سی سازش تھی جو جزیرہ توری کے ایک سردار کے ساتھ کی جا رہی تھی؟ یہ مارنے کا کیا جواز تھا؟ کیا مجھ سے نادانستگی میں کچھ غلطیاں سرزد ہوگئی تھیں۔ سرنگا کے وسوسے غلط ثابت ہو رہے تھے۔ اس نے پہلے ہی حادثے سونگھ کر مجھے متنبہ کر دیا تھا۔ سرنگا شخص معلوم نہیں ہوتا تھا میں نے ہمیشہ اس کا تخمینہ غلط لگایا تھا۔ اس نے جو مخبری کی تھی سمورال بھی اس سے لاعلم تھے۔ گویا سرنگا پُراسرار حالات سے نمٹنے کی قدرت رکھتا تھا۔ جو وہ بار بار کہا کرتا تھا۔ "سرنگا تنہا نہیں ہے۔" لیکن مجھے حیرت تھی کہ کاہن اعظم سمورال جو طرف آنکھیں رکھتا تھا اور جس کی روحانی صلاحیتوں میں کوئی کلام نہیں تھا اسے کاہو کے ارادے کا علم کیوں نہیں ہوسکا۔

اب مجھے اپنے وطن کے بارے میں، اپنے عزیزوں کے بارے میں، سوچتے ہوئے آتا تھا۔ ہم لوگ یہاں بری طرح گھر گئے تھے۔ میں نے اس زندگی سے مفاہمت کرلی تھی کہ اب واپسی کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جزیرہ توری سے آج تک کوئی اجنبی واپس نہیں گیا تھا۔ خیال بھی احمقانہ لگتا تھا کہ ہمیں واپسی کے متعلق سوچنا چاہئے۔ ہم یہاں بے بس ہوگئے تھے جسم رنگے ہوئے تھے۔ مہذب دنیا کا کوئی فرد ہمیں دیکھ کر پہچان تک نہیں سکتا تھا کہ ہم یہاں کسی وقت بھی کچھ ہوسکتا تھا ہر چیز پُراسرار تھی۔ ہر آنے والا لمحہ مشکوک لمحہ تھا۔

دیر تک بھاگتے بھاگتے میرا سانس پھول گیا اور جب میں جھونپڑی میں داخل ہو آنکھوں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ میرا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ جو سامنے تھا وہ حقیقت نے اپنی زندگی میں اتنا لرزہ خیز منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ چہرہ جو کبھی میری آغوش میں چھپ تھا۔ وہ بدن جو کبھی میرے خون میں ہلچل مچا دیا کرتا تھا۔ وہ چہرہ گردن سے کٹا ہوا تھا اور کا سمورال کے ہاتھوں میں تھا جسے اس نے بالوں سے پکڑ رکھا تھا اور وہ علیحدہ بدن اب بھی خا میں تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظم سمورال اپنی بیٹی، اپنی لخت جگر کا سر ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا۔ خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ سمورال کا چہرہ شدت کرب سے مسخ ہوگیا تھا۔ اس کے ہو

ے میرے اوسان خطا ہونے لگے۔ ماحول پر بھیانک سناٹا طاری تھا۔ "ترام!" ظم کی آواز میں کئی آوازیں شامل تھیں۔ "ترام! اے روح ترام مجھے کچھ مہلت دے۔ جسم نے سے پہلے مجھ سے بات کر۔ میں سلطنت اقابلا کا کاہن اعظم، مقدس اقابلا کا نائب تجھ ب ہوں۔ ذرا ٹھہر۔ تیرا باپ تجھ سے مخاطب ہے۔ میں تجھے جارا کاکا کی مقدس روح کی ے حکم دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لئے بیدار ہو جا۔ مجھے اندھیرے میں نہ رکھ۔"

ے ایک بار ابالیش نے بتایا تھا کہ "دودو" ایک ایسا علم ہے جس سے یہاں کے باشندے اپنے ے لوگوں سے عارضی طور پر باتیں کرلیتے ہیں۔ غالباً سمورال اس عمل میں مصروف تھا۔ میں ورال کو اتنا پریشان اور غیر متوازن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ترام کی موت کے اچانک صدمے نے راسیمگی طاری کردی تھی۔ اس نے اپنا عصا اٹھا کر چاروں طرف گھمایا وہ ٹھوس آواز میں بار بار بیدار ہونے کی ہدایت دے رہا تھا۔ سمورال کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھیں نم ناک ہوگئیں۔ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر اسے دلاسا دوں لیکن میرے جنبش کرنے سے پہلے میری نظروں نے ایک یقین منظر دیکھا۔ ترام کے پپوٹے آہستہ آہستہ اوپر کی جانب حرکت کر رہے تھے۔ خوف و ے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں پسینے میں شرابور ہوگیا۔ ترام کی آنکھیں پوری طرح گئیں۔ میں نے اس کی پتلیاں جنبش کرتی ہوئی دیکھیں۔ گو ان خوبصورت آنکھوں میں اب وہ شوخی اور زندگی کی رمق نہیں تھی لیکن پلکیں اور پتلیاں متحرک تھیں۔ وہ اپنی ویران نظروں سے دیکھ رہی تھی سمورال اپنا عصا ایک ہاتھ سے زمین پر پٹک رہا تھا اور منہ سے ایسے الفاظ نکال ن کا مطلب میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں غیظ و غضب تھا چند لمحوں تک وہ چہرہ اپنے مقابل رکھے گھورتا رہا، پھر گرج دار آواز میں بولا۔ "تو اپنے دنوں سے پہلے چلی گئی۔ ت کا جواب دے۔ کیا تو مجھے سن رہی ہے؟"

"ہاں!" ترام کی آوازیں کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میرے لیے یہ لمحات تعجب خیز ل بار بار اپنی آنکھیں ملتا تھا۔ ترام کے بے جان ہونٹ ہلکی ہلکی جنبش کر رہے تھے۔

"ترام!...... آسمانوں میں جانے سے پہلے اپنے باپ سے چند باتیں کرتی جا۔ میں نے تجھے ہر ابتی دیا تھا اور پوری طرح مطمئن ہو کر تجھے اس اجنبی سردار کے حوالے کیا تھا۔ کیا تجھے اس کی خبر نہیں ہوسکی؟"

"نہیں۔" ترام کے ہونٹ ہلے۔ "وہ اچانک آیا تھا اور مجھے ختم کر کے اچانک چلا گیا۔"

"میں اس خبیث روح کو سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ اطمینان رکھ، اس کا انجام بھیانک ہوگا تیرے باپ کے ساتھ ہیں۔" سمورال نے غصے سے لرزتی ہوئی جذباتی آواز میں کہا، پھر

جلدی سے بولا۔ ”میں زیادہ دیر تک تیرا راستہ نہیں روکوں گا۔ تجھے ایک طویل سفر پر جانا ہے۔ بہت کم ہے۔ اے روح ترام کیا تو مجھے بتا سکتی ہے کہ موت سے پہلے تجھ پر کیا کیا کیفیتیں طا تھیں؟“

اس بار ترام نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بے نور چہرے پر کرب اور بے تاثرات طاری تھے۔ وہ سموراں کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اعظم کی باتوں کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

”مجھے بتا یہ بہت ضروری ہے۔ جو باتیں مجھ سے مخفی ہیں، میرا انہیں جاننا ضروری باپ تجھ سے ایک آخری خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ ان کیفیتوں کا اظہار کر جن سے تو مو دو چار ہوئی۔ موت سے قبل کس قسم کی یورش تجھ پر کی گئی تھی؟“ سموراں کا لہجہ کرب ناک تاریکی کا یہ پردہ چاک کرنا چاہتا ہوں، تو مجھے یہ باتیں بتائے بغیر اپنا سفر شروع نہیں کر سکتی۔ روح ہمیشہ مضطرب رکھوں گا۔ یاد رکھ میں تجھے سخت اذیت میں مبتلا رکھ سکتا ہوں۔ میرے آ کا انحصار تیرے جواب پر ہے۔ طاقتوں کا ٹکراؤ یہاں کا طلسم منتشر کر سکتا ہے۔ یہ اس علا میں ہے، تو مجھے صاف صاف بتا دے۔“

اس بار بھی ترام خاموش رہی۔ اس کا کٹا ہوا سر ساکت رہا۔ اس کی ویران نظروں اور بے کسی کا راج تھا۔ سموراں چند لمحے بے چینی سے جواب کا منتظر رہا پھر یکلخت چیخ اٹھا۔ کی قدر کر اے روح ترام! یہ سلسلہ اگر ٹوٹ گیا تو میں اندھیروں میں بھٹکتا رہوں گا۔ میں کاکا کے مقدس نام پر مجبور کرتا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے زبان کھول، پھر ابدیت میں گم ہو جا

ترام پھر اذیتوں سے گزری' اس کی آنکھوں کی ویرانی، اس کے اداس اور غمگین تاثرات اور کپکپاتے ہونٹ اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی شدید کرب سے دو سموراں کی آنکھوں میں درندگی چھائی ہوئی تھی۔ ترام نے ایک بار بھی نظریں گھما کر مجھے نہ اس کی آنکھیں صرف سموراں کی طرف تکی ہوئی تھیں۔ وہ میری موجودگی سے بے نیاز نظر شاید یہ بھی اُس طلسم کا اثر ہو جس کے ذریعے کاہن اعظم نے اس کی مُردہ نگاہوں میں جا تھی' اس کے خاموش لبوں کو قوت گویائی کے عارضی لمحے بخشے تھے۔

”مقدس باپ!“ ترام کی بھرائی ہوئی مدہم آواز سکوت کا سینہ چاک کرتی ہو ”دیوتا جانتے ہیں کہ میں نے اپنے لب سی لیے تھے لیکن جارا کاکا......“

”ہاں ہاں کہہ اے روح ترام! کہہ میں سن رہا ہوں۔“ ترام کو خاموش ہوتے دیکھ نے جلدی سے کہا۔

”دھند، کہر، کڑکتی بجلیاں، شیطان، شعلے۔ روحوں کی چیخ اور مق...... قد......“ ترام رُک رُک کر اٹک اٹک کر نہ جانے کیا کہہ رہی تھی لیکن آخری الفاظ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئے۔ پھر اس کی آنکھیں اچانک بند ہو گئیں۔ ہونٹ چپک کر بے جان ہو گئے۔ سموراں اس کیفیت کے بعد بھی اسے مسلسل آوازیں دیتا رہا۔ غالباً عارضی حیات کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ ترام کا تڑپتا ہوا بدن بھی ساکت ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک کاہن اعظم دیوانوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔ پھر خاموش ہو گیا۔ آہستہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے ترام کی کٹی ہوئی گردن اس کے مردہ جسم کے ساتھ رکھی۔ جھک کر اس کے دائیں رخسار کو بوسہ دیا، پھر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ابھی تک وہ میری موجودگی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ وہ آہستہ سے گھوما تو نظریں چار ہوئیں۔ میں دوڑ کر اس کے کشادہ سینے سے لپٹ گیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ ”اے مقدس بزرگ! جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا وہ تمہاری بزرگی کی دلیل ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ میری بدنصیبی کا آغاز ہے۔ میرا ذہن جواب دے گیا ہے۔ ترام بے قصور تھی۔ میرا خدا گواہ ہے، میں نے اسے ہر طرح عزیز رکھا تھا۔“ جتنی دیر تک سموراں ترام سے گفتگو کرتا رہا، میں اس حیرت انگیز منظر کے سبب ساکت و جامد کھڑا رہا لیکن سموراں سے نگاہیں ملتے ہی مجھے بڑی شدت سے ترام کی موت کا احساس ہوا۔ میں آہ و بکا کرنے لگا۔ سموراں کسی خاموش آتش فشاں کی طرح اپنی جگہ اٹل کھڑا رہا۔ نہ اس نے مجھے تسلی دی نہ میرے آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ وہ کچھ سوچتا رہا۔ جب میری رقت اور گریہ وزاری کی کیفیت ختم ہوئی تو اس نے کسی قسم کی مروت کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا لہجہ اکھڑا اکھڑا تھا۔

”جابر بن یوسف! میرے اور تمہارے درمیان غیر رسمی تعلق کا جو سلسلہ تھا وہ ٹوٹ گیا اب میرا تمہارا براہ راست کوئی رابطہ نہیں رہا۔“

”میں تمہارے سہارے کا محتاج ہوں مقدس کاہن!“ میں نے عجز سے کہا۔ ”تم نے میرے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔ اس اجنبی سرزمین پر تمہی وہ عظیم شخص ہو جس نے مجھے پناہ دی اور اپنی بیٹی بخش دی، میرا یہ اعزاز مجھ سے چھن گیا لیکن مجھے قدم قدم پر تمہارے مشوروں کی ضرورت پڑے گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ نادیدہ حریفوں کی نگاہیں میرے جسم میں چبھ رہی ہیں۔ میرا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ تم کنارہ کش ہو گئے تو اندھیرے میری طرف بے محابا لپکیں گے۔ میرے لیے ایک قدم بھی آگے بڑھنا مشکل ہو گا۔ جزیرہ توری کے عظیم و جلیل کاہن! مجھے بتاؤ کہ ترام میری زندگی، میری روح کو کس نے جدا کیا ہے؟ مجھے اس درندے کا ہو کا سراغ دو۔ میں اس سے بھیانک انتقام لینے کا عہد کرتا ہوں۔“

”ماضی بھول جاؤ جابر بن یوسف!“ سموراں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ”مستقبل پر

نظر رکھو۔ جو ہو گیا وہ لکھا نہیں گیا تھا، جو ہوگا ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"عظیم سمورال!" میرے لہجے میں ارتعاش تھا۔ "تمہاری باتیں میرے عزائم کی موت ہیں۔ میرا سینہ جل رہا ہے۔ میری آگ سرد کرنے کے بجائے تمہاری باتیں اسے اور بھ ہیں۔ کیا ترام کی موت اتنی آسانی سے بھلائی جا سکتی ہے؟ کیا یہ سانحہ آئندہ پیش آنے والے کی نشاندہی نہیں کرتا؟"

سمورال نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ ایک لمحے اس کے چہرے پر قہر آلود علامتیں رونما ہوئیں لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پُرسکون آواز میں بولا کہہ سکتا ہے کہ وقت یکساں رفتار سے چلتا رہے گا۔ کسے معلوم ہے کہ پناہ گاہیں جہنم بن جائ کنارے حاصل کرنے ہیں تو طوفانوں سے کھیلنا سیکھو۔ روشنیاں درکار ہیں تو اندھیروں کی ڈالو۔ میں تمہیں سمندر میں ابھرنے کا مشورہ دوں گا ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔"

"تم جانتے ہو میں نے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ میں نے اس طلسمی اور سربر زمین میں اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میرا باطن صاف ہے۔" میں نے جوشیلے اند کہا۔ "مجھے کاہو کا پتہ درکار ہے۔ مجھے ان اشاروں کا مقصد سمجھاؤ جو روح ترام نے دائمی سفر پ سے قبل کیے تھے۔ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟"

"جابر بن یوسف!" سمورال نے طیش میں آکر کہا۔ "یہ باتیں تمہارے منصب کی نہیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی زبان قابو میں رکھو میں تمہیں اپنے معاملات میں داخل ہونے کی ا نہیں دے سکتا۔"

"میں یہ جرات نہیں کر سکتا۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری دور بین نگاہیں ٹھکانہ جانتی ہوں گی مجھے اس کا پتہ درکار ہے۔" میں نے نہایت ادب اور متانت سے پوچھا۔

"نہیں۔" سمورال نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کچھ کہے بغیر جھونپڑی سے باہر چلا گیا۔

☆==========☆==========☆

مجھے یہ تسلیم کرنے میں قطعی عار نہیں ہے کہ وہ ایک عارضی اثر تھا۔ ترام کی موت مجھ پر ز انداز نہیں ہو سکی۔ میں اسے دوسرے ہی روز بھول چکا تھا۔ البتہ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ مجھ کی آخری رسوم (جن کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں) میں شریک ہونے سے کیوں روک د اس کی لاش اسی دن اُٹھوا دی گئی تھی۔ ترام کے جانے کے بعد گھر میں ایک عارضی اداسی رہی لیک شام کو قبیلے کی طرف سے منتخب لڑکیاں پیش کر دی گئیں جن پر میں نے کوئی توجہ نہیں دی م معاملات پر سوچنے کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے صرف اقابلا کے تصو

ہاں رہنے چاہئے۔ کوئی عجب نہیں کہ کسی دن وہ ماہ وش اپنے شرربار جلوے کی سعادت مجھے بخشے ی یاد میں پناہ ہے۔ اس کی پرستش میں عافیت ہے۔ اس کی طلب میں سرخوشی ہے، جب میں نے کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو طبیعت کی گرانی ختم ہوگئی اور میرے پژمردہ اعصاب میں نئی توانائی آتی گئی۔ ترام کی موت کے بعد میں نے طے کیا کہ اب میں اس قسم کی کوئی پابندی قبول کروں گا۔ اس لیے کہ یہ پابندی اقابلا کے قرب میں ایک رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں ذہن تجسس تھا کہ یہ سب کیوں ہوا؟ میں یہ گتھیاں جتنی سلجھانا چاہتا تھا اتنی ہی الجھ جاتی تھیں۔ میں ان کا مفہوم جاننا چاہتا تھا جو ترام کی زبان سے سمورال کے حکم پر دوبارہ بیدار ہونے کے بعد ادا ے تھے۔ میں وہ راز معلوم کرنا چاہتا تھا جو کاہن اعظم نے اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔ سمورال نے کو ایک خبیث روح کے نام سے یاد کیا تھا۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ دیوتا اس کے قریب کاہو ترام کو نہیں مار سکتا۔ پھر کہا تھا کہ حالات اس کی توقع کے خلاف سنگین صورت میں نمودار ے۔ جزیرہ توری کا عظیم کاہن جو اندھیری رات میں کسی پتے کی کھڑکھڑاہٹ سے بھی واقف تا تھا وہ آخر ترام کے سلسلے میں کیوں بے خبر رہا؟ کاہو کو ترام سے کیا دشمنی تھی؟ اور جب سمورال انتقام میں جل رہا تھا تو ترام کی زبان سے چند اشارے ادا ہونے کے بعد سرد کیوں پڑ گیا تھا؟ وہ اتنا اہم راز تھا جس نے کاہن اعظم کو کاہو کے مقابلے میں بھی خاموشی پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے تجسس سے کچھ حل نہ کر سکا۔

دس روز تک میں نے خود کو اپنی جھونپڑی میں محبوس رکھا اور اپنے فرضی سوگ کا بھرم برقرار رکھا۔ یارہویں روز میں نے جھونپڑی سے قدم باہر نکالا۔ سمورال سے اس عرصے میں ایک بار بھی ملاقات ہں ہوئی تھی۔ میں ٹوہ لینے کے خیال سے سب سے پہلے اس کے غار میں گیا۔ اس موقع پر میں نے ری احتیاط سے کام لیا۔ سمورال کے ہاں یوں بھی تپاک کی کمی تھی لیکن اس بار وہ بالکل سرد تھا۔ مجھ ے سرسری باتیں کرتا رہا۔ جب میں اس کی اجازت حاصل کر کے اُٹھنے لگا تو اس نے معنی خیز انداز ں کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم ترام کو بھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقدس اقابلا کی عنایتوں نے تمہیں سر ند کیا۔ تم ایک قبیلے کے سردار ہو۔ تمہیں اب اپنے فرائض میں پوری دلچسپی لینی چاہئے۔"

"کاہن اعظم کا اقبال بلند ہو۔ کیا مجھ سے اب تک کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے جو قبیلے سے بری غفلت یا بے اعتنائی پر محمول کی جا سکے۔" میں نے باادب پوچھا۔

"نہیں لیکن سربلندی اور سرفرازی کے لئے تدبر شرط ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے محبوب کاہن کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ زام کی کڑی ٹوٹ گئی لیکن میں ایک روایت پسند آدمی ہوں۔" میں نے مہذب لہجے میں کہا اور اٹھنے

قدموں سمورال کی عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔ ترام کا چھوٹا بھائی جمرال غار کے دہانے پر میرا ا
اس نے میرا راستہ روک لیا وہ کچھ بے قرار سا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے میرے قر
بولا۔ ''محترم جابر بن یوسف! اگر تمہیں جانے کی جلدی نہ ہو تو میں تم سے کچھ ضروری باتیں
کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم میرے پرانے دوست ہو جمرال۔'' میں نے بڑی شفقت سے اس کے کاندھے
رکھ کر کہا۔ ''کہو کیا بات ہے؟''

''یوں نہیں اے عالی مرتبت سردار! پہلے مجھے قول دو کہ جو کچھ میں دریافت کروں گا وہ
بتا دو گے اور مجھے ٹالنے کی خاطر کوئی غلط بات نہیں کہو گے۔'' جمرال حد درجہ سنجیدہ تھا۔

''تمہیں اس بات پر شبہ کیوں ہے کہ میں تم سے دروغ گوئی کروں گا جب کہ تم ترام کے
ہو۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔''

''رشتوں کی بات مت کرو معزز جابر! یہ سب خواب ہیں کبھی ان کی تعبیر مل جاتی ہے
خواب ہی رہتے ہیں۔ مجھے ضبط و تحمل، ایثار و قربانی کا درس دیا گیا ہے۔ میرے جذبے میر
ہیں۔'' جمرال نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''کاہن اعظم کی تربیت نے تمہیں نکھار دیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم
مقدس باپ کے صحیح جانشین ثابت ہو گے۔''

''کم طلبی میں آسودگی ہے معزز سردار!'' جمرال سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے میری بات کا
نہیں دیا؟''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو جمرال!'' میں نے بھی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جمرا
فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تیز نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر زور سے تالی بجائی
زبان میں بولا۔

''میں جانتا ہوں معزز سردار! کاہن اعظم نے یقیناً ترام کو بیدار کیا تھا؟ اس وقت اس
کہا تھا؟ اس عارضی حیات میں جو کچھ اس نے کہا وہ مجھے بتا دو۔''

''کیا مقدس سمورال نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟'' میں نے جمرال کے سوال پر چونکتے
پوچھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ ''وقت ضائع نہ کرو معزز سردار! مجھے بتاؤ کہ ترام
کیفیتوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تم نے اگر مجھ سے تعاون کیا تو ہمیشہ مجھے اپنا ہمدرد پاؤ گے۔ ہو سکتا
وقت میں تمہارے کام آ جاؤں۔''

جمرال کی سنجیدگی نے مجھے شش و پنج میں مبتلا کر دیا۔ میں ابھی یہ فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ جمرال کو حالات سے باخبر کروں یا خوبصورتی سے ٹال جاؤں کہ یکلخت جزیرہ توری کا کاہن بھاگتا ہوا غار سے برآمد ہوا۔ جمرال کی آنکھوں کی سرخی کاہن کو دیکھ کر زردی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ ملنے لگا۔

''تم جمرال...... تم؟'' سمورال نے زہر اگلتے ہوئے کہا۔ ''تم میری محنت اتنی آسانی سے ضائع نہیں کر سکتے۔ کیا تم بھول گئے کہ میں نے تم سے کس بات کے لئے منع کیا تھا؟ تمہاری تالی کی آواز ورائی طاقتوں کی سماعت پر پہرا ڈال سکتی ہے لیکن میں تمہارا اتالیق بھی ہوں، تم نے میری تنبیہ کا کوئی اثر نہیں لیا؟ تم خودسری پر آمادہ ہو گئے۔ کیوں؟''

''مقدس باپ میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے ندامت ہے۔'' جمرال نے نیچی نظروں سے جواب دیا۔

''اندر جاؤ۔'' سمورال نے اسے حکم دیا۔ جمرال نے حکم کی تعمیل میں ذرا دیر بھی نہیں لگائی، سر جھکائے غار کے اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کاہن اعظم نے طیش کی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ ترام کے بعد اب میرے اور تمہارے درمیان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب تم کبھی میری قیام گاہ کا رخ نہیں کرو گے۔ یہ میرا حکم ہے۔''

''میں نے جمرال کو کوئی ترغیب نہیں دی، اس کے علاوہ میں اپنی کسی بھی گستاخی کے لئے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہ کرو اے نیک بزرگ۔'' میں نے التجا کی۔ ''مقدس سمورال تم میرے محسن ہو! مجھے تنہا مت کرو۔''

''میں آخری الفاظ ادا کرتا ہوں۔ تم نے اگر سن لیا ہے تو مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' سمورال نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''تمہیں میری قیام گاہ سے دور رہنا ہو گا۔ البتہ اگر تم چاہو تو مشورے کے لیے مجھے بلا سکتے ہو۔''

''اس سے بڑی اذیت اس سرزمین پر ممکن نہیں۔'' میں نے جرات سے کہا۔ میری عقل دنگ تھی۔ سمورال کے لہجے میں مروت قطعاً نہیں تھی۔ کیا وہ جمرال کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا تھا؟ کیا جمرال کو اس کیفیت کی تہہ کا علم ہو جاتا جس کا اظہار ترام نے کیا تھا؟ تو کیا قیامت آ جاتی؟ میں اس الجھن میں گرفتار تھا کہ سمورال نے خشک آواز میں کہا۔ ''روح ترام نے جو کچھ کہا تھا وہ میری امانت ہے تم بھی اس میں شامل ہو گئے ہو اگر تم نے اس امانت میں خیانت کی تو زمین تمہیں جلد ہی نگل لے گی۔ میں تمہیں احتیاط، دور اندیشی اور تحمل کا مشورہ دیتا ہوں۔'' اتنی تلخ باتوں کے بعد وہ غار کے دہانے کی

طرف مڑ گیا اور غار کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

سموراں کے جانے کے بعد میں شدید مایوسی کے عالم میں اپنے قبیلے کی جانب قدم اُٹھ
سموراں کی بدلی ہوئی نگاہوں نے مجھے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ اس کی ناراضگی میری سمجھ
تھی۔ اب قدم قدم پر احتیاط شرط تھی۔ ایک معمولی سی لغزش بھی مجھے کسی بڑی تباہی سے دو
تھی۔ ترام کی اچانک موت نے میری الجھنوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ صورت حال کے اس تغی
جیسے مضبوط اعصاب کے شخص کو سخت بددل کر دیا تھا۔ مجھے اپنا ملک، اپنا شہر، اپنا گھر یاد آ رہا تھا
شخص کو تحفظ حاصل تھا۔ میں یہاں کا سردار ہونے کے باوجود ان گنت اسرار سے ناواقف
اپنے تمام منصوبے خاک میں ملتے نظر آ رہے تھے۔ سموراں کی امانت ایک بڑا سہارا تھی، ص
احساس کے ساتھ کہ سموراں میری پشت پر ہے۔ میں بڑے سے بڑا معرکہ سر کر سکتا تھا لیکن
ناراضگی میری ہلاکت کا سبب بن سکتی تھی۔ میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ زندگی کی تمنا اس لیے تھی
کے حسن و جمال کی تابش نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ ہر وقت' ہر لمحے اسی کا خیال رہتا تھا۔ مخالف
میں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا کہ مجھے ہندی بوڑھے سرنگا سے ملنا چاہیے۔ شاید وہ
کارآمد مشورہ دے سکے یقیناً وہ میرے لیے ایک بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے
نہیں ہے۔ اس کے ناتواں جسم کے ساتھ غیر معمولی طاقتیں ہیں۔ اس کی قوت مشاہدہ تیز ہے۔
نے فوراً اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ سرنگا اقابلا کی سلطنت میں ایک معتو
تھا۔ ایسے مشکوک حالات میں اس کے پاس جانا اور اس سے راز داری کی بات کرنا میرے لیے
مصائب کھڑے کر سکتا تھا۔ سرنگا ابھی تک جارا کا کی مقدس روح کے عتاب میں تھا۔ یہ مدت
دن کی تھی۔ میرے لیے یہی مناسب تھا کہ پچاس دن تک میں اس سے دور رہوں۔ پتہ نہیں
بارے میں اوپر کے لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اس کی اذیتوں کے خاتمے میں اب ایک ماہ اور
باقی تھے۔ ہر چند کہ یہ مدت طویل تھی لیکن انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے طوعاً کر
سے ملنے کا ارادہ ملتوی کیا اور گہری سوچ میں غرق اپنی جھونپڑی کی طرف واپس آ گیا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے بظاہر ہر بات سے بے نیاز ہو کر قبیلے کے کامو
دلچسپی لینی شروع کر دی۔ ہر شعبہ زندگی نئے سرے سے جانچا اور اپنے آپ کو اس طرح مصروف
کہ میں ہر بات بھول جاؤں۔ میں قبیلے کی زندگی میں آہستہ آہستہ انقلاب لا رہا تھا۔ میں نے
تقسیم کا نظام رائج کیا۔ مختلف ایسے شعبے قائم کیے جو قبیلے کی فلاح و بہبود سے متعلق تھے۔ ہر شعبے
سردار مقرر کیا جو اپنے شعبے کی تنظیم کا ذمے دار تھا۔ میں نے اپنے ذہن کے مطابق جنگل کی لکڑ
کئی چیزیں ترشوائیں۔ پہلے جو افراد بیکار تھے انہیں کام پر لگایا۔ قبیلے کا جو علاقہ بنجر پڑا تھا

ث بنانے کے لئے ضروری اقدام کئے۔ چند معمر افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس کا کام قبیلے میں
قانونی حرکتوں کا سد باب اور شر پسند عناصر کی روک تھام تھا۔ غرضیکہ بیس روز تک میں نے خود کو ان
وں میں الجھائے رکھا۔ میرے قبیلے کے لوگ جو پہلے ہی میرے مداح تھے، اب میری پرستش
نے لگے۔ اس عرصے میں متعدد لڑکیاں میری خدمت میں پیش کی گئیں جو اپنے سردار کی ایک نظر
ت کی متمنی تھیں۔ میرے پیش رو کالاری کی دونوں عورتیں میری تنہائی دور کرنے کے لئے آ تیں
ا میں نے ان سب کو دھتکار دیا۔ اب صرف ایک خیال تھا۔ اقابلا کی طلب کا خیال۔ جسے اقابلا کا
ار بار نظارہ مطلوب ہو وہ کس طرح ان چھوٹی موٹی تتلیوں کی جانب راغب ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا
میرے احساسات اس کی بارگاہ میں منتقل ہو رہے ہوں گے میں خود کو اذیت دے رہا تھا۔ عشق کی
ں ایک منزل ہے۔ اس میں مجھے لذت ملتی تھی۔ میں اسے اور یاد کر رہا تھا۔ شدت سے یاد کر رہ
میری بے تابیاں اس کے جمال افروز خیال کے ساتھ بڑھتی گئیں میں نے کئی بار سوچا کہ اس سے
ی درخواست کی جائے لیکن ہمیشہ ایک خوف مانع رہا۔ ابالیش کے بعد میں نے قبیلے کے ایک معمر
ں فزارو کو اپنا مشیر خاص بنا لیا تھا۔ فزارو ایک انتہائی دور اندیش، معاملہ فہم اور زیرک شخص ہونے
ساتھ ساتھ کالے عالم پر بھی خاصی دسترس رکھتا تھا۔ وہ ابالیش کا انجام دیکھ چکا تھا اس لیے اس کی
اری ایک عرصے تک یقینی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب کسی سردار کی بیوی مر جاتی ہے تو مقدس
بلا ایک ماہ تک اسے طلب نہیں کرتی۔ وہ اپنے سردار کو اپنی محبوب بیوی کے سوگ کا موقع فراہم کرتی

یہ اکیسویں روز کی بات ہے۔ میں اپنی آبادی کا چکر لگانے کے بعد شام کے وقت جھونپڑی میں
ں آیا تو خلاف توقع مقدس اقابلا کی نائب اور ترجمان اشمار کو وہاں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اشمار کا ذکر
پہلے تفصیل سے کر چکا ہوں وہ اتنی حسین تھی کہ مجھے اس پر اقابلا کا گمان گزرا تھا۔ وہ اتنی دل کش تھی
اگر میں اقابلا کو نہ دیکھتا تو وہی میرا مقصود ہوتی۔ اس در نایاب کو اپنی جھونپڑی میں ایک شان بے
ی سے دیکھ کر مجھے ان گنت شکوک نے گھیر لیا۔

اشمار مجھے اپنے اندر اس طرح مستغرق دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ میری پریشانیوں کا
زہ لیتی رہی۔ پھر ایک قدم اٹھا کر میرے اور قریب آ کر مستانہ وار نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے
ا۔ ”جابر بن یوسف الباقر! مقدس اقابلا کی نائب اشمار تمہارے پاس آئی ہوں۔ تمہاری دہشت
ی بجا ہے لیکن میرا تمہارے پاس آنا ضروری ہے۔“

”حسین اشمار! خوش آمدید۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مجھ پر عالم تصور طاری ہے یا میں اپنی دنیا
موجود ہوں۔ میں اس خسروانہ لطف و کرم کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔“ میں نے تمام تر عجز اور

تمام تر اشتیاق سے اپنی زبان کھولی۔

اشمار کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی جیسے کوئی غنچہ چٹک گیا ہو۔ جیسے ہلکی پھوار پڑ گئی ہو۔
بن یوسف!'' وہ پُروقار انداز میں بولی۔ ''تم اپنے ہر امتحان میں کامیاب ہو رہے ہو لیکن اِ
نایاب کا حصول اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو۔''

''میں نے سنا ہے اور میرا یقین ہے کہ سچائیاں اثر کرتی ہیں، میری طلب بے وجہ نہیں ہے
طلب اس وجہ سے نہیں ہے کہ مادی آسودگیاں پیش نظر ہیں۔ میں یہ تمام اعزاز خیر باد کہتا ہوں
ان تمام عنایتوں سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جو مجھے سربلند کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ
طمانیت میرا اختیار ہے۔ میرا سکون قرب جمال میں مضمر ہے۔ اس کی نظریں وسیع اور حواس سے
زیادہ طاقت ور ہیں وہ دیکھ رہی ہوگی کہ میرے ساتھ میرے باطن کا صدق ہے۔'' میں نے
انداز میں اشمار سے کہا۔

جابر بن یوسف!'' اشمار کا بدن لچک گیا۔ ''تمہارے اظہار بیان میں اضطراب ہے لیکن
سمجھتے ہو کہ تم اُس کے حیات آفریں جمال کی تاب لاسکو گے! کیا تم خود کو اس کا اہل سمجھتے ہو کہ
اس عنایت سے نوازا جائے! کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ وہ کون ہے؟ تم کس کی طلب کر رہے ہو؟

''مجھے اپنی کم تری، کم مائیگی کا احساس ہے یقیناً میں پاگل ہو جاؤں گا لیکن میں پاگل
چاہتا ہوں۔ میں اس کے قدموں میں مرنا چاہتا ہوں اور اگر میری جسارت معاف کر دی جا
کہوں کہ میں اس کے ہاتھوں مرنا چاہتا ہوں۔ کسے اپنی زندگی کی فکر ہے؟ اس کے جمال پر ا
ہزاروں زندگیاں نثار کی جاسکتی ہیں اور سن لو معزز اشمار! یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ایک سلط
سربراہ ہے اور ہم اس کی امان میں رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس دنیا میں ط
حاصل ہوگئی ہو جو یہ سوچیں کہ اس کے بعد آسودگی کی کوئی منزل نہیں ہے۔ اقابلا کا قرب زندگی
اگر کرم کا یہ سلسلہ بند ہو جائے تو موت ہے۔ میں ہزاروں امتحانوں سے گزرنے کے لیے تیار ہ
میں نے کہا۔

اشمار چمکتی نگاہوں سے میرے پُراثر بیان میں کھوئی ہوئی تھی اچانک کہنے لگی۔ ''میرے
تعریف کرو۔''

''تم ......'' میں اس سوال پر پریشان ہو گیا۔ وہ مجھے بہت حسین نظر آرہی تھی۔ اس نے
الجھن میں ڈال دیا کہ میں کیا جواب دوں لیکن تھوڑے سکوت کے بعد سنبھل کر بولا۔ ''تم ......
عکس جمیل ہو تم وہ دروازہ ہو جو جنت کی طرف کھلتا ہے۔ تمہارا مرمریں بدن اس کے خمیر سے بن
تمہارے لبوں کی دل کشی میں اس کی حلاوت شامل ہے۔ تمہاری آنکھوں میں اس کا جمال ر

گوشت پوست کا ایک انسان ہوں۔ اگر پتھر بھی تمہارا ہوش رُبا نظارہ کریں تو پگھل

تم ایک ذہین آدمی ہو۔'' اشمار نے مسکرا کر کہا۔ ''تم نے ابھی کہا ہے کہ میں اُس کا عکس جمیل
اگر تم سے یہ کہوں کہ راستہ بہت دشوار ہے تم بلندی تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاؤ گے۔ تم نے
ی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا۔ مجھے مقدس اقابلا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ منزلوں کی
دشواری کا اندازہ کر کے تم مجھ سے مفاہمت کر سکتے ہو۔ یہ اس کی کرم گستری ہے۔ تم اس سے
رات نہیں کرو گے۔''

مقدس اقابلا نے اسے میرے پاس بھیجا ہے؟ جزیرہ توری کے ایک معمولی اور اجنبی سردار کے
جو اقابلا کی نائب ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آسکا۔ ممکن ہے اب بھی اسے میرا امتحان
ہو۔ احتیاط لازم تھی۔ میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔ ''اگر اقابلا نے تمہیں بھیجا ہے تو
وں پر تمہارا آشیانہ ہے۔ اے پری وش! میں اپنے خون سے تمہارے قدموں کو غسل دوں۔
ال کر تمہیں پیش کروں؟ تمہیں اس نے بھیجا ہے جو مجھے مطلوب ہے۔ میں انکار کی جرات
لا لیکن اس سے کہہ دیجیو کہ یہ تیرا حکم ہے جو عشق کرتے ہیں ان کا سر جھکا رہتا ہے لیکن اسے
ا کہ تمہاری قبولیت میں اس کی خوشنودی ملحوظ ہے۔''

یں تمہیں یاد دلاتی ہوں تم اپنی محبوبہ فلورا کے حسن کے اسیر تھے۔ پھر تم ام تمہارے قریب آگئی
''

اور اب اشمار......'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''مجھے ان سب کا اعتراف ہے لیکن یہ
زام نہیں ہیں۔ وہ سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔ جس دن سے یہ خیال دل میں جاگزیں ہوا
ان سے کسی نے میرے نہاں خانہ دل پر دستک نہیں دی۔ یوں میں اپنی اشتہا مٹاتا رہا لیکن
علیحدہ چیز ہے۔ کوئی جذبہ جنس سے آلودہ ہو تو وہ مادی ہوتا ہے۔ یہاں تو تمنا ہی فنا ہونے کی

اور اگر تم اس میں ناکام ہو گئے تو؟'' اس نے ادا سے کہا۔
میں ناکام ہو گیا تو پھر کہاں رہوں گا میرے ساتھ یہ احساس ختم ہو جائے گا۔'' میں نے عزم

لیکن اب میں تمہارے مقابل ہوں۔ میں مقدس اقابلا کی نائب ایک خاص مقصد سے
یہاں بھیجی گئی ہوں۔'' اشمار نے کہا۔
س حکم کا منتظر ہوں۔ میرا ذہنی توازن درست ہے اور میں ہوش و حواس میں تمہاری شیریں

زبان سے لطف اندوز ہونے کے لئے مضطرب ہوں۔ کیا اسے میرے سر کی ضرورت ہے
اسے اپنے جسم سے لٹکا ہوا چاقو دکھا کر کہا۔

''نہیں۔ سنو جابر بن یوسف! تم پر جارا کا کا کی مقدس روح کا سایہ رہے۔ ترا
موت کی بنا پر تم زبردست صدمے سے دوچار ہوئے ہو۔ میں مقدس اقابلا کی طرف سے
ہوں کہ وہ تمہارا درد محسوس کرتی ہے۔ اس کے بعد تم نے تنہائی کی جو زندگی گزاری ہے
نہیں ہے۔ اس علاقے میں ہر دو جنسوں کو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کی اجازت
اقابلا اپنی رعایا کے اس حق کا ہر اعتبار سے تحفظ کرتی ہے۔ ترام کی موت کے بعد تمہاری ز
خلا پیدا ہو گیا ہے تم اسے پورا کر سکتے تھے۔ ویسے یہ خلا پُر کرنا تمہاری مرضی اور پسند پر موقو
تم نے اپنے آپ پر جبر کیا اور اپنے مقصود کی خاطر ترک لذت کا وتیرہ اختیار کیا اس لیے اق
تمہارے پاس بھیجا ہے۔ مقدس اقابلا نے اپنے فرمان کے مطابق مجھے تمہارے پاس اُ
کے لئے مامور کیا ہے جب تک تم کوئی مستقل بندوبست نہیں کر لیتے۔''

''معزز اشار!'' میں نے حیرت سے اشار کے بدن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ''
میرے صبر و ضبط کا امتحان تو نہیں لے رہی ہو! میرے خدا۔ یہ مذاق ہولناک ہے۔''

''نہیں۔ یہ کوئی امتحان نہیں ہے۔ مگر میں تمہارے سفارش نامے کی حیثیت رکھتی ہ
یقین ہے کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔'' اشار کی نگاہوں میں بجلی تھی۔ ''میرا یہ فعل مقدس
حکم کا تابع ہے میں تمہارے تمام نازک احساسات اسے منتقل کروں گی اور تمہاری شیفتگی
بیان بھی کروں گی بشرطیکہ تم اپنے قول کے مطابق اس پر پورے اترے۔''

اشار کی پیش کش حیرت انگیز تھی۔ اس کی دعوت مسترد کرنے کی سکت اب میرے ہاں
مجھے یقین آ گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔ وہ مقدس اقابلا کا نام درمیان میں لا کر غلط
جرات نہیں کر سکتی اور اگر اس نے کی بھی ہے تو میں مقدس اقابلا کے نام پر اس کے قرب کا
ہوں۔ میرا دل اسے آغوش میں لینے کے لیے بے تاب تھا۔ یہ تصور کر کے مجھ پر شادی
کیفیت طاری ہو گئی کہ میرے کثیف کھردرے، سخت ہاتھ اس کے صاف، نرم اور خوبصورت
سے مس ہوں گے۔ میرا خوف کم ہو گیا۔ میں نے اس بار ایک بھرپور نظر اس سر تا پا قیامت کو
اعتبار سے حسن مجسم تھی۔ میں محو نظارہ تھا کہ اشار آہستگی سے بولی۔

''جابر! کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا؟''

''معزز اشار! میری نظریں ایسے نظارے کی عادی نہیں ہیں۔'' میں نے اپنی آنکھیں
کہا۔ ''میں مقدس اقابلا کی نوازشوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ کون تصور کر سکتا ہے کہ مجھ

سعادت نصیب ہو گی۔ تم اس کا تحفہ ہو۔ میں تمہیں سینے سے لگا کر رکھوں گا۔''

''سیدی جابر!'' پہلی بار اشار نے میرے نام کے ساتھ سیدی کہا۔ ''میں نے خود کو تمہاری
کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔''

''شاید میں اندھا ہو جاؤں۔''

''میں تمہیں پھر بصارت دے دوں گی۔ تم خوب صورت باتیں کرتے ہو۔''

''یہ تمہارے حسن کا اعجاز ہے۔''

''میں تمہارے قریب آ رہی ہوں۔'' اشار نے نشیلی نگاہوں سے کہا۔

''میرے حواس تمہارے سپرد ہیں۔'' میں نے اشتیاق سے جواب دیا۔

وہ قریب آ رہی تھی اور میں لرز رہا تھا۔

''جابر بن یوسف!'' اس نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

''اشار!'' مجھے اپنی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''وہ روایت ٹوٹ رہی ہے جو برسوں سے اس علاقے میں رائج تھی۔ قصر اقابلا کی ایک شہزادی
دار کے پہلو میں ہے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''یہ ایک مبارک روایت قائم ہوئی ہے تم اس لذت بے بہا کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ میں ایک
ل ہوں۔ میں نے اس منصب کی تمنا نہیں کی تھی۔''

☆==========☆==========☆

اس نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ میں اپنی جھونپڑی میں اس کی موجودگی کا تذکرہ کسی اور سے نہ
۔ اشار نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آ سکتی۔ مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں

تاریک براعظم کے فسوں کار ماحول میں کوئی امر تعجب خیز نہیں تھا۔ ہر بات ممکن تھی۔ اشار دیر
ا علاقے کی روایتوں کے بارے میں باتیں کرتی رہی اور مجھے ہدایات دیتی رہی پھر شوخی سے
سیدی جابر! تم نے ایک قبیلے کی سرداری حاصل کر کے رتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مقدس اقابلا کی
ہیں تمہیں حاصل ہیں لیکن تم ابھی ایک کمزور آدمی ہو جب تک تم طلسمی علوم پر دسترس حاصل
لیتے اس علاقے میں تمہاری زندگی کے گرد خطرے منڈلاتے رہیں گے۔''

اشار! میں نے اس سلسلے میں کوشش کی تھی لیکن مجھے کوئی اچھا اتالیق نہیں مل سکا۔ اگر تم میرے
اون کرو۔''

صرف چند باتیں۔'' اشار سنجیدگی سے بولی۔ ''مقدس اقابلا کی قربت کے لئے یہاں کے ہر

شخص کو ہر طرح مسلح ہونا پڑتا ہے میں نے بھی مقدس اقابلا کی بارگاہ میں جو منزل حاصل کی امتحانوں کے بعد مجھے ملی ہے۔ میں تمہیں صرف چند باتیں بتا سکتی ہوں لیکن تمہیں یہ علوم سیکھ ایک طویل مدت صرف کرنی پڑے گی۔"

"میں بصد شوق انہیں سیکھوں گا۔"

"جزیرے باگماں میں جانے سے پہلے تمہیں ابتدائی پُراسرار طلسمی علوم سے آگاہ ورنہ تم وہاں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزارو گے۔"

"جزیرہ باگماں؟" میں نے چونک کر کہا۔ "یہ کس جگہ کا نام ہے؟ مجھے وہاں کس لیے گا؟"

"مقدس اقابلا کی حکومت تاریک براعظم کے طول و عرض میں دور دور تک پھیلی جزیرہ باگماں ہمارے ہاں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ہر سردار کو وہاں تربیت حاصل لئے ایک بار ضرور جانا پڑتا ہے۔" اشمار مسکرا کر بولی۔ "چونکہ تم نے اپنی شجاعت اور ذہانت زیر کر کے اقابلا کی خوشنودی حاصل کی ہے اور چونکہ تم نے نامساعد حالات میں غیر معمو ثبوت دیا ہے اور چونکہ تم مقدس اقابلا کے قرب کے سچے شیدائی ہو اس لیے تمہیں بہت جا جائے گا۔"

اشمار مجھے مختصر طور پر جزیرہ باگماں کے متعلق بتانے لگی اس نے مجھے جو باتیں بتائیں کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن میں نے اشمار پر اپنی حیرت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ ہوئی تفصیلات ذہن نشین کرتا رہا۔ میں پورے طور پر اس جزیرے کے متعلق معلومات حا تھا لیکن اشمار یہ موضوع ٹال گئی۔ اس نے کہا کہ ابھی اسے صرف اسی قدر بتانے کی اجازت

دوسرے روز سے اشمار نے کالے علم اور طلسمی اسباق کی ابتدا کی۔

مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کام شدید مشقت' عرق ریزی اور جاں سوزی کے بعد مکمل ہو کے لئے جانوروں کے خون اور دیوتاؤں کی پرستش، مردہ انسانوں کے پنجروں اور کھ استعمال کا ہنر آنا لازمی ہے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ سلسلہ تھا۔ میں کسی ویرانے میں نہیں اشمار نے اس کی ابتدا اور بنیادی عمل سے متعلق چند اسباق رٹا دیئے۔ اتنا ہوا کہ مشکل الفاظ پر چڑھنے لگے اور میں جانوروں کو سدھانے اور انہیں اپنی طرف ملتفت کرنے کا ہنر سیکھ گیا بار میں نے جزیرہ باگماں کا ذکر چھیڑا مگر اشمار نے کوئی توجہ نہ دی۔ میرے لیے زیادہ ا نہیں تھا۔ اشمار سے بے تکلفی ہوئی تو میں نے مقدس اقابلا کے دیدار کے متعلق اپنے اشتیا لیکن اس نے یہ کہہ کر مایوس کر دیا کہ وہ میری کوئی مدد کرنے سے قاصر ہے یہ اقابلا پر

مجھے یہ سعادت بخشتی ہے۔

یزی کے ساتھ اس سے پُراسرار علوم سیکھ رہا تھا اور وہ بڑی تندہی سے مجھے اسرار کی دنیا سے گر رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ ان علوم کی آگاہی کے بعد میں بہتر طور پر اس اجنبی ماحول میں اپنے جا سکوں گا۔ یہ علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ قبیلے کے کاموں میں میری دلچسپی بدستور قائم تھی جب میرا کوئی محافظ یا سردار ملنے آتا تو وہ اشمار کی موجودگی سے لاعلم ہوتا۔

گیارہویں روز فزارو نے مجھے صبح ہی صبح ایک ایسی خبر سنائی کہ میں غصے سے تلملا اٹھا۔ فزارو کی اطلاع مجھے اشمار نے دی تھی۔ میں جھونپڑی سے باہر گیا تو فزارو دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ مجھے ہی بولا۔ "معزز سردار جابر! کل رات ایک اجنبی شخص نے ایک جرم کیا ہے۔ اگر فوراً ہی اس کا نہ کیا گیا تو قبیلے کی زندگی کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔"

"مجھے تفصیل سے آگاہ کرو؟" میں نے اس سے حکمیہ کہا۔

"معزز سردار! کل شام ہمارے قبیلے میں ایک اجنبی شخص ظاہر ہوا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اسے اقابلا کی اعانت حاصل ہے اس لیے میں نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا مگر اس کے بعد نے جو حرکت کی، وہ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ نووارد جارا کا کی مقدس روح کے معتوب مہمان سرنگا کی لڑکی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا اور اب وہ کسی قیمت پر اسے آزاد کرنے کے لئے نا ہے۔ میں اس وقت یہی اطلاع دینے آیا ہوں۔"

"فزارو! کیا تمہاری اطلاع درست ہے کہ وہ سریتا کو لے گیا ہے؟ کیا ہمارے انسداد جرائم کے نے اس شخص کی کھال نہیں اُدھیڑ دی، میں پوچھتا ہوں کہ یہ کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟" میں نے میں آ کر کہا۔

"ہم نے اپنی سی کوشش کر لی ہے۔ نووارد سرکشی پر آمادہ ہے۔ اس کے ہاتھ پر مقدس اقابلا کی ن ہے۔ اس نے ہمارے احکام ماننے سے انکار کر دیا اور ہم قانوناً اس کے خلاف کوئی جارحانہ ائی نہیں کر سکتے۔" فزارو نے نگاہیں نیچی کر کے کہا۔ "وہ کہتا ہے کہ میں مقدس اقابلا کے سوا کسی ائے جواب دہ نہیں ہوں۔ میں نے اسی لیے یہ اطلاع تم تک پہنچائی ہے۔"

وہ سریتا جسے میں نے ایک بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر کالاری سے حاصل کیا تھا اور شوالا کو شکست کے بعد فلورا کے بجائے اسے طلب کیا تھا۔ اس سرو قد خوبصورت ہندی دوشیزہ پر دوبارہ جبر کی ن کر مجھے سخت غصہ آیا۔

وہ میرے دوست میرے ساتھی سرنگا کی لڑکی تھی۔ سریتا اب پھر مصیبت میں گرفتار تھی۔ میں یچ و تاب کھاتا ہوا اسی لمحے فزارو کی قیام گاہ کی سمت چل پڑا۔ فزارو معمر ہونے کے باوجود

میری برق رفتاری کا ساتھ دے رہا تھا۔ ہم جلد ہی اس جھونپڑی تک پہنچ گئے جس کے درواز
لمبا تڑنگا سیاہ فام شخص نیزا لیے کھڑا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ اپنے قبیلے میں پہلی
ایک ایسا شخص نظر آیا تھا جس کے جسم کے زیریں حصے سبز پتوں نے ڈھانپ رکھے تھے۔ اس
سینے پر سپید رنگ سے کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی شکل بنی ہوئی تھی۔ جب میں نے اس کی
طرف دیکھا تو حیرت دوچند ہوگئی اس کی آنکھوں کی جگہ دو ویران گڑھے نظر آرہے تھے۔ وہ قط
نابینا ہونے کے باوجود بڑے محتاط انداز میں جھونپڑی کے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے فز
پوچھا۔ ''یہ کون سی مخلوق ہے؟''

''معزز سردار! پہرے دار صبح تک یہاں موجود نہیں تھا لیکن اب اس کی موجودگی میں ہم
کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اقابو کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ نووارد کو ہماری عظیم الرتبت
تحفظ حاصل ہے۔'' فزارو نے سراسیمگی سے کہا۔

''اقابو؟ یہ کیا بلا ہے۔ کیا یہ ایک سردار کا راستہ روکنے کی ہمت کرے گا؟ آج سے پہلے
کوئی ایسا شخص اپنے قبیلے میں نہیں دیکھا۔'' میں نے اس سے وضاحت چاہی۔ ''کیا یہ نابینا
خاص فرقے سے متعلق ہے؟''

''معزز جابر! اقابو ان تمام افراد کا نام ہے جو مقدس اقابلا کے محافظ دستے میں شامل
اقابو کے سینے پر کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی تصویر کندہ ہوتی ہے۔ اقابو دستے کے سردارو
پر مگرمچھ بنے ہوتے ہیں، مقدس اقابلا کے حکم کے مطابق قبیلے کا کوئی فرد کسی اقابو سے
جرأت نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر کسی کو اس سے کوئی شکایت ہو تو وہ اپنی شکایت مقدس حکمران تک
ہے۔'' فزارو یہ تفصیل بتاتے ہوئے ایک ثانیے ٹھہرا پھر آہستہ سے بولا۔ ''پہلے کوئی اقابو
ہوتا تھا لیکن ایک بار ایک سرکش اقابو نے، دیوتا مجھے معاف کریں، مقدس اقابلا کو گستاخ ن
دیکھنے کی ناقابل معافی حرکت کی تھی۔ عظیم ملکہ کا جاہ و جلال تا ابد سلامت رہے، اس نے ا
اقابوؤں کی آنکھیں نکلوا دیں مگر انہیں دوسری غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت کر دی گئیں،
استعداد تیز کر دی گئی اور انہیں ایسی سوجھ بوجھ سے نواز دیا گیا کہ ہر اقابو نابینا ہونے کے
زیادہ زیرک، طاقت ور اور دُور اندیش ہوتا ہے۔ یہ ہوا کی آہٹ پر صحیح صحیح نشانہ لگانے کے
ہیں۔''

''کیا اقابو قبیلے کے سردار زیادہ بلند رتبے کے مالک ہوتے ہیں؟'' میں نے ف
دریافت کیا۔ مجھے محتاط رہنا ضروری تھا۔ مقدس اقابلا کی مداخلت بے وجہ نہیں ہوسکتی تھ
موجودگی کا مطلب یہ تھا کہ سریتا کو اغوا کرنے والا شخص یقیناً کوئی خاص مقام رکھتا ہوگا۔

''کوئی اقابو قبیلے کے سرداروں سے بلند مرتبہ نہیں رکھتا مگر اُن کے اختیارات بہت وسیع ہوتے
فزارو نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''تم ایک سردار کی حیثیت سے اقابو
دگی کے باوجود جھونپڑی میں جاسکتے ہو۔ نووارد سے گفتگو کرسکتے ہو لیکن سریتا کو اقابو کی
گی میں آزاد نہیں کرا سکتے۔''

جھونپڑی سے میرا فاصلہ آٹھ گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید میں واپس چلا آتا
ریتا کا معاملہ تھا۔ میں نے کچھ سوچنے کے لئے لمحے بھر اپنی آنکھیں موندیں۔ پھر فزارو کو رکنے
رہ کر کے آگے بڑھا۔ اقابو کسی مجسمے کی طرح دروازے پر ایستادہ تھا۔ میں جیسے ہی تین گز کے
پر پہنچا، اقابو نے بلا کی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور نیزا میری سمت تان کر کھڑا ہوگیا۔ جیسے وہ میری
صحیح نشانہ باندھنے کا نقطہ تلاش کر رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کی کرخت آواز بھرائی۔ ''سیکھائی
وروگی شابوغوغا مالارا'' (تم کون ہو؟ تمہاری آمد کا مقصد ہے؟ جواب دو، ورنہ میں دیوتاؤں
ے تمہیں ہلاک کر دوں گا)

''میں اس قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں اور اس شخص سے باز پُرس کرنے آیا ہوں
نے ہمارے قبیلے کی ایک معزز لڑکی کا اغوا کیا ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔
اقابو نے جلدی سے نیزا نیچے کر لیا اور با ادب بولا۔ ''سیکوگوی لالارا، آہوشوشاباگو (میں معافی کا
ار ہوں، تم اندر جاسکتے ہو)

میں اقابو کے قریب سے گزرتا ہوا جھونپڑی میں داخل ہوا تو مجھے ایک اشتعال انگیز منظر نظر آیا۔
یال کے بستر پر پڑی اپنی حفاظت کی جدوجہد کر رہی تھی اور گندمی رنگ کا شخص اس پر تسلط جمائے
ی بھرپور کوششوں میں مصروف تھا۔

مجھ سے سریتا کی یہ بے بسی نہ دیکھی گئی۔ مجھ پر جنون طاری ہوگیا اب تک وہ اس علاقے میں
رہی تھی، کسی پھول کی طرح پاک و صاف اور وہ اس وقت بھی شدید مزاحمت کر رہی تھی۔ میں
مگر یہ ناقابل برداشت منظر دیکھتا رہا پھر میں نے گندمی رنگت کے آدمی کو للکارا۔ وہ سریتا کو
تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا پھر ہم دونوں کی نظریں ملیں تو بہت سے سلسلے مل گئے۔ دونوں نے ایک
کو تعجب سے دیکھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی میرا جسم رنگا ہوا تھا لیکن ہمیں ایک دوسرے کو
کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ وہ ڈاکٹر جواد تھا۔ ڈاکٹر جواد اس خطرناک مہم میں میرا
تھا جس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا اور جزیرہ توری کے ایک طبیب نے اس کے دماغ میں میخیں
طول بھرا تھا۔ وہ ایک عرصے سے مجھے نہیں ملا تھا کئی بار میرے دل میں آئی کہ اس کے متعلق
ت کروں لیکن میں اپنی مصروفیتوں میں گھرا رہا۔ مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ صحت مند ہوتا جارہا

ہے وہ میرے اور شوالا کے قبیلے کی حدود سے دُور ایک غیر جانبدار علاقے میں مقیم تھا۔ وہاں سر برآوردہ افراد کا قیام تھا۔ ہم لوگ بھی شروع میں وہیں قید تھے، وہ مجھے عجیب نظروں تھا۔ پھر جواد نے گفتگو میں پہل کی۔ ''آہا۔ جابر بن یوسف الباقر! میرے دوست۔ خوش آ

''ڈاکٹر جواد۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''ایک عرصے بعد تمہیں تندرست دیکھ خوشی حاصل ہوئی ہے لیکن یہ لڑکی......'' میں سریتا کی جانب اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہتا جواد نے بڑی تیزی سے میری بات کاٹ دی۔

''یہ سریتا ہے سیدی جابر! اس بوڑھے ہندی سرنگا کی لڑکی جس نے لائف انسانوں کا گوشت کھانے کے بجائے موت کو ترجیح دی تھی۔ وہ بوڑھا بے وقوف......'' ہوئے بولا پھر سہمی ہوئی سریتا کی طرف ہوسناک نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''یہ لڑکی مجھے میں پسند آ گئی تھی۔ کل رات میں اسے ہندی بوڑھے سرنگا کی جھونپڑی سے کھینچ کر لے آ لڑکی ابھی تک سرکشی پر آمادہ ہے۔ میں رات سے اسے ہموار کرنے کی کوشش کر رہا سرکشی، مزاحمت اور جدوجہد مجھے پسند ہے۔ اس کی وحشیانہ حرکتیں مجھے ایک نئے لطف ہیں۔ ارے رے۔ تم کھڑے کیوں ہو میرے دوست جابر؟ آؤ بیٹھو۔ کچھ اپنی کہو۔ کچھ بلاشبہ ایک عرصہ بعد مل رہے ہیں۔''

''شاید تمہیں معلوم ہو کہ تم اس وقت جس قبیلے میں موجود ہو اس کا سردار میں اقابلا کی عنایتوں نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔'' میں نے اپنے بارے میں مختصر طور پر قدرے درشت لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''مجھے اس بات کی اطلاع کچھ دیر پہلے ہی مل بوڑھے سرنگا کی بیماری اور اس پر نازل ہونے والے جارا کا کے عتاب سے فائدہ اٹھا لڑکی کو اغوا کر لیا ہے حالانکہ وہ تمہارا ساتھی تھا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو اس میں محبوس ہو گئے ہیں۔''

''سیدی جابر!'' جواد نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تو گویا تم ایک سردار کی حیثیت ہو؟ میرا خیال تھا کہ میں اپنے ایک بدنصیب ساتھی سے ملاقات کر رہا ہوں۔ تم تو رہے ہو جہاں عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے دور رکھا جاتا ہے۔ میرے عزیز چاہتا ہوں کہ یہاں کی اقدار مختلف ہیں۔ یہاں وہ حماقتیں نہیں کی جاتیں جو ہماری سوسائٹی میں کی جاتی ہیں۔''

''ڈاکٹر جواد...... لیکن یہ قبیلے کی کسی دوشیزہ کا معاملہ نہیں ہے، یہ ایک ایسی لڑکی اُسی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے جہاں دوسرے انداز سے سوچا جاتا ہے۔ بہرحال

جلد تم میری آمد کا...... مقصد سمجھ گئے۔'' میں نے ناگواری سے کہا۔ ''ہم نے جس بدقسمت جہاز پر کے نائب کپتان نے مجھے بتایا تھا کہ تم ایک ذہین اور معاملہ فہم شخص ہو۔ میں تمہارے کسی سکتا ہوں تو مجھے بتاؤ۔''

''جابر! سیدی جابر۔ تم سریتا کے معاملے میں اتنے سنجیدہ کیوں ہو؟ کہیں تمہاری کوئی وابستگی تو میں نہیں آ رہی ہے؟ بہتر ہوگا کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح سریتا کی ذات کے بجائے کسی اور گفتگو کریں۔ یہ دوشیزگی، عصمت، پاک بازی، عزیز از جاں یہ سب مہمل الفاظ ہیں۔ تم ان کے معانی جانتے تھے۔ یہاں ایسے لفظ ایجاد ہی نہیں ہوئے ہیں۔'' ڈاکٹر جواد نے ہنستے کہا۔

''یہ سرنگا کی لڑکی ہے ڈاکٹر جواد! سرنگا نے ایک موقع پر میری جان بچائی تھی۔ وہ میرا محسن ہے۔'' میں اکتاہٹ سے بولا۔ ''یوں بھی ایک قبیلے کے سردار کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں تمہارے چنگل سے آزاد کراؤں۔''

''بخدا تم کچھ نہیں جانتے۔'' ڈاکٹر جواد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ ''تم بھول رہے ہو۔ تم بھی نہیں کر سکتے۔ مگر ٹھہرو۔ تمہیں میرے بارے میں تفصیل سے معلوم نہیں ہے۔ فی الحال میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں اقابلا کی سلطنت میں ایک نہایت اہم شخص ہوں۔ میں اتنے دنوں تم سے اس لیے دور رہا کہ یہاں کے مختلف جزیروں میں جڑی بوٹیوں پر تحقیقات کر رہا تھا۔ مقدس اقابلا نے مجھے طبیبوں کی ایک خاص جماعت کا رکن بنایا ہے۔ یہاں طبیبوں کو خاص مراعات حاصل ہیں۔ وہ ایک بلند مرتبت شہری ہیں۔ میں جزیرہ توری، جزیرہ سولا اور جزیرہ امسار کا سفر کر آیا ہوں اور تینوں جزیروں کی کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی وابستگی کا ذریعہ بنا سکتا ہوں جو کسی کی تحویل میں نہ ہو، یا کسی سردار سے متعلق نہ ہو۔ سریتا کو بھی میں نے مقدس اقابلا کی عنایت کردہ رعایتوں کے تحت حاصل کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو براہ راست مقدس اقابلا سے میری شکایت کر سکتے ہو۔''

جی میں آئی کہ گزشتہ دنوں اشمار نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اس علم کی مدد سے اس گستاخ شخص کی زبان بند کر دوں لیکن یہ جلد بازی کا موقع نہیں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس سرزمین پر ڈاکٹر کو بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے، ویسے بھی ڈاکٹر جواد سے کوئی جھگڑا مول لے کر میں مقدس اقابلا کے قہر کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پھر بھی یہ کیسے ممکن تھا کہ میں سریتا کو اس وحشی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ میں کچھ دیر گم صم کھڑا رہا۔ پھر سرد آواز میں بولا۔ ''مقدس اقابلا کی جانب سے یہ تمہارا استحقاق ہے تو میں ایک دوست کی حیثیت سے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم سریتا کی خواہش سے دست بردار ہو جاؤ۔''

"سیدی جابر! تم دوستی کا واسطہ دے رہے ہو مگر خود دوستی کے منافی اقدام کر رہے
ہندی دوشیزہ پر عرصے سے میری نظر تھی۔ اس کی ملاحت اور صباحت نے مجھے بڑا متاثر کیا
رات بھی تمہارے چند آدمیوں نے مجھے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی میں نے انہیں دھتکار
خلل اندازی کے پیش نظر میں نے اپنی حفاظت کے لئے مقدس اقابلا سے درخواست کر کے ا
کو باہر تعینات کرایا ہے۔ اسی بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اس لڑکی کے لئے کس قدر سنجید
میں سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے کے طلسمی جال میں پھنسنے کے بعد یہ ایک بہترین انعام ہے
میری جگہ ہوتے تو ایسی شاداب لڑکی کو چھوڑ دیتے؟ کبھی نہیں جابر کبھی نہیں۔"

ڈاکٹر جواد کسی طرح میری بات ماننے پر آمادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر جواد کا جواب م
لیکن میں آسانی سے اس کی بات کیسے مان لیتا؟ چنانچہ میں نے ایک آخری کوشش کی۔ میں
"اگر تم چاہو تو میں تمہیں سریتا سے زیادہ نوخیز اور حسین لڑکیاں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن تمہیں
درخواست پر سریتا کو آزاد کرنا ہوگا۔"

"تمہارا لہجہ تحکمانہ ہے۔" ڈاکٹر جواد نے زہر خند سے جواب دیا۔ "یہ مژدہ میرے لیے
جاں ہے کہ تم ایک قبیلے کے سردار ہونے کی حیثیت سے میرے لیے خوب صورت لڑکیاں فراہ
ہو۔"

ڈاکٹر جواد نے براہ راست میری تذلیل کی تھی۔ میرے وقار پر حملہ کیا تھا اور میرا پندار مج
تھا۔ قریب تھا کہ میں غصے کی انتہا میں کوئی خطرناک قدم اٹھا بیٹھتا کہ میرے گلے میں پڑی
میرے سینے میں چبھنے لگی۔ یہ مالا مجھے کاہن اعظم نے تحفے میں دی تھی۔ مالا کی چبھن کے ساتھ
سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔ "سیدی جابر! تمہارا کوئی بھی اقدام تمہاری بربادی کا آغا
ہے۔ سریتا کو بچانے کی کوشش میں تمہارا اقتدار بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔"

یہ سرگوشی سن کر مجھے اچانک ہوش آ گیا۔ میں نے بے بسی سے سریتا کی جانب دیکھا۔

دل پر جبر کر کے میں نے جواد سے کہا۔ "ڈاکٹر! میں نہایت افسوس کے ساتھ واپس
ہوں۔ تم نے میری درخواست رد کر کے مجھے شدید دکھ پہنچایا ہے۔" یہ کہہ کر میں فوراً جھونپڑی
آ گیا۔ اقابو بڑی مستعدی سے اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔

فزارو باہر میرا منتظر تھا۔ "معزز سردار! کیا نو وارد نے تمہارے حکم کا احترام نہیں کیا؟"
مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ نو وارد نہیں ہے۔ میرا پرانا دوست ڈاکٹر جواد ہے۔ وہی ڈاکٹر جس کے پاگل پن
کیا گیا تھا۔" میں نے بمشکل اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "سریتا کو اس [illegible]

لئے حاصل کیا ہے وہ اس میں حق بجانب ہے۔ مقدس اقابلا نے اسے خاص مراعات دے رکھی
ہیں۔"

فزارو میرا جواب سن کر مطمئن ہو گیا اور میرا اشارہ پا کر چلا گیا۔ مجھے کسی پل قرار نہیں تھا۔ آہ بے
چارہ سرنگا۔ وہ سرنگا اب خاموش پڑا تھا جو سریتا کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ کیا اس
کی پراسرار دیوی کا گزر اس علاقے میں ممکن نہیں ہے؟ وہ نازک اندام لڑکی سریتا۔ میں نے اسے کتنی
بار بچایا؟ لیکن اس کی قسمت میں رسوائی لکھی تھی۔ میں سرنگا کے پاس جانے سے گریز کر رہا تھا لیکن
میرے قدم غیر اختیاری طور پر اس کی جھونپڑی کی جانب بڑھنے لگے۔ میں اظہار غم کرنا چاہتا تھا۔
جب میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو سرنگا قدرے بہتر حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے معنی خیز
مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اس وقت بھی وہ بے حد پُراسرار نظر آ رہا تھا۔ غصے یا انتقام کی
کوئی علامت سرے سے موجود نہیں تھی۔ بظاہر وہ بڑا پُرسکون معلوم ہو رہا تھا۔ "آؤ آؤ سیدی جابر!"
اس نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ تم پُرسش حال کے لئے میرے پاس آؤ گے۔"

"سرنگا!" میں نے اداسی سے کہا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے۔"

"کاہے کا افسوس سیدی؟" سرنگا نے بے نیازی سے کہا۔

"کیا تمہیں سریتا کے بارے میں علم ہو چکا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے ہاں۔" سرنگا کی آواز میں رعشہ آ گیا۔ "مجھے سب کچھ معلوم ہے کہ وہ کن حالات سے
دوچار ہے اور کس آزمائش سے گزر رہی ہے مگر وہ میری بیٹی ہے۔"

"میں ابھی ڈاکٹر جواد کے پاس سے آیا ہوں۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

"تم نے برا کیا سیدی!" سرنگا نے تیزی سے کہا۔ "تمہیں ڈاکٹر جواد کے پاس نہیں جانا چاہئے
تھا مگر ٹھہرو۔ کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ڈاکٹر جواد کو مقدس اقابلا کا تحفظ حاصل
ہے؟"

"مجھے جواد کی زبانی حالات کا علم ہو چکا ہے۔"

"آنکھیں کھلی رکھا کرو سیدی!" سرنگا نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ "اگر سریتا کے علاوہ
میرے پاس کچھ اور ہوتا تو میں اسے بھی مقدس اقابلا کے حکم پر قربان کر دیتا۔ مقدس اقابلا ہم پر مہربان
ہے۔ وہ عظیم اور قابل پرستش ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ بھی ہمارے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھتا
ہے۔"

سرنگا کا جواب سن کر مجھے حیرت ہوئی میں اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹ مرتعش
ہو گئے۔ اس کی آنکھیں [illegible] کے بعد جب وہ دوبارہ کھلیں تو اس نے تین بار دائرے

کی صورت میں انہیں گھمایا اور سرگوشی میں بولا۔ ''سنو سیدی...... کچھ پتہ نہیں کہ حالات کیا خطر
صورت اختیار کرلیں۔ تم سریتا کی طرف سے مطمئن رہو۔ جب تک سرنگا زندہ ہے، سریتا محفوظ
ہاں تم محتاط ہونے کی عادت ڈالو۔ اشمار بے وجہ تمہارے پاس نہیں آئی ہے۔ تم ایک سخت امتحان
گزر رہے ہو تمہیں کسی بھی لمحے جزیرہ باگمان جانے کا حکم مل سکتا ہے۔ وہاں تمہیں عجیب و غر
حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم ان کا تصور بھی نہیں کرسکتے مگر پریشان ہونے کے بجائے ثابت ق
رہنا۔ جارا کا کا کی روح نے مجھے جس عذاب سے دوچار کیا ہے، اس کے ختم ہونے میں صرف چند
باقی ہیں، تم نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ہے۔ بوڑھے سرنگا کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں
ایک بات اور ذہن نشین کرلو، سمورال کی دی ہوئی مالا کی حفاظت تمہیں اپنی جان سے زیادہ کرنا ہ
اور......''

اور اس سے پہلے کہ سرنگا اپنا جملہ مکمل کرتا، ہوا کا اتنا شدید اور خطرناک ریلا آیا کہ سرنگا کی پ
جھونپڑی لرز اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے سرنگا کے ہونٹ ہلے، اس نے پھر نظریں گھمائیں اور موضوع ب
کر اونچی آواز میں کہنا شروع کردیا۔ ''وہ عظیم ہے۔ اس کی عظمتیں بے پناہ ہیں۔ جس نے ا
پالیا۔ اس نے سرخوشی پالی۔ وہ تاریک براعظم کی حکمراں ہے۔ اس محترم و مقدس دیوی کی نوازشیں ت
قائم رہیں، سریتا کے لئے تمہاری پریشانی بے سود ہے۔ میں اسے مقدس اقابلا کے قدموں پر قربا
کرسکتا ہوں۔''

میں سرنگا کی تبدیلی حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سراپا عجز و نیاز بنا ہوا تھا
جھونپڑی کی لرزش میں سکوت آگیا تھا۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ اشمار میری نظروں کے سامنے نمو
ہوئی اور مجھے مخاطب کرکے پُروقار انداز میں کہنے لگی۔ ''تمہاری خواہش پہنچا دی گئی تھی۔ تمہارے۔
یہ مژدہ ہے کہ مقدس اقابلا نے تمہیں شرف باریابی عطا فرمایا ہے لیکن خبردار اپنے ہندی دوست۔
سامنے زبان نہ کھولنا میرے ساتھ چپ چاپ جھونپڑی سے باہر نکل چلو۔''

''مجھے مقدس اقابلا سے تمہاری عقیدت دیکھ کر خوشی ہوئی۔'' میں نے دھڑکتے دل سے سرنگا
مخاطب کیا۔ ''میری دعا ہے کہ تم اس کی نوازشوں سے سُرخ رو ہو۔''

پھر میں نے سرنگا سے اجازت طلب کی اور جھونپڑی سے باہر آگیا۔ اشمار میرے ساتھ تھی۔
چند کہ اشمار نے مجھے میرے محبوب میری ملکہ اقابلا کی قدم بوسی کا مژدہ سنایا تھا لیکن میرا دل انجا
وسوسوں سے دھڑک رہا تھا۔ اشمار کا بے نیاز لہجہ ذہن میں تکدر پیدا کررہا تھا۔ اقابلا کے دیدار کی
خوشی معدوم ہوتی جارہی تھی جو مجھے شدت سے تھی۔ اقابلا۔ میں اپنی محبوب کے پاس جارہا تھا، می
تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ کے حضور جارہا تھا۔ سرنگا کے الفاظ میرے کانوں میں گونج ر

پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بادلوں میں گھر گیا ہوں۔ میں نے اشمار کو فضا میں تحلیل
ہوتے ہوئے محسوس کیا مجھے یوں گمان ہوا جیسے ہر طرف سیاہی کا طلسم موجود ہے اور میری آنکھوں نے
دیکھنا بند کردیا ہے، میرے کانوں نے سننا موقوف کردیا ہے۔

☆==========☆==========☆

مجھے محسوس ہوا کہ اُس کا نرم و نازک ہاتھ میری گرفت میں ہے۔ میرے حواس میرا ساتھ چھوڑ
رہے ہیں۔ میں فضاؤں میں سفر کررہا ہوں۔ پری جمال اشمار میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے تاریک
براعظم کے سب سے حسین وجود لیکن باجبروت اور مطلق العنان اقابلا کی بارگاہ میں لے جارہی ہے۔
اقابلا کے جمال کا خیال آتے ہی ایک عجیب نشہ سا طاری ہوگیا تھا۔ میں اس کے پاس جارہا تھا جس
کے بارے میں سوچنا ہی میرا کام رہ گیا تھا۔ جس نے مجھے سب کچھ بھلانے پر مجبور کردیا تھا لیکن ان
لطیف احساسات کے پہلو میں خوف بھی کہیں چھپا ہوا تھا۔ یہ خوف کہ میں ایک غلام، ایک اجنبی، ایک
محکوم، ایک مجرم ایک بہت ہی حقیر شخص ایک شہنشاہ، ایک حاکم، ماورائی طاقتوں کی امین، اس علاقے
کی سب سے اہم شخصیت کی خدمت میں لے جایا جارہا ہوں۔ اس کے لئے میرے دل کی یہ شدتیں
اس کی توہین کا سبب تو نہیں بن رہی ہیں؟ کیا ایک محکوم کو اقابلا کی طلب کا خیال دل میں لانا چاہئے؟
میں سوچ رہا تھا۔ شاید میں نے اس کی عظمت و شوکت پوری طرح اپنے دل و دماغ میں نقش نہیں کی مگر
مجھے خود پر قابو ہی کب تھا؟ جب زندگی میں حوادث ہی مرقوم ہیں تو میں انہیں کس طرح مٹا سکتا ہوں۔
جو ہوگا اُسے ہونے دیا جائے۔ اس اشتیاق کا اگر یہی حال ہے تو کچھ برا نہیں۔ جابر بن یوسف الباقر
عشق میں ہلاک ہوگیا اور کس کے عشق میں؟ اس کے عشق میں، عام انسانی ذہن جس کے جمال کے
تصور تک سے عاری ہے۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ حسن کی یہ منزل بھی ہوسکتی ہے؟ میں اس کے تصور میں
گم تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس کے تصور میں ہوش کا کیا سوال؟

جب اشمار کے مرمریں ہاتھ کا دباؤ بڑھا تو میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ میں اقابلا کے قصر
میں کھڑا تھا۔ وہاں حسب معمول حسین و جمیل مناظر اور دوشیزائیں ہماری پذیرائی کے لئے موجود
تھیں۔ اشمار جو بلاشبہ ان سب میں یکتا تھی وہ اس رنگین ہجوم سے مجھے گزار کر آگے کی طرف بڑھ رہی
تھی۔ میں کسی بارونق بازار سے گزرنے والے راہ گیر کی طرح ان دمکتے اور چمکتے ہوئے چہروں پر
سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وہ سب اشمار کے سامنے خمیدہ ہوئی جارہی تھیں۔ میں نے احتیاط
اور اعتدال خود پر طاری کیا۔ اشمار بڑی بے نیازی سے میری رہنمائی کا فرض انجام دے رہی تھی۔ میں
یک سو ہوکر اس کی پیروی کرنے لگا۔ ہم مختلف شیش محلوں، طلائی ایوانوں اور ناقابل بیان عجائب
کدوں کی کہکشاں سے گزر رہے تھے۔

چاروں طرف دلنواز موسیقی ساعت میں رس گھول رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے در
سے دل نشیں نغمے پھوٹ رہے ہوں۔ میں اس قصر کا تفصیلی ذکر پھر کسی موقع پر کروں گا۔ بہت
اُس خصوصی نشست گاہ میں پہنچ گئے جہاں ذی حشم اقابلا مجھے باریابی کے شرف سے نوازنے وا
یہ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس کی دیواریں رنگا رنگ روشنیوں سے معمور تھی۔ یہاں پہنچ کر آ
اور جانے کی تمنا کرنے کے لائق نہیں رہتا۔ یکا یک دیواروں سے نقرئی گھنٹیوں کا ایک کیف آ
اُبھرا۔ میری سماعت اس ساز سے نامانوس نہیں تھی پھر بھی میں گویا کسی خواب سے چونک پڑا۔
تمام راستے میرے آگے آگے چلتی رہی تھی اب وہ میرے سامنے نہیں تھی۔ میں گھبرا کر مڑا
اضطراب کے عالم میں چاروں طرف دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اشمار کہیں موجود نہیں تھی
میں پہلی مرتبہ ژولین کے ساتھ اس طلسم خانے میں آیا تھا تو ژولین ہال کے باہر کہیں معدوم ہو گ
مگر آج اشمار باہر رکنے کے بجائے میرے ساتھ اندر آئی تھی بلکہ اس نے مجھ سے پہلے ہال میں
رکھا تھا۔ میں نے مزید سوچنے کا ارادہ ترک کیا اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے خو
کرنا شروع کر دیا۔ نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی بلند آہنگ ہو گئی۔ ساتھ ہی ایک نسوانی ہیولا کسی
طرح گویا آسمان سے وارد ہوا اور میرے عین مقابل کوئی دس گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ میں
اشتیاق میں آنکھیں پٹ پٹا کر اسے دیکھا۔ ہیولا لمحوں میں واضح ہو گیا۔ وہ اقابلا نہیں تھی۔ اش
بالکل نئی اشمار، تر و تازہ اشمار، اس کا بدن اب اوپر سے نیچے تک سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا
پھول بدن سے اُگ رہے ہوں، جیسے کسی چمن نے ایک بدن کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اس کے
سے فضا میں ایک عجیب خوشبو پھیل گئی۔ ان پنکھڑیوں میں وہ نازنین پرستان کی شہزادی معلوم
تھی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی اشمار ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے ساتھ تھی وہ وہی تھ
سب کچھ وہی تھا مگر وہ بہت نئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی غزالی آنکھوں میں کچھ اور نشہ آور شراب
رہی تھی۔ میں وہاں کے آداب سے غافل نہیں تھا۔ پھر بھی بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ ''اشمار
اشمار کی نیل گوں آنکھوں سے بے اعتنائی ہویدا تھی۔ وہ اس طرح مسکرائی جیسے کوئی کسی
بات پر ہنس پڑے۔ میں نے بیتاب ہو کر کہا۔ ''اشمار! میری نگاہیں تمہیں تلاش کر رہی تھیں۔ تم
اچانک غائب ہونے کے بعد میرا اضطراب سوا ہو گیا تھا۔ تم اتنے دنوں میرے ساتھ رہی ہو
تمہارے بغیر نامکمل ہوں، اب اس وقت اس کے سامنے تمہارا رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ
میری ترجمان ہو۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس کی طلب میں کس قدر صادق ہوں۔ میری گزار
کہ تم یہیں رہو ورنہ اُس کے سامنے میری زبان نہ کھل سکے گی۔''

''تمہاری نظریں جس اشمار کو تلاش کر رہی ہیں، وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس دوشیزہ نے

از میں کہا۔ ''اشمار میری پیش رو تھی۔ مقدس اقابلا نے اسے ایک عرصے کے لئے تمہارے سپرد کر دیا
اب مقدس اقابلا کی نیابت کے فرائض میں انجام دیتی ہوں۔''

میں حیران رہ گیا۔ دو جڑواں بہنوں میں بھی کبھی ایسی زبردست مشابہت نہیں سنی تھی۔ مجھے
نہیں آتا تھا کہ یہ لڑکی سچ بول رہی ہے لیکن یہاں کی ہر بات پر بے چون و چرا یقین کرنے ہی
سلامتی تھی۔ میں نے اپنا سر جھکا لیا اور نہایت ادب سے بولا۔ ''لائق صد احترام اقابلا کا پرستار،
کا غلام حاضر ہے۔ میرا خنجر اپنا خون پیش کرنے کے لئے مضطرب ہے، میں حکم کا منتظر ہوں۔ مجھے
خدمت کے لئے طلب کیا گیا ہے؟''

اُس نے ایک بھرپور نظر سے مجھے سرتا پا دیکھا۔ ''جابر بن یوسف! وہ یہاں ابھی جلوہ گر ہونے
ہے۔ میں تمہیں تنبیہہ کرتی ہوں کہ تم اپنے اعصاب پر قابو رکھنا۔'' یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا۔
رے ہی لمحے ایک بلوریں جام اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس نے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے
م جھکا کر اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور دوسری ہدایت کا منتظر رہا۔ ''اسے پی جاؤ۔'' اس نے
ردن جھٹک کر تمکنت سے کہا۔

میں نے فوراً اسے حلق میں انڈیل لیا۔ اس مشروب کے ذریعے سے میں پہلے بھی لطف اندوز
چکا تھا۔ مجھے اچانک محسوس ہوا جیسے میرا سارا جسم ہلکا ہو گیا ہو۔ میری نظروں میں ارتعاش سا پیدا ہوا
پھر وہی کیفیتیں مجھ پر غلبہ پانے لگیں جن کا تجربہ اس سے پہلے بھی مجھے ہوا تھا۔ وہی بادل، وہی
نے، وہی روشنیاں، مشروب حلق میں اترنے کے کچھ دیر بعد تک میری اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔
لمحوں بعد ہال میں اچانک سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ روشنیاں جھلملانے لگیں اور
سا محسوس ہوا جیسے خورشید جہاں تاب کروڑوں میل دور سے اتر کر زمین پر آ گیا ہو۔ میری آنکھیں
دھیا گئیں۔ جب صورتحال معمول پر آئی تو وہ ایک زرنگار تخت پر اپنے تمام کروفر اور طمطراق کے
اتھ جلوہ افروز نظر آئی۔ میری ذات باقی نہیں رہی تھی میں اس کے حسن میں جذب ہو گیا تھا۔ حیرت
بات یہ تھی کہ اقابلا کا تخت زمین پر کوئی تین فٹ اونچا خلا میں معلق تھا۔ اقابلا کی نائب سربسجود
چکی تھی۔ میں نے بھی گردن جھکانا چاہی لیکن اس طرح میں اُس کے جلوے سے محروم ہو جاتا۔ اس
لئے میں سینہ تانے کھڑا رہا۔ میں نے سوچا، زیادہ سے زیادہ موت کا حکم صادر ہو گا۔ اُسے دیکھنے کے
میرے قدم زمین پر مضبوطی سے جم گئے۔ میں نے اپنا دل قوی کیا کہ میرا مطلوب دنیا کی سب
سے نادر شے ہے۔ وہ تاریک براعظم کی ملکہ اقابلا تھی۔ اس کی مقناطیسی نگاہوں میں جنبش ہوئی۔ میں
رز گیا اور میں نے چور نظر سے اس کا سراپا اپنے قلب و نظر میں سمونے کی کوشش کی۔ اس کا ریشمیں
ران سبز پتوں اور پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے لانبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اقابلا کی

انگشت حنائی کا اشارہ پا کر سجدہ ریز دوشیزہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کسی قدر بلند آواز میں مجھ سے ہوئی۔ ’’جزیرہ توری کے اجنبی سردار! میں مقدس اقابلا کی نائب سارما تم سے مخاطب ہو مستعد ہوگیا۔ ’’کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں طلب کیا گیا ہے؟‘‘

’’میں اسے اپنی عظیم ملکہ کی عنایت سمجھتا ہوں کہ میرے احساسات منتقل ہوگئے ہیں خوش بختی ہے۔‘‘ میں نے کمال فصاحت سے کہا۔

’’جابر بن یوسف! تم یہ جاننے کے باوجود کہ یہ اسرار کی سرزمین ہے اور تمہاری مہذب اس کا کوئی تعلق نہیں اور تمہیں غیر معمولی نوازشوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور یہ تمام صفتیں مقد کی عظیم و جلیل ہستی کی مرہون منت ہیں۔ تم نے اپنے دل میں ایک ایسی خواہش بیدار کیوں ہ جو آج تک تاریک براعظم پر بسنے والے کسی فرد میں کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔‘‘ دوشیزہ سارما دبدبے سے کہا۔

’’یہ میری شعوری کوشش نہیں تھی۔ میرے دل میں اس خواہش کی تخلیق اُس کے حیات جمال سے ہوئی۔ میں اگر جزیرہ توری میں پیدا ہوا ہوتا تو ممکن تھا کہ اس خیال کی آمد پر کوئ ہوتی لیکن میں اس اجنبی سرزمین سے تمام تر مفاہمت کے باوجود اپنی دنیا کی تہذیب و تر پوری طرح دور کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ میری دنیا میں لوگوں نے ایک ایسے معاشرے کی دی ہے جہاں افراد اپنی طرح کے لوگوں سے اتنے فاصلے پر نہیں ہوتے جتنے اس مقدس سر ہیں۔ وہاں کوئی کسی کی بھی تمنا کرسکتا ہے اور کوئی کسی کے بھی حصول میں کامیاب ہوسکتا ہے نے جرات سے کہا اور ایک نظر اقابلا کے وجود پر ڈالی۔ اُس کے لبوں پر میں مسکراہٹ تلاش لیکن وہ بے نیازی سے میری باتیں سن رہی تھی۔

’’جابر بن یوسف! تمہاری شدتیں سونگھ کر تمہیں اشمار سونپ دی گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑ ہے۔ قناعت میں امان ہے۔ تمہیں ان سنگلاخ مرحلوں کا اندازہ نہیں ہے۔ مقدس اقابلا بہت فگن ہے۔‘‘ سارما نے سنجیدگی سے کہا۔

’’مجھے فاصلوں کا اندازہ ہے اور اپنی توانائی کا بھی‘ یقیناً اشمار کا اعزاز کچھ کم نہیں ہے لیکن فنا ہونا چاہتا ہوں۔ میں غلام ہونا چاہتا ہوں۔‘‘

’’نہیں ......‘‘ سارما نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ’’تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، بس اتن کرو۔ اپنے جسم میں فولاد کی قوت اور کھوپڑی میں لومڑی کا ذہن پیدا کرو۔ جو باتیں تمہیں نہیں چاہئیں، انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ بلائیں تمہیں گھیر لیں گی۔‘‘

سارما کے تحکم آمیز لہجے کے جواب میں میں نے اثبات میں سر ہلا دیا میرے لیے

وال تھا لیکن میں جو باتیں کرنا چاہتا تھا، مجھے ان کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں نہ جزیرے خواہاں تھا نہ جزیرہ توری میں کسی بلند مقام پر خود کو فائز دیکھنا چاہتا تھا۔ میری نظر میں کے سوا ہر شے حقیر تھی۔ میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔ اشمار کے جانے کے بعد اس کی نئی منے اظہار بیان میں کچھ تکلف سا محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ میں نے بہت سی باتیں کہہ دی لاقات کے بعد نہ جانے پھر کب موقع نصیب ہوتا۔ اس مختصر گفتگو کے بعد وہ ایک لمحے وشی ہوئی۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں یہ نشست برخاست نہ ہو جائے اس لیے میں نے ب کر کے دوبارہ اقابلا کی شان میں تمام تر صاحت اور دلکشی سے قیصدے پڑھنے شرع کر روانی سے بول رہا تھا۔ یہ میرا پسندیدہ موضوع تھا مجھے حسن کی مدح سرائی میں قدرت ی۔ ایک بار میں نے اسے براہ راست مخاطب کیا لیکن اس کے تیوروں میں کوئی فرق نہ بات اور مضطرب کیے دیتی تھی پھر میں نے سوچا، نشست کو طول دینے کے لئے الطاف و ں خاص وقت میں ترام کے سفاکانہ قتل کا معما‘ سرنگا اور سریتا کی اعانت اور ڈاکٹر جواد کی لئے کچھ کہوں لیکن آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ میں غیر اختیاری طور پر شدت بیان میں اتنا لہ میں نے سارما سے اقابلا کے پیر چومنے کی اجازت چاہی۔ ایک بار پہلے بھی شوالا سے بعد مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پھر سارما کا اثبات میں گردن ہلانا تھا کہ میں بے تحاشا مقدس ب لپکا۔ میرا دل اسے آغوش میں سمیٹنے کے لیے زور سے دھڑکا لیکن تخت کے قریب پہنچ کر منجمد ہوگئے۔ اس کا عریاں پیر میرے سامنے تھا۔ اس کے لمس کا شیریں ذائقہ میری نس پا ہوا تھا۔ میرے ہونٹ اقابلا کے پاؤں سے مس ہوئے تو زبان پر ایک مٹھاس سی محسوس سین سے حسین دوشیزہ کے لب عارض بھی اتنی حلاوت نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آب حیات میری زبان اس پر مچلنے لگی۔ میں صدیوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔ میرا گلا قرن ہا قرن سے ما لیے سیرابی ضرور ہوئی، مگر سیری نہیں ہوئی۔ میرا چہرہ اس سے مس ہوا۔ میں نے ایک بار ہاتھوں سے اس کے پیر پکڑ لیے اور میرے دل میں یہ جارحانہ خیال عود کر آیا کہ میں ان ہوٹی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اقابلا کو اپنی آغوش میں کھینچ لوں۔ یکا یک اقابلا کا ہاتھ مجھے محسوس ہوا۔ میں نے سر اٹھایا۔ اس کی نگاہوں میں شعلے تھے۔ میں نے سراسیمگی سے اُسے پنا چہرہ پاؤں سے ہٹالیا۔ اس سے اتنے قریب سے نگاہیں چار ہوئیں تو مجھ پر غشی طاری میں پاگل ہو رہا تھا۔ یقیناً اس نے میری نگاہیں پڑھ لی ہوں گی۔ میں نے بھی اس کی ں جھانک کر دیکھا تھا، وہ ایک لمحے کی بات تھی۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ اعتدال ہانے اور وحشت زدہ ہو جانے کو طبیعت کرتی تھی، لیکن مجھے خود پر اختیار کہاں تھا؟ میں نے

ہوس ناک انداز میں ایک بار پھر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اس کے ہاتھ تک پہنچنے کی آرز
گئی۔ میں وہیں اس کے قدموں میں دوزانو بیٹھ کر اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں پیوست کر
کر رہا تھا کہ قصر میں ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ اقابلا نے اپنے پیر کھینچ لیے۔ اس کی آنکھو
شعلہ نکلا اور کمرہ لرزنے لگا۔ وسیع وعریض خلوت کدے میں شور سا برپا ہوا جیسے برق و
ہو۔ اسی اثناء میں توقع کے خلاف اقابلا کی آواز گونجی۔ مجھے صرف اتنا سنائی دیا کہ وہ سمورا
رہی ہے۔ اسی وقت ہال کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوئی اور میں نے دیکھا کہ جزیرہ تو
اعظم سمورال اضطراری کیفیت میں اندر داخل ہو کر اقابلا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ میں ا
اٹھ کر پیچھے آ گیا۔ سمورال، میری اور سارما کی موجودگی سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ اس ۔
ہوئے تھے۔ اسے غالباً اقابلا کے کسی حکم کا انتظار تھا۔ اقابلا کی پیشانی پر تفکر کی شکنیں نمودا
اس نے کسی نامعلوم زبان میں سمورال کو کچھ ہدایات دیں۔ میرے دل کی دھڑکن رک
سے میری نبض ڈوبنے لگی۔ پھر جیسے ہی اقابلا کی ہدایات کا آخری لفظ ادا ہوا، ہال میں گ
چھا گئی۔ مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

جب میری آنکھوں کے دریچے وا ہوئے تو میں اپنی جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا اور اشما
پر جھکی ہوئی میری پیشانی پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔ آنکھیں کھلیں تو میرے ذہن میں اچانک
پیدا ہوئے۔ کچھ ہی دیر پہلے میں ایک دلربا جلوے میں کھویا ہوا تھا۔ اقابلا کی بارگاہ میں کا ہم
بے وقت نمودار ہونے کا عقدہ مجھے بے چین کیے ہوئے تھا۔ میں اس سلسلے میں اشمار سے
کرنا چاہتا تھا لیکن میرے زبان کھولنے سے پہلے ہی اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر
رہنے پر مجبور کر دیا۔ اشمار مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے آج ہی تمام ادائیں آزمالے گی
جلوہ گاہ سے لوٹنے کے بعد میں اشمار کی ان حُسن پاشیوں سے متاثر ہونے کے قابل کہاں ر
ے۔ ملاقات، اُس کی تنبیہہ۔ میں ایک سخت آزمائش سے گزر رہا ہوں۔ اشمار کا سرنگا کی جھ
وارد ہونا اور قصر اقابلا میں اپنی طلبی، پھر سمورال کا وحشت زدہ انداز میں وہاں پہنچنا۔ یہ تمام
مددگار ے میرا ذہن پریشان کیے ہوئے تھے۔ اشمار میری دلی کیفیات سے آگاہ ہو گئی
ہذیانی انداز میں اس سے کہا۔

''معزز اشمار کیا ان پریشان کن لمحوں میں تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟ یہ سب کیا ہو
میں کسی غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔''

اشمار نے اپنی نرم و نازک انگلیوں سے میری آنکھیں بند کر دیں۔

''اپنی آنکھیں اتنی متوحش نہ رکھا کرو۔ جارا کا کا کی مقدس روح تمہیں محفوظ رکھے،

تمہارا قبیلہ دیوتاؤں کے قہر کی زد پر ہے۔''

''میں نے ہڑبڑا کر اٹھنا چاہا لیکن اشمار مجھ پر اس طرح جھک گئی کہ میں اٹھ نہ سکا۔
کہا۔ ''تشویش نہ کرو، جو چیز تمہارے اختیار میں نہیں ہے، اسے اپنے اختیار میں
ے۔''

بیلے کے لوگ؟'' میں نے اشمار کو سینے سے ہٹانے کی کوشش کی مگر اس گل اندام لڑکی
سے اتنی طاقت آ گئی تھی کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔
ے بولی۔ ''سیدی! تمہیں اپنے قبیلے کے کسی فرد کے لئے تردد کرنے کی ضرورت نہیں
م نے اس وقت عجلت میں کوئی قدم اٹھایا تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ باہر تمہارا
کے تین دوسرے معمر افراد کے ساتھ بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ انہوں نے تمہاری
چھان مارا ہے وہ یہاں بھی آئے تھے لیکن تم سو رہے تھے میں نے ان کی نگاہوں پر
تھوڑی دیر میں وہ تھک کر یہاں سے چلے جائیں گے، پھر تمہیں تفصیل سے پوری رو

''میں نے اس گرفت میں پھسلتے ہوئے کہا۔
، زبان سی لو۔'' اشمار نے مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ ناچار میں نے خاموشی سے
ا۔

☆==========☆==========☆

ا جب میں خواب غفلت سے بیدار ہوا تو خلاف توقع اشمار جھونپڑی میں موجود نہیں
م موجودگی سے وہ ہیجان انگیز خیالات پھر سر اٹھانے لگے جو سونے سے قبل مجھ پر طاری
دیکھنے کے لئے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں
ہر آیا تو وہاں فزارو بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے پژمردہ چہرے پر خوف مترشح
مجھے دیکھا تو لپک کر میری طرف آیا اور کسی تمہید کے بغیر جلدی جلدی کہنے لگا۔ ''ہم سخت
سردار! آسمان ہم سے ناراض ہو گیا ہے مقدس جارا کا کا ہم پر رحم کرے۔ ہم نے
کے لئے تمہیں سارے علاقے میں دیکھ لیا تھا۔ یقیناً تم دیوتاؤں کی پناہ میں تھے۔''
فزارو؟ کیا جنوب سے پھر کوئی مخالف ہوا چلی ہے؟'' میں نے شوالا کے علاقے کی
رتے ہوئے پوچھا۔
ں کہہ سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا لیکن کل مقدس اقابلا کے محافظ دستے کا اقابو پُراسرار طور پر
گیا ہے یہ واقعہ ہمارے قبیلے میں پیش آیا ہے، مگر دیوتاؤں کی قسم سردار! ہم بالکل بے

قصور ہیں۔ بہت دنوں بعد ایسا سانحہ ہوا ہے۔ میری زندگی میں پہلی بار غضب ہو گ
فزارو خوف زدہ لہجے میں بولا۔ وہ اس طرح گڑگڑا رہا تھا جیسے میں نے اس دا
جواب طلب کیا ہو۔

''سکون فزارو! مجھے سوچنے دو۔'' میں نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے
کہا۔ میں فزارو سے زیادہ سراسیمہ تھا لیکن اپنے نائب پر اس کیفیت کا اظہار نہیں کر
جھونپڑی میں لے آیا اور اطمینان سے بیٹھ کر پوری بات بتانے کا حکم دیا۔ فزارو کی آ
پھیلی ہوئی تھیں اور وہ غالباً اتنی زیادہ باتیں کہنا چاہتا تھا کہ ایک بات بھی اس کے م
تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر اسے دلاسا دیا۔ اسی اثناء میں میرے پیش رو
بیویاں ناشتے کے لئے میرے مرغوب جنگلی پھل اور دودھ کا خوان لے کر حاضر ہو گئ
بے حد غمگین نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے حسب معمول میرے سکھائے ہوئے سلیقے
اور خاموشی سے الٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ میں نے ایک پھل اٹھا کر منہ میں ر
ہے کہ اس وقت میرا دل کچھ کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ اشار کی غیر موجودگی اور ا
اطلاع نے مجھے سخت حواس باختہ کر رکھا تھا مگر فزارو کے سامنے یہ ظاہر کرنا ضرور
مطمئن ہوں اور ہر کام معمول کے مطابق کر رہا ہوں۔

بوڑھے فزارو نے لکنت زدہ لہجے میں مجھے بتایا۔ ''کل جس وقت ڈاکٹر جواد
کی لڑکی سریتا پر دست درازی کر رہا تھا، اس وقت قبیلے والوں نے سریتا کی ایک دل
سب بے بسی کے ساتھ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں سہمے بیٹھے رہے چند لمحوں کے لئے
میں ڈوب گئی۔ پھر اچانک دل دہلا دینے والا ایک شور برپا ہوا اور اقابو کی خوفناک
گئی۔ اقابو اتنا طاقت ور اور چالاک ہوتا ہے کہ ہم کسی بھی مرحلے پر اُس کے زیر
خوردہ انداز میں چیخنے کا تصور نہیں کر سکتے۔ پھر اُس کی شخصیت مقدس اقابلا کی نسبت
واجب الاحترام بھی ہے۔ اس لیے پورا قبیلہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں سمیت جھونپڑ
آیا۔'' فزارو کہہ رہا تھا۔ ''میری آنکھیں پگھل کر بہہ جائیں معزز سردار! میری زبان
میدان میں اقابو کے دونوں ہاتھ جسم سے علیحدہ ہو کر دور پڑے ہوئے تھے۔ ٹا
میں بکھر گئی تھیں اور اس کا بقیہ جسم زمین پر اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے تیل کے کڑھا
ہو۔ اس کی کھوپڑی خشک پتے کی طرح اِدھر اُدھر اڑ رہی تھی۔ ایسا بھیانک منظر ہم
دیکھا تھا۔''

میں بظاہر تحمل اور دلچسپی سے فزارو کی روداد سن رہا تھا۔ میرے ذہن میں ان گ

ہر طرف اندھیرا نظر آتا تھا۔ فزارو کہہ رہا تھا۔ ''اس دہشت انگیز واقعے کے تھوڑی دیر بعد
واردات پر پہنچا اور جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ قبیلے کے لوگ افراتفری کے عالم میں
ہوئے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ کاہن اعظم نے باہر آ کر ہاتھ کے اشارے سے مجھے
آدمیوں کو طلب کیا۔ ہم اس کے پیچھے جھونپڑی میں گئے۔ سرنگا کی جوان بیٹی سریتا
طور پر غائب تھی اور اس پر دست درازی کرنے والا نووارد بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ہم نے
کے حکم پر بے ہوش نووارد کو اُٹھا کر ایک دوسری جھونپڑی میں منتقل کیا اور اسے ہوش میں
لئے کچھ جڑی بوٹیاں کھلائیں، جب تک ہم وہاں رہے وہ ہوش میں نہیں آیا۔ لحیم شحیم اقابو کا
جسم کاہن اعظم کے ایک اشارے سے کہیں روپوش ہو گیا تھا۔''
سرنگا کہاں ہے اور کیسا ہے؟'' میں اپنی بے تابی پر قابو نہ پا سکا۔
میں نہیں جانتا۔ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔'' فزارو نے بتایا۔ ''کاہن اعظم نے ہم سب کو
میں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ میں کل اُسی وقت سے تمہارا منتظر تھا تاکہ تمہیں
ات سے مطلع کر سکوں لیکن تم غالباً رات گئے واپس آئے۔ اس ہولناک سانحے پر شوالا اور
بیلے کے لوگ خوشی سے دیوانے ہو گئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ چونکہ یہ سانحہ تمہاری عمل
پیش آیا ہے اس لیے......'' فزارو نے میرے قدموں میں سر رکھ دیا۔
ہاری بربادیاں قریب ہیں معزز سردار! اب عبادت کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہمیں قربانیاں
ہوں گی۔ روٹھے ہوئے دیوتاؤں کو منانے کے لئے ہمیں اپنے قبیلے کے لوگوں کا خون کرنا

اکے نام سے میرے جسم میں آگ سی لگنے لگی۔ مجھے گاہے گاہے خبریں ملتی رہتی تھی کہ وہ خود
اشکست کے بعد نچلا نہیں بیٹھا ہے، ہر چند کہ وہ ابھی تک بستر علالت پر تھا اور اس کے زخم
امندمل نہیں ہوئے تھے، میں نے سوچا۔ کیا شوالا ہی اس خوف ناک سانحے کا سبب
ہیں۔ شوالا اقابو کی اہمیت سے واقف ہے اسے معلوم ہوگا کہ اقابلا اور کاہن اعظم سے یہ
بھی رہ سکتی ہے، پھر یقیناً، یقیناً۔ خوف کی ایک سرد لہر نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ ہاں،
سر جھٹک کر خود سے کہا۔ ''بے شک یہ وہی ہے، وہ پھر آ گئی ہے۔ وہ پھر آ گئی ہے، اب نہ
مگر اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کیا میں نے کوئی اقدام کیا تھا؟ نہیں میں نے تو اپنے عزیز
سرنگا کی بیٹی کو بچانا چاہا تھا۔ میرا باطن صاف ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، وہ یہاں
وہ کوئی خوف ناک طاقت معلوم ہوتی ہے، سرنگا۔ میرے ذہن میں اُس کی عظمت کا ہیولا
اتنے اطمینان اور اعتماد سے کیوں باتیں کرتا ہے لیکن شاید اسے اندازہ نہیں ہے، یہ ان کی

سرزمین ہے، اس نے اقابلا کا قصر اس کا جلال، اس کی شان وشوکت نہیں دیکھی، یہ
دیکھا ہے، میں یہ کیسے تسلیم کرسکتا ہوں کہ سرنگا جو کچھ سوچ رہا ہے وہ درست ہے، یہاں
کیا محل نہے' وہ طوفانوں سے کھیل رہا ہے۔ کیا وہ پاگل ہوگیا ہے؟ یہ کیسا اعتماد ہے؟ کیا
ذہن میں؟ ہاں اس نے ایک بار کہا تھا کہ اس کے ذہن میں واپسی کا خیال ہے یعنی ہم لوگ
متمدن دنیا سے مل سکتے ہیں، یہ کیسا احمقانہ اور طفلانہ خیال ہے سمندر ننگا ہے' ہر طرف پہرا
نصب ہیں، کوئی سہارا نہیں، ہمارے بازو شل ہیں، بلائیں ہمارے تعاقب میں گامزن ہیں
واپس جاسکتے ہیں؟ سرنگا واقعی پاگل ہوگیا ہے، میرے دل و دماغ میں اپنے مغرور قیدی
بارے میں ہیجان برپا تھا۔ دن چڑھے میری جھونپڑی کے باہر قبیلے کے بے شمار افراد جمع
کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے باہر نکل کر ایک اونچی جگہ سے انہیں خطاب کیا۔ م
''میرے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے ہماری عظیم ملکہ مقدس اقابلا کے محافظ د
سپاہی اقابو کو بری نگاہ سے دیکھا ہے۔''

''کوئی نہیں، کوئی نہیں۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''کیا تم جانتے ہو کہ یہ سب کیوں ہوا ہے؟ کیا تمہیں صحیح حالات کا علم ہے؟ کیا
ناک واقعہ سننے اور دیکھنے کے منتظر تھے؟''

''نہیں۔ نہیں!''

''کیا اس قبیلے میں نیکی دوسروں کے کام آنے، خیر، قربانی اور ایثار کی تعلیم نہیں دی ج

''ہم اپنے معزز سردار کے ممنون ہیں۔''

''پھر تمہارے خوف کی کیا وجہ ہے، تم اپنی زندگی کے معمولات جاری رکھو، ابھی قر
نہیں آیا ہے، ایسی کوئی بات ہوگی تو سب سے پہلے میں قربانی پیش کروں گا۔''

''ہمارے معزز سردار پر جارا کا کا کی مقدس روح کا سایہ ہے، اس کی عظمتوں میں
ایک ساتھ بہت سی آوازیں گونجیں۔

''جاؤ اپنے گھروں کو سدھارو۔ دیوتاؤں سے رحم کی بھیک مانگو۔ انہیں خوش رکھو
رہو۔'' میں نے انہیں منتشر کردیا۔ صرف فزارو میرے پاس رہ گیا۔ میں فزارو کو چھوڑ کر جھ
آ گیا۔ مجھے تخلیہ درکار تھا۔ اشمار ابھی تک غائب تھی، سب سے پہلے مجھے اُس کا سراغ
الوقت اس کی صرف ایک تدبیر میرے پاس تھی، میں نے گلے میں لٹکی ہوئی جارا کا کا کی کھ
ہتھیلیوں میں لے کر اپنے چہرے کے سامنے کی اور اشمار کا تصور کر کے دل ہی دل میں ا
کا طالب ہوا۔ میں کافی دیر تک کھوپڑی تھامے رہا لیکن میرا خالی ذہن کسی جواب سے م

ں تک کہ میرے ہاتھ دکھنے لگے کھوپڑی کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے کاہن اعظم سمورال کی
ے مدد چاہی، مگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاید میں عمل میں کوئی غلطی کر رہا تھا' کچھ بھول رہا
آخر میں نے اشمار کے سکھائے ہوئے تمام پُراسرار علوم آزمائے، وہ بھی میری کوئی مدد نہ کرسکے۔
مایوسی سے پیال کے بستر پر بے سُدھ گر پڑا۔ صرف ایک بات کی مسرت تھی کہ سریتا ڈاکٹر جواد کی
ے ہاتھوں برباد ہونے سے بچ گئی۔ سرنگا کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ پھر ایک طویل
ے لئے عتاب سے دوچار ہو چکا ہوگا' ممکن ہے بدبختی کے اس تسلسل نے اسے جان سے مار ڈالا
ں خیال نے میری رگوں میں تہلکہ مچا دیا۔ مجھے ناقابل بیان اندیشے لاحق ہوگئے۔ اقابلا سے کل
اطمینان بخش گفتگو ہوئی تھی مگر اس گفتگو میں یہ تازہ واقعہ شامل نہیں تھا۔ پتہ نہیں اس واقعے کے
ں کاردعمل کیا ہوگا، میرے جزیرہ باگمان جانے کے لئے اس نے کسی وقت کا تعین بھی نہیں کیا۔
ام وسوسوں میں صرف ایک خیال سے تقویت ہوئی کہ اقابلا کا تصور کرو' چاہے موت آ جائے۔
حالات میں، میں اپنے دوست سرنگا کو دیکھنے نہیں جاسکتا تھا۔ آج ترام ہوتی تو میں کاہن اعظم
یب ہوتا اور بہت سی گتھیاں خود بخود سلجھ گئی ہوتیں، ترام اور سمورال کے ساتھ ہی مجھے جمرال کا
آیا۔

جمرال کا خیال آتے ہی میرے ذہن میں اُمید کا ستارہ روشن ہوگیا۔ کچھ کرنے ہی سے کچھ
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے انتشار بڑھے گا۔ مجھے متحرک اور مستعد رہنا چاہئے۔
میں نے اپنے گلے میں جارا کا کا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی مالا درست کی اور جھونپڑی سے
ا۔ فزارو ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ احتراماً کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس
یب بیٹھ کر اس سے اُس جھونپڑی کا پتہ معلوم کیا جہاں ڈاکٹر جواد کو بے ہوشی کی حالت میں لے
تھا۔ پھر میں فزارو کو واپس جانے کا حکم دے کر خود اُس جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔
میرا اندازہ درست تھا۔ جھونپڑی کے باہر ایک اور اقابو تعینات تھا۔
اس سے میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد آسانی سے یہ بات معلوم کرلی کہ کاہن اعظم اندر
کی میں ڈاکٹر جواد کے پاس موجود ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کل سے اس علاقے میں ہے۔ میں
چا ایک سردار کی حیثیت سے میں اندر جاسکتا ہوں یہ کوئی غلط قدم نہ ہوگا۔ اس طرح میں کاہن
سرگرمیوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کرسکتا ہوں، میں جرات کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔
واد ایک کونے میں بے ہوش پڑا تھا اور سمورال اُس پر جھکا ہوا کسی زبردست عمل میں مصروف
سانے میری آمد کا کوئی تاثر قبول نہیں کیا چنانچہ میں جیسے گیا تھا ویسے ہی واپس آ گیا۔ موقع بہت
تھا۔ میں تیزی سے سمورال کے غار کی طرف روانہ ہوا حالانکہ سمورال سخت لفظوں میں مجھ پر

وہاں جانے کی پابندی عائد کر چکا تھا لیکن اس تاریکی میں مجھے بہر حال اپنے لیے ایک آ
تھا۔ میرا دوست سرنگا نہ رہا، سمورال نہ رہا، اشمار چلی گئی، ترام مرگئی۔ اب جمرال ہی رہ جاتا
بھر طرح طرح کے اندیشے میرا دماغ پراگندہ کرتے رہے میں تین مرتبہ غار کے دہانے پر
آیا۔ آخر چوتھی بار میں نے ہمت کی اور اشمار کے سکھائے ہوئے کچھ کلمات پڑھتا ہوا غا
ہوگیا۔ مجھے معلوم تھا کاہن اعظم کی ممانعت کے بعد غار میں میرا داخلہ ایک بڑا جرم ہے لی
سازش یا جرم کے تحت یہاں نہیں آیا تھا۔ میں جمرال سے قربت چاہتا تھا اور اسے کسی
استعمال کرنا بھی نہیں چاہتا تھا صرف چند اندھیرے دُور کرنے کے لئے مجھے کسی شخص کی
ضرورت تھی۔ جمرال، کاہن اعظم سمورال کا نوعمر ذہین لڑکا اپنے کمرے میں عبادت کر رہا
سن کر وہ چونکا، پھر جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اس طرح چیخ مار کر اُٹھا اور ایک طرف سمٹ گ
جمرال کے ہاتھوں میں لوہے کی ایک سلاخ تھی، جو اس نے اپنے سینے کے ساتھ دبا
مجھ سے کچھ چھپا رہا تھا۔ اس کے اس رویے نے مجھے تذبذب میں مبتلا کر دیا۔ اس کی آ
طرح پھٹی ہوئی تھیں، جیسے میں کوئی خوفناک درندہ ہوں اور ابھی اسے پھاڑ کھاؤں گا
بڑی مشکل سے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کی۔ ''جمرال! مجھے پہچانا نہیں کیا؟ میں ہوا
یوسف، تمہارا دوست۔''

''تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ معزز سردار!'' جمرال نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''میں بڑی الجھنوں میں گرفتار ہوں میرے دوست! سخت اذیت میں تمہارے پاس
مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے۔ صرف تمہاری دوستی کا اعتماد چاہتا ہوں، اتنے سنگ دل نہ بنو آ
کچھ دن ساتھ گزارے ہیں، کیا تم بھی مجھے دھتکار دو گے؟ میں کسی سازش کے تحت تمہارے
آیا ہوں، ایک اجنبی جزیرہ توری پر کیا سازش کر سکتا ہے؟ وہ تو ہمدردوں اور ہمدردیوں کا طال
میری پلکیں بھیگ گئیں۔

''میں مجبور ہوں سیدی!'' جمرال کچھ اور پیچھے ہٹ گیا۔ ''میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ
فوراً چلے جاؤ۔ دیوتا یہی چاہتے ہیں۔''

''دیوتاؤں کا نام نہ لو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''تم ابھی بچے ہو، مجھے معلوم ہے کہ تمہیں
کس نے پڑھایا ہے، میں کاہن اعظم کا دل سے احترام کرتا ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا
گستاخی کی بنا پر مجھ سے کھنچا کھنچا رہتا ہے بہر حال تم اتنے خوف زدہ ہو تو میں جا رہا ہوں، لیکن
تم نے رشتوں کا خیال نہیں کیا، ممکن ہے کسی روز تمہیں اپنے رویے پر ندامت ہو، میں تمہارا
بہن کا شوہر ہوں، میں کوئی ایسا برا شخص نہیں ہوں جس سے تمہاری بہن کے مرنے کے بعد تم

جائیں۔'' مجھے احساس ہوگیا تھا کہ جمرال کچھ نہیں بتائے گا اس لیے میں سرعت سے غار کے
آگیا۔ جمرال کے پاس میرا مزید رکنا قطعی فضول تھا۔ اس لڑکے کی تربیت بہت سخت ہوئی تھی اور وہ
بڑی مرتبت باپ کا بے حد فرماں بردار فرزند تھا۔

مجھے شدید تنہائی محسوس ہو رہی تھی، جمرال کے سلوک نے اور دل گرفتہ کر دیا تھا۔ مجھ سے واپس
جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا کہ نڈھال ہو کر ایک
پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر ہوگئی میں واقعات و حادثات کی کڑیاں ملاتا ہوا اونگھنے لگا۔ کچھ دیر کے
میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو کچھ سکون محسوس ہوا۔ میں نے دوبارہ ذہن سے وحشتیں جھٹکیں
اسی کے جذبات جو بار بار مجھ پر طاری ہو جاتے تھے انہیں دور کیا اور ایک عزم کے ساتھ
کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے قدم دوبارہ ڈاکٹر جواد کی جھونپڑی کی طرف تھے۔ اس بار کاہن
سمورال سے میں دوٹوک گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اقابو نے میرا راستہ چھوڑ دیا۔ اندر پہنچتے ہی میں سکتے
گیا۔ میری گناہگار آنکھوں نے ایک لرزہ خیز منظر دیکھا۔ ڈاکٹر جواد ایک چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔
کے پیٹ میں دائیں پسلی کی طرف کسی دھات کی بنی ہوئی ایک نلکی چھرے کی طرح پیوست تھی،
ڈیڑھ گز لمبی نلکی کا دوسرا سرا مٹی کے ایک بڑے تسلے سے منسلک تھا اور نلکی کے سوراخ سے ڈاکٹر
خون قطرہ قطرہ کر کے تسلے میں جمع ہوتا جا رہا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ خون کا رنگ
سیاہ تھا اگر ڈاکٹر جواد کی جلد بدستور گندمی تھی، کاہن اعظم سمورال جارا کا کی کھوپڑی ایک چراغ
سامنے رکھ کر کچھ بدبدا رہا تھا۔ اس کی نگاہیں تسلے میں گرنے والے خون کے قطروں پر گڑی ہوئی
اس کام میں وہ اتنا منہمک تھا کہ اسے میری آمد کا احساس تک نہیں ہوا یا ممکن ہے اس نے مجھ
بے ضرر آدمی کی موجودگی کی کوئی اہمیت نہ دینا چاہی ہو۔

جب سے ہم نے اس پُراسرار علاقے میں قدم رکھا تھا۔ ہماری آنکھیں اس قسم کے واقعات
دی ہوگئی تھیں۔ کوئی اگر یہ کہتا کہ زمین الٹی ہوگئی ہے اور ہم سب آسمان میں لوٹ گئے ہیں تو
رنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کالے علم کے بھیانک واقعات، جادو اور دیوتاؤں کے نام سے
ل آنے والے کرشمے، ہر چیز عجیب تھی، ہر بار ایک نئے واقعے کا تجربہ ہوا تھا۔ ذہن اب آسانی
ہونی باتیں قبول کر لیتا تھا پھر بھی متاثر تو ضرور ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جواد کی حیرت انگیز حالت دیکھ کر
تا پا لرز گیا اور سمورال کے کام میں خلل انداز ہوئے بغیر ایک کونے میں دبک کر کھڑا ہوگیا۔
محویت کے عالم میں کھڑا تھا کہ اشمار یاد آنے لگی۔ کاہن اعظم سے اس کے بارے میں کچھ
بے کار تھا کیونکہ اشمار کا میرے پاس آنا صیغہ راز میں تھا۔ سمورال کے فارغ ہونے کے بعد میں
سرنگا کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے میں اس سے چند

ہدایتیں لینے کا اصرار ضرور کرسکتا تھا اور جزیرہ باگمان جانے کے متعلق اس سے بات چیت کرتا۔ ویسے اُصولاً ایک سردار کی حیثیت سے سمورال کو مجھ سے اتنی بے اعتنائی نہ برتنی چاہیے تھی، سانحہ میرے علاقے میں پیش آیا تھا اس لیے اسے مجھے اس واردات کی باضابطہ اطلاع دینی چاہیے تھی اس کے پس منظر سے واقف رکھنا چاہیے تھا۔ میں بے تابی سے کاہن اعظم کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن آج فارغ ہونے کے آثار ہی نظر نہیں آتے تھے، مجھے یاد آیا کہ سرنگا کی دیوی کے سے آزاد ہو جانے کے بعد کاہن اعظم کی حالت غیر ہوگئی تھی اس کی دوبارہ آمد نے یقیناً براعظم کے حکمرانوں کو ہلا دیا ہوگا۔ اس لیے کل سے سمورال اتنے انہماک سے مصروف ہے۔ بہر حال بعد ڈاکٹر جواد کا تمام خون تسلے میں جمع ہوگیا۔ میں نے غور سے دیکھا۔ اس کے جسم میں خون کا قطرہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس کی کھال ہڈیوں کے ڈھانچے پر چست ہو چکی تھی، اس کے سانس کی رفتار بے حد سست تھی اور وہ چند لمحوں کا مہمان نظر آتا تھا۔

کاہن اعظم کے لب ساکت ہوئے۔ ادھر چراغ کی لو سے جاراکاکی کھوپڑی سیاہ ہوگئی۔ سمورال نے آہستہ سے کھوپڑی اُٹھائی اور اسے تسلے میں رکھے ہوئے خون میں ڈبو کر فوراً باہر نکالا۔ کھوپڑی سے سیاہ خون ٹپک رہا تھا۔ کاہن اعظم نے اسے اپنے گلے کے ایک کپڑے سے پونچھا اور جھک کر سیاہ خون سے بھرا ہوا تسلا آہستگی سے نلکی کے نیچے سے ہٹا لیا مگر نلکی ڈاکٹر جواد کے جسم میں پیوست رہنے دی، اس کے بعد کاہن اعظم سمورال تسلا ہاتھ میں لیے اتنی تیزی کے ساتھ جھونپڑی سے باہر نکل گیا کہ میں اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی مہلت ہی نہ پاسکا۔ میں بھی اس کے پیچھے لپکا۔ میرے نکلتے ہی اقابو جم کر پھر دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ کاہن اعظم کسی پاگل کی طرح خون کا تسلا ہاتھوں میں لیے اپنی پوری رفتار سے چلا جا رہا تھا اسے اپنے گردوپیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ تیز تیز قدم اٹھانے کی وجہ سے اس کی چال خاصی مضحکہ خیز ہوگئی تھی، میں نے اسے اس طرح بے وقاری سے چلتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ قبیلے کے جن افراد نے سمورال اور اس کے پیچھے مجھے تقریباً بھاگتے ہوئے دیکھا وہ ایک طرف ہٹ کر مودب کھڑے ہوگئے۔ سمورال آبادی کی حدود سے نکل کر اپنے غار کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں کئی ایسے سنسان مقامات پڑتے تھے جہاں میں اُسے روک کر اس سے تنہائی میں بات کرسکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ اسے اِس وقت چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ شام ہو چلی تھی اور میں دن بھر کی تگ و دو کے بعد نڈھال ہوگیا تھا۔ میں پریشان حال اپنی جھونپڑی کا رخ کر کے روانہ ہوگیا۔

میرا خیال تھا رات کے کسی حصے میں اشمار آجائے گی لیکن اُس رات خاصا وقت گزر جانے کے بعد بھی اشمار نہیں آئی۔ میں نے خود کو دلاسا دیا کہ ایسے وقت جب سلطنت اقابلا کا ہر شخص پریشانی

میں سرگرداں ہوگا اشمار کیسے میرے پاس رہ سکتی تھی؟ ممکن ہے اسے اقابلا نے طلب کرلیا ہو یا وہ مجھ سے کچھ چھپانا چاہتی تھی، اس لیے شاید میرے اصرار و استفسار سے بچنے کے لئے میرے پاس نہ ٹھہری ہو، شاید میں ایک اجنبی ہونے کی حیثیت سے اس علاقے میں ابھی تک ایک اجنبی ہوں، مجھے کھلونا بنانے کے لئے سرداری کے اعزاز سے نوازا گیا، مگر نہیں، مجھے بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، سرداری ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اقابلا نے مجھے غیر معمولی اہمیت دی ہے، کالی دنیا کے تمام راز مجھ پر کیسے آشکار ہوجائیں؟ میں یقیناً کسی طویل مدہوشی اور فریب کاری کا شکار ہوں، کوئی شبہ نہیں میرے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ سرنگا معتوب ہو چکا ہے۔ سریتا آوارہ تنکے کی طرح ادھر اُدھر اُڑ رہی ہے، تمام تحفظ تمام اعزازات مجھے حاصل ہوئے ہیں۔

ڈھلتی رات کا عمل ہوگا کہ اچانک کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ گہری تاریکی میں ایک ہیولا نظر آیا۔ یہ اشمار ہرگز نہیں ہوسکتی تھی اس کے آنے کا طریقہ یہ نہیں تھا۔ وہ آتی نہیں تھی، نمودار ہوتی تھی۔ میرے قبیلے کے کسی فرد کو فزارو سمیت یہ مجال نہ تھی کہ اس طرح رات گئے اپنے سردار کی خلوت میں آتا۔ تو کہیں سرنگا تو نہیں آیا؟ یہ کیسے ممکن ہے، وہ تو جاراکاکے عتاب کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہے اور پھر دروازے میں نظر آنے والے ہیولے کا قد سرنگا کے قد سے مختلف ہے، پھر یہ کون ہوسکتا ہے؟ میں نے اپنا خنجر گرفت میں لیا، جاراکاکی کھوپڑی سنبھال لی اور حلق سے چیخا۔ "کون؟"

بچے جیسے قدوقامت کا وہ ہیولا کوئی جواب دیئے بغیر پھرتی سے میری طرف لپکا۔ میں یک بیک چوکنا ہوگیا۔ جاراکاکی کھوپڑی اور سمورال کی مالا پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔ میں نے پھر آواز بلند کی۔ "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"سیدی جابر!"

میں ششدر رہ گیا۔ یہ جمرال کی آواز تھی۔ ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا کہ کاہن اعظم کو اس کی غیر موجودگی میں میرے پہنچنے کا علم ہوگیا ہو اس نے طیش میں آکر جمرال کو نکال دیا ہو لیکن اس میں جمرال کا کیا قصور؟ بہر حال میں نے کہا۔ "خوش آمدید جمرال!"

میں نے جھک کر غیر ارادی طور پر پیال کا بستر اُٹھایا اور اسے جھاڑ کر دوبارہ بچھاتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔ عزیز من، جمرال! زہے نصیب میں خود جلد از جلد تم سے ملنے کا متمنی تھا، مجھے تم سے معافی مانگنی تھی، شاید میں نے تمہیں ناراض کر دیا تھا۔ دراصل اس وقت میں بے حد پریشان تھا ورنہ وہاں بے اجازت پہنچ کر مقدس کاہن کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوتا۔ خیر آؤ کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ہاتھ پکڑ کر جمرال کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے چہرے کے

تاثرات نہیں دیکھ سکا لیکن اس کے لہجے سے گھبراہٹ نمایاں تھی، وہ بہت عجلت میں معلوم ہو
اندازاً وہ کوئی دس منٹ وہاں ٹھہرا۔ اس عرصے میں اس سے میں نے بہت کچھ پوچھنا چاہا
میری کسی بات کا جواب دینے پر آمادہ نہیں تھا بلکہ اسے میری باتوں کے جوابات کا غالباً علم ہی نہ
اس نے کچھ پڑھ کر ایک حصار کھینچا تا کہ جھونپڑی میں ہونے والی گفتگو جزیرے کی پُراسرار طا
افشا نہ ہونے پائے پھر اس نے جلدی جلدی ایک عجیب بات بتائی۔ اس نے کہا۔ ''معزز
زارے تم سے ملنا چاہتا ہے۔''

''زارے! یہ کون ہے؟ میں اسے نہیں جانتا۔''

''یہ تمہارے معاصر شوالا کا نائب ہے۔ تم نے یقیناً اسے دیکھا ہوگا۔ قبیلے کے برگزیدہ
میں سے ہے کاہن اعظم کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کالے جادو اور دیگر علوم میں ان کا
ہے۔ مجھ سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتا ہے، وہ جزیرے کا واحد شخص ہے جس سے میں
تک بے تکلف ہوں۔ زارے بہت نیک طینت اور صلح پسند آدمی ہے وہ تم سے متاثر ہے او
خیال ہے کہ اگر اسے تمہاری رفاقت میسر آ جائے تو وہ جزیرے کے مقبول آدمیوں میں شمار ہو
گا۔ تم نے اپنے علاقے میں جو اصلاحات کی ہیں اس سے شوالا کے نائبین بہت متاثر ہیں۔ شوا
جارح شخص کی حیثیت سے مشہور ہے اس لیے زارے اسے چھوڑ کر تمہارے پاس آنا چاہتا ہے،
الحال تمہاری کوئی اور مدد نہیں کر سکتا اور نہ ہی وعدے کر سکتا ہوں۔ سیدی جابر! یہ علاقہ اجنبیوں
نظر سے نہیں دیکھتا کیونکہ جب بھی اجنبی آتے ہیں، یہاں کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ ان دنو
یہاں زبردست کش مکش جاری ہے۔ ہر طرف افسوں کی گرم بازاری ہے میں تمہیں کچھ بتا نہ
لیکن میرے محترم سردار! پھونک پھونک کر قدم اُٹھانا۔ دیوتا تمہیں اپنی امان میں رکھیں، تم زا
اپنے گروہ میں شامل کر کے اور اُسے شوالا سے جُدا کر کے یقیناً فائدے میں رہو گے۔ تمہار
میں اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے' ملنے کی غایت
سے سننا۔ کاہن اعظم اس وقت دور سمندر کے کنارے کسی عمل میں ہمہ تن اور ہمہ حواس مصروف
میں موقع غنیمت جان کر صرف یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ کل رات عین اسی وقت زارے یہا
ہوگا۔ کسی تذبذب اور شک میں مبتلا نہ ہونا۔ میری ذمے داری اور سفارش پر فراخ دلی سے
پذیرائی کرنا اور سکون سے اس کی بات سننا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یاد رکھنا کل اسی وقت اور ہا
پر اعتماد ہے کہ تم کسی کے سامنے اس بات کی تکرار نہیں کرو گے۔''

نوعمر جمرال آناً فاناً جھونپڑی سے باہر نکل گیا مگر مجھے شدید اذیت میں مبتلا کر گیا۔ صبح
بہت ناروا سلوک کیا تھا اور اس وقت وہ خود میرے گھر چلا آیا تھا یہ بھول بھلیاں، یہ معمے میری

ہی صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری جھونپڑی پر پھر دستک ہوئی۔ جمرال کے بعد اس وقت کون
ہے؟ یقیناً کوئی اہم واقعہ رونما ہوگیا ہے۔ میں بے چینی سے اٹھا اور میں نے دروازے کے
پاکر آواز دی۔ ''کون ہے؟''

''دروازہ کھولو سردار! میں سموراں ہوں۔''

سموراں! کاہن اعظم؟ مجھ پر خوف طاری ہوگیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور اس
آتے ہی سوال کیا۔

''کاہن اعظم اس وقت کیسے؟ کیا میری کسی خدمت کی ضرورت پڑ گئی ہے؟''

''نہیں۔'' اس کے لہجے سے بے نیازی ٹپک رہی تھی۔ ''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا نے
جزیرہ باگمان کے لئے روانگی کا حکم دیا تھا۔''

''مجھے مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔''

''سیدی جابر!'' اچانک سموراں درشت لہجے میں بولا۔ ''خود کو پہچاننے کی کوشش کرو۔''

''میں سمجھا نہیں عظیم سموراں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہیں جزیرہ باگمان اسی وقت روانہ ہونا پڑے گا۔'' سموراں نے بے دلی سے کہا۔

''کیا مقدس اقابلا کو میری روانگی میں تاخیر گراں گزری ہے؟'' میں نے روکھے لہجے میں کہا۔
''میں جزیرہ باگمان کس طرح جاتا؟ کسی رہنمائی کے بغیر۔''

''تم بحث کیوں کرتے ہو؟ یہ ایک بُری علامت ہے۔'' سموراں تلملا کر بولا۔ ''میرے ساتھ
چلو، میں تمہیں سمندر تک چھوڑ آؤں۔''

میں کوئی جواب دینے کے بجائے خاموشی سے سموراں کے ساتھ ہولیا۔ سموراں کا لب ولہجہ اس
بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی آتش فشاں کی طرح سلگ رہا ہے۔ ترام کی موت پر میں
یہ کیفیت دیکھ چکا تھا۔ اس کی حالت کسی ایسی ٹھہری ہوئی لہر سے مختلف نہ تھی، جس کے پہلو میں
کئی طوفان پوشیدہ ہوں۔ وہ ایک ناقابل حل معمہ تھا۔ وہ اپنے خیالات میں گُم جنگلوں سے گزر رہا
تھا۔ صبح ہو رہی تھی۔ سارا جنگل چہچہا رہا تھا۔ میں رات کو یوں بھی خاصی دیر تک جاگتا رہا تھا۔ اب صبح
کے وقت وہ آدھمکا۔ یہ خیال میرے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ آخر سموراں نے یہ وقت
کیوں منتخب کیا؟ کیا اسے جمرال سے ہونے والی گفتگو کا علم ہو چکا ہے؟ جنگلوں سے گزرنے کے بعد
سموراں نے اپنا رُخ ساحلی چٹانوں کی طرف موڑ دیا۔ چٹانوں کے سلسلے کے درمیان ایک جگہ وہ
نیچے کہیں اترنے لگا۔ راستے اس قدر پُر پیچ اور دشوار تھے کہ میرا انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ پھر ہم ایک

ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک گلی نما کٹا پھٹا ساحل نظر آرہا تھا۔ وہیں مجھے ایک کشتی نظر آئی۔

"یہ کشتی تمہیں تمہاری منزل پر پہنچادے گی۔"

"مقدس اقابلا پر دیوتا سایہ فگن رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنی منزل سے کامران لوٹ

سموراال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ہمت کر کے پوچھا۔ "کیا کاہن اعظم یہ پسند کرے گا کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کس قسم کی تربیت حاصل کرنی ہوگی؟" میں نے اسے کوشش کی۔

"دیوتا جانتے ہیں۔" سموراال نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ میں چپ ہوگیا۔ نظریں نیچی کر کے اس کشتی کی طرف دیکھا اس پر سفر کا کوئی سامان نہیں تھا۔ یہ ایک معمولی کشتی تھی۔ "جزیرہ باگمان کا سفر کتنا طویل ہے؟ میری راہنمائی کون کرے گا؟"

"دیوتا تمہاری رہنمائی کرے گا۔ تم ایک ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔" سموراال نے مختصر دیا۔

"میرے لیے کوئی اور ہدایت ہے...... کوئی حکم؟"

"جابر بن یوسف! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ اسرار کی زمین ہے۔ یہ طلسم خانہ دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں تمہیں قسمت لے آئی ہے تو یہاں کی دنیا میں گم ہو جاؤ۔ سوال کرو۔ نتائج کا انتظار کیا کرو اور انہیں تسلیم کرنے کی عادت ڈالو۔ تمہیں مقدس اقابلا کی خو حاصل ہے۔ یہ اعزاز قائم رکھنے کی کوشش کرو۔ ذہانت اور طاقت ہی دو خوبیاں ہیں جو تمہیں دو سے ممتاز کرسکتی ہیں۔"

"میرے محسن کاہن اعظم کے مشورے میرے لیے شمع ہدایت ہیں۔ کیا جزیرہ باگمان کی میں داخل ہونے کے بعد بھی میں مقدس سموراال کو اپنی رہبری کے لئے کسی وقت یاد کرسکتا ہوں۔ نے سموراال کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" سموراال نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ پھر تیزی سے گھوما تیز قدم اٹھاتا چٹانوں کے سلسلوں میں گم ہوگیا۔ میں چند لمحے اپنی جگہ کھڑا حالات پر غور کرتا رہا لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں کاہن اعظم مجھے کوئی فریب تو نہیں دے رہا ایسے وقت میں اس کا جھونپڑی کے دروازے پر دستک دینا اور اس ویران مقام پر ایک کشتی چھوڑ دینے کا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ اس کے اکھڑے اکھڑے لہجے سے بیزاری مترشح تھی ہے وہ جزیرہ توری میں ان ہنگاموں کی بنیاد مجھے سمجھتا ہو؟ اسے جمرال کے میرے پاس آنے کی نہیں ہوگئی؟ میں تھوڑی دیر تک کھڑا ہوا سوچتا رہا مگر جزیرہ توری کا اتنا بڑا شخص مجھ سے دھوکا نہیں

نے مقدس اقابلا کا نام لیا۔ جارا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں سنبھالی اور سیڑھیوں سے اترتا ہوا میں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کشتی خود بخود چلنے لگی۔ اس کی سمت متعین ہوگئی اور میں حیرت سے کشتی کا کرشمہ دیکھنے لگا۔ کشتی تیز رفتاری سے سمندر کے بیچ میں آچکی تھی۔ میں آرام سے کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے مجھے اپنا پچھلا دردناک سفر یاد آگیا۔ حسین فلورا، سرنگا، ڈاکٹر جواد، مصری تاجر شیخ کمال، یہودی، وہ سب لوگ یاد آگئے جو ایک بڑے عذاب سے دوچار ہوگئے تھے۔ آہ یہ وہی سمندر تھا جہاں سے میرے گھر، میرے وطن کو راستہ جاتا تھا لیکن میں جانے کا تصور تک نہیں کرسکتا تھا۔ کشتی چلتی رہی۔ میں سمندر کے پانی سے کھیلتا اور سوتا رہا۔ کھانے کا انتظام خود بخود ہو جاتا تھا۔ شاید میرے ساتھ کچھ نادیدہ مسافر بھی سفر کر رہے تھے جو چلانے کا کام بھی کر رہے تھے۔ ساتویں رات کشتی ایک کنارے پر جا کر لگ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ منزل آگئی ہے۔ چار سو تاریکی تھی۔ زبردست اندھیرے نے سارا جزیرہ لپیٹ میں لے رکھا وہاں عجیب سیلن اور بدبو تھی۔ میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اندھیرے چلتا اور پھر نامانوس راستوں پر...... میری حالت کسی اندھے کی سی تھی۔ آخر ایک جگہ میرا سر ٹکرایا۔ وہ درخت تھا۔ میں مبہم امیدوں کے سہارے راستہ ٹٹولتا ہوا آگے ہی بڑھتا رہا لیکن چند قدم چلنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آگے بڑھنا سخت مشکل ہے۔ ہر طرف جھاڑ جھنکار ہیں اور درخت راستے میں پڑے ہوئے ہیں۔ صبح کا انتظار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے صبح کے انتظار میں اس ویران جگہ پوری رات گزار دی۔ مگر یہ ایک طویل رات تھی جو گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے اور ٹہلتے ہوئے میرے اعصاب شل ہوگئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی دو دن کا وقفہ تھا جو میں نے ایک جگہ کچھ کر گزارا تھا۔ وہ رات ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔ اکتا کر میں کشتی کی طرف گیا مگر کشتی بھی وہاں نہیں تھی۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنے دونوں سہاروں سے کام لینا چاہئے۔ کاہن اعظم کی مالا اور جارا کا کی کھوپڑی۔ میں نے اشار کا سکھایا ہوا ایک عمل پڑھ کر مالا ہاتھ میں لے لی۔ اچانک روشنی کی ایک تیز باریک لکیر اندھیرے میں نمودار ہوئی۔ میں گھبرا کر رک گیا۔ غور کیا تو پتہ چلا کہ روشنی کی لکیر کسی چھوٹی ٹارچ سے مشابہ تھی اور میرے ہاتھ میں پڑی ہوئی مالا کے ایک دانے سے پھوٹ رہی تھی۔ سرنگا نے مجھے بتایا تھا کہ سموراال کی عطا کردہ مالا حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے، مجھے ایک لمحے کے لئے اسے اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کرنا چاہئے۔ اسی مالا کے لیے ابالیش نے سازش کی تھی۔ بڑا اندھیرے میں روشنی کی وہ باریک لکیر جس کا دائرہ محدود تھا۔ میرے لیے حیرت انگیز ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ تقویت کا باعث بھی تھی۔ میں نے اس روشنی میں سامنے کی جانب دیکھا۔ راستہ تنگ نظر آیا۔ اندھیرے میں سفر جاری رکھنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میں نے اس روشنی کی

معاونت سے اپنا سفر جاری رکھا۔ راستہ کئی جگہ بہت تنگ ہوگیا۔ وہاں جگہ جگہ چٹانیں تھیں۔ ا
پر تو مجھے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آگے بڑھنا پڑا۔ یہ کیفیت کئی ساعت تک برقرار رہی۔ پھر مجھے
پڑا۔ آگے جا کر زمین کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا غالباً وہاں کوئی گہرا کھڈا تھا۔ میں نے ناہموار زمیں
کر آگے رینگنا شروع کر دیا۔ آگے سر نکال کر روشنی کی لکیر نیچے ڈالی تو دل لرز کر رہ گیا۔ نیچے تق
فٹ نشیب میں پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا، جس سے مر
جاری رکھتا۔ میری تگ و دو رائیگاں جا رہی تھی۔ میں چند لمحوں تک نشیب میں جمع پانی دیکھتا
رینگ کر کوئی دو گز پیچھے ہٹا اور نشیب کی جانب دیکھا تو میرے اوسان خطا ہوگئے۔ میں کسی طل
کا اسیر ہو چکا تھا۔ پشت کا راستہ جس سے گزر کر میں آیا تھا، مکمل طور پر بند ہو چکا تھا اس نش
چھلانگ لگانے اور اس طرح اسے عبور کرنے کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میں دیر
تیار کرتا رہا، ٹھہرا رہا لیکن اب تو پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے اسے پہلی آزمائ
۔ بے د' غ پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پانی بے حد سرد تھا، بے حد بدبودار لیکن ایسے موقعوں پر جس
کس نے خیال رکھا ہے۔ اس سرد پانی سے تیرتے ہوئے گزر کر میں دوسری سمت کے ڈ
طرف آ گیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ میں اپنا وہ اذیت ناک سفر بہت اختصار سے اور کسی قدر سرسر
رہا ہوں۔ بہر حال میں شدید مشقت کے بعد دوسری طرف اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو
جاتے ہی جسم چھلنے اور بے پناہ تھک جانے کی وجہ سے میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ میرا جسم گ
ابھی تک بدستور اندھیرا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے میں ایک ویران اور سنسان مقام پر بے سہا
تھا۔ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ ایک مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر...... اس کے جسم سے
لتھڑی ہوئی تھی ہر طرف اندھیرا تھا۔ موت اس کے چاروں طرف رقص کر رہی تھی اور زندگی
موت سے بہر صورت نبرد آزما ہو رہا تھا۔ آسمان پر چھوٹے چھوٹے تارے کہیں کہیں چمک ر

آگے کوئی میدان تھا۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا اور تاریکی تھی کچھ دیر تک میں اپنی جگہ
پڑا رہا۔ یہ آزمائشی گاہ کم حوصلہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ یہاں تو جری، متحمل مزا
جان اور بلند حوصلہ قسم کے لوگ ہی سانس لے سکتے تھے۔ اگر مجھے پہلے سے یہ علم نہ ہوتا ک
میری مزید زندگی اور میرے سنہرے مستقبل کے لیے لازمی ہے تو میں کبھی کا حوصلہ چھوڑ د
آگے بڑھتا رہا۔ دور میدان میں مجھے روشنی کے جھماکے نظر آئے جیسے کوئی سرچ لائٹ ہو، یا
تھوڑی دیر کے لئے چمکے یا کوئی چراغ لو بڑھا کر بجھ جائے۔ اس اندھیرے میں یہ روشنیاں
منظر پیش کر رہی تھیں۔ روشنیوں کی لکیریں اِدھر سے اُدھر جا رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا،
کوئی آبادی ہو اور میں رات کے وقت طیارے میں بیٹھا ہوا کسی شہر کی جلتی بجھتی روشنیاں

قباطاب میں نے اپنا سیدھا ہاتھ جارا کا کی مقدس کھوپڑی پر رکھ لیا۔ بہت دُور تک کوئی
ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ اچانک دائیں بائیں اور پشت سے روشنی کی دس بارہ تیز لکیریں
پھر تاریکی میں غائب ہوگئیں۔ میں ایک بار پھر رُک گیا۔ اس قسم کی تیز روشنی میں نے پہلے
یکھی تھی۔ روشنی کا گھپ اندھیرا میں اس طرح اچانک نمودار ہو کر غائب ہو جاتا تعجب خیز
ھڑا ہوا اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اندھیرے میں فلک شگاف
ی دیئے۔ وہ میرے قریب آ گئے۔ ان کے سفید دانت اور چمکتی ہوئی آنکھیں اندھیرے میں
شت ناک لگ رہی تھیں۔ انہوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجھ
ڑے۔ میں نے اپنے جسم کی تمام توانائی صرف کرتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ کچھ دیر کے
ں کریں۔ وہ رک گئے اور ان میں سے ایک بولا۔ ''ہوراشو۔'' (تم کون ہو؟)

''میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں۔'' میں نے دبنگ آواز
ب دیا۔ روشنی کی لکیروں نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ مجھے آہنی گرفت سے آزادی ملی۔ جس
نے سوال کیا تھا، کسی قدر نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔ ''تم آ گئے...... تم آ گئے ہو۔ ہو، خوب مزہ
''

''میں یہاں بھیجا گیا ہوں، مقدس اقابلا کے حکم پر۔''

''ہم تمہارا استقبال کرتے ہیں۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''یہاں رات کتنی طویل ہوتی ہے۔ میں تم لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے مفاہمت کے
کہا۔

''رات......'' اس نے پھر کسی مجذوب کی طرح قہقہہ لگایا۔ ''رات۔ معزز سردار کی معلومات
ملان کے متعلق کچھ بھی نہیں، یہاں ہمیشہ رات رہتی ہے۔''

''نہیں۔'' میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

''یہ اس کا کرشمہ ہے۔ اس بزرگ و برتر ہستی کا جس کا مقدس نام اقابلا ہے۔ مقدس اقابلا نے
افراد کی تربیت کے لئے یہ جزیرہ اپنے طلسماتی نظام سے آراستہ کیا ہے۔'' تنومند حبشی کے
گئے تھے۔ ''اسے اندھیرے پسند ہیں۔ اندھیروں میں اس کا خیال ہے جسم کی صلاحیتیں جلا
''حواس تیز اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔ اندھیرے میں انسان کے باطن کی تعلیم ہوتی
ر میں غیر معمولی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کا
ہو جاتا ہے۔''

''وہ عظیم ہے۔ ہم سب اس کے غلام ہیں۔'' میں نے عقیدت سے کہا اور اسے ہموار کرنے

کے لئے اپنے اور اپنے قبیلے کے متعلق اطلاعات پہنچانی شروع کر دیں۔ جب میں نے ا میں ایک اجنبی ہوں اور مقدس اقابلا کی نوازشوں سے سرداری کے منصب پر فائز ہو گیا ہو نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ کوئی سخت آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کا نام کابالو تھا۔ کابالو نے جزیرے کے ناظم اعلیٰ کا نام لوکاسا ہے جو انتہائی سخت گیر شخصیت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں اور لغزشیں پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس سے ملنے کی خواہش کی تو کابالو معنی خیز لہجے میں بولا سے تمہارا واسطہ پڑتا رہے گا۔ لوکاسا سب سے ملتا ہے، اسے یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تمہارا تع دنیا سے ہے۔''

مجھے اس گفتگو سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں بہت محتاط انداز میں دن گزارنے ہوں گے توری سے زیادہ خطرناک علاقہ معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈا مجھے ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا۔ کوئی آدھ گھنٹے چلنے کے بعد بولا۔ ''معزز سردار! یہاں حکم جاتی ہے۔ اب تم آنکھیں بند کر لو جب تک میں نہ کہوں تم اپنی آنکھیں بند رکھو گے۔ لوکا خلاف ورزی کرنے والے کو اپنی پسند کی سزا دیتا ہے۔''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو مگر رات میں آنکھیں بند کرنے سے کیا ہو گا یہاں مجھے و دکھائی نہیں دے رہا ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''یہ لوکاسا کی ہدایت ہے۔ لوکاسا اس جگہ رہتا ہے جہاں روشنیاں زیادہ ہیں۔ مق انتخاب شک اور شبہے سے بالاتر ہے مگر تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ جزیرہ ایک تربیت گا ماورائی علوم سیکھنے کی۔'' اس نے درشتی سے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس عرصے میں کئی بار مجھے دائیں بائیں گھومنا پڑا۔ ا پتھریلی سیڑھیوں سے نشیب میں بھی اترنا پڑا۔ میں نے اس مشکل سفر میں سختی سے آنکھیں پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے ساتھ نہیں رہے۔ میں عجیب مخمصے میں پھنس گیا کہ آ آنکھیں کھول دوں۔ دیر تک میں یوں ہی آگے چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ م اب بھی بند تھیں، میں نے ٹٹول کر گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف پتھروں کی دیوار نے ٹٹول کر وہاں سے باہر جانے کا راستہ تلاش کیا۔ راستہ بند تھا۔ گویا میں ایک اندھیر مقید ہو چکا تھا۔ میری جی چاہا کہ آنکھیں کھول دوں۔ وہ مجھے یہاں چھوڑ کر غائب ہو گئے آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ میری آنکھیں دکھنے لگیں۔ اسی حالت میں کافی دیر ہو گئی۔ اس گرمی اور وحشت تھی۔ میں آئندہ لمحوں کا منتظر تھا اور میرے حواس جواب دینے لگے تھے آواز کمرے میں گونجی۔ ''معزز سردار! عظیم لوکاسا کی ہدایت پر قریسا تمہیں خوش آمدید

ول کتنے ہو۔''

نے تیزی سے گھوم کر آواز کی سمت دیکھا۔ اٹھارہ انیس سال کی ایک سیاہ فام لڑکی میرے ی تھی اور مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا گٹھا ہوا بدن اس روشن کمرے کی مانند چمک رہا تھا۔ سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ دیواروں پر مشعلیں ایستادہ تھیں۔ اعلیٰ ناقابل فہم تصویریں دیواروں پر منقش تھیں۔ کمرے میں ایک چوبی میز کے سوا اور کسی قسم کا ہیں تھا۔ دیواریں اونچی اور ہیبت ناک تھیں، وہ حسین خدوخال کی لڑکی مجھے غور سے گھور رہی

''میں کہاں ہوں؟ یہاں کا ناظم اعلیٰ لوکاسا کہاں ہے؟''

''لوکاسا مقدس لوریما کے جشن سالگرہ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ سالگرہ کا یہ جشن جزیرہ کا ذہبی تہوار ہے۔ یہ تقریب آج سے آٹھ روز بعد منعقد ہوگی۔ اس سے پہلے عظیم لوکاسا کسی ات نہیں کرے گا مجھے تمہارے پاس اسی غرض سے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں لوکاسا کی مصروفیت اہ کروں اور اس جزیرے میں تمہاری آمد کے پُرمسرت موقع پر عظیم دیوتاؤں کا وہ جام پیش جو یہاں کے دستور کے مطابق ہر نووارد کو نوش کرنا پڑتا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ اس مبارک جام کی کے لئے آج میرا انتخاب عمل میں آیا ہے۔''

میں نے دیکھا کہ یہ جملہ کہتے وقت اس کے چہرے پر خوشی کی کوئی علامت نمودار ہونے کے لب کے اذیت ناک تاثرات نمایاں ہوئے اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ میں محسوس کر اس کا دل خوف سے دھڑک رہا ہے۔ اس کی بے ترتیب سانسیں اس کے سینے کے زیر و بم سے ظاہر ہو رہی تھی۔

''حیرت ہے کہ میری پذیرائی یہاں عجب انداز میں ہوئی ہے۔ ناظم اعلیٰ جشن میں مصروف ھے کوئی ہدایت بھی نہیں دی گئی جب کہ میں مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق یہاں آیا ہوں۔'' بے دلی سے کہا۔

''جشن سالگرہ سے پہلے قصر لوریما سے اس کا آنا ناممکن ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔ اس میں کوئی چاشنی نہیں تھی۔ خوف شامل تھا۔ ''کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے مہمان سردار کے تاؤں کا خاص جام تیار کرنا شروع کروں؟''

''اجازت ہے۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔

میرا جواب سن کر قریسا کی آنکھوں کی ویرانی کئی گنا بڑھ گئی۔ اس کے سینے کا تلاطم طوفانی شکل رہا تھا۔ وہ کسی جانب سے سخت ہراساں نظر آ رہی تھی۔ میرے قریب آ کر وہ میرے قدموں پر

سجدہ ریز ہوگئی۔ پھر دوبارہ اٹھی اور مجھے اداس نظروں سے دیکھتی ہوئی اس چوبی میز کے قر
کھڑی ہوگئی جو کمرے کے مشرقی گوشے میں موجود تھی۔ معاً میری نظر چوبی میز پر ر
سازوسامان پر پڑی۔ میں چونک اٹھا۔ وہاں جو سامان موجود تھا وہ عمل جراحی سے متعلق تھ
سوچا کہ کہیں قریسا کی آنکھوں کی ویرانی کا سبب میرا اقرار تو نہیں ہے وہ عمل جراحی کے ان آ
کس قسم کا مشروب تیار کرسکتی ہے؟ اس نے اپنے انتخاب کیے جانے پر فخر کا اظہار کیا تھا۔ پھ
زدہ کیوں تھی؟ اس کے تنفس کی رفتار بے ترتیب کیوں ہو رہی تھی؟ اس کی خوبصورت آنکھو
ماند کیوں پڑ گئی تھی؟

میں شش و پنج میں مبتلا ہوگیا۔ میری نظریں قریسا کے چہرے پر جمی ہوئی تھی اور قریسا
اس درندے کی کھوپڑی پر مرکوز تھیں جو دریائی سانڈ سے مشابہہ تھا۔ میں نے قریسا کو اس ک
کے سامنے عقیدت سے سر جھکاتے دیکھا۔ پھر اس کی نظریں درندے کی کھوپڑی سے ہٹ
رکھے ہوئے سامان پر جم گئیں۔ چند لمحوں تک وہ منجمد کھڑی پتھر کے آلات دیکھتی رہی، پھ
ہاتھ بڑھایا اور شیشے کا طشت اٹھا کر اپنے سینے کے نیچے میز پر رکھ لیا۔ میں حیرت سے کھڑا اس
ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ کمرے میں ہم دونوں کے
تیسرا وجود بھی موجود ہے۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ میرے بائیں جانب زمین پر تقر
فٹ لمبا ایک سیاہ سانپ پھن اُٹھائے جھوم رہا تھا۔ میں غیر ارادی طور پر اچھل کر اپنی جگہ سے
مگر سانپ کا رخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا چوبی میز کی جانب بڑھا اور میز
وہ قریسا کے سامنے پھن کاڑھ کے جھومنے لگا۔ میں نے قریسا کی تپتی ہوئی نظروں میں اچانک
سرخی نمودار ہوتے دیکھی وہ پوری طرح سانپ کی جانب متوجہ تھی، دفعتہً اس نے ہاتھ بڑھا کر
پھن گرفت میں لے لیا اور برق رفتاری کے ساتھ میز سے خنجر اٹھا کر سانپ کا پھن کاٹ دیا۔

قریسا سانپ کا جسم درمیان سے چاک کر کے اس کا خون طشت میں نچوڑ رہی تھی، میں
ہو کر یہ تمام ہولناکیاں دیکھ رہا تھا۔ سانپ کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے کے بعد ق
اسے بڑی حقارت سے ایک جانب اچھال دیا۔ پھر اس نے تیز دھار خنجر دوبارہ مضبوطی سے
میں جکڑ کر فضا میں بلند کیا۔ اس کے ہونٹ متحرک ہوئے، وہ کچھ پڑھ رہی تھی۔ میں صاف
نہیں سن سکا۔ اس کی آواز میں شہد کی مکھیوں جیسی بھن بھناہٹ تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ نہ
بڑبڑاتی رہی، پھر اس نے مقامی زبان میں بہ آواز بلند کہا۔ ''راہو آہو غوغا میکولائی سامارق
باگی۔'' (مقدس دیوتاؤ! گواہ رہنا کہ قریسا تمہارے اشارے پر قربانی پیش کر رہی ہے۔)

قریسا کی زبان سے یہ الفاظ ہوئے تو مجھے جھرجھری آگئی اور اس سے پہلے کہ میں ا

ے روکتا' قریسا کا خنجر والا ہاتھ بجلی جیسی تیزی سے نیچے آیا اور خنجر اس کے سینے میں پھل تک
گیا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ میں سراسیمگی سے قریسا کی قربانی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بلند
تھی۔ اس نے کمال بے نیازی کے ساتھ اپنا سینہ خنجر سے چاک کر کے خنجر نکال لیا اور طشت پر
اس کا خون سانپ کے خون میں شامل ہوگیا۔ جب طشت لبالب ہوگیا تو وہ گرتی پڑتی
قریب آئی۔ میرے معبود! کس قدر ہولناک تھا وہ منظر۔ قریسا کی آنکھیں ابل آئی تھیں لیکن
ے قریب آگئی اور طشت کی طرف اشارہ کر کے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہنے لگی۔ ''معزز
دیوتاؤں کا جام نوش کرو، اسے قبول کرو۔''

زیسا کی پیش کش پر میرے اوسان خطا ہوگئے ہیں۔ میں وہ خونیں طشت اٹھا کر پھینک دینا
لیکن کوشش کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔ اس لیے کہ سمورال کی دی ہوئی مالا میری گردن میں چبھنے
۔ یہ ایک علامت تھی کہ میں غلط انداز سے سوچ رہا ہوں، مالا کی پُراسرار حرکت نے میری
کی، میں سنبھل گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر طشت تھام لیا۔ اس کے اندر نظر ڈالی۔ سانپ اور
کا خون جمع تھا، مجھے کراہت کا شدید احساس ہوا لیکن میں نے دل پر جبر کر کے طشت ہونٹوں
لیا اور آنکھیں بند کر کے ایک ہی سانس میں اسے حلق سے نیچے اتارنے لگا۔ مجھے شدید
آ رہی تھیں۔ میرا سارا جسم تھرتھرا رہا تھا لیکن بے پناہ متلی کے باوجود میں طشت خالی کر گیا۔
بندہ کام سے فراغت پا کر میں نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ قریسا کی لاش میرے قدموں
کا ہے۔ میرا جی اُلٹ رہا تھا۔ قریسا کی لاش کی ہئیت کذائی نے کچھ ایسا اثر کیا کہ طشت میرے
ے چھوٹ کر فرش پر گرا اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔ مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا' قے کی شدت کے
ساتھ نشے اور بے ہوشی کی کیفیت بڑی تیزی سے مجھ پر مسلط ہو رہی تھی۔ کمرے کی دیواریں اور
لوٹتی ہوئی نظر آ رہی تھی، میں لڑکھڑانے لگا اور سنبھلنے کی کوشش میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں
ار کمرے میں وحشت کا رقص کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بھیانک قہقہوں کی آوازیں
گیں اور پھر قہقہوں کی گونج میں سینہ چیرتی ہوئی ایک حیوانی آواز شدت سے ابھری۔ میں یقین
نا کہہ سکتا کہ وہ ماحول کا اثر تھا یا درندے کی چیخ کا خوف' میرا سارا وجود لرزہ براندام ہوگیا۔ میں
ادھ ہوشی کے عالم میں آواز کی جانب نظر کی تو میری آنکھیں اسی سمت ساکت ہوگئیں۔ کالاری کا
ہو مجھے خونیں نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے ہوشی اور نشے
بت میرے اعصاب پر غالب آنے لگی۔

کاہو کی خوں خوار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب
ر کے فرش پر مار رہا تھا۔ اس کے تیوروں سے جلال ٹپکتا تھا اسے دیکھ کر مجھے بہت سی باتیں یاد

آ گئیں۔ میرے ہاتھ اس خنجر کی طرف بے اختیار اُٹھے جس سے قریسا نے سانپ کو اور خود کو ختم

☆==========☆=====☆

قریسا کا خنجر میرے ہاتھ میں تھا۔ اس کمرے میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ایک قبر ہو جس کے ہر طرف پتھر کی دیواریں ہوں۔ ابھی ابھی میں نے قریسا کا ہول ناک ... تھا اور میں نے اس کے اور سانپ کے خون سے تیار کیا ہوا' دیوتاؤں کا عظیم جام نوش کیا تھا۔ کا... دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں فرش پر مار رہا تھا۔ اس کی خرخراہٹ بھرے ہو... دہاڑ سے مشابہہ تھی۔ میرے کانوں میں اس کی اشتعال انگیز چیخوں سے اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا اپنا ذہن ماؤف معلوم ہونے لگا۔ ایسی صورت میں کوئی مناسب اور نتیجہ خیز فیصلہ کرنا میرے لئے نہیں تھا لیکن اسے سامنے دیکھ کر میرا خون تیزی سے جسم میں گردش کرنے لگا۔ ترام کی پُر اسرار کے بعد یہ میرا رفیق بندر جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا' جزیرہ توری سے اچانک غائب اور سمورال بھی اپنی تمام بزرگی و برتری کے باوجود اسے سزا دینے میں ناکام ہو گیا تھا۔ ترام کی معمہ ابھی تک میرے لیے پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا۔ ترام کی اذیت ناک موت کے ساتھ بوڑھے ہندی دوست سرنگا کی بات یاد آئی۔ جس نے کاہو کے سلسلے میں مجھے ہوشیار رہنے کی تھی، مگر اس سے پہلے کہ میں ابالیش کی طرح اسے بھی ٹھکانے لگاتا۔ وہ میری جھونپڑی رفاقت چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ پھر انتہائی خون خوار نظروں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔ بے اختیار خنجر تانا اور نشانہ باندھ کر پوری قوت سے کاہو کی طرف پھینکا لیکن اس کی حیرت ا... اور مستعدی سے میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ خنجر اندھیرے میں کہیں دور جا گرا۔ میں اس کے پیچھے وہ اِدھر سے اُدھر کھسک گیا۔ دیوتاؤں کا جام خاص حلق میں انڈیلنے کے بعد مجھ پر دیوانگی طا... تھی۔ کاہو بار بار اُس طرف آ جاتا تھا' جہاں میرے ہاتھ سے مشروب کا طشت گرا تھا۔ میں ... اپنے قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کاہو کی چیخیں بلند ہو گئی تھیں اور وہ دہشت ناک قلابازیاں کھا رہا تھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ بلند ہوئی اور وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ میری زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ میں نے اسے لرزتی آواز میں مخا...

"کاہو! میں تیرے انتظار میں تھا بدنصیب چوپائے...... میں اب تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ تو ترا... ہے۔ تو نے میری اجازت کے بغیر میری رفاقت چھوڑی۔ تو نے میرے ساتھ دغا کی۔ مقدس قسم! تو میرے عتاب میں آ چکا ہے۔"

کاہو نے لوٹتے لوٹتے اچانک پھرتی سے جست لگائی اور ایک ہی جھٹکے میں وہ بجلی کی کے ساتھ خنجر میرے ہاتھ سے جھپٹ لے گیا۔ اس کی پھرتی اور دفاعی انداز سے میری عقل

...ے جھک رہی تھی۔ اس کی خون خوار نظروں میں اب خوف نمایاں تھا اور اس وقت تو میری ...ی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ میرے پیروں میں لوٹنے لگا۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھتا، پھر ...ے پاؤں چاٹنے لگتا۔ میں چند لمحے اس کے رویے کی تبدیلی اور یہ عجیب و غریب حرکت دیکھتا رہا۔ ...نے ثر بار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ "آہ کاہو! میں جانتا ہوں منحوس روح۔ تو میرے قدموں میں ...ں پڑا ہے۔ تو نے سمورال کو مجھ سے دور کر دیا۔ اب تو رحم کا طالب ہے۔ یاد رکھ میں تجھے کسی ...ت معاف نہیں کروں گا۔ ترام کی موت کی آگ ابھی تک میرے سینے میں سلگ رہی ہے۔"

"رحم! اے معزز سردار رحم!" اچانک کاہو کے حلق سے انسانوں جیسی آواز بلند ہوئی۔ "تم جو کہہ رہے ہو، وہ درست ہے لیکن مجھے مجبور کر دیا گیا تھا...... میں آج بھی مجبور ہوں۔ اگر تم نے رحم ...دروازے بند کر دیئے تو میری روح ہمیشہ تڑپتی رہے گی۔ مجھے اجازت دو اے معزز سردار، کہ میں ...اس کے اُس جام خاص کے چند قطرے اپنے حلق میں انڈیل لوں جو قریسا نے تمہارے لیے تیار ...تھا۔ ایک مدت سے میں اس موقع کا منتظر تھا۔ مجھے ترام سے کوئی بغض نہیں تھا لیکن میں مجبور ہو گیا

"

پہلی بار مجھ پر یہ راز منکشف ہوا تھا کہ کاہو انسانوں کی طرح بول سکتا ہے۔ ویسے اس کی حیرت... صفات کے متعلق مجھے بہت کچھ علم ہو چکا تھا۔ میں اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے استعجاب میں دیکھ کر میرے پیر چاٹتے ہوئے کاہو بڑی لجاجت سے بولا۔ "فیصلہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ یہ لمحات ...گئے تو پھر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں اسی طرح بھٹکتا رہوں گا۔ مجھ پر رحم کرو۔ مجھے اس مشروب ...چند قطرے چاٹنے کی اجازت دے دو۔ کاہو جب آزاد ہو جائے گا تو اس احساس کے عوض تمہاری ...ت پر ہمیشہ تیار رہے گا۔ تم کیوں نہیں سمجھتے کہ یہاں ہر چیز برتر احکام کی تابع ہے۔ میں مقدس ...کا کی کھوپڑی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارا وفادار ہوں گا لیکن اپنے حصے میں سے چند قطرے ...ب آزادی کے مجھے عطا کر دو۔"

کاہو کے لہجے میں رقت تھی، وہ بار بار اپنا سر میرے قدموں پر رکھ رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح ...ے قابو میں تھا۔ میں چاہتا تو اسے ایک لمحے میں اٹھا کر اس کی گردن مروڑ دیتا۔ میں چاہتا تو خنجر ...ر کا جسم کئی حصوں میں منقسم کر دیتا لیکن اس کے رقت انگیز بیان سے میرا غصہ پگھل گیا اور اس ...تجسس نے لے لی، آخر کاہو اس مشروب کے چند قطرے چاٹنے کے لئے کیوں مصر ہے؟ میں ...ے مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ آخر وہ کیا راز ہے جس نے کاہو کو میرے قدموں پر لوٹنے کے ...مجبور کر دیا ہے۔ مجھے اس سے بہت سی باتیں معلوم کرنی تھیں۔ پھر اس نے جارا کا کی مقدس ...کی قسم کھا کر میری معاونت کا عہد بھی کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر لمحوں میں ایک فیصلہ کیا اور

کاہو سے سوال کیا۔ ''آخر تمہیں کس نے مجبور کیا تھا؟''

''جابر بن یوسف! جزیرہ توری کے معزز سردار! کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں ان ط شناخت کرا سکتا ہوں جو خود پردہ پوشی کی متمنی ہیں۔ تمہیں اس بات سے آگاہ کرنا ہوتا تو اب معلوم ہو گیا ہوتا۔ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے سے گریز کرو۔ میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکوں گا۔'' فریاد کرتے ہوئے کہا۔

''پھر تم مجھ سے کیوں توقع رکھتے ہو کہ میں ترام کا قاتل ہونے کے باوجود تمہیں اس خاص کے چند قطرے پینے کی اجازت دے دوں گا۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم نقصان میں نہیں رہو گے۔ وہ مشروب تم نے زمین پر گرا دیا ہے جس میں جزیرہ با ایک دوشیزہ کا خون شامل ہے، تمہیں جو کچھ پینا تھا، وہ تم پی چکے ہو۔ اتنے سنگ دل نہ بنو۔ تم دنیا کے ایک فرد اور رحم دل شخص ہو۔ میں بڑی امید سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم نے انکا پھر نہ جانے کب مجھے موقع ملے۔'' کاہو نے لجاجت سے کہا۔

''میرے ہاتھ تمہیں ختم کرنے کے لئے مضطرب ہیں اور تم رحم کی امید رکھتے ہو؟'' درشتی سے کہا۔

''میں تم سے آخری وقت تک رحم کی درخواست کرتا رہوں گا۔'' کاہو نے میرے قدم اپنا سر رگڑنا شروع کر دیا۔

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھے ترام کی موت کے سلسلے میں کسی سراغ سے آگاہ نہیں کر۔ لیے میں نے آئندہ لمحوں میں کسی نئے واقعے کے ظہور کی دلچسپی کے لئے اسے بہ اکراہ مشروب کی اجازت دے دی۔ کاہو نے احسان مندانہ نظروں سے میری جانب دیکھا اور اس نے پھر ایک قلابازی کھائی۔ وہ کچھ دیر تک رقص کے انداز میں دیوانہ وار کمرے میں گھومتا رہا جیسے یہ عبادت کا حصہ ہو، پھر وہ تیزی سے کودتے ہوئے طشت کی جانب بڑھا اور زبان نکال کر۔ مشروب چاٹنے لگا۔ اس خون خوار بندر کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ زمین قطرہ باقی نہیں رہا تو اس نے زمین پر لوٹ لگانا شروع کر دیا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک نے سر اُبھارا کہ کہیں مجھ سے غلطی تو سرزد نہیں ہو گئی؟ وہ جام، جو بطور خاص میرے لیے تیار کیا اسے میں نے کاہو کو پیش کر کے دیوتاؤں کی حرمت کو کوئی زک تو نہیں پہنچائی، بندر اچھل رہا تھا اپنی پیش کش پر نادم ہو رہا تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص اندھیرے کی اوٹ سے نمودار جس طرف سے آیا تھا۔ وہاں کی مشعل دم توڑ چکی تھی اور دوسری مشعلیں روشن تھیں۔

''جزیرہ توری کے معزز سردار! کاہو تمہارا احسان مند ہے، اسے اپنے عہد کی زبان یاد؟''

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ میری نظروں کے سامنے ایک معمر، دراز ریش حبشی برہنہ بدن ہاتھ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے کی جھریوں سے تجربے نمایاں تھے۔ اس کے انداز میں وقار اور لہجے تھا۔ وہ مقامی زبان میں کسی قدر لرزش کے ساتھ مجھ سے مخاطب تھا۔ اس کی نگاہوں میں کشش اور سنجیدگی موجود تھی۔ وہ کوئی مذہبی پیشوا لگ رہا تھا۔ کہن سالی دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا کہ اس نے زمانے دیکھے ہیں۔ وہ کوئی مدبر اور ذہین شخص ہے۔ سموران کی طرح اس کے جسم پر بھی روں اور پرندوں کی عجیب اشکال مختلف رنگوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں حیرتوں میں غرق تھا کہ اس نووارد نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تم نے کاہو پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ بندر کاہو تمہارے احسان کا سزاوار نہیں تھا۔ اگر تم مجھے اپنا بچا ہوا مشروب استعمال کرنے کی اجازت یتے تو میری روح اسی بندر کے جسم میں مقید رہتی ہے جو اس وقت تمہارے سامنے اچھل کود کر رہا میں تمہارے انتظار میں تھا۔ معزز سردار! مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے اجازت دے دو گے؟''

''تمہاری روح!'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا تم کوئی روح ہو؟''

''ہاں اب میرا کوئی جسم نہیں یہ جسم جو تمہیں نظر آ رہا ہے، اس کا بوجھ اس زمین پر نہیں ہے۔ اب صرف ایک ہیولا ہوں۔ جسم ایک فانی چیز ہے۔ یہ ہیولا تمہاری نظر کا فریب ہے۔'' اس نے راز انداز میں کہا۔

''تم ایک روح ہو۔ میں ایک روح سے ہم کلام ہوں۔ میں تمہارا جسم چھو کر اس کی تصدیق کرنا ہوں۔'' میں اپنا تجسس چھپا نہ سکا۔ میں نے جھپٹ کر اسے دبوچنا چاہا۔ میرے ہاتھ خلا میں معلق لئے اور پھر اپنی جگہ واپس آ گئے ہیں۔ اس کا جسم نہیں چھو سکا تھا۔ حیرت سے میں اپنی جگہ ساکت ا۔

''تم مجھے چھو نہیں سکتے، یہ میری آمادگی پر منحصر ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔

''مگر تمہیں کس نے مقید کیا؟'' میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

''آہ سیدی جابر! یہ ایک طویل داستان ہے۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنی ہو گی۔ ہرچند کہ میں ایک ہوں اور میرا رشتہ اس جہان سے منقطع ہو چکا ہے لیکن مقدس اقابلا نے آسمانوں میں جانے سے میری روح مقید کر لی تھی کیوں کہ میں اس کا مستحق تھا۔ میں کسی زمانے میں اس عظیم الشان نت کا ایک برگزیدہ شخص تھا۔ کون تھا جو میرے احکام کے سامنے سرتابی کی جرات کرے۔ میں نی علوم کا ماہر، اس پُراسرار سرزمین میں مقدس اقابلا کے بعد سیاہ وسپید کا مالک تھا۔ میری یہ برتری میرے منصب سے محروم کر گئی۔ میرا علم مجھے کھا گیا۔ میرا تدبر مجھے چاٹ گیا۔ میں نے جو سوچا تھا سوچا تھا اور میں نے جو کہا تھا وہ غلط کہا تھا۔ آخر مجھے اپنا جسم چھوڑنا پڑا اور یوں میں اپنی روح

بھی اس کے جاہ وجلال، اس کے عتاب کی زد سے نہ بچا سکا۔ اس نے مجھے ایک بندر کے جسم
کر دیا۔"

کاہو ایک لمحے کو رکا۔ پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کر دیا۔ "سیدی جابر! تم ان ہو
مصائب کا تصور نہیں کر سکتے جن سے میری روح دوچار رہی ہے۔ میں اس کی خوشنودی حاصل
کے لئے ایک زمانے سے اس کے اور اس سے قریب ہر شخص کے اشاروں پر اپنا سر جھکاتا ر
آج میری جدوجہد کی تکمیل ہوئی اور مجھے آزادی نصیب ہوئی۔ جو سزائیں میرے مقسوم میں لکھ
تھیں، میں ان سے گزر چکا ہوں، مجھے معلوم تھا کہ تم میری نجات کا سبب بن سکتے ہو۔ میں
باگمان کے اندھیروں میں تمہاری آمد کا منتظر تھا او وہ میرے پیچھے تھا۔ آخر تم آ گئے اور میری تو
مطابق تمہیں دیوتاؤں کا جام پیش کیا گیا۔ میری ذلت اور خواری کے دن گئے۔ میں نے کالا
کم تر درجے کے سردار کے ہاں اذیت کے دن گزارے۔ میں ایک حقیر بندر کے ناتواں جسم
تھا۔ اقابلا کی سلطنت کے ایک بڑے شخص کو مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا۔ میری کوشش ہو
معزز سردار کہ میں تمہیں بلاؤں سے دور رکھوں۔ تمہیں جس وقت میری ضرورت ہو، مجھے
کرو۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ جہاں اس کے مقدس قوانین آڑے آ جائیں گے اور جہاں
محسوس کروں گا کہ تمہاری اعانت میرے لیے مناسب نہیں ہے اور جہاں مجھ پر پابندی عا
جائے گی، وہاں میں تمہاری اعانت نہیں کر سکوں گا اور سنو، اگر تم نے میری روح کی آزادی کا
اور سے کیا تو میں کبھی تمہاری مدد کو نہیں آؤں گا۔ پھر تم مجھے کبھی نہ پا سکو گے اور میں ہمیشہ
زمین کو خیرباد کہہ دوں گا۔"

میں اس کی باتیں تجسس، حیرت اور اشتیاق سے سن رہا تھا اور اس سے بہت کچھ پوچھنے
کچھ جاننے کا خواہش مند تھا لیکن وہ میرے سوالات نظر انداز کر کے اپنی بات کہنے پر ہی اکتفا
میں نے پھر اس سے ترام کی موت کا سبب جاننا چاہا۔ وہ پھر گڑبڑ کر گیا۔ میں نے اقابلا کی شخصی
کی سلطنت کے اسرار، کاہن اعظم سمورال اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوال کیے تو اس
واضح جواب نہیں دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ ایسے سوالات مجھے سرے سے کرنے ہی نہیں چاہئیں
کی باتوں سے اتنا اندازہ ہوا کہ وہ کسی زمانے میں اقابلا کی حکومت کا ایک صاحب اثر شخص تھ
طاقت اور اثر کے سحر میں کوئی نادانی کر بیٹھا اور نتیجتاً عتاب کا شکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرنے
اس کی روح بھی قید کر لی گئی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ جزیرہ
میں ایک پُراسرار قوت کی اعانت مجھے حاصل ہو گئی۔ حالانکہ مجھے اس سے کوئی زیادہ توقع نہیں تھ
لیے کہ اس نے میری مدد کرنے کے لئے اپنی حدود و شرائط کا ذکر تفصیل سے کر دیا تھا۔

"میں صرف ایک چیز پوچھنا چاہتا ہوں معزز کاہو! تم نے اپنے طور پر یہ پیش کش کی ہے کہ تم عتاب میں میرا ساتھ دو گے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کسی قسم کے حالات سے سابقہ پڑے گا اور میں کب تک یہاں رہوں گا؟" میں نے اس سے متاثر ہو کر کہا۔

"تاریک براعظم کے اسرار میری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں اس تربیت گاہ میں جن حالات سے دوچار ہونا ہے، وہ بھی میرے علم میں ہیں لیکن جسے بتانا اسے مقصود نہیں، اُسے میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ اس علاقے کی روحیں اس کی برتری کی قائل ہیں۔ مجھے افسوس ہے میرے محسن کہ میں تمہیں پیش آنے والے واقعات سے باخبر نہیں کر سکتا لیکن ایک مشورہ ضرور دے سکتا ہوں کہ جن اعلیٰ اوصاف سے تم نے اس علاقے میں اپنے لیے کوئی جگہ بنائی ہے، انہیں مت چھوڑنا۔" اس نے بے نیازی سے کہا۔

"میرے ذہن پر دُھند چھائی ہوئی ہے، میں ہر چیز جاننے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے بے چینی سے کہا۔

"دُھند صاف ہو جائے گی۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے بارے میں اگر کچھ جاننا چاہوں تو......" میں نے جھجکتے جھجکتے پوچھا۔

"سرنگا!" کاہو کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "سرنگا...... وہ ہندی بوڑھا، پر جابر بن یوسف الباقر اس سرزمین پر صرف مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ یہاں کسی اور کی برتری کا تصور کرنا جرم ہے، اگر امان چاہتے ہو تو صرف اس کی طرف رُخ کرو، اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو سوچنا بند کر دو یہ کیوں ہوتا ہے، تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے اس کا قرب اور اس کے انصاف و اکرام کا سایہ ہونا ضروری ہے۔"

"کاہو! مجھے اس کا احساس ہے، میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اب صرف ایک ہی خواہش ہے کہ......" میں نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے نشیلے لہجے میں کہا۔ "اس کا حصول...... بس پھر موت کامل پناہ ہے۔"

"جابر بن یوسف! میرے محسن میں جا رہا ہوں، اس سے زیادہ گفتگو میرے لیے مہلک ہوگی۔ میری دعا ہے کہ دیوتا تم سے خوش رہیں۔" کاہو نے مجھے دعا دی اور مزید کچھ پوچھنے سے پہلے وہ اندھیرے کی اوٹ میں کہیں گم ہو گیا۔ وہ بندر ابھی تک اِدھر اُدھر دوڑ کر راستہ تلاش کر رہا تھا۔ راستہ بند تھا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں مجھے سخت آزمائش و ابتلا کا خوف دلا رہی تھیں۔ روز ایک انکشاف ہوتا تھا اور روز اقابلا کی طلب کے مقابلے میں مجھے اپنا قد کم ہوتا محسوس ہوتا تھا۔ ہر روز اس کی وسیع و عریض

سلطنت کی عظمت و شوکت کا رعب مجھ پر پہلے زیادہ مسلط ہو جاتا تھا۔ جتنا منزل کے قریب
منزل اتنی ہی دور معلوم ہوتی تھی۔ منزل شوق کا فاصلہ بڑھتا جاتا تھا۔ وہ اور دور ہو جاتی تھی،
سے ملاقات کے بعد وہ اور مشکل معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے سوچا کہ مجھے اس کی طلا
دستبردار ہو جانا چاہئے۔ وہاں تک پہنچنے میں میرے بال سفید ہو جائیں گے اور میرے جسم پر کو
لگے گی لیکن اس کی طلب سے دستبردار ہونا میرے امکان میں نہیں تھا۔ اس کا احساس مجھے جو
تھا۔ وہ میرا حوصلہ تھی۔ چاروں طرف سے بند اس کمرے میں، مجھے تلخیوں اور اذیتوں کا احسا
لیکن میں نے سوچا، یہ دیواریں گر جائیں گی۔ کوئی آئے نہ آئے ممکن ہے یہیں میری قبر بن
اب مجھے صرف اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ بندر بار بار میرے خیالوں کی یکسوئی میں حا
تھا اور میں اسے ڈانٹ کر خود سے دور کر دیتا تھا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مشعلوں کی رو
رات ہی رات نظر آتی تھی۔ ایک نہ ختم ہونے والی رات۔ گھڑیاں بیت رہی تھیں۔ پھر مجھے نیند
جب میں بیدار ہوا تو کمرے کے ماحول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی خاموشی ہر سو طاری تھی
وہاں سے قریسا کی لاش، سانپ کے ٹکڑے، چوبی میز اور طشت بھی غائب تھا۔ اب صرف میر
بدقسمت بندر ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ وہ ایک طرف کونے میں سہما ہوا بیٹھا تھا اور میں
طرف بیٹھا، آنے والے لمحات کے انتظار میں آنکھیں کبھی کھولتا، کبھی بند کرتا تھا۔

اس تنہائی کی طوالت دنوں اور گھڑیوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ روشنیوں کے نشیب
وقت کا تعین کرتے ہیں یا پھر انسانوں نے اسے ناپنے کے لئے گھڑیاں ایجاد کر رکھی ہیں۔ اس
میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ یہاں یکساں روشنی تھی مجھے کوئی اندازہ نہیں کہ کس قدر وقت بیت گیا۔
کئی دن، میرا خیال ہے، تین چار دن، میری کمر دکھنے لگی اور میرے معدے میں کھولن سی ہونے
بندر بھی نیم مردہ ہو چکا تھا۔ بھوک کی شدت سے ہم دونوں شاید ایک دوسرے کی موت کے منتظر
نہ پانی تھا اور نہ غذا۔ جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا جس میں اینٹھن شدید ہوتی جاتی تھی۔ مجھے یہ یق
چلا تھا کہ میں نے کاہو کی مدد کر کے دیوتاؤں کی منشا میں مداخلت کی ہے اور مجھے اس زنداں میں
کی سزا مل رہی ہے۔ میں نے خود پر لعن طعن کی، پتھروں کی دراڑوں میں بار بار اٹھ کر راستہ
کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں تو ہر طرف پتھر تھے۔ سنگین دیواریں۔ ایک دردناک موت میرے
میں گھوم گئی۔ یہیں پڑے پڑے ایک دن میرے اعصاب جواب دے جائیں گے اور میں ہڈیوں
پنجر کی شکل میں تبدیل ہو جاؤں گا۔ میری بے احتیاطیوں نے آخر مجھے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

مجھے اپنے آپ پر ہنسی آ گئی۔ میں کتنا بڑا احمق تھا کہ پے در پے مصائب جھیلنے کے بعد بھی
نے کچھ حاصل نہیں کیا تھا۔ میں نے کیوں آسمان پر پہنچنے کی کوشش کی تھی جب کہ مجھے اس بات کا

ہو چکا تھا کہ یہ فسوں کار لوگوں کی بستی ہے۔ یہاں کے انسان مختلف، ان کے رسم و رواج جُدا
کے اطوار سربستہ اسرار ہیں۔ میں مر رہا ہوں۔ اس اجنبی کا خاتمہ قریب ہے، جس نے اس
میں صرف اپنی ذہانت اور شجاعت کے بل پر کوئی حیثیت حاصل کی تھی۔ مجھے وہ سب یاد
سرنگا، ترام، سموراں اور جمراں۔ میں کہاں کہاں سے گزر کر اور کن کن لوگوں کو مسخر کر کے یہاں
پہنچا تھا۔ اسی لمحے مجھے سرنگا کی دیوی یاد آئی جس نے سریتا کو محفوظ رکھا تھا۔ اپنا دوست سرنگا۔ نہ
کس عالم میں ہو گا۔ جمراں آخر شب میرے پاس کیوں آیا تھا؟ اور زارمے مجھ سے کیوں ملنا
اشار۔ وہ لڑکیاں جو میرے اشارے پر جبینیں جھکا دیتی تھیں۔ مگر اب ان سب کے بارے
سوچنا بے کار تھا۔ تنہائی میں کوئی کیا کیا سوچ سکتا ہے جو شخص ایسے حالات سے دوچار ہو، اس کی
راگندگی کے متعلق کوئی کم مایہ شخص ہی تصور کر سکتا ہے۔ ان پریشان کن خیالوں سے نجات پانے
لئے صرف ایک ترکیب سمجھ میں آئی، جس سے مجھے ایک عجیب فرحت اور توانائی کا احساس ہوا۔
نے سوچا۔ یہاں بہتر یہی ہے کہ اس کافر کی یاد میں محو رہا جائے۔ وہ بت طناز، وہ شعلہ بدن، وہ
رخ، وہ آسمانوں کی کوئی حور جب بھی میں نے اسے یاد کیا' میرا ذہن آسودہ ہوا۔ میں اس کے کیا
اوصاف بیان کروں۔ میں اسے کن لفظوں سے پکاروں۔ اقابلا! حسین اقابلا!! ماہ جبیں اقابلا!!!
ندامت ہوئی کہ میں گستاخی کر رہا ہوں اس کے لئے یہ الفاظ مناسب نہیں۔ اس کے لئے تصور کی
ال وسعت شرط ہے۔

اس تصور کے ساتھ میں اپنے حواس کھو بیٹھا۔ وہ بندر میرے قریب آیا اور اس نے میرے قریب
گرا دیا۔ شاید اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا۔ میں نے اس
پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ ہم دونوں پھر غافل ہو گئے۔
معلوم نہیں کہ کتنا وقت گزرا۔ جب پتھروں میں گرج سی پیدا ہوئی تو میں نے نقاہت سے آنکھیں
اریں۔ سامنے کابالو کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ ایک بے بس انسان کے ساتھ یہ کیسا
مذاق ہو رہا تھا۔ کابالو کے انداز سے بے نیازی ظاہر ہوتی تھی۔ وہ میری ابتر حالت سے قطعی
متاثر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ "کیا موت کا حکم سنانے آئے ہو؟" میں نے طنزاً کہا۔

"مجھے نہیں معلوم، ممکن ہے وہ تمہارے لیے موت کا فیصلہ کر دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔
کی ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے پاس لے چلے
۔" کابالو نے بیزاری سے کہا۔

میں نے اپنا منتشر جسم اکٹھا کیا اور اپنے رفیق بندر کو گود میں اٹھائے خاموشی سے اس کے ساتھ
اس مرتبہ بھی کابالو نے ایک عمل سے میری بینائی معطل کر دی تھی۔ کابالو مجھے ساتھ لیے ہوئے

چلا۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا جیسے اس کمرے میں کوئی دیوار نہ ہو، نہ کوئی دروازہ کھلنے کی آواز آئی
کوئی دیوار ہٹنے کی آہٹ ہوئی۔ آگے چل کر میں نے محسوس کیا کہ میں کمرے سے باہر آچکا ہوں
درختوں اور پتوں کی خوشبو نے میرے نتھنوں میں داخل ہو کر مجھے دوبارہ زندگی کا احساس دلایا۔
نے بندر کو چھوڑ دیا۔ وہ بھی میرے طرح بھوکا تھا اس لیے نہ جانے کس طرف ہولیا میں اس کے
چلتا رہا۔ ٹھوکریں کھاتا اور جھنجھلاتا ہوا۔ ''تمہاری منزل آگئی ہے معزز سردار!'' کابالو کے خاط
ہوتے ہی میری بینائی واپس آگئی۔ میں ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہوا تھا۔ اسی طرح اندھیرا تھا ج
برسات کی رات میں کالے بادل، اس اندھیرے میں یوں بھی میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، نہ جانے کا
نے کس مصلحت کے تحت میری بینائی معدوم کر دی تھی۔ ''عظیم لوکا سا کے حضور پہنچنے سے پہلے یہ با
یاد رکھو کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں کا پابند ہے۔ لغزشیں برداشت کرنا اس نے نہ
سیکھا۔ اسے تربیت حاصل کرنے والے افراد کی خودسری سخت ناپسند ہے۔''

میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ قرب و جوار میں گھنے جنگلات محسوس ہوتے
کابالو غائب ہو چکا تھا، میں نے ایک ثانیے کے لئے کابالو کی ہدایتوں پر غور کیا، پھر بے جھجک غار
داخل ہو گیا۔ غار کا دہانا تنگ اور راستہ پر پیچ تھا۔ مجھے کوئی دس منٹ تک اپنا سفر جاری رکھنا پڑا
کے بعد میں ایسے کشادہ اور روشن کمرے میں پہنچ گیا جہاں اعلیٰ قسم کا سازوسامان بڑے سلیقے سے سجا
تھا۔ وہ کمرہ مجھے کسی قدیم بادشاہ کا ملاقاتی کمرہ لگ رہا تھا۔ تمام چیزیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ دیوار
پر عجیب و غریب شکلوں کے انسان بنے ہوئے تھے۔ فرنیچر پرانے طرز کا مگر مصر کی قدیم تہذیب
معلوم ہوتا تھا۔ میں کمرے کی دیواروں پر منقش تصویریں دیکھ رہا تھا کہ ایک تیز آواز میری محویت
فسوں کا شیرازہ منتشر کرتی ہوئی اُبھری۔ ''تو وہ تم ہو۔''

میں نے گھوم کر اس سمت دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔ ایک پستہ قد گٹھے ہوئے جسم کا
تیکھی نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صورت شکل کے اعتبار سے کسی بے رحم جلاد سے کم نہیں
اس کی آنکھوں سے سفاکی اور درندگی جھلکتی تھی۔ اس کے جسم پر جانوروں کی شکلیں اور بیل بوٹے
ہوئے تھے۔ گلے میں مالائیں، مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور کڑے لٹک رہے تھے، اسے دیکھ کر
لمحے میں یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ کوئی آسان آدمی نہیں ہے، اس سے محتاط گفتگو کرنی چاہئے۔ پہلے
میں اس نے مجھے خاصا دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن اپنی ناتوانی، نقاہت اور حیثیت نظرانداز کر کے
نے اطمینان سے کہا۔ ''میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ مقدس اقابلا نے مجھے خاص تربیت
لئے بھیجا ہے۔ میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار ہوں اور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ سے
حاصل کرنے آیا ہوں...... اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو میں اس وقت جزیرہ باگمان کے ذی مر

لی لوکا سا کے روبرو کھڑا ہوں۔''
''تم مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہو...... اوہ تم وہاں کے ایک فرد ہو، تم میرے لیے ایک دل
آدمی ثابت ہو گے۔'' پستہ قد حبشی نے میرے مہذب طرز گفتگو پر اپنی تلخ اور درشت آواز سے
پھیر دیا۔

''میں اپنے ماضی سے رشتہ منقطع کر چکا ہوں۔ اب میں یہیں کا ایک فرد ہوں۔ صرف میرا نام پرانا
ن نام سے کیا ہوتا ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ تمہارے ایک اچھے شاگرد کی حیثیت میں یہاں سے
''اس کا لہجہ مجھے گراں گزرا تھا لیکن میں نے محتاط آواز میں کہا۔ ''کیا میں دوبارہ یہ دریافت
ا کہ میں مقدس لوکا سا سے ہم کلام ہوں؟''

''تمہارا اندازہ ٹھیک ہے لیکن تمہیں اپنا منصب اس وقت تک کے لئے بھول جانا ہوگا جب تک
یرہ باگمان پر ہو۔ یہاں لوکا سا دہتا ہے۔ یہاں لوکا سا کا حکم چلتا ہے، لوکا سا یہاں کا حکمراں
''اس نے رعونت سے کہا۔

''میں تربیت گاہ کے آداب سے واقف نہیں ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
مقدس لوکا سا کی خوشنودی میرے لیے باعث افتخار ہوگی۔ میری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

''ممکن ہے تم یہاں سے واپس ہو جاؤ ممکن ہے تم یہاں سے کبھی واپس نہ جاؤ۔'' اس کے جملے
ں ٹکرا گیا۔ ''یہ سب تم پر منحصر ہے۔ اس عظیم و برتر ہستی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے جو سب سے
ہے، لیکن یہاں بھیجنے سے اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ اس تربیت گاہ میں آدمی کی
آزمائش کی جائے۔ یہاں تمہارا بدن تپ کر جھلس بھی سکتا ہے اور تم اپنے لیے ایک نئی زندگی تخلیق
کتے ہو۔ مجھے یقین ہے میرے پاس لانے سے قبل میرے آدمیوں نے تمہیں میرے بارے میں
کچھ بتا دیا ہوگا۔ مجھے جھوٹ، غلطی اور حماقت سے نفرت ہے، ان کی سزائیں میرے ہاں بہت
ہیں۔ میں اپنے علاقے میں دوسرے علاقے کے افراد کی آمد پسند نہیں کرتا لیکن تم اس سے مستثنا
کہ تم خود نہیں آئے ہو۔''

اس کے سخت لہجے سے مجھے بے حد اُلجھن ہوئی۔ یہ بڑبولا شخص مجھے کسی طور اچھا نہیں لگا۔ کوئی
قع ہوتا تو میں اس سے نمٹنے کی کوشش کرتا، اس کے لئے میرے دل میں ایک کینہ پیدا ہو گیا، یہ
اور نفرت کا لہجہ اس کے لئے تکبر اور بے رحمی کا غماز تھا۔ ''میں نے تمہاری اطاعت کا فیصلہ کر لیا
ں کوشش کروں گا کہ تمہیں مجھ سے کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔
ں آنے کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ مجھے کن سخت مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ پہلے ہی دن
توری کے ایک معزز سردار کی جو پذیرائی ہوئی اور اسے دیوتاؤں کے جام کے سوا ہر چیز سے محروم

رکھا گیا، اسے بھوکا رکھا گیا۔ اس امر نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ میرے آنے وا
اذیت ناک ہوں گے۔" میں نے شکایتاً کہا۔

"یہ آغاز ہے۔ جزیرہ توزی کے اجنبی سردار۔" میرا جواب سن کر اس کے چہرے کی
کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ وہ خونیں نظروں سے میری طرف گھورتا رہا۔ جیسے ابھی ابھی مجھے زندہ
گا۔ پھر اچانک اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا ایک خاص انداز سے بلند کیا۔ دوسرے ہی
جوان شگفتہ گداز بدن لڑکی تیز تیز قدم اُٹھاتی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں
تھال اُٹھا رکھا تھا۔ تھال میں جو شے موجود تھی اسے بڑے بڑے پتوں سے ڈھانپ دیا گیا
لوکاسا کے قریب پہنچ کر کورنش کے انداز میں ذرا سی خم ہوئی، پھر خاموشی سے دو قدم ہٹ کر
بائیں ہاتھ کی جانب کھڑی ہوگئی۔ "تم بھوکے ہو جابر بن یوسف!" اس نے قہقہہ لگا کر کہا
کسی رعایت کی توقع مت کرنا۔ تمہاری حیثیت یہاں مہمان کی نہیں ہے۔"

"میں اپنی بھوک پر قابو رکھنا جانتا ہوں۔" میرے منہ سے یہ جملہ نکل گیا۔

اس نے میری چرب زبانی پر گھور کر مجھے دیکھا اور زہر خند سے بولا۔ "جابر بن یوسف
بھوکا نہیں رہنے دیا جائے گا۔ میں نے بطور خاص تمہارے لیے "لیبغو" کا تحفہ محفوظ رکھا ہے۔
ہے؟ یہ ان نافرمانوں اور کج رو لوگوں کا نام ہے جو کسی حکم کی تعمیل میں ناکام ہو جاتے ہیں۔
لوگوں کا لذیذ گوشت ہے جو جزیرہ باگمان سے فرار حاصل کر کے قریبی علاقے میں گھس جا
جب انہیں پکڑ لیا جاتا ہے تو ان کا لذیذ گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس گوشت کا ذائقہ سب
مختلف ہوتا ہے۔ نہایت لذیذ......" میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ گرج کر بولا۔ "نہیں جب
میں بولتا رہوں، تمہیں زبان ہلانے کی اجازت نہیں ہے۔ تم نے اپنی مہذب دنیا اور جزیرہ توزی
اعلیٰ درجے کی غذائیں کھائی ہوں گی لیکن لیبغو کا ذائقہ...... اوہ...... اس کا ذائقہ...... تم اسے نہیں
گے۔ تمہاری اشتہا بھی شدید ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔"

لوکاسا نے اپنا بیان ختم کر کے اشارہ کیا۔ لڑکی ایک بار پھر احتراماً خم ہوئی، پھر اس نے تھا
سے پتے ہٹا دیئے۔ مجھے جھرجھری آگئی۔ تھال میں انسانی جسم کا گوشت ٹکڑوں کی شکل میں موجود
میرا جی اُلٹنے لگا اور اُبکائی آنے لگی۔ میں ابھی آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا
لڑکی نے گوشت کا ایک لوتھڑا تھال سے نکال کر میری جانب اس طرح پھینکا جیسے کسی بھوکے کتے
آگے بوٹی کا ٹکڑا پھینکا ہو۔ میں احتجاج کرنا چاہتا تھا لیکن لوکاسا نے اس کی مہلت نہیں دی۔ وہ
ہی سے بولا۔ "لیبغو کی طرف سے منہ پھیرنے والا لیبغو جیسا مجرم ہوتا ہے، آگے بڑھو اور اس نایا
تحفے کی سعادت سمیٹو۔"

لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی، میں نے جبراً قہراً گوشت کا وہ لوتھڑا اٹھایا جس کے اندر
ہت آمیز بو پھوٹ رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا دم گھٹ جائے
انی گوشت اور پھر یہ تعفن۔ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی تھی؟ اس کا اندازہ لگانا مشکل
تباہی کے بعد لائف بوٹ کے طویل سفر کے دوران بھوک سے مجبور ہو کر تو مغا نے ایک
ودی کو قتل کر کے اس کا کچا گوشت کھایا تھا، تو مغا کی دیکھا دیکھی دوسرے مسافروں کے
یہودی کے جسم کی بوٹیاں نوچ کر کھانے پر مجبور ہوگیا تھا، صرف سریتا اور سرنگا اس جرم
ے تھے۔ اس وقت زندگی بچانے کا مسئلہ درپیش تھا لیکن اس وقت خالی معدہ ہونے کے
وشت چبانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ لوکاسا سے میری پہلی ملاقات ہی نفرت و اکراہ
ی تھی۔ میرا انکار اسے میرے خلاف کوئی بھی فیصلہ کرنے پر اُکسا سکتا تھا اور کیا عجب تھا
حکم کی نافرمانی مجھے باغی قرار دینے کا سبب بن جاتی اور ایک دن مجھے بھی لیبغو کی شکل میں
جاتا۔

دل کی حالت ناقابل بیان تھی، لوکاسا بہت انہماک سے میری ایک ایک حرکت کا جائزہ
شت کے تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ دل چاہا کہ لیبغو لوکاسا کے منہ پر مار کر وہاں
ول، یہ زندگی کی کیسی آرزو تھی جو انسانوں کے متعفن گوشت کے استعمال پر منحصر تھی۔ پھر
دل کو سمجھایا، جابر بن یوسف! تم انسان کہاں رہے ہو؟ یہ تمہارا حلیہ، یہ برہنگی، جسم پر یہ
بڑھے ہوئے بال، تم نے اسی علاقے میں انسانی خون پیا، تم نے اپنے دوست کا کچا
تم وحشی ہو، تم ایک جانور ہو۔ پھر یہ اکراہ کیوں، اُٹھاؤ یہ پارچہ اور اپنے معدے کو
کا عادی بنالو، میرا ہاتھ آہستہ آہستہ منہ کی جانب بڑھنے لگا۔ مجھے یہ بیان کرتے ہوئے
ہ میں جمال و رعنائی کا جویا، لطافت و نزاکت کا علم بردار، حسین عورتوں کے لمس سے
کرنے والا شخص میں۔ میں نے وہ غذا استعمال کی، میرا ذہن مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں نے
بڑی سرعت کے ساتھ لیبغو اپنے منہ میں رکھ لیا۔ وہ برداشت کا امتحان تھا۔ گوشت منہ
بعد اتنا کثیف نہیں تھا جتنا باہر سے معلوم ہوتا تھا مگر میرا خیال ہے مجھے یہ ذکر چھوڑ دینا
کے چہرے پر تحیر تھا۔ وہ مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے شاید یقین نہیں آرہا
وہ پورا ٹکڑا ہضم کرلیا اور مسکرا کر کہا۔ "مقدس لوکاسا نے سچ کہا تھا۔ لیبغو کے ذائقے نے
ت سے روشناس کرایا ہے۔ میں اس مقدس تحفے کے لئے لوکاسا کا شکر گزار ہوں۔"
نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ اشارہ کیا۔ لوکاسا کا اشارہ ملتے ہی لڑکی
گوشت کے دو اور ٹکڑے میری جانب اُچھال دیئے۔ جب ایک ٹکڑا کھا لیا تھا تو دوسرے

میں کیا تھا۔ میں نے انہیں اپنے پیٹ کے جہنم کی نذر کر دیا۔ لوکاسا کی آنکھیں فرطِ حیرت سے تھیں۔ اس نے لڑکی کو باہر جانے کا حکم دیا۔ کمرے میں جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو لوکا حیرتوں پر قابو پاتے ہوئے اسی تند و تلخ لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ "تمہاری خود اعتمادی اور کوئی نئی بات نہیں، مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے جزیرہ توری کے قیام کے دوران علاقہ پورے طور پر قبول کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ تمہیں کچھ دنوں اور زندہ رکھے گی۔ باگمان...... جزیرہ باگمان، جزیرہ توری سے مختلف ہے۔ یہاں وہی شخص قدم جما سکتا ہے جس پر بے شمار آنکھیں ہوں۔"

"اس کی رحمتیں سایہ گستر رہیں، اس کی چاہت دل میں جاگزیں رہے۔" میں نے کہا۔ "میں یہ سب کچھ اس کی نظر میں اپنے لیے کوئی رعایت پیدا کرنے کے لئے کر رہا ہوں یقین ہے کہ میری ریاضت رائیگاں نہیں جائے گی۔" پھر میں نے دل میں کہا۔ "اگر یہی اس کا مقصود ہے تو یہی سہی۔ اگر یہی مقسوم زندگی ہے تو پھر اپنی گردن خم کر دینی چاہیے۔"

"بعض اوقات طالب کو اس کا مقصود زندگی میں نہیں ملتا۔ جزیرہ باگمان پر تربیت کی طویل بھی ہو سکتی ہے۔" اس نے نفرت سے کہا۔

"مقدس لوکاسا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے آنے والی آزمائشوں اور وقت کا خوف دلا حق میں کوئی مفید کام کر رہے ہو تو میں گزارش کروں گا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے جملہ کوائف سے مطلع کرو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے دلیری سے کہا۔

"کوائف!" لوکاسا نے مجھے جھڑک دیا۔ "تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ یہ دیدہ گستاخی ہے۔ یہ دنیا وہ نہیں ہے جہاں سے تم آئے ہو۔ یہ سارا علاقہ امتحان گاہ ہے۔ ہر دن آزمائش ہے۔ ہر پل ایک امتحان ہے۔ اس کا انحصار مجھ پر ہے کہ میں کس وقت تمہارے دیتا ہوں۔ مجھے گستاخ لوگ ناپسند ہیں۔"

وہ آدمی نہیں جانور تھا۔ وہ بولتا تھا تو کسی درندے کی خو نظر آتی تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات ہو جاتا اور اشتعال میں دیر تک بھکارتا رہتا۔ اس نے مجھے کئی بار مشتعل کر دیا۔ اس کی گردن دبو لیے میرے ہاتھوں میں کسمساہٹ ہوئی لیکن میں نے اپنے پیر زمین پر جما لیے اور اپنا وجود فرا دیا۔ اس کی کینہ توز اور حقارت آمیز نظریں میرے جسم کا طواف کرتی رہیں۔ میری خاموشی پر برہمی سے کہا۔ "تمہیں غالباً جزیرہ باگمان اور اس کے ناظم اعلیٰ کے مرتبے کے متعلق تفصیل نہیں کیا گیا۔"

"مجھے یہاں کے اسرار سے کوئی دلچسپی نہیں۔" میں نے تنگ آ کر کہا۔

ا کا چہرہ اور غضب ناک ہو گیا۔ اس کی نگاہیں خون برسا رہی تھیں۔ "اے شخص! آج تک ہیں ملانے کی جرات کسی کو نہیں ہوئی۔ لوگ اس کا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ روحیں راستہ

"

مقدس ناظم اعلیٰ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں اس کی توہین کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاید ایسا ہے کہ مقدس لوکاسا کو جزیرہ باگمان پر میری آمد سے کوئی خوشی نہیں ہوئی؟" میں اپنے ی پیدا کرنے کی کوشش میں ناکام رہا۔

افروختہ ہو گیا۔ "لوکاسا کو غلط فہمی، لوکاسا کی توہین، لوکاسا کی ناراضی...... کیا تمہاری جائے؟ کیا تمہارے منہ میں آگ بھر دی جائے۔ اسے نانہجار شخص! کیا تیرا دماغ خراب دکاسا نے طیش میں کہا۔ "وقت بتائے گا کہ تو نے اپنی زبان دراز کر کے عرصہ حیات اپنے ہے۔ لوکاسا پر طنز۔ اوہ۔ اوہ لوکاسا کی توہین۔"

کر زمین پر پیر مارنے لگا۔

مجھ سے گستاخیاں ہو گئی ہیں۔ میں اپنے مطمع نظر کی ترسیل مناسب الفاظ میں نہیں کر رہا سا کی عظیم ذات کا عرفان مجھے رفتہ رفتہ ہو رہا ہے۔ مجھے کوئی حکم دیا جائے۔" میں نے

ر کرنے میں دیر لگی۔ میں نے وہاں غیر معمولی برداشت کا مظاہرہ کیا آخر اس نے مجھے ن بعد قصر لوریما میں جو شاندار جشن منعقد ہونے والا ہے میں اس میں شرکت کروں ئے اطاعت گزاری کا عہد کروں۔ لوریما جو اس علاقے میں ایک عظیم دیوی کی حیثیت اے۔ ہر عہد میں دیوی کی ترجمان ایک دوشیزہ ہوتی ہے۔ جو دیوی کا پرتو کہلاتی ہے۔ ا جانشین سمجھ کر جزیرہ باگمان کا ہر شخص اس کی عبادت اور اطاعت اپنا فرض سمجھتا ہے۔ دار کی حیثیت سے فعال رہتا ہے اور جزیرے پر اس کا کلی تصرف رہتا ہے۔ لوریما دیوی تی ہے اور پھر خود اسی سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ لیکن لوریما کی حیثیت اس سے متاثر نہیں رے میں سب سے محترم اور افضل رہتی ہے مجھے لوکاسا نے سرسری طور پر لوریما کے الی عظمت کے بارے میں بتایا۔

کی اکھڑی اکھڑی گفتگو سے میں نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ وہ اپنے موجودہ عہدے طمئن نہیں ہے، یقیناً لوکاسا اپنی غیر معمولی جرات و شجاعت، اہلیت اور صلاحیت کے بعد سردار منتخب ہوا ہوگا۔ میں اس سے بہت سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس موقع اسب نہیں سمجھی، ہاں لوریما کو دیکھنے کا اشتیاق میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے جشن

لوریما میں شرکت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تو لوکاسا نے سختی سے کہا۔ ''میں کوئی ایسی بات پسند نہ
گا جو مقدس لوریما کی شان کے خلاف ہو۔''

''میں عورتوں کی قدر کرتا ہوں۔'' میری خوش دلی لوٹ آئی۔

''لیکن مقدس لوریما کوئی عورت نہیں ہے، وہ دیوی ہے، لوکاسا کا سر بھی اس کے سا
جاتا ہے۔'' لوکاسا نے تلخی سے کہا۔

''وہ میرے لیے قابل پرستش ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس کا دیدار بھی ایک امتحان ہے۔ وہاں تمہیں اپنی شجاعت اور ذہانت کے جوہ
موقع دیا جائے گا ممکن ہے کل ہی فیصلہ ہو جائے۔ بہتر یہی ہے کہ تم تکلیفوں سے بچ جاؤ
ہوں، موت زیادہ آسان طریقہ ہے۔'' لوسا کا نے سرگوشی کی۔

''میں سمجھا نہیں؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم جا سکتے ہو۔'' لوکاسا نے حقارت سے کہا۔ میں نے کسی ایسی مشین کی طرح عمل
کوئی بٹن دبا دیا گیا ہو۔ میں لوکاسا سے اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہیں
اشارہ پا کر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور چپ چاپ واپسی کے راستے پر ہو لیا۔
اندھیروں نے پھر میرا احاطہ کر لیا۔ میں راستہ ٹٹولتا ہوا غار کے دہانے سے باہر آ گیا۔ باہ
میں سانس لیتے ہی مجھے متلی ہونے لگی اور میں نے حلق میں ہاتھ ڈال کر تمام گوشت لوٹ د
قدر سکون ہوا تو میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، میرا کوئی جادہ نہیں تھا، میری کوئی منزل نہیں
اندھیرا تھا اور کوئی میرا رہبر نہیں تھا۔ طعام و قیام کا مسئلہ مجھے خود حل کرنا تھا۔ میں ایک
کنارے ستانے بیٹھ گیا اور دیر تک اپنے خیالوں میں گم رہا۔ گاہے گاہے روشنی کے جھ
نظریں خیرہ کر جاتے تھے، ہر طرف درخت تھے، صرف اندھیروں میں بڑھنے والے یہ در
میں رہنے والے جانور میرے ساتھی تھے۔ آبادی دور کہیں بہت دور نظر آتی تھی۔ میں
طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنے سے کیا ہوگا۔ میں نقاہت سے ختم ہو جاؤں گا۔
حاصل کرنی چاہیے، چاہے مجھے آبادی کی طرف جانا پڑے۔ یہ کیسا علاقہ ہے جہاں
پوچھتا۔ وہ مجھے قید بھی نہیں کر رہے ہیں، کم از کم غذا اور قیام کے بارے میں بے فکر ہو جا
نے مجھے ایک آوارہ کتے کی طرح چھوڑ دیا ہے جو کونے کھدروں میں اپنی غذا سونگھتا پھرتا۔
اس بندر کا خیال آیا، پتہ نہیں اسے کیا ملا۔ میں چھ دن تک اس کمرے میں بند رہا تھا۔ لو
ہونے میں دو دن رہ گئے تھے اور فریسا نے مجھے بتایا تھا کہ جشن آٹھ روز میں منعقد ہوگا
سیاہی میں رات دن کی تمیز مشکل تھی۔ پانچ دن پانچ راتیں میں اور بندر بھوکے رہے۔ خیر

ہو گئی میں نے درخت ٹٹولنے شروع کیے کہ شاید کوئی پھل مجھے مل جائے لیکن وہاں سبز
کچھ نہیں تھا۔ میں نے مجبور ہو کر اشار کے سکھائے ہوئے کچھ عمل کیے اور جارا کا کا کی
ایک خاص سمت میں رکھ کر اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ اسی لمحے مالا سے روشنی کی
ہوئی اور میں بستی کی طرف چل دیا۔ مالا کی روشنی نے بستی کی سمت اشارہ کیا تھا۔ میں تیز تیز
چلتا ہوا بستی میں داخل ہو گیا۔ بستی گنجان تھی اور چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل دور تک پھیلی
انسانی آوازوں کی گونج اور چہل پہل نے میرے اوسان بحال کیے۔ تھوڑی دیر تک میں
نظاروں کے ساتھ بل کھاتے ہوئے راستوں پر چلنے لگا۔ کوئی دیا کہیں ٹمٹما رہا تھا تو کہیں
ہنسنے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، آخر ایک نسبتاً صاف، کشادہ اور روشن جھونپڑی میں،
داخل ہو گیا۔ میرے گلے میں پڑی ہوئی مالا سے روشنی پھوٹ رہی تھی جس سے جارا کا کا کی
نمایاں ہو گئی تھی۔ اندر پہنچ کر مجھے ایک بوڑھی عورت اور اس کی نوجوان بیٹی نظر آئی۔ وہ میری
سہم گئیں میں نے جزیرہ توری کی رسم کے مطابق انہیں سلام کیا اور ان سے کہا۔ ''مجھے کھانا
''

''تم کون ہو؟'' نوجوان لڑکی نے سراسیمہ ہو کر پوچھا۔

''میں ایک بھوکا آدمی ہوں اور اس جزیرے میں اجنبی ہوں۔'' میں نے انکسار سے کہا۔

''اجنبی...... اجنبی۔'' اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ ''کیا اس نے تمہیں نہیں دیکھا؟''

''کس نے؟ کس نے اے معصوم لڑکی؟ تم کس سے خوف زدہ ہو۔''

''دیوا اجنبیوں کو پسند نہیں کرتا، تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''کون؟ مگر میں یہاں مقدس اقابلا کے حکم سے بھیجا گیا ہوں۔''

''مقدس اقابلا۔ مگر تمہیں پہلے اس کے پاس جانا چاہیے۔''

''اگر تمہاری مراد مقدس لوکاسا سے ہے تو میں اس سے مل چکا ہوں۔ اے پیاری لڑکی۔ تم باتیں بعد
مجھے شدید بھوک لگی ہے۔'' میں نے بے چارگی سے کہا۔

''ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ ہم تمہیں اس کی اجازت کے بغیر کھانا نہیں دے سکتے۔'' بوڑھی
پہلی بار بولی۔

''ایک اجنبی شخص جو بھوکا ہے، تمہارے دروازے پر آیا ہے میں جزیرہ باگمان پر تربیت کے
لایا گیا ہوں۔ اگر تم نے مجھے کھانا دینے سے انکار کر دیا تو میں خود حاصل کر لوں گا۔ میں جزیرہ
ایک قبیلے کا سردار ہوں۔'' میں نے سختی سے کہا۔

''تم ایک معزز شخص معلوم ہوتے ہو لیکن دیوتاؤں کے لئے ہمیں ایسی باتوں پر مجبور نہ کرو۔ اس

کا حکم ہے کہ نافرمانوں اور اجنبیوں کے ساتھ کوئی سلوک مت کرو۔ وہ اپنے اصولوں کا پ
بوڑھی عورت نے التجا کی۔

"مجھے معلوم ہے لیکن میں بھوک کی نقاہت میں اب چل بھی نہیں سکتا۔ مجھے کھانا
زبردستی تم سے چھین لوں گا۔ پھر تم کسی عتاب کا شکار نہ ہو گی۔" یہ کہہ کر میں آگے بڑھا او
کے برتنوں پر قبضہ جمالیا۔ اس نے میرا ہاتھ روکا، لڑکی بھی اپنی ماں کی مدد کو آ گئی لیکن
دھتکار دیا اور بے تحاشا منہ میں آدھ گلا گوشت چبانے لگا میں انہیں دھمکیاں دے رہا تھا
میں جارا کا کی کھوپڑی ہے اور میں پُراسرار علوم سے کسی حد تک واقف ہوں۔ میری
ہوئیں۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئیں اور میں نے اُن سے بے نیاز ہو کر خوب سیر ہو کر کھایا
قابل رحم تھی۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جبراً کسی دوسرے کی غذا کھائی تھی۔
پہنچی تو مجھ پر نشہ طاری ہو گیا اور میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ کوئی اندازہ نہیں کہ میں کر
جب جاگا تو اندھیرا موجود تھا۔ لڑکی کی ماں ایک طرف کونے میں دبکی ہوئی تھی اور لڑکی
میں خوف زدہ سی بیٹھی تھی۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور بڑی ملائمت سے لڑکی کا
نے جھجکتے جھجکتے اپنا نام نکری بتایا۔ میری آنکھیں غذا اور نیند سے کھل گئی تھیں۔ پہلی بار
غور سے دیکھا۔ وہ جاذب نظر تھی۔ ہر جوان لڑکی جاذب نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے
اتارنے کے لئے اپنے لہجے میں گداز اور اپنے انداز میں وارفتگی پیدا کر لی۔ وہ خاموش
باتیں سنتی رہی اور اس نے مجھے تاؤ دلانے کی حد تک جواب سے گریز کیا۔ لیکن وہ اب
علاقے کی ایک معصوم لڑکی تھی۔ وہ اور اس کی ماں کہاں تک میرے طرزِ عمل سے متاثر
پر لوکا سا کا خوف طاری تھا۔ لوکا سا کوئی مقبول اور پسندیدہ شخص نہیں معلوم ہوتا تھا۔
کمزوری پکڑ کر اُن سے گفتگو چھیڑ دی۔ آخر مجھے چند باتیں پتہ چل گئیں کہ لوکا سا حال ہی
کے منصب پر فائز ہوا ہے اور اس نے آتے ہی سخت قوانین نافذ کر دیئے وہ جسے چاہتا
ہے۔ ساری بستی اس کے نام سے لرزتی ہے اس سے پہلے اسٹالا جزیرے کا سردار تھا۔
جزیرے سے روپوش ہو گیا۔ لوکا سا سخت تربیت کے بعد اسٹالا کا نائب بن گیا تھا، دو
لوریما سے ایک اعلان ہوا کہ اب اسٹالا کی جگہ لوکا سا سردار ہے۔ نکری سے میں نے جز
لوگوں کے نام نہایت احترام سے لیے اور ایک بچے کی طرح کارآمد معلومات حاصل کیں
کوئی خوف نہیں تھا کہ ان معلومات کے عوض نکری پر کیا گزرے گی۔ پھر بھی میں نے
رکھی اور اسے بچانے کے لئے الٹے سیدھے سوالات کیے اس جزیرے کی سیاست کے
زیادہ معلومات فراہم نہیں کر سکتی تھی لیکن مجھے اس بکھرے ہوئے مواد سے مفروضے قائم

مفروضے جن کی بنیاد پر میں آئندہ اپنے لیے کوئی راہ متعین کر سکتا تھا۔ نکری نے میرے جذبات
بھی مچائی لیکن میں اس سے دُور ہی رہا۔ کچھ دیر بعد میں بستی میں گھومنے چلا گیا۔ جشن لوریما کی
شباب پر تھیں۔ ہر سال لوریما دیوی کی سالگرہ کا جشن نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا
سے نکل کر میں پھر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر
کے متعلق سوچنے لگا۔ میرا ذہن اس وقت عجیب پیچیدگیوں میں مبتلا تھا۔ جزیرہ توری کی سرداری
ران اور شوالا کو زیر کرنے کے بعد میں اسی قسم کی باتیں سوچتا رہا تھا۔ لوکا سا میرے امتحان کی
ول کر سکتا تھا اور لوکا سا مجھے جلدی یہاں سے روانہ بھی کر سکتا تھا۔ اس منغض اور نفرتی شخص نے
ئی اچھا اثر نہیں چھوڑا تھا۔ نکری کی زبانی اسٹالا کی سرکوبی کی خبر سن کر مجھے لوکا سا کی اہمیت کا
ہوا۔ لوکا سا نے اسے سازش کر کے ہی ہٹایا ہو گا۔ اسٹالا خود بھی غیر معمولی طاقتوں کا مالک ہو گا۔
مجھے یہاں کی سیاست کے پیچ و خم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میری دلچسپی کا محور تو میں خود تھا جو
جلد یہاں سے فارغ ہو کر اپنے جزیرے پر پہنچنا چاہتا تھا اور اس کی بارگاہ میں قرب کا جویا
معلوم نہیں کہ سورج کس وقت چھپا اور کس وقت طلوع ہوا ہو گا، جزیرہ باگمان سے سورج بچ کر
میں نکری کی جھونپڑی میں دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔ دوسرے وقت کا کھانا بھی میں نے اسی
اور چھینا جھپٹی میں کھایا۔ وہ میری موجودگی سے سخت ہراساں تھیں۔ نکری خود کوئی بات نہیں کرتی

اور پھر وہ وقت آ گیا جب لوریما کا جشن سالگرہ منایا جانے والا تھا۔ اس وقت بستی کے لوگ
جوق ایک سمت جا رہے تھے میں بھی ان میں شامل ہو گیا اور بستی سے خاصی دور ایک کھلے
کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ڈھول پیٹتے، کڑے اُچھالتے، رقص کرتے، گانا گاتے اور شور مچاتے
جا رہے تھے۔ یہ ان کا مذہبی تہوار تھا۔ افریقی قبائل کے ان تہواروں کو وہاں کی تہذیب میں
یت حاصل ہے۔ جو سنا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا۔ میدان میں سورج پوری آب و تاب سے
میدان کے باہر اندھیرا تھا۔ عجیب حیرت کا مقام تھا کہ سورج نے زمین کا صرف ایک حصہ
وں کے لئے منتخب کیا تھا۔ سورج کی روشنی میں آ کر جزیرہ باگمان کے لوگ اچھلنے کودنے اور
لوٹنے لگے۔ جو لوگ سال میں صرف ایک مرتبہ سورج دیکھتے ہوں۔ ان کا کیا عالم ہو گا۔ اس
کڑی اور غل غپاڑے کو دیر ہو گئی۔ اُن کے سیاہ جسم سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔
ڑاؤں کے ساتھ دیوانہ وار رقص کر رہی تھیں ان کے انداز میں جارحیت تھی جیسے آج رقص میں
جواں کھو دیں گے۔ ڈھول کی تھاپ، سمندر کی سیپیوں سے بنائے ہوئے باجوں، رنگین جسموں
کے گلے اور ہاتھوں میں پڑے ہوئے کڑوں کی جھنکاروں نے ایک عجیب سماں پیدا کر رکھا تھا۔

پھر غلغلہ ہوا اور میدان میں زور سے نقارے بجنے لگے۔ سامنے پتوں سے بنا ہوا جال کا پر
اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگ زمین کو بوسے دینے لگے۔ سب سے پہلے لوکا سا نمودار ہوا
ہاتھ بلند کر کے رقص کرتی ہوئی دو نوجوان لڑکیوں کو اشارے سے آگے بلایا۔ لوکا سا کے دا
پتھر کی بنی ہوئی ایک مورتی نصب تھی۔ وہ ایک عورت کا ایک مجسمہ تھا جس کے ہاتھ میں
اس کا سارا جسم عریاں تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ نوجوان لڑکیاں اس
قریب پہنچ گئیں تو لوکا سا نے بڑی پھرتی سے اپنے دونوں ہاتھوں کے خنجر ان کے سینوں
دیئے۔ لڑکیاں تیورا کر مجسمے کے قدموں میں گر پڑیں اور بُری طرح تڑپنے لگیں۔ خون جا
بہنے لگا۔ مجمع کی ہاؤ ہو، شور غل میں اور اضافہ ہو گیا۔ نقارے اور تیزی سے پیٹے جانے لگ
لمحوں بعد ان دونوں تڑپتی ہوئی لڑکیوں کو مورتی کے قدموں سے ہٹا دیا گیا اور وہاں سبز
پھولوں سے ڈھکی ہوئی لڑکیاں جلوہ گر ہو گئیں۔ ان کے کاندھوں پر ایک تخت رکھا ہوا تھا
نازک اندام حسین و جمیل لڑکی تمکنت کے ساتھ رونق افروز تھی۔ وہ یقیناً اشارا اور سارا کے
کا عکس تھی اور ان سیاہ فام حبشیوں میں سب سے علیحدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کی رنگت سرخ تو
نگار حبشیوں سے قطعی مختلف تھے۔ جلد ہی تخت مورتی کے قدموں کے آگے رکھ دیا گیا اور مو
اس کے زہد شکن شباب پر پڑنے لگا۔ وہ لوریما کی جانشین کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔
ہوئی کہ اتنی حسین لڑکی لوکا سا جیسے کریہہ اور بھدے شخص سے خلوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔
تھا اور اسے قریب سے دیکھنے کے لئے میرا دل بُری طرح مضطرب ہو رہا تھا۔ ہجوم میں را
میں اس کے قریب ہوتا گیا اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

وہ اقابلا کی پری جمال دوشیزاؤں کے حلقے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے جلوہ گر ہو
ادا کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کیا۔ ایک خلقت لوریما کے اوصاف کے گن گانے لگی۔ پھر اس
کر کے انہیں خاموش کر دیا۔ لوکا سا اپنے نائبین، اپنے محافظ دستے اور جزیرے کے سر
کے ساتھ بڑے طنطنے اور دبدبے سے کھڑا تھا۔

”مقدس لوریما تمہاری مسرتوں میں شریک ہے۔“ لوکا سا کی آواز آئی اور مجمع میں ا
مچ گئی۔

پھر جزیرے کی ساری آبادی رقص کرتی ہوئی قطاروں کے ساتھ لوریما کے سامنے
لوریما پر پھولوں کی پتیاں بکھیرتی ہوئی کھلے میدان میں جمع ہوتی رہی۔ لوریما کے خوبصو
کی عقیدوں کا بہت آہستگی سے جواب دے رہے تھے۔ میں اس کے اور قریب ہو گیا
ڈولنے لگا۔ مجھے لوکا سا پر رشک آنے لگا۔ اس نازک بدن لڑکی کے سارے حقوق اس

ا کے لب پھولوں کی پتیاں، اس کے رخسار جیسے دہکتے ہوئے شعلے، اس کے دانت جیسے یمن
ی، اس کی نگاہیں جیسے گہری نیلگوں جھیلیں، وہ دشمن بردہ ستم گردہ غارت گر جب نگاہیں اُٹھاتی
ام شخص لڑکھڑا جاتا تھا۔

”یہ ہے وہ۔“ زیر لب میں نے خود سے کہا۔ میں اس کے پاس جانے کے لئے پَر تولنے لگا۔
کا سا کی موجودگی میں کسی گستاخی کی سزا مجھے معلوم تھی۔ اسی اثناء میں میدان میں درمیان کی جگہ
ئی اور جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا رنگ برنگا ایک جلوس شور مچاتا ہوا گزرا پھر کچھ ستم رسیدہ قیدی
لائے گئے۔ ان کے چہرے مسخ ہو چکے تھے اور وہ مجہول انداز میں گرتے پڑتے زنجیروں کے
ں چل رہے تھے۔ انہیں ایک ایک کر کے دہکتی ہوئی آگ میں ہجوم نے بے پروائی سے جھونک
ن کی دل دوز چیخوں کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر لوکا سا اس کے قریب آ گیا اور اس نے وہاں
ن کی موجودگی میں غسل آتش کیا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ لوکا سا آگ میں کود گیا تھا اور
طرف سے صحیح و سلامت نکل آیا تھا۔ اس کے نمودار ہوتے ہی مجمع میں ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی۔
قریب آ کر لوریما کے سامنے سربسجود ہو گیا۔ دیوانگی اور وحشت کے کئی اور مظاہرے وہاں
۔ پھر کھیلوں کے مقابلے، جسمانی کرتب اور وحشیانہ رقص قبیلے کے منتخب نوجوان مجمع کو چیلنج
، کوئی سامنے آتا، ان سے لڑتا اور جو جیت جاتا وہ لوریما کے پہلو میں کھڑا کر دیا جاتا۔ جسمانی
بہادر لوگ ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے لوریما کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے۔ لوریما یہ
بڑے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی جب ایک دوسرے
مقابلہ کر کے ایک نوجوان سربلند قرار دیا گیا تو لوکا سا نے مجمع کو مخاطب کیا کہ اب کوئی اس نوجوان
مقابلے کا دعویٰ کرنے پر آمادہ ہے؟ میں نے سوچا مجھے آگے بڑھنا چاہئے۔ یہ نوجوان شوالا نہیں
بھی اگر میں ہار گیا تو میرے تمام منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں۔ بڑی ذلت کا سامنا کرنا
میں نے نوجوان کے جسم کا جائزہ لیا، وہ ایک بھرپور اور مضبوط شخص تھا میں نے جارا کا کا کی
کی ہاتھ میں پکڑی۔ آنکھوں میں اقابلا کا چہرہ گھوم گیا۔ اس وقت مجھے سرنگا بھی یاد آیا۔ زبردست
مادگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں لوکا سا کے سامنے آ گیا اور میں نے با آواز بلند کہا۔ ”میں اس
نوجوان سے مقابلے کے لئے تیار ہوں۔“

لوکا سا میری جرأت پر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے بہت قریب سے لوریما کے حسین چہرے پر
ل۔ اس سے میری نظریں چار ہوئیں تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ اس کی آنکھوں اور
کی سنجیدگی نے مجھے اور کرب میں مبتلا کر دیا۔ میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا اور وہی ہوا جو میں
تھا۔ لوریما کے سامنے مجھے اپنی زبان کی فصاحت اپنے لہجے کی دلکشی اور اپنے اطوار کی شائستگی

دکھانے کا موقع مل گیا۔ لوکا سا نے مجھے منع کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ میں انکار و اصرار کو طول د
تھا تا کہ میں کسی طرح لوریما کے دل میں اقابلا کی طرف سے آئے ہوئے جزیرہ توری کے
لئے کوئی گداز پیدا کرسکوں۔ میں کچھ دیر لوکا سا کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھائے رہا۔ میرے
کے خدوخال، جاذبیت اور میری آنکھوں کی تہذیب نے لوریما کو میری طرف دیکھنے پر مجبور کر
اس سے تعارف کرایا گیا اور لوکا سا نے مجھے ذلیل کرنے کے لئے اس کے سامنے دھمکیاں د
اپنے اثر و اقتدار کی نمائش کی۔ میرا حربہ کامیاب تھا۔ میں خود کو ایک خاص حیثیت سے روشناس
میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن جب لوریما نے ہاتھ اُٹھا کر لوکا سا کو خاموش کردیا اور مقابلے کے
اعلان کیا تو یک بارگی میرے اعصاب میں رعشہ سا آگیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ د
لیکن حبشیوں نے مجھے بے دردی سے کھینچ لیا اور میدان میں کسی جانور کی طرح پھینک دیا۔ ا
اُٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بزرگ شخص میرے پاس آیا اور اس نے میرے گلے سے ج
کی کھوپڑی اور مالا اُتار لی، نوجوان نہتا تھا۔ اس نے آتے ہی غرا کر مجھ پر حملہ کردیا۔ میں جھکا
کر اسے زمین پر گرانے میں کامیاب ہوگیا۔ شوالا سے جنگ جیتنے کے بعد میں کوئی نئی بات محسو
کر رہا تھا۔ اس مقابلے کی طوالت کا ذکر میرے خیال سے مناسب نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ میں نے
نفسیاتی طریقوں سے اسے دہشت زدہ کرنے کے حربے اختیار کئے۔ پھر مختلف طریقوں سے ا
وار بچاتا رہا، اسے تھکاتا رہا اور خود مسکراتا رہا، میں اس کے سامنے اس طرح کھڑا ہوجاتا جیسے
شیر خوار بچہ ہو۔ جب وہ غصے میں بپھرا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوتا تو میں کبھی غیر متوقع طور پر اس کی
پکڑ کر اسے لوٹ دیتا، کبھی سامنے سے ہٹ جاتا اور وہ زمین پر دھب سے گر پڑتا۔ وہ ایک نو
متوسط قد کا فولادی آدمی تھا، سارے مجمع کے لئے یہ کھیل دلچسپ تھا۔ کچھ میرے انداز کے سبب
اور کچھ آخری مقابلے کی وجہ سے۔ میں درمیان میں ایسے جملے بولتا رہا جو اس کی ہمتیں پست کر
وہ ایک پیشہ ور جسم باز تھا۔ میں اس میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن میں عام انداز سے ہٹی ہوئی
رہا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس نے میرا جسم اپنے آہنی ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔ مجھے اندا
کہ وہ کتنا سخت جان ہے اور میرا خیال ہے اسے بھی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جابر بن یوسف الباقر
کوئی شخص اس کی گرفت میں ہے، میں نے اسے زور کرنے دیا۔ وہ مجھے ہلا بھی نہ سکا۔ مجھے خو
آپ پر حیرت ہوئی۔ یہ کس بل پہلے تو نہ تھا۔ اس ہنگامے میں خاصا وقت گزر گیا۔ وہ پسینے میں
ہوگیا میں نے آخر دیوتاؤں کا جام نوش کیا تھا میں نے زور کرنا شروع کیا اور اسے سنبھلنے کا موقع
بغیر پے در پے حملے کرنے شروع کردیئے۔ میں اتنی پھرتی اور اتنی مستعدی سے اس پر وار کر رہا
وہ بوکھلا گیا اور ایک جگہ لڑھک کر گر گیا۔ یہی موقع تھا جب میں پورے طور پر اس دیو پر غالب

نے مجھے اس سے علیحدہ کیا۔ مجمع میں پھر نقارے بجنے لگے اور نعرہ ہائے داد و تحسین بلند ہوئے۔
کاہن نے میری مالا اور جارا کا کی کھوپڑی واپس کردی۔ پھر مجھے اس کے روبرو لے جایا
ان نے چمکیلی آنکھوں سے میرے سراپا کا جائزہ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ اس
ں ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا۔ میں نے جھک کر اس کے قدموں کا بوسہ لے لیا اور اس کے
شفاف پیر اپنی پلکوں سے لگا لیے۔ اس نے مجھے ایک سنہری مالا بطور تحفہ دی۔ میں نے آنکھوں
میں اپنی تشنگی کی کئی داستانیں اسے سنا دیں۔ اس نے لوکا سا کو اشارہ کیا۔ لوکا سا نے اپنے گھٹنے
ٹیک دیئے۔ "جابر بن یوسف الباقر کو قصر میں پیش کیا جائے۔"
"مقدس لوریما کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" لوکا سا نے کہا۔
کاہن نے مجھے اس کے سامنے سے ہٹا دیا۔ لوکا سا کے چہرے پر خشونت کا اظہار چھپ نہ سکا۔
بلے کے بعد جانوروں پر قابو پانے کے مقابلے میں پیش ہوئے۔ یہ ایک دل ہلا دینے والا منظر
د آدمی درندوں کے سامنے چھوڑ دیئے جاتے تھے اور وہ انہیں سر کرنے کی کوشش میں ان کا لقمہ
تے تھے۔ آدمیوں کا انتخاب کاہن کرتا۔ وحشی ہاتھی، چیتے، شیر اور گیدڑ۔ میدان میں پہلے گیدڑ
ے گئے اور دس آدمیوں کی ٹولی کاہن نے پسند کرکے انہیں میدان میں چھوڑ دیا لیکن انہوں نے
ں پر قابو پالیا۔ پھر ایک مست ہاتھی، پھر ایک چیتا۔ الامان والحفیظ۔ ان لرزہ خیز مقابلوں کی
یان کرنے کا یارا نہیں۔ ہاتھی نے یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کو کچل دیا۔ پھر بھی وہ اس پر قابو
لے۔ میدان میں خون ہی خون بکھرا پڑا تھا۔ چیتے کے ساتھ بھی یہی وحشت انگیز خونیں تماشا کیا
مجھے خوف تھا کہ کہیں لوکا سا مجھے منتخب نہ کرلے۔ میں درندوں پر حاوی تھا لیکن یہاں میرا کون سا
لا۔ آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کاہن نے لوکا سا کے اشارے پر میرے سینے پر انگلی رکھ دی اور
مجھے پندرہ آدمیوں کی ٹولی کے ساتھ ایک کھلے ہوئے چیتے کے سامنے جانا پڑا۔ ان سب کے
سفید ہوگئے تھے۔ کاہن نے دوبارہ جارا کا کی کھوپڑی اور مالا میری گردن سے اتار لی تھی
نے ان سب کو منظم کیا اور کہا کہ وہ ایک ساتھ مقابلہ کریں۔ ہم ایک ساتھ آگے بڑھے۔ مگر چیتے
ے دم جست لگائی اور ہمیں زخمی کرتا ہوا دوسری طرف پھلانگ گیا۔ میں نے انہیں پھر حوصلہ
کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس بار چیتے کو ٹانگوں اور دُم سے پکڑنے کی کوشش کریں۔ جب وہ
ہوا ہمارے غول کی طرف بڑھا تو وہ اس کی ٹانگیں اور دُم کا پھندنا پکڑنے میں کامیاب ہوگئے۔
چیتے کی خوفناک غراہٹ سے دہشت زدہ ہوگئے وہ ان کے ہاتھوں سے پھر نکل گیا۔ اس کے
ے دو آدمی نیم جاں ہوکر زمین پر لوٹنے لگے۔ اب چیتے کا غضب بڑھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں
امنڈ آیا تھا یہ ایک بہت خطرناک کھیل تھا۔ میں نے ان کا عزم جوان کرنے کی کوشش کی۔ چیتا

اس بار پھر ہمارے ہاتھوں میں آ گیا اور دو چار کو زخمی کر کے دوبارہ گرفت سے آزاد ہوگیا۔ کھیل میں رفتہ رفتہ 9 آدمی ڈھیر ہو گئے۔ چیتا کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ سارے ہجوم پر خاموشی طاری تھی اور پھر وہ وقت آ گیا جب ہماری تعداد صرف تین رہ گئی۔ جو شخص میدان ہونے کی کوشش کرتا۔ لوکاسا کے محافظ اسے اندر دھکیل دیتے اور وہ لرزتا ہوا ہمارے ساتھ جاتا۔ جب تین آدمی رہ گئے تو مجھے تشویش سی ہونے لگی۔ میری تمام ہدایات ضائع گئی تھیں۔ باقی افراد میری باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے۔ ایسے عالم میں مجھے کاہن اعظم سمورا سرنگا کو میں نے پکارا اور جب ان میں سے کوئی میری مدد کو نہیں آیا تو میں نے کاہو کو آواز دی آواز دیتے ہی میرے بدن میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی کہ میں نے بڑی آسانی کی ایک بھرپور جست پر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کچھ نظر میں نے اسے دبوچ لیا تھا اور میرے دو ساتھیوں نے فوراً اس کی ٹانگیں مروڑنی شروع کر چیتے کو زیر دیکھ کر دوسرے زخمی بھی کراہ کر اٹھ آئے اور ہم سب اس پر پے در پے ٹوٹ پڑے لاتوں، گھونسوں اور پے در پے حملوں سے چیتا بے ہوش ہوگیا۔ یہ معرکہ اتنا سخت تھا، اتنا کہ میں اب بھی یاد کرتا ہوں تو میرا رواں رواں کانپنے لگتا ہے۔ مجھے دوبارہ لوریما کے سا گیا اور اس نے ایک بھرپور نظر ڈال کر مجھے دیکھا۔ میں وہ نظریں پہچانتا تھا۔ حالانکہ اس مجھے لوریما کی طرف سے ایک اور مالا پیش کی گئی لیکن میرا تحفہ تو اس کی وہ مسکراہٹ تھی جس کا نہیں۔

سورج غروب ہونے لگا اور جزیرہ باگمان کی طویل ترین رات کا آغاز ہوگیا۔ اندھیروں میں ڈوب گئی۔ میں بستی کے لوگوں کے جلو میں سرفراز نکری کے گھر جا رہا تھا۔ خوش نظر آ رہی تھی۔ رات کو وہاں چراغاں تھا۔ عام دعوت میں آگ پر مسلم جانور بھونے جا اور شراب انڈیلی جا رہی تھی۔ لوگ بدمست تھے۔

دوسرے دن صبح۔ وہ صبح ہی ہوگی، جزیرہ باگمان میں زندگی اپنے معمول پر آ گئی۔ میں کر ویران جھونپڑی کی طرف دیکھا۔ نکری اور اس کی بوڑھی ماں دونوں موجود نہیں تھیں، میں کھڑا ہو گیا اور اپنے منہ پر پانی کا ایک چھپکا مار کر تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ سارا ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں نکری کی تلاش میں بستی سے آگے نکل گیا۔ میرے خدشات در ہوئے بستی سے آگے ایک جگہ مشعل روشن تھی اور وہاں نکری اور اُس کی ماں کے سر لٹکے ہو مشعل کی روشنی میں ان کے خون آلود چہرے بڑے بھیانک لگ رہے تھے، ان دونوں کے پڑے ہوئے تھے۔ یہ خوف ناک منظر دیکھ کر صدمے سے میری حالت غیر ہوگئی۔ قتل و

بڑی بزاؤں اور درندگی کا یہ کھیل یہاں عام تھا لیکن ان دونوں کی گردنیں صرف میری وجہ سے تہہ تیغ ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے اعانت کی بڑی شدید، بہت عبرت ناک سزا پائی تھی۔ میرے دل میں لوکاسا کے لئے نفرت اور غضب کا ایک طوفان اُٹھا۔ میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور رگیں تن گئیں میں نے نکری کا سر اُتار کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تلملا کر بستی سے آگے بڑھ گیا۔ میں کچھ ہی آگے گیا ہوں گا کہ لوکاسا کے محافظوں نے مجھے آلیا۔ کابالو بھی ان کے ساتھ تھا جو میری کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ مجھے اندھیرے راستوں سے گزار کر ایک بڑے دروازے تک پہنچا دیا گیا۔ سارے پہرے دار باہر رہ گئے ہیں۔ اکیلا دروازے میں داخل ہوا۔ اندر روشنیاں ہی روشنیاں تھیں، وہ محل میری توقع اور تصور کے مطابق تھا۔ اس کی تعمیر بھی اقابلا کے قصر کی طرح ہوئی تھی اور وہ شان وشوکت کے اعتبار سے جزیرہ باگمان کی حسین وجمیل دیوی لوریما کے عین شایان شان تھا۔ میں تفصیلات سے گریز کر رہا ہوں، صرف اتنا فرق تھا کہ یہاں قصر اقابلا کی طرح سفید فام دوشیزاؤں کے بجائے سیاہ فام لڑکیوں نے میرا استقبال کیا۔ میں مختلف کمروں اور ایوانوں سے گزر کر ایک آراستہ شبستان میں پہنچ گیا۔ پورا ماحول گلاب کی خوشبو سے معطر تھا۔ شاید لوریما دیوی کو گلاب بہت پسند تھا۔ ایسی جاذب نظر دلکش سیاہ فام دوشیزائیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، ان کے انتخاب میں بہت احتیاط برتی گئی تھی، وہ سب کی سب متوازن بدنوں کی تھیں، انہوں نے میرے گرد احاطہ کرلیا اور مجھے جلد ہی مقدس لوریما کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ اس لوریما کے پاس جو جزیرہ باگمان میں سب سے محترم تھی اور لوریما دیوی کی جانشین کہی جاتی تھی۔ میں نے لوریما کو متاثر کرنے کے لئے رات بھر مختلف طریقے سوچے تھے۔ اس وقت حسن وشباب کی وہ دیوی میرے سامنے تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اتنی جلد اس کی بارگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ وہ ایک بڑے مجسمے کے نیچے تمام تر شکوہ اور رعنائی سے فروکش تھی۔ میں جاتے ہی اس کے سامنے جھک گیا۔ اس کے دل نواز ہونٹوں پر تبسم رقص کرتا نظر آیا۔ میری اس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میں نے حسرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"مقدس لوریما نے مجھے شرف باریابی بخش کر ایک اجنبی کو نوازا ہے، اس کے لئے سارے احترام واجب ہیں۔ میں اپنی جان نذر کرتا ہوں۔" میں نے شائستگی سے کہا۔

"آہا۔ تمہارے بارے میں سچ سنا گیا تھا۔" اس کے ہونٹ پھول کی طرح کھلے۔ "جابر بن یوسف! تمہاری شجاعت اور ذہانت نے لوریما کو بہت متاثر کیا۔"

"کون جانتا ہے مگر مقدس لوریما کے علم میں ہوگا۔" میں نے بلیغ انداز میں کہا۔ "کہ شجاعت کی تحریک کس کے قرب جمال سے پیدا ہوئی؟"

"اوہ۔ اوہ۔" وہ مسکرائی۔ "لطیف۔ خوبصورت۔"

وہ اقابلا نہیں تھی، اقابلا نے آج تک مجھے براہ راست مخاطب کرنے کی سعادت نہیں
صرف اس کے مخاطب ہونے کی دیر تھی، پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے ہاں بھی ترجمانی کا
اور انجام دیتا ہوگا۔ چنانچہ مجھے اظہار میں خاصی دقت پیش آئے گی مگر اب میرا کام آسان
میں نے شکوہ لفظی اور تاثر انگیزی میں اپنی ساری توانائی استعمال کی۔ جہاں حسن ہو جہاں
یوں کہیے کہ مناسب محل وقوع ہو اور پھر جہاں جابر بن یوسف ہو، وہاں کیا کیا کرشمے رونما
ہوں گے۔ لوکاسا کے مقابلے میں مجھے برتری کا ایک احساس تھا۔ برتری کا احساس کہ میں
کا ایک فرد ہوں، میں نے اقابلا کا قرب حاصل کیا ہے، اشمار جیسی نادر لڑکی میرے تصرف
ہے، میں نے کاہن اعظم کی لڑکی سمورال کو فتح کیا۔ توشا اور نیری کو اپنے قالب میں ڈھالا
سے متاثر ہوگئی اور فلورا جیسی لڑکی آخر مجھ پر ملتفت ہوگئی اور سریتا۔ نہیں نہیں، اس کے بار
عجب احساسات دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ سریتا۔ یہ کیسے موقع پر یاد آ گئی۔ نہ جانے و
سرلا پر کیا گزری ہو؟ مجھے شدت سے اپنا قبیلہ یاد آیا لیکن میں اس وقت مقدس لوریما کے سا
میں نے شاعری شروع کر دی اور اس سے درخواست کی کہ وہ میری رہبری کرے اور گاہے گا
حسن جہاں تاب سے سیرابی کا موقع عطا کیا کرے۔ میں نے اظہار و ابلاغ کا کوئی گوشہ نہ
چنانچہ مجھے لوریما کے نازک ہاتھوں کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل ہوگیا اور جب مجھے یقین ہوگیا
اس کی مخصوص وابستگی کی حدود اور اپنے شوق کی لامحدود وسعت سے ایک کشمکش اُس کے دل
کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہم اس سے آگے نہیں بڑھے
تھے۔ میں نے بہرصورت ایک چنگاری روشن کر دی تھی، یہ چنگاری جو دل نشین پیرایۂ اظہار کی
اور جرات و ذہانت سے بھڑکتی ہے۔ میں دیوانہ وار اس کے ہاتھوں کے بوسے لے رہا تھا۔
ایک سیاہ فام دوشیزہ مؤدبانہ اندر داخل ہوئی اور اس نے ہمارے انہماک وارتکاز میں خلل ڈا
اس نے لوکاسا کی آمد کا اعلان کیا۔ دیوی نے سر کی جنبش سے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس
سے مجھے وحشت ہوئی لیکن میں اس کی اجازت کے بغیر اس کا ہاتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چند ثانیہ
لوکاسا اندر داخل ہوگیا۔ لوریما نے وقار و تمکنت سے اسے دیکھا، جیسے اُسے اس وقت اس کی آمد
گزری ہو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور میں اس سے ہٹ کر کسی قدر دور کھڑا ہوگیا۔
''مقدس دیوی!'' لوکاسا کے لہجے میں تلخی چھپی ہوئی تھی یا ممکن ہے کہ یہ صرف میرا گما
اس نے کہا۔ ''اس نوجوان جابر بن یوسف الباقر کو مقدس اقابلا نے بھیجا ہے''
''مجھے معلوم ہے۔'' لوریما نے بے نیازی سے کہا۔
''مقدس دیوی کے علم میں یہ بات بھی ہوگی کہ یہ نوجوان تاریک براعظم میں اجنبی

دنیا سے آیا ہے۔ اور اجنبی ہمارے لئے ہمیشہ نحس ثابت ہوتے ہیں۔'' لوکاسا نے نرمی سے کہا۔
''میں اب اجنبی نہیں ہوں۔'' میں نے درمیان میں دخل دیا۔
''میں اس حقیقت سے واقف ہوں لیکن وہ ہم سب سے افضل ہے وہ جانتی ہے کہ کون شخص نحس
ن سعد۔'' لوریما نے وقار سے کہا۔
''وہ محترم ہے۔'' لوکاسا نے سنبھل کر کہا۔ ''تیری بارگاہ میں اس وقت میری حاضری کا مقصد
جوان ہے۔ اس نے اپنی ابتدائی تربیت مکمل کر لی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اسے زارشی کی
ں پر ریاضت کے لئے بھیج دیا جائے۔'' لوکاسا نے ادب سے کہا۔
''زارشی!'' لوریما نے زیر لب دہرایا اور کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''لوریما کی خواہش ہے کہ یہ شخص
اقابلا کی خدمت میں کامیاب واپس جائے۔''
''یہ سب اس کی مشقت و ریاضت پر منحصر ہے۔'' لوکاسا نے جواب دیا۔
''جابر بن یوسف!'' لوریما نے مجھے کنکھیوں سے دیکھا۔ ''اگر تم کامیاب و کامران واپس آئے تو
خوشی ہوگی۔''
''مجھے یقین ہے، دیوتا میرے ساتھ رہیں گے۔ میرے دل میں نیکی اور جستجو ہے۔ مجھے یقین
ہیں جلد ہی مقدس لوریما کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں گا۔ میں اس کے جلوے سے سرفراز
'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔
لوکاسا کی آمد کے بعد ماحول کا رنگ بدل گیا تھا۔ میری حیثیت ایک غلام کی سی ہوگئی تھی اور
ئن محسوس ہو رہی تھی۔ میں لوریما سے اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن لوکاسا شاید لوریما کے پاس
یرا قیام پسند نہیں کرتا ہوگا۔ اسی لیے وہ پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ نکری اور اس کی ماں کی ہلاکت
مجھے اس سے نفرت ہوگئی تھی۔ اس نے یہاں میری شگفتگی دیکھ لی تھی، لوریما کا اشارہ پا کر مجھے
نے کا حکم دیا گیا۔ دو سیاہ فام کنیزیں مجھے لے کر باہر آ گئیں، لوکاسا وہیں ٹھہر گیا۔ کمرۂ خاص سے
میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ یہ کس قدر اذیت کی بات تھی کہ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میرے تصور
یما کا خوبصورت چہرہ گھوم گیا...... بستی میں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ یقیناً یہ
ت میں کیا گیا ہے، زارشی کی پہاڑیوں پر بھیجنے کا فیصلہ لوکاسا نے کہیں کسی خاص مصلحت سے تو
ہے؟ بہرحال میں ایک غلام تھا۔ اس کی اطاعت میں نجات تھی، میں جنگل میں ایک درخت
ے ٹک گیا او مجھے نیند آ گئی۔

☆==========☆==========☆

دراس کے بعد میری زندگی کے سب سے بھیانک دور کا آغاز ہوگیا۔ انہوں نے دوبارہ مجھے

بینائی سے محروم کر کے طویل مسافت کے بعد کسی لاش کی طرح ایک پہاڑی پر ڈال دیا۔ کوئی ہر کی مسافت کے بعد میں نے خود کو تپتے سورج کی روشنی میں تاحد نظر لق ودق، بے آب وگیاہ پر پایا۔ دُور دُور تک آدمی کا نشان نہیں تھا۔ دُور دور تک کوئی درخت نظر نہیں آتا تھا۔ شدید گرم ہوا اور وحشت ناک تنہائی تھی۔ پہلی ہی ساعت میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہاں زندگی کی کھینچنا ناممکن ہے، بھورے رنگ کی ان چٹانوں میں قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ صرف چٹانوں کا سایہ تھا۔ قدرت نے ان چٹانوں کو ہر قسم کی نعمت سے محروم کر دیا تھا نظر اردگرد دوڑانے کے بعد ہی کوئی شخص حوصلہ ہار بیٹھے۔ یہ ریاضت کی کون سی جگہ تھی اور یہاں کس نوع کی ریاضت کرنی چاہئے تھی، میں حیران و پریشان تھا۔ مجھے یاد آیا کہ زارشی کا نام سن کر کے چہرے پر تکدر کے آثار نظر آئے تھے۔ یہ آزمائش گاہ بہت سخت ہوگی مگر اس کا مطلب ہوگا کہ مجھے آسانی سے ہلاک کرنے کے لئے یہاں ڈال دیا جائے اگر مجھے ختم کرنا ان کا مقصد وہاں انہیں کس نے روکا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ہر طرح سمجھایا اور وہاں کے محل وقوع کا جائزہ کے لئے ایک سمت چلنا شروع کر دیا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔ یہاں ایک ہی بات مجھے اچھی ہول ناک اندھیرا ختم ہوگیا تھا جس کی لپیٹ میں جزیرہ باگمان ہمیشہ رہتا تھا۔ یہاں دھوپ تھی، آگے بڑھنے کے ساتھ گرمی کی شدت کی وجہ سے مجھے پیاس لگنے لگی، اب میرا مقصد کی تلاش تھا۔ میں چٹانوں چٹانوں چلتا رہتا تا ایں کہ شام ہوگئی اور حلق میں کانٹے پڑنے لگے کی شدت نے زیادہ ستایا تو مجھ سے آگے نہ چلا گیا۔ ایک چٹان پر بیٹھ کر میں نے نئے حالات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہاں پانی بھی ہونا چاہئے اور انسان بھی، میں اس نتیجے پر پہنچا نفس کا امتحان ہے، بے ہوشی اور ناتوانی سے پہلے مجھے اس کا کوئی حل ڈھونڈنا چاہئے آخر میں کاکا کی کھوپڑی اپنے سامنے رکھی اور اشار کے سکھائے ہوئے چند عمل پڑھ کر نتائج کا انتظار کر یکایک مغرب کی سمت سے گرد وغبار اُٹھتا دکھائی دیا۔ میں نے اسے کوئی غیبی اشارہ سمجھ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ گرد وغبار کے طوفان میں داخل ہو کر میرا سر چکرا گیا اور مجھے متلی ہونے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں پکڑ کر کسی اُمید میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ میری اُمید بر آئی۔ وہاں نشیب کی طرف مجھے پتھر کے چند مکانات نظر آئے۔ میرا دل خوشی سے معمور ہوگیا اور میں پڑتے نشیب کی طرف اپنا وجود گرانا شروع کر دیا۔ یہی صورت وہاں تک جلد پہنچنے کی تھی پر سکوت طاری تھا۔ قریب پہنچ کر وہاں سے مجھے انسانوں کی بھنبھناہٹ سی سنائی دی، اندر جو کورس کے انداز میں کوئی عمل پڑھ رہے تھے وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ تین طرف دیوار تھیں اور ایک طرف سے کھلا حصہ تھا۔ میں بے تحاشا اندر داخل ہوگیا۔ وہ آگ کے گرد بیٹھے

"صاحبو!" میں نے فریاد کی۔ "مجھے معاف کرو۔ میں تمہاری عبادت میں مخل ہو رہا ہوں، مجھے بجھنے کے لئے پانی دو۔"

انہوں نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور پھر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ سب کے سب تھے اور بوڑھے تھے، ان کی کھالیں ان کے جسموں سے علیحدہ ہو کر لٹک رہی تھی، چہروں پر خاک ہوئی تھی۔

"صاحبو! اے تاریک بر اعظم کے برگزیدہ لوگو۔ کیا تم بھی اتنے شقی ہو؟ میری بات سنو، مجھے کی ضرورت ہے، میں مر رہا ہوں۔" میں نے دوبارہ منت کی۔

اُن میں سے ایک شخص نے اپنے قریب رکھا ہوا برتن جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور اپنے ہاتھ کی بھی پروا نہ کی، پھر اس نے پانی سے بھرا ہوا لبالب ہاتھ دراز کیا۔ میں اس کے قریب جانا چاہتا تھا ن اس کا ہاتھ دراز ہوتا گیا۔ تاہم میں نے پانی لے کر ان کی طرف بہ نظر استحسان دیکھا اور تمام تر ت کے سامنے اسے منہ سے لگا لیا۔ وہ صاف و شفاف خوشبودار اور سرد پانی تھا۔

"تمہارا شکریہ اے مقدس لوگو! جب تم اپنی عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو میری طرف توجہ دے ۔ میں تمہاری دیوار کے سہارے یہاں لیٹا ہوں، میرے گلے میں جارا کاکا کی کھوپڑی ہے اور میں نے ہمیشہ نیکیوں کی طلب کی ہے میرا نامہ اعمال صاف ہے اور میں تمہاری مدد کا طالب ہوں۔"

وہ پھر اپنے عمل میں مصروف ہوگئے اور میں دیوار سے باہر چلا آیا اب مجھے کسی قدر سکون تھا کہ ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں چند انسان موجود ہیں، ہر چند کہ وہ بوڑھے انسانوں میں شمار نہیں کئے نے چاہئیں۔ رات ہوگئی اور وہ اپنی عبادت سے فارغ نہ ہوئے۔ میں نے پھر اندر جا کر دیکھا، وہ طرف مصروف تھے جیسے میں نے پہلے انہیں دیکھا تھا۔ میں رات گئے تک ان کی فراغت کا انتظار رہا رہا۔ انہیں چھیڑتے ہوئے جھجک ہوتی تھی، میں پھر دیوار کے سائے میں چلا گیا اور ان کی آواز پر کان لگائے رہا۔ خاصی رات گزر گئی اور مجھے بھوک نے پریشان کیا تو میں دوبارہ اندر گیا ان کے انہماک واستغراق میں سر مو کوئی فرق نہ آیا تھا۔ میں حیرت سے انہیں تکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میری موجودگی سے بے نیاز ہوں، میں نے پھر جرات کر کے کہا۔ "دیوتاؤں کے عظیم فرزندو! کیا مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشو گے، مجھے اس علاقے میں ریاضت کے لئے بھیجا گیا ہے مجھے مشورہ دو کہ میں اپنا کام شروع کر دوں۔"

انہوں نے حسب سابق ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ان کی توجہ پھر آگ کی طرف مرکوز ہوگئی۔

"مجھے بھوک لگی ہے، اپنا مبارک ہاتھ دراز کرو اور اس نفس کے غلام کے جہنم کی آگ بجھانے کی

کوئی سبیل کرو۔"

انہوں نے ایک اور برتن آگ میں ڈال دیا اور چشم زدن میں میرے لیے کھانا فرا
میں اپنا کھانا اور پانی لے کر واپس آ گیا۔ وہ ایک لذیذ غذا تھی، میں اس کے مرکبات نہیں گنا
نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کن اجزا کا مرکب تھی، صبح ہوئی، پھر شام ہوئی، پھر رات ہوئی، میں ان
جاتا اور کھانا طلب کرتا رہا لیکن وہ بوڑھے اپنی جگہ سے ایک انچ ہل کر نہیں دیے۔ یہاں تک
ہفتہ گزر گیا۔ یہ مدت کم نہیں ہوتی۔ وہ میری خوشامد میری فریاد اور میری منتوں کے باوجود مجھ
بات نہیں کرتے تھے۔ مجھے میری خواہش پر کھانا اور پانی مل جاتا تھا اور بس، مجھے اندازہ ہو
کبھی نہیں اُٹھیں گے، یہ آگ روشن رہے گی۔ وہ اسی طرح عبادت میں مصروف رہیں گے
یوں ہی بیٹھا رہوں گا۔ میں نے راستے کے نشانات متعین کر کے وہاں سے جانے کی ٹھا
پتھروں کو ایک خاص ترتیب سے رکھتا ہوا آگے کی طرف بڑھتا رہا۔ کچھ کھانا میں نے بچا لیا تو
ہو کر پانی پی لیا تھا۔ میں شام تک چلتا رہا۔ کھانا ختم ہو گیا اور پانی تو میرے پاس موجود ہی نہیں
اس سمت میں کئی میل سفر کر کے واپس آ گیا۔ دوسرے دن میں نے دوسری سمت پر اسی طرح
کیا اور گھاٹیاں عبور کرتا ہوں دور تک چلا گیا۔ وہاں بھی مجھے زندگی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ تیر
میں نے جنوب کی سمت اختیار کی اور میری حیرت دوچند ہو گئی جب میں نے بہت دور جا کر
اپنی طرف آتے دیکھے، اُن کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے اور جسموں پر بہت سے
ہوئے تھے جیسے وہ دور دراز کے سفر کے بعد واپس آئے ہوں۔

ان کے جسم سیاہ اور چہرے گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے میں نے انہیں دُور سے دیکھ
ہلایا تاکہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، میرے جواب میں انہوں نے بھی ہاتھ ہلایا مگر نیزے تانے
جب ہم قریب پہنچ گئے تو میں نے گفتگو میں پہل کی۔ "دوستو! خوش آمدید۔ اس ویرانے م
انسانوں کو دیکھ کر مجھے دلی مسرت حاصل ہوئی ہے۔"

"تم کون ہو؟" ایک دراز قد شخص نے آگے بڑھ کے کہا۔

میں نے اپنا نام، اس علاقے میں آنے کا مقصد اور سب کچھ بے کم و کاست بیان کر دیا
علاقے میں جو کچھ مجھ پر گزری تھی وہ بھی کسی جھجک کے بغیر بتا دیا۔ دراز قد شخص نے اپنی گردا
ایک چمک دار پتھر پر راکھ ملی اور کچھ پڑھ کر اس میں دیکھنے لگا۔ چند لمحے وہ اس غیر دلچسپ حرکت
مصروف رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "تو اس نے تمہیں یہاں بھیجنے میں عجلت کی۔ وہ ذلیل شخص، دیو
کبھی معاف نہیں کریں گے۔ اس نے جزیرہ باگمان پر ہر جگہ دُکھ بو دیئے ہیں۔"

"تمہاری مراد کس سے ہے؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"جزیرہ باگمان پر ایک شیطان کی حکومت ہے، کیا لوکاسا کسی ابلیس سے کم ہے؟" اس شخص نے
کہا۔
"تم کون لوگ ہو؟ کیا یہ بھی میرا کوئی امتحان ہے؟ مجھے اس کی ناراضی کی سزائیں معلوم ہیں،
مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔" میں نے خوف زدگی کا احساس دلایا۔
"ہم اس کی دسترس سے دور ہیں، اشالا پہلے ہی اس کی سازشوں سے زارشی چلا آیا تھا، زارشی
زدوں کی پناہ گاہ ہے، اشالا دیوتاؤں کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اُس سازشی
انتقام لے گا۔" اس نے گرج کر کہا۔
"اشالا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں نے یہ نام سنا ہے، سنا ہے وہ لوکاسا سے پہلے جزیرہ
ناظم اعلیٰ تھا۔"
"میں اشالا ہوں۔" اس نے دلیری سے کہا۔
"تم اشالا ہو؟ مقدس اقابلا مجھ پر رحم کرے، کیا یہ سچ ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"تم جزیرہ توری کے سردار جابر بن یوسف؟ میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا اگر لوکاسا
کرتا تو تم میرے پاس آتے اور میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔" اس نے تاسف سے کہا۔
"کیا تم واقعی اشالا ہو؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔ "مگر تم اس ویرانے میں کیا کر رہے ہو؟"
"میں دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنی راتیں، اپنے دن قربان کر رہا ہوں، معتوب لوگوں
زارشی ہی ایک جگہ ہے۔"
"اقابلا تمہارا سہارا بنے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو
یوتاؤں سے مدد کیوں نہیں چاہی، کیا وہ نہیں دیکھ رہی ہے، اس کی آنکھیں بڑی اور اس کے
ہیں۔"
یوتا۔ کاش وہ ہر معاملے میں دخل دیا کرتے، میرا اعتماد میری غلطی تھی۔ مقدس اقابلا کے لئے
ایک تماشے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اندھا ہو گیا تھا میری آنکھیں عقب کی طرف نہیں دیکھ
کی لئے اس نے مجھے وہاں سے علیحدہ ہو جانے اور یہاں ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا ہے،
تھ میرے وفادار ساتھی بھی چلے آئے، وہ نہ طاقت میں مجھ سے زیادہ تھا نہ علم میں، لیکن اس
تماد میں لے کر میرے نادر تحائف پر قبضہ کر لیا جو مجھے سخت ریاضت کے بعد دیوتاؤں کی
ملے تھے۔ پھر اس نے مجھے انہی کے ذریعے پریشان کیا۔ میں دیوتاؤں کے تحائف کی
رسکا اور مقدس لوریما اس کے قبضے میں چلی گئی۔"
ش میں تمہاری کوئی مدد کرتا۔ مجھے ایک لڑکی نکری کے ذریعے اشارتاً یہ اندازہ ہوا تھا کہ تم

وہاں کے مقبول و محبوب ناظم اعلیٰ تھے۔'' میں نے یہ یقین کر کے کہا کہ وہ واقعی اسٹالا ہے۔

''تم اپنی تربیت مکمل کرلو۔ ہم انہی ویرانوں میں تم سے ملتے رہیں گے۔ یہاں دیوتا نائب ہوتے ہیں، یہاں کی ریاضت بڑی سخت ہے تم جس جگہ سے آ رہے ہو، ایسی بہت اس علاقے میں ملیں گی، جاؤ ان کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کے اشاروں پر سر جھکائ ہے تمہاری تربیت ختم ہونے سے پہلے ہی میں جزیرہ باگمان واپس ہو جاؤں ورنہ تم مجھے یہیں گے۔ میرا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے میں ان سب کے پاس جا رہا ہوں اور نہ جانے یہ سفر کب خ

''مگر وہ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ وہ شب و روز اپنے عمل میں مصروف رہتے ہیں سے جو چیز طلب کرتا ہوں، مجھے مل جاتی ہے، چار و ناچار تین دن سے تین سمتوں کی طرف ہوں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔

''تم ان کے ساتھ عمل میں شامل ہو جاؤ اور اسی طرح ریاضت کی عادت ڈالو۔ یہ ایک ہے لیکن اس نے تمہیں اسی مقصد سے یہاں بھیجا ہے، یوں تم ایک خوش نصیب شخص ہو۔''

''میری ریاضت کی یہ مدت کب ختم ہوگی؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''کسے پتہ ہے۔ بس تم جاؤ اور دیوتاؤں کے ان مقربین کی خدمت کے لئے وقف ہو میں اسٹالا اور اس کے ساتھیوں سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا لیکن وہ اتنی باتیں کر کے گئے اور میں اس دیو قامت، عجیب شخص کے بارے میں عجیب خیالات لیے ہوئے واپس میری منزل پھر وہی پُراسرار مکان اور اس کے مکین تھے جو نہ جانے کب سے آگ دیوتاؤں کو خوش کر رہے تھے، دور سے وہ مکان دیکھ کر اس شدید گرمی میں سردی سی محسوس میں نے سوچا جابر بن یوسف! تمہاری ایک زندگی اُسی وقت ختم ہوگئی تھی، جب تم بیروت ہوئے تھے یہ تمہاری دوسری زندگی ہے جو تمہارے بس میں نہیں ہے، خود کو حالات کے سوچنا چھوڑو، وہ شخص مر چکا ہے جو بیروت میں تھا۔ جابر بن یوسف تو ایک اور شخص۔ دیوتاؤں کا خاص جام نوش کیا ہے یہ سوچ کر میری آنکھیں سرخ ہوگئیں، اسٹالا کو ان د عبرت ناک حالت میں دیکھ کر کچھ اور اداسی طاری ہوئی مجھے خیال آیا کہ وہ کبھی واپس کیونکہ لوکا سا بہت مضبوط اور چالاک ہے۔ پھر میرے دل میں کہیں سے یہ مذموم خیال آ اسٹالا کی گردن لوکا سا کی خدمت میں پیش کروں۔ تو......'' بوڑھوں کی اقامت گاہ قریب آ تیزی سے مکان میں داخل ہو گیا۔ آگ روشن تھی اور وہ بوڑھے گدھ حلقہ بنائے اسی طر جس طرح میں انہیں چھوڑ گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

میں ایک دیوار کے سہارے اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ صحراؤں کے وہ برگزیدہ بوڑھے حسب معمول گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر رقص کرتے ہوئے کے سامنے اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان کی عبادت کب ۔ یہ آگ کب تک روشن رہے گی؟ اس بے آب و گیاہ سرزمین میں کوئی کسی کا پُرسان حال نہ زمین پر انسانوں کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ جزیرہ باگمان کا سابق ناظم اعلیٰ اسٹالا اور اس کے یہاں کی تپتی جھلستی دھوپ میں دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی جستجو میں بھٹک رہے حد نظر نامہربان زمین تھی۔ ریت ہی ریت، دھول ہی دھول، اونچے نیچے ٹیلے۔ نہ کوئی منزل نہ کاشان۔ میں دیر تک بوڑھوں کی لرزہ خیز ریاضت دیکھتا رہا۔ ان کے قریب جا کر اور اس مکان دیکھ کر مجھے اپنی ٹانگوں میں لرزش سی محسوس ہونے لگی۔ کیا مجھے ان میں شامل ہو جانا چاہئے؟ فیصلہ نہ کر سکا۔ میں نے ایک بار پھر انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور با آواز بلند کہا۔ ''میں مقدس مسکن میں آ گیا ہوں، اے نیک باطن لوگو! کچھ میری طرف توجہ کرو! مجھ خستہ حال کو رہنمائی کی ضرورت ہے۔ مجھے آگے کا راستہ نظر نہیں آتا۔ یا پھر مجھے اجازت دو کہ میں بھی ساتھ اس مقدس آگ کے گرد ریاضت کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں؟''

شاید اُن تک میری آواز نہیں گئی۔ اُن کے جمود میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں نے دوبارہ ان سے لیکن ان کے جسموں میں کوئی ارتعاش پیدا نہیں ہوا۔ پھر میں نے عاجزی سے کہا۔

''اے مقدس نفس کشو! دوسرے کے نفس کا خیال تو کرو۔ اس نیکی سے تمہارے حساب میں اور ہوگا۔''

میرے خیال تھا کہ میں اپنی چیخ، پکار اور داد و فریاد سے انہیں اپنی طرف متوجہ کر سکوں گا۔ میری اُن میں سے ایک بوڑھے نے حسب سابق آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس آگ سے نکل کر مجھ تک دراز ہوا اور زمین پر خوان نعمت اور آب شیریں رکھ کر مختصر ہوتا گیا۔ نے میری کیا خوب دادرسی کی تھی۔ انہوں نے اپنے در پر بھونکنے والے کتے کو راتب فراہم کر ۔ میں کھانا چھوڑ کر دیوار کی پشت پر چلا آیا۔ دیوار کے سائے میں کچی زمین پر سر کے نیچے پتھر میں نے خود کو گرا دیا۔ اس تنہائی اور بے یقینی کے عالم میں میرے دل میں کئی طوفان آئے اور گزر

اندر ایک ابدی آگ روشن تھی۔ اِدھر میرے دل میں چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ میرے نے مجھے کئی راستے دکھائے۔ میں کہیں اور جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کیونکہ ان شفیق کی موجودگی میں زندہ رہنے کی کوئی صورت تو نظر آتی تھی۔ اسٹالا کی ہدایت کے مطابق ان میں

شامل ہو جانے میں ایک خوف مانع تھا۔ ان کی ناراضی سے بچنے کے لئے اجازت لینی ضروری ہوئی تھی۔ مجھے ان کی بزرگی اور سریت کا اندازہ تھا، مگر انہوں نے میرا کوئی استفسار درخورِ اعتنا سمجھا۔ وہ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اپنے ذہن میں ابھرتے ہوئے بہت سے جوابوں کی نفی کر مجھے حاصل میں ایک ہی جواب ملا کہ مجھے ان کے قریب جانا چاہئے اور خطرہ و اندیشہ کا یہ وتیرہ چاہئے، اگر وہ اسے ناپسند کریں گے تو جھڑک دیں گے۔ اگر وہ کوئی مزاحمت نہ کریں گے تو م ابدی آگ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہو؟ ممکن ہے میں کوئی ... لیکن نے مستقبل کی خوش فہمیاں پاس نہ پھٹکنے دیں اور خود کو اس آگ کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہو گیا

جب میں دوبارہ اندر داخل ہوا تو مجھے کنارے پر وہ غذا نظر آئی جو انہوں نے تھوڑی دیر مجھے عطا کی تھی۔ خیال آیا کہ بہتر ہے آگے بڑھنے سے پہلے، یہ غذا جزوِ بدن بنائی جائے۔ ا ناراض ہو گئے تو میں اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ میری حریصانہ نظریں پتھر کے اس برتن پر جس میں لذت بخش غذا موجود تھی۔ ساتھ ہی پانی کا ایک قدح بھی۔ اس ریگ زار میں پانی آنکھوں میں تراوٹ آ جاتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھا کر اپنا حلق تر کرنا چاہا، دفعتہً مجھے احساس ہو ہمتی اور نرم دلی کی بات ہے۔ جھنجلاہٹ اور غصے میں میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پانی فوراً زمین میں جذب ہو گیا۔ پھر میں نے غذا کے برتن کو ٹھوکر مار کر الٹ دیا اور مڑ کر ان بوڑھوں کی دیکھا۔ وہ میرے ہر ہیجان اور ہذیان سے بے نیاز تھے اور زیرِ لب کوئی عمل پڑھنے میں ہمہ مستغرق تھے۔ ان کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کہیں دُور پہاڑ کی چو آبشار گر رہا ہے۔ ان کے چہروں اور جسموں کی لٹکی ہوئی کھالوں میں اسرار پنہاں تھے۔ میں کاکا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم سمورال کی دی ہوئی مالا چومی اور اشمار کا سکھایا ہوا ایک ورد پورے جوش سے آگے بڑھا۔ وہ لوگ آگ کے گرد بہت کم درمیانی فاصلے سے بیٹھے ہوئے میں اُن کے درمیان کسی طرح نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب میں حلقے کے نزدیک پہنچا تو میں نے ا پھر انہیں مخاطب کیا۔ ”تاریک براعظم کے عظیم اور مقدس بزرگ دیوتاؤں کے لئے میری بات سن تمہارے حلقہ ارادت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اب جو بھی ہو، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ وہ د ہے کہ یہ سب میں کس کے لیے کر رہا ہوں، وہ اتنی ہی حسین اور عظیم ہے کہ اس کے ارادت م خوف و خطر آگ میں کود پڑیں۔“

میں ان کے استغراق میں کوئی خلل نہ ڈال سکا۔ انہوں نے میری پیش قدمی پر کوئی مزاح نہیں کی۔ میں حلقے کے قریب بیٹھ کر غور سے ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ذہن نشین کر وہ زبان میری سمجھ سے بالا تھی اور چونکہ وہ یک زبان ہو کر اپنا عمل دہرا رہے تھے اس لیے

ہو رہی تھی۔ اپنی سماعت اور ذہن کی تمام صلاحیتیں میں نے ان کے الفاظ سمجھنے پر مرکوز کر وہ ایک طویل عمل تھا۔ ان کی آوازیں اس قدر گتھی ہوئی اور گندھی ہوئی تھیں کہ کئی ساعتیں بیت میں کچھ نہ سمجھا۔ اسی لیے میرے اور ان کے عمل میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ میرے بھی بہک بہک جاتے تھے۔ میں انہیں سمیٹتا تھا اور وہ بکھر جاتے تھے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو اس وقت نہ جارا کاکا کی کھوپڑی کوئی مدد دے رہی تھی نہ اشمار کے سکھائے ہوئے چھوٹے عمل، نہ سمورال کی مالا۔ اس کشمکش میں لرزہ براندام کر دینے والی کئی کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں نے تیزی سے ان کے الفاظ کی تکرار شروع کر دی۔ پھر میں نے انہیں علیحدہ علیحدہ حصوں میں ر کے یکے بعد دیگرے ایک ایک حصہ ازبر کر لیا۔ اب ان کی باغت، ہم آہنگی صوتی نشیب و ان میں منتقل کرنا رہ گیا تھا۔ دوسرا کام پہلے کام سے زیادہ مشکل نہیں تھا جب میں نے دوسری صبح پر بھی عبور حاصل کر لیا تو مجھ پر فتح مندی کا سا نشہ چھا گیا۔ میں ان کے حلقے کے نزدیک تھا، ان کی بے خبری اور عدم مزاحمت سے میرا جنون کچھ اور سوا ہوا۔ میں نے حبشیوں کے انداز میں ایک چیخ ماری۔ ایک فلک شگاف نعرہ۔

”مجھے جگہ دو اے شریف انسانو!“ میں نے عزم کے ساتھ کہا اور پہلی بار ان کے لب ساکت ۔ ان میں سب سے معمر شخص نے وظیفہ توڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے کچھ کہا جس پر انہوں کے ہاتھ چومے اور پھر اچانک کسی تاخیر کے بغیر وہ شخص اُٹھا۔ اس کی کھال بدن پر جھول رہی دوسرے بوڑھوں نے پھٹی پھٹی آوازوں میں ہذیان بکنا شروع کر دیا۔ ان کا سب سے معمر ساتھی دیکھتے آگ میں کود گیا۔ آگ کے گرد بوڑھوں کا دائرہ ٹوٹ چکا تھا اور شاید وہ سب اپنے جشنِ مرگ منا رہے تھے، وہ اپنے ہاتھ بار بار بلند کرتے تھے اور اپنے ماتھے چھو کر ہاتھ ٹانگوں لے آتے تھے۔ مجھے اپنی ناک بند کرنا پڑی، لاش کی چراند سے دماغ ماؤف ہوا جاتا تھا۔ لاش جل بھن کر آگ میں شامل ہو گئی۔ اسی وقت ایک بوڑھے نے اپنی آگ اگلتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب حلقے میں بیٹھنے کے لئے میری جگہ خالی ہو چکی ہے۔ میں ساتھ بیٹھ گیا اور انہوں نے کوئی دم لیے بغیر اپنا عمل جاری کر دیا۔ اس بار ان کی آوازوں میں آواز بھی شامل تھی۔ آگ کی تمازت اور حدت جلد ہی میری بینائی پر بوجھ بننے لگی۔ شروع شروع میری توجہ اس طرف مرکوز رہی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ بے شمار وسوسے یکسوئی میں ہونے لگے۔ میں وہیں بیٹھے ہوئے کبھی جزیرہ باگمان پہنچ جاتا اور کبھی جزیرہ توری۔ لوریما، کاہوا و استالا، ان سب کی صورتیں اپنے پس منظر کے ساتھ پردۂ ذہن پر نمودار ہوتیں اور مجھے نے پر اُکساتیں، میری آنکھیں بار بار کھلتیں اور بند ہو جاتیں۔ زبان بار بار رکتی پھر ورد شروع کر

دیتی۔ کچھ دیر پورے دھیان اور توجہ سے میں بوڑھوں کے ساتھ عمل پڑھتا، پھر لمحوں میں
دوبارہ مجھ پر غالب آ جاتیں۔ میں خود سے سوال کرتا۔ ''جابر بن یوسف! تمہارے اندر حوصلہ
تو تم بھی آگ میں کود جاؤ۔ کسے معلوم ہے کہ یہ ریاضت کب ختم ہو اور کس نے وقت مقرر کر
تمہاری کھال بھی جھول جائے گی۔ یہ جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جنون سے بہتر موت ہے۔
ریاضت کا کچھ مآل نہ نکلا تو تم نے اذیتوں میں وقت ضائع کر دیا۔ ہوسکتا ہے صدیاں بیت
تمہارے چہرے کے نقوش بھی آگ کی تپش سے تپ کر بھر بھرا جائیں۔ ممکن ہے کل تم بھی ان
کی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت کھو بیٹھو۔''

لیکن یہ صرف منتشر اور پراگندہ خیالات تھے جن کی آمد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا
آدمی کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا دشمن اس کا ذہن ہے۔ اس ضدی، خودسر،
نازک مزاج اور خوف زدہ چیز کے بغیر آدمی درختوں کی طرح خوش رہتا اور پتھروں کی طرح
زندگی گزارتا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں سے اٹھوں اور دور بھاگ جاؤں۔ مگر بھاگ کر کہاں جا
اس امتحان گاہ میں کامیابی سے پہلے چھٹکارا پانا محال تھا۔ سو میں نے خود کو بھلا دیا۔ ان
چہرے بھلا دیے جو مجھ سے متعلق تھے۔ صرف ایک چہرہ یاد تھا۔ وہ غیرت ناہید چہرہ۔ میں
زمان و مکاں کی فکر سے آزاد کر کے حالات کے سپرد کر دیا۔ اوّل اوّل کچھ پریشانی ہوئی۔
پوری طرح ڈوب گیا اور مجھے شب و روز اور زمین کی گردش کا احساس نہ رہا۔ بھوک پیاس کی
گئی کسے ہوش تھا کہ میں کتنی مدت تک جذب کی کیفیتوں سے دوچار رہا۔ کتنے ہفتے، کتنے
سال ان بزرگوں کی معیت میں اور اس آگ کے گرد میں نے گزارے؟ مجھے کچھ ہوش نہیں
مجھے اس وقت کچھ احساس ہوا جب ایک دن میری طرح ایک شخص نے اس مکان میں داخل
سے مدد طلب کی۔ اس کی پژمردہ آواز پر میرے ہاتھ خود بخود قریب رکھے ہوئے برتنوں پر
نے آگ میں انہیں ڈال دیا۔ لمحوں بعد مشینی انداز میں، میں نے آگ کے اندر ہاتھ ڈال
نکالے۔ برتن غذا اور پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس شخص کی طرف اپنا ہاتھ بلند
ہاتھ دراز ہوتا گیا اور تھکے ہوئے مسافر کو غذا پہنچا کر اپنی اصل حالت میں آ گیا۔ اس کے بعد
میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور بوڑھوں کے متحرک لب خاموش ہو گئے۔ ان کی بھنبھناہٹ رک
سب کی نظریں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جیسے میں اب بھی ان کے لئے اجنبی ہوں۔
ہو گئے اور انہوں نے اُچھلنا شروع کر دیا۔ ماحول میں ایک بار پھر زندگی کے آثار نمودار ہو
ایک بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں ایک شعلہ اٹھایا اور اسے میری ہتھیلی پر رکھ دیا۔ یہ دہکتا ہوا
ہتھیلی پر آتے ہی آناً فاناً ایک چمکدار موتی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ میں ریاضت میں اس

کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک بوڑھا اپنی نیم جاں آواز میں پہلی بار مجھ سے مخاطب ہوا۔
یہاں سے جاؤ۔ تمہارا کام پورا ہو گیا۔''
میں بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔ ''مقدس بزرگ! میں اپنا کام پورا ہو جانے کے بعد بھی
نہیں جانا چاہتا۔ یہاں بڑا سکون ہے۔ اس ریاضت کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ ترک
اور ضبط نفس میں کیا لطف اور کیسا نشہ ہے۔ میرا ذہن تازہ اور میرے حواس اس تمام عرصے میں
رہے ہیں اور میں نے اس عالم میں ان گنت دنیاؤں کی سیر کی ہے۔ مجھے اپنے ساتھیوں
کرو۔ تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ، مجھے اس سرفراز آگ میں جھونک دو مگر باہر مت بھیجو۔''
''نہیں نہیں۔'' اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''وہ آ گیا ہے۔ اب یہاں تمہاری کوئی
ورت نہیں رہی۔ وہ ہمیشہ کے لئے آیا ہے۔ تم عارضی قیام کے لئے آئے تھے۔ تمہارے پاس شپالی
جو تمہاری کامیابی اور اقبال مندی کی ضمانت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ اور اس بوڑھے کو یہاں بیٹھنے
جس نے بقا کا فیصلہ کیا ہے۔''
میں نے اس معمر اجنبی کی طرف دیکھا جو شکل و صورت سے کوئی بہت برگزیدہ شخص معلوم ہو رہا
وہ حسرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے میرے اٹھنے کا انتظار ہو۔ بوڑھا صرف ایک
کی تکرار کر رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے کوئی اور
ال کرتا اس نے اجنبی شخص کی طرف اشارہ کیا، وہ تیزی سے ان کے رقص میں شامل ہو گیا میں بھی
بے ہنگم رقص میں ان کی تقلید کرنے لگا۔
اچانک وہ بیٹھ گئے اور میری جگہ پر تیزی سے اجنبی شخص نے قبضہ جما لیا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا
کہ اب میں زندہ لوگوں کی بستیوں کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں حیران پریشان اسے دیکھتا رہا۔
ہاں میرے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ انہوں نے اپنا صبر آزما عمل دوبارہ شروع کر دیا تھا۔
کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے گومگو کے عالم میں حلقے سے باہر آ گیا۔ میں نے ایک بار پھر اپنے
امتحان اور رہنمائی کے لئے چیخ چیخ کر کہا لیکن وہ میری کسی بات کا جواب نہ دے سکے اور مجھے
رون جھکائے مکان سے باہر واپس آنا پڑا۔ میرے ہاتھ میں وہ نادر ہیرا موجود تھا جسے بوڑھے نے
ہالی کا نام دیا تھا۔ مکان کے احاطے سے نکل مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے خاصا بڑا وقت ان لوگوں
ساتھ گزار دیا ہے۔ میری داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی اور میرا جسم خاک اور دھول میں اٹا ہوا
بالوں میں اتنی خشکی اور گرد جمی ہوئی تھی کہ مجھے اپنا سر ایک وزنی بوجھ کی طرح محسوس ہوتا تھا۔
ری کھال ان بوڑھوں کی طرح نہیں جھول رہی تھی لیکن اس میں کھردرا پن آ گیا تھا۔ مجھے اپنے اس
ے دہشت سی ہونے لگی۔ اپنی رُوح اس بدنما جسم سے علیحدہ کرنے کی خواہش شدت سے

میرے دل میں جاگزیں ہوئی لیکن اس تمام وحشت ناک حلیے کے باوجود ایک توانائی تھی جو مجھے اندر محسوس ہوتی تھی۔ میں انگڑائیاں لیتا ہوا ایک سمت چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ شدید د نے میرا جسم جھلسانا شروع کر دیا۔ جو ایک عرصے تک آگ کے گرد بیٹھا رہا تھا۔ اس دھوپ سے کے لئے چارسو دوڑنے لگا۔ مگر وہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔

یہ سب کیا ہوا؟ وہ تو بے ہوشی کا زمانہ تھا۔ میں کچھ عرصے کے لئے مر گیا تھا۔ دوبارہ زندہ ہو میں تندور میں سویا ہوا تھا۔ یہ کیسی مشقت تھی جس کی کمائی کا مجھے احساس تک نہیں؟ کیا اتنے دنو بے ہوشی کا معاوضہ صرف ایک شعلۂ آتش تھا؟ کیا میں نے اپنی زندگی کے لمحات کم کر لیے؟ میں بوڑھوں کے متعلق سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ممکن ہے میرے نفس کی آزمائش کا دور ختم ہو گیا ہو حسین اقابلا کے ربط خاص کی وجہ سے مجھے اذیتوں کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ کاش میری ابتلا کا یہ اب ختم ہو جائے۔ وہ میرا دل چیر کر دیکھ لے۔ اس میں صرف وہ موجود ہے۔ اُس کے سوا کوئی او نہیں ہے پھر یہ رسمی امتحان و ابتلا کیوں؟ وہ سب کچھ جانتی ہے تو اسے بار بار میرے باطن کا کیوں مطلوب ہے؟ یہ کیسا مذاق ہے جس نے ایک سلجھے ہوئے شخص کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے بے سمت، بے راہ گھومتے ہوئے مجھے تین دن ہو گئے بھوک کب تک نہ لگتی؟ اب میں بیداری میں گرفتار تھا۔ شاپالی ابھی تک میری مٹھی میں بند تھا۔ مجھے اس کی طاقتوں کے بارے میں علم نہیں تھا۔ جب میں تھک کر نڈھال ہو گیا تو میں نے اپنا پُراسرار تحفہ آزمانے کی کوشش کی۔ سم کی مالا جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگتی تھیں، بوڑھوں کی خانقاہ میں ماند پڑ گئی تھی لیکن بوڑھوں کی اقامت گاہ بہت دور نکل گئی تھی۔ میں نے یہ اسلحہ آزمایا تو میری خواہش کے مطابق اعظم کے عطیے نے میری مدد کی۔ میں ایک سمت ہولیا۔ استالا ابھی ان تین دنوں میں مجھے کہیں نظر آیا تھا۔ مجھے گمان گزرا کہ کہیں معزول استالا جزیرہ باگمان واپس نہ پہنچ چکا ہو۔ اگر یہ بات در ثابت ہوئی تو جزیرہ باگمان سے میری واپسی جلد ممکن ہو سکے گی، بصورت دیگر بد قماش اور ظالم میری واپسی پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کرے گا۔ میرے ذہن میں ایک بار یہ خیال بھی آیا تھا کہ اگر استالا کو زیر کر کے اس کا سر لوکاسا کی خدمت میں پیش کروں تو اس کی مہربانیوں کے دروازے کھل جائیں گے لیکن یہ غیر شریفانہ بات ہوتی۔ جابر بن یوسف الباقر خود سے ایسے کردار کی توقع کر سکتا تھا۔ استالا سے جزیرہ باگمان کے عوام بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ سب سے افسوس ناک تکلیف دہ بات یہ تھی کہ لوریما کے نازک اندام سراپا پر لوکاسا جیسے کریہہ شخص کا تصرف تھا۔ یہ ا جیسے شخص کے لئے سخت ناقابل برداشت تھا۔ طویل راستوں پر میں منصوبے بناتا اور انہیں رد کر آگے بڑھ رہا تھا۔ دل میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اس براعظم کے افسوں میں زندگی گزارنا ہی

ہر ایسی زندگی گزار دی جائے کہ یہاں کے لوگ یاد رکھیں، ایک شخص مہذب دنیا سے آیا تھا، اس جابر بن یوسف الباقر تھا۔ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس نے سب کچھ حاصل کیا اور ایک ب، بپا کر دیا۔

مگر یہ بعد کی باتیں تھیں، اس وقت پیٹ کی اشتہا مٹانے اور راستہ ڈھونڈنے کا مسئلہ تھا۔ میں اور غاروں میں زندگی کے آثار تلاش کرتا ہوا چلتا ہی رہا۔ خاصی دور جانے کے بعد اچانک میری جانب گرد و غبار کا بڑا طوفان اُٹھنے لگا۔ یہ طوفان کسی ہنگامے کا پیش خیمہ تھا۔ اس سے پہلے بھی ہوا تھا۔ میرا دل متزلزل ہونے لگا۔ یقیناً استالا اس طوفان سے برآمد ہوگا۔ میں نے طوفان کی بھاگنا شروع کر دیا۔ لمحوں کی دیر تھی کہ گرد و غبار کے اس انبوہ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دم گھٹنے لگا۔ مٹی کے ذرات آنکھوں اور نتھنوں میں گھس رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ہتھیلیاں چہرے پر جما لیں۔ میری داڑھی دو طرف پھیل گئی تھی۔ ہوا کے جھکڑ اتنے شدید تھے کہ اپنے پیر جمانے مشکل ہو گئے۔ دو تین بار میں نے خود کو سنبھالا مگر پھر میرے قدم اکھڑ گئے۔ ہوا ایک زبردست ریلے نے پوری شد و مد سے آ کر مجھے زمین سے اٹھا لیا اور میں کسی حقیر تنکے کی طرح کے اشاروں پر ناچنے لگا۔ سنگلاخ پہاڑیوں پر لڑھکنے سے مجھے جو اذیت ہوئی، اس سے میری چیخیں گئیں کچھ لمحوں بعد طوفان کی شدت کم ہوئی تو میں نے خود کو نشیبی علاقے میں پڑا پایا جہاں دور ایک پڑی نظر آ رہی تھی اور فضا میں ایک ماتم سا برپا تھا۔ کسی عورت کے رونے کی آواز طوفان کی آواز ل کر دل دہلائے دیتی تھی۔ ہر سمت سے گریہ وزاری کی آواز اُبھر رہی تھی۔ کوئی بہت ہی دردناک زمیں رو رہا تھا۔ اس طوفان اور ریگزار میں جھونپڑی دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جلدی سے اُٹھا اور اسی جانب چل دیا۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ آگے جانے کے بعد آہ و زاری کی سمت ین کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں کسی جھجک کے بغیر جھونپڑی میں داخل ہو گیا اور ے قدم منجمد ہو گئے۔ جب میں نے وہاں ایک چڑیل کی سی شکل کی عورت دیکھی اور ایک شیر خوار اس کی آغوش میں پڑا دیکھا بچہ ماں سے بُری طرح چمٹا ہوا تھا۔ عورت ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی۔ کے برعکس شیر خوار بچہ خاصا صحت مند اور خوب صورت نظر آتا تھا۔ اس چھوٹی سی جھونپڑی میں ان ا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ عورت کمر جھکائے بیٹھی بُری طرح بین کر رہی تھی۔ اس نے میری ف جلتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی ہڈیوں میں پہلو بدلنے سے کڑکڑاہٹ کی آواز بلند ہو کر ہیں کہیں گم ہو گئی۔ اس کی نظریں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں لیکن ان میں پُراسرار چمک تھی۔ ان نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ اسی لمحے عورت کی نحیف و نزار آواز اُبھری۔ اس ے روتے ہوئے کہا۔ ''اوہ۔ تو اُس نے مجھے معاف کر دیا۔ اجنبی مجھ پر رحم کرو۔ مجھے جلد از جلد اس

عذاب سے نجات دلاؤ۔ کتنے سال گزر گئے۔ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ۔ تم نے آنے میں
دی۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم کون ہو؟'' میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''میں ایک گنہگار ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک دن تم آؤ گے اور مجھے سزاؤں سے نج
گے۔ جلدی کرو اے مقدس شخص!'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔ ''اب مزید برداشت محال ہے۔

''تم کیا چاہتی ہو؟'' میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''میں تم سے ظلم کی خواہش مند ہوں، اس ظلم میں میری عافیت ہے۔ یہ میرا گناہ ہے
قتل کر کے اس کے خون کے چند قطرے میرے حلق میں ٹپکا دو۔ مجھے سکون آ جائے گا۔''
وحشت زدگی سے کہا۔ ''یہی دیوتا چاہتے ہیں۔''

''کیا یہ تمہارا بچہ ہے؟'' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصر جواب دیا اور مجھ سے چیخ چیخ کر مطالبہ کرنے لگی کہ میں اس
قتل کر دوں۔ وہ دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔ اتنے چھوٹے سے بچے کو قتل کرنے کا
میرے نزدیک گناہ تھا۔ میں اب ایک غیر مہذب دنیا کا باشندہ تھا لیکن اتنا شقی القلب نہیں تھ
ہچکچاہٹ اور تردد دیکھ کر وہ عورت پھر رونے لگی۔ جانے یہ کیا راز تھا۔ میرے لیے یہ لمحات بڑ
گسل تھے۔ عورت مسلسل بین کر رہی تھی۔ اگر یہ کوئی امتحان تھا تو یہ تمام امتحانوں سے سخت تھ
فہم و بصیرت سخت تردد سے دوچار تھی۔ میں اس معصوم بچے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے
نہیں تھا لیکن عورت جارا کاکا، مقدس اقابلا اور دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔

''تم مجھ سے کوئی اور مدد چاہو۔ میں ایک معصوم بچے کو قتل نہیں کر سکتا۔'' میں نے فیصلہ
میں کہا۔

''اقتدار کے لئے جبر اور ظلم کی خو لازم ہے اے نیک آدمی۔'' عورت نے یہ فلسفیانہ نکتہ
کیا۔

''میں تم سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ چند باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔''
تشویش سے کہا۔

''میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے تم تاخیر کر کے میرا عذاب سوا کر رہے ہو اور خود ا
کانٹے بو رہے ہو۔'' عورت نے مکروہ آواز میں کہا۔ ''کیونکہ یہ کام تمہارے ہی لیے تفویض
ہے۔''

''میرے لیے؟'' میں نے حیران ہو کر کہا۔ ''میں تمہاری بات کا یقین کیسے کر لوں؟ ممکن

ب دینا چاہتی ہو۔''
''تمہاری زارشی میں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم اپنی فہم و فراست سے کوئی فیصلہ کرنے
ہو۔'' عورت نے ایک چبھتی ہوئی بات کہی۔
میں تذبذب سے دوچار ہو گیا اور مجھے اسے بلائے ناگہانی سے نمٹنے میں دیر ہو گئی۔ میں نے
ہو کہ آواز دوں لیکن مجھے ناکامی ہوئی شاید دیوتاؤں نے میرا فیصلہ کسی رائے سے آلودہ نہ
کے لئے پہلے ہی اس کا انتظام کر دیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ عورت نے مجھے جارا کاکا اور مقدس
کے ناموں کا واسطہ دیا ہے۔ اب فیصلے میں کیا دیر ہے۔ یہ عورت اور یہ بچہ مر جائے گا تو کائنات
ت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ یہ ایک اذیت ناک فیصلہ تھا۔
صاف قتل تھا۔ ہر چند کہ جزیرہ توری پر قدم رکھنے کے بعد انسانی جانوں کی ہلاکت میرے
ئی نئی بات نہیں تھی۔ انسان وہاں بڑے ارزاں تھے۔ میں نے بلکتی اور تڑپتی ہوئی اس عورت
ا۔ ''اے اجل رسیدہ! اس ویرانے میں بے شک تیرے لیے موت بہتر ہے میں بھی تین دن
رکا ہوں۔ تو اس ریگ زار میں نہ جانے کب سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ میں تیری خواہش پوری
نے پر آمادہ ہوں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ مجھے اپنے اس اقدام کا انجام نہیں معلوم۔''
''تم میری ہلاکت میں کوئی تاخیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری باتیں گراں گزر رہی ہیں۔ یہ بچہ موت کا
ہے۔ آہ اس کے بعد میں اس جسم کی قید و بند سے آزاد ہو جاؤں گی۔'' اس بار اس کے لہجے میں
تھی۔

میرے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ میں نے ایک نوکیلا پتھر اُٹھایا اور تمام تر شقاوت اور
ا کے ساتھ پتھر کی نوک بھرپور انداز میں بچے کے پیٹ میں بھونک دی۔ خون کی ایک لکیر کے
بچے کی کربناک چیخ اُبھری۔ میں نے لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس کے خون سے
چلو بھر کر عورت کے کھلے ہوئے منہ میں ٹپکا دیا۔ وہ بُری طرح تشنہ اور بے قرار نظر آ رہی تھی۔ اس
ت درست ثابت ہوئی۔ خون کا قطرہ منہ میں پڑتے ہی اس کا بدن ڈھلک گیا۔ بچہ ایک ہی
ہ میں ہلکان ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ زندگی کے لئے اس کی تڑپ زیادہ دیر
ا نہ رہ سکی۔ میں ان دونوں کو چھوڑ کر بہت عجلت کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آ گیا۔
میری طبیعت مکدر ہو چکی تھی۔ اب بھوک بھی غائب ہو چکی تھی۔ ذہن منتشر تھا۔ اعصاب ٹوٹ
تھے۔ میں اسی عالم میں زمین پر گر گیا۔ پتھر اُٹھا کر اپنا کام تمام کرنا چاہا کہ اسی وقت ایک عجیب
ت شخص میری طرف بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سر بہت چھوٹا تھا اور ٹانگیں پتلی پتلی تھیں۔ چہرے پر
ں آنکھیں نظر آتی تھیں جسم پر کوئی بال نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

"آؤ آؤ مقدس بزرگ! سناؤ میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا تم بھی موت کے خواہاں
نے طنز کیا۔ "میرے ہاتھ میں پتھر ہے۔"

"دیوتا تم سے خوش رہیں، جابر بن یوسف الباقر! تمہاری واپسی جلد ہوسکتی تھی لیکن تم اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا نہیں کر پائے ہو۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔

میں نے اپنی زبان کو لگام دی اور اپنا لہجہ بدل کر حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔ "محترم مجھ نے جو کچھ کیا وہ میرے ارادوں کا تابع تھا۔ میں نے جو مناسب سمجھا وہی کیا۔"

"اسے وہ لوگ ناپسند ہیں جو اس کی طلب ترک کر کے آسانوں کی طرف کوچ کر جا
اس نے اپنے انداز میں تبدیلی پیدا نہیں کی۔

"مجھے بتایا جائے کہ مجھے اور کن مراحل سے گزرنا ہوگا؟ یہ زمین میرے لیے اجنبی مجھے کوئی رعایت نہیں دی جاسکتی؟" میں نے کسی قدر درشتی سے کہا۔

"کیا یہ رعایت کم ہے کہ تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں خود کو اعلیٰ مناصب کا اہل ہوگا۔ تم نے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ تمہارے پاس درخشاں شپالی ہے۔ جاؤ اس منحوس عورت کی ہڈیاں اپنے گلے میں ڈال لو اور اسے مایوس کرنے کی کوشش مت کرو تمہیں فضیلتیں بخشی ہیں۔" اُس شخص نے تلخی سے کہا۔

"فاصلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ شاید وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ کتنی عظیم ہے اور میں۔ طلب کر کے کیسی نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ روز اس کی عظمتیں مجھ پر منکشف ہو رہی ہیں اور سے دور ہو رہا ہوں۔ میں جس قدر اس کے قریب جاتا ہوں وہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ معلوم میں نے عمر کا کتنا حصہ بوڑھوں کی خانقاہ میں گزارا ہے۔ میری زندگی اسی تگ و دو جائے گی میرا سب کچھ مجھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے یہاں کے ماحول میں رچ بس جانے اور علاقے کا محبوب شخص بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ موت میرے تعاقب میں رہتی ہے۔ مجھے اس کی قربت کے دن اگر نصیب ہوئے تو بہت کم ہوں گے

"جابر بن یوسف! آہ تمہیں ابھی تک اس کے جلال کا عرفان نہیں ہے۔" اس نے افسر کہا۔ "اس کے ہاتھ میں وقت کی نکیل ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں مشروب حیات بخش سکتی تمہاری روح پابند کر کے ایک دن اپنا غلام بنا سکتی ہے۔"

"بے شک میرے لیے اس کی قربت کے چند لمحے بھی بہت ہوں گے۔" میں نے میں کہا۔ "محترم بزرگ! تمہاری آمد مژدہ جاں فزا ہے۔ میں تمہارے سامنے شرمسار ہوں۔ ہے کہ میرے ذہن و دل پر گاہے گاہے میری گزشتہ زندگی کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ میں وہ باتیں

جو کسی طور اس ماحول سے موزوں نہیں ہوتیں۔ میری فکر میرے گزشتہ دنوں کی سازش سے کبھی بھی آلودہ ہو جاتی ہے۔ میں آئندہ محتاط رہنے کا عزم کرتا ہوں۔" میں نے ندامت سے کہا۔

"جاؤ ان ویرانوں میں تمہارا نصیب چھپا ہوا ہے۔" عجیب الخلقت بوڑھا جس طرف سے آیا تھا اسی طرف دوڑ گیا۔ میں اسے آوازیں دیتا رہا اور وہ میری نظروں سے میرے شکوک کی طرح دور ہوتا گیا۔

☆==========☆==========☆

جھونپڑی کے اندر دونوں لاشیں اس مختصر وقفے میں ہڈیوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ میں نے انہیں یکجا کیا اور جھونپڑی کے باہر لگی ہوئی پتاور سے انہیں ہار کی شکل میں باندھ کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اب میری گردن میں جارا کاکا کی کھوپڑی، سموراِل کی مالا، لوریما کی دو مالائیں اور ہڈیوں کا ہار تھا۔ میں نے شپالی کو لوریما کی مالا میں سمو لیا۔ بوڑھے سے گفتگو کے بعد میں نے اپنے مایوس ارادوں کی گرد اپنے ذہن سے جھاڑنا چاہی۔ اس کی باتیں خاصی حوصلہ افزا تھیں۔ مجھے اس صحرا میں ریت کے کسی ذرے کی طرح خود کو چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ اب مجھے استالا کی تلاش تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے بھوک اور پیاس کے عالم میں ایک دن کس طرح گزار دیا۔ میں ایک دن تک مسلسل چلتا رہا اور آخر ایک غار پر جا کر میرا سفر کہیں ختم ہوا۔ یہ غار خاصا وسیع معلوم ہوتا تھا اندر جانے کے بجائے میں نے اس کے دہانے پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور مجھے وہاں پانی کے گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی بو سونگھ کر مجھ سے وہاں رُکا نہ گیا۔ میں اندر تک چلا گیا۔ اندر دیواریں پانی سے گیلی تھیں میں نے اپنی زبان ان دیواروں سے لگا دی اور بمشکل تمام اس ٹھنڈے پانی سے اپنا دہن سیراب کیا۔ پانی پی کر مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی اور میں نے غار کے دہانے پر آ کر ایک پتھر سے اپنا سر ٹکا دیا۔ مجھے گہری نیند آ گئی۔ شاید دیوتاؤں کو میری غفلت پسند نہیں تھی۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ لق و دق صحرا میں اس غار کے اندر صحرائی درندے بھی موجود ہوں گے۔ وہ ایک قد آور جانور تھا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا اور نہ ہی لفظوں کے ذریعے اس کی شکل کا کوئی خاکہ کھینچ سکتا ہوں۔ غار کے اندر سے جب اس کی ہولناک گرج سنائی دی تو میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ چیختا چنگھاڑتا ہوا غار کے دہانے کی طرف آ رہا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایسے نازک لمحے میں میرے ذہن میں ایک ترکیب اُجاگر ہوئی۔ بھوک انسانوں کی عقل تیز کر دیتی ہے۔ میں باہر آ کر غار کی اوٹ میں ہو گیا۔ خوں خوار درندہ طوفانوں کی طرح دہانے پر آیا اور ناک کی سیدھ میں بھاگتا ہوا چلا گیا۔ دور جا کر وہ برق رفتاری سے واپس ہوا۔ اس عرصے میں ایک ٹیلے پر چڑھ چکا تھا۔ وہاں پتھروں کی بہتات تھی۔ اتنی اونچائی پر وہ کوئی جست نہیں لگا سکتا تھا۔ نشیب میں غار کے دہانے پر وہ غضب ناک انداز

میں کھڑا اپنے اگلے پنجے زمین پر کھرچ رہا تھا۔ میں اس درندے سے پندرہ فٹ اوپر تھا۔ میں پر پتھر پھینکنے شروع کر دیے لیکن یہ طریقہ کچھ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا۔ وہ ایک موڑ کاٹ کر لمحے اوپر آسکتا تھا۔ میں اتنی تیزی سے نیچے نہیں کود سکتا تھا۔ اس نے وہی لیا۔ وہ اُوپر کی طرف لگا۔ اب اوپر سے نیچے کودنے کے سوا نجات کی کوئی راہ نہ تھی۔ میں نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ پر جب میرا تنومند جسم گرا تو کئی جگہ ٹیس اٹھنے لگی۔ میں جلد ہی اُٹھ کر آڑ میں ہو گیا لیکن اس پوری طرح گھیر لیا تھا۔ اس نے ایک دہاڑ کے ساتھ مجھ پر چھلانگ لگانے میں کوئی وقت نہیں لیا اس کے جسم کے ساتھ زمین پر آرہا اور مجھے خود اپنے جسم پر حیرت ہوئی کیونکہ میں نے اپنے ہاتھوں کی مدد سے اسے اوپر اٹھا لیا اور پھر نیچے پھینک دیا۔ اتنا وزنی، اتنا خطرناک، اتنا پھرتیلا میرے قابو میں اس طرح آجائے گا؟ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ سمورال کی مالا کے دانے بکھر گئے جارا کاکا کی کھوپڑی سے بندھی ہوئی مضبوط ڈوری اس دھینگا مشتی میں ٹوٹ چکی تھی۔ میں زدن میں تمام عطیات نوچ کر ایک پتھر پر رکھ دیے اور چونکہ مجھے پہلے حملے میں اپنی طاقت کا ہو چکا تھا اس لیے اس بار میں نے اسے دبوچ لیا۔ ایک بلی انسان سے بہت کمزور ہوتی ہے مگر پھرتی، اس کے پنجوں سے ایک خاصے معقول آدمی کو خوف آتا ہے۔ میں تفصیل بیان کرنے سے کررہا ہوں کہ میں نے اسے اٹھا کر کہاں پٹکا اور اس نے مجھے کہاں؟ اس کے پنجے جگہ جگہ میرے میں چبھ کر خراش پیدا کر گئے۔ جابر بن یوسف الباقر پہلے اتنا طاقتور نہیں تھا۔ میں اپنی طاقت د ششدر رہ گیا اور اس مسرت میں دیوانہ ہو کر میں نے اس بڑے درندے کو کئی حصوں میں منقسم کر اس کی دہاڑوں سے صحرا میں گونج پیدا ہو رہی تھی۔ اس کے خون سے میرا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ میں اس کی کھال ادھیڑ پھینکی اور اس کا کچا گوشت اپنے دانتوں سے چبانا شروع کر دیا۔ اندر پانی موجود میں اس غذا سے دو تین دن آسانی سے گزار سکتا تھا۔ میں نے اس کا گرم گوشت اس طرح کھایا طرح وہ میرا کھاتا۔ اس کے نوکیلے سینگ علیحدہ کر کے میں نے اپنے پاس رکھ لیے۔ یقیناً جب سینگ میرے گلے کا ہار بن جائیں گے تو لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مجھ میں کس قدر طاقت ہے۔ اس بعد میں نے سمورال کی مالا کے دانے زمین سے اُٹھا لیے اور انہیں پرو کر دوبارہ اپنی گردن میں ڈ لیا۔ میرے گلے میں اس درندے کے سینگوں کا اور اضافہ ہو چکا تھا۔

اس واقعے کے بعد زارشی کا صحرا میری نظروں میں زیادہ مشکل نہیں رہا۔ میں نے سینہ سپر ہو زور آزمائی کی۔ میں اس غار کے دوسرے جانوروں کو زندگی بخش کر آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی میری آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھے۔ میں خود سے لڑتا جھگڑتا دندناتا آگے کی زمینیں روندتا مسلسل بڑھتا رہا۔ دھوپ، تھکن، بھوک پیاس، میں نے ایک عرصے تک اپنے حال پر قانع رہنے

لیے تھے۔ میں بظاہر انسان تھا مگر بباطن ایک صحرائی درندہ تھا۔ انسان کسی ویرانے میں دور ہو تو پھر وہ انسان کہاں رہتا ہے؟ انسان انسانوں میں پہچانے جاتے ہیں وہ اعمال و سماجی زندگی سے بحیثیت انسان ممتاز ہوتے ہیں۔ اس ویرانے میں میری سوچیں، میرے تصورات سب صحرا کی ریت اُڑا کر لے جاتی تھی۔ میں نے سوچنا بند کر دیا تھا۔ سوچتا، مسائل الجھ جاتے۔ ایک انکشاف سے مسئلوں کا ایک سلسلۂ لاینحل کھڑا ہو جاتا ئی داڑھی، خون آلود کھال، گلے میں طوق آراستہ۔ یہ شخص۔ ایک عرب نوجوان تاریک معلوم علاقے زارشی میں نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ وہ غاروں میں ب تا اور اندر چیختے ہوئے جانوروں کو پکڑ لاتا۔ انہیں صحرا کی تپتی ریت پر لا کر بھونتا اور کبھی کچا ھی اسے پانی نصیب نہ ہوتا تو وہ ان کا خون پی لیتا۔ لیکن جہاں جانور ملتے وہاں پانی بھی میں مل ہی جاتا تھا۔ اس کے ارادے فولاد کے اور اس کا دماغ دنیا کی ہر فکر سے مبرا تھا۔

کے صحرا میں مجھے بھٹکتے ہوئے کئی ماہ گزر گئے۔ مشقتوں، اذیتوں، آزمائشوں کا یہ سلسلہ ہر رہتا۔ میں اپنے کسی تحفے سے مدد نہیں لیتا تھا۔ میرا کام چلتا تھا اور اس دوران انوکھے نمٹتا تھا۔ زارشی میں مجھے اس کے بعد کئی بلاؤں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے میرے صبر و ح امتحان لیا۔ راتوں کو میرے قریب بلاؤں نے گھیرا ڈالا۔ عجیب وغریب چہروں اور ؤں نے مجھے آکر ستایا لیکن میں راز کی بات سمجھ چکا تھا۔ میں نے انہیں ہر بار خود سے دور ئی ماہ گزرنے کے بعد مجھے ایک کارواں نظر آیا۔ وہ اسٹالا کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کی طرف نہیں بھاگا بلکہ اپنی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ نظروں کی زد ں نے دیکھا، ان کی تعداد کم ہو چکی تھی، وہ بہت تھکے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ان کا جسم ے اٹا ہوا تھا، چہروں پر اُداسی چھائی ہوئی تھی، اسٹالا کی گردن اپنے جسم پر نہ ٹھہرتی تھی۔ پر اس نے مجھے پہچانا تو مسرت سے اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

ٹالا۔ جزیرہ باگمان کے عظیم فرزند!'' میں نے مسرت سے کہا۔ ''یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا ہارا قافلہ بھی مختصر ہو گیا؟''

ے معزز سردار جابر بن یوسف! تمہیں دوبارہ دیکھ کر مجھے عرصے بعد خوشی ملی ہے۔'' اس کے ے پر تازگی سی پیدا ہوئی پھر وہ تاسف سے بولا۔ ''میں نے اپنی گم شدہ عظمت کے حصول ہاراتیں اپنے دن قربان کر دیے مگر انہیں اپنا ہم نوا بنانے میں ابھی تک کامیاب نہ ہوسکا۔ ل معتوب ہوں اور اس صحرا میں اپنی غفلتوں کی سزائیں بھگت رہا ہوں۔ شاید یہیں میری ہے لیکن تم۔ تم جابر بن یوسف! یہ صحرا تمہیں راس آگیا ہے، برکتیں تمہارے کاندھوں پر ہیں

عظمتیں تمہاری جلو میں ہیں۔ تم کب جزیرہ باگمان واپس جا رہے ہو؟"

"اسٹالا۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ ایک عرصے سے میں انسانی گداز کو ترس رہا ہوں ہی تھے جس نے مجھے بوڑھوں کی خانقاہ میں آگ کے گرد بیٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ میں ہی ہوں کے دل میں یہ مذموم خیال آیا تھا کہ مجھے تمہارا سر لوکاسا کی خدمت میں پیش کر دینا چاہئے ریاضت سے فارغ ہو کر میں نے خود پر لعن طعن کی۔ کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔"

"تم نے جو سوچا تھا، وہ صحیح تھا۔ میرا سراب بہت ارزاں ہے تم میرے لیے دیوتاؤں سفارش کرو۔ میں اب باگمان میں اقتدار کا خواہش مند نہیں۔ میں وہاں ایک باشندے کی طرح چاہتا ہوں۔" اسٹالا نے رقت انگیز لہجے میں کہا۔

"آہ اسٹالا! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں اور تمہارے پاؤں استقلال نہیں۔ تم اتنے دل برداشتہ کیوں ہو گئے؟"

"معزز سردار! اب مجھے ہر سو اندھیرا نظر آتا ہے۔ میرا یہ جسم میرے ان چند وفادار ساتھ بوجھ بنا ہوا ہے۔ میں صحرا صحرا گھوم آیا۔ میں نے ایک زندگی خود کو ایک معزز اور سر بلند شخص بنا گزار دی۔ جب میں اپنے ہم عصروں کو شکست دیتا ہوا مستند اقتدار تک پہنچا تو میرے ایک نائب لوکاسا کی ریشہ دوانیاں مجھے جلد ہی کھا گئیں۔ اس کے بعد سے میں یہاں بھٹک رہا ہو مہذب دنیا کے ایک شخص ہو۔ شاید تمہاری دنیا میں عفو و درگزر، رحم اور رعایت کی مدیں زیادہ مجھ سے اتنی ہمدردی کا اظہار کر کے مجھے اور ناتواں کیے دیتے ہو۔" اسٹالا کے لہجے سے شکست کے آثار نمایاں تھے۔

"اسٹالا۔ میرے عزیز اسٹالا! میرے دل میں اُس بدکردار اور ظالم شخص لوکاسا کے لئے اُنس کا جذبہ بیدار نہیں ہوا۔ تم وہ دوسرے یا تیسرے آدمی ہو جس نے شگفتگی سے مجھے خوش آمد مجھے تم سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔ پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے بوڑھوں ک میں کتنا عرصہ گزارا ہے؟"

"تم سے میری ملاقات ہوئے چھ سال سے زائد ہو گئے۔ کیا تمہیں مقدس بوڑھوں نے تھا کہ تم ان کا حلقہ توڑ دو۔" اسٹالا نے جواب دیا۔

"ہاں۔" میں نے اس علاقے کے برسوں اور اپنے برسوں کا حساب لگاتے ہوئے کہا۔ بتائی ہوئی مدت ہمارے ہاں کے دو برسوں سے کچھ اوپر ہوتی تھی۔ وقت کا احساس ہوا تو مجھ توری میں رہنے والے بہت سے چہرے یاد آ گئے۔ سرنگا، سریتا اور دوسرے لوگ میں نے اسٹا پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں جزیرہ باگمان کب واپس جاؤں گا؟ کیا میری آزمائش کے تمام

گئے؟"

"یہ سوال خود میں نے تم سے کیا تھا۔ میرے دردمند سردار! اس علاقے میں ہر قدم پر ایک ں ہے۔ جزیرہ باگمان ہی کیا۔ سلطنت اقابلا میں قدم قدم تمہیں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ مگر یکھ رہا ہوں۔ تمہارے گلے میں تابندہ شپالی موجود ہے جو عظمتوں کی نشانی ہے اور میں ڈگی کے دیکھ رہا ہوں جو تمہاری شجاعت کا مظہر ہیں۔ میں تمہارے گلے میں انسانی ہڈیاں بجی ہوئی دیکھ ں جو تمہاری قوت فیصلہ اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت ہے۔ تمہارے گلے میں مقدس ی دو مالائیں، جاراکاکا کی کھوپڑی اور کوئی بہت متبرک مالا پڑی ہوئی ہے۔ اتنی چیزیں بہت کم ے حصے میں آتی ہیں۔ اصولاً تمہیں اب واپس جانا چاہئے لیکن یہ سب ان بزرگ و برتر روحوں ہے۔ تم چلتے رہو۔ چلتے رہو۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد تم باگمان پہنچ جاؤ گے اور تمہاری نظر اگمان کا وہ طلسمی اندھیرا چھٹ جائے گا جو وہاں کے باشندوں پر دیوتاؤں نے مسلط کیا ہے۔ ہیں زارشی کی سرحدوں تک چھوڑ سکتا ہوں۔ مگر تم اُس وقت تک وہاں داخل نہیں ہو سکتے جب نہیں منظور نہ ہو۔"

"اسٹالا۔" میں نے اس کے طویل بیان سے متاثر ہو کر کہا میں کچھ اہم باتیں جاننا چاہتا ۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔ یہ شپالی کیا چیز ہے؟ اس سے کیا کرشمے رونما ہوتے "

"شپالی تمہاری غیر معمولی طاقت اور عظمت کی امین ہے۔ کاش تم میرے ساتھ رہتے اور کاش ں کا عندیہ ہوتا تو میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

میں اس سے کیا کام لے سکتا ہوں؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"یہ صرف تمہارے حریف کو خبردار کرنے کی نشانی ہے کہ تم نے زارشی کی خانقاہ میں ریاضت کر نا باطن منور کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شجاعت میں تمہارا درجہ بلند ہے۔ اس کی موجودگی ہے۔ اس کی بے حرمتی باعث ابتلا ہے۔"

"میں سوچتا ہوں اسٹالا۔" میں نے اسے ٹٹولا۔ "میں سوچتا ہوں کہ میں نے بہت سے تحائف ل کر لیے ہیں لیکن میں جزیرہ توری کے کاہن اعظم سمورال اور اپنے دوست سرنگا جیسے بلند مقام پر پہنچ سکا جو دل کی باتیں سونگھ لیتے ہیں اور جن کی آنکھیں ان کی عقب میں بھی موجود رہتی ہیں، ماعت وسیع اور جن کی بصارت لامحدود ہے۔"

"وہ ایک مشکل اور پیچیدہ عمل ہے تم نے سوجھ بوجھ تدبر اور سیکھنے کا عمل جاری رکھا تو تمہارے ی کی آنکھیں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ آنکھیں اور یہ کان اپنے باطن کو جلا دینے سے اُگتے ہیں۔"

اسٹالا نے کہا۔

''مگر یہ کس طرح ہوگا؟ کیا جزیرہ باگمان اور زارشی آنے کا مقصد میرے باطن کی تھا؟'' میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''کوئی شبہ نہیں کہ تم نے اپنے کردار و اطوار سے فاصلے گھٹا دیئے ہیں، لیکن معزز سردار روحانی بالیدگی کا آغاز ہے۔ تمہارے ساتھ یہ دلچسپ حادثہ ہوا ہے کہ تمہیں سری علوم۔ بتدریج نہیں ہوئی۔ تم نے یہاں کے عبادت گزاروں کی طرح اپنی زندگی کا بڑا حصہ ارتکاز میں نہیں گزارا، کسی بلند مرتبت اتالیق نے تمہاری باقاعدگی نگرانی نہیں کی اور ہوا یہ کہ تمہیں قسمتی کے سبب سے بعض فضیلتیں لازمی مراحل گزارنے سے پہلے مل گئیں۔ اب تم ایک ایسے جس نے اپنی دوسری غیر معمولی صفات کے بل پر بڑا منصب حاصل کرلیا ہے لیکن یہ مناصب کرنے کے لئے تم نے یہاں کے مروجہ اور مسلمہ مراحل عبور نہیں کیے۔ یہی ایک خلا ر درمیان کی کڑیاں غائب ہیں جو تمہاری پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں اسٹالا لیکن میں خلا پُر کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ میں ا سے پوری طرح فائدہ اٹھاؤں گا۔ تم سچ کہتے ہو۔ میرے سامنے اس وقت جزیرہ توری کے سموراں کے لڑکے جمرال کا چہرہ ہے۔ اس کی بہن ترام سے میری شادی ہوئی تھی۔ میں نے کو علوم باطنی کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے دیکھا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جمرال کو ایک ط گزارنے کے بعد یہ تحائف نصیب ہوں گے جو میرے پاس ہیں لیکن وہ اُس وقت کتنا کامل شخص ہوگا۔'' میں نے کہا۔

میرے اور اسٹالا کے درمیان گفتگو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھ سکی۔ جہاں اکثر موقع آتا اور میں اس سے پردے اُٹھانے کے لئے کہتا وہ بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رُخ دیتا۔ وہ قبل از وقت مجھے کوئی بات بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک معتو آدمی تھا اور کوئی کمزور بات کہہ کر اپنے مصائب میں اور اضافہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس سلیقگی، خوش اطواری اور اس کی حالت زار دیکھ کر میرے دل میں اس کے لئے محبت اُبھرے۔ پہلی اور دوسری ملاقات میں اسٹالا میں ایک واضح فرق نظر آتا تھا۔ وہ مجھ سے پھر صحرا میں کہیں گم ہوگیا اور میں آنے والے مشکل دنوں کے استقبال کے لئے تنہا ایک سمت میرے دل میں جزیرہ باگمان اور پھر جزیرہ توری واپس جانے کی خواہش ابھری اور میں فضاؤں کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ ''دیوتاؤں کے مسکن۔ اے عظیم صحرا! تو نے دیکھ لیا جا الباقر نے تجھے ہر مرحلے پر شاد کام کیا۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں ...

پیدا ہوگئی ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کس کا طلب گار ہے اور کون اس کی زندگی کا مطلوب ہے۔ پس اب اسے اجازت دے اس کے قدم باگمان جانے والے راستوں پر ڈال دے اور یہ رعایت رائیگاں نہیں جائے گی۔''

میں میری پکار کا کوئی ردعمل نہیں ہوا۔ مجھے خود پر ہنسی آگئی اور میں دیوانوں کی طرح خود ہوا غاروں ٹیلوں، ریت کے تودوں میں دن گزارتا رہا۔ پھر کئی دن گزر گئے۔ غیر اہم چھوٹے واقعوں کا ذکر بے معنی ہے۔ صحرائے زارشی کے روزنامچے میں بہت سے دن ت کے حامل تھے۔ تمام دنوں کا احوال کیا لکھا جائے۔ وہی تپش وہی کڑی دھوپ، وہی ہی میں۔ مجھے یقین تھا کہ میں ایک دن جزیرہ باگمان کے راستے پر گامزن ہو جاؤں گا، جانے کے بعد میرے ذہن میں بڑے معرکے اور دلکش منصوبے تھے۔ آخر وہ دن بہت جلد انے طے کرلیا تھا کہ میں باگمان کا راستہ خود تلاش کروں گا اور کسی ایک سمت دور تک جانے نے یا مڑنے کے بجائے اسی سمت چلتا ہوں گا۔ یقیناً وہ راستہ کسی نہ کسی جگہ ختم ہوگا۔ یہ نے والا فیصلہ تھا لیکن مجھے اس میں پہلی ہی بار کامیابی نصیب ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ارادے سے زیادہ ان طاقتوں کا دخل ہوگا جو اب زارشی میں میری موجودگی کی ضرورت نہیں۔ جب پہلی بار میں نے ایک اونچے ٹیلے سے درختوں کے جھنڈ دیکھے اور وہاں کی خنک ہواؤں نے میرے جسم و جاں کا احاطہ کیا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اتنے زندگی کے آثار دیکھ کر میرے منہ سے خوشی کی ایک چیخ نکل گئی اور میں نے زارشی پر ایک ڈال کر اس کی خاک سے اپنے بدن کو غسل دیا اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اس وقت ں میں فولاد کی توانائی آگئی تھی زمین پر پاؤں پڑتے ہی نہیں تھے۔ مجھے شبہ گزرا کہ یہ زارشی حصہ نہ ہو مگر زارشی تو خود جزیرہ باگمان کا ایک ویران حصہ تھا۔ اسٹالا نے مجھے بتایا تھا کہ تاریکی کا طلسم میری ریاضت کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے۔ اب وہاں دھوپ نظر آرہی تھی۔ میں چلا گیا اور ایک لمبی مسافت کے بعد میں نے درختوں کے جھنڈ میں اپنا سر ٹکا دیا۔ مجھے ایسے لگے میں اپنے وطن واپس آگیا ہوں۔ میں نے درختوں کی شاخیں چھو کر اور پتے توڑ کر اس کرلیا کہ میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں مستی میں ایک عربی نغمہ گنگناتا اندر کی طرف یہ نخلستان شاداب درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں جزیرہ توری جیسا گھنا جنگل تو نہیں تھا ن کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ ایک جگہ پانی دیکھ کر میں نے اپنے جسم سے دھول اور خاک گھنٹوں میں صاف کی۔ میرے بال جکڑے ہوئے تھے، انہیں صاف کیا اور سے پہلے ایک گھنے درخت کے سائے میں پتے بچھا کر دراز ہوگیا۔ میں بہت گہری نیند

سویا۔ جس وقت میں اٹھا، رات ہو چکی تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے لوکا سا کو حیرت زدہ کروں گا کہ اس کی امیدوں کے برخلا
میں باگمان واپس آ گیا ہوں۔ ابھی میں فاصلے طے کر رہا تھا کہ مجھے انسانی سرگوشیوں کی گونج
دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ چند تنگ دھڑنگ سیاہ فام لوگ نیزے اور مشعلیں تانے میری
بڑھ رہے تھے۔ ان میں لوکا سا کا نائب کابالو بھی موجود تھا۔ کابالو کو دیکھ کر میرے دل میں نفرت
احساس بھڑک اٹھا لیکن میں نے ایک ضدی شرارتی بچے کی طرح اپنے گال پر ایک چپت لگائی۔
وقت میری سرخوشی کا عالم عجیب تھا۔ میں خود سے داد وصول کر رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جلد
میرے قریب آ جائیں۔ میں ان کی نظریں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے شپالی نمایاں کر لی۔ میں اپنی
رُک گیا۔ یہ خودنمائی اور انانیت، یہ محبوبیت اور یہ ناز و ادا۔ میری حالت کسی ایسی حسین عورت کی
جو اپنے عاشقوں کی نظروں سے اپنے حسن و جمال کا تخمینہ لگا رہی ہو۔

کابالو میرے قریب آیا تو اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں وہ مجھے یوں حیرت سے آنکھیں
ے دیکھ رہا تھا جیسے اسے میرے وجود پر شبہ ہو۔ کابالو کے ساتھی بھی محو حیرت تھے۔ چند لمحوں تک
مجھے متجسس نگاہوں سے تولتے رہے۔ ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ پھر کابالو نے میرے
پر سجے ہوئے عطیات حرص کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مقدس جابر بن یوسف! مجھے
لوکا سا نے تمہاری پذیرائی کے لئے بھیجا ہے۔ میں تمہیں جزیرہ باگمان میں واپسی پر خوش آمد
ہوں۔''

''اوہ'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تو اسے علم ہو گیا ہے؟''

''اسے باگمان میں ہونے والی ہر جنبش کا علم رہتا ہے، وہ جاننا چاہے تو پتوں کی حرکت کا
چلا سکتا ہے۔'' کابالو نے اپنے سردار کے بارے میں مبالغے سے کام لیا۔

''میں اسے دیکھنا پسند کروں گا۔'' میں نے دانستہ اپنے لہجے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ ''میرے
لیے مقدس لوکا سا کا کیا حکم ہے؟''

''وہ تمہیں کسی وقت بھی طلب کر سکتا ہے۔ فی الحال تمہیں بستی میں منتقل کر دیا جائے گا اور
موقع دیا جائے گا کہ تم کچھ دن اطمینان و آرام سے گزارو۔'' کابالو نے کہا۔

''اور اگر میں معزز کابالو سے یہ درخواست کروں کہ وہ مجھے ابھی لوکا سا کی خدمت میں
دے تو اس کا کیا جواب ہو گا؟''

''اس کا جواب نفی میں ہو گا۔'' کابالو نے کہا۔

''شاید معزز کابالو اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ میں زارشی سے واپس آ رہا ہوں۔

لی ہو گئی ہے۔'' میں نے تمکنت سے کہا۔

کابالو اپنے سردار کا تابع دار ہے۔ سردار کے احکام بجا لانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔''
سی جذبے کے بغیر کہا۔

وں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں معزز کابالو کی مجبوریوں سے واقف ہوں۔'' میں نے اسے
میں ڈھالنے کے لئے کہا۔

بالو نے کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''بستی تک مجھے تمہاری آنکھوں پر اندھیرا
نا ہو گا۔''

کابالو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''کیا اس بات کی بھی ضرورت ہے؟ جب کہ باگمان کا طلسمی
ی میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔''

یہ میرے سردار کا حکم ہے وہ اس جزیرے کا حاکم اعلیٰ ہے اور تمہاری حیثیت ابھی تک ایک
کی ہے۔''

''کابالو۔ یہ باتیں توہین اور دل آزاری کے ذیل میں آتی ہیں تمہیں اس بات کا خیال رکھنا
ہ میں مقدس اقابلا کا فرستادہ ہوں۔''

یں کابالو اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیک وقت اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا تھا لیکن یہ بات مصلحت
ف تھی۔ میں نے لوریما سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کابالو نے معذوری ظاہر کر دی۔
ں میں نے بہت سے فیصلے کئے تھے۔ ان فیصلوں کے مطابق یہ ضروری تھا کہ میں اپنے لیے
کے بجائے محبت کے جذبات پیدا کروں۔ میں نے اکراہ کے ساتھ کابالو کا ناپسندیدہ حکم مان
ے چلتے یہ ضرور اس سے کہا کہ'' کابالو میں تمہیں منع کرنے کی قوت رکھتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ
لب ہو کر آیا ہوں۔''

میری آنکھوں پر کابالو کے ایک ہی عمل سے اندھیرا چھا گیا۔ راستے میں خاموشی رہی لیکن میں
ا دانستہ کابالو کو صحرائے زارشی کے پُراسرار واقعات سناتا رہا۔ وہ میری باتوں کے جواب میں
رہا۔ میں ایک دوستانہ فضا چاہتا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ ''کابالو! تمہاری فرماں برداری دیکھ کر
چاہتا ہے کہ کاش جزیرہ توری میں پیدا ہوتے اور میرے نائب ہوتے۔ کیا تم نے جزیرہ توری
شندوں میں میری اصلاحات کا واقعہ نہیں سنا؟''

''سنا ہے معزز سردار!'' اس نے مفاہمت کے انداز میں کہا۔ ''لیکن یہاں کیا نہیں ہے؟ یہ
ہر اعتبار سے روحانی نعمتوں سے آسودہ ہے۔''

''میں نے تمہارا نام اپنے دل پر نقش کر لیا ہے۔'' میں نے کہا۔ بستی آ گئی تھی۔ چاروں طرف

مشعلیں ایستادہ تھیں۔ میں ایک شان بے نیازی و قلندری سے بستی میں داخل ہوا۔ مجھے بھی رات کا محسوس ہوتا تھا اس لیے کہ وہ وقت رات کا تھا لیکن جزیرے کے عام باشندوں کے ہا مشعلیں جلتی رہتی تھیں کیونکہ انہیں ہر وقت اندھیرا نظر آتا تھا۔ صرف جشن لوریما پر ایک دن ایک مخصوص مقام سے یہ اندھیرا چھٹ جاتا تھا اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا اندھیرا طاری ہو جب میں آبادی میں جھونپڑیوں کے قریب سے گزرا تو لوگوں نے روشنی کے جھماکوں میں مجھے کابالو کی موجودگی کے باوجود میرے قریب آئے۔ شپالی کسی ہیرے کے مانند میرے سینے پر چ تھی۔ میں ان کی نظریں پہچانتا تھا۔ ان میں تحیر، تجسس اور خوف تھا۔ اپنی شخصیت سے دوسر خوف زدہ ہونے کا احساس کتنا طمانیت بخش ہے۔ میرا خیال ہے محترم المقام لوگوں کی پہچان کہ لوگ ان سے خوف زدہ رہیں۔ میں خندہ پیشانی سے مسکراتا، ہاتھ ہلاتا بستی سے نزدیک بڑی جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اس جھونپڑی کے باہر کئی نیزہ بردار سیاہ فام موجود تھے۔ کا وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میرے سامنے لذیذ ترین غذاؤں کے خوان اور مشروبات پیش کر د بہت دنوں بعد میں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا کھا کر ٹہلنے کے لئے بستی میں نکل گیا۔ میں نے بہت سے لوگوں سے بات کی۔ اگر میں کسی ایک کو منتخب کرتا تو نکری کی طرح دوسرے دن بستی اس بدنصیب کا سر کٹا ہوا ملتا۔ اس لیے میں نے کسی ایک شخص سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ جزیرہ تو لوگوں کی عادات، ان کے اطوار سے میں واقف تھا۔ مجھے تجربہ تھا کہ وہ کن باتوں سے خو ہیں۔ میں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے نفسیاتی نکات سے آگاہ تھا مجھے ہجوم کی نف معلوم تھی اور ہجوم میں ایک قائد کے کردار بھی تو ڑا بہت جانتا تھا۔ صد حیف کہ میں آکسفور ذہین طالب علم ان حبشیوں کے درمیان گھر گیا تھا۔ اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہ دنیا تھی اور یہی لوگ اس کے ہم وطن تھے۔

اُس رات جزیرہ باگمان کی پہلی پُرسکون شب میں معدے کی سیری کے بعد کچھ قربتو چاہنے لگا۔ عرصے بعد ترشے ہوئے بدن، جوان بدن دیکھے تھے۔ اسی مقام پر میں نے جشن لو دن اپنی برتری منوائی تھی۔ ان کے لئے میں کوئی اجنبی شخص نہیں تھا۔ میرا ایک اشارہ باگما دوشیزاؤں کو گردن کٹانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ مگر یہ خون ناحق تھا۔ اس رات میں تشنہ لب، تشنہ جذبہ سو گیا۔

دو دن تک لوکاسا نے مجھے طلب نہیں کیا لیکن یہ دو دن میرے لیے بڑے کام ہوئے۔ میں بستی کے لوگوں کے درمیان ایک عام آدمی کی حیثیت میں ان سے ربط ضبط پیدا میرے پاس زارشی کے اور اپنی دنیا کے اتنے واقعات انہیں سنانے کے لئے تھے کہ وہ تھک

ختم نہ ہوتا۔ یہ دو دن بڑے اطمینان سے گزر گئے۔ دو دن بعد کابالو نے آکر اطلاع دی کہ وقت لوکاسا نے اپنی خدمت میں طلب کیا ہے۔ میں اسی لمحے کا منتظر تھا۔ میری تیاری میں کیا وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے بستی سے باہر آئے اور حسب دستور کابالو نے میری بینائی چھین لی۔ نے اس بار کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو میں ایک ی سرنگ سے تنہا گزر رہا تھا۔ جلد ہی میں لوکاسا کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے آج اپنا ب رنگ رکھا تھا۔ مختلف قسم کے کڑے اور ہار اس کی گردن میں جھول رہے تھے۔ اس نے مجھے ہ پیر تک دیکھا اور اپنی حیرت مجھ سے چھپانے میں ناکام رہا۔ مجھے جلد بازی کے کسی مظاہرے رہیز لازم تھا لیکن وہ اعتماد جو میری ذات کا ایک حصہ بن گیا تھا، اس کا اظہار ہو ہی جاتا تھا۔ نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اٹھایا، فوراً ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوگئی، لوکاسا نے اسے پھر کیا۔ اس بار وہ ایک طشت کے ساتھ آئی تھی جس میں ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ قریب آنے پر نے اس لڑکی کے سینے پر انگلی رکھ دی۔ وہ تکلیف سے چیخ اٹھی۔ اس کے سینے سے خون ابلنے ون لوکاسا نے گلاس میں انڈیل لیا اور دوبارہ سینے پر انگلی رکھ دی۔ میں یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ خون بند ہوگیا تھا لیکن لڑکی بری طرح مضطرب نظر آتی تھی۔ لوکاسا نے اُسے جانے کا اشارہ کیا یک گھونٹ پی کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”زارشی سے تمہاری کامیاب واپسی پر جزیرہ باگمان کا ناظم پنی محبوب کنیز کے تازہ خون کا جام پیش کرتا ہے، یہ جام کئی اور مشروبات کا مرکب ہے۔“

میں سمجھ گیا کہ لوکاسا نے یہ بے وقت مظاہرہ کس احساس کے تحت کیا ہے۔ میں نے بڑھ کر وہ ہالے لیا اور آنکھ بند کر کے ایک ہی گھونٹ میں اسے ختم کر گیا۔ ایسے واقعات پہلے بھی میرے رپیش آچکے تھے اس لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ”مقدس لوکاسا کی مسرت میرے لیے باعث ت ہے۔ شکر ہے لوکاسا نے ایک سردار کے ساتھ سرداروں کا سا رویہ اختیار کیا۔“ میں نے ادب کہا۔

”اُف۔ یہ زبان کے فتنے۔ میں ان سے بیزار ہوں۔“ اچانک لوکاسا کا لہجہ سرد ہوگیا۔ اس کی ول سے سفاکی جھلکنے لگی۔ ”تمہیں پہلے ہی یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ جب تک تم اس علاقے میں ہو، ری حیثیت ایک زیر تربیت شخص کی رہے گی۔“

”مجھے یہ فرمان ازبر ہے۔ کیا مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے جو میرے خلاف فرد جرم کے استعمال کی جا سکے؟“

”نافرمانیوں سے یہاں خون بہتا اور آگ لگتی ہے۔ ہر طالب علم کے لئے ناظم اعلیٰ کی اطاعت لی ہے جن کے دل میں کینہ ہے ان کے لئے یہ زمین قہر ہے، جن کے ارادوں میں خباثت ہے ان

کی روحیں جسم سے بے وفائی کرنے میں عجلت کر رہی ہیں۔'' لوکاسا نے سرد مہری سے کہا، پھر لہجہ رفتہ رفتہ اشتعال انگیز ہوتا گیا۔ میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتا لیکن مسکرا کر بڑے اہتما اس ناہنجار کی زہر بیانی برداشت کرتا رہا۔

''دیوتاؤں کا واسطہ، میں جانتا ہوں کہ تم سے غلطیاں ہوسکتی ہیں، زارشی سے واپسی کے بع ایک طالب علم کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک مکمل انسان بن کر لوٹا ہے اور خشک ہوائیں اور بر اور لوگوں کے ہجوم اور غذائیں اور مشروبات اس کی تربیت میں کوئی رخنہ نہیں ڈالتے۔ اس میر خوبیاں موجود رہتی ہیں جن کا ثبوت اس نے زارشی میں دیا ہے۔'' لوکاسا کی گفتگو سے یہ انداز مشکل نہیں تھا کہ اس نے میری واپسی کس طرح محسوس کی ہے۔

''میں لوکاسا کی ہدایت اپنے دل میں منتقل کر رہا ہوں۔ کیا مقدس ناظم اعلیٰ کو اس میں کوا ہے؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''شبہ؟'' وہ کسمسا کر بولا۔ ''کیا لوکاسا کو حقیقتوں کا علم نہیں۔'' شبہ؟ کیا یہ لفظ توہین اور گ کے زمرے میں نہیں آتا؟ کیا لوکاسا اتنا بے پروا اور جاہل شخص ہے۔ میں کہتا ہوں جابر بن یو تمہاری زبان بہک جاتی ہے، اسے ایک خامی کہا جاسکتا ہے۔ سنو! اگر تم نے غلط اندازے قائ اور تمہاری روش سے نافرمانی کی بو آئی تو تمہاری تربیت کو اس وقت تک طول دیا جاسکتا ہے جب اطاعت اور برداشت کی تمام خوبیاں نہ پیدا کرلو۔ تمہیں جزیرہ توری واپس جانے اور ایک مکم ثابت کرنے کے لئے جزیرہ باگمان میں محتاط رہنا ہوگا۔''

لوکاسا نے بہت تحقیر آمیز انداز اختیار کرلیا تھا میری خاموشی پر اس نے کہا۔ ''پھر میں توری پر تمہاری واپسی کے احکام جلد صادر کرسکتا ہوں۔''

''مجھے یہاں سے جلدی جانے کی آرزو نہیں ہے۔ میں اپنی تربیت مکمل کر کے ہی واپ چاہتا ہوں۔'' میں نے دبے ہوئے لفظوں میں کہا۔ ''میں ابھی مقدس لوریما کی قدم بوسی کے تڑپ رہا ہوں۔ اسے اطلاع دی جائے کہ اس کا غلام سعادتیں سمیٹنا چاہتا ہے۔ اس سے کہا جا زارشی میں ہر جگہ میں نے اس کے عطیات دل و جان سے سنبھال کر رکھے ہیں۔ مقدس لوکا اس سے کب مل سکتا ہوں؟'' مین نے اشتیاق سے پوچھا۔

میں نے دیکھا کہ لوکاسا کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اس نے بے تابی سے اپنا سر جھٹکا اور ا نکال کر سامنے کی دیوار پر زور سے پھینک دیا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو یہ خنجر میرے جسم میں ہ ہوتا۔ پھر اس نے اپنا انگوٹھا گھمایا، نوجوان لڑکیوں کا ایک طائفہ اندر آگیا اور وہ اس کا بدن د لگیں۔ ''تم جاسکتے ہو۔ تمہیں مطلع کر دیا جائے گا کہ تم کب مقدس لوریما سے مل سکتے ہو۔ا

شرط ہے لیکن ایک بار تمہیں ضرور موقع دیا جائے گا۔'' اس نے نفرت سے کہا۔ میں واپس جانے لے مڑا تو وہ کسی قدر نرم لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف! ہوش مندی سبب ہے۔'' پھر ٹھہر کر کہنے لگا۔ ''ان میں کوئی لڑکی تمہیں پسند ہو تو عطا کی جاسکتی ہے۔''

میں نے ایک طائرانہ نظر سے ان کا جائزہ لیا۔ وہ سب نشیلی آنکھوں اور کسے ہوئے بدن کی لڑکیاں تھیں۔ میں انتخاب مشکل سے کر پاتا لیکن لوکاسا کی سخت باتوں سے بددل سا ہوگیا تھا۔ ان کی ضرورت نہیں سمجھتا، یوں اس کرم کا جابر بن یوسف تہہ دل سے شکر گزار ہے۔''

لوکاسا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مجھے جانے کی پہلے ہی اجازت مل گئی تھی۔ اس لیے میں ے فوراً چل دیا۔ طبیعت میں سخت تکدر تھا۔ ہر چند لوکاسا کی ملاقات سے کوئی خوش آئندہ توقع وہاں جانے سے پہلے نہ تھی لیکن یہ شخص طبعاً ایک بدخواہ اور ظالم شخص تھا۔ وہ میری تربیت کا زمانہ ل کرسکتا تھا اور مجھے ہر وقت پریشان کرسکتا تھا۔ اس لیے کہ میں اس کے علاقے میں مقیم تھا۔ اپنی نپڑی میں واپس پہنچنے کے بعد میں نے تمام پہلوؤں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ لوریما سے ملے بغیر ری پناہ محال تھی۔ اس سے جلد از جلد ملاقات ضروری تھی اور لوریما کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی یں۔ میں آئندہ چند دنوں میں بہت محتاط رہا لیکن میں نے بستی والوں سے اپنا رابطہ قائم رکھا۔ ایک ہینہ گزر گیا لیکن لوکاسا یا اس کے کسی نائب نے میری خبر نہ لی۔ البتہ وہ میری نگرانی ضرور کر رہے ال گے۔ جب دل بہت گھبراتا میں بستی سے دور نکل جاتا۔ آخر ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود ہی وریما سے ملنے کی کوشش کیوں نہ کروں؟ یقیناً لوکاسا کو پتہ چل جائے گا لیکن مقدس لوریما کو اس پر ہر طرح برتری حاصل ہے۔ مجھے کسی صورت اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔ پھر اس سے بڑی آسانی سے تحفظ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد جب میں ایک دن بستی سے بہت دور چلا گیا تو میں نے سموراں کی مالا سے لوریما کی اقامت گاہ کی سمت رہنمائی طلب کی۔ جارا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر میں مغرب کی طرف روانہ ہوگیا۔ دُور تک راستے میں مجھے کوئی نہیں ملا۔ وہ گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا کوئی حصہ تھا۔ میں ہر غار میں سموراں کی مالا سے مدد لیتا مگر اس کے دانے کہیں نہ چمکے۔ غار تلاش کرتا ہوا، آخر ایک جگہ سموراں کی مالا کے دانے روشن ہوگئے۔ میں اس غار میں جانا چاہتا تھا کہ ایک نیزہ بردار شخص نے کہیں سے میری طرف آ کر میرا راستہ روک لیا۔ اس نے مجھے اندر جانے سے منع کیا۔ میں نے مقدس لوریما سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے لوکاسا کا حوالہ دیا۔ کوئی کب تک برداشت کرتا؟ سلسلہ پھر نہ جانے کب ختم ہوتا۔ جب اس نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو میں نے ضد کی، مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ مجھ سے نبرد آزما ہونے میں پہلو تہی کر رہا ہے۔ میں اسے دھکیلتا ہوا اندر بڑھ گیا۔ اس نے اُٹھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے اپنا سیدھا ہاتھ بھرپور قوت سے

اس کے جبڑوں پر مارا، وہ دور جا گرا میں نے مڑ کر اسے دیکھنا ضروری نہیں سمجھا اور تیزی سے غار داخل ہو گیا۔ کچھ ہی دور اندر جا کر مجھے محسوس ہوا کہ آگے سارے راستے پر آگ لگی ہوئی ہے۔ تقد کے لئے میں نے پھر اپنی مالا سے مدد لی یہ وہی غار تھا۔ جس کے راستے پر لوکا سا نے آگ بچھا تھی۔ اسی وقت مجھے بوڑھوں کی خانقاہ کا عمل یاد آیا۔ میں یہ عمل دہراتا ہوا دارانہ آگ میں گھس گ جس جگہ سے میں گزرتا تھا آگ سرد ہوتی جاتی تھی پھر یہ آگ خود بخود ماند پڑ گئی اور نیزہ بردارو ایک غول وحشیانہ چیخ پکار مچاتا غار میں داخل ہوا۔ وہ غار میں باہر کی طرف سے آ رہے تھے۔ میں آگے کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ کاش میں آگ بجھانے کے بجائے آگ جلانے پر بھی قادر ہو اندھیرے میں دوڑتے ہوئے میں ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا۔ آگے راستہ بند تھا ایک بڑا پتھر درمیا میں حائل تھا۔ میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ سر سے خون بہنے لگا۔ پیچھے وہ حبشی آ رہے تھے پتھر کی جسامت کا اندازہ لگا کر میں نے کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر سمجھ کر اس پر زور لگایا۔ مجھے خو داد دینے کا موقع نہ مل سکا۔ میرے بدن کی غیر معمولی طاقت سے پتھر کا وہ بڑا پاٹ پیچھے کھسکنے لگا ایک دروازے کی شکل میں تھا، یہ انسانی طاقت سے ماورا کوئی طاقت تھی پھرتی سے میں اندر داخل ہوا اور اندر جا کر میں نے اسے دوبارہ بند کر دیا۔ اس بار میں آگے کی طرف سے چوکنا ہو کر قدم بڑھا تھا۔ میں نے آواز لگائی۔ ''مقدس لوریما میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مجھے امان دے۔''

میری آواز کے ساتھ ہی دور کہیں مجھے روشنی کی ایک کرن نظر آئی اور میں جلد ہی ان راہداریو سے گزرنے لگا جو قصر لوریما کے درمیان پڑتی تھیں۔ اندر مجھے کسی نے نہیں روکا۔ چند سیاہ فا دوشیزائیں مجھے ایک بڑے سجے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ کمرے میں جل ترنگ بج رہے تھے ایک سیاہ فام دوشیزہ نے مجھے لوریما کی آمد سے مطلع کیا۔ میری آنکھیں کمرے کا طواف کرنے لگیں اس سراپا جمال، سراپا تمکنت کی آمد آمد کا غلغلہ تھا۔ وہ آ رہی تھی۔ وہ آنے والی تھی۔ وہ اقابلا کے حسی طائفے کی خوبصورت بلا۔ وہ اشار کی طرح حسین تھی۔ وہ اقابلا کے حسن و جمال کا پرتو تھی۔ لوریما ایک پھول تھی۔ جزیرہ باگمان کا واحد خوبصورت پھول۔ اسے سینے سے لگانے کو جی چاہتا تھا۔ میں اڑھا سال کے عرصے کے بعد اس کے جلوے سے منور ہو رہا تھا۔ اسے دیکھنے کے لئے میری رگوں میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔ وہ دو سیاہ فام دوشیزاؤں کی معیت میں سُر پھولوں سے ڈھکی ہوئی وہاں نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی، لبوں پر تبسم اور انداز میں اظہا شوق تھا۔ پتوں اور پھولوں کی چادر سے اس کا جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے بال سینے پر لہرائے ہو تھے۔ اسے وہاں میرے روبرو چھوڑ کر دونوں خادمائیں رخصت ہو گئیں میں اور وہ اس شبستان رنگ ور میں تنہا رہ گئے۔ اب میری باری تھی۔ مجھے اس بے مثال حسن کی داد دینی تھی اور اپنی دیوانگی ا

نا تھا۔ یہ دونوں کام مجھے خوب آتے تھے۔ میں ایک ہنرمند حسن نا ہے۔ تمیرے دل کی طرح بان بھی بڑی تھی۔ زارشی کے صحرا میں، میں نے جو منصوبہ بنایا تھا، اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا تاب جمال کس میں تھی؟ اور پھر وہ شخص جو ایک عرصے تک رعنائی و نکہت سے دور رہا ہو، اس کا م ہو گا؟ تمام آداب بالائے طاق رکھ کر اس کے بدن کے پھول نوچنے کی وحشت طاری تھی۔ نے بولنے کی کوشش کی، لفظ زبان پر اٹک گئے۔ پھر میں احتراماً جھکا اور میں نے کہا۔ ''میری در گزر کی جائیں کیونکہ میں عالم ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ جابر بن یوسف لوریما کی عظمتوں ئے میں پھر پناہ گزیں ہے۔''

اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا تو میری ہمت دو چند ہو گئی۔ میں نے دوبارہ کہا۔ ی کی فضائیں گواہ ہیں کہ میں نے کہاں کہاں اُس کے قرب کی تمنا کی ہے۔ میرے سینے کے یہ ات اس کے سوا کیا ہیں کہ مجھے دوبارہ اس کی بارگاہ میں واپس آنے اور اس کے جمال دل افروز یر ہونے کی آرزو تھی۔ میرے دل میں ایک اضطراب برپا ہے۔ اے مقدس لوریما۔ تجھ سے میرا ئی نہ ہو گا میں اپنا سینہ چاک کروں؟''

اس کے لب سے پھول جھڑے۔ ''تمہیں دوبارہ باگمان میں دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ ایک بڑا از ہے جو اس سرزمین میں کم ہی لوگوں نے حاصل کیا ہے۔''

مجھے اپنی بلاغت پر ناز ہے۔ چند ہی لمحوں میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لوریما کے تیوروں میرے لیے اثبات کی جھلک ہے اور جہاں یہ ذرا سی رعایت بھی مجھے مل جائے تو میری زبان نہیں ۔ میری آنکھیں میری زبان کا ساتھ دیتی ہیں۔ میں نے اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ کر ۔ اس کے تیوروں میں گداز آ گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جہاں مجھے آگے بڑھنا تھا۔ بڑے اعتماد سے میں ے اس کا نرم و لطیف ہاتھ اپنے کثیف ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے ایک بوسے پر اکتفا نہ کیا۔ میں ں چومتا ہی رہا۔ ''تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔'' اس کی آواز میں تاثر تھا۔ ''مجھے تمہاری شجاعت ذہانت سے یہی امید تھی۔''

''میں نے سوچا تھا میری گردن اعزازات سے جھک جائے کہ میں اس کے روبرو اعتماد سے پنے دل کا احوال کہنے کی جسارت کرسکوں، لیکن ...... لیکن ......'' میں کہتے کہتے رُک گیا۔

''لیکن کیا......؟'' اس نے وفورِ شوق سے پوچھا۔ وہ میری گفتگو میں تحلیل ہوئی جا رہی تھی۔

''لیکن جب میں جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے بارے میں سوچتا تھا تو میری ہمتیں پست ہو جاتی تھیں۔ میں نے اپنی سرفرازی کا عہد کر لیا تھا۔ پھر جب میں یہاں آیا تو ناظم اعلیٰ نے مجھے ملنے سے منع کر دیا۔ اس نے میرے راستے میں دیواریں حائل کر دیں۔ اس نے اس راستے پر آگ لگا دی

جس سے گزر کر ایک ار، وہ دہ کو اپنے مطلوب کے پاس پہنچنا تھا۔“

وہ خاموش رہی۔ میں نے لوکاسا کے زہریلے رویے کے متعلق تمام باتیں اس کے گوش گزا
دیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر بیزاری کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ”مقدس اقابلا
ایک فرستادے، زارشی کے زائر، جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف کی اس جزیر
جو پذیرائی ہوئی ہے وہ انصاف کی رو سے جائز تھی؟“ میں نے جواب طلب نگاہوں سے اسے دیکھ

”لوکاسا“ اس نے زیر لب کہا۔ ”وہ یہاں کا ناظم، اعلیٰ اور یہاں کا سب سے طاقت ور فر
ہے۔ اسی لئے لوریما نے اسے فضیلت کی سند دی ہے لیکن اس کے تمام احکام لوریما کی منظوری
دست نگر ہیں۔ اس کی کوئی فضیلت لوریما کے تقدس سے ماورا نہیں ہے۔“

”بلاشبہ وہ سب پر قادر ہے لیکن اسے کسی طور محترم و مقدس لوریما پر بالادستی حاصل نہیں۔
اگر وہ کسی کو اس قسم کا تاثر دیتا ہے تو وہ ان مروجہ اصولوں کی نفی کرتا ہے جو اس جزیرے کے نظا
بنیاد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ لوکاسا کا رویہ میرے مفادات کے حق میں نہیں ہے۔
مقدس لوریما کی امان چاہئے اور میں اسی بنا پر اس سے ملنے کے لئے بے تاب تھا۔“ میں نے جذ
لہجے میں کہا۔

”تم لوریما کی امان میں ہو کیونکہ تم مقدس اقابلا کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔“ اس نے والہ
طرز میں کہا۔ میں اس کے ہاتھوں پر بوسے ثبت کر رہا تھا۔

”کیا مجھے مقدس لوریما کو پوجنے کی اجازت ہے؟“ میں نے پوچھا۔

یقیناً، وہ بھی تم سے متاثر ہوئی ہوگی۔“ اس نے کہا۔ ”تم ایک آتش بیان اور آتش خصال
ہو۔“

”اے مقدس دیوی! میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ تیرے جسم اطہر سے
ہونے کی سعادت کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ میرا رواں رواں لرز رہا ہے مجھے اجازت دے کہ میں
سے اپنی بے پایاں محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کر سکوں۔“

میں نے اس کی آنکھوں میں سرخی دیکھی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کے بالوں
اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ خاموش رہی۔ یہ اعتماد کبھی اقابلا کی بارگاہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے ا
کے بدن سے پھول توڑنے شروع کر دیئے۔

اس کی از خود رفتگی نے رفتہ رفتہ احترام و تقدس کے وہ بُت ڈھانے شروع کر دیئے جو اسے ا
دیوی اور مجھے ایک خادم کی حیثیت دیتے تھے۔ مگر لوریما اچانک مچل کر میرے پہلو سے نکل گئی۔ ا
نے جلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور حاکمانہ انداز سے بولی۔ ”جابر بن یوسف! تمہاری قر

آسودگی ہے لیکن یہ میرے اور تمہارے دونوں کے لئے مضر ہو سکتی ہے۔ تم ایک سحر کار مرد ہو
ے سے کبھی وابستہ نہیں ہو سکتے۔ میں مقدس اقابلا کے حکم کے تحت صرف لوکاسا کو اپنے تصرف
ں ہوں۔“

ں منتہائے شدت میں ہوش کی یہ باتیں آدمی کو پاگل کر دیتی ہیں۔ مجھے اندازہ تھا کہ آخر یہی
میں اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہی بات کافی تھی۔ میں حواس باختہ سا
ں میں نے خود کو سنبھال لیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا۔ ”مجھے اس کا احساس ہے۔
اس کا اہل نہیں ہوں۔“ میں نے اُداسی سے کہا۔ ”میں مقدس لوریما سے معذرت خواہ ہوں کہ
وی کی ساری نوازشیں لوکاسا کے لئے محفوظ ہیں...... مگر اے عظیم المرتبت دیوی! کیا مجھے یہ
اجازت ہے کہ ایک ناظم اعلیٰ، دوسرے ناظم اعلیٰ کو اقتدار کس طرح منتقل کرتا ہے؟“

ریما اسی طرح پُر وقار نظر آ رہی تھی جیسے وہ پہلے تھی۔ اس نے میرے سوال پر حیرت سے مجھے
کہنے لگی۔ ”جب ایک ناظم اعلیٰ کے اعصاب جواب دینے لگیں اور وہ خود کسی کو نامزد کر دے یا
زیر کرنے کا دعویٰ کرے اور زیر کر بھی دے یا اس کی موت واقع ہو جائے اور اقتدار کے
گوں میں جو بھی مقابلے میں کامیاب ہو جائے، وہی اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔“

”مگر اسٹالا کے ساتھ تو یہ نہیں ہوا۔“ میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

”اسٹالا......“ لوریما نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر بولی۔ ”اسٹالا اقتدار چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کے
کا نائب ہی اقتدار کا اہل تھا کہ اس سے مقابلے پر کوئی آمادہ نہیں تھا۔“

”مقدس لوریما غیر معمولی روحانی قوتوں کی امین ہے۔ اسٹالا اچانک کیوں چلا گیا تھا، اس کے
ہوگا۔“ میں نے جرات سے کہا۔

میرے سوال پر لوریما نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تو میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔
مقدس لوریما کے قرب کے لئے فنا ہونا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے اس کی اجازت مل جائے گی کہ میں
سے اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسے مبارزت کی دعوت دوں؟“

لوریما نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ”تم۔ تم۔ نہیں...... نہیں تم جابر بن یوسف الباقر۔
توری کے شریف سردار۔ تمہیں مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔ بہتر ہے تم اپنی تربیت مکمل کر کے
ے چلے جاؤ اور اپنے لوگوں کی خبر لو۔“

لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں نے اسے لوکاسا کے ظالمانہ اور جارحانہ سلوک کے متعلق تفصیل
بتایا۔ میں نے کہا کہ جزیرہ باگمان کے لوگ اس سے ناخوش ہیں۔ میں نے مصلحتاً اسٹالا سے
ث کا واقع اسے نہیں بتایا۔ وہ بے چارہ زارشی کی گرم دھوپ میں آوارہ پھر رہا تھا۔ لوکاسا سے مجھے

جتنی نفرت ہوگئی تھی میں نے وہ سب لوریما کے گوش گزار کر دی۔ میرے طویل بیان پر لوما
ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ کوئی بھی لوکاسا کو کسی وقت چیلنج کر سکتا تھا۔ میرا مطالبہ ناجائز نہیں تھا۔ لوریا
رد کر سکتی تھی۔ اس نے مجھے لوکاسا کی طاقت اور اس کے ساحرانہ اوصاف کے بارے میں خ
لیکن میں جما رہا۔ پھر اس نے مجھے سوچنے کا موقع دیا۔ میں نے اس غنیمت لمحے سے فائدہ اٹھا
کی بارگاہ میں کسی رکاوٹ کے بغیر گاہے گاہے حاضری کی اجازت حاصل کر لی۔ مجھے معلوم تھ
انکار نہیں کرے گی کیونکہ میں ان تمام لوگوں سے مختلف تھا جو اس جزیرے پر بستے تھے۔ میں ا
لئے ایک عجوبہ تھا۔ میرے نقش و نگار تراشے ہوئے اور میری زبان سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

میں نے لوریما کے سامنے ایک بہت بڑا دعویٰ کر دیا۔ میں جو پہلے سے ایک جزیرے کا
اب دوسرے جزیرے پر حکمرانی کا جال بچھا رہا تھا۔ مجھے اپنی اس جرات میں ناکامی کی سزا
صورت میں ملنی تھی۔ جھونپڑی میں واپس آنے کے بعد میں نے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار
فیصلہ کر لیا۔ میں نے سرنگا کو یاد کیا اور کاہو کی روح کو طلب کیا۔ وہ روح جب اپنے بوڑھے
تخیل میں نمودار ہوئی تو میں نے اسے سارا منصوبہ بتا دیا۔ کاہو کے خدشوں اور وسوسوں کے باو
نے اصرار کیا کہ وہ میری مدد پر کمربستہ رہے اور باقی کام مجھ پر چھوڑ دے۔ پھر اس رات
اقابلا کے حضور بھی اپنی کامیابی کے لئے فریاد کی۔ دوسرے دن صبح مجھے پھر لوکاسا کے دربار میں
کیا گیا اور لوکاسا نے سخت نفرت اور اشتعال کے عالم میں میری روانگی کے احکام صادر کر دیے
نے چلتے وقت لوریما سے ملنے کی درخواست کی جسے جبراً و قہراً منظور کر لیا گیا۔ اس بار مجھے
لوریما سے ملوایا گیا۔ اس آخری ملاقات کے لئے جب جزیرہ باگمان سے کوئی طالب علم کامیا
جزیرے میں جاتا ہے۔ اس مرتبہ لوریما سے میری کوئی بات نہیں ہو سکی۔ میں نے رقت کے
کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس وقت لوکاسا ہم دونوں کے درمیان موجود تھا۔ لوریما تخت پر متمکن تھ
کے اردگرد کنیزوں کا ہجوم تھا۔ لوکاسا اس کے پہلو میں پورے طنطنے سے کھڑا ہوا تھا۔ رخصت
سے کچھ دیر قبل میں نے لوریما کے دربار میں اس کی کنیزوں نائبین اور لوکاسا کی موجودگی میں
کیا کہ سلطنت اقابلا کا ایک فرد، جابر بن یوسف الباقر جزیرہ باگمان کے اقتدار کے لئے لوکا
مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میرے اس ڈرامائی اعلان پر لوریما کے سوا تمام افراد حیرت زدہ رہ گئے۔ لوکاسا نے مجھے
نظروں سے دیکھا۔ میں ان تمام افراد کے ردعمل سے بے نیاز لوریما کے چہرے کا جائزہ لے
لوریما نے اپنے کاہن کی طرف اشارہ کیا جس نے اپنی سپاٹ آواز میں مجھ سے کہا۔ ”جابر بن
مقدس لوریما ازراہ ہمدردی تمہیں اپنے دعویٰ پر نظر ثانی کا حکم دیتی ہے۔“

”اس کا حکم میرے لیے باعث فخر ہے۔“ میں نے تمام تر احترام سے کہا۔ ”لیکن میں نے یہ
پورے ہوش و حواس میں کیا ہے۔“ باگمان کے کاہن نے لوریما کا عندیہ پا کر دربار میں رسمی طور
ان کیا۔ ”جزیرہ طوری کے سردار جابر بن یوسف الباقر کو باگمان کے ناظم اعلیٰ لوکاسا سے مقابلے
جازت دی جاتی ہے۔ یہ مقابلہ باگمان کے تمام باشندوں کے سامنے حسب دستور پانچ یوم بعد
ہوگا۔ دونوں حریفوں کے مقابلے سے دست بردار ہونے کے لئے ایک دن دیا جاتا ہے۔“

اس اعلان کے ساتھ ہی لوریما چلی گئی۔ ادھر میں اس کے خصوصی دستے کی امان میں اپنی
پڑی میں واپس پہنچا دیا گیا۔ لوکاسا کے نگراں اٹھا لیے گئے۔ میں اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ
ا بہت فتنہ جو، حیلے باز اور کمینہ شخص ہے۔ مقابلے سے قبل وہ مجھے خوف زدہ کرنے، ڈرانے
نے کی کسی کوشش سے باز نہیں رہے گا۔ مجھے وہ بدبخت کم ہی نقصان پہنچا سکتا تھا، اسلیے کہ میرے
میں خاصی چیزیں دفاع کے لئے موجود تھیں۔ ادھر میں نے کاہو کو اپنی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔
ں مقابلے میں اپنے تمام اسلحہ سے کام لینا چاہتا تھا۔ لوکاسا سے محض جسمانی طاقت کا مقابلہ نہیں
میرے پاس کاہو موجود تھا۔ میرے گلے میں شپالی، جارا کا کی کھوپڑی اور سمورال کی مالا تھی۔ وہ
ارعلوم کا تربیت یافتہ تھا۔ اگلے چار دن مجھ پر بہت بھاری گزرے۔ میں اس دوران غیر معمولی
ت میں گھرا رہا۔ میری جھونپڑی میں زہریلے سانپ بلوں سے اُبلنے لگے اور حشرات الارض کا
اژدہام جمع ہوگیا۔ میرے لیے پیال کے بستر پر سونا محال ہوگیا مجھے ہر وقت خوفناک آوازیں
دیتیں۔ میرے کھانے میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ میں زہریلی چیونٹیوں اور بچھوؤں کے بستر پر سو گیا۔
کی روح وہاں منڈلا رہی تھی۔ وہ بھول رہا تھا کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں اس
ا شدید طور پر مصروف رہا۔ مجھے بستی میں آنے جانے کی آزادی تھی۔ ان لوگوں کے چہرے
ے اعلان سے دمک رہے تھے لیکن اب وہ میرے قریب آتے ہوئے ڈرتے تھے میں انہیں اپنا ہم
کر اور مقابلے کے موقع پر اپنے حق میں ان سے نعرے لگوا کر لوکاسا پر نفسیاتی اثر ڈالنا چاہتا تھا۔
رے قریب نہیں آتے تو میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ میں نے اپنا کھانا چھوڑ دیا۔ میں ان
ا کا لقمہ ہاتھوں سے چھین لیتا۔ اس بات سے وہ خوش ہوتے۔ وہ سب دلی طور پر دیوتاؤں سے
ا کامیابی کے لئے دعا کر رہے ہوں گے اور دیوتاؤں کو لوکاسا کی ناپسندیدگی کا اندازہ ہوگا۔ نکری،
ا بوڑھی ماں، استالا اور نہ جانے کتنے لوگ لوکاسا کے قہر و غضب کا ہدف بن چکے تھے۔ اس کی
تک کوئی اسے چیلنج کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صرف میں ایک اجنبی تھا جس نے ایک
کر دیا تھا۔ وہ انگلیاں اٹھا کر میری طرف اشارہ کرتے تھے۔ ”یہ ہے وہ۔“
اور یہ شخص جو آپ سے مخاطب ہے، اسے اپنے حال پر بعض اوقات بڑی ہنسی آتی تھی۔ وہ

تاریک براعظم میں آکر کتنا بدل گیا تھا وہ یہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ اس ؛ انقلاب انگیز تبدیلیاں آئی تھیں۔ زندگی بھی عجیب چیز ہے۔ اسے باقی رکھنے کے لئے آدمی کیا گزرتا ہے۔ ایک ذرا کہیں زندگی کی اُمید پیدا ہوتی ہے تو وہ ایک نقطے سے کتنی پھیل جاتی ہے۔ ہوس کا کیسا لامتناعی سلسلہ ہے جو کہیں ختم نہیں ہوتا۔

پانچویں روز حسب اعلان اسی جگہ جہاں جشن لوریما منعقد ہوا تھا' ساری بستی موجود تھی۔ مقابلے کی روداد تفصیل سے لکھی جائے...... نہیں، یہ مقابلہ کسی طرح بھی اقابلا کے دیدنی جلوے کے رُو بہ رُو ہونے والے مقابلے سے زیادہ تہلکہ خیز نہیں تھا۔ مگر اس کی نوعیت بڑی سنگین میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ لوریما نے میرا یہ مطالبہ مسترد کر دیا کہ یہ رزم آرائی محض جسمانی تک محدود ہے۔ اس درخواست سے میرا مقصد اپنے حریف لوکا سا کو اپنی جسمانی طاقت سے ؛ تھا۔ شوالا سے مقابلے اور جشن لوکا سا کو اپنی جسمانی طاقت۔ سے متاثر کرنا تھا۔ شوالا سے مقابلہ لوریما پر ہونے والے مقابلوں کا ذکر میں تفصیل سے کر چکا ہوں۔ مگر یہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ ا جزیرہ باگمان کے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہو سکتا تھا۔ لوریما اپنے خاص تخت پر مشتاق سے ہم دونوں کو میدان میں دیکھ رہی تھی۔ اس معرکے کا علان ہوا تو میں نے کاہو کو مستعد اشارہ کیا۔ کاہو تمام مقابلے میں میرے ساتھ رہا۔ تفصیل کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھتا ہوں ہوئے جسم کا لوکا سا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز پُر اسرار طاقتوں کا مظا شان اور جس اعتماد سے کیا، میں اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن میرے پاس شپالی تھی اور میرے پہلو میں کاہو تھا جو کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا، آگ کے شعبدے، درندوں کی یلا ساتھ کئی خنجروں کے بھرپور وار، بینائی ختم کر دیتا۔ رسیوں سے مکمل طور پر جکڑ دینا۔ غرضیکہ ان کرشموں کی تعداد بیان کرنے کے لئے ایک وقت چاہئے۔ میں جو چھوٹے موٹے عمل جانتا لوکا سا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے خود کو مشق ستم کے لئے آزاد چھوڑ دیا نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا جہاں مجھے اُسے دُوبدو جنگ کا موقع ۔انت ۔ں میرا ہم سر نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ زارشی میں میرا بدن جیسے فولاد میں ڈھال دیا ۔ں خانقاہ کی بھٹی میں تپ کر آیا تھا۔ اسی ایک موقع پر میں نے اسے ہوش نہیں لینے دیا اور سا پر اپنی جسمانی برتری کی دھاک بٹھا دی۔ لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کے بہت سے حملے نا کا ہیں۔ میں نے خود کوئی حملہ نہیں کیا لیکن وہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکا تھا۔ اس جنگ نے خاصا جزیرہ باگمان کا مضبوط ناظم اعلیٰ جس سے باگمان کا ہر باشندہ لرزتا تھا۔ وہ ایک اجنبی شخص کو کی ہر ممکن کوشش میں تلملاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ہم دونوں کے لئے یہ زندگی اور موت کا

ں پہلے مقابلوں کی رُوداد بیان نہ کرتا اور اس لرزہ خیز معرکے کا نقشہ کھینچتا۔ اب تک میں اپنا رہا تھا، سہ پہر کے قریب جب لوکا سا اپنے مسلسل حملوں کی ناکامی سے زچ ہونے لگا تو جگہ سے آگے بڑھا اور میں نے اس کے سینے پر ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ اس حملے کے ہیں تھا۔ گر گیا اور گر کر فوراً اُٹھ گیا۔ اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میری دوسری لات سے ی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ بلبلا کر زمین پر ڈھیر ہونے لگا۔ لیکن جب وہ شدید درد اور نقاہت کے دوبارہ زمین سے اُبھرا تو مجھے احساس ہوا وہ شوالا نہیں ہے، اس کی پھرتی اور طاقت یقیناً شوالا زیادہ تھی۔ اس نے مجھے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر کر دیا۔ مجھ سے تخمینے کی غلطی ہوگئی۔ میں یہ توری کی سرداری بھی کھوئی اور اقابلا کے حصول کا ارمان میرے دل میں ہی رہ گیا۔ یہ میں لیا۔ یقیناً یہ میری خود اعتمادی کی سزا ہے۔ اب اُس کی باری تھی۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں تھا، جیسے اس پر کوئی شیطان سوار ہو گیا ہو۔ میں اس رزم گاہ کا احوال اختصار سے بیان کرنے ی کر رہا ہوں۔ جزیرہ باگمان کے مقتدر شخص لوکا سا نے کئی بار مجھے یہ احساس دلایا کہ ایک ناظم قوت اور دوسروں پر کتنی فوقیت کا حامل ہونا چاہئے۔ اس نے ایسے بھرپور وار کیے کہ کاہو اگر ساتھ نہ ہوتا تو میں خوف و دہشت سے حوصلہ کھو بیٹھتا۔

یکن یہ مقابلہ حیرت انگیز طور پر اتنی جلد اور اچانک ختم ہو گیا جس کی توقع کسی کو نہ ہوگی۔ مجھے ہے کہ میں نے خود کو ہزیمت کے لئے تیار کر لیا تھا لیکن میں ایک مرد آدمی کی طرح آخر دم تک اکرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس وقت دوبارہ ایک ایسا لمحہ آیا جب مجھے دُوبدو لوکا سا سے قوت آزمائی کا موقع ملا اور میں نے غصے کے عالم میں اُسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اُسی لمحے کا مجھے اشارہ کیا۔ ''جابر بن یوسف! تم حوصلہ کھو رہے ہو۔ جلد از جلد اپنے گلے سے شپالی اتار کر بدن پر پھینک دو۔ اور یہ عمل مسلسل دہراؤ۔ چنانچہ اس کے اُٹھنے سے پہلے میں نے شپالی اس کی چھال دی۔ نہ جانے اس چھوٹے سے ہیرے میں کون سی حدت تھی کہ لوکا سا تڑپنے لگا۔ اس پر داغ پڑ گیا۔ میں نے دوبارہ شپالی اٹھا کر اس پر دے ماری اپنے داغ داغ جسم کے باوجود اُس نے شپالی اپنے ہاتھ میں پکڑ لی لیکن دوسرے ہی لمحے بلبلا کر چھوڑ دی۔ کاہو نے بھی مجھے لی کہ میں اسے ہر حال میں ختم کر دوں۔

میں اس پر ٹوٹنے کے لئے جست لگا ہی رہا تھا کہ میرے قدم ایک خاص جگہ آ کر رُک گئے۔ ں کسی نے جکڑ لیا ہو۔ لوکا سا نے اپنا آخری وار یہی کیا تھا۔ میں آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تھا۔ ار میرے آڑے آ گئی تھی۔ کاہو نے ان خنجروں، اُن پتھروں اور نیزوں کی طرف میری توجہ کرائی جو لوکا سا نے میری طرف پھینکنے تھے۔ میں نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ان سے لوکا سا

کا جسم چھید دیا اور لوکاسا، جزیرہ باگمان کے ناظم اعلا، ایک شیطان ایک فرعون اور ایک سنگ نے وہیں دم توڑ دیا۔ اس نے خوب مقابلہ کیا۔

دُوسری طرف کاہن نے اعلان کیا۔ ''دیوتا اس کے گواہ ہیں۔ جزیرہ باگمان پر لوکاسا ہوا۔ اب جزیرہ توری کا سردار جابن بن یوسف الباقر جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کاہ آخری جملہ ہجوم کے شور غل میں کہیں گم ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے اس اعلان کے دیوانگی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ وہ زمین پر قلابازیاں کھانے لگے۔

ان کے باجے کا شور ایک دم بڑھا اور وہ مستانہ وار جہاں کھڑے تھے وہیں اچھلنے لگے ان کی سمت دیکھ کر ان کے نعرہ ہائے تحسین کے جواب میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے زو ہلانے شروع کر دیئے۔ میرے اس طرز عمل سے وہ اپنا دائرہ توڑ کر میری طرف بھاگے اور میرے ہاتھوں کو بوسہ دینا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اس لیے کہ پھر انہیں اپنی اپنی جگہ واپس جانے کا حکم دے دیا تھا۔ باگمان کے انتظامی معاملوں سے بڑھتے ہوئے ہجوم کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ ہجوم کا رُخ لوکاسا کی لاش کی سمت تھا۔ جب مجمع سے چھٹ گیا تو میں نے ایک نظر لوکاسا کے جسم پر ڈالی۔ اس کا جسم نیزوں سے چھلنی کر دیا منہ کھلا ہوا تھا اور خون سے اس کا سارا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی یہ عبرت انگیز حالت بھی ترس نہیں آیا۔ میں اس کے جسم پر ٹھوکریں مارنا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے درندوں کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقابلہ صحرائے زارشی کے عظیم تحفے شپالی کی وجہ سے اچانک ختم ہو گیا گردن مروڑنے اور اپنے ہاتھوں سے اس پر ضربیں لگانے کا موقع مجھے نہیں مل سکا تھا۔

کاہو مجھے مبارک باد دے کر آسمان کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اب میری نظریں لوریما مرکوز تھیں۔ لوریما پھولوں کی ملکہ، اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور لبوں پر مسکر میرے سامنے بیٹھی ہوئی وہ حسین ترین پری پیکر لڑکی اب میری تھی جب میں اس کے نزد کاہن نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اس نے ایک دیوار کے اٹھائے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی سفید دیوار سیاہ ہو گئی اور کاہن کے مسلسل عمل پڑھنے اور کے ساتھ کچھ پھینکنے کے بعد ایک مبہم سا ہیولا نمودار ہوا اور مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حر ہوئی۔ اس نے اپنی جگہ بدلی اور پھر وہ ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا جانور سے مشابہ تھا۔ یہ غالباً ایک شگون تھا۔ اس دلچسپ کام سے فارغ ہو کر کاہن نے رکابی میرے سامنے کی۔ رکابی پر عقاب کی شکل کا ایک پرندہ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ ا اشارہ کیا کہ میں اسے ہاتھ میں لے کر بوسہ دوں مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ میں نے اسے

میرے ہاتھوں میں آ کر شدت سے پھڑ پھڑانے اور مچلنے لگا۔ لیکن میں نے اسے اپنی گرفت چھوڑا۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ بہت کریہہ صورت پرندہ تھا۔ اس کی انگاروں کے مانند تھیں۔ چار و ناچار میں نے اس کے پروں کو بوسہ دیا۔ کاہن نے اسے ہاتھ سے چھین کر ہوا میں اچھال دیا۔ وہ پھرتی کے ساتھ لوریما کے بُت کے شانے پر بیٹھ گیا نے ایک طشت میں جلتی ہوئی آگ سے لوہے کی سلاخ نکال کر میری بائیں ران میں گھسیڑ د کی شدت سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ میں نے اپنی کراہ حلق میں قید کر لی تھی۔ میری ران سرخ نشان پڑ گیا تھا لیکن میں مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا رہا پھر کاہن نے میرا چہرہ اوپر کچھ پڑھ کر پھونکا اور میری آنکھیں کھول کر ان میں کوئی سفوف جھونک دیا مجھے ایسا محسوس ہوا ی آنکھوں میں مرچیں جھونک دی گئی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ کاہن اسی طرح رتا اور میرے صبر و ضبط کا امتحان لیتا رہا۔ میں یہ تمام ستم خاموشی سے سہتا رہا۔ اس وقت میں نظروں میں تماشا بنا ہوا تھا۔ وہ باگمان کی مسند سنبھالنے سے پہلے مقدس رسمیں ادا کر رہا تھا اور یر ہو رہی تھی۔ آخر میں اس نے ایک بڑا اژدہا مروڑ کر میرے گلے میں ڈال دیا جو اس کی انگلی اشارے سے میرے گلے میں آتے ہی ٹھوس لکڑی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ان حیرت انگیز ز مراحل سے گزر کر مجھے لوریما کے سامنے آنے کا موقع ملا۔ میں نے احتراماً اپنے گھٹنے زمین یے لوریما کی آنکھوں میں خون تھا۔ ایسی سرخی اور ایسی وحشت جو میں نے آج تک کسی انسانی نہیں دیکھی تھی۔ میری نظریں خود بخود جھک گئیں اور میں نے اس کے مرمریں پاؤں کا بوسہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے اپنے ہونٹ آگ پر رکھ دیئے ہوں۔

جابر بن یوسف!'' کاہن کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ میں نے سر اٹھایا۔ جزیرہ باگمان اعلیٰ!'' اس نے کہا۔ ''تمہیں مقدس لوریما کی سرپرستی حاصل رہے۔ تم اس وقت تک اس کے حکمران ہو جب تک باگمان میں تمہارا ہم سر کوئی دوسرا فرد نہیں ابھرتا۔''

ل نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسرت و یاس سے ایک بار پھر لوریما کو دیکھا۔ اب تک سارا مجمع ے کاہن کے عجیب و غریب ٹونے ٹوٹکے دیکھ رہا تھا۔ جب لوریما نے کھڑے ہو کر اپنے گلے ہار اتار کر میرے گلے میں ڈال دیا تو مجمع میں پھر شور گونج اٹھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ ہن کے اشارے پر لوریما کی سواری، باد بہاری، اس بت سمیت اٹھالی گئی جس کے پہلو میں ی ہوئی تھی چلتے وقت میں نے مسکرا کر اسے مشتاق نظروں سے دیکھا۔

رخصت ہوئی تو شراب کے برتن کھل گئے اور ہجوم سرمستیاں کرنے لگا۔ پھر کوئی نظم نہیں رہا۔ ی پہچان مشکل ہو گئی۔ ان کے لئے یہ سارا منظر اندھیرے کا تھا، ہر طرف مشعلیں جل رہی

تھیں مگر میری آنکھوں سے باگمان کا طلسمی اندھیرا دور ہو چکا تھا۔ ان کے لئے ہر ساعت را میری آنکھیں شب و روز کے طلوع و غروب دیکھنے پر قادر تھیں۔ وہ بے قابو ہو کر عجیب عج چیخیں منہ سے نکال رہے تھے۔ لوکاسا کی لاش کے گرداب ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ وہ نیزوں سے جسم کے ٹکڑے کر رہے تھے اور اسے پیروں سے روند رہے تھے جس کے ہاتھ میں گوشت کا جاتا وہ ایک نعرہ لگا کر اسے گیند کی طرح ہجوم میں کسی شخص کی طرف پھینک دیتا۔ دیکھتے ہ انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں اور انہیں مشعلوں کی نذر کر دیا۔ میدان میں لوکاسا کی لا اب کچھ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اس کے جسم کے چیتھڑے اڑا کر نہ جانے کہاں کہاں بکھیر د جب میں ان کے درمیان سے گزرا تو باگمان کی عورتیں مردوں کی آغوش سے نکل کر میری طر اور انہوں نے میرے جسم کے ہر حصے پر بوسے نچھاور کرنے شروع کر دیئے۔ میرے لیے آ مشکل ہو گیا، میں انہیں چھیڑتا اور مسکراتا ہوا کابالو کے ساتھ آگے آ گیا۔ میرے پیچھے لوکاسا نائبین تھے۔ میں اس وقت ان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بری طرح تھکا ہوا تھا سے سوچنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا میں نے کابالو کو آواز دی۔ وہ میرے سامنے زمین

''معزز جابر! تمہارا غلام تمہارے حکم کا منتظر ہے۔''

اس کے بدلے ہوئے لہجے سے میرے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔ ''معزز کابالو! قیام گاہ لے چلو مگر کیا تم اب بھی میری بینائی معدوم کر دو گے؟''

''آہ معزز جابر! تم نے ہم پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔ کابالو اس گستاخی کی ج کر سکتا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ وہ لوکاسا کا حکم تھا اور ناظم اعلیٰ کا حکم ماننا میرے فرائض ہے۔'' کابالو نے پشیمانی سے کہا۔

''ہاں کابالو! میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''جس کے پاس طاقت ہے، تمام چیزیں ا ہیں۔ زندگی طاقت کا کھیل ہے۔ موت طاقت کا زوال ہے۔ میں تم سے کوئی جواب طلب ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم اپنے نئے آقا کو اپنا دوست سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اس ظلم وستم اور خوف و ہراس ختم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے، حالانکہ مجھے اس کی ضرورت میں پہلے ہی ایک قبیلے کا سردار ہوں لیکن لوکاسا جیسے بدطینت اور ظالم شخص کو زیادہ دنوں تک رہنا چاہئے تھا۔''

''کابالو معزز جابر کے لیے ہر قربانی کو تیار رہے گا۔'' کابالو نے نیازمندی سے کہا۔

یہی طاقت و اقتدار کی فوقیت، اس کا نشہ ہے کہ لوگ اس کے سانچے میں ڈھل جا آنکھیں اور انداز بدل جاتے ہیں۔ طاقت کی سرخوشی خوشامد میں ہے، جس کی سب سے ز

ے وہ طاقت ور ہے۔ مجھے جلد ہی ناظم اعلیٰ کی اقامت گاہ پر پہنچا دیا گیا۔ ایک غار کے اندر ں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ عمارتی اعتبار سے یہ مکانات اتنے شان دار تو نہیں تھے مگر جزیرہ توری اروں کی جھونپڑیوں سے نسبتاً بہتر تھے۔ میں اندر داخل ہوا تو یکا یک میں نے اپنے پیچھے آنے ں طرف مڑ کر دیکھا اور پھر ایک خفیف سی مسکراہٹ کے بعد انہیں رخصت کر دیا۔ مختلف کمروں جگہ پتھر کی مورتیاں اور عجیب شکل کے جانوروں کی شبیہیں دیواروں پر سجی ہوئی تھیں۔ میں اس ان کا ایک چکر لگا کر اس کمرے میں آ گیا جہاں لوکاسا آرام کرتا تھا۔ اس سے ملحق ہی وہ کمرہ تھا کا سا ظلم کرتا تھا اور پھر ایک عبادت گاہ تھی۔ اس مکان میں دن ہونے کے باوجود اندھیرا تھا۔ ان خالی تھا اس لیے کہ ہر شخص بستی میں نئے سردار کے جشن میں شریک تھا۔ میں انہیں چھوڑ کر تھا۔ مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ اقتدار کا بوجھ میرا سر بوجھل کیے ہوئے تھا۔ میں زمین کے اس لیٹ گیا جسے لوکاسا نے اپنے بستر کے طور پر استعمال کیا ہوگا۔ سر زمین پر رکھتے ہی میرے جسم ہلکا درد ہونے لگا اور ذہن عجیب عجیب خیالوں سے گھر گیا۔

یکن ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ مجھے کمرے میں مختلف جانوروں کی چیخ و پکار سنائی یہ دیکھ کر میرا دماغ پھٹنے لگا کہ دیواروں پر ایستادہ جانوروں کی پتھر اور لکڑی کی مورتیاں متحرک ں۔ دیواروں پر بنی ہوئی شبیہوں نے حرکت شروع کر دی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا، مشعل کی لو ئی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کئی سائے میری طرف بڑھ رہے ہوں۔ ان کے ہذیانی بہ لحہ میرے قریب ہو رہے تھے۔ دیوار پر ایستادہ ناگوں کے مجسمے اب اصل سانپوں میں تبدیل تھے۔ لنگور خوفناک نظروں سے مجھے گھور رہا تھا اور کئی نیولے بیک وقت میری طرف بڑھ ے۔ چاروں طرف میرے گرد دائرہ تنگ ہو رہا تھا۔ لوکاسا کے اس مخصوص کمرے میں ہر طرف لسمی حلیف اپنے مردہ آقا یا اس کی روح کی ایما پر میری ہلاکت کے درپے تھے۔ میں اپنی جگہ ہو گیا۔ اگر ان کی تعداد کم ہوتی تو میں انہیں یکے بعد دیگرے ختم کر سکتا تھا میری قوت فیصلہ ختم رہے تھے۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کی کھوپڑی اور اپنے گلے میں پڑے ہوئے تمام پکڑ لیا، پھر میں نے انہیں اپنی تمام قوت مجتمع کر کے للکارا۔ ''اے لوکاسا کے شیطانی فتنو! دو! تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ اب وہ مر چکا ہے اور یہ ہے اور میں یہاں کا ناظم اعلیٰ ہوں۔''

ری آواز پر ان کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ میرے بہت قریب جھ پر حملہ کرنے سے جھجکنے لگے۔ شپالی تیزی سے چمک رہی تھی اور میرے گلے میں پڑا ہوا چوبی ڈھانچا اب ایک بڑے اژدھے کی صورت پھن اٹھائے میرے سینے پر لہرا رہا تھا۔ یہ

سانپ آج ہی باگمان کے کاہن نے میرے گلے میں ڈالا تھا۔اس کی پھنکار سے میری ہمت ب
میں نے بڑھ کر ایک نیولے کو پکڑ لیا اور اس کے سر نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوری
سے مروڑ دیئے اسے ایک مڑی ہوئی لکڑی کی صورت میں تبدیل ہوتے دیر نہیں لگی۔اسی لمحے
انہیں پھر مخاطب کیا۔''اب تم میری امان میں آ جاؤ ورنہ لوکا سا کی طرح تمہارا حشر بھی خراب ہ
اپنی جگہوں پر واپس جاؤ اور نئے سردار کی اطاعت قبول کرلو۔میری فضیلت اور لوکا سا کی ہ
علامت ہے اور اگر یہاں لوکا سا کی شکست خوردہ روح موجود ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے ک
کاہو کی رُوح کسی وقت بھی طلب کی جاسکتی ہے کیا آسمان میں بھی وہ سکون سے رہنا نہیں چا
بن یوسف الباقر پر مقدس جارا کا کی روح کا سایہ ہے اور مقدس اقابلا کی برکتیں اس کے سا
میں چند لمحوں کے اندر کمرے کے پُرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔ورنہ میں شپالی کے کام لوں گا ا
سینے پر یہ لہراتا ہوا اژدھا سب کو غارت کردے گا۔''

لیکن ان کے قہقہوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔نتیجتاً میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا
چاروں طرف گھمانی شروع کردی۔میرے اس عمل سے وہ پیچھے ہٹ گئے۔میں نے جھک
اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے ان کے جسموں پر مارنے کے ارادے سے اِدھر اُدھر دوڑنے
جس سمت اژدھا رینگ رہا تھا وہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔لمحوں میں میرے ان پے در پے ح
وہ اپنی جگہوں پر واپس ہونے لگے۔ان کے شور میں اسی رفتار سے کمی آتی گئی اور کمرہ دف
ہوگیا۔میں نے ایک گرہ دے کر شپالی اپنے گلے میں ڈال لی اور کسی خوف کے بغیر اژد
اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔''اب تمہارا کام ختم ہوا۔'' میں نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیر ا
کاہن باگمان کے اشارے کی طرح اپنے جسم تبدیل کرلو۔'' میرے یہ کہتے ہی اژدھا لکڑ
میں تبدیل ہوگیا جس میں وہ تھوڑی دیر پہلے تھا۔یہ میرے توانا اعصاب کی فتح تھی۔
سرداری کی اہمیت میری نظروں میں دوچند ہوگئی۔یہ کھلونے جو دیوار پر اب مجسموں کی ہ
لٹکے ہوئے تھے، انہیں دیکھ کر میرا سینہ فخر سے تن گیا اور مجھے یہ سب بہت دلچسپ مح
محسوس ہوا۔یہ طلسمی کھلونے کسی سردار کی فوج ہیں، انہیں کسی وقت بھی استعمال کیا جاسک
طلسم خانے کی کسی بات پر حیرت کا اظہار بے معنی تھا۔میں نے یہ سب مظاہرے جیسے وہ نظ
جوں کے توں قبول کرلیے تھے۔میں ہر لمحے کسی بھی عجیب و غریب کرشمے کی توقع کر
سرسراہٹ اور پتوں کی جنبش سے محتاط رہنے کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔کیوں، کیا اور کیسے کا ک
سرنگا نے مجھے ایک بار مشورہ دیا تھا کہ جو کچھ نظر آئے اُسے قبول کرلو اور یہ سوچنے کی کوشش
کیوں ہے؟ اس لامحدود کائنات میں کیوں کا جواب انسانی ذہن کے لئے موزوں نہیں

جواب کا متحمل نہیں ہو پاتا، اس کا دماغ پھٹ جاتا۔

اس ہول ناک واقعے پر زیادہ کچھ سوچنے کی بجائے میں نے دوبارہ آنکھیں موند لیں اور
ان سے اپنے پیر پھیلا دیئے۔میرے ذہن پر اس کا غلبہ تھا اور میں خود سے سوال کر رہا تھا۔جابر
یوسف الباقر عزیز من، کیا تو نے سوچا کہ وہ تیری اس جرات اور فتح یابی سے خوش ہوگی؟ کیا اس
اقابلی کے بعد اس تک رسائی آسان ہو جائے گی؟ کیا اس تنگ دل فتنے کے دل میں کوئی گوشہ
رسائی کے لئے ابھر آئے گا؟ وہ جانتی تو ہوگی کہ تو نے خود کو اس کی نظروں میں ممتاز کرنے اور اس
گردو پیش لوگوں کے درمیان خود کو ہر اعتبار سے برتر قرار دینے کے لئے ہی یہ قدم اٹھایا تھا۔اسے
ت اور مردانگی کے کھیل پسند ہیں۔یہ مبازرت اس کی نظر میں قابل تحسین تو ہوگی۔اسے احساس تو
کہ جہاں میری آسودگی کا امکان تھا۔وہاں میں نے اس کی خاطر ترک خواہش اور ضبط نفس کا وتیرہ
رکیا۔میں نے قناعت کے بجائے جدوجہد کو اپنا مقصد بنایا۔یہ میں نے کیوں کیا؟ اسے مردانہ
اور میرے عاشقانہ اوصاف کا پتہ ہوگا؟ یا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟ بہرحال اب مجھے جلد سے جلد
جزیرے کے لیے روانہ ہو جانا چاہئے۔نہ جانے اس ہندی بوڑھے سرنگا کا کیا حال ہوا اور سریتا پر
گزر رہی ہو اور میرے جزیرے کے لوگ کیسے ہوں؟ انہی یادوں میں فلورا بھی ذہن کے پردے پر
ار ہوئی۔وہ، میری محبوبہ، جو ابھی تک شوالا کے قبضے میں تھی۔یہ سوچ کر میری طبیعت بے چین
، مگر ایک خاص مدت تک میرا یہاں ٹھہرنا ضروری تھا کیوں کہ میں نے لوکا سا کے خلاف ایک
رہ منصوبے کے تحت بغاوت کا علم بلند کیا تھا۔اس میں میری تسکین کے کئی پہلو موجود تھے، اپنے
و حال پر سوچتے سوچتے مجھے نیند آگئی اور میری آنکھ اُس وقت کھلی جب ایک سراپا شباب سیاہ فام
رہ میری گردن سہلا رہی تھی۔

وہ لوکا سا کی سب سے محبوب کنیز رہی ہوگی۔اسے لوکا سا کے کمرہ خاص میں آنے کی اجازت
۔اس کا نام دارژی تھا۔میں دارژی کے بدن کے سہارے اٹھا۔اس نے سب سے پہلے ایک
ا مشروب مجھے اپنے ہاتھ سے پلایا جسے حلق میں انڈیل کر میرے جسم و جان میں پھرتی آگئی۔پھر
نے اپنے ہاتھوں سے میرے جسم کے گرد آلود حصے دھوئے۔انہیں جگہ جگہ سے رنگا، پھر اس نے
ے بال دھوئے اور اپنی انگلیوں سے ان میں کنگھی کی۔میں جزیرہ باگمان کی سرداری کے لطف کا
اس رسیلی لڑکی کی دل نشیں صحبت سے کرسکتا تھا لیکن یہ لوریما کی توہین ہوتی، چنانچہ میں ضبط کیے
ہا۔

میں انہیں سرسری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کمرے میں آگیا جہاں لوکا سا فیصلے صادر کیا کرتا
اس کی مخصوص جگہ بیٹھ کر میں نے بے اختیار لوکا سا کی طرح اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارا۔ایک

لمحے کی مدت میں ایک لڑکی میرے سامنے حاضر ہوگئی۔ میں نے اس کی اچانک آمد پر حیرت کیے بغیر کہا۔ ''کابالو کو حاضر کیا جائے۔''

اس کے چلے جانے کے بعد میں نے دیوار پر لگی ہوئی مختلف اشکال کی اشیاء دیکھیں جو بھی متحرک ہوسکتی تھی اور جادوٹونے سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے مسکرا کر ایک عصا پر ہاتھ پھ میرے کام آؤ گے۔'' میں نے زیرلب کہا۔ تھوڑی دیر میں کابالو حاضر ہوگیا۔ میں نے اپنی اس سے پوچھا۔ ''قصر لوریما میں اطلاع دی جائے کہ جابر بن یوسف الباقر باریابی کا خواہاں

''ناظم اعلیٰ کے لیے قصر لوریما کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ البتہ یہ امر مقدر منحصر ہے کہ وہ کس وقت ناظم اعلیٰ سے ملنا پسند کرے۔'' کابالو نے مودبانہ جواب دیا۔

''عزیز کابالو!'' یکایک میں نے اپنا لہجہ بدل کر کہا۔ ''میں تم سے چند باتیں پوچھنی چا قصر لوریما کے آداب سے مجھے کچھ زیادہ آگاہی حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اور میرے لیے مفید ہوں گی۔''

''میں اپنے آقا کے سوالات کا منتظر ہوں۔''

''کابالو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ باگمان کا ہر سردار مقدس لوریما کے متبرک بدن سے حظ فرض کرو اگر وہ نہیں چاہتا تو کیا اس میں مقدس لوریما کی توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟'' میں سے پوچھا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو سردار؟ اس کا بدن ایک سعادت ہے...... اس کا قرب راحت ج وہ دیوتاؤں کی نمائندہ اور برتر طاقتوں کی امین ہے۔ کیا تم اس کے متبرک بدن سے فیض نہیں چاہتے؟ کیا تم اس مقدس اختلاط سے بہرہ یاب ہونا نہیں چاہتے؟ جارا کا کا کی رو کرے۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟'' کابالو نے حیرت سے کہا۔

وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ ''تم اپنا بیان جاری رکھو۔''

''معزز جابر۔ سنو یہ مقدس لوریما پر منحصر ہے کہ وہ تمہیں کس وقت اس امر کی اجازت اور کب انکار کردیتی ہے۔ دیوی کے رُوبہ رُو ایک سردار کی حیثیت ماتحت کی سی ہوتی ہے۔ ا سی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے اسے استعمال کرسکتی ہے۔ ہر سردار اس کے اشاروں کا تابع دیوی تمہارے جسم سے اپنا جسم اطہر مس کرنے پر آمادگی کا اظہار کرے تو تم کیسے انکار کر کابالو نے سراسیمگی سے کہا۔

''میں تمہیں کیا بتاؤں کابالو۔ ایک طویل داستان میرے پس منظر میں ہے لیکن میں میرے حلق میں اٹک گئے۔ ''مگر میں واقعی مقدس لوریما کے سامنے کسی گستاخی کا مرتکب نہیں

''معزز جابر۔ تمہاری دانش بلاشبہ سب سے بالا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ باگمان کا ہر شخص ے حصول کا آرزومند ہے تم اس سے دور رہنا چاہتے ہو۔ تم اپنے لیے مصیبتیں پیدا کرلو گے۔ ے سامنے اس کی اطاعت لازم ہے۔ اطاعت ایک ایسا جوہر ہے جس میں کبھی نقصان نہیں دیوی اپنے سردار کو عزیز رکھتی ہے کیوں کہ وہ سب پر فوقیت رکھتا ہے لیکن دیوی سب سے مقدم و ہے۔''

''آہ کابالو۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ میرا مطلوب...... کون ہے میں نے جس کی طلب میں اپنا دنا دیا ہے۔ کون ہے جو مجھے اس شدت سے سرگرم اور سرگرداں رکھے ہوئے ہے۔ وہ کون ہے نے ایک اجنبی کا سکون لوٹ لیا ہے۔'' میں نے جذباتی ہوکر کہا۔

کابالو نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ وہ کون غارت گر ہے۔ میں ایک آہ بھر کر اٹھا اور میں نے تھکے انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ خوف زدہ ہوکر میری صورت دیکھنے لگا۔ آج تک سردار نے یقیناً یہ اعزاز اپنے نائب کو نہیں بخشا ہوگا۔ وہ بے چین ہوکر بولا۔ ''معزز جابر! تمہارا ہت وسیع ہے۔ تم انسانوں کو اپنے قابو میں کرنا جانتے ہو۔ میں اپنی زندگی میں چوتھے سردار کی کے فرائض انجام دے رہا ہوں، تم ان سب میں منفرد ہو۔''

''آہ مجھے قصر لوریما لو چلو۔''

☆==========☆==========☆

رات ہوچکی تھی۔

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھی۔ کابالو مجھے میرے غار سے نکال کر ایک تنگ راستے پر لے گیا۔ ے دل کا عالم عجیب تھا۔ ناظم اعلیٰ کے مکان سے لوریما کا قصر زیادہ دور نہیں تھا۔ مجھے ایک غار کے ے پر چھوڑ کر کابالو مسکراتا ہوا رخصت ہوگیا۔ راستے میں کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ وہاں کوئی موجود ں تھا۔ جب میں ایک بڑے دروازے کے نزدیک پہنچا تو وہ میرے قدموں کی آہٹ سے کھل در پری چہرہ نازنینوں کے ایک طائفے نے میرے جسم پر عطریات اور پھولوں کی بارش کردی۔ آج پذیرائی کا انداز ہی اور تھا۔ جس نازنین کو دیکھو، وہ لچک کو دہری ہوئی جاتی تھی۔

کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ عورتیں اتنے آگے بڑھ کر اظہار کرسکتی ہیں۔ لوریما تک پہنچتے مجھ جیسے آتش مزاج شخص کے جذبات میں بھونچال آچکا تھا۔ میں سب کچھ بھول رہا تھا۔ میں رہا تھا کہ میں نے ابھی کابالو سے کیا گفتگو کی تھی۔ میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص نے ہونا شروع کردیا تھا۔ جو بینائی سے محروم ہوتا ہے، جو سوچنا اور سننا نہیں جانتا، جو صرف محسوس ے، جس کی سرشت میں اشتعال ہے اور جس کے افعال میں جارحیت جو سامنے نظر آنے والے

شخص سے بہت مختلف ہے۔ دروازے پر وہ سراپا ناز کھڑی ہوئی تھی .... ''میں اپنی مقدر لوریما کے حضور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے طور پر حاضر ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر بن یوسف۔'' وہ ایک ادا سے بولی۔ ''تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔ تمہاری شجاع ذہانت نے لوریما کو خوش کیا ہے۔''

میں اسے ہاتھوں سے اٹھائے پتھر کی نشست گاہ پر لے آیا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے خوبصورت درخت اور پھول ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ مشعلیں درختوں کے خالی زمین پر اس طرح ایستادہ تھیں جیسے زمین سے روشنیاں پھوٹ رہی ہوں۔ یہ باغ، یہ منظر، یہ رات، یہ گداز، کوئی اور ہوتا تو پاگل ہو جاتا، میں نے اسے پہلو میں بٹھا لیا۔ میرے دل میں زبردست کشمکش جاری تھی۔

جابر بن یوسف دو اشخاص میں منقسم تھا اور دونوں ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش مصروف تھے۔ کیا میں خود کو اس کے سپرد کر دوں؟ اس کی تحویل میں جانے کے بعد میرے مقدر لکھا ہے؟ کیا اس بے آلودگی کے بعد اقابلا سے میرے ربط میں کوئی رخنہ پڑ جائے گا؟ مگر اس کی اقدار مختلف ہیں۔ یہ تو طلسم کا کارخانہ ہے۔ یہاں جنس کی وہ قدریں نہیں ہے جو میرے مع میں موجود ہیں۔ میں ابھی تک انہی پیمانوں سے خود کو ناپتا ہوں۔ میرے احساسات وہی ہیں پر میرا قانونی حق ہے لیکن میرا قیام یہاں عارضی ہے۔ مجھے بہرحال اگلی منزلوں کی طرف سفر کر ہاں مجھے اس کا بدن تاراج کر دینا چاہئے۔ مجھے اسے فتح کر لینا چاہئے۔ ایک دیوی میرے میں ہے اور میں بہت مضطرب ہوں۔ مجھے مقدس لوریما کی توہین نہیں کرنی چاہئے۔ مگر یہاں کوئی قدر موجود نہیں ہے تو عشق کا وہ تیور بھی نظر نہیں آتا جو میرے دل میں اپنے مقصود کے لئے عشق کا تقاضا ہے کہ صرف اُس کی تمنا کی جائے۔ عشق کی انا صرف ایک ذات سے وابستہ ر ہے۔ عشق مصلحت میں نہیں ہوتا۔

مگر خود اس نے اشمار کو میری آسودگی کے لئے بھیجا تھا۔ لوریما بھی اشمار کی طرح حسین میں اپنی کامیابی پر اسے اقابلا کی طرف سے کوئی دوسرا تحفہ جمال کیوں نہ سمجھوں۔ ممکن ہے یہ زارشی کی گرم فضاؤں میں بے شمار اذیت ناک دن گزارنے کا کوئی انعام ہو۔ اشمار کے ساغر لوریما کے جام سے بھی یہاں کا شربت پیا جا سکتا ہے۔ لوریما ایک ضرورت ہے۔ لوریما ایک شخص کی غذا ہے۔ عشق تو جنس سے ماورا ہے۔ پیٹ کی اشتہا بھی دوران عشق بجھائی جاتی ہے کہ لوریما کے وصال کے بعد اس ستم گر کی طلب میں اور تڑپ ہو۔ میں نے اس کے لبوں پر رکھ دیں اور کوئی فیصلہ کرنے کے لئے اسے دلکش باتوں میں الجھائے رکھا۔ میں نے اشتیاق

ے مقدس لوریما! یہ حقیقت کتنی عجیب اور ناقابل یقین ہے کہ تو میرے آغوش میں ہے۔ جزیرہ مان پر آنے والا ایک نیم جان اجنبی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ تیرا حسن و جمال تھا جو پہاڑ ے قدموں سے لرز گئے۔''

''جابر بن یوسیف! تمہاری فتح لوریما کے لئے باعث وسکون ہے تمہاری شکست سے لوریما کو ہوگا۔ لوریما کا ایک زمانے سے مختلف سرداروں کے ساتھ رابطہ رہا ہے۔ اعزاز یہ ہے کہ پہلی بار یما کسی کی آغوش میں اس کے اختیار سے بیٹھی ہے۔'' لوریما نے شوخی سے کہا۔

''میں اس اعزاز کے لئے مقدس لوریما کا شکر گزار ہوں۔'' مقدس لوریما کو علم ہوگا کہ اس کے ب میں میرے جذبے پرستش کے سوا بھی کچھ ہیں۔ یہ سوچ کر میں اداس ہو جاتا ہوں کہ مجھے ایک ا یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ جزیرہ باگمان پر میرے قیام کی مدت بڑی مختصر ہے۔''

''کیا تم جلد واپس جاؤ گے؟ مگر جزیرہ تو ری پوری طرح محفوظ ہے۔ لوریما نے تمکنت سے کہا۔

''ہاں۔'' میں اس کی بارگاہ میں حاضری دینا چاہتا ہوں جس نے ایک اجنبی کو یہ مقام عطا کیا ہے جس نے مجھے اس مبارک سفر کے لئے روانہ کیا ہے۔ میری منزل کہاں جا کر ختم ہو؟ یہ مجھے خود نہیں علوم۔ ممکن ہے اس کے احکام میری آمد کے منتظر ہوں۔ میں اس وقت تک سکون سے نہیں رہ سکتا۔ ب تک اس کے پاس واپس نہ پہنچ جاؤں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''مقدس اقابلا!'' اس نے عقیدت سے کہا۔ ''تم جس طرح اس کا تذکرہ کر رہے ہو، وہ تمہاری رید کامیابیوں کی نشانی ہے۔ وقت اس کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اپنے حصے سے شروب حیات کے چند قطرے پلاؤں گی۔ اس کی تاثیر تمہارے ذہن سے گزرتے ہوئے وقت کا ساس ختم کر دے گی۔ وقت مقدس اقابلا کے سامنے ٹھہر گیا ہے۔ وہ مرنے اور پیدا ہونے والے سانوں کے لئے ماہ و سال کا حساب رکھتی ہے اور شاید وہ اس بات پر شادماں رہتی ہوگی کہ اس کے امنے وقت گزر رہا ہے مگر اس کے پہلو سے بچ بچ کر .... اور ابھی ابھی تو تم نے جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے یہاں کے اقتدار کا لطف بھی نہیں اٹھایا ہے۔ تم اتنی جلدی کیوں واپس جانا اہتے ہو؟''

میں اسے کیا بتاتا کہ جس کے لئے وقت کوئی حیثیت نہیں رکھتا وہ وقت کی قدر کیا جانیں؟ میں نوں کا عذاب بھگت رہا ہوں۔ میں اسے یہ کیسے باور کراتا کہ میرے سینے میں اس کے نام کے ساتھ یک ہوا اٹھتی ہے۔ میں اُسے کس طرح سمجھاتا کہ اقدار، طاقت، سیاہ علوم، گلے میں آویزاں یہ ائف، میرے لیے اس کی طلب کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں نے اس کی زلفیں چوم کر کہا۔ ''میں پنے مختصر وقت میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دینا چاہتا ہوں کیونکہ اس کی خوشنودی حاصل

کرنے کا یہی ایک ذریعہ مجھے نظر آتا ہے۔ میں پھر واپس آؤں گا۔ جزیرہ توری کی طرح باگ
اب میرا علاقہ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کچھ مدت کے لئے یہاں
ہوسکتا ہوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے؟''

''تمہیں اس کی اجازت ہے۔'' لوریما نے مضمحل لہجے میں کہا۔

''اور جب میں واپس آؤں گا تو تاریک براعظم کے بہت سے اسرار مجھ پر وا ہو چکے ہ
اور میرے متجس ذہن کو شاید بہت سے سوالوں کا جواب مل چکا ہوگا۔ پھر یہ سحر گاہ شاید میرے
پُراسرار نہ ہوگی۔ جتنی کہ اب ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ جابر!'' لوریما تیزی سے بولی۔ ''یہاں کے باشندے یہ نہیں سوچتے کہ یہ سحر گاہ
یہ فسون گری، یہ افسوں بنی ان کی عادت ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم زمانوں پر پھیلے ہوئے ا
کے اسرار سے آگاہ ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے یہ امر صرف مقدس اقابلا پر منحصر ہے ک
بعض جوابات سے نوازے یا تمہارا اشمار تاریک براعظم کے عام ناواقف باشندوں میں کرے۔

''اور مجھے اس کے قرب ہی کے لئے اس کے پاس اس کے قریب رہنا ضروری ہے۔
میں واپس جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''یہ جسمانی بعد اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ کہیں بھی قیام کر سکتی ہے اور
تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کر سکتی ہے۔'' لوریما نے مچل کر کہا۔

''میری تربیت کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب مجھے اس کے احکام کے مطابق اپنی منزل
لوٹ جانا چاہئے۔ میں جزیرہ توری میں جا کر میں اسے باریابی کی زحمت دے سکتا ہوں۔''

اس گفتگو کے بعد بھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کس حد تک اپنے مشتعل حواس
چاہئے۔ میں ابھی تک یہ سوال حل نہیں کر سکا تھا کہ کیا مجھے خود کو اس کے سپرد کر دینا چاہئے؟ د
ایک دعوت تھی اس کے دمکتے ہوئے رخسار۔ اس کی شعلہ نفسی، میں اس کی طرف سے نظریں
اسے اپنی ماضی کی داستانیں سنانے لگا اور میں نے صبر و ضبط کے بے شمار حسین لمحے گزار د
دونوں اپنی حدیں بڑھاتے رہے، ہمارے جسم پھنک رہے تھے۔

ہم ساحل کے کنارے بیٹھے رہے۔ کئی طوفان آئے، مگر میں نے ان کا رخ موڑ دیا۔ کو
کوئی نہیں۔ کوئی شخص بھی لوریما کے آتشیں تیور سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا لیکن جابر بن یوسف ا
اعزاز حاصل ہے کہ اپنی تشنہ ذہنی' اپنے حق اور بے خود کر دینے والے اس فسوں کار منظر کے
مقدس اقابلا کی ایما کا منتظر رہا۔ اس کی منشا کا ایک خفیف سا اشارہ بھی مجھے مل جاتا تو میں ا
ہڈیاں تک کھا لیتا۔ میری زبان خشک ہو گئی تھی اور میری آنکھیں جلنے لگی تھیں ایک قیامت

ں میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے خوف زدہ انداز میں اس سے اجازت چاہی۔ میں نے اپنی
میں اسے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ میرے ذہن میں کیسا آتش فشاں کھول رہا ہے؟ اس
میں نے اسے اپنی فصاحت سے اپنی ماضی کے قصوں اور باگمان کے ناظم اعلیٰ کے فرائض کے
گفتگو میں مصروف رکھا۔ میں اسے دنیا بھر کے واقعات سناتا رہا۔ صبح کے وقت اس کے چہرے
اضطراب سا تھا۔ شاید اس نے میرے اجتناب پر میرے گریز کا اندازہ لگایا تھا۔ شاید وہ سمجھ گئی
میری جھجک اور دوری میں کون سا خوف شامل ہے۔ یوں بھی اسے ایک دیوی کی حیثیت حاصل
ر اقابلا کے حسین خانوادے سے اس کا تعلق تھا۔

علی الصباح بوجھل قدموں کے ساتھ میں وہاں سے واپس آ گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس
سے نجات پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ میں جلد از جلد باگمان سے روانہ ہو جاؤں۔ نہیں تو
کے علاقے میں اس سے دور رہنے میں ایک عذاب سا ذہن پر مسلط رہے گا۔ مگر میں اتنی آسانی
ے جا سکتا تھا؟ اپنے مکان پر واپس آ کر میں نے اپنے تمام نائبین کو طلب کیا اور ان سے باگمان
لق ایک غیر رسمی بات کی۔ کم از کم ہفتہ میں باگمان میں خود کو مقبول بنانے کے لئے صرف کرنا
ا۔ چنانچہ میں نے ہفتہ جشن کا اعلان کر دیا۔ میں نے اپنے نائبین کو لوکاسا کے حرم کی بعض نادر
لڑکیاں تحفے کے طور پر پیش کر دیں۔ میں نے کابالو کو اعتماد میں لے کر لوکاسا کے خصوصی مقربین
دیدہ مصاحبوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور انہیں برطرف کر دیا میں آبادی میں جا
م لوگوں کے ساتھ جشن میں شریک ہوا اور جزیرہ توری کی طرح میں باگمان میں بھی عام لوگوں
میان بیٹھا اور میں نے اُن کی جھونپڑیوں کے درمیان گلیوں کی تنگی اور غلاظت دور کرنے کے
ئے سرے سے فاصلہ رکھ کر جھونپڑیاں بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔ وہ بہت معمولی عیوب تھے جو ذرا
ے سدھر سکتے تھے لیکن انہیں ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ میں نے انہیں یہ باتیں بتائیں۔ اس
فتے میں ایک بار بھی لوریما سے نہیں ملا میں باگمان کے لوگوں میں گھرا رہا۔ حالانکہ دل لوریما سے
ے لئے سخت بے تاب تھا۔ میرے سامنے جشن کے زمانے میں بازاروں اور گلیوں میں کھیل
ہوتے رہے۔ وہ ناچتے گاتے، شراب پیتے اور نئے سردار کے لئے درازی عمر کی دعائیں مانگتے
یک ہفتہ گزر گیا تو میں نے اپنے بارے میں ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد کاہوکی روح کو
لیا تا کہ وہ زارشی کے صحراؤں میں جا کر اشالا کو باگمان واپس آنے کی دعوت دے۔
تین بعد ایک شام میری حرم سرا کی لڑکیاں مجھے گھیرے ہوئے تھیں اور میرا جسم دبا رہی تھیں۔
ے لئے یہ نیا سردار یقیناً عجیب طبیعت کا تھا جو انہیں کبھی دعوت عمل نہیں دیتا تھا اور کبھی ان کے
رندگی کا سلوک نہیں کرتا تھا، اس وقت مجھے وارژی نے آ کر اطلاع دی کہ کابالو ملاقات کا

طالب ہے۔ میں نے مسکرا کر سرمست لڑکیوں کو علیحدہ کیا اور کابالو کو اندر آنے کی اجازت د کابالو تنہا نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے سر جھکائے ناتوان و نیم جاں جزیرہ باگمان کا سابق ناظم بھی تھا۔ "اوہ اسٹالا!" میں اس کی طرف تپاک سے بڑھا۔ "تم آگئے؟ مجھے تمہارا انتظار تھ نے میرا تپاک حیرت سے دیکھا۔

"معزز جابر بن یوسف!" اسٹالا زمین پر گر گیا۔ "تمہارا پیغام جیسے ہی مجھے ملا دیوتاؤں کی خوشنودی چھوڑ دی اور کشاں کشاں تمہارے پاس چلا آیا۔ تم نے لوکاسا کو ختم کر عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"اسٹالا۔ اسٹالا۔" میں نے اسے اشتیاق آمیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "مجھے معل تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ زارشی میں تمہارے حسن سلوک اور تمہاری بے بسی دیکھ کر میں ۔ تھا کہ میں باگمان واپس جا کر لوکاسا سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور کروں گا اُٹھو۔ ا زمین سے اُٹھو۔ تم میرے دوست ہو اور جسے مہذب دنیا کے لوگ ایک بار دوست کہہ دیتے سے دوستی نبھاتے بھی ہیں۔"

جابر بن یوسف! تم عظیم ہو۔ تمہارے اندر دیوتاؤں کی صفات ہیں۔ میرا چہرہ دیکھ کابالو اس بات کا گواہ ہے کہ میرے جسم نے میرے ساتھ کس قدر بے وفائی کی ہے۔ میں تھک گیا ہوں، معزز جابر! باگمان واپس بُلا کر تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔"

"میں جلد یہاں سے جانا چاہتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں میں نے پوچھا۔

"نہیں، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ معزز جابر بن یوسف نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت اسٹالا نے شستہ لہجے میں کہا۔

"سنو اسٹالا اور کابالو تم بھی۔ اب مجھے یہاں آئے خاصا عرصہ گزر چکا ہے، مجھے جلدا پر پہنچ کر وہاں کی ذمے داریاں سنبھالنی ہیں۔ میں نے اسٹالا کو اس لیے طلب کیا ہے کہ میر عدم موجودگی میں باگمان میں اپنا نمائندہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"...... اسٹالا تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ "نہیں نہیں، میں تم سے تمہارا اعزاز چاہتا۔"

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ارے تمہاری آنکھوں میں تمہارے استقبال کو کیا ہوا؟ میں نے تو تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔"

"معزز جابر۔ کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔؟" اسٹالا نے ندامت سے کہا۔

"نہیں میں وہ اقتدار تمہیں سونپنا چاہتا ہوں جو تمہارا حق ہے اور تم جس کے اہل ہو مگر اصولاً یہ رہبرے نام پر ہوگا۔ میرے باگمان واپس آنے تک تم میرے نمائندے کی حیثیت سے کام تے رہو گے۔ تمہارے اختیارات ایک ناظم اعلیٰ کے اختیارات ہوں گے۔ میں باگمان کا راایک امانت سمجھتا تھا جو تمہیں لوٹا رہا ہوں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تاریک براعظم میں کوئی بڑا منصب پاؤ گے میں خود کو باگمان کا ناظم اعلیٰ مجھتا، تم نے لوکاسا سے بہ قوت یہ اقتدار حاصل کیا ہے، میں تمہارے حکم پر اپنا سر جھکاتا ہوں، میں تمہارا غلام ہوں، یہ تمہاری امانت ہے۔" اسٹالا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"تم میرے دوست ہو، دوست غلام نہیں ہوتے، مجھے تمہارے تجربے اور مشوروں کی ضرورت جزیرہ توری واپس جانے سے پہلے تم مجھے پُراسرار علوم سے آگاہ کرو گے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ زارشی نے مجھ سے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا، میں یہ اشیا جو دیواروں پر منقش ہیں، ان کا استعمال پاہتا ہوں۔ اسٹالا آج سے تم یہیں رہو اور میں خود کو تمہاری شاگردی میں دیتا ہوں۔ آب آؤ ے گلے لگ کر تجدید دوستی کرو۔"

"معزز جابر!" اسٹالا رقت انگیز انداز میں مجھ سے لپٹ گیا حیرت زدہ کابالو خاموش کھڑا ہماری ن رہا تھا۔ "تم نے سب کچھ سن لیا کابالو؟" میں نے پوچھا۔

"کابالو تمہاری عظمت کا معترف ہے، میں نے جو کچھ سنا ہے۔ اس سے میرے کان پہلی بار آشنا ہیں۔ اسٹالا ایک نیک شخص ہے۔ میں حسب سابق اسے اپنی وفاداری کا یقین دلاتا ہوں۔"

"میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔" اسٹالا نے تعریفی انداز میں کابالو سے کہا۔

آؤ اس خوشی میں رقص کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارے کابالو ذرا انہیں آواز دینا، اسٹالا بہت تھکا ہوا ہے گداز کی ضرورت ہے۔ ان سے کہو کہ وہ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور اسے شراب میں نہلا میں نے جوش مسرت سے کہا۔

شام کو میں لوریما سے ملا۔ اس دن لوریما کے ہاں وہ اضطراب نہیں تھا جس کا میں نے پہلی میں مشاہدہ کیا تھا۔ شاید یہ میرا گمان ہے کہ اس کی آنکھوں میں، میں نے ایک حسرت سی کی۔ اس کے حسن کا وہی عالم تھا۔ آج اس کے بدن پر پھول ٹکے ہوئے تھے، میں نے اُسے پہلے سے آگاہ کیا تو اس نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا، اسے پہلے ہی علم ہوگیا تھا کہ اسٹالا میری ج صبح باگمان آچکا ہے۔ اس نے میرے فیصلے کی توثیق کردی۔

آبادی میں میرا اعلان حیرت سے سنا گیا۔ اسٹالا پہلے ہی اس علاقے میں مقبول تھا، لیکن گزشتہ رہ دن میں، میں نے جو مقبولیت حاصل کرلی تھی۔ وہ اسٹالا کا سکہ دوبارہ جمانے میں حارج ہو

رہی تھی۔ اسی روز سے میں نے اپنے مکان پر اسٹالا سے پُراسرار علوم کی تربیت حاصل کرنی شرو
دی۔ اسٹالا تاریک براعظم کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا، اسے صرف ایک بات معلوم تھی
کچھ اب ہے وہ ہمیشہ سے ہے۔ چند برگزیدہ ہستیاں لافانی ہیں۔ انہیں دیوتاؤں کا درجہ حاصل
اگر کوئی برگزیدہ ہستی اس دُنیا کو خیر باد کہہ دیتی ہے تو وہ روح کی شکل میں کسی وقت بھی آ کر اپنے
کی رہنمائی یا تادیب وتبدید کرتی ہے۔ وہ بحث کرنا نہیں جانتا تھا۔ وہاں کوئی دو رائیں نہیں ہو
میں نے ابتدائی ٹونے ٹوٹکے اشمار سے سیکھ لیے تھے، لیکن اسٹالا نے ایک ماہ کی مدت میں صبح و شا
محنت سے مجھے ایسے عمل سکھائے کہ اگر میں انہیں نہ سیکھتا تو ان علاقوں میں مجھے قدم قدم پر مشکل
پیش آتیں۔ دور بینی اور پیش بینی ایک مشکل عمل تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ ریاضت اور وقت
ضرورت پڑتی تھی۔ اسٹالا مجھے وہ تو نہ سمجھا سکا لیکن لوکاسا کے کمرے میں سجے ہوئے مختلف مجسمے
کرنا اور انہیں اپنے اشاروں پر چلانا مجھے آ گیا۔ جادو کی دنیا بڑی حیرت انگیز ہے۔ کئی مرکبات
کوئی جادوئی عمل وجود میں آتا ہے اور یہ ایک پیچیدہ سلسلہ ہے۔ کسی پر وار کرنے کے لئے اور ا
مستقل پریشان کرنے کے لئے اسٹالا نے مجھے ایسا عمل سکھایا جس میں غلیظ ترین مرحلوں سے
پڑتا تھا۔ جادو میں نفاست، خوش طبعی، باطنی سلیقہ، نرمی اور حلم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ خون، گندگی
ہوئی چیزیں، شقاوت، ارادہ اور یک سوئی جادو کے مرکبات ہیں۔ جب کوئی شخص مسلسل انھی
میں مصروف رہتا ہے تو اس کے اندر ایک عجیب وغریب قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ہاتھ
اشارے نادیدہ چیزوں کو وجود میں لے آتے ہیں۔ اسٹالا نے مجھے سمورال کی مالا اور جاراکا
کھوپڑی کے نئے استعمالات بتائے اور ڈبگی کے سینگوں کا سحر، لوریما کی مالاؤں کی قوت او
اژدھے کے اسرار کے متعلق تفصیل سے باتیں کیں۔ جو عمل یاد نہیں رہے۔ میں نے سیاہی بنا
خشک ٹہنیوں سے قلم تراش کر انہیں لکھ لیا۔ میرے لکھنے کا عمل اسٹالا حیرت سے دیکھتا رہا۔ میں نے
ماہ کے دوران میں اپنے ہاتھوں کی خفیف سی جنبش سے کئی شعبدے کرنے سیکھ لیے اور جادو کے تو
کئی عمل بھی جان لیے۔ میری انگلی کے اشارے پر اب اندر کی کوئی کنیز حاضر ہو جاتی تھی۔ اسٹالا
کہنے کے مطابق میرے پاس ایسے تحائف تھے جن سے مجھے کام لینا ہی نہیں آتا تھا، شپالی ان
میں حیران کن تحفہ تھا، ایک ماہ کی مدت میں نہ لوریما نے مجھے طلب کیا اور نہ میں نے اس سے
کوشش کی۔ جب میں اسٹالا کی مدد سے بنیادی جادوئی چیزوں کے بارے میں خوب طاق ہو گیا
نے اپنی واپسی کا اعلان کر دیا۔

دوسرے دن اشک بار اسٹالا، کاہن، کابالو، دوسرے نائبین اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگوں
ڈھول تاشوں، باجوں، گاجوں، رقص اور ہاؤ ہو کے ساتھ میری کشتی سمندر میں اتاری، انہوں

سامان لاد دیا تھا جو کئی آدمیوں کے لئے بہت تھا کئی لڑکیوں نے میرے ساتھ جانے کے لئے خود
کیا۔ دارژی نے کشتی میں آ کر میرا بوسہ لیا اور کاہن نے میری سلامتی کے لئے دیوتاؤں کے
یک طویل دعا مانگی۔ میری کشتی ایک سمت لگا دی گئی۔ اس پر نہ کوئی بادبان تھا اور نہ وہ اتنی بڑی
سمندر کی تیز لہروں کا مقابلہ کر سکتی۔ لیکن اس میں مختلف طلسماتی چیزیں رکھ دی گئی تھیں۔ لوریما
سے میرے گلے میں پھولوں کا ایک بھاری ہار ڈالا گیا اور میں اپنے ایک ملک جزیرہ باگمان
پنے دوسرے ملک جزیرہ توری کے سفر پر لہروں کے دوش پر روانہ ہو گیا۔

میں آنے والے دنوں کے تصور میں گم سمندر کی موجوں میں آگے بڑھنے لگا۔ میری کشتی اپنی
ں تیزی سے گامزن تھی۔ میں ایک مدت بعد جزیرہ توری واپس جا رہا تھا۔ میرے دل پر ایسے
ت غالب تھے جیسے میں اپنے وطن، اپنے والدین کے پاس جا رہا ہوں۔ دور تک جزیرہ باگمان
نظر آتا تھا اور پھر وہ سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور میں کشتی میں لیٹ گیا۔

یسرے دن رات کو میری کشتی اچانک ڈولنے لگی، چاروں طرف گہری تاریکی تھی اور سمندر کی
ریں شور مچاتی ہوئی کشتی سے کھیل رہی تھیں۔ لہریں اتنی شدید تھیں کہ کشتی ایک دم اوپر اٹھ جاتی
جب موجوں کے ساتھ واپس نیچے آتی تو اس کا توازن بگڑ جاتا تھا۔ اس بلائے ناگہانی سے
لئے میں نے اپنے چند جادوئی عمل آزمائے اور ایک متبرک عصا اٹھا کر سمندر کی نذر کر دیا۔
تے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں بلکہ کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں
ازیں نہیں پہچان سکا لیکن رفتہ رفتہ وہ بلند ہوتی جا رہی تھیں سمندر کے اس طوفان میں میں نے
یرے سر پر روشنی کے جھماکے ٹکرا گئے ہیں اور کچھ ایسی چنگاریاں آپس میں اُلجھ رہی ہیں جو
ی رگڑ سے عموماً پیدا ہوتی ہیں اور ایک شور بپا ہے، ایک مبہم سا شور یقیناً سمندر کے ہولناک
ے ہٹ کر کوئی مظہر تھا۔ کچھ سمجھنے کے لئے میں نے جاراکاکا کی کھوپڑی اٹھائی اور اسے ایک
سے گزارا۔ کشتی کے گرد اڑنے والی چنگاریاں دور ہو گئیں لیکن اس قیامت خیز شور میں اضافہ
ندر کی لہروں سے زیادہ طاقت ور تھا۔ میری ناک ایک عجیب قسم کی بو سے پھٹی جا رہی تھی۔
پنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ لیکن اس طرح میں کسی وقت بھی اچھلتی ہوئی کشتی سے سمندر
تھا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ کشتی مضبوطی سے پکڑ لی۔ میرا تمام سامان سمندر کی نذر ہو چکا تھا۔
چیزیں سمندر نے ہڑپ کر لی تھیں۔ اب میں ایک ہاتھ سے اپنے گلے کے تحائف
ر دوسرے ہاتھ سے کشتی تھامے طوفانی لہروں میں اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے ہیولوں اور
ا زد پر تھا۔ یک بارگی میرے ذہن میں ایک ناقص خیال آیا کہ یہ مصیبت کہیں لوریما کی
ا تو نہیں ہے؟ چنانچہ میں نے چیخ کر فضاؤں سے کہا۔ ''وہ میرے سامنے ہے وہ جو اس

سارے علاقے کی حکمران ہے۔تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جابر بن یوسف کی موت میر
دن ہیں۔ میں اس کی دید سے پہلے نہیں مر سکتا۔تم اپنے لیے تباہیاں مول لے رہے ہو۔''

میری آواز شور میں دب گئی جیسے کسی کو اس کی پروا نہ ہو چنگاریوں کا رقص اور تیز ہوگیر
پھر مجھے اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ میں حواس مجتمع کر کے اپنے بچاؤ کے لئے کسی
بارے میں سوچتا۔ وہ شور متعدد آوازوں کا تھا اور اس کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ یہ ا
لرزا دینے والا منظر تھا کہ میں خاصا دہشت زدہ ہوگیا۔ حالانکہ میں نے طلسمی معرکوں میں
رکھا تھا۔ قریب تھا کہ میری کشتی سمندر میں اُلٹ جاتی اور میں اس کی پہنائیوں میں گم ہو
کبھی کوئی میری کہانی۔ میری الم انگیز روداد نہ جان پاتا کہ رفتہ رفتہ یہ نادیدہ فساد کم ہوتا گ
سمندر بھی پُرسکون ہوگیا۔ میں نے کشتی سے پانی اُلیچنا شروع کر دیا اور نیند اور تھکن سے
دی۔ میں سوگیا۔ صبح صادق کے وقت مجھے اپنے سر پر پرندے اڑتے نظر آئے میں نے ؟
سے سمندر کی تمام سمتوں پر نظر ڈالی۔ خشک قریب آرہی تھی اور میرا دل دھڑک رہا تھا۔

جلد ہی میری کشتی کنارے لگ گئی۔ سامنے درختوں کی قطاریں تھیں۔ یہ جزیرہ تو
کوئی اور جگہ معلوم ہوتی تھی۔ کشتی اندر تک خشکی پر کھڑی کر کے میں نے اسے درختوں میں
اس جگہ پر ایک دائرہ کھینچ کر اسے طلسمی طور پر محفوظ کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ میر۔
نہیں آئے گی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوگیا۔ ایک گھنا
سامنے تھا۔ میں کچھ ہی دور آگے گیا ہوں گا کہ ننگ دھڑنگ حبشیوں کی ایک جماعت۔
میں لے لیا لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے۔

''تم کون لوگ ہو؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''انگروما کے لوگ تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔'' اُن میں سے ایک آگے بڑھ کر بو

''انگروما۔ مگر میری منزل جزیرہ توری تھی۔ شاید میری کشتی غلط راستے پر آگئی۔''!
کہا۔

''تمہاری کشتی صحیح راستے پر آئی ہے۔ انہوں نے تمہیں آزاد کرا دیا ہے۔'' اس
جواب دیا۔

''آزاد کرا دیا؟ مگر میں کس کا غلام تھا؟'' اور مجھے کس نے آزاد کرایا؟''

''ہم تمہیں گروٹا کے پاس لیے چلتے ہیں۔'' انہوں نے جواب میں کہا۔

''گروٹا؟ یہ کون شخص ہے؟''

''گروٹا انگروما کا محافظ ہے۔''

''مگر میری منزل انگروما نہیں ہے۔ میں جزیرہ توری واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں کسی گروٹا سے
ں چاہتا۔'' میں نے انہیں ٹٹولنے کے لئے کہا۔

''ہم تمہیں زبردستی لے جائیں گے۔'' انہوں نے بیک زبان کہا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کیا تم میرا سینہ نہیں دیکھ رہے ہو؟ بہتر ہے مجھے واپس
و۔''

''گروٹا کے حکم کے بغیر تم واپس نہیں جا سکتے۔''

''مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔'' میں نے سمندر کی طرف اپنے قدم بڑھا
جب میں نے گھیرا توڑنا چاہا تو وہ مجھ سے لپٹ گئے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ میں نے اپنی
ہاتھوں اور سر کی ضرب سے دو تین کو وہیں گرا دیا اور ان میں سے ایک کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔
، شپالی ان کے جسموں سے مَس کرنی شروع کر دی۔ وہ چیختے ہوئے مجھ سے دُور ہوگئے۔
جب میں ساحل کی سمت بڑھا تو میں نے حبشیوں کا ایک ہجوم اپنی طرف آتے دیکھا۔ میرے
۔ گئے اور میں ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ ایک فاصلے پر آکر ٹھہر گئے تو ان
یان سے ایک خمیدہ کمر لیکن تنومند شخص آگے آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور
پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ''جابر بن یوسف الباقر! گروٹا، انگروما میں تمہارا منتظر تھا۔
جاتے ہوئے بھی تمہیں اس جزیرے پر روکا جا سکتا تھا مگر ہمیں لائق لوگوں کی ضرورت ہے۔
زارشی میں تربیت کے بعد تم ہمارے بہت کام آؤ گے۔''

''تم گروٹا ہو؟'' میں نے جرات سے کہا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ تم تاریک براعظم کی سب
ہستی مقدس اقابلا کے فرستادہ کو روک رہے ہو جو جزیرہ باگمان اور جزیرہ توری کا سردار بھی

ل نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا...... مجھے سب کچھ معلوم ہے تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا
۔ ہم نے اس بلا سے تمہیں محفوظ کر لیا ہے۔ اقابلا۔'' اس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا کا
کارگر نہیں ہوتا۔ دیوتاؤں نے یہ علاقہ اس بلا سے محفوظ قرار دے دیا ہے۔ یہاں وہ برگزیدہ
و ہیں جنہوں نے اس سے تنگ آ کر اس علاقے میں پناہ لی ہے۔''

ید یہ بھی میرا امتحان ہے اور اس سے میرا ربط خاص آزمانے کا کوئی حربہ ہے۔ میں نے سوچا
سے کہا۔ ''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان برگزیدہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا جنہوں نے اس
آ کر یہاں پناہ لی ہے تو تمہارا خیال غلط ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے زبردستی یہاں روک
ں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں ناکامی ہوگی۔''

اس کا قہقہہ اُبل پڑا۔ ''ہم نے تمہیں سمندر سے کھینچ لیا ہے۔ ہم تمہیں یہاں بھی ر
ہیں۔ تمہیں انگروما، گروٹا اور یہاں کے بڑے لوگوں کے متعلق کچھ جانے بغیر زیادہ باتیں
چاہئیں۔ تم ہمارے مہمان ہو، میرے ساتھ آبادی میں چلو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہم کیے
سے اس کے قہر کا نشانہ بن رہے ہیں۔''

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ گروٹا کے
مطابق انہوں نے میری کشتی کا راستہ بدل دیا تھا۔ مجھے محتاط ہونے کی ضرورت تھی۔ میں
''تمہاری باتیں دلچسپ ہیں اور مجھے یہ پاگلوں کی بستی نظر آتی ہے لیکن میں تمہاری باتیں سنو

''اور جب تم ان لوگوں سے ملو گے جن کے گلے میں تمہارے تحائف سے زیادہ تح
رہے ہیں اور جو اس کے معتوب ہیں تو تم فیصلہ بدل دو گے۔ ایک یہی راستہ تمہیں اپنی ذ
جانے کا بھی ہے، اگر تم نے ہمارا ساتھ دیا تو نقصان میں نہیں رہو گے۔'' گروٹا نے سنجیدگی

گروٹا کا انداز معنی خیز تھا۔ انگرو ایک سرسبز و شاداب جزیرہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ گھنے د
درمیان ایک میدانی علاقہ تھا، جہاں جگہ جگہ پتھر کے انسان نصب تھے اور جھونپڑیوں کا
سلسلہ دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ آبادی میں مجھے ایسے لوگوں کی کثیر تعداد نظر آئی جن کے گلے
ہار اور مالائیں جھول رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر سنجیدگی تھی اور تدبر تھا اور ایک اضطراب
مجھے ایک جھونپڑی میں ٹھہرا کر میرے سامنے عمدہ مشروبات اور لذیذ غذائیں پیش کی گئیں
مجھے ایک میدان میں لایا گیا جہاں مشعلوں کی روشنی میں ایسے لوگوں کا اجتماع تھا جو گروٹا
مطابق غیر معمولی صفات کے حامل تھے۔ ان کے چہروں پر تدبر اور عزم تھا۔ مجھے ان کے
کر کے گروٹا ان سے مخاطب ہوا۔ ''اے بزرگ و برتر لوگو! ہم نے جابر بن یوسف الباقر کو
ہے اور یہ ہمارے برگزیدہ لوگوں میں ایک اضافہ ہے۔ جابر بن یوسف، شجاعت، ذہانت
اور علم میں یکتا ہے، مگر وہ اقابلا کے عتاب و عذاب، اس کے ظلم و ستم، اس کے سحر و افسوں
گری و غارت گری سے ناواقف ہے۔ جابر بن یوسف، ہم میں بہت سوں کی طرح اس
ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ وہ ایک سراب ہے۔ ہم میں سے کتنے اس کی فسوں خیزی کے شکا
اور ہم میں سے کتنے اس کی زد سے بچ آئے ہیں۔ میں نے اسے اس جزیرے کے فضائل
کے متعلق بتا دیا ہے۔ وہ ایک نئے آنے والے کی طرح گریز کر رہا ہے مگر اسے نہیں مع
وقت کاہنوں، سرداروں اور تاریک براعظم کے جلیل القدر لوگوں کے درمیان موجود ہے۔

گروٹا اپنی بات کہہ کر بیٹھا تو ایک بوڑھا شخص اٹھا۔ ''کتنے زمانے گزر گئے۔'' د
ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب اس کا زوال قریب ہے۔ جابر بن یوسف کو معلوم

ید تربیت کے لئے یہاں بلایا گیا ہے اور اس نے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں راستہ بدلنا آتا ہے۔ ہم
ب اس جزیرے پر قدم رکھا تھا، اس وقت یہاں کچھ نہیں تھا لیکن قرنوں میں ہم نے اپنی تعداد
افسوس کہ جابر بن یوسف نے مشروب حیات نہیں پیا لیکن ہم اس کے زوال اعصاب سے
اس کی تربیت کے بعد اسے پتھر میں محفوظ کر لیں گے اور جس وقت مناسب ہوا اسے متحرک
گے۔''

ہرے جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ یہ سب معمولی لوگ نظر نہیں آتے تھے۔ ان کے لہجے میں بڑا
اور آنکھوں سے یقین جھلکتا تھا۔ میں ہمت کر کے کھڑا ہوا اور میں نے کہا۔ ''کیا ان صاحب
گوں کے سامنے مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟''

ہاں ہاں کہو۔ یہاں اشتراک ہے۔ یہ اقابلا کی سلطنت نہیں ہے، جہاں اس کے جاہ جلال اور
شوکت سے خوف و ہراس پھیلایا جاتا ہو۔ یہاں زبانیں کاٹی نہیں جاتیں۔ یہاں ہر شخص کی
جاتی ہے اور ہر شخص کو ایک مکمل شخص بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' گروٹا نے کہا۔

ں نے شائستگی سے کہا۔ ''اے اہل علم، اے ستم رسیدہ بزرگو! میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں
ایک سیدھا سادہ شخص ہوں جہاں تک میرا تعلق ہے اس مقدس ذات سے مجھے کوئی نقصان
۔ سنا ہے اجنبیوں کو اس کا علاقہ راس نہیں آتا لیکن مجھے ہر نوازش سے سرفراز کیا گیا۔ میں
پر اس سے اختلاف کروں؟ اگر تم لوگ میری بات سننا چاہتے ہو تو سنو۔ تم یہ خیال چھوڑ
ں پر کسی طور غالب آسکتے ہو۔ تا حد خیال اس کی سلطنت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ناخن لمبے
ے دانت نوکیلے ہیں۔ اس کے پاس ایسی طاقتیں ہیں جو تمہارے ارادوں کو کبھی پایہ تکمیل تک
دیں گی۔'' میری بات ختم ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ ہنس رہے ہیں اور میرا مذاق اڑا
۔ ان کی ہنسی سے میں جھینپ گیا۔

زیز جابر بن یوسف الباقر! تم بھول رہے ہو کہ تمہارے تمام ساتھی یکے بعد دیگر ختم کر دیئے
ی محبوبہ فلورا چھین لی گئی۔ سریتا اغوا کی گئی۔ تمہارا بوڑھا ہندی دوست سرنگا اب بھی آبادی
ی کے جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ ان بزرگوں کے چہروں
۔ ان کے چہروں پر داستانیں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ وہ افضل و اشرف لوگ ہیں جنہوں نے اس
مانے گزارے ہیں اور اپنے آپ کو بھول کر اس کی طلب میں تمہاری طرح دیوانے ہو گئے
حسب معمول اس کے عتاب سے گزرنا پڑا۔ کیا میں جابر بن یوسف الباقر سے ہر شخص کا
ؤں کہ یہاں کون لوگ بیٹھے ہیں؟''

نے غلط قیاس کیا۔ میں اقتدار، بزرگی اور طاقت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں تو اس کا غلام

رہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک حسین۔ کائنات کی سب سے حسین عورت ہے۔ میں اس کا قرب چاہے وہ ایک بار نصیب ہو۔ اس کے بعد میں زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' میں بلند کہا۔

وہ بری طرح ہنسنے لگے۔ اندھیرے میں ان کے سفید دانت ایک ساتھ چمکے تو مجھے عج محسوس ہوا۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا جس نے گروٹا کے بعد مجمع سے خطاب کیا تھا۔ اس نے کہا۔ یوسف ایک جذباتی نوجوان ہے۔ اسے بتایا جائے کہ جن لوگوں کو ہم پسند کر لیتے ہیں ہمیں سانچے میں ڈھالنا آتا ہے۔ اس جزیرے پر اقابلا کی نہیں، ہماری حکمرانی ہے۔ ہم یوسف کی فلاح کے یہ قدم اٹھایا ہے۔ اسے آگاہ کیا جائے گا کہ ہم کون ہیں۔ ہم انسانو میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ہم سمندر کی دیوزاد لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ہم پانی میں آگ ہیں۔ ہماری آنکھیں اقابلا کی سلطنت کے تمام افعال و اشغال یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھ لیتی ہی کہہ دیا جائے کہ اس فتنے کی سلطنت عارضی ہے۔ سلطنتیں شب و روز میں نہیں بدلا کرتیں ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں قرن گزر گئے ہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ صرف ا کاکا کی مقدس روح کی نمائندہ نہیں ہے، ہماری نگاہیں بھی اسی طرف ہیں۔'' اس کی آواز دھیرے جوش پیدا ہوتا گیا۔

''مگر وہ بہت حسین ہے میرے دوستو! اس پر فنا ہونے کو جی چاہتا ہے۔'' میں نے

''جابر بن یوسف کو ہمارے تجربوں کی ضرورت ہے۔ ہم اسے یہاں ہر طرح خوش یہاں اعلیٰ درجے کی شراب اور خوبصورت عورتیں موجود ہیں۔ یہاں ملازموں کی کثرت نے اس کی سلطنت سے اغوا کیا ہے۔'' بوڑھے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ ''یہاں جا کے لئے اقابلا کے سوا سب کچھ ہے جو کسی کو نہیں ملتی۔ کوئی عجب نہیں کہ کل سرنگا کو ادھر آ جائے اور ہم اس کی لڑکی سریتا اور فلورا کو بھی یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہمار ہیں اور ہمارا قدم مسلسل بلند ہو رہا ہے۔'' بوڑھے نے یقین کے لہجے میں کہا۔

ان کی گفتگو رات گئے تک جاری رہی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں سے میرے فر بے سود ہو گی۔ میں نہ جانے کتنے طویل عرصے کے لئے یہاں قید ہو گیا ہوں۔ وہ ا جانتے تھے۔ میں پتھر کے ان انسانوں کی قطاریں دیکھ رہا تھا جنہیں انہوں نے محفوظ کر وقت بھی انہیں متحرک کر سکتے تھے۔ وہ کسی وقت بھی مجھے پتھر میں تبدیل کر سکتے تھے۔ م گاہ میں بے سُدھ ہو کر گر گیا۔ میں نے ان کی طرف سے پیش کی ہوئی نوجوان لڑکی غذاؤں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آہ میں نے کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم

ون کے علاقے میں ہوں اور وہ مجھے اس کے خلاف سازباز میں شریک کر رہے ہیں تو اس کا کیا گا؟ ان گدھوں نے میری زندہ لاش کو گھیر لیا ہے میں لامحدود عرصے کے لئے اپنا جسم پتھر میں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں جلد مرنا چاہتا تھا۔

☆==========☆==========☆

میزبان لڑکی میری بذیاتی حالت دزیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور طرح طرح سے پہلو بدل ۔ اس کے سراپا میں کوئی خاص خوبی نہیں تھی، اس کے سوا کہ وہ جوان تھی۔ رات خاصی ڈھل میں نے اسے سونے کا حکم دیا اور اضطراب کے عالم میں پتھر کے قدح میں رکھا ہوا سارا حلق میں انڈیل لیا۔ اسے پیتے ہی مجھے اپنے سینے میں ایک کاٹ سی محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں ہونے لگی۔ نزع و انتشار کی اس کیفیت میں، میں نے پتھر کا وہ خوان اُلٹ دیا جو غذاؤں، پھل وبات سے پُر تھا اور پتھر کے اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر ہر طرف خاموشی تھی۔ رات کی ئی خاموشی میں پرندوں کی سسکیاں اور حشرات الارض کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ تم ہونے والی تھی۔ بھیانک سناٹا ہر طرف مسلط تھا۔ ہر طرف اندھیرے، درخت اتنے اُونچے ے تھے کہ چاند کی روشنی زمین پر کسی بدمست ہوا کے جھونکے کی وساطت ہی سے نیچے اُتر سکتی تھی۔ ہوا لگی تو خمار اور بڑھ گیا۔ خمار بڑھا تو انتشار سوا ہو گیا۔

میں اقابلا کے بارے میں سوچنے لگا، نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی؟ جزیرہ کے سبزہ زار زارشی کے صحرا میں تبدیل ہو جائیں گے، یہ سب برگزیدہ لوگ، یہ ساری آبادی عذا تباہی سے دوچار ہو گی، وہ کب تک ان کی سرکشی برداشت کرے گی؟ وہ جو تاریک براعظم میں کا منبع اور مرجع ہے، جسے اس جلیل منصب پر دیوتاؤں نے فائز کیا ہے، اس کے اسرار بے پناہ کیا وہ خاموش بیٹھی رہے گی؟ مگر...... مگر شاید مشروب نے میرے ذہن پر نقاب ڈال دی تھی۔ ں ایک مجسمے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سختی سے جب میرے احساس کی آنکھ کھلی تو انگروما کی ں پر مجھے اپنا بوجھ نظر آیا۔ میں ایک بڑے چوہے دان میں قید تھا۔ ساری خوش فہمیاں کافور ۔ حقیقت کیا تھی؟ حقیقت یہ تھی کہ اب میں انگروما میں تھا اور تاریک براعظم کی مطلق العنان اپنی تمام فسوں کاریوں اور کرشمہ سازیوں کے باوجود جزیرہ انگروما کو نیست و نابود نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ایک زمانے سے موجود تھا اور وہ ایک زمانے سے اسے بڑھتا اور پھیلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

توری، باگمان، زارشی اور اب انگروما میں...... اپنے وطن سے بچھڑنے کے بعد میرے ساتھ ے حیرت انگیز واقعات پیش آ رہے تھے۔ میں ربڑ کی ایک گیند تھا جو اِدھر سے اُدھر لڑھک ، جن پر ضربیں پڑ رہی تھیں۔ جو بار بار فضا میں اُٹھ کر پھر زمین پر آ جاتی تھیں۔ انہوں نے

رات اپنے جلسے میں کہا تھا کہ وہ لامحدود عرصے سے یہاں مقیم ہیں اور ساعت بہ ساعت اپنی تو
اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے سلطنت اقابلا کے جوہر اس سے چھین لیے تھے۔ وقت
کوئی خیال نہیں تھا چونکہ وقت ان کے جسموں میں مقید ہو گیا تھا۔ وہ دیوتاؤں اور اقابلا کے
قریب پہنچ چکے تھے کہ انہیں مشروب حیات نوش کرنے کی سعادت بخشی گئی تھی۔ ان کی عمر ٹھہر گئی
جو اس نعمت سے محروم رہے تھے وہ پتھروں میں تبدیل کر دیئے گئے تھے تا کہ انہیں متحرک کر کے
ضرورت ان سے کام لیا جا سکے۔ میں ابھی اس کے قرب کی منازل طے کر رہا تھا اور دیوتاؤ
اتنے قریب نہیں پہنچا تھا کہ مجھے مشروب حیات سے نوازا جاتا۔ میں اسے پینے کا خواہش مند نہ
میرے لیے اس کا قرب ہی حیات آفریں تھا۔ وہ ایک لمحہ لطیف، وہ ایک ساعت گداز ہی میر
بہت تھی۔ اس کے بعد زندہ رہنے کی آرزو فضول تھی۔ اس تمام جدوجہد کے باوجود عظمت و
میں انگروما کے بہت سے بزرگوں کی بہ نسبت میرا مقام پچھلی قطار میں تھا۔ ان میں سے جر
دیکھیے نوادر سے آراستہ نظر آتا تھا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر جزیرہ توری واپس جانے کا
ایک خواب کی طرح تھا۔ فرار کی کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہر طرف پہرے
جس شخص نے اپنی آنکھوں سے اقابلا کے جاہ و جلال کے تیور دیکھتے ہوں، وہ کس طرح یقین کر
کسی دن ان باغیوں کی کوششیں بار آور ہوں گی۔ میں جہاں سے چلا تھا وہیں آ گیا۔ انہوں
پیچھے کی طرف لوٹا دیا اب پھر وہی کیفیت موجود تھی جو اس وقت محسوس ہوئی تھی جب جزیرہ تور
چند بدنصیبوں نے قدم رکھے تھے ہم نے اپنے مقدر پر قناعت کر لی تھی اور سوچ لیا تھا کہ ہا
سمندر میں ہمارے لباس کے ساتھ بہہ گیا۔ ہم دوبارہ پیدا ہوئے ہیں۔ عجیب بات تھی کہ مہذ
بھلانے میں دیر نہیں لگی تھیں لیکن جزیرہ توری کا ماضی فراموش کرنا مشکل معلوم ہو رہا تھا میر
مرتبہ پیدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسے بھولنا آسان نہیں تھا۔ ان کے عشق میں کوئی خامی ہو گی جو ا
بیٹھے، نہ جانے میرے ان رقیبوں میں سے کتنوں نے حالات سے مجبور ہو کر ان سے مفاہم
ہو۔ ایک میں تھا کہ میں نے اس کے لئے کہاں سے کہاں تک سفر کیا تھا۔ اب مجھ میں اس کے
کا ہم نوا ہونے کی طاقت نہیں تھی۔ میرے پریشان خیال مجھے کچوکے لگاتے رہے۔ پتھر
خاموش کھڑا تھا۔ میں نے اسے جھنجوڑنا شروع کر دیا اور اپنی پوری طاقت سے چنگھاڑ کر کہا۔ ''
بدقسمت شخص! کیا تو اس گمان میں ہے کہ تجھے ایک دن متحرک ہو جانا ہے مگر وہ دن...... ''
نہیں آئے گا۔ یہ شکست خوردہ اور اعصاب زدہ لوگ اسے کبھی شکست نہیں دے سکیں گے۔ تو
اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح لیٹا رہے گا۔ تیرے اندر شگاف پڑ جائیں
پرندے تیرے جسم پر غلاظتیں بکھیریں گے، پتھر کا یہ خول زمانے کے حوادث اور اس کے عنا

جائے گا۔
میری آواز صرف میرے کانوں نے سنی۔ میں چیختے چیختے اس مجسمے کے قدموں میں گر پڑا۔ جس
مخاطب تھا اور ہوش کھو بیٹھا۔ شور سے میری آنکھ کھلی تو دن نکل آیا تھا۔ میرے سرہانے انگروما کا
ں گروٹا کھڑا تھا۔ اس نے مجھے اپنے بازو کے سہارے اٹھایا اور نرمی سے کہنے لگا۔ ''جابر بن
ں! اُٹھو، اُٹھو، اے معزز شخص تم نے انگروما کی ایک سرد رات پریشان خیالی میں گزار دی۔ میں تم
ہتا ہوں کہ تم جتنی جلد، کل، سے رشتہ منقطع کر لو گے، اتنے ہی سکون سے رہو گے۔ تم اپنے قیمتی
یوں ضائع کر رہے ہو؟ تمہیں یہاں...... ہم لوگوں میں شامل ہو جانا چاہئے۔ تمہاری عمر مختصر ہے۔
رے باطن کو اور آسودہ کرنے کے بعد ہم تمہیں پتھروں میں تبدیل کر دیں گے اور پھر تم اس وقت
گے جب ہمارے پاس مشروب حیات موجود ہو گا۔''
''گروٹا!'' میں نے نحیف آواز میں اُسے مخاطب کیا۔ ''رات کی باتیں میرے ذہن سے محو نہیں
ہیں۔ جو کچھ میں نے رات کہا تھا۔ میں اب بھی اسی پر قائم ہوں۔''
''یہ گریز نہ ہوتا تو ہمیں تم پر شک ہوتا۔'' گروٹا مسکرانے لگا۔ ''لیکن یقین کرو کہ تمہیں بعد میں
نی ہو گی کہ تم کتنے قابل قبول حقائق جھٹلا رہے تھے۔''
''گروٹا! میں تمہارے جذبوں سے واقف ہو گیا ہوں۔ فرض کرو اگر میں تمہارا ساتھ دینے سے
کرتا ہوں تو تم کیا کرو گے؟'' میں نے جرات سے پوچھا۔
''ہم تمہیں سمجھاتے رہیں گے، ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔''
''اور اگر تمہاری باتوں نے پھر بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ تو؟''
''یہ ناممکن ہے۔ تمہاری آنکھیں کچھ عرصے بعد سیاہ و سفید دیکھنے کی عادی ہو جائیں گی اور تم بھی
دن اس کے خلاف ایک پر جوش مبلغ بن جاؤ گے اور طاقت بڑھاتے رہو گے تا کہ اس کے زوال
بب بن سکو۔'' گروٹا نے عزم سے کہا۔
شاید تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے منقلب کرنے میں
میاب ہو سکو گے یا نہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم جابر بن یوسف کو اپنے قالب میں ڈھالنے
کامیاب ہو گئے تو کیا کرو گے؟''
''تم ایک انہونی بات کہہ رہے ہو۔'' گروٹا نے تندی سے کہا۔
''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔''
''جابر بن یوسف، مجھے معلوم ہے ایسا وقت نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو ہم تمہیں اس زمین
آسمان پر بھیج دیں گے۔''

’’گروٹا!‘‘ میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ ’’میں یہی بات کہلوانا چاہتا ہوں۔ تو سنو انگروما کے نگراں معزز گروٹا! یہ خیال دل سے نکال دو کہ جابر بن یوسف اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے گا جس گل بدن کے لئے میں نے اپنے بازوؤں میں سنگ و آہن کی صفات پیدا کی تھیں۔ کیا حالات کی ستم ظریفی مجھے اس کے مخالفین میں محصور کر دینے میں کامیاب ہو جائے گی؟ تم اپنا وقت ضائع مت کرو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جبری اطاعت قبول کر لیں اور اپنے محبوب سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اپنا شعار بدل لیں۔ تم ابھی سے یہ فیصلہ کر لو کہ تمہیں ناکامی کی صورت میں جابر بن یوسف کو سزائیں دینی ہیں۔ میرے لیے ابھی فیصلہ کر دو، میں موت پسند کرتا ہوں۔ مجھے موت دے دو۔‘‘

میری بات سن کر گروٹا زور سے ہنسا، اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھیں اور چہرے کی لاتعداد جھریاں متحرک ہو گئیں۔

’’موت کا وقت آئے گا تو فیصلے میں دیر نہیں ہوگی۔ معزز جابر! ذرا انگروما کی سیر کرو۔ میں نے کہا تھا کہ یہاں تمہاری تواضع کے لئے سب کچھ موجود ہے، تم یہاں آزاد ہو، تم ان برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھو گے تو اپنے علم و فضل میں اضافہ کرو گے۔ رہائی کا خیال دل سے نکال دو۔‘‘

’’میں تم سے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔‘‘ میں نے عجز سے کہا۔

’’تم مجھ سے انگروما کی سرداری طلب کرو۔ دیوتاؤں کی قسم۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا مگر جزیرہ انگروما سے تمہاری واپسی ناممکن ہے۔ ایک دن تم دیکھو گے کہ اقابلا کا طائر تمہارے قدموں میں ہوگا۔ وہ روشن دن ضرور آئے گا۔ اسے ہزیمت لازماً نصیب ہوگی۔‘‘

’’یہ تمہارا خیال ہے۔‘‘

’’میرا نہیں۔ جزیرہ انگروما کے تمام عبادت گزار بزرگوں کا یہی خیال ہے۔ اس بے وفا سے عاجز آ کر ہی انہوں نے اس کے ستم کے خلاف آواز اٹھانے کا عزم کیا ہے۔‘‘ گروٹا کے لہجے میں کوئی ارتعاش نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ میری شیریں بیانی اسے اپنے موقف سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے گی لیکن وہ پتھروں سے زیادہ ٹھوس تھا۔

جزیرہ انگروما کے نگراں کی حیثیت اعزازی سی تھی۔ وہ ایک طرح کا منتظم تھا اور جزیرے کے سربرآوردہ لوگوں کے سامنے اپنے احکام و اعمال کے سلسلے میں جواب دہ تھا۔ اس کا انتخاب اتفاق رائے سے عمل میں آتا تھا۔ بڑے فیصلے جزیرے کے فاضل لوگ مل بیٹھ کر کرتے تھے۔ تاریک براعظم کے دوسرے مقدمات کی طرح یہاں بھی جنس پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہاں چہل پہل تھی اور یہ علاقہ باگمان اور توری سے زیادہ مہذب اور سرگرم نظر آتا تھا۔ انہوں نے لاشعوری طور پر کام کی تقسیم بھی کر رکھی تھی۔ کئی جگہ جزیرے کی تمام آبادی کے لئے کھانا پکایا جاتا تھا اور جس کا جو جی چاہتا، جتنا چاہتا، کھاتا

اور پیتا تھا۔ اس سرسبز علاقے میں فطرت نے فیاضی سے کام لیا تھا۔ شام کو مشعلوں کے ساتھ رقص ہوتا اور صبح تمام آبادی عبادت کے لئے مختلف مقامات پر جمع ہو جاتی۔ یوں ایک پُرسکون، خوش گوار اور مثالی علاقہ تھا۔ یہاں ہر جگہ اشتراک نظر آتا تھا۔ عام آدمیوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد اچھا تھا۔ گروٹا میرے کاندھے تھپتھپاتا ہوا ایک عجیب طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ چلا گیا۔ میں جنون کی کیفیت میں بے ارادہ ایک سمت نکل گیا اور سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ سامنے ساحل پر آتی ہوئی اچھلتی کودتی لہروں کا ایک نہ ختم ہونے والا کھیل جاری تھا۔ میرے زخموں میں ٹیس اٹھنے لگی۔ ایک ٹیلے پر بیٹھ کر میں نے سمندر میں کود جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن موت کا انتہائی اقدام کرنے سے پہلے میں نے سوچا، مجھے کاہوکی ہمدرد روح کو طلب کرنا چاہیے۔ میری آواز یں پانی کے شور میں کھو گئیں۔ کاہوکی روح سامنے نہیں آئی۔ پھر میں نے سمورال کی دی ہوئی مالا سے رہنمائی چاہی، لیکن اس کا کوئی دانہ روشن نہیں ہوا۔ میرے تمام تحائف میرے ارادوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ شپالی کی چمک دمک ماند نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا سحر کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ میں اپنی کشتی ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ سمندر کی اشتعال انگیز لہریں دیکھ کر میرے سینے میں طوفان سا اُٹھنے لگا، مجھے اپنے دماغ کی رگیں ٹوٹتی پھوٹتی محسوس ہونے لگی اور میں نے چار دن تک کوئی تیس بار سمندر کی سمت کوچ کیا اور میلوں تک جزیرے کی سمتوں میں پیدل سفر کرتا اور روزانہ رات کو تھکا ہارا فرار کے ہر منصوبے میں ناکام ہو کر اپنی جھونپڑی میں واپس آ جاتا جہاں روز ایک نئی لڑکی میری منتظر ہوتی۔ غذاؤں اور مشروبات سے بھرا ہوا خوان موجود ہوتا۔ میں جھپٹ کر اس میں سے گوشت کے پارچے اُٹھا لیتا اور مشروبات کے ساتھ پی کر سو جاتا۔ لڑکی میری وحشتیں دیکھتی۔ میرے قریب آنے کی کوشش کرتی اور میں اسے دھتکار کر سو جاتا۔ چار پانچ روز میں میری حالت پاگلوں کی سی ہو گئی تھی۔ میں ان کی مشترکہ عبادت میں اب تک شریک نہیں ہوا تھا اور نہ ہی میں نے اس دوران میں کسی سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے سوچ لیا ہوگا کہ آخر مجھے ان کے فیصلوں کے آگے جھک جانا ہوگا۔ وہ میرا صبر آزما رہے تھے مگر میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ میں ان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا تھا۔ ان کے علاقے میں میری حیثیت ایک قیدی کی تھی۔ نہ جانے کب تک میری حالت یہی رہتی کہ ایک رات جب میں طویل سفر سے نڈھال اپنی جھونپڑی میں واپس آیا تو میں نے وہاں اقابلا کے خانوادے کی ایک حسین لڑکی کو اپنا منتظر دیکھا۔ وہ اشمار، ژولین اور لوریما کی طرح حسین تھی۔ اس کے خدوخال وہی تھے جو قصر اقابلا میں جلوہ فگن لڑکیوں کے لئے مخصوص تھے۔ اس کی سانسوں میں خوشبو اور بدن میں سحر انگیز کشش تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سراپا ناز، سراپا التفات اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی، وہ پھولوں اور پتوں کے بستر پر دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے وحشت

کے عالم میں گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ میری سانس ب
ہوئی تو میں نے تشویش کے ساتھ اس سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں......" اس نے ایک ادا سے کہا۔ "میں ایک شراب ہوں جو آج رات تمہاری تشنگی بجھا
کے لئے بھیجی گئی ہے۔"

"کیا...... کیا اس علاقے میں خانوادہ اقابلا کی حسین ترین لڑکیاں موجود ہیں۔ کیا انہوں
تمہیں بھی اس کے شبستان حسن و جمال سے چھین لیا ہے؟" میں نے حیرت اور تشویش سے کہا۔

"اقابلا...... اقابلا" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ "ہاں یہ نام میں نے سنا ہے۔ سنا ہے وہ کوئی بہت
اور سنگ دل ملکہ ہے۔ سنا ہے اس کے پہلو میں دل نہیں ہے۔ وہ بہت حسین ہے۔ کیا وہ مجھ سے ز
حسین ہے؟" اس نے بے نیازی سے پوچھا۔

"تم......" میں نے ایک پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ "بلاشبہ تم ایک حسین لڑکی ہو، اس لیے کہ ت
تعلق یقیناً اسی قبیل سے ہے جہاں قدرت نے خصوصی توجہ سے کام لیا ہے۔ تمہارے لہجے کی شگفت
شیرینی اس کی مرہون منت ہے۔ اس کا نام ادب سے لو۔ اس کے کان بڑے ہیں۔"

وہ ہنسی، گھنٹیاں سی بج اٹھیں، اس کے سفید دانت موتی کی طرح مشعل کی روشنی میں د
لگے۔ "میں نے اپنی ماں سے اس کا نام سنا ہے۔ وہ اس کا تذکرہ بڑے اشتیاق سے کرتی ہے کیونکہ
وہیں سے آئی تھی، میری ماں بھی میری طرح حسین ہے۔ اس نے جاوداں عمر پائی ہے۔ میں اس ک
میں بوڑھی ہو جاؤں گی یا ممکن ہے اس سے پہلے ہمیں مشروبات جات کا ذخیرہ مل جائے اور ہم
دوامی عمر حاصل کر لیں۔"

"یہ ایک خواب ہے، اے حسین لڑکی! انہوں نے کتنے فریب کھائے ہیں۔ تمہارا یہ پھول
بدن مرجھا جائے گا لیکن وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے۔"

"میں کبھی نہیں مرجھاؤں گی۔ انہوں نے میری نوجوانی محفوظ کر لی ہے۔ آج ایک عرصے
شاید تمہارے لیے انہوں نے مجھے متحرک کیا ہے۔ میں ایک عرصے سے پتھر میں محفوظ تھی۔ انہیں
میری ضرورت پڑتی ہے وہ مجھے پتھر کے خول سے باہر لے آتے ہیں اور وصل کے حسین لمحے گزار
کے بعد مجھے اسی خول میں واپس کر دیتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا ہے۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" مجھے اس کی ذات میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

"کیشا...... میرا نام کیشا ہے۔ کیشا دیوتا کے نام پر۔ جو ہمارے قبیلے پر مہربان ہے۔" اس
مسکراتے ہوئے کہا۔

"جابر بن یوسف!"...... اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ "میں نے آج تک تم جیسا شخص ن

لیا۔ معزز گروٹا نے تمہاری خوشی کے لئے میرا اعادہ کیا ہے۔ تمہارے سینے پر آویزاں تحائف اس
کی علامت ہیں کہ تم ایک غیر معمولی شخص ہو۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں اس کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں کیشا! میں اس سے منحرف نہیں ہو سکتا، میں یہاں
ہ ضرور واپس جاؤں گا۔"

"تم دیوتاؤں کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے۔"

"تو پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں نے زارشی میں ضبط نفس کے کئی سال
ارے ہیں، وہ مجھے میری موقف سے نہیں ہٹا سکتے جاؤ لڑکی...... کیشا جاؤ۔ گروٹا سے کہہ دو کہ میں
تمہیں واپس بھیج دیا ہے۔" میں نے اسے اپنے جسم سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ میرے غیر متوقع رویے پر حیران رہ گئی۔ میں نے اس کا سراپا ایک نظر دیکھا اور اسے چھوڑ کر
ں کے ساتھ جھونپڑی سے نکل آیا۔

میری وحشت زدگی، اس وقت انتہا کو پہنچ گئی۔ جب مجھے جزیرہ انگرو ما پر بے سروپا، بے مقصد
دتے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ گزر گئے۔ وہ بار بار مجھے اپنے روبرو طلب کرتے اور میں انکار کر دیتا،
ماہ میں جزیرے کی مختلف لڑکیاں میری جھونپڑی میں آئیں پھر ان کی آمد بند ہو گئی اور میں ایک
ائی سی محسوس کرنے لگا۔ اس عرصے میں انہوں نے مجھے کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ وہ نرم لہجے میں
مجھے ہدایتیں دیتے رہتے۔ میں ایک آہوئے آوارہ۔ مجسموں کے درمیان، کبھی ساحل سمندر پر، کبھی
نتوں میں، کبھی آبشار پر، کبھی پہاڑوں، نہروں اور دریاؤں پر گھومتا رہتا اور جب چھ ماہ گزر گئے تو
دن کسی نے میرے اندر سرگوشی کی۔" جابر بن یوسف! تم نے دیکھ لیا کہ تم نجات حاصل کرنے
ناکام ہو گئے؟ تم اپنے یقین سے ہٹ گئے ہو۔ اب تم کبھی واپس نہیں جا سکو گے۔ بہتر ہے کہ انہی
شامل ہو جاؤ۔ وہ تمہیں مرنے بھی نہیں دیں گے۔ ہر سمت نادیدہ نگاہیں تمہارے ساتھ گھومتی ہیں۔
ہیں اپنے تحائف سے بھی کوئی مدد نہیں مل رہی ہے۔ چلو ان کی عبادت میں شامل ہو جاؤ۔ اس کا
ل دل سے نکال دو، اس کی یاد دل سے جھٹک دو۔"

جب میں پریشان ہو کر سمندر کی طرف جاتا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انگرو ما کی ساری
اری مجھ سے کہہ رہی ہو۔" وہ ایک فریب ہے وہ ایک سراب ہے۔ جابر بن یوسف! ہماری طرف آ
ؤ۔"

اور میں چار و ناچار ایک دن ان کی طرف مڑ گیا۔ اس دن معمول کے مطابق تمام برگزیدہ لوگ
یہ جگہ جمع تھے۔ ان کے سر اس نیولے کے گرد جھکے ہوئے تھے جسے گروٹا نے اپنے سر پر بٹھا رکھا تھا۔
اعظیم جارا کاکا کی علامت ہے، نیولے کی خوں خوار آنکھیں ایک سمت لگی ہوئی تھیں اور وہ بیک

زبان کہہ رہے تھے۔

......"جارا کاکا، ہمیں برتری عطا کر...... ہمیں اس پر فوقیت دے...... ہم تیرے معیار پورے اُترے ہیں۔ جارا کاکا۔ ہمیں اور زمین دے تا کہ ہم اور پھیل سکیں۔ ایسی زمینیں، جن میں نسلیں اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے سر آسمانی بلاؤں کے مقابلے میں تیرا تحفظ چاہتے ہیں جارا کاکا، تیری یہ مکھیاں غول کی شکل میں تیرے احسان فراموشوں پر جھپٹنے کے لئے برقرار ہیں۔ اسے بہت وقت دیا، کچھ وقت ہمیں بھی عطا کر کہ ہم یہ خطہ ارض تیری آگ سے روشن کر سکیں۔"

دعاؤں کی گونج سے میرا دل بیٹھنے لگا۔ ان کے سر جنونی انداز میں کسی پھرکی کی طرح متحرک دونوں ہاتھ مقدس نیولے کے سامنے اُوپر اُٹھے ہوئے تھے۔ میں ان سب کے پیچھے کھڑا یکا یک ان میں انتشار پیدا ہوا اور بیک وقت ان سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت سی نگاہیں حیر خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ میرے چہرے پر جم گئیں۔ میں نے ان نگاہوں کی تا لاتے ہوئے خفت سے سر جھکا لیا۔ میں صرف ان کے چمکتے ہوئے چہرے دیکھ سکا، اسی لمحے گر مرتعش آواز اُبھری۔

"عظیم جارا کاکا! اس کی آمد تیری خوشنودی کی بشارت ہے آخر وہ سچائی کی طرف آ گیا دیکھو، وہ سب سے پیچھے کھڑا ہے مگر اس کی جگہ وہ نہیں ہے۔"

پھر اس نے بلند آواز میں مجھے مخاطب کیا۔ "جابر بن یوسف! اے محترم شخص! ادھر آ، جا کے پہلو میں، اور برکتیں سمیٹ۔"

اس کا بیان ختم ہوتے ہی لوگوں نے اِدھر اُدھر بٹنا شروع کر دیا اور میں ان کے درمیا گزرتا ہوا گروٹا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے سر سے نیولا اتار کر میرے سر پر رکھ دیا اور مجمع ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی۔

"انگروما کے معزز لوگو!" گروٹا حلاوت سے بولا۔ "ہماری تعداد میں ایک اور شخص کا اضا جابر بن یوسف کوئی ایک آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے کئی آدمیوں کے برابر ایک دن وہ تنہا رہ جائے گی۔ بے دست و پا۔ پھر ہم اس کی روح مقید کر لیں گے اور اس کا بدا کاکا کی روشن آگ کے سپرد کر دیں گے۔ جابر بن یوسف آج سے ہمارے برگزیدہ لوگوں میں ہے۔ میں اُسے تمہاری ایما سے بوڑھے گورمے کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ جابر بن یوسف م فضیلتوں کی روشنی منعکس کرے گا۔ وہ اُسے مسلح کرے گا۔ وہ اسے اسرار سے واقف کرے گا۔

ان کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔ آوارگی کے چھ ماہ گزارنے کا تجربہ میرے لیے بہت تلخ تا تھا۔ میں نے اپنے لب سی لیے تھے اور میں ان کی زبان کا زہر پیتا رہا۔ ایک شخص مر گیا تھا، ایک

ا ہوا تھا، اس دوسرے شخص کا نام اتفاق سے جابر بن یوسف تھا۔ جابر بن یوسف ایک سرکش، ضدی جذباتی نوجوان تھا۔ اس کی اپنی انا تھی۔ میرے ذہن میں اپنے اس نئے اقدام کی تائید میں طرح ح کے جواز پیدا ہو رہے تھے۔ گورمے اگلی صف میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجمع سے نکل کر گروٹا کے پاس اور اس نے میری دائیں ہتھیلی سرخ شعلے سے داغ دی۔ میں نے کوئی سسکی نہیں بھری، داغ لگ چکا اقابلا کے مخالفوں کا ساتھ دینے کا داغ، گورمے نے جہاں میں کھڑا تھا، زمین پر اپنی انگلی سے کوئی یہ بنائی اور میرے پاؤں کے گرد ہالا سا کھینچ دیا۔ میرے گلے میں لٹکا ہوا لکڑی کا سانپ اپنی اصلی میں آ گیا اور پھن کاڑھ کر گورمے کی طرف رُخ کرنے لگا، میری سر پر نیولا تھا۔ سمورال کی دی مالا کے دانے چمک رہے تھے اور مجمع میں سرگوشیاں اُبھر رہی تھیں۔ آخر یہ سرگوشیاں اس وقت اک پہنچ گئیں جب سانپ نے میرے کاندھے پر لہرا کر نیولے کے سامنے اپنا منہ جھکا دیا، نیولے کسی اشتعال کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان دونوں کے منہ بوس و کنار کے انداز میں قریب آئے اور سانپ اتر کر میری گردن پر جھول گیا۔ یہ ایک حیرت انگیز مظاہرہ تھا، گورمے نے طشت میں رکھی ہوئی میں کچھ جھونک دیا۔ آگ کے شعلے تیزی سے بھڑکے۔ گورمے نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری کھال ایک چٹکی بھری۔ گورمے کی چٹکی کسی خنجر کی طرح میری جلد میں پیوست ہو گئی اور خون رسنے لگا۔ ن کے چند چھینٹے اس تابندہ آگ کے اوپر نچھاور کر دیئے گئے اور کچھ قطرے نیولے کے سامنے بت سے پیش کیے گئے۔ نیولے نے وہ قطرے گورمے کی ہتھیلی سے چاٹ لیے اور میں نے دیکھا آگ اچانک بھڑک اٹھی ہے اور اس کے شعلوں نے واضح طور پر انسانی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ نی شکل بتدریج اتنی واضح ہوتی گئی کہ میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ میری آنکھیں دھوکا کھا سکتی تھیں۔ وہ اقابلا کا ہیولا تھا۔ جو دھوئیں اور شعلوں میں بگڑتا سنورتا نمودار ہوا۔ اس کا حسین پا، شدید کرب و اضطراب کے عالم میں مبتلا تھا۔ میرا جی چاہا کہ میں اپنے سارے جسم سے خون ڈالوں اور وہ آگ سرد کر دوں لیکن میرے قدم ہل بھی نہیں سکے۔ میں ششدر تھا اور پھٹی پھٹی ہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ مجمع پر ایک جوش طاری تھا۔ ایک خوشی حاوی تھی۔ گورمے کی آنکھیں رہی تھیں۔ سانپ اور نیولا مضطرب نظر آتے تھے۔ اقابلا کا ہیولا دیکھ کر اُن کا شور اور بلند ہو گیا ن بہت جلد آگ کے شعلے دھیمے پڑ گئے اور سارے مجمع پر ایک سکون سا چھا گیا۔ جب میں وہاں ہٹا تو میرے قدموں کے گہرے نشان زمین پر ثبت ہو چکے تھے۔ نیولا سر پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بہت وزنی شے ہے۔

"آؤ، میرے ساتھ۔" بوڑھے گورمے نے شفقت سے کہا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ لگا۔ گورمے نے نیولے کو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور میری گردن میں لٹکے ہوئے سانپ کو انگلی کا

اشارہ کر کے لکڑی کے ایک دائرے میں تبدیل کر دیا۔ اس نے نیولے کی جلد کو بوسہ دے کر ا
میں اچھال دیا، میں اسے خاصی دُور تک دیکھ سکا۔ پھر وہ میری نگاہوں کے دائرے سے نکل
میرے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی چل رہے تھے۔ گروٹا بھی ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ
ہمارے ساتھ گامزن تھا۔ یہ تمام لوگ تعداد میں بے شمار تھے۔ ان میں سے بیشتر زیادہ عمر کے
تھے۔ لوگ آگے جا کر منتشر ہونے لگے پھر میں اور گورمے تنہا رہ گئے۔ راستے میں ہم دونوں نے
دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔ گورمے جب اپنے پتھر کے مکان میں داخل ہوا تو میری آ
چندھیا گئیں۔ میں ٹھٹک کر رُک گیا۔ کوئی اندازہ تک نہیں کر سکتا تھا کہ پتھر کے اس بند مکان میں
مہ کامل موجود ہوگا۔ اس کی روشنی سے وہ سخت سیاہ سنگی دیواریں روشن نظر آتی تھیں۔ یہ مبالغہ نہیں
اور نہ حسن کے معاملے میں میرے اظہار کا کوئی شاعرانہ پیرایہ ہے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ
کشیا جیسی شکل کی ایک سفید فام حسین و جمیل لڑکی موجود تھی۔ اس نے میری طرف بہت غور سے
ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر معدوم ہوگئی۔

''جابر بن یوسف۔'' گورمے نے میری طرف اشارہ کر کے اسے مخاطب کیا۔ ''یہ ہمارا
ہے۔ میں اس کے علم کی پرورش کروں گا اور اسے پارسا لوگوں میں سب سے بڑا پارسا بناؤں گا
اسے مقدس جانوروں کے خون سے غسل دوں گا اور یہ ہمارے لیے اس کے خلاف ایک زبرا
ڈھال ثابت ہوگا۔''

دوشیزہ جمال و جلال نے اس کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ ایک محویت کے
میری طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ بال سیاہ تھے اور چہرہ اتنا پاکیزہ، اتنا دلکش تھا
اقابلا کی خاص کنیزوں ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ ایک مکمل لڑکی تھی۔ کیشا اور اس میں بظاہر کوئی
معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے سوا کہ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک زیادہ تھی اور اس کے
باوقار تھے۔ میں مبہوت سا اسے دیکھا کیا اور قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے
شیریں لب کھولے۔ ''تم بھی وہیں سے آئے ہو، تم بھی اسے بھول گئے؟'' میں نے اس کے لہجے
درد محسوس کیا۔

''ہاں اے دوشیزہ آسمان! میں بھی کبھی وہاں تھا لیکن میری درخواست ہے کہ مجھ سے ماضی
متعلق سوالات نہ کرو۔''

''خوب، خوب۔'' گورمے مسکرایا۔ ''یہ ذہنی صحت مندی کی علامت ہے، جابر کا کا
قبول کر لیا ہے اور اس نے انگروما کے شریف لوگوں کا ساتھ دے کر ہماری طاقت میں اضافہ کیا۔''

''بلاشبہ یہ ایک اضافہ ہے۔'' وہ اپنا طنز چھپا نہ سکی۔ ''اس کا قد بڑا کرنا ضروری ہے۔''

''ہاں۔ یہ ہمارا مہمان ہے۔ ہم نے تمہاری بیٹی کیشا کو اس کی آسودگی کے لئے بھیجا تھا مگر اس
ہماری مہمان نوازی سے لطف نہیں اٹھایا۔ اس نے ہمارے پاس آنے میں تامل سے کام لیا۔ جابر
یوسف ایک مستقل مزاج، جذباتی اور متکبر شخص ہے، میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ یہ خصائص ترک
دے۔'' گورمے نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ شخص مر گیا۔ اب جابر بن یوسف تمہارے احکام کا تابع ہے اور تمہارے جزیرے کے ہر فرد
غلام ہے۔ اس کی اپنی کوئی ذات نہیں ہے وہ تمہارے ہاتھ کا اسلحہ ہے، وہ تمہارے لیے بہترین گھوڑا
ثابت ہوگا، اس کی لگام تھامے رکھنا تمہارا کام ہے۔ یقین کرو یہ جانور تمہارا بہترین معمول ثابت
ہوگا۔ گورمے سچ سچ بتاؤ کیا میں نے پہلے جابر بن یوسف کا گلا نہیں گھونٹ دیا ہے۔؟'' میں نے سرد
لہجے میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو لیکن یاد رکھو جو پیش گوئیاں تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں، جزیرہ انگروما میں آکر
ان کی سمت بدل گئی ہے۔ ہم نے اپنے مقدر سے لڑنا سیکھا ہے۔ ہم نے فیصلے بدل دیئے ہیں۔''
گورمے کسی قدر تیز لہجے میں بولا۔

''گورمے سچ کہتا ہے۔'' نیشا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''میں تمہاری اصلاح کروں گا اور تم دیکھو گے کہ زمین کیسا رنگ بدلتی ہے۔ جزیرہ انگروما کا ہر
ذرہ تمہارا ہے، اس کے درخت تمہارے، اس کے پھل تمہارے، اس کے لوگ تمہارے اور اس کی
عورتیں تمہاری ہیں۔ انگروما کی یہ عورت تمہاری خواہش پر پیش کر دی جائے گی تا کہ ہوس تم پر غلبہ نہ
پائے اور تم یکسو ہو کر اسرار و رموز کے علم میں مستغرق ہو جاؤ۔ میں نیشا کو تمہاری آنکھوں کی جلن دُور
کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نیشا نے اس علاقے کے پُرجلال افراد کو شادماں کیا ہے۔ اسے اقابلا
کا قرب خاص حاصل رہا ہے۔ یہاں آکر اس نے کیشا اور کیشا جیسی بہت سی لڑکیوں کو پیدا کیا ہے
لیکن ہم نے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے دور رکھا۔ ہم نے ان لڑکیوں کے شباب
کو طویل کرنے کے لئے انہیں پتھروں کی شکل دے دی ہے۔ اگر تم اس کے بدن کی یکسانی سے
اُکتا جاؤ تو اس کی حسین لڑکیوں میں سے کسی ایک کو کسی وقت متحرک کیا جا سکتا ہے۔'' گورمے کے لہجے
میں سنجیدگی اور شفقت شامل تھی۔

میں نے گورمے کی موجودگی میں آگے بڑھ کر نیشا کے خوبصورت مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور
گورمے مسکراتا ہوا وہاں سے رُخصت ہو گیا اور ہم دونوں اس کمرے میں تنہا رہ گئے۔ تھوڑی دیر
تنہائی کا لطف رہا۔ میری دیوانگی میں اور تشدد آ جاتا لیکن اس وقت نیشا کی آواز گونجی۔
''ٹھہرو!'' اس نے حکمیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے سر کا ایک بال توڑ کر آنکھوں کے سامنے کیا اور

اسے پھونک ماری۔ اس کی پھونک سے بال جلنے لگا اور کمرے میں عجیب قسم کی چراند پھیل گئی
اطراف نگاہ دوڑا کر اس نے شان استغنا سے کہا۔ ”وہ اب شاید کسی کو معاف نہیں کریں گے تم
کیا کہ ان کی باتیں قبول کرلیں، اس کے سوا تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔“

”میں اب اس موضوع پر گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ وہ جانتی ہوگی کہ میں نے ان گنت مجم
شامیں انکار و استرداد میں کاٹ دیں۔ میں نے اپنا جسم خشک رکھا۔ میں اس کی توجہ کا منتظر رہا
یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ مجھے خود کو آئندہ دنوں کے حوالے کر دینا چاہیے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میرے
تحائف جھول رہے ہیں۔ یہ یہاں بے کار ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کے لئے کئی بار اپنی زند
لگائی لیکن یہ میرے کسی کام نہ آئے۔ تمہاری باتوں سے میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا ہوا
اب تک اس عظیم و جلیل ملکہ کا تاثر قائم ہے۔“

”خاموش رہو۔“ اس نے سسکاری بھری۔ ”گو میں نے افشائے راز کے لئے اپنا
اپنی عمر کا ایک سال کم کرلیا ہے تاہم جن لوگوں میں اب تم موجود ہو ان کا درجہ بہت بلند
ماورائی علوم میں طاق ہیں۔ یہاں آ کر انہوں نے اپنا علم بڑھانے کے سوا کوئی کام نہیں کیا، ا
وہ حسین دوشیزہ...... اس کا قصر، اب تو ایک خواب ہے۔“ اس نے حسرت سے کہا۔

میں نے اسے خود سے قریب کرلیا۔ وہ کہنے لگی۔ ”میں نے کئی بار یہاں سے فرار
کوشش کی لیکن ہر بار انہوں نے مجھے اپنی طاقتوں کے ذریعے واپس کھینچ لیا۔ میں اقابلا
غلاموں کے ایک طائفے کے ساتھ کاہن اعظم کے شگون کے بعد جزیرہ امسار جا رہی تھی کہ ا
سمندر کی لہروں کا رُخ موڑ دیا اور میں یہاں پہنچ گئی یہاں آ کر میں قبیلے کے سرکردہ لوگو
ہوتی رہی۔ گورے کے پاس بہت سی طاقتیں ہیں۔ وہ عرصے تک گھر سے باہر رہتا ہے مجھے
کھینچنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے اس لیے میں مستقل طور پر اسی سے وابستہ کر دی گئی ہوں۔ وہ
کرتے ہیں لیکن وہ جانتے ہیں کہ میرا وجود ان کی برتری کے مقابلے میں بہت ناتواں ہے۔

”فرار محال ہے۔ موت بھی محال ہے۔ ہر شخص نے یہاں آ کر شاید یہ فیصلہ کیا ہے
کے احکام کے سامنے سر جھکا لینا چاہیے۔“ میں نے نیشا کی زلفیں اپنی سانسوں سے اڑاتے
اور زمین پر لیٹ کر میں نے اقابلا کے التفات، اپنی کامیابیوں اور تیرہ بختیوں کی داستان ا

☆============☆============☆

دُوسرے دن سے باقاعدہ میں نے ان کی عبادت گاہ میں جانا شروع کر دیا۔ میں
کے جلسوں میں بھی شریک ہونے لگا۔ وہ روز جمع ہو کر اقابلا کے خلاف دعائیں مانگتے تھے۔
نے کبھی ان کا ساتھ نہیں دیا لیکن پھر میرے لب خود بخود ان کے ہونٹوں کے ساتھ کھلنے اور

میرا بیشتر وقت گورے کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس نے مجھے کمال شفقت، کمال انہماک سے بہت
سباق رٹانے شروع کر دیے۔ میں بھی اس کے لئے کوئی نیا اور کند ذہن طالب علم ثابت نہیں
میں نے اس کی ہر حرکت اور ہر عمل میں بے حد دلچسپی لی۔ میرا تجسس، میرا شوق اور میری
یوں نے گورے کو میری طرف کچھ زیادہ ہی مائل کر دیا تھا۔ وہ رات کو مجھے مجسموں کے درمیان
اتا، انہیں جگاتا اور انہیں مجھ سے متعارف کراتا، اس نے کیشا کی کئی بہنوں کو بھی جگا کر میرے
کو مشتعل کیا۔ یہ لوگ بعد میں اتنے بُرے نہیں معلوم ہوئے لیکن ایک کسک، ہاں ایک چبھن اس
در محسوس ہوتی تھی جب وہ طنزیہ شد و مد اور نفرت و حقارت سے اقابلا کا نام لیتے تھے۔ میں
ے کے ساتھ اس وسیع و عریض جزیرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتا رہا اور نہایت
مندی سے اس کے اقوال، اس کی ہدایتیں اپنے دماغ میں بٹھاتا رہا۔ پُراسرار علوم کے بارے
وال، اشمار اور استالا سے مجھے خاصی شُد بُد حاصل ہو گئی تھی مگر گورے کے نو بہ نو کرشمے دیکھ کر
ازہ ہوا کہ یہ تو ایک سمندر ہے۔ جتنی گہرائی میں پہنچو، نئی دنیائیں نظر آئیں گی۔ میں نے لیغو
ا، سانپ اور آدمی کا خون پیا تھا۔ میں برسوں آگ کے گرد بیٹھا تھا۔ اب اگر میں اپنی
کے بارے میں کچھ کہوں گا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ میں اپنی سرگزشت
دں، گندے جانور، خون، کھوپڑیاں، آگ اور طرح طرح کے عمل، جادو، عمل جراحی کی طرح
ے۔ سنسان اور ویران جگہوں پر اندھیرے غاروں میں گورے نے میری تربیت کی۔ کامیابی
ھ ساتھ میری اشتہا بڑھتی گئی۔ میں نے گورے کو کسی شب سکون سے نہیں سونے دیا اور پھر ایک
آیا کہ گورے چاند کے زوال کے دنوں میں مجھے گھنے جنگل کے درمیان لے گیا۔ اس کے
ایک مشعل تھی اور آج اس نے اپنا پورا جسم بطور خاص رنگا تھا۔ میرے ہاتھ میں اس نے ایک
دیا تھا جس میں ایک سیاہ سیال، چپچپا مادہ بھرا ہوا تھا۔

گورے روزانہ ہی کوئی نہ کوئی خطرناک عمل کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا کرتا تھا لیکن آج وہ صبح
قسم کے حشرات الارض پکڑ کر انہیں اپنے طلسم خانے میں ایک سیال مادے کی شکل میں
رنے میں لگا رہا تھا۔ سمورال کی طرح گورے کا ایک کمرہ طلسمی کاموں کے لئے وقف تھا۔
مجھے درختوں سے ڈھکے ہوئے جنگل کے ایسے حصے میں لے گیا جہاں دن کے وقت بھی
کی روشنی مشکل سے آتی تھی۔ اس نے وہاں کی نم زمین سے کچھ مٹی کریدی اور اسے اپنے
اور پیروں پر مل لیا، اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کی تقلید کروں، میں نے کوئی پس و پیش
یا۔ ہم دونوں ایک درخت کے سہارے اکڑوں بیٹھ گئے۔ درختوں میں پتھر کی چند مورتیاں
تھا۔ گورے نے زور زور سے ایک عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے لیے اگلے لمحے تجسس کے

تھے میں بھی گورے کے الفاظ بمشکل دُہرانے لگا۔ اس نے سیال مادہ پیالے سے نکال کر مٹ جلانا شروع کر دیا۔ مادے کی بو اتنی شدید اور اتنی گندی تھی کہ میرا دماغ پھٹنے لگا پھر اطراف ایسی ہوا سرسرانے لگی جس میں کسی ذی ہوش کا سانس لینا مشکل تھا۔ گورے پر وحشت سی طا وہ زور زور سے اپنا عمل پڑھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگل جیسے جاگ سا گیا چرندو پرندے شور کے باعث مجھے اپنے قریب بیٹھے ہوئے گورے کی آواز بھی صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔ کے اور قریب ہو گیا۔ سیاہ مادہ جل رہا تھا اور اس کی بو نے شاید سارا جنگل اپنی لپیٹ میں۔ گورے نے میرے ہاتھ میں مشعل تھما دی اور اپنا ایک ہاتھ مادہ جلانے میں مصروف رکھا۔ ہاتھ سے اس نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی لمبی ہڈیوں کی ایک مالا اتاری اور اس کی نوکوں کریدنے لگا، ہڈیوں کی نوک کا زمین پر لگنا تھا کہ بہت سی کربناک چیخیں ایک ساتھ بلند ہوئ فاغ بونے قد کے دو بہت عجیب الخلقت جانور ہم سے کچھ فاصلے پر نمودار ہوئے۔ میں مشعل روشنی میں ان کی ساخت کا فوراً اندازہ نہیں کر سکا۔ میں نے تاریک براعظم کے کسی علاقے ے پہلے ایسے جانور نہیں دیکھے تھے۔ ان کا چہرہ کسی انسان سے مشابہہ تھا لیکن ان کے پیر جا طرح تھے۔ یوں کہیے کہ وہ ایک نئی ساخت کے لنگور تھے۔ ان کے جسم میں ایک روشنی تھی۔ جس سے کرنیں پھوٹتی ہوں۔ وہ ان کی دو آنکھوں بلکہ چار آنکھوں میں تھی۔ وہ آتے ہی زمیر لگے۔

وہ ناقابل برداشت تعفن، ان کی چیخیں اور ان کی آنکھوں کی مقناطیسی چمک دیکھ کر ٹھہر گئے۔ میری اس کوتاہی کی دیر تھی کہ ان میں سے ایک جانور تیزی کے ساتھ مجھ پر جھپٹا ایک ہی جست میں لہولہان کر گیا۔ میں اکڑوں بیٹھا تھا اور مشعل میرے ہاتھ میں تھی اس توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ گورے نے غصے میں میرے ہاتھ سے مشعل چھین لی۔ میں نے د اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اُسے جھٹکنا چاہا لیکن میرا قیاس غلط نکلا۔ وہ کسی چیتے سے کم نہیں تھا۔ دوسری جست میں وہ میرے سر کے بہت سے بال اڑا لے گیا نے بے بس نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن اپنا عمل نہیں چھوڑا۔

دوسرا جانور ابھی زمین پر لوٹ رہا اور چیخ رہا تھا مجھ پر یہ توانا جانور پے در پے حملے کر نے میرے سینے پر حملہ کر کے میرے تحائف نوچنے کی بھی کوشش کی۔ اس عرصے میں گو آخری دردناک چیخ کے ساتھ دوسرے جانور کا کام تمام کر چکا تھا پھر وہ میری طرف مڑا اور عمل تیز کر دیا، گورے کے میری طرف متوجہ ہوتے ہی جانور مجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ میر مختلف حصوں پر اس کے پنجوں کے نشانات سے خون بہہ رہا تھا، مجھے سنبھلنے کا ایک ذرا سا

شدید غضب کے عالم میں آندھی کی طرح اس کی جانب جھپٹا۔ گورے نے حلق سے چیخ مار کر کنا چاہا لیکن میں نے کوئی دھیان نہیں دیا، میں اس وقت گورے سے بھی اُلجھ سکتا تھا۔ اپنے ہاتھ اس کے گرد پھیلا کر میں نے زمین پر خود کو اس طرح گرایا کہ اس کا جسم میرے جسم سے گیا پھر اپنے تحائف پشت کی طرف ڈال کر میں نے اُسے کوئی پہلو بدلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ رہ گیا اور میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچ دیں۔ اس کی بھیانک چیخ جنگل لرز اٹھا اور ایک ساتھ بہت سی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں۔ جیسے جنگل میں کوئی رن د۔ گورے نے ان دونوں جانوروں کو اٹھا کر یکے بعد دیگرے نہایت صفائی سے ان کی آنکھیں ں اور ان کا مغز چیر کر کچھ خود کھایا، کچھ مجھے کھلایا۔ مشعل کبھی میرے ہاتھ میں آجاتی تھی کبھی اس ھ میں۔ سیال مادہ جل چکا تھا اور تعفن میں کمی آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ چاقو کی طرح جانوروں چیر رہے تھے پھر اس نے وہ آنکھیں میرے حوالے کر کے ان دونوں کے جسم تو ان کی ہڈیوں کی کھودی ہوئی زمین میں دبا دیے اور میرا ہاتھ پکڑ کر غیر معمولی رفتار سے جنگل میں بھاگنے لگا۔ ی رات میں جنگل میں چلنا اور بھاگنا گورے کے لئے کوئی نیا کام معلوم نہیں ہوتا تھا۔ میری بھی سامنے کی رکاوٹیں صاف دیکھ رہی تھیں اور میرے قدم ان سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔ پیچھے جانوروں کا ایک شور برپا تھا۔ گورے جنگل سے بے تحاشا نکل کر سیدھا ساحل کی طرف اس نے میرے ہاتھوں سے چاروں آنکھیں لے کر انہیں ٹٹولا۔ ان مردہ آنکھوں میں ابھی تک ل۔ دو آنکھیں اپنے پاس رکھ کر دو اس نے سمندر میں پھینک دیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس ینان کا ایک لمبا سانس لیا اور ایک چٹان کے سہارے بیٹھ گیا۔

رد ہوا اس کے جسم کو لگی تو اس نے آنکھیں موند لیں۔ میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر ں کی یہی حالت رہی پھر وہ اٹھا اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”تیسری بار بھی گورے نے رکیا ہے۔“

میں خاموش رہا۔ وہ خود بخود بولا۔ ”میں نے اپنے جزیرے کے پانیوں میں نگرانی کے لئے ہربکا کی آنکھیں چھوڑ دی ہیں ابھی ہمیں وقت کی ضرورت ہے کیونکہ ابھی ہمیں بہت سے کام ہیں۔ میں ایسی آنکھیں دُور دُور تک سمندر میں پھیلا دوں گا۔ ہربکا کو دیوتاؤں کی سعادت ہے۔ اسے قابو میں کرنے کے لئے پتھر کے ہاتھ درکار ہوتے ہیں۔“

”معزز گورے، کیا تم وضاحت نہیں کرو گے؟“

”تم میرے ایک لائق شاگرد ہو۔“ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ ”جارا کا کی مقدس روح تم پر نگاہ تم آج اس کے عتاب سے بچ گئے اب تک میرے دو اڑھائی سو ساتھی مجھے مایوس کر چکے ہیں۔

صرف دو آدمیوں نے حوصلہ برقرار رکھا۔ ہربیکا میں دیوتاؤں کی قوت ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں پشت پر بھی دیکھ لیتی ہیں۔ ہربیکا کا پتہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ میں ہمیشہ ان کی جستجو میں ہوں۔ اس بار انہیں قابو میں کرنے کے لئے میں نے تمہیں منتخب کیا تھا۔ تم نے حوصلہ ہار کر بھی برقرار رکھا۔ تم نے ایسی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انگروما میں کوئی شخص آج تک یہ جرات نہیں پہلے کچھ نہ بتانے کی یہی وجہ تھی کہ کہیں تم ہربیکا سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ۔ گورمے کے سوا چ برگزیدہ لوگ یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔"

"مگر یہ آنکھیں اور اس کا مغز؟"

"یہ آنکھیں۔" اس نے انہیں چومتے ہوئے کہا" یہ آنکھیں انگروما کے قریب آنے وال دور سے تاک لیتی ہیں۔ میں نے ان جوڑوں میں سے ایک سمندر کے سپرد کر دی ہے۔ ایک میرے طلسم کدے کی زینت بنے گی اور جب سمندر میں کوئی خطرہ ہوگا کوئی ہماری طرف آرہا ہو روشن ہو جائے گی اور اس کے عدسے میں ہم اپنے دشمنوں، دوستوں کو پہچان لیں گے۔" اس نے گہرا سانس لیا۔ اور وہ مغز جو تم نے ابھی کھایا ہے، وہ طاقتوں کا ایک خزانہ ہے تم جلد ہی محسوس کر کہ تم نے کیسی بلندی حاصل کر لی ہے۔"

گورمے ان آنکھوں سے بچوں کی طرح کھیل رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت خوش تھا جیسے قا خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ اس نے بستی میں جانے سے پہلے دو مجسموں کو بیدار کیا۔ دو لڑکیاں ہمارے ساتھ ہو گئیں۔ گورمے وفورِ مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔ آگے جا کر وہ مجھ سے ہو گیا اور میں ایک درخت کے نیچے اپنی ساتھی کے ساتھ دراز ہو گیا۔ صبح ہوئی تو وہ لڑکی غائب میرے گرد ایک ہجوم جمع تھا۔ میں نے ان کی آہٹیں سن کر حیرت زدگی سے آنکھیں کھول د خوشی سے ناچنے لگے۔ انہوں نے میرے پیر مضبوطی سے پکڑ کر مجھے اپنے ہاتھوں پر کھڑا کر لیا سب سے بلند ہو گیا۔ ان کا رخ جلسہ گاہ کی طرف تھا۔ گورمے بھی وہاں موجود تھا۔ اس کے ہا وہ دو آنکھیں تھیں۔ بستی کے لوگ ہمارا جسم چوم رہے تھے۔ گروٹا میرے اور گورمے کے بار رطب اللساں تھا۔

اس واقعے کے بعد انگروما میں میری عزت بڑھ گئی۔ میرا شمار عبادت گاہ کے صف اوّ لوگوں میں ہونے لگا۔ گورمے نے اسی پر بس نہیں کیا۔ اس نے مجھے پتھر میں تبدیل کرنے اور ا اصل حالت میں واپس لانے کا عمل بھی سکھا دیا۔ گو وہ عمل سیکھنے میں مجھے خاصے دن لگ گئے لیکن میرا یہ مشغلہ ہو گیا تھا کہ میں جب بھی یکسانی سے اکتاتا، پتھروں کو زندہ کرتا، ان سے گفتگو انہیں دوبارہ ان کی اصلی حالت میں واپس کر دیتا۔ پتھروں میں جو لوگ محفوظ تھے ان میں سے بلا

میں یکتا تھے لیکن بدقسمتی سے مشروب حیات کی نعمت سے محروم رہ جانے کے سبب وہ لوگ یدہ لوگوں میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ ان میں سے بیشتر لوگ وہ تھے جو انگروما میں اقابلا کے تحریک کو دل سے قبول کر چکے تھے۔ میں اُسے نہیں بھولا تھا لیکن میں اب اس کے خلاف اٹھنے آوازوں پر برگشتہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ سال میں ایک بار جارا کاکا کے مقدس دن پر وہ تمام مجسموں کو تے تھے۔ اس دن ان کے ہاں جشن لوریما کی طرح ایک بڑا جشن منعقد ہوتا تھا۔ جس کے خاتمے بعد وہ پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے اور مجسموں میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ میری طاقتیں، اسرار سمجھنے صلاحیتیں اتنی بڑھیں کہ اشاروں میں گروٹا یا گورمے، نیشا اور دوسرے لوگوں کو اپنے احساسات کر سکتا تھا۔ میں مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتا تھا، ان کی تفصیل بتانے سے میں گریز رہا ہوں۔

دو سال کے صبح و شام گزر گئے۔ دو سال میں اُنہوں نے مجھے جوان رکھا، پہلے سے زیادہ تر و شاداب، میرا رنگ نکھر گیا تھا اور میں ان سب میں ممتاز نظر آتا تھا۔ گورمے اپنے ساتھیوں کے مجھے پیش کرتا۔ نیشا گورمے کے مقابلے میں اب مجھ سے زیادہ قریب تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ نیشا لئے جزیرے کے دوسرے سربرآوردہ لوگوں نے درخواست کی۔ میرا جی چاہا کہ انہیں منع کر دوں اس طرح انگروما کی پُرسکون فضا میں ہلچل پیدا ہو جاتی۔ میں نے دل پر جبر کر کے نیشا کو ان کی ش کے مطابق ان کے پاس بھیج دیا۔ دو سال گزر گئے تھے۔ ان کی جڑی بوٹیوں اور جادو ٹونے یہ کمال تھا کہ آدمی ناقابل یقین حد تک طویل عمر پاتا تھا اور اس کی جوانی برسوں قائم رہتی تھی۔ یہ چ کر میرا دم گھٹتا تھا کہ جب میں عمر کے انحطاط کے دور میں داخل ہوں گا تو وہ مجھے بھی ایک مجسمے کی رت میں بدل دیں گے اور پھر یہ ان کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ مجھے کب جگائیں۔

اور پھر یہاں تک ہوا کہ مجھے گورمے کے طلسم خانے میں اجازت کے بغیر اندر جانے کی رت مل گئی۔ میں وہاں بیٹھا مختلف چیزوں سے شعبدے کرتا رہتا۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ مجھے رہ توری کا حال بھی جاننا چاہیے۔ سرنگا، سریتا کیسے ہیں؟ لیکن پھر مجھے یہ خیال دماغ سے جھٹکنا پڑا نکہ اب میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ کر اذیت میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ رمے کے پاس ہربیکا کی آٹھ آنکھیں تھیں جو اس نے پتھر کے ایک صندوق میں اس طرح محفوظ کر رکھی تھیں کہ باہر سے صرف ان کے عدسے نظر آتے تھے۔

میں نے انگروما میں اپنے پُراسرار واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ہے، ورنہ میری طاقتیں رنے کے مراحل کی روداد خاصی طویل ہے اور غلیظ اعمال اور نفرت انگیز شب و روز پر مشتمل ہے، رمے بظاہر بڑا علیم الطبع اور شریف النفس نظر آتا تھا مگر جب وہ اندھیری راتوں اور ویران علاقوں

میں بیٹھ کر جادوئی کاموں میں مصروف ہوتا تھا تو اس کی آنکھوں میں شیطنت رقص کرنے لگتی تھی اتنا کھردرا اور کریہہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کے کئی گوشوں میں اس کے لئے نفرت بیٹھ گئی مجھے ا کی مسلسل صحبت اور رفاقت سے استفادے کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی کا اسے چھوڑ کر انگرو ما دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا۔ گورے کو مجھ پر اعتماد تھا۔ میں اس کے لئے ایک بے ضرر شخص گورے کے بغیر بلند مرتبت لوگوں میں تنہا میری ذات کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی، نیشا نے مجھے بتا دیا تھا کہ میں گورے سے روحوں کو اپنے احکام کا تابع بنانے کا عمل ضرور سیکھوں، گورے نے مجھ اس کا ذکر کبھی نہیں کیا تھا۔ ایک دن وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر د لفظوں میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ میری خواہش سن کر بے تحاشا ہنسنے ل گا۔ اس پر ہنسی کا طوفانی دورہ پڑ گیا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ د ہے؟“

”نہیں نہیں۔ نیشا نے تم سے اس کا تذکرہ کیا ہوگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”جابر بن یوسف تم معاملے میں ایک مستعد اور حوصلہ مند شخص ثابت ہوئے ہو لیکن جس خواہش کا تم اظہار کر رہے ہو، تمہارے لیے فی الحال موزوں نہیں ہے۔“

”کیوں؟ کیا میں نے تمہیں کبھی مایوس کیا ہے۔“

”نہیں۔ مگر روحوں کا معاملہ دوسرا ہے ایک نہیں، لاتعداد روحیں ہیں، جنہیں دیکھ کر تم اوسان بیٹھو گے، روحوں کے غار میں تم تنہا ایک لمحے بھی نہیں ٹک سکتے۔ وہ ہر نئے آدمی کے لئے قہر گورے کے علاوہ انگرو ما کے چند ہی آدمیوں نے انہیں قابو میں کیا ہے۔ نہ جانے، وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”نہ جانے کب وہ آسمانوں کی طرف جاتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں یہ ایک شجیع شخص کی توہین ہے۔“ میں نے ناراض ہو کر کہا۔ ”اگر تم میرا ا آزمانا چاہتے ہو تو چلو، مجھے وہاں لے چلو۔“

میرے اصرار کے باوجود گورے راضی نہیں ہوا۔ میرا تجسس اس قدر بڑھا کہ میں نے اس دہی سے گورے کو اعتماد میں لینے کی کوششیں شروع کر دیں، آخر کئی دنوں بعد میرے پیہم اصرار گورے کسی قدر آمادہ ہوتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ آخر میری خدمتوں کا اثر ہوا۔ گورے نے بددلی کے ساتھ ایک رات مجھے بستر سے اُٹھایا انگرو ما کے ایک ایسے مقام پر لے گیا جو ابھی تک میری نظروں سے دور رہا تھا۔ میں کاہوکی روح پہلے ہی شناسائی پیدا کر چکا تھا۔ کاہوکئی موقعوں پر میرے کام بھی آیا تھا، مجھے اس بات کا گمان نہیں تھا کہ وہ جگہ، وہ غار اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ مجھ جیسے توانا شخص کے اعصاب بھی جواب د

یں گے۔ گورے نے ایک جگہ پہنچ کر اپنی چھڑی ایک چٹان پر ٹکا دی، چھڑی پر کوئی شبیہہ بنی ہوئی اس وقت گورے بہت خاموش تھا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دیو قامت چٹان اپنی جگہ سے ے جائے گی، اندر گہرا اندھیرا طاری تھا۔ گورے نے سوراخ پر کوئی سحر پڑھ کر پھونکا۔ پھر اس نے پنے گلے سے جارا کا کی کھوپڑی اتار کر غار کے راستے میں رکھ دی۔ اس نے میری کلائی پکڑی اور جارا کا کا کی کھوپڑی سے اپنے قدم بچاتے ہوئے تاریک غار میں داخل ہو گئے۔ غار میں داخل تے ہی میری ناک میں سیلن کا ایک ناخوشگوار جھونکا آیا۔ میرا دل بے قابو ہونے لگا ہم اس مکدر کر نے والی فضا اور حبس زدہ راستے میں آگے چلے۔ آگے بڑھنا، چلنا میرے لیے دشوار ہو گیا۔ مجھے متلی ہونے لگی، گورے کا ہاتھ میری کلائی پر تھا۔ میں پچھتانے لگا کہ میں نے یہاں آ کر زبردست غلطی ہے، ہم راستہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، میں گورے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف اس کی یں سن رہا تھا۔ میں نے بمشکل تمام اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن میرے قدم لڑانے لگے۔ مجھے کھانسی اُٹھنے لگی۔ گورے نے اپنی رفتار تیز کر دی، خاصی دور اندر جا کر گورے کی عمل سے ایک اور دروازہ کھلا اور ہلکی سی روشنی میں پتھروں کے بنے ہوئے شکستہ کھنڈر نظر آئے۔ نڈروں کے چاروں طرف سفید دھوئیں کے مرغولے تیر رہے تھے، گورے دروازے کے قریب ٹھہر یا اور اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری حالت ناگفتہ بہ تھی، یہ جہنم کا کوئی منظر تھا۔ یہاں کے درو ار سے وحشت برستی تھی، گورے نے ایک کنکری اُٹھا کر پھینک دی اور پھر یہ اس کے کسی جادوئی عمل اثر تھا کہ مجھے آناً فاناً وہاں ننگ دھڑنگ سیاہ فام انسانوں کے بے شمار چہرے نظر آئے ان کے جسم طرب تھے۔ وہ سب سراسیمہ نظروں سے گورے کو دیکھ کر اس کے سامنے جھک گئے لیکن جب ان نے میری طرف نگاہ کی تو ان کی آنکھوں میں خوں خواری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ گورے یہ فیت بھانپ گیا تھا۔ میرا سانس اکھڑ رہا تھا اور مجھ پر زندگی میں پہلی بار ایسی دہشت طاری ہوئی تھی مجھے خود اپنے آپ پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میرے سامنے وہ محروم و مجبور روحیں تھیں جو اپنے جسموں قید سے آزاد ہو کر بھی بے بس تھیں، کیا کوئی اس پر یقین کر سکتا تھا؟ روحیں جسم کا وہ لطف جو ہر جس لئے مہذب دنیا کے فاضل محققین ایک عرصے سے تحقیق کر رہے ہیں، وہ مُردہ لوگ اپنے مان کے مان کے ساتھ ہمارے سامنے، ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر تھے، یہ ایک الم ناک اور وحشت ک مظاہرہ تھا۔ ان میں طرح طرح کے لوگ تھے۔ بہت قدیم زمانے کے بھی اور تاریک براعظم موجودہ عہد کے بھی، انہوں نے شاید میری موجودگی پسند نہیں کی تھی، وہ خرخراہٹ، غرغراہٹ، وہ بڑی جوان کے حلق سے خارج ہو رہی تھیں، مجھے لرزہ براندام کیے دے رہی تھیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا جیسے یہ سب لوگ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ میں نے اپنی ساری توانائیاں خود کو سنبھالنے

میں صرف کر دیں، لیکن جب میں ان کے چہرے ان کی آنکھیں دیکھتا تو مجھ پر رعشہ سا طاری ہو جاتا۔ گورے میری کیفیت سے بے خبر سا تھا، وہ اطمینان سے انہیں مخاطب کر رہا تھا۔ ''اے شریف روحو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری یک سوئی میں مخل ہوا۔ تمہارے لیے زمان و مکان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دیوتاؤں کو راضی کرو کہ وہ تمہاری قید و بند کا یہ اذیت ناک سلسلہ ختم کر دیں، تم آسمانوں میں چلی جاؤ اور ہمیں کامرانی سے سرفراز کرو۔''

''یہ روحیں، جابر بن یوسف!'' گورے مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''یہ شریف روحیں ہماری رفیق ہیں، انہیں ہم نے تربیت دی ہے اور ہمارے کئی برگزیدہ لوگ انہیں یہاں روکنے کی کوششوں کے دوران ہم سے جُدا ہو گئے ہیں، وہ بھی یہیں ہیں، انہیں روحوں کے درمیان یہ سب ہمارے کام آئیں گی۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جابر بن یوسف اگر تم ہماری خواہش پر عمل نہ کرتے تو ہم تمہیں بھی اس مجلس میں قید کر دیتے۔'' اس کے آخری جملے سے میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے علاقے کے کئی بزرگ آبادی سے رُوپوش ہو کر الگ تھلگ چٹانوں میں بیٹھ کر جارا کاکا کی خوشنودی میں منہمک ہیں، انہوں نے دنیا ترک کر دی ہے، ان کا مقصد صرف ایک ہے۔ اقابلا کا زوال۔ مگر۔ مگر تم تو کانپ رہے ہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''گورے'' میں نے وحشت سے کہا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اپنا خوف تسلیم کر لیا۔ ''گورے اس وقت مجھے یہاں سے لے چلو، یہاں موت نظر آتی ہے، شاید روحوں کے متعلق میرے ماضی کے خوف مجھ پر غالب ہیں، میں خود کو اس ماحول سے مانوس محسوس نہیں کر رہا ہوں۔''

''کیا۔ کیا تم خوف زدہ ہو جابر؟'' گورے نے محبت سے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''لیکن میرا دم گھٹ رہا ہے۔''

''اوہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے، میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم وقت سے پہلے اصرار کر رہے ہو؟ بہرحال اب تمہیں خود کو ان کی صحبت کا عادی بنانا ہوگا اور انہیں اپنی خواہش کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کرنا ہوگا۔'' گورے حکیمہ انداز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف جیسے شخص سے میں اس بزدلی اور دُوں ہمتی کی توقع نہیں رکھتا۔''

''گورے، میرا سانس گھٹ رہا ہے، وہ دیکھو، وہ میری طرف بڑھ رہے ہیں، ان کی آنکھوں میں میرے لیے تمسخر ہے، ہاں واقعی میں وقت سے پہلے آ گیا ہوں، دیوتاؤں کے لئے مجھ یہاں سے نکالو۔'' میں نے اس کی منت کی۔ ''گورے مجھے یہاں سے لے چلو۔''

''نہیں۔'' گورے سختی سے بولا۔ ''نہیں تم مجھے مایوس کر رہے ہو، میں تمہیں ان کے پاس چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔'' گورے کے لہجے میں جھنجلاہٹ اور خفگی تھی۔

''معزز گورے، مجھے زیادہ باتیں کرنے میں دشواری ہو رہی ہے میں تم سے رحم کا طالب ں۔''

''نہیں۔'' گورے دروازے کی طرف مڑا اور چشم زدن میں اس کے پار ہو گیا۔ میں نے بھی ں کے پیچھے بھاگنا چاہا مگر مجھے دروازہ بند ملا۔ میں نے اس سے سر مارے اور اپنی زائل ہوتی ہوئی انائی صرف کر دی۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ خون جسم میں کہیں ٹھہر گیا تھا۔ میں نے مڑ کر یکھا۔ وہ میرے اور قریب آ گئے تھے، ان کے بے ہنگم قہقہے میرے دل میں نشتر بن کر چبھ رہے تھے ں دروازے سے چپک گیا۔ وہ مردہ لوگ مجھ سے ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے۔ اب تک میں نے رف کاہو کی نرم دل روح کو دیکھا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان کے چہرے اتنے غضب ناک اور ان ے قہقہے اتنے عذاب ناک ہوتے ہیں، وہ بے نور آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ بے نور چہرے میرا انداق ار رہے تھے، میں مرے ہوئے لوگوں کے اس اژدہام میں تنہا کھڑا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ میں جابر ن یوسف ہوں، میں اس وقت ایک بچہ تھا جو ایک خوفناک خواب دیکھ رہا ہو، گورے شاید اپنی سحر کار توں سے میرے اعصاب شل کر گیا تھا۔ میں سہما ہوا دیوار کے سہارے کھڑا رہا اور ان کے سفید نتوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہ اضطراز یہ ہیجان میں اپنی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ ف اور دہشت سے خود بخود میرے ہاتھ اپنے گلے پر دوڑنے لگے۔ پھر یکا یک مجھے ایسا معلوم ہوا ے میں تنہا نہیں ہوں، بلکہ باگمان کے کاہن کا عطا کردہ اژدہا میرے پاس ہے، شپالی ہے، سموزال ن مالا ہے اس غیر اختیاری حرکت سے میرے جسم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ں حبس خانے میں سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

مجھے اس ہیجان و اضطراب میں اپنے تحائف آزمانے کا خیال ہی نہیں آیا تھا، اب انہیں چھونے ے بعد مجھے اپنے وجود کا احساس ہو رہا تھا، مجھے خود پر شرم آنے لگی۔ ڈبی کے سینگ میرے سینے میں بھنے لگے۔ میں نے بیک وقت وہ تمام تحائف رگڑے اور ان سے مدد لینے کے مخلف عمل پڑھنے روع کر دیئے۔ میں نے شپالی گلے سے اُتار کر ایک پھرکی طرح گھمائی، شپالی سے ایک تیز قسم کی عاع نکلی، وہ بے قرار، درماندہ روحیں، کچھ پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کی مراجعت سے مجھے اپنے جسم میں بارہ جان آتی محسوس ہوتی ہیں۔ میں نے شپالی مختلف زاویوں سے رکھی اور اشالا کی ہدایتوں کے طابق اسے ان کی طرف اُچھال کر انہیں اور پیچھے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ روحیں میرے سامنے ری اور بین کرتی ہوئی سمٹنے لگیں۔ رفتہ رفتہ مجھے وہاں دھواں نظر آنے لگا۔ کثیف، سفید رنگ کا ںواں، مرغولے اور کھنڈر۔ ایک وحشت، میں نے انہیں دُور تو کر دیا تھا لیکن اب غار سے باہر نکلنا وئی آسان مرحلہ نہیں تھا۔ غار سے باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ پتھر کی وہ دیوار اتنی سخت

تھی کہ میں اسے ایک انچ بھی جنبش نہ دے سکا۔ روحوں کے غائب ہو جانے کے بعد میں نے چن
توقف کیا اور آنکھیں موند لیں، ان چند لمحوں میں میرے ذہن نے تیز رفتاری سے سوچنا شروع کر
پھر میری آنکھیں کھل گئیں، میرے ہاتھ سموراں کی مالا پر تھے، اژدہے کا چوبی ڈھانچا اپنی اصل
میں واپس آ گیا تھا۔ اپنی تمام چیزیں زندہ، روشن اور متحرک دیکھ کر میرے اندر غرور کا جذبہ اُبھرا
یاد آیا کہ میں نے ہربیکا کا مغز بھی کھایا ہے میں نے لوکا سا جیسے دیو کو شکست دی ہے، میرے
لوہے کے ہیں، اور میرا دل پتھر کا ہے، یہ جارا کا کا کی کھوپڑی برکتوں اور طاقتوں کی امین ہے، میر
توانا ہاتھوں کے سامنے یہ پتھر کیا ہے؟ یہ تو ایک پتھر ہے، گورمے بھی ابھی اسی سے گزر کر گیا ہے۔
نے اپنے تمام تحائف دیوار سے مس کیے اور ڈگبی کے سینگوں سے پتھر پر ضرب لگائی۔ پتھر کی دیوار
سی ضرب سے کھسکنے لگی۔ میں نے اژدہا اس کے اُوپر چھوڑ دیا۔ اژدہے کا دیوار پر رینگنا تھا کہ دیوار
ہوگئی اور غار کا بیرو[illegible]ستہ صاف نظر آنے لگا۔ بجلی کے طرح میں نے غار کے دہانے کی طرف بھ
شروع کر دیا۔ مجھے ا[illegible]زہ تھا کہ راستہ تنگ اور تاریک ہے لیکن میں لڑھکتا اور سنبھلتا ہوا آخر دہانے
پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ پتھر کا وہ بڑا تودہ ہٹانے میں بھی میں نے اپنے ان تمام تحائف سے
اور فاتحانہ انداز سے باہر آ گیا۔

جب میں باہر نکلا تو غار کا پتھر اپنی جگہ ٹک گیا اور میں نے دیکھا کہ گورمے وہاں کھڑا ہوا ہے۔

☆============☆============☆

میری ندامت کے باوجود گورمے نے دوبارہ میری پست ہمتی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ ایک ایسا چ
کہ اب میں کسی اقدام کے بارے، میں کوئی پہل کرتے ہوئے ڈرنے لگا۔ جہاں گورمے چاہتا،
لے جاتا۔ اصولاً اس پر ہیبت غار میں بیٹھ کر مجھے روحیں تابع کرنے کا عمل سیکھنا چاہیے تھا لیکن میں
پھر کبھی گورمے سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ جزیرہ انگردما میں، جہاں تک میری شہرت
شجاعت کا تعلق تھا، لوگ میرا نام عزت و احترام سے لیتے تھے، لیکن اس واقعے کے بعد میرا دل
اُداس سا ہو گیا تھا۔ میں گورمے کو چھوڑ کر اکثر ساحل کا رُخ کرتا مگر سمندر کی لہریں مجھے اور بے چین
دیتیں۔ نیشا اور تازہ دم دوشیزاؤں نے میری اُداسی دُور کرنے میں اپنے بدنوں کو عجب عجب لوچ د
وہ سمندر تک آ جاتیں اور لب ساحل پُرشور لہروں کی موسیقی میں ان کے بدن لہروں کی طرح بل کھا
، میں کبھی ان کے ساتھ دُور تک نکل جاتا کبھی ہم یوں ہی اُداس بیٹھے لہریں گنتے رہتے، پھر گورمے
مجھے مصروف رکھنا شروع کر دیا۔

اڑھائی سال کی طویل مدت کے بعد ایک روز میں گھنے جنگل میں بیٹھا ہربیکا کو تلاش کر ر
کہ مجھے اپنے قریب سَرسَراہٹ سی محسوس ہوئی میں نے پلٹ کر اِدھر اُدھر دیکھا تو مجھے وہاں کوئی

ہیں آیا۔ میں اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہو گیا۔ سَرسَراہٹ اور قریب محسوس ہوئی۔ گورمے
میرے جنگل میں مجھ سے کچھ دُور موجود تھا۔ میں ہکا بکا اپنے اردگرد آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر
م اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ میرے قدم جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ سرنگا
عظیم اور پُراسرار دیوی میرے سامنے اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود تھی، کیا یہ کوئی فریب
ہے؟ میں نے اپنا سر جھٹک کر دوبارہ اسے دیکھا' وہ وہی تھی۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میرے
سے بے اختیار نکلا۔ ''تم؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے شمال کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنا
م چھوڑ کر تیزی سے اسی سمت رخ کیا۔ دیوی میرے آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل
تھا۔ مجھ پر شادی پر مرگ کے جذبات کا غلبہ تھا پاؤں زمین پر رکھتا کہیں تھا' پڑتے کہیں تھے۔ گویا
ری نجات کا دن آ گیا تھا۔ سرنگا نے اُسے مجھے آزاد کرانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا
وہ مجھے کہاں سے لے جا رہی ہے، میں کس طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو
گورمے کے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔ دیوی ایک شان کے ساتھ مکان میں داخل ہو گئی۔ میں بھی
ا گورمے کے طلسم کدے میں داخل ہو گیا اور میں نے آٹھ آنکھوں والا پتھر اپنے قبضے میں کر لیا اور
ں نے اس روشن آگ میں جو طلسم کدے میں ہمیشہ جلتی رہتی تھی، گورمے کے تمام طلسمی اسلحہ ڈالنے
روع کر دیئے۔ ذرا سی دیر میں وہ پورا طلسم خانہ جہنم کی آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ مختلف قسم کے
نوروں کی چیخوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ پھر میں اس تپش سے جلد از جلد باہر نکل آیا۔ مکان کے
ر آ کر میں نے دیکھا کہ گورمے بستی کے باہر تمام سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ کسی پُراسرار عمل میں
روف ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے
ری ٹانگیں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں، میرا یہ اذیت دہ اور ہول ناک احساس حقیقت پر مبنی تھا
ونکہ میرا نچلا دھڑ پتھر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں نے بے بسی سے دیوی کی طرف دیکھا۔ دیوی
شاید صرف مجھے نظر آ رہی تھی۔

☆============☆============☆

تو کیا میں پتھر میں تبدیل ہو جاؤں گا؟

جزیرہ انگردما کے سربرآوردہ عالم آسمانی عبادت میں مصروف تھے۔

تیزی کے ساتھ ان کے ہجوم میں اضافہ ہوتا گیا۔ پہلی صف، پھر دوسری اور بے شمار صفیں اور ان
ؤں کے پیچھے چاروں طرف سے دیوانہ وار چیخیں مارتے ہوئے لوگ بے ہنگم رقص کرتے ہوئے
ٹھے ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زمین سیاہ فام ننگ دھڑنگ آدمی اُبل رہی ہو، اتنی جلدی یہ
ے ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے جیسے سیلاب بڑھتا ہے اور جنگل میں آگ لگتی ہے۔ ان کی وحشت ناک

چیخوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ایسے بھیانک شور میں ایک تیز سُریلی آواز اوران کی آوازوں پر چھا گئی۔ ان کی دیوانگی میں اور شدت پیدا ہوگئی اور وہ تن دہی سے اپنی میں مصروف ہوگئے۔ ان سب کے چہرے میری طرف تھے اوران کے عریاں جسموں کا ہر حصہ تھا۔ میری پشت پر گورے کے طلسم خانے میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا دھواں اتنی دُور تک تھا کہ جزیرہ انگروما پر سیاہ بادل چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گورے کا یہ طلسم خانہ اس کی کی ریاضت کا ثمر تھا۔ میں نے ایک ہی حملے میں اس کے سارے طلسمی ہتھیار جلا کر گورے کو نہ تھا۔ مقدس ہربیکا کی پُراسرار آنکھیں میرے پاس تھیں، اب وہ سمندروں میں انگروما کی طرف والے دوست اور دشمنوں کو دیکھنے سے قاصر تھا............ جزیرہ انگروما میں چار بار مقدس ہربیکا کے اس کی آنکھیں حاصل کی گئی تھیں جن میں سے آٹھ آنکھیں سمندر میں پھیلا دی گئی تھیں آنکھوں پر میں نے قبضہ کرلیا تھا۔

میں کوئی حرکت نہیں کرسکتا تھا صرف چند لمحوں میں وہ مجھے لامحدود زمانے کے لئے تبدیل کرنے والے تھے۔ میرا ہر احساس فنا ہونے والا تھا۔ میرا یہ دل جس نے بڑے بڑے میں حوصلہ برقرار رکھا تھا۔ اب اس کی دھڑکن معدوم ہونے والی تھی یہ آنکھیں جو بار بار اندھیرے دیکھنے کی عادی ہوگئی تھیں۔ اب بے نور ہونے والی تھیں۔ یہ سیماب صفت جسم تندرست توانا جسم پتھر کے کسی حسین شاہکار میں تبدیل ہوجائے گا۔ وہ جب تک چاہیں گے مجھے نیند میں گم رکھیں گے۔ سرنگا کی دیوی نے اچانک انگروما کے پُرسکون علاقے میں آکر مجھے اس پہنچا دیا تھا۔ میں غروب ہورہا تھا۔

اور میں نے سوچا، ایسے اذیت ناک لمحوں میں کوئی کیا سوچ سکتا ہے؟ مجھے احساس ہوا نے یہ اپنی زندگی کی سب سے آخری غلطی کی ہے، اب اس خمیازہ مجھے نہ جانے کتنی صدیوں تک پڑے گا۔ جزیرہ توری با گمان، زارشی، انگروما کا یہ معزز اور بہادر شخص، جس نے بڑے اعزازات حاصل کیے وہ جس نے ہر جگہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ایک ذراسی عجلت میں ما جب تاریک براعظم کی جلیل الشان ملکہ اقابلا باغیوں کی اس سرزمین کو نیست ونابود کرنے میں رہی تھی تو سرنگا کی دیوی ان کی سرشوریوں کی کہاں تاب لاسکتی ہے؟ میں نے انہیں دھوکا د میں نے خود ان آنکھوں سے ان کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا۔ میں عرصے سے اس جزیرے میں اور گورے جیسے پُراسرار شخص کے ساتھ رہا تھا۔ سرنگا کی دیوی جزیرہ توری میں سرنگا کو کوئی اعلیٰ نہیں دلا سکتی تھی، یہ مجھے انگروما کے پھیلے ہوئے طلسمی جال سے کیسے نجات دلائے گی؟ انگرو نجات ناممکن تھی۔ یہاں لوگوں نے صرف آنا سیکھا تھا، انہوں نے اپنی عظمت وفضیلت ا

ں سے تاریک براعظم میں ایک ایسی سلطنت قائم کی تھی جس سے جانے کا کوئی دروازہ نہیں تھا، احب اسرار باغیوں کا جلال وکمال دیکھ کر ہی میں نے بہت غور وفکر کے بعد ان میں ضم ہونے کا کیا تھا۔ ایک غیر محتاط جذباتی لمحے میں میری ساری گزشتہ جدوجہد رائیگاں ہوگئی۔ میں اب پتھر میں ل ہورہا تھا۔ انگروما کے بہت سے عام آدمیوں کی طرح، میں بے بسی سے دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ ی جو شاید صرف مجھے نظر آرہی تھی۔

ایک سُریلی شیریں آواز جزیرہ انگروما کے مشتعل اور بدحواس لوگوں کے شور اور عبادت پر ب آرہی تھی۔ یہ آواز دیوی کی اُس بانسری کی تھی جسے وہ اب نہایت سرمستی کے عالم میں بجا رہی ۔ انگروما کے عبادت گزار اشخاص کی عبادت میں بار بار رخنہ پڑ جاتا۔ انہوں نے اپنے کانوں پر رکھ لیے اور وحشت سے چہار اطراف دیکھنے لگے۔ بانسری بجاتے بجاتے دیوی میرے نزدیک ئی اوراس نے میرے جسم کے بالائی حصے پر اپنا نرم ونازک ہاتھ پھیرا۔ اُدھر گروٹا، گورے اور انگروما دوسرے لوگ صف اول میں کھڑے جاراکا کی کھوپڑی سامنے رکھ کر مجھے پتھر بنانے میں یاب نہیں ہورہے تھے، میرا جسم دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ہاتھ ابھی تک متحرک تھے اور میں نے تحائف سینے سے لگا رکھے تھے۔ شپالی بطور خاص میں نے اپنی مٹھی میں بند کرلی تھی۔ طلسم خانے آتش سے گوشت اور چربی جلنے کی بُو ساری فضا میں پھیل گئی تھی۔

جب وہ بالائے ناف مجھے منجمد کرنے میں ناکام رہے اور ان کے طلسمی اعمال کے باوجود ی کی پُرشورنے میں کوئی فرق نہ آیا تو وحشت کے عالم میں گروٹا نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ں کو کوئی اشارہ کیا۔ یہ اشارہ منتقل ہوتے ہوتے سب سے پچھلی صف تک پہنچ گیا اور دو نوجوان سیاہ ڑکیاں، جن کے بدن کسی اَدھ کھلے پھول کی طرف تر وتازہ تھا۔ گورے اور گروٹا کے آگے آگئیں۔ ا کے بلند ہاتھوں میں جاراکا کا علامتی نیولا تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ اس کے ہاتھ پر اُدھر مچل رہا تھا۔ گورے نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے ایک لمبے خنجر سے زمین میں ایک چھوٹا بنالیا۔ وہ زمین کو اس طرح کاٹ رہا تھا جیسے وہ کوئی پکا ہوا پھل ہو۔ گروٹا نے کٹی ہوئی زمین کے ے کی مٹی کا تودہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی طبق کے مانند اٹھالیا۔ اندر ایک چوکور گڑھا پیدا ۔ گڑھے میں گورے نے کوئی سفوف نما چیز ڈالی جس سے دھواں اٹھنے لگا۔ ان دونوں نے باہمی ے یہ عمل اتنی عجلت میں کیا کہ کوئی اور موقع ہوتا تو میں ان کے مشاقی اور ہنرمندی کی داد ضرور گروٹا نے گڑھے میں اُتر کر اپنا جسم کئی بار چھپایا اور باہر نکل کر دوبارہ گورے کے ساتھ کھڑا ۔ گڑھے کا دھواں تیز اور تیز ہوتا جا رہا تھا۔

گڑھے کے گرد دونوں نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کردیا تھا۔ ایسا رقص جو میں نے

تاریک براعظم کی سرزمین پر اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پیچھے ڈھول اور تاشوں کی ہیبت ناک آ
ادھر ان کا اعضا شکن رقص، رقص موت' ادھر بانسری کی آواز میں اور زور پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ م
پتھر، نیم جاں، امید و بیم کی کیفیت میں کھڑا کبھی دیوی کو دیکھتا کبھی میرے کانوں کے پردے ا
سے پھٹنے لگتے۔ میں کبھی ان وحشیوں کو دیکھتا جنھوں نے آج اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کی ٹھا
تھی۔ ان کی دو نوجوان گل بدن لڑکیاں گڑھے کے طلسمی دھوئیں کے مرغولوں میں اتنی تیزی او
سے تھرک رہی تھیں جیسے وہ ایک مشین ہوں جس کا بٹن دبا دیا گیا ہو۔

یکا یک گروٹا کے کاندھے پر بیٹھا ہوا نیولا جست لگا کر زمین پر کود گیا اور میرے گلے میں
ہوئے چوبی اژدہے کی طرف بڑھا۔ اس نے جھپٹ کر اژدہا میرے گلے سے چھیننا چاہا۔ م
اسے اور زور سے دبا لیا لیکن میرے اس اقدام پر نیولا بار بار میرے گلے کی طرف جھپٹنے لگا۔ قر
کہ میری گردن میں پڑے ہوئے تحائف ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتے کہ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑ
کر لی اور اسے ہاتھ میں لے کر زیر لب ایک دعا پڑھی۔ پھر میں نے اپنے چوبی اژدہے کا
زمین پر چھوڑ دیا۔ اژدہا زمین پر گرتے ہی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اس نے رینگنا شروع کر
نیولا مجھ پر حملہ کرنے کی بجائے اس سے الجھ گیا۔ زمین پر ان دونوں کے درمیان رسا کشی شرو
اور وہ الجھتے الجھتے گڑھے کے نزدیک پہنچ گئے۔

دیوی بدستور بانسری بجانے میں منہمک تھی۔ اس کی لے اتنی دردناک اور پُر اثر تھی کہ وہ
کی طرح اس کی سمت کا تعین کر رہے تھے۔ انہوں نے نیولا اس وجہ سے میرے پاس بھیجا تھا
میرے قریب تھی لیکن نیولا میرے گلے میں پڑا ہوا چوبی اژدہا دیکھ کر اس سے الجھ گیا اور م
اژدہے کو اس لیے زمین پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اپنے پرانے دوست سے معانقے میں مصروف ر
کے ہاتھوں سے نیولا نکل چکا تھا۔ آخر گروٹا نے ان دونوں لڑکیوں کو گڑھے کے اندر کھڑے
حکم دیا اور خود دور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک اشارے پر بے شمار نیزے ان دونوں لڑکیوں کے
میں پیوست ہو گئے' کسی چھلنی کی طرح خون ان کے جسموں سے بہنے لگا۔ انہیں کوئی چیخ مار
تک کرنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ دھواں اگلتا ہوا گڑھا خون سے بھر گیا۔ اُنھوں نے لڑکیوں
ہوئے بدن نکال کر ایک طرف پھینک دیے اور وہ سب زمین پر لیٹ گئے اور انہوں نے ز
اپنے سینے ماتمی انداز میں رگڑنے شروع کر دیے۔ ہجوم کے حلق سے متواتر عجیب و غریب
رہی تھیں اور ان میں ایسی ہیبت تھی جیسے بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج میں ہو۔ وہ زمین س
انہوں نے گڑھے کا خون اپنے منہ اور جسم پر ملنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ گڑھا خشک ہو گیا۔
انگروما کا ہر شخص کسی نہ کسی عمل میں مصروف تھا۔ وہاں پُراسرار علوم جاننے والوں کی کمی

نہیں خاصی دیر ہو گئی اور میرا بالائی دھڑ جوں کا توں رہا تو مجھے کچھ ڈھارس ہوئی۔ یقیناً دیوی کو وہ
سرزمین سے نکالنے اور اس کی بانسری کی آواز بند کرنے میں ناکام ہو گئے تھے اور دیوی بہت
ر حالت میں بانسری بجا رہی تھی۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی دھن میں
تھی۔ زمین سے اٹھ کر اور خون اپنے جسم پر مل کر انہوں نے جارا کا کا نام لے لے کر آسمان کی
ں دیکھا۔ نیولا میرا اژدہا چھوڑ کر دوبارہ گروٹا کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔ مجھے حیرت تھی وہ اب
ایک فاصلے پر کیوں کھڑے ہیں؟ آگے کیوں نہیں بڑھ رہے ہیں؟ انھیں کون سی طاقت روکے
ے ہے؟ میرے قریب دیوی کھڑی تھی شاید اس نے انھیں ایک فاصلے پر رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ
ک بک کر اور جھنجلا جھنجلا کر بار بار ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ آخر ایک بوڑھا شخص صفیں چیرتا ہوا آگے
گورے، گروٹا اور دوسرے بزرگ اس کے قدموں پر جھک گئے۔ اس نے انھیں دھتکار دیا۔ میں
انگروما میں پہلے اس شخص کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی جھول رہی تھی اور گلے میں اتنی چیزیں
رہی تھیں کہ گردن جھک گئی تھی۔ اس نے اپنے گلے سے ایک مالا توڑ کر اس کے موتی فضا میں اڑا
اور محتاط انداز میں قدم بڑھانے لگا۔ اس کے پیچھے ایک ہجوم بڑھا۔ وہ سب بہت احتیاط سے
ایک قدم چل کر کوئی عمل پڑھتے ہوئے رکتے اور آگے بڑھتے رہے۔ سب سے آگے وہ شخص تھا جو
ابھی آیا تھا، گورے' گروٹا اور اس کے ساتھی عقیدت مندانہ انداز میں اس کے پیچھے تھے۔ ان
ے کئی لوگ میرے دوست تھے اور مجھے علم تھا کہ وہ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہیں۔ انھیں اپنی
ے حرکت کرتے اور اپنی طرف آتے دیکھ کر دیوی میرے پاس سے ہٹ گئی اور مجھ سے دور کھڑی
۔ نتیجتاً ہجوم کی سمت کا رخ اسی طرف ہو گیا وہ اس نادیدہ آواز کی سمت کا سراغ لگانے اور اس کا
ب کرنے میں سرگرداں تھے۔ اس آواز نے ان کی سحر کاریاں بے اثر کر رکھی تھیں۔ وہ آواز کو پکڑنا
تے تھے۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ اور باکمال لوگ تھے کہ دیوی کا ان سے بچ کر نکلنا مشکل تھا۔ مگر
سلسل اپنی جگہ بدل رہی تھی۔ اس نے کوئی ایسا عمل کیا تھا جس سے وہ نابلد تھے۔ وہ میرے
سے ہو کر گزر گئے۔ دیوی راستہ بدلتی رہی اور ہجوم بھی بانسری کی آواز کی سمت شور مچاتا ڈھول
تام کرتا غضب ناک انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

فضا کے ہول ناک شور کی گونج سے معلوم ہوتا تھا کہ آندھیاں چل رہی ہیں۔ وہ دیوی کی آواز
اتھ مجھ سے دور ہوتے گئے اور چکر کاٹتے رہے۔ انہوں نے میری طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔
بھی پیچھے کبھی آگے ہو جاتی۔ وہ اندھوں کی طرح جدھر سے آواز آتی اسی طرف دوڑ پڑتے۔
تک میری نظر کام کرتی رہی میں انھیں دیکھتا رہا۔ پھر دیوی اور وہ ہجوم میری بصارت کی حدود سے
ہا گیا۔ یہ ایک ایسا منظر تھا کہ اگر کوئی نووارد دیکھ لیتا تو اس کی زندگی وفا نہ کرتی۔ میں نے یہاں

آ کر بہت کچھ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں یہاں تک دیکھ سکتا تھا کہ درخت کی کوئی ٹہنی لچک کر مجھ سے با
کرے اور پانی میں آگ لگ جائے اور جانور انسانی لب و لہجہ اختیار کر لیں۔ طلسم و اسرار کی زمین پر
میری رسائی کا سبب شاید یہی تھا کہ میں نے سب کچھ قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے وہ دائرہ توڑ دیا
دیوی نے قائم کیا تھا وہ کسی بھی لمحے دوبارہ پھر آ کر میرا جسم خاک کے ان گنت ذروں میں تقسیم کر
تھے۔ اگر وہ انتقام اور غضب میں بڑھتے تو میں ایک لمحے بھی زمین سے اپنا رشتہ برقرار نہیں رکھ
تھا۔ لیکن شاید انہوں نے اس طاقت کا اندازہ کر لیا تھا جو مجھے انگروما کی قید سے نجات کے لیے
مدد کو آئی تھی۔ وہ ان کے سامنے نہیں تھی لیکن انہوں نے اس کی آواز سونگھ لی تھی اور اپنی تمام تر تو
آواز کے بدن اور اس کا منبع اور مخرج قید کرنے کی طرف مبذول کر دی تھی۔ میں کشش و پیچ کی حا
میں کھڑا ان کی یا دیوی کی واپسی کا منتظر تھا۔ اچانک مجھے دور کچھ رنگ ہوا کے پروں پر لہراتے نظر آ
اور پھر ان رنگوں نے میرے قریب آ کر دیوی کی شکل اختیار کر لی اس نے میری سمت دیکھ کر صبر
کے انداز میں اپنا پنجہ دکھایا اور اپنے رنگ، اپنی آواز سمیت کہیں غائب ہو گئی۔ ہجوم کا رخ اب م
طرف تھا۔ وہ ایک جگہ آ کر ٹھٹکنے کے انداز میں رک گیا۔ گورمے نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر ا
روک لیا تھا۔ وہ مجھے زہریلی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور مجھے ان کے غضب کا پورا اندازہ تھا۔
ان کے ساتھ وہ بوڑھا نہیں تھا جو اچانک وارد ہوا تھا۔

"ٹھہرو۔ اگر یہ زندہ رہے گا تو وہ دشمن آواز، وہ نادیدہ طاقت پھر اس کی سمت رخ کرے
وہ ضرور آئے گی تو دیکھ لے گی کہ ہم نے اپنے دن ضائع نہیں کیے ہیں ہم نے مقدس جارا کا
خوشنودی کے لیے صدیاں قربان کر دی ہیں۔"

"جابر بن یوسف۔ اے معزز شخص!" گروٹا کے نرم و شفیق لہجے پر مجھے حیرت ہوئی۔ حا
گورمے کے طلسم خانے کی دیوار سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا، میں نے اپنے کان اس طر
دیے۔ گروٹا کہہ رہا تھا۔ "تو ہمیں بتا، وہ کون ہے جو اتنے زمانے بعد جزیرہ انگروما کی پُر سکون فض
بچل بچانے آ گیا ہے؟ سن اے مرد شریف و حق آگاہ! اگر تو ہم سے زیادہ کچھ طاقتوں سے واقف
اور وہ طاقتیں تیری ذات کے لیے اتنے بڑے خطرے مول لے سکتی ہیں، تو وہ اور تو دونوں ہا
لیے مقدس و محترم ہیں۔ ہم اس کی عبادت کریں گے اور جارا کاکا کی طرح اس کی خوشنودی حا
کے اپنی طاقت اور رتبے میں اضافہ کریں گے۔ تو انگروما پر سب سے قابل احترام شخص ہو گا ہمیں
ہے کہ ہم نے غلط آدمی کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ بتا وہ کون ہے؟"

"مقدس لوگو!" میں نے تمام تر انکسار سے کہا۔ "میں جانتا ہوں تمہاری آنکھوں پر پردا
ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ جب میں نے تمہارے غول میں شرکت کی تھی اس وقت میں کسی نہ

لودہ نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ جب بھی صادق تھا۔ اب بھی صادق ہوں، آج دفعتہً میں نے یہ محسوس
ے کوئی میرے قریب ہوا اس نے خواب ناک آواز میں مجھ سے کہا۔ چلو اپنی زمین پر واپس چلو!
پانی، تمہاری غذا تمہیں بلا رہی ہے۔ میں کسی سحر کا اسیر ہو گیا اور میں نے کہا۔ چلو۔"
"کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟ سچ بتا جابر بن یوسف! کیا تم اسے نہیں جانتے؟" بہت سے
نے ایک ساتھ پوچھا۔ "کیا یہ تمہاری پاکیزگی میں آلودگی کی علامت نہیں ہے؟"
"ہاں...... میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ رنگوں کی ایک کہکشاں تھی اور میں نے اسے سنا ہے' وہ
اغنائیہ تھی۔ جب میں نے رنگوں کو بولتے دیکھا تو میں ان میں کھو گیا، اس آواز نے مجھے حکم دیا۔
یوسف میرے ساتھ آؤ' میں نے سر جھکا دیا۔" میں نے انہیں فصاحت سے متاثر کرنا چاہا۔
"خوب خوب"۔ گورمے بولا۔ "اور تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم کس زمین کی پناہ میں ہو؟ تم
ے یہ باور نہیں کرایا کہ اب تم دنیا میں سب سے دلکش اور محفوظ جگہ پر ہو۔ جہاں علم کی قدر ہے،
ندگی کا ایک مقصد ہے...... تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم عالموں اور دانش مندوں کے درمیان
تم تاریک براعظم کی رسوا اور ظالم ملکہ اقابلا کے خلاف صف آرا ہونے والے ہجوم میں شامل ہو
؟ آہ جابر بن یوسف! تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ جزیرہ انگروما کی زمین سرسبز ہے۔ اس
یٹھا ہے اور اس کی عورتیں شاداب ہیں۔" گورمے نے مجھ سے زیادہ فصیح لہجے میں کہا۔
"کیا ایک ایسی بڑی طاقت میری دلیل سے متاثر ہو سکتی تھی جس نے اپنی آواز کے جادو سے
کے بزرگوں کو تادیر پریشان رکھا۔" میں نے اعتماد سے جواب دیا۔ "مجھے اس سے کچھ کہنے کا
نہیں ملا۔ سنو معزز لوگوں! میں سمجھتا ہوں یہ ہماری غفلت کے بارے میں کوئی آسمانی تنبیہ
ئی اشارہ ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کچھ کم پر جوش ہو گئے ہیں۔ ہم نے شراب زیادہ بنانی شروع
ہے۔ ہم پر عورتیں اپنا اثر بڑھا رہی ہیں۔ زمین کی آلائشوں سے ہمارے ہاتھ آلودہ ہیں۔"
تاثر انگیز لہجے میں کہا۔
"تم سچ کہتے ہو۔" گروٹا تاسف سے بولا۔ "ہم نے اس غفلت میں گورمے کا طلسم خانہ کھو

مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی درس گاہ نذر آتش کر دی لیکن میرے پاس ہربیکا کی مقدس
محفوظ ہیں۔ یہ غلطی ہم میں سے کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اگر اسے کسی بلا سے واسطہ پڑتا۔ کیا میں
مطمئن کر دیا ہے؟" میں نے ان کے کرب ناک چہرے دیکھ کر پوچھا۔
ہاں جابر بن یوسف! تمہاری موجودگی ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہے۔ تم اب زمانوں
پتھر میں مقید کیے جا رہے ہو۔ تمہارا زریں حصہ منجمد ہو چکا ہے۔ جب ہمیں تمہاری ضرورت

پڑے گی۔ اور ہم علم و فضل میں کچھ اور آگے بڑھ جائیں گے تو ہم تمھیں بیدار کر لیں گے۔ ممکن ہے کبھی دوبارہ اس طرف کا رخ کرے۔ آئندہ ہم اسے واپس نہیں جانے دیں گے۔ ہمارے وہ بزرگ جو انگروما کے غاروں میں بیٹھے ہمارے لیے عبادت میں مصروف ہیں انھیں ہم طلب کر لیں گے۔ ان روحوں کو آزاد کر لیں گے۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ تم جانتے ہو۔" گروٹا کے لہجے میں سختی آ گئی تھی۔

"نہیں...... میں پتھر میں منتقل ہونا نہیں چاہتا۔ میرے بیان پر شک نہ کرو۔ میں تمہارا رہا ہوں۔ میں نے اقابلا کی سرکوبی کے لیے کیا تمہارے ساتھ آواز نہیں ملائی۔ مجھے علم کی لگن ہے اور میں کسی بھی موقع پر تمہارا اچھا گھوڑا ثابت ہو سکتا ہوں۔ جب میں تم سے کچھ سیکھ لوں گا۔ اس وقت تم مجھے پتھر کا خول پہنا دینا لیکن ابھی ......" میں ان کی منت کرتا رہا۔ انہوں نے میری کوئی درخواست درخورِ اعتنا نہیں سمجھی۔ وہ اپنے جادوئی عمل میں مصروف ہو گئے۔ پتھر میں منتقل کرنے کا گر میں نے بھی سیکھا تھا۔ میں انھیں کسی وقت بھی بیدار کر سکتا تھا لیکن کتنی ہی بار یہ عمل پڑھنے کے بعد میری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ جب وہ کسی طور اپنے ارادے سے باز نہیں آئے تو میں نے ڈھال کے طور پر شانا ان کے آگے کر دی۔

"اسے ہٹا لو" گروٹا چیخا۔ "اسے ہٹا لو جابر بن یوسف! تمہاری یہ مزاحمت بے سود ہے۔"

"میری درخواست ہے کہ تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔"

"تم کن لوگوں سے انکار کر رہے ہو؟" گورمے نے کہا۔

"اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے۔" میں نے لجاحت سے کہا۔

"تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنے موجودہ جسم میں نہ رہو۔" گروٹا بولا۔ "یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ تمہاری حفاظت ہے۔"

انہوں نے میری درخواست پر اپنے ردعمل میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ معاً مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے جسم کے بالائی حصے پر سرنگا کی عظیم دیوی اپنا ہاتھ پھیر رہی ہے، ادھر میں نے زیریں حصہ ہونے سے بچانے کے لیے اپنے تحائف کے ذریعے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ میں نے ذکی سینگ آگے کر دیے، اژدہا زندہ کیا اور شپالی رگڑتا رہا، میں نے اپنے تحفے اپنے جسم پر پھیلا لیے۔

"تم غلطی کر رہے ہو، حیرت ہے تمھیں انگروما کے بزرگوں کا عرفان ابھی تک نہیں ہوا۔"

"مجھے ان کا پورا عرفان ہے، لیکن میں پتھر میں منتقل ہونے سے مر جانا بہتر سمجھتا ہوں، میں احساس کے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

گورمے نے گروٹا سے کچھ کہا۔ گروٹا سفاکی سے کہنے لگا۔ "اگر تم آمادہ نہیں ہو تو ہم تمہارے آدھے جسم پر ہی قناعت کر لیں گے؟"

"کیا...... کیا تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ بہت جلد تم خود یہ مطالبہ کرو گے کہ ہم مکمل طور پر پتھر میں منتقل کر دیں۔ ہم تمھیں کھلے آسمان میں ایستادہ کریں گے۔ تاکہ دوبارہ کوئی ے پاس آئے اور ہم اسے بھی تمہاری طرح اپنے بڑھتے ہوئے ہجوم میں شامل کر لیں۔"

"نہیں دوستو۔ اے انگروما کے نیک لوگو! یہ ظلم ہے یہ میری وفاداریوں کی ناسپاس گزاری ہے۔ ے احتجاج کرتا ہوں۔"

"آؤ مقدس جارا کاکا کی عبادت کریں۔" گروٹا نے ہجوم سے کہا۔ "انگروما کے لوگ اس نادیدہ لی ہزیمت کا جشن منائیں۔ جابر بن یوسف کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔ جب وہ آمادہ ہو جائے گا تو اس کا بالائی جسم پر سکون کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔"

میرے پکارنے اور احتجاج کرنے کے باوجود وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میری آنکھیں گورمے م خانے کے دھوئیں سے جلنے لگیں۔ سرنگا کی دیوی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی؟ میں نہ زندوں انہ مردوں میں۔ میرا نچلا حصہ مفلوج تھا اور اوپر کا حصہ اپنی زبوں حالی پر نوحہ خواں تھا۔ میں اس کیفیت میں مبتلا رہ سکتا تھا؟ میں کب تک اپنا بالائی حصہ زیریں حصے پر کھڑا رکھ سکتا تھا؟ اگر طرف کا رخ کریں تو میرا کیا حال ہوگا؟ پھر مجھے خیال آیا کہ دیوی کا پتہ چلانے کے لیے ہر بیکا ھوں سے مدد لینی چاہیے۔ لیکن ان آنکھوں کے حد میں سمندر کی لہریں تھیں۔ اور دیوی سمندر لما نہیں تھی۔ ممکن ہے وہ جزیرے ہی میں کہیں روپوش ہو گئی ہو؟ وہ دوبارہ آئے گی تو مجھے کیا رویہ رنا ہوگا؟ اب وہی میرا سہارا ہے۔ انگروما کے لوگ اب مجھ سے متنفر ہو چکے ہیں۔ دیوی ہی کا ایک راستہ ہے، جب وہ انگروما کے سحر سے بچ کر جا سکتی ہے۔ کالاری جیسے دیوہیکل شخص کو ختم اہے۔ اقابلا کے روبرو شیشے کا جار توڑ کر نکل سکتی ہے۔ وہ یہاں آ سکتی ہے تو وہ دوبارہ آ کر میری ناہیں کر سکتی؟"

اب اس میدان میں کوئی نہیں تھا' صرف میں تھا۔ آخر گورمے کے طلسم کدے کے ملبے سے نیشا ہوئی۔ میں نے اس حسین عورت کو پوری قوت سے پکارا کہ وہ ان لوگوں سے اپنے بدن کے سے میری سفارش کرے۔ نیشا انگروما میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہونے کی دعوے دار وہ ایک حسرت ناک نظر ڈال کر اس طرف چلی گئی جس طرف ہجوم گیا تھا۔ میں اسے پکارتا رہ

رات کے وقت میری آنکھوں میں درد ہونے لگا۔ گردن ڈھلکنے لگی۔ گورمے کی تباہ شدہ طلسم سے جو بھی گزرتا، میری ہیبت کذائی دیکھ کر مسکراتا ہوا چلا جاتا۔ جابر بن یوسف الباقر کے سینے

پر عظیم الشان نوادر آراستہ تھے مگر وہ اپنا نچلا دھڑ، اپنی اصل حالت میں لانے کا حقیر سا کارنامہ نہیں دے سکتا تھا۔

رات کے آخری پہر جب میرا بالائی جسم بری طرح دکھنے لگا، میری آنکھیں کھلنے لگیں نے دیکھا، وہ خانوادہ اقابلا کی بدنصیب کنیز نیشا تھی۔ نیشا نے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں کی انگلی میں بالوں کی ایک لٹ جل رہی تھی۔ اور جلتے ہوئے بالوں کی روشنی میری چہرے پر تھی۔ ''نیشا!'' میں نے کرب سے آواز دی۔

''میں تمھیں زمین پر لٹا دیتی ہوں، اس طرح تمھیں کچھ آرام مل جائے گا اور تم اپنے تحائف سے مدد لینے کے قابل ہو جاؤ گے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے بازوؤں میں حمائل کر دیے وہ مجھے لیے زمیں پر آ ''نیشا! میں نے اس کی زلفیں چومتے ہوئے کہا۔ ''تم میری مدد کر کے خسارے کا سودا کر رہی ہو۔

''شش ...... '' وہ بولی۔ ''وہ میرا کچھ نہیں کر سکتے میں نے مشروب حیات پیا ہے، میں ضرورت ہوں اور تمہارے کچھ زیادہ کام بھی نہیں آ سکتی، مگر جابر تم نے یہ کیا کیا؟''

''میں سمجھ رہا تھا شاید مجھے نجات مل گئی۔''

''اوہ' میرے غریب آدمی۔ دیوتا تم پر رحم کریں۔ تم نے کیسی مصیبتیں اٹھائی ہیں، یہ تحائف حاصل کیے ہیں تمہارا کیا حال ہو گیا ہے۔ تم اپنے تحائف کا آزادانہ استعمال کیوں نہیں کر ان سے کیا ممکن نہیں ہے مگر میرے دوست یہ خیال رکھنا کہ اگر انگروما میں تاریک براعظم کے سے قد آور لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ مجھے فوراً یہاں سے جانا چاہیے۔''

''عزیز نیشا، اب میں زمین پر لیٹ کر تحائف استعمال کروں گا مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ کارخ کرے گی۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''وہ کون؟'' نیشا نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ۔'' مجھے فوراً خیال آ گیا اور میں نے کہا۔ ''وہی رنگوں کی کہکشاں، وہی صوت ا سمندر۔ میں اسے کیا نام دوں!''

''شاید وہ کبھی نہ آئے۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔'' نیشا نے افسردگی سے کہا اور میرے اٹھ کھڑی ہوئی اسے زیادہ دیر تک روکنا مناسب نہیں تھا۔

☆==========☆==========☆

میں نے اسے جانے دیا اور اب میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی ٹانگوں کو بالائی حصے سے حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنے تحائف سر کی طرف ڈال کر گردن دونوں

پکڑ کر صرف سینے کے بل زور دیا، میں اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا، یہ ایک تکلیف دہ عمل تھا۔ دو تین اسی طرح میں نے جھٹکے دیے اور لڑکھتا ہوا ایک درخت کے سائے میں آ گیا۔ نیچے مخملیں سبزہ تھا۔ کے جام کا اثر چڑھ رہا تھا۔ آنکھیں بھاری ہونے لگیں اور میں نے دل کی گہرائیوں سے سرنگا کی کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی میں نے شپالی کی ڈوری کا آخری سرا تھام کر اسے اپنی ٹانگوں پر رنے کی کوشش کی اور اژدہے کو اپنی حفاظت کے لیے حکم دیا۔ جتنے عمل بھی مجھے یاد تھے وہ میں نے انے شروع کر دیے۔ نہ جانے وہ کون سا عمل تھا کہ مجھے اپنی ٹانگوں میں حرکت سے محسوس ہوئی۔ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دیوی ٹانگوں کے نزدیک بیٹھی زیریں حصے پر ہاتھ پھیر رہی ہے۔ میری ٹانگیں صحیح و سلامت تھیں میں نے وفور مسرت سے اس ہاتھ پکڑنے چاہے لیکن وہ دور ہوتی چلی گئی۔ میں اٹھ کر بے تحاشا اس کی طرف دوڑا۔ چند ہی قدم کر اس نے مجھے ساحل کی طرف اشارہ کیا اور ایک خاص جگہ جا کر کھڑی ہو گئی، اس نے مجھے آگے ھنے کے لیے ہاتھ پھیلائے اور خود رک گئی جب میں خاصی دور نکل گیا تو وہ مجھے اپنے پیچھے ایک ملے پر آتی ہوئی نظر آئی۔ لیکن اس کے پیچھے کیا تھا؟ ایک طویل سیاہ چادر۔ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ اس دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

اس سیاہ تاریک رات کو میں گورمے کے گھر سے قریب تھا ابھی ہم چند قدم تیز رفتاری سے رے ہوں گے۔ کہ حبشیوں کی آمد کا غلغلہ ہوا۔ وہی شور وہی نقارے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے ند کے سوا کچھ اور نظر نہیں آیا۔ البتہ دیوی میرے تعاقب میں تھی۔ اچانک بجلیاں سی کڑکیں اور ان نے دیوی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ روشنیوں کے جھماکے آناً فاناً اس کے وجود پر مسلط ہو گئے۔ ی کے پیچھے ایک ہولناک قیامت برپا تھی جس کی دید سے میں محروم تھا۔ میں صرف شور اور ہاہوسن تھا اور چمکتی ہوئی بجلیاں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کے اور دیوی کے مابین ایک عجیب کی جنگ جاری ہے۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنے سے میں گر پڑتا اور پھر بھاگنے لگتا۔ شعلوں، روشنیوں جھماکوں اور نیزوں کے درمیان دیوی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ میرے راستے کی دیوار بنی ہوئی تھی تمام وار خود سہہ رہی تھی۔ عقب میں پورا جنگل جلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جو مشعلیں ں۔ ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دیوی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ دیوی کے دونوں ہاتھ روشنیوں نہار رہے تھے۔ اور وہ اتنی بڑی اور اتنی قد آور معلوم ہو رہی تھی کہ میں دور چلتے ہوئے بھی اس کی وش کی امان محسوس کر رہا تھا۔ سمندر تک یہ لڑائی جاری رہی۔ مشعلیں آسمان پر اس طرح اُڑ رہی ں جیسے طیاروں کی جنگ جاری ہو۔ اگر میں اس بار ان کے ہاتھ پڑ جاتا تو وہ مجھے روحوں کے غار در دھکیل دیتے۔ یہ میرے لیے آخری موقع تھا۔ چنانچہ میں پوری طاقت سے بھاگ رہا تھا۔ انگروما

سے فرار۔ وہاں سے نجات کے خیال کی بنا پر جسم میں ایک سنسنی دوڑی ہوئی تھی۔ ایک جوش۔ کیا ممکن ہے؟ مگر یہ ممکن ہو رہا تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیوی کا رخ بدل گیا ہے۔ میں نے بہا کر اس کے بدن کی سیدھ میں ہو گیا اور بار بار تصدیق کرتا رہا کہ میں کہیں اس کی امان سے نکل تو نہ رہا ہوں؟ ابھی میں کچھ دور چلا تھا کہ مجھے ساحل پر کشتیوں کی ایک قطار کھڑی نظر آئی۔ میں کئی ساحل کی طرف آیا تھا لیکن میں نے وہاں ایک بھی کشتی نہیں دیکھی تھی۔ خود میری کشتی بھی انہوں او جھل کر دی تھی۔ کشتیاں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں انگرو ما سے نجات حاصل کر رہا ہوں۔ یقی نہیں آتا تھا کہ ڈھائی سال کا طویل عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن رہائی کا پروانہ مل جائے گا۔ ا دیر کیا تھی؟ سامنے سمندر تھا اور کشتیاں موجود تھیں۔ دیوی اپنی غیر معمولی طاقت کے ذریعے ڈھال ہوئی یہاں تک لے آئی تھی۔ جب میں نے انگرو ما کی خشکی سے قدم اٹھائے اور سمندر کا پانی میر جسم سے لگا تو مجھ پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں بھول گیا کہ پیچھے لرزہ خیز معرکہ جا ہے، اور دیوی اب بھی مصیبت میں ہے کیونکہ وہ اپنے تمام حربے آزمائیں گے۔ آسمان آگ اُگل ہے اور زمین پر چاروں طرف سے نیزے ابل رہے ہیں۔ وہ نیزے جن میں آگ کے تیر تھے۔ سمندر میں ادھر ادھر گر رہے ہیں۔ کوئی تیر میرے سر پر بھی لگ سکتا ہے؟ اب کچھ بھی ہو۔ میں نے کش کو دھکا دیا اور اچھل کر اس میں بیٹھ گیا۔

جب کشتی لہروں کے اوپر آئی تو میں نے انگرو ما پر الوداعی نظر ڈالی۔ ساحل پر مشعلوں کی قطار سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آگ لگی ہوئی ہو۔ مشعلیں دور دور تک نظر آ رہی تھیں، نیزے میر دائیں بائیں گر رہے تھے اور سمندر کی لہریں مجھے انگرو ما پر دوبارہ دھکیلنے کے لیے اپنا زور صرف کر ر تھیں۔ چنگاریاں میری کشتی کے اوپر رقص کرنے لگیں۔ میں نے گھبرا کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دیو پانی میں اتر رہی تھی۔ اس کے سر پر، دائیں بائیں ادھر اُدھر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ وہ آگ میں نہا ہوئی سمندر میں اتر گئی اور کہیں پنہائیوں میں گم ہو گئی۔ نیزوں اور مخالف طوفانی لہروں کا سارا زور میر طرف ہو گیا۔ میں کشتی میں اوندھے منہ لیٹ گیا اور میں نے درمیان کی لکڑی مضبوطی سے پکڑ لی۔ اُ لہریں حسب سابق مجھے دوبارہ انگرو ما میں پھینک دیں گی تو میں سمندر میں کود جاؤں گا۔ یہ ارادہ کر میں لیٹا رہا۔ میں نے ان لہروں کی زد سے تحائف بچانے کے لیے اپنا ایک ہاتھ سینے کے نیچے رکھ لیا مجھے معلوم تھا اتنی آسانی سے وہ شکست قبول نہیں کریں گے۔ انھیں سمندروں پر عبور حاصل ہے۔ کہتے تھے کہ وہ لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ پانیوں میں آگ لگا سکتے ہیں۔ میں سے پہلے بھی ایسے سمندری طوفان سے گزر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پر دیوی نمودار ہوئی۔ اس کا ہاتھ جزیرے کی طرف تھا اور دوسرا آسمان کی طرف۔ شدید ہچکولوں میں وہ کسی ستون کی طرح کشتی

ی ہوئی تھی۔ ہر طرف نیزے گر رہے تھے۔ مگر اس طوفان بلا خیز میں کشتی آگے بڑھتی رہی۔ ل کا شور دور ہوتا گیا۔ میں انگرو ما سے دور ہونے لگا۔ ہاں یہ سچ تھا۔ وہ دور ہو رہے تھے یہ کوئی ب نہیں تھا۔ پانچ چھ سال بعد میں اپنے علاقے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جزیرہ توری کی طرف چند نٹوں بعد دیوی نے اس طوفان پر قابو پا لیا۔ سمندر پرسکون ہوا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کھلا سمندر گوں آسمان اور لہروں پر رواں دواں کشتی میں میں نے احسان مندی کی نظر سے دیوی کی طرف دیکھا۔ ہی چاہا کہ اس خوبصورت عورت کو اپنے گلے سے لگا لوں، اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور چشم زدن ہیں تحلیل ہو گئی۔ میں کشتی میں اکیلا رہ گیا تھا۔ لیکن میرے حواس پرسکون تھے۔ اقابلا کے دشمنوں سرزمین بہت دور نکل گئی تھی۔

جزیرہ توری کی طرف کشتی رواں تھی۔ وہ جگہ جہاں میں نے سب سے پہلے قدم رکھا تھا۔

بھوک پیاس میں دو دن گزر گئے لیکن یہ احساس کیا کم تھا کہ میں توری واپس جا رہا ہوں۔ ے لوگ مجھے دیکھیں گے تو کیسا استقبال کریں گے۔ نہ جانے اس عرصے میں وہاں کیا تبدیلیاں ا ہو گئی ہوں، ممکن ہے انہوں نے میرا انتظار ختم کر دیا ہو اور میری جگہ کوئی اور سردار متمکن ہو۔ دا جانے اور باغیوں کے ساتھ مل جانے کے بعد میرا ان سے رشتہ یوں بھی منقطع ہو چکا تھا۔ سرنگا بریتا کا کیا حال ہوگا؟ فلورا پر کیا گزر رہی ہوگی؟ میرے دل میں بے شمار خدشے اور وسوسے جنم ے لگے۔ خود اقابلا انگرو ما سے میری واپسی کو کس نظر سے دیکھے گی؟ مگر وہ جانتی ہوگی کہ میں تنہا اتنے ت سے لوگوں سے کیسے معرکہ آرا ہو سکتا تھا؟

سمندر کی بھری ہوئی پر اسرار لہروں پر بھوک اور پیاس کے عالم میں، میں نے چار دن گزار دیے ا زندہ رہا، امید آدمی کو زندہ رکھتی ہے لیکن خشکی کا انتظار بڑا عذاب ناک تھا۔ میں خود سے باتیں کر رہا ور کبھی کبھی عربی کا کوئی مشہور نغمہ گنگنانے لگتا تھا۔ فرض کرو، اگر توری پر کوئی اور سردار میری جگہ جلوہ وز ہے تو جب وہ میری صورت دیکھے گا اور جب وہ میرے تحائف پر نظر ڈالے گا وہ خود کنارہ کش ہو ے گا۔ میں کہ جو باگمان کا سردار بھی ہوں۔ توری میں شوالا موجود ہے۔ شوالا کا کیا عالم ہوگا؟ اس کی ریں میرا سینہ دیکھ کر پتھرا جائیں گی۔ اُف قلب کی کیا حالت تھی۔ نہ پوچھیے کیا گزر رہی تھی جیسے میرا نا آ رہا ہو۔ میں پہلا شخص تھا جو باغیوں، ان کے طلسم اور ان کی نفرت کا عینی شاہد تھا، میرے سینے میں راز دفن تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ جزیرہ کتنے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے اس کی آبادی کتنی ے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کس طرح مسلح کیا ہے۔ یہ معلومات اقابلا کے لیے یقیناً کارآمد ت ہوگی، جب میں بتاؤں گا کہ میں وہاں کس کس سے ملا، نیشا سے ملا، کیشا سے ملا تو وہ کتنی متعجب ی۔

میری کشتی لہروں کے دوش پر کبھی اونچی کبھی نیچی کبھی ڈولتی کبھی ابھرتی ہوئی توری کی طرف بھاگ رہی تھی۔ بدقسمتی سے اس میں پر نہیں تھے، جب میں تھک جاتا تو اپنے گلے میں لٹکا ہوا چوبا اژدہ متحرک کرتا اور اس سے کھیلتا رہتا۔ میں اس پر سمندر کا پانی پھینکتا اور اٹھکیلیاں کرتا۔ ہر بیگا کی آنکھیں اپنے سامنے کر کے میں ان کے عدسوں میں جھانکتا اور جب تھک جاتا تو انھیں ایک طرف رکھ دیتا اور خیالات میں گم ہو جاتا۔ دل دھڑکتا، آنکھیں بہکنے لگتیں، جسم میں مستی سی چھانے لگتی، دوران خون تیز ہو جاتا، اعضا اینٹھنے لگتے اور بدن میں گدگدی سی ہونے لگتی۔

پانچویں روز جب بھوک اور پیاس کی شدت سے میری حالت ابتر تھی، مجھے جزیرہ توری کی سرزمین دکھائی دی۔ وہی درخت وہی سرمست کر دینے والی ہوا۔ کشتی لہروں کے سہارے خشکی سے لگ گئی۔ میرا دل جسم سے باہر آنے کے لیے مچلنے لگا۔ میں نے کشتی ایک ٹھوکر سے دور پھینک دی اور سینہ تان کر ساحل پر آ گیا۔ انھیں خبر نہیں ہوئی تھی کہ میں آ رہا ہوں۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر انگلیوں سے اپنے بال سلیقے سے ترتیب دے کر میں نے اپنے تحائف ٹھیک کیے اور بستی سے پہلے پڑنے والے جنگل میں چلا آیا میں جنگل کی خوشبوؤں میں درختوں کی شاخیں چھیڑتا، پتے توڑتا اور جنگلی پھل کھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا، جنگل میں ایک جگہ مجھے خیال آیا کہ بستی میں داخل ہونے سے پہلے مجھے سموراں کی مالا سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانا رہا پھر میں چلا۔ ایک فیل بدمست کی طرح ایک شیر شکم سیر کی طرح جب وہ اچانک مجھے دیکھیں گے کہ میں ان کا سردار جابر بن یوسف زندہ ان کے سامنے کھڑا ہوں تو میرے قبیلے میں کیسا رنگ چھا جائے گا۔ وہ میرا جسم ٹٹولیں گے کہ کیا میں واقعی ان کے سامنے ہوں اور میں اپنے تحائف سے معجزے رونما کر کے انھیں اور دنگ کر دوں گا۔

مگر ٹھہریے میں اپنے قلب کی کیفیت بیان کرنے میں ناانصافی کر رہا ہوں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا دل قابو میں کر سکوں اور ذرا اس کا تصور کر سکوں۔ ہاں اس زہرہ جبیں کا تصور اس مہ کامل کا تصور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کے حسن جہاں تاب کے اوصاف بیان کروں اب میں اس سے قریب تھا۔ کون اپنی زندگی میں اتنے دکھ جھیلتا، کون صحراؤں کی خاک چھانتا اور انسانوں کا خون پیتا، کون لیبغو برداشت کرتا اور کون لوریما کو مسترد کرتا۔ یہ میں تھا، جس کے اعصاب پر ہر جگہ اس کا جمیل چہرہ چھایا رہا اور مجھے معرکے سر کرنے کی تحریک دلاتا رہا۔ انگروما کے لوگ کہتے تھے کہ وہ بے وفا ہے، وہ قتالہ ہے، وہ بڑی رسوا ہے، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ جابر بن یوسف نے اسے تمام اندیشوں کے ساتھ قبول کیا ہے۔ وہ ایک نگاہ التفات کے بعد اگر قتل کا حکم صادر کرے تو اسے غنیمت جانا جائے۔ مشکل یہ ہے کہ تاریک براعظم کے لوگ سرزمین عرب اور وہاں کے لوگوں سے ناواقف اور عشق کی

...یوں سے ناآشنا تھے۔ ایسے لوگوں میں ایک شخص آیا تھا۔ میں نے اپنے گزشتہ بیان میں اس کے ...لق بہت کچھ کہا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ جزیرہ توری پر قدم رکھتے ہی میری شدتوں نے مجھے کتنا ...طرب کیا ہوگا؟ میں چاہتا تھا کہ سب سے پہلے اس کے آستانہ حسن پر دستک دوں لیکن اس حریم ناز ...ظارہ اس پیکر حسن کا جلوہ اتنا آسان ہوتا تو میں کبھی کا مر گیا ہوتا۔

دور سے بستی کی جھونپڑیاں ایک قطار میں نظر آ رہی تھیں۔ سب کچھ وہی تھا۔ ایک اونچی جگہ ...ڑے ہو کر میں نے اپنے علاقے کا نظارہ کیا۔ وہاں زندگی متحرک معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت ...ے قریب سے میرے علاقے کا ایک شخص گزرا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا۔ "کیوں رے، ...علاقے کا سردار کون ہے؟"

وہ میرے سینے پر آراستہ نوادر دیکھ کر گنگ ہو گیا اور کوئی جواب دینے کی بجائے قدموں پر گر ...ا۔ دہشت سے اس کا سر دوبارہ نہیں اٹھا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے بمشکل تمام کھڑا کیا۔ ...قدس سردار جابر بن یوسف!" وہ ہکلا کر بولا۔ "تمہارے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔" وہ مجھے پہچان ...تھا اور اسی لیے اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔

"جاؤ آگے جا کر انھیں خبر کرو کہ ان کا سردار واپس آ گیا ہے۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ ...ر پٹ بھاگا۔ راستے میں کئی جگہ گرا ہانپتا کانپتا بستی میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے ڈھول اور نقارے ...کی آواز سنی اور ابھی میں آدھے راستے پر تھا کہ میرے علاقے کے لوگ اپنی جھونپڑیوں سے بے ...نہ نکلے۔ فزارو ان میں سب سے آگے ہو گیا۔ وہ سب مجھ سے کچھ دور کھڑے ہو کر زمین پر عقیدت اطاعت کے اظہار میں گر گئے اور فزارو وفادار کتے کی طرح میرے پیر چاٹنے لگا۔

بستی کے قریب پہنچتے ہی میری پشت پر ہزاروں افراد کا ٹھٹ جمع ہو گیا۔ میں جس راستے سے ...رتا، لوگ عقیدت سے زمین پر گر جاتے۔ وہ حیرت سے میری صورت دیکھتے، مکان تک پہنچتے ...ے میرے قبیلے کے سارے لوگ میری دید کو آ چکے تھے اور مکان کے سامنے ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ وہ ...ی عوامی عادتوں سے واقف تھے اس لیے مجھ سے کچھ سننے کے منتظر تھے۔ بستی میں مجھ سے پہلے ایسا ...ا رواج نہیں تھا کہ سردار اپنے قبیلے کے لوگوں سے مخاطب ہو۔ فزارو نے اپنا ہاتھ بلند کر کے انھیں ...ش رہنے کی تلقین کی تمام نقارے ڈھول باجے تاشے بند ہو گئے اور جم غفیر پر ایک سکوت طاری ہو ...

مجھے آٹھ افراد نے بڑی احتیاط اور احترام سے ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ میں اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو ...نے لگوں۔ دور تک سر ہی سر نظر آتے تھے۔ میرے کھڑے ہوتے ہی مجھ میں ایک انتشار سا بپا ...میں نے توری کے وہ شناسا چہرے محبت اور فخر کی نظر سے دیکھے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔

نتیجتاً ہجوم نے بھی میرے اقدام کی پیروی کی اور ہاتھ ہلا ہلا کر زور سے اطاعت کا اظہار کر
لگے۔ میں نے اونچی آواز میں انھیں خطاب کیا۔ ''توری کے لوگو! کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں کون ہوں
''میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

جواب میں سرگوشیاں سی ہونے لگیں اور بے اختیار ان کے سیاہ جسموں میں سفید دانت کھ
کھلانے لگے۔ ان پر میرے اس پر جملے کا خوش گوار اثر پڑا۔ میں نے کہا۔ ''میں تمہارا سردار جابر بن
یوسف ہوں اور آج ایک عرصے بعد خود کو تمہارے درمیان پا کر اپنی رگوں میں خون کی گرمی محسوس کر
ہوں، سنو کہ میں واپس آ گیا ہوں اور تمھیں مژدہ ہو کر شدید ترین مصائب اٹھانے کے بعد میں
کامیاب و کامران واپس آیا ہوں۔ اپنے سر بلند کر لو کہ میں نے جزیرہ باگمان کی سرداری بھی حاصل
لی ہے لیکن وہاں میں اپنے بہادر دوست اسٹالا کو نیابت کے فرائض سونپ کر تمہارے پاس آ گیا ہو
اس لیے کہ مجھے تم سے سب سے زیادہ رفاقت محسوس ہوئی اس لیے کہ توری تاریک براعظم کی پرجلا
ملکہ مقدس اقابلا تک پہنچنے کا دروازہ ہے۔ اس لیے کہ یہیں میری ملاقات اس عظیم و جلیل ہستی سے ہو
تھی جس نے ایک اجنبی کو اتنی سعادتوں سے نوازا۔ میں پھر یہاں آ گیا ہوں۔ چنانچہ اطراف
واکناف کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے (میرا اشارہ شوالا کی طرف تھا) کہ جابر بن یوسف اب
جزیروں کا سردار ہے۔ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو غور سے دیکھ لو کہ میرا سینہ نوادر سے سجا ہوا ہے۔ طاقت
میں میری ہمسری کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیے کہ میں مقدس اقابلا کی نظروں میں سرخ رو ہو
کے لیے کسی کو معاف نہیں کروں گا۔ میری زندگی صرف اس کے لیے وقف ہے جو ہم سب سے مقدس
محترم ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ سر بلندی چاہتے ہو تو اس کا خیال رکھو۔ میں نے تم سے علیحدہ رہ
بہت کچھ دیکھا ہے۔ سنو دیوتا تمہاری اطاعت کے خواہاں ہیں اور مقدس اقابلا جبھی پرسکون اور شاد ما
رہ سکتی ہے جب تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اس سے قریب کرنے کی خواہش کرے۔''

میری تقریر دل پذیر اور میری صدائے خوش انداز سن کر وہ مسرت میں جھومنے لگے۔ می
دیوتاؤں سے ان کے لیے دعائیں مانگیں اور اپنی آمد کی خوشی میں تین روزہ جشن منانے کا اعلان ک
انہوں نے وہیں زمین پر لوٹنا شروع کر دیا۔ عورتیں اور سب مرد بے قابو ہو گئے۔ فزارو مجھے لے
سے اپنے جھونپڑی نما مکان میں آیا۔ مکان میں فزارو نے کچھ ترمیم کی تھی۔ اندر آ کر مجھ پر غشی طا
ہونے لگی حالانکہ مجھے فزارو سے بہت سی باتیں کرنی تھیں لیکن پانچ دن کی تھکاوٹ اور بھوک نے
بے حال کر رکھا تھا۔ فزارو نے میرے سامنے اعلیٰ مشروبات اور غذائیں پیش کر دیں۔ توری کی
لڑکیاں میری خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے تسلوں میں بھرے ہوئے پانی سے میرا جسم
شروع کر دیا۔ بھنا ہوا گوشت پیٹ میں پڑا تو مجھے نیند آنے لگی۔ وہ لڑکیاں بالکل نئی تھیں۔ ا

ے میں توری میں کئی لڑکیاں جوان ہو گئی ہوں گی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں پیال
آرام دہ بستر پر دراز ہو گیا۔ میں نے ہر بیکا کی آٹھ آنکھوں والا پتھر فزارو کے حوالے کیا۔ وہ
ے تخلیے کے لیے لڑکیوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے انھیں بھی رخصت کر دیا اور گہری نیند سو یا۔
ہری نیند جو کبھی بیروت میں مجھے اپنے آرام دہ بستر پر نصیب ہوتی تھی۔

جب میری آنکھ کھلی تو شام ہو گئی تھی لیکن میری آنکھیں روشن تھیں اور سارے بدن میں ایک نشہ
چھایا ہوا تھا، میرے بیدار ہوتے ہی فزارو اندر آیا اور میں نے اپنا تجسس ختم کرنے کے لیے سب
پہلے اس سے قبیلے کے متعلق پوچھا۔

''معزز جابر!'' وہ اس طرح وارفتگی سے بولا جیسے اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھا
''تمہارے جانے کے بعد قبیلے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے قبیلے کی فلاح کے لیے تمہاری
وں پر عمل کیا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرے لوگوں میں نافرمانی کی وبا نہیں پھیلی۔ میں نے نئے
ے سے ان کی جھونپڑیاں بنوائیں اور لکڑی کے لٹھوں، پتھروں اور دھات سے بہترین اوزار اور
بنوائے۔ میں نے اپنے قبیلے کو ہر اعتبار سے مسلح کیا کہ اگر دو بدوان کا مقابلہ کسی دوسرے قبیلے
افراد سے ہو تو وہ پیچھے نہ رہیں۔''

''مجھے اندازہ ہے کہ تم نے میری عدم موجودگی میں میری ذمے داریاں نبھائی ہیں۔ فزارو! میں
ہیں اس کا اجر ضرور دوں گا۔ لیکن ہمارے قبیلے کی طرف کسی نے آنکھ اٹھانے کی جرات تو نہیں کی
؟'' میں نے بگڑ کو پوچھا۔

''نہیں۔'' فزارو نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ''مگر شوالا کی سرکشی اپنی جگہ قائم رہی۔ تمہارے
نے کے بعد اس نے ہمارے قبیلے کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی۔ یہ تمہارا
ل تھا اور دیوتاؤں کا سایہ کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہے۔''

''شوالا.....'' میں نے پوچھا۔ ''اس نے پھر کوئی شرارت کی ہے؟ کیا اس کی سرکشی ابھی ختم نہیں
؟ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ مجھے باگمان میں تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا اور میں واپس آنے کے
گیا تھا۔''

''معزز جابر۔ اس کا خیال ہوگا کہ باگمان سے تمہاری واپسی ناممکن ہے، باگمان کی کڑی تربیت
، بہت کم لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن اس کے
ے ماند پڑ گئے جب جزیرہ بیزنار کا ایک سرکش اور دیو قامت شخص نربگا توری میں تمہارے قبیلے کی
داری کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ جابر بن یوسف باگمان سے واپس نہیں آیا ہے چنانچہ
داری کے اس قبیلے کی سرداری کا امیدوار ہے۔ کاہن اعظم نے اس کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ اگر تم چار

مکمل چاند کے بعد، ادھر نہ آتے تو کاہن اعظم روایت کے مطابق نربگا کو توری کی سرداری کے لیے پیش کر دیتا اور نربگار سے کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ کیونکہ اس نے مقدس اقابلا کی خاص نوازشوں سے بلند مرتبہ حاصل کیا ہے۔''

''فزارو...... تو کیا نربگا نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔'' کیا وہ مقدس اقابلا سے بہت قریب ہے؟''

''جو اپنے لوگوں کے درمیان سب سے نمایاں ہوتا ہے وہ یقیناً دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور شجاعت سے مقدس اقابلا کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور مقدس اقابلا اسے مزید کامیابیوں سے نوازتی ہے۔'' فزارو نے کہا۔'' اس کی نوازشیں کسی ایک فرد کے لیے محدود نہیں ہیں۔''

''کیا نربگا واپس چلا گیا؟''

''نہیں وہ اب بھی یہیں موجود ہے۔ وہ شوالا کا مہمان ہے۔ وہ چار چاند گزر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ تم واپس آ گئے ہو تو شاید وہ واپس چلا جائے یا......'' فزارو کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''یا کیا......؟'' میں نے اضطراب سے پوچھا۔'' کیا وہ میری واپسی کے بعد بھی مجھ سے نبرد آزما ہونے کا ارادہ کرے گا؟''

''ہو سکتا ہے۔''

میں نے اپنا پیر زمین پر مار کر کہا۔'' تاریک براعظم میں ایک دن کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں رہے گا کہ وہ مقدس اقابلا سے زیادہ قریب ہے۔ میں درمیان کی صورت پسند نہیں کرتا۔ جاؤ فزارو، شوالا کو یہ باور کرادو کہ جابر بن یوسف کے گلے میں زارشی کے صحرا کا عطیہ شپالی موجود ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ اب ہر شخص کو اس سے محتاط رہنا چاہیے۔''

''معزز جابر! اسے جلد ہی اس کا علم ہو جائے گا اور نربگا بھی واپس چلا جائے گا لیکن ہمیں شجاعت کے ساتھ ذہانت بھی کام میں لانا ہو گی۔'' فزارو نے خوف زدہ آواز میں کہا۔'' مقدس اقابلا کو ذہین اور شجیع لوگ درکار ہیں۔''

فزارو نے میری برہمی دور کرنے کے لیے توری کی نوجوان لڑکیوں کے طائفے کو آواز دی۔ حسین لڑکیاں میرے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ اور میرا جسم دبانے میں مصروف ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد قبیلے کے معزز افراد کا اجتماع ہوا۔ فزارو نے مجھے کوئی دل خوش کن خبر نہیں سنائی تھی۔ یہ خیال آتے ہی کہ قلبا شوالا کے پاس موجود ہے مجھے خود سے ندامت ہونے لگی۔ شوالا اب تک ایک کانٹا تھا۔ مجھے جز توری کی سرزمین پر اس کے وجود سے نفرت تھی اس لیے کہ مجھے اپنے لیے اس کی نفرت کا بھی انداز

ں نے خود نربگا کو تیار کیا ہو گا۔ وہ جشن کی پہلی رات تھی۔ فزارو مجھے بستی میں لے گیا، اس کا یں وہاں سے اپنے لیے لڑکیاں منتخب کروں گا جو اپنے بدن رنگ کر مستانہ ادا کے ساتھ راستے ی میری جنبش نگاہ کی منتظر تھیں۔ میرے قبیلے کی ہر عورت سردار سے رفاقت کا اعزاز حاصل کے لیے بے چین تھی۔ میں ان کے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا واپس آ گیا۔ مجھے امید تھی کہ کاہن رال میری پذیرائی کو آئے گا۔ اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی ہو گی لیکن نہ اشمار کا پتہ تھا ں کا۔ شام گزرنے کے بعد میں ادھر آیا تھا۔ ان باتوں نے میرا ذہن بوجھل کر دیا۔

اور میں نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ جب مجھے اپنے بوڑھے ہندی دوست سرنگا کا خیال آیا صبح تک میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا یہ احسان فراموشی کی انتہا تھی۔ وہ ندام ہندی دوشیزہ سریتا بھی میرے قبیلے میں موجود نہیں تھی جسے میں بہت عزیز رکھتا تھا۔ یہ تھا جس کی دیوی نے مجھے انگروما کے طلسمی قید خانے سے نجات دلائی تھی۔ اصولاً مجھے سب لے سرنگا کو تلاش کرنا چاہیے تھا لیکن میں مقدس اقابلا کے تصور میں سب بھول گیا۔ میں اپنے سے نکل آیا اور میں فزارو سے حکمیہ انداز میں پوچھا۔'' سرنگا کہاں ہے؟''

''سرنگا۔ وہ ہندی بوڑھا۔'' وہ کسی قدر تذبذب سے بولا۔ مجھے اس کے تخاطب پر طیش آ گیا۔

ہ سرنگا اور اس کی لڑکی کہاں ہے؟''

''میں نے سرنگا کو عرصے سے نہیں دیکھا۔'' فزارو نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔'' اس کی لڑکی ا سے غائب ہے جس دن ایک معزز طبیب جواد نے اسے اپنی آسودگی کا ذریعہ بنانا چاہا تھا، یاد ہو گا معزز جابر کہ اسی دن کسی نادیدہ قوت نے ایک اقابو کو بھی ختم کر دیا تھا۔ سریتا اسی دن پوش ہے جواد کچھ روز تک کاہن اعظم کے زیر علاج رہا، پھر صحت یاب ہو گیا۔ آج کل وہ شوالا ، میں مقیم ہے۔ سرنگا معتوب تھا۔ اس کا دور عتاب جیسے ہی ختم ہوا۔ اسے کاہن اعظم نے توری ی سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ بہت دن ہوئے کسی نے اسے جنگلوں میں دیکھا تھا۔ لیکن ڑکی اس کے ساتھ نہیں تھی۔''

''اوہ فزارو تمہیں معلوم تھا کہ میں اس لڑکی کو کتنا عزیز رکھتا ہوں۔ تم نے اسے تلاش کرنے کی بھی نہیں کی؟'' میں نے فزارو سے تلخ لہجے میں کہا۔

''وہ ایک معتوب شخص کی بیٹی تھی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔''

''سرنگا۔ میرے مظلوم ہندی دوست!'' میں نے سرگوشی کی۔'' تمہیں یہاں آ کر ایک لمحہ بھی نہیں ملا۔ اور میں محسن کش شخص تمہاری لڑکی کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔''

''میں جا رہا ہوں۔'' میں نے فزارو سے کہا۔'' میں اپنے دوست سرنگا کو تلاش کروں گا اور اسے

اپنے قبیلے میں لانے کے بعد مقدس اقابلا سے اس کے لیے سفارش کروں گا۔"

"اسے کاہن اعظم نے نکال دیا تھا۔" فزارو نے دبی زبان سے کہا۔

"میں اسے واپس لانے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا تم کل صبح تک نہیں ٹھیر سکتے؟ جزیرہ توری میں معزز جابر کے اعزاز میں آج رات جشن کا رقص ہو رہا ہے۔ آقا تم چلے گئے تو قبیلے کے لوگ اس تقریب میں اپنے سردار کی کمی شدت محسوس کریں گے۔"

"نہیں یہ جشن برپا کیا جائے اور اس دھوم دھام سے کیا جائے کہ شوالا کا قبیلہ رشک کر۔ عورتوں اور مردوں کو آزادی دو کہ آج وہ جسے چاہیں اپنا رفیق چن لیں۔ شراب کے تمام برتن کھول ان سے کہو کہ آج رات وہ جو چاہیں کریں۔ جنگلوں سے جانوروں کو آواز دو۔ مدعوئین کو بہتر گو فراہم کیا جائے۔ وہ اتنی شدت سے ڈھول بجائیں کہ ان کے ہاتھ میں زخم پڑ جائیں، دوبارا طرح ناچیں کہ ان کے تلوے چھل جائیں۔"

"میں نے اپنے معزز سردار کے لیے قبیلے کی چند حسین لڑکیاں پرورش کی ہیں۔ کم از کم وا جشن میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ صرف سردار کے لیے وقف ہیں۔" فزارو نے ادب سے

"انھیں بھی لوگوں میں تقسیم کر دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"یہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ سردار کے لیے وقف ہو چکی ہیں۔ انھیں خصوصی طور پر پھل اور بوٹیاں کھلائی گئی ہیں۔ ان کے جسموں پر طیرسی کے تیل سے مالش کی جاتی رہی ہے اور کے کیڑوں نے انھیں معطر کر دیا ہے۔ ان کی سانسوں میں خوشبو ہے اور وہ اپنے سردار کی منتظر ہیں" فزارو نے آہستگی سے کہا۔

میں فزارو کی ہوس انگیز ترغیبیں سن ان سنی کر کے جنگل کی سمت چلنے لگا۔ فزارو میری صورت دیکھتا رہ گیا۔ جشن میں آج رات میری ہدایت پر جارا کا کی مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ میں سریتا اور سرنگا کی جستجو میں اسے چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

"سرنگا۔ تم کہاں ہو؟" میں نے جنگل کی سنسان رات میں ہانک لگائی۔ جنگل کی سوئی آبادی نے مختلف قسم کی آوازیں نکالنی شروع کر دیں۔ اسے تلاش کرتے کرتے بہت رات ہو گئی تھی۔ سرنگا نے خود کو محفوظ کرنے کے لیے اپنے اردگرد کوئی ایسا پردہ لگا لیا تھا، جس کے اندر جھانک سکے۔ سرنگا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس ہندی بوڑھے کے اسرار رفتہ رفتہ مجھ پر کھل تھے۔ حیرت کی بات تھی کہ تاریک اعظم میں ہوس اور غضب کی نگاہوں کے باوجود اسکی لڑکی ہم دوشیزگی پر کوئی داغ نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی تک ایک دھلی ہوئی شفاف اور پاکیزہ لڑکی تھی۔ کیونکہ

عظیم دیوی کی امان میں تھی۔ میں تمام رات سفر کرتا رہا اور غار در غار سرنگا کو آوازیں دیتا رہا۔ استالا نے مجھے پراسرار علوم کے بارے میں چند نکتے تعلیم کیے تھے اور مجھے اپنے تحائف سے مدد لینے کا گر بتایا تھا۔ لیکن جہاں پہلے ہی طلسمی پہرے لگے ہوئے ہوں، وہاں ان کا عمل دخل طلسم ٹوٹنے کے بعد ممکن تھا۔ میں نے ایک خاص جگہ پہنچ کر سرنگا کی بو سونگھ لی تھی۔ اتنے مصائب اٹھانے اور اتنی جدوجہد کرنے کے بعد مجھ میں اپنے اردگرد کی موافق ناموافق فضا کا جائزہ لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ مگر جب سرنگا کو متعدد آوازیں دینے کے بعد بھی کوئی ردعمل نہیں ہوا تو میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا۔ "میں تم سے ملاقات کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا بہتر ہے کہ تم پردہ چاک کر دو اور آ کر اپنے دوست کے گلے لگ جاؤ۔"

کچھ نہیں ہوا، میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنے اژدہے کو حکم دیا کہ وہ مجھے سرنگا کے پاس لے چلے۔ اژدہا ایک سمت جا کر رک گیا۔ اندر ایک غار تھا لیکن اژدہے نے اندر جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اب واپس میرے گلے میں جھول رہا تھا۔ "میں تمہارے دروازے پر ہوں سرنگا!" میں نے چیخ کر کہا۔ "کیا تم بہرے ہو گئے ہو؟" مجبوراً مجھے اپنا سب سے انمول تحفہ شپالی غار کے اندر پھینکنا پڑا۔ شپالی کے اندر جاتے ہی غار بقعۂ نور ہو گیا اور میں جھجکتا ہوا سمساتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شپالی نگاہوں سے اوجھل تھی میں نے اژدہا زمین پر چھوڑ دیا کہ وہ شپالی ڈھونڈ کر مجھے لا دے۔ اژدے نے ایک لمحے بعد میرے ہاتھ میں شپالی اگل دی۔ "مجھے افسوس ہے سرنگا۔" میں نے اندر گھستے ہوئے کہا۔ "لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر نہیں ہوں۔ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ایسی قوتیں حاصل کر لی ہیں۔ تمہارا دوست خالی ہاتھ واپس نہیں آیا۔" میں یہ کہتا ہوا غار کی لمبی سرنگ عبور کر گیا اندر ایک ٹمٹماتا ہوا دیا روشن تھا اور مکڑی کے جالوں کے درمیان بوڑھا سرنگا بے حس و حرکت ایک خاص انداز سے بیٹھا ہوا تھا اس کے دونوں پیر ایک دوسرے کے اوپر تھے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ "سرنگا میرے محترم دوست! یہ میں ہوں جابر! آنکھیں کھولو۔"

سرنگا کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے مسلسل اسے اپنی آمد کی اطلاع دی لیکن اس کی سانس میں بھی جنبش نہ ہوئی۔ میری چیخنے اور پکارنے پر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا، مجھے زارشی کے لمحے یاد آ گئے۔ وہ بھی اپنے عمل میں اتنے ڈوب جاتے تھے کہ برسوں انھیں باہر کی دنیا سے واسطہ نہ رہتا تھا سریتا کو وہاں نہ پا کر مجھے اور تشویش ہوئی، میں نے اس شکستہ کھوہ میں اسے آواز دی۔ پھر ایک چھوٹی سے جگہ کا پتہ چلا، وہ ایک تنگ راستہ تھا۔ میں اس سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر اندھیرا تھا۔ شپالی کی روشنی اس مرتبہ بھی کام آئی۔ روشنی میں جب میری نظر زمین پر پڑی تو مجھے ہاتھ اپنے سر پر رکھنے پڑے میرے منہ سے ایک کرب ناک آہ بلند ہوئی میں اس پر جھک گیا

۔وہ سریتا تھی۔ وہ سوئی ہوئی نہیں تھی اور زندگی کے آثار بھی ایسے نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے اس
پھول سا بدن اٹھایا تو اس کے بدن کے پھول بکھر گئے۔ وہ میری پنڈلیوں پر گر گئی۔ موت اور زند
کے درمیان ایک کیفیت کا نام سکتہ ہے، سریتا سکتے کے کیفیت سے دوچار تھی۔ سرنگا نے اسے پتھر
نہیں بنایا تھا۔ لیکن اسے ایک جگہ ٹھہرا دیا تھا۔ میں نے اسے چٹان کے سہارے لٹا دیا، اس کے منہ م
ایک پھول تھا اور دانت سختی سے بند تھے۔ میں دوڑا دوڑا باہر آیا۔ سرنگا اب بھی خاموش بیٹھا تھا۔ د
جل رہا تھا۔ میری سمجھ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں؟ ان دونوں کو کیسے جگاؤں؟ انھیں کیسے بتاؤ
کہ میں آ گیا ہوں؟ میں نے سرنگا کے کان میں آواز دی۔ اس کا جسم چھوا۔ اس کے سامنے دیوی ک
وہی چھوٹی سے مورتی تھی، جسے وہ اپنے پاس بڑے احترام سے رکھتا تھا۔ اس کی نظریں مورتی پر ج
ہوئی تھیں۔ دیوی کی مورتی دیکھ کر میں نے جوش مسرت اور عقیدت میں اسے اٹھا لیا اور اس کا ایک
بوسہ لیا۔ میرے اس عمل سے سرنگا کے بے جان جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے جھپٹ کے مجھ
مورتی چھین لی' اس نے اشتعال کے عالم میں میری طرف دیکھا۔ دیے کی روشنی میں اس کی سر
آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ میں نے شگفتگی سے کہا۔ ''دشمن نہیں ہے سرنگا۔ میں ہوں تمہارا دوست
جابر بن یوسف۔''

''جابر!'' اس نے کرب سے میرا نام لیا۔ پھر نرم آواز میں بولا۔ ''تم آ گئے ہوں؟''

''ہاں سرنگا' میں آ گیا۔'' میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارا انتظار تھا۔''

''میں ہر جگہ تمھیں اور سریتا کو یاد کرتا رہا۔ میں انگروما کے باغیوں میں پھنس گیا تھا۔ اگر تمہاری
عظیم دیوی میری مدد نہ کرتی تو میں کبھی وہاں سے واپس نہ آتا۔'' میں نے احسان مندی سے کہا۔

''انگروما۔'' وہ زہر خند سے بولا۔ ''تم نے وہاں کیا دیکھا؟''

''میں نے کیا نہیں دیکھا؟ تم نے سچ کہا تھا کہ یہاں کی زمین کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک اسر
چھپائے ہوئے ہے۔ میں نے انگروما میں قد آور اشخاص دیکھے۔ وہ ایک عجیب دنیا ہے۔'' میں
چند سانسوں میں اسے انگروما کی ساری کہانی سنا دی۔ وہ پورے انہماک سے اسے سنتا رہا۔ پھر اس
نے مختلف سوالات کیے میں کہیں کہیں اٹک رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''فکر نہ کرو، اس غار کی آواز یہیں گھٹ جاتی ہے۔''

یہ سن کر میں نے اطمینان سے اپنے تمام تاثرات اسے منتقل کر دیے۔ انگروما کے واقعات
نے بطور خاص اشتیاق سے سنے پھر میں نے باگمان کا واقع سنایا۔ زارشی کے بوڑھوں کا ذکر کیا، ان
کو اقتدار سونپنے کی داستان گوش گزار کی۔ میں ایک شاگرد کی طرح ایک عزیز کی طرح اسے

ورے کی تفصیلات سناتا رہا۔ پھر میں نے بڑے اشتیاق سے اسے اپنے تحائف دکھائے۔ میں
لی رگڑ کر پورا غار روشن کر دیا۔ میں نے وزنی پتھر اپنے ایک ہاتھ پر اٹھا کر اسے آسانی سے
طرف پھینک دیا۔ اژدہا متحرک کر کے اسے دیا بجھانے کا حکم دیا۔ اور شپالی نے دیا دوبارہ روشن
میں نے ڈبگی کے سینگ زمین پر مارے، وہاں گڑھا ہو گیا۔ تحائف کی نمائش کے بعد میں
ا سے پوچھا۔ ''کہو محترم سرنگا کیا خیال ہے؟''
ہاں یہ قابل ستائش ہے مگر یہ کچھ نہیں ہے۔''
کیا..... سرنگا تمہارا کیا مطلب ہے؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔
جابر بن یوسف! آہ تم نے تمام باتوں کا ذکر کیا مگر تم نے واپس جانے کی کوئی خواہش ظاہر
۔ تمھارا مقصود نظر کچھ اور ہے۔ کیا ہم کبھی یہاں سے واپس نہیں جائیں گے؟''
واپسی؟ ارے سرنگا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''میں نے یہ طلسمی دنیا دیکھی ہے، اب مہذب دنیا
جاؤ۔ مجھے ایسے کوئی امید نہیں رہی ہے، اسی لیے میں نے اس دنیا سے مفاہمت کر لی ہے۔
دنظر اگر وہ ہے تو یہ کوئی معمولی مقصد نہیں ہے۔ میں ان تحائف کی مدد سے اور تمہارے
سے تاریک براعظم میں آگ لگا دوں گا۔ میں اس سلطنت میں اس سے اتنا قریب ہو جاؤں
تک کوئی نہیں ہوا ہو گا۔ انگروما کے باغی اس کی بے وفائی کے شاکی ہیں۔ میں کہتا ہوں ان
میں صدق نہیں تھا۔ میں یہ معرکہ ضرور سر کروں گا۔'' میں نے مکمل عزم کے ساتھ کہا۔
نہیں۔'' اس نے اپنا ہاتھ روک کر کہا۔ ''میں سب جانتا ہوں تمہارے ارادے مجھے توانا رکھتے
ن جابر! میرے عزیز' میرے بچے!'' سرنگا نے شفقت سے کہا۔ ''تمھیں شاید جلد ہی انگروما
یا گیا۔ ابھی تمھیں اور وہاں رکنا تھا۔ ابھی تمھیں پختگی کی ضرورت تھی۔ انگروما کے فاضل
نے تم میں سنجیدگی پیدا نہیں کی۔ میں تمہاری عمر کے کچھ اور سال ڈھلتے ہوئے دیکھنا چاہتا
ی تمہاری باتوں سے دودھ کی بو آتی ہے۔''
سرنگا! میں اب تمہاری باتیں رد کرنے کی جرات نہیں رکھتا، لیکن تمہاری احتیاط اور تحمل کے سبق
ل ہوتا تو تاریک براعظم میں آج میری یہ حیثیت نہ ہوتی۔'' میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔
تمھیں نہیں معلوم میرے عزیز اپنا ذہن فراخ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم غلط سوچوں سے
گے۔ میں تم سے یہ کب کہتا ہوں کہ تم یہاں کے معاملوں میں اندر تک شامل ہونے کی
رو مگر اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی بھی شخص تمھیں عقب سے چھرا مار سکتا ہے۔''
خبر ہے سرنگا۔ کیا تمھیں شوالا یاد ہے؟'' میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔
مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے تو۔ جابر بن یوسف! تمھیں سلطنت اقابلا کے قانون کی رو

سے پورا حق حاصل ہے کہ تم اسے کسی بھی وقت دعوت مبارزت دومگراب وہاں ایک اور شخص بھی موجو ہے۔"

"زربگا" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں اس کے متعلق سن چکا ہوں۔"

"جابر بن یوسف! ذہانت کی جنگ سب سے مفید ہوتی ہے۔ تمھیں اپنے موجودہ منصب مطابق صرف ایک محاذ پر شوالا یا کسی دوسرے سے جنگ نہیں کرنی، بہت سے محاذ کھولنے ہیں۔ تم اپنی ذہانت کی بساط بچھانی ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے آئے ہوئے ایک دن بھی نہیں گزرا۔ حیرت ہے کہ ابھی تک اعظم سموراں نے نہ مجھے طلب کیا نہ خود میرے علاقے میں آیا، نہ ہی اقابلا کی طرف سے کوئی ہوئی۔" میں نے تذبذب سے کہا۔

"وہ شاید تاخیر سے تمہاری طرف رجوع ہوں کیونکہ تم انگروما سے واپس آئے تو تم اس کے حریفوں کے درمیان رہے ہو۔ کاش تمہارا رابطہ کسی طوراں سے برقرار رہتا۔"

"سرنگا...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

اگر تمہاری عقل بعید از فہم باتیں نہیں سوچے گی تو تمہارے راستے میں بڑی تکلیفیں پیش آ عزیز جابر...... تم۔"

یکا یک سرنگا کا لہجہ بدل گیا۔ روشنی کی ایک لکیر تیزی سے غار کے اندر داخل ہوئی اور فورا ہوگئی۔ سرنگا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "وہ عظیم ہے جابر بن یوسف! مقدس اقابلا عظیم ہے۔" وہ کہ "صرف اس کی طلب کرو اور زمینیں اپنے پیروں تلے روند دو۔ وہ ایک دن تمھیں سرفراز کرے شجاعت اور ذہانت کے اعلیٰ مظاہرے کرتے رہو اور جب تمھیں اس کی دید کی سعادت نصیب اس سے میری سفارش بھی کرنا۔ کہنا سرنگا اس کی اطاعت گزار ہے۔"

میں اس سے ضرور کہوں گا۔ وہ تمھیں معاف کر دے گی۔ کیونکہ اس کا دل وسیع ہے۔ کسی دن خود آبادی میں جاؤ گے لیکن میں سریتا کو یہاں سے لیے جا رہا ہوں۔ سریتا پر ایسی کوئی نہیں ہے۔"

سرنگا نے مجھے اجازت دے دی۔ یہ گفتگو ادھوری رہ گئی مگر ہم نے اہم باتیں کر لی تھیں نے اسے زندہ وسلامت دیکھ لیا تھا۔ میں شپالی سے غار کا طلسم توڑ کر اندر داخل نہ ہوتا تو روشنی لکیر کا گزر بھی ممکن نہ ہوتا۔ میں نے پھر رسمی طور پر سرنگا سے باتیں کیں۔ کیونکہ ہماری گفتگو باہر کی پراسرار طاقتوں سے پوشیدہ نہیں رہی تھی۔ سریتا میرے جسم سے چپکی ہوئی تھی اور مجھے لمس سے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی۔ میں اسے دل میں بٹھانا چاہتا تھا۔ اسے احتیاط سے

کان میں آ گیا۔ یہاں میں نے اس کا سکتہ توڑنے کے لیے فزاروں کی مدد طلب کی۔ فزارو دوبارہ دیکھ کر حیران تھا۔ ہماری پیہم کوششوں سے وہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے آنکھیں کھول سامنے مجھے دیکھا تو اچھل کر بیٹھ گئی۔ "تم!" وہ ابھی صرف یہی کہہ سکتی تھی میں نے اس کے لب پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے مسکرا کر بتایا کہ ہاں یہ میں ہی ہوں۔

میری ہدایت پر سریتا کو معطر پانی سے نہلایا گیا اور اسے پھولوں اور پتوں سے ڈھک دیا گیا۔ بدن کا عجب رنگ نکلا تھا۔ میں نے اسے سراپا قیامت کو دیکھا تو نظریں جھکا لیں اور اس سے سریتا قسمت میں یہی لکھا ہے کہ تم بار بار حادثوں سے دوچار ہوتی رہو اور میں بار بار تمھیں بلاتا رہوں۔ اب تم یہاں آ گئی ہو تو تم اس گھر کی مالکہ ہو۔"

س نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور میں بستی میں سرمست لوگوں کے درمیان پہنچ گیا۔ لوگ بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ عورتیں مرد بچے ادھر ادھر شب بیداری کے بعد اپنی جھونپڑیوں یان بکھرے ہوئے تھے۔ کسی کو ہوش نہیں تھا۔

ئی دن گزرنے کے بعد بھی کاہن اعظم سموراں کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہ ہونے پر ش ہونے لگی۔ میں نے انگروما اور باگمان میں بہت مصروف دن گزارے تھے۔ اس یکسانی اکتانے لگا، جس کے لیے اتنے عذاب مول لیے اس نے بھی میری واپسی پر کسی حوصلہ افزائی نہیں کیا؟ میں نے اس سے قربت کے لیے جو صبر آزما انتظار کیا تھا کیا وہ کم تھا؟ سرنگا جو کچھ تھا اس کی میری نظر میں کچھ وقعت نہ تھی۔ میں تو صرف ایک بات جانتا تھا کہ اس کی قربت ا کے بعد میری زندگی تمام ہوئی اس لیے اب مجھے اپنا گھر اپنا وطن یاد نہیں آتا تھا۔ ہاں کبھی ۔ اٹھتی تھی۔ میرا خیال تھا، میں بڑا حقیقت پسند ہوں، سرنگا سے زیادہ' کہ میں نے سحر و افسوں رزمین سے حقیقت پسندانہ مطابقت پیدا کر لی ہے۔ لیکن میری فکر کا دوسرا پہلو قطعاً شاعرانہ رما کے لوگ کہتے تھے کہ حسین اقابلا ایک خواب ہے، ایک خیال ہے ایک سحر ہے اس کے سوا یکن اس کے معاملے میں میرے دل پر کیفیتیں گزر جاتی تھیں۔ میں سوچتا کہ جب میں اس ۔ ہو جاؤں گا اور اس کا دست احمریں میرے اختیار میں ہوگا۔ اور اس کے لبوں کی حلاوت ں سے مس ہوگی تو یہ میری زندگی کا سب سے بڑا انعام ہوگا۔ توری آنے کے بعد اس کی یاد ت شدت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ انتظار کہ اس کی طرف سے کوئی پہل ہوگی، بہت گداز پیدا کرتا الپٹ کر خبر نہیں لیتا تھا۔ سریتا کی موجودگی سے ذہن و دل میں اور فشار برپا تھے۔ وہ دوسرے ں بجی سجائی بیٹھی رہتی میں اسے دیکھتا اور توری کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھتا مگر کنارہ کشی اختیار کبھی تو اسے میرا خیال آئے گا۔ اس کی آنکھیں بڑی ہیں اور وہ کشمکش محسوس کر رہی ہوگی۔ وہ

یہ تپش محسوس کر رہی ہوگی جو صرف اس کی وجہ سے میرے سینے میں ہے۔ اس میں کوئی فریب نہیں میرے ذہن میں اقتدار اور دوسری سفلہ خواہشوں کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ یہ منصب، یہ مسند، یہ اقتـ کی خواہش صرف اس سبب سے تھی کہ وہ مجھے مطلوب تھی، اس کا التفات اسی طرح حاصل کیا جا سکـ کہ اس تک پہنچنے کے لیے کارنامے انجام دیے جائیں۔ اقابلا کا عرفان ایک پری پیکر دوشیزہ کا، ،اس کا حسن ایک پہاڑ تھا، اس کا حسن ایک سمندر تھا، میں اس پہاڑ پر چڑھنے اور اس سمندر میں اتـ کے لیے تڑپ رہا تھا۔ یہ مہم سر ہوگئی تو پھر دنیا میں اور کیا رہ جائے گا۔ ہاں جو لوگ راستے کا پتھ ہوئے تھے۔ اور جو اس کی نظر میں میری منزلت گرانے کا سبب تھے، ان کی قسمت میں تاراجی لکھی وہ میری شدتوں کا اقرار نہ کرے لیکن کب تک؟ اس کا طرزِ عمل سرد مہری کا تھا۔ یہ سرد مہری اب نا برداشت ہوئی جاتی تھی۔

جزیرہ باگمان روانہ ہونے سے پہلے ایک رات جمرال میرے پاس آیا تھا اور اس نے شوالا نائب زارمے کے بارے میں یہ رازدارانہ خبر دی تھی کہ وہ مجھ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ سموارال زارمے کسی کا پتہ نہیں تھا۔ اشمار بھی غائب تھی۔ ان الجھنوں میں ایک خیال آیا کہ اقا سموارال کو متوجہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے، شوالا کو مبارزت کی دعوت دی جائے۔ جزیرہ تو اس کا وجود میری شجاعت کی توہین ہے۔ میں نے فزارو کو بلا کر حکم دیا۔ ”کاہن اعظم کو اطلا جائے کہ جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔

سموارال کا جواب بہت مایوس کن تھا۔ اس نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ جب مـ سمجھے گا خود میرے علاقے کا رخ کرے گا۔

میں نے فزارو کو دوبارہ اس کے پاس روانہ کیا کہ ”جزیرہ توری کا سردار جابر بن یوسف سے مبارزت چاہتا ہے اور بیک وقت دونوں قبیلوں کی سرداری کا خواہش مند ہے تاخیر وہ ا۔ میں مضر سمجھتا ہے۔“ فزار نے میرا یہ پیغام خاموشی سے سنا اور سموارال کی خدمت میں روانہ ہو گیا

دوسری بار بھی کاہن اعظم کا جواب توقع کے خلاف تھا۔ اس نے جواب دیا۔ ”وہ پیغام اقابلا کی بارگاہ میں پہنچا دے گا۔ جابر بن یوسف کو مقدس اقابلا کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔“

اس جواب کی روشنی میں، میں نے اپنی جگہ صورت حال کا تجزیہ کیا۔ یہ بات صاف تھی کہ اعظم سموارال شاید کچھ مصلحتوں کے باعث مجھ سے ملنے میں پہلو تہی کر رہا ہے۔ دوسرا امکان انگروما سے میری واپسی کا قصرِ اقابلا میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وہ درمیان کے واقعات سے یعنی میں میری مصروفیات سے لاعلم ہوں گے۔ کیونکہ جزیرہ انگروما میں ہونے والی سرگرمیاں روپوش تھیں۔ انھیں صرف یہ معلوم ہوگا کہ باغیوں کی ایک سرزمین انگروما میں اقابلا کے دشمن

اس کا زوال دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ ممکن ہے انھیں یہ بھی معلوم ہو کہ میں نے مجبور ہو کر ان میں اختیار کر لی تھی اور پھر میں اقابلا کے خلاف ان کی مشترکہ عبادتوں اور دعاؤں میں بھی شریک میں نے انگروما کی بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ممکن ہے انگروما کے دور اندیش عالموں نے کسی ے انھیں یہ خبر پہنچا دی ہو کہ جابر بن یوسف انگروما کے باغیوں کی ہونے والی سازشوں میں ملوث ہے۔ میں نے متعدد امکانات پر غور کیا۔ اپنے طور پر میں یہی کر سکتا تھا کہ تنہائیوں میں یاد کروں اور اسے اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ میں ایک پاک و صاف شخص ہوں۔ وہ ایک دن اضطراب اور میری سچائیوں کا یقین کر لے گی اور مجھے اپنے قصر میں طلب کرے گی اس کا قصر خوب صورت ترین جگہ ہے کسی شخص کو اگر قصرِ اقابلا میں کوئی گوشہ مل جائے تو دنیا میں اس سے رگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن اقابلا کب طلبی کا حکم صادر کرے گی؟ کب؟ یہ کون جانتا تھا۔ عجب گومگوں کی کیفیت تھی۔ میں پوچھتا ہوں کیا میں خاموش بیٹھ جاتا؟ لیکن میری بے قرار کو چین کہاں تھا؟ میں نے فزارو کو بلا کر کہا کہ وہ اپنے قبیلے میں یہ اطلاع عام کر دے کہ جلد ہی سردار جابر بن یوسف توری کے دوسرے قبیلے کا سردار بننے والا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ جتنے ے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہی جائے، ہر طرف مشہور کر دیا جائے کہ جابر بن یوسف کے پاس ،ہراعظم کے اعلیٰ ترین نوادر ہیں اور اس کی ساحرانہ صلاحیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ شوالا ان کے میں ایک لمحے نہیں ٹھہر سکتا۔ بہت جلد توری میں شوالا کے قبیلے پر اس کا غضب نازل ہونے والا ہ اپنے تحائف سے پوری مدد لے گا اور شوالا کی زندگی اجیرن کر دے گا۔ وہ شوالا کی خوبصورت اپنی طاقتوں سے ادھر لے آئے گا اور وہاں سے اس سفید فام عورت فلورا کو بھی لے آئے گا جو ا کی ملکیت تھی۔ میں نے فزارو کو ہدایت کہ شوالا کے قبیلے کے وہ باشندے جو اس کے ظلم و ستم ـ ہیں وہ کسی بھی لمحے جابر بن یوسف کے قبیلے میں آ سکتے ہیں۔ انھیں تمام تر عزت دی جائے یں وسیع جھونپڑیاں دی جائیں گی۔ اور ہتھیار بنانے کا ہنر سکھایا جائے گا۔ فزارو کے چہرے پر ہویدا تھی لیکن یہ ایک سردار کا حکم تھا، مجھے اندازہ تھا کہ آئندہ چند دنوں میں یہ اطلاع دونوں کے ہر فرد کی زبان پر ہوگی اس لیے کہ دونوں قبیلوں کے مابین عارضی طور پر عام باشندوں کے جانے پر کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔

دوسرے دن میں نے جھونپڑیوں کے درمیان بڑی گلیاں اور نالیاں بنانے کا انقلابی کام اپنی میں شروع کرا دیا۔ قبیلے کے لوگوں نے جب نمونے کی ایک نالی دار گلی بنا لی تو ان کی حیرت ہو گئی۔ اس چھوٹی سے گلی میں اونچائی پر دونوں اطراف جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور جھونپڑیوں یان درخت لگانے کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی تھی بعد میں، میں نے لکڑیوں سے ان کے سامنے

پہیہ بنایا اور اپنی ہنرمندی کے مطابق ایک اونگا بونگا چھوٹا سا مال بردار ٹھیلا بنا لیا۔ جب انھوں اسے گلی میں چلایا تو وہ اچھلنے کودنے لگے۔ یہ خبر بھی میرے اندازے کے مطابق شوالا کے قبیلے م گئی ہوگی۔

پھر میں نے سماجی صلاحیتوں کا ایک مقابلہ منعقد کرایا اور حکم دیا کہ روز اسی طرح کے م ہوں گے۔ میداں میں پہنچ کر میں نے خود ان مقابلوں میں حصہ لیا جب میں نے دو تو نوجوانوں کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تو میرے قبیلے کے لوگ میری جسمانی طاقت پر د رہ گئے۔ میں نے اپنے تحائف سے بھی ان کے سامنے حیرت انگیز عملی مظاہرے کیے۔

ان کوششوں کا نتیجہ چند ہی دن میں ظاہر ہوگیا۔ فزارو نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے خاندان ہجرت کر کے ادھر آ گئے ہیں اور اسکے قبیلے میں میری بہادری اور پراسرار قوتوں کے تذ عام ہو رہے ہیں۔ شوالا کے قبیلے میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے کہ جابر بن یوسف باگمان میں تربیت کے بعد واپس آیا ہے۔ وہ کسی دن قہر بن کر شوالا پر ٹوٹے گا۔

مجھے شوالا کی طرف سے جلد ہی کسی اقدام کا انتظار تھا کوئی ایسی حرکت جو اس کے قبیل میرے داخلے کا راستہ استوار کر سکے۔ وہاں اس کی حمایت کے لیے میرا ایک حریف نربگا بھی مو تھا، جو یقیناً شوالا کو مشورے دے رہا ہوگا۔ شوالا کا نائب زارے بھی ابھی تک مجھ سے ملنے نہ تھا۔ اسے اپنے اعتماد میں لینے کے لیے جمرال کے توسط کی ضرورت تھی اور جمرال سے ملاقات وقت تک ناممکن تھی جب تک کاہن اعظم اپنی اقامت گاہ سے دور نہ ہو۔

چند دن اور گزر رہے ہوں گے میرے قبیلے میں ہجرت کر کے آنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی معلوم ہوتا تھا جیسے شوالا کا قبیلہ ایک دن بالکل خالی ہو جائے گا۔ نئے آنے والوں کے لیے م انتظامات کراتا اور میرے قبیلے کے لوگ خالی جگہوں پر روزانہ بننے والی عمدہ جھونپڑیوں میں انھیں کر دیتے۔ میں روز ان کے سامنے تقریر کرتا اور ان کے طعام میں شریک ہوتا۔ سریتا بھی تمام کا میں میرے ہمراہ ہوتی، شوالا نے ہجرت کر کے جانے والوں کے لیے شدید ترین سزائیں مقرر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اتنا بڑا سیلاب روکنا اتنے لوگوں کو شوالا کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے کئی آدمیوں کو روک کر زندہ جلا دیا لیکن میرے ساحرانہ کارنا کی گونج شوالا کے قبیلے میں کچھ ایسے منظم انداز میں پہنچ رہی تھی کہ لوگ اپنی جھونپڑیاں چھوڑ چھ ادھر آنے لگے۔ یہاں کوئی پابندی نہیں تھی، آزادانہ زندگی تھی۔ عمدہ جھونپڑیاں تھیں، گلیاں تھیں۔ کاشت ہو رہی تھی۔ سردار عام لوگوں سے گھلا ملا رہتا تھا۔

آنے والوں نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے میں ہر جگہ جابر بن یوسف کی شجاعت کی دھوم

ہی دنوں میں شوالا کا آدھا قبیلہ اپنے نیزوں کے ساتھ ادھر منتقل ہوگیا۔ ان کی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ان کی آبادکاری کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ مجھے اپنے مقاصد میں خاصی کامیابی ہو ئی تھی۔ ہاں اس بات پر حیرت تھی کہ شوالا نے کسی حماقت کا مظاہرہ اب تک کیوں نہیں کیا؟

مگر اس کے دن قریب آ رہے تھے۔ ڈیڑھ ماہ بعد اس کے قبیلے میں صرف چند لوگ رہ گئے اس پاس زمین تھی اس کے پاس پانی تھا اس کے پاس اقتدار تھا اس کے پاس چند وفادار عورتیں اور مرد گئے تھے۔ اس کے پاس دوست نربگا تھا مگر اس کے پاس اس کے قبیلے کے لوگ نہیں تھے۔ وہ اب ن چند لوگوں کا حکمران تھا۔ میں کاہن اعظم یا اشار کی آمد کا منتظر تھا۔ انھیں اب آ جانا چاہیے کیونکہ ابن یوسف نے انھیں کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اب ان ا سردمہری سرگرمی میں بدل جائے گی اور جلد ہی کوئی ہنگامہ برپا ہوگا۔ کیا اقابلا جابر بن یوسف کو اب ی نظرانداز کرے گی؟ میں لمحے گن گن کر کاٹ رہا تھا اور پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی طلسمی نیزہ رے سینے کے پار نہ ہو جائے اور میں حسرتیں لیے نہ مر جاؤں۔

☆==========☆==========☆

میں انتظار کرتا رہا۔

اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا؟ میں نے انتظار کیا۔ ایک جاں سوز اور بے کیف انتظار۔ چند ن گزر گئے ان چند دنوں میں شوالا کے قبیلے کے بعض سرکردہ افراد بھی فرار ہو کر ادھر منتقل ہو گئے۔ یہ ب دلچسپ تجربہ تھا۔ رعایا کے بغیر بادشاہ کا کیا حال ہوگا؟ اس کی حکمرانی کے لیے درخت ہوں گے یا رہوں گے وہ معدودے چند جاں نثار جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے وہ کب تک ایثار و وفا کا مظاہرہ رتے رہیں گے؟ مغلوب الغضب شوالا کی برہمی اور کمزوری انھیں کب تک اپنے قابو میں رکھنے میں میاب رہے گی؟ شوالا کا نائب زارے اور اس کے گنتی کے ساتھی ابھی تک وہیں تھے۔ حالانکہ رے کے متعلق کاہن اعظم سورال کے فرزند جمرال نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے مضطرب ۔ فلورا بھی اس کے پاس تھی اور نربگا بھی جو جزیرہ بیزنار سے توری کے اس قبیلے پر حکمرانی کا خواب ر آیا تھا۔ میں تصور میں شوالا کے شب و روز کے معمولات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ جو لوگ وہاں سے ئے تھے۔ وہ اس کے مظالم اور ناسازی مزاج کے قصے بیان کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ وہ شدید ب میں مبتلا ہے وہ انگاروں پر لوٹ رہا ہے...... بادشاہ اپنے چند مہروں کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس تمام پیدل مارے گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ بادشاہ کوئی اوچھی چال چل کر بساط الٹنے کی کوشش ے گا لیکن اس نے غیر معمولی تحمل کا ثبوت دیا تھا۔

جزیرہ توری کے اس حصے میں بڑی چہل پہل تھی جہاں میری حکمرانی تھی۔ میں اس کا ذکر پہلے

کر چکا ہوں۔ ہر طرف تیزی و توانائی نظر آتی تھی۔ جدھر دیکھیے ایک جوش، ولولے اور عزم کا اظہار
صدیوں کی منجمد زندگی میں حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ جھونپڑوں کے درمیان گلیوں کی تعمیر کا کام جاری
پودے سلیقے سے لگائے جا رہے تھے توری میں زمین کی کمی نہیں تھی۔ قدرت نے تاریک براعظم
دوسرے جزیروں کی طرح اسے بھی طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا...... سبزہ پانی زرخیز
اور پھر میں یہاں آ گیا۔ میں ان کے لیے ایک نیا آدمی تھا، جس کی جلد سرخ و سفید تھی۔ جس کے نق
نگار تیکھے تھے اور جس کا لہجہ پر کشش اور منفرد تھا۔ ان کے مشاغل بدل گئے تھے، وہ دن بھر کام کر
سورج غروب ہوتا تو وہ انگڑائیں لے لے کر طلوع ہوتے، مشعلیں گلیوں میں ایستادہ کر دی جا
عورتیں اپنے بدن رنگ کر اٹھلاتی ہوئی باہر نکل آتیں۔ مرد دن بھر کے پکڑے ہوئے جانوروں کو
پر لٹکا دیتے پھر ڈھول بجتے، نقارے پٹتے پاؤں تھرکتے، شور مچتا اور وہ دیوتاؤں سے راتیں طو
ہونے کی دعائیں مانگتے۔ راتیں ڈھلنے لگتیں تو وہ نڈھال ہو کر ایک دوسرے کی آغوش میں
جاتے۔ شوالے کے قبیلے کی ساری آبادی منتقل ہو جانے کے بعد یہاں تا حد نظر آدمی نظر آتے
آدمی گروہ پسند ہوتے ہیں۔ ایسی زندگی کا انہوں نے تصور نہیں کیا تھا۔ یہاں ہر وقت کوئی جشن
معلوم ہوتا تھا۔ مجھ سے ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جدھر میرے قدموں کی خوشبو جاتی، وہیں عور
زمیں بوس ہو جاتیں۔ مرد اپنی چھاتیاں زمین سے رگڑتے جیسے کوئی دیوتا ان کے درمیان آ گیا ہو۔
ہر دو قبیلے کی متعینہ حدود کے سوا توری میں ایک ایسا علاقہ بھی تھا جہاں دونوں قبیلے کے ا
اکٹھے ہو جاتے۔ وہ مشترکہ جگہ کہلاتی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ شکار کی تلاش اور لکڑیاں اور
حاصل کرنے کے لیے دونوں قبیلوں کے افراد اس مشترکہ جگہ سے فائدہ اٹھاتے تھے اور واپس ا
اپنے قبیلوں میں چلے جاتے تھے۔ اب اس وسیع عریض مشترکہ جگہ پر میرے آدمی بکھرے ہو
تھے۔ انھیں شوالا کا خوف نہیں تھا کیوں کہ انہوں نے میرے قبیلے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک
جب قبیلے کی ایک بڑی تعداد ساحل پر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھی، شوالا کے چند جاں نثار جوا
تک اس کے ساتھ تھے، اپنے قبیلے کے ان دس آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے جو ہجرت کر کے میر
علاقے میں آ گئے تھے۔ مجھے فوراً اس واقعے کی اطلاع دی گئی۔ اس خبر سے مجھے مسرت ہوئی لیکن
نے اس کا اظہار قبیلے کے لوگوں پر نہیں کیا۔ میں نے انھیں خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ گویا شوا
قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ میں کسی ایسے ہی اقدام کا منتظر تھا۔
شام کے وقت جب میں سریتا کے ساتھ مہذب دنیا کی یادوں میں کھویا ہوا تھا۔ فزارو
کانپتا داخل ہوا اس کی وحشت اس امر کی غماز تھی کہ وہ کوئی تازہ واردات سنانے کے لیے منا
پیرایہ ڈھونڈ رہا ہے۔ میں نے اپنے بدن کی مالش کرنے والی لڑکیوں کو ہاتھ کے اشارے سے علیحد

فزارو کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر قبیلے کے افراد کا ایک مجمع موجود تھا، ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ماحول
وف و ہراس مسلط تھا۔ میرے نمودار ہوتے ہی وہ زمین پر دراز ہو گئے۔ میں نے انھیں کھڑے
نے کا حکم دیا...... پھر...... پھر میں کیا بیان کروں! میری آنکھوں نے بربریت و شقاوت، درندگی و
کی کا ایسا ہولناک منظر دیکھا جسے فراموش کرنے کے لیے حافظہ بگڑ جانا شرط ہے ایک ناتوان خوں
ہ گردہ۔ دس افراد کا وہ مظلوم اور بدقسمت گروہ میرے سامنے کھڑا تھا۔ انھیں قبیلے کے دوسرے
اد نے سنبھال رکھا تھا، ان کے کاندھے لٹک رہے تھے اور بازو جھول رہے تھے وہ آنکھیں کھولنے کی
ش کر کے گاہے گاہے میری طرف حسرت کی نظر سے دیکھ لیتے تھے۔ وہ مرے نہیں تھے انھیں
ت کے درس کے لیے زندہ رکھا گیا تھا۔ شوالا نے انھیں درختوں سے باندھ کر دل سوز مظالم
ائے تھے۔ فزارو نے آگے بڑھ کر ان کے منہ کھول کر مجھے دکھائے ان کے دانت غائب تھے اور
نیں کٹی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ان کے ہاتھ دکھائے۔ انگلیاں ہاتھوں سے جدا کر دی گئی تھیں۔
سب کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔
''معزز سردار!'' فزارو نے میری خاموشی توڑنے کے لیے پوچھا۔ ''کیا ان کے سینوں سے
ے پار کر کے انھیں اس تکلیف سے نجات دلا دی جائے؟''
''ہاں۔'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن سنو......'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''انھیں زندہ
ا جائے۔ قبیلے کے تمام لوگ ان کے لیے کام کریں گے۔''
میرے حکم پر سب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ جزیرہ توری میں معذور لوگوں کو زندہ رکھنے کی
ئی رسم موجود نہیں تھی۔ وہ ایسے لوگوں کو مار ڈالتے تھے۔ میں نے اپنا فیصلہ اس لیے واپس لیا تھا کہ
ے کی آبادی کے سامنے انھیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ فزارو اور تمام مجمع میرا
ل دیکھنے اور سننے کے لیے پہلو بدل رہا ہے۔ میری خاموشی کو وہ اپنے محترم و مقدس سردار کی کمزوری
مصلحت پر محمول کرتے، لیکن مجھے اپنے کسی ردعمل کے اظہار میں محتاط رہنا چاہیے تھا۔ یہ جو کچھ ہوا۔
ین قیاس تھا۔ شوالا اس طرح اپنے قبیلے کے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ ان کی سزائیں اتنی
ید اور ہول ناک ہو سکتی ہیں۔ مشترکہ علاقے میں آنے والے افراد کے لیے یہ ایک تنبیہہ تھی کہ وہ
ی وقت بھی شوالا کے پنجہ استبداد میں جکڑ جائیں گے اور اگر وہ واپس اپنی زمین پر نہیں گئے تو شوالا کا
س حد تک نازل ہو سکتا ہے۔ اس واقعے کے بعد مشترکہ علاقے میں جانے والے لوگوں کے دلوں
یک ہیبت طاری رہتی۔ وہ شوالا کی ظالمانہ خو، ماورائی علوم پر اس کی دسترس، جادوگردی اور غیر معمولی
ت سے بخوبی واقف تھے۔ مجھے سوچنے کے چند لمحے ملے، پھر میں نے متذبذب، ہجوم کو دیکھ کر
مان کی طرف ہاتھ اٹھائے، میری پیروی میں بہت سے ہاتھ بلند ہو گئے، میں نے بلند آواز میں

کہا۔" جزیرہ توری کے لوگو! دیوتا تمھیں شاد ماں رکھیں۔ تم سب اب میری امان میں ہو۔ مجھے غور دیکھو اور یقین کرو کہ تمہارا سردار مرتبے، طاقت اور ذہانت میں تاریک براعظم کے تمام سردارا فوقیت رکھتا ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم مشترکہ علاقے میں کسی خوف اور شک کے بغیر جا سمندروں سے مچھلیاں نکالو۔ درختوں سے پھل توڑو، جنگل میں عمدہ قسم کے جانوروں کو تلاش کرو علاقہ دونوں سرداروں کی ملکیت ہے اور یہ تمہارا علاقہ ہے۔ بہت جلد تمھیں دیوتاؤں کی طرف مسرت اور سرشاری کی نوید ملے گی۔ تم دیوتاؤں کی منشا کے منتظر رہو۔ وہ پرجلال ملکہ تمہاری طرف غافل نہیں ہے......... اور سنو اگر دوبارہ تم پر کوئی حاوی آنے کی کوشش کرے تو تم مشترک ہو کر ا مقابلہ کرو۔ کیا تم اپنے سردار پر جانیں قربان کرنے سے گریز کرتے ہو جس نے تمھیں اعلیٰ جھونپڑ اور آسائشیں دی ہیں۔"

"معزز سردار!" فزارو درمیان میں بولا۔ "تمہارا حکم دیوتاؤں کا اشارہ ہے، لیکن شوالا کے آ ایسا سحر پھونکتے ہیں کہ بینائی معدوم ہو جاتی ہے۔ ان کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ مزاحمت بے کا جاتی ہے۔ معزز سردار کو معلوم ہونا چاہیے کہ شوالا نے ایسے منتخب آدمی مشترکہ علاقے میں بھیجے تھ حکم چلا سکتے ہیں۔"

"فزارو......... کیا ہمارے علاقے میں سحر پھونکنے والے لوگوں کی کمی ہے؟" میں نے تلخی کہا۔" کیا تم اور تمہارے ساتھی چند دنوں کے لیے مشترکہ علاقے میں اپنے لوگوں کی نگرانی نہیں سکتے؟ اگر وہ تمہارے آدمیوں کو پکڑ سکتے ہیں تو تم ان کے بچے کھچے آدمیوں کو اپنی تحویل میں نہیں سکتے؟ کیا تم وہ طلسم نہیں توڑ سکتے جس پر شوالا کے آدمی حاوی ہیں؟ لوڈبگی کے یہ سینگ اپنے گلے ڈال لو۔ یہ صحرائے زارشی کا عطیہ ہیں۔" میں نے اپنے ڈبگی کے سینگوں کا ہار اتار کر دے د "زارمے آئے تو اسے بھی گرفت میں لے لو۔ اب شوالا کے پاس کوئی بھی رہنا نہیں چاہتا وہ موقع منتظر ہیں۔"

میرے تخاطب نے کچھ ایسا اثر مرتب کیا کہ قبیلے کے لوگ شور مچاتے اور اچھلتے ہوئے منتشر گئے۔ وہ اپنے ساتھ معذور لوگوں کو بھی لے گئے۔ مکان میں آکر میں نے فزارو کو حکم دیا کہ "ان بدقسمت لوگوں کو جنگل میں لے جا کر ختم کر دیا جائے کیوں کہ لوگ ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے۔" فیصلہ کر کے مجھے ایک دکھ محسوس ہوا لیکن موت ہی ان کی نجات کا سبب رہ گئی تھی۔

اس وقت توری کی منتخب حسین دوشیزائیں، سریتا کا سنگھار کر رہی تھیں، میں نے اسے دیکھ اس نے شرما کا نظریں جھکالیں کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ سریتا کس کے لیے سنگھار کرتی ہے؟ وا دلکش ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے بہت کم بات کرتی تھی، بس کچھ ایسی حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھا کر

اپنی آنکھیں اس کی طرف سے ہٹانی پڑتی تھیں اس وقت بھی یہی ہوا۔ میں نے اسے دوسرے میں چلے جانے کے لیے کہا کیوں کہ اس کی موجودگی سے شوالا کے خونیں اقدام پر غور کرنے تامل ہوتا۔

ہر چند کہ یہ ایک بے رحم مظاہرہ تھا مگر اس سے شوالا کی الجھن، بے چینی اور جلن کا اندازہ ہوتا نے میرے انتظار کے دن اور کم کر دیے تھے اور مجھے مزید آگے بڑھنے کے لیے موقع فراہم تھا۔ مجھے جس بات کی توقع تھی، شوالا نے دیر سے سہی لیکن کی ضرور۔ اس نے حماقت کا ثبوت تھا، اس کے قبیلے کی آبادی منتقل ہو جانے کے بعد مجھ میں اس سے نبرد آزمائی کی وہ شدت نہیں جو پہلے تھی۔ شوالا کی اس اذیت ناک حالت سے ایک لطف محسوس ہوتا تھا۔ اب مجھے زارمے کا اور ان چند ساتھیوں کا جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے۔ تنہا ہو کر شوالا کیسا دلچسپ شخص ہو جائے وہ تنہا نہیں رہ سکتا تھا۔ فلورا بھی آخر دم تک اس کے ساتھ ہو گی اور نربگا بھی......... جزیرہ بیز دیو قامت شخص......... مجھے اسے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ جب فلورا اور نربگا کے سوا تمام لوگ چھوڑ دیں گے، کیا اس وقت بھی تاریک براعظم کی حسین و جمیل ملکہ اقابلا اپنے دست حنائی کو ہن دے گی؟ شوالا اپنے لوگوں سے مایوس ہو کر آخر جلد از جلد مقابلے کا آرزومند ہو گا اور کاہن زال کو یہ کہر آلود فضا صاف کرنے کے لیے جلوہ گر ہونا پڑے گا۔ شوالا کے خون سے میرے کا رنگ سرخ ہو گا۔ اس کی ہزیمت سے میرے اقبال میں اور بلندی پیدا ہو گی۔ کبھی نہ کبھی اس کے دریچے وا ہوں گے۔ اس کے رخ زیبا کی دید ایک ظالم اور سفاک شخص، شوالا کی عجلت اور کی پر منحصر ہے میں کہہ چکا ہوں کہ یہ خانہ خرابی، یہ فتنہ و فساد نہ میری طبیعت کے مطابق تھا نہ کی ضرورت تھی۔ میں پہلے ہی دو قبیلوں کا حکمران تھا، یہ سارا کھڑاگ تو اس کی نظروں میں ہونے کی وجہ سے تھا۔ اس کا جلوہ میری سرکشی سے مشروط تھا۔ اس کا قرب میری شجاعت سے ما۔ میں نے یہ نکتہ پالیا تھا کہ اسے حاصل کرنے کے قرائن کیا ہیں؟ ورنہ کیا تھا، ایک تہذیب بانگ ڈھڑنگ وحشیوں کے درمیان تھا، جن کے ہاں انسان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مابعد مظاہر کی آماجگاہ جہاں قدم قدم پر خطرے ہوں، کس کے دماغ میں یہ معرکے سر کرنے کی کوئی نہیں۔ ہمارے ساتھ آنے والے سب لوگ مر چکے تھے۔ سرنگا اپنی طاقتوں اور دیوی کی زندہ تھا، ڈاکٹر جواد کو حکمت کے سبب سے، عورتوں کو ان کے حسن کی بنا پر رعایت ملی تھی اور کہکشاں بدن کی تحریک نے زندہ رکھا تھا۔

نام کے قریب جب بستی کے لوگ شکار سے لدے پھندے واپس آئے تو ان کے ساتھ اور اس کے ساتھی بھی موجود تھے، فزارو نے زارمے اور اس کے ساتھیوں کو گزشتہ دن کے

مطابق لوگوں کو ورغلاتے اور شوالا کے قبیلے کی سرحدوں کی طرف جاتے دیکھا تو ایک بڑے گر
انھیں روک لیا، فزارو نے زارے کے طلسم کا رنگ چڑھنے سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیا
تھیں۔ اس نے زارے اور اس کے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ دوراندیشی کے تحت جابر بن
الباقر کے قبیلے میں آ جائیں کیونکہ وہی آئندہ دنوں میں اس پورے علاقے کا سردار ہوگا۔ ز
شاید اسی دعوت کا منتظر تھا۔ وہ کچھ پس و پیش کے بعد تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
گئے۔ یہ آخری آدمی تھے۔ اب شوالا کے پاس نربگا اور فلورا رہ گئے تھے......... ہاں، ایک ا
ڈاکٹر جواد۔ میں نے اپنے دروازے پر جب ان گنت آوازوں کا شور سنا تو باہر آ کر دیکھا فزا
قریب زارے کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ میں اس مردِ جری کے قریب گیا اور ا
اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر شکایتی انداز میں کہا۔ ''زارے! تم نے آنے میں دیر کر دی۔''

زارے نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں نے اس کا ہا
اٹھایا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ میرے علاقے میں ایک لائقِ التفات شخص کا اضافہ ہوا ہے۔ میں نے ت
بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ جابر بن یوسف تمھیں فزارو کے مساوی درجہ دیتا ہے۔''

زارے کی آنکھیں دمک اٹھیں اور ہجوم نے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے ہوئے اپنے
زمین میں گاڑ دیے۔ عورتوں نے عالمِ جنون میں سر ہلانے شروع کر دیے۔ تنومند زارے کی
سے ذہانت مترشح تھی۔ وہ دوبارہ میرے قدموں پر جھک گیا۔ اٹھا تو عقیدت کے ساتھ بولا
کا کا تمھیں اور رفعتوں سے نوازے۔ تمہارا دل تمہارے دماغ کی طرح بڑا ہے۔ مقدس ا
تمہارے دل اور ذہن کے حال سے آشنا ہوگی۔ تم اس کی نظروں میں ایک مقام پیدا کرو۔
سب تمہارے لیے دعاگو ہیں۔ دیوتا تم پر اپنا سایہ قائم رکھیں۔''

زارے کی آمد پر اس دن شام قبیلے میں کچھ زیادہ ہی سرمستی کا مظاہرہ کیا گیا۔ زارے
کے مطابق شوالا آبادی کے انخلا سے سخت پریشان اور آزردہ خاطر ہو گیا تھا۔ اسے اپنی چھو
ضرورتوں کے لیے خود اٹھنا پڑتا تھا اور وہ اپنے وفادار ساتھیوں پر شک کرنے لگا تھا۔ نربگا اور
سر جوڑ کر ایک دوسرے سے مشورے کرتے تھے۔ نربگا ہی نے شوالا کو عجلت سے باز رکھا تھا۔ ز
خیال تھا کہ نربگا میں دیوتاؤں سے قرب رکھنے کے لیے اعلیٰ اوصاف موجود ہیں۔ اس نے
موجودہ ذہنی کیفیت کی ایک ایک بات مجھے تفصیل سے بتائی۔ اس کے قبیلے میں زارشی سے میر
کا چرچا بڑی شدت سے کیا گیا تھا۔ باگمان میں میری سرداری کی خبر سے بھی شوالا کو دھچکا پہنچا
کو آج بھی اس کی پسندیدہ عورتوں میں سب سے ممتاز درجہ حاصل تھا۔ زارے نے بتایا کہ وا
اور غم زدہ سی رہتی ہے۔ شوالا اس سے جھجکتا اور ڈرتا ہے۔ اس نے نربگا سے اپنے اس ناد

تعارف کرایا تھا اور مہمان نوازی کے طور پر کتنی ہی راتیں فلورا کو اس کے پاس بھیجا لیکن نربگا ہمیشہ
شوالا سے شکایت کرتا رہا کہ فلورا نے اس کے ساتھ شب بسری سے انکار کر دیا تھا۔ شوالا بہ جبر فلورا کو
نربگا کے پاس نہیں بھیج سکتا تھا کیونکہ مجھ سے شکست کھانے کے بعد فلورا نے اپنی مرضی سے شوالا کے
پاس رہنا پسند کیا تھا۔ زارے شوالا کی تمام کمزوریوں، خامیوں، خوبیوں اور طاقتوں سے واقف تھا۔
اس نے مجھے خوش کرنے کے لیے فلورا کا ذکر بطورِ خاص کیا۔ اور فلورا کا ذکر کر کے اس نے مجھے اداس
کر دیا۔ کون جانتا تھا کہ اس کو ہر نایاب کے حصول میں میں نے کیا کیا انقلاب دیکھے تھے؟ فلورا اب
کیسی ہو گئی ہوگی؟ کیا اس کے شہابی رخسار اب بھی دہکتے ہوں گے؟ اس کی غزالی آنکھیں اب بھی
چمکتی ہیں؟ کیا اس کی سانسوں سے اب بھی خوشبو آتی ہے؟ وہ حسین گجرا ایک کریہہ صورت وحشی کے
گلے میں لٹکا ہوا ہے۔ یہ کیسا تماشا ہے؟ مگر فلورا اب میرے پاس آ بھی جائے گی تو کیا ہوگا وہ میرے
لیے بڑی اجنبی ہوگی......... میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا......... جب وہ یہ خیال کرے گی کہ
جابر بن یوسف نے اس کا خیال ترک کر کے کسی اور آستانے پر سرِ نیاز خم کر دیا ہے تو اس کا کیا حال ہو
گا؟ مگر اسے کیا اندازہ کہ جابر بن یوسف کا دل اپنے قابو میں کب رہا ہے۔ اس پر تو کسی اور کا سایہ
ہے۔ وہ تو طلسم میں گرفتار ہے۔ اس کے پاس شعور کہاں ہے؟

زارے کی آمد کے دوسرے دن اچانک ڈاکٹر جواد میرے قبیلے میں آ گیا۔ اسے نہایت عزت
سے میرے روبرو پیش کیا گیا۔ مجھے اس شخص سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس نے سریتا پر ہاتھ
اٹھایا تھا، حالانکہ وہ میرے ان ساتھیوں میں شامل تھا جو اس سحر خانے میں اسیر ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر جواد
نے اپنی دنیا کی ایک بدنصیب لڑکی کا خیال نہیں کیا تھا تو میں اسے پہلو میں کیوں نشست دیتا۔ ڈاکٹر
جواد ایک طبیب تھا اور طبیبوں کو توری میں عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اس لیے میں اسے آسانی سے
نہیں نکال سکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی سردار سے بالا نہیں تھا، میں نے اس سے درشت لہجے میں پوچھا
''تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟''

''سیدی جابر! میں ڈاکٹر جواد ہوں، تمہارا ساتھی۔'' اس نے اشتیاق سے کہا۔

''میں تمہارے نام سے واقف ہوں لیکن مہذب دنیا کے رشتے توڑنے میں تم نے خود ہی پہل
کی تھی۔ تم نے اپنے دوست سرنگا کی لڑکی سریتا کا بھی خیال نہیں کیا......... میں، میں تمہاری کوئی
ضمانت نہیں کر سکتا۔''

''میں تم سے شرمندہ ہوں، جابر بن یوسف! تمھیں معلوم ہے میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔
اب میں ہوش میں آیا ہوں مجھے ندامت کرنے کو بہت دن مل گئے تھے۔'' ڈاکٹر جواد لجاجت سے
کہا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے خفگی سے پوچھا۔

"میں تمہارے قبیلے میں رہنا چاہتا ہوں، تم نے ذہانت اور تدبر کا جو شاندار مظاہرہ کیا ہے، میں تمھیں اس کی داد دینا چاہتا ہوں شوالا حواس باختہ ہے۔ وہ شدید اذیت اور خفتان میں مبتلا ہے تمہارے ہاں ایک شخص کی کمی ہے............ میری............ میں ایک بڑا طبیب ہوں۔" ڈاکٹر جواد نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "میں نے یہاں کی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کی ہے اور یہاں کے طریقہ ہائے علاج سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ کیا تم اپنے باکمال دوست کو معاف کر کے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرو گے؟"

"تم بے اعتبار شخص ثابت ہو چکے ہو۔" میں نے کہا

"تم مجھے ایک موقع دو۔ میں اپنا اعتبار بحال کروں گا۔"

"جاؤ۔ تو پھر کسی جھونپڑی میں مقیم ہو جاؤ اور میرے سامنے کم سے کم آیا کرو۔ تمھیں عورتوں کی ضرورت ہو تو تم ان کی مرضی سے انھیں حاصل کر لو۔"

"میں اپنے دوست کو سلام کرتا ہوں۔" جواد نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"شوالا کا کیا حال ہے؟" وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا۔

سیدی! شیر زخمی ہو گیا ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"تو وہ کب آبادی کی طرف بڑھے گا؟" میں نے پوچھا

"بہت جلد۔ اب وہاں کیا رہ گیا ہے؟ وہ سفید چڑیا ابھی تک اس کے پنجرے میں ہے۔ کچھ دن بعد تمہارے پنجرے میں آ جائے گی۔"

"نربگا کیا کہتا ہے؟"

"وہ میری طرح کہیں محفوظ مقام پر جانے کے بہانے سوچ رہا ہے۔"

ڈاکٹر جواد بھی آ گیا تھا، اس کی خوشامدانہ باتوں کے باوجود اس کی طرف سے میرے نہاں خانۂ دل میں ابھی تک گرد جمی ہوئی تھی۔ اب سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اگر اب بھی کاہن اعظم سوراٹا یا اقابلا کا فرستادہ نہیں آیا تو کیا شوالا کی حرکت قلب بند ہو جانے کے بعد آئے گا۔ میں سمجھتا تھا، کہ اس وقت سے پہلے آنا چاہیے تھا، اس وقت جب لوگ ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے تھے۔ وہ اس وقت نہیں آئے تو پھر انھیں اس کے بعد اس طرف توجہ دینی چاہیے تھی۔ اگر وہ اس مرحلے کے بعد بھی نہیں آئے گا تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ مجھے اپنی فکر کا رخ بدلنا ہوگا۔ مجھے بہت سے اندیشوں کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔ جزیرہ انگروما سے میری واپسی کو قصر اقابلا میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا میں ایک مشکوک شخص ہوں۔ اقابلا نے جزیرہ انگروما کے عالموں کی رائے کے مطابق میرا

مغائرت کا سلوک کیا ہے۔ اس کی نظروں میں اتنی شدتوں، اتنے جذبوں کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ مجھ سے پہلے بہت سے، ایسے جذبات کا اظہار کر چکے ہیں اور ناکام ہو گئے ہیں۔ اس کا اس کا قرب ناممکن ہے۔ میں نے ایک بونا شخص ہوں، میری بساط اس عظیم طلسم کدے میں کیا ین نے زارشی، باگمان اور انگروما میں علم وفضیلت کے جو اسباق یاد کیے ہیں، وہ بڑے ابتدائی .... مجھے اپنے متعلق سوچنا ہوگا۔ مجھے سرنگا کے پاس جانا چاہیے اور اس سے کوئی مشورہ لینا ۔ سرنگا زندہ ہے تو تنہائی کا احساس جاتا رہے گا۔ میں سرنگا کے پاس نہیں گیا، میں نے سوچا، دن اور انتظار کرنا چاہیے شوالا سے مبارزت کے لیے میں کاہن اعظم کو پہلے ہی دعوت دے چکا

قبیلے کی زندگی میں بڑا جوش تھا۔ اب ان کے ہاں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ کب شوالا ادھر کا تا ہے اور جابر بن یوسف کے قدموں میں لیٹ کر اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہے۔ زارے اور مل میں قبیلے کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ میرا زیادہ وقت تو اپنے مہ کامل کی دید کے اشتیاق میں گزرتا تھا۔ میں تو ایک پاگل شخص تھا۔ میں عربی کے مشہور شعر گنگناتا تھا اور سریتا کو ان کے ناتا تھا۔ وہ شرما جاتی تو میں اس کے رخسار کی چٹکی لے لیتا۔ اب بھی میری راتیں ویران تھیں۔ کمرے میں حشر بداماں سریتا تھی۔ اس کمرے میں میری ایک ہوس ناک آواز کی بے شمار یں منتظر رہتیں، لیکن یہ ایک امتناع تھا۔ ایک ضد............ ایک امتحان جو میں نے خود اپنے سلط کیا تھا۔ ہاں میں سرخ و تر لبوں کو دیکھتا تو مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا۔ میرے پاس چشمے ہے تھے اور میں کنارے کھڑا انھیں حسرت سے دیکھتا تھا۔ میرے لوگ میری اس کنارہ کشی اور حیران تھے۔

ان سرد و بے کیف دنوں میں چند دنوں کا اضافہ کر لیجیے۔ ہر لمحے کسی کی آہٹ کا انتظار تھا اور دن تے جاتے تھے۔ میرے اردگرد مایوسیاں پھیل رہی تھیں نہ شوالا کی طرف سے کوئی خبر ملتی تھی اور ں آتش نفس کی طرف سے کوئی پیغام موصول ہوتا تھا، میں نے ایک دو بار کاہن اعظم سے کے لیے زارے کو بھیجا لیکن اس نے کوئی امید افزا جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے تاریک میں پھیلے ہوئے جزیروں اور نربگا کے متعلق زارے اور فزارو سے معلومات حاصل کرنی شروع وہ ایک کے بعد ایک جزیرے کا نام لیتے تھے جہاں آبادی کی منتقلی خاص احکام کے تحت عمل تھی۔ بڑے سردار اور وہ لوگ جنھیں سرداروں نے یا اقابلا نے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ہے، وہی یرے سے دوسرے جزیرے جا سکتے تھے۔ چنانچہ بہت سے نام انھیں خود معلوم نہیں تھے۔ اور فزارو کے خیال میں ساری دنیا انھی جزیروں پر مشتمل تھی، اور اقابلا کائنات میں سب سے

افضل مقام پر فائز تھی جو علاقے اس کے زیر نگیں نہیں تھے، وہ کسی اور کائنات سے تعلق رکھتے تھے میں کسی اور دنیا سے تعلق رکھتا تھا، کائنات اور دنیا وہ ایک ہی معنی میں استعمال کرتے تھے۔ اقابلا ایک لافانی حقیقت ہے، جب تک دیوتا خوش ہیں وہ موجود ہے، نسل در نسل وہ اس کا نام سنتے آئے تھے اسے ایسی طاقتیں دیوتاؤں نے ودیعت کی ہیں، جو دیوتاؤں سے مختص ہیں۔ وہ ایک بڑی ساحرہ ہے اس کا حسن لازوال اور ساری دنیا میں لاثانی ہے۔ زارمے اور فزارو نہایت عقیدت سے اس کی صفات بیان کرتے رہے۔ جزیرہ بیزنار کے متعلق انہوں نے یہ دلچسپ انکشاف کر کے مجھے استعجاب میں ڈال دیا کہ وہاں سلطنت اقابلا کی سب سے حسین عورتیں موجود ہیں اور وہ علاقہ، خوب صورتی میں سب سے اعلیٰ ہے۔ انہوں نے آج تک اس جزیرے پر قدم نہیں رکھا تھا لیکن لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ وہ جزیرہ حسن اور دلکشی کے اعتبار سے ممتاز ترین ہے۔ تاریک براعظم کے بیش بہا عجائب اور نوادر اس جزیرے پر موجود ہیں۔ جزیرے کا سردار نربگا کا بھائی ارمیگا ہے۔ اس کی طاقت و ساحری کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہاں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر جالموش بھی رہتا ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ جالموش ایک طویل زمانے سے زندہ ہے روایت ہے کہ جالموش کو مقدس اقابلا کا قرب حاصل ہے وہ جزیرے میں ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے۔ وہ ارمیگا کے معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتا اور ارمیگا اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔

جزیرہ امسار میں عورتوں کی حکومت ہے، دوسرے جزیروں کی طرح وہاں عورتوں کو مردوں کے حصول میں طاقت کا مظاہرہ کرنے کی آزادی ہے۔ وہاں کے قوانین عجیب وغریب اور سخت ہیں بزرگ کہتے ہیں کہ جزیرہ بیزنار کے ایک شخص نے ایک بار ان عورتوں سے ان کی حکومت چھین لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

''کیا ان جزیروں پر عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں ہے؟'' میں نے یہ حیرت انگیز حقائق سن کر پوچھا۔

''اگر دونوں سرداروں کے مابین کوئی ایسا سمجھوتا ہو جائے تو اجازت ہے۔'' زارمے نے جواب دیا۔

''کیا سرداروں کی معرکہ آرائی کے علاوہ ان کے عام لوگ آپس میں جنگ وجدل نہیں کرتے؟''

''اگر مقابلے کے لیے بات طے ہو جائے تو قبیلے آپس میں لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں'' فزارو نے کہا۔

فزارو اور زارمے کی معلومات محدود تھیں۔ میں اس سے پہلے بھی یہ حکایات سن چکا تھا لیکن م

بھی یہ حقائق درخور اعتنا نہیں سمجھے تھے۔ ان مایوس کن لمحات میں دوسرے جزیروں کی تفصیل سن کر اپنے قد کا اندازہ ہوا۔ میرا قد وسیع وعریض سلطنت اقابلا کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔ میں تو نظر نہیں آتا تھا۔ اس پر میرا یہ غمزہ تھا کہ میں ان سب میں ممتاز اور جلیل ہوں مجھے آندھیوں نے لیا۔ اس کے قرب کی تمنا میں عمر صرف ہو جائے گی۔ انگروما ان علاقوں میں سب سے خوب ت اور عافیت کا علاقہ تھا۔ وہاں آزادی تھی۔ وہاں نیشا اور کیشا تھیں۔ وہاں داناؤں۔ عالموں اور وں کا ایک اژدہام تھا، جن کے ہاں ہر فرد کی اہمیت تھی۔ وہ جنت نظیر تھا، میں اس بیاباں میں آ گیا؟

شاید وہ سچ کہتے تھے، اسے میرے بارے میں غور کرنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ سلطنت کے ہی شخص اس کے لمس جاوداں کے امیدوار ہوں گے۔ اس کا حسن ایک سحر ہے اس سحر میں سب ار ہیں۔ انھی میں ایک میں بھی ہوں۔ میری جلد کا رنگ مختلف ضرور ہے۔ میرا لہجہ فصیح ضرور ہے۔ ے اطوار شستہ ضرور ہیں لیکن میں بہت پیچھے کھڑا ہوں، آہ جابر بن یوسف الباقر تمہارے سر کو کیا ہو ہے؟

اضطراب و کشمکش کے ان ایام میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے میں نے کاہن اعظم سمورال کی خدمت تلف قسم کے پیغامات بھیجے۔ کبھی میں نے کہا، میں اپنے دوسرے قبیلے باگمان واپس جانا چاہتا کبھی میں نے بیزنار کے سردار ارمیگا سے مقابلہ کرنے کی درخواست بھیجی، کبھی میں نے شوالا کے میں اس سے عجلت کا مطالبہ کیا، کبھی اقابلا کے حضور اپنی حاضری کا اشتیاق ظاہر کیا، زارمے میرا بر تھا۔ وہ میری اطلاع کے مطابق خانوادہ سمورال سے قریب تھا۔ ان پیغامات کے جوابات کے قت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ صورت حال میں سر مو فرق نہیں آیا اور میں اپنے دل میں ہزاروں ئے پرورش کرتا رہا اور تنہائیوں میں سنگ دل اقابلا سے باتیں کرتا رہا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اس کی ت بڑی حساس ہے۔

ڈاکٹر جواد نے قبیلے میں ایک شائستہ زندگی شروع کر دی تھی وہ طبی فرائض کے علاوہ قبیلے میں طور پر انجام دی جانے والی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے لگا تھا۔ وہ شام کو عموماً گلیوں میں نظر جہاں شراب اور حسن کے سوتے پھوٹ پڑتے تھے۔ وہ اکثر میرے مکان میں بھی چلا آتا اور زندگی کی یادیں تازہ کیا کرتا، میں نے محسوس کیا کہ وہ سریتا سے نظریں چراتا ہے۔

☆===========☆===========☆

ایک تر وختی دوپہر کو مجھے اپنے کمرے میں اطلاع دی گئی کہ کاہن اعظم سمورال میرے قبیلے کی گامزن ہے۔ مجھے اس پر یقین نہیں آیا، میں نے اپنے سینے پر نظر ڈالی، دیوتاؤں کے نوادر تیزی

سے سجائے، سریتا نے میری مدد کی۔ میں نے حکم دیا کہ کاہن اعظم کو ایک جلوس کی شکل میں یہاں لا جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ اچانک نقارے پٹنے لگے اور لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کاہن اعظم کے راستے م کھڑے ہو گئے۔ میں سج سجا کر بیٹھا تو سریتا نے اپنی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کی۔ کاہ اعظم کی اچانک آمد سے جمود و سکوت کی یہ فضا ٹوٹنے والی تھی۔ چند لمحوں بعد ڈھول تاشوں کی گو قریب آتی گئی۔ میں اس کی پذیرائی کے لیے باہر آ گیا۔ توری کی ساری آبادی اکٹھی ہو گئی تھی۔ صر وہ لوگ ان میں شامل نہیں تھے جو مشترکہ علاقے میں شکار کو گئے تھے۔ فزارو اور زارے راستہ بنا ہوئے سمورال کو لا رہے تھے۔ دور سے مجھے اس کی جھلک نظر آتی۔ میں ایک عرصے بعد سمورال کو دیکھ رہا تھا۔

میں نے جھک کر اپنے انداز میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سمورال کے چہرے پر فکر لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔ اس نے میری طرف حیران کن نظروں سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہ محسوس کر رہا تھا جو بار بار میرے سینے پر آراستہ تحفوں اور خاص طور پر شپالی اور ڈگبی کے سینگوں جانب اٹھ رہی تھیں۔ سمورال کے چہرے پر ہمیشہ ایک پروقار سنجیدگی چھائی رہتی تھی مگر اس وقت عجیب تذبذب کے عالم سے دوچار تھا۔ شاید اس کی نظریں میرے تحفوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کر رہ تھیں۔ شاید وہ میری شجاعت، بلند ہمتی کے ایقان کا اعادہ کر رہا تھا۔ میں سمورال کے تذبذب لطف اندوز ہوتا رہا۔ فزارو اور زارے سمورال کی پشت پر ہاتھ باندھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھ میں نے تخاطب میں پیش قدمی کی۔ "آؤ...... آؤ...... جزیرہ توری کے مقدس کاہن! ایک عرصے بع میں کاہن اعظم کو خوش آمدید کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ کاہن اعظم نے میرے متعدد پیغاما کے جواب میں یہاں آ کر میرا اقبال بلند کیا ہے۔ میں اس عزت کے لیے اس کا شکر گزار ہوں م شدت سے تمہارا منتظر تھا۔"

سمورال کی روایتی سنجیدگی واپس آ گئی۔ اس نے خشک نظروں سے مجھے گھور کر دیکھا پھر با اور بے جان آواز میں مخاطب ہوا۔

"جابر بن یوسف تمہارے سینے پر آراستہ یہ نوادر تمہاری ہمت، شجاعت اور ذہانت کی نشانیا ہیں، تمہاری کامیاب واپسی تمہاری باطنی خوبیوں کی افزائش کی ضمانت ہے۔"

"حوصلہ افزائی کے یہ چند جملے میرے لیے کسی نادر انعام سے بھی زیادہ ہیں۔ مجھے اجازت جائے تو میں کچھ جسارت کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اس وقت تمہارے ذہن میں بیٹھا ہوں۔"

"میں کاہن اعظم سے خصوصی قرب اور اپنے نوادر کی رعایت سے یہ پوچھنے کی جسار

ں کہ کیا ایسے شخص کو جسے خود بالائی طاقتوں نے کسی مہم پر روانہ کیا ہو، اسے کامیاب واپسی پر حوصلہ ئی میں بخل کا شکوہ ہو تو وہ کس سے فریاد کرے۔"

"مجھے تمہارے سامنے وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔" کاہن اعظم نے کہا۔

"بے شک۔ لیکن شکایت الزام اور جرم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ نے اس علاقے میں ہمیشہ اس کی وفاداری نباہی ہے۔"

کاہن اعظم سمورال نے مجمع کو اشارہ کیا، وہ سب لوگ الٹے قدموں واپس ہو گئے اور میں اسے مکان پر لے آیا۔ سریتا دوسرے کمرے میں چلی گئی زارے اور فزارو بھی باہر رہ گئے۔

"تمہاری شکایت کا کوئی جواز نہیں۔ کیوں کہ تم اس طلسمی نظام کے صرف آلہ کار ہو جو مقدس کے اشاروں کا مطیع ہے۔ تمہیں اپنی آخری سانسوں تک اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔" سمورال ہا۔

"یہ بے کیف انتظار؟......... کیا میں کوئی درخت ہوں، کیا کوئی پتھر ہوں؟ آہ سمورال، جزیرہ کے مقدس کاہن تمہیں انسانوں، درختوں اور پتھروں میں کوئی فرق کرنا چاہیے۔" میں نے بے اسے کہا۔

"تم اس کے سامنے ایک درخت ہو، ایک پتھر ہو۔ کیا اس کی نوازشوں میں تمہیں کوئی شبہ ہے ہا نے اس درخت کو اونچائی عطا کی اور اس پتھر کو پہاڑ بنا دیا۔"

"میں اس کے قصر کا کوئی تنکا اور اس کی دیواروں کا کوئی کنکر بنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس جام کی ی جائے۔ جو اس کے احمریں ہونٹوں سے مس ہوتا ہے۔ کاہن اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اس ں کی بے پناہ خوشی ہے؟ نہیں یہ تمہارا گمان ہے۔ میں نے یہ صعوبتیں اس لیے اٹھائی ہیں کہ میں ، قرب کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اپنے اندر شدتیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

سمورال کی نظروں میں ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا۔ اس نے ؤ بدل دیا۔ "میں ہربیکا کی یہ آنکھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"بصد شوق۔" میں نے اپنے قریب رکھا ہوا وہ پتھر اسے دے دیا۔ وہ اسے بغور دیکھتا رہا۔ "یہ ا آنکھیں ہیں۔" میں نے کسی قدر فخر سے کہا۔ جو سمندروں میں ہونے والی نقل و حرکت دیکھنے ت رکھتی ہیں۔ کاہن اعظم! میں نے ہربیکا کا مغز کھایا ہے۔ میں نے اسے زیر کیا ہے۔ تم اتالیق بھی ہو۔ کیا تم میری روداد سننا پسند کرو گے؟"

س نے ہربیکا کا پتھر مجھے واپس کر دیا۔ "شاید کبھی۔"

"کیا تمہیں انگروما کے باغیوں کی سرکشی کا علم ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔

''اس گفتگو کا یہ محل نہیں۔'' کاہن اعظم نے نظریں گھماتے ہوئے کہا۔ ''جو چیزیں تمہار ادارک واحساس سے ماوراہیں ان کا تذکرہ میری اجازت کے بغیر مت کرو۔'' اس کے لہجے مں بھی کوئی التفات نہیں تھا۔

''میں اپنے پیغامات کے جوابات جاننے کا خواہش مند ہوں، کیا اب بھی قصر اقابلا تک ، رسائی میں کوئی امر مانع ہے؟''

''وہ تمھیں کسی دن طلب کرلے گی۔''

''کب؟''

''جب وہ چاہے گی اور جب تمہارے قلب میں اس کی تمنا شدید ہوگی۔''

''یہ تم نے کیا کہا؟'' میں ناراضی سے بولا۔ ''آہ کاہن اعظم میری جوانی کے قیمتی دنوں کا حسا لگایا جائے تو وہ اسی کے تصور میں بسر ہوگئے۔ میں نے خود کو کئی بار پاگل کا خطاب دیا۔ کیا اتنی شد کے بعد بھی یہ قلب کسی اور کے خیال سے آلودہ ہے؟''

''اس سرزمین پہ صرف وہ ہے۔ تم نے محض اس کے بارے میں شب وروز سوچ کر کوئی نقص نہیں اٹھایا ہے۔ ایک اجنبی سعادتوں سے شادکام ہوا ہے۔ تمھیں یہاں کی زمینوں اور انسانوں کا ا بنایا گیا ہے۔ کیا یہ کم ہے؟'' کاہن اعظم کے لہجے میں ترشی تھی۔

''مگر...... مگر تم میری بات کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا میں اظہار پر قادر نہیں ہوں؟ کیا تمہا ساحرانہ بصیرتیں ماند پڑگئیں؟ تم میرے اندر کیوں نہیں جھانکتے۔ تم یہ بے اعتنائی کیوں برتتے کاہن اعظم تم اس کے اور میرے درمیان وسیلہ ہو۔ میرے جذبے اس تک منتقل کردو، اس سے کہو صرف ایک بار حسرتیں پوری کرلینے دے، اس کے بعد وہ میرا نام ونشان مٹادے۔'' میں جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''آہ جزیرہ توری کے سادہ دل سردار!'' سموال نے باوقار لہجے میں کہا۔ ''شجاعت کے دکھا، معرکے سر کر، آسمان تجھ پر مہربان ہے، زمین تیرے قدم سے دہل جاتی ہے۔ یہی باتیں ا پسند ہیں کیا عجب ہے کہ جس کی تمنا سب کرتے رہے تو اس لذت لامحدود سے آشنا ہوجائے ا عجب کہ تو ایک بڑے تلاطم کا سبب بن جائے۔''

''میں دھوم مچادوں گا۔ مشرق تا مغرب میرا نام زمین پر ثبت ہوجائے گا مگر تمھیں میرا اعر ہے کہ ہوس اقتدار میری سرشت میں نہیں ہے۔ بس تم سے میری درخواست ہے کہ میری تربیت تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے فاضل اتالیق کا ایک قابل فخر شاگرد ثابت ہوں گا۔'' تم جمرال کی جگہ سمجھو اور مجھے سب سے پہلے شوالا کو زیر کرنے کا موقع دے کر توری کے دونوں قبیلو

ہم بننے میں مدد دو۔''

''جابر بن یوسف! سردست تم میری نظر میں ایک فریق ہو۔ جب تک شوالا کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ میری ہمدردیاں منقسم ہیں۔''

''کیا تم اب بھی شوالا کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کروگے؟ اس وقت تمہاری آمد کا مقصد ری میں میری واپسی اور حکمرانی کی توثیق ہے یا میری متعدد پیغامات کے جواب کے ذیل میں تم کچھ ہوگے؟'' میں نے بے چینی سے کہا۔

''میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ شوالا سے مقابلے کی درخواست قبول کرلی گئی ہے۔ شوالا نے بھی مادگی کا اظہار کردیا ہے۔''

''اوہ۔'' میں مسرت سے اچھل پڑا۔ میرے محترم کاہن۔ اور یقیناً وہ بھی حسب سابق مقابلے کے روز بہ نفس نفیس رونق افروز ہوگی؟ وہ جو طلسم وافسوں کی اس سرزمین کی کلید ہے۔''

''ممکن ہے وہ شجاعت کا یہ مظاہرہ دیکھنا پسند نہ کرے۔''

''میں اسے دکھاؤں گا کہ میں کتنی توانائی کی قدرت رکھتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کتنا پتھر اور لاد ہے۔'' میں نے جوش سے کہا۔

''جابر بن یوسف۔'' کاہن اعظم چبھتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''نیکیاں تمہاری راہبر نہیں ہیں۔ ہمارا حافظہ کمزور ہے۔ تم ابھی اس سرزمین پر اجنبی معلوم ہوتے ہو۔''

میں اس کی معنی خیز گفتگو کا مفہوم سمجھ گیا۔ ''ہاں مقدس کاہن! تمہارا قیاس درست ہے۔ توری ں آکر میں باگمان، زارشی اور انگروما کا ایک شجیع اور متحرک شخص نہیں رہا۔ میں نے یہاں واپسی کے ند اپنی تعلیم تربیت اور جادوئی اسرار سمجھنے اور دوسرے کمالات سیکھنے پر اس لیے توجہ نہیں دی کہ میرے د گرد تذبذب اور کش مکش کی دیوار کھڑی کردی گئی تھی۔ میرا خیال تھا۔ میری واپسی بہت بڑا واقعہ ہے۔ مجھے اعزازات سے نوازا جائے گا۔

لیکن جو دن گزرتا رہا وہ مجھ پر اندیشے مسلط کرتا رہا۔ پھر میں نے خیال چھوڑ دیا۔ ہر طرف دھیرا تھا۔ تمہاری دل خوش کن آمد کے بعد یہ سیاہ پردہ چاک ہوا ہے۔ اب میں یہ سوچنے کا حوصلہ رکھتا ں کہ مجھے شک سے بالا سمجھا گیا ہے۔''

کاہن اعظم سموال نے مجھے اطلاع دی کہ تین دن بعد شوالا سے مقابلہ منعقد کیا جائے گا چلتے چلتے اس نے یہ مژدہ بھی سنایا کہ مقدس اقابلا نے سرنگا پر عائد شدہ بندشیں اٹھالی ہیں۔

میں نے بڑھ کر اس کا ہاتھ چوم لیا اور اقابلا کی تعریف وتوصیف میں اپنے بیان کا کمال دکھانے کے بعد اسے جلوس کی شکل میں رخصت کردیا۔ میں بھاگا ہوا اندر آیا اور میں نے سریتا کو کمر سے اٹھا کر

یہ خبر سنائی کہ سرنگا اب آبادی میں واپس آ سکتا ہے۔ سمورال کے جانے کے بعد حبس، تکدر، اختلاج اور انتشار کی کیفیت ختم ہو گئی۔ سمورال مبہم الفاظ میں بہت سی معنی خیز باتیں کہہ گیا تھا۔ اسی وقت قبیلے میں شوالا سے مبارزت کا اعلان کر دیا گیا اور قبیلے کی آبادی جارا کا کا کی عبادت میں سربسجود ہو گئی۔ مجھے شوالا کی یہ بہادروں کی ادا پسند آئی کہ اس نے خودکشی کرنے کے بجائے مقابلے کو ترجیح دی۔ وہ عزت کی موت مرنا چاہتا تھا اور میں اسے اس سے محروم نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ مقابلے میں اقابلا کی موجودگی کا امکان قوی تھا۔ اس کے سامنے میں اپنے آہنی بازوؤں کی نمائش کر سکتا تھا۔

اسی وقت میں قبیلے کے ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ سرنگا کے غار تک گیا۔ میں نے گروہ کو ایک خاص مقام پر ٹھہرا کر غار میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مجھے حسب سابق دشواری پیش آئی۔ مگر شپالی نے میرا کام آسان کر دیا۔ سرنگا بے حس و حرکت بیٹھا اپنی عبادت میں مصروف تھا۔ دیوی کی مورتی اس کے سامنے رکھی تھی۔ چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی لیکن اس نے میری مسلسل ترغیبوں کا کوئی اثر نہیں لیا۔ میں نے بڑھ کر مورتی اس کے سامنے سے ہٹا لی۔ اس کا انہماک ٹوٹ گیا۔ "سرنگا میرے محترم دوست چلو چلو۔" میں نے جوش مسرت سے کہا۔ "تمہاری بندشیں ختم کر دی گئی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

سرنگا اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی چمک نمودار نہیں ہوئی۔ "سیدی جابر ابھی میں نہیں جا سکتا۔" اس نے مخمور لہجے میں کہا جیسے وہ نشے میں ہو۔

"کیوں؟ سریتا تمہیں یاد کرتی ہے اور سنو۔" میں نے رازداری سے کہا۔ "شوالا سے تین دن بعد مقابلہ ہونے والا ہے، کیا تم اس میں شریک نہیں ہو گے؟"

"سمجھا کرو سیدی ابھی میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔ سریتا کو پیار کر لینا۔" سرنگا نے مورتی میرے ہاتھ سے چھین لی۔

"تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ آؤ سرنگا! باہر نکل کر دیکھو۔"

"نہیں۔ مجھ سے اصرار نہ کرو۔ میں کسی دن خود آ جاؤں گا۔"

"کب تک آؤ گے؟" میں نے اپنے اصرار سے تھک کر کہا۔

"جلد ہی .... سیدی جابر!" اس نے چراغ کی روشنی بجھا کر کہا۔ میری ہدایت ہے کہ تم مزید تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ سمورال کو اپنے قابو میں رکھنا، سمجھے میں بھی لوگوں کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں ایک بات ذہن میں رکھنا کہ ہمیں یہاں سے واپس جانا ہے۔"

"مجھے تمہارا مشورہ عزیز ہے لیکن سرنگا تم کس دنیا کی باتیں کر رہے ہو؟"

"اب تم جا سکتے ہو۔" اس نے چونک کر کہا۔ "مقدس اقابلا عظیم ہے۔"

غار میں ایک خوشبو پھیل گئی تھی۔ سرنگا دوبارہ مورتی کو سامنے رکھ کر کھو چکا تھا۔ میں نے وہ خوشبو اور مقدس اقابلا کی عظمت و فضیلت میں رطب اللسان ہو گیا۔ سرنگا کی سخت نگرانی کی جا رہی اس کا مطلب یہ تھا کہ قبیلے میں سرنگا کے داخلے کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے بہت محتاط انداز رکھنا ہو گا۔ سرنگا پر اس قدر سخت نگاہ کیوں تھی؟ یقیناً ابھی بہت سے اسرار اقابلا کی سلطنت میں الے عظیم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوں گے۔

میں واپس آ گیا تھا مگر میں انگروما سے کیسے واپس آیا؟ کیا مجھے انگروما والوں نے فتنہ و سازش جزیرہ توری پر دھکیل دیا یا مجھے اور کوئی طاقت کہیں سے کھینچ لائی؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جزیرہ میری واپسی کے بعد وہ میری واپسی کے اسباب و علل پر غور کر رہے تھے، جب انہیں یقین ہو جابر بن یوسف انگروما میں رہنے کے بعد پاک باز واپس آیا ہے تو انہوں نے کاہن اعظم کو میری جانب بھیجا ہو گا۔ میں اپنے طور پر یہی تجزیہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں افسردگی کے ساتھ وہ اپس لے آیا جو سرنگا کے استقبال کے لیے گیا ہوا تھا۔

واپس ہوتے ہوتے ہمیں شام ہو گئی۔ شام کو توری پر شباب آ جاتا ہے آج میں اس جشن طرب یک ہوا۔ ڈاکٹر جواد تین چار دوشیزاؤں کے درمیان شراب کے خم لنڈھا رہا تھا اور وہ حسین ں اس کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر جواد نے ایک قہقہہ لگایا اور اس نے میری طرف کا وہ ٹکڑا پھینک دیا جو وہ اپنے دانتوں سے نوچ رہا تھا۔ میں نے اسے چبا کر کھا لیا۔ ڈاکٹر جواد ساتھ چلا آیا اور مقابلے کے لیے اعلیٰ قسم کی جڑی بوٹیاں دینے کی پیش کش کرنے لگا۔ یہ دو دن جشن قبل از فتح میں گزار دیے۔ آخری دن میرا دل مچلا جا رہا تھا۔ کل عجیب حادثہ ہو گا۔ جب ہ گر ہو گی جب فلورا میری تحویل میں آ جائے گی۔ میں ان دونوں سے کیسے نمٹوں گا میں اسی میں مبتلا تھا کہ جواد کمرے میں آیا اور اس نے مجھے جڑی بوٹیوں کا ایک تحفہ عطا کیا، مجھے مزید قت کی ضرورت نہیں تھی لیکن جواد کا اخلاص دیکھ کر میں نے وہ بوٹی اس کے سامنے نگل لی۔ تشنج کا احساس ہوا اور زمین پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا۔ سریتا نے مجھے گرتے ہوئے سنبھالا۔ میرا ہونے لگا۔ ڈاکٹر جواد غائب ہو چکا تھا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ڈاکٹر جواد نے مجھے دیا ہے۔ ایسا سریع الاثر زہر جس میں جادو کی آمیزش تھی۔ جو یقیناً شوالا نے اسے دیا ہو گا۔ وقت بستر پر لٹا دیا گیا میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ مجھے اتنا یاد رہا کہ میں نے اپنی چوبی رک کرنے کے لیے اسی سختی سے پکڑ لیا تھا اور جب میرے ہاتھ میں اس کا لجلجا جسم آیا تو میں ہو گیا تھا۔

انی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے فزارو اور زارے کو سرہانے پایا۔ سریتا کے زانو پر میرا سر

تھا اور وہ پتوں کا بنایا ہوا ایک پنکھا جھل رہی تھی۔ میرے جسم پر اژدہا پھن پھیلائے رینگ رہا تھا سریتا نے مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر میری پیشانی سے پسینہ پونچھا اس کے آنسو ڈھلک کر میرے گالوں پر گرے۔ میں نے ہوش میں آتے ہی شپالی منہ میں رکھ لی اور ایک انگڑائی لے کر اٹھ کھڑا ہوا زارے اور فزارو مودب کھڑے ہو گئے۔ سریتا کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اژدہا میرے قدموں سے لپٹا ہوا تھا۔

''وہ فرعون کہاں گیا؟'' میں نے فزارو سے پوچھا۔

''کون؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''وہی طبیب جواد۔ وہ جہاں کہیں ہو اسے پکڑ کر لاؤ۔'' میں نے حکم دیا۔ فزارو اور زارے ا ساتھ دروازے کی طرف لپکے۔

سریتا نے مجھے دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ شوالا نے آخری ذلیل حربہ آزمایا تھا مگر میرے چ اژدہے نے متحرک ہو کر وہ سارا زہر چوس لیا تھا جو اس بوٹی میں بھرا ہوا تھا۔ ڈاکٹر جواد نے غداری تھی۔ مجھے اس پر پہلے ہی شبہ تھا۔ خوش قسمتی سے وہ شوالا کے علاقے کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن وہ کر کہاں جائے گا؟

فزارو اور زارے کی ناکامی کے بعد میں نے اس کی تگ و دو چھوڑ دی آئندہ روز سے یہ علاقہ میرا ہو گا اور ڈاکٹر جواد کو طبیب ہونے کے باوجود کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ قبیلے میں میری بیماری خبر پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ اس لیے وہاں کے ہنگاموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ سریتا نے مجھے جانے سے روک دیا اور میں اس کے ساتھ آگ پر سنکا ہوا گوشت کھا کر سو گیا۔ سریتا اپنی خلوت چلی گئی۔

فزارو اور زارے نے رات بھر خنجروں پر دھار رکھی تھی رات بھر جانوروں کی قربانیاں دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ علی الصباح فزارو اور زارے نے آ کر میری خیریت پوچھی، میرا جل رہا تھا لیکن میں مقابلے کے لیے بالکل تیار تھا۔ فزارو اور زارے کے ہمراہ آنے والی نوخیز لڑکیوں نے مجھے دیوتاؤں کے مشروب میں غسل دیا۔ میرا جسم پھولوں کے عرق سے مہکا دیا گیا۔ نت انداز سے نقش و نگار بنائے گئے۔ مجھے طرح طرح سے مرصع کیا گیا۔ لڑکیاں چلی گئیں تو نوجوانوں ایک دستے نے میرے تحفے چمکانے اور خنجر نیزے سجانے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ پھر میں نشے حالت میں جھومتا ہوا اس میدان کی طرف قدم اٹھانے لگا جہاں شوالا سے میرا مقابلہ منعقد ہونے تھا۔ وہاں پہلے ہی سے روایتی شان و شکوہ کے ساتھ توری کے لوگ جمع ہو گئے تھے، لوگوں کا ایک جم میری پشت پر تھا۔ ہر طرف فلک شگاف نعرے بکھرے ہوئے تھے۔ شوالا کے قبیلے کی طرف سے

تھا۔ فزارو اور زارے میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے، کاہن اعظم سمورال اور مقدس سواری آنے والی تھی۔ میدان میں رقص کرنے والی لڑکیوں نے گھیرا ڈال دیا تھا۔ شوالا ابھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک تنہا شخص سجے ہوئے جسم اور ہتھیاروں کے ساتھ سر جھکائے، نے میدان میں داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس نے چیختے ہوئے ہجوم پر ایک طائرانہ نظر ور اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ وہ شوالا تھا مجھے یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ اس کے ساتھ نربگا اور ہیں تھے، اچانک ایک خطرے کا احساس ہوا لیکن مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ اسی ہرا پشت پناہ سرنگا ہجوم کا سینہ چیرتا، تیز قدم بڑھاتا ہوا میرے قریب آ گیا میں نے اس سے بغل تا چاہا مگر اس نے مجھے روک دیا۔ قریب آ کر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا میری پیشانی پر پھرا سے کھینچتا ہوا اوپر کی جانب بڑھاتا گیا۔ اس کام سے فراغت پا کر وہ بڑے ادب سے اے جزیرہ توری کے عالی و مرتبت سردار! میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔''

''سرنگا میرے دوست!'' میں نے مچل کر کہا۔ ''مجھے اس موقع پر تمہاری دعاؤں کی بے حد ت ہے۔''

جواب میں سرنگا نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا اور پھر ہجوم میں گم ہو گیا۔ اسی وقت نے سرنگا کی عظیم دیوی کی پرچھائیاں اپنے قریب محسوس کیں، جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا، کا شور و غل بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔ بلند مقام پر جہاں اقابلا کی ت کا انتظام تھا۔ اس کے عین اوپر آسمان میں سیاہ ذرات کا بھنور چکراتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ یہ اقابلا مد کا اعلان تھا۔ اس وقت میرے اضطراب کا کیا عالم ہو گا؟ سیاہ ذرات کا دھندلکا بالائی مقام تک فضا میں غائب ہو گیا۔ تمام مجمع زمین پر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ فضا میں ایک لطیف موسیقی کا شور وا اور ایک لطیف خوشبو سارے میدان میں پھیل گئی۔ جب مطلع صاف ہوا تو مقدس اقابلا کا جلوہ تاب نظر آیا۔ وہ تمام تر تزک و احتشام سے اپنی مسند پر جلوہ گر تھی، میری نگاہیں اس کا طواف نے میں محو تھیں، اس کا سارا بدن سبز پتوں اور سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک طویل اور طویل چاہت کے بعد اسے دیکھا تھا۔ اس کی روشن آنکھیں ایک طرف تکی ہوئی تھیں۔ میں احساسات محفوظ رکھتا ہوں، جو اہل دل ہیں انھیں تصور کی دعوت ہے بس میں گنگ تھا۔ جی چاہتا یہیں یہ عالم ٹھہر جائے۔ ہر چیز اپنی جگہ جم جائے۔ اس منظر میں کوئی تبدیلی نہ ہو کوئی اور نہیں وہ تھی۔ اقابلا سامنے تھی وہ لوریما، نیشا، زولین اور اشمار نہیں تھی وہ اقابلا تھی، وہ میری شب تھی، وہ میرا ی، وہ میرا احساس تھی، وہ میرا دل تھی، مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا تھا۔ میں اس وقت ہوش میں آیا کاہن اعظم نے میدان میں آ کر مقابلے کی شرائط کا اعلان کیا میں اور شوالا میدان میں ایک

دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ ہٹنے لگے۔ اس ا میں نے اپنے زور بازو کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپنے ایک ہاتھ سے ایک شخص کو اٹھا کر پھینک پھر دوسرا ہاتھ بڑھا کر ایک شخص کو اٹھا لیا۔ اور اسے مجمع کی طرف اچھال دیا۔ اب ہم دونوں میں اکیلے رہ گئے شوالا ٹکٹکی باندھ کر میرے تحفے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے حقارت سے زمین پر تم دیا۔ کاہن اعظم جاراکاکی ابتدائی رسوم کے بعد درمیان سے ہٹا تو ہم دونوں نے اپنے اپنے نیز زمین میں گاڑ دیے، اس وقت میں نے شوالا سے پوچھا۔ ''موت سے پہلے کیا تم یہ بتانا پسند کرو فلورا کہاں ہے؟''

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ ایک مصنوعی قہقہہ۔ ''فلورا؟ جابر بن یوسف! تم اسے کبھی نہ پا سکو میں نے اسے بطور تحفہ نربگار کو دے دیا ہے۔ نربگار جوارمیگا کا بھائی ہے' ارمیگا جو بیز نار کا سردار ہے نارجہاں جالموش کا قیام ہے تم اسے کبھی حاصل نہیں کر سکو گے' اور یوں بھی تمہارا آخری وقت آ ہے۔''

میری کنپٹیاں جلنے لگیں' آخری وقت میں شوالا نے ایک اور چرکا لگا دیا تھا۔ ''تو مجھے گویا تم بہت ذلت آمیز شکست دینی پڑے گی؟'' میں نے دانت پیس کر کہا۔

''میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔ پھر کوئی اجنبی یہاں سر اٹھانے کی جرات نہیں کرے گا۔ کہہ کر اس نے پینترا بدلا اور تعید وے کے مانند خطرناک انداز میں دائیں بائیں چکر لگانے لگا۔ کی حرکتیں مضحکہ خیز تھیں۔ اس مقابلے میں طلسمی صلاحیتیں آزمانے کا پورا موقع دیا گیا۔ میں اسے ا دینا چاہتا تھا تاکہ اقابلا دیر تک بیٹھی رہے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ پر بے پروا کھڑا رہا۔ دفعتہً اس اپنے گلے میں لٹکی ہوئی مالا کے دانے زمین پر بکھیر دیے جب میرے پاؤں اس پر پڑے تو مجھے د محسوس ہوئے میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کیا، وہ زمین پر لوٹ کر تمام دانے چٹ کر گیا۔ شوالا د رہ گیا۔ شوالا نے اپنی قیمتی مالا ضائع کر دی تھی' پھر اس نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی ایک انسانی کھو زمین پر دے ماری بجلی کی ایک کڑک سی پیدا ہوئی اور میرے گرد طواف کرنے لگی لیکن بجلی نے میر جسم کے کسی حصے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میں کھڑا رہا کھوپڑی زمین پر گرتے ہی کئی حصوں میں بکھ تھی۔ شوالا کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ پھرتی سے لوٹ کر دور چلا گیا اس کی مٹھ بند تھیں، میرے نزدیک آ کر اس نے مٹھیاں کھول دیں اور میری طرف زہریلے کیڑے اور چیونٹ اچھال دیں جو جونک کی طرح مجھ سے چمٹ کے میرے جسم میں سوراخ کرنے لگیں، لمحے بھر کے تو مجھے شدید اذیت کا احساس ہوا لیکن اژدہے نے میری مشکل جلد ہی آسان کر دی اس نے سار کیڑے ہضم کر لیے اور زمین پر آ کر ناچنے لگا جیسے اس کی مرغوب غذا مل گئی ہو۔ ان طلسمی اعمال

تفصیل خاصی طویل ہے وہ وار کرتا رہا میں انھیں ضائع کرتا رہا۔ اس نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے تمام تحائف ایک ایک کر کے ختم کر دیے، شپالی اور اژدہے کے کرشمے اس کے سارے طلسمی حربوں پر حاوی ہو گئے۔ پھر اس نے اپنا نیزہ اٹھایا اور زمین پر ناچتے ہوئے اژدہے کو نشانہ بنانے کے لیے ادھر ادھر مارنا شروع کر دیا۔ اس کا کوئی نشانہ کامیاب نہیں ہوا۔ اژدہا پھرتی سے ایک طرف ہٹ جاتا تھا۔ میری طرف سے وہ شاید بے فکر ہو گیا تھا۔ میری حیثیت ایک تماشائی کی سی ہو گئی، لوگ انگشت بدنداں تھے کہ میں ایک جگہ کیوں کھڑا ہوں' جب وہ کوئی حرکت کرتا تو میں اس کا جواب دے دیتا لیکن میں ہر ممکن احتیاط برتتے ہوئے تھا کہ کہیں کوئی نیزہ بہک کر میرے دل کے پار نہ ہو جائے۔ نیزے کی انی میں زہر بھرا ہوا تھا۔ میری خاموشی اور سکوت پر میرے قبیلے کے لوگوں کے چہرے گومگو کی کیفیت میں نظر آتے تھے میں نے یہ مقابلہ خاصا دلچسپ اور سنسنی خیز بنا دیا تھا۔ میں کنکھیوں سے مرصع تخت پر جلوہ فگن اقابلا کو دیکھتا جاتا تھا جس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم کے پار محسوس ہو رہی تھیں۔ میں مسخروں کی طرح پینترا بدل بدل کر شوالا کے وار رد کر رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے ایک سے ایک کاری حملہ آخر وہ تھکنے لگا اور اس کا گلا نوادر سے خالی ہو گیا۔ اس کے تمام تحائف یا تو ضائع ہو گئے تھے یا میرے ہاتھ میں آنے کے بعد زمین پر دھرے رہ گئے تھے' انھیں دوبارہ اُٹھا کر گلے میں ڈالنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ جب اس نے دوبارہ نیزہ سنبھال کر جسمانی لڑائی کے لیے پر تولے تو میں نے اجازت طلب نظروں سے جھک کر اقابلا کی طرف دیکھا، پھر شپالی اچھال کر ایک خاص زاویے سے شوالا کے جسم پر پھینک دی وہ چیخ اٹھا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا میں نے بھی اپنا نیزہ پھینک دیا۔ میں نے شپالی کی پروا نہیں کی کیونکہ اسے اٹھانا اژدہے کا کام تھا۔ میں نے تمام تحائف پشت پر کر کے شوالا کا دیو قامت جسم اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ہم دونوں دور تک زمین پر لوٹتے پوٹتے رہے میں نے اسے اپنی پوری قوت سے بھینچ لیا تھا اس دیو کی ہڈیاں چرمرانے لگیں۔ اسے نیم جاں چھوڑ کر میں اس سے علیحدہ ہو گیا وہ زمین پر کھڑا لہراتا رہا۔ آخر وقت تک اس کی آنکھوں میں ایک نفرت تھا میں نے اسے دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔ اس میں ہاتھ پیر چلانے کی سکت نہیں تھی' وہ اندھا لڑھکنے لگا۔ میں اسے لیے لیے سرنگا کے پاس آیا۔ کیا خیال ہے سرنگا؟ اس کے مظالم تمھیں یاد ہیں؟''

''ہاں .... مگر اب کیا رہ گیا ہے؟ تم نے اس طاقت کا مظاہرہ کر کے مجھے متاثر کیا۔'' سرنگا نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

میں نے فخریہ گردن اونچی کی اور شوالا کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے سمورال کی طرف چلا گیا۔ دیوتاؤں کی خدمت میں۔'' میں نے اس سے کہا۔ ''کاہن اعظم بتاؤ میں اس زندہ لاش کا کیا

کروں؟"

کاہن اعظم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اقابلا کی سمت آیا میں نے تیز نظروں سے اسے دیکھا لیکن اس اثنا میں شوالا نے میرے سر کے بال نوچنے شروع کر دیے وہ میرے کاندھوں پر بیٹھ کر میرے تحائف کھینچ رہا تھا۔ میں اقابلا کے جلوے میں ایسا ڈوبا تھا کہ شوالا کی طرف سے بے خبر ہو گیا تھا۔ یہ میرے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ شپالی زمین پر پڑی ہوئی تھی اژدہا بھی مجھ سے دور تھا۔ نیزہ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ شوالا بری طرح میرے بال نوچ رہا تھا۔ تکلیف سے میرا برا حال تھا لیکن میں نے اس کی ٹانگ اتنی زور سے مروڑی کہ اس نے ایک چیخ کے ساتھ میرے بال چھوڑ دیے پھر میں نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ اسے گیند کی طرح اچھالا اور شدت غضب میں اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر میں نے اسے ایک ٹھوکر ماری اور ایک طرف چل دیا۔ وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس کی چیخیں آسمان سر پر اٹھا رہی تھیں' میں پلٹ کر آیا مجھے خیال آیا کہ انگروما میں سیکھے ہوئے پتھروں میں منتقل کرنے کے عمل کا اقابلا کے سامنے کیوں نہ مظاہرہ کر دوں؟ میں نے تیزی سے اپنا عمل شروع کیا۔ پلک جھپکتے میں شوالا کے پیر پتھر میں تبدیل ہو گئے اس کا زیریں حصہ بنجر ہو گیا۔ اور بالائی حصے سے شوالا کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا۔ مجھے معلوم تھا۔ اب کسی کو خنجر آزمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اب وہ یوں ہی سسک سسک کر مر جائے گا۔ اپنی جگہ واپس پہنچ کر میں نے اژدہے کے منہ سے شپالی نکالی اور اسے گلے میں ڈال کر اس ملکہ حسن تمام صفات کا اضافہ کر لیجیے اقابلا کے تخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ توری کے لوگ میدان میں اتر کو وحشیانہ رقص کرنے لگے تھے وہ ایک دوسرے پر لوٹ رہے تھے اور اپنے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکال رہے تھے۔ جب میں کھڑا ہو گیا تو کاہن اعظم نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں خاموش کر دیا۔ اقابلا کے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ سمورال نے اعلان کیا۔ "دیوتا گواہ میں ہیں کہ مقدس اقابلا کے سامنے جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف نے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شکست دے دی ہے اب وہ دونوں قبیلوں کا اس وقت تک سردار ہے جب تک سلطنت اقابلا کا کوئی دوسرا شخص جابر بن یوسف کی شجاعت کو زیر نہ کرے ایک زمانے بعد توری دوبارہ ایک قبیلے میں مدغم ہوا ہے لیکن اس کی دو قبیلوں کی حیثیت اپنی جگہ ہے۔ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے لیے جابر بن یوسف کو دوبارہ شکست دینا ہو گی۔"

کاہن اعظم کے اعلان کے بعد میں نے یہ سنہرا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ میں نے تمام تر فصاحت سے اقابلا کو مخاطب کیا۔ "اے آسمانوں کی دیوی! اے زمین کے سب سے خوب صورت پھول اپنے ہاتھ دراز کر اور میرا گلا گھونٹ دے تاکہ میں ایک ابدی نیند سو جاؤں مجھے ایک مبہم سا اشارہ

یں سمجھ سکوں کہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ تو سمجھ رہی ہے، مجھے میری بساط سے آگاہ کر اپنے کرتا کہ میں انھیں چاٹ کر ان پر اپنے جذبہ شوق کی مہر ثبت کر سکوں۔"

اب میں پہلی بار اقابلا کے ہونٹ کھل گئے۔ جیسے جل ترنگ بج اٹھے میں نے محسوس کیا۔ ہاں محسوس کیا' یہ میری نظروں کا گمان نہیں کہ اس کی آنکھوں میں ایک کرب پنہاں تھا۔ اس نے پوش بدن کا ایک پھول میری طرف اچھال دیا۔ اس کے ہاتھ مرتعش ہوئے' ہاں میری خاطر جنبش ہوئی۔ اس نے میری بات سنی اس نے کسی ردعمل کا تو اظہار کیا۔ پھر اس نے اپنا ایک ترشا ے کر دیا اور میں سیڑھیاں دیوانوں کی طرح چڑھتا ہوا اس کے آسمانی سراپا کے نزدیک پہنچ ں کے بدن سے سبز پتے نوچنے کی ایک خواہش میرے اندر بری طرح پیدا ہوئی لیکن میں نے ں کو بوسہ دینے پر اکتفا کیا میں نے ان پر اپنی زبان پھیر دی۔

زار و زار ے' سرنگا اور سریتا نے مجھ دیوانے کو اٹھایا' مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب گئی اور میں کب ں کے مرمریں پیروں سے پڑا کھیلتا رہا۔

کیا وہ چلی گئی؟ ہاں وہ چلی گئی میں کھویا کھویا' ڈوبا ڈوبا سا اپنے رفیقوں کے ساتھ چلا، نشاط و کے نقارے میرے دل پر نشتر چلا رہے تھے، تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میں جزیرہ کے دونوں کا سردار بن گیا تھا۔ تاریک براعظم میں کسی شخص کے پاس بیک وقت اتنے قبیلوں اور علاقوں کی کا اعزاز نہیں تھا۔ سرنگا میرے ساتھ تھا اور شاید میری کیفیت سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اس کا ہاتھ کے انداز میں میری پشت پر تھا اور میں سوچ رہا تھا کیا محض یہیں تک دادرسی ہو گی؟ کیا میں اتنے ہی انعام و اکرام کا مستحق تھا؟ کیا مشقتوں' اذیتوں' کرب ناک یادوں اور جلتی ہوئی کا یہی صلہ ہے؟ کیا بس یہی ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں؟ جزیرہ توری کا طاقت ور اور عالی مرتب ہت ناتوانی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنا دل تھامے ہوئے تھا اور اسے انگروما کے فاضل دانش مند یاد تھے۔ جنھوں نے اس کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا۔ کیا ان کی رائے صائب ہے؟ یہ تو ماہے!"

سریتا چہک رہی تھی' قبیلے میں عید کا سا سماں تھا۔ ہم تین اجنبی سرنگا، سریتا اور میں اب جزیرہ کے مختار کل تھے مگر ایک ہستی کی کمی محسوس ہوتی تھی فلورا کی۔ میرے تصرف میں سب کچھ آ گیا ہ باقی رہ گئی تھی فلورا جس کی وجہ سے اس پُر صعوبت زندگی کا آغاز ہوا تھا' مجھے فلورا پر بہت رحم نے نے اپنے محبوب کی طاقت و حشمت نہیں دیکھی وہ ابھی تک اسیر بلا ہے اور میں اتنا سر بلند کے باوجود اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں' شوالا کو شکست دے کر کوئی غیر معمولی مسرت یں ہوئی۔ فلورا کو بیز ناند کا ایک شخص لے گیا اور میں دیکھتا رہ گیا؟ میں کس قدر بے غیرت آدمی

ہوں؟ شوالا جیسے دیو کو شکست دینے' زارشی سے واپس آنے' انگروما سے نجات پانے' باگمان مل
کو زچ کرنے والے شخص کا حاصل کیا تھا؟ اپنی آگ میں جلنا' اپنے ہونٹ کاٹنا' اپنا گوشت چبا
کے پاس اقابلا نہیں ہے۔ فلورا نہیں ہے۔ اور توری کی نوخیز دوشیزائیں بھی نہیں جو دیکھیے تو ر
ہے جو سوچیے تو کچھ بھی نہیں۔ سرنگا زبانی طور پر مجھے سمجھا کر دوبارہ اپنے غار میں چلا گیا۔ مجھے
روکنے کی مہلت بھی نہیں ملی' میں آس پاس گلیوں میں برپا ہونے والے جشن میں نہیں گیا۔ وہاں
' جوانی اور موسیقی بہہ رہی تھی مجھ سے نہ جانے کیوں یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکا۔ میں ا
اذیت میں مبتلا دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں باہر گیا اور میں نے چیخ چیخ کر انھیں حکم دیا۔ ''بند
جشن۔ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جاؤ۔ جاؤ احمقو جاؤ۔ ختم کرو یہ جشن۔''

وہ سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھنے لگے رقص تھم گیا۔ نقارے تھم گئے اور وہ خاموش منہ لٹکائے
اپنی اپنی جگہوں سے ہٹنے لگے۔ ان کے مایوس چہرے دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی۔ میں نے دوبارہ
کہا۔ ''اچھا جو دل چاہے کرو۔ پھر شروع کر دو یہ کھیل۔ مستی کا رقص کرو۔'' مشعلوں کی روشنی
کے حیرت زدہ چہرے مجھے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ ہاؤ ہو شروع کر دی تھی' میرا
انھیں دوبارہ منع کر دوں اور پھر یہ سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دوں پھر منع کر دوں' پھر اجازت د
طرح انھیں پریشان کرتا رہوں میں اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کے لیے بستی سے دور
اندھیرے میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر میں نے خود کلامی شروع کر دی۔ پھر نہ جا
مجھے نیند آئی مجھے حیرت ہے کہ اس عذاب میں مجھے نیند کیسے آ گئی تھی۔

غالباً ایک ساعت گزری ہوگی کہ میرے پہلو پر کسی نے دستک دی میں نے گھبرا کر آنکھیں
دیں' اندھیرے میں میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں نیند اچانک کہیں غائب ہو گئی میں اٹھ کر اے
اور میں نے شپالی کی روشنی میں اس کے وجود کا یقین کیا۔ وہ سرو قد لالہ رخسار' خانوادہ اقابلا کا
تازہ نوشگفتہ نومیدہ پھول تھی اس کے چہرے پر تبسم رقصاں تھا۔ اس کے اوصاف وشفاف بدن
پتے سجے ہوئے تھے۔ مجھے اپنی نسوں میں شدید کھنچاؤ محسوس ہوا اس کے حسن کا بیان کروں گا تو
سننے والے حسد کریں گے خانوادہ اقابلا کی کوئی دوشیزہ کتنی حسین ہو سکتی ہیں۔ ذرا سوچیے تو وہ ا
تھی وہ اشمار یا ژولین میں سے کوئی نہیں تھی۔

میری استفہامی نگاہوں اور امتناع نے اس کی سیماب صفتی میں اور اضافہ ہو گیا کسی شہزا
سے انداز میں اس نے اپنے لب کھولے۔ ''جزیرہ توری کے معزز شخص! میں نرماز ہوں۔''

''یقیناً تم مقدس اقابلا کے شبستان کی آرائش ہو' کیا اس نے مجھے طلب کیا ہے؟ ا
تمہارے ذریعے کوئی پیغام بھیجا ہے؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے خوش ادائی سے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔

''تو مجھے بتاؤ اے پری پیکر نازنیں! اس نے کیا کہا ہے؟ وہ آتش بدن شعلہ نفس میرے
ے میں کیا سوچتی ہے؟''

''اس نے مجھے بھیجا ہے۔'' وہ نزاکت سے بولی۔

''تمھیں؟'' میں نے تذبذب سے پوچھا۔ ''مگر کس لیے؟''

''میں تمہارے نفس کی غذا ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''کیا.......؟ مگر نہیں۔'' میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میرے نفس نے روحانی رفعتیں چھو لی
۔ اس کی غذا مادہ نہیں ہے۔''

''میں تمہارے لیے روحانی سرشاریوں کی نوید ہوں' میرا بدن مادی آلائشوں سے پاک ہے۔''

''میں نے اپنا نفس ایک ستون سے باندھ دیا ہے۔''

''کیا تم اس کا عطیہ مسترد کرنے کی جرات کرو گے؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''میں نے تمہاری خواہش نہیں کی ہے ہر چند کہ کرہ ارض کا کوئی بھی ذی ہوش شخص تمھیں مسترد
ں کر سکتا۔ اگر تم کوئی انعام ہو تو میرے ساتھ رہو میں تمھیں سجا کر رکھوں گا لیکن میری طلب اپنی جگہ
دق اور مکمل ہے۔ میرے لیے اس کی خواہش مقدم ہے۔''

''کیا تمھیں اشمار یاد ہے؟'' اس نے سرگوشی کی۔

''کیا تم اس کی جانشین بن کر آئی ہو۔ وہ کہاں ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم لیکن میں اشمار کی جگہ بھیجی گئی ہوں۔''

''میرا یہ امتحان بھی خوب ہے میں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔''

''میں تمہارے جلتے ہوئے بدن کی آگ سمیٹنے آئی ہوں۔''

''یہ آگ میرا سرمایہ ہے میں اسے سرد کر کے اپنا مقام گرانا نہیں چاہتا۔''

''میں بھی ایک آگ ہوں' مجھے چھو کر دیکھو' مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا اعزاز' اس نے میری
مات سے خوش ہو کر بخشا ہے........ میں ایک عرصے سے فروزاں ہوں۔'' اس نے حسرت آمیز
' میں کہا۔ ''لو یہ مشروب نوش جاں کرو۔''

یہ قصر اقابلا کا متبرک مشروب ہے اسے پی کر تمھیں میرے بدن کی چاندنی نظر آنے لگے گی
میں مشروب خاص کی ضرورت ہے؟''

''نہیں۔ تمہارا شکریہ میں اپنا خون پی رہا ہوں۔''

''او وہ سمٹ کر زمین پر دراز ہو گئی۔ مجھ سے اس کا قیامت خیز سراپا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ ایک بار پھر اقابلا نے میری خلوت کے لیے اشمار کی طرح ایک نازنین بھیجی تھ
لیکن اشمار کا زمانہ اور تھا۔ شاید میں اس وقت ناپختہ کار تھا۔ اب بہت فرق ہو گیا تھا کیا اتنی ریاضت او
صداقت کا انعام یہ ہے کہ وہ اپنی کنیز بھیج کر میری دل آزاری کرے؟ کیا میرا استحقاق صرف اسی قد
ہے؟ باگمان میں لوریما تھی، انگروما میں نیشا، کیشا موجود تھی۔ میں نے کہاں کہاں نا آسودگیاں او
محرومیاں اوڑھے رکھیں؟

میں اسے یکسر مسترد بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے سوچا اسے مسترد کر دینا چاہیے، زیادہ
زیادہ یہی ہوگا کہ اس کا عذاب مجھ پر نازل ہوگا۔ ہو جائے۔ میں نے اس سے کہا۔ ''اے ستم بر
تمہاری ضرورت نہیں ہے بہتر ہے تم قصر اقابلا واپس چلی جاؤ۔''

''اقابلا۔ مقدس اقابلا۔ اس گنہ گار شخص پر رحم کرو۔'' وہ عاجزی میں اپنے آپ سے بولی۔ ''
کون اسے سمجھائے کہ کائنات کے اس حصے کو کیسی روحانی عظمتیں حاصل ہیں۔''

''تمہارے جملے میری فہم سے بالا ہیں۔'' میں نے اس کی گفتگو سن کر کہا۔

''دیوتا تم پر سایہ فگن رہیں سیدی جابر! تم گناہ کر رہے ہو۔'' اس نے اپنے بال پھیلا کر کہا
''آہ جو تمھیں جاننا چاہیے شاید تم اس سے ابھی تک ناواقف ہو۔ تم ابھی زمین کے آدمی ہو، شاید تم
اس امر پر غور نہیں کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ شاید تمہاری آنکھوں نے ابھی بہت کم دیکھا ہے۔ میں ا
کے قرب کی علامت ہوں سیدی جابر!'' وہ مسلسل کہتی رہی۔

''تم میرے لیے باعث سعادت ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھ
کچھ سنبھلنے کا موقع دو، میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔''

''میں تمہارے قریب رہوں گی کیونکہ مجھے تمہارے لیے تفویض کیا گیا ہے۔'' اس نے کہا ا
میری نظروں سے غائب ہو گئی۔

☆==========☆==========☆

میری قوت فیصلہ ختم ہو گئی تھی۔ انتشار کے ایسے لمحوں میں مجھے کاہن اعظم سموراں کی یاد آئ
شرالا کے مرنے کے بعد اب میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہی تھی، میں بھاگتا ہوا اس کے
میں پہنچ گیا اور ایک مدت بعد اس کی طلسمی عبادت گاہ میں داخل ہوا۔ وہ میری صورت دیکھ کر دنگ
گیا۔ ''کاہن اعظم سموراں''! میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تمہاری پناہ چاہتا ہوں
اور تینوں قبیلوں کی سرداری سے عہدہ برآ ہونے کا اعلان کرنے آیا ہوں۔''

جب میں نے عبادت گاہ میں قدم رکھا، اس وقت سموراں ہرن کی مردہ آنکھ میں کچھ تلا
کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری آمد سے اس کی محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے وحشت زدہ انداز میں ا

اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' وہ متحیر نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''تم جو اعلان کر
رہے ہو، میں اس پر تمہیں دوبارہ غور کرنے کا موقع دیتا ہوں......... کیا تم شراب میں غسل کر کے آ
رہے ہو؟''

میں نے اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔ ''میں کسی اور زبان میں گفتگو نہیں کر
رہا ہوں۔ مجھے غلاموں کی ایک کثیر فوج، وسیع زمین اور مضبوط حکومت کی ہوس نہیں۔ میں ایک نظر زدہ
ں ہوں۔ یہ سب میرے لیے اب وقت باعث افتخار ہوتا جب میری نگاہ اس کے جلوے سے پاش
ں نہ ہوئی ہوتی۔ اب مجھ میں مزید استقامت نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ مجھے جزیرہ توری کا
عام شہری بنا دیا جائے یا مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہذب دنیا میں واپس کر دیا جائے اگر یہ ممکن
تو ہماری ہلاکت کا جشن منعقد کیا جائے۔ میں ایک فیصلہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

سموراں نے ہرن کی آنکھ ایک تازہ پتے میں لپیٹ کر پتھر کے پیالے میں رکھ دی اور میری
ت کا جواب دینے کے بجائے اس نے اپنی عبادت گاہ کی چاروں دیواروں کا طواف کیا اور بندر کی
ہ کی مٹھ کا ایک عصا لے کر دیواریں ٹھونکیں۔ پھر اس نے جلتے ہوئے پیالے میں کوئی سفوف ڈالا۔
ں پھیل گیا۔ ایک ناقابل بیان قسم کی بو نے عبادت گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ ننگ دھڑنگ سموراں نے
اکا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر دروازے پر لٹکا دی۔ اس کے بعد وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور مجھے
نا پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔

''تم کیا کہہ رہے تھے؟'' اس نے باوقار لہجے میں پوچھا۔ مجھے دوبارہ اپنی شدت اور اضطراب کا
بیان کرنے میں تامل ہوا۔ پھر بھی میں نے اپنے قلب کی حالت زیادہ مدلل اور جامع انداز میں
رہ بیان کی۔ میں نے کہا۔ ''میں تنگ آ گیا ہوں میں اب اپنی جھونپڑی میں رہنا پسند نہیں کرتا۔
میرا دل کسی درخت پر رہنے کو چاہتا ہے کیونکہ میں ایک جانور ہوں۔''

سموراں نے تمام تر سنجیدگی سے میری روداد جنوں سنی اور بھاری بھر کم آواز میں بولا۔ ''تمہاری
نرال سے کم معلوم ہوتی ہے۔ تم کوئی معمولی پرندے ہو جو ایک ہی قسم کی رٹ لگاتا ہے۔ تم نے یہ
سوچ لیا کہ جو مناصب تم نے حاصل کیے ہیں وہ اس کی قربت سے مشروط ہیں۔ تم بیک وقت تین
ں کے سردار ہو، اس کے باوجود تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم عظیم و جلیل ملکہ اقابلا کی
ت کا ادعا کرو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وسیع پراسرار سرزمین پر پھیلے ہوئے تمام بزرگ لوگوں
برتر ہو گئے ہو اور وہ لوگ جنھوں نے تم سے زیادہ مرتبت اور عظمت پائی ہے تم انھیں عبور کر کے
ی خلوت میں پہنچ جاؤ گے؟ تم تو ابھی سے تھک گئے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اس کی نظر

میں زیادہ دقیع اور مستند ہیں پھر تشنگی کا عذاب سہہ رہے ہیں۔ تم اس کے دعوے دار کیسے ہو گئے۔ جب کہ تم نے ابھی صرف تین علاقوں کی سرداری حاصل کی ہے تم نے اپنے اطراف میں موجود ان لوگوں کی آنکھوں میں جھانک کر نہیں دیکھا جو اس سے قریب ہیں۔ کیا وہ حواس سے محروم ہیں اور تمہاری طرح سوچ نہیں سکتے؟''

''سمورال۔ مقدس کاہن تم آج عجیب باتیں کر رہے ہو۔'' میں نے حیرت سے اسے گھور کر دیکھا۔ ''لیکن مجھے یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اس کی نظروں میں میرے لیے چمک موجود ہے۔ اس نے مجھے دوبارا اپنے جلوے سے سرفراز کیا۔ اس نے میری محرومی دور کرنے کے لیے اپنے شبستان سے اشارہ بھیجا جس کا علم شاید تمھیں نہیں ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہ مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے یہ باور کرایا گیا تھا کہ بس اب میری طلب کا جواب موصول ہونے والا ہے۔ مجھے باگمان اور صحرائے زارشی میں تربیت کے لیے بھیجا گیا۔ مجھے اس کے لمسِ شیریں کی سعادت نصیب ہوئی۔ سنا گیا تھا کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین قبر کی جگہ دینے میں بخل سے کام لیتی ہے لیکن ہم اجنبیوں کو خاص رعایت دی گئی ہے۔ اب نرماز کے بدن کا تحفہ بھیجا گیا ہے جسے میں مسترد کر کے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔''

''آہ میرے غریب نوجوان!'' سمورال نے ایک سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''تم سے بھی تو کہا گیا تھا کہ اس مٹی کا ذرہ ذرہ سحر و اسرار سے آلودہ ہے۔ تم نے اتنی دور دراز کا سفر کیا اور اپنے قد کی پیائش نہیں کی۔ تم نے حسن و جمال کی اس ملکہ کے بارے میں پورے طور پر آگاہی حاصل نہیں کی۔ تم نے ابتدا ہی سے بہت سے زیادہ خواہش کا اظہار کر دیا۔''

''مقدس کاہن! کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں تم سے اجازت لے کر تمہارا خنجر اٹھاؤں اور اپنے سینے کے پار کر لوں؟ میں اب تک جو کچھ سمجھتا رہا، کیا وہ غلط تھا؟ کیا تم مجھے اس جلیل منصب سے آگاہ کرو گے۔ جہاں آل کار اس کے جمال بے مثال کا باب کھلتا ہے۔ یقیناً اس کی کوئی منزل، کوئی انتہا ہو گی؟''

''کون جانتا ہے، کسے معلوم ہے.........'' کاہن اعظم کے لہجے میں یاسیت تھی۔ ''مگر ایک شخص ضرور طلوع ہو گا۔''

''تم بھی نہیں جانتے؟'' میں نے حسرت سے کہا۔ ''وہ شخص ...... کیا وہ کسی شخص کی آمد کا منتظر ہے؟''

''میں اس شخص کو جانتا ہوں۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''کون ہے وہ؟'' میں نے کرب سے پوچھا۔

''وہ شخص جو علم و فضیلت، عزم و شجاعت میں سب سے یکتا ہو گا۔ جس کی شدتیں اتنی پر اثر ہوں

زم پڑ جائیں۔ وہ شخص جو برداشت، عقل اور مردانہ اوصاف کا حامل ہو گا۔''

نا ید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ایک ناقابل تعبیر خواب ہے۔ میں تمہارے پاس اسی لیے آیا تھا۔ ل میں یہ قرین عقل ہے کہ آدمی ایسے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کی بجائے جو عام انسانی لیے ناممکن ہیں، اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے۔ اور جو ہے اسی پر قناعت کرے۔'' میں گوئی سے کہا۔

ہیں جابر بن یوسف! میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ تم بھی اس صف میں شامل ہو میں اور بہت سے عظیم لوگ کھڑے ہیں۔ یہ لوگ جو تمہارے حکم کے تابع ہیں۔ یہ ان گنت تمہارے جسم کے تبرک سے فیض یاب ہونے کے لیے مضطرب رہتی ہیں، یقیناً عظمت کی ی مساعی کا انعام ہیں ممکن ہے کسی دن تم کسی بڑے انعام کے مستحق ٹھہرو۔ ممکن ہے تمھی وہ ، ہو۔ اگر تم اس سرزمین کی لاتعداد عالموں کی طرح اس کی خوشنودی کی آخری منزل تک نہ تم زیاں کا سودا نہیں کرو گے۔ تمھیں نرماز سونپی گئی ہے۔ ایسے نادر تحفے غلاموں کو نہیں ملا سمورال نے تلخی سے کہا۔

اہن اعظم! تمہاری گفتگو سے مجھے انگروما کے فاضل بزرگ یاد آ رہے ہیں جنھوں نے لا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ خاکم بدہن وہ کہتے ہیں اقابلا ایک سراب ہے۔ ان ں نے جید عالم دیکھے۔ مجھے گروٹا اور گورے نے سمجھایا تھا کہ میں انگروما میں رہ کر اسی دن ہیں رہوں جب وہ مقدس اقابلا کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیں گے لیکن میں نے انکار کر دیا ا وہاں سے چلا آیا۔ وہ سچ کہتے تھے۔'' میں نے افسردگی سے کہا پھر میں کمرے میں پھیلتا یکھ کر کہا۔ ''یا وہ غلط کہتے تھے۔''

یہاں آزادی سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' سمورال نے میرے اندیشے سونگھ کر کہا۔ ''ہاں تم نے در کیا دیکھا؟''

☆==========☆==========☆

اسے تمام تر دلچسپی سے انگروما کے واقعات سنانے لگا۔ میں نے نیشا، کیشا کا تذکرہ کیا۔ رکہ سنایا۔ سمورال کی سماعت کا اشتیاق دیکھ کر میں کسی قدر جھجکا۔ پھر میں نے وہ واقعات ر سری انداز میں بیان کرنے شروع کر دیے۔ ''اور میں آ گیا۔'' میں نے کہا۔

تم وہاں سے آ کیسے گئے؟'' سمورال نے پوچھا۔

........'' میں نے کسمسا کر کہا۔ ''مجھے نہیں معلوم میں نے ایک دن آنکھ کھولی تو میں کشتی ری کشتی جزیرہ توری کی طرف گامزن تھی۔'' میں سمورال سے سرنگا کی دیوی کا تذکرہ کرنا

نہیں چاہتا تھا۔ سمورال کو انگرو ما میں ہونے والے واقعات کا قطعی علم نہیں تھا۔ اس لیے میں نے فصاحت سے اس کے سامنے دروغ گوئی سے کام لیا۔

''تم نے ایک دن خود کو کشتی میں پڑا پایا اور تمہارے پاس مقدس ہربیکا کی نایاب آنکھ تھیں؟ تمہارے تمام تحائف بھی محفوظ رہے؟'' سمورال نے میرے چہرے پر کچھ تلاش کر انداز میں پوچھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کرشمہ تھا۔'' میں نے کہا۔ ''ہربیکا کی مقدس آنکھ عرصے سے میری نظر تھی۔ میں اکثر فرار ہونے کے خیال سے ساحل پر جایا کرتا تھا اور ناکام جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا تھا۔ جب تمام مسدود معلوم ہوئے تو میں نے شکست تسلیم کر لی تھی۔ پھر گور نے مجھے ہربیکا کے شکار کو لے گ نے وہ آنکھیں اپنے طلسم خانے میں میرے سامنے رکھی تھیں۔ میں وہ آنکھیں اپنے ساتھ باہر کرتا تھا۔ اس دن بھی یہی ہوا۔ جب مجھے وہ غیبی مدد ملی تو آنکھیں میرے پاس تھیں۔'' م سمورال کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ حقیقت اور کچھ افسانے پر مشتمل داستان سنائی۔

سمورال میری بات سے مطمئن ہو گیا یا نہیں؟ میں نے یہ جاننے کے لیے سر اٹھانے کی نہیں کی اور اس سے درخواست کی۔'' میں انگرو ما میں بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا لیکن ہمیشہ پرچھائیاں میرے ساتھ رہیں۔ بہر حال اب جبکہ میں آرزوئیں اور امیدیں دل میں بسائے توری میں واپس آ گیا ہوں۔ مقدس سمورال! تم نے مجھے اور پریشان کر دیا ہے تم نے کہا تھا کے بعد میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہے گی۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو۔ کو تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں اور تمہارے احکام کا ہمیشہ پابند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔ کے خیال سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ میرے سینے میں اپنا علم منتقل کر دو میں تمہاری ترام ہوں۔ عظمت کا سہارا دو۔ میں تنہائی محسوس کرتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''تم اپنے قبیلے میں واپس لوٹ جاؤ اور نرماز کی آغوش کی گرمی سے اپنے اندر حرارت تم کتنے بد بخت ہو کہ مقدس اقابلا کا عطیہ مسترد کر رہے ہو؟ سر بلندی چاہتے ہو تو قناعت کا دو دیوتا تمہاری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔''

''دیوتا میری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔ مقدس اقابلا کی خصوصی نوازشیں میری طرف جارا کاکا' کا مجھ پر سایا ہے۔ سمورال میرا محسن اور اتالیق ہے۔ میں تین قبیلوں کا سردار ہوں۔ دل خوش کن حقیقتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسی بلندی پر جلوہ فگن ہے' جہاں پرند پرواز کر کے نہیں پہنچ سکتے۔ یہ خوب نظام ہے کیا دلچسپ ہے یہ طلسم۔'' میں نے پھیکی ہنسی ہنتے

''جو اس کے طلسمی نظام کا اسیر ہے، وہ یقیناً اس کے حسن جہاں تاب کا زخمی ہے۔ جو اس کی ب کرتا ہے اور اس کی زلفیں چھونے کی جستجو میں دوڑتا ہے، وہ اس سرزمین میں کوئی درجہ ضرور پاتا ، وہ جارا کاکا کی نمائندہ ہے۔'' سمورال نے اپنی نشست سے اٹھ کر مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ابر بن یوسف! تمہاری دنیا اور یہاں کی دنیا میں کوئی مطابقت نہیں جو تم سے کہہ دیا گیا۔ اس پر عمل د۔ تمہارے بازوؤں میں فولاد ہے۔ ابھی سے اس کے حصول کا دعویٰ ایک مضحکہ ہے۔ تمہارے ے بہت سے لوگ کھڑے ہیں ان کے آگے جانے میں تمہیں شجاعت و ذہانت کے اور معرکے رنے ہوں گے۔ تمہارا سینہ اور چہرا اس ہجوم میں نمایاں ہونا چاہیے۔'' سمورال نے اکتاہٹ سے

''مگر یہ سب کیا ہے؟ وہ کون ہے اور یہ سب کیوں ہے؟'' میں نے پہلی بار گستاخی کی جسارت

سمورال نے ایک بار پھر عبادت گاہ کا طواف کیا اور دھواں تیز کرنے کے لیے کچھ اور سفوف ے کے سپرد کر دیا۔ جب دھوئیں کے مرغولے تیز ہو گئے۔ تو وہ بولا۔ ''اس سوال کے جواب کے تم ت متحمل ہو سکتے ہو جب تمہارے دماغ میں ایک ہاتھی کی وسعت پیدا ہو جائے۔''

میں نے سمورال سے دوبارہ اپنے جنون کی تکرار کی۔ کیونکہ اس ذکر میں مجھے ایک لذت محسوس تھی۔ اس نے کلام بند کر دیا۔ اور میں نے اس کی عبادت گاہ کی ہر چیز کا بہ نظر جائزہ لینا شروع کر میں طلسمی کڑھاؤ کے پاس گیا اور میں نے اس سے فرمائش کی۔ ''کیا اس جلتے ہوئے تیل میں اس ل زیریں نظر نہیں آ سکتا؟''

''نہیں......... کاش یہ ممکن ہوتا۔'' سمورال نے حسرت سے کہا۔

''تمہارا یہ طلسم مجھے بہت پسند آیا۔ عظیم سمورال! تم مجھے اس کا علم سونپنے میں بخل سے تو کام نہیں ے؟''

''یہ تمہارے انہماک پر منحصر ہے، میں تمہیں کچھ سکھانے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔''

سمورال کی زبانی یہ بات سن کر میں نے بے چینی سے کہا۔ ''یہ میری سعادت ہے۔'' میں نے بڑھ کر اس کے پیر کا انگوٹھا چوم لیا۔ ''تمہارا ساتھ اور سہارا رہا تو میرا اضطراب ختم ہو جائے گا۔ حشت انگیز باتیں سن کر میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن میں جمرال سے زیادہ مستعد ہونے کی ل کروں گا......... یہ کڑھاؤ۔ یہ عصا......... میں خود کو اس عبادت گاہ میں رکھے ہوئے نوادر ستعمال کا اہل ثابت کروں گا۔ میں خط غلامی تحریر کرتا ہوں۔''

میں یہاں کچھ اور کہنے آیا تھا۔ سمورال نے آج پہلی بار مجھ سے اتنی طویل اور اپنائیت کی گفتگو کی تھی۔ میں نے اسے اعتماد میں لینے کے لیے زبان و بیان کی ساری قوتیں صرف کر دیں۔ سمورال نے مجھے عبادت گاہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر آنے کی اجازت دے دی تھی میں اس کے طلسمی کڑھاؤ پر جھکا ہوا تیل کے مد جزر اور ارتعاش میں جزیرہ توری کے مختلف مناظر دیکھ رہا تھا۔ سمورال میری ہر فرمائش پوری کر رہا تھا۔ اس طرح میں کڑھاؤ کا نظام جاننے کا خواہش مند تھا، آخر میں نے اسے کہا۔ ''میں سرنگا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

سمورال کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا عصا تیل میں ڈال کر اسے گھما اور مختلف طریقوں سے تیل کی سطح پر کوئی منظر ابھارنے کی سعی کی۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ خاصی دیر تک طلسمی کڑھاؤ میں لکڑیاں جلانے، آگ تیز کرنے اور متعدد عمل دہرانے کے باوجود سرنگا کا چہرا نمودار نہیں ہوا۔ مجھے سمورال کی ناکامی پر مسرت ہو رہی تھی اور میں سرنگا سے وابستگی پر فخر محسوس کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سمورال کیوں ناکام ہے؟ میں نے کہا۔ ''مقدس کاہن! میں اجازت چاہتا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی منتشر قوتیں یک جا کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارے مشورے پر میں نرماز کا شگفتہ سراپا اپنی آغوش میں سمیٹ لوں گا کیونکہ یہ اس کا عطیہ ہے جو سب سے طاقت ور ہے جو مطلق العنان ہے۔ بڑی طاقت چھوٹی طاقتوں سے یقیناً سوا ہوتی ہے۔ تمہارے معنی خیز کلمات نے میں اپنا وزن کر رہا ہوں۔ میں نرماز کو اتنی زور سے بھینچوں گا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ ادھر اپنے دل اور اپنی عبادت گاہ میں میری نشست کی گنجائش پیدا کرو۔''

سمورال طلسمی کڑھاؤ میں الجھا ہوا تھا، عبادت گاہ میں کثیف دھواں در و دیوار پر چھایا ہوا تھا۔ تم نہیں جا سکتے۔'' اس نے چونک کر کہا۔ ''ٹھہرو۔'' کڑھاؤ سے ہٹ کر اس نے پانی کے ایک برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر چاروں طرف پانی چھڑکا۔ دھواں لمحوں میں صاف ہو گیا۔ پھر اس نے جارا کا کا کھوپڑی دروازے سے ہٹائی اور مجھ سے کہا۔ ''تم جا سکتے ہو۔''

کاہن اعظم سمورال سے مزید سوال و جواب کا موقع نہیں تھا۔ وہ کچھ مکدر سا نظر آ رہا تھا۔ ا کے غار سے نکل کر میں نے اطراف میں دیکھا۔ درختوں نے اندھیرا اور دبیز کر دیا تھا۔ سمورال آج کی ملاقات گزشتہ ملاقاتوں سے مختلف تھی۔ اس نے اپنی عبادت گاہ ماورائی طاقتوں سے روشن کے مجھ سے راز دارانہ باتیں کی تھیں۔ اور انگرو ما کے حقائق کرید کرید کر پوچھنے چاہے تھے۔ میں اسے مکمل تفصیل سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ میں انگرو ما کے ذکر سے پہلے ہی سمورال اضطراب کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اس ملاقات سے سب سے بڑا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ میرے ذہن کی ہوئی رو میرے قابو میں آ گئی تھی۔ سمورال کے انداز بیان نے مجھے بعض نازک اور حساس باتوں

ن توجہ دینے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ اس طلسمی نظام کا خاکہ میرے ذہن میں ترتیب پا رہا تھا اور میں اپنی کوتاہیوں اور خوش اعتقادیوں کے بارے میں کوئی معقول رائے قائم کر سکتا تھا۔ یوں ہم لوگ ایک دوسرے کے حریف تھے اور یوں ہم سب لوگوں کو اس کے سحر حسن نے جکڑ رکھا تھا ے عزائم نہ اس وقت اتنے پست تھے کہ میں ٹوٹ کر زمین پر لیٹ جاتا اور نہ اتنے بلند کے مجھے پنے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی محسوس ہوتیں۔ میں ایک معتدل شخص تھا اور مجھے نرماز کا کشش انگیز بدن ہت راغب کر رہا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔ بستی سے دور اس درخت کے نیچے۔

وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے اسے آواز دی۔ ''اے چمن زار اقابلا کی کلی! محترم نرماز! تم کہاں ہو؟ ی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاؤ دیکھو کہ میری نگاہوں میں شرم ساری اور میرے قلب میں بے اری ہے۔ آؤ کہ میں اپنے تشنج اور اضطرار پر ملامت کر چکا ہوں۔ آؤ کہ میرا بدن جل رہا ہے۔''

اس کے خیرہ کن وجود کے ظاہر ہونے میں دیر ہوئی تو مجھے اپنے جلتے ہوئے بدن میں سردی سی وس ہونے لگی۔ وہ ناراض تو نہیں ہو گئی؟ کہیں وہ قصر اقابلا میں واپس تو نہیں چلی گئی؟ میں اُسے ازیں دیتا رہا اور اپنے گزشتہ رویے پر ندامت کا اظہار کرتا رہا، میرا گلا خشک ہونے لگا۔ آخر صبح ذب سے کچھ دیر قبل وہ نمودار ہوئی۔ ''نرماز'' میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''بعض اوقات مہذب دُنیا رشتوں اور آداب سے میرا الحاق ہو جاتا ہے۔ میں یہ بھول جاتا ہوں کہ ایک وسیع سمندر درمیان ا ہے۔ میں کاہن اعظم سمورال کے پاس گیا تھا، اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کس جگہ کھڑا ہوں میرا مقام کیا ہے۔''

میں سرکشی و سرشاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرماز کو بستی میں لے آیا، بستی کی گلیوں میں رات بھر ے تھکے ہوئے مخمور لوگ اوندھے پڑے تھے۔ انھیں اپنے جسموں کا ہوش نہیں تھا۔ نرماز میرے ساتھ رے جھونپڑی نما مکان میں آ گئی۔ نرماز کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے سریتا کی موجودگی کا کوئی ف نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں بلند آواز میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ تم رف ہونٹ کھولنا میں ان کی حرکت سے معنی اخذ کر لوں گی۔ سو میں نے اس سے آہستگی سے کہا۔ یہاں پیال کے نرم و نازک بستر پر میرے پہلو میں دراز ہو جاؤ'' اس نے جواب دیا تمہاری باعت اور جنوں کے جو تذکرے میں نے سنے تھے وہ سچ ہیں۔'' وہ میرے دل سے قریب ہوئی۔ صبح ا وقت کم تھا۔

جب آفتاب نے اپنی کرنیں زمین پر تقسیم کرنی شروع کیں اور میرا خمار ٹوٹا تو میں زیادہ تن دہی ے اپنے بارے میں سوچنے لگا، سرنگا کہتا تھا کہ ہمیں مہذب دنیا میں واپسی کے امکانات ہمیشہ سامنے کھنے چاہییں۔ سرنگا کے پاس ایک عظیم دیوی تھی ایک چھوٹی سی مورتی جو ایک مکمل عورت کی شکل اختیار

کر کے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دے سکتی تھی۔ وہ یہاں اپنی مورتی کی سحر کاریاں چھپا نہیں تھا۔ اور اسی لیے کئی بار معتوب قرار دیا جا چکا تھا۔

سموراں نے جس انداز سے بعض حقائق اشارۃً بیان کیے تھے، وہ رہ رہ کر میرے ذہن فشار پیدا کر رہے تھے۔ احتیاط، اعتدال دور اندیشی، اس ملاقات کا مآل تھا۔ یہاں بات کرنا لب بھی مشکل تھا، روشنی کی پر اسرار لکیریں۔ نادیدہ سراغ رساں ہر سمت لگے رہتے تھے۔ سرنگا پر ان کڑی نظر تھی۔ اور احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں سرنگا کے غار میں اس سے مشورے لینے کے لیے کم جاؤں۔ حالانکہ ایسے عالم میں سرنگا کی ذات میرے لیے ایک بڑا سہارا تھی۔ تاریک براعظم میں ا مصائب جھیلنے کے بعد کم از کم زندہ رہنے کا آسرا ضرور ہو گیا تھا۔ جسے زندگی کا شوق ہو، اس کے یہ بات کیا کم ہے وہ زندہ ہے۔ اور زندگی کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ مجھے بھی تھا میں یہاں اس وقت سرخ رو تھا جب تک جزیرہ توری میں یا آس پاس کے علاقوں میں میرے مقابلے کا کوئی اور شخص نہیں ہو جاتا۔ قناعت میں امان ہے۔ قناعت میں زندگی ہے مگر موت زدہ زندگی جزیرہ توری میں مح ہو کر میں اپنے آپ کو طویل المیعاد زندگی کی ضمانت دے سکتا تھا، لیکن عورتوں، شرابوں اور غلامو قانع ہو جانا میرے مزاج کو راس نہ تھا۔ اب بھی میرے دل میں اضطراب کا ایک شعلہ روشن تھا۔ ا مبہم امید شاید سنگلاخ چٹان میں سبزہ و گل پیدا ہو جائیں۔ ایک بینا غصہ جو قناعت کو موت سمجھتا تھا ہر طرف ہا ہو کر کے شور مچانے کو اکساتا تھا۔ ایک خفیف امکان۔ شاید اس حرکت و طاقت میں واپسی کوئی صورت نکل آئے؟ شاید میں نے اپنی افتاد طبع اور قلبی کیفیتوں کی وضاحت کر دی ہے۔

صبح ہوتے ہی میں اپنے ٹھکانے سے اٹھا اور نرماز سے کہا کہ وہ مجھ سے دُور دُور نہ رہے۔ نر نے خوش ادائی سے میری خواہش پر ہر وقت نمودار ہونے کا وعدہ کیا اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے فزارو اور زارے کو طلب کیا۔ رات بھر جشن میں ڈوبے ر کی وجہ سے ان کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں نے اپنے لہجے میں وزن پیدا کیا اور بولا۔ ''زارے اور فزارو! تمہارے سردار جابر بن یوسف نے توری کے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شک دی ہے اور وہ اب دونوں قبیلوں کا حکمران ہے۔ تمہارا سردار محسوس کرتا ہے کہ مقدس اقابلا کی خوشنو کے لیے صرف یہی مناصب کافی نہیں ہیں کہ وہ تین قبیلوں کا سردار ہے۔ اس کا مقام شجاعت کے علا بھی بلند ہونا چاہیے۔''

''بے شک۔'' فزارو اور زارے نے یک زبان ہو کر کہا۔

''معزز لوگو! پس یہ لازم ہے کہ قبیلے کی بیشتر ذمے داریاں وہ اپنے نائبین کو سونپ دے اور حصول علم اور دیوتاؤں کی نظر میں اپنا مرتبہ بالا کرنے کے لیے بستی سے دور جنگلوں میں چلا جائے

نے کہا۔

فزارو اور زارے کو میرے تخاطب کی تبدیلی پر حیرت ہوئی ہو گی۔ انہوں نے سر جھکا دیے اور اطاعت اور فرمانبرداری کی علامت کے طور پر زمین پر لیٹ گئے۔ ''میں جو کہتا ہوں اسے اپنے نوں میں محفوظ کر لو۔ میں تم دونوں کو امانتاً توری کی نیابت دے رہا ہوں۔ شوالا کے قبیلے کی نیابت اور رہ آباد کاری زارے کے سپرد کی جاتی ہے اور میرے قبیلے کا نائب فزارو ہے۔ قبیلے میں ایسی بندیاں ختم کر دی جائیں جو شوالا اور کالاری کے زمانے میں تھیں۔ زمین اور آبادی نصف نصف یم کر لی جائیں۔ میں یہیں توری میں موجود رہوں گا اور تم دونوں کے کام کا جائزہ لیتا رہوں گا لیکن ے فیصلے، انتظامی امور، غذا اور پناہ کے معاملات تم دونوں کو اس وقت تک سنبھالے رکھنے ہوں جب تک میں خود یہ امور اپنی نگرانی میں نہ لے لوں۔ قبیلے کی ہر نوجوان لڑکی سب سے پہلے میرے نظ کے لیے پیش کی جائے گی۔''

میرے اس جملے پر انہوں نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا لیکن میں نے اپنے احکام جاری ھے۔ ''تم اہم معاملات میں کسی بھی وقت اپنے سردار سے مشورہ کر سکتے ہو۔ تم جانتے ہو جابر بن ف نے یہ مقام کس طور پر حاصل کیا ہے؟ تمہیں معلوم ہے کہ اس کے پاس کیسے کیسے نادر تحائف جود ہیں؟ اور تم اس امر سے بھی واقف ہو گئے کہ اس مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل ہے۔ سرکشی سازش کی سزا بہت شدید ہو سکتی ہے۔'' میں نے شپالی زارے کے جسم پر پھینک دی، وہ تڑپ کر ن پر لوٹنے لگا، اس کی کمر میں ایک بڑا داغ پڑ چکا تھا، مقدس چوبی اژدہا متحرک کر کے میں نے رو کی طرف روانہ کر دیا وہ فزارو کے جسم پر رینگنے لگا اور فزارو خوف و ہراس کے عالم میں زارے کا ع کرنے لگا۔ پھر اژدہا شپالی منہ میں لے آیا اور میرے گلے میں لٹک کر دوبارہ ساکت ہو گیا۔ انے ان دونوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ ''تم نے دیکھا؟''

''ہاں جابر بن یوسف اے مقدس سردار!'' زارے نے احترام سے کہا۔ ''تمہیں اپنے نوادر کو ت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا مقام ہمارے قلب میں کندہ ہے ہم تمہارا بہترین ہتھیار ت ہوں گے۔ فزارو نے بھی اسی قسم کے کچھ جملے ادا کیے۔

''سرنگا کی نوجوان لڑکی سریتا اسی مکان میں رہے گی اور تم دونوں اس کی خواہش مقدم سمجھو ۔ اس کے لیے بہترین غذائیں اور خادمائیں مہیا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

دونوں نے دوبارہ روایتی طور پر اطاعت کا مظاہرہ کیا۔ انھیں واپسی کا حکم دے کر میں سریتا کے رے میں آیا۔ اس کے بدن پر توری کی لڑکیاں جڑی بوٹیوں کے تیل سے مالش کر رہی تھیں۔ اچھی اک اور مسلسل آرام کے باعث سریتا کا حسن نکھر آیا تھا۔

☆===========☆===========☆

آئندہ دو دنوں میں شوالا کے قبیلے سے آئے ہوئے لوگ اپنے علاقے میں منتقل ہونے لگے۔ ان کی منتخب لڑکیاں میرے ملاحظے کے لیے پیش کی جاتی ہیں میں نے چند معیاری دوشیزائیں علیحدہ کر کے باقی لڑکیاں زارمے اور فزارو کے سپرد کر دیں۔ دو دنوں تک یا تو میں نرماز کے ساتھ رہا یا اپنی سیاہ فام خادماؤں کے ساتھ۔ میں نے اپنے قبیلے کی چیدہ چیدہ لڑکیاں اپنے لیے وقف کر لیں۔ میرا مکان ان دو دنوں میں عورتوں سے بھرا رہا۔ سریتا خاموشی سے یہ تغیر دیکھ رہی تھی۔

دو دنوں کی کسل مندی کے بعد میں کاہن اعظم سمورال کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اپنے فیصلے سے مطلع کیا کہ میں جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں کے لیے نائب مقرر کر کے اس کے پاس حصول علم کے لیے آیا ہوں۔ میں نے مشعل کی لو میں دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی جلا کر عہد کیا کہ میں ہمیشہ اس کا وفادار اور مطیع رہوں گا۔ میں نے کہا۔ ''یہ سب مقدس اقابلا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے اور اپنی قوت و عظمت بڑھانے کا اقدام ہے۔''

میری آمد سے کاہن اعظم کی آنکھ کی چمک بڑھ گئی اور اس نے شفقت سے میرے سر کے بال کھینچ لیے میں نے فوراً غار سے باہر جا کر ایک ہرن شکار کیا اور اس کی کھال ادھیڑ کر عربی ذائقے کا گوشت بھون کر سمورال کو کھلایا۔ مجھے معلوم تھا یہ اس کی مرغوب غذا ہے۔ وہ مجھے غار کے ایک تاریک گوشے میں لے گیا اور کسی کھوہ سے اس نے پتھر کا ایک برتن نکال کر اس کا محلول میرے جسم پر انڈیل دیا۔ یکا یک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے محلول میرے مساموں میں داخل ہو رہا ہے۔ مجھ پر ایک نشہ آور کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے نشے کی حالت میں سمورال سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا' تاریک براعظم میں اپنے عزائم بتائے اور اقابلا کی بارگاہ میں پہنچنے کے بڑے بڑے دعوے کیے۔ یہ پہلا دن تھا کہ رسمی طور پر سمورال نے مجھے شاگرد کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے ایک عصا کا طلسمی وظیفہ بتایا اور مقدس جارا کا کی تعریف و توصیف کا ایک مرکب جملہ رٹایا جسے حفظ کرنے میں مجھے خاصی دیگر لگی، اس لیے کہ اس کی زبان میرے فہم سے بالا تھی۔ اس جملے کی مسلسل ادائی کا اعجاز تھا کہ طلسمی کڑھاؤ پر مجھے دسترس ہو گئی۔ اس وقت کاہن اعظم فیاضی پر اتر آیا تھا۔ میں نے کڑھاؤ کے نیچے آگ جلا کر سمورال کا مخصوص سفوف تیل میں ڈال کر کوشش کی کہ سرنگا کو دیکھ لوں لیکن سرنگا نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنے مکان میں سریتا کو دیکھنا چاہا۔ مجھے کامیابی ہوئی۔ سریتا کا بدن بکھرا ہوا تھا۔ وہ پیال کے بستر پر دراز تھی اور کچھ سوچ رہی تھی میں نے اسے جی بھر کے دیکھا وہ بڑی اداس معلوم ہوتی تھی.......... اس منظر سے میری طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ پھر میں نے زارمے، فزارو کی مصروفیات دیکھیں، قبیلے میں تیزی سے کام ہو رہا تھا، پھر اچانک مجھے ڈاکٹر جواد کا

ہاں آیا۔ شوالا اور میرے مقابلے سے ایک دن پیشتر وہ مجھے زہریلی بوٹی کھلا کر غائب ہو گیا۔ میں نے تیل کی سطح پر اسے ایک غار میں بیٹھا دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ آتے ہی میرے منہ سے جھاگ آ گئے۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے پھنکار ماری۔

''کیا ہوا؟'' کاہن اعظم مجھ سے بولا۔ وہ دور بیٹھا گوشت سے شغل کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں.......... وہ طبیب جواد نظر آ گیا تھا۔'' میں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔

''کیا تمھیں اس کا سر درکار ہے؟'' کاہن اعظم نے کہا۔

''نہیں وہ اتنا اہم شخص نہیں۔'' میں طلسمی کڑھاؤ سے ہٹ آیا اور میں نے سمورال کی خوشامد کی کہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے سارے علوم منتقل کر دے۔ رات کے وقت میں اس کے غار سے چلا آیا۔ میری نس نس میں ایک عجیب خمار چھایا ہوا تھا۔ میں پتھر راستے سے ہٹاتا گرجتا اور چنگھاڑتا بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بستی میں میری آمد سے ہلچل مچ گئی۔ میں نے فزارو کو حکم دیا کہ صبح تک ڈاکٹر جواد کو میرے مکان پر حاضر کیا جائے۔ میں نے اس کا پتہ بتایا اور مکان میں داخل ہو کر نرماز کو آواز دی۔ وہ آ گئی۔

صبح صادق کے وقت میرے دروازے پر فزارو اور زارمے موجود تھے۔ ان کے پیچھے زارمے کے جوانوں کے وسط میں ڈاکٹر جواد کھڑا تھا۔ مجھے تاریک براعظم کے دستور کا علم تھا کہ طبیبوں کو وہاں خاص مراعات حاصل ہیں۔ ڈاکٹر جواد پر کسی زمانے میں ایک اقابو تعینات تھا اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا تو حالات کچھ اور ہوتے۔ مہذب دنیا کا یہ شخص میرا ساتھی۔ یہ بدنصیب میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اگر میں اس کے زہر سے مر جاتا تو سرنگا اور سریتا کو بھی موت کا جام نوش کرنا پڑتا۔ جواد مجرموں کی طرح زمین کی طرف نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ میرے صرف ایک اشارے پر نیزوں سے اس کا جسم چھلنی ہو سکتا تھا۔ سریتا بھی باہر آ گئی تھی اور حقارت سے اس بے غیرت شخص کو دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر جواد کی گرفتاری کی اطلاع ملتے ہی نرماز رخصت ہو گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کس طرح کروں؟ ''ڈاکٹر جواد کیا تجھے اب بھی کسی رعایت کی توقع ہے؟''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے سیدی!'' اس نے خجالت سے کہا۔

''فرعون بے ساماں! تو اسے غلطی کہتا ہے؟''

''یہ کمینگی ہے سیدی جابر! یہ کم ظرفی ہے۔'' وہ مردہ آواز میں بولا۔

''آہ سارے الزام تیرے لیے ہیچ ہیں۔ تو یقیناً ایک عرب نہیں ہے۔ تیرے خون میں خرابی ہے۔'' میں نے لرز کر کہا۔

تمہاری ہر گالی مجھ پر سجتی ہے۔ فیصلے میں دیر نہ کی جائے مجھے سزائے موت دی جائے۔''

''موت؟'' میں نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔ ''اے بدبخت شخص تو نے اپنے لیے کتنی آسان سزا

تجویز کی ہے۔"

"میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ میں نے تمہارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے سیدی جابر! اب کوئی ندامت میری غلطی کا تدارک نہیں کر سکتی۔"

"ڈاکٹر جواد! کیا تیرا دماغ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا؟ تجھے معلوم ہے کہ تیرے ساتھی نے جزیرہ توری میں کتنی منزلیں سر کر لی ہیں؟ مقدس اقابلا کی نظروں میں اس کا مقام کیا ہے؟ کیا تو نے میرے سینے پر نظر نہیں ڈالی تھی؟ تو اس حقیقت سے باخبر نہیں تھا کہ میں کتنی بار موت کے منہ میں گیا ہوں گا؟ تو نے میری اقبال مندی مصنوعی سمجھی تھی؟"

"مجھے حقائق کا علم تھا سیدی! لیکن میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ تم نے یہ تمام فتوحات تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ اقابلا کے لیے کی ہیں اور میں نے......"

جواد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ میں نے ڈپٹ کر کہا۔ "خاموش کیوں ہو گیا؟ صاف کیوں نہیں کہتا کہ تو اپنے ایک ساتھی کی درخشانی سے ناخوش تھا۔ تو حاسد ہے۔"

"یہ غلط ہے سیدی! لیکن میری بساط الٹ چکی ہے۔ اب کسی جرح کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی وکالت نہیں کر رہا ہوں۔ میں سزا کا منتظر ہوں۔" ڈاکٹر جواد نے بے خوفی سے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر!" میں نے غضب میں کہا۔ "میں تیری زبان سے وہ نکتہ اگلوانا چاہتا ہوں، جس نے تجھے عقل و ہوش سے بیگانہ کر دیا تھا۔"

اس نے خاموشی غنیمت سمجھی لیکن اس خاموشی نے میرے قہر میں اور اضافہ کر دیا۔ میں نے ... کر اپنا سوال دہرایا۔ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا دانش مندی کے منافی تھا۔ کیونکہ اقابلا اس پر مہربان رہ چکی تھی۔ میں ان نپے تلے نیزوں کو حرکت کا حکم دے سکتا تھا جو اسے نشانے پر لیے ہوئے تھے مگر میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے ڈاکٹر جواد کے لیے کسی اندھیرے غار میں قید تنہائی کی سزا کا ارادہ کر لیا۔ پھر میں اس خبیث کو سزا سنانے کا اعلان کرنے ہی والا تھا کہ خلاف معمول دور سے سرنگا آتا دکھائی دیا۔ وہ تیز قدموں سے آ رہا تھا۔

"محترم سرنگا تم؟ اچانک کیسے آ گئے؟" میں نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔ "ذرا ٹھہرو میں اس وقت ایک مقدمے کا فیصلہ کر رہا ہوں، سرنگا کیا تم اپنے اس مہذب ساتھی کو پہچانتے ہو؟"

"میں اسی کے سلسلے میں غار سے اُٹھ کر آیا ہوں۔" سرنگا نے آہستگی سے کہا۔ "میرے ساتھ اندر چلو۔"

"کیا تم اس کی سفارش کرنے آئے ہو؟" میں نے ناراضی سے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں تم سے فیصلے بدلوا سکتا ہوں۔"

"سرنگا! یہ قابل گردن زنی ہے۔"

"بے شک۔ لیکن میں اس کی معافی کی درخواست کرنے آیا ہوں۔"

"کیوں؟ تم اس کا جرم جانتے ہو؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"اسے چھوڑ دو سیدی جابر! دوبارہ اس سے ایسی حماقت سرزد نہیں ہوگی۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں" سرنگا نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"سرنگا! یہ ڈاکٹر جواد ہے۔ اس نے سرینا پر شرمناک حملہ کیا تھا اس نے تمہارے دوست کو رنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تم میری سفارش لائقِ اعتنا نہیں سمجھتے؟"

"درست ہے۔" میں نے نڈھال ہو کر کہا۔ "فزارو، زارے ڈاکٹر جواد کو چھوڑ دو اور اسے قبیلے کے م شہریوں میں شمار کر لو۔"

میرے فیصلے پر ڈاکٹر جواد بے اختیار محافظوں کا دائرہ توڑ کر میرے پاس آیا اور مجھ سے بغل گیر "سیدی جابر! تم ایک عظیم آدمی ہو۔ اور سرنگا تم۔" وہ سرنگا کے گلے لگ گیا۔ "تم یقین کرو میں ے اعتبار کو کبھی صدمہ نہیں پہنچاؤں گا۔"

فزارو اور زارے میرے فیصلے پر دم بخود تھے۔ ڈاکٹر جواد رہا ہو کر شادمانی کے عالم میں رقص کر ۔ میں سرنگا کے ساتھ اندر چلا آیا۔ سرنگا نے کمرے کے اندر ایک گہرا سانس لیا۔ "سیدی جابر! رے میں یقیناً کوئی اور بھی ہے۔"

سرنگا کا قیاس درست تھا۔ نرماز اندر موجود تھی جو اسے نظر نہیں آتی تھی۔ اور میں اس سے اس باہر جانے کی درخواست بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سرنگا کی آمد کے بعد میری یہ درخواست مشکوک ت میں شامل ہو جاتی۔ "ہاں محترم سرنگا! مقدس اقابلا کا ایک بیش بہا عطیہ میری سیرائی جاں کے ہاں موجود ہے۔"

"اوہ اقابلا۔ مقدس اقابلا۔" سرنگا نے پورے احترام سے کہا۔ "سیدی جابر! کیا تم ہماری نظر کو یارت سے محروم رکھو گے؟"

"میں کسی دن اس نادر عطیے کا جلوہ تمہیں بھی ضرور دکھاؤں گا۔" میں نے نرماز کی طرف دیکھتے کہا۔ "تمہاری بوڑھی آنکھوں کی بینائی بڑھ جائے گی۔"

سرنگا مقدس اقابلا کے جاہ و جلال کے گن گانے لگا۔ میں اس سے ملاقات کا طالب تھا۔ میں شاروں کنایوں میں اسے سمجھایا کہ میں جلد ہی اس کے پاس آؤں گا۔ اس وقت ڈاکٹر جواد کے سلسلے میں اس کی سفارش پر بحث کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔

''سیدی جابر! تمھیں میری گزشتہ گفتگو یاد ہے؟''

میں نے ذہن پر زور دے کر اور سمجھ کر کہا۔ ''ہاں۔'' سرنگا مہذب دنیا میں واپسی کے امکان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

مین نے نرماز کا خیال کر کے کہا۔ ''کاش وہ میری التجائیں سن لے۔''

''سرنگا دل میں ایک ہی حسرت باقی ہے۔''

''وہ فیاض ہے جب اس نے تمھیں اتنا نوازا ہے تو آئندہ بھی وہ بخل سے کام نہیں لے گی۔ تمھیں شاد کام کرے گی حوصلہ رکھو سیدی جابر!''

''سچ ہے سرنگا! تم حق کہتے ہو۔ میں مستقل اس کی نگاہوں میں رہنا چاہتا ہوں۔''

''اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم عقل و ہوش، عالمانہ اور بہادرانہ فضیلتیں بڑھاتے رہو'' سرنگا نے عقیدت سے کہا۔

''میں نے بہت کچھ سوچا ہے۔ میں نے سوچا ہے......''

''بس بس سیدی جابر!'' سرنگا نے مجھے روک کر کہا۔ ''پہلے عمل کرو۔ اس کے بعد دعوے کرنے کی عادت ڈالو۔''

سرنگا اٹھ کر دوسرے کمرے میں اپنی بیٹی سریتا کے پاس چلا گیا اور چند لمحوں میں واپس آ گیا۔ مجھ سے اجازت لے کر وہ جانے کے لیے تیار ہوا تو میں اسے دور تک چھوڑنے گیا۔ نرماز میرے ساتھ تھی۔ میں نے سرنگا کا ہاتھ دبا کر اسے اپنے بارے میں غور کرنے کا اشارہ کیا۔ واپسی میں مجھے دور ڈاکٹر جواد نظر آیا وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا شراب پی رہا تھا۔ مجھے آتے دیکھ کر اس نے ادب سے سلام کیا۔ ''سیدی جابر! اب کھلے دل سے مجھے معاف کر دو۔''

میں سنی ان سنی کرتا ہوا اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں نے تمام خادماؤں کو سریتا کے کمرے میں بھیج کر نرماز کو آغوش میں لے لیا۔ ''تم نے اچھا کیا جابر بن یوسف کہ طبیب جواد کے سلسلے میں اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔''

''کیوں؟'' میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا اس میں مقدس اقابلا کی ایما بھی شامل تھی؟''

''مقدس اقابلا فراخ دلی اور فیاضی پسند کرتی ہے۔'' نرماز جھجکتے جھجکتے بولی۔

''مگر ڈاکٹر جواد نے اپنے سردار سے غداری کی تھی!''

''مقدس اقابلا بے اعتبار لوگوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے۔ مگر طبیب جواد از خود اس فعل پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔''

''اسے شوالا نے آمادہ کیا ہوگا؟'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''کیا تم اس بارے میں کچھ جانتی ہو؟ مجھے اندھیرے میں نہ رکھو۔'' میرے اصرار میں شدت پیدا ہو گئی۔

''طبیب جواد پر ایک طبیب کی حیثیت سے جارا کاکا کی خصوصی عنایتیں ہیں۔ میں تمھیں یہ خوش خبری سناتی ہوں کہ اقابلا نے اس کے سلسلے میں تمہارے ہر فیصلے کی قبل از وقت توثیق کر دی ہے لیکن تم نے پہلے صحیح صورت حال جاننے کی کوشش تو کی ہوتی۔''

''میں نے اس سے پوچھا تھا لیکن وہ خاموش رہا۔''

''وہ ایک زک پہنچا کر تمھیں دوسرا صدمہ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔'' نرماز نے کہا۔

''پھر اسے کس نے آمادہ کیا تھا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے تمہاری ساتھی فلورا نے لالچ دیا تھا۔''

''کیا؟ فلورا نے......... فلورا نے؟''

''ہاں اسی سفید فام لڑکی نے جو شوالا کے ساتھ تھی اور اب جزیرہ بیٹزنار میں نربگا کے ساتھ ہے۔''

نرماز کے اس انکشاف نے مجھے لرزہ براندام کر دیا۔ سفید فام فلورا نے ایک بار پہلے بھی سیاہ فام شوالا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے اس حقیقت نے مجھے سرشار کر دیا۔ مقدس اقابلا کے رویے سے ظاہر تھا کہ وہ وسیع و عریض تاریک براعظم کے اس بے مایہ شخص پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ میری پرستش کا اثر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر جواد کے سلسلے میں اس نے ہر فیصلے کی توثیق کر کے مجھے اپنی عنایتوں کی بشارت دی تھی وہ پری پیکر میرے تصور میں مسکراتی ہوئی ابھری۔

دوسرے دن صبح اشار کی طرح میں نے نرماز کو اعتماد میں لے کر بعض طلسمی اسرار سمجھنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ لیکن فلورا کی پھانس دل میں چبھی رہی۔

اسی دن میں دوبارہ کاہن اعظم کی اقامت گاہ پر تربیت کے لیے گیا۔ اتالیق ہونے کے باوجود کاہن اعظم کے لہجے اور رویے میں دوستی اور رازداری کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔ میں نے مزید احتیاط اور احترام سے پیش آتے ہوئے کہا۔ ''مقدس کاہن! باگمان میں میرے نائب اشالا نے مجھے چند ابتدائی اسرار کی تعلیم دی تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنے باطن میں ایسی صفات پیدا کرنے کا خواہشمند ہوں جو دیواروں پہاڑوں اور سمندر پار کی حرکات و سکنات کے بارے میں مجھے باخبر رکھ سکیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا، اس نے کہا تھا۔ تمہارے باطن میں سخت ریاضت کے بعد ہی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم طلسمی اسرار کی تربیت کے ساتھ ساتھ میرے قلب و دماغ کو اتنا توانا کر دو کہ میں زمین کے اندر دبی ہوئی چیزیں دیکھ سکوں۔''

''ہاں۔ ہاں جابر بن یوسف! سمورالا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''آدمی میں دیوتا کی صفات پیدا ہو

سکتی ہیں۔ مگر کوئی شخص دیوتا نہیں ہوتا جس نے جتنی محنت کی اپنے باطن کو اتنا ہی منور کیا۔ جس نے برداشت کا ثبوت دیا اپنے اوصاف میں اتنا ہی اضافہ کر لیا۔ ہر معزز اور نامور شخص اپنی اس حد میں ہے جہاں تک اس نے ریاض کیا اور وقت صرف کیا۔ علوم باطن اور اسرار و کمالات کے کرشمے وقت انہماک کے ساتھ ساتھ فروغ پاتے رہتے ہیں۔ جمرال اور تم اسی منزل سے گزر رہے ہو، اور میں میری بصارت اور سماعت بھی ابھی محدود ہے۔ میرے حواس ایک خاص مقام تک جا کر رک جا ہیں۔ میں نے ساری عمر اسی کوشش میں صرف کر دی ہے کہ میں ان کا دائرہ وسیع کرتا ہوں۔ لیکن جہا دوسری برتر قوتیں حائل ہو جاتی ہیں وہاں یہ دائرہ بہت مختصر اور بعض اوقات معدوم ہو جاتا ہے۔ اپنے تمام علم و فضل کے باوجود اقابلا کا حال نہیں جان سکتے ہاں اپنے برتر خیال سے صرف ایک قیاس کر سکتے ہو۔ طاقت ور باطن کا روشن دروازہ ہر وقت نہیں کھلا رہتا۔ اسے کھولنا پڑتا ہے۔ پھر کہ اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ تم یہ تمام علوم سیکھ سکتے ہو لیکن اس سے پہلے میں تمہیں تمہارے اطرا میں پھیلی ہوئی ایسی چیزوں کا ادراک کراؤں گا جن کی ترکیب اور ماہیت بدل دینے سے کرشمے ر ہوتے ہیں۔" میں پوری توجہ سے کاہن اعظم کی اثر انگیز باتیں سن رہا تھا۔ آج پہلی بار اس نے ا قدر دیر تک مجھ سے خطاب کیا تھا۔

وہ مجھے اپنے غار سے ملحق ایک سرنگ میں لے گیا۔ غار کا یہ حصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا حالانکہ میں اس کی اقامت گاہ کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ خود اسرار کی دنیا تھی۔ اندر جا کر ا نے ایک دیوار پر اپنے عصا سے ایک مربع بنایا۔ پتھر کی دیوار میں چرمراہٹ ہوئی اور تھوڑی دیر ایک کمرے سے کسی درندے کی ہیبت ناک آواز سنائی دی۔ درندے کی دہاڑ اتنی خوف ناک تھی مجھے کئی قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ میں نے شپالی گلے سے اتار کر روشن کی تو کمرہ منور ہو گیا۔ ڈگبی کے جتے ایک عجیب الخلقت جوڑا اس اندھیرے کمرے میں بند تھا۔ کاہن اعظم کو دیکھ کر ایک درندے جست لگائی اور میں حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی پشت پر ہو گیا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بے لگا درندہ کاہن اعظم کے سامنے آ کر، سر جھکا کے کھڑا ہو جائے گا۔ اور کاہن اعظم اس کے بڑے سینگ پکڑ کر اس کے دماغ میں خنجر سے سوراخ کرنے لگا۔ "جابر بن یوسف!" سمورال نے آواز دی۔ "ا سوراخ پر منہ لگا دو۔"

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں شبہ ابھرا کہ کہیں کاہن اعظم بد اعتقادی کا مظاہرہ تو نہیں رہا ہے لیکن میں نے دوسرے ہی لمحے یہ شبہ جھٹک کر جانور کے دونوں سینگ پکڑ لیے۔ میرا سینگ پکڑنا تھا کہ عظیم الجثہ درندے نے ایک پھنکار بھر کر اپنے سر کو اوپر اچھال دیا، میں اگر سینگ چھوڑ دی دیوار سے جا ٹکراتا، لیکن اس زبردست جھٹکے کے باوجود میں نے اس کے سینگ نہیں چھوڑے اور ا

ں قائم رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ میں ڈگبی جیسی بلا زیر کر چکا تھا۔ مگر اس کی پشت پر توازن ار رکھنے میں کئی بار میں نیچے گر پڑا۔ میں بار بار گر پڑتا اور وہ مجھے منٹوں میں ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ وہ طرح مجھے نچاتے نچاتے اس وسیع کمرے میں دیوانہ وار گھومتا رہا، آخر میں بہ مشکل تمام ان کے پر اپنا منہ رکھنے میں کامیاب ہو سکا۔ میری زبان اس کا خون تیزی سے چاٹنے لگی۔

"مقدس کاہن! کیا میں ان کے جسموں پر شپالی رگڑ دوں؟ کیا میں اپنا چوبی اژدہا متحرک کر ؟" میں نے چیختے ہوئے کہا۔

"نہیں تم اتر آؤ۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لیے اور درندے نے تابع داری سے اپنے سینگ اس کے آگے کر دیے۔ پھر کاہن اعظم نے اسی طرح دوسرے درندے کو بلایا۔" اس کے ے دودھ نچوڑ کر ایک برتن میں جمع کرتا رہا۔ مادہ خاموش کھڑی تھی۔ کاہن اعظم بہت تیزی دودھ دوہ رہا تھا۔ برتن بھر کر وہ کمرے سے باہر آ گیا اور اس نے اسے دوبارہ اسی طرح بند کر دیا طرح کھولا تھا اب اس کے ہاتھ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن تھا، جسے وہ عبادت گاہ میں لے آیا دودھ ایک دوسرے برتن میں لوٹ کے باقی نصف دودھ پیالوں میں بھر دیا گیا پھر برتن چھت لٹکا دیا گیا۔ وہاں اس قسم کے اور بھی بہت سے برتن لٹکے ہوئے تھے۔ پیالوں کے دودھ میں اس چند جڑی بوٹیاں ملائیں اور بلند آواز میں ایک مخصوص عمل پڑھ کر مجھے اپنے ساتھ لیے غار سے باہر ا۔ جنگل میں چلتے ہوئے اس نے سانپ کے بل تلاش کیے۔ جہاں کوئی بل نظر آیا۔ اس میں ے چند قطرے ٹپکا کر وہ کھڑا رہا سانپ بل سے باہر آ گیا۔ تو اس نے وہ پیالہ اس کے سامنے یا۔ چند قطرے پینے کے بعد سانپ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ مزید دودھ کی چاہت میں سمورال ہاتھ چاٹنے لگا۔ سمورال نے سانپ اٹھا کر اس طرح گلے میں ڈال لیا جیسے اس سے بڑی پرانی ائی ہو، پھر اس نے ایک دوسرے عمل سے اُسے چوبی ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔

ہم جنگل میں کئی جگہ یہ عمل کرتے رہے اور سانپ پکڑتے رہے یہ دودھ کی تاثیر تھی کہ واپسی قت میری اور سمورال کی گردنوں میں متعدد لکڑیاں تھیں۔ جنھیں ہم نے دیوار پر ٹانگ دیا اور باقی خود پی لیا۔ دن بھر کی اس مشقت کے بعد سمورال نے عبادت کے مخصوص پتھر پر بیٹھ کر اپنے پالتو ں کے بارے میں بتایا۔ اس خوف ناک درندے کا نام راٹ تھا۔ وہ دیوتاؤں کی نوازش سے طاقتور جانور کہلاتا تھا، سمورال نے چند سال قبل ان میں سے ایک کو طلسمی طور پر نابینا کر کے پکڑ لیا پھر اس نے دوسرا جانور پکڑا اور انھیں ایک غار میں بند کر کے پراسرار طریقے پر اپنا تابع کیا۔ وہ ے نافرمان اور بیمار افراد کو ان کے سامنے ڈال دیا کرتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ اور مفید سزا ہوتی جب نافرمانی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آتا تھا تو وہ سانپ اور دوسرے جانور انھیں کھلاتا تھا اور جب

یہ صورت نہیں ہوتی تھی تو وہ نشہ آور چیزیں کھلا کر ان کے لیے شکار تلاش کیا کرتا تھا۔ سمورال کے قامت درندے اپنے خون، گوشت اور دودھ کے اعتبار سے غیر معمولی قوتوں کے حامل سمجھے جا تھے۔ میں نے ان کے سینگوں پر چڑھ کر دودھ پیا تھا۔ میری بے خوفی اور جرأت سے سمورال بے خوش تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے راٹ کا انمول دودھ عطا کیا۔ وہ دودھ جس میں سانپوں کو اپنی طر کھینچنے اور بے دام غلام بنانے کی صلاحیت موجود تھی۔

دوسرے ہی دن سمورال کے اس وحشت ناک مظاہرے کے بعد جزیرہ توری میں مجھے ا عظمت اور قوت کا اندازہ کچھ زیادہ ہی ہوا۔ میں نے طے کیا کہ میں اپنے مکان میں ایسی عبادت اور اس قسم کے لوازم ضرور بناؤں گا۔ بلکہ مجھے اپنے لیے کوئی عمدہ غار تلاش کر لینا چاہیے جہاں توری کے طاقتور جانوروں کو جمع کرتا رہوں۔ میں نے سمورال سے یہ تمام عمل سیکھ لیا اور مسلسل ا ہفتے تک اس کے پاس جاتا رہا اور نئی نئی حیرت انگیز چیزیں دیکھتا رہا۔ میں نے انگروما میں کو ر طرح پر اسرار عمل کیے تھے مگر سمورال کے سامنے میں ایک نو آموز شاگرد بن جاتا تھا۔ اور ہر چیز کر کرید کر پوچھتا تھا۔ ایک ہفتے میں مجھے اپنے اردگرد کی اشیاء کی صلاحیتوں اور خواص کا خاصا علم ہو گ لیکن یہ ابتدا تھی۔ بہت ہی ابتدا۔ سمورال کے ساتھ یہ مختصر وقت گزار کر مجھے اپنی اوقات کا عرفان کہ میں ایک لحیم شحیم ہاتھی ہوں، جسے جنگل سے پکڑ کر شہر میں چھوڑ دیا گیا ہے اور جس کے جسم پر درجے کی سواری رکھ دی گئی ہے۔ اسے شہر کی گلیوں میں چلنے اور بوجھ اٹھا کر چلنے کے آداب بھی ن آتے، میں ایک ہاتھی تھا۔ ہاتھی کا کوچ شہر کی طرف تھا، گو شہر ابھی دور تھا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ان تمام اعمال و اشغال کا ذکر تفصیل سے کروں گا، جن میں سمورال کے ساتھ میں مصروف رہا تو م تحریر سے خون کی بو آئے گی، میں نفرتیں سمیٹنا نہیں چاہتا۔ تاریک براعظم کی پر اسرار زمین میں کیا ممکن تھا؟ میں سمورال کے پاس جاتا رہا اور اپنی آنکھوں کو یقین دلاتا رہا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی ہیں حقیقت ہے۔ سمورال کے لیے میں ایک تیز گھوڑا ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے میری پیٹھ پر بیٹھ کر ایک چابک مارا تھا کہ میں سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا، اب میں دعوے کرنے میں محتاط تھا۔

سمورال سے طلسمی علم و ہنر کی تعلیم کے ذکر میں میری ایک خلش کا اظہار رہا جاتا ہے۔ آ خلش جو نرماز کے انکشاف کے بعد مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی، فلورا۔ فلورا۔ فلورا۔ وہ فلورا میں نے آکسفورڈ میں اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ وہ فلورا جو میری موجودہ حالت و ہیئت کا سبب تم میرے جسم پر رنگ لگے ہوئے تھے مجھے اپنے حلیے پر ہنسی آتی تھی۔ ہر طرف نیزے تھے۔ میں ا وطن، اپنے گھر سے دور تھا۔ وہ فلورا جو میرا آغاز تھی۔ میرے جنوں کا آغاز۔ وہ مہذب شائستہ، وجمیل اور نرم و نازک فلورا اپنے محبوب سے دور لباس سے آزاد سرکش وحشیوں کے عذاب میں

اس نے میرے لیے زہر بھیجا تھا، وہ میری زندگی، میری موت کی آرزو مند تھی، جزیرہ بیز نار کا رنو جوان نرنگا ایک سیاہ فام غیر مہذب وحشی، اب اس کا آقا تھا۔ فلورا کو کیا ہو گیا تھا؟ جزیرہ توری ِدم رکھتے ہی وہ مجھ سے دور کر دی گئی تھی۔ پھر اس طویل عرصے میں ایک ہی بار اس سے ملاقات ئی تھی۔ میں نے اقابلا کے خیال سے اپنے آپ پر جو ایک پابندی عائد کی تھی، نرماز کے آنے کے ہ ختم ہو گئی تھی۔ اقابلا کی نظر میں دوسری عورتوں سے میرا ربط و ضبط کوئی معیوب فعل نہیں تھا۔ نہ میں اپنے ماضی سے مشروط ہونے کے سبب اسے ایک معیوب بات سمجھتا تھا، مگر اس نے خود ے لیے نرماز کا عطیہ روانہ کیا تھا۔ تو فلورا کو ساتھ رکھنے میں اسے کیا عذر ہوتا؟ اصل میں میرا مقصود و ہر نایاب تھا۔ جسے یہاں کے لوگ مقدس اقابلا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

فلورا نے جسم میں چنگاریاں بھر دی تھیں، اقابلا کے بارے میں سمورال کے بیان کردہ حقائق پہلے ہی مجھے ناتواں کر رکھا تھا، یہ مایوسی اور بددلی، میں نے سمورال کی خدمت میں حاضری دے اس سے مزید علم حاصل کرنے کے شغل میں دور کرنے کی کوشش کی۔ میرے جسم میں ایک تلاطم آیا تھا اور میں طرح طرح کے نئے نئے زاویوں سے سوچتا تھا کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟ میں نے خود کو بھی منصوبوں سے ایک طرح لاعلم رکھا تھا۔

جزیرہ توری میں میرے دونوں نائبین نے انتظامی امور باقاعدگی سے سنبھال لیے تھے۔ شوالا قبیلے کی تقریباً تمام آبادی اپنی سابق جگہ منتقل ہو گئی تھی۔ دونوں قبیلوں کے مابین اب روابط اور ر، تھے۔ فزارو اور زارے عموماً ایک ساتھ نظر آتے تھے، میری حیثیت ایک سربراہ کی سی تھی۔ وہ ل مجھ سے مشورہ کرنے ضرور آتے تھے، انھیں اپنی جھونپڑیاں سلیقے سے بنانے کا فن آ گیا تھا۔ وہ طرح گلیاں تعمیر کر رہے تھے۔ جیسی میرے علاقے میں تھیں۔ سرنگا سے ملاقات کا کوئی بہانہ نہیں تھا۔ شاید یہ میرے ذہن کی کوئی مجرمانہ آلودگی تھی کہ سرنگا کے ہاں جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ی۔ جتنے دن گزر رہے تھے اس سے بعض پیچیدہ اور اہم معاملوں پر گفتگو اہم ہوئی جاتی تھی، آخر میں اس کا ایک حل نکالا۔ میں نے شوالا کے قبیلے کی دوبارہ آبادکاری کے سلسلے میں جارا کا کا کی ایک ذکر عبادت کا اعلان کیا اور اس میں سرنگا کو مدعو کرنے کے لیے اس کے غار میں پہنچ گیا۔

تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو سرنگا کے پاس میرے جانے کی اطلاع مل گئی ہوگی۔ کاش بالائی قوتوں کو اپنی بات چیت سے بے خبر رکھنے کا علم آتا جو سرنگا اور سمورال کو آتا تھا، میں نے یہ یکھنے کے لیے سمورال سے اشارتاً تذکرہ بھی کیا تھا مگر اس سے پہلے دوسرے فنون سکھانے کو ترجیح بہر حال وہ کب تک یہ اسرار چھپائے رکھ سکتا تھا جنھیں سمجھنے کے لیے میرا عزم پختہ تر تھا۔ سرنگا اپنی وص نشست میں دیوی کی مورتی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے مورتی اٹھا کر اس کے رخساروں

کو بوسہ دیا۔ اور سرنگا کو اشاروں میں سمجھایا کہ میں آ گیا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے اسے جارا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کی دعوت دی اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب میری اور اس کی گ غار کے اندر گھٹ کر رہ جائے گی تو میں نے سمورال سے اپنی تربیت کے حالات کا خلاصہ اسے سنا میں اس سے بات چیت میں ایسا منہمک تھا کہ دیوی پر میری نظر نہیں پڑی۔ وہ غار کے دہانے طرف جانے والے راستے پر کھڑی تھی اسے دیکھ کر میں گم ہو گیا اور میں نے محبت اور عقیدت نظروں سے اسے سلام کیا۔ دیوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انگروما سے واپسی کے بعد آج میں پہلی مرتبہ اسے دیکھا تھا، اس کی موجودگی تنہائی اور بے بسی کا احساس دور کر دیتی تھی۔

''سیدی جابر!'' سرنگا نے میری توجہ اپنی جانب مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کاہن اعظ سمورال کو اعتماد میں لے کر راست سمت میں قدم اٹھایا ہے۔ تاریک براعظم سے نجات کا بس ایک راستہ ہے کہ تم یہاں کے ایک برگزیدہ شخص بن جاؤ۔''

''ہاں سرنگا! تمہاری نصیحتیں تجربوں سے لبریز تھیں! اپنی دیوی سے مری سفارش کرو کہ وہ میر عزائم میں میرا ساتھ دے۔'' میں نے دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سنو سیدی جابر! میرے عزیز! ہم ایک بہت بڑے طلسم میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ شاید تم اپنی نوجوانی کے نشے میں بعض اہم باتوں پر اتنی توجہ نہیں دی۔ جتنی تمہیں دینی چاہیے تھی۔ تمہیں موا ملے، تم نے کھو دیے، تم زارشی سے شپالی لے کر چلے آئے۔ تم نے اشالا سے کچھ نہیں سیکھا اور جب تمہیں انگروما کے فاضل لوگوں سے صحبت کا موقع ملا تو بھی تم اپنے عاشقانہ جنون میں مبتلا رہے۔ م تم سے کہتا رہا کہ جو کچھ تم ابھی دیکھ رہے ہو وہ کچھ نہیں ہے۔ قسمت نے ہمیں عجب حالات سے دو کر دیا ہے مگر مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے عقل سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔'' سرنگا نے آج اشارو میں بات نہیں کی۔

''سرنگا! میرے عظیم دوست! میرے شفیق ساتھی! کیا تم نے اقابلا کو غور سے نہیں دیکھا؟ شا کے دنوں میں تم اسے دیکھ لیتے تو تمہاری حالت بھی مجھ سے مختلف نہ ہوتی اور میں نے یہاں کے اسرار حالات کا تم سے زیادہ گہرا مشاہدہ کیا ہے۔ سچ پوچھو تو نجات کا کوئی راستہ مجھے اب بھی نظر نہ آتا۔ تاہم ہمیں اس کے لیے جدوجہد کرتے رہنا چاہیے۔ تم نے کیا سوچا ہے؟''

''سیدی! کسی ایک جگہ مت ٹھہرو۔ حرکت کرتے رہو۔ ابھی راستوں پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ توری کی عورتوں کی آغوش میں تمہیں کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔''

''اسی لیے سمورال کے پاس گیا تھا اور اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اپنی عظیم دیوی مستعد رکھو۔ سرنگا! تمہارے میرے درمیان کوئی اجنبیت نہیں ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو شاید آج میں گ

ہوتا۔ میرے لیے یہ خیال حوصلے کا سبب ہے کہ تم موجود ہو۔''

''فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ان جذبات کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے۔ میں جارا کا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کے لیے آؤں گا، تم اقابلا کی نظر میں سرخرو اور سربلند ہونے کے لیے کارنامے انجام دیتے رہو۔''

میں جزیرہ بیزنار جانا چاہتا ہوں اور وہاں سے فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فلورا کی بے وفائی کا واقعہ اسے سنایا۔

''صرف جزیرہ بیزنار؟ آہ میرے عزیز! تمہیں اب مسلسل سفر ہی کرتے رہنا ہے۔ صرف فلورا کے لیے تم جزیرہ بیزنار جانا چاہتے ہو؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ تمہارے مقاصد اس سے بلند ہونے چاہئیں۔''

''میں اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں نکالنا اور زبان کاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے شدت جذبات میں کہا۔ ''تم نے ڈاکٹر جواد کو معاف کر کے مجھے دکھ پہنچایا۔''

''ڈاکٹر جواد سریتا اور فلورا کے بعد وہ تیسرا شخص ہے جس پر ہم سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔''

''فلورا کے بارے میں بھی تم ایسا کہہ رہے ہو۔''

''اس لیے کہ میری نسوں میں خون تمہارے رفتار سے گردش نہیں کر رہا ہے۔'' سرنگا نے تلخی سے کہا۔ اب تم جاؤ میں اپنی دیوی کو زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا۔ میں کوئی پچھلا واقعہ سننا پسند نہیں کروں گا، مجھے تمہارے نئے کارناموں کا ذکر سن کر مسرت ہوگی۔ میں تمہارے فولادی بازو، ذہین آنکھیں اور اعلا دماغ صرف عورتوں کو متاثر کرنے کے طفلانہ کام میں ضائع ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔''

مجھے اپنے جسم میں گرمی سی محسوس ہوئی۔ میں نے کوئی اور بات نہیں کی۔ دیوی کو سلام کیا، وہ غار کے دہانے کے راستے سے ہٹ گئی اور میں اسے سلام کرتا ہوا جنگل میں آ گیا۔ میں نے ایک بڑے درخت کا تنا چھو کر دیکھا اور اسے اپنے بازوؤں کی طاقت سے زمین پر گرا دیا۔ قبیلے میں آ کر میں نے ان نوجوانوں کو شمار کیا، جن کی آنکھوں میں چمک تھی اور جن کے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ ان سب کو اکٹھا کر کے میں نے اپنے تصرف کی حسین لڑکیاں ان کے سپرد کر دیں اور گھروں میں بیٹھے ہوئے نوجوانوں کو بلا کر شکار پر لگا دیا۔ میں نے نئے عہدوں کا اعلان کیا اور انہی نوجوانوں میں تقسیم کر دیا۔ جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں، میں کوئی ایسا فرد دیکھنا نہیں چاہتا تھا جو کسی وقت جابر بن یوسف کے مقابلے پر آ سکے۔

جارا کا کی مشترکہ عبادت میں سرنگا بھی شریک ہوا۔ اس کے بعد میں پھر سمورال کے پاس گیا

اوراس نے میرے اشتیاق ، انہماک کے مطابق میری تربیت جاری رکھی۔ آئندہ دو ماہ تک عمدہ قسم غذاؤں، جسمانی مشقوں اور زیادہ سے زیادہ اسرار کی تعلیم وتربیت میں شب وروز صرف ہوتے رہے اس عرصے میں ایک بار بھی مجھے اقابلا نے طلب نہیں کیا۔

کاہن اعظم سے تاریک براعظم کے اسرار کی سعی میں روز میرا بڑا وقت صرف ہو جاتا تھا، مِیں اس سے بچوں کی طرح حیران ہوکر متجسس اور پُر شوق نگاہوں سے پوچھتا تھا اور وہ نہایت شفقت سے انداز میں مجھے اہم اسرار کی باتیں نظر انداز کر کے اِدھر اُدھر کا جغرافیہ بتا دیا کرتا تھا، میں ان مختلف معلومات سے قیاس آرائیوں کا جال بنتا ،اس بنیاد پر میرے ذہن میں سلطنت اقابلا کا ایک نقشہ بن چکا تھا۔ ایک ایسا بھیانک نقشہ جوانسانی عقل کے ادارک سے ماورا ہے۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ کاہن اعظم میری کامیابیوں اور کارناموں سے خوش ہوتا ہے، چنانچہ اس کی نظروں میں اپنا وجود قائم ودائم رکھنے کے لیے میں خود کو ہمیشہ سرگرم، جوشیلے اور طاقتور شخص کی شکل میں پیش کرتا تھا تاریک براعظم میں بعض دور افتادہ جزیروں کا حال میں زارے اور فزارو سے پہلے سن چکا تھا۔ لیکن جب سمورال نے ان جزیروں کے بارے میں بتایا تو انھیں دیکھنے اور سرکرنے کا اشتیاق بڑھ گیا۔ ا جزیروں میں امسار ایک ایسا علاقہ تھا جہاں قصر اقابلا کی نفیس اور حسین عورتوں کی حکمرانی تھی اور مر عورتوں کے مقابلے میں ثانوی حیثیت حاصل تھی۔ اس جزیرے کی عورتوں کے جلال اور جمال کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں۔ میں اگر یہ کہوں تو بے جانہ ہوگا کہ ایک کامل مرد بھی بعض اوقات یہ سوچتا ہوگا کہ وہ عورت ہوتا تو کیا ہوتا۔ جزیرہ امسار میں عورتوں اور مردوں کی سماجی حیثیت بالکل مختلف تھی، سنا تھا وہاں عورتیں اپنے لیے مرد منتخب کرتی ہیں اوران کے لیے لڑتی ہیں۔ میں بیز سے اپنے معرکوں کا آغاز کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ایک دن سمورال سے کہہ دیا کہ میں امسار ج چاہتا ہوں۔ کاہن اعظم نے اپنی عبادت گاہ کے تمام روشن دان اور سوراخ بند کر کے میرے فیصلے خوشی ظاہر کی اور مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ جلد سے جلد اقابلا کی بارگاہ میں میری خواہش منتقل کر دے گا۔

جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں عالمانہ مناظرے اور جسمانی مقابلے کر کے میں ان اشخام کی شناخت کر رہا تھا، جن کا ذہن اور جسم عام لوگوں سے ممتاز تھا۔ ان مقابلوں میں اپنی توانائی ا برتری کا اظہار کرنے کے لیے میں قوی الجثہ اشخاص کوکھلونوں کی طرح اٹھالیا کرتا تھا اور اپنے نوادرا قوت سے انھیں خوف زدہ رکھتا تھا۔ ممتاز اور منفرد لوگوں کو ختم کر کے اور مشروب حیات پی کر مِ تاریک براعظم کا ایک ناقابل تسخیر شخص بن سکتا تھا۔

جزیرہ امسار روانگی کے سلسلے میں مجھے اقابلا کے مثبت جواب کا انتظار تھا۔ میں نے نرماز سے بھی اقابلا کی بارگاہ میں رسائی کی درخواست کی تھی۔ ایک شام جب میں سریتا سے محو گفتگو تھا۔ نرما

ریتا کونظر نہیں آرہی تھی۔ سریتا میرے ہاتھوں کو جنبش اوران کے درمیان کا خلا تک رہی تھی۔ وہ مجھ سے محتاط باتیں کرنے کی عادی تھی، سریتا کو اپنے فیصلوں اور اپنی حرکتوں سے اچنبھے میں مبتلا کرنے ں مجھے بڑا لطف آتا تھا۔

اور سریتا میرے ہاتھوں اور چہروں کے مختلف زاویوں پر پریشان تھی، اچانک مجھے زارے کی مد سے مطلع کیا گیا۔ میں نے زارے کو اندر بلا لیا ،اس نے مجھے ایک سنسنی خیز خبر سنائی کہ توری کے ساحل پر سفید فام اجنبیوں کا ایک قافلہ آکر اُترا ہے اور وہ توری کے لوگوں کے نیزوں کی زد پر ہے۔ ں نے زارے سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ تیزی سے باہر آکر میں ساحل کی طرف بھاگا۔ میرے یچھے زارے بھاگ رہا تھا اوراس کے پیچھے سریتا اور سریتا کے ساتھ ساتھ ایک ہجوم۔ ساحل خاصا دور ھا اور میں عجیب خیالات لیے سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ ساحل پر پہنچ کر مجھے اپنے لوگوں، اپنے سیاہ م لوگوں کا ایک ہجوم نظر آیا، جو خوشی سے اچھل کود رہے تھے۔ نقارے بجا رہے تھے۔ بالکل وہی اں تھا، جو ہماری آمد کے وقت تھا۔ مجھے دیکھ کر ہجوم نے راستہ چھوڑ دیا اور زمیں بوس ہو گئے۔ میں ں لٹے پٹے قافلے کے سامنے پہنچا تو مجھے اپنے آنکھوں پر یقین نہیں آیا، چار لاشیں زمین پر خون میں بتر پڑی تھیں اوران میں نیزے گڑے تھے اور مہذب دنیا کے باقی لوگ کاندھے اور سر جھکائے اشائے عبرت بنے کھڑے تھے۔ وہ گیارہ تھے، ان کے کپڑے جگہ جگہ سے تار تار تھے۔ ان میں چار ورتیں تھیں، بھوک اُن کے چہروں پر لکھی ہوئی تھی۔ مرنے والوں میں ایک عورت تھی اور تین مرد تھے انہوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہوگا، اسی لیے ان کے سینے میں توری کے باشندوں کے نیزے اتر ئے ہونگے۔ انھیں دیکھ کر میں شدید الجھن اور انتشار کا شکار ہوگیا، مجھ میں کوئی فیصلہ کرنے کی سکت قی نہیں رہی۔

سمندروں کی لہروں نے ایک نوجوان لڑکی کی جلد ادھیڑ دی تھی۔ وہ مجھے بے بسی سے دیکھ رہی ھی۔ میرا دورانِ خون تیز ہو گیا۔ میری سرد مہری اور خاموشی پر لڑکی پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ ایک جوان شخص نے آگے بڑھ کر اس کے رخساروں پر زوردار طمانچہ رسید کیا ور اسے خاموش رہنے کا حکم یا۔ لڑکی اس قدر حواس باختہ تھی کہ اس نے نوجوان کا شکستہ گریبان پکڑ کر پھاڑ دیا اور اس سے انگریزی ں اپنا گلا گھونٹنے پر اصرار کرنے لگی۔ میں وہاں سے ہٹ آیا۔ دُور جا کر میں نے زارے کو حکم دیا کہ" یں فی الحال کسی جھونپڑی میں قید کر کے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ ہم مقدس اقابلا کے یصلے کا انتظار کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے مجھے اپنی آنکھوں کے گوشوں میں نرمی محسوس ہوئی۔ سریتا بھی اموش خاموش میرے ساتھ تھی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور راستے میں کچھ نہیں بولی۔

اپنے مکان میں آکے میں دھڑام سے پیال کے بستر پر گر گیا۔ اسی وقت نرماز میرے سرہانے

آئی اور اس نے اطلاع دی کہ مجھے بارگاہ اقابلا میں طلب کیا گیا ہے۔

جب میں نے یہ سنا تو یہ سمجھا کہ شاید میں بے خوابی کا شکار ہوں۔ قصر اقابلا کی ایک محترم کنیز حشر بداماں میرے سامنے کھڑی تھی، میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے تھا کہ یہ میرے پریشان ذہن کی کوئی کرشمہ کاری نہیں ہے۔ ایک عرصے بعد اس ماہ جمال نے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب کیا تھا۔ ایک عرصے بعد مجھے لذت گوش ملی تھی، لہٰذا اعتبار نہیں آتا تھا۔ اس نے جابر بن یوسف کو طلب کیا تھا؟ پہلے کی بات اور تھی، پہلے مجھے اپنی کوتاہ قامتی اور اس کی شمشاد قامتی کا اندازہ نہیں تھا۔ پہلے میں نے زارشی کے لق و دق صحرا کی خاک نہیں چھانی تھی اور باگمان کے اندھیروں میں ٹھوکر نہیں کھائی تھیں۔ پہلے میں نے انگروما میں جلاوطن عالموں کا جلال و کمال نہیں دیکھا تھا اور کاہن اعظم سمورال کی وہ فصیح تقریر نہیں سنی تھی، جو اس نے تاریک براعظم کی پراسرار سلطنت اور اس کی رفیع الشان ملکہ کے بارے میں میرے سامنے کی تھی۔ پہلے میں نے اتنے دن نہیں گزارے تھے کہ مجھے اس کی شان و شوکت، عظمت و سطوت کا عرفان ہوتا، مگر اب کچھ دھندلے دھندلے نقوش واضح ہو رہے تھے۔ میری آنکھیں روز کسی انکشاف، کسی غیر متوقع واقعے کے ظہور پر حیرت سے پھیل جاتی تھیں۔ پہلے میں ایک جاہل شخص تھا۔ پہلے میں ایک بڑا بچہ تھا، جس نے غیر معمولی طور پر اپنا جسم بڑھا لیا تھا۔

"کیا تم جھوٹ بھی بولتی ہو؟" میں نے بے چینی سے کہا۔

نرماز نے وارفتگی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سینے پر لٹکے ہوئے چوبی اژدہے پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ کیا کہہ رہے ہو؟ اس سرزمین پر، کوئی اس کے متعلق اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے؟"

"آہ" میں نے وفورِ مسرت سے چیخ کر کہا۔ "اب میرے سینہ چیرنے کا وقت آیا۔ اس نے مجھے کب بلایا ہے۔"

"اسے اپنے حکم کی تعمیل میں تاخیر پسند نہیں ہے۔"

"اور تم اگر مجھے چند ساعت بھی مزید انتظار کے لیے کہتیں تو یقیناً میری روح مجھ سے جدا ہوگئی ہوتی۔ شاید اسے احساس ہے کہ اس سیم برسے رفاقت کے دعوے دار اس کے انتظار کا حوصلہ نہیں رکھتے مگر صرف چند لمحے۔ مجھے اپنے جسم پر خوشبو میں تو مل لینے دو۔ کیا میں اس طرح اس کے سامنے جاؤں گا؟ نرماز! میرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انھیں درست کر دو اور ذرا مجھے یہ تحائف اپنے سینے پر سجا لینے کی مہلت تو دو...... اور ہاں ہربیکا کی مقدس آنکھیں بھی تو گلے میں لٹکا لینے دو۔"

اس مختصر وقت میں جنون کے کئی عالم گزر گئے۔ نرماز نے میرے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور میں نے سلیقے سے اپنے نوادر سینے پر آراستہ کرنے شروع کر دیے، میں شوخی میں نرماز کی چٹکیاں لیتا جاتا تھا۔ پھر میں نے ایک برتن میں رکھا ہوا خوشبودار تیل اپنے جسم پر لوٹ لیا۔ نرماز نے اسے جلدی

ری میرے جسم پر خشک کر دیا۔ میں پاؤں رکھتا کہیں تھا، پڑتے کہیں تھے۔ یہ وقت میں نے خود کو راستہ کرنے میں لگا دیا، لیکن انہی لمحوں میں اداسیاں مجھ پر غالب آگئیں۔ اقابلا کی اس وقت طلبی کا یا مقصد ہے؟ اپنی خوش خیالیاں اور خوش فہمیاں دور کر کے مجھے دوسرے معاملات پر غور کرنا چاہیے۔ ں اسے اپنی شدتوں کا ثمر سمجھوں یا کچھ اور؟ گزشتہ دنوں سے میں اپنی نظر میں ایک مشکوک شخص تھا۔ ہن اعظم سمورال سے میری بڑھتی ہوئی رفاقت اور ہوائیں بند کر کے اقابلا کے بارے میں گفتگو ے کہیں، وہ آگاہ تو نہیں ہوگئی؟ ہم نے اس کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی۔ مگر سرنگا؟ سرنگا کے رمیں یقیناً مہذب دنیا کی واپسی کے منصوبوں پر کھل کر گفتگو ہوئی تھی...... اگر کچھ چیزیں سے معلوم ی نہیں ہیں تو یہ کیا کم ہے کہ وہ میرے شب و روز کے بعض مشاغل سے لاعلم ہے۔ اسے میرے رش اطوار سے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت تو نہیں محسوس ہوئی؟ میرے ہاتھ سست پڑ گئے اور تھے پر شکنیں نمودار ہوگئیں۔ ممکن ہے وہ میری موجودہ ذہنی افتاد پر مجھے سرزنش کرے یا ہو سکتا ہے جزیرہ سار جانے کے ارادے پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کر دے؟ مبادا مہذب دنیا سے ایک قافلے کی مد پر وہ میرا فیصلہ جاننا چاہتی ہو؟ کاش ان میں سے......... صرف ایک بات صحیح ہو کہ وہ اپنا دست رق دراز کرے اور اپنے گلابی ہونٹ میرے سامنے کر دے اور مجھے میرے صدق کا انعام مل جائے۔ وئی مرتبہ' کوئی اعزاز' اُس کی اس فیاضی کا بدل نہیں۔ میں شش و پنج کی حالت میں نرماز کے روبرو لھڑا ہو گیا۔ پھر میں نیم مایوسی اور نیم خوشی دلی سے کہا۔ "نرماز! یقیناً کسی شخص کو اس حلیے میں اسکی رگاہ میں جانے کا تصور نہیں کرنا چاہیے مگر میرے پاس جو کچھ ہے' وہ میں نے اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ ان نوادر کے سوا، جو تم میرے سینے پر دیکھ رہی ہو' میرے پاس اور بہت کچھ ہے جو کسی کو نظر نہیں تا جس کی بنا پر میں خود کو ان نوادر سے زیادہ آسودہ سمجھتا ہوں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہے میرا باطن......... س میں صرف اسی کا جلوہ، صرف اس کا نقش ہے، میرا دعویٰ ہے کہ یہ نقش کسی کے قلب پر اتنا گہرا یں ہے......... اُس کے خیال نے مجھے زندہ رکھا ہے۔ اس کا چہرہ مجھے تاریک براعظم میں سرمستی پر لساتا رہا ہے۔"

نرماز نے میرا ہاتھ تھام لیا اور خوش ادائی سے کہنے لگی۔ تم اپنے بہترین لفظ یہاں کیوں ضائع کر ہے ہو؟ اپنے نطق سے کہو کہ وہ تمہارے قلب کے ساتھ تعاون کرے۔ اپنی آنکھوں سے کہو کہ وہ ہمارے باطن کی نمائندگی کریں۔ اب تمھیں ایک مرحلہ شوق درپیش ہے، آؤ۔ میں تمھیں وہاں لیے لتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے۔ ہر طرف سفید دھواں پھیل گیا اور یرا مکان اس دھوئیں کی اوٹ میں کہیں چھپ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین نے اپنی کشش کا تیرہ چھوڑ دیا ہو اور آسمان نے زمین کی جگہ لے لی ہو، میں بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا یا بادلوں کے

دوش پر تھا۔ مجھے نہیں معلوم یہ کیا ماجرا تھا؟ یہ کیا راز تھا؟ نرماز کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہر طرف
بادل تھے۔ میں نے کچھ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس کوشش میں مجھے اپنی ناکامی کا علم تھ
نرماز سے پہلے زولین اور اشمار اسی طرح مجھے قصرِ اقابلا لے جا چکی تھیں، مگر اشمار اور ژولین کے زما
کی بات اور تھی' اب آگہی کے عذاب سے گزرنے کے بعد میرے قلب و ذہن کی حالت متغیر تھی
میں نے بچشم خودانگروما' زارشی اور باگمان کے طلسم خانوں میں ایسے حیران کن مناظر کا مشاہدہ کیا
جن پر صرف اسی کی شخصیت کا سحر چھایا ہوا تھا۔ بادل میرے اردگرد چھائے رہے اور میں ایک غنودہ
حالت میں سفر کرتا رہا۔

قصر اقابلا کے دلکش ماحول کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ وہ ایک پرستان تھا جس کا ذکر مہذب
دنیا کی دیو مالائی کہانیوں میں کیا جاتا ہے۔ دنیا کی حسین ترین دوشیزاؤں کا اتنا بڑا اجتماع کوئی د
لے تو پاگل ہو جائے، میں ستونوں، ایوانوں، عجائب اور رنگوں کا حال بیان کر چکا ہوں۔ نرماز نے م
ہاتھ دبایا تو مجھے اپنے بوجھ کا احساس ہوا۔ میں زمین پر کھڑا تھا اور بادل چھٹ رہے تھے۔ ان کے پیچ
سفید پتھر کے ستون نظر آ رہے تھے اور مرصع فرش پر سفید اور سرخ جسموں کی دوشیزائیں رقص م
منہمک تھیں۔ ایک عجیب کیف آور موسیقی در و دیوار سے اُبل رہی تھی۔ درمیان میں ایک بڑا سا حوض
جس پر قندیلیں روشن تھیں۔ پہلے میں اس جگہ نہیں آیا تھا۔ قصر اقابلا کے کون کون سے گوشے ابھی میر
نظروں سے اوجھل ہوں گے۔ میں نے اس ماحول میں قدم رکھا، تو میرا دل چاہا میں بھی پتھر کے ا
مجسموں میں شامل ہو جاؤں، جو جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور دوشیزائیں ان کے درمیان ایک ابد
رقص میں مصروف ہیں۔ نہ معلوم یہ رقص کب ختم ہو، وہ زمین کی حرکت اور وقت کی رفتار سے بے نیا
ناچ رہی ہیں۔ ان کے بدن لوچ کھا رہے ہیں اور وہ کبھی نہیں تھکتے، انہوں نے بس ایک سرخوشی سمجھ
ہے کہ رقص کیا جائے۔ وہ ایک ایسی لازوال مسرت سے ہم کنار ہیں کہ اپنے گرد و پیش بھول گئی ہیں۔

ایک میں یہاں آیا ہوں اور میں بھی ابھی اِدھر سے گزر جاؤں گا، میں ان کے سیماب صفتی ک
ایک جھلک دیکھ کر اس ایوان رقص سے آگے چلا آیا۔ نرماز مجھے قصر اقابلا کی نئی نئی راہداریوں اور جلو
گاہوں سے گزرتی رہی۔ ہر طرف حسن و جمال کا بازار گرم تھا، جس کا ذہن شاعرانہ ہو، وہ بھی ایس
خواب تک نہیں دیکھ سکتا۔ میری نگاہیں جدھر رخ کرتی تھیں، رنگ و نور کی ایک محفل سجی ہوئی نظر آت
تھی۔ یہاں آ کر احساس ہوتا تھا کہ مہذب دنیا سے آ کر ہم نے کسی زیاں کا سودا نہیں کیا ہے۔ میں ج
چیختا تھا، فریاد کرتا تھا۔ وہ کس قدر سچ تھا؟ میرا ہذیان بے سبب نہیں تھا۔ یہ اقابلا کا قصر زریں تھا۔ ج
مہذب دنیا کے تمام شبستانوں کو شرماتا تھا۔ ہر سمت ایک جشن برپا معلوم ہوتا تھا، ظاہر ہے یہ بزم آرائی
آج اس وجہ سے نہیں تھی کہ سحر و افسوس کی سرزمین کا ایک ادنا سردار جابر بن یوسف اِدھر آیا تھا۔ جا

یوسف شہنشاہ نہیں تھا، وہ ایک غلام تھا، اس کا دل ہر وقت دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ ایک مغلوب شخص

قصر اقابلا کے بارے میں میرے گزشتہ بیانوں کی یاد تازہ کیجیے ممکن ہے اس وقت بیان کی کسی
ہی کا جرم مجھ سے سرزد ہو گیا ہو، مجھے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ میں نے جو کچھ دیکھا
، بیان کیا جائے، تو وہ یقین و اعتبار کی اس حد سے تجاوز کر جاتا ہے جہاں تک انسانی ذہن کی
ئی ہے۔ یقیناً کوئی ایسی منزل ہو گی جہاں ذہن کی قبولیت ختم ہو جاتی ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں
ن کی نفی کی منزل آتی ہے وہاں سے آغاز کیجیے۔ اس سے آگے کچھ بیان کرنا فضول ہے۔

ان گداز ایوانوں، رنگ رنگ کے بادلوں، موسیقی کی لہروں اور اٹھلاتے ہوئے جسموں اور
وں اور لطیف ترین احساسات سے گزر کر میں ایک ایسے ایوان میں پہنچا جہاں کی دیواروں پر
ں کام کیا گیا تھا اور جس کی فضا اب تک کے تمام ایوانوں سے زیادہ رنگین اور خواب ناک تھی،
اس جگہ ٹھہرا کر نرماز رخصت ہو گئی۔ یہ ایک بڑا ایوان تھا، میں اس کی آرائش و زیبائش میں کھویا
تھا اور آنے والے لمحوں کا منتظر تھا کہ ایک بار پھر نرماز نمودار ہوئی اور اس کے پیچھے پری جمال
وں کے ہیولے تیرتے نظر آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک ہوا تھی جو ادھر سے
تھی، اُدھر کہیں گم ہو گئی۔ اس نسبتاً سرد جگہ پر میں اپنی حیثیت کا کوئی تعین نہیں کر پایا تھا اور میں نے
ے لیا تھا کہ میں ایک طالب صادق کے بجائے ایک سردار ایک غلام کی حیثیت سے خود کو پیش کروں
مبادا کوئی جسارت اس کی طبع نازک پر گراں گزر جائے؟

میں اپنا ذہن یکسو کر کے تمام تر اشتیاق سے کھڑا ہو گیا۔ جابر بن یوسف نے اپنے پیروں
ارتعاش سا محسوس کیا۔ میں نے خود کو ڈانٹا "کم بخت! تمام منزلیں سر کر لیں، اب اس مرحلہ شوق پر
تا ہے؟ تیرا اعتماد کیوں ختم ہو گیا؟" میں نے خود کو سمجھایا۔ "اے بد بخت شخص! کیا ہو گا؟ وہ سامنے
ئے گی تو کیا ہو گا۔ کیا تو ان نوادر کے ساتھ دوں ہمتی کا یہ مظاہرہ کرے گا۔ اپنا خنجر اٹھا اور اگر تاب
ہ نہیں ہے تو سینے میں اتار لے۔" میں دو اشخاص میں تقسیم ہو گیا تھا بلکہ کئی اشخاص میں...... اور وہ
ے اپنے شوق، اپنے جذبے، اپنے وسوسوں، اپنے اندیشوں کا اظہار کر رہے تھے۔ جواب دینے والا
ب ایک شخص تھا، جس نے آخر سب کو شکست دے دی اور ان تمام اشخاص کے ہجوم سے وہی شخص
ا جس کا نام جابر بن یوسف تھا۔ وہ باگمان کا سردار، زارشی کا فاتح، وہ توری کے دونوں قبیلوں
ردار۔ وہ ایک مضبوط اور توانا شخص، جس کا لہجہ رسیلا اور جس کا انداز کٹیلا تھا۔ چند لمحوں بعد مجھے
مشروب پیش کیا گیا۔ وہی اقابلا کا مشروب خاص، جس کے پینے کے بعد آنکھ اپنے زاویے بدل
ا ہے۔ میں نے نرماز کو جام خالی کر کے واپس کر دیا اور میرا دل چاہا کہ اس وقت عرب کی کوئی دل

نواز دُھن چھیڑ دے میرے سوچنے کی دیر تھی کہ عربی موسیقی میرے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی...... پھر میں نے چاہا، وہ دیر سے آئے تا کہ اس ایوان میں میرے قیام کی مدت طویل ہو جائے لیکن اسی وقت سامنے کی دیوار موسیقی کے زیروبم کے ساتھ شق ہوئی اور خلا میں رنگین روشنیاں جھلملانے لگیں۔ وہ روشنی کے جھماکے تھے۔ روشنیوں کا منبع کہاں تھا؟ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر اس ہالے میں ایک تخت آتا دکھائی دیا۔ وہ آرہی تھی۔ وہ آرہی تھی۔

کون آرہا تھا؟ اقابلا آرہی تھی...... ہاں اقابلا آرہی ہے۔ کیا یہ سچ تھا؟ ہاں یہ سچ تھا۔ آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ اس کی سواری آرہی ہے، حسن ایک زریں تخت پر جلوہ فگن ہے۔ وہ کاروان جمال آ رہا ہے، وہ رنگ و نکہت کا سیل اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا تخت جگمگا رہا ہے۔ آج اس کی تمکنت کی کچھ اور شان ہے۔ میرے قدم زمین سے اکھڑنے لگے۔ میں نے انھیں اور مضبوطی سے جما لیا اور اپنا سینہ آگے کر لیا۔ تخت دیوار کے اس طرف آنے کے بعد ایک فاصلے پر رک گیا اور اقابلا کے دائیں بائیں کھڑی ہوئی دو شیزائیں اتر کر فرش پر کھڑی ہو گئیں۔ ان میں نرماز بھی تھی۔ میرے اور اقابلا کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ لیکن مجھے یہ فاصلہ صدیوں، سمندروں اور سیاروں کا معلوم ہوتا تھا۔ اقابلا کا بدن پھولوں اور پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے دراز سُرخ و سیاہ بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اسے کسی زیور کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ آج اس کے بدن پر پتوں اور پھولوں کا لباس نسبتہً مختصر ہے۔ یہ شاید میری نظر کا فریب ہو لیکن ان پھولوں اور پتوں کے درمیان اس کے بدن کا کوئی کوئی حصہ مجھے نظر آجاتا تھا۔ اس کے آتے ہی میں تاریک براعظم کی روایت کے مطابق اظہار عقیدت کے طور پر زمین بوس ہو گیا۔ مجھے نرماز نے اپنی انگلی کے اشارے سے اٹھایا۔ پھر میں نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔ نظر ٹھہرتی ہی نہیں تھی تاہم میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں ایک دل آویز شوخی اور اس کے لبوں پر ایک نظر فریب تبسم ہے۔ ان دونوں اشارات سے میرے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ تیکھی نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی چبھتی نظریں میرے جسم کے پار ہو رہی تھیں اور مجھے ایک نئی لذت سے آشنا کر رہی تھیں۔ میں نے اپنا تمام کرب، اپنے دنوں، اپنی راتوں کا کرب، اپنے چہرے پر سمیٹ لیا تھا۔ میں نے کلام میں پہل نہیں کی تھی لیکن میری آنکھیں میرے بند لب، میرا چہرہ مجھے منتقل کر رہا تھا۔ یکایک روشنیوں میں ارتعاش سا ہوا اور اقابلا نے اپنے دست بہار آفریں کو ایک خاص ادا سے جنبش دی، میں مہر بہ لب کھڑا تھا۔ نرماز نے نہایت شیریں لہجے میں ابتدا کی۔ "جزیرہ توری اور باگمان کے سردار جابر بن یوسف الباقر مقدس اقابلا تمہاری کامیاب واپسی اور تمہاری کامرانیاں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔"

میں نے اپنا سر جھکا دیا۔

"تمہارا آراستہ سینہ بلا شبہ تمہاری برتری کی دلیل ہے۔" نرماز نے میرے کانوں میں شہد ا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ صرف حسرت بھری نگاہوں سے اقابلا کی طرف تکتا رہا۔

"مقدس اقابلا کو معلوم ہے کہ تم نے کہاں کہاں اس کا خیال تازہ رکھا اور کس کس جگہ شجاعت و ت سے کام لیا۔ مقدس اقابلا تمہاری آئندہ فتوح دلچسپی کی نظر سے دیکھے گی۔" نرماز نے شوخی سے ا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور پہلی بار لب کھولے۔ "مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا کی ئے۔" میں نے تاثر انگیز آواز میں کہا۔

"گو وہ تمہارے جذبات اور احساسات سے آگاہ ہے، تاہم تمھیں اظہار کی اجازت ہے۔ تم ہ توقع کی جاتی ہے کہ دوران کلام یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھو گے کہ تم کہاں موجود ہو؟" نرماز نے باوقار ے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" میں نے جذبات میں کہا۔ "اے خوش اندام نرماز! میں جانتا ہوں مجھے لوم ہے کہ سلطنت اقابلا میں کوئی بھی جگہ، اس کی نظر فرحت اثر سے دور نہیں۔ میں اپنے شعور میں ل کہ میں کس حریم ناز کی جلوہ گاہ میں زمین پر ایستادہ ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ پہلے مجھ سے سنگین ستاخیاں سرزد ہو گئی تھیں۔ اس نے میرے لیے اپنی سرزمین کے مختلف طلسم خانوں کے مشاہدے اہتمام کر کے مجھے اپنی طاقت و حشمت سے متنبہ کر دیا ہے۔ میں نے یہاں آنے کے سفر کے دوران ا سوچا تھا کہ میں کس حیثیت سے جا رہا ہوں۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تین قبیلوں کے سردار کے ا اور کیا حیثیت رکھتا ہوں؟ میں آسمان میں نہیں اڑ سکتا کیونکہ میرے جسم پر پر نہیں ہیں اور میں ینوں پر انقلاب برپا نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے علم و فضل کا دائرہ بہت مختصر ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا ہ اس کی قربت کی طلب مجھ ایسے ناتواں شخص سے مناسبت نہیں رکھتی۔ مجھے ابھی سنگی دیواریں شق رنا اور اشارے سے درخت اکھاڑنا نہیں آتا اور مجھ پر میری قدیم روایتیں تسلط جما لیتی ہیں۔ وہ ا محبوب تھی۔ میں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ وہ میری محبوب ملکہ ہے۔ میں نے اپنی شوریدہ خواہشیں زخمی کر دیں تا کہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ میں نے اپنے آپ کو یہ باور کرایا کہ مجھ سے باعظمت تخت ہے جس پر وہ جلوہ فگن ہے۔ وہ جام ہیں جو اس کے لب کو چھوتے ہیں، وہ پھول ہیں جو اس کا ن ڈھانپتے ہیں، وہ پتے ہیں جو اس کے بدن کی چاندنی روکے رہتے ہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ مجھے ں کا غلام بنا لیا جائے لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اس کی غلامی بھی کتنی بڑی فضیلتوں کے بعد ممکن ہوتی ہے؟ ں نے اپنی طلب سے کنارہ کشی نہیں کی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے سرکشی کی اجازت دی

جائے۔ اگر اسے طاقت کے تماشے پسند ہیں تو مجھے اپنی طاقتوں کی افزائش کے مظاہرے کی اجازت دی جائے اور میں اپنے طور پر یہ آرزو دل سے پیوستہ کر لیتا ہوں کہ ایک دن وہ مجھے اپنے قریب جگہ دے گی۔''

میں نے جذبات سے لبریز پیرائے میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو میرے ذہن پر محیط تھیں۔ پھر میں نے اس کا ردعمل دیکھنے کے لیے اس کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ وہ پوری توجہ اور دلچسپی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں تجسس تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار تھے۔ اس کا انہماک دیکھ کر میں نے اپنے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ میں بولتا رہا جب تک نرماز نے مجھے روک نہ دیا۔

''آہ!'' اے جزیرہ توری اور باگمان کے معزز سرادر! تمہاری باتیں شریں اور تمہارا کلام پراثر ہے۔ اس سرزمین پر تمھیں نوازا گیا ہے۔ جارا کا کی مقدس روح تم پر سایہ گستر ہے اور مقدس اقابلا تمہاری کامرانیوں کی نوید سے متاثر ہوتی ہے۔ تم نے اس سرزمین پر سربلند و سرخ رو افراد دیکھے ہیں۔ مقدس اقابلا کے وسیع نظام سلطنت میں ان کے لوگوں کے نمایاں ہونے کی گنجائش موجود ہے جو نمایاں ہونا چاہتے ہیں۔'' نرماز نے شگفتگی سے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مقام پر کسی کی گرمئ جذبات سے ضرور پگھل جائے گی۔ میں اس بلندی پر پہنچنے کا خواہاں ہوں جہاں سے اس کا چہرہ مجھے نظر آ سکے اور وہ مجھے براہ راست تخاطب کی سعادت بخشے...... اسے اس کا احساس ہوگا کہ جابر بن یوسف کو عورتوں' غلاموں اور زمینوں پر حکمرانی میں لذت نہیں ملتی۔ اس کی انا ایسی طاقت و بلندی سے آسودہ نہیں ہوتی، جہاں اس کا جلوہ نظر نہ آتا ہو۔''

''ٹھہرو جابر بن یوسف!'' نرماز نے حکمیہ انداز میں کہا۔ ''تم ایسی گفتگو کر رہے ہو جو قبل از وقت ہے۔ تمہارے لہجے سے شکوک اور عدم اعتماد کی بو آتی ہے۔ تم ابھی تک اپنے مشتعل جذبات کے توسط سے بول رہے ہو۔ آہ۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے سامنے وضاحتیں کرے۔ یہ تمہاری کیسی نادانی ہے۔ تمہارا علم خام اور تمہارا شعور ناپختہ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس کے جاہ جلال کا تخمینہ لگانے میں بھی کوتاہی کی ہے، بہتر ہے تم اسمسار جاؤ اور وہاں اپنا نفس اتنا سیراب کر لو کہ پھر تمہاری طلب میں کوئی آلودگی نہ رہے اور تم اس سرزمین سحر و اسرار کے رازہائے سربستہ کے متعلق از خود نتیجے اخذ کرنے کے قابل ہو جاؤ۔۔۔ تم شوالا اور کالارئی اسٹالا اور لوکاسا کے معیار کے ایک شخص ہو۔''

میں نے حیرت سے نرماز اور اقابلا کو دیکھا اور نرماز سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے متعلق میں قطعی طور پر یہ سمجھوں کہ تم مقدس اقابلا کی ترجمانی کے فرائض بہ کمال و تمام انجام دے رہی ہو؟''

''میری حیثیت ایک ترجمان کے سوا کچھ نہیں'' نرماز نے جواب دیا۔

''میں اس کے بعد کوئی بات نہیں کروں گا...... میں اپنی زبان پر زنجیر ڈالتا ہوں۔ اب جو کچھ ہو عظیم دیوتاؤں کی منشا کے مطابق ہوگا۔'' میں نے اپنی افسردگی چھپانے کی کوشش کی۔ ''مقدس نے مجھے اپنے بارگاہ میں طلب کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کا ن جانور ثابت ہوں گا۔ میری درخواست ہے کہ مجھے تمام شکوک و شبہات سے بالا سمجھ کے اپنا بنانے کی اجازت دی جائے۔ میں اس کی نشست کے قریب آنے کے لیے اپنے باقی دن بھی کر دوں گا۔ میں مشروب حیات پینے کی لذت سے بہرہ ور رہوں گا اور تا ابد اس کے فراق میں ور تڑپنے کی سعادت سے ہم کنار ہوں گا۔'' میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔ ''میری رہنمائی کی ؛ اور اس جانور کو جنگل میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ مجھے بتایا جائے کہ سمندر پار سے ایک نئے قافلے پر مجھے کس قسم کے فیصلے صادر کرنے چاہئیں۔

''جابر بن یوسف!'' نرماز حاکمانہ انداز میں بولی۔ ''تمہارے عزائم یقیناً سلطنت اقابلا میں درجہ اور رتبہ متعین کریں گے اور تمہاری طلب جو اس کے سلسلے میں ہے، وہی تمہارے عزائم کے یز کا کام دے گی اور آنے والے وقتوں کے بارے میں دیوتا جانتے ہیں، مقدس اقابلا جانتی ہے ا کا کا کی نمائندہ ہے' جس کی نظر ہر سمت ہے اور جو اپنے علاقے کے افراد اور درختوں اور زمینوں ندروں کا تسلط رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کی نوازشیں تمہارے کارناموں پر منحصر ہیں جزیرہ توری جنبیوں کی آمد کے متعلق تم توری کے ایک سردار کی حیثیت سے جو بھی فیصلہ کرو گے وہ تمہاری کے اوصاف میں شمار کیا جائے گا...... ''جابر بن یوسف الباقر!'' پھر نرماز شاید گفتگو کے اختتام ادے سے بولی۔ ''تم اپنے لیے رعایتیں خود حاصل کرو گے اور اپنا سر بلاؤں سے محفوظ رکھنے یے اسے اپنے جسم پر مضبوطی سے جمائے رکھو گے۔ مقدس اقابلا عظیم ہے۔''

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' میں نے دہرایا اور اپنے برہم جذبات کی پردہ پوشی کی سعی کی لیکن میری ں خود بخود منکشف ہونے لگیں۔ جب گفتگو ایسے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ جہاں مجھے اپنے کسی کے جواب کی امید نہیں رہی، تو میں نے دوبارہ اس کے حسن کا ذکر چھیڑ دیا اور اس کے سامنے رنگی و شیفتگی کے دریا بہائے۔ میں اس غنیمت موقع پر کہ وہ میرے رُوبرو تھی۔ کوئی منفی تاثر قائم ی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ اتنے عرصے کی آرزوؤں کے بعد کہیں جا کر مجھے اس کے قصر میں اس دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ اس وقت جب میں نے اسے ایک حسین دوشیزہ کے تصور میں دیکھا ہو ا کیا کہا ہوگا؟ میں نے کیا نہ کہا ہوگا؟ میں نے سوچا کاش یہ رنگین ماحول پتھروں میں اسی طرح جائے۔ میں انسانوں کو پتھروں میں منتقل کرنے کا عمل جانتا تھا...... میں نے والہانہ انداز سے

اسے دیکھا۔ آہ اور کچھ نہیں تو یہی بہت ہے کہ وہ میرے سامنے ہے اور اس کے بدن سے نکلتی شعاعیں مجھے جھلسا رہی ہیں۔ یہ آگ کتنی فرحت بخش ہے۔ ایک لطیف خوشبو سارے ماحول میں بسی ہے اور میرے اعصاب پر ایک لطیف نشہ طاری ہے، میں نے تمام ذکر چھوڑ دیے۔ صرف اس لازوال حسن کا ماجرا بیان کیا۔ میں کہتا رہا، وہ سنتی رہی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں چ پیدا ہوتی ہے، پھر وہ یکا یک سخت اور سرد ہو جاتی ہیں۔ اس کی ذہین آنکھیں، اس کا تیز وطرار کسمساتا ہے اور فوراً ساکت ہو جاتا ہے۔ اقابلا کی نظروں میں وہ تابانی تھی، جو ہمیشہ مردوں کو فتح کرنے پر اکساتی ہے۔ میرا بیان ختم نہیں ہوا تھا، لفظ نہ جانے کہاں سے ادا ہو رہے تھے۔ وہ رنگ فضاء عطر بیز، موسیقی ریز۔ مگر میں مستقل طور پر یہاں اقامت گزیں نہیں ہوا تھا۔ کسی وقت نرماز واپسی کا حکم صادر کر سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اس سے درخواست کی کہ مجھے اس کے دست اور قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔ میری درخواست ایک عجب شان بے نیازی سے قبول کر لی پھر میرے قدم زمین پر نہیں ٹکے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور وفور شوق میں بے تحاشا، محابا اس کے مرمریں گداز، پیروں کو بوسہ دینے لگا۔

اس نے اپنا پاؤں آگے بڑھا دیا۔ مجھے اس کا چہرہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی لیکن میں نے ا پاؤں سینے سے لگا لیا اور اپنا کرب ناک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ میں نے اُسے نزدیک سے دیکھا۔ قریب تھا کہ میں اپنا دامن ہوش جلا بیٹھتا کہ میں بے حد درد انگیز لہجے میں ک مقدس اقابلا، اپنے ہاتھ سے میرا گلا گھونٹ دے۔''

اس نے اپنا چہرہ منقش چھت کی طرف کر لیا۔ میں نے اسکے پیروں پر آنکھیں رکھ دیں۔ سکون، ایسی نشاط، ایسی لذت الامان...... اس نے اچانک اپنی کلائی کو ایک دل رُبا انداز سے دی۔ چشم زدن میں نرماز اور اس کے ساتھ کھڑی ہوئی دوشیزائیں منظر سے غائب ہو گئیں، پھر اچ دیوار کا وہ خلا از سر نو تعمیر ہو گیا جو اس کی سواری کے وقت پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے ایوان کے چا طرف دیکھا، وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بس رنگ تھے، روشنیاں تھیں اور موسیقی تھی اور ہم دو تھے۔ کئی خیال در آئے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ شاید اس نے میرے باطن کا حال پڑھ لیا ہے؟ میرے بیان کا اعجاز ہے کہ مجھے یہ خلوت نصیب ہوئی۔ میں نے سوچا۔ زندگی کا اختتام کتنے خوبصو طریقے سے ہو رہا ہے۔ اس وقت میں دنیا کا سب سے آسودہ آدمی تھا۔ میں نے اقابلا کو دیکھا، چہرہ روشنیوں میں جذبات زدہ نظر آیا۔ پھر میں نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور اس کے ساتھ اپ وحشت سے رگڑتا رہا۔ وہ خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تاثر ڈھونڈنے کے لیے میں نے دوبا چہرہ بلند کیا، جو اس کی زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ التفات پر آمادہ تھی۔ پتھر پگھل رہا تھا۔ تا

اعظم کی مقتدر ملکہ ایک عورت کے رُوپ میں جلوہ گر ہو رہی تھی۔ یہ میرا گمان تھا مگر کس قدر حسین ان تھا۔ میں کچھ اور سوچنا نہیں چاہتا تھا میں اس اعزاز و کرم سے سیر ہونے کی ٹھان لی اور اپنا ہاتھ ھایا اور اس کے پیروں کے اوپر کے پھول اور پتے وحشت میں نوچنے شروع کر دیے، مجھے اپنے حلق ں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے، میں تپ رہا تھا۔ اس کی پنڈلی وہ ساق سیمیں، پھولوں اور پتوں سے ی پھندی وہ شاخ گداز۔ میں نے عالم سرمستی و بے خودی میں اسکے پھول نوچ لیے اور اپنا چہرہ اس مس کر دیا۔ اقابلا، مقدس اقابلا۔ اپنے غلام جابر بن یوسف کو صرف ایک بار وحشتوں کا اظہار رنے دو۔'' میں نے کہا۔ لیکن ابھی چند ہی پھول گرے ہوں گے کہ وہ تخت سے اٹھی۔ میں نے اس ا پنڈلی زور سے تھام لی۔ ''نہیں نہیں۔'' میں نے ہذیان بکا۔ ''نہیں نہیں''

ایوان کی موسیقی ایک شور میں تبدیل ہو گئی۔ چنگھاڑتی اور چیختی نا قابل فہم آوازوں کا شور...... میں ے اقابلا کا قد دیکھا۔ اس کا ترشا اور ڈھلا ہوا بدن۔ میرا فریب ہے کہ میں نے اس کے مضطرب چہرہ یکھا اور کوشش کی کہ اچک کر اس کے بدن کے سارے پھول نوچ لوں۔ اسکے بعد موت بھی نصیب ی مگر ایک آسودہ موت۔ میں نے اجازت چاہی لیکن اقابلا نے بے چینی سے اپنا پاؤں میری دسترس ے آزاد کرا لیا اور آخر وقت میں۔ میں نے اتنا سنا کہ شور نا قابل برداشت ہو گیا ہے اور اڑتے ہوئے ؤں کی گھڑگھڑاہٹ نے ایوان کا سارا ماحول بدل دیا ہے۔ میں نے اپنے اردگرد منڈلاتے ہوئے ولے دیکھے۔ ساری روشنیاں بند ہو گئیں اور ایوان تاریکی میں ڈوب گیا۔ میری نبض ڈوبنے لگیں میں ڑتے ہوئے در و دیوار دیکھے، جیسے وہ سب مجھ پر گر رہے ہوں۔ اس کے بعد مجھے یاد رکھنے کا ہوش نہ ا، میں فرش پر پھسل گیا اور میری سماعت و بصارت کچھ دیکھنے، کچھ سننے کی استطاعت کھو بیٹھی۔

☆==========☆==========☆

یہ سب کیا ہو گیا تھا۔

میرے سینے میں جلن ہو رہی تھی اور اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری تھی۔ جب تاریکی کا طلسم ٹا اور میرے ذہن کی صبح ہوئی، تو مجھے اپنے نیچے بدلی ہوئی زمین کا احساس ہوا۔ میں اپنے جھونپڑی ما مکان میں پیال کے بستر پر بے ترتیب حالت میں پڑا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے رنگ و نور کا ایک ل رواں تھا۔ اب نہ وہ منقش دیواریں تھیں، نہ وہ رنگ برنگے بادل میں اپنی تمام حرماں نصیبوں کے اتھ توری کے سخت فرش پر موجود تھا۔ وہ منظر ایک خواب کی طرح گزر گیا لیکن میں نے کوئی خواب یں دیکھا تھا۔ میرے ہاتھ میں گلاب کا ایک تازہ پھول تھا۔ ایک گلابی پھول جسے اقابلا کے بدن کی یت بننے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ میں نے کسی دیوانے کی مانند اسے آنکھوں سے لگا لیا۔ اس کی ں اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ میں انہیں جمع کرنے کے لیے فرش پر لوٹتا رہا۔ ایک مدت کی جستجو اور طلب کا

سلہ گلاب کی یہ پتیاں تھیں۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ آناً فاناً وہ پری وش اضطراب میں کھڑی ہوئی ایوان کی روشنیاں معدوم ہوئیں اور بادلوں نے گرجنا شروع کر دیا۔ پھر سب کچھ بکھر گیا۔ وہ رنگیں نقشہ پلٹ گیا۔ اس لمحے کون عقل و شعور کی پاس داری کر سکتا تھا۔ یقیناً میں نے اپنی حدوں کا خیال نہیں رکھا تھا۔ میری حدیں ایک سردار کی حیثیت سے متعین ہوتی تھیں۔ اس کا ہوش رُبا سراپا دیکھ کر کون صرف ایک سردار رہ سکتا تھا؟ میں نے تو اس کے جمال کو خراج پیش کرنے کے لیے اپنے جنو کی ابھی ابتدا ہی کی تھی۔

مگر اچانک یہ سب کیوں رونما ہو گیا؟ کیا تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو یہ قربت ناگوار گزری؟ کیا انہیں خبر ہوگئی کہ اقابلا ان سے بے وفائی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اور صرف تین زمینو کے سردار کو غیر معمولی عنایات سے نواز رہی ہے؟ کیا جارا کا کا کی مقدس روح اقابلا کے صاف شفاف بدن پر کوئی داغ دیکھنا پسند نہیں کرتی؟ آہ اگر میں اس کے لمس لطیف اور نظارہ جہاں سوز ہی قناعت کر لیتا اور انگرو ما اور باگمان کی طرح قصر اقابلا میں بھی اپنا نفس مطیع رکھتا تو مجھے اس طرح واپس نہ کیا گیا ہوتا۔ اب سامنے خلا ہی خلا نظر آتا ہے۔ جتنا قریب جایئے، اُس بت طناز کا دامن اتنا ہی دُو ہو جاتا ہے۔ تاریک براعظم کے ایک سرفراز اجنبی کا انجام قریب تھا کیونکہ اس نے ہوش کھو دیا تھا مجھے دوبارہ یہاں بھیج کر معلق کر دیا گیا تھا، میں نے اس کے حسن کی توصیف میں بیان کیے جا والے لفظ ضائع کر دیے میرے کلام نے جو اثر کیا تھا، میرے ہاتھوں نے اسے تباہ کر دیا۔ میرے عج نے جو گنجائش پیدا کی تھی، میری وحشت نے اسے تاراج کر دیا۔ میرے بستر پر کانٹے بچھے ہوئے تھ اور ذہن سلگ رہا تھا۔ جابر بن یوسف یہ کیا ہو گیا؟ اب فیصلے کا انتظار کرو۔ تم اس کی مرضی کے بغیر بھی نہیں سکتے۔ تذبذب اور کشمکش دور کرنے کے لیے میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں اور اپنا منہ بن کر لیا لیکن اس سے نزاع و فشار دور نہیں ہوا۔

اس وقت میری آہیں اور کرب ناک آوازیں سن کر دوسرے کمرے سے ہندی بوڑھے سرنگا کی لڑکی سریتا آئی۔ میرا بدن اینٹھا ہوا تھا اور میں بستر پر اضطراب میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ سریتا نے چ چیخ کر اپنی خادماؤں کو آوازیں دے اور مجھے اپنے پہلو میں بیٹھا کر حلق میں کوئی مشروب انڈیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ مشروب کا ذائقہ بے مزہ نہیں تھا لیکن سریتا کا پہلو نرم و گداز تھا۔ مجھے کچھ سکون ملا۔ میں نے بے تابانہ اپنا سر اس کی آغوش میں دھر دیا۔ اپنا چہرہ چھپانے کے لیے میں نے اس کی آغوش میں پناہیں ڈھونڈیں۔ سریتا میرا سر تھام کر ماتھا دبانے لگی۔ میں اس کے پہلو میں زار و قطا رُونا چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔

''سیدی! تمھیں کیا ہو گیا؟'' وہ میرے شانے جھنجوڑ کر بولی۔

''میں مر رہا ہوں۔'' میں نے اکھڑی سانسوں سے کہا۔

اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُسے اپنے چہرے کے تاثرات کے اظہار میں مشاق ل تھی۔ ''سیدی شاید تم حوصلہ کھو بیٹھے۔ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے، جو تم اتنے دل شکستہ اور اندہ نظر آتے ہو؟ سیاہ رات ڈھل جائے گی۔ تمہارے لبوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔''

''سریتا! ہم یہاں ہمیشہ اجنبی رہیں گے کیونکہ طویل زمانوں کا علم ہمارے مختصر عمر میں ہم تک نہیں ہو سکتا۔ ہماری جہالت کسی دن ہمیں ایک بڑی تباہی سے دوچار کرے گی۔ ہم ہمیشہ اذیتوں زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ کیا تم میرا ایک کام کر دو گی؟''

''کہو سیدی!'' اس نے تشویش سے کہا۔ ''مجھے حکم کیوں نہیں دیتے۔''

''میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فرد کا زمانی و مکانی رشتہ اُس سے کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ شاید ل بات تمہاری عقل میں آ جائے۔ ہم کسی دوسرے عہد اور دوسری زمین میں آ گئے ہیں۔ ممکن ہے ی قبرستان میں مقیم ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے شعور سے میرا راستہ منقطع کر دو۔ میرے خود یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔''

''سیدی!'' سریتا نے حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھا اور میری گردن سے لٹکا ہوا خنجر پکڑ 'سیدی جابر! تمہارے اعصاب آرام کے مقروض ہیں۔ غالباً تم شدید تنہائی محسوس کر رہے ہو۔ ہ افسردگی سے بولی۔ ''مگر تم نے خود کو تنہا کیوں سمجھ رکھا؟ تمہارے بلند تر مقام سے کچھ اور یاں بھی وابستہ ہیں۔ تم نے کبھی ان کی طرف بھی غور سے دیکھا ہے؟''

میں نے سریتا کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر آنسو رقصاں تھے۔ سریتا نے اس سے پہلے گفتگو کبھی نہیں کی تھی۔ ''سریتا! تم اپنے باپ کی طرح ایثار پیشہ ہو۔ تم رو رہی ہو؟'' میں نے ا ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام لیا۔ اقابلا کے گلاب کی پتیاں پھر بکھر گئیں۔

''تم اس سیاہ خانے میں ایک کرن ہو۔ جب یہاں سے تمام مرد اٹھ جائیں گے تو میری پناہ گاہ ہذب وحشیوں کی آغوش ہوگی، جس سے خود تم نے کئی بار مجھے بچایا ہے۔ سیدی جابر! تم اتنے خود ہو کہ تنہا مرنا چاہتے ہو؟ تم کہتے ہو کہ ماضی سے تمہارا تعلق نہیں ٹوٹا مگر تمہاری غیرت کہاں ؟''

اس کم سخن نازک اندام لڑکی نے پہلی بار ایسے دلکش اور گداز پیرائے میں مجھ سے باتیں کیں۔ یسا محسوس ہوا جیسے میں اسے فراموش کرنے کا جرم کرتا رہا ہوں۔ میں نے زور سے اس کے ہاتھ لیے اور انہیں بوسہ دیا۔

ذہن سے قصر اقابلا کے واقعے کا تاثر دور نہیں ہوا تھا لیکن سریتا نے ایک بکھرے ہوئے شخص کو

سمیٹ دیا۔ وہ جابر بن یوسف میں دوبارہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس مجھے بستر سے اٹھایا، میں نے گلاب کا پھول ایک پتے میں محفوظ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر تو کی حسین خادماؤں نے سرعت کے ساتھ میرا جسم معطر پانی سے دھویا۔ آج غسل کے بعد ایسا محو ہوتا تھا جیسے وہ میرے ساتھ کوئی سلوک کر رہی ہوں۔ سریتا نے میرے بال درست کیے۔ میں جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر توری کی دوشیزاؤں اور سریتا کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف اور اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ پھر میرے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ دل غذ طرف مائل نہیں تھا مگر میں سریتا کے ہاتھوں سے بھنے ہوئے گوشت کے لقمے حلق میں اتارنے پر تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طبیعت اعتدال کی طرف آ رہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز بار تھی کہ نرماز غائب تھی جو قصرا اقابلا کی طرف سے مجھے فرحت دیدہ راحت دل کے لیے عطیے کے ط سونپی گئی تھی۔ میں نے اسے متعدد بار پکارا مگر میری آواز خلاؤں میں گم ہوگئی۔ ایک رات اشارہ بھی طرح غائب ہوگئی تھی۔ شاید اقابلا نے اپنا عطیہ واپس لے لیا تھا۔ کسے معلوم تھا کہ اقابلا اور کیا د لے گی؟ کاہن اعظم سمورال اور سرنگا کے پاس جا کر میں ان سے قصرا اقابلا میں پیش آنے والے و کی توجیہہ و تشریح کا خواہاں تھا لیکن اس مقصد کے لیے یہ مناسب موقع نہیں تھا۔ رات بھر سر خادمائیں میری دل جوئی کرتی رہیں اور میرا غبار دور کرنے میں منہمک رہیں۔ وہ میرے قریب رہیں اور میں فیصلے سوچتا اور مسترد کرتا رہا تا آں کہ میں ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے پہلے میں توری کے سبزہ زار کی طرح تر و تازگی محسوس کر رہا تھا۔ ہاں ذہن کسی گوشے میں ایک اجنبی خوف چھایا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی، بے بس اور دل گرفتہ لوگوں کے بڑی گراں ہوتی ہے۔ پنجرے میں دن کا اجالا برا نہیں لگتا۔ تاریک بر اعظم ایک بڑا پنجرا تھا جو را اور خوف ناک ہو جاتا تھا۔ صیاد سے گداز کی توقع عبث تھی۔ دن کی روشنی پھیلی تو میں نے عزم کیا بن یوسف! باور کر کہ تو ایک درخت ہے، خود کو یہ تسلیم کرنے پر آمادہ کر کہ تو ایک بے پر پرند تیرے لیے مفر کی کوئی صورت نہیں۔ تیرا ہر سہارا بے بنیاد ہوگا۔ زمین پکڑنے کے لیے اپنی شاخیں دور تک پھیلا۔ آسمان پر اڑنے کے لیے اپنے بازوؤں میں دوبارہ پر بڑھا اور وقت کا انتظار کر۔ یوں نہ گنوا۔ دیوتاؤں کا جو بھی ردعمل ہوگا وہ تیری مضبوطی اور تیرے علم کی دیانت کی بنیاد پر ہوگا کی عظیم دیوی بھی اس سرزمین پر بے بسی محسوس کرتی ہے ورنہ اب تک وہ ہم تیرہ بختوں کو یہاں نکال لے جاتی۔ تیرے لیے اطمینان کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ تو خود کو ان سیاہیوں کا عادی بنا کیا تو نے پہلے غور نہیں کیا؟ کیا تو نے پہلے کچھ نہیں دیکھا؟ تو نے خود سے کہا کہ اس کا حصول ہے لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے بہتر کسی امکان کی تلاش ہے۔ تیرا انتشار ارتقاع میں تبد

پھر اپنی راہ کیوں بھٹک جاتا ہے؟ چل حرکت کر۔ چل کہ سوچتے سوچتے تیرا دماغ پھٹ جائے گا بیٹھے بیٹھے تیرے جسم پر زنگ لگ جائے گا۔ اُٹھ اور آسمان کی طرف مت دیکھ۔

مجھے یاد آیا کہ میں ایک راست سمت میں چل رہا تھا کہ اقابلا کی وید نے سارا سلسلہ درہم برہم دیا۔ مجھے پھر وہیں سے ابتدا کرنی چاہیے۔ اقابلا کی بارگاہ میں جانے سے پہلے میں نے جزیرہ ی میں ابھرنے والے خطروں کا سر کچل دیا تھا۔ میں نے نو جوانوں کو ہاتھ پاؤں پھیلانے سے پہلے پنے احکام کی زنجیروں میں باندھ لیا تھا۔ میں توری کا سب سے بڑا شخص تھا۔ اس زمرے سے وہ لوگ ج کر دیے جائیں جو اقتدار میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور جنگلوں، غاروں میں آبادیوں سے دور تاؤں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ توری کا یہ سب سے بڑا شخص سب سے غم زدہ شخص تھا کیونکہ غم کا عرفان حاصل تھا۔ اس کے احساسات نے اس ماحول میں پرورش نہیں پائی تھی۔ سارا قبیلہ سو تھا۔ بے سدھ پڑے ہوئے لوگ...... عورتیں اور مرد ایک دوسرے کے جسموں پر تکیہ کیے ہوئے ے۔ سکون اور اطمینان کی نیند...... انھیں دیکھ کر مجھے رشک آیا اور میں ان کے قدموں اور سروں سے ا ہوا گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ جنگل میں صبح کا منظر بڑا دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پرندوں کے چہچہوں اور ندوں کی گونج نے مجھے زندگی کا سبق سکھایا اور میں نے خود کو سمجھایا کہ میں یقیناً ان درندوں سے ل ہوں۔ میں بول سکتا ہوں، سوچ سکتا ہوں لیکن یہی تو ایک نقص ہے، بولنے اور سوچنے کی وجہ سے سان کائنات کی سب سے نحیف اور سب سے قوی مخلوق ہے۔ جنگل میں گزرتے وقت میں نے اب ک سیکھے ہوئے توری کے ظاہری و باطنی علوم سے اپنے لیے ایسا غار تلاش کرنا شروع کر دیا جسے میں سورال کی طرح اپنی عبادت گاہ یا سحر خانہ بناؤں۔ سمورال کی تربیت سے مجھے ماورائی علوم پر دسترس اصل ہوگئی تھی۔ میرے پاس نادر تحائف تھے۔ جارا کاکا کی کھوپڑی گرفت میں لے کر میں نے چوبی ژدہا متحرک کیا اور اسے زمین پر چھوڑ دیا۔ وہ زمین سونگھتا پھر رہا تھا۔ آخر میں نے اپنا موجودہ راستہ ک کر کے اونچے درختوں کے درمیان چلنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ اژدہا ٹھیر گیا۔ میں نے وہ دیوار یسی اونچی زمین نرمی سختی کا اندازہ کرنے کے لیے ڈگبی کے سینگوں سے کریدی۔ اُوپر کی مٹی ہٹی تو اندر غار کا ایک دیو قامت ٹکڑا نظر آیا۔ معلوم ہوتا تھا عرصے سے کسی نے اس غار کو نہیں چھیڑا ہے۔ جزیرہ ری میں ایسے غاروں کی کثرت تھی۔ ان میں ایک غار قصرا اقابلا کو بھی جاتا تھا جہاں سب سے پہلے ھے ژولین ملی تھی اور جو لمبی سرنگ کے بعد ایک عظیم الشان زمین دوز محل میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ گمان میں لوریما کے قصر تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے ایک غار سے گزرنا پڑا تھا۔ میں نے پتھر کی سامت ٹٹولنے کے لیے اپنے جسم کا سارا زور لگا دیا۔ میں اسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے اُوپر مٹی کی بیز تہہ تھی۔ جس پر جھاڑ جھنکاڑ تھے اور جسے چھوٹے درختوں نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، سب سے پہلے

میں نے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیے۔ پھر دُور جا کر پتھر پر شپالی کا نشانہ بنایا اور احتیاط کے طور پر جارا کا کا عمل دہرایا، جو مجھے سمورال نے سکھایا تھا۔ اندر روحوں کی موجودگی بھی ممکن تھی۔ جیسا کہ مجھے انگروما میں سابقہ پڑا تھا۔ شپالی کے زور اور جارا کا کا کے عمل سے پتھر ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ میں نے اندر کی بھیانک روشنی میں جھانک کر دیکھا۔ بدبو کا ایک جھونکا میرے نتھنے زخمی کر گیا۔ میں ایک لمحے سوچتا رہا، پھر چوبی اژدہا آگے کر کے میں نے غار کے اندر قدم رکھا۔ شپالی کی روشنی میں غار کے اندر کا حصہ عریاں ہو گیا تھا، اندر کی فضا بڑی مسموم تھی۔ میں حفظ ماتقدم کے طور پر زارشی کے صحرا میں بوڑھے عبادت گزاروں کا عمل یاد کر رہا تھا، جسے میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ ابھی میں غار کے اند زیادہ دور نہیں پہنچا ہوں گا کہ اژدہا میری ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ یہ خطرے کی علامت تھی۔ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی زور سے پکڑ لی۔ غار کی دیواریں ہموار نہیں تھیں۔ کہیں وہ تنگ اور کہیں فراخ تھیں اور اندر درختوں کے تنے نظر آتے تھے۔ طرح طرح کے جالے اور گرد۔ ان چیزوں سے اس کی کہنگی ثابت تھی۔

دفعتہً اندر سے خرخراہٹ سے مشابہہ کچھ ناقابل فہم آوازیں آنی شروع ہوئی۔ میں اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے ایک ہیولا اپنی طرف خاصا تیز بھاگتے ہوئے دیکھا۔ ہیولے کے قریب آنے پر شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ میری نظر کے دائرے میں نمایاں ہو گیا۔ وہ آنکھیں پٹ پٹا رہا تھا۔ نظروں میں حیرانی مترشح تھی۔ شپالی کی چمک اس کی آنکھیں خیرہ کر رہی تھی۔ اس کے سارے جسم پر بال اُگے ہوئے تھے اور وہ اتنا نحیف و نزار تھا کہ اس کے زندہ رہنے پر شبہ ہوتا تھا مگر اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی رمق موجود تھی۔ کیونکہ وہ شپالی کی روشنی میں ہیرے کی مانند چمک رہی تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک سیاہ منمنی گوریلا یا کوئی سیاہ ریچھ تھا۔ میں نے تاریک براعظم میں ایسے حلیے اور قد و قامت کا شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات اس کے چہرے اور غار کی شکستہ حالت سے صاف تھی کہ وہ عرصے سے باہر نہیں نکلا ہے اور اس اندھیرے غار میں لامحدود مدت سے مقیم ہے۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، میں فوراً کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ البتہ میں نے سوچا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ اس سرزمین کے ان عبادت گزاروں میں شامل ہے، جو اس طلسماتی دنیا کی روح ہیں، چنانچہ یہ ایک غیر معمولی ساحر بھی ہو گا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن یوں واپس ہونے کا اب کوئی امکان نہیں تھا۔ اس کے سکون استغراق اور ریاضت میں میرے مخل ہونے پر اس کے مزاج کا برہم ہونا فطری امر تھا۔ میں نے متوازن رویہ اختیار کرنے میں پہل کی اور نہایت احترام اور عزت سے اسے ریچھ کو مخاطب کیا۔ ان حالات میں یہی کیا جا سکتا تھا؟ میں اس کے آگے جھک گیا اور عجز و انکسار سے اپنا تعارف کراتے ہوئے میں نے اسے معذرت چاہی۔ وہ میرا انداز تخاطب حیرت

ے آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مجھے کوئی جواب دیے بغیر اشارہ کیا کہ میں اس ے پیچھے چلوں، انکار کا موقع نہیں تھا۔ میں اس کے پیچھے چلنے لگا لیکن اسی وقت سمورال کی مالا کے نے مجھے اپنے سینے پر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔ سمورال کی مالا پہلے بھی کئی خطرناک موقعوں پر مجھے قسم کی تنبیہ کر چکی تھی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اس بوڑھے کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے پنی ہتھیلی پر رکھ دی۔ دور اندر جا کر غار ایک چوکور کشادہ جگہ میں تبدیل ہو گیا۔ دیواریں میلی کچیلی اور تھیں۔ کوئی قندیل روشن نہیں تھی۔ کوئی مشعل بھی نہیں تھی۔ ایسی خوف ناک تاریکی میں وہ شخص نہ نے کب سے اس غار میں محبوس تھا۔

بڑے دائرے والی جگہ ٹھیر کر اس نے مجھے بڑے برتن سے ایک جام پیش کیا۔ میں نے شپالی اپنی ی میں بند کر لی۔ غار میں پھر تاریکی چھا گئی۔ جام پینے کے بجائے میں نے اسے زمین پر لوٹ دیا ۔ دوبارہ شپالی کی روشنی میں، میں نے خالی جام اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ایک ثانیے بعد وہ میرے دیک آیا اور اس نے بالکل غیر متوقع طور پر ہاتھ بڑھا کر میرے گلے سے چوبی اژدہا چھین لیا۔ ورال کی مالا کے دانوں کے انتباہ سے میں پہلے ہی محتاط ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے چوبی اژدہا اس سے طرح فوراً چھین لیا، جیسے اس نے چھینا تھا۔ میری اس جسارت پر اس کی آنکھیں قہر و غضب کی مت بن کر دہکیں اور اس نے جھنجلا کر وہیں کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ پشت کی طرف دراز کیا۔ دیوار تھی مگر اس کا چھوٹا سا ہاتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اچانک مجھے اپنے دائیں گال پر ۔ وقت متعدد کیلیں سی چبھتی محسوس ہوئیں۔ کیلوں کی نوکیں اتنی سخت اور شدید تھیں کہ میری چیخیں نکل ئیں اور میں شدت درد سے زمین پر پیر پٹخنے لگا۔ مجھے بوڑھے شخص کا ہنستا ہوا چہرہ نظر آیا۔ اس بدہیئت ، دانت اس کے حلیے کے تمسخر اور مضحکہ خیزی میں اضافہ کر رہے تھے اور وہ کوئی شیطان معلوم ہو رہا ۔ میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بے شمار پیروں والا یہ زہریلا بچھو میرے گال میں پیوست ہو گیا تھا جیسے کوئی میری روح کھینچ رہا تھا۔

درد و کرب میں لڑھکتے پڑھکتے میں نے ایک بار پھر صحرائے زارشی کا عمل دُہرا کے شپالی اپنے تے ہوئے گال سے مس کی، جہاں بچھ پیوست تھا۔ بچھو نے اپنے پیر اچانک ڈھیلے چھوڑ دیے۔ دوبارہ ب اس نے میرے زخمی گال پر یہی عمل کیا تو میں اذیت سے بری طرح تڑپنے لگا۔ میں نے شپالی یت اپنا ہاتھ گال پر طمانچے کے انداز میں مارا اور تمام طاقت یک جا کر کے اپنے گوشت سے بچھو دہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گوشت کا مچا، بچھو اور شپالی یہ تینوں چیزیں میں نے زمین پر پھینک ی اور اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ شپالی زمین پر گرتے ہی بوڑھا ساحر بندر کی طرح ی سے زمین کی طرف لپکا۔ مجھے آنے والے خوف ناک لمحوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے

نتائج سے بے پروا ہو کر اپنے تحائف پشت پر ڈال کر ساحر پر ایک زقند لگائی اور اس کا نحیف و نزار جسم دبوچ کے شپالی سے دُور کر دیا۔ اس کے بکری جیسے جثے میں شیر جیسی طاقت تھی۔ تاریک براعظم میں اس وقت میں نے موت کی پرواہ کیے اور کوئی توقف کے بغیر اس کا سر زمین سے مارنا شروع کر دیا۔ میں کوئی پاگل تھا یا کوئی بھوکا درندہ تھا۔ اس نے بڑی شدید مزاحمت کی اور مجھے اپنی ٹانگوں کے زور سے دیوار پر دھکیل دیا۔ وہ پھر شپالی کی طرف لپکا، مجھے اتنی فرصت نہیں تھی کہ اپنا چوبی اژدہا زمین پر ڈال دیتا۔ اس بار میں نے زور سے چیخ ماری، بوڑھے نے حیران نظروں سے پلٹ کر دیکھا، اس کا میری طرف متوجہ ہونا تھا کہ میں نے اچک کر اسے دبوچ لیا اور اسے لیے زمین پر لوٹ گیا۔ اس مصروف اور مشکل مرحلے میں میں نے کسی طرح یہ لمحہ بھی حاصل کر لیا کہ میں اپنے محسن اژدہے کو اشارہ کر سکوں۔ وہ شپالی کے حصول کے لیے زمین پر رینگنے لگا۔ بوڑھا شخص میرے جسم کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس کا سر زمین سے پاش پاش کر رہا تھا۔ اب کی بار میں نے اس کی دبلی پتلی مگر مضبوط ٹانگیں دبائی ہوئی تھیں۔ اژدہے نے شپالی نگل لی تھی۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں یہ عجلت تمام ڈبگی کے سینگ گلے سے اتار کر بوڑھے ساحر کے سینے میں پیوست کر دیے۔ اژدہا میری ٹانگوں کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا بوڑھا ساحر اب مشکل سے مزاحمت کرے گا لیکن میں نے اس گدھ کو کوئی موقع نہیں دیا اور شپالی اس کے جسم پر دے ماری، اس کی ہولناک چیخ سے سارا غار گونج گیا۔ وہ آخری چیخ تھی جس نے غار میں ایک گرج چمک سی پیدا کر دی تھی۔

اس کے بے دم ہوتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میرا دم بھی نکل رہا ہے۔ میں نے غار سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے قدم ڈگمگانے لگے اور میں ایک مقام پر بے سدھ گر گیا۔ وہ صبح تھی یا شام یا کئی دن گزر گئے۔ مستقل تاریکی اور مستقل روشنی میں وقت گزرتا محسوس نہیں ہوتا، وقت تو روشنی اور تاریکی کے نشیب و فراز سے عبارت ہے۔ جب میرے حواس خارجی اثر سے آزاد ہو گئے اور دوبارہ میرے جسم سے وابستہ ہوئے، تو میں نے دیکھا کہ میں غار کی نم زمین پر پڑا کراہ رہا ہوں اور میرا رفیق اژدہا میرا گال چاٹ رہا ہے۔ دفعتہً میرے ذہن میں سارا واقعہ کوند گیا' میں نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کے دیکھا۔ وہ حصہ زخمی ہو چکا تھا اور اژدہے کی رطوبت اور خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے اژدہے کو وہاں سے ہٹا کے اُسے ایک بوسہ دیا اور کراہتا ہوا اٹھا۔ نقاہت سی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے کسی نے سارے جسم کا رس نچوڑ لیا ہو، پھر غار سے باہر جانے کی بجائے میں اندر کی طرف بڑھا۔ چوکور دائرے کے قریب بوڑھے ساحر کی لاش جلی ہوئی پڑی تھی اور سارا غار شپالی کی وجہ سے منور ہو گیا تھا۔ میں نے ہر چیز کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ دیواروں پر لٹکے ہوئے نوادر مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور طلسمی آلات دیکھ کر میری حیرت دوچند ہو گئی۔ دیواریں ٹھونک کے میں نے اندر کے راستے دیکھے، پتھر کی دیواریں

میرے نوادر کی وجہ سے کھل گئیں اور میں کھوہ نما کمروں کے ایک سلسلے سے گزرا۔ یہ ایک بہت بڑی زمین دوز عمارت تھی۔ بہت بڑا طلسم خانہ۔ ہر کمرے میں نوادر کی ایک دنیا آباد تھی۔ عجب عجب شکل کی چیزیں۔ میں ان میں سے چند کا استعمال سیکھ چکا تھا اور ان کی اہمیت سے واقف تھا۔ میں مختلف کمروں کا جائزہ لیتا ہوا سرنگ پار کر کے غار سے باہر آ گیا۔ باہر بھی تاریکی تھی، اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک سموچا دن یا کئی دن مجھے اس غار میں گزر گئے تھے۔ سرد ہوا کے جھونکے نے رخسار کے زخم سے اور زیادہ ٹیس پیدا کر دیں لیکن اتنا بڑا اثاثہ پا کر خوف اور مسرت کے ملے جلے جذبات مجھ پر غالب آ گئے تھے۔ میں اپنا تکدر بھول چکا تھا۔ نقاہت کی وجہ سے غار کا دہانہ بند کرنا مشکل تھا کیونکہ بڑا پتھر پہلے ہی کتنے حصوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ دیر تک میں اِدھر اُدھر سے پتھر اور جھاڑ جھنکار جمع کر کے غار کے دہانے پر رکھتا رہا۔ میں اسے اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ جب دہانہ عام آدمیوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لائق ہو گیا تو میں اپنا زخمی گال سہلاتا ہوا کچھ فتح مندی، کچھ سرشاری، کچھ شک اور کچھ خوف کے احساسات کے ساتھ جنگل سے واپس چلا۔ جگہ کی شناخت میرے لیے مشکل نہیں تھی، اس لیے کہ پتھر اس ترتیب سے رکھے گئے تھے کہ میں اسے بڑی آسانی سے شناخت کر سکتا تھا۔ میں تھکا تھکا آبادی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

توری میں رات کا شباب نمایاں تھا۔ میں ان سے چھپتا چھپاتا اپنی جھونپڑی میں واپس آ گیا، سریتا میرا زخم دیکھ کر چیخ پڑی۔ مجھے گہری نیند آ رہی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کون جھونپڑی میں آیا، فزارو، زارے، سریتا قبیلے کے اور معمر لوگ۔ طبیب جواد، میں گہری نیند سو گیا، اس لیے کہ یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ یہ میرا ٹھکانہ تھا۔

دوسرے دن صبح میرے مکان کے باہر قبیلے کے لوگوں کا اژدہام تھا، جو اپنے سردار کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ فزارو اور زارے ایک طرف مودب کھڑے تھے اور سریتا خادماؤں کو احکام دے رہی تھی۔ باہر کے زبردست شور اور اندر کی سرگوشیوں سے میری آنکھ کھل گئی۔ سریتا کا اداس چہرہ کھل اٹھا۔ زارے نے باہر جا کر اعلان کیا کہ ان کا سردار خیریت سے ہے۔ میں رات بھر بے ہوش رہا تھا اور رات بھر توری کے اطبا میرے زخمی گال پر مشق ستم کرتے رہے تھے۔ زخم پر لیپ لگا ہوا تھا اور ہلکی سوزش ہو رہی تھی۔ میرے جاگتے ہی سریتا نے طرح طرح کے سوال شروع کر دیے اور ناراض ہونے لگی کہ میں خطروں میں دانستہ کود پڑتا ہوں اور اتنے بہت سے غلام ہونے کے باوجود تنہا جنگل میں سفر کرتا ہوں۔ میں نے سریتا کی بات سُنی ان سُنی کر دی۔ میں اسی وقت اُٹھ کر سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا تاکہ اسے کل کی مہم کا حیرت انگیز واقعہ سناؤں اور وہ نوادر دکھاؤں جو اب جزیرہ توری کی روایت کے مطابق میری ملکیت تھے۔ سمورال سے معلومات حاصل کیے بغیر میں ان نوادر کی اہمیت و

افادیت سے پوری طرح واقف نہیں ہوسکتا تھا۔ ہر چند سموراں کو وہاں لے جانے میں پس و پیش بھی تھا مگر سموراں کو شریک راز کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سرنگا بھی اس غار کی دریافت و بازیافت پر غیر معمولی ردعمل کا اظہار کرے گا، پھر مجھے خیال آیا اس معاملے کے انکشاف میں کسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے سموراں نے اپنے طلسمی کڑھاؤ میں خود میری کامیابی کا نظارہ دیکھ لیا ہو اور سرنگا کو بھی اپنی دیوی کی اعانت سے اس کی خبر ہوگئی ہو۔

اصل میں سب سے پہلا کام جزیرہ توری پر آئے ہوئے اجنبیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا جو ابھی تک قید میں تھے، دیوتاؤں اور اقابلا کو لازماً اس امر سے دل چسپی ہوگی کہ مہذب دنیا کا ایک شخص اپنے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ یہ ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا مگر یہاں مردم آزاری، دل آزاری جیسے روح فرسا رویوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اِدھر مہذب دنیا کے لوگوں سے ملنے، باز پرس کرنے اور ان کی دردناک سرگزشت سننے کا اشتیاق دبانا، اپنے آپ پر جبر کرنے کے برابر تھا۔ میں جلد از جلد ان کا فیصلہ کر کے اپنا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جتنی دیر ان کے فیصلے میں تاخیر ہوتی، میرے سینے پر ایک بوجھ رہتا۔ تنہا جانے کے بجائے میں نے فزارو اور زارمے کو ساتھ لے لیا۔ مجھے بستر سے اٹھتے دیکھ کر انہوں نے روکنا چاہا لیکن میں نے انھیں دھتکار دیا اور ایک خادمہ کو راستے سے ہٹانے کے لیے ضرب لگائی، وہ تڑپ کر ایک طرف ڈھیر ہوگئی۔ فزارو، زارمے اور سریتا نے اس کے بعد کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ میرے باہر نکلتے ہی ڈاکٹر جواد سمیت قبیلے کے سارے لوگ زمیں بوس ہو گئے۔ دور تک انسانوں کی پشتیں نظر آتی تھیں۔ پھر فزارو کے حکم پر وہ اٹھ گئے اور میں نے اپنے قریب کھڑا ہوا درخت ایک جھٹکے سے گرا دیا۔ مجمع میں نعرہ ہائے تحسین کا شور بلند ہوا، میں فزارو اور زارمے کے ساتھ ان کے درمیان گزرتا ہوا اس سمت جانے لگا جہاں اجنبی لوگ سب سے الگ تھلگ قید رکھے گئے تھے۔ انھیں دوبارہ دیکھنے کے لیے میرے قدم خود بخود تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ پہلی بار میں نے انھیں سرسری طور پر دیکھا تھا لیکن اب میں ان سے آنکھیں ملا سکتا تھا کیونکہ میں یہاں کا سردار تھا اور مہذب دنیا سے میرا تعلق ختم ہو چکا تھا۔ فزارو اور زارمے کے اشارے پر سارا مجمع منتشر ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد نے میرے ساتھ آنا چاہا، میں نے اسے روک دیا۔ سریتا بھاگ کر میرے پاس آ گئی، میں اسے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی لگی چل رہی تھی۔

اجنبیوں کی جھونپڑیوں پر نیزے بردار حبشی تعینات تھے۔ اپنے سردار کے سامنے وہ سربسجود ہو گئے۔ میں نے سریتا کو منع کیا کہ وہ اجنبیوں کے سامنے انکی زبان میں گفتگو نہ کرے بلکہ خاموش رہے۔ قیدیوں کو باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اندر سے بڑی شکستہ حالت میں قیدی یکے بعد دیگرے برآمد ہوئے۔ ان کے لباس تار تار تھے اور چہروں پر غم و اندوہ، امید و بیم کی کیفیتیں نمایاں تھیں۔ زارمے

نے پھنکار کر کہا۔ ''ہمارا سردار جابن بن یوسف!''

انہوں نے مضمحل گردنیں اُٹھائیں اور چونک کر میری طرف دیکھا، میں زارمے، فزارو اور وہ حبشیوں سے بہت مختلف تھا۔ سریتا کا چہرہ بھی توری کی لڑکیوں سے الگ تھا۔ وہ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن میرا حلیہ اتنا مقامی اور انداز اتنا وحشی تھا کہ وہ میرے اور سریتا کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ میرے نام کی ساخت بھی ان کے لیے چونکا دینے والی بات تھی۔ ہم سب بے لباس تھے، ہمارے جسم رنگے ہوئے تھے اور گلے میں متعدد قسم کے کڑے کنٹھے اور کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں میں سات مرد اور چار عورتیں تھیں۔ مردوں میں دو نوجوان کے سوا سب ادھیڑ عمر کے تھے۔ عورتوں میں تین نوجوان لڑکیاں تھیں اور ایک کوئی تیئس سالہ صحت مند بدن اور دلکش خدوخال کی عورت تھی۔ میں ان کی وحشت زدہ چہروں سے جھانکتی ہوئی قوتیں کس حد تک بیان سکتا تھا۔ یونانی، اسپینی۔ مصری، امریکی اور ایرانی تینوں نوجوان لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔ ایرانی اور امریکی ...... نقش ونگار کی لڑکیاں، ان میں سب سے زیادہ حسین تھیں۔ میرے بارے میں زارمے کا تعارف سن کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔

ان میں کوئی شخص تاریک براعظم کی زبان سے واقف معلوم نہیں ہوتا تھا، وہ آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔ میرے خدوخال کے بارے میں ان کی رائے دلچسپ اور متضاد تھی۔ میں خاموشی سے ان کی گفتگو سننے لگا۔ ''یہ وحشی سردار تو اس سرزمین کا شخص نہیں لگتا۔'' ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

''نہیں تمہارا خیال غلط ہے۔'' دوسرے نے رائے دی ''مہذب دنیا کا کوئی آدمی ایسا حلیہ اختیار نہیں کر سکتا۔''

''یہ تو بالکل وحشی ہے۔ حبشیوں کی کسی اعلا نسل سے اس کا تعلق ہے۔ مگر اس کا نام؟''

''اور یہ لڑکی؟'' انہوں نے کنکھیوں سے سریتا کی طرف دیکھا۔

''یہ لڑکی؟'' ادھیڑ عمر کا اسپینی کچھ سوچ کر بولا ''اس کے نقوش آرین ہیں مگر یہ تو برہنہ ہے۔ بہرحال بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔''

''ہمیں آزادانہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے تیور اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ ممکن ہے یہ ہماری زبان سے واقف ہوں۔''

''پاگل، یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیا تمہارے خیال میں یہ شخص کیمرج اور آکسفورڈ میں گیا ہو گا؟''

''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟ پتہ نہیں یہ ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کریں؟''

''مجھے تو یہ زمین پراسرار معلوم ہوتی ہے۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ ''اور ہو سکتا ہے یہ لوگ مردم خور ہوں۔''

''ہش۔ ہمیں بہتر حالات کی توقع کرنی چاہیے۔ انہوں نے ہمارے چار ساتھی مار دیے ہیں۔ ہماری ذرا سی نغزش سے کچھ اور ساتھی بھی ہم سے جدا ہو سکتے ہیں۔''

''کاش ہم ان کی زبان جانتے۔''

''کاش وہ ہماری زبان جانتے۔''

''ہمیں ان سے رحم کی بھیک مانگنی چاہیے۔''

میں ان کی سرگوشیاں پورے انہماک اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔ میں نے زارے کو مزید گفتگو کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ان کے خوف اور اندیشوں سے میرے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا اور مجھے اپنے فیصلے میں ہچکچاہٹ ہونے لگی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے زارے کو اشارہ کیا اور اس نے امریکی لڑکی کی لال قمیض پھاڑ دی پھر وہ اس کے سینہ پوش کی طرف بڑھا۔ امریکی لڑکی چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ ''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم درندوں میں گھر گئے ہیں۔ آہ شاید میں اپنی بیمار ماں کو اب کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔''

''میرے بچے میرا انتظار کرتے رہیں گے۔'' اسپینی نے کہا۔

''انہوں نے کبھی تہذیب کی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ گھور کر ہمارے لباس دیکھ رہے ہیں۔ ان کی نظروں میں خون ہے۔''

''کیا تمہارا کوئی شخص مقدس زبان سے واقف ہے؟'' زارے نے گرج دار آواز میں کہا۔ میں نے محسوس کیا اس کی نظریں سفید فام لڑکیوں کے بدن ٹٹول رہی ہیں۔

انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک تنومند نوجوان آگے بڑھ کر آیا اور اس نے مودبانہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اٹک اٹک کر کہا۔ ''ہم بد نصیب لوگ تمہاری زبان نہیں جانتے۔''

''تم کہاں سے آئے ہو؟'' زارے نے درشتی سے پوچھا۔

''ہم ڈربن جا رہے تھے کہ ہمارا جہاز ڈوب گیا۔ ایک کشتی میں جان بچا کر ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ہم بالکل بے ضرر لوگ ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔'' نوجوان نے آدھی انگریزی، آدھی مقامی زبان میں بہ مشکل یہ جملے ادا کیے۔

''جزیرہ توری مقدس اقابلا کی قلمرو میں شامل ہے اور اقابلا جارا کاکی مقدس روح کی نمائندہ ہے اور جزیرے کا سردار جابر بن یوسف ہے۔ جزیرہ توری کی روایت کے مطابق یہاں اجنبی منحوس

ردود سمجھے جاتے ہیں۔ تمہارے سر جارا کاکی کھوپڑی کی نذر کر دیے جائیں گے اور تمہاری عورتیں ہمارے سردار کی خدمت کریں گی۔'' میں نے زارے سے کہا۔ اس نے میرا حکم دہرایا اسی لمحے سریتا نے میرا بازو کھینچ کر مجھے مشتعل نظروں سے گھور کر دیکھا۔

نوجوان نے انگریزی میں زارے کا مطلب جس حد تک وہ سمجھ پایا تھا دوسروں کو سمجھایا۔ ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔ ''ہم یہاں آنا نہیں چاہتے تھے۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ یقیناً کوئی جہاز ادھر سے گزرے گا۔ ہماری کشتی خود بخود ادھر لگ گئی تھی۔'' نوجوان نے فریاد کے انداز میں کہا اور آہ زاری کرنے لگا۔ دوسرے قیدی بھی رقت میں اس کے شریک ہو گئے۔ زارے نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کیا۔

''ان کا سامان چھین لو اور ان کے کپڑے اتار دو۔'' میں نے حکم دیا۔ زارے نے سب سے پہلے امریکی لڑکی کے سینہ پوش پر ہاتھ ڈال دیا اور اسے کھینچ کر توڑ دیا۔ امریکی لڑکی زمین پر گردن جھکا کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی۔ زارے سینہ پوش کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے سریتا کی طرف پھینک دیا۔ اس نے غصے سے سینہ پوش امریکی لڑکی کو واپس کر دیا۔

''سیدی جابر! کیا تم اتنی دور جا چکے ہو؟'' وہ مقامی زبان میں بولی۔ زارے نے اب ایک مرد کی قمیض پھاڑ دی اور اس کی پتلون کے تمام بٹن توڑ دیے۔

''نہیں نہیں۔'' سریتا چیخنے لگی۔ ''ٹھہرو زارے! ٹھہرو۔'' زارے میری وجہ سے سریتا کا احترام کرتا تھا اس لیے ٹھہر گیا۔

''یہ سردار بڑا ظالم اور وحشی ہے اس سے ہمدردی کی امید کرنا بے کار ہے۔'' امریکی لڑکی روتی ہوئی میرے پاس آئی اور میرے ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ ''رحم اے معزز درندے رحم!''

میں نے اسے دھکا دے دیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی زمین پر دور تک چلی گئی۔ اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ سریتا نے پھر زور سے میرا ہاتھ دبایا میرے اس وحشیانہ اقدام سے تمام اجنبی قیدی فریاد کرنے لگے۔ سریتا بھی ان میں شامل تھی۔

میں ایک مجسمے کے مانند بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ''تم نے اگر کوئی فیصلہ کر لیا ہے تو اتنے شقی القلب نہ بنو۔'' سریتا نے نفرت سے کہا۔

''یہ لڑکی بڑی نیک اور رحم دل ہے۔ شاید وہ ہماری سفارش کر رہی ہے۔'' خوف زدہ عورت نے کہا۔ ''اور یہ شیطان اس سے متاثر بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں لڑکی کے توسط سے دوبارہ رحم کی درخواست کرنی چاہیے۔'' تھوڑی دیر میں آہ زاری اور فریاد و فغاں کا ناقابل اختتام سلسلہ شروع ہو گیا۔ امریکی لڑکی کا بدن جاذب نظر تھا۔ میں نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اس کی کلائی میں

بندھی ہوئی گھڑی اتار لی۔

''لے لو یہ تمہاری ہے۔'' وہ مسرت سے چلائی۔ ''مگر ہماری جان بخش دو۔'' اس کے ساتھ ہی ساتھ آٹھ مردانہ اور نسوانی گھڑیاں میرے قدموں میں ڈال دی گئیں جو سمندر کی طوفانی لہروں سے محفوظ رہ گئی تھیں۔ میں نے ایک مدت بعد گھڑی دیکھی تھی۔ زارے اور فزارو یہ عجوبہ دیکھ کر کھل کھلانے لگے اور ان کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے اجنبیوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

''معزز سردار یہ کیا ہے؟'' زارے نے اشتیاق سے کہا۔

''یہ تماشا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''وقت کا تماشا۔''

''وقت؟'' زارے حیرت سے بولا۔ ''کیا یہ کوئی سحر کارشمہ ہے؟ یہ بہت خوبصورت ہے۔''

''ہاں زارے' یہ مہذب دنیا کا سحر ہے۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔ ''یہ جزیرہ توری اور یہاں کے مکینوں اور یہاں کی عظیم الشان ملکہ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔'' میں نے گھڑی کی ساخت پر نظریں جما دیں۔ ''یہ ایک احساس ہے۔ صبح و شام کا احساس۔'' زارے نے اثبات میں گردن ہلائی۔ نوجوان بھی کچھ کچھ سمجھ رہا تھا، وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''بلاشبہ یہ شخص ان میں سب سے مختلف ہے۔ اس میں سنجیدگی، متانت اور فکر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ساتھیو! یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ہمیں صرف اس کے سامنے گڑگڑانا اور زندگی کی درخواست کرنا چاہیے۔''

''یہ بہت ظالم اور کمینہ شخص ہے۔ دیکھو اس کے چہرے پر کتنا بڑا زخم ہے۔ مگر اسے کوئی پروا نہیں۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ میں نے سوچا وہ یہ باتیں کس جوان رعنا کس طاقت ور شخص کے سامنے کہہ رہی ہے۔ کیا میں اتنا بدہیئت ہو گیا ہوں؟ کیا میری جلد اتنی کھردری اور خدوخال اتنے سخت ہو گئے ہیں؟ مگر یہ سب رنگ کا کرشمہ ہے جو میرے جسم اور چہرے پر لپا ہوا ہے۔

''ان سے کہہ دو۔ تمہاری عورتیں ہمارے جسم کی راحت کے لیے ہیں۔ اور تمہارے مرد دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے قربان کر دیے جائیں گے۔ ان مردوں کا فیصلہ جزیرہ توری میں برپا ہونے والے ایک بڑے جشن میں کیا جائے گا اور انھیں بتا دو کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین تنگ ہے کیونکہ وہ نحوست اور بربادی کی علامت ہیں۔ ان سے کہو کہ تاریک براعظم میں طاقت اور علم کو عظمت حاصل ہے چنانچہ فرار کی کوشش محض بے سود ہوگی۔'' زارے نے میرے احکام حرف بحرف دہرا دیے۔

پھر میں وہاں سے چلنے لگا۔ انہوں نے میری ٹانگیں پکڑ لیں اور رونے لرزنے لگے۔ میرے خصوصی محافظوں نے انہیں درندگی اور سفاکی کے ساتھ میرے جسم سے علیحدہ کیا اور روتی بین کرتی ہوئی عورتوں کو دھکے دے دے کے آگے بڑھانے لگے۔ میں نے اپنے مکان کے قریب ایک علیحدہ

جھونپڑی میں عورتوں کے قیام کے انتظام کا حکم دیا اور ان کی آرائش اور حفاظت کے لیے توری کی خادمائیں تعینات کر دی گئیں۔ سریتا میرے رویے سے اتنی سخت ناراض تھی کہ مکان آ کر اس نے مجھ سے بات تک نہیں کی۔

میرے ہاتھ میں کئی گھڑیاں تھیں صبح کے گیارہ بجے تھے۔ کیسا عجیب احساس تھا، میرے سامنے قت گردش کر رہا تھا۔ گھڑیوں نے مجھے اپنی دنیا کے بہت سے مناظر یاد دلا دیئے وہ بڑی گھڑیاں جو ررونق اور جدید ترین شہروں کے چوکوں میں نصب تھیں۔ وہ سڑکیں، موٹریں، بھیڑ' دکانیں یستوراں، کلب' بھاگتی ہوئی زندگی' مسکراتی ہوئی زندگی' گھڑی کی سوئی چل رہی تھی۔ ٹک ٹک ٹک اور یرے دل پر ہتھوڑے لگ رہے تھے۔ کبھی کبھی آدمی اپنے متعلق بھی اذیت ناک فیصلے کر لیتا ہے۔ آدمی اذیت پسند بھی تو ہوتا ہے۔ اجنبی لوگوں کے بارے میں اگر میں کوئی شدید رویہ اختیار نہ کرتا تو اریک براعظم کے نادیدہ دیوتا یہ فیصلہ کر دیتے، جارا کا کا کی مقدس روح کر دیتی اور حبشیوں کے تیز یزے کر دیتے' میں نے کیا کیا تھا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ تاریک براعظم کیا ہے؟ میں نے اس کا مزہ کھا تھا اور میں ہی جانتا تھا کہ اس سرزمین کی کتنی آنکھیں ہیں؟ کیسے دانت ہیں؟ کیا مجھے ان کی جاں خشی کر کے خود بھی ان کے ساتھ موت کا جام پی لینا چاہیے تھا؟ ایسی صورت میں یہ چار پانچ آدمی بھی تم ہو جاتے جن کی زندگی مجھ سے وابستہ تھی اور تاریک براعظم کے شب و روز میں کوئی فرق واقع نہ تا۔ میں سرد ہو جاتا تو کسی تبدیلی، کسی سرگرمی کے سارے سوراخ بند ہو جاتے۔ میں کوئی دلیل نہیں ے رہا ہوں۔ میں کوئی جواز تلاش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے اس موضوع پر بہت سوچا تھا اور میں وہ خ حقائق بیان کر رہا ہوں جن سے مجھے محسوس کرنے والے بھی کبھی دوچار ہو سکتے ہیں۔

اس دن بارہ بجے آہ، وقت پہ میری نگاہ تھی۔ وقت میرے ہاتھ میں تھا۔ بارہ بجے میں نے لان کیا کہ دو روز بعد جزیرہ توری میں جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے جشن میں اجنبی لوگوں کی قسمت فیصلہ کیا جائے گا۔''

وقت گزر رہا تھا۔ میرے سامنے گزر رہا تھا۔ ٹک ٹک ٹک۔ یکساں رفتار سے۔ میں نے دیکھا ی نے ایک چکر کاٹ لیا ہے۔ پھر دوسرا چکر، تیسرا چکر۔ میں نے مشروب حیات نوش نہیں کیا تھا جو ہ وقت کا یہ انتباہ پاؤں سے کچل دیتا۔ میں نے نظر ثانی کی اور سمورال کی اقامت گاہ کی طرف روانہ ۔ میں اس کی خدمت میں یہ گھڑی پیش کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اس کی عبادت گاہ میں داخل ہوا تو یری جانب لپکا میں نے اسے اپنی آوازیں محصور کرنے کے لیے اشارہ کیا۔ سمورال نے بھڑکتی ہوئی ں میں سیال مادہ جھونک دیا اور جب دھواں ہمارے چاروں طرف پھیل گیا ں نے اس کی خدمت میں مہذب دنیا کا تحفہ پیش کیا۔ وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا میں نے

اسے وقت کا گورکھ دھندا سمجھایا۔ سمورال کے چہرے پر اضطراب طاری تھا وہ کچھ اور باتیں کرنا چاہتا تھا، اس نے گھڑی ایک طرف رکھ دی۔ میں نے قصر اقابلا میں پیش آنے والے واقعے سے اسے آگاہ کیا۔ وہ حیرت میں پڑ گیا اور اس نے میرے قریب آکر میری آنکھیں اس طرح دیکھنی شروع کیں۔ جیسے ان میں کوئی کنکر پڑ گیا ہو۔ پھر وہ میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور ایک طرف بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ ''جابر بن یوسف! وہ غنودگی کے عالم میں بولا۔ ''تم جانتے ہو کہ میں تمہارا اتالیق ہوں اور تمھیں میری تربیت اور تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔''

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں اور اپنے محسن کا دل سے احترام کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میری بات سنو۔ تمہارا اتالیق ہونے کی حیثیت سے میں تم سے وفاداری اور اطاعت شعاری کا عہد لینا چاہتا ہوں۔''

''میں کئی بار اس کا اظہار کر چکا ہوں کہ میں اس سرزمین میں تم سے کتنا قریب ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی ترام کی شادی مجھ سے ہوئی تھی۔ سب سے پہلے تم ہی نے مجھے اس جزیرے پر پناہ دی تھی۔ کیا میرے گزشتہ عہد کی تجدید کی پھر ضرورت پڑ گئی؟''

''میں جارا کا کی مقدس روح کو درمیان میں لانا چاہتا ہوں۔ کیا تم آمادہ ہو؟'' اس نے زور دے کر کہا۔

''کیا کاہن اعظم کو مجھ پر کوئی شبہ ہے؟'' میں نے ناراضگی سے کہا۔ ''اے مقدس کاہن! مجھے حکم دے کر دیکھو۔''

''میں ایک رسمی عہد چاہتا ہوں۔'' کاہن نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''تم جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر لو لیکن کیا یہ کام اس وقت ضروری ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں تم شاید کچھ اور سنانا چاہتے ہو۔''

''ہاں۔ شاید کاہن اعظم کے علم میں ہو یا شاید اس نے گزشتہ دن عبادت میں گزار دیا ہو۔ میں تمھیں بتاؤں۔'' میں نے کل دریافت ہونے والے غار کی پوری روداد اسے سنا دی۔ وہ بیٹھا ہوا یکا یک کھڑا ہو گیا۔ اور کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر اس نے کہا۔ ''کیا تم وہ غار مجھے دکھا سکتے ہو؟''

''کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے مقدس کاہن اسے دیکھ کر خوش ہوگا۔''

کاہن اعظم کا تجسس ناقابل فہم تھا۔ ہم دونوں اسی وقت گھنے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہلکی دھوپ تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ چار بج رہے تھے۔ رات ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی تھے میرے ذہن میں اس وقت اجنبی لڑکیاں تھیں۔ میں انھیں قریب بٹھا کر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اور

رامریکی لڑکیاں میرے حواس پر چھائی ہوئی تھیں۔ بہت دنوں بعد ایک رات آئی تھی جس کا مجھے ظار تھا۔ غار کی تلاش میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ کاہن کی متجسس نگاہیں دہانے پر لگی ہوئی تھیں۔ ہم نوں نے مل کر دہانہ صاف کیا اور اندر داخل ہو گئے میں نے شپالی سامنے کر لی۔ کاہن اعظم دیر تک ر کے ایک ایک کمرے اور نوادر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر جب اس نے بوڑھے شخص کی لاش دیکھی تو وہ ل گیا۔ پھر کاہن اعظم کسی ایسے کمرے میں ٹھس گیا جو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ ہم دونوں کے یان کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔ غار اچھی طرح دیکھ کر ہم پھر باہر آ گئے اور میں اس کی طرف سوالیہ روں سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر تردد صاف نظر آ رہا تھا۔

''تم نے اسے کیسے مارا؟'' اس نے سوال کیا۔

میں نے پھر پورا واقعہ دہرا دیا۔ وہ توجہ سے سنتا رہا۔ ''کیا میں نے کوئی غلطی کی؟ مگر میں اسے نا نہیں چاہتا۔''

''یہ اس برگزیدہ شخص نے کیا کیا۔ وہ صحرائے زارشی جانے کے لیے تڑپتا رہا تھا؟ اسے انتظار رنا چاہیے تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میرے سوال پر کاہن اعظم سنبھل گیا۔

''کچھ نہیں۔ جابر بن یوسف! ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے۔'' وہ جھنجلا کر بولا۔

میں سمجھ گیا۔ وہ کھلی فضا میں گفتگو سے گریز کر رہا ہے۔ ''کیا تم مجھے ان نوادر کی تربیت دو گے؟ یہ چیزیں اب میری ملکیت ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصراً کہا اور جنگل کے کنارے مجھ سے جدا ہونے لگا۔ میں نے چلتے چلتے سے اجنبی لوگوں کے مستقبل کے بارے میں رائے پوچھی تو اس نے بھی وہی کہا جو اقابلا نے تھا۔ کاہن اعظم غار کے ملاحظے کے بعد کچھ حواس باختہ سا نظر آ رہا تھا اور مجھے اس کے حواس باختگی لف آ رہا تھا۔

جنگل میں اسے چھوڑ کر میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے پاس گیا۔ سرنگا میری آمد کا منتظر تھا۔ دیکھتے ہی اس نے دہانے پر دیوی کا پہرا لگوا دیا اور مجھ سے کہا۔ ''تم چند خبریں لے کر آئے ہو مگر مختصر کلامی پسند کروں گا۔'' میں ایک طویل گفتگو کے لیے اس کے پاس آیا تھا لیکن سرنگا نے مجھے ث و مباحثہ سے منع کیا۔ میں نے مختصراً اسے قصر اقابلا کی روداد سنائی۔ اس نے بھی سرزنش کی اور رہ دیا کہ مجھے توری کی وہ جڑی بوٹیاں استعمال کرنی چاہئیں جن سے جذبات کی آتش فشانی سرد کی لتی ہے۔ اس نے ایک سردار۔ ایک مقتدر شخص کے اوصاف پیدا کرنے پر زور دیا اور کہا کہ مجھے اپنا ا بحال کرنے کے لیے غیر معمولی قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ میں نے اسے جزیرہ توری میں آنے

والے لوگوں کے بارے میں رائے طلب کی تو وہ افسردگی اور اضمحلال سے بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمھیں معلوم ہے میں نے ڈاکٹر جواد کی جاں بخشی کی منت کی تھی مگر تم نے جو سوچ رکھا ہے وہی ایک صحیح اور راست اقدام ہے۔'' اس نے ایک جھرجھری لی۔ ''میں ضرور اس خونیں تماشے میں شریک ہوں گا۔''

پھر میں نے غار کی دریافت کا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔ سمورال کی طرح سرنگا نے بھی اس واقعے میں گہری دل چسپی لی اور اس نے مجھ اسی وقت اس غار میں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں بہت تھکا ہوا تھا میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ایک گھڑی میں نے سرنگا کو دے دی۔ اس نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور کہنے لگا۔ ''سیدی جابر! تم پر ایک بہت بڑی ذمے داری آ پڑی ہے۔ متمدن دنیا کے لوگوں سے نمٹ کر تمھیں اس غار کی طرف توجہ دینی ہے۔ تمھیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے کہ تم نے کتنی بڑی مہم سرانجام دی ہے۔ آہ اگر وہ بوڑھا ریچھ اتنی کڑی ریاضت کے بعد ایک غلطی نہ کر بیٹھتا تو مجھے تمہاری صورت دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ کون جانے پھر کیا ہوتا۔''

''اس نے کیا غلطی کی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''وہ تمہارے نوادر' خصوصاً شپالی دیکھ کر اپنا منصب بھول گیا ہوگا۔ اس نے حرص کی اور اپنے آپ کو کھو دیا۔''

سرنگا نے اپنی دیوی کو اشارہ کیا، غار کا دہانہ خالی ہو گیا۔ سرنگا حسب معمول اقابلا کی تعریف و توصیف میں مصروف ہو گیا۔ میں بھی اقابلا کے حسن و جمال اور اس کی نوازشوں کا ذکر کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ توری کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مجھے فزارو اور زارمے نے گھیر لیا۔ رات شروع ہو چکی تھی۔ رات کا ہنگامہ گرم ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے مکان جانے کے بجائے اس جھونپڑی کا رخ کیا۔ جہاں میرے حکم کے مطابق جزیرہ توری پر آنے والی لڑکیاں قید کی گئی تھیں۔ پہرے داروں نے مجھے راستہ دیا اور میں اس کے ہاتھ سے مشعل لے کر اندر داخل ہو گیا۔ یہ جھونپڑی عام جھونپڑیوں سے بڑی تھی۔ اس میں پہلے سے مشعلیں روشن تھیں۔ اندر میں نے ایک ہوش ربا نظارہ دیکھا۔ توری کی عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔

ایرانی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے اس سے میں نے مقامی زبان میں نرمی سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے جان بوجھ کر ایسا لہجہ اختیار کیا کہ وہ نام پوچھنے کا مطلب سمجھ لے۔ اس نے کچھ سمجھنے نہ سمجھنے کے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ میں نے سوال دہرایا۔ امریکی لڑکی نے کہا۔ ''شاید وہ نام پوچھ رہا ہے۔ اس وحشی کی سمجھ میں تمہارا نام آ جائے گا؟'' اس نے طنز کیا۔ ''بتادو

ری مظلوم لڑکی بتادو۔ ممکن ہے وہ یہی پوچھ رہا ہو۔''

''فروزیں۔'' ایرانی لڑکی نے سہم کر کہا۔

میں نے باری باری سب کی طرف اشارہ کیا۔

ایک عورت نے اپنا نام جولیا' اس کے برابر بیٹھی ہوئی جرمن (غالبًا) لڑکی نے اپنا نام مارشا

میں نے امریکی کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ ''جینا۔'' وہ نرمی سے بولی۔ فروزیں، جولیا، مارشا، جینا، ...نے دانستہ تلفظ بگاڑ دیا۔ ''اس نے نام کتنی جلدی یاد کر لیے۔'' جولیا نے کہا۔

میں نے توری کی لڑکیوں سے کہا کہ وہ ان کے لیے اعلیٰ غذاؤں کا اہتمام کریں۔ انہوں نے ...بت کی کہ ان لڑکیوں نے کپڑے اتارنے اور اپنے جسم کی مالش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میرے ...پر فوراً عمل کیا گیا۔ ان کے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کر دیا گیا۔ انہوں نے میری طرف تشکر اور ...ت کی نگاہوں سے دیکھا۔ پہلی مرتبہ ممنونیت کے آنسو ان کے چہروں پر رقص کرنے لگے۔ میں ان ...سن کا تذکرہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں، صبح کی ان لڑکیوں اور اس وقت کی لڑکیوں میں ...فرق ہو گیا تھا۔ ان کے بدن چمک رہے تھے۔ ان کی جلد صاف تھی اور خدوخال بیحد دلکش اور ...تھے۔ میں فروزیں کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے یہ خیال ترک کر دیا۔ ان کی سہمی نگاہوں نے میرے اندر کے سوتے ہوئے آدمی کو متاثر کر دیا تھا۔ میں اس وقت وہاں سے چلا آیا ...ں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر رقص و سرود میں آدھی رات گزار دی۔ میں سریتا ...نے کا انتظار کر رہا تھا۔

علی الصباح جب سریتا سو رہی تھی۔ میں اپنے مکان سے جنگل کی صبح کا نظارہ کرنے کے لیے ...۔ اصل میں میرا مقصد یہ تھا کہ سریتا میرے سامنے اس وقت تک نہ آئے جب تک اجنبیوں ...ے میں ہونے والا جشن ختم نہ ہو جائے............ توری قبیلہ سویا پڑا تھا............ میں آگے نکل گیا ...ی صبح مجھے جنگل کے پرندوں، درندوں کے ساتھ وقت گزاری کا دلچسپ مشغلہ ادھورا چھوڑنا ...ں لیے کہ زارمے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور اس نے یہ ...خبر سنائی کہ تھوڑی دیر پہلے گویا صبح کاذب کے وقت اجنبیوں نے اپنے پہرے داروں پر حملہ کر ...دو کو موقع پر ختم کر کے جنگل میں گم ہو گئے۔ ان میں پانچ آدمی دوبارہ گرفتار کر لیے گئے ہیں، ...گھنے جنگل میں کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ زارمے اپنے سردار کے سامنے بہت خفیف تھا۔ یہ خبر ...برا قہقہہ نکل گیا۔ ''فرار............'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''فرار............ تاریک براعظم کی ...اسے؟''

"ہاں معزز سردار، لیکن ہم انھیں جلد پکڑ لیں گے۔"

"نہیں وہ خود تمہارے پاس آ جائیں گے اور اگر وہ کل تک نہ آئے تو ایک اور جشن برپا ہوگا۔ زارمے! تم اطمینان سے اپنے قبیلے میں جاؤ اور کل منعقد ہونے والے جشن کی تیاری کرو۔ یہ جشن قربانی اتنے تزک و احتشام سے منایا جائے کہ جارا کاکا کی مقدس روح نہال ہو جائے۔"

زارمے کے ساتھ میں بھی آبادی میں واپس آ گیا اور زارمے کی زمین کی طرف چل پڑا جو کبھی شوالا کے زیرِ نگیں تھی۔ میں دن بھر وہاں رہا اور دن بھر زارمے کی عورتیں اور جوانان رعنا میری خدمت میں مستعد رہے۔ میں نے سمورال کو کل کے جشن میں شریک ہونے کے لیے ایک پیغام بھیجا۔ رات کو میں فزارو کی زمین پر چلا آیا جہاں میرا مکان تھا۔ اجنبی اسیر ابھی تک مفرور تھے۔ میری حالت عجیب تھی.......... میں خود فرار ہو رہا تھا.......... ادھر ادھر، خالی خالی.......... میں اپنے اندر مفرور تھا۔ مجھے کل کا انتظار تھا۔

☆==========☆==========☆

اور کل آ گئی۔ توری کے وسیع میدان میں ہنگامہ برپا تھا دونوں قبیلوں کی عورتیں اور مرد یک جا تھے اور ان اسیروں کو دیکھ دیکھ کر شور مچا رہے تھے جو میدان کے درمیان درختوں کے تنوں سے بندھے بے بس کھڑے تھے۔ میری نشست کے لیے ایک اونچے پتھر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ توری کے دوسرے معززین نے آج اپنے جسم نئے انداز سے رنگے تھے۔ قربانی کی رسموں میں حصہ لینے والے جوانوں کی ٹولی بڑی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ ان کے سیاہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ انہوں نے اپنے نیزے بلند کر رکھے تھے اور دائرے کی صورت میں ناچ رہے تھے۔ میں مقررہ وقت پر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ سرنگا وہاں پہلے سے موجود تھا۔ پھر کاہن اعظم سمورال کی آمد کا غلغلہ ہوا اور مجمع مودب کھڑا ہو گیا۔ سمورال نے بھی ایک اونچی نشست پر جگہ سنبھال لی۔ فزارو اور زارمے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ سمورال کے بیٹھتے ہی نقاروں کا زور بڑھ گیا۔ ننگ دھڑنگ وحشی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے گا رہے تھے اور اپنی زمینوں کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ میری بلند اقبالی اور سرفرازی کے لیے بار بار میرا نام لیتے تھے اور مجھے توری کے قوانین کی پیروی کے لیے تلقین کر رہے تھے۔

اور میرے سامنے وہ اسیر تھے جن کا جرم یہ تھا کہ وہ موت سے جدوجہد کرتے ہوئے سمندر کی آدم خور لہریں پھاڑ کر ادھر توری کی پراسرار زمین پر زندگی کی تلاش میں آ نکلے تھے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں توری کا سردار تھا۔ میں ایک سردار تھا چنانچہ مجھے توری کی روایتوں کے مطابق ان کا خون دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ ہماری بات دوسری تھی۔ جب ہم یہاں آئے تھے تو ہمارے بیشتر

مارے گئے تھے۔ مردوں میں صرف ڈاکٹر جواد، میں اور سرنگا بچے تھے۔ سرنگا اپنے علم و فضل اور دیوی کی مدد سے، میں اپنی شجاعت و ذہانت کے بل پر اور ڈاکٹر جواد نے طبیب ہونے کے باعث امان پائی تھی۔ اتنی مدت گزرنے کے بعد امان بھی نہیں تھی۔ میں نے صدق دل سے اس سرزمین میں سحر و اسرار سے مفاہمت کر لی تھی کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا جس کے نظیر مہذب دنیا پیش نہیں کر سکتی۔

وحشیوں کے درمیان، درختوں کے تنے سے بھیڑوں بکریوں کی طرح بندھے ہوئے یہ لوگ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوتے وقت بڑے دل گیر اور اداس نظر آتے تھے۔ ان کی جلدیں چند دنوں کے اندر ہی اپنی چمک کھو چکی تھیں۔ سریتا کی نظریں انھی پر جمی ہوئی تھیں۔ ہاں سمورال اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی کبھی کبھی میری طرف دیکھ لیتا تھا۔ سریتا میری نشست سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ میں نے دانستہ اس کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔

سب سے پہلے میرے حکم پر قیدی لباس سے آزاد کیے گئے۔ مردوں نے کسی چون و چرا کے بغیر اپنے جسم برہنہ کر لیے۔ مخصوص دستے کے افراد نے انہیں اپنے نیزوں کے حلقے میں لے رکھا تھا۔ میں نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں انھیں جرائم سے آگاہ کیا، پھر انھیں اپنے منتخب آدمیوں سے مقابلے کی دعوت دی لیکن وہ بری طرح خائف تھے۔ ان کے چہرے زرد تھے۔ وہ مقابلے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہاں ان میں کوئی جابر بن یوسف ہوتا تو ایسی موت ہرگز نہ مرتا۔ وہ بار بار رحم کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن ان میں سے ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس نے اب تک بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جو مقامی زبان میں کسی قدر شد بد رکھتا تھا۔ اس کے قویٰ مضبوط تھے، وجاہت اور صحت کے اعتبار سے بھی وہ دوسرے اسیروں سے برتر تھا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا اور اچانک کھڑے ہو کر فزارو کو حکم دیا کہ مردوں کے جسموں میں نیزوں سے سوراخ کر کے ان کا خون اکٹھا کیا جائے، پھر جارا کاکا کی مقدس کھوپڑیوں کو ان کے خون سے غسل دینے کی مقدس رسم ادا کی جائے۔

میرے حکم کی دیر تھی۔

قربانی کی رسم میں حصہ لینے والے لوگوں کی ٹولی پہلے ہی پوری طرح چاق و چوبند تھی ان کے سیاہ برہنہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ نیزوں کی اَنیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ دائرے کی صورت میں ڈھول اور تاشوں کی تھاپ پر وحشیانہ رقص کرتے ہوئے مقدس قربانی کے مخصوص جملے ایک ساتھ ادا کر رہے تھے۔ جارا کاکا کی کھوپڑی ایک اونچے پتھر پر ایستادہ تھی جس کے نیچے ایک بڑا سا گڑھا اور ایک بڑا برتن رکھا تھا۔ میں اونچی نشست پر ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ ان کی موت میرے ہاتھ کی جنبش کی منتظر تھی۔ میں نے ان پانچوں اسیروں کو دیکھا۔ مہذب دنیا کے یہ لوگ تصویر عبرت بنے کھڑے

تھے۔ کاش میں ان کی نجات کا حکم دے سکتا مگر میں ایک بااختیار شخص ہونے کے باوجود بہت بے اختیار آدمی تھا۔

ان کی نجات میری ہلاکت تھی اور میری ہلاکت کے بعد بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہیں گے۔ انہیں مرنا ہی تھا کیونکہ وہ سحر وافسوں کی سرزمین پر آ گئے تھے اور یہی اچھا بھی تھا کہ وہ مرجاتے۔ کیونکہ زندگی کے اس ہولناک تجربے سے گزرنے کے بعد ان کے پاس اسے بیان کرنے کا وقت بھی نہ رہتا۔ دراصل وہ اسی دن مرگئے تھے جب طوفانی موجوں نے ان کا جہاز اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اب تو ان کے جنازوں کی رسم ان کے سامنے ادا ہوئی تھی۔ میں نے سمورال اور سرنگا کی طرف دیکھا پھر میری نظریں خود بخود آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے جابر بن یوسف کو مجبور کیا کہ وہ اپنا ہاتھ نیچے گرا دے۔ جابر بن یوسف نے مجبوراً ایسا ہی کیا اور میرے دل میں ایک لمحے کے لئے رحم کے جو فاسد خیالات آئے تھے میں نے ان سے کنارہ کشی کی اور اپنے برہنہ جسم اور اپنے گلے میں لٹکے ہوئے نوادر کی طرف نگاہ کی۔ میں جابر بن یوسف کے خول سے جزیرہ توری کے سردار کی شکل میں جلد ہی واپس آ گیا میرے ہاتھ کی جنبش نے رقص میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور توری کے مغلوب الغضب لوگوں کا دائرہ اجنبیوں کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ اجنبی اسیر گڑگڑانے لگے مگر ایک قیدی، ایک نوجوان قیدی ابھی تک گنگ کھڑا تھا۔ اس نے کسی بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ حسرت اور حیرت سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی میرے بیٹھتے ہی لوگوں کی ایک ٹولی اپنے نیزے لہراتی ہوئی اسیروں پر ٹوٹ پڑی۔ انہیں گھسیٹ کر اس مقام پر لایا گیا جہاں جارا کا کا کی کھوپڑی اور ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا۔ ایک ادھیڑ عمر کی قیدی سب سے زیادہ شور مچا رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے گھسیٹ کر برتن پر اس طرح اوندھا کر دیا گیا کہ اس کا سر برتن کے اندر ہو جائے۔ اس کے بعد جو شخص بھی رقص کرتا ہوا اس کے قریب سے گزرا، اس نے نیزے سے قیدی کا جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ چار اشخاص اسے پکڑے ہوئے تھے۔ زخمی شخص پچھاڑیں کھا رہا تھا لیکن اس کی ہر چیخ نیزے چھونے والے افراد کے غضب میں اور شدت پیدا کر دیتی۔ جب نیزوں سے اس کا جسم بالکل چھلنی ہو گیا تو نوجوانوں نے باری باری آگے بڑھ کر اس کی گردن پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ ہر وار پر قیدی کا جسم اس طرح تڑپ جاتا جیسے اسے بجلی کے جھٹکے دیئے جا رہے ہوں پھر قیدی کی سانس ٹوٹنے سے پہلے اسے پیروں سے پکڑ کر برتن میں لوٹ دیا گیا تا کہ اس کا سارا خون برتن میں جمع ہو جائے۔ کچھ ہی دیر میں ادھیڑ عمر کے قیدی کا جسم خون سے خالی ہو گیا اور اسے زندگی سے بھی نجات مل گئی۔ پھر اس کا جسم میدان میں پھینک دیا گیا۔ برتن میں نہایت احترام سے جارا کا کا کی کھوپڑی ڈال دی گئی اور خون میں نہلانے کے بعد دوبارہ اونچے پتھر پر رکھ دی گئی۔

زارے اور فزارو تیزی سے ہجوم چیر کر برتن کے قریب پہنچے اور انہوں نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال کر چلوؤں سے خون چکھا اور پھر زمین پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میری اور سمورال اور سرنگا کی خدمت میں خون کا جام پیش کیا گیا۔ میں نے سرنگا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سرنگا کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ہیجان برپا تھا لیکن اس نے نہایت سکون کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کر کے جام اٹھایا اور آنکھیں بند کئے کیسے اسے ہونٹوں تک لے گیا۔ میں نے اور سمورال نے کسی جھجک کے بغیر ادھیڑ عمر مہذب اجنبی کے تازہ خون کا جام نوش کیا پھر اس متبرک خون سے سارے ہجوم کو فیض یاب ہونے کا اشارہ کیا قبیلے کے تمام افراد ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ہر شخص خون کا ایک قطرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ برتن ہجوم کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ عورتیں اور مرد چیخ پکار کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں تھے۔ لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں ایک ایک قطرہ نصیب ہونا بھی مشکل تھا، بہت سے لوگ برتن تک نہیں پہنچ سکے اور مایوس ہو کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ برتن اب خشک ہو چکا تھا۔

جارا کا کا کی اس متبرک قربانی کے وقت خون کے قطرے تقسیم نہیں کیے جاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا جو بازی لے جاتا، وہ خون کے زائد قطرے حاصل کر لیتا، جس نے اپنا دہن اس مقدس سیال سے تر کیا، اس نے جارا کا کا کی روح سے قربت حاصل کر لی۔ خون کے بڑے برتن کے گرد ابھی تک چھینا جھپٹی ہو رہی تھی حالانکہ اس میں ایک قطرہ خون باقی نہیں رہا تھا۔ جو آگے تھے وہ جھک کر اپنی زبانوں سے چاٹ رہے تھے۔

پھر دوسرا قیدی لایا گیا، وہ یہ منظر دیکھ کر پہلے ہی نیم جاں ہو چکا تھا، اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں اور چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ اس کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا، وحشی مقامی نوجوان جو اولین قیدی کے خون سے مست ہو گئے تھے وہ اب اور زیادہ سرشوری کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسرے قیدی کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ اس کے گرم خون میں بھی جارا کا کا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا۔ اور میری اور سمورال اور سرنگا کی خدمت میں اس کا لبالب جام پیش کیا گیا۔ پھر وہی طوفان اٹھا اور چشم زدن میں خون کا برتن پھر خالی ہو گیا۔ تیسرا شخص، چوتھا شخص، یکے بعد دیگرے چاروں اشخاص کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا، ہر بار قبیلے کے لوگ برتن خالی ہو جانے کے بعد جارا کا کا کی روحانی عظمتوں کے متعلق توری کی زبان کے بہترین لفظ ادا کرتے، یہ شاعری نہیں تھی مگر لفظوں کا ایسا مرکب تھا جس میں آہنگ تھا، ترنم تھا اور گرج، چمک تھی۔ ساری شعری خوبیاں موجود تھیں، یہ دن توری میں جارا کا کا کی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت کا دن تھا کیونکہ دیوتا نے خود اپنے لیے قربانی کا سامان فراہم کیا تھا۔ میری نظریں اس آخری قیدی پر مرکوز تھیں جو نہ کپکپا رہا تھا، نہ فریاد کر رہا تھا۔ نوجوانوں کا گروہ وحشت ناک انداز میں رقص کرتا ہوا اس کی جانب

بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے مقتل تک لاتے وہ از خود قدم بڑھاتا ہوا گڑھے کے قریب جا کر ٹھہر گیا۔ اس کی یہ جسارت میری نظریں چکاچوند کر گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف و دہشت کے بجائے خون جھلک رہا تھا۔ اس کی دلیری دیکھ کر نوجوانوں کے گروہ کا رقص اور تیز ہو گیا۔ مقتل میری نگاہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ وہ قد و جسامت اور رنگ کے اعتبار سے ایک دلکش اور قابلِ رشک صحت کا نوجوان تھا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے پھر جارا کا کا کی عبادت کی رسمیں ادا کی گئیں لیکن وہ اپنی جگہ ثابت قدم کھڑا رہا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا، سرنگا پہلو بدل رہا تھا اور اس آخری قیدی کو والہانہ انداز سے دیکھ رہا تھا، میں نے اشارہ کیا، چار افراد آگے بڑھ کر نوجوان کی جانب بڑھے تاکہ اسے پچھاڑ کر برتن میں اوندھا کر سکیں لیکن اس لمحے نوجوان چیخ پڑا، خون کی تمازت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے آدمیوں کو حقارت سے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ شاید یہ بدقسمت نوجوان مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ یہ کھیل جارا کا کا کی مقدس روح کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوتا۔ قبیلے کے لوگ اور خون خوار ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے نیزے نوجوان کے جسم کو نشانہ بنا دیتے مگر میں نے بلند آواز میں انہیں روکا اور اپنی نشست سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا، نوجوان کی مضطرب آنکھیں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے رحم کی درخواست کے بجائے نفرت کا اظہار نمایاں تھا، چہرہ لہولہو تھا اور اس کا جسم پھڑک رہا تھا، میں اس کے قریب جا کر تھم گیا۔ ''کیا چاہتے ہو؟'' میں نے اسے سرد آواز میں مخاطب کیا۔

''میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا کیونکہ تم ایک ایسے جانور ہو جسے اتفاق سے بولنا آتا ہے۔'' اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں زہرخند سے جواب دیا۔ ''درندوں سے زندگی کی بھیک مانگنا فضول ہے۔ لاؤ مجھے اپنا خنجر دے دو۔''

''خوب! گویا تم مقابلے پر آمادہ ہو؟'' میں نے سرد مہری سے کہا۔ ''میرے قبیلے کے افراد اس کھیل سے لطف اندوز ہوں گے۔''

''آہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں مقابلہ جیت بھی گیا تو تم میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرو گے۔ میں غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تمہارے لہجے سے گستاخی کی بو آتی ہے۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''اجنبی نوجوان! تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ایک متبرک موت نصیب ہو رہی ہے۔ تم اس سرزمین میں جارا کا کا کی عظیم روح پر قربان ہو رہے ہو، جارا کا کا کی روح تمہاری اس قربانی سے خوش ہو گی اور تمہیں جلد ہی زندگی کی

اذیتوں سے نجات مل جائے گی۔''

''میں اپنے آپ کو قربان کر رہا ہوں، اے سنگ دل سردار! تمہیں اپنے دیوتا کے لیے میرا خون درکار ہے نا! میں یہ خون اپنے ہاتھوں سے فراہم کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت تم سیاہ فام درندوں کے غلیظ ہاتھ میرے جسم سے لگیں، کیا کوئی شخص خود اپنے آپ کو قربان نہیں کر سکتا؟'' اس نے جرات سے کہا۔

''یہاں تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق، دیوتاؤں، مقدس اقابلا اور سردار کو ہے، جس زمین پر تم کھڑے ہو، وہ تمہاری زمین سے مختلف ہے۔ البتہ اگر تمہاری خواہش کو درخواست کا درجہ دیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ تم قربانی کے لیے منتخب کر لیے گئے ہو۔ یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' نوجوان نے طنزاً کہا۔ ''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے وحشیوں کو اپنے نیزے آزمانے کا حکم دو، میری زبان بند رہے گی۔''

کاش اس نوجوان کو معلوم ہوتا کہ میں اس کے حق میں زندگی کا مژدہ سنانے کے لیے کس قدر مضطرب ہوں۔ اس کی دلیری نے مجھے متاثر کیا مگر میرے متاثر ہونے سے کیا ہو سکتا تھا؟ تاریک براعظم کے قانون کا احترام مجھ پر فرض تھا، میری زبان کی ایک معمولی سی لغزش مجھے مقدس اقابلا کی نظروں میں گرا سکتی تھی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے ننگ دھڑنگ وحشی درندے میرے اشارے کے منتظر تھے۔ قبیلے کے لوگوں کی آوازیں مدھم پڑ چکی تھیں، انہیں بے چینی سے میرے فیصلے کا انتظار تھا۔ میں مہذب دنیا کے نوجوان کے سامنے ایک درندے کی حیثیت سے کھڑا تھا، درندوں کے فیصلوں میں کسی لچک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں چند ثانیوں تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔ ''تمہاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔''

میں نے اپنا خنجر نکال کر اس کی جانب اچھال دیا۔ مشتعل گروہ میرا اشارہ پا کر پیچھے ہٹ گیا، انہیں میرے فیصلے سے مایوسی ہوئی تھی لیکن میری ہیبت انہیں خاموشی اور اطاعت پر مجبور کر رہی تھی۔

''میری روح تمہارا یہ احسان یاد رکھے گی۔'' نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے جواب دیا، پھر خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کر کے آسمانوں کی سمت دیکھتے ہوئے پُراعتماد لہجے میں بولا۔ ''اے مقدس جارا کا کا کی عظیم روح! میں تجھ سے ناآشنا ہوں اور تو میرے قلب سے آشنا ہے۔ تیرے عبادت گزار میرا خون طلب کر رہے ہیں۔ میں انہیں اپنا خون پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھے زندگی دی جاتی تو میں یہاں کا سب سے بڑا عبادت گزار ہوتا لیکن تیری خوشنودی اگر میری قربانی میں پنہاں ہے تو یہی سہی۔ میں اپنی جان تیری مقدس روح کی نذر کرتا ہوں۔'' نوجوان کا لہجہ میرے لہجے کی طرح فصیح نہیں تھا اس

لیے کہ وہ مقامی زبان سے بہت معمولی واقفیت رکھتا تھا لیکن اس نے جس جرات اور دلیری سے مرتے وقت یہ اعلان کیا۔ اس نے سب کو چونکا دیا۔ نوجوان کے اس جذباتی انداز اور مسکراتے ہوئے چہرے نے مجھے شش و پنج کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ایک جھٹکے سے خنجر اپنے پیٹ میں اتار لیا۔ میری آنکھیں مچ گئیں۔ لیکن اسی وقت فضا میں ایک شدید تڑاکا ہوا، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول لیں۔ نوجوان کا ہاتھ اس کے پیٹ پر ٹکا ہوا تھا اور وہ سکتے کی حالت سے دوچار تھا۔ میرے قبیلے کے افراد اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے اطراف میں نظر ڈالی۔ یہی حال سمورال اور سرنگا کا تھا۔ اچانک میری نظر آسمان پر گئی اور میں تیزی سے پیچھے ہٹ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ کھلے آسمان سے سیاہ ذرات کا بھنور نیچے اتر رہا تھا، یہ جارا کا کا کی روح کی آمد کے آثار تھے۔ نوجوان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ پتھر کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا تھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور ہر لمحے اس کے قریب تر ہو رہا تھا، اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی، اپنی جگہ جما کھڑا رہا، مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں سیاہ ذرات کی آندھی کا کرشمہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ نوجوان کا جسم اس کی زد پر آ کے راکھ بن جاتا۔ میں نے سیاہ ذرات کا بھنور نوجوان کے سینے پر رکتے دیکھا تو نگاہیں زمین پر جھکا لیں۔ میرے قبیلے کے تمام افراد زمین بوس تھے، ہر طرف ایک ہولناک سکوت طاری تھا، میں سر جھکائے زمین کی چھاتی سے چمٹا رہا۔ لمحوں میں کیا ہو جائے؟ یہ کسی کو خبر نہیں تھی۔ میں چند لمحوں تک نظریں جھکائے خاموش پڑا رہا۔ پھر جب فضا سے زروں کی بھن بھناہٹ کی مخصوص آواز دور ہونے لگی اور میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھوں پر دھند چھا گئی! مہذب نوجوان راکھ کے ڈھیر کی بجائے اپنی جگہ صحیح سلامت کھڑا تھا، اس کا خنجر دور پڑا تھا اور جس برتن میں مقدس کھوپڑی کو غسل دینے کی خاطر انسانی خون جمع کیا گیا تھا، اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا، ابھی میں اس اسرار پر ششدر ہی تھا کہ سمورال تیزی سے چلتا ہوا میرے، پاس آیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

''جزیرہ توری کے مقدس کاہن! اسرار کا پردہ چاک کر۔'' میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا مجھ سے پھر کوئی لغزش سرزد ہو گئی؟''

''جابر بن یوسف! تمہارے اعتماد کو کیا ہو گیا؟ سنو اے مرد ناتواں!'' سمورال کنکھیوں سے نوجوان کی سمت دیکھ کر بولا۔ ''مقدس جارا کا کا کی عظیم روح نے قربانیاں قبول کر لی ہیں، تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔''

''پھر یہ نوجوان قیدی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے زندگی بخش دی گئی ہے۔'' سمورال نے جواب دیا۔ ''کون جانتا ہے، کہ جارا کا کا کی روح کب اور کس پر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اس نوجوان نے جرات کا ثبوت دیا تھا، جرات جارا کا کا کو

پسند ہے۔''

یقیناً اس کا فیصلہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔'' میں نے نیاز مندی سے کہا اور حیرت سے نوجوان کی طرف دیکھا جو ابھی تک سراسیمہ کھڑا تھا۔ وہ میری اور سمورال کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں ہجوم ابھی تک دم بخود تھا۔ قربانی کی رسم ادا کرنے والا گروہ اپنے نیزے پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ ''اے خوش بخت شخص!'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''مژدہ ہو کہ جارا کا کا کی مقدس روح نے تجھے زندگی کی نوید دی ہے اب تو ہمارے لوگوں میں شامل ہے اور اس زمین پر تیرا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا ان عبادت گزاروں کا۔'' میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یاد رکھ۔ جارا کا کا نے اس زمین پر ایک سردار مقرر کیا ہے جو مقدس اقابلا کا غلام ہے۔ وہ سردار دیوتاؤں کے برگزیدہ لوگوں کے سوا سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تیرے لیے لازم ہے کہ تو سردار کی اور تاریک براعظم کے مقدس رسم و رواج کی پابندی کرے، تو ایک جانور ہے، اگر تو نے اپنے ریوڑ سے سرکشی کی تو ہمیشہ کے لئے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے گا اور تو نے سر جھکا کر چلنا سیکھا تو تجھے لذیذ شرابیں اور معطر عورتیں مہیا کی جائیں گی۔ قبیلے کے سردار کا ہر حکم ہر سلسلے میں آخری ہو گا۔''

نوجوان نے احتراماً سر جھکا لیا اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا۔ ''میں نے نئی زندگی پائی ہے۔ لہٰذا میں مقدس جارا کا کا کی اطاعت اور اس کی روح کی خوشنودی کے لئے ہمیشہ ایک وفادار اطاعت شعار شخص ثابت ہوں گا۔''

شخص کے بجائے کتا کہہ۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں ہوتا تو یہی کہتا۔ ''یہ وحشی درندے اب تیرے عزیز ہیں۔'' میں طنزاً کہا۔

نوجوان نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ذہین صلح جو شخص نظر آتا تھا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بالوں میں سرخی شامل تھی۔ اس کے زندہ رہنے پر مجھے خوشی تھی۔ میں نے اسے زارمے کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ وہ اسے اپنی رعایا میں شمار کرے۔ جشن ختم ہونے سے پہلے کاہن اعظم نے توری کے تمام افراد کو ایک جگہ کھڑا کر کے جارا کا کا سے الفت اور رفاقت کی دعائیں مانگیں پھر میدان رفتہ رفتہ خالی ہونے لگا۔ سرنگا نے اپنے غار کی' سمورال نے اپنی اقامت گاہ کی اور میں نے فزارو کے ساتھ اپنے مکان کی راہ لی۔ جارا کا کا کی روح نے عین موقع پر نمودار ہو کر نوجوان کو زندگی کی جو نوید دی تھی وہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ مہذب دنیا کا یہ قافلہ اپنے اپنے چار مردوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، دو افراد ابھی تک مفرور تھے۔ عورتیں میری تحویل میں تھیں۔ میں واپسی میں راستے بھر اپنے متعلق سوچتا رہا۔ گو نوجوان کی جاں بخشی سے قربانی کا تکدر کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن یہ کیسا عجیب نظارہ تھا؟ مہذب دنیا کے آدمیوں کا خون مجھے اپنے سینے پر جما ہوا معلوم ہوتا تھا، میں اسے اگل بھی

نہیں سکتا تھا۔ مجھے اسے ہضم کر لینا چاہیے تھا۔ فزارو میرے ہمراہ تھا اور پیچھے ایک ہجوم تھا۔ سرتیا بستی میں تنہا رہ گئی تھی۔ وہ مجھے بستی کے قریب ہی مل گئی۔ اس نے زہریلی مسکراہٹ، سے مجھے دیکھا۔ میرا جی چاہا، اس کا گلا گھونٹ دوں۔

''کیا وہ سب ختم ہو گئے سیدی؟'' اس نے قریب آ کر پوچھا۔

''نہیں، ایک بخش دیا گیا ہے، دو مفرور ہیں۔ عورتیں سب کی سب زندہ ہیں۔'' میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

''گویا ایک بار پھر بزم آرائی ہو گی۔''

''ہاں۔ اور بار بار ہو گی۔'' میں نے زچ ہو کر کہا۔ ''انسانی خون کا ذائقہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ میرے منہ کو خون لگ گیا ہے۔''

''اب تم مکمل طور پر یہیں کے ایک فرد معلوم ہوتے ہو۔''

''اور تم اس وقت تک پریشان رہو گی، اپنے دن اپنی راتیں ضائع کرتی رہو گی۔ اور جو لباس تم نے اپنی دانست میں اوڑھ رکھا ہے، وہ صرف تمھاری اندرونی بصارت تک محدود ہے جب تمہارے دن گزر جائیں گے وقت تمہیں بتائے گا کہ تم نے فریب خوردگی میں کیسی حسین ساعتیں گنوا دیں؟ اس جزیرے سے آگے سمندر ہے، راستے گم ہیں۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ضمیر تمھاری مخصوص روایات کا مرہون منت ہے۔ اس طلسم خانے میں ہی اگر اس کی پرورش ہوتی تو تمہیں یہ لباس نظر نہ آتا۔ میں جو کچھ دیکھ چکا ہوں، وہ تمہیں نظر نہیں آ سکتا۔ اب خون کی یہ تلخی ہی میرا ضمیر ہے جس سے میرے منہ کا مزا کڑوا ہو رہا ہے مگر میں نے اسے اپنے حلق میں اتار لیا ہے۔ تم توری کی حسین لڑکیوں سے اپنے بدن پر مالش کراتی رہو اور شکار کے عمدہ گوشت کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتی رہو۔ توری کی جڑی بوٹیاں تمہارا بدن ایک عرصے تک محفوظ رکھیں گی، یہاں شباب کی عمر طویل ہوتی ہے پھر ایک دن تم بھی اس نتیجے پر پہنچو گی جس پر میں تم سب سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ بھولی لڑکی! کیا تم ہواؤں میں اڑ رہی ہو؟ ذرا اپنے قدموں کی طرف دیکھو کہ وہ کس زمین پر جمے ہوئے ہیں۔''

سرتیا نے میرا طویل بیان غور سے سنا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔ ''سیدی!'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ''شاید مجھ پر میری زمین کا نقش بہت گہرا ہے۔ میرا ضمیر ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تم بھی صحیح کہتے ہو کہ ضمیر تو زمین سے وابستہ ہوتا ہے۔ زمین بدل گئی تو ضمیر بھی بدلنا چاہیے۔ آہ، میں خود فریبی میں مبتلا ہوں مگر یہی تو میرے جینے کا جواز ہے۔''

''تم بعض اوقات کتنی اچھی باتیں کرتی ہو۔ سرتیا، میرے محسن سرنگا کی لڑکی سرتیا۔ جب تم ناراض ہوتی ہو تو مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ تم میرے بیان پر یقین کرو، میں ابھی تک

یہاں کا ایک مثالی آدمی نہیں ہوں۔ ابھی مجھے بہت سے سحر و اسرار نہیں آتے، مجھے رحم آنے لگتا ہے۔ کبھی کبھی ایک خلش سی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایک درد سا سینے کے اندر اٹھتا ہے۔ مجھے عورتوں کو روندتے ہوئے اب بھی جھجک ہوتی ہے۔ میں اب بھی انتہا پسندانہ فیصلے کرتے ہوئے گھبراتا ہوں لیکن یہ سب کوتاہیاں ہیں۔ دعا کرو کہ یہ کوتاہیاں سرزد نہ ہوا کریں، یہ خامیاں مجھ سے دور ہو جائیں اور میں مقدس اقابلا کا ایک بہترین غلام بن جاؤں۔'' سرتیا نے لاشعوری طور پر معنی خیز انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ ہم جلد ہی مکان پر پہنچ گئے۔ میں نے اس ادھیڑ عمر شخص کی گھڑی دیکھی جس کا خون ابھی ابھی پیا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ اجنبیوں نے اپنی گھڑیوں کی سوئیاں توری کے وقت کے مطابق کر لی تھیں۔ میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور خادماؤں کو حکم دیا کہ وہ کمرے میں اطلاع کے بغیر نہ آئیں، بستر پر لیٹتے ہی پھر وہی کثافتیں، مجھ پر حاوی ہو گئیں جو جشن سے پہلے تھیں اور جو اس وقت سے تھیں جب اقابلا کی بارگاہ سے میں ناقابل فہم انداز میں یہاں پھینک دیا گیا تھا۔ جشن نے کچھ دیر کے لیے ذہن مصروف رکھا۔ مہذب دنیا کے قافلے کا فیصلہ کر کے میں نے خود کو دیوتاؤں کی نظر میں سرخ رو کر دیا تھا، یقیناً مہذب دنیا کی عورتوں نے بھی اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھا ہو گا اور انہیں احساس ہو گا، انہوں نے اپنا کتنا وقت کرب میں گزار دیا۔ انہیں اپنی مخالف جنس سے مختلف ہونے کی جو رعایت ملی تھی یعنی زندگی، وہ کچھ کم نہیں تھی، شاید زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ آدمی ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ موت کے جذبے ہوا کے جھونکے کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان عورتوں کو جارا کاکا کی بڑی عبادت میں لے جایا گیا ہو گا کیونکہ جارا کاکا کی عبادت میں شرکت قبیلے کے ہر فرد کے لیے لازم تھی۔ صرف سرتیا یہاں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ جشن میں شرکت کے لیے ضرور گئی تھی مگر جب اس نے خون خوار چہرے اور موت کا رقص دیکھا ہو گا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلی آئی ہو گی۔ میں اپنے فرائض میں اتنا منہمک تھا کہ بہت سے لوگوں کے چہرے میری نظروں سے اوجھل رہے۔ دونوں قبیلوں کی ساری آبادی وہاں موجود تھی، جارا کاکا کی عبادت کے درمیان میں اٹھ کر چلا آنا ایک ناروا بات تھی، سرتیا یہ جرات کر سکتی تھی کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دیوی کی امان میں تھی اور سرنگا جیسے صاحب اسرار شخص کی بیٹی تھی۔

میں نے اس ماحول کے حوالے سے اس کے تیکھے اور طنز بھرے رویے سرد کر دیئے تھے۔ میں نے لفظوں کی شعبدہ گری دکھائی تھی لیکن خود میرا کیا حال تھا؟ لفظ میرے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں۔ میری ذہنی کیفیتیں لفظوں کے قالب میں ڈھل کر ادا ہو رہی ہیں مگر ماہ و سال کا عذاب کون رقم کر سکتا ہے یا بیان کر سکتا ہے۔ میرا حال کیا تھا؟ میں ایک ایسا تنور تھا جو کبھی سرد پڑ جاتا ہے، کبھی سرخ ہو جاتا ہے۔ جشن کی مصروفیت بھی گزر گئی۔ یہ میرے شباب کی عمر تھی اور سیرابی کے لیے توری کی دوشیزاؤں

کے چشمے بہتے تھے، باہر طرف ہریالی تھی، زندگی کے اتنے بکھیڑے نہیں تھے جو مہذب دنیا میں ہوتے ہیں، نہ ٹریفک کا شور تھا، نہ فضا میں آلودگی۔ پھر بھی یہ مکان محبس معلوم ہوتا تھا۔ سرتیا دوسرے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی دور تھی۔ سرنگا غار میں فرار کے منصوبے بنا رہا تھا۔ فلورا بیزنار کے سرکشوں کے قبضے میں تھی۔ ہر طرف شک اور ابہام کی دیواریں تھیں۔ ایک تنہائی تھی اور ایک ہی خیال تھا۔ ہاں اس کا خیال۔ اس زہرہ جمال کا خیال جس کا نام اقابلا ہے۔ اور کیا تھا؟ وہی تو تھی جس نے ویرانی میرے شب و روز کے لیے تفویض کر دی تھی مگر اس کا ذکر چھوڑیے۔ یہ ذکر وحشت میں مبتلا کرتا ہے اور سکون غارت کرتا ہے، وہ غارت گر تمکین و ہوش ہے مگر اس کا خیال تحریک کا سبب ہے وہ ایک ایسی چیز معلق چیز ہے جسے چھونے کے لیے جتنا دوڑیے، جتنا اچھلیے وہ دور ہو جاتی ہے اور آدمی تھک کر ہمت کھو بیٹھتا ہے، تاریک براعظم کے نہ جانے کتنے لوگوں نے حوصلہ کھو دیا تھا اور انہیں دور تک بھاگنے کا یہ صلہ ملا تھا کہ وہ جہاں تھے، وہیں رک گئے تھے۔ میں سرداری پر ٹھہر گیا، اس کا خیال آیا تو میں نے اپنے آپ کو چھیڑا کہ اے جابر بن یوسف! ابھی تیرا سفر شروع ہوا ہے۔ تیری منزل ابھی دور ہے، وحشتیں جھٹک کر جہاں تک بھاگ سکتا ہے، بھاگ۔ جشن سے پہلے میں نے ایک عہد کیا تھا۔ توری کے ایک جلیل القدر شخص کو مسخر کر کے میں نے اس کے جس غار پر قبضہ کیا تھا، وہاں سے میں اپنی نئی منزل کا آغاز کر سکتا ہوں۔ اس غار میں بیش بہا نوادر تھے جن میں سے بیشتر کے متعلق میرا علم ناپختہ اور خام تھا اور مجھے اس میں سمورال کی اعانت درکار تھی۔

انھی خیالوں میں رات ہو گئی اور بستی میں رات اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ آئی۔ آج بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔ انھوں نے جارا کاکا کی مقدس روح کا دیدار کیا تھا اور اس نے نمودار ہو کر ان کی قربانی کی قبولیت کی سند دی تھی۔ میں نے سوچا، مجھے مہذب دنیا کی عورتوں کے پاس جانا چاہیے اور رات ان کے بدن کی خوشبو سے مہکانی چاہیے، لیکن میں سرنگا کے غار کی طرف چلا گیا اور میں نے چند رسمی جملوں کے بعد اسے غار سے باہر نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ سرنگا اپنی دیوی کی مورتی جیب میں رکھ کر اور اپنے غار پر انگلیوں سے چند نشانات بنا کر میرے ساتھ اندھیرے جنگل میں چلتا رہا۔ ہم جلد ہی اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے جشن سے پہلے دریافت کیا تھا، میرے ہاتھ میں روشن شپالی تھی۔ غار کا دہانہ صاف کر کے ہم سرنگ نما راستے سے اندر داخل ہوئے۔ بوڑھے شخص کی لاش حیرت انگیز طور پر سوکھ گئی تھی۔ میں نے اسے ہٹایا، میں سرنگا کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔ شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے کسی قدر فخر کا احساس ہوا، وہ بہت انہماک اور حیرت سے پہلے کمرے کے نوادر دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دوسرے اور تیسرے کمرے میں لے گیا پھر میں نے اسے پورے غار کا معائنہ کرا دیا۔ سرنگا اس درمیان میں کچھ نہیں بولا۔ وہ صرف ہوں ہاں کرتا رہا اور میں اسے بتاتا رہا۔

بھی میں نے اور کاہن اعظم سمورال نے صرف یہی کمرے دریافت کیے ہیں۔ ممکن ہے اندر کوئی اور بھی ہو۔"

اس نے تارک الدنیا بوڑھے کی خانقاہ دیکھی جہاں جارا کاکا کی متعدد کھوپڑیوں کا انبار تھا، سرنگا سمورال سے زیادہ وقت لیا، غار کی سب سے حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ اندر گھٹن اور حبس کا گمان تک گزرتا تھا۔ اس نے دیوار سے ٹنگی ہوئی کسی جانور کی کھال زمین پر بچھائی اور اس پر ایک مخصوص ز میں بیٹھ گیا۔ کچھ توقف کے بعد اس نے ایک جانب اشارہ کیا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کسی ر کے کٹے ہوئے سر کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں، یہ سر اسی کھال سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس پر سرنگا ا تھا۔ جانور کی روشن آنکھوں کے ساتھ اس کی زبان بھی باہر نکل آئی تھی۔ سرنگا نے چند لمحے ابن عمل گزار دیئے۔ مجھے نہ جانے کیا خیال آیا کہ میں نے منور شپالی دیوار پر لٹکے ہوئے ہیبت ناک جانور طرف کر دی۔ جانور کی آنکھیں بجھ گئیں اور اس کی باہر نکلی ہوئی زبان اندر دھنس گئی اور سرنگا جانور کی ال پر کسمانے لگا، وہ جلد ہی اٹھ گیا، جانور کی کھال کا رواں رواں کھڑا ہو گیا تھا۔ غار کے تفصیلی ئنے کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ "کیا ہم واپس چلیں؟"

"ہا۔ آں۔ چلیں۔ چلیں۔" سرنگا نے چونک کر کہا۔

"کیا رائے ہے محترم سرنگا!" میں نے غار کے اطراف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ "تمھاری وشی گراں گزر رہی ہے۔"

"میں تم سے کہتا کہ تم کچھ دن کے لیے یہ غار میرے حوالے کر دو۔" سرنگا نے خوابیدہ لہجے میں ۔ "لیکن میں تم سے نہیں کہوں گا۔"

"بخوشی۔ تم چاہو تو یہیں قیام کرو۔"

"نہیں۔ یہ غار تم نے حاصل کیا ہے اور اصل میں تمھی ان نوادر کے مالک ہو۔ سیدی جابر! یہ ہارا منتظر ہے۔ مقدس کاہن اعظم کو مجبور کرو کہ وہ تمھارے ساتھ یہاں آئے۔"

"اس نے ہامی بھر لی ہے اور میں عنقریب یہاں بیٹھنے والا ہوں۔ سنا ہے ان غاروں میں درازی ا کوئی افسوں موجود ہے؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔ "نہ معلوم یہاں کے اسرار سمجھنے میں کتنی دیر ؟"

"جتنا بھی وقت صرف ہو۔ یہ غار تمھاری سرفرازی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے عزیزم جابر!" ا نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "میں ادھر اپنے غار میں مصروف ہوں۔ ادھر تم تکمیل علم کرو۔ کیا ں میری پہلی باتیں یاد ہیں۔ میں یہاں ان کی تکرار مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کون سی باتیں؟" میں نے اچانک پوچھا، پھر مجھے خیال آ گیا کہ سرنگا کے ذہن میں کیا

ہے۔" ہاں۔" میں نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔" اگر وہ نہ سہی تو زندگی میں خود سے کوئی شکوہ تو نہ رہے گا۔ بہر حال محترم سرنگا! ممکن ہے تمہارا قیاس درست ہو۔ تم اپنے غار میں جو وقت صرف کرر ہو، وہ میرے دل پر شاق گزرتا ہے لیکن میں تمہیں منع نہیں کرسکتا۔ میں تمہاری غیر معمولی خوبیوا قائل ہوں اور تمہارے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں بھی میں دیکھ چکا ہوں۔"

"سیدی! تمہاری آنکھیں شمال جنوب غرب و شرق کی جانب کھلی رہنی چاہئیں، اپنی سانس طہارت کا تعین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھایا کرو۔ ہر شخص مقدس اقابلا کا غلام ہے اور ہر شخص اس قربت کا خواہاں ہوسکتا ہے، میں بھی اس کی قربت کا متمنی ہوں لیکن تمہارے اور تاریک براعظم بیشمار لوگوں کے، اور میرے جذبات میں فرق ہے۔ تم سمجھ رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں تو صاف گفتگو کررہا ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ مقدس اقابلا نے اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ اس کی طلب میں ذہنی و جسمانی مظاہرے کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ میں نے خود کو شناخت کرا کے لیے عملی اقدام کیے ہیں۔"

"لیکن کسی وقت کوئی اور بھی کہیں سے نمودار ہوسکتا ہے۔"

"کون! کیا تم کچھ سونگھ رہے ہو؟"

"میں تمہاری قوت شامہ تیز دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ہمیشہ تمہارے مشوروں اور رہبری کا طالب رہا ہوں۔ آہ تم نہ ہوتے تو......" میں کچ چاہتا تھا کہ سرنگا نے روک دیا۔

"وہ نوجوان کیسا ہے؟"

"کون؟"

"وہی۔ وہی۔" سرنگا نے الجھتے ہوئے کہا۔" جس نے امان پائی ہے۔"

"وہ۔ وہ۔" میں نے حیرت سے کہا۔" وہ مہذب نوجوان؟"

"ہاں ہاں، وہی، وہ ایک ذہین اور صحت مند شخص ہے۔"

"تم۔ تم۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

سرنگا نے بیزاری سے پہلو بدلا۔" اوہ سیدی جابر! عزیزم، تم نے اس سے کوئی بات کی؟"

"نہیں۔" میں نے تشویش سے کہا۔ نہیں، اس کا موقع نہیں ملا۔"

"آؤ چلتے ہیں۔" سرنگا نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" بلاشبہ تم نے یہ غار دکھ مجھے خاصا متاثر کیا ہے۔"

"مگر تم کوئی اور بات کررہے تھے۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"میں کوئی خاص بات نہیں کررہا تھا۔ یہاں لفظ اتنے ہی بولنے چاہئیں جتنی اجازت دی گئی
" سرنگا نے مجھے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ واپس ہونے لگا۔ سرنگا
ت سے گریز کررہا تھا لیکن وہ یقیناً کسی اہم بات کی نشاندہی کررہا تھا جو اس نوجوان سے متعلق
سرنگا نے غار میں کوئی ایسا حصار قائم نہیں کیا تھا جس سے ہماری گفتگو ہم ہی تک محفوظ رہتی۔
ہوتے وقت وہ مجھے کسی بچے کی طرح تاکید کرنے لگا کہ مجھے کاہن اعظم سمورال سے اس غار
رار سمجھنے میں مدد لینی چاہیے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے روشن پہلو دکھاتا رہا اور یہاں کے
ں کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا، وہ اس قدر فیاضی سے کیوں کام لے رہا ہے؟
یک بہت زیرک اور ہوش مند شخص تھا۔ ہوش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنی تشویش کے باوجود
اس کے جوابات پر قناعت کروں چاہے، وہ کتنے ہی مبہم اور علامتی کیوں نہ ہوں، تاریک
علامتوں کی دنیا تھی، ایک تجریدی
دنیا۔ یوں تجرید مہذب دنیا میں بھی موجود ہے لیکن انسانوں نے صدیوں کی تگ و دو سے وہاں
وخال تراش لیے ہیں، وہ صاف، سیاہ اور چکنی سڑکیں۔ وہ بلند و بالا عمارتیں اور رفتار کا جادو۔
ب خیرگیوں کے باوجود مہذب دنیا میں سوچیے تو ہر قدم پر تجرید ہے۔ میں بھٹک گیا۔ یہ وقت
موشگافیوں کا نہیں ہے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ جنگل میں ایک خاص موڑ پر جا کر میں اور سرنگا
ہو گئے۔ میں بستی کی طرف چل دیا اور سرنگا اپنے تنگ و تاریک غار کی طرف۔ میں زندگی کی
لوٹ آیا، وہ زندگی کے حصول کی جدوجہد میں چلا گیا۔ قبیلے کے لوگ اونگھنے لگے تھے، ایک جگہ
نے دیکھا کہ ڈاکٹر جواد تین چار عورتوں کے درمیان سرمست پڑا سو رہا ہے۔ راستے میں مہذب
قیدی لڑکیوں کی جھونپڑی بھی نظر آئی جہاں نیزہ بردار مستعدی سے پہرا دے رہے تھے۔
قدم بہکنے لگے۔ نیزہ بردار مجھے راستہ دینے کیلئے زمین پر لیٹ گئے لیکن میں اندر سے ان کی
ھلک دیکھ کر چلا آیا۔ وہ سہمی ہوئی ایک دوسرے سے لپٹ کر سو رہی تھیں۔ اس سکوت میں گھڑی
ٹک کی آواز آرہی تھی جو مجھے بری معلوم ہورہی تھی۔ وقت کی یہ بار بار تنبیہ زندگی کے زیاں کا
دلاتی تھی۔ میں نے گھڑی ایک دیوار سے ٹانگ دی، توری کی خادمائیں میرے سامنے صف
ڑی ہوگئیں میں نے ان سے ایک قدح مشروب طلب کیا، نیند آنے کی ایک یہی صورت تھی،
بھی نہیں آئی۔ میں نے ایک قدح اور حلق میں اتار لیا۔ پھر وہ مجھے اس وقت تک پلاتی رہیں
ل میری آنکھیں بوجھل نہ ہوگئیں اور انہوں نے میری کھلی پلکیں ڈھک نہ دیں۔

اب جزیرہ توری کی زمین مجھے تنگ لگتی تھی اور یہاں کے تمام باشندے بونے معلوم ہوتے تھے،

جتنے وسائل موجود تھے، ان کے مطابق گلیاں، پختہ جھونپڑیاں، نت نئے سانچوں کے برتن اور پہیوں گاڑیاں بنا دی گئی تھیں۔ ہر رات سرمستی کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا، جو لڑکیاں جوان نہیں ہوئی تھ ان کا انتظار بے سود تھا، شوالا اور کالاری کے قبیلوں کی منتخب عورتیں یکساں نظر آتی تھیں، مجھے کہنا چا کہ مہذب دنیا اور جاہل دنیا میں صرف اشیاء کی کثرت اور کمی کا فرق ہے، اشیا کا زیادہ سے زیاد مہذب ہونے کی علامت ہے اور اشیا کا کم سے کم علم غیر مہذب ہونے کی نشانی، درندگی وسفا کی گرد زیادہ اشیا کے ہجوم سے کم ہو جاتی ہے جیسے جیسے اشیا بڑھتی جاتی ہیں، فرد کا ذہن بھی اسی نسبت بدلتا رہتا ہے، اگر یہ بات میں نے پہلے نہیں کہی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ میرا مشاہدہ نتیجے اخذ کر کی صلاحیت سے محروم تھا، میں اسرار و کمالات، سحر و طلسم کے ان تذکروں میں یہ کیسا ذکر لے ہوں؟ میرا خیال ہے، میں اپنے موجودہ حلیے اور ماحول کا جواز پیش کرنے کے لئے منطق اور استدا کا سہارا ڈھونڈ رہا ہوں، شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرد میں ذہنی طور پر کوئی ارتقا نہیں ہوا، جو ہوا وہ اضافی ہے اور وہ اسی مخصوص ماحول کے سبب سے ہے جس میں انسانوں کے مختلف گروہ آنکھ کھولتے اور سانس لیتے ہیں مگر نہیں یہ تو مابعد الطبیعی ماحول تھا۔ انسانوں کے رویے وہی تھے جو مہذ دنیا میں نظر آتے ہیں لیکن یہ ایک ایسے تار و پود میں جکڑے ہوئے تھے جن کا سرا کہیں نہیں ملتا تھا، دنیا ئیں کبھی موجود رہی ہوں۔ میری نظروں کے سامنے یہ لہلہاتا سبزہ تھا۔ پانی تھا اور مٹی تھی اور پھرتے لوگ تھے مگر یہ ماحول اپنی بعض صفات کے اعتبار سے معلومہ تاریخ سے پہلے کے کسی ز سے تعلق رکھتا تھا، میں پھر نیچے آتا ہوں اور نتیجے اخذ کرنے کا کام لوگوں پر چھوڑتا ہوں، میں اس ما کا اسیر تھا اور میری حیثیت ایک سیاح ایک سائنس دان کی نہیں تھی، میں کسی سماجی مطالعے کے لئے یہاں نہیں آیا تھا۔ سرنگا کا اطمینان ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان پیچ در پیچ گتھیوں میں دلچسپی لیتا ہے۔

دوسرے دن صبح زارے نے مجھے اطلاع دی کہ جزیرہ توری کے کسی ظاہر حصے پر دونوں م آدمیوں کا وجود نہیں، ممکن ہے وہ کسی برگزیدہ شخص کے ہاں پناہ گزین ہو گئے ہوں۔ اس صورت جب تک وہ خود واپس نہیں آ جاتے، انھیں تلاش کرنا مشکل ہے' وہ فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر وہ کہ میں کیسے چلے گئے؟ یہ ایک تشویش ناک بات تھی۔ میں بھی پناہ لینے کی غرض سے کاہن اعظم کے میں چلا گیا تھا۔ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا، اس خبر سے یہ مراد تو نہیں کہ کسی عالم شخص نے ا حالت پر ترس کھا کر یا اپنے کسی مفاد کی خاطر انھیں بطور چارہ استعمال کرنے کے لیے پناہ میں۔ ہو؟ ادھر ان دونوں کی گم شدگی ادھر مہذب نوجوان کے متعلق سرنگا کا ناقابل وضاحت رویہ م دماغ پر ہلکی ہلکی ضرب لگا رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے عالم کے دریافت شدہ غا ریاضت کرنے اور علوم سیکھنے سے پہلے مجھے بعض امور طے کر لینے چاہئیں اور سرنگا کے ادا کیے؟

مبہم جملوں کی صراحت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ میں سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد زارے کے قبیلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں جہاں جہاں سے گزرتا رہا، توری کے باشندے میرے آگے پیچھے رہے اور لکڑی، پتھر کے عجیب و غریب باجوں کے ذریعے میری آمد کی اطلاع دور دور پھیلتی رہی۔ ''سردار آ رہا ہے۔ سردار کے لیے جھک جاؤ۔ اپنے کام چھوڑ دو اور اس سے عقیدت کا اظہار کرو۔'' یہ طریقہ زارے نے حال ہی میں ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں سردار کی منتقلی کی اطلاع پہنچانے کے لیے ایجاد کیا تھا۔

زارے کے مکان پر پہنچ کر میں نے خلوت کی خواہش کی۔ زارے نے اپنی بیویاں میری خدمت اور خاطر داری کے لیے پیش کر دیں۔ میں نے ان سب کو رخصت کر دیا اور مہذب نوجوان کی طلبی کا حکم دیا۔ زارے نے کچھ دیر بعد اسے میرے سامنے حاضر کر دیا۔ نوجوان کے چہرے پر نیاز مندی مرقوم تھی۔ وہ بہت خوش تو نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن زندہ رہنے کی ایک طمانیت اس کی آنکھوں سے مترشح تھی۔ میں نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا اور زارے کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو میں نے اس سے بیٹھ جانے کو کہا، وہ کسی قدر جھجک کے ساتھ اسٹول نما پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پھر مقامی زبان میں گفتگو کی ابتدا کی۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے۔ کہو کہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

نوجوان نے کچھ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور شکستہ لہجے میں دہرایا۔ ''وہ عظیم ہے، بلاشبہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

''اور یہ کہ تاریک براعظم میں اسی کی سلطنت، اسی کی برتری ہے۔'' میں نے نہایت احترام سے کہا۔ نوجوان نے پھرتی سے یہ جملے بھی دہرا دیے۔

''نوجوان! میں نے اس جزیرے کے رسم و رواج کے متعلق پہلے ہی تمہیں بتا دیا ہے۔ تم نے جان لیا ہوگا کہ یہاں کی آب و ہوا تمھارے شہروں اور ان کی روشنیوں سے مختلف ہے۔'' میں نے ہمدردی سے کہا۔

نوجوان کے چہرے پر حیرت چھا گئی وہ آنکھیں بند کرتا اور کھولتا رہا پھر بولا۔ ''میں نے اطاعت کا عہد کیا ہے۔''

''تمہارا عہد مجھے یاد ہے۔ تم ایک ذہین اور بہادر نوجوان معلوم ہوتے ہو لیکن کیا عجب کہ یہی خوبیاں اس سرزمین پر تمھارے لیے اذیتیں بو دیں۔ تمھارے خیال میں ہم سیاہ فام، جن کے جسم بے لباس، بدن رنگے ہوئے اور مکان کچے ہیں، عقل و فہم کے اعتبار سے بھی اتنے ہی پست ہوں گے لیکن یہاں ایسے عالموں کی کمی نہیں جو مادے کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور شکلیں بدل سکتے ہیں اور قلب کے

اندر گھس کر بیٹھ سکتے ہیں۔ تاریک براعظم کا یہ حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے تو کیوں ہے؟ کیا تم نے اس پر غور کیا؟'' میں نے باوقار انداز میں کہا۔

''میری آنکھیں کھل رہی ہیں لیکن ابھی میں نے شاید بہت کم دیکھا ہے۔ امید ہے کہ مجھے کچھ سمجھنے کے لیے مہلت ضرور دی جائے گی۔'' نوجوان نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے کمرے میں چھوڑ دیا۔ نوجوان کی آنکھوں میں اضطراب پیدا ہوا، وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''یہ کرشمہ تو خوب ہے۔'' اس نے ادب سے مجھے داد دیتے ہوئے کہا۔

مجھے اس کے برجستہ جوابات اور ردعمل سے اس کی طبیعت کا اندازہ ہو گیا۔ وہ بلا کا تیز، حاضر جواب، معاملہ فہم، نگاہ شناس اور باعزم شخص تھا، اس کا مظاہرہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا، میں نے سوچا ممکن ہے، سرنگا نے ازراہ احتیاط کسی خدشے کا اظہار کر دیا ہو۔ اس نے بہت مبہم بات کی تھی۔ میں نے کئی منزلیں سر کی ہیں۔ یہ نوجوان تو ابھی تازہ وارد ہے، اگر اس نے رخنہ اندازی کی غلطی کی تو اسے باز رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ میں اسے توری کے دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عہدے پر فائز کر سکتا ہوں اور آزمائشوں میں ڈال سکتا تھا لیکن مجھے اس کی گفتگو بھا رہی تھی اور انداز پسند آ رہا تھا۔ وہ میرا بہترین مقرب ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اپنے حلق سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی، زارے آ کر میرے سامنے مؤدب کھڑا ہو گیا۔ زارے کے احترام میں نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ زارے میرے اشارے سمجھتا تھا۔ چند لمحوں میں متعدد حسین لڑکیوں کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ میں نے زارے سے کہا۔

''ان کے ہاتھ خالی ہیں۔''

توری کے نفیس ترین مشروبات ہمارے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ زارے پھر چلا گیا اور میں نے نوجوان سے کہا۔ ''تمہیں زندگی مل گئی۔ مگر تنہا زندگی کیا ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہیں ان عورتوں میں کون سی پسند ہے؟''

نوجوان ہچکچانے لگا، وہ شرمانے کے انداز میں مسکرایا۔ ''معزز سردار!'' وہ جھک کر بولا۔ ''میں تمہارے انتخاب کو ترجیح دوں گا۔''

''میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' میں نے اچانک غصے سے کہا۔ ''فیصلہ کرو۔''

''اچھا اچھا۔'' وہ گھبرا کر بولا۔ ''وہ۔''

اس نے متوازن بدن کی ایک نوخیز لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا، لڑکی اس کے پہلو سے چپک کر بیٹھ گئی۔ اس نے اسے ایک جام پیش کیا جسے نوجوان نے میری طرف دیکھ کر حلق میں انڈیل لیا، اس کی آنکھوں میں سرخی تیر گئی۔ جام کا نشہ تیز تھا۔ اس نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ ''میں ا

عنایت کو کیا سمجھوں؟ میں ایک ستم رسیدہ آدمی ہوں۔''

میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔ ''تم امریکی ہو؟''

وہ اچھل گیا اور اسے اپنے محتاط لہجے پر قابو نہیں رہا۔ ''امریکی! کیا تم باہر کی دنیا کے متعلق جانتے ہو۔ کیا کوئی امریکی پہلے بھی ادھر آیا ہے؟''

میں مسکرانے لگا، ایک مقتدر مسکراہٹ، جو اعتماد ہی سے ممکن ہو سکتی ہے وہ مجھ سے جواب کے لیے اصرار نہیں کر سکتا تھا، میری خاموشی سے اس کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ ''میں سمجھتا ہوں، میں چند لمحوں میں حیران کن اور ناقابل یقین باتیں سن سکتا ہوں۔''

''یہاں ہر قدم ہر پل پر ایک حیرانی ہے اور صرف یہ ہے کہ مقدس اقابلا عظیم ہے۔'' میں نے عقیدت جتاتے ہوئے کہا۔

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' کسی بازگشت کی طرح اس نے اسے دہرایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''شراؤ۔'' اس نے متجسس لہجے میں جواب دیا۔

''شراؤ؟ مگر یہ امریکی نام تو نہیں ہے۔''

اس کی آنکھیں یکایک روشن ہو گئیں اور پھر فوراً بجھ گئیں۔ ''یقیناً تم ان سب سے بہتر ہو۔'' اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم کیسے جانتے ہو؟ یہاں ضرور امریکی آئے ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ کئی سال گزارے ہوں گے اور۔'' وہ جذباتی ہو کر بولا۔ ''اور وہ سب جارا کاکا کی مقدس روح پر قربان ہو گئے ہوں گے۔''

''اگر ایسا کبھی ہوا ہے تو ان سب کی روحوں نے ابدیت کی جانب سکون سے پرواز کی ہو گی۔'' میں نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

نوجوان کا ہاتھ پہلو میں بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن پر پھیلا ہوا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ مجھ سے کہاں سے گفتگو کرے۔ میں اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے لہجے میں کرب سمٹ آیا اور وہ رقت انگیز آواز میں بولا۔ ''کئی دن تک ہم سمندری موجوں سے سینہ سپر رہے پھر یہاں پناہ ملی تو محسوس ہوا کہ زندگی تو کھو گئی ہے۔ یہ تو کوئی اور چیز ہے۔''

''ہاں!'' میں اس کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ ''بہرحال تم اب یہیں کے ایک شخص ہو۔ اگر تم نے اچھی اطاعت کا اظہار کیا اور محنت کی تو زندگی یہاں ایسی کوئی بے کیف شے نہیں ہے۔''

''تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ تم سے مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔''

"تم نے مقامی زبان کس طرح سیکھی؟" میں نے پوچھا۔

وہ مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ "میں امریکہ کا شہری ہوں لیکن میرے باپ امریکی وزارت خارجہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہے ہیں، میں آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا وہاں افریقہ کی مختلف زبانوں کے طالب علم موجود ہیں۔ ان میں ایک لڑکی تھی جس نے مجھے تھوڑی بہت زبان سکھائی۔"

"تم آکسفورڈ میں پڑھتے تھے؟" اچانک میرے منہ سے نکل گیا۔

"کیا؟ کیا تم آکسفورڈ سے واقف ہو؟" وہ میرے قریب آ گیا۔ "تمھاری شخصیت بڑی پراسرار ہے۔"

آکسفورڈ کے ذکر پر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "پروفیسر رچرڈ کیسے ہیں؟" وہ امریکی گدھ ڈاکٹر برانٹن کیسا ہے؟"

"بخدا، معزز سردار، کیا یہ کوئی ساحرانہ گفتگو ہے؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "تم مہذب دنیا کے آدمی ہو۔ مگر۔ مگر نہیں، تم کیسے ہو سکتے ہو۔ میں نے جارا کا کا کی قربانی کے موقع پر تمہیں دیکھا ہے۔" وہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھاری درندگی دیکھی ہے؟ وہ مضطرب ہو گیا اور اس نے بے اختیار میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ "بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارے خط و خال اس علاقے جیسے نہیں ہیں۔ تم مجھ سے انگریزی میں بات کرو۔"

میں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ "مقدس اقابلا عظیم ہے تم ایک سردار سے مخاطب ہو نوجوان شراذ!"

شراذ نے اپنی غلطی محسوس کی اور مجھ سے کسی قدر فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور انگریزی میں کہنے لگا۔

"شاید میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" پہلی بار میں نے انگریزی میں کہا۔ "زبان قابو میں رکھو۔ تمہارا کوئی بھی آوارہ جملہ تمھارے لیے تباہیاں لا سکتا ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔"

میری فصیح انگریزی اور آکسفورڈ کے لہجے سے اس کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بیتاب ہو گیا۔ اس اجنبی سرزمین پر آکسفورڈ کا ایک طالب علم، انگریزی، اور یہ حلیہ اور اس کے گلے میں یہ عجیب و غریب قسم کی چیزیں؟ "میرے معزز سردار! میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ اعتماد کرو کہ میں تمھارے باب میں ہمیشہ محتاط رہوں گا۔" وہ جذبات زدہ انداز میں بولا۔ "یہ سب کیا ہے؟ تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ اف یہ کتنا بڑا انکشاف ہے۔ کیسا سسپنس ہے تم مجھے اپنا ساتھی، اپنا دوست، اپنا بھائی سمجھو۔"

"میں کسی کا دوست، ساتھی اور بھائی نہیں ہوں۔ تم جزیرہ توری کے ایک عام شہری ہو اور میں تمہارا سردار ہوں۔ میں نے وہ آئینہ توڑ دیا ہے جو مجھے ماضی کا عکس دکھاتا تھا۔ تم بھی اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو۔"

"درست ہے۔" وہ ایک دم اداس ہو گیا۔ "مگر تمھاری داستان میرے لیے باعث عبرت ہو گی۔ جب تم باہر نہ جا سکے تو میں کس طرح جا سکتا ہوں؟ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں مجھے پہلی ہی مرتبہ شک ہوا تھا کہ تم ان میں سے نہیں ہو اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بھی تھا۔ میں تم پر کوئی طنز اور لعن طعن کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا مگر آکسفورڈ کا کوئی طالب علم اتنا سنگ دل نہیں ہو سکتا۔ تم حالات سے مجبور ہو گئے ہو۔"

اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا۔ وہ بار بار آکسفورڈ کے حوالے دے کر مجھے متاثر کرتا رہا۔ میں نے اس کے شدید اصرار پر اپنے بارے میں چند جملوں میں اسے مختصراً بتایا اور اقابلا کا ذکر احترام سے کیا اور اسے تاکید کی کہ اس بات چیت کے بعد میری اور اس کی درمیانی خلیج کا فاصلہ کم نہیں ہوا اور وہ مہذب دنیا سے متعلق ہونے کے سبب سے میری سفارش اور کسی خصوصی کرم کا بھی مستحق نہیں ہوا۔ اس نے ایک بار پھر مجھے یقین دلایا اور مجھ سے اجازت لے کر بے تحاشا مشروب پینے لگا۔ پھر اس نے توری کی حسین لڑکی کو سر پر اٹھا لیا۔ وہ ناچنے لگا اور میرے پاس آ کر کہنے لگا۔

"معزز سردار! مجھے شک سے بالا سمجھو! میں واقعات کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں۔"

"واقعات کی تہہ؟" میں نے قہقہہ لگایا۔

"سیاہ رات کی آندھی جسے تم جارا کا کا کی مقدس روح کہتے ہو، اس نے دوبارہ مجھے امان دی ہے۔ بے فکر رہو، میں دیوتاؤں کو ہمیشہ راضی رکھوں گا۔"

"دوبار؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک بار جہاز پر۔"

"جہاز پر؟ گویا تمھارے ساتھ واقعات مختلف انداز میں پیش نہیں آئے؟"

"ہاں، مگر معزز سردار کیا جارا کا کا کوئی عورت ہے؟"

"عورت۔ وہ تو ایک نیولا دیوتا ہے۔"

"نیولا۔ مقدس نیولا۔" وہ ہنسا۔ "مگر میں نے کل ان سیاہ ذرات میں ایک انتہائی حسین و جمیل عورت کی شبیہ دیکھی ہے ایسی عورت کی شبیہ جو میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی۔"

"کیسی عورت؟" میں نے بیتابی سے پوچھا۔

"اس کے خد و خال اور اس کا حسن لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ شاید کوئی پری، کوئی

حور تھی۔ اس کا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا کہ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اس کا سرخ وسفید رنگ میری آنکھوں میں تجلیاں بھر رہا تھا۔''

میں اپنی نشست سے کھڑا ہوگیا۔ ''تم مجھے اس عورت کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔'' میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

''تم اسے جانتے ہو؟ معزز جابر بن یوسف! میں اس کی ایک نگاہ پر دنیا کا خطرناک سے خطرناک عزم کرنے کو تیار رہوں۔ اے کاش میں دوبارہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں اور سیاہ ذرات کی آندھی میں وہ روشن جمال نمودار ہو۔ جابر بن یوسف! ممکن ہے تمھارے ذہن میں ماضی کی لطافتیں کسی قدر محفوظ رہ گئی ہوں، میں بتاؤں کہ وہ سر بسر لطافت، سراپا نزاکت تھی۔''

شراڈ بڑی روانی اور فصاحت سے انگریزی بول رہا تھا اور میں سن رہا تھا مجھے سرنگا کی بات شدت سے یاد آئی اور ایک سلسلہ سا خود بخود میرے دماغ میں وضع ہوتا گیا۔ میرے سامنے امریکی نوجوان شراڈ کھڑا تھا۔

اس کی بہت سی باتیں مجھ سے مشابہ تھیں۔ اسے ابھی کچھ معلوم نہیں تھا لیکن وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے سب کچھ جاننے پر قادر ہو سکتا تھا، میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اسے امان ملی تھی۔ جارا کاکا کی روح کے ساتھ اقابلا بھی موجود تھی جس کا جلوہ بڑا مہنگا تھا، وہ ایک مہذب نوجوان کے لیے آئی تھی۔ میں اس نوجوان کو توری کے عام نوجوانوں کی طرح نہیں برت سکتا تھا۔ مجھے دیکھ کر شراڈ نے بے تکلفی سے ایک بات کی۔ ''معزز جابر بن یوسف! کیا میں ایک درخواست کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟''

''کہو۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''کیا میں چند لمحوں کے لیے جینا سے مل سکتا ہوں؟''

''مقصد بیان کرو۔'' میں جھنجلا کر کہا۔

''وہ میری منگیتر ہے معزز جابر! ہم دونوں افریقہ کے سفر پر ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے آئے تھے۔''

''مہذب دنیا کے رشتے بھول جاؤ شراڈ۔'' اس کے اس انکشاف سے مجھے کچھ مسرت سی ہوئی۔ ''جینا اور اس کی ساتھی لڑکیاں اب توری کے سردار کے قریب آنے کا اعزاز حاصل کریں گی۔ توری کا سردار اسی وقت اسے تمھارے حوالے کر سکتا ہے جب وہ اپنے تصرف سے دستبردار ہو جائے۔''

''تم اتنا ظلم کرو گے؟ وہ مر جائے گی مگر یہ کبھی گوارا نہیں کرے گی۔''

''تم ایک سردار سے گفتگو کر رہے ہو۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''مگر کیا یہ بات تمھارے اختیار میں نہیں ہے؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''میرے اختیارات کے بارے میں تمھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بے تکلفی اور گستاخی سے کام لے رہے ہو۔ سردار سب سے افضل ہے، اس کی خواہش سب سے مقدم ہے۔ اب م یہاں سے جاؤ۔'' یہ کہہ کر میں نے زارے کو اندر بلایا اور نوجوان شراڈ کو باہر بھجوا دیا۔ وہ مڑ کر میری سورت دیکھتا رہا اور میں نے توری کی ایک لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر شراب کے بڑے برتن میں لوٹا دیا۔ راڈ نے رک کر یہ مظاہرہ دیکھنا چاہا مگر زارے اسے باہر لے گیا اور میرا جسم ایک صحرا بن گیا۔ ایک حرا جہاں کوئی آندھی آئی ہوئی ہو۔

☆==========☆==========☆

جزیرے کے دوسرے حصے کی طرف واپس ہوتے وقت بھی میرے لیے تپاک کا وہی حال تھا د جاتے وقت تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ مصنوعی معلوم ہو رہا تھا۔ قبیلے کے لوگ رشک اور فخر کی نظر سے ہری جانب دیکھتے تھے مگر میں خود اپنی نظر میں گر گیا تھا مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ کبھی یاہی، کبھی سفیدی، کبھی روشنی، کبھی تاریکی، کبھی زندگی، کبھی موت، وہی زمین کھسک رہی تھی جس پر ں نے بہ دقت قدم جمائے تھے، وہی درخت سر پر آ رہا تھا جس کی چھاؤں میں میں نے سکون کا ایک انس لینا چاہا تھا۔ میں ایک پُر خیال شخص تھا۔ میری نظریں آنے والے وقت کے گرد تانا بانا بننے کی ات رکھتی تھیں، میں نے واپس چلتے ہوئے راستے میں اپنے گرد آگ کی لپٹیں محسوس کیں۔ مجھے اہت کے عالم میں سرنگا یاد آیا۔ شام کے قریب میں اپنے مکان پہنچ چکا تھا۔ میں نے سرتیا سے گلاب ا وہ پھول مانگا جو ایک پتے میں اس کے پاس محفوظ کر دیا گیا تھا۔ گلاب کی پتیاں مرجھا چکی تھیں لیکن ن کی خوشبو باقی تھی۔ میں نے انھیں آنکھوں سے لگا لیا اور میری نظروں میں اقابلا کا سراپا گھوم گیا۔ یہ ابلا کی ساق سیمیں سے حاصل کیا ہوا گل تھا۔ یہ پھول میری ملکیت تھا۔ اس کے مرجھائے ہوئے پتے یکھ کر مجھے ہر طرف خزاں سی محسوس ہونے لگی۔ میں بھی مرجھانے لگا۔

اسی وقت مجھے اطلاع دی گئی کہ باہر فزارو میرا منتظر ہے۔ میں باہر آیا تو مکان کے سامنے قبیلے ے بہت سے افراد جمع تھے۔ انھی میں ایک مفرور مہذب شخص بھی تھا اسے دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ ں کا چہرہ ستا ہوا تھا اور اس کے گلے میں متعدد پھل لٹکے ہوئے تھے۔ جلد کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ سم پر جا بجا خراشیں تھیں۔ غالباً وہ اس غار سے بھی فرار ہو گیا تھا جہاں اسے پناہ ملی تھی۔

''معزز سردار!'' فزارو کی غضب ناک آواز گونجی۔ ''ہم نے اسے ساحلی جنگلوں سے پکڑا ہے، اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں کوئی نشان دہی نہیں کر رہا ہے، کہتا ہے کہ فرار ہوتے وقت ہم گل میں بچھڑ گئے تھے۔ اس نے ایک غار میں پناہ لی تھی جہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے، لیکن یہ بند

غار سے بھی فرار ہو گیا۔ اب یہ ایک اذیت ناک موت کا مستحق ہے۔''

مفرور قیدی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی عمر 40 سے اوپر ہو گی۔ اسے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ قبیلے کے افراد میرے فیصلے کے منتظر تھے۔ فزارو نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔ ''معزز سردار! حکم ہو تو اسے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیا جائے۔''

''رحم رحم۔'' اس نے فریاد و فغاں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے آپ کو چھڑا کر میرے قدموں سے لپٹ لیا۔ اس کے کھردرے چہرے کی کھال میرے پیر پر لگی اور میں نے اسے ایک حقیر کتے کی طرح اپنے پیر چاٹتے دیکھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر مار دی۔ وہ بلبلاتا ہوا ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر میری دوسری ٹھوکر اتنی شدت سے پڑی کہ اس کے منہ سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ اس کا خون دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر فزارو کے ہاتھ سے وہ عصا لے لیا جو جنگلی جانوروں کو تابع بنانے کے لیے مخصوص تھا۔ قیدی کرب ناک انداز میں چیخنے لگا۔ اس کی خوف زدہ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے پوری شدت سے عصا کی مٹھ اس کے جسم پر برسانی شروع کر دی۔ اس کی ہر فریاد پر، رحم کی ہر چیخ پر میرا ہاتھ تیز ہو جاتا۔ شاید میری سماعت مفلوج ہو چکی تھی۔ اس کی آہ و بکا میرے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ شاید میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے خون آلود جسم کے زخم دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کی کھال جگہ جگہ سے اکھڑ گئی تھی۔ میری وحشت شباب پر تھی۔ قبیلے کے بہت سے افراد خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ فزارو بھی کچھ نہیں بولا۔ مفرور قیدی کے جسم نے مزاحمت چھوڑ دی تھی۔ میں اس کی ساری کھال جسم سے علیحدہ کر دیتا مگر فزارو کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''معزز سردار! دیوتاؤں کی نوازشیں تم پر سایہ فگن رہیں۔ بس کرو۔ اب اس کا جسم سزا پا چکا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اب اسے سمندر کی گرم ریت پر پھنکوا دو تاکہ توری پر اڑنے والے پرندے اس کے گوشت سے لذت یاب ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے نفرت سے اس کے ادھڑے ہوئے جسم کی طرف دیکھا جو خون میں رنگ گیا تھا اور جس کی روح نکل چکی تھی، اور اگر اس کی روح اب تک اس کے ساتھ تھی تو وہ اس شکستہ جسم کا کب تک ساتھ دے سکتی تھی؟ جب جنگلی پرندے اس پر یلغار کریں گے تو اس کی روح کو اپنا یہ قالب خالی کرنا پڑے گا۔

قبیلے کے چند لوگ جب اس کا بکھرا ہوا جسم اٹھانے لگے تو میں فزارو کو واپس کر کے اپنے مکان میں چلا آیا۔ میرا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے مسامات سے شعلے پھوٹ رہے ہوں۔ سرتیا نے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆===========☆===========☆

سرتیا رات کا کھانا لے کر میرے پاس آئی تو خاموش بیٹھی رہی۔ میں نے گوشت کے چند پارچے حلق میں اتار لیے اور مکان سے باہر آ گیا۔ باہر رات بیدار ہو رہی تھی اور گلیوں کے دونوں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں۔ جھونپڑیوں کے باہر بنے ہوئے چبوتروں پر لوگ رات منا رہے تھے۔ ڈاکٹر جواد بھی ان میں موجود تھا۔ اس کی جھونپڑی کے باہر بڑے سلیقے سے شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے اور ایک طرف گوشت سینکا جا رہا تھا اور دوسری طرف سے عورتوں کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

''آج رات ہمیں میزبانی کا شرف بخشو، معزز جابر!'' ڈاکٹر جواد نے دور سے ہانک لگائی۔

''شکریہ جواد!'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ''ان سرمستیوں میں خود کو فراموش مت کر دینا اور دوبارہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا۔''

''معزز جابر! دنیا میں اس سے زیادہ اچھی زندگی کون سی ہو گی؟ میں اب تک پاک و صاف شخص ہوں اور مجھے تم سے محبت ہے۔''

میری طبیعت ڈاکٹر جواد کی دلچسپ باتوں سے لطف لینے پر مائل نہیں تھی۔ چلتے چلتے جب میں مہذب لڑکیوں کے زندان تک پہنچا تو میری رگیں تن گئیں۔ آج صبح شراذ نے اپنی امریکی منگیتر جینا کا ذکر کیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا، توری کی عورتیں احترام سے ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔ مہذب عورتوں نے بھی ان کے سردار کو تعظیم دینے کے لئے ان کی تقلید کی۔ کل صبح انہوں نے جارا کاکا کی عبادت کا ہول ناک منظر دیکھا تھا۔ اس لیے آج ان کے انداز سے خوف نمایاں تھا۔ جرمن عورت مارشا نے ایرانی لڑکی فروزیں کو ٹہوکا مار کر کہا۔ ''اسے کسی دن بالا رادہ ہمارے پاس آنا تھا۔ مزاحمت بے کار ہے خاموشی سے اس کی آغوش میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

''میں اس درندے کو ضرور مزہ چکھاؤں گی، میں اپنے تیز دانتوں سے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لوں گی چاہے بعد میں کچھ بھی ہو۔ اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔'' امریکی لڑکی نے سرگوشی میں کہا۔

''آج اس سے رحم کی توقع فضول ہے۔'' جولیا نے کہا۔

''لڑکیو! میرا کہا مانو۔ خود کو خندہ پیشانی سے اس کے سپرد کر دو۔'' تیس سالہ عورت مارشا نے کہا۔

میں ان کے خوف اور اندیشے سن رہا تھا، امریکی لڑکی خوف زدہ ہونے کے باوجود تیز لہجے میں بات کر رہی تھی، میں نے اسے توجہ سے دیکھا' اس کے نقش و نگار بے حد پرکشش اور تیکھے تھے، وہ ایک تیز و طرار اور چست و چالاک لڑکی تھی۔ لانبا قد، رخساروں پر سرخی، ہونٹوں کے ساتھ بال بھی

تراشیدہ، ستواں ناک، اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں جیسی تھیں اور وہ ہرن کی طرح چوکڑی بھرتی تھی کیونکہ اس کا بدن ہلکا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ بین الاقوامی مقابلہ حسن میں منتخب ہونے والی تین لڑکیوں میں سے ایک ہے۔ میں یہاں اس کے قریب کھڑی ہوئی ایرانی لڑکی کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ میری نظریں صرف امریکی لڑکی کے بدن کا احاطہ کر رہی تھیں۔

''وہ صرف مجھے دیکھ رہا ہے۔'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''میری پیاری دوست: ہمت سے کام لو۔ اس کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔''

میں نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''ادھر آؤ۔''

میرے بلانے پر اس کی ساری تیزی وطراری رخصت ہوگئی، مارشا نے اسے آگے بڑھنے پر اکسایا، وہ سہمی سہمی اپنی جگہ سے ہلی اور میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اتنے قریب کہ میں اس کی سانس تک سن سکتا تھا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے اشارہ کیا۔

''نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔'' وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

''چلو۔'' میں نے گرج کر کہا۔ وہ سہم گئی۔

''چلی جاؤ جینا۔ بدنصیب جاؤ۔ ہم تمھاری سلامتی کے ساتھ واپسی کے لیے دعا کریں گے۔'' مارشا نے عاجزی سے کہا۔

جینا نے گردن ڈال دی۔ جھونپڑی سے باہر آکر میں آگے آگے چلنے لگا میرے پیچھے جینا اور اس کے پیچھے ایک نیزہ بردار محافظ تھا، میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ میں بستی کے آخری کنارے کی ایک جھونپڑی کے پاس جا کے بیٹھ گیا اس حصے کے تمام لوگ میرے احترام کے لیے گلی میں آ گئے۔ میں ایک جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے پیچھے پیچھے جینا بھی اندر آ گئی۔ نرم پتوں کے ڈھیر لمحوں میں فرش پر بکھیر دیئے گئے اور مشعلیں زمین میں گاڑ دی گئیں اور مشروبات کے مٹکے سجا دیئے گئے اور گوشت پھلوں کے تھال جھونپڑی میں ایک کونے میں رکھ دیئے گئے۔ میں نے شپالی چھوڑ کر اپنے تمام نوادر گلے سے اتار دیئے اور چوبی اژدہا متحرک کر کے ان کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا۔ اژدہا جھونپڑی میں دیکھ کر مہذب امریکی دوشیزہ جینا کی چیخ نکل گئی تھوڑی دیر بعد میرے حکم پر جھونپڑی خادماؤں سے خالی ہوگئی۔ میں نرم پتوں پر دراز ہوگیا ان نرم پتوں کے مقابلے میں گداز سے گداز قالین ہیچ تھے۔ جینا کھڑی رہی اور لرزتی رہی۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' میں نے مقامی زبان ہی میں کہا۔

وہ کھڑی رہی مجھے خیال آیا کہ اس سے مقامی زبان میں گفتگو نہیں ہو سکے گی چنانچہ میں نے انگریزی میں کہا۔ ''سنو لڑکی!'' میں نے ابھی کہنا شروع کیا تھا کہ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''تم نے

سردار کا درجہ اور فضیلت دیکھ لی ہے۔ اپنا ذہن صاف کر لو۔ یہاں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہے جہاں عورتیں، سردار اور چند برگزیدہ لوگوں کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ اپنے ماضی کے تمام سلسلے محو کر دو اور وہ ڈور کاٹ دو جو تمہارا رابطہ سمندر پار سے قائم کیے ہوئے ہے، تم نہ امریکی ہو، نہ برطانوی، نہ یشائی ہو، نہ یورپی۔ تم صرف ایک دوشیزہ ہو جس کا کام توری کے باشندوں اور اس کے سردار کو خوش کرنا ہے، اسی میں تمھاری خوشی مضمر ہے، مہذب دنیا کی اقدار مصنوعی ہیں، وہ انسانوں پر سماج کا ایک یر فطری جبر ہے۔ آؤ! میرے قریب آ جاؤ اور سردار کی رفاقت سے عزت و مرتبہ حاصل کرو۔''

اسے جیسے سکتہ ہوگیا تھا، وہ حیرانی سے میری فصیح و بلیغ انگریزی سنتی رہی۔ ''میرے خدا!'' وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''تم۔ تم کون ہو''؟

''میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کرو۔''

وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر مٹکے سے مشروب انڈیل لائی اور جب میرے قریب آئی تو میں نے س کا ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھے انگریزی میں مخاطب دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس سی ہوگئی تھی۔ اب وہ بہتر انداز بں مجھ سے رحم کی بھیک مانگ سکتی تھی، گڑگڑا سکتی تھی۔

''رحم۔ کس بات پر رحم؟ میں تمہیں زندہ تو نہیں جلا رہا ہوں۔''

''میں اپنی عصمت کی بھیک مانگتی ہوں۔'' وہ عاجزی سے بولی۔

''عصمت؟ امریکی لڑکی کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ یہاں عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے، تم تاریک براعظم میں ہو۔''

''میں اس نوجوان سے منسوب ہوں جسے زندگی بخش دی گئی ہے۔ وہ میرا منگیتر ہے۔ وہ میرے یر نہیں رہ سکتا۔''

''اس کے اعصاب پر ایک اور عورت سوار ہے۔''

''تم جھوٹ کہتے ہو۔'' وہ تیزی سے بولی پھر ایک دم نرم پڑ گئی۔ ''مجھے افسوس ہے کہ ہم نے علمی میں تمھارے خلاف نہ جانے کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔''

''میں ایک درندہ ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے۔''

''اور تم ایک خوبصورت ہرنی ہو۔ تم میرا شکار ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوئے لہا۔

میرے اس اقدام سے وہ برہم ہوگئی اور مچلنے لگی۔ ''میں اس کی منگیتر ہوں۔ خدا کے لیے مجھے ہوڑ دو۔''

''منگیتر۔ اے آہو چشم۔ آہو بدن۔ یہاں کوئی کسی سے وابستہ نہیں ہے۔ مجھے دیکھ۔ کیا میں اپنے چہرے کا رنگ چھڑاؤں اور اپنی جلد کی اصل رنگت دکھاؤں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوگیا ہوں؟ نرمی سے بات کرو اور گداز پیدا کرو۔ میں ایک سردار ہوں اور اس درجے پر کسی برتری ہی کے سبب پہنچا ہوں۔ میں تم سے آخری بار کہتا ہوں کہ سردار جابر بن یوسف الباقر کا احترام کرنے کی عادت ڈالو اور شگفتگی سے گفتگو کرو۔''

امریکی لڑکی خاصی ذہین نکلی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کر دی۔ شاید اسے میرے عزم کا یقین ہوگیا تھا۔ اس نے مشروب میرے ہاتھ سے چھین کر غٹا غٹ پی لیا۔ اور بولی۔ ''تم نے میری زبان میں گفتگو کر کے مجھے کچھ جرات کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میں تمھارے شکنجے میں ہوں اور تم سے کسی رعایت کی توقع بے کار ہے۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہمارے ساتھ اتنا سلوک بھی کیوں کیا گیا؟ یقیناً وہ تمھاری وجہ سے ہوا ہوگا ورنہ یہ درندے پہلے ہی دن ہماری بوٹیاں نوچ لیتے۔''

''میں نے تمھارے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''یہ تمھارا خیال ہے۔ بہر حال اب تم نے خود ہی سپر ڈال دی ہے تو میں تمہیں کچھ دل نشین باتیں کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آؤ میری آغوش میں آ جاؤ۔ اب شراڈ سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ طاقت سب سے بڑا رشتہ ہے لیکن اگر تم مجھے ایک پسندیدہ آدمی کی نظر سے دیکھنا چاہو تو تمہیں نقصان کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ میں نے شہزادوں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ میں بیروت جیسے بڑے شہر کے کلبوں کا ایک مقبول شخص تھا۔ میں نے آکسفورڈ میں تعلیم پائی ہے۔ میں شخصیت، علم اور وجاہت میں سب سے یکتا تھا۔ ایک برطانوی لڑکی فلورا میری محبوبہ تھی۔ جب میں بالکل تمھاری طرح یہاں آیا تھا تو اسے توری کے ایک سردار نے اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔ اور اس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا کیونکہ میں ایک کمزور شخص تھا، رفتہ رفتہ میں نے طاقت حاصل کی اور میں نے توری کے دونوں قبیلوں کی سرداری حاصل کر لی۔ فلورا آج کل جزیرہ بیزنار کے سردار کے پاس ہے۔ ہم پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہم نے کسی اکراہ کے بغیر یہاں کی زندگی جوں کی توں قبول کر لی تھی۔ یہاں آنے کے راستے بہت سے ہیں، جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سمجھیں نازک دوشیزہ؟'' میں یہ باتیں اس سے کہنا چاہتا تھا حالانکہ مجھے ان کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ میں شراڈ کے مقابلے میں اسے محبت سے جیتنا چاہتا تھا۔ میری اداس گفتگو نے اس پر گہرا اثر کیا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتی رہی اور میں ایسے جوابات دیتا رہا جو جزیرہ توری میں رہ کر دیئے جا سکتے تھے۔''

''تم خوب زندہ رہے۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''تم میری قدرت میں ہو۔'' میں نے کہا۔ ''شراڈ کو بھول جاؤ۔''

''تمھاری روداد نے مجھے متاثر کیا ہے۔'' وہ غنودہ لہجے میں بولی۔ ''شراڈ تو اب ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔''

''اس نے اپنے لیے توری کی ایک دوشیزہ پسند کر لی ہے۔ میں اس سے صبح ملا تھا۔''

''کیسا ہے وہ؟''

''وہ تم سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے بہت جلد ماحول سے مفاہمت کر لی۔''

''کیا وہ میرا ذکر کر رہا تھا؟''

''ہاں۔ اس نے تمہیں مانگا تھا۔''

''اچھا۔ پھر تم نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے ڈانٹ دیا۔''

''کیوں؟ تم مجھے اس کے حوالے کر سکتے تھے۔ یہ کوئی غلط بات نہ ہوتی۔ تمہیں اس کا اختیار تھا۔'' وہ میری آغوش سے نکل گئی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ میرے سامنے کر لیا۔

''میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا مجھے معلوم تھا کہ میرے نائبین زارمے اور فزارد میں سے کوئی بھی تمہیں اس سے کسی وقت بھی مانگ سکتا ہے۔ اسے ہر حال میں تمہیں عارضیتاً یا مستقل طور پر دینا پڑتا۔ میں سوچا کہ میں خود ہی تمھارے شباب سے حظ کیوں نہ اٹھاؤں اور بہتر ہے کہ تم تقسیم ہونے کے بجائے صرف ایک مرد کے تصرف میں رہو کیونکہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے کسی کو مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔ دور و نزدیک ایسا کوئی فرد نہیں ہے جو جابر بن یوسف کا ہمسر ہو سکے۔'' میں نے جواز تلاش کر لیا تھا جو بڑا کارگر ثابت ہوا، وہ موم کی طرح نرم ہو گئی۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی ایک دوسرے سے ذہنی و جسمانی طور پر وابستہ ہو جائیں؟'' اس نے خلاف توقع سوال کیا۔

''نہیں۔ تم اس کے بعد بھی اپنا ذہن آمادہ کر سکتی ہو۔''

وہ جھونپڑی کے فرش پر لوٹتی رہی۔ مجھے اس کا یہ انداز اچھا لگا، اگر وہ میرے حکم پر فوراً مجھ میں تحلیل ہو جاتی تو مجھے آسودگی کا شکوہ رہتا۔ وہ مچل رہی تھی اور میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ رہا تھا۔ میں نے ایسی صورت پیدا کر دی تھی کہ وہ نفرت و اذیت سے چیخیں مارے، رحم کی درخواست کرے لیکن وہ نفرت و اذیت کو بھول گئی۔ شاید اس سبب سے کہ اسے جابر بن یوسف جیسے شجیع شخص کا قرب نصیب ہوا تھا۔

وہ ابھی سوئی ہوئی تھی کہ میں اپنے نوادر گلے میں ڈال کر چلا آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی اس لیے

اسے خبر نہ ہو سکتی۔ میرا خیال ہے۔ بہت دنوں بعد اسے ایک مطمئن نیند ملی۔ اس مبارک وقت کی نیند جب فیصلے ہو جائیں اور ذہن کشمکش سے نجات حاصل کر لے۔ یوں تو جزیرہ توری میں عورتوں کا حصول اور نشاط وصل کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ قصر اقابلا کی منتخب لڑکیاں، اشمار اور نرماز میری شدتوں کے سپرد کر دی گئی تھیں اور انگروما میں نیشا، کیشا سے رابطہ رہ چکا تھا مگر جینا کی بات ہی اور تھی۔ مجھے فتح کا احساس ہوا، ہاں جینا کے گلزار بدن میں ذہن و دل کی فرحت کے تمام سامان موجود تھے۔ اسے آداب آتے تھے۔ مجھے رات بھر فلورا یاد آتی رہی۔ بے وفا فلورا۔ علی الصباح میں اپنے مکان میں پہنچ گیا اور احساس ہوا کہ خلش ابھی ختم کہاں ہوئی ہے؟ کوئی چیز ابھی تک چبھ رہی ہے۔ میں نے فزارو کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ شراڈ کو شکار کی ٹولی کے ساتھ جنگل میں لے جایا کرے۔ فزارو سر جھکا کے جانے لگا۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا، میں نے اسے روکا اور اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے کہا۔ ’’نہیں، جنگل میں نہ جانے دینا۔ زارمے سے کہا جائے کہ وہ اسے توری کی حسین لڑکیاں فراہم کرنے میں بخل سے کام نہ لے اور ہر وقت اس کی خدمت میں شراب پیش کی جائے اور توری کی نفیس غذائیں اسے فراہم کی جائیں۔ خدمت گار اس کی جھونپڑی پر متعین کیے جائیں اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔‘‘ پھر مجھے ایک اور خیال آیا۔ میں نے جھنجلا کے فزارو سے کہا۔ ’’کچھ نہیں۔ شراڈ کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھی جائے اور اسے شراب کشید کرنے کے کام پر لگا دیا جائے۔‘‘

کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ میں سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن تین روز زارمے کے قبیلے میں جاتا رہا اور شراڈ کو غلیظ ترین تالاب پر کام کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ سخت جان اس کام سے بہت خوش تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے بات کرنی چاہی۔ میں نے رسمی طور پر اس سے کلام کیا اور اسے ساحل سمندر پر مچھلیاں پکڑنے والے گروہ میں شامل کر دیا۔ پھر میرا رخ سمندر کی طرف ہو گیا اور میں نے دیکھا، اس نے جلد ہی مچھیروں میں مقبولیت حاصل کر لی ہے اور ایک طرح سے ان کا سربراہ بن گیا ہے۔ میں نے توری میں بننے والی مزید گلیوں اور جھونپڑیوں کی تعمیر کے کام پر اسے لگا دیا، وہ خندہ پیشانی سے پتھر ڈھوتا اور تعمیر کرتا رہا۔ اس نے تعمیر آسان کر دی اور مختلف قسم کی گاڑی بنا کر توری کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا اور آخر میں، مجھے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی۔ میں نے زارمے کو حکم دیا کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے، عورتیں اور مشروبات اس کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ وہ دن بھر سرمست رہنے لگا اور اتنے دنوں کی تکان کے بعد اس نے خوب پی۔ اسے توری کی اعلیٰ درجے کی لڑکیاں پیش کی جانے لگیں، اس کی جھونپڑی پر عورتوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اس نے باہر نکلنا کم کر دیا اور اپنی جھونپڑی میں ہی عیش و نشاط میں گم رہنے لگا۔ میں اس کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہو گیا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اور زیادہ صحت مند ہو گیا ہے اور اس کے گالوں پر سرخی دوڑنے

لگی ہے کبھی کبھی میرا اور اس کا سامنا ہو جاتا تو وہ جینا کے بارے میں پوچھتا اور میری فیاضیوں کے سلسلے میں ممنونیت کا اظہار کرتا، وہ ہر بار کوئی خدمت تفویض کرنے کے لیے اصرار کرتا اور میں کہتا۔ ’’ابھی تمھاری عمر خوشہ چینی کی ہے، جھوم جانے کی ہے، تھرکنے کی ہے، سرشار ہونے کی ہے۔ کام کا وقت آئے گا تو میں کام بھی سونپا جائے گا۔‘‘

شراڈ کی نقل و حرکت کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی مگر کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی جو مجھے تشویش میں مبتلا رکھتی۔ میں اب سکون سے سمورال کے پاس جا سکتا تھا، اس عرصے میں اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوا۔ نرماز بھی واپس نہیں آئی۔ میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔ تیس روز گزر گئے تھے اور ایک پل ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے بے قرار ذہن کو قرار آنے لگا اور میں نے اپنے وہموں اور وسوسوں سے بڑی حد تک چھٹکارا حاصل کر لیا۔ میں نے خود کو باور کرایا، یہ تو طلب صادق کی بات ہے۔ وہ اگر کسی اور جانب مائل ہے تو یہ محض وہم ہے۔ انگروما کے فاضل اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ تاریک براعظم میں سمورال کے بقول کون کون کہاں کہاں اس کی قربت کا دعوے دار ہے۔ اس کا حصول سب سے مشکل کام ہے، اسے مجھ سے ربط خاص ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے ساتھ خصوصی نوازشیں کیوں جاری رہتیں۔ میرے عزائم کہاں گئے؟ ابھی تو میں ایک بہت کوتاہ قد شخص ہوں۔ میں نے توجہ کی لگام ہر طرف سے کھینچ کر سمورال کی قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

☆==========☆==========☆

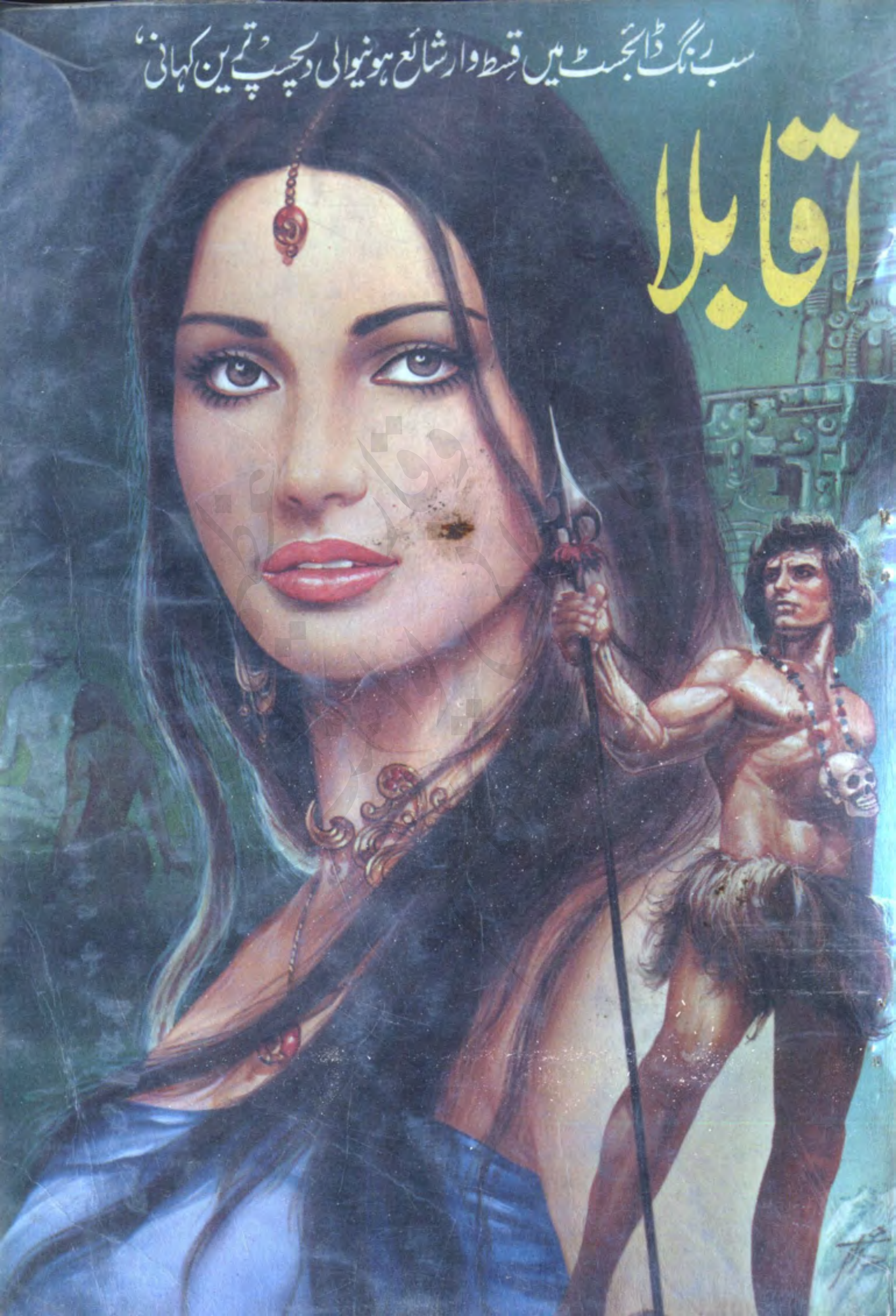
"سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونیوالی دلچسپ ترین کہانی"
اقابلا

بس میرے حکم کی دیر تھی۔

قربانی کی رسم میں حصہ لینے والے لوگوں کی ٹولی پہلے ہی پوری طرح چاق و چوبند تھی۔ ان کے سیاہ برہنہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ نیزوں کی انیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ دائرے کی صورت میں ڈھول اور تاشوں کی تھاپ پر وحشیانہ رقص کرتے ہوئے مقدس قربانی کے مخصوص جملے ایک ساتھ ادا کر رہے تھے۔ جاراکاکا کی کھوپڑی ایک اونچے پتھر پر ایستادہ تھی جس کے نیچے ایک بڑا سا گڑھا جیسا برتن رکھا تھا۔ میں اونچی نشست پر ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ ان کی موت میرے ہاتھ کی جنبش کی منتظر تھی۔ میں نے ان پانچوں اسیروں کو دیکھا۔ مہذب دنیا کے یہ لوگ تصویرِ عبرت بنے کھڑے تھے۔ کاش میں ان کی نجات کا حکم دے سکتا مگر میں ایک بااختیار شمن ہونے کے باوجود بہت بے اختیار آدمی تھا۔

ان کی نجات میری ہلاکت تھی اور میری ہلاکت کے بعد بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہیں گے۔ انھیں مرنا ہی تھا کیونکہ وہ سحر وافسوں کی سرزمین پر آگئے تھے اور یہی اچھا بھی تھا کہ وہ مر جاتے۔ کیونکہ زندگی کے اس ہولناک تجربے سے گزرنے کے بعد ان کے پاس اُسے بیان کرنے کا وقت بھی نہ رہتا۔ دراصل وہ اسی دن مر گئے تھے جب طوفانی موجوں نے ان کا جہاز اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اب تو ان کے جنازوں کی رسم اُن کے سامنے ادا ہو رہی تھی۔ ان کے چہرے دھواں دھواں تھے موت اُن کے گرد رقص کر رہی تھی۔ میں نے سمورال اور سرنگا کی طرف دیکھا پھر میری نظریں خود بخود آسمان کی طرف اُٹھ گئیں اور میں نے جابر بن یوسف کو مجبور کیا کہ وہ اپنا ہاتھ نیچے گرا دے۔ جابر بن یوسف نے مجبوراً ایسا ہی کیا اور میرے دل میں ایک لمحے کے لیے رحم کے جو فاسد خیالات آتے تھے میں نے ان سے کنارہ کشی کی اور اپنے برہنہ جسم اور اپنے گلے میں لٹکے ہوئے نوادر کی طرف نگاہ کی۔ میں جابر بن یوسف کے خول سے جزیرہ توری کے سردار کی شکل میں جلد ہی واپس آگیا۔ میرے ہاتھ کی جنبش نے رقص میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور توری کے مغلوب الغضب لوگوں کا دائرہ اجنبیوں کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ اجنبی اسیر گڑگڑانے لگے مگر ایک قیدی، ایک نوجوان قیدی ابھی تک گنگ کھڑا تھا۔ اس نے کسی بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت نہیں دیا تھا، وہ حسرت اور حیرت سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی میرے بیٹھتے ہی لوگوں کی ایک ٹولی اپنے نیزے لہراتی ہوئی اسیروں پر ٹوٹ پڑی انھیں گھسیٹ کر اس مقام پر لایا گیا جہاں جاراکاکا کی کھوپڑی اور ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا۔ ایک ادھیڑ عمر قیدی سب سے زیادہ شور مچا رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے گھسیٹ کر برتن پر اس طرح اوندھا کر دیا گیا کہ اس کا سر برتن کے اندر ہو جاتے۔ اس کے بعد جو شخص بھی رقص کرتا ہوا اس کے قریب سے گزرا اس نے نیزے سے قیدی کا جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ چار اشخاص اسے پکڑے ہوتے تھے۔ زخمی شخص پچھاڑیں کھا رہا تھا لیکن اس کی ہر چیخ نیزے چبھونے والے افراد کے غضب میں اور شدت پیدا کر دیتی جب نیزوں سے اس کا جسم بالکل چھلنی ہو گیا تو نوجوانوں نے باری باری آگے بڑھ کر اس کی گردن پر وار کرنے شروع کر دیے۔ ہر وار پر قیدی کا جسم اس طرح تڑپ جاتا جیسے اسے بجلی کے جھٹکے دیے جا رہے ہوں پھر قیدی کی سانس ٹوٹنے سے پہلے اسے پیروں سے پکڑ کر برتن میں لوٹ دیا گیا تاکہ اس کا سارا خون برتن میں جمع ہو جاتے کچھ ہی دیر میں ادھیڑ عمر کے قیدی کا جسم خون سے خالی ہو گیا اور اسے زندگی سے بھی نجات مل گئی۔ پھر اس کا جسم میدان میں پھینک دیا گیا۔ برتن میں نہایت احترام سے جاراکاکا کی کھوپڑی ڈال دی گئی اور خون میں نہلانے کے بعد دوبارہ اونچے پتھر پر رکھ دی گئی۔

نارے سادر فزار و تیزی سے ہجوم چیر کر برتن کے قریب پہنچے اور انھوں نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال کر چلوؤں سے خون چکھا اور پھر زمین پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میری اور سمورال اور سرنگا کی خدمت میں خون کا جام پیش کیا گیا۔ میں نے سرنگا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سرنگا کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ہیجان برپا تھا لیکن اس نے نہایت سکون کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کر کے جام اٹھایا اور آنکھیں بند کیے کیے اسے ہونٹوں تک لے گیا۔ میں نے اور سمورال نے کسی جھجک کے بغیر ادھیڑ عمر مہذب اجنبی کے تازہ خون کا جام نوش کیا پھر اس متبرک خون سے سارے ہجوم کو فیض یاب ہونے کا اشارہ کیا۔ قبیلے کے تمام افراد ایک دوسرے پر گرنے لگے، ہر شخص خون کا ایک قطرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ برتن ہجوم کی اوٹ میں ہو گیا تھا، عورتیں اور مرد چیخ پکار کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں تھے۔ لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ انھیں ایک ایک قطرہ نصیب ہونا بھی مشکل تھا، بہت سے لوگ برتن تک نہیں پہنچ سکے اور مایوس ہو کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ برتن اب خشک ہو چکا تھا۔

جاراکاکا کی اس متبرک قربانی کے وقت خون کے قطرے تقسیم نہیں کیے جاتے تھے۔ انھیں حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا

تھا جو بازی لے جاتا وہ خون کے زائد قطرے حاصل کر لیتا، جس نے اپنا دہن اس مقدس سیال سے تر کیا اس نے جاراکاکا کی روح سے قربت حاصل کر لی۔ خون کے بڑے برتن کے گرد ابھی تک چھینا جھپٹی ہو رہی تھی حالانکہ اس میں ایک قطرہ خون باقی نہیں رہا تھا۔ جو آگے تھے وہ جھک کر اپنی زبانوں سے برتن چاٹ رہے تھے۔

پھر دوسرا قیدی لایا گیا، وہ یہ منظر دیکھ کے پہلے ہی نیم جاں ہو چکا تھا، اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں اور چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ اس کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ وحشی مقامی نوجوان جو اولین قیدی کے خون سے مست ہو گئے تھے سو اب اور زیادہ بے صبری کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسرے قیدی کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے قیدی کا ہوا تھا۔ اس کے گرم خون میں بھی جاراکاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا۔ اور میری اور سمورال اور سرنگا کی خدمت میں اس کا لبالب جام پیش کیا گیا۔ پھر وہی طوفان اٹھا اور چشم زدن میں خون کا برتن پھر خالی ہو گیا۔ تیسرا شخص، چوتھا شخص، یکے بعد دیگرے چاروں اشخاص کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا، ہر بار قبیلے کے لوگ برتن خالی ہو جانے کے بعد جاراکاکا کی روحانی عظمتوں کے متعلق توری کی زبان کے بہترین لفظ ادا کرتے، یہ شاعری نہیں تھی مگر لفظوں کا ایسا مرکب تھا جس میں آہنگ تھا ترنم تھا اور گرج چمک تھی، ساری شعری خوبیاں موجود تھیں، یہ دن توری میں جاراکاکا کی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت کا دن تھا کیونکہ دیوتا نے خود اپنے لیے قربانی کا سامان فراہم کیا تھا۔ میری نظریں اس آخری قیدی پر مرکوز تھیں جو نہ کپکپا رہا تھا، نہ فریاد کر رہا تھا۔ نوجوانوں کا گروہ وحشت ناک انداز میں رقص کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے مقتل تک لاتے وہ از خود قدم بڑھاتا ہوا گڑھے کے قریب جا کر ٹھہر گیا، اس کی یہ جسارت میری نظریں چکا چوند کر گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف و دہشت کے بجائے خون جھلک رہا تھا۔ اس کی دلیری دیکھ کر نوجوانوں کے گروہ کا رقص اور تیز ہو گیا۔ مقتل میری نگاہ سے زیادہ دور نہیں تھا، میں نے اس شخص کو غور سے دیکھا۔ اس کے شانے مضبوط تھے اور جسم کسرتی تھا۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ وہ قد، جسامت اور رنگ کے اعتبار سے ایک دلکش اور قابل رشک صحت کا نوجوان تھا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے پھر جاراکاکا کی عبادت کی رسمیں ادا کی گئیں لیکن وہ اپنی جگہ ثابت قدم کھڑا رہا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا، سرنگا پہلو بدل رہا تھا اور اس آخری قیدی کو والہانہ انداز سے دیکھ رہا تھا، میں نے اشارہ کیا، چار افراد آگے بڑھ کر نوجوان کی جانب بڑھے تاکہ اسے پچھاڑ کر برتن میں ذبح کر سکیں لیکن اسی لمحے نوجوان چیخ پڑا، خون کی تمازت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے آدمیوں کو حقارت سے دور ہٹنے کا اشارہ کیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید یہ بدقسمت نوجوان مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ یہ کھیل جاراکاکا کی مقدس روح کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوتا۔ قبیلے کے لوگ کچھ اور خوں خوار ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے نیزے نوجوان کے جسم کو نشانہ بنا دیتے مگر میں نے بلند آواز میں انھیں روکا اور اپنی نشست سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا، نوجوان کی مضطرب آنکھیں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے رحم کی درخواست کے بجائے نفرت کا اظہار نمایاں تھا۔ چہرہ لہولہو تھا اور اس کا جسم پھڑک رہا تھا، میں اس کے قریب جا کر تھم گیا۔ "کیا چاہتے ہو؟" میں نے اسے سرد آواز میں مخاطب کیا۔

"میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا کیونکہ تم ایک ایسے جابر ہو جسے اتفاق سے برتنا آتا ہے۔" اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں زہر خند سے جواب دیا۔ "درندوں سے زندگی کی بھیک مانگنا فضول ہے۔ لاؤ مجھے اپنا خنجر دے دو۔"

"خوب! گویا تم مقابلے پر آمادہ ہو؟" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "میرے قبیلے کے افراد اس کھیل سے لطف اندوز ہوں گے۔"

"آہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں مقابلہ جیت بھی گیا تو تم میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرو گے۔ میں غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تمہارے لہجے سے گستاخی کی بو آتی ہے۔" میں نے گرج کر کہا۔

"اجنبی نوجوان! تم خوش قسمت ہو کہ تمھیں ایک متبرک موت نصیب ہو رہی ہے۔ تم اس سرزمین میں جاراکاکا کی عظیم روح پر قربان ہو رہے ہو جاراکاکا کی روح تمہاری اس قربانی سے خوش ہوگی اور تمھیں جلد ہی زندگی کی اذیتوں سے نجات مل جائے گی۔"

"میں اپنے آپ کو قربان کر رہا ہوں اے سنگ دل سردار تمھیں اپنے دیوتا کے لیے میرا خون درکار ہے نا! میں یہ خون اپنے ہاتھ سے فراہم کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت تم سیاہ فام درندوں کے غلیظ ہاتھ میرے جسم سے لگیں، کیا کوئی شخص خود اپنے آپ کو قربان نہیں کر سکتا؟" اس نے جرأت سے کہا۔

"یہاں تمھیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فیصلہ کا حق، دیوتاؤں، مقدس آقابلا اور سردار کو ہے جس زمین پر تم کھڑے ہو وہ تمھاری زمین سے مختلف ہے۔ البتہ اگر تمھاری خواہش کو درخواست کا درجہ دیا جاتے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ تم قربانی کے لیے منتخب کر لیے گئے ہو۔ یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔" نوجوان نے طنزاً کہا۔ "میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے وحشیوں کو اپنے نیزے آزمانے کا حکم دو۔ میری زبان بند رہے گی۔"

کاش اس نوجوان کو معلوم ہوتا کہ میں اس کے حق میں زندگی کا مژدہ سنانے کے لیے کس قدر مضطرب ہوں۔ اس کی دلیری نے مجھے متاثر کیا مگر میرے متاثر ہونے سے کیا ہو سکتا تھا؟ تاریک براعظم کے قانون کا احترام مجھ پر فرض تھا، میری زبان کی ایک معمولی سی لغزش مجھے مقدس آقابلا کی نظروں میں گرا سکتی تھی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے ننگ دھڑنگ وحشی میرے اشارے کے منتظر تھے۔ قبیلے کے لوگوں کی آوازیں مدھم پڑ چکی تھیں، انھیں بے چینی سے میرے فیصلے کا انتظار تھا۔ میں مہذب دنیا کے نوجوان کے سامنے ایک درندے کی حیثیت سے کھڑا تھا، درندوں کے فیصلوں میں کسی لچک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں چند ثانیوں تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تمھاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔"

میں نے اپنا خنجر نکال کر اس کی جانب اچھال دیا۔ مشتعل گروہ میرا اشارہ پا کر پیچھے ہٹ گیا، انھیں میرے فیصلے سے مایوسی ہوئی تھی لیکن میری ہیبت انھیں خاموشی اور اطاعت پر مجبور کر رہی تھی۔

"میری روح تمھارا یہ احسان یاد رکھے گی۔" نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے جواب دیا، پھر خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کر کے آسمانوں کی سمت دیکھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں بولا۔ "اے مقدس جاراکاکا کی عظیم روح! میں تجھ سے آشنا ہوں اور تو میرے قلب سے آشنا ہے۔ تیرے عبادت گزار میرا خون طلب کر رہے ہیں۔ میں انھیں اپنا خون پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھے زندگی دی جاتی تو میں یہاں کا سب سے بڑا عبادت گزار ہوتا لیکن میری خوشنودی اگر میری قربانی میں پنہاں ہے تو یہی سہی۔ میں اپنی جان تیری مقدس روح کی نذر کرتا ہوں۔" نوجوان کا لہجہ میرے لہجے کی طرح فصیح نہیں تھا اس لیے کہ وہ مقامی زبان سے بہت معمولی واقفیت رکھتا تھا لیکن اس نے جس جرأت اور دلیری سے مرتے وقت یہ اعلان کیا، اس نے سب کو چونکا دیا۔ نوجوان کے اس جذباتی انداز اور مسکراتے ہوئے چہرے نے مجھے کشمکش اور رنج کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ایک جھٹکے سے خنجر اپنے پیٹ میں اتار لیا۔ میری آنکھیں مچ گئیں۔ لیکن اسی وقت فضا میں ایک شدید تڑاکا ہوا۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ نوجوان کا ہاتھ اس کے پیٹ پر ٹکا ہوا تھا اور وہ سکتے کی حالت سے دوچار تھا۔ میرے قبیلے کے افراد اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے اطراف میں نظر ڈالی۔ یہی حال سمورال اور سرنگا کا تھا۔ اچانک میری نظر آسمان پر گئی اور میں تیزی سے پیچھے ہٹ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ کھلے آسمان سے سیاہ ذرات کا بھنور نیچے اتر رہا تھا، یہ جاراکاکا کی روح کی آمد کے آثار تھے۔ نوجوان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ پتھر کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا تھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور ہر لمحے اس کے قریب تر ہو رہا تھا، اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی، اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں سیاہ ذرات کی آندھی کا کرشمہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ نوجوان کا جسم اس کی زد پر آ کے راکھ بن جاتا۔ میں نے سیاہ ذرات کا بھنور نوجوان کے سینے پر رکتے دیکھا تو نگاہیں زمین پر جھکا لیں۔ میرے قبیلے کے تمام افراد زمیں بوس تھے، ہر طرف ایک ہولناک سکوت طاری تھا۔ میں سر جھکائے زمین کی چھاتی سے چمٹا رہا۔ لمحوں میں کیا ہو جاتے؟ یہ کسی کو خبر نہیں تھی۔ میں چند لمحوں تک نظریں جھکائے خاموش پڑا رہا۔ پھر جب فضا سے ذرّوں کی بھن بھناہٹ کی مخصوص آواز دور ہونے لگی اور میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھوں پر دھند چھا گئی۔ مہذب نوجوان راکھ کے ڈھیر کے بجائے اپنی جگہ صحیح سلامت کھڑا تھا، اس کا خنجر دور پڑا تھا اور جس برتن میں مقدس کھوپڑی کو غسل دینے کی خاطر انسانی خون جمع کیا گیا تھا، اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ابھی میں ان اسرار پر ششدر ہی تھا کہ سمورال تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

"جزیرۂ توری کے مقدس کاہن! اسرار کا پردہ چاک کر۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "کیا مجھ سے پھر کوئی لغزش سرزد ہو گئی ہے؟"

"جابر بن یوسف! تمھارے اعتماد کو کیا ہو گیا؟ سنو اے مرد ناتواں!" سمورال کنکھیوں سے نوجوان کی سمت دیکھ کر بولا۔ "مقدس جاراکاکا کی عظیم روح نے قربانیاں قبول کر لی ہیں تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔"

"پھر یہ نوجوان قیدی؟" میں نے تشویش سے پوچھا۔

"اسے زندگی بخش دی گئی ہے۔" سمورال نے جواب دیا، "کون جانتا ہے کہ جاراکاکا کی روح کب اور کس پر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اس نوجوان نے جرأت کا ثبوت دیا تھا، جرأت جاراکاکا کو پسند ہے۔"

"یقیناً اس کا فیصلہ سب سے اعلا اور ارفع ہے۔" میں نے نیازمندی سے کہا اور حیرت سے نوجوان کی طرف دیکھا جو ابھی تک سراسیمہ کھڑا تھا۔ وہ میری اور سمورال کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں ہجوم ابھی تک دم بخود تھا۔ قربانی کی رسم ادا کرنے والا گروہ اپنے

نیزے پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ "اے خوش بخت شخص!" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "مژدہ ہو کہ جاراکاکا کی مقدس روح نے تجھے زندگی کی نوید دی ہے۔ اب تو ہمارے لوگوں میں شامل ہے اور اس زمین پر تیرا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا ان عبادت گزاروں کا۔" میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یاد رکھ، جاراکاکا نے اس زمین پر ایک سردار مقرر کیا ہے جو مقدس آقابلا کا غلام ہے۔ وہ سردار دیوتاؤں کے برگزیدہ لوگوں کے سوا سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تیرے لیے لازم ہے کہ تو سردار کی اور تاریک برِاعظم کے مقدس رسم و رواج کی پابندی کرے۔ تو ایک جانور ہے، اگر تو نے اپنے ریوڑ سے سرکشی کی تو ہمیشہ کے لیے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے گا اور تو نے سر جھکا کر چلنا سیکھا تو تجھے لذیذ شرابیں اور معطر عورتیں مہیا کی جائیں گی۔ قبیلے کے سردار کا ہر حکم ہر سلسلے میں آخری ہوگا۔"

نوجوان نے احتراماً سر جھکا لیا اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا: "میں نے نئی زندگی پائی ہے۔ لہٰذا میں مقدس جاراکاکا کی اطاعت اور اس کی روح کی خوشنودی کے لیے ہمیشہ ایک وفادار اطاعت شعار شخص ثابت ہوں گا۔"

"شخص کے بجائے کتا کہہ۔" میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں ہوتا تو یہی کہتا۔ "یہ وحشی یہ درندے اب تیرے عزیز ہیں۔" میں نے طنزاً کہا۔

نوجوان نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ذہین مخلص خوبرو شخص نظر آتا تھا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بالوں میں سرخی شامل تھی۔ اس کے زندہ رہنے پر مجھے خوشی تھی۔ میں نے اسے زارمے کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ وہ اسے اپنی رعایا میں شمار کرے۔ جشن ختم ہونے سے پہلے کاہنِ اعظم نے توری کے تمام افراد کو ایک جگہ کھڑا کر کے جاراکاکا سے الفت اور رفاقت کی دعائیں مانگیں پھر میدان رفتہ رفتہ خالی ہونے لگا۔ سرنگا نے اپنے غار کی، سمورال نے اپنی اقامت گاہ کی اور میں نے فزارو کے ساتھ اپنے مکان کی راہ لی۔ جاراکاکا کی روح نے عین موقع پر نمودار ہو کر نوجوان کو زندگی کی جو نوید دی تھی وہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ مہذب دنیا کا یہ قافلہ اپنے چار مردوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، دو افراد ابھی تک مفرور تھے۔ عورتیں میری تحویل میں تھیں۔ میں واپسی میں راستے بھر اپنے متعلق سوچتا رہا۔ گو نوجوان کی جاں بخشی سے قربانی کا تکدر کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن یہ کیسا عجیب نظارہ تھا؟ مہذب دنیا کے آدمیوں کا خون مجھے اپنے سینے پر جما ہوا معلوم ہوتا تھا، میں اسے نوش بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے اسے ہضم کر لینا چاہیے تھا۔ فزارو میرے ہمراہ تھا اور پیچھے ایک ہجوم تھا۔ سرتیا بستی میں تنہا رہ گئی تھی، وہ مجھے بستی کے قریب ہی مل گئی۔ اس نے زہریلی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا۔ میرا جی چاہا، اس کا گلا گھونٹ دوں۔

"کیا وہ سب ختم ہو گئے سیدی؟" اس نے قریب آ کر پوچھا۔

"نہیں، ایک بخش دیا گیا ہے، دو مفرور ہیں۔ عورتیں سب کی سب زندہ ہیں۔" میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

"گویا ایک بار پھر بزم آرائی ہوگی۔"

"ہاں۔ اور بار بار ہوگی۔" میں نے زچ ہو کر کہا۔ "انسانی خون کا ذائقہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ میرے منھ کو خون لگ گیا ہے۔"

"اب تم مکمل طور پر یہیں کے ایک فرد معلوم ہوتے ہو۔"

"اور تم اس وقت تک پریشان رہو گی، اپنے دن اپنی راتیں ضائع کرتی رہو گی

اور جو لباس تم نے اپنی دانست میں اوڑھ رکھا ہے، وہ صرف تمہاری اندرونی بصارت تک محدود ہے۔ جب تمہارے دن گزر جائیں گے وقت تمہیں بتائے گا کہ تم نے زیب خوردگی میں کیسی حسین ساعتیں گنوا دیں۔ اس جزیرے سے آگے سمندر ہے، راستے گم ہیں۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ضمیر تمہاری مخصوص روایات کا مرہونِ منت ہے۔ اس جل خانے میں ہی اگر اس کی پرورش ہوتی تو تمہیں یہ یہاں نظر نہ آتا۔ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں، وہ تمہیں نظر نہیں آسکتا۔ اب خون کی یہ تلخی ہی میرا ضمیر ہے۔ میرے منہ کا مزا کڑوا ہو رہا ہے مگر میں نے اسے اپنے حلق میں اتار لیا ہے۔ تم توری کی حسین لڑکیوں سے اپنے بدن پر مالش کراتی رہو۔ شکار کے عمدہ گوشت کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتی رہو۔ توری کی جڑی بوٹیاں تمہارا بدن ایک عرصے تک محفوظ رکھیں گی، یہاں شباب کی ہوتی ہے۔ پھر ایک دن تم بھی اسی نتیجے پر پہنچو گی جس پر میں تم سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ بھولی لڑکی! کیا تم ہواؤں میں اُڑ رہی ہو؟ قدموں کی طرف دیکھو کہ وہ کس زمین پر جمے ہوتے ہیں۔"

سرتیا نے میرا طویل بیان غور سے سنا اور میرا ہاتھ "سیدی!" وہ سسکتے ہوئے بولی۔ "شاید مجھ پر میری زمین کا گہرا ہے۔ میرا ضمیر ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تم بھی صحیح کہتے ضمیر تو زمین سے وابستہ ہوتا ہے۔ زمین بدل گئی تو ضمیر بھی آہ، میں خود فریبی میں مبتلا ہوں مگر یہی تو میرے جینے کا

"تم بعض اوقات کتنی اچھی باتیں کرتی ہو۔ سرتیا، سرنگا کی لڑکی سرتیا۔ جب تم ناراض ہوتی ہو تو مجھے اپنے وجود ہونے لگتی ہے۔ تم میرے بیان پر یقین کرو، میں ابھی تک یہاں مثالی آدمی نہیں ہوں۔ ابھی مجھے بہت سے سحر و اسرار نہیں آتے

نے لگتا ہے، کبھی کبھی ایک خلش سی ہوتی ہے، کبھی کبھی ایک درد سا سینے کے اندر اٹھتا ہے۔ مجھے عورتوں کو روندتے ہوئے اب بھی جھجک ہوتی ہے۔ میں اب بھی انتہا پسندانہ فیصلے کرتے ہوئے گھبراتا ہوں لیکن یہ سب کوتاہیاں ہیں۔ دعا کرو کہ یہ کوتاہیاں سرزد نہ ہوا کریں، یہ خامیاں مجھ سے دور ہو جائیں اور میں مقدس آقابلا کا ایک بہترین غلام بن جاؤں۔"

سرتیا نے لاشعوری طور پر معنی خیز انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ ہم جلد ہی مکان پہنچ گئے۔ میں نے اس ادھیڑ عمر شخص کی گھڑی دیکھی جس کا خون ابھی ابھی بہا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ اجنبیوں نے اپنی گھڑیوں کی سوئیاں توری کے وقت کے مطابق کر دی تھیں۔ میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور خادماؤں کو حکم دیا کہ وہ کمرے میں اطلاع کے بغیر نہ آئیں۔ بستر پر لیٹتے ہی پھر وہی کثافتیں مجھ پر حاوی ہو گئیں جو جشن سے پہلے تھیں اور جو اس وقت سے تھیں جب آقابلا کی بارگاہ سے میں ناقابلِ فہم انداز میں یہاں پھینک دیا گیا تھا۔ جشن نے کچھ دیر کے لیے ذہن مصروف رکھا۔ مہذب دنیا کے قافلے کا فیصلہ کر کے میں نے خود کو دیوتاؤں کی نظر میں سرخرو کر لیا تھا، یقیناً مہذب دنیا کی عورتوں نے بھی اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھا ہوگا اور انھیں احساس ہوگا، انھوں نے اپنا کتنا وقت کرب میں گزار دیا۔ انھیں اپنی مخالف جنس سے مختلف ہونے کی جو رعایت ملی تھی یعنی زندگی، وہ کچھ کم نہیں تھی، شاید زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ آدمی ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ موت کے جذبے ہوا کے جھونکے کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان عورتوں کو جاراکاکا کی بڑی عبادت میں لے جایا گیا ہوگا کیونکہ جاراکاکا کی عبادت میں شرکت قبیلے کے ہر فرد کے لیے لازم تھی۔ صرف سرتیا یہاں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ جشن میں شرکت کے لیے ضرور گئی تھی مگر جب اس نے خوں خوار جبر اور موت کا رقص دیکھا ہوگا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلی آئی ہوگی۔ میں اپنے [illegible] میں اتنا منہمک تھا کہ بہت سے لوگوں کے چہرے میری نظروں سے اوجھل رہے۔ دونوں قبیلوں کی ساری آبادی وہاں موجود تھی، جاراکاکا کی عبادت کے درمیان میں اٹھ کر چلا آنا ایک ناروا بات تھی۔ سرتیا یہ جرأت کر سکتی تھی کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دلیری کی امان میں تھی اور سرنگا جیسے صاحبِ اسرار شخص کی بیٹی تھی۔

مکالمے اس ماحول کے حوالے سے اس کے تیکھے اور طنز بھرے رویے نے بیزار کر دیے تھے۔ میں نے لفظوں کی شعبدہ گری دکھائی تھی لیکن خود میرا کیا حال تھا؟ لفظ میرے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں۔ میری ذہنی کیفیتیں لفظوں کے قالب میں ڈھل کر ادا ہو رہی ہیں مگر ماہ و سال کا عذاب کون رقم کر سکتا ہے یا بیان کر سکتا ہے۔ میرا حال کیا تھا؟ میں ایک ایسا تنور تھا جو کبھی سرد پڑ جاتا ہے، کبھی سرخ ہو جاتا ہے۔ جشن کی مصروفیت بھی گزر گئی۔ یہ میرے شباب کی عمر تھی اور سیرابی کے لیے توری کی دوشیزاؤں کے چشمے بہتے تھے، باہر ہر طرف ہریالی تھی، زندگی کے اتنے بکھیڑے نہیں تھے جو مہذب دنیا میں ہوتے ہیں، نہ ٹریفک کا شور تھا، نہ فضا میں آلودگی۔ پھر بھی یہ مکان محبس معلوم ہوتا تھا۔ سرتیا دوسرے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی دور تھی۔ سرنگا غار میں فرار کے منصوبے بنا رہا تھا۔ فلورا بیزنار کے سرکشوں کے قبضے میں تھی۔ ہر طرف شک اور ابہام کی دیواریں تھیں۔ ایک تنہائی تھی اور ایک ہی خیال تھا۔ ہاں اس کا خیال۔ اس زہرہ جمال کا خیال جس کا نام آقابلا ہے۔ اور کیا تھا؟ وہی تو تھی جس نے ویرانی میرے شب و روز کے لیے تفویض کر دی تھی مگر اس کا ذکر چھوڑیے۔ یہ ذکر وحشت میں مبتلا کرتا ہے اور سکون غارت کرتا ہے، وہ غارت گرِ تمکین و ہوش ہے مگر اس کا خیال تحریک کا سبب ہے۔ وہ ایک ایسی چیز، مثل چیز ہے جسے چھونے کے لیے جتنا دوڑیے، جتنا اچھلیے وہ دور ہو جاتی ہے اور آدمی تھک کر ہمت کھو بیٹھتا ہے۔ تاریک برِاعظم کے نہ جانے کتنے لوگوں نے حوصلہ کھو دیا تھا اور انھیں دور تک بھاگنے کا یہ صلہ ملا تھا کہ وہ جہاں تھے، وہیں رک گئے تھے۔ میں سرداری پر ٹھہر گیا، اس کا خیال آیا تو میں نے اپنے آپ کو جھنجھوڑا کہ اے جابر بن یوسف! ابھی تیرا سفر شروع ہوا ہے۔ تیری منزل ابھی دور ہے، وحشتیں جھٹک کر جہاں تک بھاگ سکتا ہے، بھاگ۔ جشن سے پہلے میں نے ایک عہد کیا تھا۔ توری کے ایک جلیل القدر شخص کو مسخر کرنے میں نے اس کے جس غار پر قبضہ کیا تھا، وہاں سے میں اپنی نئی منزل کا آغاز کر سکتا ہوں۔ اس غار میں بیش بہا نوادر تھے جن میں سے بیشتر کے متعلق میرا علم ناپختہ اور خام تھا اور مجھے اس میں سمورال کی اعانت درکار تھی۔

انھی خیالوں میں رات ہو گئی اور بستی میں رات اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ آئی۔ آج بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔ انھوں نے جاراکاکا کی مقدس روح کا دیدار کیا تھا اور اس نے نمودار ہو کر ان کی قربانی کی قبولیت کی سند دی تھی۔ میں نے سوچا، مجھے مہذب دنیا کی عورتوں کے پاس جانا چاہیے اور رات ان کے بدن کی خوشبو سے مہکانی چاہیے لیکن میں سرنگا کے غار کی طرف چلا گیا اور میں نے چند رسمی جملوں کے بعد اسے غار سے باہر نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ سرنگا اپنی دیوی کی مورتی جیب میں رکھ کر اور اپنے غار پر انگلیوں سے چند نشانات بنا کر میرے ساتھ آیا، پھر

جنگل میں چلتا رہا۔ ہم جلد ہی اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے جشن سے پہلے دریافت کیا تھا۔ میرے ہاتھ میں روشن شپالی تھی۔ غار کا دہانہ صاف کرکے ہم سرنگ نما راستے سے اندر داخل ہوئے۔ بوڑھے شخص کی لاش حیرت انگیز طور پر سوکھ گئی تھی۔ میں نے اسے ہٹایا، میں سرنگا کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔ شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے کسی قدر فخر کا احساس ہوا، وہ بہت انہماک اور حیرت سے پہلے کمرے کے نوادر دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دوسرے اور تیسرے کمرے میں لے گیا پھر میں نے اسے پورے غار کا معائنہ کرا دیا۔ سرنگا اس درمیان میں کچھ نہیں بولا۔ وہ صرف ہوں ہاں کرتا رہا اور میں اسے بتاتا رہا۔

"ابھی میں نے اور کاہنِ اعظم سمرال نے صرف یہی کمرے دریافت کیے ہیں۔ ممکن ہے اندر کوئی اور دنیا بھی ہو۔"

اس نے تارک الدنیا بوڑھے کی خانقاہ دیکھی جہاں جارا کا کا کی متعدد کھوپڑیوں کا انبار تھا، سرنگا نے سمرال سے زیادہ وقت لیا۔ غار کی سب سے حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ اندر گھٹن اور حبس کا گمان تک نہیں گزرتا تھا۔ اس نے دیوار سے ٹنگی ہوئی کسی جانور کی کھال زمین پر بچھائی اور اس پر ایک مخصوص انداز سے بیٹھ گیا۔ کچھ توقف کے بعد اس نے ایک جانب اشارہ کیا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کسی جانور کے کٹے ہوئے سر کی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں۔ یہ سر اسی کھال سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس پر سرنگا بیٹھا تھا۔ جانور کی روشن آنکھوں کے ساتھ اس کی زبان بھی باہر نکل آئی تھی۔ سرنگا نے چند لمحے اس عمل میں گزار دیے۔ مجھے نہ جانے کیا خیال آیا، میں نے منور شپالی دیوار پر لٹکے ہوئے ہیبت ناک جانور کی طرف کردی۔ جانور کی آنکھیں بجھ گئیں اور اس کی باہر نکلی ہوئی زبان اندر دھنس گئی اور سرنگا جانور کی کھال پر کسمسانے لگا، وہ جلد ہی اٹھ گیا، جانور کی کھال کا روآں روآں کھڑا ہوگیا تھا۔ غار کے تفصیلی معائنے کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ "کیا ہم واپس چلیں؟"

"ہا۔ آں۔ چلیں۔ چلیں۔" سرنگا نے چونک کر کہا۔

"کیا رائے ہے محترم سرنگا!" میں نے غار کے اطراف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ "تمھاری خاموشی گراں گزر رہی ہے۔"

"میں تم سے کہتا کہ تم کچھ دن کے لیے یہ غار میرے حوالے کر دو۔" سرنگا نے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تم سے نہیں کہوں گا۔"

"بخوشی۔ تم چاہو تو یہیں قیام کرو۔"

"نہیں۔ یہ غار تم نے حاصل کیا ہے اور اصل میں تمھی ان نوادر کے مالک ہو۔ سیدی جابر! یہ غار تمھارا منتظر ہے۔ مقدس کاہنِ اعظم کو مجبور کر دو کہ وہ تمھارے ساتھ یہاں آئے۔"

"اس نے حامی بھر لی ہے اور میں عنقریب یہاں بیٹھنے والا ہوں۔ سنا ہے ان غاروں میں درازیِ عمر کا کوئی افسوں موجود ہے؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔ "نہ معلوم یہاں کے اسرار سمجھنے میں کتنی دیر لگے؟"

"جتنا بھی وقت صرف ہو۔ یہ غار تمھاری سرفرازی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے عزیزم جابر!" سرنگا نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "میں ادھر اپنے غار میں مصروف ہوں، ادھر تم تکمیلِ علم کرو۔ کیا تمھیں میری پہلی باتیں یاد ہیں۔ میں یہاں ان کی تکرار مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کون سی باتیں؟" میں نے اچانک پوچھا۔ پھر مجھے خیال آگیا کہ سرنگا کے ذہن میں کیا ہے؟ "ہاں۔" میں نے نیچے ہوتے انداز میں کہا۔ "اگر وہ نہ ہو تو زندگی میں خود سے کوئی شکوہ نہیں رہے گا۔ بہرحال محترم سرنگا! ممکن ہے تمھارا قیاس درست ہو۔ تم اپنے غار میں جو وقت صرف کر رہے ہو وہ میرے دل پر شاق گزرتا ہے لیکن میں تمھیں منع بھی نہیں کرسکتا۔ میں تمھاری غیر معمولی خوبیوں کا قائل ہوں اور تمھارے ساتھ جو لوگ ہیں، انھیں بھی میں دیکھ چکا ہوں۔"

"سیدی! تمھاری آنکھیں شمال جنوب غرب و شرق کی جانب کھلی رہنی چاہئیں، اپنی سانس کی طہارت کا تعین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھایا کرو۔ ہر شخص مقدس اقابلا کا غلام ہے اور ہر شخص اس کی قربت کا خواہاں ہوسکتا ہے، میں بھی اس کی قربت کا متمنی ہوں لیکن تمھارے اور تاریک آنکھوں کے بےشمار لوگوں کے اور میرے جذبات میں فرق ہے۔ تم سمجھ رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں تو بڑی صاف گفتگو کر رہا ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ مقدس اقابلا نے اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ کون اس کی طلب میں ذہنی و جسمانی طہارت کرکے آگے بڑھ جاتا ہے۔ میں نے خود کو شناخت کرانے کے لیے اقدام کیے ہیں۔"

"لیکن کسی وقت کوئی اور بھی کہیں سے نمودار ہوسکتا ہے۔"

"کون! کیا تم کچھ سونگھ رہے ہو؟"

"میں تمھاری قوتِ شامہ تیز دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ہمیشہ تمھارے مشوروں اور رہبری کا طالب رہا ہوں۔ آپ نہ ہوتے تو ..." میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سرنگا نے روک دیا۔

"وہ نوجوان کیسا ہے؟"

"کون؟"

"وہی۔ وہی۔" سرنگا نے الجھتے ہوئے کہا۔ "جس نے امان پائی"

"وہ۔ وہ۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ مہذب نوجوان"

"ہاں ہاں وہی، وہ ایک ذہین اور صحت مند شخص ہے۔"

"تم۔ تم۔ کیا چاہتے ہو؟" میں نے بےتابی سے پوچھا۔

سرنگا نے بیزاری سے پہلو بدلا۔ "او وہ سیدی جابر! عزیزم، تم نے اس سے کوئی بات کی؟"

"نہیں۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "نہیں، اس کا موقع نہیں ملا۔"

"آؤ چلتے ہیں۔" سرنگا نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ تم نے یہ غار دکھا کے مجھے خاصا متاثر کیا ہے۔"

"مگر تم کوئی اور بات کر رہے تھے۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"میں کوئی خاص بات نہیں کر رہا تھا۔ یہاں لفظ اتنے ہی بولنے چاہئیں جتنی اجازت دی گئی ہے۔" سرنگا نے مجھے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ واپس ہونے لگا۔ سرنگا وضاحت سے گریز کر رہا تھا لیکن وہ یقیناً کسی اہم بات کی نشاندہی کر رہا تھا جو اس نوجوان سے متعلق تھی۔ سرنگا نے غار میں کوئی ایسا حصار قائم نہیں کیا تھا جس سے ہماری گفتگو ہم ہی تک محفوظ رہتی۔ واپس ہوتے وقت وہ مجھے کسی بچے کی طرح تاکید کرنے لگا کہ مجھے کاہنِ اعظم سمرال سے اس غار کے اسرار سمجھنے میں مدد لینی چاہیے۔ وہ مجھے تاریک برِاعظم کے روشن پہلو دکھاتا رہا اور یہاں کے دیوتاؤں کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا، وہ اس قدر فیاضی سے کیوں کام لے رہا ہے۔ سرنگا ایک بہت زیرک اور ہوش مند شخص تھا۔ ہوش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنی تشویش کے باوجود صرف اس کے جوابات پر قناعت کروں۔ چاہے وہ کتنے ہی مبہم اور علامتی کیوں نہ ہوں، تاریک برِاعظم علامتوں کی دنیا تھی، ایک تجریدی دنیا۔ یوں تجرید مہذب دنیا میں بھی موجود ہے لیکن انسانوں نے صدیوں کی تگ و دو سے وہاں کے خدوخال تراش لیے ہیں، وہ صاف، سیاہ اور چکنی سڑکیں۔ وہ بلند و بالا عمارتیں اور رفتار کا جادو۔ ان سب خیرگیوں کے باوجود مہذب دنیا میں سوچیے تو ہر قدم پر تجرید ہے۔ میں بھٹک گیا۔ یہ وقت فلسفیانہ موشگافیوں کا نہیں ہے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ جنگل میں ایک خاص موڑ پر جاکر میں اور سرنگا علیحدہ ہوگئے۔ میں بستی کی طرف چل دیا اور سرنگا اپنے تنگ و تاریک غار کی طرف۔ مگر زندگی کی طرف لوٹ آیا۔ وہ زندگی کے حصول کی جدوجہد میں چلا گیا۔ قبیلے کے لوگ اونگھنے لگے تھے۔ ایک جگہ میں نے دیکھا کہ ڈاکر جو آدمیوں چار عورتوں کے درمیان سرمست پڑا سو رہا ہے۔ راستے میں مہذب دنیا کی قیدی اوکیکو کی جھونپڑی بھی نظر آئی جہاں نیزہ بردار مستعدی سے پہرا دے رہے تھے۔ میرے قدم بہکنے لگے۔ نیزہ بردار مجھے راستہ دینے کے لیے زمین پر لیٹ گئے لیکن میں اندر سے ان کی ایک جھلک دیکھ کر چلا آیا۔ وہ سہمی ہوئی ایک دوسرے سے لپٹ کر سو رہی تھیں۔ اس سکوت میں گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی جو مجھے بری معلوم ہو رہی تھی۔ وقت کی یہ بار بار تنبیہ زندگی کے زیاں کا احساس دلاتی تھی۔ میں نے گھڑی ایک دیوار سے ٹانگ دی، توری کی خادمائیں میرے سامنے صف بستہ کھڑی ہوگئیں۔ میں نے ان سے ایک قدح مشروب طلب کیا، نیند آنے کی ایک یہی صورت تھی، نیند پھر بھی نہیں آئی۔ میں نے ایک قدح اور حلق میں اتار لیا پھر وہ مجھے اس وقت تک پلاتی رہیں جب تک میری آنکھیں بوجھل نہ ہوگئیں اور انھوں نے میری کھلی پلکیں ڈھک نہ دیں۔

اب جزیرۂ توری کی زمین مجھے تنگ لگتی تھی اور یہاں کے تمام باشندے بونے معلوم ہوتے تھے۔ جتنے وسائل موجود تھے، ان کے مطابق گلیاں، پختہ جھونپڑیاں، نت نئے سانچوں کے برتن اور پہیوں کی گاڑیاں بنا دی گئی تھیں۔ ہر رات سرمستی کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا، جو لڑکیاں بیاہی نہیں ہوئی تھیں۔ ان کا انتظام بے سود تھا، شوالا اور کالاری کے قبیلوں کی منتخب عورتیں یکساں نظر آتی تھیں، مجھے کہنا چاہیے کہ مہذب دنیا اور جاہل دنیا میں صرف اشیا کی کثرت اور کمی کا فرق ہے، اشیا کا زیادہ سے زیادہ علم مہذب ہونے کی علامت ہے اور اشیا کا کم سے کم علم غیر مہذب ہونے کی نشانی، ورنہ زندگی و سفاکی اردگرد زیادہ اشیا کے ہجوم سے کم ہو جاتی ہے۔ جیسے جیسے اشیا بڑھتی جاتی ہیں، فرد کا ذہن بھی اسی نسبت سے بدلتا رہتا ہے۔ اگر یہ بات میں نے پہلے نہیں کہی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ میرا مشاہدہ نتیجے اخذ کرنے کی صلاحیت سے محروم تھا، میں اسرار و کمالات، سحر و طلسم کے ان تذکروں میں یہ کیسا ذکر لے بیٹھا ہوں؟ میرا خیال ہے، میں اپنے موجودہ حلیے اور رویوں کا جواز پیش کرنے کے لیے منطق و استدلال کا سہارا ڈھونڈ رہا ہوں۔ شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرد میں ذہنی طور پر کوئی ارتقا نہیں ہوا، جو ہوا ہے وہ اضافی ہے اور وہ اسی مخصوص ماحول کے سبب سے ہے جس میں انسانوں کے مختلف گروہ آنکھیں کھولتے اور سانس لیتے ہیں مگر نہیں یہ تو مابعد الطبیعی ماحول تھا۔ انسانوں کے رویے وہی تھے جو مہذب دنیا میں نظر آتے ہیں لیکن یہ ایک ایسے تار و پود میں جکڑے ہوئے تھے جن کا سرا کہیں نہیں ملتا تھا۔ ایسی دنیا میں کبھی موجود رہی ہوں۔ میری نظروں کے سامنے یہ لہلہاتا سبزہ تھا۔ پانی تھا اور مٹی تھی اور چلتے پھرتے لوگ تھے مگر یہ ماحول اپنی بعض صفات کے اعتبار سے معلوم تاریخ سے پہلے کے کسی زمانے سے تعلق رکھتا تھا۔ میں پھر نیچے آتا ہوں اور نتیجے اخذ کرنے کا کام لوگوں پر چھوڑتا ہوں، میں اس ماحول کا اسیر تھا اور میری حیثیت ایک سیاح ایک سائنس داں کی نہیں تھی، میں کسی سماجی مطالعے کے لیے بھی یہاں نہیں آیا تھا۔ سرنگا کا اطمینان ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان پیچ در پیچ گتھیوں میں دلچسپی لیتا ہے۔

دوسرے دن صبح زالمہ نے مجھے اطلاع دی کہ جزیرۂ توری

کے کسی ظاہر حصے پر دونوں معمر آدمیوں کا وجود نہیں ممکن ہے وہ کسی برگزیدہ شخص کے ہاں پناہ گزیں ہوگئے ہوں۔ اس صورت میں جب تک وہ خود واپس نہیں آجاتے، انھیں تلاش کرنا مشکل ہے۔" وہ فرار نہیں ہوسکتے تھے۔ مگر وہ کسی غار میں کیسے چلے گئے؟ یہ ایک تشویش ناک بات تھی۔ میں بھی پناہ لینے کی غرض سے کاہنِ اعظم کے غار میں چلا گیا تھا۔ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا، اس خبر سے یہ مراد تو نہیں کہ کسی عالم شخص نے ان کی حالت پر ترس کھا کر یا اپنے کسی مفاد کی خاطر انھیں بطورِ چارہ استعمال کرنے کے لیے پناہ میں لے لیا ہو؟ اِدھر ان دونوں کی گم شدگی اُدھر مہذب نوجوان کے

متعلق سرنگا کا ناقابلِ وضاحت سوتیہ میرے دماغ پر ہلکی ہلکی ضرب لگا رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے عالم کے دریافت شدہ غار میں ریاضت کرنے اور علوم سیکھنے سے پہلے مجھے بعض امور طے کر لینے چاہئیں اور سرنگا کے ادا کیے ہوتے مبہم جملوں کی صراحت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ میں سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد زارمے کے قبیلے کی طرف روانہ ہوگیا۔ میں جہاں جہاں سے گزرتا رہا، توری کے باشندے میرے آگے پیچھے رہے اور لکڑی پتھر کے عجیب وغریب باجوں کے ذریعے میری آمد کی اطلاع دور دور پھیلتی رہی۔" سرداد آرہا ہے۔ سرکار کے لیے جھک جاؤ۔ اپنے کام چھوڑ دو اور اس سے عقیدت کا اظہار کرو۔" یہ طریقہ زارمے نے حال ہی میں ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں سرکار کی منتقلی کی اطلاع پہنچانے کے لیے ایجاد کیا تھا۔

زارمے کے مکان پر پہنچ کر میں نے خلوت کی خواہش کی۔ زارمے نے اپنی بیویاں میری خدمت اور خاطر داری کے لیے پیش کر دیں۔ میں نے ان سب کو رخصت کر دیا اور مہذب نوجوان کی طلبی کا حکم دیا۔ زارمے نے کچھ دیر بعد اسے میرے سامنے حاضر کر دیا۔ نوجوان کے چہرے پر نیاز مندانہ تاثر تھی۔ وہ بہت خوش تو نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن زندہ رہنے کی ایک طمانیت اس کی آنکھوں سے مترشح تھی۔ میں نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا اور زارمے کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو میں نے اس سے بیٹھ جانے کو کہا، وہ کسی قدر جھجک کے ساتھ اسٹول نما پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پھر مقامی زبان میں گفتگو کی ابتدا کی۔" مقدس آقا بلا عظیم ہے۔ کیونکہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔"

نوجوان نے کچھ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور شکستہ لہجے میں دہرایا۔" وہ عظیم ہے، بلاشبہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔"

" اور یہ کہ تاریک برِاعظم میں اسی کی سلطنت، اسی کی برتری ہے" میں نے نہایت احترام سے کہا۔ جوان نے پھرتی سے یہ جملے بھی دہرائے

" نوجوان! میں نے اس جزیرے کے رسم و رواج کے متعلق پہلے ہی تمھیں بتا دیا ہے۔ تم نے جان لیا ہوگا کہ یہاں کی آب و ہوا تمھارے شہروں اور ان کی رونقوں سے مختلف ہے۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

نوجوان کے چہرے پر ہیبت چھا گئی وہ آنکھیں بند کرتا اور کھولتا رہا پھر بولا۔" میں نے اطاعت کا عہد کیا ہے"

"تمھارا عہد مجھے یاد ہے۔ تم ایک ذہین اور بہادر نوجوان معلوم ہوتے ہو لیکن کیا عجب کہ یہی خوبیاں اس سرزمین پر تمھارے لیے اذیتیں بو دیں۔ تمھارے خیال میں ہم سیاہ فام، جن کے جسم بے لباس، بدن رنگے ہوئے اور مکان کچے ہیں، عقل وفہم کے اعتبار سے بھی اتنے ہی پست ہوں گے لیکن یہاں ایسے عالموں کی کمی نہیں جو مادے کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور شکلیں بدل سکتے ہیں اور قلب کے اندر گھس کے بیٹھ سکتے ہیں۔ تاریک برِاعظم کا یہ حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے تو کیوں ہے؟ کیا تم نے اس پر غور کیا؟" میں نے باوقار انداز میں کہا۔

"میری آنکھیں کھل رہی ہیں لیکن ابھی میں نے شاید بہت کم دیکھا ہے۔ امید ہے کہ مجھے کچھ سمجھنے کے لیے مہلت ضرور دی جائے گی۔" نوجوان نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے کمرے میں چھوڑ دیا۔ نوجوان کی آنکھوں میں اضطراب پیدا ہوا، وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "یہ کرشمہ تو خوب ہے۔" اس نے ادب سے مجھے داد دیتے ہوئے کہا۔

مجھے اس کے برجستہ جوابات اور ردِعمل سے اس کی طبیعت کا اندازہ ہوگیا، وہ بلا کا تیز، حاضر جواب، معاملہ فہم، نگاہ شناس اور باعزم شخص تھا، اس کا مظاہرہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا، میں نے سوچا ممکن ہے، سرنگا نے ازراہِ احتیاط کسی خدشے کا اظہار کر دیا ہو۔ اس نے بہت مبہم بات کی تھی، میں نے کتنی منزلیں سر کی ہیں، یہ نوجوان تو ابھی تازہ وارد ہے، اگر اس نے رخنہ اندازی کی غلطی کی تو اسے باز رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ میں اسے توری کے دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عہدے پر فائز کر سکتا تھا اور آزمائشوں میں ڈال سکتا تھا لیکن مجھے اس کی گفتگو بھا رہی تھی اور انداز پسند آرہا تھا۔ وہ میرا بہترین معتمد ثابت ہوسکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اپنے حلق سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی، زارمے آکر میرے سامنے مؤدب کھڑا ہوگیا۔ زارمے کے احترام میں نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ زارمے میرے اشارے سمجھتا تھا۔ چند لمحوں میں متعدد حسین لڑکیوں کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ میں نے زارمے سے کہا۔" ان کے ہاتھ خالی ہیں۔"

توری کے نفیس ترین مشروبات ہمارے سامنے پیش کر دیے گئے۔ زارمے پھر چلا گیا اور میں نے نوجوان سے کہا۔" تمھیں زندگی مل گئی۔ مگر تنہا زندگی کیا ہوتی ہے۔ بتاؤ تمھیں ان عورتوں میں کون سی پسند ہے؟"

نوجوان ہچکچانے لگا، وہ شرمانے کے انداز میں مسکرایا۔" معزز سرکار!" وہ جھک کر بولا۔" میں تمھارے انتخاب کو ترجیح دوں گا۔"

"میں کیا کہہ رہا ہوں؟" میں نے اچانک غصے سے کہا۔" فیصلہ کرو۔"

" اچھا اچھا۔" وہ گھبرا کر بولا۔" وہ۔"

اس نے متوازن بدن کی ایک نوخیز لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا، لڑکی اس کے پہلو سے چپک کر بیٹھ گئی۔ اس نے اسے ایک جام پیش کیا جسے نوجوان نے میری طرف دیکھ کر حلق میں انڈیل لیا، اس کی آنکھوں میں سرخی تیر گئی۔ جام کا نشہ تیز تھا، اس نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔

"میں اس عنایت کو کیا سمجھوں؟ میں ایک ستم رسیدہ آدمی ہوں۔"

میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔" تم امریکی ہو؟"

وہ اچھل گیا اور اسے اپنے محتاط لہجے پر قابو نہیں رہا۔" امریکی! کیا تم باہر کی دنیا کے متعلق جانتے ہو۔ کیا کوئی امریکی پہلے بھی ادھر آیا ہے؟"

میں مسکرانے لگا، ایک مقتدر مسکراہٹ، جو اعتماد ہی سے ممکن ہو سکتی ہے وہ مجھ سے جواب کے لیے اصرار نہیں کر سکتا تھا، میری خاموشی سے اس کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔" میں سمجھتا ہوں، میں چند لمحوں میں حیران کن اور ناقابلِ یقین باتیں سن سکتا ہوں۔"

"یہاں ہر قدم ہر پلک پر ایک حیرانی ہے اور صرف یہ ہے کہ مقدس آقا بلا عظیم ہے۔" میں نے عقیدت جتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ عظیم ہے۔" کسی بازگشت کی طرح اس نے دہرایا۔

"تمھارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شراڈ۔" اس نے متجسس لہجے میں جواب دیا۔

"شراڈ؟ مگر یہ امریکی نام تو نہیں ہے۔"

اس کی آنکھیں یکایک روشن ہوگئیں اور پھر فوراً بجھ گئیں۔" یقیناً تم ان سب سے بہتر ہو۔" اس نے دبی ہوئی آواز میں کہا۔" تم کیسے جانتے ہو؟ یہاں مزید امریکی آتے ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ کتنے سال گزارے ہوں گے اور۔" وہ جذباتی ہو کر بولا۔" اور وہ سب جارا کا کا کی مقدس روح پر قربان ہوگئے ہوں گے۔"

"اگر ایسا کبھی ہوا ہے تو ان سب کی روحوں نے ابدیت کی جانب سکون سے پرواز کی ہوگی۔" میں نے کھنکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

نوجوان کا ہاتھ پہلو میں بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن پر پھیلا ہوا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ مجھ سے کہاں سے گفتگو کرے۔ مجھے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے لہجے میں کرب سمٹ آیا اور وہ رقت انگیز آواز میں بولا۔" کئی دن تک ہم سمندری موجوں سے سینہ سپر رہے پھر یہاں پناہ ملی تو محسوس ہوا کہ زندگی تو کھو گئی ہے۔ یہ نوکری اور چیز ہے۔"

"ہاں۔" میں اس کی باتوں سے متاثر ہوگیا۔" بہرحال تم اب یہیں کے ایک شخص ہو، اگر تم نے اچھی اطاعت کا اظہار کیا اور محنت کی تو زندگی یہاں ایسی کوئی بے کیف شے نہیں ہے۔"

"تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں تمھاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ تم سے مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔"

"تم نے مقامی زبان کس طرح سیکھی؟" میں نے پوچھا۔

وہ مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا۔" میں امریکہ کا شہری ہوں لیکن میرے باپ امریکی وزارتِ خارجہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہے ہیں، میں آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا وہاں افریقہ کی مختلف زبانوں کے طالب علم موجود تھے۔ ان میں ایک لڑکی تھی جس نے مجھے تھوڑی بہت زبان سکھائی۔"

"تم آکسفورڈ میں پڑھتے تھے؟" اچانک میرے منہ سے نکل گیا۔

"کیا؟ کیا تم آکسفورڈ سے واقف ہو؟" وہ میرے قریب آگیا۔

"تمھاری شخصیت بڑی پُراسرار ہے۔" آکسفورڈ کے ذکر پر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے پوچھا۔" پروفیسر رچرڈ کیسے ہیں؟" وہ امریکی گدھ ڈاکٹر براؤن کیسا ہے؟"

"بخدا! معزز سرکار، کیا یہ کوئی ساحرانہ گفتگو ہے؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔" تم مہذب دنیا کے آدمی ہو۔ مگر نہیں تم کیسے ہو سکتے ہو۔ میں نے جارا کا کا کی قربانی کے موقع پر تمھیں دیکھا ہے۔" وہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھاری درندگی دیکھی ہے؛ وہ مضطرب ہوگیا اور اس نے بے اختیار میرے ہاتھ پکڑ لیے۔" بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارے خط وخال اس علاقے جیسے نہیں ہیں۔ تم مجھ سے انگریزی میں بات کرو۔"

میں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔" مقدس آقا بلا عظیم ہے تم ایک سرکار سے مخاطب ہو نوجوان شراڈ!"

شراڈ نے اپنی غلطی محسوس کی اور مجھ سے کسی قدر فاصلے پر کھڑا ہوگیا اور انگریزی میں کہنے لگا۔" شاید میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" پہلی بار میں نے انگریزی میں کہا۔" زبان قابو میں رکھو تمھارا کوئی بھی آوارہ جملہ تمھارے لیے تباہیاں لا سکتا ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔"

میری فصیح انگریزی اور آکسفورڈ کے لہجے سے اس کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بےتاب سا ہو گیا۔ "اس اجنبی سرزمین پر آکسفورڈ کا ایک طالب علم، انگریزی، اور یہ حلیہ اور اس کے گلے میں یہ عجیب و غریب قسم کی چیزیں؟ میرے معزز سردار! میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ تمام کرد کر میں تمہارے باب میں ہمیشہ ممنون رہوں گا۔" وہ جذبات زدہ انداز میں بولا۔ "یہ سب کیا ہے؟ تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ اُف یہ کتنا بڑا انکشاف ہے، کیسا سسپنس ہے، تم مجھے اپنا ساتھی، اپنا دوست، اپنا بھائی سمجھو۔"

"میں کسی کا دوست، ساتھی اور بھائی نہیں ہوں۔ تم جزیرہ توری کے ایک عام شہری ہو اور میں تمہارا سردار ہوں۔ میں نے وہ آئینہ توڑ دیا ہے جو مجھے ماضی کا عکس دکھاتا تھا۔ تم بھی اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو۔"

"درست ہے۔" وہ ایک دم اداس ہو گیا "مگر تمہاری داستان میرے لیے باعثِ عبرت ہوگی۔ جب تم باہر نہ جا سکے تو میں کس طرح جا سکتا ہوں؟ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے پہلی ہی مرتبہ شک ہوا تھا کہ تم ان میں سے نہیں ہو اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بھی تھا۔ میں تم پر کوئی طنز اور لعن طعن کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا مگر آکسفورڈ کا کوئی طالب علم اتنا سنگ دل نہیں ہو سکتا۔ تم حالات سے مجبور ہو گئے ہو۔"

اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا۔ وہ بار بار آکسفورڈ کے حوالے دے کر مجھے متاثر کرتا رہا۔ میں نے اس کے شدید اصرار پر اپنے بارے میں چند جملوں میں اسے مختصراً بتایا اور ساقابلا کا ذکر احترام سے کیا اور اسے تاکید کی کہ اس بات چیت کے بعد میری اور اس کی درمیانی خلیج کا فاصلہ کم نہیں ہوا اور وہ مہذب دنیا سے متعلق ہونے کے سبب میری سفارش اور کسی خصوصی کرم کا بھی مستحق نہیں ہوا۔ اس نے ایک بار پھر مجھے یقین دلایا اور مجھ سے اجازت لے کر بے تحاشا شراب پینے لگا۔ پھر اس نے توری کی حسین لڑکی کو سر پر بٹھا لیا۔ وہ ناچنے لگا اور میرے پاس آ کر کہنے لگا۔

"معزز سردار! مجھے شک سے بالا سمجھو۔ میں واقعات کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں۔"

"واقعات کی تہہ۔" میں نے قہقہہ لگایا۔

"سیاہ ذرات کی آندھی جسے تم جاراکاکا کی مقدس روح کہتے ہو، اس نے دو بار مجھے امان دی ہے۔ بے فکر رہو، میں دیوتاؤں کو ہمیشہ راضی رکھوں گا۔"

"دو بار؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک بار جہاز پر۔"

"جہاز پر؟ گویا تمہارے ساتھ واقعات مختلف انداز میں پیش نہیں آئے؟"

"ہاں، مگر معزز سردار کیا جاراکاکا کوئی عورت ہے؟"

"عورت۔۔۔ وہ تو ایک نیولا دیوتا ہے۔"

"نیولا۔ مقدس نیولا۔" وہ ہنسا۔ "مگر میں نے کل ان سیاہ ذرات میں ایک انتہائی حسین و جمیل عورت کی شبیہہ دیکھی ہے۔ ایسی عورت کی شبیہہ جو میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی۔"

"کیسی عورت؟" میں نے بےتابی سے پوچھا۔

"اس کے خدوخال اور اس کا حسن لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ شاید کوئی پری، کوئی حور تھی۔ اس کا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا کہ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کا سرخ و سفید رنگ میری آنکھوں میں تجلیاں بھر رہا تھا۔"

میں اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا۔ "تم مجھے اس عورت کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔" میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

"تم اسے جانتے ہو؟ معزز جابر بن یوسف! میں اس کی ایک نگاہ پر دنیا کا خطرناک سے خطرناک عزم کرنے کو تیار ہوں۔ اے کاش میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں اور سیاہ ذرات کی آندھی میں وہ نازنین جمال نمودار ہو۔ جابر بن یوسف! ممکن ہے تمہارے ذہن میں ماضی کی لطافت کسی قدر محفوظ رہ گئی ہو، میں بتاؤں کہ وہ سر بسر لطافت، سراپا نزاکت تھی۔"

شراڈ بڑی روانی اور فصاحت سے انگریزی بول رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔ مجھے سرنگا کی بات شدت سے یاد آئی اور ایک سلسلہ خود بخود میرے دماغ میں واضح ہوتا گیا۔ میرے سامنے امریکی نوجوان کھڑا تھا۔

اس کی بہت سی باتیں مجھ سے مشابہ تھیں۔ اُسے ابھی کچھ معلوم تھا لیکن وہ اپنی اعلا صفات کی وجہ سے سب کچھ جاننے پر قادر ہوتا۔ میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اُسے امان مل گئی تھی۔ جاراکاکا کی روح کے روپ میں آقابلا بھی موجود تھی جس کا جلوہ بڑا مہنگا تھا، وہ ایک مہذب نوجوان آئی تھی۔ میں اس نوجوان کو توری کے عام نوجوانوں کی طرح نہیں برت سکتا تھا۔ مجھے دیکھ کے شراڈ نے بے تکلفی سے ایک بات کی۔ "معزز یوسف! کیا میں ایک درخواست کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟"

"کہو۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

"کیا میں چند لمحوں کے لیے جینیا سے مل سکتا ہوں؟"

"مقصد بیان کرو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"وہ میری منگیتر ہے معزز جابر! ہم دونوں افریقہ کے سفر پر ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے آتے تھے۔"

"مہذب دنیا کے رشتے بھول جاؤ شراڈ!" اس کے اس انکشاف سے مجھے کچھ مسرت سی ہوئی۔ "جینیا اور اس کی ساتھی لڑکیاں اب توری کے سردار کے قریب آنے کا اعزاز حاصل کریں گی۔ توری کا سردار اسی وقت اُسے تمہارے حوالے کر سکتا ہے جب وہ اپنے تصرف سے دستبردار ہو جائے۔"

"تم اتنا ظلم کرو گے؟ وہ مر جائے گی مگر یہ کبھی گوارا نہیں کرے گی۔"

"تم ایک سردار سے گفتگو کر رہے ہو۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔

"مگر کیا یہ بات تمہارے اختیار میں نہیں ہے؟" وہ جھنجلا کر بولا۔

"میرے اختیارات کے بارے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بے تکلفی اور گستاخی سے کام لے رہے ہو۔ سردار سب سے افضل ہے، اس کی خواہش سب سے مقدم ہے۔ اب تم یہاں سے جاؤ۔" یہ کہہ کر میں نے نارمے کو اندر بلایا اور نوجوان شراڈ کو باہر بھجوا دیا۔ وہ مڑ کر میری عورت دیکھتا رہا اور میں نے توری کی ایک لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر شراب کے بڑے برتن میں لوٹا دیا۔ شراڈ نے رک کر یہ منظر دیکھنا چاہا مگر نارمے اسے باہر لے گیا اور میرا جسم ایک صحرا بن گیا۔ ایک صحرا جہاں کوئی آندھی آئی ہوئی ہو۔

جزیرے کے دوسرے حصے کی طرف واپس ہوتے وقت بھی میرے لیے تپاک کا وہی حال تھا جو جاتے وقت تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ مصنوعی معلوم ہو رہا تھا۔ قبیلے کے لوگ رشک اور فخر کی نظر سے میری جانب دیکھتے تھے مگر میں خود اپنی نظر میں گر گیا تھا۔ مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ کبھی سیاہی، کبھی سفیدی، کبھی روشنی، کبھی تاریکی، کبھی زندگی، کبھی موت، وہی زمین کھسک رہی تھی جس پر میں نے بہ دقت قدم جمائے تھے، وہی درخت سرنگوں ہو رہا تھا جس کی چھاؤں میں میں نے سکون کا ایک سانس لینا چاہا تھا۔ میں ایک پُرخیال شخص تھا۔ میری نظریں آنے والے وقت کے گرد تانا بانا بُننے کی قوت رکھتی تھیں۔ میں نے واپس چلتے ہوئے راستے میں اپنے گرد آگ کی لپٹیں محسوس کیں۔ مجھے نقاہت کے عالم میں سرنگا یاد آیا۔ شام کے قریب میں اپنے مکان پہنچ چکا تھا۔ میں نے سرہانے گلاب کا وہ پھول نکالا جو ایک سیپی میں اس کے پاس محفوظ کر دیا گیا تھا۔ گلاب کی پتیاں مرجھا چکی تھیں لیکن ان کی خوشبو باقی تھی۔ میں نے انھیں آنکھوں سے لگا لیا۔ میری نظروں میں آقابلا کا سراپا گھوم گیا۔ یہ آقابلا کی ساقِ سیمیں سے حاصل کیا ہوا گل تھا۔ یہ پھول میری ملکیت تھا۔ اس کے مرجھاتے ہوئے پتے دیکھ کر مجھے ہر طرف خزاں سی محسوس ہونے لگی۔ میں بھی مرجھانے لگا۔

اسی وقت مجھے اطلاع دی گئی کہ باہر فزارو میرا منتظر ہے۔ میں باہر آیا تو مکان کے سامنے قبیلے کے بہت سے افراد جمع تھے۔ انھی میں ایک مفرور مہذب شخص بھی تھا۔ اسے دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ اس کا چہرہ سُتا ہوا تھا اور اس کے گلے میں متعدد پھل لٹکے ہوئے تھے۔ جلد کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ جسم پر جا بجا خراشیں تھیں۔ غالباً وہ اس غار سے بھی فرار ہو گیا تھا جہاں اُسے پناہ ملی تھی۔

"معزز سردار!" فزارو کی غضب ناک آواز گونجی۔ "ہم نے اسے ساحلی جنگلوں سے پکڑا ہے۔ یہ اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں کوئی نشان دہی نہیں کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ فرار ہوتے وقت ہم جنگل میں بچھڑ گئے تھے۔ اس نے ایک غار میں پناہ لی تھی جہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے، لیکن یہ بد غار سے بھی فرار ہو گیا۔ اب یہ ایک اذیت ناک موت کا مستحق ہے۔"

مفرور قیدی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی عمر [illegible] سے اوپر ہوگی۔ اسے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ قبیلے کے افراد میرے فیصلے کے منتظر تھے۔ فزارو نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔

"معزز سردار! حکم ہو تو اسے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیا جائے۔"

"رحم رحم۔" اس نے فریاد و فغاں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے آپ کو چھڑا کر میرے قدموں سے لپٹ گیا۔ اس کے کھردرے چہرے کی کھال میرے پیر پر لگی اور میں نے اسے ایک حقیر کتے کی طرح اپنے پیر چاٹتے دیکھا۔ میں نے اس کے منہ پر زور سے ٹھوکر ماری، وہ بلبلاتا ہوا ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر میری دوسری ٹھوکر اتنی شدت سے پڑی کہ اس کے منہ سے خون کا فوارہ پھوٹا۔ اس کا خون دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر فزارو کے ہاتھ سے وہ عصا لے لیا جو جنگلی جانوروں کو تابع بنانے کے لیے مخصوص تھا۔ قیدی کرب ناک انداز میں چیخنے لگا۔ اس کی خوف زدہ آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے پوری شدت سے عصا کی مشق اس کے جسم پر برسانی شروع کر دی۔ اس کی ہر فریاد پر، رحم کی ہر چیخ پر میرا ہاتھ تیز ہو جاتا۔ شاید میری سماعت مفلوج ہو چکی تھی۔ اس کی آہ و بکا میرے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ شاید میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے خون آلود جسم کے زخم دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کی کھال جگہ جگہ سے اکھڑ گئی تھی۔ میری وحشت شباب پر تھی۔ قبیلے کے بہت سے افراد خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ فزارو بھی کچھ نہیں بولا۔ مفرور قیدی کے جسم نے مزاحمت چھوڑ دی تھی۔ میں اس کی ساری کھال جسم سے علیحدہ کر دیتا مگر فزارو کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "معزز سردار! دیوتاؤں کی نوازشیں تم پر سایہ فگن رہیں۔ بس کرو۔ اب اس کا جسم

سزا پا چکا ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ اب اسے سمندر کی گرم ریت پر پھنکوا دو تاکہ توری پرندے زرالے پرندے اس کے گوشت سے لذت یاب ہوں۔" پھر میں نے نفرت سے اس کے ادھڑے ہوئے جسم کی طرف دیکھا جو خون میں رنگ گیا تھا اور جس کی روح نکل چکی تھی، اور اگر اس کی روح اب اس کے ساتھ تھی تو وہ اس شکستہ جسم کا کب تک ساتھ دے سکتی تھی؟ جب جنگلی پرندے اس پر یلغار کریں گے تو اس کی روح کو اپنا پیتالب خالی کرنا پڑے گا۔

قبیلے کے چند لوگ جب اس کا بکھرا ہوا جسم اُٹھانے لگے تو میں معا فرار کو واپس کر کے اپنے مکان میں چلا آیا۔ میرا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مسامات سے شعلے پھوٹ رہے ہوں۔ سرتیا نے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

سرتیا رات کا کھانا لے کر میرے پاس آئی تو خاموش بیٹھی رہی۔ میں نے گوشت کے چند پارچے حلق میں اتار لیے اور مکان سے باہر آ گیا۔ باہر رات بیدار ہو رہی تھی۔ اور گلیوں کے دونوں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں جھونپڑیوں کے باہر بنے ہوئے چبوتروں پر لوگ رات منا رہے تھے۔ ڈاکٹر جواد بھی ان میں موجود تھا۔ اس کی جھونپڑی کے باہر بڑے سلیقے سے شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے اور ایک طرف گوشت سینکا جا رہا تھا اور دوسری طرف سے عورتوں کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

"آج رات ہمیں میزبانی کا شرف بخشو، معزز جابر!" ڈاکٹر جواد نے دور سے ہانک لگائی۔

"شکریہ جواد۔" میں نے نرمی سے جواب دیا۔ "ان سرمستیوں میں خود کو فراموش مت کر دینا اور دوبارہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا۔"

"معزز جابر! دنیا میں اس سے زیادہ اچھی زندگی کون سی ہو گی؟ میں اب ایک پاک و صاف شخص ہوں اور مجھے تم سے محبت ہے۔"

میری طبیعت ڈاکٹر جواد کی دلچسپ باتوں سے لطف لینے پر مائل نہیں تھی۔ چلتے چلتے جب میں مہذب لڑکیوں کے زنداں تک پہنچا تو میری رگیں تن گئیں۔ آج صبح شراد نے اپنی امریکی منگیتر جینیا کا ذکر کیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا، توری کی عورتیں احترام سے ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔ مہذب عورتوں نے بھی اُن کے سردار کو تعظیم دینے کے لیے ان کی تقلید کی۔ کل صبح انھوں نے جارا کاکا کی عبادت کا ہولناک منظر دیکھا تھا۔ اس لیے آج ان کے انداز سے خوف نمایاں تھا۔ جرمن عورت مارشا نے ایرانی لڑکی فروزیں کو ٹہوکا مار کر کہا۔ "آ کسی دن بالارادہ ہمارے پاس آنا تھا۔ مزاحمت بے کار ہے خاموشی سے اس کی آغوش میں جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"میں اس درندے کو ضرور مزہ چکھاؤں گی، میں اپنے تیز دانتوں سے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لوں گی چاہے بعد میں کچھ بھی ہو۔ اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔" امریکی لڑکی نے سرگوشی میں کہا۔

"آج اس سے رحم کی توقع فضول ہے۔" جولیا نے کہا۔

"لڑکیو! میرا کہا مانو۔ خود کو خندہ پیشانی سے اس کے سپرد کر دو۔" تیس سالہ عورت مارشا نے کہا۔

میں ان کے خوف اور اندیشے سن رہا تھا، امریکی لڑکی خوف زدہ ہونے کے باوجود تیز لہجے میں بات کر رہی تھی۔ میں نے اسے توجہ سے دیکھا۔ اس کے نقش و نگار بے حد پُرکشش اور تیکھے تھے۔ وہ ایک تیز طرار چست و چالاک لڑکی تھی۔ لانبا قد، رخساروں پر سرخی، ہونٹوں کے ساتھ بال بھی ترشیدہ، ستواں ناک۔ اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں جیسی تھیں وہ ہرن ہی کی طرح چوکڑی بھرتی تھی کیونکہ اس کا بدن ہلکا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہی

مقابلہ حسن میں منتخب ہونے والی تین لڑکیوں میں سے ایک ہے میں یہاں اس کے قریب کھڑی ہوئی ایرانی لڑکی کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ میری نظریں صرف امریکی لڑکی کے بدن کا احاطہ کر رہی تھیں۔

"وہ صرف مجھے دیکھ رہا ہے۔" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"میری پیاری دوست! ہمت سے کام لو۔ اس کا دل جیتنے کی [illegible] کرو۔"

میں نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ "ادھر آؤ۔"

میرے بُلانے پر اس کی ساری تیزی و طراری رخصت ہو گئی مارشا نے اسے آگے بڑھنے پر اکسایا۔ وہ سہمی سہمی اپنی جگہ سے ہلی اور میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اتنے قریب کہ میں اس کی سانس تک سن سکتا تھا۔

"میرے ساتھ۔" میں نے اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"چلو۔" میں نے گرج کر کہا۔ وہ سہم گئی۔

"چلی جاؤ جینیا۔ بدنصیب جاؤ۔ ہم تمھاری سلامتی کے ساتھ کے لیے دعا کریں گے۔" مارشا نے عاجزی سے کہا۔

جینیا نے گردن ڈال دی۔ جھونپڑی سے باہر آ کر میں آگے آگے میرے پیچھے جینیا اور اس کے پیچھے ایک نیزہ بردار محافظ تھا۔ میں نے کہیں دیکھا۔ میں بستی کے آخری کنارے کی ایک جھونپڑی کے پاس بیٹھ گیا اس حصے کے تمام لوگ میرے احترام کے لیے گلی میں آ گئے ایک جھونپڑی میں داخل ہو گیا میرے پیچھے پیچھے جینیا بھی اندر آ گئی پتوں کے ڈھیر لمحوں میں فرش پر بکھیر دیے گئے اور مشعلیں زمین میں گاڑ اور شربت کے مٹکے سجا دیے گئے اور گوشت اور پھلوں کے تھال جھونپڑی میں ایک کونے میں رکھ دیے گئے۔ میں نے شپالی چھوڑ کر اپنے تمام نوادر جسم سے اتار دیے اور چوبی اژدہا متحرک کر کے ان کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔ اژدہا جھونپڑی میں دیکھ کر مہذب امریکی دوشیزہ جینیا کی چیخ نکل گئی تھوڑی دیر میں میرے حکم پر جھونپڑی خادماؤں سے خالی ہو گئی۔ میں نرم پتوں پر دراز ہو گیا ان نرم پتوں کے مقابلے میں گداز سے گداز قالین ہیچ تھے۔ جینیا کھڑی رہی اور لرزتی رہی۔ "بیٹھ جاؤ۔" میں نے مقامی زبان ہی میں کہا۔

وہ کھڑی رہی۔ مجھے خیال آیا کہ وہ اس مقامی زبان میں گفتگو نہیں کر سکے گی چنانچہ میں نے انگریزی میں کہا "سنو لڑکی! میں نے ابھی کہنا شروع کیا تھا کہ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ "تم نے سردار کا درجہ اور فضیلت دیکھ لی ہے۔ اپنا ذہن صاف کر لو۔ یہاں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہے جہاں عورتیں، سردار اور چند برگزیدہ لوگوں کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ اپنے ماضی کے تمام سلسلے محو کر دو اور وہ ڈور کاٹ دو جو تمھارا رابطہ سمندر پار سے قائم کیے ہوئے ہے، تم نہ امریکی ہو، نہ برطانوی، نہ ایشیائی ہو، نہ یورپی۔ تم صرف ایک دوشیزہ ہو جس کا کام توری کے باشندوں اور اس کے سردار کو خوش کرنا ہے۔ اسی میں تمھاری خوشی مضمر ہے۔ مہذب دنیا کی اقدار مصنوعی ہیں، وہ انسانوں پر سماج کا ایک غیر فطری جبر ہے۔" "آؤ! میرے قریب آ جاؤ اور سردار کی رفاقت سے عزت و مرتبہ حاصل کرو۔"

اسے جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ حیرانی سے میری فصیح و بلیغ انگریزی سنتی رہی۔ "میرے خدا!" وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "تم۔ تم۔ کون ہو؟"

"میں نے تمھیں جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔"

وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر مٹکے سے مشروب انڈیل لائی اور جب میرے قریب آئی تو میں نے اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھے انگریزی میں مخاطب دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس سی ہو گئی تھی۔ اب وہ بہتر انداز میں مجھ سے رحم کی بھیک مانگ سکتی تھی، گڑگڑا سکتی تھی۔

"رحم کس بات پر رحم؟ میں تمھیں زندہ تو نہیں جلا رہا ہوں۔"

"میں اپنی عصمت کی بھیک مانگتی ہوں۔" وہ عاجزی سے بولی۔

"عصمت؟ امریکی لڑکی کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ یہاں عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے تم تاریک براعظم میں ہو۔"

"میں اس نوجوان سے منسوب ہوں جسے زندگی بخش دی گئی ہے۔ منگیتر ہے۔ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اس کے اعصاب پر ایک اور عورت سوار ہے۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔" وہ تیزی سے بولی پھر ایک دم نرم پڑ گئی۔

"مجھے افسوس ہے کہ ہم نے لاعلمی میں تمھارے خلاف نہ جانے کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔"

"میں ایک درندہ ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"اور تم ایک خوبصورت ہرنی ہو۔ تم میرا شکار ہو۔" میں نے اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

میرے اس اقدام پر وہ برہم ہو گئی اور مچلنے لگی۔ "میں اس کی منگیتر ہوں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔"

"منگیتر۔ اے آہو چشم۔ آہو بدن۔ یہاں کوئی کسی سے وابستہ نہیں ہے مجھے دیکھو کیا میں اپنے چہرے کا رنگ چھڑاؤں اور اپنی جلد کی اصل رنگت دکھاؤں کہ میں کون ہوں اور کیا ہو گیا ہوں؟ نرمی سے بات کرو اور گداز پیدا کرو۔ میں ایک سردار ہوں اور اس درجے پر کسی برتری ہی کے سبب پہنچا ہوں۔ میں تم سے آخری بار کہتا ہوں کہ سردار جابر بن یوسف الباقر کا احترام کرنے کی عادت ڈالو اور شگفتگی سے گفتگو کرو۔"

امریکی لڑکی خاصی ذہین نکلی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کر دی۔ شاید اسے میرے عزم کا یقین ہو گیا تھا۔ اس نے مشروب میرے ہاتھ سے چھین کر غٹاغٹ پی لیا۔ اور بولی "تم نے میری زبان میں گفتگو کر کے مجھے کچھ جرأت کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میں تمھارے شکنجے میں ہوں اور تم سے کسی رعایت کی توقع بے کار ہے۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہمارے ساتھ اتنا سلوک بھی کیوں کیا گیا؟ یقیناً وہ تمھاری وجہ سے ہوا ہو گا ورنہ یہ درندے پہلے ہی دن ہماری بوٹیاں نوچ لیتے۔"

"میں نے تمھارے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "یہ تمھارا خیال ہے۔ بہرحال اب تم نے خود ہی سپر ڈال دی ہے تو میں تمھیں کچھ دل نشیں باتیں کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آؤ میری آغوش میں آ جاؤ۔ اب شراد سے تمھارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ طاقت سب سے بڑا رشتہ ہے لیکن اگر تم مجھے ایک پسندیدہ آدمی کی نظر سے دیکھنا چاہو تو تمھیں نقصان کا کوئی احساس نہیں ہو گا۔ میں نے شہزادوں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ میں بیروت جیسے بڑے شہر کے کلبوں کا ایک مقبول شخص تھا۔ میں نے آکسفورڈ میں تعلیم پائی ہے۔ میں شخصیت، علم اور وجاہت میں سب سے یکتا تھا۔ ایک برطانوی لڑکی فلورا میری محبوبہ تھی جب میں بالکل تمھاری طرح یہاں آیا تھا تو اسے توری کے ایک سردار نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ اور اس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا کیونکہ میں ایک کمزور شخص تھا، رفتہ رفتہ میں نے طاقت حاصل کی اور میں نے توری کے دونوں قبیلوں کی سرداری حاصل کر لی۔ فلورا آج کل جزیرۂ بینزا کے سردار کے پاس ہے۔ ہم پانچ آدمی زندہ رہ گئے

تھے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہم نے کسی اکراہ کے بغیر یہاں کی زندگی جوں کی توں قبول کر لی تھی۔ یہاں آنے کے راستے بہت ہیں، جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہیں نازک دوشیزہ؟" میں یہ باتیں اس سے کہنا چاہتا تھا حالانکہ مجھے ان کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ میں شراڈ کے مقابلے میں اُسے محبت سے جیتنا چاہتا تھا۔ میری اداس گفتگو نے اس پر گہرا اثر کیا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتی رہی اور میں ایسے جوابات دیتا رہا جو جزیرۂ توری میں رہ کر دیے جا سکتے تھے۔

"تم خوب زدہ ہے۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"تم میری قدرت میں ہو۔" میں نے کہا۔ "شراڈ کو بھول جاؤ۔"

"تمہاری روداد نے مجھے متاثر کیا ہے۔" وہ غمزدہ لہجے میں بولی۔

"شراڈ تو اب ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔"

"اس نے اپنے لیے توری کی ایک دوشیزہ پسند کر لی ہے۔ میں اس سے صبح ملا تھا۔"

"کیسا ہے وہ؟"

"وہ تم سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے بہت جلد ماحول سے مطابقت کر لی۔"

"کیا وہ میرا ذکر کر رہا تھا؟"

"ہاں۔ اس نے تمہیں مانگا تھا۔"

"اچھا۔ پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے اسے ڈانٹ دیا۔"

"کیوں؟ تم مجھے اس کے حوالے کر سکتے تھے۔ یہ کوئی غلط بات نہ ہوتی۔ تمہیں اس کا اختیار تھا۔" وہ میری آغوش سے نکل گئی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ میرے سامنے کر لیا۔

"میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے نائبین زارمے اور فرزاد میں سے کوئی بھی تمہیں اس سے کسی وقت بھی مانگ سکتا ہے۔ اُسے ہر حال میں تمہیں عارضی یا مستقل طور پر دینا پڑتا۔ میں نے سوچا کہ میں خود ہی تمہارے شباب سے حظ کیوں نہ اٹھاؤں اور بہتر ہے کہ تم تقسیم ہونے کے بجائے صرف ایک مرد کے تصرف میں رہو کیونکہ تمہیں حاصل کرنے کے لیے کسی کو مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔ دور دور تک ایسا کوئی فرد نہیں ہے جو جابر بن یوسف کا ہمسر ہو سکے۔" میں نے جواز تلاش کر لیا تھا جو بڑا کارگر ثابت ہوا، وہ موم کی طرح نرم ہو گئی۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی ایک دوسرے سے ذہنی و جسمانی طور پر وابستہ ہو جائیں؟" اس نے خلافِ توقع سوال کیا۔

"نہیں۔ تم اس کے بعد بھی اپنا ذہن آمادہ کر سکتی ہو۔"

وہ جھونپڑی کے فرش پر لوٹتی رہی۔ مجھے اس کا یہ انداز اچھا لگا، اگر وہ میرے حکم پر فوراً مجھ میں تحلیل ہو جاتی تو مجھے نا آسودگی کا شکوہ رہتا۔ وہ مچل رہی تھی اور میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ رہا تھا۔ میں نے ایسی صورت پیدا کر دی تھی کہ وہ نفرت و اذیت سے چیخیں مارے، رحم کی درخواست کرے لیکن وہ نفرت و اذیت کو بھول گئی۔ شاید اس سبب سے کہ اُسے جابر بن یوسف جیسے شجیع شخص کا قرب نصیب ہوا تھا۔

وہ ابھی سوئی ہوئی تھی کہ میں اپنا لبادہ گلے میں ڈال کر چلا آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی اس لیے اسے خبر نہ ہو سکی۔ میرا خیال ہے۔ بہت دنوں بعد اسے ایک مطمئن نیند ملی۔ اس مبارک وقت کی نیند جب فیصلے ہو جائیں اور ذہن کشمکش سے نجات حاصل کر لے۔ یوں تو جزیرۂ توری میں عورتوں کا حصول اور نشاط و وصل کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ قصرِ آقابلا کی منتخب لڑکیاں، اشمارا اور زرناز میری شدتوں کے سپرد کر دی گئی تھیں۔ اور انگرونامیں نیشا، کیشا سے رابطہ رہ چکا تھا مگر جینا کی بات ہی اور تھی۔ مجھے فتح کا احساس ہوا، ہاں جینا کے گلزار بدن میں ذہن و دل کی فرحت کے تمام سامان موجود تھے۔ اسے آداب آتے تھے مجھے رات بھر فلورا یاد آتی رہی، بے وفا فلورا۔ علی الصباح میں اپنے مکان میں پہنچ گیا اور احساس ہوا کہ خلش ابھی ختم کہاں ہوئی ہے؟ کوئی چیز ابھی تک چبھ رہی ہے۔ میں نے فرزاد کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ شراڈ کو شکار کی ٹولی کے ساتھ جنگل میں لے جایا کرے۔ فرزاد سر جھکا کے جانے لگا۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا۔ میں نے اسے روکا اور اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے کہا "نہیں، جنگل میں نہ جانے دینا۔ زارمے سے کہا جائے کہ وہ اسے توری کی حسین لڑکیاں فراہم کرنے میں بخل سے کام نہ لے اور ہر وقت اس کی خدمت میں شراب پیش کی جائے اور توری کی نفیس غذائیں اسے فراہم کی جائیں۔ خدمت گار اس کی جھونپڑی پر متعین کیے جائیں اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔" پھر مجھے ایک اور خیال آیا۔ میں نے جھنجلا کے فرزاد سے کہا "کچھ نہیں۔ شراڈ کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھی جائے اور اُسے شراب کشید کرنے کے کام پر لگا دیا جائے۔"

کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ میں سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن تین روز زارمے کے قبیلے میں جاتا رہا اور شراڈ کو غلیظ ترین تالاب پر کام کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ سخت جان اس کام سے بہت خوش تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے بات کرنی چاہی۔ میں نے رسمی طور پر اس سے کلام کیا اور اسے ساحلِ سمندر پر مچھلیاں پکڑنے والے گروہ میں شامل کر دیا۔ پھر میرا رُخ سمندر کی طرف ہو گیا اور میں نے دیکھا اس نے جلد ہی مچھیروں میں مقبولیت حاصل کر لی ہے اور ایک طرح سے ان کا سربراہ بن گیا ہے۔ میں نے توری میں بننے

والی مزید گلیوں اور جھونپڑیوں کی تعمیر کے کام پر اسے لگا دیا۔ وہ خندہ پیشانی سے پتھر ڈھوتا اور تعمیر کرتا رہا۔ اس نے تعمیر آسان کر دی اور مختلف قسم کی عمارتیں بنا کر توری کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اور آخر میں مجھے اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنی پڑی۔ میں نے زارمے کو حکم دیا کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے، عورتیں اور مشروبات اس کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ وہ دن بھر سرمست رہنے لگا اور [illegible] کی تکان کے بعد اس نے خوب پی۔ اسے توری کی اعلیٰ نسل کی لڑکیاں پیش کی جانے لگیں۔ اس کی جھونپڑی پر حسینوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اس نے باہر نکلنا کم کر دیا اور اپنی جھونپڑی ہی میں عیش و نشاط میں گم رہنے لگا۔ میں اس کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہو گیا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اور زیادہ صحت مند ہو گیا ہے اور اس کے گالوں پر سرخی دوڑنے لگی ہے۔ کبھی کبھی میرا اور اس کا سامنا ہو جاتا تو وہ جینا کے بارے میں پوچھتا اور میری فیاضیوں کے سلسلے میں ممنونیت کا اظہار کرتا، وہ ہر بار کوئی خدمت تفویض کرنے کے لیے اصرار کرتا اور میں کہتا "ابھی تمہاری عمر خوشہ چینی کی ہے۔ جھوم جانے کی ہے، تم کرنے کی ہے، سرشار ہونے کی ہے۔ کام کا وقت آئے گا تو تمہیں کام بھی سونپا جائے گا۔"

شراڈ کی نقل و حرکت کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی مگر کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی جو مجھے تشویش میں مبتلا رکھتی۔ میں اب سکون سے سمورال کے پاس جا سکتا تھا۔ اس عرصے میں آقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوئی۔ نرناز بھی واپس نہیں آئی۔ میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔ تیس روز گزر گئے تھے۔ اور ایک پل ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے بے قرار ذہن کو قرار آنے لگا اور میں نے اپنے وہموں اور وسوسوں سے بڑی حد تک چھٹکارا حاصل کر لیا۔ میں نے خود کو باور کرایا، یہ آرطیب صادق کی بات ہے۔ وہ اگر کسی اور جانب مائل ہے تو یہ محض وہم ہے، اگر دیوتا کے فاضل اسے حاصل نہیں کر سکتے تاریک برّاعظم میں سمورال کے بقول کون کون کہاں کہاں اس کی قربت کا دعوے دار ہے۔ اس کا حصول بے مشکل کام ہے کہ اُسے مجھ سے 'ربطِ خاص' ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے ساتھ خصوصی نوازشیں کیوں جاری رہتیں۔ میرے عزائم کہاں گئے؟ ابھی تو میں ایک بہت کوتاہ قد شخص ہوں۔ میں نے توجہ کی لگام ہر طرف سے کھینچ کر سمورال کی قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

اور یہ بھی نہیں تو بوڑھا سرنگا جو نجات کے لیے عجیب و غریب پُراسرار اعمال میں مصروف ہے، ضرور کوئی ہنگامہ برپا کرے گا۔ میں بھی ساحرانہ علوم سیکھ کر اپنے محسن سرنگا کی اعانت کروں گا۔ شراڈ کی قبیلے میں عزت ہے کیونکہ اسے جاراکاکا کی روح نے امان دی ہے۔ زارمے کہتا تھا کہ شراڈ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے بہت جلد مقامی زبان میں مہارت پیدا کر لی ہے اور قبیلے کے رسم و رواج اپنا لیے ہیں۔ وہ اس سے متاثر تھے، اس لیے کہ جاراکاکا کی روح اس کی حفاظت کے لیے آئی تھی۔ مگر شراڈ پر دیوتا مہربان تھے تو مجھے اپنے بارے میں کیوں فکر تھی؟ میں خود سے شکوہ کرنے لگا۔ کیا مجھے جزیرۂ توری کے اقتدار سے دلچسپی تھی؟ نہیں میں بارہا اس کی نفی کر چکا ہوں۔ میں تو صرف اُس کا طالب تھا جس کا التفات دنیا بھر کے اقتدار سے زیادہ کشش انگیز ہے۔ مجھے سرنگا کے فرار کے منصوبے پر یقین نہیں تھا لیکن آقابلا کے عدمِ التفات کے بعد فرار کا خواب بھی اسی وقت شرمندۂ تعبیر ہو سکتا تھا جب میں ایک توانا اور ممتاز شخص بن کر تاریک برّاعظم میں ابھروں۔

سمورال نے مجھے دلچسپی کی نظر سے دیکھا۔ میں نے اپنی غیر حاضری کی معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "مقدس کاہن! تم اپنے طلسمی کرشماتی میں میری مصروفیات دیکھ لیتے ہو گے۔ میں گزشتہ دنوں اپنی ذہنی الجھنوں میں گرفتار رہا، اب میں تمہارے پاس تربیت کی تجدید کے لیے آیا ہوں۔"

اس نے اپنے عصا سے دیواریں ٹھونکیں۔ پھر طلسمی سفوف آگ میں ڈال کر فضا کہر آلود کرتے ہوئے بولا۔ "کیا تم اپنے جلوے کچھ عرصے کے لیے غار سے باہر چھوڑ کر آئے ہو؟"

"ہاں۔ تعلیم بجائے خود ایک ضبط ہے۔ تربیت کا زمانہ اعلیٰ قسم کے جذبوں کی تسکین کا راستہ ہے۔ راستے میں تسکین نہیں ہوتی، وہ تو منزل پر پہنچنے کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے۔ تم نے گزشتہ ملاقات میں کہا تھا کہ تم مجھ سے ایک رسمی عہد لینا چاہتے ہو۔ میں جاراکاکا کی روح کو درمیان میں لاتا ہوں۔"

"مگر تم یہ کیوں چاہتے ہو؟ تم اب بھی ایک ممتاز شخص ہو۔"

"یہ سوال بہت عجیب ہے مقدس کاہن! کیا مجھے پھر سے داستان دُہرانی پڑے گی؟ کیا تم نے ایک بار نہیں کہا تھا کہ تم میرے لکھے پراسرار ہاتھوں میں حیرت انگیز لکیریں دیکھ رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اس کی رفاقت کے لیے مشکل منزلیں سر کرنا چاہتا ہوں اور کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم مجھے تربیت دو گے تاکہ میں تمہارا ایک لائق شاگرد بن کر سامنے آؤں اور میں نے تم سے اطاعت کا وعدہ کیا تھا۔ کیا مجھے ہر بات دُہرانی پڑے گی؟" وہ خاموش رہا۔ اس نے جاراکاکا کی کھوپڑی میرے اور اپنے درمیان میں رکھ لی پھر کوئی طلسمی عمل پڑھنے لگا۔ یکایک کمرے میں لٹکے ہوئے تمام نوادر متحرک ہو گئے اور سمورال نے طلسمی کرشماتی کے لیے جلتی ہوئی آگ ایک برتن میں ڈال دی۔ آگ کے شعلے تیزی سے

بھڑکے اور سمورال نے مجھ سے شپالی گلے سے علیحدہ کرنے کو کہا۔ میں نے تعمیل کی۔ پھر جارا کاکا کی کھوپڑی میرے اور اپنے ہاتھوں میں رکھ کر اس نے ہاتھ شعلوں پر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ کی چربی جلنے لگی حالانکہ میں زارشی کے صحرا میں برسوں دہکتے ہوئے تنور کے گرد بیٹھا رہا تھا اور آگ میں بے خطر ہاتھ ڈال دیا کرتا تھا۔ ہم دونوں کے ہاتھ جلنے کے سبب شدید بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے کوئی چیخ بلند نہیں کی اور ناقابلِ برداشت اذیت میں اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور سمورال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے اطاعت کا عہد دہرانے لگا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی ہمارے جلتے ہوئے ہاتھوں کے اوپر تھی اور ہم اسے بمشکل تمام سنبھالے ہوئے تھے، تھوڑی دیر میں یہ آگ سرد ہوگئی۔ سمورال نے دوسرے ہاتھ سے کھوپڑی اُٹھالی۔ میرا سارا ہاتھ جل چکا تھا اور چربی بہہ رہی تھی۔ شدید جلن اور سوزش سے بُرا حال تھا لیکن میں نے سمورال پر اپنی کسی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ یہی حال سمورال کا تھا، اس نے بھی زبردست برداشت کا ثبوت دیا۔

"جسم کی مشقت اقبال مندی کے لیے لازم ہے" سمورال مجھ سے دُور ہٹتے ہوئے بولا "اگر تم نے یہی وتیرہ جاری رکھا تو تمھارا شمار برگزیدہ لوگوں میں کیا جائے گا۔ تم نے عہد کیا ہے۔ عہد توڑنے کی سزا کا فیصلہ جارا کاکا کی روح کرے گی۔ عہد کی پاسداری بھی اقبال مندی کے لیے شرط ہے۔"

میں نے جوش سے کہا "مقدس کاہن! تم مجھ پر جمبرال کی طرح اعتماد کرسکتے ہو۔"

"تمھیں ایک طویل مدت تک خود کو اپنے آپ سے علیحدہ کرنا ہوگا اور یہ مدت تم جتنی دراز کرتے جاؤ گے اتنا ہی اُس کا دل نرم کرو گے۔"

"لیکن میں ساری عمر غاروں میں گزارنا نہیں چاہتا، میں ایک خاص مدت کے بعد یہ سلسلہ منقطع کردوں گا تاکہ باقی دن اُس کی یاد کے سائے میں بسر کروں جو سب سے لذت بخش کام ہے۔"

میرا جلتا ہوا ہاتھ سمورال نے ایک برتن میں بھگو دیا، سوزش میں خاصی کمی آگئی۔ ہم دونوں غار سے باہر نکلے اور جنگل جنگل گھومتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے دریافت کیا تھا۔

"بوڑھے زاہد نے صحرائے زارشی جانے کی تیاری کرلی تھی مگر تمھارے پاس شپالی دیکھ کر اس کی نیت بدل گئی اور اس نے بدنیتی کا پھل پایا ورنہ تم کبھی اس غار سے باہر نہیں آسکتے تھے۔" سمورال نے غار میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "یہاں بے شمار نوادر ہیں جو اس نے ایک طویل مدت میں جمع کیے تھے لیکن اب وہ تمھاری ملکیت ہیں۔"

"ہماری ملکیت کہو مقدس کاہن! تم مجھے خود سے علیحدہ تصور نہ کرو، اگر باہمی اعتماد قائم نہ رہا تو میں کبھی تمھارا عمدہ شاگرد اور تم کبھی میرے عمدہ استاد نہیں رہو گے۔" میں نے کہا۔

درمیانی حصے میں پہنچنے کے بعد شپالی کی روشنی میں سمورال مجھے بائیں طرف کے ایک کمرے میں لے گیا جو بوڑھے ساحر کی عبادت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہم دونوں نے دوبارہ یہاں جارا کاکا سے اپنی عقیدت و محبت کی رسم ادا کی، سمورال نے مجھے ایک نشست پر بٹھا دیا اور میرے سامنے کی زمین پر ایک دائرہ کھینچا۔ اس میں وہ خود بیٹھ گیا۔ ہمارے درمیان چھ فٹ کا فاصلہ ہوگا۔ سمورال نے حلق سے کچھ آوازیں نکال کر زور زور سے زمین پر ہاتھ مارنا شروع کردیا۔ عبادت گاہ کی فضا اس کی ضربوں کے شور سے گونجنے لگی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا، ہم پاگلوں کی طرح زمین پر ہاتھ مار رہے تھے، میری ہتھیلیوں میں پہلے ہی جلن ہو رہی تھی۔ بہت دیر بعد سمورال ہانپ کر رک گیا اور کہنے لگا "جابر بن یوسف! ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، میں یہاں تمھارے لیے متبرک پانی کا کنواں کھودنا چاہتا ہوں، ہمیں اپنے عمل میں کامیابی نہیں ہو رہی ہے، بوڑھے ساحر کی روح یہاں موجود ہے، جب تک ہم اسے اس غار سے واپس نہیں کریں گے وہ ہماری سعی کی مزاحمت کرتی رہے گی۔"

"کیا ہم اس سے درخواست نہیں کرسکتے؟ کیونکہ وہ اب عالمِ ارواح سے تعلق رکھتی ہے اور اب زندہ جسم ہی اس کی جگہ لے سکتے ہیں۔"

"ہاں ہم اس بوڑھے زاہد سے درخواست کریں گے جس نے اپنے آخری وقت میں فریب کھایا اور جسے اب غار میں رہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا" سمورال نے باوقار لہجے میں کہا "جابر بن یوسف' دیوار سے ٹنگا ہوا وہ سُرخ پتھر اُتار لاؤ اور کوئی آڑے آتے تو شپالی اس کے سامنے کردینا۔"

میں نے دیوار ٹٹولی اور سُرخ پتھر لے کر سمورال کے پاس آگیا، کسی نے میرا راستہ نہیں روکا۔ سُرخ پتھر کے اس گول ترشے ہوئے ٹکڑے پر سمورال نے کچھ خطوط کھینچے اور چند عمل پڑھے، مجھے بوڑھے زاہد کا چہرہ اس کی سطح پر نظر آگیا۔ "جابر بن یوسف! اس سے کچھ کہنے کا حق تمھیں حاصل ہے۔ اس سے کہو کہ یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے اس صاف شبیہ کو مخاطب کیا "جاؤ یہاں سے نکل جاؤ اور آسمانوں میں آوارگی کرو، ورنہ تمھاری روح قید کرلی جائے گی اور اسے کسی جانور کے قالب میں داخل کردیا جائے گا۔"

غار میں قہقہے گونجنے لگے جیسے وہاں ایک روح نہ ہو بلکہ بے شمار روحیں ہوں۔ میں انگروما میں بھی گورمے کے ساتھ روحوں کے غار میں جا چکا تھا۔ اس لیے مجھ پر ذرا بھی دہشت طاری نہیں ہوتی؟ سمورال تو استقامت اور برداشت کا آدمی تھا۔ قہقہوں کے ساتھ ہم پر چاروں طرف سے تری کے خطرناک کیڑوں کے ایک غول نے یورش کردی، وہ سیاہ بھنبھناتے ہوئے کیڑے ٹڈی دل کی طرح ہم پر ٹوٹے تھے اور انھوں نے ہمارے جسموں میں ڈنک مارنے شروع کردیے تھے۔ ساری عبادت گاہ میں کیڑے ہی کیڑے نظر آرہے تھے۔ آدھ انچ کی جسامت کے یہ کیڑے تیزی سے لپکتے تھے اور جسم میں سوراخ کرکے فوراً دُور ہوجاتے تھے اور پھر دوسرے کیڑے ان کی جگہ لے لیتے تھے۔ میں نے ہاتھ لگا کر اپنا چوبی اژدہا متحرک کردیا تھا لیکن وہ اتنی بڑی تعداد میں کیڑے کھانے سے معذور تھا۔ میں نے اور سمورال نے ایک ہاتھ سے جارا کاکا کی کھوپڑی تھام رکھی تھی۔ یہ افتاد اتنی اچانک تھی کہ ہمارے لیے ٹھہرا رہنا مشکل ہوگیا۔

کاہنِ اعظم سمورال ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا اور غصے میں بُری طرح چیخ رہا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ گھوم رہا تھا۔ اور کوئی چیز تلاش کررہا تھا۔

سمورال اچانک چیخا "جابر بن یوسف! وہ تمھارے قریب ہے، وہ شپالی مانگ رہا ہے۔" میں نے گھوم کر دیکھا، ہر طرف بوڑھے زاہد کے سائے لہرا رہے تھے، اس کے سیاہ جسم کے دانت کھلے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ مجھ سے شپالی مانگ رہا تھا۔ میں نے شپالی مضبوطی سے تھام لی اور عطیے کے طور پر شپالی پیش کرنے کے انداز میں اس کی طرف جھکا اور اس کے ہاتھ میں رکھنے کے بجائے میں نے شپالی اپنے جسم کے گرد گھمانی شروع کردی۔ بوڑھے زاہد کی روح چیخ مار کر مجھ سے دُور ہوگئی اور کیڑوں کا دَل بھی شپالی کے دائرے میں آنے سے قاصر ہوگیا۔

اس عرصے میں سمورال زمین پر جھک گیا تھا اس نے اوندھے منہ ہوکر کوئی عمل شروع کردیا تھا۔ میں اپنے دائرے کے ساتھ اُس کی طرف بڑھتا گیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے جسم کے پاس کھڑے ہوکر شپالی کا دائرہ اور وسیع کرلیا اس طرح سمورال بھی کیڑوں اور بوڑھے زاہد کی روح کے سائے سے محفوظ ہوگیا۔

"جابر بن یوسف! یہیں کھڑے رہو، اپنا عمل دہراتے رہو، مجھے تھوڑی سی مہلت دلوادو۔" کاہنِ اعظم نے چیخ کر کہا۔

"تم اپنے عمل جاری رکھو۔ میں تمھارے پاس کھڑا ہوں۔" میں نے کہا اور شپالی تیزی سے گھمانے لگا۔ درختوں کی چھال سے بنی ہوئی ڈوری میں شپالی ٹنگی ہوئی تھی جس کی پیمائش ایک ہاتھ کے برابر تھی۔ انگلیوں میں رکھ کر اسے گھمانے سے دو ہاتھ کا دائرہ بن جاتا تھا۔ ہم اس دو ہاتھ کے دائرے میں محفوظ ہوگئے تھے۔ روح جسم سے جدا ہوکر غیر معمولی قوتیں حاصل کرلیتی ہے پھر وہ روح تو ایک بوڑھے زاہد کی تھی جو اپنے علم اور ریاضت میں ویسے بھی بڑا حوصلہ رکھتا تھا۔ سمورال نے بیٹھے بیٹھے جو عمل شروع کیے تھے اُن پر مجھے پورا یقین تھا کیونکہ وہ جزیرۂ توری کا کاہن تھا اور اسے آقا بلا کی بارگاہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ بات صحیح ثابت ہوئی۔ سمورال نے کوئی ایسا عمل کیا تھا کہ عبادت گاہ میں ہر طرف ایک غلیظ قسم کا ناقابلِ برداشت تعفن پھیل گیا اور کیڑے ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے۔

"بند کرو۔ کاہنِ اعظم۔ یہ بُو اگر زیادہ دیر رہی تو میرا دم گھٹ جائے گا۔" میں نے چلّا کر کہا حالانکہ کاہنِ اعظم میرے قدموں میں بیٹھا عمل کر رہا تھا۔

کاہنِ اعظم نے جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ تمام کیڑے زمین پر ڈھیر ہوگئے اور روح بلکتی، چیختی چنگھاڑتی ہوئی غائب ہوگئی۔ "آؤ آؤ۔ ہم اس کا تعاقب کرتے ہیں۔" ہم اپنے تعفن کے ساتھ غار کے دہانے تک گئے اور ہم نے غار کھول کر فوراً اسے دوبارہ بند کردیا۔ بُو سے میرا سانس رکنے لگا تھا۔ سمورال نے مجھے تھام لیا اور آہستہ آہستہ اندر لے آیا۔ وہ پھر عبادت گاہ میں داخل ہوا اور اس نے اسی جگہ ایک نشست پر مجھے بٹھا کر زمین پر ضربیں لگانی شروع کردیں۔ اس کی مسلسل ضربوں سے زمین میں ایک گڑھا پیدا ہوگیا اور صاف و شفاف پانی کا چشمہ اُبل آیا۔ میرے چہرے پر مسرت پھیل گئی۔ میں اپنا سارا دُکھ بھول گیا۔ میں نے پانی میں اپنا چہرہ ڈال دیا۔ تازگی کا ایک شگفتہ احساس میرے رگ و پے میں سرایت کرگیا۔

"اب تم یہاں بیٹھے ساحرانہ علوم سیکھا کرو۔"

"اور تم؟"

"میں روز یہاں آیا کروں گا، میں ایک کاہن بھی ہوں، میرے کچھ اور فرائض بھی ہیں۔" سمورال نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تمھارا احسان مند ہوں۔"

"یہ غار تمھاری ذہنی بالیدگی اور طاقت کی افزونی کا سبب بن سکتا ہے۔" کاہنِ اعظم نے میری ہمت بندھائی۔

"میں تمھیں مایوس نہیں کروں گا۔"

اور مجھے چھ ماہ کی مدت گزر گئی۔ کاہنِ اعظم سمورال شروع شروع میں روز آتا رہا پھر اس نے وقفوں سے آنا شروع کردیا۔ اس عرصے میں مجھے غار کے بیشتر نوادر کے بارے میں تحیر خیز تجربے ہوچکے تھے۔ اور میری ہوس مزید بڑھتی جارہی تھی۔ میں اس عرصے میں غار سے باہر نہیں نکلا۔ مجھے اپنے اقتدار کی کوئی پروا نہیں تھی۔ میں عجیب و غریب اسرار و کمالات میں زندگی بسر کر رہا تھا اور ایک دن، جب میں اپنی خانقاہ کے مختلف طلسمی آلات متحرک کر رہا تھا اور سحر پھونک رہا تھا، میری خانقاہ میں خوشبو کا ایک لطیف جھونکا در آیا۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سرنگا کی دیوی تھی۔

میری نبض کی رفتار تیز ہوگئی۔ پہلے میرا گمان تھا کہ وہ سرنگا کی بیوی ہوسکتی ہے۔ اسی کے بدن سے ایسی خوشبو پھوٹتی ہے پھر جب اس کا ہیولا واضح ہوا اور مجھے اس تاریکی میں روشنی کا ایک ہالہ نظر آیا تو میری آنکھوں کو یقین آگیا۔ وہ سرنگا کی دیوی ہی تھی۔ وہی دیوی جس نے مجھے انگردا میں طویل قید سے نجات دلائی تھی اور مختلف مشکلات میں میری رہبری کی تھی۔ اقتدار کے زینے پر میرا پہلا قدم اسی کی وجہ سے اوپر کی جانب اٹھا تھا۔ میری محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے سحر کاری بند کر دی اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دیوی کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ مگر اس کی آنکھوں میں ایک پُر جلال چمک اور جھیل جیسی گہرائی موجود تھی۔ میں حیرت زدہ کھڑا تھا۔ دیوی کی آمد بے سبب نہیں ہوسکتی تھی۔ یقیناً وہ کسی خاص مقصد سے میرے پاس آئی ہوگی۔ ساتھ ہی میرے ذہن میں خطرے سر ابھارنے لگے۔ کش مکش کے ان ساعتوں کا طلسم میں نے ہی توڑا۔ میں نے دھڑکتے دل سے اُسے مخاطب کیا۔ "اے محترم عورت! تیرا ظہور ہمیشہ میرے لیے وجہِ تسکین ثابت ہوا ہے۔ کیا مجھے اس لمحے رہنمائی کی ضرورت ہے؟ یقیناً تیری آمد کسی سبب سے ہے۔"

دیوی نے ایک خاص انداز سے اپنے سر کو جنبش دی اور مجھے اشاروں اشاروں میں حکم دیا کہ میں اس کے پیچھے چلوں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے غار سے باہر نکال لے جانے کے لیے آئی ہے۔ میں یہاں سے ابھی جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے اشارے پر میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا اور ان چند لمحوں میں کئی وسوسے ذہن میں آ کر گزر گئے۔ میں نے نہایت عاجزی سے کہا۔ "اے مقدس دیوی! تیری خواہش کا احترام مجھ پر فرض ہے لیکن میری روح ابھی ناآسودہ ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں اس ویرانے میں کیوں دل لگائے ہوئے ہوں اور کس منزل کی تلاش میں سر کھپا رہا ہوں۔ ابھی کچھ اسرار میری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ میں اپنی تشنگیاں بجھانے کا خواہش مند ہوں۔ چند مرحلے باقی رہ گئے ہیں۔ یقین کر کہ یہاں کے اندھیرے میری زندگی کے لیے روشنیوں کی نوید ہیں۔ میں یہاں سے مسلح ہو کر واپس جانا چاہتا ہوں۔"

دیوی نے میرا جواب سُنا تو اس کے خوش گوار چہرے پر کرختگی پیدا ہوگئی اور اس نے ایسی نظر سے مجھے دیکھا جو میرے جسم کے پار ہوگئی۔ میں اس نظر کی تاب نہ لاسکا۔

"دیوی! مجھے ہم کلامی کا شرف بخش تاکہ غار چھوڑنے کے بارے میں تیری منشا کی وضاحت ہوسکے۔ یہ میں اس لیے پوچھنا چاہتا ہوں کہ باہر کے جھمیلوں میں پڑ کر دوبارہ مجھے شاید اس غار کی طرف واپسی کا وقت نہ مل سکے۔ میں یہاں بہت سکون سے ہوں۔" دیوی کی ایما کے خلاف میرا یہ اندازِ تخاطب گستاخی پر مبنی تھا۔ وہ برہم ہونے لگی۔ قریب تھا کہ وہ چلی جاتی۔ میں نے اس کے چہرے پر بہت سے جوابات پڑھ لیے تھے۔ دیوی کے تراشیدہ لب وا ہوئے، جیسے وہ مجھ سے کچھ کہہ رہی ہو۔ اس کی آواز میرے کانوں میں نہیں آئی لیکن میں نے قیاس کیا جیسے اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہو رہے ہوں۔

"بحث مت کر اور وقت ضائع نہ کر، میرے ساتھ چل۔"

میں انگردا جیسے پُراسرار خطے سے بھی دیوی کے حکم پر آگیا تھا۔ کاش میں وہاں کچھ وقت اور قیام کرتا تو میری فضیلتوں میں بے پناہ اضافہ ہوتا۔ گورمے مجھ پر مہربان تھا۔ میں نے دوبارہ تامل کیا اور دیوی قہر کی ایک نگاہ میرے سینے پر چبھوتی ہوئی فوراً ہیولے میں تبدیل ہوئی اور ایک پل میں میری نظروں کے سامنے سے غائب ہوگئی۔ میں نے اِرد گرد آوازیں دیں۔ اس کے جانے کے بعد مجھ پر پشیمانی کا دورہ پڑا اور میں نے غار کے در و دیوار کے نوادر پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی۔ اب میرا یہاں رکنا دانش مندی کے خلاف تھا۔ دیوی ناراض ہو کر واپس چلی گئی تھی۔

باہر آ کر میں نے غار کا دہانہ جھاڑ جھنکار سے بند کر دیا تاکہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے پھر مضمحل احساسات کے ساتھ جنگل عبور کرتا ہوا آبادی میں داخل ہوگیا۔ میرے قدم تیز تیز چل رہے تھے۔ آسمان گھنے جنگل کی اوٹ سے کہیں کہیں نظر آجاتا تھا۔ سرد ہوا کے جھونکوں نے مجھے کسی قدر سکون پہنچایا۔ میرا ذہن بڑا پراگندہ تھا۔ دیوی نے غار میں اچانک میرے استغراق میں مخل ہو کے مجھے خلجان میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب میرا رُخ سرنگا کے غار کی طرف ہونا چاہیے تھا تاکہ میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کچھ جان سکوں لیکن میرے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے تھے اور میں بستی کی جانب مڑ گیا تھا۔ دیوی جس بات کے لیے آئی تھی وہ یقیناً بستی سے متعلق ہوگی۔ میرے پیچھے بہت سے واقعات رونما ہو سکتے تھے۔ مجھے وہ واقعات جاننے کی اتنی شدت سے خواہش تھی کہ میں آبادی کی طرف نکل گیا۔

مگر یہاں کوئی بپھرا ہوا طوفان تھا جو بستی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کوئی چھ یا سات ماہ کی روپوشی کے بعد قبیلے کے لوگوں نے مجھے دیکھا تو احتراماً زمین سے چپکتے گئے۔ میری آمد کے سلسلے میں اس جانب سے اُس جانب تک چوبی باجے بجنے لگے۔ اگر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا تھا تو گزشتہ عشرے کے درمیان ہوا تھا کیونکہ سمورال ایک عشرے سے بوڑھے زاہد کے غار میں میرے پاس نہیں آیا تھا۔ میری گردن تنی ہوئی تھی اور میں دائیں بائیں دیکھے بغیر افتخار کے ساتھ ہنستے اور جلال کے ساتھ اپنے قبیلے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ فزارد مجھے دیکھ کر پیٹ کے بل زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے اپنا سر زمین پر رکھ کر میری برتری کا اعتراف کیا لیکن اس وقت میں رسمی باتوں کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں اُسے ساتھ لے کر اپنے مکان کی طرف آیا جہاں سرتیا پُرتپاک نظروں سے میرے خیر مقدم کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی خادمائیں بھی تھیں میرے جسم پر بال ہی بال تھے۔

میرے ساتھ ہی مکان میں سب لوگ داخل ہوگئے اور سرتیا نے میری وحشت محسوس کر کے مجھے ایک مشروب پیش کیا۔ میں نے اس کے سامنے فزارد سے پوچھا۔ "کیوں اے جزیرۂ توری کے جلیل القدر سردار جابر بن یوسف کے نائب! کیا کسی جزیرے سے کوئی بدبخت جابر بن یوسف کو مسند سے اتارنے کے لیے ادھر آیا ہے؟"

"نہیں معزز سردار!" فزارد نے مؤدب جواب دیا۔ "تاریک برِاعظم میں اب کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہے کہ وہ توری کے اس بلند قامت سردار کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔"

"میری عدم موجودگی میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے؟"

"نہیں ۔۔۔" فزارد نے حیرت کن لہجے میں جواب دیا۔ "قبیلے کی زندگی پُرسکون رہی۔ ہاں وہ لڑکیاں سردار کے وصال کی منتظر ہیں جو اس عرصے میں بلوغ کی منزل پر پہنچ گئی ہیں۔"

میرا سخت لہجہ نرم ہوگیا۔ بظاہر قبیلے میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ پھر دیوی نے اس تاریک غار میں آنے کی زحمت کیوں کی تھی؟ اسی وقت میں نے زارے کو طلب کیا۔ زارے کے قبیلے تک سردار کی آمد کا گجر بج چکا تھا اور توقع تھی کہ وہ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ جائے گا۔ اِدھر فزارد گیا، اُدھر زارے اندر آیا۔ سرتیا خشمگیں نظروں سے میری وحشت دیکھ رہی تھی۔ میں نے درشت لہجے میں زارے کو طلب کیا۔ "صاف صاف بتاؤ کیا میری نیابت میں تم سے کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہے؟"

زارے فزارد سے زیادہ سوجھ بوجھ کا مالک تھا۔ وہ میرا مزاج پہچان چکا تھا۔ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ "معزز سردار کسی کو نیابت کی ذمہ داری سونپ کر کوئی غلطی نہیں کرسکتا۔ جزیرۂ توری کی نیابت پر وہی لوگ فائز ہیں جنھیں اس نے منتخب کیا تھا۔ پھر یہ لوگ اپنے سردار کی عدم موجودگی میں اس کے اعتماد کو کس طرح زک پہنچا سکتے ہیں؟"

زارے کے جواب نے میری الجھن میں اضافہ کر دیا۔ میرے دونوں نائبین نے جزیرے کی زندگی معمول پر رکھی تھی۔ میں نے خود کو تنبیہ کی۔ مجھے یہاں آنے سے پہلے معاملات خود محسوس کرنے کے شوق کے بجائے اپنے محسن دوست سرنگا کے پاس جانا چاہیے تھا۔ ممکن ہے وہ کسی آئندہ خطرے کی پیش گوئی کرنے والا ہو۔ میں نے زارے سے پوچھا: "جزیرے کے وہ نوجوان جنھیں میں نے مختلف فرائض تفویض کیے تھے کیا ان میں سے کسی نے تمھاری حکم عدولی کی جرأت کی ہے؟"

"نہیں، تمام نوجوان اپنے کاموں پر بدستور مامور ہیں۔ ہر شام اسی طرح جشن کی ابتدا ہوتی رہی جس کی بنیاد معزز سردار نے ڈالی تھی۔ قبیلے کے سارے لوگ جاراکاکا کی خدمت میں اپنے رحم دل، نیک، فصیح اور ذہین سردار کی واپسی کی دعائیں مانگتے تھے جس کے بارے میں انھیں کوئی پتہ نہیں تھا اور نہ ہی کاہنِ اعظم نے اس کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے سردار کی طلبی کی تھی۔ بس یہی بات باعثِ اطمینان تھی کہ ہمارا معزز سردار کسی خاص عرصے کے لیے ہم سے جدا ہوا ہے ورنہ کاہنِ اعظم توری کے لیے کسی نئے سردار کی تقرری کے ضمن میں رزم آرائی کا اعلان کر دیتا۔" زارے نے متانت سے جواب دیا۔

اچانک میرا دماغ جھنجھنا اٹھا۔ "اور وہ اجنبی ۔۔۔ وہ اجنبی نوجوان شزاد؟" میں نے تمام تر عجلت سے پوچھا۔ "اس نے کوئی دہشت گردی کی ہے؟"

زارے کے سیاہ چہرے سے سپیدی جھانکنے لگی۔ وہ کانپتا ہوا بولا۔ "وہ ۔۔۔ وہ صبح تک ٹھیک تھا مگر وہ آج صبح سے غائب ہے۔"

"غائب ہے؟" میں نے گرج کر کہا۔ "اُسے پیدا کرو زارے! میں نے اسے تمھاری نگرانی میں دیا تھا۔" میں شزاد کی گمشدگی کی اطلاع پاکر چیخنے لگا۔

"مقدس سردار! اپنا لہجہ اس قدر شدید مت کرو۔" زارے نے نہایت عاجزی سے کہا۔ "زارے نے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کی لیکن وہ......"

"زارے!" میں نے غضب ناک ہو کر کہا۔ "تم اس وقت جزیرۂ توری کے سردار سے مخاطب ہو۔ میرا ایک اشارہ تمھارا رشتہ زمین کی تہہ سے جوڑ سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ شزاد، کیا وہ غائب ہوگیا؟ کب اور کیسے غائب ہوا؟"

میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے زارے لرزنے لگا۔ میں نے پشت کی طرف دیکھا۔ سرتیا میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ملتجی آنکھوں سے تحمل کی درخواست کر رہی تھی۔ زارے کے لہجے میں لکنت آگئی تھی۔

"اے معزز سردار! میں جاراکاکا کی مقدس روح کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں نے اس کی نقل و حرکت کبھی اپنی بصارت کے دائرے سے باہر نہیں جانے دی اسی لیے میں نے اس کے قریب کی جھونپڑی کو اپنا مستقر بنایا۔ آج صبح وہ اپنی جھونپڑی کے اندر صبح کے تازہ مشروبات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ دفعتہً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سورج کی روشنی یک لخت تیز ہو کر معدوم ہوگئی ہو۔ میں اسے خطرے کی علامت سمجھ کر اندر کی جانب لپکا لیکن وہ

اندر نہیں تھا۔ کمرے میں ایک دل نواز خوشبو پھیلی ہوئی تھی، ایسی خوشبو جو میں نے آج تک نہیں سونگھی۔ میں نے قرب و جوار کی جھونپڑیاں کھنگال ڈالیں۔ اس کی گم شدگی سے کچھ دیر پہلے میں نے اسے دیکھا تھا۔ وہ اتنے عرصے میں کسی سمت بھی دور تک نہیں نکل سکتا تھا۔ میں نے جنگل میں آدمی دوڑا دیے جنھوں نے واپسی پر کوئی اچھی خبر مجھے نہیں سنائی معزز سردار! میں قطعی لاعلم ہوں کہ بند جھونپڑی سے وہ اجنبی نوجوان کس طرح غائب ہو گیا؟

زارمے کپکپاتا ہوا بولا۔

"شراڈ کے ساتھ کون لڑکی تھی؟ جلدی بتاؤ۔"

"کوئی بھی نہیں سردار!" زارمے نے ہکلاتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "دس پندرہ روز سے وہ عورتوں کو واپس کر دیا کرتا تھا اور خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ میں نے تمہارے حکم کے مطابق اسے قبیلے کی حسین لڑکیاں پیش کیں مگر وہ انھیں مسکرا کر دھتکار دیا کرتا تھا۔"

"خاموش رہو زارمے!" میں نے چیخ کر کہا۔ "شراڈ کی تلاش تمہارا فرض ہے۔ میں مایوسی کی اطلاعیں سننا پسند نہیں کرتا۔" میرا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

زارمے نے گردن جھکا دی۔ میرا دل چاہا کہ اس کی گردن پر چھری پھیر دوں۔ "جاؤ دفع ہو جاؤ، اسے تلاش کرو۔"

زارمے ڈگمگاتا ہوا میرے سامنے سے چلا گیا۔ پھر میں نے باہر جا کر فزارد کے ذریعے اعلان کرا دیا کہ جو شخص شراڈ کی خبر لائے گا، اسے جزیرے کی سب سے خوب صورت لڑکی پیش کر دی جائے گی۔ میں نے فزارد اور دوسرے افراد کو بھی شراڈ کی تلاش پر مامور کیا۔ اب رفتہ رفتہ سرنگا کی دیوی کی آمد کا مقصد میرے سامنے واضح ہو رہا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ یہی اطلاع دینے اور مجھے چونکانے آئی ہو ——— شراڈ کہاں چلا گیا؟ کیا وہ زارمے کی معمولی غفلت سے فائدہ اٹھا کر توری کے کسی غار میں چھپ کر بیٹھ گیا؟ ایسا ہی ایک اور اجنبی ابھی تک لاپتہ تھا ——— یا؟ ——— یا؟ ——— میں یہ تصور کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا کہ اسے قصر آقا بلا میں طلب کیا گیا ہے۔ وہ اتنا سربلند نہیں تھا کہ اسے آقا بلا کی بارگاہ میں سرفرازی ہوتی ——— مگر میں خود کہاں اتنا سرفراز تھا، جب میری طلبی ہوئی تھی ——— نہیں، میں تو ایک جزیرے کا سردار ہو گیا تھا۔ شراڈ کے سلسلے میں یہ فیاضی کیا معنی رکھتی تھی؟ دونوں صورتوں میں میرے لیے تشویش رہ گئی تھی۔ یہ نوجوان جسے جارا کاکا کی روح نے امان دی تھی، جابر بن یوسف کے دل میں مسلسل آگ بھڑکا رہا تھا۔ آقا بلا میری طلب تھی۔ میں نے اس کی خاطر آسودگیوں کا سودا کر کے اپنی زندگی جہنم بنا لی تھی۔ شراڈ کے مقابلے میں خاموش رہ کر تماشا دیکھنا میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

میں اسی وقت کاہنِ اعظم سمورال کی اقامت گاہ کی جانب روانہ ہو گیا جو اب باقاعدہ میرا اتالیق تھا اور غار میں مجھے درس دیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں اس سے میری قربت بڑھ گئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی سمورال نے بیرونی طاقتیں اپنی عبادت گاہ سے دور رکھنے کا عمل کیا اور بولا۔ "مجھے تمہارے غار چھوڑنے کی اطلاع مل چکی تھی۔" آج سے پیشتر میں نے کاہنِ اعظم کو اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ کچھ الجھا ہوا تھا۔ خود میری کیفیت بھی یہی تھی۔ چنانچہ میں نے تیزی سے کہا۔

"مقدس سمورال، شراڈ پُراسرار طور پر غائب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا طلسمی کڑھاؤ روشن کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ ہماری نظروں سے اس کا اس طرح روپوش رہنا بدشگونی ہے۔"

"تم نے غار کس سبب سے چھوڑ دیا جابر بن یوسف؟"

سمورال نے ملائمت سے کہا۔ "تمہیں اس کے فرار کی اطلاع کیسے ہوئی؟"

ممکن تھا میں شدتِ غضب میں بہک کر اپنے ہندی دوست سرنگا کی دیوی کا تذکرہ کر بیٹھتا لیکن بروقت میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "دیوتاؤں کی عبادت کے دوران میں اچانک شراڈ کا تصور میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ میں نے محسوس کیا جیسے وہ اپنی چھاتی پھلائے میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے۔ دیوتاؤں کا اشارہ غلط نہیں تھا۔ زارمے نے مجھے اطلاع دی کہ وہ آج صبح سے پُراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔"

سمورال نے میری بات سن کر خاموشی اختیار کر لی۔ وہ چند ثانیوں تک مجھے گھورتا رہا، شاید وہ میرے بیان کی تصدیق کر رہا تھا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "آہ جابر بن یوسف! میرے لائق شاگرد۔ تیرا قیاس درست ہے۔ مجھے شراڈ کی گمشدگی کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"کیا اس نے فرار کی کوشش کی ہے؟" میں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا۔

"نہیں ——— جارا کاکا کی مقدس روح نے اسے زندگی بخشی ہے۔ اگر اس نے فرار ہونے کی کوشش کی ہوتی تو آسمان سے اترنے والا سیاہ ذرات کا بھنور اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔"

"تو پھر وہ کہاں گیا؟ کیا میں اصل بات بیان کروں؟ کیا حقیقتیں اتنی تلخ ہوتی ہیں میرے محترم اتالیق؟"

"ہاں سیدی جابر! ہمارا کام سننا اور دیکھنا ہے، جو باتیں سنائی جا رہی ہیں انھیں سننے کی کوشش کرو اور جو دکھایا جا رہا ہے، اسے دیکھنے کی عادت ڈالو۔ اسی میں تمہاری ذہنی صحت کے لیے ضبط ہی ذریعۂ سکون ہے۔" سمورال الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم نے غار میں رہ کر بڑی فضیلتیں حاصل کی ہیں، یقیناً تمہیں اس ریاضت کا صلہ ملے گا مگر کیا ضروری ہے کہ جو تم چاہتے ہو وہی تمہیں نصیب ہو۔ شراڈ کی گمشدگی کی وجہ زارمے کی غفلت نہیں ہے۔"

"پھر ——— کیا میں یہ سمجھوں کہ مقدس روح شراڈ کو نوازنے پر آمادہ ہے؟ ایک سردار کی موجودگی میں یہ بڑا دل خراش اور دھشکن رویّہ ہے۔" میں نے تلملا کر کہا۔

"وہ زبان کاٹ ڈالو جو مقدس روح پر طعنہ زنی کرے۔" سمورال نے مجھے جھڑک دیا۔ "اگر میں نے اپنی عبادت گاہ میں بیرونی طاقتوں کا داخلہ بند نہ کر دیا ہوتا تو میں خود تمہاری زبان کاٹ کر کھا لیتا۔"

"میں معافی کا طلب گار ہوں۔ شراڈ کی گمشدگی کی نوعیت نے مجھے دیوانہ کر رکھا ہے۔ یوں بھی مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا۔ اس کا وجود میری منزل میں سدِ راہ بن سکتا ہے۔"

"تمہاری منزل!" سمورال نے مایوسی سے کہا۔ پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ "جابر بن یوسف! تمہارا حافظہ کمزور ہے، میں نے اس کی حفاظت کے بارے میں طویل ترین بیانات دیے ہیں، کیا تم وہ سب بھول گئے؟"

"مجھے یاد ہے تم نے میرے بارے میں بڑی مبالغہ آمیز پیشگوئیاں کی تھیں۔" میں اپنا طنزیہ لہجہ چھپا نہیں سکا۔

"ہر پیشگوئی بیرونی طاقتوں کی عدم مداخلت سے مشروط ہوتی ہے۔ وہ لوگ اتنے برگزیدہ ہیں کہ لکیریں مٹا دیتے ہیں۔"

"پھر بھی تم اتنے ہراساں کیوں ہو؟ تم شراڈ کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو؟ شاید تم اپنا منصب بھول کر اس اجنبی کو خود سے برتر سمجھنے لگے ہو؟"

"کاہنِ اعظم!" میں نے مچل کر کہا۔ "میں شراڈ کو پاؤں کی دھول سمجھتا ہوں، یہ سب جانتے ہیں کہ اس کی اوقات کیا ہے مگر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ اس پر غیر معمولی نوازشیں جاری ہیں، اگر نوازشوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تو ...."

"اوہ ——— نہیں۔" کاہنِ اعظم نے ہاتھ اٹھا کر مجھے مزید بولنے سے روک دیا۔ "بس اس کی طلب کیے جاؤ اور یہ خیال چھوڑ دو کہ وہ تمہارا خیال رکھتی ہے یا تمہیں نظر انداز کر دیتی ہے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

"میں تمہارا پیغام پہنچا دوں گا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت جلد ایک سو ایک دن کے لیے شب و روز جارا کاکا کی کھوپڑی کے سامنے جسم پر کوئی پھول سجائے بغیر عبادت کرنے والی ہے۔ یہ عبادت جارا کاکا کی روح کی مزید عنایتیں حاصل کرنے کے ذیل میں ہے۔ شاید اسے ایک مدت بعد اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہو گی۔ دیوتاؤں کی باتیں دیوتا جانتے ہیں ——— ممکن ہے مقدس آقا بلا شراڈ پر مہربان ہو۔ مجھے تمہارے جذبات کا علم ہے لیکن جابر بن یوسف! تمہارے جیسے جذبات یہاں کتنے لوگوں کے دلوں میں مچلتے ہیں، تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"مقدس آقا بلا کب تک کھوپڑی کی پرستش شروع کرے گی؟"

"پرستش شروع کرنے سے پہلے اسے نیک شگون لینا پڑے گا، آج سے تین روز بعد وہ نیک ساعت آئے گی مگر تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"

"میں شراڈ کے بارے میں فکر مند ہوں۔"

"تمہارے اندیشے درست ہیں۔ وہ اس وقت قصر آقا بلا میں موجود ہے لیکن مطمئن رہو وہ شراڈ کو وصل کی لذتوں سے بہرہ ور نہیں ہونے دے گی۔"

"آہ۔" میں ایک قریبی پتھر پر بیٹھ گیا۔ "مجھے کچھ اور باور کرانے کی کوشش نہ کرو۔" میں نے بپھر کر کہا۔ "مجھے آج جزیرۂ انگروما یاد آ رہا ہے، گروٹا اور گورمے کے وہ جملے یاد آ رہے ہیں جنھوں نے کبھی میرے کانوں میں زہر گھولا تھا۔ میں نے تمہیں انگروما کے سارے واقعات نہیں بتائے ہیں۔ میں سوچتا ہوں، وہ نیک لوگ پہلے ہی مجھے راستی کے راستے پر چلنے کی تلقین کرتے تھے۔ میں اس وقت اندھا ہو گیا تھا۔"

"تم بہک رہے ہو، جابر بن یوسف! ہوش میں آؤ۔"

"میں اب سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔ "کیا تم مجھے باگمان جانے کی اجازت دو گے، ممکن ہے وہ پھر میری کشتی انگروما لے جائیں۔"

"تم جا سکتے ہو۔" سمورال گرجتے ہوئے بولا۔ "جاؤ اور جب تمہیں ہوش آ جائے، میرے پاس آ جانا۔"

"تم بھی ایک دن یہی فیصلہ کرو گے کاہنِ اعظم! انگروما ایک بے مثال بستی ہے، آؤ وہاں چلیں، یہاں سراب ہے۔ علم اور برتری کا یہاں کوئی مرتبہ نہیں۔ وہاں انھوں نے ایک ایسی بستی آباد کی ہے جو علم و فضل میں تاریک برِاعظم میں سب سے اعلا ہے۔ تاریک برِاعظم کے کسی جزیرے میں اتنے عالی مرتبت لوگ ایک ساتھ موجود نہیں ہیں۔"

"میں تمہیں غار سے باہر جانے کا حکم دیتا ہوں۔" سمورال نے اپنے محفوظ و محصور کمرے کے باوجود کہا۔ وہ ہذیان میں جو کچھ

بک رہا تھا، میں نے نہیں سنا، وہ بار بار دیواروں کی طرف دیکھتا تھا اور مجھے خاموش رہنے کی تلقین کرتا تھا۔

میں نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا، سمورال کی آنکھیں میری گستاخیوں پر دہکنے لگی تھیں۔ اس کے چہرے کی سیاہی اور گہری ہوتی گئی۔ پھر میری چرب زبانی پر طیش میں آکر سمورال نے طلسمی کڑھاؤ سے چند چھینٹے میری طرف اچھال دیے، میرے جسم پر آبلے پڑ گئے مگر میں ڈٹا کھڑا رہا۔ اچانک ایسا لگا جیسے سمورال کی عبادت گاہ میں بھونچال آگیا ہو۔

سفوف کا دھواں غائب ہوگیا۔ سمورال کا قائم کیا ہوا حصار ٹوٹ گیا تھا۔ وہ زمین پر لیٹ کر عجز کے ساتھ آقا بلاک کی تعریف و توصیف میں تیزی سے بول رہا تھا۔ میرے اندر کا ہن اعظم کو اس حالت میں دیکھ کر خوشی کا احساس جاگزیں ہوا لیکن جب اس کی عبادت گاہ کے بہت سے نوادر گر کر چکنا چور ہو گئے تو مجھے اس کی حالت پر ترس آنے لگا، سمورال اب مجھ سے مخاطب نہیں تھا، میرا اب مزید قیام کرنا مناسب نہیں تھا، میں اُسے پاگلوں کی حالت میں چھوڑ کر غار سے نکل آیا۔

سمورال کی گفتگو بڑی مایوس کن تھی۔ کوئی بھی ہوشمند آدمی اس سے بہت سے نتائج اخذ کر سکتا تھا۔ اس سرزمین میں مجھ پر ایسے کئی عالم گزرے تھے لیکن آج میری زندگی کا سب سے اُداس دن تھا۔ مجھ میں سرنگا کے پاس جانے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ شام تک میرے جسم میں کانٹے چبھتے رہے۔ بوجھل بوجھل قدموں سے میں جنگل سے اپنی بستی کی طرف چل رہا تھا۔ شام تک میں اپنے مکان پر واپس پہنچ گیا۔ زارمے اور فزارو شراڈ کی تلاش سے ناکام واپس آچکے تھے۔ میں نے ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ سرتیا بھی میری سرد مزاجی سے مایوس ہو کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ میں کسی زخمی درندے کی مانند اپنے مکان میں ٹہلتا رہا۔۔۔ سرنگا کو میری کیفیتوں کا علم ہو گا۔ میں نے اس کے پاس جانا چاہا، پھر ارادہ ملتوی کر دیا۔ میں اپنے بال نوچتا رہا، ایک آگ تھی جو میرے چاروں طرف تیزی سے بھڑک رہی تھی اور میں اس میں جل رہا تھا اور یہ آگ اتنی سنگ دل تھی کہ مجھے تہس نہس کر کے پُرسکون کرنے کے بجائے میرا وجود سلگا رہی تھی، بار بار میرے تصور میں قصرِ آقا بلاک کے رنگ رنگ در و بام گھوم جاتے، وہاں شراڈ کھڑا ہو گا۔ اُسے ایک مشروب دیا گیا ہو گا۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ میں نے اپنی سوچوں پر قدغن لگانی چاہی۔ میں نے مٹکے میں سے مشروبِ آتش انڈیلا اور پیتا گیا۔ پھر مجھے شراڈ کی منگیتر جینا کا خیال آیا۔ وہ حسین امریکی لڑکی جو مہذب دُنیا کے قافلے کے ساتھ آئی تھی

میں قدم بڑھاتا ہوا جھونپڑی سے باہر نکلا اور میں نے فزارو کو طلب کر کے جینا کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

فزارو میرا حکم پاتے ہی تعمیل کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں دوبارہ اپنی جھونپڑی میں واپس آگیا۔ ایک ایک لمحہ اذیت میں گزر رہا تھا۔ غنودگی کی کیفیتوں سے دوچار، لڑھکتی ہوئی جینا میرے سامنے آئی تو میرے ہونٹوں پر بڑی خطرناک مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا بدن نشے میں ڈوبا نظر آتا تھا، آنکھوں میں خمار تھا۔ جب اس نے میری صورت دیکھی تو اس کا برہم چہرہ شاداب ہو گیا۔ ”اوہ۔۔۔“ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ ”کتنے دنوں بعد تم نے مجھے یاد کیا ہے۔ میں تمھیں بری طرح یاد کر رہی تھی۔“

”تم تو شراڈ سے محبت کرتی ہو؟“

”وہ۔۔۔ وہ تو ایک داستانِ پارینہ ہے۔ میں نے اُسے ایک عرصے سے نہیں دیکھا اور اس عرصے میں قبیلے کی زندگی دیکھی اور اپنا ذہن اس زندگی میں رچانے کے لیے تیار کر لیا۔ تم نے سچ کہا تھا، مفر کی کوئی صورت نہیں ہے۔ میری دوسری ساتھی لڑکیاں بھی تمھاری دعوت کی منتظر رہیں۔ میں نے انھیں بتایا تھا کہ تم کتنے شان دار مرد ہو۔۔۔“ جینا نے شرما کر کہا۔ ”شروع شروع میں وہ مجھے بے حیا کہتی تھیں اور اب اس بات پر شاکی ہیں کہ سردار نے انھیں کیوں نہیں بلایا۔ صرف ایرانی لڑکی فروزیں اس ماحول سے مفاہمت کرنے میں پس و پیش کر رہی ہے۔“ جینا نے آگے بڑھ کر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

میں نے اسے جھٹک دیا۔ ”تم جزیرۂ توری کے سردار سے مخاطب ہو۔“

جینا نے حیرانی سے مجھے دیکھا اور پھر فزارو کو کمرے میں دیکھ کر مسکرائی۔ ”اس سے کہو کہ وہ چلا جائے۔ میں تم سے خوب باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ میں ترس گئی ہوں۔ تم ہی نے تو کہا تھا کہ یہاں کوئی قدر نہیں۔ اس لیے میں نے غیر ضروری شرم و لحاظ سے پرہیز کیا ہے، یقین کرو، بے شمار مرتبہ میں نے تمھارے بارے میں سوچا ہے۔ تم کچھ تو مہذب دنیا کے رشتے کا خیال کرو۔“

”میں نے تمھاری تشنگی دُور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”تمھاری قربت ہی سیرابی کا ذریعہ ہے۔“ وہ چہک کر بولی۔ ”تم اس وقت کچھ پریشان نظر آرہے ہو۔ اپنے آدمی سے کہو کہ باہر جائے، شاید میں تمھاری پریشانیاں دُور کر سکوں، تمھیں میری ضرورت ہے۔“

”ہاں مجھے تمھاری ضرورت تھی۔“

جینا نے میرا جواب سُن کر حشر ساماں انداز میں انگڑائی لی۔ وہ عمدہ غذاؤں اور مشروبات سے اور دلکش ہو گئی تھی۔ میرے لیے صبر محال تھا۔ میں نے کمر سے جھولتے ہوئے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی تو میرا چہرہ خون کی تمازت سے سُرخ ہو گیا۔ میں جینا کا خون پینا اور اپنے گلے میں لٹکی ہوئی جارا کا کا کی کھوپڑی کو غسل دینا چاہتا تھا۔ پھر یہ متبرک خون آج رات ساری آبادی میں تقسیم کیا جاتا۔ جینا میرا ارادہ بھانپ کر سہمی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے خنجر تولا۔

”تم۔۔۔ تم نے مجھے کیوں بلایا تھا۔ کیا مجھ سے تمھاری شان میں کوئی گستاخی سرزد ہو گئی ہے۔ اپنے آدمی سے کہو...... ڈارلنگ۔“ وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔

”فزارو۔۔۔“ میں سفاکی سے چیخا۔ فزارو نے نظریں اٹھائیں تو میں نے اپنا خنجر اس کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔ ”اس لڑکی نے مہذب دنیا کی زبان میں تمھارے سردار کے بارے میں یاوہ گوئی کی ہے، اسے قربان گاہ پر چڑھا دو اور جارا کا کا کی مقدس روح کی سعادتیں سمیٹو۔ اس کا خون نچوڑ کر بدن ہزاروں حصّوں میں تقسیم کر ڈالو اور سمندر میں پھینک دو۔“

فزارو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سے بے خبر تھا۔ جینا مجھ سے انگریزی میں ہم کلام تھی۔ میں نے مقامی زبان میں فزارو کو حکم دیا تو اس کی آنکھیں خون اگلنے لگیں۔ جینا یہ سن کر دوسرے کمرے کی جانب تڑپ کر بھاگی۔ وہ مقامی زبان سے واقف ہو چکی تھی۔ فزارو نے جینا پر قبضہ جمانے کے لیے اسے خطرناک نظروں سے گھورا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کسی درندے کی طرح ہاتھ پھیلا کر اس کی جانب بڑھنے لگا۔

”رحم۔ جابر بن یوسف رحم۔“ جینا نے اپنی ہولناک چیخوں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ آخر فزارو نے اُسے معمولی جدوجہد کے بعد دبوچ لیا اور وہ اس کا گلا کاٹ کے شراب کے بڑے برتن میں خون نچوڑنا چاہتا تھا۔ جینا کی فلک شگاف چیخوں سے مجھے ایک لذت محسوس ہو رہی تھی۔ یکایک سرتیا بپھری ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے فزارو کو حکم دیا کہ وہ جینا کو چھوڑ دے۔ فزارو نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ سرتیا نے اسے دوبارہ تڑخ کر حکم سنایا۔ ”میری بات سنو، تمھارا سردار اس وقت ہوش میں نہیں ہے۔“

”اسے تو ماہانہ کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔“ میں نے سرد مہری سے کہا۔

”میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، اسے غور سے سنو۔“ سرتیا نے میرے سامنے آکر غصّے میں کہا۔ ”جابر بن یوسف! تمھیں میری مقدس دیوی کی قسم، اپنا فیصلہ واپس لو، ورنہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔“

میں خاموش کھڑا رہا۔

”سنتے ہو، میں کیا کہہ رہی ہوں۔“

جینا موقع پا کر سرتیا کے پہلو کی آڑ میں کھڑی ہو گئی تھی۔ میں کشمکش و پیچ کی کیفیت سے دوچار تھا۔ سرتیا نے دیوی کی قسم دلائی تھی اور حاکمانہ انداز میں مجھ سے مخاطب تھی۔ میں اُسے رَد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

”میرے لیے کیا حکم ہے معزز سردار؟“ فزارو نے مؤدبانہ پوچھا۔ میری قوتِ گویائی جواب دے چکی تھی۔ فزارو نے میرا اضطراب شناخت کر لیا اور اس سے قبل کہ میں کوئی حکم صادر کرتا، اس نے خنجر زمین پر رکھا اور سر جھکائے جھونپڑی سے واپس چلا گیا، جینا سرتیا کے عقب میں کھڑی کانپ رہی تھی۔ سرتیا جیسی کم گو اور حسین لڑکی اس وقت قہر کی کوئی دیوی نظر آرہی تھی۔ وہ جینا کو ساتھ لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور مجھے اپنی وحشتوں کے ساتھ تنہا چھوڑ گئی۔

رات بھر میں اپنے آپ سے جنگ کرتا رہا۔ کبھی مایوسی، کبھی اُمید کی کوئی کرن۔ کبھی مثبت، کبھی منفی۔ سرتیا کے کمرے سے ہلکی ہلکی سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں سسک بھی نہیں سکتا تھا۔ آخر جاں کنی کی وہ رات گزر گئی اور صبح ہوئی تو فزارو نے مجھے آکر بتایا کہ شراڈ اپنی جھونپڑی میں موجود ہے۔ ذہن کی غنودگی یکلخت ہَوا ہو گئی۔ میں اسی لمحے اُٹھ گیا۔ ”زارمے کہاں ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ اس کی نگرانی پر مامور ہے۔ اس کا کہنا ہے شراڈ اچانک نمودار ہوا ہے، زارمے نے اُسے جھونپڑی میں داخل ہوتے نہیں دیکھا۔“

”چلو میرے ساتھ چلو۔“ میں یہ کہتا ہوا بجلی کی طرح جھونپڑی سے باہر نکلا۔ فزارو میرے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ جوں جوں فاصلہ گھٹ رہا تھا، میرے جنون میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ فزارو اور میں شراڈ کی جھونپڑی کے نزدیک پہنچے تو زارمے ہمیں دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں لپکتا ہوا اندر داخل ہوا، شراڈ اپنی جھونپڑی میں میری موجودگی سے ششدر رہ گیا۔ پھر اس نے اپنا سر عقیدت سے جھکا لیا۔ اس نے قبیلے کے سردار کے احترام میں شائستگی سے تمام رسمیں انجام دیں۔

میری آنکھیں اُبل رہی تھیں اور جتنی نفرت ممکن ہو سکتی تھی، وہ تمام سمٹ کر میری آنکھوں میں آگئی تھی۔۔۔

”جزیرۂ توری کا نو وارد شراڈ اپنے محسن اور مقدس سردار

جابر بن یوسف الباقر کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتا ہے۔"

شراڈ کی اس تکریم سے میری شدت میں اور اضافہ ہو گیا۔ میں نے اس کے جواب میں حقارت کا لہجہ اختیار کیا: "شراڈ! اے ناسمجھ اجنبی نوجوان! تو کہاں غائب تھا؟"

"میرے محسن سیدی جابر! مجھے پتہ نہیں کیا ہوا، میں نے فرار کی کوشش نہیں کی تھی۔ دیوتا اس کے گواہ ہیں۔ میں تمھاری ناراضی کا سبب سمجھ رہا ہوں اور اس کے باوجود سخت سے سخت امتحان کے لیے تیار ہوں۔" اس نے مہذب لہجے میں کہا: "میرا گمان ہے کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا، تمھاری آمد سے پتہ چلا کہ وہ خواب نہیں حقیقت تھی اس لیے کہ کل دن بھر میں تم سب کی نظروں سے روپوش رہا۔ میں تمھیں بتاؤں، اے نیک خصال سردار! تمھاری عدم موجودگی میں، میں نے ایک سچے اطاعت گزار کا ثبوت دیا ہے۔ زارے سے پوچھو لیکن کل صبح مجھے عجیب و غریب حالات میں مقدس اور عظیم اقابلا کے عالی شان قصر میں حاضر ہونے کا حکم ملا تھا، کاش میں وہاں نہ جاتا۔ انکار کا سوال نہیں تھا، ایک پری چہرہ دوشیزہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ مجھے خلاؤں میں لے گئی اور رنگ برنگے بادلوں میں اس نے میرا ہاتھ تھامے رکھا پھر میں نے سفید پتھر کا بنا ہوا ایسا قصر دیکھا کہ مہذب دنیا کے آثارِ قدیمہ میں بھی اس کی شان و شوکت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

میں کسی کہکشاں میں پہنچ گیا تھا مجھے ایک مشروب پیش کیا گیا اور مجھے اقابلا، مقدس اقابلا کی دید سے سرفراز کیا گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور میں ہی کہتا رہا۔ کائنات میں اس کا جلوہ ساری چیزوں سے زیادہ خوب صورت ہے۔ اے مقدس سردار، وہ ایک منظر ہے، سبزہ و گل کا ایک دل نواز منظر، وہ ایک شراب ہے، آگ کی بنی ہوئی شراب......"

"بس کرو۔ بس کرو۔" میں نے چیخ کر کہا۔

شراڈ خوابوں کی دنیا میں گم تھا، میری چیخ پر وہ مدہوشی کے عالم سے واپس آیا، پھر اس نے اقابلا کی تعریف میں جو بولنا شروع کیا تو خاتمے کا نام نہیں لیا۔ وہ میرے کانوں میں زہر انڈیل رہا تھا میری آنکھوں سے روشنی معدوم ہونے لگی اور میری سانسیں کھنچنے لگیں۔ میں اب اسے برداشت نہیں کر سکتا تھا، مجھے اس بات کا اختیار تھا کہ میں کسی بھی ناپسندیدہ شخص کو تہِ تیغ کر دوں۔ میں نے سوچا، بہتر یہی ہے کہ اس نوجوان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے مجھے اعتراف ہے کہ میں ضبط نہیں کر سکا۔ میرا ہاتھ پوری قوت سے گھوم گیا، شراڈ کے منہ سے بے تحاشا خون جاری ہو گیا۔ وہ ربر کی کسی گیند کے مانند اچھل کر ایک طرف اوندھے منہ گر گیا۔ میں نے ایک زبردست لات اس کے جسم پر رسید کی۔ وہ بلبلانے لگا۔

"جابر بن یوسف! اے وحشی سردار! دیوتاؤں کے لیے رحم کر، میں اپنی مرضی سے وہاں نہیں گیا تھا اور نہ میں نے کوئی حکم عدولی کی ہے۔" وہ گڑگڑا کر کہنے لگا۔

"حرام کے تخم! امریکی سور۔" میں نے اُسے گالیاں دینی شروع کر دیں: "اپنی موت کا تماشا دیکھ۔"

"جابر بن یوسف۔ معزز سردار ــ میں......"

اس سے پیشتر کہ شراڈ کو عاجزی کی اور مہلت ملتی، میں نے دوسری ٹھوکر ماری۔ وہ ذبح ہوتے ہوئے بکرے کے مانند تڑپنے لگا، میں نے گردن میں لٹکا ہوا چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اس میں زندگی کے اثرات نمودار ہوئے، زارے اور فزارو دم سادھے کھڑے تھے۔ اژدہا آہستہ آہستہ شراڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں ایک کونے میں کھڑا ہانپ رہا تھا کہ اچانک جھونپڑی کی چھت ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اُڑ گئی اور نیلے رنگ کی روشنی کی ایک تیز کرن اندر داخل ہو کر ہماری نظریں چکا چوند کر گئی۔ میں دیکھنے کے قابل ہوا تو فزارو اور زارے زمین پر اوندھے پڑے تھے اور بار بار اپنا سر زمین پر پٹک رہے تھے۔ میں نے اژدہے کی جانب دیکھا۔ وہ لکڑی کے بے جان مجسمے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ شراڈ چھت سے گرنے والا ملبا دیکھ رہا تھا جو اس کے جسم پر گرا تھا۔ یہ مقدس اقابلا کے قہر و غضب کی علامتیں تھیں۔ اس نے شراڈ کو میرے عتاب سے بچانے کے لیے دخل دیا تھا، میرا دل بیٹھنے لگا اور میں نے اپنی ہڈیوں میں ایک ٹوٹ پھوٹ سی محسوس کی جیسے مجھے بخار آگیا ہو۔ میں نے زارے اور فزارو کی طرف دیکھا، ان کے چہروں پر خوف کا تسلط تھا۔ سب سے پہلے میں نے اپنا چوبی اژدہا اٹھا کر گلے میں ڈالا، شپالی پر میری گرفت مضبوط ہو گئی اور میں نے سوچا، اب جو ہو، سو ہو، اقابلا کی ناراضی کی واضح علامتیں نظر آچکی ہیں اور جب اقابلا ناراض ہے تو اس سرزمین پر کون زندہ رہ سکتا ہے مرنے سے پہلے کیوں نہ میں اس امریکی نوجوان کا قصہ پاک کر دوں جس نے میرے سیدھے راستے میں رکاوٹیں ڈال دی ہیں اور میرا سینہ آتش کدہ بنا دیا ہے۔ مجھے یقین تھا، آخری حربہ، شپالی کارگر ثابت ہوگا۔ اس چھوٹے سے پتھر نے اکثر مشکل موقعوں پر میری مدد کی تھی۔ میں نے اسے اپنی ہتھیلی پر اچھالا اور سرکشی کی نظر سے آسمان کی طرف دیکھا۔ چھت شق ہو چکی تھی اور آسمان صاف نظر آرہا تھا۔ میں شپالی کا نشانہ لے رہا تھا کہ جھونپڑی کے باہر بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز تیزی سے اُبھری اور ناگاہ چار اقابو میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے لگے۔ اقابو، اقابلا کے محافظ دستے کے سپاہی، جو بینائی سے محروم ہوتے تھے۔ اقابوؤں کی آمد سے اقابلا کی ناراضی میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی، میں نے اپنا ہتھک گلا تر کیا، اسی لمحے ایک اقابو کی کھردری آواز ابھری: "تین قبیلوں کے معزز سردار! مقدس ملکہ اقابلا کے حکم سے ہم تمھیں حراست میں لینے کے لیے بھیجے گئے ہیں، خود کو ہمارے حوالے کر کے اس کے حکم کی تعمیل کرو۔"

میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، زارے اور فزارو ہاتھ باندھے گردن جھکائے مودب کھڑے تھے۔ تاریک برِ اعظم میں ان لوگوں نے میری سربلندی، میرا عروج دیکھا تھا۔ آج میرے زوال کا دن تھا۔ میں اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ لینا چاہتا تھا۔

مجھے اپنا وزن گراں محسوس ہونے لگا۔ وہ سرزمین اقابلا کے تابع تھی اور میری حیثیت وہاں خس و خاشاک کے مانند تھی۔ میں کیا تھا؟ میں تو ایک خشک پتا تھا جو ٹہنی سے علیحدہ ہو کر زمین پر رُسوا ہو رہا تھا۔ میرے خزاں کے دن آگئے تھے۔ میں جیسے برف میں کھڑا تھا: "کیا میں اسے اپنا زوال سمجھوں؟" میں نے بجھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"معزز سردار کا احترام ہم پر فرض ہے، ہمیں صرف معزز سردار کو حراست میں لینے کے احکام ملے ہیں۔" اقابو کے لہجے میں سختی تھی۔

"میں خود کو تمھارے حوالے کرتا ہوں۔" میں نے تھک کر کہا۔

"معزز سردار کی نگرانی ہمارا فرض ہے۔" اقابو نے مستعدی سے کہا۔

"چلو۔" میری آواز گمبھیر ہو گئی: "چلو، تین قبیلوں کے ایک سردار کو حراست میں لے کے چلو۔"

انھوں نے اپنے نیزے زمین پر ٹکا دیے۔ یہ سیاہ فام اندھے بیناؤں سے زیادہ عقل رکھتے تھے۔ وہ آسانی کے ساتھ دروازے سے باہر آگئے۔ میں زارے اور فزارو کے گھٹتے ہوئے چہرے دزدیدہ نظروں سے دیکھتا ہوا جھونپڑی سے چلا آیا، شراڈ نے کسی مسرت کا اظہار نہیں کیا تھا، وہ آخر وقت تک ششدر رہا تھا۔ نظر بندی کے احکام کے ساتھ ساتھ مجھے ایک رعایت بھی ملی تھی، جگہ کے انتخاب کا مسئلہ مجھ پر چھوڑ دیا گیا تھا، میں نے اپنی قیام گاہ کے بجائے جنگل کے سرے پر ایک ویران گوشے کا انتخاب کیا جہاں عموماً میں قبیلے کی لڑکیوں کو لے جاتا تھا۔ اقابو راستے بھر خاموش رہے۔ وہ انسان سے زیادہ مشین تھے۔ اقابلا کی پلکوں کی جنبش سے وہ چوکنے ہو جاتے تھے۔ مجھے جھونپڑی میں چھوڑ دیا گیا۔ میں کسی لٹے ہوئے مسافر یا کسی شکست خوردہ شخص کی طرح جھاڑ جھنکاڑ کے بستر پر گر گیا۔ میں نے دیوتاؤں کے نوادر سے آراستہ سینہ خالی کیا اور پانی مانگ کر اپنے جسم کے رنگ دھوئے۔ میں نے اپنی کھال خوب رگڑ دی۔ اس قدر کہ میرا اصل رنگ نمایاں ہو گیا۔ وہ سُرخ رنگ، وہ مہذب رنگ جو بیروت میں، آکسفورڈ میں مجھے ممتاز رکھتا تھا۔ پھر میں نے چاقو کی مدد سے اپنے بال ترشے اور درختوں کی چھال سے اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ نہ جانے میں نے یہ سب کچھ کر لیا، جب میں یہ سب کچھ کر چکا تو احساس ہوا کہ میں اس سرزمین پر ابھی تک ایک اجنبی ہوں کیونکہ میرا گلا خالی ہے اور میرے کان میں کوئی بالی نہیں ہے اور میرا رنگ سیاہ نہیں ہے اور میرا جسم برہنہ نہیں ہے ــ تو میں یہاں کیوں ہوں؟ یہ میری زمین، یہ میرا وطن نہیں ہے۔ کیا میں کوئی طویل خواب دیکھ رہا ہوں؟ یا میں پاگل ہو گیا ہوں؟ کیا میں ابھی تک بیروت میں ہوں؟ میں کہاں ہوں؟ میں انتشار اور مخبوط الحواسی میں باہر کی طرف بھاگا، اقابو نے میرا راستہ روک لیا۔ میرا جی چاہا میں اس اندھے پر کاری ضرب لگاؤں ــ مگر وہ تو ایک درخت تھا، وہ تو مشین تھا۔

مجھے دروازے پر دیکھ کر اقابو نے کہا: "معزز سردار! تم اگر چاہو تو یہاں بھی حسبِ مراتب دل بستگی کا سامان طلب کر سکتے ہو۔"

"میں اپنے چند رفیقوں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اس سلسلے میں ہمیں ابھی کوئی واضح ہدایت نہیں ملی ہے۔" اقابو نے نرم آواز میں جواب دیا۔

"دوسری مراعات تمھیں بدستور حاصل رہیں گی۔"

"میں مقدس اقابلا کی اس نوازش کا شکر گزار ہوں۔"

اقابو احتراماً جھکا، اس کے احترام سے مجھے اب کوئی خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا تھا یہ ایک توہین آمیز احترام تھا، کل اندھیری تھی۔ اقابلا نے نظر بندی کے باوجود مجھے دل بستگی کا سامان طلب کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ بڑا مضحکہ خیز طریق تھا جس کی طلب نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے تھے، وہ مجھے کھلونوں سے بہلا رہی تھی۔

اس عالم میں پندرہ دن گزر گئے، تنہائی کے پندرہ دن،

کسی نے میری خبر نہیں لی اور کسی کے بارے میں، میں نے اقابوؤں سے نہیں پوچھا۔ آہستہ آہستہ میں اس جھونپڑی کا عادی ہو گیا اور مجھے اقابوؤں کے قدموں کی چاپ بھی بُری لگنے لگی۔ ان دنوں میں نے اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق اتنا سوچا تھا کہ اب اور کچھ سوچتے ہوئے دماغ دُکھنے لگتا تھا، ہاں اس تنہائی سے اتنا فرق ہوا کہ مجھے خود کو سرزنش کرنے کی مہلت مل گئی۔ ہر بار مجھے سرنگا کا چہرہ یاد آجاتا تھا جو بڑے رازدارانہ انداز میں کہتا تھا: ”سیدی جابر! یہ خیال رکھنا کہ ایک دن ہمیں یہاں سے جانا ہے۔“ ہم یہاں سے کیسے جا سکتے ہیں؟ یہاں آتے ہوتے تو ایک مدت گزر گئی تھی لیکن میں نے اس کے متعلق سوچا بھی کہاں تھا؟ میری نگاہ تو پاش پاش ہو گئی تھی۔ اب ایک سنگ دلی سی طاری تھی اور پندرہ دن میں دو ہی باتیں میرے ذہن میں فیصلہ کن انداز میں محفوظ ہوئی تھیں، موت یا پھر...... دوسرے لفظ کا اظہار میں اپنے آپ سے بھی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس بار مجھے اگر کوئی رعایت نصیب ہونے والی تھی تو وہ آخری تھی۔ میں نے ایک بزرگ کی طرح اس مجہول اور احمق شخص جابر بن یوسف کو باور کرایا کہ اس نے خوش فہمیاں اوڑھ لی تھیں اور حماقت کے تیور اختیار کیے تھے۔ تنہائی کے یہ پندرہ دن اپنے محاسبے کے لیے مجھ پر قرض تھے۔ ان دنوں میں نہ تو میں نے سامری علوم پر توجہ دی اور نہ ہی جھونپڑی سے باہر نکلا۔ میں اللہ صرف میں یہاں تھا ــ جو زندگی باقی تھی، میں نے اُسے گزارنے کا ارادہ کیا اور جو زندگی باقی نہیں تھی، میں نے اس کی پروا ترک کر دی۔ سولھویں دن ایک صبح جب میں کچھ تازگی محسوس کر رہا تھا یا یوں کہو کہ اب کچھ سوچنے کو باقی نہیں رہ گیا تھا، میں نے اقابو کو طلب کیا۔ وہ میرے سامنے آکر سرنگوں ہو گیا۔ میرے احترام میں اس نے ابھی تک بخل سے کام نہیں لیا تھا۔

”مجھے توری کا مشروب خاص اور مہذب دُنیا سے آنے والی لڑکیوں میں فروزیں نام کی لڑکی کی طلب ہے۔“ دو ہفتے بعد میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

اقابو نے ایک فرماں بردار کتے کی طرح میرے حکم کی بجاآوری میں بڑی سرعت کا مظاہرہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایرانی نژاد دوشیزہ فروزیں مع ارغوانی مشروبات میرے زنداں میں بھیج دی گئی۔ فروزیں کو دیکھ کر اس منجمد زندگی کی برف پگھلنے لگی اور مجھے اندھیرے میں روشنی نظر آنے لگی۔ فروزیں ایک شرمیلی دوشیزہ تھی۔ باتیں کرتی تھی تو اس کی پلکیں جھک جاتی تھیں۔ وہ ایک شکار کی ہوئی ہرنی کے مانند خوف زدہ کھڑی تھی غالباً اسے بینا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی اطلاع مل چکی تھی۔ میں نے اپنے شکست خوردہ اعصاب مشروب میں غرق کر دیے آج میرا بدن رنگا ہوا نہیں تھا۔ میں اپنی حقیقی جلد کے ساتھ نظر آرہا تھا اور میرے چہرے پر سرداری اور عالی مقامی کی کوئی چھاپ نہیں تھی۔ جسم بھی ڈھکا ہوا تھا۔ فروزیں ان سب میں زیادہ حسین تھی اور میں نے اُسے کسی مناسب وقت کے لیے اپنے خانۂ دل میں جمع کر رکھا تھا اور آج اسے خرچ کرنے کا وقت آیا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ میں نے نرم آواز میں اسے مخاطب کیا۔

وہ اشاروں اشاروں میں رحم کی درخواست کر رہی تھی۔

میرے نرم لہجے سے اور زیادہ خوف زدہ ہوئی پھر ایک جھٹکے کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئی۔

”تمھیں بینا نے سب کچھ بتا دیا ہو گا؟“

وہ ایک لمحے جھجکی پھر گردن ہلا دی۔ ”ہاں۔“

”کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ کبھی یہاں سے واپس جا سکتی ہو؟“

”نہیں۔“ اس نے اپنی خوب صورت گردن کو جنبش دی۔

”تم نے سردار کی عزت و تکریم بھی دیکھی ہو گی۔“

”ہاں۔“ اس نے اپنی آنکھیں اُوپر اٹھائیں۔

”میں اگر مہذب دنیا میں ہوتا تو تم سے محبت کرتا۔ تم بہت حسین ہو۔ تم میں وہ تمام کشش موجود ہے جو ایک ہوش مند شخص کا ہوش چھین سکے لیکن با توئے جمال!“ میں نے فارسی میں کہا۔ ”تم یہ حقیقت دل سے تسلیم کر لو کہ وہ دُنیا جو ایک طویل جد و جہد کے بعد لوگوں نے بسائی ہے۔ وہاں سے تم اپنے کسی گناہ کے سبب نکال دی گئی ہو۔“

فروزیں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میری گفتگو سے وہ بُری طرح رونے لگی۔ ”تو پھر اُس دنیا کو بھول جاؤ ــ میں بھی بھول گیا ہوں۔ جب مجھے پرانے دن یاد آتے ہیں تو یہاں کوئی نہ کوئی مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے، پھر میں پوری تن دہی سے خود کو اس سرزمین کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا ہوں۔“ میں فارسی روانی سے نہیں بول سکتا تھا لیکن کچھ انگریزی، کچھ فارسی، کچھ عربی میں، میں نے فروزیں سے اتنی باتیں کیں کہ اس کی آنکھوں کی ویرانی دُور ہوتی گئی۔ میں نے اسے اپنے متعلق بتایا۔ وہ عقیدت، تعجب اور محبت سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے بہت دن بعد کسی سے باتیں کی تھیں اور پھر فروزیں جیسی لڑکی سامنے ہو جو مشرق کی تمام تر روایتوں سے آراستہ ہو اور جابر بن یوسف جیسا خطیب ہو، تو کیا کیا باتیں نہ ہوئی ہوں گی؟ وہ اشتیاق سے سب کچھ سنتی رہی، میں اسے سناتا رہا اور ہمارے درمیان اتنا ہی فاصلہ برقرار رہا جو پہلے تھا، میں نے اس سے کوئی ضد نہیں کی۔ شاید

اس وجہ سے کہ میرے نوادرات گلے میں نہیں تھے اور میرا جسم پتوں میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے اُسے جزیرۂ توری کا مشروب پیش کیا تو وہ جھجک کر پینے لگی۔ اب وہ کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں بیروت کے ایک فیشن ایبل ریستوراں میں بیٹھا ہوا ایک لڑکی سے ابتدائی ملاقاتیں کر رہا ہوں۔ ”تم بھی کچھ کہو۔ کیا تم کچھ بھی نہیں کہو گی؟“

”آقائے جابر۔“ اس کے نازک لب کھلے جیسے کوئی پھول کھِل جائے۔ ”آقائے جابر!“ اس نے والہانہ انداز میں کہا۔ ”میں اس پُراسرار سرزمین میں تمھارے کس کام آسکتی ہوں؟“

”عورتیں یہاں حکومت کرتی ہیں اور انھیں یہاں صرف ایک کام ہے کہ وہ مردوں کو خوش رکھیں۔ کسی ایک مرد کو نہیں بلکہ جو مرد چاہے، ان کے شباب میں مدغم ہو جائے ــ تم حکومت نہیں کر سکتیں لیکن تم توری کے مردوں کو اپنے شباب سے پاگل کر سکتی ہو۔“

وہ شرما گئی۔ ”تم ایک سردار ہو، اگر تم چاہو تو میرا اس سے بہترین مصرف بھی ہو سکتا ہے۔ میں مردوں میں تقسیم ہونا پسند نہیں کروں گی لیکن میری پسند یا ناپسند کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہمیں کسی طرح یہ زندگی کاٹنی ہے اور میں اس امید کے ساتھ یہ دن گزاروں گی کہ شاید خدا کو کبھی ہماری حالت پر رحم آجائے اور وہ ہماری رہنمائی کرے۔ قطعاً مایوسی میرے نزدیک کفر ہے۔“ وہ جوشیلے لہجے میں بولی۔

”تم کیا کر سکتی ہو؟ ہاں بس دُعا کیے جاؤ۔ جادو، اسرار، نادیدہ طاقتیں، محیر العقول مظاہر۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔“

”میں دُعا کروں گی آقائے جابر! اور دُعا کے لیے ضروری ہے کہ تم مجھ پر مہربان رہو، تمھاری محبتیں میری شریک رہیں اور مجھے یہ اعتماد حاصل رہے کہ میں تنہا نہیں ہوں، کبھی موقع آیا تو میں تمھارے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گی لیکن مجھے کسی شکاری مالِ غنیمت یا کسی مشروب کے بجائے ایک فرد کا درجہ دیا جائے۔ یوں میں تمھارا شکار ہوں، تمھارا حق، تمھاری شراب ہوں۔“

”تم مجھے متاثر کر رہی ہو، خبر ہے میں نے یہاں تمھیں کیوں بُلوایا تھا؟“ میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ”میں تمھارا خیال رکھوں گا۔“

فروزیں نے نظریں نیچی کر لیں۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کے باہر جھانک کر دیکھا۔ اقابو مستعدی سے کھڑے تھے۔

”کوئی اور حکم؟“ وہ مجھے دروازے پر سونگھ کر بولے۔

”نہیں۔“ میں اندر آگیا۔ فروزیں کے چہرے پر اضطراب طاری تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس نے بھی جھجک کے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اسے تھام لیا۔

میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ وہ گردن جھکائے کھڑی رہی۔ میں نے اس کی ٹھوڑی اُوپر اٹھائی۔ اس کی آنکھیں نم تھیں ان میں حسرت بھری ہوئی تھی۔

”مجھے اجازت ہے؟“ میں نے شائستگی سے پوچھا۔

”تم ایک سردار ہو۔“ اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”تم اسے محبت نہیں سمجھتیں؟“ میں نے جذبات میں کہا۔

”میں اسے تمھارا اختیار سمجھتی ہوں۔ تم اپنا حق استعمال کر رہے ہو۔“

”کیا میں ایک مثالی مرد نہیں ہوں؟“

”تم ایک مثالی سردار ہو۔“

”میں تو تم سے متاثر ہو گیا ہوں، کیا تم نے مجھ سے کوئی اثر قبول نہیں کیا؟“

”میں نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔“ وہ آہستگی سے بولی۔

”تم مزاحمت نہیں کر رہی ہو؟“ میں نے سرشاری سے پوچھا۔

”سردار کی عزت و تکریم مجھ پر فرض ہے۔“

”اوہ۔“ میں جھنجلا کر علیحدہ ہو گیا۔ ”فروزیں! میں تمھیں حکم نہیں دے رہا ہوں۔ شامل ہونے کو کہہ رہا ہوں۔“

”میری شمولیت میری آمادگی سے مشروط ہے۔“

”میں نے تمھیں آمادہ کرنے ہی کے لیے یہ طویل گفتگو کی ہے۔“

”تم یوں بھی اپنا مقصد پورا کر سکتے تھے لیکن تمھیں میری شمولیت کا خیال ہے تو مجھے آمادگی کا موقع دو۔“

”تم میرے ضبط کا امتحان لینا چاہتی ہو۔“

”میں ہمیشہ پُرامید رہتی ہوں۔“

میں نے مشروب کا ایک قدح پیا اور اپنی باچھیں پونچھتا ہوا ہانپ کر بولا۔ ”میں تمھیں امید کے لیے وقت دیتا ہوں۔ تم جا سکتی ہو۔“

فروزیں نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اس کی نظروں میں خوشی کی ایک جھلک نمودار ہوئی، وہ دوڑ کر میرے پاس آئی اور اس نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ”جب بات کرنے کے لیے ترس جاؤ تو مجھے بلاتے رہنا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا ــ فروزیں میرے ماتھے کا بوسہ لیتی ہوئی رخصت ہو گئی۔ ”خدا تمھارا اقبال بلند کرے۔“ اس نے چلتے چلتے کہا۔ ”میں دوبارہ تم سے ملاقات کی آرزومند ہوں گی۔“

فروزیں کے جانے کے بعد میں پھر تنہا ہو گیا۔ اس کے آنے سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں اسے نچوڑ کر اپنے مشروب میں شامل کر

رہ گا لیکن فروزیں نے مجھ پر کچھ ایسا اثر مرتب کیا کہ مستی اور نشاط، خلوت اور جلوت کا تمام ماحول بجھ گیا۔ شام تک میرے جسم پر چنگاریاں سلگتی رہیں۔ فروزیں کو بھی سرنگا کی طرح امید تھی کہ وہ کسی دن اس طلسم خانے سے نجات حاصل کرے گی اور اپنا دامن صاف رکھے گی۔ فروزیں چلی گئی تھی لیکن خود میرے دل میں اُمید کا چراغ روشن کر گئی تھی۔ یہ امید ہی تھی جس نے مجھے اس تنہائی سے اکتا دیا۔ میرا دل جنگل کی کھلی فضا میں جانے، سمندر دیکھنے اور ایسے ذریعے تلاش کرنے کے لیے مچل رہا تھا جو مجھے یہاں سے نجات دلا سکیں۔ فروزیں کا خیال تھا کہ سچی امید کے لیے پاکیزگی ضروری ہے۔ گناہ کی زندگی امید متزلزل کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مجھ سے آلودہ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں پاکیزگی اور امید کی روشنی دیکھ کر اُسے چھوڑ دیا تھا۔ جینا نے اُمید چھوڑ دی تھی۔ یہی حال مارشا اور ہولیا کا تھا۔ شام کے بعد میں نے اپنی تشنہ تنی دُور کرنے کے لیے مارشا کو بلایا۔ اس سے میری بہت کم بات ہوتی تھی۔ میں ان کے نام بھی بھول جاتا تھا۔ اقابو سے میں نے تاکیداً کہا کہ بیس سال سے کم عمر کی لڑکی مجھے فراہم کی جائے جس کا نام ہولیا یا مارشا ہے۔

میں اپنے قبیلے سے کسی نوخیز لڑکی کو بھی بلا سکتا تھا مگر مہذب دنیا کی ان لڑکیوں سے گفتگو کر کے جو لطف آتا تھا وہ توری کی لڑکیوں میں کہاں تھا؟

جرمن لڑکی مارشا کو اقابو نے اندر دھکیل دیا۔ میں دن بھر فروزیں سے باتیں کرتے کرتے تھک چکا تھا۔ وہ آئی تو میں نے اُسے گھسیٹ لیا۔

"فروزیں تمھاری بڑی تعریف کر رہی تھی۔" اُس نے احترام سے کہا۔

"ہاں۔"

"تم بھی مایوس نہیں ہوگی۔"

"میں تمھاری دسترس میں ہوں، مجھ سے بھی خوب صورت باتیں کرو۔" اس نے میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ "خدا گواہ ہے، جب ہمیں یہ علم ہوا کہ تم مہذب دُنیا سے تعلق رکھتے ہو تو ہم نے نئی زندگی محسوس کی۔ پھر تم ایک دن اچانک غائب ہو گئے اور ہم سب تمھارے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ جینا تمھارا ذکر بہت پُرلطف طریقے سے کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی تم اندر سے بہت مہذب اور شائستہ ہو اور بہت خطرناک بھی ہو۔"

میں نے سنی ان سنی کر دی۔

جرمن لڑکی فروزیں کی طرح حسین نہیں تھی مگر وہ ایک بھرپور، شاداب اور نوجوان لڑکی تھی۔ وہ آمادہ ہو کر آئی تھی۔ رات بھر وہ میرے ساتھ رہی اور رات کے آخری پہر تک وہ مجھ سے مہذب دُنیا کی باتیں کرتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میرے اور اس کے درمیان یہ پہلی ملاقات نہ ہو۔ وہ بہت دلچسپ اور شوخ باتیں کرتی تھی، رات بھر کی رفاقت اور شب بیداری سے مجھ پر اس کے اسرار نمایاں ہوتے۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جو ہر حال میں خوش رہنا جانتی تھی۔

"تم مجھے خود سے دُور نہ کرو۔

میں تمھاری خدمت کروں گی۔"

"میں تمھیں بلا لیا کروں گا لیکن تمھیں ساتھ نہیں رکھ سکتا۔"

"تم میری زندگی کے پہلے مرد ہو۔" اس نے شرما کر کہا۔

میں نے اسے اپنے آہنیں حصار میں لے لیا۔ "میں تمھیں نہیں بھولوں گا۔"

"آہ کتنے تنہائی کے دن گزارے ہیں قسمت بھی کیا چیز ہے۔"

"کیوں قسمت تو تمھاری خراب نہیں ہے۔"

"سوچتی ہوں۔ کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا۔ لکھا تھا کہ ایک ویران مقام پر تم سے ملاقات ہوگی اور شبِ عروسی اس طرح منائی جائے گی۔"

"سنو۔ فروزیں سے مت کہنا کہ تم مجھ سے وابستہ ہو چکی ہو۔"

"کیوں؟" اس نے تڑپ کر پوچھا۔

"وہ تم سے جلنے لگے گی اور میں سب کو خوش رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمھیں مجھ سے محبت ہو گئی؟ کیا میں تمھیں اچھی لگی؟"

"تم بتاؤ۔۔۔ تمھاری میرے متعلق کیا رائے ہے؟"

"تم۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ کیا بتاؤں، یہ تو وقت تمھیں بتائے گا۔"

"وقت کیا؟"

"میں ایک جرمن لڑکی ہوں۔ میں نے تمھیں بالارادہ قبول کیا ہے۔"

"لیکن میں صرف تمھارا پابند نہیں رہ سکتا۔"

"مجھے اس کا احساس ہے، یہ میری بدقسمتی ہے ورنہ میں اپنی قسمت پر رشک کرتی۔" پھر وہ کہنے لگی۔ "کیا میں بدصورت ہوں؟"

"کون کہتا ہے؟ تم ایک خوب صورت لڑکی ہو۔"

"وہ اسی طرح کی باتیں کرتی رہی اور میں سو گیا۔ میرے سرھانے بیٹھی وہ میرے بالوں سے کھیلتی رہی اور مستقل دو دن تک میرے ساتھ رہی۔ اُسے رفاقت کی پاس داری آتی تھی۔ اس نے میری داڑھی کے ننھے ننھے بال نکال لیے اور سر کے بال تراشے۔ پھر اس نے ان میں کنگھی کی۔ مجھے خدشہ ہو چلا تھا کہ اس کی یہ خدمت مجھے بیرونی دُنیا سے بے نیاز کر دے گی اور اگر میں کسی میں اتنا گم ہو گیا تو میری فکر محدود ہو جائے گی۔ وہ بہت دُور چلی جائے گی۔ اس لیے مجھے اسے واپس بھیجنا پڑا۔ میں نے اس کی خدمت کے صلے میں اس کے لیے ایک علیحدہ جھونپڑی کے انتظام کا حکم دیا اور خادمائیں مقرر کر دیں۔

مارشا کے جانے کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ میں روز قبیلے سے منتخب عورتیں اپنے زنداں میں بلاتا۔ ان میں تیس سالہ عورت ہولیا بھی آئی جس نے فروزیں، مارشا اور جینا کی باتیں سُن کر مجھے راحت پہنچانے کی کوشش کی، یہ پختہ کار عورت نوآموز لڑکیوں سے کہیں بہتر تھی۔ مجھے اسے کئی بار بلانا پڑا اور وہ ہر بار خاصا دلچسپ وقت گزار کے گئی۔ بیس دن۔ پچیس دن۔ ساٹھ دن۔ میں دن گن رہا تھا تنہائی کے یہ تمام دن میں نے مشروبات اور عورتوں کی صحبت رنگین میں بتائے۔ اقابلا کے تعینات کردہ اقابو میرے ہر حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ مجھے جنگل کی اعلا جڑی بوٹیاں، پھل، گوشت اور ہر قسم کی لذیذ غذائیں پیش کی جاتی رہیں اور میں روز نئی عورتوں کو دعوت میں شریک کرتا رہا۔ مارشا پھر کئی بار آئی اور جب بھی آئی کئی دنوں تک میرے ساتھ رہی۔ اس نے میرے لیے جرمن کھانے پکائے۔ سوربال، سرنگا اور قبیلے کے کسی شخص نے ادھر کا رُخ نہیں کیا تھا۔ اب قبیلے میں دو ہی قابلِ ذکر لڑکیاں رہ گئی تھیں، سریتا اور فروزیں۔۔۔ میرے اندازے کے مطابق اقابلا کو عبادت شروع کیے کوئی پچاس دن ہو گئے تھے۔ جب تک اقابلا جاراکاکا کی ایک سو ایک دن کی عبادت سے فارغ نہیں ہو جاتی، اس وقت تک میری نظر بندی کی مدت ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اقابلا نے مجھ سے ناراضی میں انتہا پسندی سے کام نہیں لیا تھا۔ مجھے اپنی آزادی اور بحالی کی ایک گنجائش نظر آتی تھی۔۔۔ شاید میں کاہل اور غافل ہو گیا تھا، اقابلا نے مجھ میں دوبارہ سرشوری اور سرکشی پیدا کرنے کے لیے یہ دن عطا کیے تھے، میں بہت سرد ہو چکا تھا، دھیمی دھیمی آگ جل رہی تھی۔ یہ اضطراب کی وہ منزل تھی جہاں اضطراب کا اظہار نہیں ہوتا۔ میں اپنے اندر پک رہا تھا۔ ایک دن مارشا نے مجھے بتایا کہ فروزیں مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے نہیں بُلایا۔ پھر میں نے عورتوں کو بُلانا بھی بند کر دیا اور گورمے کے طلسم خانے سے حاصل کی ہوئی ہربیکا کی مقدس آنکھیں اپنے مکان سے منگوائیں اور سمندر کا مدوجزر دیکھنا شروع کر دیا۔ میں صبح و شام ان آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ کبھی اکتا جاتا، کبھی ان کی سمتیں تبدیل کرتا رہتا۔ میری آنکھوں کے سامنے سمندر نمودار ہو جاتا اور ابھرتی ہوئی موجیں مجھے اپنے سینے پر محسوس ہوتیں۔

میں نے اقابو سے کہہ کر اپنی جگہ بدلوا لی، اب میں جنگل کے اس پار سمندر کے کنارے مقیم تھا۔ میرا خیال تھا کہ سمندر کی قربت ہربیکا کی مقدس آنکھوں کو متاثر کرے گی لیکن دُوری یا نزدیکی ہربیکا کی آنکھوں پر اثر نہیں ڈالتی تھی۔ پھر ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک لُٹا پٹا کارواں سمندر کی طرف بڑھ رہا ہے اور حفاظتی کشتی ہچکولے کھا رہی ہے۔ میں یہ دیکھ کر بے تابی سے اُٹھ کھڑا ہوا کہ وہ انگروما کے فاضل لوگ تھے۔ انگرروما کے جیّد بوڑھے ساحر۔۔۔ وہ توری سے اس قدر قریب ہیں۔۔۔ آہ اب ایک انقلاب رُونما ہوگا۔ میں نے آنکھ کے مدسوں میں اپنی نگاہیں جما دیں اور تڑپنے لگا۔ اقابو باہر تعینات تھے۔ تلملا کر میں پھر واپس آیا اور ہربیکا کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ انگروما کے فاضل ڈوبتی ہوئی کشتی میں جاراکاکا کی عبادت میں مصروف تھے۔ ان میں گرڈٹا اور گورمے کوئی نہیں تھا لیکن میں ان کی شکلیں پہچانتا تھا، وہ مشترکہ عبادت میں مجھے بارہا نظر آتے تھے۔ صبح سے شام ہونے لگی، کشتی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے سوچا مجھے اقابو کو مطلع کر دینا چاہیے کہ انگروما کے جلیل القدر بوڑھے توری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ اُس کی عبادت سے فائدہ اٹھا کر اقابلا کی سلطنت کا شیرازہ منتشر کر دینا چاہتے ہیں۔۔۔ ممکن ہے اقابلا میرے اس کارنامے کے صلے میں مجھے اپنے قرب سے نوازنے پر تیار ہو جائے۔ میں نے باہر جا کر اقابو سے کہا۔ "اے نابینا بینا! کیا تو سمندر کی طرف کچھ سُونگھ رہا ہے؟"

"نہیں معزز سردار! سمندر کی ہوا صاف ہے۔" اس نے کہا۔

"جا مقدس اقابلا کو یہ پیغام بھیج کہ انگروما کے باغی عالم جزیرۂ توری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"وہ مقدس جاراکاکا کی عبادت میں مصروف ہے۔ اس کی خدمت میں کوئی پیغام نہیں پہنچایا جا سکتا۔" اس نے مایوسی سے کہا۔

"مگر یہ بہت ضروری ہے اقابو! میں نے ہربیکا کی مقدس آنکھوں میں سمندر کے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ ان کی کشتی بڑھ رہی ہے اور وہ مقدس جاراکاکا کی عبادت میں مصروف ہے۔" میں نے غصے سے کہا۔

"معزز سردار۔۔۔ تم اندر جاؤ۔ دیوتا توری کے نگہبان ہیں۔"

"جلدی کرو اور توری کے تمام برگزیدہ لوگوں کو غاروں سے باہر لے آؤ۔ اب اقابلا کی سلطنت بچانے کا وقت آیا ہے۔"

"مقدس اقابلا عظیم ہے۔ اس پر جاراکاکا کی مقدس رُوح کا سایہ ہے۔" اقابو نے عقیدت سے کہا۔

"وہ بلاشبہ عظیم ہے لیکن میں نے انگرو ما دیکھا ہے۔ تم میرا یہ پیغام پہنچا دو، ورنہ میں اپنے نوادر، خصوصاً شیالی سے تمھیں خاک کر دوں گا۔ یہ ایک سردار کا حکم ہے اور سلطنتِ اقابلا کی سلامتی سے متعلق ہے۔ سنتے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟" میں نے پُرجلال آواز میں کہا۔

انھوں نے نیزے میری سمت سنبھال لیے۔ "معزز سردار تم اندر جاؤ اور ہمیں کچھ مہلت دو۔ اپنے نوادر اپنے پاس رکھو۔ ہم آخر وقت تک اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔"

میں مضطرب ہو کر اندر چلا آیا۔ کاش میں ان جاروں اقابوؤں کو مارنے کی جرأت رکھتا اور چیخ چیخ کر اعلان کرتا، توری کے لوگو! تمھاری زمین پر ایک دوسری زمین کے ساحر یلغار کرنے والے ہیں اٹھو اور دیوتاؤں کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔ میں کسی بے بس پرندے کی طرح اپنے پنجرے میں پھڑپھڑاتا رہا۔ انھوں نے کچھ سوچ کر ادھر کا رُخ کیا ہو گا۔ اس وقت مجھے اقابلا سے غایت درجے ہمدردی پیدا ہوئی، میں توری کا سردار تھا اور یہاں انگرو ما کے لوگوں کا تسلط دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے لیے اب جو کچھ بھی تھا، یہی زمین تھی جہاں مجھے پناہ ملی تھی۔ اقتدار، عورتیں اور دنیا بھر کی لذتیں نصیب ہوئی تھیں۔ مجھے اس زمین سے محبت محسوس ہوتی۔ میں نے دوبارہ ہربیکا کی آنکھوں کے عدسے میں جھانک کر دیکھا، کشتی رواں دواں تھی اور وہ پُراسرار عمل پڑھنے میں مصروف تھے یکایک میں نے دیکھا کہ کشتی ایک زبردست طوفانی موج سے دوچار ہوئی اور چند لمحوں کے لیے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی اور جب ابھری تو اس میں سب لوگ صحیح و سلامت تھے۔ دفعتاً اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا لیے۔ ان کے ہاتھوں میں جارا کاکا کی کھوپڑیاں تھیں اور وہ کشتی میں اس طرح جمے کھڑے تھے جیسے ان کی ٹانگیں کشتی کی سطح سے جڑی ہوئی ہوں، وہ چلا چلا کر کوئی ورد کر رہے تھے۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے بند ہونے لگیں۔ سمندر کی وہ جگہ جہاں کشتی موجود تھی، اس کے اردگرد سارا پانی سرخ ہو گیا تھا۔ میں ان کی آوازیں نہیں سن سکتا تھا لیکن ان کی نقل و حرکت سے محسوس کر سکتا تھا کہ پانی کے اس حصے میں پُراسرار طاقتوں کی زبردست جنگ جاری ہے۔ روشنی کے وہ پراسرار ہیولا کے سرکشیوں کے وہ تیر جو کشتی پر اس طرح گر رہے تھے جیسے انگرو ما سے میری واپسی کے وقت ہوا تھا۔ کشتی کے چاروں طرف خون کا سمندر تھا اور انگرو ما کے عالم نیزوں اور تیروں کی زد پر آگے بڑھ رہے تھے۔ کچھ دُور اور چل کر ان کی کشتی اس طرح رُک گئی جیسے آگے کوئی دیوار ہو لیکن جلد ہی دوبارہ وہ ابھری اور اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وہ اپنے ہاتھوں پر پتھروں، نیزوں اور تیروں کے وار برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ پھر کشتی کے چاروں طرف کہر سی چھا گئی اور مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ اس کہر کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ رات قریب تھی، سورج ڈوبنے کو تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ یہ طلسمی جنگ دیکھ رہا تھا۔ یکلخت کہر کی یہ دبیز چادر بھی پھٹ گئی اور کشتی سمندر کے پانی پر پھر اُبھر آئی۔

وہ جزیرۂ توری کی طرف سے ہونے والا ہر حملہ ناکام بناتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے۔ انھیں روکنے کی ہر کوشش بے کار جا رہی تھی اور میں اس سرزمین پر انقلاب کا تصور کر رہا تھا، کشتی جب تمام مزاحمتیں توڑتی ہوئی اور آگے بڑھ آئی تو ایسا معلوم ہوا جیسے فضا میں پھولوں کی پتیاں بکھر رہی ہوں۔ جب یہ پتیاں نیچے گریں تو مجھے ایک بڑا جال نظر آیا، جال اتنی تیزی سے سمٹا کہ ساری کشتی کھینچ کر اُس میں سما گئی اور انگرو ما کے بوڑھے ساحر اس جال میں پھنسے ہوئے توری کے ساحل کی طرف کھنچنے لگے۔ انھوں نے جال سے نکلنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر جال ان کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ "ان کے لیے یہ جال بیکار ہے۔" میں نے خود سے کہا۔ "آہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" اور میرا اندیشہ ذرا سی دیر میں صحیح ثابت ہوا۔ انگرو ما کے بزرگوں کے ساحرانہ ہاتھوں کا اعجاز تھا کہ انھوں نے جال کا طلسم چشم زدن میں کاٹ دیا مگر وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ ان کی کشتی کئی بار سمندر میں ڈولی، وہ سطح سے اُچھلے اور بڑی تیزی سے واپس ہونے لگے۔

میں نے سکون کی سانس لی اور دیر تک ان کی واپسی کا ہولناک منظر دیکھتا رہا۔ اس بار وہ پھر ناکام واپس جا رہے تھے۔ جزیرۂ توری کی نادیدہ طاقتوں نے ان سرکش بوڑھے باغیوں کا رُخ موڑ دیا تھا۔ میری آنکھیں ہربیکا کی مقدس آنکھیں دیکھتے ہوئے تھک سی گئی تھیں۔ میں نے باہر جا کر اقابوؤں کو دیکھا۔ وہ گرد و پیش سے بے نیاز مجسموں کے مانند کھڑے تھے، سمندر خاموش تھا، میں اپنے بستر پر لیٹ گیا اور تازہ واقعے پر غور کرنے لگا۔

دُوسری صبح ہی میں نے سمورال کے سکھائے ہوئے مختلف عمل شروع کر دیے اور پوری تن دہی سے اپنی گزشتہ تربیت کو جلا دینے لگا اور اس میں اتنا منہمک ہوا کہ مجھے دن اور رات کی گردش سے واسطہ نہیں رہا۔

میں اپنی نظربندی کے دوران تفصیلات میں اختصار سے کام لوں گا۔ مجھے بیرونی ماحول سے قطع تعلق کیے ہوئے تین ماہ ہو چکے تھے۔ آخری دنوں میں، میں بڑے زاہد کے نیافت خار کی طرح ساحرانہ علوم پر توجہ کیے تھا۔ میری رہائی کا فیصلہ اقابلا کی عبادت سے فراغت کے بعد ہی ممکن تھا اور اقابلا کی عبادت ختم ہونے ہی والی تھی۔ آخری دنوں میں دن گنے جانے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا مگر جیسے جیسے مدت کم ہوتی گئی، اختلاج کا مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ بہرحال میں نے ایک لکیر اپنے سامنے ضرور کھینچ دی تھی۔ یہ لکیر اگر نہ کھینچے تو آدمی ادھر اُدھر دوڑتا رہتا ہے۔ یہ لکیر مٹ جائے تو اس کا غم نہیں رہتا کہ غلط لکیر کیوں کھینچی۔ یہ تو لکیر کھینچنے پر منحصر ہے۔ ایک شام باہر سر نکال کر میں نے اقابو سے پوچھا۔ "مقدس ملکہ اقابلا کی عبادت ختم ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟"

"صرف ایک دن۔" اقابو نے مختصر جواب دیا۔

ایک دن بھی گزر جائے گا۔ پتہ نہیں کل وہ کیا فیصلہ کرے؟ اذیت اور تنہائی کی اس زندگی کی عمر طویل کرے یا پھر پروانۂ نجات عطا کرے؟ اس طویل وقت کے ضیاع کا احساس ہو رہا تھا جو اب ہمیشہ کے لیے جُدا ہو گیا تھا۔ جزیرۂ توری میں واپسی کے بعد مجھے فوراً اسمار روانہ ہو جانا چاہیے تھا اور وہاں سے بیزنار۔ بیزنار میں فلورا موجود تھی۔ بیزنار میں ساحروں کا ساحر بلوقش بھی رہتا تھا۔ مجھے اس کی خدمت میں حاضری دے کر تاریک بڑا علم کے اسرار کا علم حاصل کرنا چاہیے تھا۔ میں نے خود کو سرزنش کی اور امید و بیم کی اس شام ان مضمحل اور اداس گھڑیوں میں اپنے گلے سے جارا کاکا کی کھوپڑی اتار کر براہِ راست اس کی رُوح سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں نے مقامی زبان میں رُوحیں طلب کرنے کا عمل پڑھنا شروع کیا۔ یہ ایک انتہائی اقدام تھا جو مجھ جیسے شخص کے لیے کسی طور پر مناسب نہیں تھا مگر میں نے بعض کامیابیاں انتہائی اقدام کرنے اور خطرہ مول لینے کی سرشت کے سبب حاصل کی تھیں۔ میں نے مایوسی اور ملال اور اپنے تمام دُکھ اپنی آنکھوں میں منتقل کر لیے اور قلب صاف رکھنے اور اپنا اعتماد بحال کرنے کے لیے تمام آلودگیاں جھٹک دیں۔ میں نے اقابلا کا چہرہ سامنے رکھا اور جارا کاکا کا خیال کیا۔ مجھے اس مرکزیت میں خاصی دیر لگ گئی۔ رات کے وقت میں صرف جارا کاکا کی کھوپڑی پر اپنی توجہ منعطف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے تیزی سے زارشی کے صحرا کا عمل بھی روحیں طلب کرنے کے عمل کے ساتھ ساتھ جاری رکھا۔ کب اقابو میری جھونپڑی میں مشعل رکھ کر گئے؟ کتنی رات ہو گئی؟ مجھے احساس نہیں تھا۔ دل پر ہیبت طاری تھی اور زبان ورد میں کسی مشین کی طرح چل رہی تھی۔ آنکھیں کھوپڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ ذہن میں اقابلا اور جارا کاکا کے سوا کوئی اور خیال نہیں تھا۔ اسی وجہ سے امید تھی کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا اور جب جارا کاکا کی رُوح آ جائے گی تو براہِ راست اس سے مطالبے کروں گا اور اسے اپنے قلب کا تہہ خانہ دکھاؤں گا۔ ایک لمحے کے لیے میری توجہ ہٹی۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے سوا وہاں کوئی اور بھی ہے۔ میری گردن بے اختیار اس سمت مڑنا چاہتی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے خیال آ گیا کہ میں اپنی زندگی کے سب سے خطرناک عمل میں مصروف ہوں اور جھونپڑیوں میں میرے اور ویرانیوں کے سوا کوئی اور نہیں ہے، یہ ایک آزمائش ہے۔ میں نے عمل بدستور جاری رکھا لیکن جھونپڑی میں پھر تیز روشنی پھیل گئی۔ میں نے گھبرا کر سر اٹھا دیا۔ وہ جارا کاکا کی رُوح نہیں تھی۔ میرے ہندی دوست سرنگا کی پُراسرار دیوی تھی۔ اس کے چہرے پر غصے اور جلال کے تاثرات نمایاں تھے۔ میں اس مداخلت پر جھنجلا گیا اور میں نے الجھن اور وحشت سے اسے دیکھا۔

"تم۔ تم۔" میں نے ڈوبتی آواز میں کہا۔ "اچھا ہوا تم آ گئیں۔ میں بھنور میں پھنسا ہوا ہوں۔ مجھے اپنے ذہن کے اس طوفان سے نجات دلا دو۔ میں ایک ضعیف اور ناتواں زندگی نہیں چاہتا۔ میں جارا کاکا کی رُوح سے براہِ راست تعلق پیدا کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ———" اس نے ہاتھ ہلا کر مجھے قہر کی نظروں سے گھورا جیسے وہ میرے عمل سے سخت ناخوش ہو۔

"میں مجبور ہو گیا ہوں۔ یقیناً میں نے ایک جسارت کی ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ پھر زور سے ہلایا اور اسے میری طرف کر کے اشارہ کیا۔ اس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ اس کے ہونٹ ہلے۔ میں نے محسوس کیا جیسے کوئی میرے کان میں کہہ رہا ہو۔ "جارا کاکا کی رُوح طلب کرنے کا گستاخانہ عمل ترک کر دو ورنہ بربادی یقینی ہے۔"

باہر ایک گرج سی ہوئی جیسے کوئی چٹان شق ہو جائے یا کوئی آتش فشاں پھٹ پڑے۔ دیوی نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا پھر دھویں میں تبدیل ہو کر ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے میرے نگراں اقابو نیزے تانے دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے غصے سے تمتما رہے تھے۔ میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی گلے میں ڈال لی تھی۔ سرنگا کی دیوی شاید مجھے پھر کسی عذاب سے بچا گئی تھی۔ اقابو جھونپڑی میں اپنی بے نور نظریں اِدھر اُدھر گھما رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک اقابو جو نگرانی کرنے والوں کا ترجمان تھا، نیزا لہراتا اور پھنکارتا ہوا میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کے تیور بے حد خوفناک تھے۔ میں نے اپنے تمام نوادر آگے کر دیے۔ نیزے کی انی اور میرے دھڑکتے ہوئے دل کا فاصلہ بڑی سرعت سے گھٹ رہا تھا۔

میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اقابلا کے خاص دستے کے ان اندھے لوگوں کے مقابلے میں مزاحمت کروں۔ میں نے چلا کر کہا۔ "او اندھے! یہ میں ہوں تیرا معزز سردار جابر بن یوسف الباقر، جس کا احترام تجھ پر واجب ہے، تو جسے ڈھونڈ رہا ہے وہ خلاؤں میں ہے اور تیری حس خلاؤں پر کمند نہیں ڈال سکتی۔"

آقابو نیزا تول چکا تھا۔ میں اس انداز سے کھڑا ہو گیا تھا کہ نیزا اپنی گرفت میں لے سکوں جیسے ہی آقابو نے اسے میرے دل کے پار کرنا چاہا میں نے پھرتی کے ساتھ بائیں طرف بچ کر دونوں ہاتھوں سے اُسے پکڑ لیا۔ میرے گلے میں ڈگبی کے سینگ تھے جو طاقت کی علامت تھے۔ نیزا ہم دونوں کی گرفت میں تھا۔ آقابو سے مقابلہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ میں نے نیزا پوری طاقت سے گھمایا اور اس کے مضبوط ہاتھوں سے چھین لیا۔ اس لمحے باقی آقابو جو اِدھر اُدھر کسی کو تلاش کر رہے تھے۔ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ "سنو مقدس آقابلا کے نیک لوگو! کیا تمہیں میرے خاتمے کے احکام ملے ہیں؟ شاید تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں موت کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ تاریک برِاعظم میں موت کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔" میری آواز سن کر وہ ٹھہر گئے۔ میں نے اپنا تخاطب جاری رکھا۔ "سنو۔ باہر جاؤ اور نئے احکام حاصل کرو ورنہ تم مجھ پر آسانی سے قابو نہیں پاؤ گے۔ تمہاری طاقت اور غیر معمولی اختیارات کا مجھے بخوبی علم ہے۔ میں کہیں فرار نہیں ہو رہا ہوں۔ اگر تم نے ضد کی تو میں تنہا نہیں مروں گا۔ میں تم چاروں کو ختم کر کے ہی مرنے کے لیے آمادہ ہوں گا۔ اگر تم نے اپنے نیزے نہ ہٹائے تو میں زارشی کے صحرا کا نادر عطیہ شپالی تمہارے جسموں کی طرف اچھال دوں گا۔ میں تم چاروں پر حاوی ہوں کیونکہ میں نے ہربیکا کا مغز کھایا ہے اور ڈگبی سے بھڑ کر اُٹے ہیں۔ میرے ہاتھ میں ایک نیزا بھی ہے جو میں نے تمہارے ایک ساتھی سے حاصل کیا ہے اور میرا نشانہ اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے۔ جاؤ باہر چلے جاؤ اور شرمندہ ہونے کے لیے فوراً آقابلا سے رابطہ قائم کرو۔"

میرے طویل بیان کا اثر ہوا۔ وہ منہ میں ناقابلِ فہم کلمات بڑبڑاتے ہوئے جھونپڑی سے باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے باہر جا کر دیکھا۔ وہ خاموش کھڑے تھے لیکن میں ان کی غیر معمولی قوتِ شامہ کا قائل ہو گیا تھا۔

دوسرے دن شام کو سورج کی آخری کرن کے ساتھ سمورال نمودار ہوا۔ آج میں نے اس کے استقبال کو اٹھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ بے تکلفی سے اسے گھورتا رہا۔ وہ میرے بولنے کا منتظر رہا۔ آخر میں نے ابتدا کی۔ "جزیرۂ توری کے مقدس کاہن! کیوں ادھر آنے کی زحمت کیسے کی؟"

"جابر بن یوسف! میں تمہیں یہ مژدہ سنانے آیا ہوں کہ مقدس آقابلا نے اپنی عبادت سے فارغ ہو کر تمہاری نظربندی کے احکام واپس لے لیے ہیں اور امید ظاہر کی ہے کہ تم تین قبیلوں کے سردار کی حیثیت سے اپنی ذمے داری حسن و خوبی سے انجام دو گے۔" سمورال نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

گو جھونپڑی میں سمورال کی آمد کے بعد کوئی حصار قائم نہیں کیا گیا تھا لیکن میرے منہ سے نکل گیا: "ایک زنداں سے دوسرے زنداں میں۔" میں نے کہا۔ "مقدس سمورال! میں آقابلا کی اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ اس نے اپنی عبادت کے دنوں میں اس سرکش گھوڑے کو تھان سے باندھ دیا تھا تاکہ وہ اس کی محبوب چیزوں کو نہ چھیڑ سکے۔ وہ سب سے برتر ہے۔ اس کے احکام کے استرداد کا حوصلہ کون کر سکتا ہے؟"

"جزیرۂ توری کے سردار!" سمورال نے سختی سے کہا۔ "میں تمہاری رائے سننے نہیں، حکم دینے آیا ہوں۔"

"میں نے حکم سن لیا ہے۔" میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ "مقدس آقابلا سے کہنا کہ اسے طاقت اور سرکشی کے کھیل پسند ہیں تو مجھے طاقت اور سرکشی کی اجازت دے۔ وہ مجھے جزیرۂ توری سے باہر بھیجنے کا بندوبست کرے۔ اس طرح مجھے اپنے بازوؤں کے زور اور جسم کے شور کا تماشا دکھانے کا موقع مل جائے گا۔ ایک معمولی اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے اور اس طرح میں بہت سے مناظر دیکھنے سے بچ جاؤں گا جو یہاں رہ کر مجھے دیکھنے پڑیں گے۔ یہ میرا پیغام ہے، مقدس کاہن تم اسے پہنچا دینا۔"

"تمہیں اس پُراسرار سرزمین کی مقدس ملکہ آقابلا کی غیر معمولی بصیرت اور طاقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے اور اس کی روشنی میں قدم اٹھانے چاہئیں۔" سمورال نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"میں اس کا غلام ہوں۔"

"اور غلام کو اپنے آقا کی بصیرت پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

"میں سمجھتا تھا یہاں غلاموں کے درجے مقرر ہیں۔ مثلاً ایک غلام تم ہو، ایک کوئی سردار، ایک اس کا نائب، ایک عام آدمی مگر میں غلطی پر تھا۔ غلام تو غلام ہوتا ہے۔"

"تم یہاں سے دوبارہ اپنے قبیلے میں واپس جا سکتے ہو۔"

"تاکہ میں انھیں اپنا چہرہ دکھاؤں کہ میں زنداں سے واپس آ رہا ہوں اور ان سے کہوں کہ وہ ایک جشن منائیں۔"

میرے جوابات سے سمورال کے ماتھے پر فکر و تردد کی شکنیں ابھریں۔ اس نے مزید گفتگو سے پہلوتہی کی اور واپس چلا گیا۔ میں باہر آیا تو آقابو نگرانی کے لیے موجود نہیں تھے۔ میں سمندر کی طرف نکل گیا۔ جسم سے ساڑھے تین ماہ کی دھول اتارنے کے لیے میں نے سمندر میں اپنے قدم ڈال دیے۔

دو روز تک میں یوں ہی بے سروپا جنگل میں آبادی سے دور دور گھومتا رہا۔ بستی میں جانے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ وہاں ترغیب تھی۔ جنگل میں اونچے درخت تھے جو شفیق سایہ دیتے ہیں اور جانور تھے جو محبت کے لیے ترستے ہیں اور پانی تھا جو جسم و جاں میں تری رکھتا ہے۔ تیسرے روز جب میں ایک درخت کے سائے تلے ایک ہرن سے کھیل رہا تھا کہ میرے بائیں کاندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہاں کاہنِ اعظم سمورال کھڑا تھا اور مجھ سے کہہ رہا تھا۔

"مقدس آقابلا کی طرف سے تمہیں جزیرۂ اسار جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔"

سید جابر بن یوسف الباقر، تاریک برِاعظم کی طلسمی سرزمین کے تین قبیلوں کا سردار ہونے کے باوجود ایک زنداں میں محبوس کر دیا گیا تھا۔ جب میں زنداں سے آزاد ہوا تو میں نے اپنے قبیلے سے کنارہ کشی کر لی اور جنگل جنگل گھومتا رہا۔ مجھے آزاد ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ شاید یہ ایک احتجاج تھا اور اتنی مدت گزارنے کے بعد اس طلسم خانے میں مہذب دنیا کے ایک شخص جابر بن یوسف کو احتجاج کا یہ حق مزید حاصل ہو گیا تھا۔ میں نے ایک جبری نیند خود پر طاری کر لی تھی اور آبادی کی طرف جلد رُخ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ سرسبز و شاداب جنگل اور سمندر کا کنارہ مجھے تمام تفکرات اور اندیشوں سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ میں سبز پتے، سوندھی زمین اور سمندر کی تازہ ہوائیں سونگھتا پھرتا تھا۔ میرا مستقبل کیا ہے اور مجھے کہاں تک جانا ہے، یہ مجھے خود نہیں معلوم تھا۔ میں کب تک ان شعبدوں سے جاں بر رہ سکوں گا اور کب میرے اعصاب جواب دے جائیں گے؟ مستقبل پر ایک گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ ہاں یہ بہت آسان تھا کہ آزاد ہونے کے بعد میں دوبارہ آبادی کا رُخ کرتا اور غلاموں پر حکم چلا کر اپنی مجروح انا کی جراحتیں مندمل کرنے کی کوشش کرتا۔ میں اُسی آبادی میں چلا جاتا جہاں نوجوان لڑکیاں اور شرابیں موجود تھیں اور ان سب سے بڑھ کر سر جھکانے والے ہزاروں جانور اشاروں کے منتظر تھے مگر میں وہاں نہیں گیا، وہاں جا کر کیا کرتا؟ اقتدار میں بڑی زنجیریں ہوتی ہیں۔ اقتدار میں جن محرومیوں کا احساس ہوتا ہے، عام زندگی میں اتنی بڑی محرومیاں نہیں ہوتیں۔ اقتدار ہمیشہ محدود ہوتا ہے اور پھر اقتدار پر ایک اقتدار کی تلوار لٹکتی رہتی ہے اور ہر اقتدار اپنے مقتدر لوگوں کے ساتھ بےمروتی کا اظہار کرتا ہے۔ اقتدار ایک نازک اور نامعتبر شے ہے جو چھن جاتا ہے۔ سکڑا اور پھیل جاتا ہے اور کبھی کسی کے ساتھ نہیں رہتا۔ وہ کبھی مطمئن زندگی بسر نہیں کرتے جو مقتدر ہوتے ہیں۔ میں مہذب دنیا میں رہ کر کبھی اتنا وسیع اختیار و اقتدار حاصل نہ کرتا لیکن یہ اقتدار ایک زنداں کا اقتدار تھا۔ ہر مقتدر شخص ایک جیلر ہوتا ہے جو خود بھی زنداں میں رہتا ہے اور اسے ہمیشہ یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ قیدی فرار نہ ہو جائیں۔ قیدی فرار ہو جائیں گے تو جیلر کے وجود کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ جیلر کا وجود قیدیوں سے مشروط ہے۔ جزیرۂ توری میں یہی کیفیت تھی۔ میری حیثیت ایک جیلر کی تھی۔ میں خود ایک قیدی تھا۔ ایک قیدی جو چھوٹے قیدیوں کو حکم دینے کی مقدرت رکھتا تھا۔ سو میں آبادی کی طرف نہیں گیا۔ جب اچانک کاہنِ اعظم نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے میرے خوابوں سے بیدار کیا اور یہ اطلاع سنائی کہ آقابلا کی طرف سے مجھے جزیرۂ اسار جانے کی اجازت دے دی گئی ہے تو مجھے اپنی سماعت اور وجود پر شبہ ہوا۔ میں نے کاہنِ اعظم سمورال کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا وہاں سمندر کی سی گہرائی تھی۔ ان نظروں میں کچھ تلاش کرنا مشکل تھا۔ میں چند لمحے اپنے آپ سے اُلجھتا رہا اور پھر ایک ذہنی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوا ایک عزم کے ساتھ اُٹھا اور میں نے کاہنِ اعظم کے سامنے گردن جھکا دی۔

"تم نے سُنا، میں نے کیا کہا ہے؟" سمورال نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے ایک مختصر خاموشی کے بعد کہا۔ "میں نے سُن لیا ہے — جزیرۂ اسار۔" میں نے زیرِ لب دُہرایا۔ "مقدس آقابلا نے آخر اپنے غلام کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کر دی ہے۔"

"ہم سب اس کے غلام ہیں، اس کے فیصلوں کو دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔" سمورال نے اجنبیت کے ساتھ کہا۔ "اس نے تمہارے لیے ایک موقع فراہم کیا ہے کہ تم اس کے اور اپنے درمیان فاصلہ کم سے کم کر دو۔"

"فاصلہ —؟" میرے لہجے میں طنز شامل ہو گیا۔ "فاصلے کی بات خوب کہی تم نے، مقدس سمورال۔ سبھی یہ فاصلہ دُور کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ انگروما کے جلیل القدر فاضل بھی — یہ فاصلہ نہ جانے کب سے قائم ہے اور کب تک قائم رہے گا — یہ فاصلہ جتنا کم ہوتا جاتا ہے، دُوری کا احساس بڑھتا جاتا ہے۔"

"میں تمہیں صرف یہ اطلاع دینے آیا تھا۔ میرے پاس ناپسندیدہ باتیں سُننے کی مہلت نہیں ہے۔ تم تین راتیں گزارنے کے بعد یہاں سے اسار روانہ ہو سکتے ہو۔ ان تین راتوں میں تم اسار جانے کے لیے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو گے اور جارا کا کی خدمت میں قربانیاں پیش کرو گے، اگر تم ایسا کرنا چاہو۔" سمورال نے رُوکھے پن سے کہا۔

"میری باتوں میں ناپسندیدگی کا عنصر شامل ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔" میں نے عجز سے کہا۔ "مقدس کاہن! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے ذہن میں بہت سے تصور ماند پڑ گئے ہیں۔ میں تم سے اپنی گزشتہ تلخیوں پر بھی معذرت خواہ ہوں۔ میں تین مہینے کی اس تنہائی میں کئی بار مشتعل اور کئی بار نادم ہوا ہوں۔ آخر ندامت مجھ پر غالب آ گئی ہے۔ مجھے احساس ہے کہ طعنہ و طنز، ناراضی و شکایت کے لفظ یہاں متروک ہیں۔ میں نے قید کے دوران میں اپنے نہاں خانۂ دل سے آلودگی کھرچنے کی کوشش کی ہے۔ اب مجھے فاصلوں کی دُوری یا کمی کا کوئی خیال نہیں ہے لیکن اس جزیرے اور سکوت سے موت کی بُو آتی ہے۔"

"جابر بن یوسف! جزیرۂ توری کے معزز سردار!" سمورال محتاط انداز میں بولا۔ "اسار جانے کی اجازت خود ایک اظہارِ قربت ہے، یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔ اگر تم نے دُور اندیشی، احتیاط سے اور اپنے اردگرد دیکھ کر چلنا شروع کیا تو آیندہ اس سے بڑی سعادتوں کی توقع رکھ سکتے ہو۔ احساسِ قربت ہی بہت کچھ ہے۔ تم نے ایک مختصر عرصے میں اس سے قربت کے طالبوں میں اپنا نام نمایاں کرالیا ہے۔"

سمورال بہت رُک رُک کر اپنا مافی الضمیر ادا کر رہا تھا، وہ بحث اور حجت سے گریزاں نظر آتا تھا اور اپنے فرض یعنی اطلاع دینے اور حکم منتقل کرنے کے کام کے معاملے میں اس وقت بہت مستعد معلوم ہوتا تھا۔ شاید اس نے اجنبیت کا یہ وتیرہ میرے جذباتی بیانات اور تلخ و تند رویے سے عاجز آکر اختیار کیا تھا۔ میں نے یہ اجنبیت ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس درخت کے گرد کوئی رازدارانہ بات کی بھی نہیں جاسکتی تھی اور نہ ہی مجھے سمورال سے مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں اسار جاؤں۔ میں اسار جانے کے لیے تیار تھا۔ مجھ سے کہا جاتا کہ تم جہنم میں جاؤ، میں جہنم میں جانے کے لیے کمربستہ ہو جاتا، فرق صرف اتنا تھا کہ اسار جانے کا میں خود خواہش مند تھا، تاریک برِاعظم کے اُس جزیرے کو بعض اعتبارات سے منفرد حیثیت حاصل تھی۔ یہ میری فضیلت اور طاقت کی برتری کی منزل تھی۔ فضیلت اور طاقت ہی سے اس سرزمین میں سربلند کرکے چلا جاسکتا تھا، ہم سب۔ ہم تمام مہذب لوگ کیا یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے؟ ۔ اور لوگ تو بہی کرتے مگر سرنگا اور جابر بن یوسف کو یہ محکومی اور قناعت پسند نہیں تھی۔ اس سرزمین کے پار جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا مگر اس سرزمین کے اندر بہت سے راستے تھے۔ ایک مبہم سی امید تھی کہ شاید کہیں کوئی راستہ نظر آجائے ۔ سمورال کی اطلاع سے میرے جسم کی راکھ میں کوئی چنگاری سی لپکی اور اس کے رخصت ہوتے ہوئے میرا جسم گرمی سے باقاعدہ تپنے لگا ۔ اسار اور بیزنار، انھیں سر کرلیا گیا تو تاریک برِاعظم میں میرا درجہ بلند ہو جائے گا اور میں یہاں ایک بے مقصد زندگی نہیں گزاروں گا۔

میں نے مہذب انداز میں سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آبادی کی طرف جانے لگا۔ شام گزر چکی تھی اور رات نے اپنے مہربان بازو توری کے باشندوں کے لیے وا کر دیے تھے۔ چلتے چلتے میرے پراگندہ ذہن نے مجھے ورغلانا شروع کیا۔ "عزیزی جابر! کیا تو نے اس امر پر بھی غور کیا کہ اقابلانے اسی موقع پر کیوں تجھے جزیرۂ اسار بھیجنے کی اجازت دی ہے؟" میں نے اپنے ذہن کو سمجھایا۔ "بازرہ۔ کیا اس میں بھی تجھے کوئی پہلو نظر آرہا ہے، بس مجھے اور پریشان نہ کر۔"

لیکن میرے ذہن کو قرار نہیں آیا۔ اس نے مجھے اُکسانا شروع کردیا۔ "وہ چاہتی ہے کہ تو توری کی سرحدوں سے دُور چلا جائے تاکہ مہذب نوجوان شراڈ میاں مقبولیت حاصل کرکے اُس کے قریب ہو جائے۔ وہ اب اُسی کی طرف مائل ہے۔" مجھے اپنا خون کھولتا ہوا محسوس ہوا۔ "نہیں" میں نے خوف سے کہا۔ "کیسی احمقانہ دلیل ہے۔ کیا وہ شراڈ کو میری موجودگی میں مرتبوں سے نہیں نواز سکتی؟ کیا اُسے میرا اتنا خیال ہو گیا؟ کیا وہ صرف انھی امُور کے بارے میں سوچتی رہتی ہے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اُس نے اپنی اور میری قربت کا جواز پیدا کرنے کے لیے مجھے اسار جانے کی اجازت دی ہو تاکہ میں کامیاب و کامران ہو کر اس کی طلب کا صحیح سزاوار تسلیم کیا جاسکوں اور وہ ایک برگزیدہ شخص، جابر بن یوسف کے لیے زیادہ سے زیادہ لمحے وقف کرسکے۔ ٹھیک ہے، اب آسمان سے بجلی گرے یا زمین میرا بوجھ برداشت کرنے سے گریز کرے۔ اگر اسار میں، میں نے کوئی کارنامہ انجام نہ دیا تو میری واپسی کا کوئی سوال نہیں ہوگا۔ میں جزیرۂ اسار کے متعلق اپنے ذہن کو قائل اور آمادہ کرتا ہوا آبادی میں داخل ہو گیا۔ ان کا سردار ایک مختصر مدت کے بعد انھیں پھر نظر آیا تھا۔ وہ اپنے سردار کی اس عارضی روپوشی کے عادی ہو چکے تھے، چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو انھوں نے اسی طرح میرا استقبال کیا جو ایک سردار کی آمد پر توری کی روایت بن چکا تھا۔ میں زنداں سے واپس آیا تھا لیکن ان کے چہروں پر میرے معتوب ہونے کے ملال کی کوئی رمق نظر نہیں آرہی تھی۔ آتے آتے میں نے وہ پتے جدا کردیے تھے جو میرے جسم سے لپٹے ہوئے تھے، اب میں سرتاپا برہنہ تھا، ہاں جسم کے چند حصّے میرے نوادر نے چھپالیے تھے۔ مکان تک پہنچتے پہنچتے فزارو بھی میری واپسی کے جلوس میں شامل ہو گیا۔ خلافِ توقع وہ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر خوشی سے ناچنے لگا۔ سرتیا بھی دوڑی دوڑی آگئی۔ اس کے ساتھ امریکی لڑکی جینا بھی تھی جو ابھی تک مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

دوسرے دن صبح میں نے دونوں قبیلوں کے تمام لوگوں کی موجودگی میں جزیرۂ اسار کے سفر کا اعلان کیا اور مختلف لرزہ خیز رسمیں انجام دے کر جارا کاکا کی مقدس رُوح کی خوشنودی حاصل کرنے کا وظیفہ جاری رکھا۔ قبیلے کے افراد جارا کاکا کی عبادت کے وقت

بدمست ہو جاتے تھے، وہ دائرہ بناکر دیوانہ وار رقص کرتے رہے۔ انھوں نے ایک دُوسرے کے جسم نیزوں سے چھیدے اور اُن سے چھلکتا ہوا خون اپنی مٹھیوں میں جمع کرکے فضا میں اچھالتے رہے۔ یہ وظیفہ دوپہر تک جاری رہا، میں نے اپنا ہاتھ بلند کرکے جارا کاکا کی عبادت میں مصروف تھکے ہوئے لوگوں کو روکا، وہ نڈھال ہو کر میرے سامنے ایستادہ ہو گئے اور میں نے اپنے جسم کی ساری طاقت مجتمع کرکے اعلان کیا۔ "جزیرۂ توری کے باشندو! تمھارا سردار اسار جا رہا ہے۔ اپنے سردار کی روانگی تک قربانیاں پیش کرو اور اس کی کامرانی کے لیے جارا کاکا کی رُوح کو راضی رکھو۔ کہ جب وہ کامران واپس آئے گا تو مقدس اقابلا سے اور زیادہ قریب ہوگا اور تمھارا علاقہ ایک عظیم سردار کا مرکز رہے گا۔"

جب میں اپنا اعلان ختم کرچکا تو فزارو، زارے اور توری کے دوسرے سربرآوردہ لوگوں نے میرے سامنے اطاعت کا عہد کیا۔ ان کا مجمع منتشر ہوا تو میں نے دیکھا، مہذب نوجوان مجمع چیرتا ہوا تیزی سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ میرے قریب پہنچ گیا اور اس نے اپنا سر میرے قدموں میں ڈال دیا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ بلند کیا۔ شراڈ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور چہرے پر لجاجت تھی۔ یہی وہ منحوس شخص تھا جس نے بوڑھے زاہد کی خانقاہ میں میری طویل عبادت میں دخل اندازی کی تھی۔ اُس وقت سرنگا کی دیوی مجھے متنبہ کرنے آگئی تھی اور یہی وہ شریر نوجوان تھا جس کی وجہ سے مجھے تین قبیلوں کے سردار کو معتوب ہونا پڑا تھا۔ اسے اپنے رُوبرو دیکھ کر میں سخت مضطرب ہو گیا۔ میرا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔ میں اس کی آنکھیں نکال لیتا اور اس کا چہرہ نوچ لیتا مگر میں نے ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ دیے اور فزارو کو اشارہ کیا کہ وہ اس نوجوان کو میرے سامنے سے اٹھالے۔ فزارو اور زارے نے سنگ دلی سے اُسے دونوں شانوں سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ شراڈ زارے اور فزارو کے درمیان مچل رہا تھا۔ "سیدی جابر!" وہ انگریزی میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میں مہذب دُنیا کا ایک شخص ہوں، یقین کرو، میں تمھارا دوست ہوں، میں تمھارا غلام ہوں، میں تم سے کبھی غداری نہیں کرسکتا۔" وہ فریاد کرنے لگا۔

اس کی فریاد سے میرا غصہ بڑھ گیا اور میں نے نفرت سے زارے کو حکم دیا۔ "اسے میرے سامنے سے دُور کرو اور میری عدم موجودگی میں اسے قبیلے کا کوئی کام نہ سونپو۔ اسے اس کی جھونپڑی میں شراب اور عورتیں اور غذائیں فراہم کرتے رہو۔"

"نہیں ۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔" شراڈ نے چیخ کر کہا۔ "میرے ساتھ اتنا ظلم مت کرو۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں ۔ مقدس سردار! تم مجھے کوئی اہم کام سونپ کر تو دیکھو۔" شراڈ نے گڑگڑا کر کہا۔

"تمھیں کوئی اہم کام سونپا جائے؟" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ پھر میں نے فزارو کو حکم دیا کہ اسے میرے پہلو میں کھڑا کیا جائے ۔

شراڈ کو میری نشست کے بائیں طرف کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ وفاداری اور اطاعت کا یقین دلانے کے لیے وہ پوری طرح مستعد ہے۔ اس کا جسم پارے کی طرح متحرک رہا تھا۔ میں نے دوبارہ اپنی نشست سے کھڑے ہو کر بلند آواز میں مجمع کو مخاطب کیا۔ "کون ہے وہ جس کے کرم سے ہمارے جزیرے پر پانی برستا ہے اور جس سے ہمارے باغ ہرے بھرے رہتے ہیں اور ہمارے جانور دُھوپ کا لطف اٹھاتے ہیں ۔ وہ کون ہے؟"

مجمع پر گہری خاموشی مسلط تھی، میں نے خود ہی کہنا شروع کیا۔ "وہ کوئی بھی ہو لیکن اس زمین پر ہم جس کے توسط سے اپنی آسودگیوں کے لیے دُعا مانگتے ہیں، وہ جارا کاکا کی مقدس رُوح ہے، ہمیں یہی بتایا گیا ہے اور جو کچھ ہمیں بتایا گیا ہے، وہ ہماری ہی فلاح کے لیے ہے کیونکہ ہمارا ذہن بہت مختصر ہے اور ہم بہت سی باتیں جاننے سے قاصر ہیں، پس ہم جسے جانتے ہیں، وہ جارا کاکا کی رُوح ہے جو آسمانوں میں بعض ارفع و اعلا طاقتوں سے ہماری سفارش کے واسطے سرگرداں رہتی ہے۔ جو جارا کاکا کی مقدس رُوح پر قربان ہوتے ہیں اور جو قربانیوں کے فرائض انجام دیتے ہیں، وہ امان میں رہتے ہیں ۔ میں اسار جانے سے پہلے جارا کاکا کی مقدس رُوح کو خون میں غسل دینا چاہتا ہوں، مجھے خون کی ضرورت ہے، کون ہے وہ جو اپنا خون پیش کرنے کے لیے تیار ہے؟ وہ سعید اور ایثار پیشہ شخص سامنے آئے۔"

میرے غیر متوقع اعلان سے مجمع میں سنسنی سی دوڑ گئی ۔ ایک لمحے کے لیے وہ سب گنگ ہو گئے۔ "کون ہے وہ متبرک شخص؟" میں نے چلّا کر کہا۔ "وہ میرے سامنے آئے اور گردن جھکا دے۔"

میرے تخاطب میں اتنا جاہ و جلال تھا کہ ہزاروں افراد کا مجمع لرزہ براندام ہو گیا ۔ ایک مکمل سکوت ۔ موت کی سی خاموشی، میں نے مسکرا کے انھیں دیکھا اور ایک طائرانہ نظر اِدھر سے اُدھر ہجوم پر ڈالی۔ وہ سخت تذبذب کا شکار تھے۔ میں نے پھر انھیں پکارا ۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ سب سے پہلے شراڈ اپنی گردن جھکائے میرے سامنے آئے گا، جب میں نے اُسے دیکھا تو ششدر رہ گیا، جیسے ہی شراڈ سامنے آیا، تمام لوگوں نے اپنے سر جھکا دیے۔

وہ سب جارا کا کا کی مقدس رُوح پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ عورتیں مرد — جو جہاں کھڑا تھا، اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور تمام مجمع میں صرف سریتا ہی ایک واحد لڑکی تھی جس کا سر بلند تھا۔ اس کے قریب جینا کھڑی تھی اور میری خادمائیں تھیں۔ سرنگا کی لڑکی سریتا ایک کم گو، معصوم مگر بڑی سرکش لڑکی ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے مجھے اور میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ اس کا سینہ پھولا ہوا تھا اور گردن تنی ہوئی تھی، یہی لڑکی شروع شروع میں اپنی برہنگی پر بُری طرح شرماجاتی تھی۔ میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ وہ حسن و شباب کی ایک نادر تخلیق نظر آ رہی تھی، اس کے بدن میں گداز پیدا ہو گیا تھا۔ سرو قد، نیکھی، لالہ رُخ۔

"تم سب —" میں نے سریتا کے شباب سے نظریں بچا کر کہا "تم سب جارا کا کا کی مقدس رُوح پر قربان ہونے کے لیے تیار رہو۔ تمہارا یہ ایثار یقیناً جارا کا کا کو خوش رکھے گا مگر مجھے صرف ایک شخص کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے مہذب نوجوان شراڈ نے اپنا سر پیش کیا تھا مگر اسے پہلے ہی جارا کا کا کی رُوح نے امان دی ہے' اس لیے اس کی قربانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، ہاں نوجوان شراڈ کو اس سعادت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ وہ خود تو قربان نہیں ہو سکتا البتہ وہ اپنے کسی عزیز ترین دوست کو قربانی کے لیے پیش کر سکتا ہے — نوجوان شراڈ کو اجازت ہے کہ وہ اپنے بجائے کسی اور کا نام پیش کرے — کسی ایسے شخص کا جو اس کے بہت قریب رہا ہو اور جس سے وہ اپنی قربت ثابت بھی کر سکے۔"

میرے اعلان پر شراڈ لرزنے لگا۔ مجھے اس کا جواب معلوم تھا۔ میں نے سریتا کی طرف دیکھا، وہ مجھے شعلہ بار نظروں سے دیکھ رہی تھی، اس کے قریب کھڑی ہوئی جینا کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

"تم کس کا نام تجویز کرو گے؟" میں نے زہرخند سے پوچھا۔

شراڈ نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔ بڑی مشکل سے اس کے منہ سے یہ لفظ ادا ہوئے "معزز سردار خود ہی اس کا فیصلہ کر دے، اس جزیرے کی ساری آبادی میرے قریب ہے اور سب سے زیادہ قربت میں معزز سردار سے رکھتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں نوجوان شراڈ! میں جانتا ہوں تجھے مجھ سے کس درجہ لگاؤ ہے۔" میں نے شرربار لہجے میں کہا۔ "سن اے دریدہ دہن! میں جارا کا کا کی رُوح پر قربان ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہوں مگر یہاں میں خود قربانی طلب کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے' یہاں کون تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے؟ بہتر ہے اُس کا نام تو اپنی زبان سے لے۔"

قریب تھا کہ شراڈ مجھ پر جھپٹ پڑتا مگر اس کے دائیں بائیں فزارو اور زالمے کھڑے تھے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "قربانی کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ جلدی کر اور جزیرۂ توری کی زمین پر رہنے کا جواز ثابت کر۔"

شراڈ کے لیے جینا کا نام لینا آسان کام نہیں تھا، وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی کشمکش میں مبتلا تھا۔ میرے اصرار اور سختی پر اس نے جھنجلا کر سریتا کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ اس نے مجھ پر دوسرا حملہ کیا تھا: "میں اسے سب سے قریب سمجھتا ہوں۔" اس نے وحشت سے کہا، "معزز سردار اس کی قربانی پیش کر دو۔"

"تو جارا کا کا کی مقدس رُوح کے ساتھ مذاق کرتا ہے، تجھے بدترین اذیت سے دوچار کر دیا جائے گا۔" میں نے دہاڑ کر کہا۔ "او ناسمجھ نوجوان! تو ایک معزز سردار کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔"

"خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔" شراڈ نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے کیوں پوچھتے ہو — تم فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہو، جو چاہو کرو —" یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور آناً فاناً مجمع میں رُوپوش ہو گیا۔

"جارا کا کا کی مقدس رُوح گواہ ہے۔" میں نے چیخ کر کہا "اور اسے یہ قربانی قبول ہو — نوجوان شراڈ کو سامنے لایا جائے تاکہ وہ اپنی عزیز ہستی کی قربانی خود پیش کر سکے۔ میں جانتا ہوں' وہ کون ہے۔ وہ مہذب دُنیا سے آئی ہوئی امریکی لڑکی جینا ہے۔"

جینا بے ہوش ہو کر گر گئی۔ میں نے دیکھا سریتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے ماتھے کو بوسہ دیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے کی کوشش کی پھر ایک قہر کی نگاہ دوڑاتی ہوئی ہجوم میں گم ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں حواس باختہ جینا کو پکڑ کر مقتل کی طرف لے جایا گیا اور شراڈ کو پکڑ کر اس کے ہاتھ میں ایک گنڈاسا دے دیا گیا۔ اس وقت ہجوم میں ایسا شور برپا ہوا کہ قریب کی آواز سُننا بھی مشکل ہو گیا۔ بے محابا ڈھول تاشے بجنے لگے۔ لوگ بے سروپا انداز میں اُچھلنے کودنے لگے — ہر طرف چیخ پکار تھی۔ انھوں نے مقتل کے گرد دائرہ تنگ کر لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پاگل خانے کا دروازہ کھل گیا ہو یا قیدی فرار ہو رہے ہوں۔ وہ متبرک خون کا زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے کے لیے ایک دُوسرے پر ٹوٹنے لگے۔ عموماً عورتوں کو قربان کرنے کی رسم انجام نہیں دی جاتی تھی مگر یہ کوئی متروک چیز نہیں تھی۔ میں اپنی نشست پر کھڑا

ہو گیا تاکہ نیچے قربانی کی مقدس رسم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔ نوجوان شراڈ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس نے جینا کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور اسے سینے سے لگا کر زار و قطار رونے لگا۔ بے ہوش جینا کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ قبیلے کے برگزیدہ لوگ شراڈ کے اطراف میں کھڑے تھے۔ زالمے اور فزارو بھی وہیں پہنچ گئے تھے۔ قربانی کی یہ رسم پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ اس کی تفصیل خاصی درد انگیز اور خوں ریز ہے، جینا کے رخساروں کو بوسے دینے کے بعد شراڈ نے کس جبر سے اس کا سر قلم کیا؟ میں دیکھ نہیں سکا۔ اس وقت میرا دل چاہا تھا کہ میں یہ حکم واپس لے لوں لیکن میں ایسا کر نہیں سکتا تھا۔ جو فیصلے دیوتاؤں کے نام پر کیے جاتے تھے انھیں واپس نہیں لیا جاتا تھا۔ میں نے دُور سے اتنا دیکھا کہ جینا کا لاشہ پھڑک رہا ہے اور اس کا تازہ خون نیچے رکھے ہوئے برتن میں جمع کیا جا رہا ہے۔ اس خون میں جارا کا کا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا اور اس میں سے ایک قدح سب سے پہلے میری خدمت میں پیش کیا گیا۔ پھر شراڈ کو اپنی منگیتر — اپنی محبوبہ کا خون پینے کے لیے دیا گیا اور عبادت گزاروں نے وہاں پُراسرار رسمیں ادا کیں۔ شراڈ خون پی کر پاگلوں کی طرح اُس رقص میں شامل ہو گیا جو قربانی کے سلسلے میں جاری تھا — پھر یہ ہوا کہ خون حاصل کرنے کے لیے لوگ برتن پر ٹوٹ پڑے اور دیکھتے دیکھتے جینا کی لاش اور اس کے خون کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

شام ہوتے ہوتے جلسہ گاہ درہم برہم ہو گئی۔ مجھے اپنے نائبین کی جلو میں آبادی تک پہنچایا گیا۔ آج رات اور پھر آنے والی رات — جب تک میں توری کے علاقے سے اوجھل نہ ہو جاؤں' سارا قبیلہ عبادت میں مصروف ہو چکا تھا۔ جب میں نے اپنے مکان میں قدم رکھا تو مجھے سب سے پہلے یہ خبر دی گئی کہ سریتا اپنے گھر واپس نہیں آئی ہے — گو میں بہت تھکا ہوا اور مضمحل تھا لیکن میں اس کی تلاش میں سمندر کے کنارے تک نکل گیا — سریتا مجھے کہیں نہیں ملی۔ آخر تھک کر میں واپس آ گیا۔

صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اب میں اطمینان سے اسمار کی جانب روانہ ہو سکوں گا اور مجھے یقین تھا کہ شراڈ عرصے تک یہ خونی کھیل یاد رکھے گا اور بلاشبہ ایک سزا سے کم مرتبے سے آگاہی ہو گئی ہو گی، وہ چونکہ ایک جذباتی اور حساس نوجوان ہے اس لیے اس پر اس صدمے کا اثر دیر تک قائم رہے گا، مجھے بتایا گیا کہ شراڈ کی ذہنی حالت ابتر ہے اور وہ رات بھر اپنی جھونپڑی میں ہذیان بکتا رہا ہے' اس نے وہ تمام برتن توڑ دیے جن میں اس کے لیے غذائیں اور مشروبات بھیجے گئے تھے۔ اس نے ساری رات کرب اور بے چینی میں گزار دی۔ مجھے یہ سن کر کوئی خاص مسرت نہیں ہوئی میرے دل و دماغ کا تکدر جینا کی موت کے بعد بھی دُور نہیں ہوا تھا، مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے جینا کی رُوح میرے سامنے کھڑی ہے اور ماتم کناں ہے، میں ایک مضبوط اعصاب کا شخص کئی بار رات کو سوتے میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

یہ باتیں ایک ذی حشم سردار کی عظمت اس کے جلال کے منافی تھیں، میں نے اپنے آپ کو سخت سست کہا لیکن ایک تو سریتا کی گمشدگی، دوسرے اسمار کے سفر کے خیال نے مجھے یک گونہ انتشار میں اُلجھائے رکھا۔ جانے سے پہلے مجھے سمورال اور سرنگا سے ملنا تھا، صبح ہوتے ہی میں سب سے پہلے جزیرۂ توری کے کاہنِ اعظم کے عبادت خانے میں داخل ہوا' وہ میرا اتالیق تھا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے سے جاں نثاری کا عہد کیا تھا، سمورال نے اس دن سفوف جلا کر باہر کی طاقتوں کا داخلہ بند نہیں کیا۔ نزاکت کی کوئی بات مناسب ہی نہیں تھی، ہم پہلے ہی بہت گفتگو کر چکے تھے۔ وہ مجھے عمدہ مشورے دیتا رہا اور اس نے جزیرۂ اسمار کے متعلق ایک مبسوط بیان میرے ذہن نشین کیا، اس نے میری پیشانی پر ایک لکیر کھینچی اور گمبھیر لہجے میں کہنے لگا۔ "جابر بن یوسف! جو تم نے دیکھا ہے' کبھی اس پر اکتفا کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہاری آنکھیں قدم قدم پر خیرہ ہوں گی اپنے اندر محیرالعقول مظاہر کا مشاہدہ کرنے اور انھیں سمیٹنے کی استطاعت پیدا کرنا۔ تحمل اور برداشت ہی اعلا اوصاف ہیں، میں تمھیں اس سے بڑا مشورہ نہیں دے سکتا، جو کچھ تم نے یہاں، باگبان میں اور بوڑھے زاہد کی عبادت گاہ میں سیکھا ہے' اس کا بہترین استعمال کرنا اور اپنے نوادر کو نازک موقعوں ہی پر آواز دینا۔"

اقابلا نے مجھے اسمار جانے سے پہلے طلب نہیں کیا تھا، سموراں سے اس سلسلے میں استفسار کرنے سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہیں تھی۔ میں توری سے رخصت ہوتے وقت کاہنِ اعظم کو اعتماد میں لینا چاہتا تھا تاکہ وہ توری میں میرے مفادات کی نگرانی کر سکے اور یہاں اُبھرنے والے فتنوں کے بارے میں اس کا رویہ معاندانہ ہو چنانچہ میں نے کمال نیازمندی کا اور اس نے کمال شفقت کا رویہ اختیار کیے رکھا، اس نے میری گزشتہ تلخ کلامیوں پر مجھ سے کوئی جرح نہیں کی، آج وہ خود نرم اور گداز معلوم ہو رہا تھا۔ بار بار مجھے صبر و ضبط کی تلقین کرتا تھا پھر اپنی عبادت گاہ سے رخصت کرتے وقت اس نے اپنے لائق فرزند جبرال کو حکم دیا کہ وہ طلسمی کڑھاؤ سے تیل لے کر میرے جسم پر مل دے۔ جبرال اب توانا

مرد کی شکل میں آگ رہا تھا۔ اس نے فوراً اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کیا۔

سمورال کے بعد توری میں میرا ایک ہی شفیق دوست رہ جاتا تھا۔ وہ تھا صاحبِ اسرار ہندی بوڑھا سرنگا۔ سرنگا نے ایک طویل اور ناقابلِ فہم ریاضت کے لیے ایک غار کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور باہر کی دنیا سے بے خبر ہو گیا تھا مگر وہ سب سے زیادہ باخبر اور ہوش مند شخص تھا۔ میں ایک مدت بعد سرنگا سے مل رہا تھا۔ اس عرصے میں، میں توری کے زاہد کے غار میں ریاضت کرتا رہا اور جب وہاں سے واپس آیا تو میں نے زنداں میں تین ماہ گزارے۔ میں سمجھتا تھا کہ سرنگا مجھے میرے جذباتی اقدام پر سرزنش کرے گا لہٰذا مجھے جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے لیکن جب میں اس کے مختصر غار میں داخل ہوا تو وہ ہمیشہ کی طرح پرسکون تھا۔ سرتیا کو وہاں دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ سرنگا نے اپنی بیٹی کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ وہ جہاں بولنے کی ضرورت ہوتی تھی، بولتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ سرتیا محفوظ ہے اور سرنگا جینیا اور شہزادے کے سلسلے میں میرے انتہا پسندانہ رویے پر نالاں نہیں ہے۔ چونکہ وہ صرف اہم معاملوں میں بولنا پسند کرتا تھا اس لیے میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ اس نے حسبِ معمول دیوی کی مورتی غار کے دہانے پر کھڑی کر دی اور میری پشت پر ہاتھ رکھ کے مجھے مشورے دینے شروع کر دیے۔ اس نے مجھے دلاسا دیا کہ میں جب بھی انتہائی مشکلوں میں گھِروں، اسے ضرور یاد رکھوں۔ اس کا نام لوں۔ سرنگا اسمارا کے سفر سے بہت خوش تھا اور اپنی نجات کے سلسلے میں بڑا پُرامید نظر آتا تھا۔ وہی جوش، وہی ولولہ، وہی امید۔ سرنگا سے مل کر زندگی کی قدر معلوم ہونے لگتی تھی۔

"سیدی جابر! تم جا رہے ہو۔ جاؤ میرے عزیز جاؤ، کمالات اور اسرار کی دنیا کی سیر کرو۔" سرنگا نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "خود کو قابو میں رکھنا! اسرار کا پردہ چاک کرنے کے لیے اسرار سے آگہی ضروری ہے۔ تمہارا یہ سفر ایک طرح کی تربیت ہے۔ کوئی عجب نہیں کہ اس کے بعد تم ہم سب کی نجات کا کوئی راستہ ڈھونڈ لو۔ اسمارا سے بزنار جانا اور وہاں ساحرِ اعظم جالموش سے مل کر اس کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔"

"اور تم مجھے ہمیشہ محبت سے یاد کرتے رہنا۔" میں نے جذبے سے کہا۔

"میں تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں سیدی! تم میرے بازو ہو۔" سرنگا نے جوش سے کہا۔ "اپنے آپ کو کھو مت دینا۔ ہماری زندگی کے لیے تمہارا زندہ رہنا ضروری ہے، تمہارا وجود ہمارا اثبات ہے۔ جتنے رابطے بڑھا سکو، بڑھاؤ، جہاں سے جو ملے اسے حافظے میں محفوظ کر لو، جو نظر آئے اسے دماغ میں پیوست کر لو۔ جہاں ظلم کی ضرورت پڑے وہاں پتھر بن جاؤ اور جہاں رحم کی ضرورت ہو وہاں بھی موم بننے کی عادت نہ ڈالو۔ اور سنو، حوصلہ مت کھونا کہ حوصلہ ہی دنیا کے حیرت انگیز اسرار کی نفی ہے۔ کیا میرا بیان تم تک منتقل ہو رہا ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں، پیر سرنگا نجات کے ساتھ ساتھ ایک بات اور کہو۔" میں نے لہجہ بدل کر کہا۔ "کہو کہ جابر بن یوسف! اے میرے غم گسار! تجھے آخر ان صعوبتوں کے بعد اس ستم پرور کا قرب نصیب ہو گا، وہ تجھے وصل کی لذت سے سرشار کرے گی۔ کہو کہ تم اس کے بدن کی چاندنی میں کھیلو گے۔ یقین دلاؤ کہ اس کا ملکوتی جسم تمہاری آغوش میں بے قرار رہے گا۔ کہو نا۔ یہ بات بھی کہو، یہی تحریک تو متحرک اور مستعد رہنے کا سبب ہے۔"

"ہاں ہاں۔" سرنگا نے میری مسکراہٹ اور خوش دلی کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔ "کوئی شبہ نہیں کہ اس کا خیال تمہیں ہمیشہ اپنے ذہن کے ہر گوشے سے ملفوف رکھنا چاہیے۔ وہی تو آخری منزل ہے۔ وہی تو ایک مرحلہ سخت ہے لیکن سیدی! تم اتنے خود غرض مت بنو۔ تمہیں اپنے ماں باپ، اعزا، اپنی متمدن دنیا کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔"

سرنگا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنی دیوی کو فعال رکھے گا اور غار میں ریاضت کرتا رہے گا اور توری میں ہر قسم کی نقل و حرکت پر نظر رکھے گا۔

"تم میرے آنے تک زندہ رہو گے؟ اب نہ جانے کب ملاقات ہو۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں زندہ رہوں گا۔" سرنگا نے عزم سے جواب دیا۔

میں اس سے گلے مل کر، اس کی محبتیں اور تجربے سمیٹتا ہوا وہاں سے چلا آیا۔

میرے پاس دن کا کافی بڑا حصہ باقی تھا۔ میں سرتیا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور اس کی بازیافت کے لیے میں نے اپنے نوادر، جیند اور شہالی تک سے مدد لی۔ وہ مجھے ساحل کے قریب ایک پتھر پر اداس بیٹھی ہوئی مل گئی۔ اس کی آنکھیں روتے روتے خشک اور ویران سی ہو گئی تھیں اور بال بے ترتیبی سے بدن پر بکھرے ہوئے تھے۔ میرے آنے پر وہ چونک کر دُہری ہو گئی۔ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا، خاموشی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانا چاہا مگر اس نے درشتی سے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔ پھر میں نے اسے گود میں اٹھا لیا اور جبراً اس کا سر اپنے سینے سے ٹکا دیا، وہ میرے سینے سے لگ کر سمندر بن گئی۔ اس کی آنکھوں میں اشک باری کی جتنی قوت تھی، ساری اس نے صرف کر دی۔ اتنا روئی، ایسا روئی کہ میرا سینہ تر ہو گیا۔ نہ جانے کب سے وہ آنسو ضبط کیے بیٹھی تھی۔ میں نے اسے کھل کر رونے دیا اور اس نیم جاں کو کمر پر لاد کر ساحل پر لے آیا۔ وہاں میں نے اپنے

سے اس کا منہ دھویا اور اس کے بال سمورال کی مالا سے باندھ دیے۔ "بدنصیب لڑکی!" یہ کہتے ہوئے میری آواز گلوگیر ہو گئی۔ "آؤ پنجرے کی طرف چلیں۔"

سرتیا نے اپنی گردن میرے بازوؤں پر ڈھلکا دی اور میں اسے کھینچتا ہوا اپنے مکان تک واپس لانے میں کامیاب ہو گیا۔

ہر طرف شور و غوغا تھا۔ سردار کی عزت و توقیر میں اضافے کے لیے جانوروں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ انھی عبادت گزاروں میں ایک طرف ایرانی دوشیزہ فروزیں بھی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلک پڑے۔

"سیدی جابر! تم جا رہے ہو؟" اس نے سرگوشی سے کہا۔

"ہاں فروزیں مگر واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں۔"

"تم نہ آئے تو ہم اپنا گلا گھونٹ لیں گے۔ تم کب تک آ جاؤ گے؟" فروزیں نے معصومیت سے پوچھا۔

"کچھ پتہ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "جب یہاں نئے سردار کے نام کا اعلان ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔"

"میں اس تنہائی اور بے کاری سے اکتا جاؤں گی۔"

"میں تمہیں سرتیا کے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔ وہاں خادمائیں تمہاری خدمت کریں گی اور تمہیں معطر پانیوں سے غسل دیں گی اور جب میں واپس آؤں گا تو تمہارے شباب کا عالم عجیب ہو گا۔"

"میں صرف تمہارے لیے ہوں۔" فروزیں نے نظریں جھکا کر کہا۔

فروزیں کے چہرے پر شرم چھا گئی۔ وہ جھجکتے جھجکتے بولی۔

"لوٹ آئے جابر! مجھے تمہارا انتظار رہے گا۔" میں فروزیں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا اور ڈاکٹر جواد کے سر پر دھپ مارتا ہوا عبادت کے جلوس میں شامل دوسرے لوگوں سے ملتا رہا۔

جزیرۂ توری میں میری آخری رات بھی گزر گئی۔ صبح صبح میں نے اپنے تمام نوادرات گلے میں ڈالے اور ایک شان سے اپنے مکان سے نکلا۔ سامنے ایک ہجوم جمع تھا۔ ہر آنکھ اداس تھی — ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ہمیشہ کے لیے ان سے بچھڑ رہا ہوں... یکایک ہجوم میں سے ایک شخص آگے بڑھا، یہ کاہنِ اعظم تھا۔ وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی انگلی میرے منہ کی طرف بڑھائی۔ میں نے منہ کھولا اور اس کی انگلی چوسنے لگا.......

میرے منہ کا مزہ بدل گیا، کاہنِ اعظم کی انگلی میں زہر بھرا ہوا تھا۔ دن بھر میرا جسم رنگا گیا تھا اور میرے نوادر عجب شان سے گلے میں لٹکے ہوتے تھے۔

ساحل پر ایک کشتی کھڑی تھی۔ ایسی کشتیوں کا مجھے پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا۔ میں سرتیا اور سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوا اور فروزیں کی نگاہوں میں جھانکتا ہوا کشتی میں بیٹھ گیا۔ سمورال نے کشتی کو دھکا دیا اور جلد ہی اسے لہروں نے اپنے دوش پر لے لیا۔ دور تک مجھے مشعلیں نظر آتی رہیں پھر شعلوں کا یہ جلوس میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میں تاریک سمندر میں تنہا رہ گیا۔

رات کے سیاہ اندھیرے میں ایک چھوٹی کشتی سمندر کی لہروں پر اُڑی جا رہی ہے اور اس میں ایک شخص بیٹھا ہے جس کے پاس لائف بوٹ بھی نہیں ہے۔ کسی بھی وقت کوئی طوفانی لہر اس کی کشتی الٹ سکتی ہے اور کسی بھی وقت وہ دیوقامت مچھلیوں کی غذا بن سکتا ہے۔ کشتی میں ایک طرف گوشت کے ڈبے اور شراب کے گھڑے اور پھلوں کے ٹوکرے دھرے ہوئے ہیں۔ کشتی ڈول رہی ہے اور ایک انجانی منزل کی طرف رواں ہے۔ لیکن یہ اسرار کا کھیل تھا۔ مجھے کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ میں آرام سے کشتی میں لیٹ گیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ نادیدہ طاقتیں میری کشتی کی نگہبان ہیں۔ یہ نادیدہ طاقتیں کون سی ہیں؟ تاریک برِ اعظم میں اتنی مدت گزارنے کے بعد بھی میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے پر قادر نہیں تھا۔ سرنگا کہتا تھا، ان اسرار کی تہہ میں گھس جاؤ مگر تہہ بہ تہہ ان دیکھی دنیاؤں کا ایک طولانی سلسلہ تھا۔ زندگی مختصر معلوم ہوتی تھی۔ ہاں اگر جزیرۂ اسمارا سے لوٹنے کے بعد آقابلا کی جلوہ گاہ سے مشروبِ حیات مل گیا تو زندگی کی کمی کا شکوہ نہیں رہے گا اور پھر شاید اس سیاہ خانے کا صحیح حال معلوم ہو جائے جسے مہذب دنیا کے سیاح دریافت نہیں کر سکے۔ اگر ہمیں یہ امید ہوتی کہ ہم کبھی اپنی دنیا میں واپس ہو سکیں گے تو اس سفر کی حیثیت ایک مہم کی ہو جاتی، ایک دلچسپ مہم کی۔ جب ہماری سرگزشت حقیقت پسند لوگوں کو سنائی جاتی تو وہ ہماری باتوں پر یقین نہ کرتے اور ہمارا حال اخباروں رسالوں میں شائع ہوتا۔ کئی قافلے اس طرف روانہ ہوتے اور ان کا پتہ تک نہیں چلتا مگر متمدن دنیا میں واپسی ایک خواب تھا اور اسی لیے یہاں کی زندگی میں لطف نہیں آتا تھا۔ یہاں صعوبتیں محسوس ہوتی تھیں، میں سوچتا تھا اگر کوئی بھولا بھٹکا جہاز مل جائے تو میرا ردِ عمل کیا ہو گا؟ کیا مجھے اس میں سوار ہو جانا چاہیے؟ نہیں بالکل نہیں۔ میں سرنگا، سرتیا اور فلورا کو چھوڑ کر تنہا متمدن دنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔ کشتی بیچ سمندر میں چل رہی تھی، کنارے کا دور دور تک نشان

نہیں تھا۔ میں سوچتا مگر انگرو ملک کے باغیوں نے دوبارہ مجھے اپنے جزیرے میں کھینچ لیا تو کیا ہوگا؟ کاش ایسا نہ ہو، وہ آقابلا کی عظیم سلطنت کا شیرازہ کبھی منتشر نہیں کر سکتے۔ وہ مجھے لامحدود زمانوں کے لیے پتھر میں منتقل کر دیں گے، پھر نہ معلوم وہ کب جگائیں؟ اس وقت تو سر نگا اور سر تیا کی ہڈیاں بھی سلامت نہیں رہیں گی۔

کشتی سمندری لہروں پہ دوڑتی رہی اور میں اپنے آپ کو اسار کے ماحول میں ضم کرنے پہ آمادہ کرتا رہا۔ جزیرۂ اسار، عورتوں کی حکومت کا ایک جزیرہ، میری توجہ اسار کی طرف منتقل ہو گئی اور میں اپنے وہ تمام عمل یاد کرنے لگا جو اب تک میں نے سیکھے تھے۔ طلسمی کشتی ایک طویل سفر کر کے خود ہی ایک ساحل پہ رک گئی۔ یقیناً یہ جزیرۂ اسار تھا، میرا دل دھڑکنے لگا۔ وہ سرزمین میرے سامنے تھی جس کا تذکرہ میں ایک مدت سے سن رہا تھا۔ اسار کی زمین، لہلہاتی زمین۔ میں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ خشکی پر قدم رکھا۔ سب سے پہلے ٹھنڈی اور صاف ہوا نے میرا خیر مقدم کیا۔ میں نے ناریل توڑ کر تازہ پانی پیا اور انگڑائیاں لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جزیرۂ اسار کے ساحل اور تاریک برِ اعظم کے دوسرے جزیروں کے ساحلوں میں کوئی خاص فرق معلوم نہیں ہوتا تھا، ہاں یہاں کی ہوا ٹھنڈی تھی اور سینے کو فرحت پہنچاتی تھی۔ مجھے گمان تھا کہ شاید میرے استقبال کے لیے کوئی آئے گا لیکن میں بھول گیا تھا کہ یہاں میری حیثیت ایک مہم جو کی تھی۔ مجھے یہاں خود اپنے قدم جمانے تھے۔ میں کسی ملکہ آقابلا کی طرف سے یہاں سفارتی کام کے لیے نہیں آیا تھا۔ ناریل کے جنگل عبور کر کے میں کھلے میدان میں پہنچا تو میرے بڑھتے ہوئے قدم یکلخت رک گئے، میری نگاہوں کے سامنے دھند کی ایک دیوار ایستادہ تھی۔ مجھے حیرت ہوئی۔ آسمان صاف تھا پھر وہ دھند کی چادر؟ یقیناً یہ کوئی طلسمی نظام تھا۔ میں اس کے دوسری جانب دیکھنے سے قاصر تھا۔ میں قدم بڑھاتا ہوا دیوار کے قریب چلا گیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے کچھ اور آگے جا کر دیوار ختم ہو جاتی ہو، میں نے اس طلسمی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا شروع کر دیا لیکن متواتر سفر کے باوجود میں کوئی راستہ تلاش کرنے میں یکسر ناکام رہا۔ میں نے آخر دیوار عبور کرنے کا ارادہ کر لیا، احتیاط شرط تھی، حفظِ ماتقدم کے طور پر میں نے ایک پتھر اٹھا کر دھند کی طرف پھینکا۔ کیا کوئی یقین کریگا؟ پتھر دھند سے اس طرح ٹکرایا تھا جیسے وہ سنگلاخ دیوار ہو، ایک ہلکی سی آواز ابھری جس کی بازگشت دور تک پھیلتی چلی گئی۔ میں نے دھند کے قریب جا کر غور کیا۔ مجھے اپنی بصارت پر اعتماد ہے، سفید بادل گویا ایک خلا کے

اندر اڑتے پھر رہے تھے، اسار کی اس طلسمی فصیل کا خیال کسی بڑے ساحر کے ذہن میں آیا ہوگا۔ اندر جانے کا اشتیاق بڑھ گیا۔ سنا تھا اندر دنیا کی حسین ترین دوشیزائیں موجود ہیں۔ پہلے ہی مرحلے پر اندازہ ہوا کہ اسار میں کڑی آزمائش ہوگی۔

میں ان نظام ہائے طلسم کی بابت سوچتا رہ گیا۔ معاً میں نے چوبی اژدہا گلے سے اتار کر زمین پر چھوڑ دیا، اژدہا آہستہ آہستہ دھند عبور کر کے غائب ہو گیا، میں نے سمورال کا تعلیم کیا ہوا ایک عمل پڑھا اور دھند کی دیوار پر شپالی مارتا ہوا آگے بڑھا، میرے ایک ہاتھ میں جاراکا کی کھوپڑی تھی، مجھے دھند کا یہ سیل عبور کرنے میں دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ دیوار ایک دلدل بن گئی اور اس میں میرے پیر دھنستے گئے۔ دھند کے پار جا کر مجھے مزید حیرانیوں سے دوچار ہونا پڑا، وہاں دنیا کے خطرناک ترین راستے پیچ در پیچ پہاڑ، گھاٹیاں اور ٹیلے موجود تھے، ہر طرف اونچے پہاڑ ایستادہ تھے جن کی سر بہ فلک چوٹیاں دیکھ کر ہی کوئی نبرد آزما حوصلہ کھو بیٹھے۔ تاریک برِ اعظم کی حسین دوشیزاؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ جگہ بہت مناسب تھی، سفید دھوپ، اونچے درختوں اور بلند پہاڑوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چہار اطراف پھیلا ہوا تھا، چوبی اژدہا اٹھا کر میں نے گلے میں لٹکایا اور چوٹیوں پر چڑھنے لگا، شوقِ تجسس میری رفتار تیز کر رہا تھا۔ سورج کی روشنی مٹیالی سی ہو گئی اور میرے پاؤں تھک گئے، اب اور اونچے پہاڑ آ گئے تھے، شام کے اندھیرے آہستہ آہستہ پھیل رہے تھے، میں نے آدھے دن کے سفر میں صرف چند چھوٹے پہاڑی سلسلے عبور کیے تھے، تھک کر میں ایک جگہ دراز ہو گیا اور رات کو کچھ دیر آرام کر کے پھر پہاڑوں پر چڑھنے لگا، کوہ پیمائی کی یہ عظیم الشان مہم دیکھنے والا کوئی نہیں تھا، میں رات کی تاریکی میں راستہ ٹٹولتا ہوا چڑھ رہا تھا، آبادی کا کوئی سراغ نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے ان دشوار گزار راستوں پہ چلتے ہوئے تین دن سے زائد ہو گئے۔ میرے پاؤں دکھنے لگے تھے لیکن پہاڑوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا تھا۔

ایک لمحے کو یہ خیال گزرا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں اسار کے بجائے کسی اور جزیرے پر پہنچ گیا ہوں؟ انگرو ما کا تجربہ میرے شبہے کی تقویت کے لیے کافی تھا۔ سمندری سفر کے دوران میں نے مسلسل ہریکا کی آنکھوں سے مدد حاصل کی تھی۔ ان تمام وسوسوں کے باوجود میں آگے ہی بڑھتا رہا، پہاڑی پہ گھنے جنگل تھے۔ میں نے تلاش کرنے کی کوشش کی اور جگہ جگہ اپنا چوبی اژدہا زمین پہ چھوڑا، بار بار راستے بدلے۔ خوف و ہراس کا کوئی عالم مجھ پر طاری نہیں تھا

البتہ میں جھنجلاہٹ میں کبھی اپنی رفتار تیز اور کبھی سست کر دیتا تھا۔

"نازنینانِ جزیرۂ اسار! اپنے عاشق کو اتنا پریشان تو نہ کرو" میں نے ایک اونچے پہاڑ پر ہانک لگائی "تمھارا شیدائی، تمھارا پرستار جابر بن یوسف تمھاری دید کے لیے تڑپ رہا ہے۔ اسے راستہ دو اور حوصلے آزمانے ہیں تو کوئی اور مرحلہ رکھو" میری آواز پہاڑوں میں گونج کے رہ گئی مگر پہاڑوں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ میں چلتا رہا۔ میں جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا، ہواؤں میں تازگی آتی گئی اور سبزہ گہرا ہوتا گیا، چشمے، آبشار، وہاں کی خوش منظری کی کیا تعریف کی جائے؟ حیرت تھی کہ ان مرغزاروں میں صرف جانور گھومتے رہتے تھے۔ ایک جانور میں بھی تھا، برتا ہوا جانور جسم چیونٹیوں اور مچھروں کا عادی بن چکا تھا اور میرے جسم پر ابھی تک سمورال کے طلسمی کرماؤ کے تیل کی چکناہٹ موجود تھی، جہاں عمودی چڑھائی ہوتی، وہاں میں درختوں کا سہارا لے کر چڑھتا۔

جب کئی دن ہو گئے اور پہاڑوں کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوا تو میں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا، میں طرح طرح کے سیاہ علوم آزماتا جاتا تھا، ایسے موقعوں پر سمورال کی مالا کے دانے میرے سینے میں چبھنے لگتے تھے لیکن سمورال کی مالا کے دانے کہیں نہ کلبلائے اور نہ کہیں مجھے اپنے کسی عملیے سے مدد ملی، میں ابھی مصائب میں مبتلا تھا کہ مجھے اپنے ایک دوست کی یاد آئی اور میں نے رات کے گھپ اندھیرے میں ایک درخت کے نیچے گڑھا کیا اور درخت پر چڑھ کر ایک سویا ہوا پرندہ پکڑ کر اس کی کھال علیحدہ کر دی۔ ڈگی کے سینگوں سے میں نے اس کا جسم چھیلا اور اس کا خون گڑھے میں ڈال دیا۔ پرندے کی چیخ پکار سے سارا جنگل دہاڑنے لگا، مجھے چیخ پکار اور درندوں کے قریب آنے سے کوئی خوف نہیں تھا۔ میں اپنے عمل میں مصروف تھا، شپالی کے لیے میں نے خشک پتوں میں آگ لگا دی۔ گڑھے کے گرد آگ چمک اٹھی۔ میں اپنے دوست کو طلب کرنے کے لیے اس مشکل عمل سے گزر رہا تھا تاکہ اس کی آمد یقینی ہو جائے۔ خون پینے کے لیے میں نے اپنا چوبی اژدہا چھوڑ دیا، ایک مخصوص انداز میں بیٹھ کر میں نے ادھر ادھر آوازیں دیں اور اپنا سر ہلانے لگا۔ یکایک مجھے کسی کی کربناک آواز آئی، میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک عرصے بعد بڑھے کاہو کی لرزیدہ روح میرے سامنے آئی تھی۔

"کاہو! مجھے افسوس ہے میں نے اس دور دراز مقام پر تیری روح کو زحمت دی لیکن یہ سب میں نے تنگ آ کر کیا ہے میرے دوست اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے اسار کے اس طلسمی جال سے نکال!"

"جابر بن یوسف!" کاہو کی مرتعش آواز نے جواب دیا "تم دیوتاؤں کے اس مقدس علاقے میں کیوں آ گئے؟ بھاگ جاؤ۔ یہاں ہر طرف خطرہ ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں یہاں راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تنگ آ گیا ہوں مگر مجھے مقدس آقابلا کی طرف سے بھیجا گیا ہے، میری مدد کرو کاہو! واپسی کا کوئی سوال نہیں، مجھے بہر صورت آگے بڑھنا ہے۔" میں نے گھبراہٹ سے کہا۔

"دیوتا تمھاری مدد کریں میرے دوست! تم اسار کی آبادی سے قریب ہو، شمال کی طرف ڈھلوان سے اترنا شروع کر دو اور سنو، مجھے اسار میں بلانے کی کوشش نہ کرنا۔ وہاں روحیں نہیں جا سکتیں اور جو روح یہ جسارت کرتی ہے وہ وہیں قید کر لی جاتی ہے۔" کاہو کی آواز میں خوف کی لرزش تھی۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ تمھیں زحمت نہیں دوں گا، جاؤ تم آسمانوں میں چلے جاؤ۔ تمھارا بہت شکریہ۔ مجھے شمال کی طرف جانے کی جلدی ہے۔" میں نے کاہو کی روح کو الوداع کہا اور شمال کی طرف روانہ ہو گیا، سمت کا تعین کاہو نے کر ہی دیا تھا۔ کیسے مشکل وقت میں کاہو کی روح نے میری مدد کی تھی؟ میں رات اور اندھیرے کی پروا کیے بغیر ڈھلوان کی طرف اترتا گیا۔ گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اسار کو باگمان اور توری کی طرح کا کوئی علاقہ نہیں سمجھنا چاہیے اور ہر قدم سنبھل سنبھل کر اٹھانا چاہیے، اپنے تمام نوادر کا ہر وقت استعمال کرنا اور اپنا ذہن چوکنا رکھنا چاہیے، میں نیچے اترتا گیا اور صبح تک ایک پر بہار سبزہ زار میں پہنچ گیا۔ یہاں آ کر میرے قدموں نے جواب دے دیا اور میں بے سدھ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

منزل پر پہنچنے کے بعد تھکن کا جو احساس ہوتا ہے اور اعصاب چور چور ہو جاتے ہیں، میں اسی کیفیت سے دوچار تھا، زمین پر لیٹتے ہی خنک ہوا کا احساس ہوا اور کتنی راتوں کی نیند نے غلبہ پا لیا۔ میں نہ جانے کب تک سوتا رہا اور کب تک میرا چوبی اژدہا پہرا دیتا رہا کہ مجھے اپنے بالوں پر نرم و لطیف انگلیوں کا لمس محسوس ہوا۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میری بالیں پر سرخ و سپید رنگ کی ایک حسین ترین لڑکی کھڑی تھی، اس کا تعلق یقیناً آقابلا کے خانوادے سے تھا کیونکہ ایسی تراشیدہ لڑکیاں دنیا میں کہیں اور نہیں ہوتیں۔ وہ حیرت سے میرے جسم کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں نشہ سا تھا۔ میں اس کی نگاہِ شرربار کی تاب نہ لا سکا۔

"خوب" وہ خواب ناک لہجے میں بولی۔

میں اس شعلہ بدن لڑکی کے التفات سے تپنے لگا۔ میں نے فصاحت کے دریا بہاتے ہوئے کہا "کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں کہ تاریک برِ اعظم کا حسین ترین مجسمہ میرے نصیب میں آیا ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟"

"میں ایک خوشہ چیں ہوں۔" میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جزیرۂ اسار تاریک برِ اعظم کی جنت ہے، میں اسی جنت کی سیاحت کے لیے آیا ہوں۔"

"تم۔ کیا تم خود آئے ہو؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور یہاں تک آنے کے لیے مجھے نہایت اذیت ناک مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ میں نے وہ طلسمی نقاب اُٹھا دی ہے جو اسار کے چہرے پر موجود تھی، مجھے بستی میں لے چلو۔" تمھارا نام کیا ہے؟

"فناسر۔" اس نے کھِل کھلاتے ہوئے جواب دیا۔

"فناسر، تم بہت حسین ہو، مجھے بستی کی ناظم کے پاس پہنچا دو اور اسار کے بارے میں کچھ بتاؤ۔" فناسر نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی میں یہ محسوس کرکے دنگ رہ گیا کہ فناسر میں عام عورتوں سے کہیں زیادہ طاقت ہے اب بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آرہی تھی۔ یہ جزیرۂ توری، باگمان اور انگرسا نہیں تھا، یا اسار تھا جہاں عورت کو سماجی اعتبار سے برتری حاصل تھی، مزاحمت کرنا میرے حق میں ضروری تھا، شاید وہ مجھے آگے لے جانے میں ناکام ہوجاتی لیکن میں خود اس صورتِ حال سے بچنا چاہتا تھا، میں کسی بے زبان جانور کی طرح اس کی مضبوط گرفت میں آگے بڑھتا رہا تا آں کہ بستی کے در و بام شروع ہوگئے، کہر کی وہ دبیز چادر ہٹ گئی جو سفید اور سرخ پتھروں کی عالی شان عمارتوں پر چھائی ہوئی تھی۔ تاریک برِ اعظم میں یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا، معلوم ہوتا تھا کہ میں عہدِ قدیم کی کسی شان دار سلطنت میں آگیا ہوں، پرانے طرز کے صاف و شفاف محل جو عمارت سازی کے نادر نمونے تھے آگے بڑھا تو ان کے در و بام اور نقوش واضح ہوگئے۔ میں نے ایسے منقش ستون اور مرصع ایوان قصرِ آقابلا میں دیکھے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی سلسلہ ہے، وہی طرزِ تعمیر، وہی شان و شکوہ، وہی دبدبہ، وہی تمکنت۔

جب میں بستی میں داخل ہوا تو میں نے سیاہ فام مرد دیکھے اور خانزادہ آقابلا کی پری جمال عورتیں دیکھیں۔ ان کے مرد ان کے ساتھ بندھے ہوتے تھے۔ ان کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ سب حیرت سے مجھے دیکھنے اور مسکرانے لگیں، ان میں کس کے حسن کی تعریف کی جاتی؟ کس کے نقش و نگار کا احوال کہا جاتا؟ محلوں کی اس بستی میں میری آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ فناسر کا غصہ اب کسی قدر کم ہوچکا تھا، اب وہ بڑی شان کے ساتھ میرا ہاتھ پکڑے محلوں کے درمیانی حصّے میں چھوٹی ہوئی جگہوں پر آگے بڑھ رہی تھی جنھیں گلیاں کہہ دینا نامناسب نہ ہوگا۔ یہ اسار تھا، جہاں سیاہ فام عورتیں بھی تھیں جن کے عقب میں ان کے مرد چل رہے تھے۔ اور توری کے لوگوں کی طرح ان کے جسم ننگے ہوتے تھے، کانوں میں بالے، گلے میں مالائیں، ناک میں نتھنیاں اور بالوں میں پھول گندھے ہوتے تھے۔ ان کے آگے غزلیں تھیں، ہر ستون کے کنارے شراب کے بڑے بڑے برتن اور ان کے ارد گرد عورتیں اور مرد بے نیازی سے بیٹھے ہوتے تھے، جیسے انھیں دنیا کا کوئی غم نہ ہو۔

فناسر سفید اور سرخ رنگ کے ایک محل کے سامنے جا کر رک گئی۔ اسے دیکھتے ہی وہاں موجود عورتوں اور مردوں کا ایک گروہ اس کے قریب آگیا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ ان کی نگاہوں سے ہراس مترشح تھی۔ مجھے ستونوں اور ایوانوں کے دل رُبا نظاروں سے گزار کر ایک دروازے پر کھڑا کر دیا گیا، وہاں فناسر نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ دروازے پر ایستادہ سفید فام نیزے بردار لڑکیوں میں سے ایک نے اندر جا کر خبر کی اور ہمیں جلد ہی اندر بلا لیا گیا۔ میں جیسے ہی فناسر کے ساتھ اندر داخل ہوا، میری نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ اندر ایک ناقابلِ تصور منظر تھا، وہ ایک وسیع ایوان تھا، سامنے ایک نہایت حسین لڑکی۔ میں اسے عورت نہیں کہوں گا، پورے کرّ و فر سے پتھر کی ایک نشست پر بیٹھی ہوئی تھی

ہر طرف سیاہ فام مرد نظر آرہے تھے جن کے جسموں پر طرح طرح کے رنگ ملے ہوئے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں مگر وہ اپنی نشستوں پر اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

ہمارے داخلے پر ایوان میں ایک ہنگامہ سا مچ گیا، میں نے اس حسین ناظم کے قریب جا کر اسے اشتیاق کی نظروں سے دیکھا لیکن ایوان میں موجود ہر شخص کی نظر مجھ پر تھی، فناسر نے ناظم کے سامنے جھک کے عقیدت سے اس کے پیروں کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ ناظم کی چبھتی ہوئی نظریں مجھے اپنے جسم پر محسوس ہوئیں اس کی نگاہیں میرے جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ "معزز تلراش! میری مصیبت حل کر۔ میں اس سرکش مرد کو تیری خدمت میں لائی ہوں۔" فناسر نے ادب سے کہنا شروع کیا اور میری دریافت کا پورا حال گوش گزار کر دیا۔

تلراش توجہ اور دلچسپی سے فناسر کی روداد سنتی رہی پھر "تو نے اسے حاصل کیا ہے کیا میں اس کی مستحق نہیں تھی؟"

"اس نے سرکشی کی۔" فناسر نے عاجزی سے کہا۔ "یہ عام مردوں سے مختلف ہے، میں اسے تیری خدمت میں پیش کرنا چاہتی تھی اور یہ شخص تیرے ہی ایوان کے لیے موزوں ہے"

شاید تلراش نے فناسر کی بات نہیں سنی کیونکہ وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ "تو کون ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے جواب دیا۔ "جابر بن یوسف الباقر۔ تین قبیلوں کا سردار، مقدس آقابلا کا غلام، صحرائے زارشی کا زائر ہوں اور مقدس آقابلا کی اجازت سے اس زمین پر آیا ہوں۔ میری کشتی یہیں آکر رک گئی تھی اور مجھے توری کے کاہن اعظم نے رخصت کیا تھا۔ کیا اسار میں ایک سردار کی یہی عزت و تکریم کی جاتی ہے؟"

"تو جابر بن یوسف۔ تین قبیلوں کا سردار!" تلراش نے شیریں لہجے میں کہا۔ "یہاں آنے سے تیرا کیا مقصد ہے؟"

"میں اس جنتِ ارضی کی سیاحت کے لیے آیا ہوں، میں یہاں وہ علوم سیکھنے آیا ہوں جو مجھے مقدس آقابلا کی نظروں میں افضل و ارفع کر دیں اور میں اس کا ایک بہترین غلام ثابت ہوسکوں۔" میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے مہذب انداز میں کہا۔

تلراش نے اپنے قریب رکھی ہوئی موی شمع اٹھائی اور ایک آئینے پر اس کی روشنی پھیلا دی، مجھے نہیں معلوم کہ اس نے کیا دیکھا؟ لیکن اس کا چہرہ سخت ہوگیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ یکایک چند نیزہ بردار عورتیں برآمد ہوئیں، وہ اپنی نشست سے کھڑی ہوگئی اور مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "یہ جزیرہ اسار ہے جابر بن یوسف الباقر!" تلراش نے ترش لہجے میں کہا۔ "جس نے اسار کے ضابطوں کا احترام کیا، اس نے دیوتاؤں کے قریب آنے کا شرف حاصل کیا۔"

فناسر حیرت سے تلراش کے جملے سن رہی تھی۔

"میں اسار کے قوانین سے واقف نہیں ہوں لیکن وہ تمام قوانین جنھیں مقدس آقابلا نے نافذ کیا ہے اور جو مختلف زمینوں پر جاری ہیں، ان کا تابع ہوں۔ میں اسار میں کچھ سیکھنے آیا ہوں۔"

"یہاں تمھاری حیثیت ایک عام مرد کی سی ہے کیونکہ تم یہاں کے سردار نہیں ہو اور تمھیں یہاں ہم نے نہیں بلایا ہے۔ یہ عظیم دیوتاؤں کے آرام کی ایک پرسکون جگہ ہے۔ سنو۔ تم نے اپنے خوبصورت سینے پر جو نوادر سجا رکھے ہیں، وہ ہماری تحویل میں دے دو۔"

"یہ دیوتاؤں کے مقدس تحفے ہیں، انھیں میں خود سے کیسے دور کرسکتا ہوں؟ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں یہاں ان تحائف کا استعمال نہیں کروں گا۔"

"تمھارے تحفے مقدس امانت کے طور پر ہماری تحویل میں رہیں گے، جب تم یہاں سے واپس جانے لگو گے یہ تمھیں واپس کر دیے جائیں گے۔"

میں نے دوبارہ درخواست کی، ہر جانب سے نیزہ بردار عورتیں نکل آئی تھیں۔ تلراش کے لہجے کی استقامت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میری درخواست درخورِ اعتنا نہیں سمجھے گی۔ میں یہ تحفے کیسے اتار دیتا؟ جزیرۂ اسار میں یہ میرا پہلا دن تھا ابھی میں نے پوری طرح یہاں کی آب و ہوا کا جائزہ نہیں لیا تھا مجھے گمان گزرا کہ کہیں یہ مجھے غیر مسلح کرکے معطل کر دینا تو نہیں چاہتی ہے؟ میرے شش و پنج پر تلراش کا لہجہ اور سخت ہوگیا۔ اس نے فناسر کو دھتکار کر حکم دیا کہ وہ اسی وقت ایوان سے چلی جائے۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک اجنبی کی آمد پر سب سے پہلے اپنی ناظم کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ فناسر حیرت زدہ انداز میں سر جھکائے چلی گئی۔

"اگر میں انھیں اتارنے سے انکار کر دوں؟" میں نے ملائمت سے پوچھا۔

"تو تمھیں جزیرۂ اسار کے قوانین کے مطابق حکم عدولی پر بدترین سزائیں دی جائیں گی۔ تمھیں ہمارے ہر حکم کی تعمیل کرنا ہوگی۔" تلراش نے کہا۔

"کیا مجھے سوچنے کے لیے کچھ مہلت نہیں مل سکتی؟"

"اگر تمھاری سماعت میں نقص ہے تو میں اپنا حکم نہیں دہراؤں گی۔"

"اس کے بعد میری کیا حیثیت ہوگی؟"

"تم اس جزیرے کے عام مردوں میں شامل ہوجاؤ گے۔"

"لیکن نوادر اترنے کے بعد بھی تم میری باطنی صلاحیتیں نہیں چھین سکتیں کیونکہ میں نے مقدس ہربیکا کا مغز کھایا ہے۔ میں نے لیبغو چکھا ہے اور مجھے قرسیا جیسی نوجوان لڑکی کے خون کا آمیزہ پینے کا موقع بھی ملا ہے۔ مجھے صحرائے زارشی میں برسوں کی ریاضت کا عمل یاد ہے۔ میں نے تین سرداروں کو شکست دی ہے اور میرے جسم میں سنگ ریزے بھرے ہوتے ہیں۔ مجھے صدہا ایسے وظیفے یاد ہیں جو مشکل حالات میں میری مدد کرسکیں۔ میں نے جزیرۂ اسار کی طلسمی دیوار پار کی ہے اور کسی وظیفے کے بغیر فناسر جیسی لڑکی کو زیر کیا ہے کیا تم میری ریاضتیں بھی مجھ سے چھین لوگی؟ میں تم سے کہتا ہوں اے خوبصورت نازنین! میں تمھیں اسار کی ناظم تسلیم کرتا ہوں اور تمھارے احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہوں، تم شاید عجلت میں کوئی فیصلہ کر رہی ہو؟ میں تم سے اس پر نظرِ ثانی کی درخواست کروں گا، ہر چند کہ میں ایک سردار ہوں، اطاعت شعاری کے سلسلے میں تمھیں کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔"

"کیا تمھاری یادہ گوئی انکار بھی جائے؟" تلراش گرج دا

آواز میں بولی۔ "تم اپنی باطنی قوت کی بات کرتے ہو؟ جزیرۂ اسمار کی ہر عورت کو دیوتاؤں نے غیر معمولی طاقت سے نوازا ہے، اسی لیے وہ مردوں پر حکمرانی کرتی ہیں۔" اس نے اپنے ہاتھ دیواروں کی طرف وا کیے۔ محل کی سنگین دیواریں شق ہو گئیں۔ پھر اس نے اپنے بائیں بازو پر کھڑے ہوئے مرد کو اس طرح ہاتھ پر اٹھالیا جیسے وہ کھلونا ہو، اس نے مرد کو زمین پر پٹخ دیا۔ وہ بلبلاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ تلراش کا غضب یہیں نہیں تھا، اس نے غیظ کی حالت میں اپنے خوبصورت دانت کٹکٹائے اور اپنے لانبے بالوں کو جھٹکا دیا، اس کے شہابی رخسار دہکنے لگے اور اچانک سارا ایوان نیزہ بردار عورتوں سے بھر گیا، وہ سب مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئیں اور میں ایک دائرے میں گھر گیا۔ صد ہا نیزے مجھ پر تنے ہوئے تھے۔

"کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھاری عظمت و طاقت سے منحرف ہوں؟ ایک ناظم کو انھی اوصاف سے متصف ہونا چاہیے۔" میں نے دلیری سے کہا۔ "شاید تم نے میری گزارش پر غور نہیں کیا۔ میں تم سے دوستی کا خواہاں ہوں۔ میں تمھارے احکام سے سرتابی کرنے کی جرأت نہیں کر رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو گی تو میں تمھاری خلوت کے لیے ایک خوب صورت تجربہ ثابت ہوں گا۔"

"آہ آہ۔" وہ شدید غصے میں بولی۔ "ایک مرد اسمار میں ناظم کے ساتھ یہ گستاخی کر رہا ہے؟ مقدس شوطار سب دیکھ رہی ہو گی، میں تمھیں حکم دیتی ہوں کہ اپنے نوادر اتار دو۔"

"مقدس شوطار۔" اس کی مراد اسمار کی سربراہ سے تھی۔

میں نے فوراً کہا: "میرا مقدمہ شوطار کی خدمت میں پیش کر دو، وہ خود فیصلہ کرے گی کہ مقدس اقابلا کے ایک سردار کے شایانِ شان کس قسم کی سزا تجویز کی جائے؟"

"ضرورت ہوئی تو تمھیں شوطار کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ ایک ناظم کی حیثیت سے میں خود تمھارے متعلق فیصلے کرنے کی مجاز ہوں۔"

"میں اپنے نوادر اتارنے سے قاصر ہوں، مجھے افسوس ہے تلراش! امید ہے، تم مجھے معاف کر دو گی۔"

"تم خود کو حراست میں سمجھو۔"

"ایک دوسری زمین پر میں ہمیشہ خود کو حراست میں سمجھتا رہا۔"

اس کے اشارے پر نیزہ بردار میرے اور قریب آ گئے اور مجھے مسلح نوجوان عورتوں کی معیت میں ایوان سے باہر لایا گیا، ایوان سے باہر عورتوں نے مجھے استہزائی نظروں سے دیکھا۔ پھر مجھے سیاہ پتھروں کی ایک سنگلاخ عمارت میں لے جا کر ایک زنداں میں ڈال دیا گیا۔

سیاہ فام عورتیں میری نگراں تھیں، مجھے حیرت تھی کہ تلراش نے مجھے کسی اذیت سے دوچار کیوں نہیں کیا؟ وہ میرے نوادر اپنے ہاتھ سے نہیں اتار سکتی تھی کیونکہ یہ مقدس دیوتاؤں کی امانت تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مجھے جسمانی اذیتیں نہیں دی گئیں۔ اسمار میں میرا استقبال خوب ہوا تھا۔ مجھے جلد ہی آنے والے حالات سے نمٹنے کے لیے سوچنا تھا، میں اپنے نوادر کیسے اتار دیتا؟ میں سوچتا رہا، کہیں میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟ کیا مجھے اپنے نوادر اتار دینے چاہئیں تھے؟ انھیں اتار کر تو میں بے سہارا ہو جاتا۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرا فیصلہ درست ہے۔ انھیں معلوم ہو گا کہ اسمار میں کوئی مرد آیا ہے۔

رات کا وقت تھا، میری نگراں عورتیں میرے جسم کے نشیب و فراز غور سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ان سے گفتگو کی کوشش کی، ان سے چھیڑ خانی کرنا چاہی لیکن انھوں نے میری کسی تحریک کا جواب نہیں دیا، یوں ہی کھڑی رہیں۔ اصل میں میرے ذہن نے اسمار میں عورتوں کی بالادستی، ان کے ہاتھوں میں نیزے، مردوں کی کمتر حیثیت اور جزیرۂ نوری کی یہ ضد، عورتوں کی حکمرانی کے اس جزیرے کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ یہ میری غلطی تھی اور اس غلطی کا اندازہ مجھے اُس وقت شدت سے ہوا جب میری نگراں محافظوں نے مجھے زمین سے اٹھایا اور ایک آراستہ محل میں لے گئیں۔ میں سمجھا یہ شوطار کا محل ہے، یہاں آ کر معلوم ہوا کہ جزیرۂ اسمار پر کوئی ایک ناظم نہیں ہے بلکہ کئی ناظم تعینات ہیں۔ رات کے وقت یہ محل نادیدہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ وہاں کائنات کی حسین ترین مخلوق کا اجتماع تھا۔ ان میں تلراش بھی تھی جس نے دوسری تمام ناظموں کے سامنے مجھے پیش کیا۔

اپنی روداد بیان کرنے سے پہلے میں اس شبستاں کا حال بیان کر دوں۔ یہاں سرخ و سپید لڑکیوں کا ایک پرا موجود تھا۔ وہ سب پتھر کی اونچی چوکیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے پہلوؤں میں سیاہ فام تنومند مرد تھے۔ ان کے محبوب ان کے سامنے تھے اور روشنیوں میں خود ان کے سرخ بدن جھلملا رہے تھے، حسن و شباب کے اس سیلِ رنگیں سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔ موسیقی، روشنی، خوشبوئیں، مشروبِ نشاط، آتشِ سیال۔ میں کہاں آ گیا تھا؟ میں اس بزم آرائی کا حال کیا بیان کروں؟ ایسے میں کیا کیا بیان کروں اور کیا بیان نہ کروں؟ کون سی بات کہوں، کون سی نہ کہوں؟ کس کا حال لکھوں، کسے نظر انداز کروں؟ گویا پابہ ز

یہاں لایا گیا تھا اور مجھے اچھی خبر نہیں سنائی جانے والی تھی پر میری نظارہ باز بصارت انھوں نے قید نہیں کی تھی۔ پھر میں انھیں لطف کی نظر سے کیوں نہ دیکھتا؟ کیا میں اپنی آنکھیں پھوڑ لیتا؟

جب میں وہاں پہنچا، جب میں نے انھیں دیکھا اور انھوں نے مجھے دیکھا تو ان کے جام بدست بازو وہیں رُک گئے اور ان کے چہروں کا رنگ گہرا ہو گیا اور سارے جسموں میں ایک تھرتھراہٹ سی ہوئی۔

"یہ ہے وہ۔" تلراش نے کھڑے ہو کر ایک ادا سے کہا۔ "کون ہے وہ جو اس سرکش مرد کو اس کے اعلاترین نوادر کے ساتھ قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اُسے قابو میں رکھنے کا عہد کرے، مقدس شوطار یہ عمل پسند کرے گی۔"

پھر مجھے تلراش کے حکم پر تمام ناظموں کے سامنے گھمایا گیا۔ ہر حسین عورت نے میرا اچھی طرح جائزہ لیا، مجھے نگاہوں میں تولا۔ میرے سینے کے نوادر دیکھے اور ایک دوسرے سے تحسین و آفرین کے کلمات کہے۔

"اگر کوئی اسے پسند کرلیتی ہے اور اپنی نگرانی میں رکھنے کا یقین دلاتی ہے تو اُسے اس وقت تک اس کی تحویل میں رکھا جائے گا جب تک کوئی دوسری اس کی امیدوار کھڑی نہیں ہو جاتی۔ کسی ناظم کی تحویل میں دینے کے بعد رسمی طور پر اس کی دوسروں سے دست برداری کا یقین کر لیا جائے گا۔ بظاہر اس کی کوئی امیدوار نہیں ہے اس لیے یہ اسی ناظم کی تحویل میں رہے گا جو اسے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔" تلراش نے اعلان کیا۔

میں نے وہیں کھڑے کھڑے ایک انگڑائی لی اور اپنے گلے سے شیالی نکال کر گھمائی۔ شیالی کی چمک دمک سے وہ خاصی محظوظ ہوئیں۔ پھر میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور مسکرا کے ان حسین و جمیل ناظموں کے سامنے شیالی زمین پر پھینک دی، شیالی زمین پر گر گئی تو وہاں سے ایک دھول سی اٹھی اور ایک گڑھا سا پڑ گیا، میرے چوبی اژدہے نے اسے فوراً منہ میں لے لیا اور میرے کاندھے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس مظاہرے پر ان کے تجسس اور پُرشوق چہروں کا تجسس اور گہرا ہو گیا۔ ان میں سے ایک بے حد حسین عورت ناز و ادا کے ساتھ اُٹھی

"اس کی طلب کون نہیں کرے گا۔ مقدس شوطار بھی اسے پسند کرے گی، میں اسے اپنی تحویل میں لینے کا اعلان کرتی ہوں۔ تلراش! اسے بتا دو کہ مجھے شوطار سے کس قدر قربت حاصل ہے اور مقدس اقابلا کے دربار میں میرا کیا درجہ تھا؟"

"میں اسے تمھاری نگرانی میں دیتی ہوں لیکن الیشام۔ کیا تم نے یہ فیصلہ خوب سوچ سمجھ کے کیا ہے؟"

"ہاں۔ اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے تو مقدس شوطار مجھے معاف کرے۔"

ناظم الیشام کوئی سنگ دل عورت معلوم ہوتی تھی۔ اس نے بھرے مجمع میں میرے ساتھ زیادتی کی۔ میں نے مچلنا چاہا لیکن اس کا شوق اور فزوں ہو گیا۔ نتیجۃً مجھے مزاحمت ترک کرنی پڑی۔ اس نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا اور خادمِ خاص کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے ایک جام تیار کرے۔ جب اُس نے جام مجھے پیش کیا تو الیشام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے لبوں تک لے گئی۔ آدھا جام وہ خود پی گئی۔ وہاں مرد اور عورتیں ایک ساتھ ناچ رہے تھے اور موسیقی کی لہریں نہ جانے کہاں سے در و بام میں گونج رہی تھیں؛ میری پشت پر الیشام کا ہاتھ تھا اور وہ جام پر جام لنڈھا رہی تھی۔ آخر شب یہ محفل ختم ہو گئی اور الیشام میرے کاندھوں پر ہاتھ رکھے اُٹھی۔ ہم دونوں ایک راہداری سے گزرے، میرے پیچھے اس کے خادم مرد تھے، ہمارا قافلہ ایک بڑے محل میں جا کر رُکا۔ مجھے ایک خصوصی کمرے میں ٹھیرا دیا گیا۔

رات کو کسی نے مجھے نہیں چھیڑا۔ شاید رات پہلے ہی خاصی گزر گئی تھی۔

دوسری صبح مجھے ایک اونچے ستون پر بٹھا دیا گیا، جہاں یہ ستون نصب تھا وہ مقام محلوں کے درمیان واقع تھا اور اس کوچے کی حالت کسی بازارِ حسیناں کی سی تھی۔ میرے سامنے جب خوش جمالوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا تھا تو میرے بارے میں ایک رسمی اعلان کیا جاتا تھا کہ مجھے ناظم الیشام نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اب میں ناظم الیشام ہی کے تصرف میں ہوں، کوئی ہے جو مجھے الیشام سے حاصل کرنے کے لیے مبارزت کا اعلان کرے؟ یہ اعلان صرف سورج غروب ہونے تک ہے، اس کے بعد مجھے مستقلاً الیشام کے حوالے کر دیا جائے گا۔

میں ستون پر بیٹھا ہوا یہ اعلان سن رہا تھا اور اپنے سامنے سے گزرتی ہوئی حسین لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔ شام ہونے کو آ گئی۔ وہ اعلان سن کر سرگوشیاں کرتیں، میرے بارے میں تفصیلات پوچھتیں اور حسرت سے مجھے دیکھ کر چلی جاتیں۔ میں ایک مطلوب شخص تھا۔ ہر عورت میرے حصول کے لیے کوشاں تھی۔ لیکن کوئی آگے بڑھنے پر تیار نہیں ہو پاتی تھی۔

انھی عورتوں میں میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ قریب تھا کہ میں ستون سے غیر متوازن ہو کے گر جاتا، اسمار میں ایک شناسا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ نازنین اشمار تھی۔ اقابلا کی جلوہ گاہ کی

وہ ماہ جمال جسے اس نے توری کی سرداری کے اعزاز کے بعد میری راتوں کے گداز کے لیے بھیجا تھا۔ پھر وہ اچانک غائب ہو گئی تھی۔
اشمار میری طرف حیرت سے دیکھ رہی تھی اور اس کے سامنے میرے بارے میں اعلان کیا جا رہا تھا۔

جب سے میں نے رنگ و نور کے اس جزیرے اسار میں قدم رکھا تھا، میرے ساتھ تواتر سے ناقابلِ یقین واقعات پیش آ رہے تھے۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ جابر بن یوسف جیسا مردانہ صفات کا نمونہ ایسے حالات میں گھر جائے گا کہ اُسے ایک ستون پر بٹھایا جائے گا اور اس کی رونمائی کے لیے حسین عورتوں کے ہجوم جمع ہو جائیں گے۔ میں سوچ رہا تھا، میری جنس تبدیل ہو گئی ہے۔

میں خود سے شرما رہا تھا۔ وہ میری طرف ہولناک نگاہوں سے دیکھتی تھیں اور میں اُن کی طرف ملتجی نظروں سے۔ یک وقت اتنی عورتوں کو اپنی طرف راغب دیکھ کر بوالہوس بھی پناہ مانگیں۔ وہ سب مجھ سے تعلقِ خاطر کی متمنی تھیں۔ میں ایک ایسا نادر ہیرا تھا جسے ہر انگلی سجانے کو بے تاب تھی۔ میرے سخت بازوؤں میں انھیں گداز نظر آتا تھا، انھی مشتاق چہروں میں جب اشمار کا چمکتا دمکتا چہرہ نظر آیا تو میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میری نگراں نازنینوں نے مجھے پھر بٹھا دیا۔

اشمار خانزادہ آقابلا کی ایک معزز کنیز تھی۔ اس نے میری سانسیں بارہا مہکائی تھیں اور میں نے ان گنت بار اس کے چمن زار کی سیاحت کی تھی۔ اسے یہاں دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے آنکھوں میں کسی نے ٹھنڈا سرمہ لگا دیا ہو اور سخت زمین پر مضمحل گردن کے نیچے تکیہ رکھ دیا ہو۔ شروع میں اشمار چونکی، بعد میں سکڑنے لگی۔ میں اپنی اونچی نشست سے چیخنا چاہتا تھا، اشمار! اے قصرِ آقابلا کی شراب! یہ میں ہوں، میں اسار میں آ گیا ہوں، مجھے غور سے دیکھ اور میرے خشک لبوں کی تشنگی دور کر۔" مگر میرا اضطراب مجھ ہی تک محدود رہا۔ میں اپنی کوئی چیخ اشمار تک منتقل نہیں کر سکا کیوں کہ میرے اندر بیٹھے ہوئے کسی شخص نے مجھے روک دیا۔ "خاموش رہ اور تماشا دیکھتا جا۔"

ستون کے نیچے سرخ و سفید عورتوں کے جمگھٹ آتے اور گزر جاتے۔ بار بار اعلان ہوتا مگر ایشام کا نام سننے کے بعد ان کے حوصلے سرد پڑ جاتے۔ ایشام کو یقیناً اسار میں کوئی خاص مقام حاصل تھا۔ اس کا کسی قدر اندازہ مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب ناظمِ تلاش نے مجھے ناظموں کے شبستان میں پیش کیا تھا اور ایشام نے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔ ایشام نے یہ جرأت کی تھی۔ جرأت وہی لوگ کرتے ہیں جنھیں ان کی جرأت کے پیچ کا یقین ہوتا ہے۔ میں اشمار کی خاموشی پر جھنجلاہٹ میں آوازے کسنے لگا۔ توری سے روانگی کے وقت کاہنِ اعظم سمورال نے ہدایت کی تھی کہ دیوتاؤں کے مقدس تحفوں کا استعمال صرف مخصوص موقعوں پر کیا جائے۔ خود میرے لیے بھی یہی مناسب تھا کہ میں کوئی ہنگامہ کرنے سے پہلے جزیرۂ اسار کے قوانین اور اس کی طاقت کا اندازہ لگا لوں۔ ابھی کتنا وقت گزرا تھا، میری گردن شرم سے جھکی ہوئی تھی لیکن کسی نتیجے تک پہنچنے کے لیے یہ شرم ناک وقت گزارنا لازم تھا۔ اشمار میری بازیابی کا اعلان سن کر کچھ دیر کھڑی رہی پھر سر جھکاتے چلی گئی۔ مجھے یقین آ گیا کہ میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں ایشام کے سپرد کر دیا جاؤں گا۔ کیا اسار میں ایشام سے زیادہ کوئی عورت جرأت مند نہیں ہے؟ لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے اشمار پھر ایک نئے ہجوم کے درمیان نظر آئی۔ اس مرتبہ اس کے چہرے پر عزم کی تابانی نظر آتی تھی۔ میری پشت پر کھڑی ہوئی لڑکی نے آخری بار ڈھول بجا کر اپنا اعلان دُہرایا۔ "جزیرۂ اسار کی معزز عورتو! تمھارے سامنے اس وقت ان جزیروں کا سردار جابر بن یوسف الباقر موجود ہے۔ دیوتاؤں نے ہماری آسودگیٔ جاں کے لیے یہ حسین مرد اسار کی سرحدوں میں پھینک دیا ہے۔ اس کے بازو سخت ہیں، علم برتر ہے اور اس کا سینہ دیوتاؤں کے نور سے آراستہ ہے۔ اس کی نگاہیں والہانہ اور انداز شاعرانہ ہیں۔ روایت کے مطابق صرف اسی کو اس تحفۂ خاص کی رفاقت کا حق حاصل ہے جو اس کی اہل ہو۔ محترم ایشام نے اسے اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہے، جلد ہی اسے محترم ایشام کے علاقے میں پہنچا دیا جائے گا۔ کوئی ہے جو خود کو ایشام سے برتر ثابت کرے، یہ مرد حاصل کرے۔ کوئی ہے جو ایشام سے اس مرد کے لیے مبارزت کرے؟"

مجمع میں اس اعلان کے بعد ایک بھنبھناہٹ ہوئی اور پھر اشمار کی آواز ابھری، وہ بلند آواز ساری سرگوشیوں پر حاوی آ گئی۔ "مقدس شوطار مجھے حوصلہ دے۔" اشمار نے احترام سے کہا۔ "میں اس مرد کے لیے ایشام سے مبارزت کو تیار ہوں۔"

ہجوم کی ہر عورت نے اشمار کو استعجاب کی نظر سے دیکھا جیسے اس سے کوئی سنگین جرم سرزد ہو گیا ہو۔ چند لمحوں کے لیے چھا گیا، خوف و ہراس کا سکوت۔ مجمع کائی کی طرح پھٹنے لگا۔ سورج کی آخری کرن کے بعد اشمار وہاں تنہا کھڑی رہ گئی۔ میں نے آواز دینا چاہا لیکن سیاہ فام عورتوں نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے حلقے میں لے لیا پھر مجھے نیچے اتار کر سیاہ پتھروں والے زنداں میں ڈال دیا گیا۔ قید و بند کی یہ رات میرے لیے بڑی جاں گسل تھی۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اشمار اور ایشام کے درمیان میرے حصول کی جنگ کب اور کس طریق پر ہوگی؟ ان پتھروں کی موجودگی میں کوئی لطیف خیال، جمال کا کوئی احساس آ ہی نہیں سکتا تھا، جب کہ میں ایسی سرزمین میں آ گیا تھا جہاں حسن کے دریا بہتے تھے۔ دنیا میں جس کے متعلق صرف افسانے لکھے جاتے ہیں۔ جو پری پیکر عورتیں مستیاں بکھیرتی ہوئی، خود اپنے بازو وا کیے، سرشار نگاہوں میں نظارے کی دعوت سمیٹے جلوہ گر ہوں، جابر بن یوسف کے لیے زندگی کا یہی حاصل کیا کم تھا؟ یہ تو وہ جنت تھی جس کے خواب شاعر دیکھا کرتے ہیں مگر شاعر صرف خواب دیکھا کرتے ہیں۔ ان کی انائے عشق کا کیا حال ہوتا اگر وہ حسن و عشق کی یہ ارزانی دیکھتے؟ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میں گو مگو کی کیفیت میں تھا۔ اس محکومی میں بڑا لطف تھا مگر مجھے اس محکومی کی عادت نہیں تھی۔ سنا تھا کہ قرن ہا قرن سے اسار میں عورتوں کو بالادستی حاصل ہے، شوطار کا ذکر وہ اسی احترام سے کرتی تھیں جیسے آقابلا کا جزیرۂ توری اور دوسرے جزیروں میں کیا جاتا تھا۔ یہ جزیرہ آقابلا کی قلمرو میں شامل تھا۔ آقابلا نے مجھے یہاں بھیجا تھا اور آقابلا نے مجھے یہیں کیوں بھیجا تھا؟ کیا وہ شوطار سے ناخوش ہے اور یہاں کسی تبدیلی کی خواہش مند ہے؟ کیا اُس نے مجھے ایسے دریا کے کنارے پہنچا دیا ہے جہاں مجھے تشنگی کی شکایت نہ رہ جائے اور میں سیراب ہو کے اس کی طلب سے دست کش ہو جاؤں؟ شوطار کو علم ہوگا کہ مجھے اسار کی سرحدوں میں کیوں دھکیلا گیا ہے؟ یہاں میرے لیے ہر قدم پر خطرے ہیں۔ مجھے اپنی نظارہ باز آنکھیں بند کر لینی چاہئیں اور آنے والے لمحے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے جو بڑا غیر یقینی ہے مگر میں کیا کروں؟ کیا میں اپنے طلسمی نوادر کی مدد سے یہ دیواریں توڑ کر باہر نکل جاؤں؟ اور خون خرابہ کرتا ہوا شوطار کے قصر پہنچ جاؤں؟ اور اس سے کہوں کہ وہ دست بردار ہو جائے؟ اور تمام اختیارات مجھے سونپ دے؟ مجھے اپنے پاگل پن پر ہنسی آ گئی۔ ابھی نہیں۔ ابھی تو تم ایک خوبصورت مرد بنے بیٹھے رہو اور ان تتلیوں کو اپنے قریب بھٹکنے دو۔"

میری نگراں مجھے لطف کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ ان کے سیاہ جسم روشنی میں دمک رہے تھے، نیزے ہاتھوں میں تانے وہ بڑی مستعد معلوم ہو رہی تھیں۔ میں نے انھیں اشارے کیے تو ان کی اشارے بازی ختم ہو گئی۔ میں نے انھیں قریب بلایا تو وہ مجھ سے دور ہو گئیں۔ وہ میری اور میں ان کی حسرت دل میں لیے یوں ہی تڑپتا رہا۔

میں دو روز تک زنداں کی دیواروں میں سر مارتا رہا۔ تیسرے روز محافظ لڑکیوں نے مجھے نئے سرے سے بنا سنوار کر سنگلاخ عمارت سے باہر نکالا اور ایک وسیع میدان میں لے گئیں جہاں اسار کی ہزاروں لڑکیاں تماشائیوں کی حیثیت سے موجود تھیں۔ ایک جانب پتھر کے اونچے چبوتروں پر ناظموں کی نشستیں تھیں، دوسری جانب محافظ دستے کی سیاہ فام لڑکیاں تھیں۔ میدان کے درمیان ایشام اور اشمار آمنے سامنے پتھر کی نشستوں پر ایک دوسرے کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔ مقابلے کا اہتمام شان و شوکت سے کیا گیا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے جو عورتوں کے ساتھ چپکے ہوتے تھے۔ مجھے پہلے میدان میں سیاہ فام نگراں عورتوں کی معیت میں گھمایا گیا پھر پتھر کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ میرا خیال تھا شوطار بھی اس مقابلے میں شریک ہوگی مگر ایسے مقابلے یہاں عام تھے۔ انھوں نے اپنی دل بستگی کا عجیب طریقہ ڈھونڈا تھا۔ محافظ عورتیں مجھے ستون سے باندھ کر پیچھے پلٹیں تو سرخ بالوں کی ایک بے حد حسین عورت اپنی نشست سے اٹھی اور اس نے میرے بارے میں اپنے حلق سے کچھ کھنکتے ہوئے لفظ ادا کیے۔ وہ جزیرۂ اسار کی بہت سی ناظموں کی ناظمِ اعلا تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اس نے خود کو ایشام کے مقابلے میں کیوں پیش نہیں کیا؟ اس بات سے مجھے دکھ ہوا کہ میری وجاہت میں کوئی خامی ہے کہ میں اس حسین عورت کی نظروں میں نہیں آ سکا۔ وہ اعلان کر رہی تھی۔ وہی دوشیزہ ادائیں تھیں مگر یہی ادائیں وہاں دوسرے جزیروں کی مردانہ صفات کے مقابل سمجھی جاتی تھیں۔

"جزیرۂ اسار کی معزز عورتو! اسار کی ناظمِ اعلا قسریم تم سے مخاطب ہے۔ دیوتا اشمار اور ایشام پر رحم کریں۔ صحیح فیصلہ کرنے والے وہی ہیں۔ مقدس شوطار اپنے قصرِ خاص میں اس مبارزت سے لطف اندوز ہو رہی ہوں گی۔ یہ مقابلہ اشمار اور ایشام کے درمیان ہے جو اجنبی مرد جابر بن یوسف کی طلب گار ہیں۔ اگر کوئی فریق اپنی شکست قبول کرنے پر اب بھی آمادہ ہے تو اسے اس کی اجازت دی جاتی ہے بصورتِ دیگر وہ اپنے انجام سے باخبر ہوگا۔ دورانِ مقابلہ بھی شکست قبول کی جا سکتی ہے۔ مقابلے میں ہر قسم کی طاقت کا آزادانہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ فتح مند کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مطلوب مرد کی بندشیں خود کھولے اور اس کے ساتھ وصل کی لذتوں سے سرشار ہو۔ دیوتاؤں نے یہ سرزمین وصل کے متبرک جذبے ہی کے

لیے بنائی ہے۔ مقدس شوطار کے فیصلے سب سے بالا ہیں، وہ اپنے فیصلے کسی بھی لمحے جاری کر سکتی ہے۔ جو فتح مند ہوگی، وہ مرد کی کفالت اور اس کی نقل و حرکت کی ذمے دار ہوگی۔ اور اگر فتح مند اپنے مرد سے وصال نا آسودہ ہے تو کسی وقت بھی اس سے دست بردار ہو سکتی ہے۔ ایک چاند گزر جانے کے بعد کوئی بھی پھر مقابلے کا دعوا کر سکتی ہے۔ جزیرۂ اسار کے تمام مرد تمام عورتوں کے لیے ہیں۔"

حسین و جمیل قسریم اپنا حکم سنا کے بیٹھ گئی۔ سیاہ فام لڑکیوں نے ڈھول پیٹنے شروع کر دیے۔ یہ گویا مقابلے کے آغاز کا اعلان تھا۔ اشمار اور ایشام، برہنہ پا، برہنہ بدن اپنی نشستوں سے اُٹھ کر ڈھول کی پہلی چوٹ پر تیزی سے ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئیں۔ میں اپنا مذاق دیکھ رہا تھا۔ اشمار اور ایشام کے خوبصورت بدن پر پڑتی ہوئی دھوپ نے ان کا رنگ سُرخ کر دیا تھا۔ اشمار ایشام کی طرح پُرامید معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ایشام نے آتے ہی آناً فاناً اپنے لمبے بال ایک جھٹکے کے ساتھ چہرے کے آگے کر لیے۔ اس کا چہرہ چھپ گیا اور اس نے اپنے سر کو گردش دینی شروع کر دی۔ اشمار خاموش کھڑی تھی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اشمار کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا ہے اور وہ زرد دکھائی دے رہی ہے۔ اس کا لرزتا ہوا سراپا اپنا بوجھ سنبھالنے سے گریزاں ہے۔ ایشام کے سر کی گردش جاری رہی۔ پھر اس نے بال پشت پر کر کے فخر کی نگاہ سے اشمار کو دیکھا اور نگاہوں نگاہوں میں اس سے کوئی سوال کیا۔

یہ وہی اشمار تھی جس نے مجھے پُراسرار علوم کی ابتدائی تعلیم دی تھی۔ میری پلکیں بار بار جھپک رہی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اشمار کے پاس اس افتاد سے بچنے کا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ ایشام نے اپنی گردش روک کر سوال کیا تو اشمار کو ہوش آیا۔ میں نے ایشام کی پہلی ہی یلغار میں اس مقابلے کی تقدیر کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اشمار صرف میری خاطر میدان میں کودی تھی۔ ورنہ اسار کی سرکردہ ناظم اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ اشمار کی شکست کے تصور ہی سے مجھ پر کبیدگی چھانے لگی۔ اشمار کی رفاقت میں جو معلومات اور آسانیاں مجھے فراہم ہو سکتی تھیں وہ کسی اور کی محبت میں ممکن نہیں تھیں۔ یہاں کاروبارِ عشق گرم کرنے کی آزادی ہوتی تو میرے تیور کچھ اور ہوتے، میں اُن کے سامنے عربی کے غنائیے سناتا اور فضا کے جادو جگاتا، اگر میں آزاد ہوتا تو مہذب دنیا کی عورتوں کی طرح عشوہ گری کرتا اور اپنے غمزہ و ناز سے کسی کا محبوب بن جاتا۔ دوشیزاؤں کی نازک ادائی اور اُن کے شاداب رُخسار کا غرور دیکھ کر مردوں کے دل میں یہ خواہش کبھی اُٹھتی تو ہوگی کہ وہ ایک نازک اندام عورت ہو جاتے لیکن جب سے میں آیا تھا، کئی ہاتھوں میں منتقل ہو چکا تھا اور کئی نظروں میں سما گیا تھا۔ خود میرا اختیار کہاں تھا؟ اشمار کا رویہ عام عورتوں سے یقیناً مختلف ہوتا اور افسوس یہ تھا کہ اشمار جابر بن یوسف اور اس کے نوادر کی موجودگی میں پہلے ہی وار میں شکست کھا رہی تھی۔ میری رگوں میں کھنچاؤ پیدا ہونے لگا اور میری ہتھیلیاں جلنے لگیں، میرا بدن مچلنے لگا اور میں نے ایک انگڑائی لے کر اپنے ستون کی رسی کاٹ دیں۔ انھیں میرا عرفان نہیں تھا کہ میں نے ذرا سی زور آزمائی کی ہے، انھیں معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں سے گزر کر کہاں آیا ہوں حالانکہ میرے نوادر میری شناخت کے ثبوت کے طور پر میرے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے۔ جیسے ہی مجھے بندشوں سے آزاد پھنکارتے ہوئے دیکھا گیا، سب کی نگاہیں میری جانب اُٹھ گئیں۔ میں آگے بڑھ کر ایشام کے جسم کے ٹکڑے کر دیتا، دوسرے ہی لمحے سیاہ فام نیزہ بردار عورتوں کے غول نے مجھے گھیرے میں لے لیا، انھوں نے دوبارہ مجھے ستون سے باندھ دیا اور میری سرکشی پر مصلحتیں غالب آ گئیں۔ پھر میں نے ایک عجیب تبدیلی دیکھی۔

میں نے دیکھا کہ میدان میں اُن کے بدن بجلیوں کی طرح چمک رہے تھے جیسے وہ آسمانی بجلیاں ہوں جو کئی سمتوں سے زمین کے سینے سے ٹکرا رہی ہوں اور زمین اُنکے عتاب سے دہل رہی ہو۔ ان دو خوبصورت عورتوں میں بلا کی پھرتی، تیزی اور تندی آ گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو تول رہی تھیں۔ میری جانب ایشام اور مجمع کے متوجہ ہونے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اشمار کو اُس لمحے کی فرصت مل گئی جو ایسے معرکوں میں بڑا اہم ہوتا ہے۔ میں نے تاریکِ برِ اعظم میں کئی مقابلے لڑے تھے، مجھے یاد آیا، اشمار کو ایشام کے حملوں سے بچانے کے لیے بار بار ایسے لمحے ضرور چاہییں۔ اشمار نے وہ لمحہ ضائع نہیں کیا، ایشام کا حال دیدنی تھا، اس کے لانبے ریشمی بال اُس کے پیروں اور بدن پر جھڑ رہے تھے اور اس کی وحشت کا حال ناقابلِ بیان ہے، وہ انھیں سر پر روکتی، کبھی پکڑتی کبھی اُٹھاتی اور سر کے بال تیز ہوا میں دُور دُور تک بکھر جاتے۔ اشمار نے سکوت اختیار کر لیا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر ایک مخصوص انداز میں کھڑی تھی جیسے کسی سے فریاد کر رہی ہو اور کسی دیوتا سے مخاطب ہو۔ وہ اسی طرح اُس وقت تک منہمک رہی جب تک ایشام کے منہ سے سسکیاں نکلنی شروع نہ ہو گئیں۔ پھر ایشام کی ایک فلک شگاف چیخ سے میدان لرز گیا۔

کاش اشمار کا یہ انہماک نہ ٹوٹتا، یہی ایک چیخ اشمار کے حق میں تازیانہ ثابت ہوئی۔ اس نے اپنا زاویہ بدل دیا اور ایشام کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ شاید وہ آمادۂ شکست ہے۔ اشمار، ایشام کے دم میں آ گئی

کے سر کے بیشتر بال جھڑ چکے تھے اور وہ اپنی اس بدصورتی پر شدید غصے میں نظر آتی تھی۔ اس کا کینہ اور جولانی پر آ گیا اور اعترافِ شکست کا جواب دینے کے بجائے وہ آگ کی طرح اشمار کے جسم کی طرف بڑھی اور اس نے اپنے بازو پھیلا کر اشمار کا نازک بدن محاصرے میں لے لیا۔ بظاہر یہ منظر بڑا پُرلطف تھا، ایک بدن دوسرے بدن سے برسرِ پیکار تھا، حسن اپنے آپ سے جنگ آزما تھا مگر میرے حواس اتنے مشتعل تھے کہ مجھے اس منظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ایشام کی پشت میری طرف تھی۔ میں اس کی پشت کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا۔ میرا ہاتھ خود بخود شپالی کی طرف چلا گیا اور میرے جی میں آئی کہ شپالی ایشام کی پیٹھ پر داغ دوں یا اپنا چوبی اژدہا چھوڑ دوں جو اس کا رس چوس لے یا ذُلبی کے سینگوں سے اس کا جسم چھید دوں۔ میں کیا کروں؟ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور ان کی نظروں میں میرے لیے کوئی ہمدردی نہیں، صرف ہوس تھی، میری خواہش کہاں کارگر ہوتی؟ اب میں ستون سے تنہا بندھا نہیں کھڑا تھا، میرے اردگرد سیاہ فام عورتیں بھی تھیں جن کے نیزے میرے حلق کے نزدیک تھے۔ سو میں پیچ و تاب کھا کے رہ گیا۔ میں کبھی آنکھیں بند کر لیتا۔ اشتعال فرو کرنے کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ کچھ دیکھا اور سُنا ہی نہ جائے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے پیوستہ و وابستہ تھیں، ان میں زورآزمائی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اسی طرح دیر تک میدان میں ایک دوسرے کو دھکیلتی رہیں۔ ان کی چستی اور بڑھ گئی تھی۔ اس عالم میں انھیں دیر ہو گئی تو میں نے سوچا۔ میں اپنی جگہ کھڑے کھڑے جسموں کو پتھر میں مقید کرنے کا عمل پڑھوں اور ایشام کا جسم پتھر بنا دوں۔ کاہنِ اعظم سمورال نے بوڑھے زاہد کی عبادت گاہ میں مجھے پُراسرار علوم کے بعض نکتے تعلیم کر کے مجھے بڑا اعتماد بخشا تھا۔ مجھے بڑی حیرت تھی کہ اشمار اپنی تمام طاقتیں بروئے کار نہیں لا رہی ہے جب کہ اُسے آقا بلا کی خاص کنیز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب اُسے کچھ نہیں آتا تھا تو اس نے یہ مقابلہ کرنے کی کیوں ٹھان لی تھی۔ وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتی۔ میں اشمار کے لیے تو یہاں نہیں آیا تھا۔

انھوں نے ایک دوسرے کو نہیں چھوڑا، نہ اُن کی پیوستگی میں کوئی فصل حائل ہوئی۔ کبھی اشمار، ایشام کا جسم دھکیلتی ہوئی آگے لے آتی، کبھی ایشام اشمار کو دھکا دے دیتی۔ مقابلہ دیکھنے والوں کی نظروں میں بےچینی بڑھ گئی تھی۔ مقابلے کے طول اور شدت سے میری قدر و منزلت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں ہر طرف مطلوب تھا۔ یکایک ایشام نے اشمار کو چھوڑ دیا اور پھرتی سے پیچھے کی طرف بھاگی لیکن چلتے چلتے گر پڑی۔ وہ ایک خاص مقام پر جا کر کوئی طلسمی عمل کرنا چاہتی ہوگی کہ راستے ہی میں اشمار نے اُسے مفلوج کر دیا، اشمار نے خلا میں ایک جانب اشارہ کیا اور سب کی نظریں آسمان کی طرف لگ گئیں، سرخ رنگ کے شیشے کے ایک طلسمی خول نے اچانک کہیں سے اُتر کے ایشام کو اپنے اندر قید کر لیا۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ تماشائی دوشیزائیں اپنی نشستوں سے اُٹھ گئیں۔ اشمار کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا اور میری سانسوں کی رفتار تیز ہو گئی۔ ایشام اپنے دماغ میں شیشے کا خول توڑنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ مجھے اپنے نوادر کی اہمیت کا احساس ہوا۔ اگر ایشام کے پاس دیوتاؤں کے نوادر ہوتے تو وہ یہ طلسم آسانی سے توڑ دیتی۔ ان سرخ و سپید لڑکیوں کے برہنہ اجسام پر صرف پھول ہوتے تھے۔ دیوتاؤں نے انھیں غیر معمولی طاقتوں سے نوازا تھا۔ یہ رمز غالباً ایشام کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وحشت اور تیزی کے بجائے وہ اطمینان سے اشمار کے حملوں کا مقابلہ کرے۔ پہلے اس کا ارادہ ہوگا کہ وہ جزیرۂ اسار میں نووارد اشمار کو ایک دو حملوں میں زیر کر لے گی لیکن اشمار کی ہنرپیشگی و ہنرمندی کے آگے اس نے اپنے تیور بدل دیے۔ اب وہ پوری سنجیدگی سے خول کے اندر بیٹھی مختلف حرکتیں کر رہی تھی۔ ادھر اشمار کا بھی یہی عالم تھا۔ معاً ایک دھماکا ہوا اور سرخ خول کے ٹکڑے چھن چھنا کے فضا میں بکھر گئے۔ ایشام کا گلنار چہرہ پھر فاتحانہ اُبھرا، خول کے شیشوں نے اشمار کا جسم چھید دیا۔ وہ کرب سے چیختی ہوئی ایک طرف بھاگی۔ ایشام اس کے پیچھے پیچھے تھی اور اس کے ہاتھ دائیں بائیں نیچے اوپر گر رہے تھے۔ پھر اس کے ہاتھوں میں ریشم کی ڈوریاں نظر آئیں اور وہ اس نے اشمار کی طرف اچھال دیں۔ اشمار ان سے اُلجھ کر گر پڑی اور زمین پر گیند کی طرح لڑھکنے لگی، ساتھ ساتھ وہ ڈوریوں میں بندھتی چلی گئی۔ میرے لیے یہ شعبدے نئے نہیں تھے۔ میں یہاں اُن سے زیادہ کی توقع کر رہا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اشمار اور ایشام دونوں نے مشروبِ حیات پیا ہوگا۔ چنانچہ وہ انتہا پسندانہ حملے کرنے سے گریزاں ہیں اور صرف شکست چاہتی ہیں، کسی ایک کی طرف سے اعلانِ شکست اور میری بازیابی۔ وہ زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اشمار ڈوریوں میں بندھ گئی۔ اب ایشام بھاگتی ہوئی اُسے کھینچ رہی تھی۔ اشمار کا پھول بدن زمین پر رگڑتا اور خاک میں اٹا ہوا دیکھ کر میری کیفیت پاگلوں کی سی ہو گئی۔ میں کبھی اس کا احترام کرتا تھا، میں نے اپنے ہاتھوں کی بائیں دیکھا اور اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو آہستگی سے جنبش دینا چاہا۔ ساری نگاہیں اس تماشے کی طرف مرکوز تھیں، میری طرف پہرےدار عورتوں نے بھی توجہ نہیں دی، میں اپنا ہاتھ رسیوں ہی میں کسی قدر اوپر

کرنے میں کامیاب ہوگیا اور شپالی پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ اس کی رگڑ سے میں نے چند رسیاں توڑ دیں اور اس حد تک انھیں ڈھیلا کرلیا کہ میں کسی بھی وقت اپنے ہاتھ مکمل آزاد کرا سکوں۔ میں اپنی جگہ منجمد کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اشمار کی حالت میں کوئی تبدیلی خود بخود واقع ہو جائے۔ ایشام اسے لڑھکاتی ہوئی میری سمت آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ڈوری کا سرا تھا۔ اس نے میری سمت اشتیاق آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ میں بھی مسکرا دیا اور میں نے اس کی توجہ دوبارہ مبذول کرنے کے لیے خوش ادائی سے کہا: "تم فتح یاب ہو۔"

"میں تم سے دست بردار ہو سکتی تھی جابر بن یوسف۔" اس نے دلربائی سے کہا۔ اس کے سر کے بال بہت کم ہو گئے تھے اور اسی لیے اس کی خوبصورتی میں خاصی کمی آگئی تھی۔ میری اس جرأت اور اقدام کا اثر ہوا اور اشمار کو سنبھلنے کا موقع پھر فراہم ہوگیا۔ ایشام مجھے قریب دیکھ کے اشمار کی طرف سے بے خبر ہوگئی تھی۔ میں نے بھی مردانہ ادائیں اس پر نثار کی تھیں۔ دفعتاً ایشام کے جسم میں انتشار سا پیدا ہوا اور وہ میرے پاؤں پر گر کر تڑپنے لگی۔ اشمار نے ڈوری کا وہ سرا تڑا لیا تھا جو ایشام کے ہاتھ میں تھا، وہ اس کے سر پر کھڑی تھی اور اب ایشام کے بقیہ بال اس کے ہاتھ میں تھے۔ طوفان کی طرح ایشام کو کھینچ کر وہ میدان کے وسط میں لے گئی اور اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اشمار کو یہ دوسرا موقع بھی میں نے فراہم کیا تھا۔ اس کے بعد یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ میں اشمار کی مدد اپنے تلوار سے کروں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک لمحے میں ایشام کے گرد گہرا دھواں چھا گیا اور چشم زدن میں اس کا سراپا دھوئیں نے چاٹ لیا۔ ایشام سب کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ عورت کو اس جارحانہ اور ظالمانہ تیور میں دیکھ کے میری حسِ جمال نے بڑے کرب محسوس کیے۔ اشمار کے رخسار شعلہ ہو رہے تھے اور اس کی تیز آواز سے میدان گونج رہا تھا۔ میں اس زبان سے ناواقف تھا جس میں اشمار مخاطب تھی۔ وہ لہرا رہی تھی، اس کا بدن سیماب بن گیا تھا اور یہ سیماب دھوئیں کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ وہ دیوانہ وار دھوئیں کے گرد رقص کر رہی تھی۔ اتنی تیزی اور دیوانگی کے ساتھ کہ مہذب دنیا کے مشہور بیلے فنکار دیکھیں تو پاگل ہو جائیں۔ ایسا ایک رقص جس میں جسم پگھل جاتے۔ ایسا ایک دائرہ جس کے گرد اتنی مرتبہ طواف کرنے میں عام انسانی طاقت چند ثانیوں میں بہہ جاتے۔ اشمار میرے لیے شدید کشمکش میں مبتلا تھی۔ اس کا اضطراب، خلجان، اس کی برق رفتاری سے مجمع پر سکوت کی مہر لگ گئی تھی۔ میں چیخ کر کہنا چاہتا تھا۔ "اشمار! اے میری محبوب! اپنا نازک بدن اتنا نہ تھکا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

میرے پاس زرداشتی کا عطیہ شپالی موجود ہے۔ اب کچھ بھی ہو جائے۔ ایک مرد کے لیے اتنا ایثار کیوں کر رہی ہے۔ ہم مجھے شرمندہ نہ کر۔ مجھے اجازت دے کہ میں اس دھوئیں میں اپنا چوبی اژدہا چھوڑ دوں جو ایشام کے جسم سے آبِ شباب چوس لے گا۔" اگر میں اس مرحلے پر دخل اندازی کرتا تو کیا ہوتا؟ ہاں میں شوطار اور دیوتاؤں کی عتاب کی زد پر آجاتا اور اسار میں میری تقدیر کا فیصلہ ہو جاتا لیکن اشمار کو تو یہ جبر، یہ اذیت برداشت نہ کرنی پڑتی۔

دھوئیں کے اس بڑے مرغولے نے ایشام کو اپنے اندر چھپائے رکھا اور اشمار کے جنون میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کا تھرتھراتا بدن رقص کرتا رہا۔ اب نظر آتا تھا جیسے اشمار نے آج اپنی روح آزاد کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ وہ کہیں نہ رکی، اس نے ٹھیر کر کوئی سانس نہیں لیا۔ وہی اس کی چیخیں، وہی اس کی فریادیں، وہی رقص کناں، محشر بداماں اعضا یہاں تک کہ بے شمار لمحے بیت گئے اور اشمار کی ذہنی حالت پر بدگمانی ہونے لگی۔ میرے قریب کھڑی ہوئی نگراں عورتوں کے نیزے زمین سے ٹک گئے تھے۔ ہر عورت مبہوت تھی۔ اشمار رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ وہ رقصِ بسمل جاری رہا تا آں کہ میدان میں پُرشور گھنٹیاں بجنے لگیں اور ناظمِ اعلا قسریم نے کھڑے ہو کر اپنے حسین ہاتھ لہرائے۔ میں اس سُرخ بالوں والی عورت کے بارے میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ سراپا تجلی تھی۔ قسریم نے اشمار کو یہ رقص بند کرنے کا حکم دیا مگر وہ ناچتی رہی، اس کے کانوں میں گھنٹیوں کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی، معلوم ہوتا تھا اس نے ایک ابدی رقص کا فیصلہ کرلیا ہے، قسریم کی آواز بھی گھنٹیوں سے مشابہ تھی، وہ خراماں خراماں چلتی ہوئی میدان میں اس جگہ پہنچ گئی جہاں دھواں چھایا ہوا تھا اور اشمار محوِ رقص تھی۔ اس نے سختی سے اشمار کا بازو پکڑ لیا۔ اشمار پھرکی کی طرح اسے بھی مرغولے کے گرد نچا لے گئی لیکن قسریم نے اس پر جلد ہی قابو پالیا اور اس نے اپنے پیچھے آتے ہوئے مردوں کو اشارہ کیا۔ مردوں نے قسریم کے ہاتھ میں ایک جام دے دیا۔ قسریم نے یہ جام اشمار کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ لبِ پی کر اشمار کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ زمین پر ڈھیر ہوگئی۔ یہ ماجرا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ مجھے گمان ہوا کہ قسریم نے اشمار کے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے۔ میں نے اپنے تلوار ٹٹولے۔ قسریم ایک مخصوص انداز میں زمین پر بیٹھ گئی اور اس نے دھوئیں میں پھونکیں مارنی شروع کر دیں۔ یہ اس کی طلسمی پھونکوں ہی کا اثر تھا کہ دھواں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فضا میں تحلیل ہونے لگا اور اندر ایشام کا بدن جھانکنے لگا۔ ایشام بے ہوش تھی۔ قسریم نے اس کے لبوں پر ہاتھ پھیرا اور غلام مردوں کو حکم دیا کہ وہ اُسے اٹھا لیں۔

میدان صاف ہونے کے بعد دوسری ناظموں کا دستہ قسریم کی پشت پر کھڑا ہوگیا اور کامیابی کی موسیقی نے فضا کا تکدر دور کرنا شروع کر دیا۔ قسریم نے ایشام کے ماتھے پر پھولوں کا ایک گجرا باندھا اور میدان میں گویا کسی نے دریائے نشاط کا بند کھول دیا۔ قسریم کو سیاہ فام مردوں نے اپنے کاندھے پر اٹھا لیا اور اس نے بآوازِ بلند اعلان کیا: "مقدس شوطار دیکھ رہی ہوگی کہ ہم نے دیوتاؤں کے مسلک کی پیروی کی ہے۔ اشمار ہی اس مرد کی رفاقت کا حق رکھتی ہے کہ اس نے ناظم ایشام کو شکست دے دی ہے۔" پھر وہ براہِ راست اشمار سے مخاطب ہوئی۔ "سن لے اشمار! جزیرۂ اسار کی روایت کے مطابق یہ اجنبی مرد تیرے حوالے کیا جاتا ہے۔ اب یہ تیرا فرض ہے کہ تو اسے سرکشی سے روک اور تیرا حق ہے کہ تو اس کے وصال کی لذت سے بہرہ ور ہو۔ کوئی شبہ نہیں کہ دیوتاؤں نے اسے تجھے تفویض کیا ہے۔ ہاں تجھے اختیار ہے کہ تو اس سے جب چاہے دست بردار ہو جا، جب چاہے عطیے کے طور پر عارضی یا مستقلاً کسی کو بخش دے۔" اشمار ابھی تک بہکی ہوئی تھی۔ اس نے سنبھل کر قسریم کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور جھک کر سرشاری سے کہا: "مقدس شوطار دیکھ رہی ہوگی کہ میں نے اس مرد کے حصول کے لیے دیوتاؤں کی عطا کردہ ہر قوت آزمائی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ مجھے ان کی طرف سے جو کچھ بخشا گیا ہے، میں نے اسے فراموش نہیں کیا۔ مقدس شوطار اسار کی امین ہے۔ وہ دیکھ رہی ہوگی کہ جابر بن یوسف کے لیے میری طلب زیادہ شدید تھی۔ میں عہد کرتی ہوں کہ اس مرد کو اپنی تحویل میں رکھوں گی اور اسے وصال کی تمام لذتوں سے ہمکنار کروں گی۔"

اشمار یہ رسمی عہدنامہ ادا کر کے میرے پاس آئی۔ اس کی نگاہوں میں خمار کی کیفیت تھی۔ برتری کا ایک احساس۔ اس نے بے اختیار میری بندشیں کھولنی شروع کر دیں حالانکہ وہ پہلے ہی ڈھیلی ہو چکی تھیں۔ نیزے بردار سیاہ فام لڑکیوں کا غول پیچھے کی طرف جا چکا تھا۔

جزیرے کی خوش جمال عورتیں ہمارے گرد حلقے کی صورت میں ناچ رہی تھیں اور اشمار کی فتح پر دیوتاؤں کی عظمت کا غنائی اعتراف کر رہی تھیں۔ وہ مجھے آزاد کر کے میدان میں گھسیٹتی ہوئی محلات کی جانب بڑھنے لگی، یہ تماشا دیکھ کر عورتوں کے قہقہے نکل گئے۔ اس کی گرفت میری کلائی پر بہت سخت تھی۔

توری میں وہ موم کی طرح نرم اور ریشم کی طرح ملائم تھی مگر اس وقت اُس کے بدن میں بلا کی طاقت تھی۔ مجھے اشمار کے اس رویے پر حیرانی ہوئی۔ میں نے ضبط سے کام لیا اور اس کے ساتھ زرخرید غلاموں کی طرح گھسٹتا رہا۔ سُرخ و سپید لڑکیوں کا پرا جلوس کی صورت میں اشمار کے ساتھ تھا۔ آبادی کی حدود میں غلغلہ مچا رہا۔ پھر جب اشمار مجھے اپنی گرفت میں لیے لیے ایک عمارت میں داخل ہوگئی تو ان لوگوں کے نعرہ ہائے تحسین اور شروہ ہائے مسرت کا واویلا ختم ہوگیا۔ یہ اشمار کی قیام گاہ تھی۔ اس کی سفید دیواریں میناکاری سے مرصع تھیں اور یونان و مصر کے کسی گمشدہ طرزِ تعمیر کی یاد تازہ کرتی تھیں۔ مجھے وہاں کئی سیاہ فام مرد بھی نظر آئے جو اشمار کو دیکھ کے احتراماً خمیدہ ہوگئے۔ انھوں نے میری آمد معنی خیز نظروں سے دیکھی۔ اشمار فاخرانہ انداز میں مجھے ساتھ لیے ایک چھوٹے سے باغ میں داخل ہوئی۔ یہ باغ عمارت کے اندر ہی واقع تھا۔ وہاں پھولوں کے جھرمٹ کے درمیان ایک لمبی چوڑی چوکی پر اشمار نے مجھے ترنگ میں جھٹکا دیا تو میں لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔ چوکی پر پھول ہی پھول بکھرے ہوئے تھے۔ قریب ہی پرانے طرز کی صراحیاں رکھی تھیں اور سوراخوں میں پھول جھول رہے تھے۔ یہ جگہ واقعی جابر بن یوسف کے شایانِ شان تھی مگر جس طرح وہ یہاں لایا گیا تھا وہ جابر بن یوسف کی اہانت تھی۔ اشمار کا رویہ اجنبیوں جیسا تھا جیسے وہ مجھے پہچانتی ہی نہ ہو۔ وہ میرے سرہانے بیٹھ گئی اور غور سے میری آنکھوں میں کچھ تلاش کرنے لگی۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں اور ان میں ہزاروں سوال مچل رہے تھے۔ اشمار اسار میں میری منزل کی کلید تھی۔ میں نے اس سے اب تک کوئی بات نہیں کی تھی، میں اس کی وارفتگی کا خواہش مند تھا ایسے جذبوں کا جو مدت بعد کوئی شناسا چہرہ دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اشمار نہ ملتی تو کیا ہوتا؟ میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا مگر اشمار کی نظروں میں گزشتہ تعلق کی کوئی رمق نظر نہیں آرہی تھی۔ یہ بات سوہانِ روح کا باعث تھی۔ میں چاہتا تھا وہ خود ہی کلام کا آغاز کرے۔ وہ تنک گئی۔ "جابر بن یوسف!" اس نے تندی سے کہا: "اب تم میرے محکوم ہو۔"

"کس نے انکار کیا ہے؟" میں نے برجستہ کہا: "ہاں میں تمھارا محکوم ہوں۔ تم نے ایک صبر آزما مقابلہ کر کے مجھے حاصل کیا ہے اور مجھے احساس ہے کہ میں توری کی سرزمین پر نہیں ہوں۔ دیوتاؤں کی اس جگہ کا نام اسار ہے مگر میرا تمھارا ایک اور رشتہ بھی ہے۔ وہ ہے متبرک وصال کا رشتہ۔ جو ایک بار اگر قائم ہو جائے تو ہمیشہ کے لیے قلبی تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ ہم اجنبی نہیں ہیں۔"

"تم اسار میں ہو اور ہمارے تمھارے درمیان ایک مکانی بُعد قائم ہے۔ یہاں میں تقدس آمیز باکی طرف سے تھیں ودیعت نہیں کی گئی ہوں۔ اسار میں مردوں کی حیثیت ثانوی ہے۔ وہ عورتوں کے کھلونے ہیں۔" اشمار کے لہجے میں غیر متوقع مغائرت کی بُو تھی۔ "یہاں تمھارے تلوار اور تمھاری طاقت کی نہیں، تمھاری وجاہت کی طلب ہے۔ یہاں کی عورتیں خود دیوتاؤں کی اعلا طاقتوں سے مزین ہیں۔ ماضی کا باب بند کر کے ایک نیا رشتہ استوار کرو۔" میں نے

لہجہ بدل کے اشتیاق سے کہا: "جب تم اپنے حریف سے زور آزمائی کر رہی تھیں تو میری حالت عجیب تھی۔ کئی بار میرا ہاتھ اپنے نزادرسک جانب اُٹھ گیا تھا۔ سچ پوچھو تو مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اشیام کے مقابلے میں جیت جاؤ گی۔ شاید تم تسلیم کرو گی کہ میں نے خلاف روش دو مرتبہ دخل اندازی کی کوشش کی اور اس طرح تمھیں سنبھلنے کے مواقع فراہم کیے اور اس طرح تم اشیام کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمھاری طاقت و عظمت سے منحرف ہوں۔ اسار کی عورتوں نے مہذب دنیا کے اس مرد کو خاصا ہراساں کر دیا ہے مگر میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم اپنا رویہ تبدیل کر لو نہیں تو پھر مجھ سے بھی اسار کی زمین کا احترام نہ ہو گا۔ میں مزاحمت کروں گا۔"

"تم مزاحمت کرو گے؟ ایسا کر کے تم بڑی نادانی کرو گے۔" اشمار نے میری گردن پر اپنا آہنیں ہاتھ رکھ کے مجھے بے بس کر دیا۔ باقی تفصیل بیان کرنے کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔

اس کی شقاوت پر میں بھر بھری لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اور میں نے تلخی سے کہا: "اشمار! کیوں میرا خوب صورت تصور مجروح کر رہی ہو؟ یہ زلفیں اور رخسار میں نے پرکھے ہیں۔ میں تمھارے لیے ہوں اور تم مجھے جانتی ہو کہ میری سرشت میں کیسی بغاوت بھری ہوئی ہے؟ آؤ اطمینان سے بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ یہاں کتنی آنکھیں ہماری وابستگی سے محظوظ ہو رہی ہیں۔"

اشمار نے میری تلخیاں اس بار توجہ سے سنیں اور اس کی بے باک آنکھوں میں ایک جھجک سی نظر آئی۔ وہ باغ میں کچھ سوچتی رہی اور اس نے چند پتے توڑ کر انھیں چوکی کے اردگرد پھیلا دیا اور مجھ سے کسی قدر نرم لہجے میں رازداری سے مخاطب ہوئی: "تم یہاں تک آ کیسے گئے؟" میں اس کے محتاط انداز اور لہجے سے یہ سمجھ گیا کہ اس کا رویہ بدلا ہوا کیوں ہے؟ میرے خشک گلے میں کسی نے رس ٹپکا دیا۔ میں نے شگفتگی سے کہا: "تم جب توری سے چل آئیں تو میں نے ایک مدت مختلف جزیروں، صحراؤں اور غاروں میں گزاری میں

تین قبیلوں کا سردار بنا اور میں اپنی شجاعت سے مقدس آقابلا کے برگزیدہ لوگوں کی صف میں شمار ہونے لگا۔ اسی اثنا میں مجھے انگرولا کے باغیوں نے کھینچ لیا لیکن میں نے وہاں سے بھی نجات حاصل کر لی۔ تم جانتی ہو کہ مجھے مقدس آقابلا کے نیرہ کن حسن نے پاش پاش کر دیا ہے۔ سو میں نے اس کے بیش از بیش قرب کے لیے کسی ایک جگہ قیامت نہیں کی۔ میں بھٹکتا رہا اور آخر مجھے اسار آنے کا حکم ملا۔ تم مجھے اسار کے اسرار سے آگاہ کرو۔ تاکہ میں یہاں کی خوابیدہ سرزمین..... میں جوش میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اشمار نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"جابر بن یوسف! اس نے تمکنت سے کہا: "اسار اُن سب جزیروں سے مختلف ہے جنھیں تم نے دیکھا ہے اور جن کا ذکر تم نے سنا ہے۔ یہاں مقدس شوطار آقابلا کی نیابت کرتی ہے۔ اسے غیر معمولی صفات سے نوازا گیا ہے۔ کیا تم سوچ سمجھ کر یہاں آئے ہو؟ تمھیں معلوم ہے کہ مقدس شوطار کو ساحرِ اعظم جاملوش کی تائید حاصل ہے اور جاملوش بیزنار میں اقامت گزیں ہے۔ جاملوش کاہنوں میں سب سے بڑا کاہن اور ساحروں میں سب سے بڑا ساحر ہے۔ اس کی آنکھیں ہر سو دیکھتی ہیں۔" اشمار نے کسی قدر خوف سے کہا۔

"میں جاملوش کی عظمت کا احوال سن چکا ہوں۔ کیا میں یہ سمجھوں" میں نے ترشی سے پوچھا: "کہ تم نے میری معروضات پر ہمدردانہ غور کیا ہے؟ اور کیا میں دیوتاؤں کو درمیان میں لا کر تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

"میں اسار میں مقدس شوطار کی بلند اقبالی کے سوا کچھ نہیں جانتی" اشمار کا مصنوعی انداز میری سماعت بھانپ گئی۔ میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا: "کیا کبھی مقدس شوطار مجھے اپنی دید کے شرف سے نوازے گی؟"

"وہ جب چاہے گی تمھیں اپنے قصر میں طلب کر لے گی۔"

"اور وہ کیوں چاہے گی؟" میں نے زیرِ لب کہا: "مگر میں اس سے نیاز حاصل کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

اور مجھے احساس ہوا کہ اشمار مجھ سے کھل کر بات کرنے سے پہلو تہی کر رہی ہے۔ وہ کہتے کہتے رک جاتی اور بے اختیار اس کی زبان پر شوطار کا نام آ جاتا۔ میں نے گفتگو کسی اور وقت کے لیے ملتوی کر دی اور پوچھنے لگا۔

"تمھیں پہلے کیا ہو گیا تھا؟"

اس کے خوب صورت لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی: "میں تمھارا وزن کر رہی تھی۔"

"تم نے مجھے بہت پریشان کیا۔" میں نے اس کی زلفیں چوم لیں۔

"میں تمھاری سپرد ہوں۔ ابھی کیا ہے؟ میں اسار کی نازنینوں میں تمھارے لطف کا چرچا کروں گی اور تمھیں یہاں کی ہر آسودگی سے متمتع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"میں ایک متحرک شخص ہوں۔ مجھ سے ایک جگہ نہیں بیٹھا جاتا۔"

"میں تمھیں اسار میں ہر جگہ گھماؤں گی۔ جاملوش نے اس جزیرے کا حسن اپنے سحر سے سنوارا ہے۔ میں زندگی بھر تمھارے لیے مقابلے کرتی رہوں گی۔"

"اوہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ اسار ہی میرا مرکز ہے؟ کیا میں یہاں ٹھہر جاؤں گا؟"

"یہاں کی زندگی تمھارے اندر اس طرح شامل ہو جائے گی کہ تم یہاں سے جانے کا نام نہیں لو گے۔"

"تم دیکھنا۔" میں نے شوخی سے کہا: "بس تم میری رہبری کرتی رہنا"

"یہاں کے اسرار تمھارے لیے ناقابلِ فہم ہیں۔" اشمار نے خوف زدگی سے کہا۔

"میں مایوس نہیں ہوتا۔" یہ کہتے ہوئے میں نے اشمار کو اپنے زانو پر گرا لیا اور چوکی سے پھول بدمست ہو ہو کر نیچے گرنے لگے اور ڈالیاں شرما شرما گئیں اور ہر طرف ایک خوشبو چھا گئی اور میں نے آقابلا کے فسوں خیز حسن کا تصور کیا۔ وہ تصور جو مجھ سے ہوش چھین لیتا ہے اور مجھے کچھ خبر نہیں رہتی۔ وہ تصور جس نے جابر بن یوسف کو سحر و اسرار کی اس زمین میں زندہ رکھا اور اسے نہایت اہم شخصیت بنا دیا۔

اشمار سے دوبارہ ملاقات کا حال کیا کہوں؟ وہ مہکتی ہوئی رات بے خبری میں گزر گئی۔

صبح ہوئی تو اشمار کا اُجلا سراپا سامنے تھا اور اس کے چہرے پر سدابہار تازگی اور شادابی تھی۔ صبح ہوتے ہی میری خدمت میں اشمار کے غلام مردوں نے نفیس غذائیں اور مشروبات پیش کر دیے لیکن ایک بے چینی سی میرے دماغ پر چھائی رہی۔ وصل کے یہ ہنگام تو توری میں میسر تھے مگر وہاں خانزادہ آقابلا کی کوئی پری جمال میرے تصرف میں نہیں تھی۔ میں نے اشمار سے کہا کہ وہ مجھے اسار کی وادیوں اور بستیوں میں لے چلے۔ اس کے مردوں نے مجھے غسل دیا۔ پھر میرے گلے میں پھولوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ پھر اشمار مجھے ایک شان ایک ادا سے آبادی کی جانب لے کر چلی۔ اس کے ہاتھوں میں میرا ہاتھ تھا اور وہ مجھ سے ایک قدم آگے کسی ہرنی کے مانند چل رہی تھی۔ میرے چہرے پر بھی مسکراہٹ طاری تھی۔ میں اپنے جلوے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ نگاہیں میری جانب اُٹھتیں اور حسرت کا اظہار کرتی ہوئی بجھ سی جاتیں۔ اسار باغات و محلات کی زمین تھی۔ ہر طرف پہاڑ، ہر طرف وادیاں، پہاڑوں پر بنے ہوئے خوب صورت قصر اور اُبلتے ہوئے چشمے۔ مخملیں سبزہ اور مخملیں جسم۔ آب نشاط انگیز میں مخمور بدن، سیاہ و سفید کا حسین امتزاج۔ کہیں کوئی بڑا میدانی سلسلہ کہیں پہاڑ ہی پہاڑ۔ میں جہاں جہاں سے گزرا میری اور اشمار کی طرف قدم اُچھلے گئے۔

مہذب دنیا میں کچھ نہیں ہے وہاں سارے نظارے مصنوعی ہیں۔ انھوں نے خوب صورت وادیوں، خوش رنگ نظاروں اور حسین و جمیل جسموں کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے۔ جہاں یہ سب اکٹھے ہو جاتے ہیں وہاں تہذیب کا جبر عائد کر دیا جاتا ہے اور آدمی آدمی سے دور رہتا ہے۔ قوانین اسار میں بھی عائد تھے مگر صرف اس قدر کہ اس طلسمی نظام میں لوگ سرشور نہ ہو جائیں۔ بہرحال میرا منصب اس وقت مہذب دنیا اور تاریک براعظم کی فسوں کار سرزمین کا موازنہ کرنا نہیں ہے۔ یہ کام میں اس سرگزشت کے تمام ہونے تک اُٹھا رکھتا ہوں۔

نوکشس آمدید کہتے ہوئے اس غول میں فناسر بھی نظر آئی جس نے بقولِ خود سب سے پہلے مجھے اسار میں دریافت کیا تھا اور ناظم تلراکش کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

رات کو اشمار مجھے اسار کے شبستانوں میں لے گئی۔ میں ناظموں کی جلوہ گاہ کی ثمر باریاں بیان کر چکا ہوں۔ مجھے بیروت، پیرس اور قاہرہ کے پُرشکوہ عشرت کدے یاد آ گئے۔ بس فرق یہ تھا کہ یہاں عورتوں کو بالادستی حاصل تھی اور داخلے پر کوئی ٹکٹ نہیں تھا۔ میں نے کئی عورتوں کو اُٹھا لیا اور انھیں وسیع ہال میں گھماتا رہا۔ وہ اس از کھیل سے بہت محظوظ ہوئیں۔ کسی مرد سے وہ اتنی طاقت کی توقع نہیں رکھتی تھیں۔ ان کی نظروں سے حیرت ہویدا تھی۔

اور پھر یوں ہی کئی راتیں گزر گئیں، کئی دن گزر گئے۔ مجھے اشمار نے بتایا کہ اب شبستانوں میں میری وجاہت، میرے حسن، میرے جمالیاتی برتاؤ کا ذکر خوب دھوم سے ہو رہا ہے اور میں نے بہت کم مدت میں اسار کی نازنینوں کے دل میں گھر کر لیا ہے۔ وہ میری وجاہت سے متاثر ہیں اور میرے طرزِ عمل کی والہ و شیدا ہیں۔ میں نے یہ دن اسار کا چپا چپا دیکھنے میں صرف کیے اور ساتھ ہی اسار کی روایتوں میں ایک دلچسپ تغیر پیدا کرتا رہا۔

رات کے آخری پہر جب ہم تھکے ہارے اپنی اقامت گاہ میں لوٹتے تو میں اشمار سے اسار کے بارے میں کریدا کرتا۔ میرے اصرار سے اشمار تنگ آ گئی تھی۔ اس نے مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں میری کوئی اعانت نہیں کر سکتی لیکن اتنی بات ضرور جابر بن یوسف کے ذہنِ رسا میں آ گئی تھی کہ اشمار شوطار سے کبیدہ خاطر ہے اور مقدس آقابلا کا ذکر احترام سے کرتی ہے جب کہ اسار میں لوگ آقابلا کا ذکر صرف گاہے گاہے کرتے تھے۔ ہر زبان پر شوطار کا نام رہتا تھا۔ اشمار کسی پہلو میرے سوالوں کے دام میں نہیں آتی تھی اور مجھے کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ میں یہاں ماہِ عسل منانے نہیں آیا تھا۔ میرے پاس ایک ہی ذریعہ تھا کہ میں اشمار کو تنگ کروں۔ میں اسے تنگ کرتا رہا اور اشمار کی صحبت سے کم از کم مجھے اتنا فائدہ ضرور تھا کہ میں آزادی کے ساتھ گھوما کرتا تھا اور نازنینوں کے دلوں پر اپنے گہرے نقش بٹھایا کرتا تھا۔ اسار میں کوئی سرگرمی دکھانے سے پہلے اس کے مشاہدے اور مطالعے کے مرحلے سے گزرنے کا کام ضروری تھا۔ یہ مشاہدہ جان کا عذاب ہو جاتا۔ اتنے دنوں میں مجھے صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ میں نے اپنی شناخت اسار کی طرب گاہوں میں خوب کرا دی۔

اسار کا سفر بالکل توری سے مختلف تھا۔ مجھے خوش قسمتی سے وہاں دوسری طاقتوں کی مدد حاصل ہو گئی تھی مگر اسار میں ابھی تک میں کوئی ایسا گوشہ ڈھونڈنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا جہاں میرے بہی خواہ ہوتے جن سے میں اسار کے طلسمی رموز و اسرار کے معانی سمجھ سکتا۔ توری میں

سمرال تھا، سرنگا تھا، انگروما میں نیشا اور کیشا تھیں، گریسے تھا، گروٹا تھا۔ باگمان میں کاہو کی روح نے میری مدد کی تھی اور اشالا نے مجھے اکسایا تھا۔ یہاں صرف اشمار تھی جس پر اسار کا سحر اتنا غالب تھا کہ وہ اس ذکر ہی سے گریز کرتی تھی پھر میں نے اشمار سے اجازت لے کر راتوں کو تنہا گھومنا شروع کر دیا۔ میں ناظم تکراش کے پاس بھی گیا اور میں نے دوسری ناظموں کے بہشت بدن کی گل چینی بھی کی۔ یہ ایک دلچسپ مہم تھی کہ اسار کی تمام عورتوں کی قربتیں حاصل کی جائیں اور اس امر پہ فخر کیا جائے کہ میں نے دنیا کی حسین عورتوں سے لذت کشی کی ہے۔ میری اس مہم کا سب سے بڑا مقصد تھا کہ میری خوش دلی و فیاضی سے متاثر ہو کے وہ مجھے چند مبہم نشانات کا پتہ بتا سکیں وہ تو دصال کے سوا کچھ جانتی ہی نہیں تھیں بہر حال میں کسی سراغ رس کی طرح راستے سونگھتا رہا اور اسی دوران میں مجھے فناسر سے معلوم ہوا کہ اسار میں ایک بڑی عبادت گاہ ہے جہاں کا سحر سب سے اونچا ہے اور مقدس شوطار کے قصر میں نصب عکس نما پتھر میں عبادت گاہ کی عمارت اوجھل رہتی ہے۔ فناسر نے مجھے بتایا کہ جب اسار میں کسی کو نا انصافی کی شکایت ہوتی ہے تو وہ اسی عبادت گاہ کا رُخ کرتا ہے اور دیوتاؤں کے ذریعے شوطار کی توجہ اپنی جانب منعطف کراتا ہے۔ یوں بھی اس عبادت گاہ کی بڑی فضیلتیں ہیں۔ یہاں اسار کی جلیل القدر کاہنائیں ریاضت و عبادت میں مصروف رہتی ہیں اور شوطار کے لیے دیوتاؤں کو راضی رکھنے کا کام سرانجام دیتی ہیں۔

اس رات میں نے اشمار سے تذکرہ کیا کہ وہ مجھے اسار کی عبادت گاہ میں لے چلے، اشمار اس ذکر پہ حیرت زدہ رہ گئی اور چراغ پائی سے اس نے مجھے منع کر دیا۔ مگر میں نے آقابلا کے واسطے دے کر اُسے راضی کر لیا اور وعدہ کیا کہ اسار میں جب کبھی میں کوئی مشکوک قدم اُٹھاؤں گا تو اُسے ضرور مطلع کروں گا۔ میں رات بھر اشمار کو آمادہ کرنے کے لیے اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں مصروف رہا اور صبح اپنے زادِ سجا کر اشمار کے ساتھ اسار کی آبادی سے دُور ایک چھوٹی سی پہاڑی پہ واقع عبادت گاہ کی طرف چلا۔ عبادت گاہ کی عمارت کا جو خاکہ میرے ذہن نے فناسر کی گفتگو سے مرتب کیا تھا وہ اسی کے مطابق تھا۔ سرخ و سفید پتھر میں، اس عمارت میں قدیم ہیکلوں کی سی شان و شوکت تھی۔

عبادت گاہ پوری پہاڑی پر پھیلی ہوئی تھی، وہ عمارت بالکل نئی نظر آتی تھی جیسے اسے کل ہی بنایا گیا ہو۔ وہاں جگہ جگہ مجسمے اور جانوروں کی شبیہیں ایستادہ تھیں اور بڑے بڑے کمروں میں بُت خانے بنے ہوئے تھے ہر طرف زنانِ اسار اور سیاہ فام مردوں کی ٹولیاں گھوم رہی تھیں ایک عجیب قسم کی لطیف خوشبو سے ساری فضا آلودہ تھی۔ اشمار مجھے سب سے بڑی عمارت میں لے گئی جس کے در و دیوار پہ وصال کے مختلف مناظر بڑی خوب صورتی سے کندہ کیے گئے تھے اور قدِ آدم مورتیوں کے ستونوں پر عمارت اٹھی ہوئی تھی۔ جارا کاکا کے ایک بڑے مجسمے کے سامنے جا کے اشمار رک گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ پر کر لیے اور مورتی کے سامنے جھک گئی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ دیوتا بت کے کھلے ہوئے منہ سے دھواں نکل رہا تھا جو تمام عبادت گاہ معطر کر رہا تھا۔ اشمار دونوں ہاتھ پھیلا کر ایک گوشے میں کھڑی ہو گئی اور اس نے خانوادۂ آقابلا کی کنیزوں کے سے تاثر انگیز انداز میں کہا: "مقدس جارا کاکا! میں اس سرکش مرد کو تیری خدمت میں لائی ہوں۔ اسے بتا کہ تو شوطار کو پسند کرتا ہے اور میری رہبری کر کیونکہ میں فیصلے کی قوت سے محروم ہوں۔ میں نے اسے تیری طاقتوں کے طفیل حاصل کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اسے اسار کا پروانہ مقدس آقابلا نے عطا کیا ہے۔ مجھے اس عذاب سے بچا جو اس کے فتنہ جُو دماغ میں میرے لیے ہے۔"

اشمار عاجزی کے ساتھ جارا کاکا کے مجسمے کے سامنے دعا گو تھی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے اُس سے کہا: "شوطار کے عکس نما میں جارا کاکا کی یہ عبادت گاہ اوجھل رہتی ہے بس اے میری ہم نشیں! کسی حرف کے بغیر مجھے بتا کہ میں صدیوں بعد اسار میں انقلاب برپا کر کے مقدس آقابلا کی خوشنودی کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟"

اشمار کے چہرے پہ ویرانی چھا گئی۔ وہ دوبارہ جارا کاکا سے مخاطب ہوئی: "مقدس جارا کاکا اسے راستی کا راستہ دکھا۔ ورنہ آسمان سے کہہ کہ وہ اس پہ بجلی گرائے۔"

میں نے اشمار کو کھینچ لیا: "اگر جارا کاکا کو میری اعانت منظور نہیں تو میں یہاں سے ناکام واپس ہو جاؤں گا۔ اشمار تم کیوں خوف زدہ ہوتی ہو؟ کیا تم جارا کاکا کی اس عبادت گاہ کی پناہ میں بھی شوطار سے ڈرتی ہو؟"

"تم چاہتے کیا ہو؟" وہ اداس آواز میں بولی۔

"میں شوطار سے اسار کا اقتدار چھین لینا چاہتا ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں۔ شوطار دیوتاؤں کی پناہ میں ہے۔"

"اوہ اشمار۔ مقدس آقابلا کی کنیزِ خاص۔ کیا اس عبادت گاہ میں بھی مصلحتیں تمہارے دماغ سے وابستہ رہیں گی؟ یقین رکھو یہاں جارا کاکا کے سوا کوئی کچھ نہیں سُن رہا ہے۔ تم یہاں آزادی سے گفتگو کر سکتی ہو۔ کاش تم نے اس جگہ کا پتہ پہلے بتا دیا ہوتا۔" میں نے اسے جھنجوڑ کر کہا۔

"دیوتا مجھے معاف کریں جابر بن یوسف! تم یہاں کی زمینوں اور آسمانوں سے واقف نہیں ہو۔ تمہیں شوطار کی طاقت کا بھی اندازہ نہیں ہے۔ آقابلا نے اسے اپنی نیابت دیوتاؤں کی ایما ہی پر تفویض کی ہوگی۔ پھر شوطار نے خود دیوتاؤں سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس نے ایک بہترین نائب کے فرائض حسن و خوبی سے انجام دیے، اب وہ مقدس آقابلا کی قلم رو میں ہونے کے باوجود محض رسمی طور پر اس سے وابستہ ہے۔" اشمار نے اپنی مخفی گفتگو میں بھی کئی نکتہ رس باتیں مجھے بتا دیں۔

"اور اسی لیے اس نے یمن جزیروں کے ذہین اور جری سردار جابر بن یوسف کو اسار بھیجا ہے کہ وہ شوطار سے عنانِ اقتدار چھین لے، اس نے اپنے ایک اعلا غلام کی آزمائش کا کیا خوب عذر تراشا ہے۔ کیا میں اسے مایوس کر دوں؟" میں نے اشمار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

وہ میرے جوشیلے لہجے سے گھبرا گئی اور کہنے لگی: "تمہارے لیے یہ مشکل ہے، ممکن ہے وہ یہ نہ چاہتی ہو اور یہ محض تمہارا قیاس ہو۔"

"میں اس کے قرب کے لیے یہ کارنامہ ضرور انجام دوں گا چاہے اس میں میری تمام عمر صرف ہو جائے۔" میں نے ولولے سے کہا۔ "اور اگر میں غلطی پہ ہوں تو یہ دیوتا مجھے اس کا خمیازہ بھگتنے میں کوئی رعایت نہیں دیں گے اور میں دیوتاؤں کو اپنے حق میں آمادہ کرنے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"اسرار و طلسم کے اس کارخانے میں تم اپنے قدم جمانے کے باوجود ابھی بند دروازے پر کھڑے ہو۔" اشمار نے کرب سے کہا۔

"سنو اشمار!" میں نے اس کا بازو پکڑ کے کہا۔ "کیا تم مجھے آزاد کر سکتی ہو؟"

وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ "پھر تم کیا کرو گے؟"

"میں یہیں سے اپنے کام کا آغاز کروں گا، میں اس عبادت گاہ میں بیٹھ کر ریاضت کر کے دیوتاؤں سے اپنی برتری تسلیم کراؤں گا اور انھیں اپنے حق میں ہموار کروں گا۔"

"اگر کوئی مرد اس عبادت گاہ میں پناہ حاصل کرے تو اسار کی عورتیں اس سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔ میں مقدس آقابلا کے لیے تمھیں آزاد کر سکتی ہوں۔"

"شجاعت اور ذہانت کے کھیل اُسے پسند ہیں۔ تم مجھے اس اجنبی سرزمین میں ایک موقع فراہم کر رہی ہو۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ تمہارا یہ اقدام یقیناً مقدس آقابلا کو مرغوب ہوگا۔" وہ بھی یہی سمجھ رہی تھی۔ میں نے سرگوشی میں ایک چبھتی ہوئی بات کہی: "میرا خیال ہے۔ اُس نے تمھیں یہاں اسی لیے بھیجا ہو گا کہ تم اسار میں مقدس آقابلا کے نامِ نامی کا اعادہ کرو۔ مجھ سے کھل کر بات کرو اے عزیز و گرامی!"

"تم سچ کہتے ہو۔" وہ تعجب سے بولی۔ "معلوم ہوتا ہے تم نے تو ری... میں سرداری کے سوا حصولِ علم میں بھی وقت گزارا ہے۔ ہاں وہ شوطار سے ناخوش معلوم ہوتی ہے۔"

"اور وہ اس کی دست برداری کے احکام بھی برہنائے مصلحت صادر کرنے سے قاصر ہے۔ کیوں؟"

"میں نہیں جانتی ایسا کیوں ہے؟ شاید وہ کسی نیک وقت کی منتظر ہو، ممکن ہے اُسے بہتر شگون نہ ملا ہو اور اس کی سماعت ابھی پیش گوئیاں سُننے سے محروم رہی ہو اور اس نے حالات کا جوں کا توں رہنا قبول کر لیا ہو۔"

میں نے کسی خوف و خطر کے بغیر اشمار سے ناگفتنی باتیں بیان کر ڈالیں۔ ان باتوں سے میری استقامت میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ اور اس سے درخواست کی کہ وہ گاہے گاہے آتی رہا کرے کیونکہ میں ایک نامعلوم مدت کے لیے عبادت گاہ ہی میں رہوں گا۔ اشمار کے چمکتے ہوئے چہرے کی روشنی بجھنے لگی، وہ مجھ سے وعدہ کر کے دل گرفتہ چلی گئی۔ میں تنہا رہ گیا۔

عبادت گاہ کے اس ایوان سے باہر آ کے میں نے اس وسیع و عریض پہاڑی کے گوشے گوشے سے آگاہی حاصل کی اور ایک چھوٹی عمارت کے خاموش گوشے کو اپنا مستقر بنا لیا۔ میرا سلسلۂ خیال اب کسی حد کا پابند نہیں تھا۔ خیال کا اسپ بے لگام خلاؤں میں اڑ رہا تھا۔ اسار میں اس عبادت گاہ سے نقطۂ آغاز نظر آتا تھا، آقابلا نے شراڈ کے معاملے میں مجھے زنداں میں ڈال دیا تھا اور خود تین مہینے کے لیے برہنہ جسم کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو گئی تھی پھر جب اس کی عبادت کی مدت ختم ہوئی تھی تو کاہنِ اعظم سمورال نے مجھے اسار آنے کا حکم دیا تھا۔ کیا وہ سب میرے اسار آنے کے سلسلے کی ایک کڑی تھی؟ کیا آقابلا نے تاریک برِ اعظم میں صرف مجھے اس اہم کام کے لیے موزوں تر شخص سمجھا تھا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے قریب سمجھا اور میری طلب نے متاثر کیا؟ آہ آقابلا۔ تیرا غلام۔ تیرے لیے کیا نہیں کر سکتا؟ بس ذرا التفات کی ایک نظر تو کر۔ بس ایک لمسِ جاوداں کی بخشش دے دے اور پھر اپنے ہاتھ سے میری شہ رگ کاٹ دے۔ اس کے بعد کسے زندہ رہنا ہے؟ اور کون زندہ رہ سکتا ہے؟

میں نے اپنے سامنے آگ روشن کر لی۔

OO

میرے سامنے آگ روشن تھی اور میں زراشی کے صحرا کے عمل کا ورد کر رہا تھا۔ میں نے شیالی آگ میں ڈال دی سانس کے لیے بھی

مناسب جگہ تھی۔ آگ خود بخود روشن رہتی اور میں اُس سے کھیلتا رہا اور اس روشن آگ کے سامنے شب و روز گزرتے رہے۔ رات کو میں ہر روز ایوان میں جارا کاکا کے مجسمے کے سامنے چلا جاتا اور صبح اپنے مستقر پر واپس آجاتا۔ رفتہ رفتہ عبادت گاہوں کے مستند کاہنوں نے میری ریاضت دیکھ کے میری جانب توجہ دینا شروع کیا اور میرے جذبِ کامل سے متاثر ہو کے مجھے مشترکہ عبادت میں شامل کر لیا۔ یہیں میرا ربط ضبط دیوتاؤں کے ان برگزیدہ خدمت گزاروں سے ہوا۔ ان میں مہ جمال کاہنائیں بھی تھیں اور بوڑھے عبادت گزار بھی۔ پھر عبادت گاہ کے زائرین دوسرے کاہنوں سے سعادت سمیٹنے کے اطوار میں میرے پاس بھی خیر و برکت کے لیے آنے لگے اور میرے سامنے جلتی ہوئی آگ میں پھول نچھاور ہونے لگے۔ دن بھر زائرین کا تانتا بندھا رہتا مگر میں ان تمام لوگوں سے بے نیاز ہو کے اپنے آپ میں گم رہتا۔

شوطار عبادت گاہ میں میرے مستقل قیام پر یقیناً برہم ہوتی ہوگی، میں نے اسسار کے قوانین کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا تھا اس لیے میں مطمئن تھا، عبادت گاہ کے کسی معاملے پر شوطار کو اختیار نہیں تھا۔ شکست خوردہ اور پریشاں حال زائرین شوطار کے خوف سے بے پروا ہو کے یہاں آتے اور دیوتاؤں کے سامنے مطالبے پیش کر دیتے۔ عبادت گاہ میں جنس کو ایک مقدس درجہ حاصل تھا، چنانچہ وہ کسی امتناع کے بغیر جارا کاکا کے مجسمے کے سامنے جنسی افعال کا مظاہرہ کرتے۔ کبھی کبھی کاہن اور کاہنائیں بھی اس عمل میں شریک ہو جاتیں۔ یہ ان کے لیے کوئی غیر معمولی مظاہرہ نہیں تھا۔ کئی دن بعد اشمار بھی عبادت گاہ میں داخل ہوئی اور اس نے جارا کاکا کے مجسمے کے سامنے مجھ سے وصال کی تمنا ظاہر کی۔ میں انکار کی جرأت نہیں کر سکا حالانکہ میری طبیعت اُس ماحول میں ایسے فعل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ کاہن خود کبھی پیش قدمی نہیں کرتے تھے لیکن وہ دستِ درخواست ٹھکراتے بھی نہیں تھے، یہی حال کاہناؤں کا تھا، وہ کسی تشنہ کام مرد کی خواہش پر اسے وصال کی لذت سے سرشار کرتی تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوتاؤں نے انھیں خلق کی آسودگی کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ ان کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اشمار نے مجھے بتایا کہ جزیرۂ اسسار کی ناظموں نے مجھے آزاد کرنے پر اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا لیکن چونکہ یہ عمل اسسار کی روایتوں کے مطابق تھا اس لیے انھوں نے اشمار سے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ میں نے شوطار کے محل کا حال پوچھا، اس نے بتایا کہ حسن و جمال میں اتابلا کے بعد شوطار کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اشمار آسودہ ہو کے چلی گئی اور وداع کے وقت اس نے پھر مجھے متنبّہ کیا کہ میں جذبات اور عجلت میں کوئی قدم اٹھانے سے گریز کروں۔ میں نے اشمار سے کہا کہ وہ مجھے عبادت گاہ سے باہر ہونے والے ہر تغیّر سے مطلع کرتی رہے اور اطمینان رکھے کہ اگر دیوتاؤں کو شوطار کی معزولی منظور ہے تو اسے کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

❁

عبادت گاہ کا عظیم الشان کاہنِ اعظم قرسام میری نفسانی حسیات، میرے اطوار اور میری ریاضت سے اس قدر متاثر ہوا کہ مجھے رات کو عبادت گاہ کے خاموش علاقوں میں لے گیا اور اس نے مجھے سمورال کی طرح سرپرستانہ انداز میں حیرت انگیز طلسمی اعمال کی تربیت دینے کا آغاز کیا۔ قرسام کی توجہ کا حصول ایک دقت طلب کام تھا، جابر بن یوسف ہی یہ سخت کٹھن مرحلہ طے کر سکتا تھا۔ قرسام کی امانت دیکھ کے میں نے اپنی شدت اور مدت بڑھا دی اور ہر لمحے اس کے تعاقب اور خدمت میں رہنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے جلد ہی اس کے عزیز نائب کی حیثیت اختیار کر لی، یہ شخص بڑا نیک نفس ذہین اور متجسس تھا۔

میں غائبانہ عبادت گاہ کی مشقت کا حال بیان کرنے میں کوتاہی کر رہا ہوں۔ قرسام ہی کا معاملہ لیجیے۔ قرسام کے حصول کے لیے ایک بڑا وقت صرف ہو گیا تھا۔ میں نے اس کے سامنے عجیب و غریب نظارے کیے تب کہیں جا کر اس کی جوہر شناس نگاہ میری جانب اٹھی اور اٹھی۔ میں نے ان محیر العقول واقعات کے اظہار میں عجلت سے کام لیا ہے، وجہ یہ ہے کہ سنسان علاقوں اور ویران راتوں میں مجھ کے دل پر جو کیفیت گزرتی تھی، اسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ان حادثات سے وابستہ رہ چکا ہو۔ بہرحال میں نے ایک مدت گزار کے عبادت گاہ سے اوپر پہاڑ پر جا کے تنِ تنہا ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں مخالف ہوائیں چلنے لگیں اور نادیدہ طلسمی قوتوں نے مجھے ہیجان میں مبتلا کر دیا۔ کہیں بدہیئت اور مہیب ہیولے میرا سکون درہم برہم کرتے، کہیں خوفناک آوازیں مجھ پر حملہ آور ہوتیں، کہیں نوچنے کھسوٹنے والے جنگلی پرندے میرے گرد پرواز کرتے، کہیں سے جن کی آوازیں میری شقی القلبی کا لیتیں اور کبھی چنگاریاں سی میری جانب لپکتیں۔ ان تمام ہولناکیوں کے باوجود میں ایک پتھر کی طرح اپنی جگہ ایستادہ رہتا اور آخر کاہنِ اعظم قرسام کے حکم سے میں چند عشرے وہاں گزارنے کے بعد واپس عبادت گاہ میں آگیا۔ قرسام مجھے اپنے قریب بٹھانے لگا اور میں نے اس کے سامنے خود کو ایک ایثار پیشہ شاگرد ثابت کیا۔

پھر ایک دن جب میں جارا کاکا کے مجسمے کے سامنے زرتشتی ابدی آگ جلائے بیٹھا تھا اور میرا چوبی اژدہا بن کار اس آگ کے

مستانہ رقص کر رہا تھا، میرے پاس اشمار آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ شوطار نے اپنی نازنینوں کا ایک پرا بہترین تحائف کے ساتھ ساحرِ اعظم جالوش کی خدمت میں روانہ کیا ہے اور اگلی چاندرات میں شوطار نے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے ایک جشن کا اعلان کیا ہے جسے جشنِ بہار کا نام دیا گیا ہے۔

میں اشمار سے یہ اطلاع سننے کے بعد ایک تاریک علاقے میں بیٹھ کر اپنے آپ سے ہم کلام رہا اور میں نے قرسام کی خدمت میں حاضری دی اور اس سے عبادت گاہ سے باہر جانے کی اجازت طلب کی۔ قرسام میری اچانک آمد پر جز بز ہوا اور اس نے مزید چار روز قیام کا حکم دیا۔ میں نے قرسام کی بات مان لی اور قرسام نے ان چار دنوں میں مجھ سے اذیت ناک مشقتیں کرائیں۔ اس نے اپنے حجرے میں بند کر کے مجھے بدذائقہ غذائیں کھلائیں اور کسیلے کڑوے مشروبات سے میری تواضع کی، وہ میرے جسم پر ایک خاص قسم کا تیل چھڑکتا رہا اور اس نے مجھے کسی رات سونے نہیں دیا اور اپنے حجرے میں لٹکے ہوئے متعدد سانپوں اور اژدہوں سے مجھے جگہ جگہ سے ڈسوانے کا تکلیف دہ عمل جاری رکھا۔ کئی چوبی پرندوں نے متحرک ہو کے میرے جسم میں ٹھونگیں مار مار کے مجھے لہولہان کر دیا۔ چار روز بعد جب میں اس حجرے سے باہر نکلا تو میری آنکھیں غنودہ تھیں اور قدم ڈگمگا رہے تھے۔ کاہنوں نے مجھے احترام سے رخصت کیا اور میرے گلے میں موتیوں کا ہار ڈال دیا جو اس بات کی سند تھی کہ میں نے اس عبادت گاہ میں کاہنوں کو خوش کیا ہے اور میری ریاضت کے صدق میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ میں عبادت گاہ سے چلتا ہوا اسسار کے محلات میں داخل ہوا۔ اپنی شکستہ حالی اور پس ماندگی کے باوجود میرا ذہن مستقبل کے منصوبوں کے تانے بانے بن رہا تھا۔ راستوں میں حسین عورتوں نے جگہ جگہ میری پذیرائی کی اور میرے جسم پر شراب چھڑکی۔ میں مسکراتا ہوا گلیوں سے گزرتا رہا۔ سب کو معلوم تھا کہ اشمار نے مجھے حاصل کیا ہے لیکن میرے قدم اشمار کے محل کی طرف نہیں اٹھ رہے تھے۔ مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟ یا مجھے کہاں جانا چاہیے؟ میرے پیچھے پیچھے عورتوں کا ایک جلوس چلنے لگا۔ پھر اچانک میں نے مڑ کے ان سے دریافت کیا۔ ”ناظم الیشام کا علاقہ کون سا ہے؟“

”آؤ میرے ساتھ۔“ ان میں سے کئی نے بیک وقت کہا۔

”چلو مجھے ناظم الیشام کے محل میں پہنچا دو۔“ میں نے ان سب کو فریب دیتے ہوئے کہا۔

”آہ۔ تم کتنے وجیہہ ہو۔“

”تمھیں مقدس شوطار کے محل میں جانا ہے۔“

میں مسکراتا ہوا ان کی جلو میں الیشام کے محل تک گیا۔ الیشام کے محل کی سیاہ فام دربان کنیزوں نے میرا راستہ روک دیا۔ مجھے اس وقت تک باہر رکنا پڑا جب تک اندر سے باریابی کی اجازت نہ مل گئی۔ ایک مرصّع کمرے کے دروازے پر مجھے حیرت زدہ الیشام نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ میں نے نہایت احترام سے اسے مخاطب کیا۔

”معزز ناظم الیشام! اشمار سے آزاد ہونے کے بعد میں عبادت گاہ میں چلا گیا تھا۔ وہاں سے سیدھا تمھارے پاس آ رہا ہوں۔ تم نے میرے لیے جنگ کی تھی اور میں سمجھتا ہوں، اشمار کے بعد تمھی مجھ سے قریب ہو۔“

اشمار کو شاید اپنی سماعت پر شبہ تھا۔ وہ گنگ ہو گئی اور اس نے میرے سراپا کا بغور جائزہ لیا۔ یقیناً اسے وہ ہار بھی نظر آیا ہوگا جو میرے گلے میں اسسار کی عبادت گاہ کے کاہنوں نے ڈال دیا تھا۔ اس نے اپنے غلام مردوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے مجھے اندر ایک نشست پر بٹھا دیا اور پتھر کی تھالی پر رنگ برنگے مشروبات میرے سامنے پیش کر دیے۔ الیشام مجھے تک رہی تھی۔ میں نے اس کی حیرت دور کرنے کے لیے کہا۔ ”میں اب خود تمھارے پاس آگیا ہوں کیوں کہ اشمار مجھ سے کنارہ کش ہو گئی ہے۔ تمھاری طاقت نے میرے دل کے نہاں خانے میں اپنا رنگ جما لیا ہے۔ ہر چند کہ یہ مقابلہ اشمار نے جیتا تھا مگر تم نے اپنی قوت کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔“

”جابر بن یوسف!“ وہ پُر تجسس آواز میں بولی۔ ”میں تمھاری آمد پر بے حد شاداں ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم از خود میرے پاس آ گئے ہو۔“

”میں تمھارے سامنے بیٹھا ہوں، مجھے اسسار میں رہنے کا طریقہ نہیں آتا کیوں کہ میں نے یہاں کے نشاط کدوں میں چند ہی دن گزارے تھے پھر میں عبادت گاہ میں چلا گیا تھا اور اب میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے سلوک میں مجھے میری سابق عادتوں کی رعایت ضرور دو کہ میں اسسار میں نووارد ہوں اور وہاں سے آیا ہوں جہاں مردوں کو برتری حاصل ہے۔“ کہتے کہتے میری آواز جذبات میں ڈوب گئی۔

اس کے نازک لب پھڑپھڑانے لگے اور اس کے شہابی رخساروں پر شفق کا رنگ گہرا ہو گیا۔ اس کے ہاں جھجک تھی، میں نے خود بڑھ کے اس کی جھجک دور کر دی۔

”روحِ الیشام!“ اچانک وہ پھٹ پڑی۔ ”اور قریب ہو جاؤ۔ آہ میرے لیے یہ تصور ہی روح فرسا تھا کہ تم اشمار جیسی حقیر عورت کے قبضے میں ہو، تمھیں تو کسی ناظم کے محل کی آرائش بننا چاہیے تھا۔ تم۔ تمھارے لمس میں ایک سحر ہے۔“

"مجھے معلوم تھا تم میری قدر کرو گی، مجھے صدمہ ہے کہ یہاں پہلے پہل میرے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا۔ میں نے اسار کی روایتوں کا احترام کیا، ورنہ میں اپنے نوادر سے انھیں داغ دار کر دیتا۔"

الیشام لمحوں میں جنون کی حدیں چھونے لگی اور میں نے سب کچھ گوارا کر لیا کیونکہ شوطار تک پہنچنے کے لیے الیشام کا ذریعہ ہی سب سے کارگر معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس دن کچھ نہیں کہا۔ اس کے پھول دار بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔

اور اسی عالم مدہوشی میں اسار کی رات آ گئی۔

میں اپنی فریفتگی اور شیدائیت سے الیشام کے دل میں اعتماد کا بیج ڈال چکا تھا، رات تک جذباتی کشمکش اور معاملات نشاط کے سبب یہ بیج نمو پانے لگا۔ ایسے معاملات ہی تمام عاقبت اندیشیوں اور مصلحت کوشیوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ الیشام تو یوں بھی کچھ دیوانہ طبیعت کی عورت تھی اور پھر میرے سلسلے میں اس نے بڑی ندامتیں اٹھائی تھیں، بڑے دکھ سہے تھے۔ جب میں اس کے سامنے پہنچا تو وہ گم سی ہو گئی، اسے ہوش ہی نہ رہا کہ اپنے اردگرد بھی نظر ڈال لے۔

چنانچہ رات کو جب میں نے اس سے ناظموں کی خصوصی نشست گاہ میں جانے کی خواہش ظاہر کی تو وہ کچھ اکراہ کے بعد آمادہ ہو گئی کیوں کہ اسے میری خاطر بہرطور عزیز تھی۔ میں اسار میں صرف اس کے پاس آیا تھا، اس نے میرے جسم پر خوشبوئیں چھڑکیں اور اپنے غلام مردوں کے ہمراہ مجھے اس محل میں لے گئی جہاں رات کو اسار کی تمام ناظموں کا اجلاس ہوتا تھا۔ اجلاس کیا ہوتا تھا، لطف و سرور کا بازار سجتا تھا اور حصولِ لذت کے نئے نئے ہنگامے برپا کیے جاتے تھے۔ عورتیں اور مرد باہم رقص کرتے تھے۔ الیشام کے ہمراہ مجھے دیکھ کے اسار کی ناظموں کے چہرے عجب کیفیت کی غمازی کرنے لگے۔ میں نے ایک ادا سے اپنی گردن تان لی اور انھیں ایسی نظروں سے دیکھا جیسے میں کسی کو دیکھ نہیں رہا ہوں۔ میں نے الیشام سے "والہانہ لگاؤ" کا اظہار دوسروں سے بے نیازی اور الیشام میں سما جانے کے انداز میں کیا۔ میں نے کسی کی طرف مسکرا کے نہیں دیکھا۔ میرے ان سنگدلانہ تیوروں نے ناظموں کے اجلاس میں ایک آگ سی لگا دی۔ میں نے دانستہ عبادت گاہ کے کاہنوں کا عطا کردہ ہار نہیں پہنا تھا، وہ میرے ہاتھ میں چھپا ہوا تھا۔ ناظمِ اعلا قسریم بھی وہاں موجود تھی، الیشام فخر کے ساتھ اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ گئی۔ قسریم نے میری حاضری پر سب سے مختلف ردِ عمل کا اظہار کیا، اس کے ماتھے پر شکنیں پیدا ہو گئیں۔ میں نے اس کی جانب دیکھ کے منہ بگاڑ لیا، اسی طرح تلراش کی نگاہوں میں بھی میرے لیے کوئی پذیرائی نہیں تھی، اسے بھی میں نے اپنی بے نیازی سے او ر بد دل کر دیا۔ ہماری آمد پر رقص رک گیا تھا اور ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی۔ ناظمِ اعلا قسریم نے پھر الیشام کو اپنے پاس بلایا اور اس سے سرگوشی میں کچھ کہنے لگی۔ ناظم الیشام پہلے تو توجہ سے اس کی باتیں سنتی رہی پھر اس کے رخسار دہکنے لگے اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کے درمیان کسی موضوع پر تلخی شروع ہو گئی ہے۔ ناظم الیشام دیر تک وہیں ٹھیری رہی۔ میں اس دوران میں روایتوں کے خلاف حرکتیں کرتا رہا۔ میں نے رقص میں شامل ہو کے ایک حسین عورت پکڑ لی، میری اس جرأت پر محفل کی برہمی اور بڑھ گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ کا قدح اس کے بدن پر ڈال دیا، ناظم تلراش بھی الیشام اور قسریم کی گفتگو میں شریک ہو گئی تھی۔ یکایک گھنٹیوں کا شور ہوا۔ رقص تھم گیا اور ناظمِ اعلا قسریم نے اپنا ہاتھ ہلا کے تلراش کو کوئی اشارہ کیا۔ تلراش نے اپنی ساق کہیں پر ایک ضرب لگائی۔ پلک جھپکنے میں دروں اور ستونوں کے درمیان سیاہ فام نیزا بردار عورتوں کی فوج جمع ہو گئی۔ ان کی مستعدی پر میں دنگ رہ گیا۔ میں نے الیشام کی جانب حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ وہ مغموم بیٹھی تھی۔ اس نے گردن جھکا لی۔ ناظم تلراش نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ میں ناظموں کی اس خصوصی نشست گاہ سے نکل جاؤں۔ میں جہاں کھڑا تھا، وہیں کھڑا رہا اور میں نے بہکے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے محترم ناظم الیشام یہاں لائی ہے، میں اس کے ساتھ واپس جاؤں گا، میں اس کا مہمان ہوں۔"

"ناظم الیشام اب مزید تمھاری رفاقت کی خواہاں نہیں ہے۔" تلراش نے گرج کر کہا۔ "تم یہاں سے جا سکتے ہو۔"

"میں کہاں جاؤں؟ میرا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کیا اسار میں مردوں کی یہی قدر کی جاتی ہے؟"

"جابر بن یوسف! تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، اس کی تعمیل کرو اور بہتر ہے کہ اسار کا جزیرہ چھوڑ دو۔"

"یہ ظلم ہے۔ میں مقدس آقا بلا کی اجازت سے یہاں آیا ہوں۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔"

"احتجاج؟" تلراش نے طنزاً کہا اور اپنی ناظموں سے مخاطب ہو کے پوچھا۔ "کیا تمھیں اس لفظ کا مطلب معلوم ہے؟" وہ تلراش کے تخاطب پر ہنس پڑیں۔

"ناظم الیشام نے مجھے پناہ دی ہے، میں اس کے بغیر کیسے جاؤں؟"

"اگر تم یہاں سے خود نہ گئے تو تمھیں نکال دیا جائے گا۔" تلراش غصے میں بولی۔

"میں مقدس شوطار کی خدمت میں تمھاری اس بدسلوکی کی شکایت کروں گا۔" میں نے برہمی سے کہا۔

میں نے الیشام کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا، وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ وہ پشت کیے ایک طرف کھڑی تھی۔ میں نے ایک چیخ مار کر الیشام کی طرف دوڑنا چاہا۔ سیاہ فام نیزا بردار عورتوں نے اپنے نیزے میرے آگے کر دیے۔ میں نے کسی پاگل کی طرح ان کے نیزے ہٹانے چاہے تو ان کی نگاہوں میں اور سختی آ گئی اور انھوں نے مجھے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ "ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔" میں نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ ان میں اور شدت پیدا ہو گئی اور وہی ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ ایک عورت نے میرے حلق پر نیزا تان لیا لیکن اس نے اسے میرے گلے میں اتارا نہیں۔ میں نے وہ نیزا اپنے ہاتھ سے قابو میں کر کے ایک جھٹکا دیا۔ عورت چکراتی ہوئی زمین پر گری، دوسرے نیزے میرے قریب تھے مگر میں بہت تیزی سے تیورا کر اٹھا اور میں نے ان سب پر نیزا تان لیا۔ ادھر میں نے اشارے سے اپنا چوبی اژدہا متحرک کیا۔ تلراش نے مجھے پھر حکم دیا کہ میں نیزا بردار عورتوں کا مقابلہ ترک کر دوں ورنہ مقدس شوطار کے قہر سے مجھے کہیں امان نہ ملے گی۔ میں نے اس کے حکم پر کان نہیں دھرے اور الیشام کی طرف دوبارہ جانا چاہا، اس بار انھوں نے شعلہ بار نظروں سے میرا راستہ روکا اور میں نے پہلے تو اپنے واحد نیزے سے ان کا مقابلہ کیا، تین سیاہ فام عورتیں میری مستعدی کی تاب لا سکیں اور وہیں ڈھیر ہو گئیں۔ پھر میں نے نیزا پھینک کر شپالی اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے اچھال کے ان پر [illegible] لگا۔ میں نے ان کے دوسرے حملے کا انتظار بھی نہیں کیا اور [illegible] سامنے آیا اسے پھینک دیا۔ شپالی جیسے ہی سامنے والی ایک نیزا بردار [illegible]ورت سے مس ہوئی، وہ جہاں کھڑی تھی وہیں ایک دردناک کراہ [illegible] ساتھ بیٹھ گئی۔ میرے چوبی اژدہے نے اسے حاصل کر لیا۔ جب وہ [illegible] واپس لے آیا تو میں دیوانہ نیزا بردار عورتوں کے درمیان گھس [illegible]یا اور میں نے وحشت میں ان کے نیزے آپس میں ٹکرا دیے اور دو کی [illegible] سینگ ان کے جسموں میں چبھو دیے۔ میں ایک بپھرا ہوا درندہ تھا۔ [illegible] انھیں بپھرتا ہوا الیشام کے پاس پہنچ گیا اور دیوانہ وار اس کی پشت [illegible] لپٹ گیا۔ الیشام نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپا لیا اور مجھے [illegible] پیچھے نیزوں کی چبھن محسوس ہوئی۔ انھوں نے مجھے نرغے میں لے لیا [illegible] مجھے پیچھے مڑنے کا موقع نہیں ملا۔ الیشام نے بھی اپنا چہرہ میری [illegible]ت نہیں کیا۔

"جابر بن یوسف!" یہ ناظمِ اعلا قسریم کی کھنک دار آواز گونجی۔ [illegible] نے اسار میں سرکشی کی ہے۔ اسار میں کسی مرد کو آج تک یہ جرأت نہیں ہوئی۔ تم اپنے نوادر قابو میں رکھو اور خود کو ہماری تحویل میں دے دو۔"

"معزز قسریم!" میں نے اپنا چہرہ اس کی جانب موڑے بغیر ادب سے کہا۔ "اسار کی معزز عورتوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جابر بن یوسف تاریک برِ اعظم کے تین قبیلوں کا سردار ہے اور اس نے یہ مناصب یقیناً کسی برتری کے سبب سے حاصل کیے ہوں گے۔ پھر اسے اسار کی عبادت گاہ کے مقدس کاہنوں نے سرفرازی کی سند دی ہے۔ یہ طور طریق اس کے رتبے کے خلاف اور اس کے مزاج کے منافی ہیں۔"

"مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس زمین پر فیصلے کرنے کے مختار ہو گئے ہو۔ یہ تمھارا زیرِ نگیں علاقہ نہیں ہے اور یہاں تمھیں کسی نے مدعو بھی نہیں کیا ہے۔ مقدس شوطار نے مجھے یہاں کا ناظم اعلا مقرر کیا ہے اور اسی کی وساطت سے میں تمھاری حراست کا حکم دیتی ہوں۔" قسریم کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"پھر تم کیا کرو گی؟" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

"تمھارا فیصلہ مقدس شوطار کرے گی کہ اس کے فیصلے شک اور شبہے سے بالاتر ہوتے ہیں اور وہ تمھارے حق میں کوئی اچھا فیصلہ نہیں کرے گی۔"

"میں مقدس شوطار کی فضیلت پر اعتبار کرتا ہوں۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "اور اس شرط پر اپنے آپ کو حراست میں دیتا ہوں کہ میرا مقدمہ اس کی خدمت میں پیش کیا جائے اور میرے ساتھ ایک معزز مہمان کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ہر چند کہ میں ایک زنداں میں محبوس ہوں گا۔"

میری پشت سے نیزے ہٹ گئے اور میں نے الیشام کے کاندھے چھوڑ دیے۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ اسار کی تمام ناظمیں ایک صف میں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے کاہنوں کا عطا کردہ ہار پہن لیا۔ ان کے چہروں پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ نیزا بردار عورتوں کا دم خم پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ گیا۔ میرے اردگرد پہرے دار عورتیں تھیں۔ میں نے پھر پیچھے مڑ کر ان کے تاثرات نہیں دیکھے۔ شپالی اچھالتا ہوا میں عمارت میں قید کر دیا گیا۔

میں اپنے حبس کا حال مختصر بیان کر رہا ہوں، میرا خیال تھا کہ مجھے جلد ہی شوطار کے محل میں پیش کر دیا جائے گا لیکن انھوں نے پلٹ کے میری خبر نہیں لی۔ میری نگراں محافظوں میں اور اضافہ کر دیا گیا اور مجھے بدترین غذائیں فراہم کی گئیں۔ کوئی انتہا پسندانہ قدم اٹھانے سے پہلے میں شوطار کو ایک نظر دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ میں اس کے محل میں کسی طور رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک مشکل امر تھا، شوطار

میرے ارادوں سے آگاہ ہوگی۔ اس نے میرے گرداب سیاہ دیواریں کھڑی کردی تھیں۔ میں اگر اسار کی عبادت گاہ میں نہ جاتا تو مختلف عورتوں میں منتقل ہوتا رہتا۔ مجھے کاہنوں نے بتایا تھا کہ اب اسار میں میرا درجہ میری عبادت و ریاضت کی وجہ سے بلند ہوگیا ہے اور میرا احترام اسار کے جملہ باشندوں پر فرض ہے مگر شوطار اور اس کی ناظمین نے وہ سارا احترام بالائے طاق رکھ کے مجھے زنداں میں ڈال دیا تھا۔ کئی دن تو میں انتظار کرتا رہا کہ شاید حالات کوئی مثبت رُخ اختیار کرلیں۔ ایشام کے پاس جانا اور اس سے ناظموں کی خصوصی طرب گاہ میں جانے کا اصرار کرنا اور پھر ایسے حالات پیدا کرنا کہ میں وہاں ایک نزاعی شخصیت بن جاؤں، یہ سب میں نے اسی منصوبے کے تحت کیا تھا کہ مجھے کسی نہ کسی طرح شوطار کے محل میں باریابی کی اجازت مل جائے گی۔

جب کئی دن بیت گئے تو میں نے نیزا بردار عورتوں کو تنگ کرنا شروع کردیا اور میں نے اپنے پُراسرار وظائف سے زنداں میں ایک خوف ناک صورتِ حال پیدا کردی۔ میں نے کئی عورتوں کو شپالی سے داغ دار کردیا اور میرا اجوبی اژدہا متحرک ہوکے ان کے پیروں سے لپٹ گیا۔ وہ میری اس دہشت گردی سے ہراساں ہونے لگیں۔ میں نے غذاؤں کے تھال ان کے منہ پر مار دیے اور شپالی کی مدد سے زنداں میں آگ روشن کردی اور بلند آواز میں زارشی کے صحرا کا ورد کرنے لگا۔ اس آگ کی لپٹیں اتنی بلند اور شدید تھیں کہ میری نگراں محافظوں کا وہاں ٹھیرنا دوبھر ہوگیا اور وہ شوطار سے فریاد کرنے لگیں۔ انھوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور زنداں سے باہر نکل گئیں۔ میں نے یہ آگ سرد نہیں کی۔ زنداں کی سیاہ دیواریں تپنے لگیں۔ میں اس میں بیٹھا رہا۔ میرے اس ہذیان اور دہشت کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ اسی دکشن آگ سے گزرتی ہوئی تلراش کی آواز میرے پاس آئی۔ ”جابر بن یوسف! یہ آگ بجھادو۔ یہ آگ بجھادو۔ دیوتاؤں کے لیے خاموش ہوجاؤ۔ تمھیں مقدس شوطار نے طلب کیا ہے، تمھیں مقدس شوطار نے طلب کیا ہے۔“

”نہیں، تم جھوٹ کہتی ہو۔“ میں نے اندر سے جواب دیا۔

”مقدس شوطار اپنے قصر میں تمھاری منتظر ہے۔ دیوتاؤں کا واسطہ میں سچ کہہ رہی ہوں، آؤ باہر آجاؤ۔“ تلراش نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے شپالی آگ کے اندر سے نکالی اور لمبے قدم اُٹھاتا ہوا زنداں سے باہر آگیا۔ باہر تلراش اور دُوسری ناظمین میری منتظر تھیں۔ تلراش مجھے اپنے محل میں لے گئی۔ انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ جزیرے کی حسین لڑکیوں اور مردوں نے مل کے مجھے خوشبودار تیلوں سے غسل دیا۔ میرے بال نئے سرے سے سنوارے گئے۔ جسم پر صندلی خوشبو کا عرق چھڑکا گیا۔ میں نے اپنے نوادر چمکائے۔ روانگی سے پہلے ناظمِ اعلا قسریم، تلراش اور دوسری ناظمین نے مجھے شوطار کے محل کے آداب سے آگاہ کیا۔ پھر میری آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی گئی اور مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا گیا۔ نشیب میں ایک طویل سفر کیا گیا۔ چلتے چلتے میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔ اب میں کسی عالی شان محل میں کھڑا تھا۔ سیاہ فام مردوں اور حسین و جمیل عورتوں نے تلراش کی جگہ لے لی لیکن ناظمِ اعلا قسریم ان کے ساتھ چلتی رہی۔ محل کی سجاوٹ قابلِ دید تھی۔ میں وہاں کے نوادر کا جائزہ لیتا ہوا اور اپنی آنکھیں خیرہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ محل قصرِ آقابلا کے ہم پلّا تو نہیں تھا مگر اسی کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ جگہ جگہ جو عورتیں اور مرد مجھے راستے میں ملے، وہ پُرتپاک نظروں سے میرے خدوخال کا مشاہدہ کررہے تھے۔ طویل راہداری کے دونوں طرف کمرے تھے اور راہداری میں مجسموں کی بھرمار تھی۔ ایسے مجسمے جو خواہشات میں ہیجان برپا کردیں۔ رنگ برنگے دروازے — تمام دروازے بند تھے — آخری سرے پر ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہیں راہداری ختم ہوجاتی تھی۔ قسریم مجھے اس دروازے میں لے گئی۔

میں نے بے جھجک قدم بڑھادیے اور کچھ نہ سوچا کہ آگے کیا ہے۔ میں قصر کے شکوہ میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ مجھے کچھ خبر ہی نہ ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے خوف و دہشت کی ایک لہر میرے جسم میں تیر کی طرح لہراگئی —— پناہ بخدا، یہ جہنم کا کوئی منظر تھا۔ یہاں بے کفن لاشوں کا ایک انبار تھا۔ ہر طرف ان کی کھوپڑیوں اور ٹوٹے پھوٹے پنجروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ایک جانب نیم جاں انسان موت و زندگی کی کشمکش سے دوچار تھے۔ معاً میری نظر چھت کی جانب اُٹھی۔ میں اپنی چیخ پر قابو نہ پاسکا۔ چھت سے متعدد مرد اس طرح پھانسی کے پھندے سے لٹکے ہوئے تھے کہ ان کی گردنیں ٹوٹ گئی تھیں۔ آنکھیں حلقوں سے باہر جھانک رہی تھیں۔ ان کے جسم گل چکے تھے اور گلتا ہوا گوشت قطرے ہوکر ہڈیوں کا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ اس تعفن سے میرا دماغ پھٹنے لگا۔ مجھے اعتراف ہے، زندگی میں پہلی بار میرے حلق سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی تھی۔ اسی وقت یہ دہشت ناک خیال میرے ذہن میں آیا کہ کہیں اس مردہ خانے میں قید کرنے کے لیے تو مجھے شوطار نے اپنے محل میں طلب نہیں کیا ہے؟ پھر اس مظاہرے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور قسریم کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

”قصرِ شوطار میں حیرت انگیز نوادر موجود ہیں جابر بن یوسف آؤ۔“ وہ بولی۔ ”جو یقیناً تمھاری دلچسپی کا باعث ہوں گے۔“

”ہاں۔“ میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ ”یہ ایک خوش رنگ

منظر ہے، اس سے شوطار کی فضیلت اور برتری کا اندازہ ہوتا ہے۔“

”جو اطاعت کرتے ہیں، ان کے لیے شوطار کی فیاضیاں بے پناہ ہیں اور جو.......“

میں نے قسریم کی بات کاٹ دی۔ ”بس بس۔ میں دیکھ چکا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے دل میں مقدس شوطار کی دید کی خواہش دوچند ہوگئی ہے۔ مقدس شوطار کو میری آمد کی اطلاع کی جائے۔“

قسریم کو اس جواب کی توقع نہیں تھی، اُسے میرا تحکمانہ لہجہ یقیناً گراں گزرا تھا۔ اس نے مجھے نفرت انگیز نظروں سے دیکھا اور راہداری سے واپس ہونے لگی۔ میں اس کی پیروی میں قدم بڑھانے لگا۔ میں نے اپنے ذہن سے وہ خوف ناک منظر فراموش کرنے کی ناکام کوشش کی جو ابھی میری گنہ گار آنکھوں نے دیکھا تھا۔ قسریم مجھے محل میں گھماتی رہی اور اس عرصے میں مجھے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ میں شوطار سے ملنے کے لیے اپنے حواس و اعصاب کو آمادہ کرتا رہا۔

پھر قسریم مجھے ایک وسیع و عریض ایوان میں لے گئی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بلند دروازے پر پہنچ گئی۔ پہلی بار میں نے اس کے چہرے پر سراسیمگی کے تاثرات دیکھے۔ فرش کا رنگ گہرا سُرخ تھا اور چھت پر روشنی سی چھائی ہوئی تھی۔ قسریم نے آگے بڑھ کر دروازے کو بوسہ دیا۔ چند لمحوں بعد وہ اُٹھی اور پنجوں کے بل میرے قریب آئی اور سرگوشی کے لہجے میں بولی۔ ”جابر بن یوسف! یہ دروازہ شوطار کی دید کا دروازہ ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ مقدس شوطار کی عظمت اور جلال کا خیال رکھنا۔“ پھر اس سے قبل کہ میں کوئی جواب دیتا وہ تیزی سے پیچھے مڑ گئی اور ایک موڑ پر جاکر میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اب میرے اِردگرد شوطار کی خاص کنیزیں اور غلام مرد رہ گئے —— جو آہستہ آہستہ واپس ہونے لگے۔ پھر صرف میں تنہا رہ گیا۔

یہ لمحے بڑے صبر آزما تھے۔ میں نے بلند دروازے کی جانب دیکھا، اس کے نقش و نگار میرے دل میں عجیب ولولے پیدا کررہے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو سمیٹا اور دروازے پر نہایت احتیاط سے ہاتھ رکھا۔ میرا ہاتھ رکھنا تھا کہ نقرئی گھنٹیوں کی مسحور کن آوازیں در و دیوار سے پھوٹنے لگیں۔

دروازہ آہستہ آہستہ وا ہورہا تھا۔ اندر مجھے رنگ برنگے دلوں کے جھرمٹ نظر آئے اور کیف آور خوشبوئیں میرے جسم سے لپٹ گئیں۔ میں نے کچھ سوچا۔ پھر ایک عزم کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

آخر رنگ و نور کا دروازہ کھل گیا۔ اسار کی ملکہ شوطار کی دید کا دروازہ میری قسمت کا دروازہ۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے میں نے اس جزیرے میں مشکل ترین دن گزارے تھے۔ میں اس ابتدائی امتحان میں کامیاب ہوگیا تھا کہ کسی طور ملکہ شوطار کے قصر تک رسائی حاصل کرسکوں، میری دانش مجھے یہاں تک لے آئی تھی۔ یوں سمجھیے کہ میں تاریک برِاعظم میں ریاضت، شجاعت اور فراست کی منزلیں سر کرنے کے بعد ایک اور منزل سے ہم کنار تھا۔ یہ منزلیں کہاں ختم ہوں گی؟ پُراسرار ہندی بڈھے سرنگا کا خیال تھا، جب ہم مہذب دنیا میں واپس چلے جائیں گے۔ میں اسے خواب سمجھتا تھا۔ میری منزل کچھ اور تھی۔ میں نے اپنی شعلہ نفسی ایک ہی شخص سے وابستہ کردی تھی، اس کا جمال انتہائے جمال ہے، اس کا وصال انتہائے وصال ہے۔ جب تک میں یہ کمال حاصل نہیں کرلیتا، منزلوں، معرکوں اور مہموں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ہر قدم پر ایک امتحان۔ ہر لمحہ ایک خطرہ۔ ایک دروازے کے بعد دوسرا دروازہ۔ ایک زمین کے بعد دوسری زمین۔

شوطار کے ایوانِ خاص کا دروازہ کھلا تو میں ایک عزم کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ نقرئی گھنٹیوں کی مسحور کن آوازوں، عطر بیز ہواؤں اور رنگ برنگے بادلوں کے جھرمٹ نے میرے ذہن پر ایک مستی سی طاری کردی۔ میرے اندر داخل ہوتے ہی صدر دروازہ بند ہوچکا تھا۔ میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ میری آمد میری ایما کے سبب تھی۔ سو خوف اور جھجک کا کیا سوال تھا؟ میں ان نظر نواز نظاروں سے لطف اُٹھاتا آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا تھا، بادلوں کی دیواریں میرے جسم سے چھٹتی جارہی تھیں، میں ایک سیلِ رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کمرے کے وسط میں پہنچ کے میں رُک گیا کیونکہ میرے سامنے تاحدِ نظر سُرخ بادلوں کے تودے لہرا رہے تھے۔ ملکہ شوطار کا جلوہ بھی آقابلا کے جلوے سے مشابہ تھا، وہی تمکنت، وہی رنگ و آہنگ۔ فی الحال میرے ذہن میں ملکہ شوطار سے ملاقات کے بعد کوئی منصوبہ واضح نہیں تھا۔ اس قصر تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد اسی وجہ سے تھی کہ میں آئندہ کے لیے اپنے اقدام مرتب کرنا چاہتا تھا، میں شوطار کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا، اسار میں اس کے حُسن کے بڑے چرچے تھے، اس کی دانائی مستند سمجھی جاتی تھی، اس کی فضیلت سب پر منکشف تھی۔ سبھی اس کا احترام کرتے تھے اور مشہور تھا کہ اسے جزیرۂ بیزنار میں مقیم ساحرِ اعظم جالوتش کی خصوصی اعانت حاصل ہے۔ میں نے اسار میں ایسی حسین عورتیں دیکھی تھیں کہ شوطار کا تصور کرکے ہی جسم میں سوئیاں سی چبھنے لگی تھیں۔

اب جو یہ ایوان، یہ طلسمی مناظر، یہ کیف و مستی، دیواروں پر کندہ یہ نقاشی یہ جاہ و جلال دیکھا تو اس کی عظمت کا احساس میرے ذہن پر کچھ اور راسخ ہوگیا۔ مجھے در ریا یاد آگئی جو جزیرۂ باگمان کی مختار تھی اور جس کے بدن پر مجھے تصرف کا حق حاصل تھا اور میں نے یہ حق اشالا کو تفویض کردیا تھا۔ میں محوِ تماشا تھا۔ موسیقی کے زیر و بم میں کچھ تغیر سا ہوا اور سرخ رنگ کے بادل چھٹنے لگے۔ میں نے ایک تخت اوپر سے اُترتے دیکھا، میری نگاہ اس پر مرکوز تھی، تخت چند ثانیوں میں فرش پر اُتر گیا۔ کوئی پیکرِ جمیل اس پر نیم دراز تھا، اس کے خدوخال واضح نہیں تھے کیونکہ اُڑتے ہوئے روئی کے گالے اس کے بدن سے شرارتیں کررہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ حاسد گالے کسی اور کو اس کا جلوہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ ہالے کے مانند اس کے گرد چکرا رہے تھے۔ میں نے اپنا اشتیاق سمیٹا اور آگے بڑھنا چاہا۔ اسی وقت مجھے ایک ترنم ریز آواز سنائی دی۔ "سیّدی جابر! یہ مقدس ملکہ شوطار کا ایوانِ خاص ہے۔"

میں نے آواز کی جانب نظر اٹھائی تو ایک نوخیز، حشر ساماں دوشیزہ کچھ فاصلے پر میرے سامنے کھڑی تھی۔ وہ ایک نوشگفتہ کلی کے مانند تھی، اتنی ہلکی اور سبک کہ اسے ہاتھوں پر اٹھا کے نچانے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔

وہ شباب کی ابتدا تھی۔ اس کا بدن آقابلا کی پری چہرہ نازنینوں کی طرح بے نقاب تھا۔ میری نظریں چکاچوند ہوگئیں۔ میں نے اپنے آپ پر جبر کیا اور اس کے لفظوں کی شیرینی سے اپنا خشک گلا تر کرنے کے بعد ادب سے کہا۔ "اے شوطار کی جانشین آواز! مقدس ملکہ سے کہو کہ تمام احترام اس کے لیے واجب ہیں کیونکہ تینوں جزیروں کے سردار جابر بن یوسف نے اسمار میں بڑے ستم جھیلے ہیں۔ میری طرف سے اسے میری محبتوں اور اطاعتوں کا یقین دلاؤ۔ کہو کہ وہ ان بادلوں کو آسمان میں جانے کا حکم دے جو میرے اور اس کے درمیان دیوار بنے ہوئے ہیں۔" میری آواز ایوانِ خاص کے در و بام میں گونجنے لگی اور میں نے اس کا ردِعمل دیکھنے کے لیے شوطار کی ترجمان کو دیکھا۔ اس کا گلابی چہرہ کھل گیا تھا۔

"سیّدی جابر! مقدس شوطار تمہاری عقل و دانش کے قصوں سے آگاہ ہے۔ اسے عظیم دیوتاؤں کی امانت حاصل ہے اور ساحرِ اعظم جاموش سے ایک خصوصی نسبت ہے۔ تاریک برِاعظم میں اسمار کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور اسمار کی ملکہ شوطار ہے۔" ترجمان دوشیزہ نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

"ہاں! اسمار کی ملکہ مقدس شوطار ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں اس وقت اس جزیرے کی سب سے بزرگ اور مقتدر عورت سے ہمکلام ہوں۔ میں نے یہاں وارد ہوتے ہی اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن میرے راستے میں درمیان کے لوگ حائل ہوگئے۔ انھوں نے مجھے بہت ستایا۔ انھوں نے جابر بن یوسف کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔" میں نے کسی قدر تیز آواز میں کہا۔

"توہین!" وہ نقرئی ہنسی ہنسنے لگی۔ "تین قبیلوں کے سردار کی توہین!" اس نے ایک ہلکا قہقہہ لگایا پھر سنجیدہ ہو کے بولی۔ "جابر بن یوسف! کیا ملکہ شوطار نے تمھیں اسمار میں مدعو کرنے کے لیے اپنے کاہن ارسال کیے تھے؟"

میرے ذہن میں اسمار میں پیش آنے والے تمام واقعات محفوظ تھے اور مجھے بخوبی اندازہ تھا کہ شوطار کی ترجمان کے لہجے کے عقب میں کون سے جذبات پوشیدہ ہیں۔ میں نے کبیدگی کا اظہار کیے بغیر کہا۔ "یقیناً مقدس ملکہ شوطار کی طرف سے توری میں کوئی سفارت نہیں بھیجی گئی تھی لیکن دیوتاؤں نے مجھے اسمار کی زمین میں بھیج دیا اور تاریک برِاعظم کی عظیم و جلیل ملکہ آقابلا (میں نے آقابلا کا نام بطورِ خاص زور دے کے ادا کیا) نے اسمار جانے کا حکم دیا۔ شاید اس نے میری خدمات اور کارناموں سے خوش ہو کے مجھے اسمار کی نازنینوں کے شباب کی سیاحت کا موقع عطا فرمایا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ ایک معزز مہمان کا سلوک کیا جائے گا لیکن یہاں مجھے عام مردوں کی طرح ستون پر رکھا گیا اور میرے لیے جنگ و جدل کا ایک معرکہ برپا ہوا۔ میں نے متعدد بار نگراں سے درخواست کی کہ مجھے ملکہ شوطار کی خدمت میں پیش کردیا جائے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ نتیجتاً مجھے اپنے آپ کو اسمار کی عبادت گاہ میں چھپانا پڑا۔ میں نے وہاں کاہنوں کی خوشنودی حاصل کی اور انھیں ریاضت سے متاثر کیا۔ جب میں وہاں سے چلا تو کاہنِ اعظم قرسام نے میرے گلے میں میری فضیلت کی سند کے طور پر یہ مالا ڈال دی۔ میرے تحائف میں ایک اور نادر چیز کا اضافہ ہوگیا۔ میں مقدس ملکہ شوطار کی دید کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اگر میرے حواس توانا نہ ہوتے تو میں توری میں اجنبی ہونے کے باوجود سرفرازی حاصل نہ کرتا۔ میں زارشی کی ابدی آگ کی نذر ہو جاتا اور میری روح مہذب سرزمین میں اپنے آبا و اجداد کے قبرستان میں بھٹک رہی ہوتی۔ میں نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر ایسی راہیں تلاش کیں کہ میں مقدس شوطار کی خدمت میں حاضر ہوسکوں اور آج یہ دروازہ وا ہوگیا۔ میں اس کے شبستان میں، دادِ حسن کے لیے حاضر ہوں۔"

میرا طویل بیان نہایت غور اور دلچسپی سے سنا گیا۔ میں خود ہی تمام روداد اس کے گوش گزار کردی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ سوال کی نوعیت کیا ہوگی اور مجھے کس طرح اپنا مقدمہ شوطار کی عدالت میں

پیش کرنا ہوگا۔ میں نے اپنی تقریر کا رد پذیر اثر دیکھنے کے لیے گردن نہیں اٹھائی۔

"جابر بن یوسف!" اس شوخ نازنین کی آواز کا طلسم جاگا۔ "تم نے دلکش پیرائے میں خود ہی اپنی ہنگامہ آرائیوں کی تاویل پیش کردی۔ شوطار بھی جری اور ذہین مردوں سے دلچسپی رکھتی ہے لیکن تم نے اسمار کے قوانین کے خلاف سرکشی کی ہے۔ تمھیں ہر لمحے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ تم اسمار کی سرحدوں میں ہو جہاں مردوں کی حیثیت مختلف ہے، اور جہاں ملکہ شوطار کا اقبال فروزاں ہے۔ یہاں تم تین جزیروں کے سردار نہیں ہو، ایک عام مرد ہو۔ ہاں جزیرے کے قوانین کی رو سے یہاں ہر ترقی کے تمام مواقع میسر ہیں۔"

میں نے سنبھل کر کہا۔ "جابر بن یوسف اسمار میں اپنی حیثیت سے آگاہ ہے۔ اس کی سب سے بڑی برتری یہ ہے کہ وہ مقدس شوطار کے قریب ہو۔ ناظموں کی محفل میں انتشار پھیلانے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ میں وقت کی رفتار تیز کرنا چاہتا تھا۔"

"ملکہ شوطار نے تمھاری صاف گوئی کا اثر لیا۔ وہ خوبصورت مردوں کی غلطی نظرانداز کرتی ہے لیکن اُسے گستاخیاں سخت ناپسند ہیں۔ ناظمِ اعلا قسریم نے تمھیں وہ زنداں اسی لیے دکھایا تھا کہ جزیرۂ اسمار اور قصرِ شوطار میں جو مرد اپنی حد سے تجاوز کر جاتے ہیں، ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ جو ملکہ شوطار کا رتبہ بھول جاتے ہیں وہ خود اپنی نفی کرتے ہیں۔"

"یہ بات میرے ذہن پر نقش ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مقدس شوطار نے فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے میری کوتاہیاں درگزر کردی ہوں گی۔ میں مقدس شوطار کی دید کا طالب ہوں۔ کیا وہ براہِ راست مجھے ہم کلامی کے شرف سے نہیں نوازے گی؟ اسمار آنے کے بعد میں اس کے نظارۂ دل افروز نظارے سے محروم رہوں گا تو ہمیشہ کے لیے کرب میں مبتلا رہوں گا۔ میں اس کے جمال کی داد دینا چاہتا ہوں۔ بتاؤ اے پری پیکر ترجمان! کیا تم مجھے اس سعادت سے محروم ہی رکھوگی۔ کیا میری اطاعت اور صاف بیانی میں تمھیں کوئی شبہ ہے؟"

"جابر بن یوسف! ملکہ شوطار خزاں اور بہار کے موسموں کا عرفان رکھتی ہے۔ اس کی نظریں پانیوں کے اندر گوہرِ آبدار تلاش کرلیتی ہیں اور اسے خوبصورت پھولوں کے ساتھ وابستہ کانٹوں کا علم بھی رہتا ہے۔ ملکہ شوطار اسمار میں تمھارے قیام کی طوالت کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہے تاکہ تمھیں آقابلا کے فرستادے کی حیثیت سے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کردیا جائے۔" ترجمان نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

میں ان لفظوں کے معانی جانتا تھا۔ شوطار کی بارگاہ میں کوئی مرد اتنی جرأت کے ساتھ اپنا مدعا بیان نہیں کرسکتا تھا۔ اب تک اس کا قصہ نمٹ جاتا۔ میرے ساتھ جو رعایت کی گئی تھی اس کا سبب کچھ اور تھا۔ میری حیثیت جزیرۂ اسمار کے قوانین کی رو سے ایک عام مرد کی ضرور تھی لیکن میں کوئی آسان مرد نہیں تھا اور میرا کام صرف یہ نہیں تھا کہ میں اپنی لغزشوں کی طہارت کے لیے قصرِ شوطار آنے کے لیے بے چین تھا، یا شوطار کے حسن کا ذکر سن کے میری راتیں بے خواب ہوگئی تھیں۔ قصرِ شوطار میں داخلے اور چند رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد میری وہاں سے واپسی میری ناکامی تھی۔ مجھے ایک عرصے کے لیے وہیں رہنا تھا اور شوطار کا اعتماد حاصل کرنا تھا۔ توری میں حبشی میری رعایا تھے، باگمان میں غیر مہذب وحشی میرے اشاروں کے غلام تھے لیکن اسمار، اسمار تو تاریک برِاعظم کی جنت تھی۔ عالی شان قصر دیکھ کے میرے اندر ان گنت جذبے اُبلنے لگے تھے اس لیے مجھے شوطار کی تلخ نوائی کا زہر پینا تھا اور برداشت کرنا تھا۔ وہ مبہم لفظوں میں میری واپسی کے احکام صادر کررہی تھی۔ ان لفظوں میں ایک نفرت موجزن تھی۔ جابر بن یوسف جیسے ذکی الحس شخص کے لیے یہ بات بڑی گراں تھی، تاہم مجھے اسے اپنے سر سے گزارنا تھا۔

میں نے چند لمحے خاموشی اختیار کی، میں ایک تاثر انگیز جواب کے لفظ مجتمع کررہا تھا، مجھے اپنے مقدمے کی صفائی کا یقین ہوگیا تو میں نے درد انگیز لہجے میں کہا۔ "آہ مجھے علم تھا کہ مقدس شوطار کتنی رحم دل اور فیاض ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جب میں اس کے روبرو حاضر ہوں گا تو وہ میری شدتوں کا اعتراف کرے گی۔ مجھے اسمار سے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔ اس کلمے نے مجھے مقدس شوطار کی عظمت و جلالت کا کچھ اور معترف کردیا ہے۔ میں اسمار سے جاؤں گا تو نازنینانِ اسمار کا ذکر کروں گا، کاش میں ہمیشہ مقدس شوطار کے پہلو میں رہتا اور اس کا مثالی مرد ثابت ہوتا۔ میں تین جزیروں کی حکمرانی ٹھکرا دیتا اور مقدس شوطار کے قرب کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا۔ کاش میں اسمار میں پیدا ہوا ہوتا، میری درخواست ہے کہ مقدس شوطار مجھے کچھ عرصہ اپنے قصر میں قیام کرنے کی اجازت دے تاکہ میں عملی طور پر یہ ثابت کرسکوں کہ میں اس کا مطلوب شخص ہوں اور کتنا مطیع اور سعید غلام ہوں۔" پھر میں نے اسے انگرولا کے باغیوں میں آقابلا سے وفاداری کا قصہ، زارشی کی شکستیں اور توری اور باگمان میں اپنی بلند اقبالی کے واقعات سُنائے۔ میں نے دانستہ آقابلا کا ذکر کم سے کم کیا لیکن احتراماً حوالے کے طور پر اس کا نام لیتا رہا۔

خوبصورت کنیز سنگِ مرمر کے تراشیدہ بُت کی طرح اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی پلکوں کو جنبش دیے بغیر میری بات سن رہی تھی۔ میری فصاحت نے معجز نمائی کی۔ اچانک نقرئی گھنٹیاں تیز ہونے لگیں۔

کنیزیں چونکیں جیسے کسی خواب سے خوف زدہ ہو کے بیدار ہوتی ہو، اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ پھٹانے لگیں۔ اس نے تیزی سے تخت کی جانب نظر کی جس کے گرد رنگ برنگے بادلوں کا ہالہ بدستور قائم تھا، شوطار نے اسے اپنی کیفیات منتقل کی ہوں گی۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔ اس کی آنکھوں کا خوف نشیلے سحر میں بدل چکا تھا، اس کے یاقوتی لبوں پر تبسم اُبھرا۔ اس کا بدن متحرک ہوا تو ایسا لگا جیسے شباب اُمڈا اُمڈ کر آ رہا ہو۔ میں نے اپنا گلا تر کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک ہیجان انگیز نظارہ تھا۔ وہ بہت قریب آ گئی اور اس کے بدن سے پھوٹتی ہوئی خوشبوئیں مجھ پر غنودگی طاری کرنے لگیں، شوطار کی کنیز خاص کے لیے اس کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔ کیا وہ اتنے قریب ہو کر میرے نفس کا امتحان لے رہی تھی؟ اس کے قرب کی گرمی سے میں تپنے لگا تھا۔ اس کے تراشیدہ لبوں کی پنکھڑیاں کھلیں اور اس کی جذبات میں ڈوبی ہوئی مترنم آواز میرے کانوں میں شہد اُنڈیلنے لگی، "سیدی جابر! مقدس شوطار نے تمھارے کلام سے متاثر ہو کے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے سامنے تمھیں متبرک وصال سے شاد کام کروں۔ شوطار کا حکم دیوتاؤں کا حکم ہے۔ وہ عظیم ہے۔"

شوطار کے سامنے میں اس کی کنیز سے مشرف ہوں؟ شوطار نے اپنی برتری کا بہت ستم ناک اظہار چاہا تھا، میں شش و پنج میں پڑ گیا اور لمحوں کے لیے میری ذہانت منتشر ہو گئی۔ میں اس اچانک وار کے لیے تیار نہیں تھا۔ "حسین اربان!" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "مقدس شوطار سے کہو، کیا وہ اپنے اس حکم پر نظر ثانی نہیں کر سکتی؟"

"کیا یہ سمجھا جائے کہ تمھیں مقدس شوطار کی موجودگی میں اس متبرک فعل سے انکار ہے؟" اربان نے تیکھے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ تم ایک ماہ جمال دوشیزہ ہو اور شوطار کا حکم میرے لیے ذریعۂ نجات ہے لیکن میرا مطلب تم نہیں ہو، وہ کوئی اور ہے۔ مقدس شوطار کے سامنے اس کی کنیز کے ساتھ ملوث ہونا اس کی توہین ہے۔ دیوتا جانتے ہیں کہ میرے انکار کی وجہ عظیم شوطار کی تکریم ہے اور یوں بھی میں اسمار میں نووارد ہوں اور اتنی جلدی اپنے سابق آداب کے منافی کوئی عمل کرنے سے ہچکچاتا ہوں۔ مجھے معاف کیا جائے اور میرے لیے کوئی سزا تجویز کر دی جائے۔ ہاں، میں اس کے لیے تیار ہوں۔" میں نے نیازمندی سے کہا۔

"یہ ملکہ شوطار کا حکم ہے اور اسمار میں تم اس کے پابند ہو جیسا کہ تم نے ابھی اس کا عہد کیا ہے، انکار کی صورت میں تم شوطار کے عتاب سے بھی واقف ہو۔" اربان کی نشیلی آنکھوں میں جذبات کے ڈورے تیر رہے تھے۔ وہ اچانک غضب ناک ہو کے بولی۔ "ملکہ شوطار تمھارے جواب کی منتظر ہے۔"

"میں جواب دے چکا ہوں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "آہ مجھے ایک موقع دیا جائے کہ میں مقدس شوطار کے سلسلے میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں اور میں نے اس کے ردعمل کا انتظار کیے بغیر شوطار کی شان و شوکت اور اس کی فضیلت کے دریا بہا دیے۔ اسمار کی اس اجنبی سرزمین اور وہاں کی ملکہ کے ایوانِ خاص میں میرے پاس اثر اندازی کا یہی ہتھیار تھا۔ میں ہر ممکن طور پر اربان کے وصال سے بچنا چاہتا تھا تاکہ شوطار کے دل میں میری رغبت کا نقش گہرا ہو جائے چنانچہ میں نے اپنے بیان کا واحد سہارا لیا۔ میں یہاں شپالی سے نہیں رہ سکتا تھا اور نہ ہی سینگوں سے اربان کا قیامت خیز سینہ زخمی نہیں کر سکتا تھا۔ اپنا سفیر میں خود تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے لفظوں کا کتنا ذخیرہ خرچ کر دیا۔ میرے اظہار کا سیلاب روکے نہ رکتا تھا۔ پھر دفعتاً مجھے سرخ بادلوں کے جھرمٹ بھاگتے نظر آئے اور موسیقی نے ایک طرب انگیز ماحول پیدا کر دیا۔ میں زمیں بوس ہو گیا۔ جب میں اُٹھا تو لطیف عطر آمیز ہواؤں کے جھونکوں نے خراماں خراماں بہنا شروع کر دیا تھا۔ میرے سامنے اب تخت رہ گیا تھا۔ اربان گم ہو گئی تھی۔ تمام ایوانِ خاص میں ستارے چمکے اور وہ تخت عریاں ہو گیا جس پر ایک گل بدن بیٹھی ہوئی تھی۔ اُف وہ اس کا شراب شراب بدن، میں کچھ کہوں گا تو بات ہیچ ہو گی، مجھے معلوم ہے کہ میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ وہ آقابلا کا عکس تھی۔ میں یہاں اُن دونوں کا مقابلہ نہیں کروں گا۔ میں اُس کی نگاہ کا زخمی تھا اور اس کی ذات سے مجھے یک گونہ التفات ہو گیا تھا۔ آقابلا تو ان سب سے ماورا تھی۔ آقابلا ان سب کی سرخیل تھی، وہ اس کاروانِ حسن کی قائد تھی۔ میں نے آقابلا کے بعد تاریک برِ اعظم میں شوطار سے زیادہ حسین سراپا نہیں دیکھا تھا۔ نوجوان، سرشار، شاداب، نشیلی۔ اُس کے بدن سے موسیقی پھوٹتی تھی! اسے ساحرِ اعظم جالوش کی اعانت بے وجہ حاصل نہیں تھی۔ میں دنگ رہ گیا، میں گنگ ہو گیا۔ وہ تمام ہوش و حواس جن کا مجھے دعوا تھا، اس کے حسن کی تابانی سے میرے اختیار میں نہ رہے، میں بس اُسے دیکھا کیا۔ وہ سانچے میں ڈھلا ہوا بدن، شبنمیں رخسار، اس کے بال سنہرے سرخ تھے، وہ سر بسر ایک لٹ تھی۔ وہ شباب کا مثالیہ تھی۔ بے داغ، شگفتہ، اُجلا رنگ۔ اس کی جلد مخمل سے بنی ہوئی تھی اگر وہ پتے ہٹا لیتی تو ممکن تھا، میں وہیں شکست تسلیم کر لیتا۔ وہ ایک ملکہ تھی۔ اسے عرفان ہو گا کہ جابر بن یوسف حسن کا کیسا دلدادہ و شیدا ہے۔ اُس نے میری آنکھوں میں جھانک لیا ہو گا۔ میں ششدر کھڑا اُس حریم ناز کا آتش فشاں سراپا اپنی

آنکھوں میں جذب کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ رات کو اندھیرے سے آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو جاتی ہیں اور صبح کی روشنی کی متحمل نہیں ہو پاتیں، خود میرا عالم بھی یہی تھا، میرا خیال تھا، وہ مجھ سے ناراض ہو گی اور اس کا غضب اب نازل ہی ہوا چاہتا ہے لیکن وہ بہ غور میرا جائزہ لے رہی تھی، مجھے اپنے جسم کے ہر حصے میں اس کی آنکھیں اُترتی محسوس ہوئیں۔ ایوانِ خاص میں میرے سوا اور اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اس نے تخت پر انگڑائی کے انداز میں ایک کروٹ لی اور مجھے یقین نہیں آیا کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے۔ "جابر بن یوسف!" اس نے طمطراق سے کہا۔ "تمھارا انکار تمھاری طلبِ صادق کی دلالت کرتا ہے۔"

میں نے اس کی مدح میں اپنی ساری توانائی صرف کر دی۔

"تم نے خود کو جزیرۂ اسمار کے دوسرے مردوں سے برتر ثابت کیا ہے اور یہی بات شوطار کو پسند آئی ہے چنانچہ اُس نے تمھیں ہم کلامی کے شرف سے نوازا ہے۔" شوطار کی آواز کوئی غنائیہ تھی۔

میں نے اطاعت اور جاں نثاری کے عہد کا اعادہ کیا۔

"اگر تم نے اسمار میں وہی سب کچھ ثابت کیا جس کا تم عہد کر رہے ہو تو تم یہاں بڑا مرتبہ پاؤ گے۔ ممکن ہے کہ تمھیں مستقل طور پر یہاں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ شوطار تمھیں معاف کرتی ہے۔" اس نے ایک شان سے کہا۔ میں نے اپنی جسارتوں کے لیے دوبارہ اس سے معافی چاہی۔

وہ احکام صادر کرتی رہی۔ میں وضاحتیں کرتا رہا۔ میں اس کے قلب میں داخل ہو جانے کے لیے مضطرب تھا۔ وہ میری سرکشی اپنی فیاضی اور احسانات سے دبانے کی خواہاں تھی۔ ہم دونوں منفی جذبات چھپانے کے لیے ایک دوسرے کے قریب آنے اور مدغم ہو جانے کی شعوری کوشش کر رہے تھے اور دونوں ایک دوسرے کا تجزیہ بھی کرنا چاہتے تھے، یہ ایک دلچسپ اور پُرلطف وقت تھا۔ مجھے اس کی مہربانیوں کے جواز سے آگاہی تھی۔ اور میں اس کے جواب میں اپنے متعلق تمام شکوک رفع کرنا چاہتا تھا۔ سو ایک دوسرے سے وضاحتیں کرتے ہوئے ہم عہد اور تجدیدِ عہد کرتے رہے۔ کبھی وہ لطف پر مائل ہو جاتی، کبھی مجھے دھمکیاں دیتی۔ میرا بیان تو ایک ہی تھا کہ اس لطف و عنایت کے لیے اس کی غلامی کا اقرار کرتا ہوں۔ آخر وہ بھی تھک گئی۔ میں بھی تھک گیا اور جب زبان تھک گئی تو جذبوں کی زبان کا وقت آیا۔ میں اسی وقت کا منتظر تھا۔ وہ بھی کامیاب ہو گئی کہ اس نے بزعم خود مجھے اپنا مطیع بنا لیا اور میں بھی کہ میں نے اس سنگ دل کے سینے میں گداز پیدا کر دیا۔ اس نے اپنی انگشت کو جنبش دی۔ اربان کسی سمت سے نازل ہو گئی اور اس نے مسکرا کے مجھے دیوتاؤں کا مشروبِ خاص پیش کیا۔ میں نے معدے میں اتار لیا اور چند ہی گھونٹوں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ مجھے سب خواب لگ رہا تھا۔ اسمار کی جلیل القدر ملکہ اتنی جلد قریب ہو جائے گی۔ میرا اعتماد واپس آ گیا چنانچہ میں نے اربان سے مانگ کے ایک اور قدح چڑھایا، ہر شے رقص کرتی ہوئی نظر آنے لگی۔ اربان مشروبِ خاص انڈیلتی رہی اور میں بے تکان پیتا رہا۔ پھر اربان پہلے کی طرح کہیں کھو گئی۔ شوطار کے اشارے سے میں بے اختیار اس کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے اپنے تخت کے ایک کونے میں بٹھا لیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ اس نے خود پہل کی

"تم میرے قصر کے وجیہ مردوں میں ایک اضافہ ہو۔"

"یہ لمحے میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔" میں نے جھومتے ہوئے کہا۔

"اسمار کا یہ دروازہ تمھارے لیے کھلا ہے۔"

"کیا یہ سب سچ ہے؟ میں ہوش میں نہیں ہوں۔"

"اپنے یہ نوادر اتار دو۔" اس نے دل ربائی سے کہا۔

"میں انھیں پشت پر کسے لیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں انھیں اتار دو۔"

میں چند لمحے جھجکا پھر میں نے کچھ سوچ کے انھیں اتار دیا اور تخت کی کھونٹی سے انھیں لٹکا دیا۔

"دیوتا وصال سے خوش ہوتے ہیں۔ یہ روح کے اتصال کی علامت ہے جابر بن یوسف! دیوتا شوطار سے خوش ہیں اور انھوں نے اسی لیے تمھیں میرے پاس بھیجا ہے۔" اس کی آواز میں بھی لرزش آ گئی تھی۔

میں اس وقت تاریک برِ اعظم میں جھیلے ہوئے تمام مصائب بھول گیا۔ مجھے مہذب دُنیا کی رنگینیاں بھی بے کیف نظر آئیں۔ تاریک برِ اعظم کا گوہرِ نایاب میرے قریب تھا اور لطف و کرم پر آمادہ تھا۔ دنیا میں اس سے زیادہ حسین لمحے کم خوش نصیبوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں اور ہاتھ لرز رہے تھے۔ جتنی دیر ہوتی جاتی تھی ضبط کا دامن چھوٹا جاتا تھا۔ آہ ایسے لمحوں میں بھی مجھے شوطار کی منزلت کا خیال تھا۔ یہی ایک بات اذیت ناک تھی۔

"اے مقدس شوطار! اب ضبط نہیں ہوتا۔ اجازت دے کہ تجھ سے اپنی وارفتگی کا اظہار کر سکوں۔"

"تمھیں اجازت ہے۔" اس نے سرشاری سے کہا۔

جب میں اس خوابِ نشاط سے جاگا تو میں نے اپنا جسم تخت پر ڈھلکا ہوا پایا۔ مجھے اپنے جسم پر خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میں نے گھبرا کر اپنا سینہ دیکھا، یہ سینہ خالی تھا لیکن میری جان میں جان آئی۔

زادر کھونٹی پر لٹکے ہوتے تھے اور مَسلے ہوتے کھلے ہوتے پھول سرمانۂ شکستہ اِدھر اُدھر بکھرے پڑے ہوتے تھے، وصل کا ہر لمحہ مجھے یاد آنے لگا۔ کیا یہ ایک خواب تھا؟ میں قصرِ شوطار میں پڑا ہوا تھا۔ شوطار وہاں موجود نہیں تھی، صرف چند علامتیں رہ گئی تھیں اور وہ وقت گزر گیا جسے میں پکڑنا چاہتا تھا۔ میں بکھرے ہوتے پھول اپنے جسم پر نچھاور کرنے لگا۔ وہ راحت افزا احساس، وہ جاں گداز سعادت، شوطار نے مجھے دنیا کے کیسے عجیب ذائقوں سے روشناس کیا تھا؟

اب کیا ہوگا؟ یہاں تو کوئی میرا پرسانِ حال نہیں۔ میں کدھر جاؤں؟ ارے میرے قدم ڈگمگا رہے ہیں، سارے دیواریں گھوم رہی ہیں۔ کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ میں اٹھا، اُٹھ کر چلا اور میں نے جذبات کے طوفان میں کہا "اے مقدس شوطار! تو نے مجھے منزلِ مراد تک پہنچا دیا۔ مجھے اپنے قریب رہنے دے، بس یہی کائنات بہت ہے۔ اس سے زیادہ کی تمنا کی استطاعت مجھ میں نہیں ہے۔ یہ دروازہ بند ہی رکھ۔ مجھے اس پنجرے میں قید کر لے اور میرا خون پی جا۔ مجھے نڈھال کر دے۔"

سامنے کا دروازہ کھلا تو مجھے ہوش آیا۔ میں نے اپنا زبان بند کیا۔ اربان مہ جبالوں کے ایک پرے کے ساتھ اندر آ رہی تھی۔ ان کے چہروں پہ مسکراہٹیں رقص کر رہی تھیں۔ انھوں نے خوان فرش پر رکھ دیے اور میرے بازو پکڑ لیے۔ مجھے ایوانِ خاص سے باہر لے جا کے عطریات سے غسل دیا گیا۔ میں انھیں چھیڑتا رہا۔ پھر مجھے دوبارہ ایوانِ خاص میں لایا گیا اور عمدہ مشروبات اور غذاؤں سے میری تواضع کی گئی۔ میرے قریب عورتوں کا ایک بڑا جمگھٹا رہا، ان میں اربان بھی تھی۔ میں ان تمام حسین عورتوں کے حسن و جمال کی جزئیات بتانے سے معذور رہوں۔

دُنیا کے اس گُم نام خطّے ہی کو کیوں قدرت نے اس حسین مخلوق سے نوازا تھا۔ ان کی پزیرائی اور اہتمام دیکھ کے مجھے خوش فہمیوں نے گھیر لیا۔ میں شوطار پر غالب آ چکا تھا یا شوطار نے مجھ پر غلبہ پا لیا تھا۔ باہر کے کسی خیال سے میرا ذہن گریز کر رہا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی بیٹھی تھیں۔

جام پر جام لنڈھائے جا رہے تھے۔ یہاں فکر اور رنج کا داخلہ ممنوع تھا۔ اسار میں ایک مرد کے ساتھ ایسا سلوک کیا جا رہا تھا۔ وہ مجھے بہشت نار میں لے گئیں جہاں اُونچے درختوں، اُبلتے چشموں اور رنگ رنگ پھولوں نے بہاروں کو شرمایا ہوا تھا۔ اس طویل قصر میں زنانِ اسار کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ مجھے حوضوں کے کنارے بٹھایا گیا اور سریلی آواز والے نغمے الاپے، ایک پرا علیحدہ ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ ایک ایوان سے دوسرا ایوان۔ سنگِ سرخ اور سنگِ سفید سے تعمیر کردہ یہ وسیع و عریض محل تا حدِ نظر پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ ہر طرف رقص تھا، ہر طرف عشرت گاہیں بنی ہوئی تھیں، سیاہ فام مرد بھی یہاں نظر آئے جو شرمائے لجائے اپنی حوروں کے ساتھ چل رہے تھے۔ ان کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ جارا کاکا اور دوسرے دیوتاؤں کے مجسّمے جا بجا ایستادہ تھے اور وصال پر کسی جگہ بندش نہیں تھی۔ پورا محل ایک وصل گاہ تھا۔

میرے ساتھ اتنی جلد یہ سلوک کیوں کیا گیا کہ قصرِ شوطار کی سیر کا اہتمام کیا گیا؟ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ شوطار اپنے قصر کی شوکت و سطوت دکھا کے مجھے متاثر کرنا چاہتی ہو؟ یا یہ بھی قربت کا کوئی انداز ہو؟ جس بات کا میں خواہاں تھا، اس کی تکمیل ہو رہی تھی۔ میں مختلف ٹولیوں کے سپرد کیا جاتا رہا۔ آخر ایک ٹولی کے سپرد ہوتے وقت میری نگاہ ٹھٹک گئی، وہ زرناز تھی ــــ زرناز، قصرِ آقابلا کی کنیزِ خاص ــــ اشمار کے بعد دوسرا شناسا چہرہ تھا۔ اسے دیکھ کر دِل پر ایک ناقابلِ بیان کیفیت طاری ہوئی۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا "زرناز! تم بھی یہاں ہو؟"

"ہاں سیّدی جابر!" اُس نے اجنبیت سے کہا "مقدس آقابلا نے مجھے مقدس شوطار کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔"

"مجھے تمھیں دوبارہ دیکھ کر بڑی مسرّت ہوئی۔ میں بھی یہاں آیا ہوا ہوں اور قصرِ شوطار میں مقیم ہوں۔" میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ اشمار کی طرح زرناز کو بھی آقابلا نے میرے پاس بھیجا تھا اور وہ بھی ایک دن کچھ بتائے بغیر غائب ہو گئی تھی۔ گویا اسار میں آقابلا کی دو خاص کنیزیں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کنیزیں ہوں گی۔ زرناز سے مل کر میرے خفتہ عزائم کو تقویت ملی۔ میں نے اسے کریدنا چاہا اور قدیم تعلق کی باتیں چھیڑ دیں لیکن اُس نے مجھے ٹال دیا۔ وہ مجھے گھماتی ہوئی دوسرے ایوان میں لے گئی اور دوسری ٹولی کے سپرد کر کے گویا بری الذمہ ہو گئی۔ میں دیکھتا رہ گیا۔ اس نے مجھ سے رسمی طور پر ہی بات چیت کی اور بار بار شوطار کی عظمت اور تقدس کا ذکر کرتی رہی۔ میں نے بھی رسماً اس کی تائید کی۔ اس سیاحت کے بعد مجھے ایک کمرے میں چھوڑ دیا گیا جہاں انواع و اقسام کی غذائیں تھیں اور مشروبات رکھے ہوئے تھے۔ میں بہت تھک گیا تھا، سو گیا۔

مجھے اس قصر میں آئے ہوئے کئی دن گزر گئے۔ شوطار کی توجہ میری جانب کم نہیں ہوئی بلکہ اور بڑھ گئی۔ وہ مجھے ہر بار پہلے سے زیادہ شاداب اور حسین نظر آتی تھی۔ میرا دن یوں ہی گزر جاتا اور جب شوطار مجھ سے جدا ہوتی تو قصر کی حسین و جمیل دوشیزائیں مجھے گھیر لیتیں۔ وہ مجھے رقص و سرود کی محفلوں میں لے جاتیں اور حوض کے کنارے بٹھا کے خود اس کے پانی میں تیرتی رہتیں۔ جنّت کا ایسا ہی تصوّر میرے ذہن میں موجود تھا، اس نظامِ طلسم کے متعلق میں نے کچھ سوچنا ہی ترک کر دیا تھا۔ کون جانے کب سے انسانوں کی یہ بستیاں آباد ہیں؟ یہاں کوئی بوڑھی عورت، بوڑھا مرد اور بچہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ خانوادۂ آقابلا کی عورتیں کبھی مرجھاتی نہیں تھیں؛

سدابہار شباب سے بڑی دولت اور کیا ہو گی؟ میں نے چند ہی دن میں قصرِ
شوطار میں اپنا چہرہ نمایاں کرا لیا تھا مگر جلد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ یہ
بیش از بیش فیاضیاں تو مجھے کہیں کا نہ رکھیں گی۔ کیا میں وہ مقصد بھول
گیا تھا؟ نہیں ایسی بات نہیں تھی۔ مجھے ہر لحظہ خیال تھا کہ قصرِ شوطار
ں میرے داخلے کا مقصد کیا ہے؟ وہ چند جذباتی لمحے بیت جاتے تو میں
چھتیں تکا کرتا، دیواریں گھورا کرتا، میں روزن تلاش کیا کرتا، میں ان
راڑوں کی کھوج میں لگا رہتا جہاں سے میرے ارادوں کو کوئی روشنی
درہا مل سکے۔ پھر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قصرِ شوطار میں بے شمار ایوان
ں اور ہر کمرہ آئینے کی طرح شوطار کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ شوطار اپنے
لسمی عکس نما میں سب کچھ دیکھ لیتی ہے۔ میں نے زرناز سے ملنے کی کوشش
ی۔ وہ مل تو گئی لیکن اتنی سراسیمہ تھی کہ اس نے کسی اور قسم کی
فتگو ہی سے گریز کیا۔ میں آزادی کے ساتھ ہر جگہ آ جا سکتا تھا۔
ں آزادی میں شروع شروع میں تو لذتِ بے کنار کا احساس رہا، بعد
ں اندازہ ہوا کہ خوشبوئیں، گداز، رنگ ہی سب کچھ نہیں ہے، یہ آزادی
رف عیش و نشاط تک محدود ہے۔ ان رنگین نظاروں میں اپنے
طلب کا کوئی سراغ ملنا مشکل ہے۔ ہر طرف سمیع و بصیر دیواریں ہیں،
سی سے کسی مسئلے پر بات کرنا بھی حرام ہے۔ ہر شخص شوطار کے قہر سے
ف زدہ ہے۔ سب اس طلسمی عکس نما سے ڈرتے ہیں جو ساحرِ اعظم
الموش نے شوطار کو عطا کیا تھا۔ میں تنہا گھومنا چاہتا تو میرے ساتھ
زنینوں کا ایک گروہ لگ جاتا۔ تنہائی نصیب نہ ہوتی۔ اسی کشمکش میں میرے
ب روز پر یاسیت غالب آ گئی۔

میں نے شوطار کی نوخیز کنیزِ خاص اربان سے تعلق بڑھانے کی
وشش کی۔ اس نے پُرتپاک نظروں سے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے
خیوں میں اس سے پوچھا "کیا قصر کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جو میں
نہیں دیکھا؟"

اس نے خوش ادائی سے جواب دیا "ہاں۔ تم نے شوطار کے
صوص ایوانوں میں سے چند ہی دیکھے ہیں۔ تم نے دیوتاؤں کا ایوان
یں دیکھا جہاں شوطار عبادت کرتی ہے۔ تم نے وہ خاص ایوان بھی
یں دیکھا جہاں طلسمی تحائف موجود ہیں جو ساحرِ اعظم جالموش نے مقدس
طار کو عطا کیے ہیں، تم نے عکس کا متبرک کمرہ بھی نہیں دیکھا۔ ابھی تم
دیکھا ہی کیا ہے؟"

"اچھا؟" میں نے حیرت سے دیکھا "تو کیا میں ان کی دید سے
روم ہی رہوں گا؟"

"یہ مقدس شوطار سے تمھاری رفاقت پر منحصر ہے۔"

"کیا اس رفاقت میں اب کوئی کمی ہے؟"

"سیّدی جابر! وہ ایک عظیم اور ذہین ملکہ ہے اس لیے ایک زمانے سے اسار پر حکمراں ہے۔ کسی نے اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت اس لیے نہیں کی کوئی بھی اس کی فضیلت کے درجے تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کے پاس تحائف کا انبار ہے اور اس نے دیوتاؤں کو ہمیشہ آسودہ رکھا ہے۔" اربان نے مجھے مشروب پیش کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی شبہ نہیں۔ کوئی شبہ نہیں۔" میں نے محتاط انداز میں کہا۔ "اس کی فطانت میں کسے کلام ہو گا؟ جب سے میں یہاں آیا ہوں، اس کے تدبر کے عجیب مظاہرے دیکھے ہیں۔ اس کا حُسن ملکوتی ہے۔ یقیناً اُس کے سر پر آسمان کا سایہ ہے۔ اربان، میری جان، یہ بتا کے میری اعانت کرو کہ میں مقدس شوطار کے دِل کے اور قریب اور قریب کس طرح ہو سکتا ہوں؟"

"بس اسی طرح کہ تم اس کے دل پر اپنی شجاعت اور فطانت کا نقش کندہ کر دو۔" اربان نے کہا۔

"یہاں تو مجھے نازنینوں ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ میں اس قصر میں اپنی خوبیاں کس طرح ظاہر کر سکتا ہوں، جب کہ میں نے یہاں کی بزم آرائیاں ہی دیکھی ہیں۔ مجھے دیوتاؤں کے مخصوص ایوان میں جانے کی اجازت بھی نہیں ہے اور میں عکس نما بھی نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے شکایتاً کہا۔

"یہی تو تمھاری آزمائش ہے، تم اِن دلکش مناظر میں اپنا سر کیسے ابھار سکتے ہو؟"

"تم سچ کہتی ہو اربان ــــ تمھارے مشورے کا شکریہ۔ شوطار کے بعد تم ہی مجھے یہاں سب سے زیادہ مرغوب ہو۔ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو تو مجھے ٹوک دینا۔ یہ اقدام تم مقدس شوطار سے اپنی محبت اور عقیدت کے طور پر کرنا۔"

مجھے اربان سے اس سے زیادہ گفتگو کا موقع نہیں ملا۔ مجھے نازنینانِ قصرِ شوطار نے اپنے حلقے میں لے لیا اور میں نے خود کو ان کے سپرد کر دیا۔

یہ تحفے، یہ نوادر جو میرے گلے کی زینت بنے ہوئے تھے قصرِ شوطار میں ان کی حیثیت آرائش کے سوا کچھ نہیں تھی، اربان سے گفتگو کے بعد میری بے تاب نظریں دیواروں کے پار نہیں جا سکیں۔ اس رات میں نے شوطار سے اپنی کشمکش کا ذکر بے لفظوں میں کر دیا۔ وہ مسکرانے لگی اور اس نے مجھ سے کہا "کیا تمھارے لیے یہ اعزاز باعثِ سکون نہیں ہے کہ تمھیں میری رفاقت نصیب ہے؟"

میں نے کسی مدہوش کی طرح مچل کے کہا۔ "اس اعزاز کے ساتھ میں مقدس شوطار کے لیے عبادت و ریاضت کے مشاغلِ روحانی بھی جاری رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اسار میں وصل بھی ایک متبرک عمل ہے۔" شوطار نے طنطنے سے کہا۔

"مجھے اس کے سوا بھی کوئی خدمت سونپو، اے مقدس شوطار!"

"تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے برہمی سے پوچھا۔
"میں تمھیں اور قریب اور قریب کرنا چاہتا ہوں۔"
"میں نے تمھارے لیے ہر دروازہ کھول دیا ہے۔"
"لیکن ابھی کچھ دروازے بند ہیں۔"

"جابر بن یوسف!" اس نے تلخ نوائی سے کہا۔ "اے معصوم شخص، قصرِ شوطار میں تمھیں جو عزت دی گئی ہے، اس پر قناعت کرو۔"

میں شوطار کی برہمی کا خطرہ کسی طور مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سعادت مندانہ سرکشی سے کہا۔ "مجھ سے اور نزدیک رہا کرو۔ تم جب چلی جاتی ہو تو قصرِ شوطار کے کسی گوشے میں میرا دل نہیں لگتا۔ تم میرے ساتھ ہی رہا کرو۔ میں تمھارا ہی جلوہ کرتا رہتا ہوں۔"

"اوہ جابر بن یوسف!" وہ اشتیاق سے بولی۔ "میں جب تمھارے سامنے نہیں ہوتی تو مجھے اور بہت سے امور دیکھنے ہوتے ہیں، اسار کی سلطنت کا بار میرے شانوں پر ہے۔ تم تو یہ منزلیں سر کرچکے ہو۔"

"میں جانتا ہوں، تم مجھے بھی ان میں شریک کیا کرو۔ دیکھو کہ میں اس ضمن میں تمھارے لیے کیسا عمدہ رفیق ثابت ہوتا ہوں۔"

"جابر بن یوسف! اسار کی نازنینوں کو دیوتاؤں نے غیر معمولی دماغی اور جسمانی قوتیں عطا کی ہیں، تم ایک مرد کہاں امورِ سلطنت میں مشورے دے سکتے ہو۔" وہ سادگی سے بولی۔

"خوب!" میرے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ "خوب، مگر تم یہ بھول رہی ہو کہ میں اسار کا مرد نہیں ہوں۔ میری خصوصیات یہاں کے مردوں سے مختلف ہیں۔ مجھے حکم دو کہ میں اپنی صلاحیتوں کی نمائش کرسکوں۔ تاریکیِ اعظم میں میرے سپرد کوئی کام نہیں؟ بتاؤ کون سا جزیرہ فتح کرنا ہے؟ کہاں تک تمھاری حکمرانی وسیع کرنی ہے؟ تمھارے سامنے کون شخص بیٹھا ہے؟ جابر بن یوسف الباقر۔" میں نے جوش میں کہا۔ "جابر بن یوسف الباقر۔"

میرے جوش اور ولولے سے اس کی نگاہوں میں چنگاریاں سی لپکیں۔ آج تک کسی مرد نے اس سے اتنی بے باکی سے گفتگو نہیں کی ہوگی۔ میری جرأت کا ردِ عمل ہوا۔ اس نے درشتی سے کہا۔

"تم انگرما کے باغیوں کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

یہ سوال قطعی غیر متوقع تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے گنگ رہ گیا۔ پھر میرے ذہن میں خیالوں کا ایک ریلا آیا اور میں نے انگرما کے حسن اور شادابی کے متعلق ایک مختصر بیان اس کے گوش گزار کیا لیکن اس نے میرے اس بیان میں کوئی دل چسپی نہیں لی۔ اس نے بہت آہستگی سے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔ "سُنا ہے وہاں وہ تمام کاہن اور بزرگ عالم جمع ہوچکے ہیں جو مقدس آقابلا کی سلطنت کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ تم وہاں سے کیسے واپس آگئے؟"

میرے خلاق ذہن نے سونگھ لیا کہ وہ کیا پوچھنا چاہتی ہے اور مجھے کیا جواب دینا چاہیے لیکن میں نے انگرما کے عالموں اور دانش مندوں کی عظمت کا تذکرہ بہت محتاط انداز میں کیا۔ اس کی دل چسپی اور اشتیاق دیکھ کے میں نے آقابلا کے خلاف انگرما میں نفرت اور غضب کی شدت کا ماجرا تدریج تاثر کے ساتھ سُنایا، پھر میں نے گورمے اور گرد مٹا کا ذکر کیا اور غاروں میں چھپے ہوئے ان کاہنوں اور برگزیدہ لوگوں کے بارے میں بتایا جو یہ امید رکھتے ہیں کہ کسی دن تاریک تریِ اعظم میں ملکہ آقابلا سے عنانِ اقتدار چھین لیں گے کیونکہ بے وفائی اس کی سرشت میں ہے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے؟" شوطار نے غیر جانبداری کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ان کا جوش اور ولولہ، ان کی عبادت اور استغراق، ان کا تنظم اور اشتراک دیکھ کے میں خود خوف زدہ ہوگیا تھا۔ انھیں اپنے عزم پر یقین ہے۔ میں نے وہاں آقابلا کے خلاف ایسی ایسی باتیں سُنی ہیں کہ میں یہاں دُہرانے کی جرأت نہیں رکھتا۔" میں نے رازدارانہ کہا۔

"تم وہاں سے آ کیسے گئے؟" اس نے بظاہر بے دلی سے پوچھا۔

"آہ یہ نہ پوچھو کہ میں کیسے آگیا۔ وہ ایسے تمام انسانوں کو پتھر میں تبدیل کردیتے ہیں جنھوں نے مشروبِ حیات نہیں پیا ہے۔ وہ مجھے بھی پتھر میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ گورمے نے میری تربیت کی، مجھے ہربیکا کا مغز کھلایا۔ وہ لوگ میری بڑی قدر کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں بھی آقابلا کے خلاف جنگ میں ان کا ایک موثر ہتھیار ثابت ہوں گا۔ انھوں نے ایک تہہ خانے میں روحیں اکٹھا کی ہیں۔ انھوں نے بڑی تیاریاں کی ہیں۔ میرا وہاں سے نکلنا مشکل تھا لیکن مجھے روحانی کشف کا انھیں بھرپور علم نہیں تھا۔" یہاں میں نے دانستہ برتری کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ میں نے اپنی طاقتوں کے بارے میں مبالغے سے کام لیا اور اس سے کہا۔ "مجھے ایک موقع مل گیا اور میں ان کے عالموں سے لڑتا بھڑتا سمندر میں کود گیا۔ چلتے وقت میں ہربیکا کی مقدس آنکھیں بھی ساتھ لے آیا جو سمندر کے مدوجزر پر نظر رکھتی ہیں۔"

وہ تعجب سے میری باتیں سنتی رہی۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میرے رفیق سرنگا کی دیوی میری طاقت بن گئی تھی۔ اس نے کئی موقعوں پر نمودار ہوکے میری مدد کی تھی۔ میں اسے بھی اپنی طاقت کا ایک حصہ سمجھتا تھا۔ یہی چند اعتبارات ہم مہذب لوگوں کو اس تاریک سرزمین پر زندہ رکھے ہوئے تھے۔" اور جب میں وہاں سے واپس آیا تو کچھ عرصے بعد میں نے انگرما کے فاضلوں کا ایک گروہ سمندر میں جنگ آزما دیکھا۔ میں نے آقابوؤں کے سامنے شور مچایا کہ وہ مقدس آقابلا کو اس یلغار کی خبر کردیں۔ وہ اس وقت تین ماہ کے لیے عبادت میں مصروف ہوگئی تھی۔ انگرما کے باغی پھر فرار ہوگئے لیکن وہ کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ وہ تو آگ ہیں، وہ طوفان ہیں، وہ کڑکتی ہوئی بجلیاں ہیں۔"

میری باتیں سُن کے شوطار کسی خیال میں کھو گئی۔

"پھر اس کے بعد مجھے کیا ملا؟" میں نے ناراضی سے کہا۔ "آہ مقدس شوطار! میں اس کی شکایت بھی تو نہیں کرسکتا۔ مجھے غالباً اس کی شکایتیں تم سے نہیں کرنی چاہئیں، وہ ہماری ملکہ ہے اور ہم سب سے افضل ہے۔"

"وہ دوسرے جزیروں کے حاکموں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟" شوطار نے میری بات پر توجہ نہیں دی اور انگرما ہی کے ذکر میں دل چسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ صرف مقدس آقابلا سے نفرت کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر مقدس شوطار! تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" وہ تلخی سے بولی۔ "کچھ نہیں۔"

"تم مجھ پر اعتماد کرسکتی ہو۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "تمھاری نرمی نے میرے سینے کو جو راحت پہنچائی ہے، وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا ورنہ میں بہت دل شکستہ ہوگیا تھا۔ اور سنو، سنو کہ جب میں نے مقدس آقابلا کا جلوہ دیکھا تھا تو میری راتیں، میرے دن اس کی یاد میں وقف ہوکے رہ گئے تھے پھر بھی اس نے کبھی اپنے اس غلام کو اتنا قریب نہیں کیا جتنا تم نے کیا ہے اور تم خود ایک انجمن ہو، تم نے میری کسک، میری اشتہا، میری جلن محسوس کی ہے۔" وہ مجھے بغور دیکھنے لگی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، اس کے لب وا ہوتے تھے، بند ہوجاتے تھے۔ یہ کیفیت محسوس کرکے میں نے خاموشی پر قناعت کی اور والہانہ انداز میں اس کے مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ضد کرتے ہوئے بولا۔ "اے عظیم شوطار! میرے اوصاف کی قدر کرو اور مجھے اسار کے عام مردوں کی طرح مت برت۔ میرے اندر جھانکو۔ مجھے اپنے آپ میں شامل سمجھو۔"

"تم میرے اندر شامل ہو۔" اور اس نے حسبِ دستور مجھے اپنے آپ میں کمالِ جذب کے ساتھ شامل کرلیا۔ میری گفتار خود اپنے انجام تک پہنچ گئی۔

اس رات شوطار کے شبستان میں رقص کی محفل نہیں سجی۔ یہ ایک خلافِ معمول بات تھی۔ میں نے اربان سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کبھی کبھی شوطار قصر سے باہر چلی جاتی ہے مگر وہ یہ عمل کسی شدید کیفیت سے مغلوب ہوکے ہی کرتی ہے۔ یقیناً وہ دیوتاؤں سے ہم کلام ہوگی۔ یوں وہ ہر ماہ ایک رات کے لیے قصر سے باہر رہتی ہے۔ اس خبر نے مجھے فرحت پہنچائی۔ آج شوطار قصر میں نہیں ہے۔ کتنے تعجب کی بات تھی کہ آج ہی میں نے انگرما کے فاضلوں کے متعلق تفصیلات بتائی تھیں۔ آج ہی وہ چلی گئی۔ وہ اچانک کہاں چلی گئی ہے؟ میں نے اس سوال پر سوچنے کے بجائے اس غنیمت لمحے کا ہر ممکن استحصال کرنے کی ٹھان لی۔ میں کتنے دنوں سے اس لمحے کا منتظر تھا جب وہ یہاں موجود نہ ہو اور طلسمی عکس نما کا ایوان اس کی بصارت سے باہر ہو۔ خوش قسمتی سے میرے ساتھ اسار کی عورتوں کا غول بھی نہ تھا۔ معلوم ہوا جب شوطار عبادت میں مصروف ہوتی ہے تو محفلِ رنگ و نور کی بساط بھی اُٹھ جاتی ہے۔ تمام لوگ احتراماً سکوت اختیار کرلیتے ہیں۔ میں اسی سکوت کو ترس گیا تھا۔ قصرِ شوطار پر ہر طرف گہری خاموشی مسلط تھی۔ میں نے یہاں کی سراغ رسی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ شوطار سے آزادانہ گفتگو اور یہاں قیام کے سوا مجھے کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اربان میرے ہم رکاب تھی۔ میں چاہتا تو آج اس نازک بدن کی رفاقت کی استراحت میں شب بسر کرتا لیکن میں نے اسے ایوان سے باہر نکالنے کے لیے ایک مہذب طریقہ اختیار کیا۔ میں نے دانستہ زارشی کے صحرا کی ابدی آگ روشن کی۔ میرا چوبی اژدہا مستانہ وار اس کے گرد رقص کرنے لگا اور میں زارشی کا مخصوص وظیفہ پڑھنے لگا۔ اربان میرا انہماک دیکھ کے فوراً چلی گئی۔ میں کسی طور یہ موقع ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ پھرتی سے اُٹھا، احتیاط کے ساتھ ایوان سے باہر نکلا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ ایک مشکل اور خطرناک اقدام ہے تاہم اب تابِ انتظار نہیں تھی۔ راستے میں ان گنت حسینائیں میرے آڑے آئیں لیکن میں ان میں روحانی تبسم تقسیم کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا رہا اور ہر قدم پر ان کی محبت آمیز نگاہوں سے ضائع کرتا ہوا زنانے ایوان تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے ساتھ اس کی ٹولی کی عورتیں تھیں۔ میں نے چپکے سے اس کا بازو پکڑ لیا اور اشاروں اشاروں میں تخلیے میں ملنے کی درخواست کی۔ وہ میری جسارت پر گھبرا کے علیحدہ کھڑی ہوگئی۔ پھر میں نے اس اژدہام میں بہت مشکل سے دوبارہ اس کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی جدوجہد کی۔ میں رفتہ رفتہ اس کے بہت نزدیک پہنچ گیا اور نہایت آہستگی سے کہا۔ "نواز! شوطار محل میں نہیں ہے۔ وہ عبادت کے لیے

اپنے حجرۂ خاص میں قصر سے باہر گئی ہوئی ہے۔ مجھے تم سے چند اہم باتیں کرنا ہیں۔ آؤ یہ موقع پھر نہیں آئے گا۔"

"مجھے چھوڑ دو۔ دُور ہٹ جاؤ۔" زرناز نے بے بسی سے کہا۔

اس کی ہلکی سی کراہ پر کسی نے سمجھا کہ میں نے اس کے بدن میں چٹکی لی ہے۔ میں اپنی ندامت مٹانے کے لیے ہنسنے لگا اور وہ زعفران زار مجمع چھوڑ کے مجھے مجبوراً وہاں سے فوراً آنا پڑا۔ ایک امکان زرناز سے رہبری حاصل ہونے کا تھا، وہ بھی ضائع ہو گیا۔ مجھے یہاں بہت سی چیزوں کی تلاش تھی اور ان کا پتہ چلانا میرے لیے دنیا کا دشوار گزار کام بن گیا تھا۔ پھر میں نے یونہی تنہا دیواریں سونگھنا شروع کر دیں۔ مجھے کہیں کوئی راستہ نہ ملا۔ میرا عجوبہ اژدہا ایک مستعد غلام کی طرح ہر دیوار کو ڈسنے کے لیے خاموش بیٹھ جاتا تھا۔ اب میرے حواس پر وحشت کا مکمل تسلط جا لیا تھا۔ رات جیسے جیسے گزر رہی تھی، میرے کرب کا مرض بڑھتا جا رہا تھا۔ میں کیا کروں؟ آہ وہ عکس نما، سب اس سے خوف زدہ ہیں۔ کاش مجھے اس ایوان کا پتہ چل جاتے جہاں وہ نصب ہے تو میں اسے اٹھا کر چکنا چور کر دوں۔ شوطار کی خاموشی اس کی ذہانت پر دلالت کرتی ہے۔ یقیناً وہ اپنی شہرت اور مرتبت سے زیادہ ذہین ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اپنی برتر حیثیت سے پورا فائدہ اٹھا رہی تھی۔ یہ زریں قصر ایک زنداں ہے۔ اس طلسمی کارخانے میں میرے تمام ارادے صرف شوطار کی بے پروائی اور اعتبار ہی سے تکمیل پا سکتے ہیں مگر وہ مجھ سے کیوں بے پروا ہو جائے گی اور کیوں مجھ پر کلی اعتماد کا اظہار کرے گی؟ کاش میں یہاں اپنے باطنی علوم سے مدد لے سکتا، کوئی ایسا عمل کرتا جو در و دریچے روشن کر دیتا۔ میں شپالی سے ان نازنینوں کے چہرے داغ دار کر دیتا، مے شراب کے مٹکوں میں زہر ملا دیتا مگر میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس گھٹن، حبس اور تکدر میں مجھے ایک لامحدود وقت تک انتظار کرنا تھا۔ اگر میں نے عجلت اور جلد بازی میں کوئی ناکام قدم اٹھا لیا ہوتا تو اسار سے میری واپسی ناممکن ہو جاتی۔ مجھے بہت احتیاط سے پھونک پھونک کر ہاتھ پاؤں اُٹھانے تھے۔ صبح تک میں نے اپنی دانست میں قصر کی ہر دیوار ٹھونک لی اور تھک کے اپنے ایوان میں پڑ گیا۔ مجھے گلے میں اپنا ہر عطیہ سر اعزاز چبھنے لگا۔ یہاں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ میں ان عظیم دیواروں اور ایوانوں میں بہت لٹا آدمی تھا۔

علی الصباح قصر کی چہل پہل بحال ہو گئی، گویا شوطار کی آمد کا غلغلہ ہوا اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے کا وقت آیا۔ مجھے خدشہ تھا کہیں وہ میری رات کی مصروفیت کے بارے میں مشکوک نہ

ہو گئی ہو لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جب میرے جسم پر روغن مل کر مجھے شوطار کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میں نے اس کی آنکھوں میں ایک خوابیدگی سی دیکھی۔ وہ کچھ کھوئی ہوئی سی تھی۔ گم سی ہو جاتی تھی۔ میرے آنے پر اس کے اشارے سے تمام کنیزیں ہٹ گئیں۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اسار کی ملکہ سے اس کی رات کی غیر حاضری کا سبب پوچھ سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں کوئی چور چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے میرے بال اپنے ہاتھ میں زور سے جکڑ لیے۔ میں نے اس کی پذیرائی کا یہ جوش دیکھ کے نازک انداز میں پوچھا۔ "کل رات قصر پر موت کا سکوت طاری تھا۔ میں تمھیں تلاش کرتا رہا۔ تم کہیں نہیں ملیں۔ رات بڑی گراں گزری۔"

"ہاں میں یہاں نہیں تھی۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"تم کہاں چلی گئی تھیں؟" میرے منہ سے نکل گیا۔

وہ مجھے تکنے لگی۔ مجھے پہلی بار اس کی پیشانی پر فکر کی لکیریں نظر آئیں۔ اس نے اچانک حکم دیا۔

"تم اسار سے کب واپس جانا چاہتے ہو؟"

"کب؟" میں نے حیران ہو کے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں واقعی چلا جاؤں؟"

"کیا تم جانا چاہتے ہو؟" اس نے میرے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے تین قبیلے تمہاری حکمرانی کے منتظر ہیں اور مقدس آقا بلا بھی تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔"

"میرا انتظار؟" میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔ "کاش وہ میرا انتظار کر سکتی اور جہاں تک قبیلوں کی حکمرانی کا معاملہ ہے، مجھے حکمرانی سے کوئی علاقہ نہیں، کیا مجھے یہاں سے چلا جانا چاہیے؟ میں تو کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"تم کیا سوچ رہے تھے؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ میں جب تک میرے اعصاب میں توانائی ہے اور میرے دماغ میں ہیجان ہے، وقت بسر کروں گا لیکن شاید میں تمھیں اپنی صلاحیتوں سے متاثر نہیں کر سکا۔ شاید میرے نوشتۂ تقدیر میں ابھی اور گردشیں لکھی ہیں۔"

وہ چُپ ہو گئی۔ اس کی خاموشی مجھے ہلکان کیے دے رہی تھی۔

"میں سوچتا ہوں کہ اگر ماہی میں رہتا تو اچھا تھا۔" میں نے کنکھیوں سے اس کی جانب دیکھ کے کہا۔

"کیوں؟" وہ بے نیازی سے بولی۔

"اس لیے کہ تاریک برِّ اعظم میں شاہیت، جبر اور حبس سے نجات ملتی، وہ ایک عمدہ اشتراک ہے، وہاں سب برابر ہیں، بڑوں کا رویہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا ہے۔ وہاں کے ناظم عارف ہیں۔ سارا جزیرہ یکساں خیال اور یکساں مقاصد کے لوگوں کا ہے، وہ مشترکہ عبادت کرتے ہیں اور علوم منتقل کرنے میں بخل نہیں کرتے۔"

"کیا وہاں یہ سب کچھ ہے؟" شوطار نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہاں کیا نہیں ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"اس کے بعد تمہارا ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا؟"

"میں نے اس کی کوشش نہیں کی لیکن اگر میں ان سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تو شاید کر سکتا تھا۔"

"وہ کیسے؟"

"میں کسی جزیرے کے سفر کے دوران میں سمندر میں پہنچ کے ان کی طرف جانے کا ارادہ کرتا تو میرے لیے مشکل نہ ہوتی، ان عاملوں کے پاس میری واپسی کی خبر پہنچ جاتی۔"

"ہونہہ۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔ میں اگر قصر میں موجود نہ ہوں تو تم قصرِ اسار کی کسی بھی عورت سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ تم خود ہی اپنے آپ کو اس قصر میں رہنے کا اہل ثابت کرو۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یہ آزادی بخش دی۔ قصرِ اسار میں تم سے زیادہ دلکش کوئی اور نہیں ہے۔ میں کھلے آسمان میں اور ننگی زمین پر رہنے کا عادی ہوں، شاید میری توانائیاں تمہارے کسی کام آسکیں، شاید میں تمہارے لیے کوئی مؤثر طاقت ثابت ہو سکوں۔" میں نے مسرت اور عزم سے کہا۔

اور اس دن مجھے محسوس ہوا جیسے میں ایک زندہ شخص ہوں اور میرے جسم میں حرارتیں موجود ہیں اور میری رگوں میں خون تیزی سے گردش کرتا ہے اور میں ایک مرد ہوں، اسار کا مرد نہیں اور شوطار ایک عورت ہے، اسار کی عورت نہیں۔ یہ چند نکتے ہی روشنئ طبع کے لیے بڑے اہم تھے۔ مجھے محسوس ہوا، اس اندھیرے میں میرے عزائم کے لیے ایک سمت متعین ہو گئی ہے۔ شوطار کی یہ نوازش میری شفقت آزما برداشت کا ثمر تھی، وہ گرانی جو دل و دماغ پر طاری تھی کسی قدر کم ہونے لگی۔ جسم کی رسیاں ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ قصر میں فوراً کوئی ہنگامہ برپا کرنا خلافِ عقل تھا۔ میں نے اس آزادی، مخفی لطفِ جلی اور نکتہ آفریں صورتِ حال پر اپنی سرگرمیوں میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہیں کی۔ یہ مصلحت شوطار کی نظروں میں میرا درجہ گرا دیتی۔ میں یاران اور دوسری کنیزوں کے گداز بدن پر کسی وحشی کی طرح ٹوٹ نہیں پڑا۔ ان سب سے میرے رسمی روابط جاری رہے۔ ابھی نقوش اور پختہ کرنے تھے۔ ابھی ایک کڑی آزمائش درپیش تھی۔ دو تین دن بعد نہایت نامحسوس طریقے پر میں نے شوطار کی عطا کردہ رعایت سے لطف لینے کا آغاز کیا۔ اپنی گزشتہ آزادی کے مطابق میں قصر میں کودتا، پھاندتا، اچھلتا، نازنینانِ اسار کے درمیان شگوفے چھوڑتا پھرا۔ میں نے تکلف اور جھجک کا پردہ رفتہ رفتہ چاک کرنا شروع کیا۔ باغ میں زرناز بھی سرِ راہ مل گئی۔ میں نے اس مرتبہ زرناز سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں اجنبیوں کی طرح اس سے ملا اور کسی دوسری سمت چل پڑا۔ میری یہ محتاط روی شوطار کا آہنیں قلب پگھلانے لگی۔ مجھ پر اس کی عنایتوں کی بارش اب زور زور سے ہونے لگی۔

ایک رات سکوت نے قصرِ شوطار پھر اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں محل کے نشیبی علاقے میں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ زرناز میری طرف بھاگی چلی آ رہی ہے۔ وہ میرے قریب آ کے رک گئی۔ میں نے اس کی متوحش آنکھوں میں جھانک کر دیکھا اور جلد ہی ان عورتوں سے چھٹکارا حاصل کیا جن کی نگاہیں میرے سراپا کا طواف کر رہی تھیں۔ میں نے مبہم سا اشارہ کیا۔ زرناز میرے عقب میں چلنے لگی اور میں باغ کے ایک ویران گوشے میں چلا آیا۔ قصرِ شوطار کی خاموشی باغ تک پھیلی ہوئی تھی۔ عام دنوں میں یہاں ایک جشن سا منعقد ہوتا تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر دیا۔ زرناز بھی وہیں آ گئی اور آتے ہی بے تابانہ میرے سینے سے چمٹ گئی۔ "سیدی جابر! مجھے معاف کر دو، میں نے تمھیں دکھ پہنچایا ہے۔ تم میری مجبوریاں سمجھتے ہو گے۔"

"ٹھہرو۔" میں نے اسے اشارہ کیا۔ "ابھی خاموش رہو۔" یہ کہہ کے میں نے اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اور احتیاطاً شپالی کی ڈوری کا سرا پکڑ کر پھرکی کی طرح گھماتا رہا۔ "ہاں جانِ عزیز! بات کرو۔"

"سیدی جابر!" زرناز نے سسکتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے ملنے کے لیے مضطرب تھی لیکن کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ شوطار حسبِ معمول ایک رات کے لیے قصر سے باہر جائے گی، میں اس رات کی منتظر تھی۔"

"زرناز! لو یہ باتوں کے لیے گفتگو چھوڑو۔ یہ وقت بڑا قیمتی ہے۔ ہم بہت مشکوک حالت میں یہاں مل رہے ہیں۔ وہ پُراسرار طاقتیں ہماری باتیں سن رہی ہوں گی جو شوطار کے ساتھ ہیں حالانکہ میں نے اپنی شپالی اور اژدہے کی مدد سے کوشش کی ہے کہ ہماری گفتگو ہم ہی تک محدود رہے۔ میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"سیدی جابر! تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟"

"مجھے مقدس آقا بلا نے حکم دیا تھا۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"از راہِ کرم زرناز! خود کوئی سوال مت کرو، یہ بتاؤ کہ تم اس قصر کے بارے میں کس قدر معلومات رکھتی ہو؟"

"میں بہت سی باتیں جانتی ہوں۔"

مسرت سے میری چیخ نکل گئی۔ "اوہ گویا تم طلسمی عکس نما کے ایوان اور دیوتاؤں کے مخصوص کمرے کے بارے میں جانتی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا تم وہاں تک میری رہنمائی کر سکتی ہو؟"

"مقدس آقا بلا کے نام پر۔ میں یہ کام ضرور کر سکتی ہوں تم بھی اس کے غلام ہو، یہ بات میں جانتی ہوں۔"

"تو آؤ۔ دیر مت کرو۔ میرے ساتھ چلو۔" میرے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ میں نے شپالی گلے میں ڈال لی اور چربی اژدہا بھی تھیلے میں لٹکا لیا ہم دونوں نے بات چیت بند کر دی اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر چلنے لگے، باغ سے نکل کر ہم عمارتوں کے سلسلے میں داخل ہوئے۔ زرناز مجھ سے فاصلے پر ہو گئی۔ میں اسے نظروں میں رکھے ہوئے دُور دور چلنے لگا۔ راستے میں عورتوں نے اسے بھی دیکھا ہو گا اور مجھے بھی لیکن وہ اس سے میرے لحاق کا اندازہ لگانے سے قاصر رہی ہوں گی۔ میں اتنی مقبول شخصیت بن چکا تھا کہ مجھے جگہ جگہ رکنا اور زرناز کو ٹھہر کر میرا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو میں نے ابھی تک نہیں دیکھی تھی۔

اور میں قصر شوطار کی ان بھول بھلیوں میں یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا اس حصے میں میرے اور زرناز کے سوا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مجھے ایک تاریک گلی سے گزار کے ایسی جگہ لے گئی جہاں ہر طرف سیاہی کی چادر تنی ہوئی تھی سامنے اندھیرے کا ایک سیل رواں تھا۔ میں نے شپالی روشن کر دی میرے سامنے سیاہ دیواروں کے ایوانوں کا ایک وسیع سلسلہ اُجاگر ہو گیا ان در و بام سے ہیبت ٹپکتی تھی۔ زرناز کی حفاظت کے خیال سے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے پہلو سے لگا لیا۔ اپنے طلسمی لوازم کی موجودگی میں خصوصاً اسمار کی عبادت گاہ کے ہار کے سبب مجھے یہ اعتماد تھا کہ کوئی بیرونی طاقت مجھے نقصان پہنچانے سے گریز کرے گی۔ چربی اژدہا میرے کاندھے پر لٹک رہا تھا۔

مجھے اعتراف ہے کہ اُس وقت میرے دل کی دھڑکنیں میرے قابو میں نہیں تھیں۔ زرناز بھی مبہوت ساتھ چل رہی تھی۔ اسمار کی عظیم المرتبت ملکہ شوطار کی پُر اسرار خلوت گاہوں میں اجازت کے بغیر داخل ہونے کا جرم اتنا سنگین تھا کہ اُس کی سزا کا تصور بھی محال تھا۔ میرے لبوں پر زار شی کے صحرا کا عمل تھا۔ خود زرناز بھی آقا بلا کی ایک ممتاز کنیز ہونے کے شرف سے مفتخر تھی اس لیے وہ طلسمی علوم سے حرب آگاہی رکھتی تھی تاہم وہ تنہا ان ایوانوں میں داخل ہونے کی طاقت سے محروم تھی۔ اس وقت میرا ذہن کئی ٹکڑوں میں منقسم تھا، اندیشۂ آئندہ کے عزائم، آقا بلا کی رفاقت اور خوف، ہاں خوف بھی۔ میں نے سیتا، سرنگا، ڈاکٹر خداداد،

مہذب دنیا کے قافلے کے شکست خوردہ چہرے دیکھے۔ ان میں شرا... بھی نظر آیا۔ ان چہروں کی تازگی میری مہم کی کامیابی سے مشروط تھی۔ ایسے نازک لمحے میں سرنگا کی پُر اسرار دیوی شدت سے یاد آنے لگی کاش وہ اس وقت اسمار میں میری مدد کے لیے نمودار ہو جاتی اس کے خیال سے مجھے سہارا ملا۔ میرا دوست سرنگا اور اس کی دیوی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہوں گی۔ اور میرا آقا بلا ہے مجھے اپنی ٹانگوں میں توانائی کی ایک لہر محسوس ہوئی اور میں نے جوش میں زرناز کے گرد حلقہ تنگ کر دیا۔ شپالی کی روشنی ہماری راہنمائی کر رہی تھی، زرناز ایک جگہ ٹھٹک کے رک گئی اور اس نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ دُور ایک ایوان کی طرف اٹھایا۔ "وہ" اس نے دھیرے سے کہا۔

"طلسمی عکس نما کا ایوان ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"ہاں وہی جہاں ساحر اعظم جالموش کا عطیہ عکس نما نصب ہے۔ یہ ایوان شوطار کے شبستان سے بھی مل جاتا ہے ہمیں اس طویل راستے ہی سے آنا تھا کیونکہ شوطار کے شبستان میں داخل ہونا ناممکن تھا۔ وہاں کی وفادار کنیزوں کا ہجوم ہو گا۔"

"مختصر بات کرو۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "اور وہ دیوتاؤں کا مخصوص کمرہ کہاں ہے؟"

"وہ اس کے برابر ہے۔" اس نے اشارے سے کہا۔ "یہی سب سے اہم ایوان ہے یہاں ایک مقدس پتھر بھی موجود ہے جو ہیرے کی چٹان کہلاتا ہے۔ وہ اسمار میں شوطار کی حکمرانی کی سند اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت ہے۔ شوطار نے اسے دیوتاؤں کے مخصوص کمرے میں حفاظت کے خیال سے رکھا ہے۔ وہاں جانا مشکل ہے کیونکہ وہاں سارے دیوتا اس کی حفاظت کرتے ہیں، اگر تم نے وہ پتھر حاصل کر لیا تو تم شوطار کو ایک فضیلت سے محروم کر دو گے اور شپالی کی طرح تمہارے پاس ایک نادر عطیے کا اضافہ بھی ہو جائے گا لیکن تم وہاں کیسے جا سکتے ہو؟ وہاں تو..."

زرناز کہتے کہتے رک گئی۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ مختصر سی روداد سُن کے میں نے چند لمحے مکمل طور پر اپنے ذہن کے سپرد کیے، میرے ذہن نے اس مختصر وقفے میں کئی فیصلے کیے اور رد... میں نے سوچا کہ اب یہ جگہ میں نے دیکھ لی ہے ایک ماہ بعد جب شوطار معمول عبادت کے لیے قصر سے باہر جائے گی تو میں دوبارہ اس طرف آؤں گا اور اس عرصے میں ساحر اعظم جالموش سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے شوطار خود ہی میرے اس قدر قریب آ جائے کہ مجھے ... لانے میں اسے کوئی عذر نہ ہو؟ مگر یہ دراصل ایک خوف تھا جو فرار پر آمادہ کر رہا تھا۔ میں نے اپنی فکر کی نفی کی۔ آئندہ ایک ماہ میں نہ جانے کیا ہو، حالات بدل جاتیں؟ ممکن ہے کل صبح شوطار کو میری سرگرمی کی خبر ہو جائے اس لیے اس مبارک موقع سے مجھے مکمل فائدہ اٹھانا چاہیے۔ میں نے مقدس

سرنگا کی دیوی اور سرنگا، تینوں کا تصور کیا، پھر میں نے اپنی تسلی کے لیے فضاؤں میں ساحر اعظم جالموش سے مخاطب ہونے کی جرأت کی۔ میری آواز صرف مجھی کو سنائی دے رہی تھی۔ میں ٹھیرے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "اے محترم جالموش! اے ساحروں کے ساحر! مجھے معاف کر دے اور یقین کر کہ ہوس ملک گیری میری سرشت نہیں ہے۔ مجھے اقتدار و اختیار سے سروکار نہیں ہے۔ میں اپنی عظیم ملکہ مقدس آقا بلا پر اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہوں۔ پس میری طرف التفات کی نظر سے دیکھ اور میرے جذبے کی صداقت کا اپنی دُور بیں آنکھوں سے مشاہدہ کر... ہاں مجھے اپنے بہترین شاگردوں میں شمار کر کہ میں تیرے پاس آنے ہی والا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تو مجھے مایوس نہیں کرے گا کیونکہ میرے عزائم میں کوئی سقم نہیں ہے۔"

یہ کہہ کے میں نے زرناز کو وہیں کھڑا رہنے دیا مجھ سے علیحدہ ہوتے ہی زرناز نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا لیے تھے وہ گریہ و زاری کر رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس وقت وہ تمام طلسمی علوم میرے حافظے میں اُبھر رہے تھے جو تاریک ترِ اِقلیم میں اب تک میں نے حاصل کیے تھے، میں ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح مستعد تھا، زرناز سے جُدا ہو کے عکس نما کے ایوان کے دروازے تک کا فاصلہ طے کرتے ہوئے میں احتیاطاً کئی بار رُکا اور آخر دروازے تک پہنچ ہی گیا۔ یہ پتھروں سے تراشا ہوا ایک طویل دروازہ تھا، میں نے اس پر کاندھا لگایا تو مجھے اپنی بساط کا اندازہ ہوا، کوئی زنجیر بھی لگی ہوئی نہیں تھی مگر یہ ایک دروازہ تھا جس کے دو حصے علیحدہ نظر آتے تھے۔ میں نے دوبارہ اپنی پشت ٹکائی۔ کوئی حرکت نہیں ہوئی، مجھے پسینہ آنے لگا اور میں نے ڈگمی کے سینگوں سے اس پر ضرب لگانی شروع کی۔ یہ آواز خوفناک انداز سے ایوان میں بازگشت کرنے لگی۔ پھر میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی ایک مخصوص انداز میں رکھ کے اور ایک عمل پڑھ کے دروازے پر زور لگایا۔ دروازے میں ذرا سا ارتعاش بھی نہیں ہوا۔ میں مختلف عمل پڑھتا رہا اور ہر عمل ناکام ہوتا رہا۔ میں نے شپالی کی مدد سے آگ لگانے کا ارادہ کیا لیکن پتھروں پر یہ آگ کیا اثر کرتی؟ میں نے آگ لگا ہی دی۔ گرد و نواح کی دیواریں تپنے لگیں اور میں دروازے سے اپنا سر پھوڑتا رہا، اس بھڑکتی آگ میں اب ایک ہی عمل رہ گیا تھا کہ میں باری باری اپنے تمام لوازم سے مدد لوں۔ میں نے یہی کیا اور آخر میں جھنجلا کے شپالی بھی آگ میں جھونک دی۔ اچانک آگ کا دائرہ بڑھا اور آگ ایک سمت بڑھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور شعلے اندر کا رُخ کر رہے تھے۔ میں نے وہ آگ بجھا دی اور چربی اژدہا زمین پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں جارا کاکا کی کھوپڑی تھی۔ چربی اژدہا شپالی کے پھرتی سے میری ٹانگوں کے راستے اوپر آ گیا۔ اندر ایوان جگمگا رہا تھا اور میرے سامنے آئینے کی شکل کا

ایک قدِ آدم سفید پتھر رکھا ہوا تھا یقیناً متبرک عکس نما تھا۔ اُسے دیکھ کے میری کیا حالت ہوئی ہو گی؟ میں سمجھا کہ اس پتھر میں میری زندگی محفوظ ہے مجھے کوئی اور خیال نہیں تھا۔ میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی تمام کے پتھر میں کچھ دیکھنے کی خواہش کی مگر خواہشیں گردش کرتی رہیں۔ شاید میں بدحواس ہو گیا تھا۔ میں نے جالموش کا شکریہ ادا کیا اور دل ہی دل میں اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس کے استعمال کی اجازت دے۔ پھر میں نے اشمار کو دیکھنا چاہا۔ سفید پتھر پر رنگ پھیل گئے۔ رنگوں کے یہ ہیولے خطوط کی شکل میں ظاہر ہوتے اور مجھے اشمار کا چہرہ نظر آیا۔ وہ اپنے جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ منظر بہت دلکش تھا لیکن میں نے اسے پلٹ دیا اور اشام، ہلاسغس کی بزم آرائیاں دیکھیں، میں نے اسمار کی گلیاں دیکھیں، پھر میرے دماغ میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ شوطار کو دیکھوں؟ مجھے اس میں بھی ناکامی نہیں ہوئی۔ شوطار ایک بُت کی طرح کھڑی تھی! اس کے آس پاس مورتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ شوطار کے چہرے پر شدید کرب تھا۔

میں نے یہ منظر بھی بند کر دیا، شوطار کا کرب ناک چہرہ دیکھ کے مجھ پر عجلت سوار ہو گئی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں یہ پتھر باہر نہیں لے جا سکتا جالموش کا یہ نادر و کار عطیہ ضائع کر دینے کو بھی دل آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر میں کیا کرتا؟ کیا میں یہاں اس مقدس پتھر کا صرف دیدار کرنے کے لیے آیا تھا؟

"آہ جالموش!" میں نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ مجھے اسے ضائع کرنا پڑے گا۔ مجھے اسے توڑ دینا چاہیے تاکہ شوطار اسمار میں ہونے والی نقل و حرکت دیکھنے سے محروم ہو جائے۔" "مجھے یہ افسوس ناک کام کرنا ہی پڑے گا۔" میں نے بڑبڑا کر کہا۔ اس کے سوا کیا چارہ ہے؟ میں نے شپالی سے اسے داغ دار کر دیا۔ اب اس میں دھبے پڑ گئے تھے بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ دھبے مٹ سکتے ہیں مجھے اسے توڑ ہی دینا چاہیے۔ وہ کوئی وزنی پتھر نہیں تھا۔ میں نے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں اور پتھر کی اس بڑی سلیٹ پر ڈگمی کے سینگوں سے ضربیں لگانا شروع کیں۔ جلد ہی وہ کسی شیشے کی طرح چکنا چور ہو کے رہ گیا۔ میں نے ایک بار پھر جالموش سے معذرت چاہی اور پتھر کے چند ٹکڑے ہاتھ میں رکھے بھاگتا ہوا دروازے سے باہر آ گیا۔

اب میرا رُخ دوسرے دروازے کی طرف تھا۔ میں جزئیات سے گریز کروں گا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ عکس نما کے ایوان کا دروازہ کس طرح کُھلا تھا؟ وہی عمل اس دروازے پر کارگر ہوا لیکن جیسے ہی دیوتاؤں کے اس مخصوص کمرے کا دروازہ کھلا، ہیبت ناک آوازوں کے شور نے مجھے حواس باختہ کر دیا اور بہت سے درندے جیسے میری جانب لپکے۔ میں اس اچانک افتاد سے قطعی پریشان ہو گیا۔ خوف ناک درندوں اور اژدہا

واقسام کے جانوروں نے میری سمت زقند بھری۔ میں گھبرا کے پیچھے ہٹ گیا۔ پھر میرے حواس اسی وقت بحال ہوتے جب میں نے انھیں ٹھٹک کے اپنے قریب ٹھیرتے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے سے کترا رہے تھے۔ میں نے شیال اور جارا کا کا کی کھوپڑی مضبوطی سے پکڑلی اور سراسیمہ ہو کے اس بلائے ناگہاں سے نمٹنے کے لیے سوچنے لگا، وہ غرا رہے تھے، بھنکار رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھایا تو ان کی آوازوں میں اور زیادہ ہیبت پیدا ہوگئی لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے۔ میں نے سوچا، اب ایک ہی چارہ ہے کہ انھیں معرلئے نارشی کی ابدی آگ سے خوف زدہ کیا جائے۔ آگ جلی تو وہ سمٹ کر مجھ سے دور بھاگے اور دیواروں کے ساتھ چپک گئے۔ آہ میرے عزیز نوادر! انھوں نے کتنی بار میرا ساتھ دیا تاریک برِاعظم میں میری کامیابی انھی کی مرہونِ منت تھی۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف بھاگتے ہوتے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا۔ ہر طرف نوادر بکھرے ہوئے تھے۔ کیسے اٹھاؤں؟ کیسے ساتھ رکھوں؟ ہر چیز پاس رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ ان نوادر میں ایک جگہ سیاہ پتھر کے بڑے پیالے میں ایک چمکتا ہوا پتھر بھی تھا۔ میں نے اسے اچک لیا اور جیسے ہی میں نے اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا، میرے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ میں نے اسی پر اکتفا نہیں کی، جو کچھ میرے ہاتھ میں آیا، میں نے اٹھا لیا، اب مزید ہوس کی گنجائش نہیں تھی۔ سرمستی میں؛ اور ایک ایسی مستانہ کیفیت میں جس کا اظہار میرے بس میں نہیں ہے، میں اپنی پوری رفتار سے ہانپتا ہوا، لرزتا ہوا

ان طلسمی ایوانوں سے دور بھاگنے لگا۔ مجھے اپنی سدھ بدھ ہی کہاں تھی؟ زماز ابھی تک آسمانوں سے فریاد بر لب تھی۔ آسمان کو میری تیرہ بختیوں کا خیال آ ہی گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے روشنیاں سی لپکنے لگیں۔ میں زماز کے سینے سے جا لگا اور زماز نے اپنے دونوں بازوؤں سے مجھے حصار میں لے لیا۔ کسی آغوش نے مجھے اتنا آسودہ نہیں کیا ہوگا جتنا اس وقت زماز کی باہوں نے کیا تھا۔ میں ہانپ رہا تھا۔ "سیدی جابر! جارا کا کا تمھارا مرتبہ بلند کرے، تم نے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تم یقیناً پرستش کے لائق ہو۔"

"میں جانتی ہوں سیدی! تمھی انھیں حاصل کر سکتے تھے۔" زماز نے جوشِ مسرت میں کہا۔

"اب میں یہاں سے رخصت ہوتا ہوں۔"

"کہاں؟ تم اب کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"صبح تک شوطار آ جائے گی مجھے فوراً خود کو عبادت گاہ میں روپوش کر لینا چاہیے۔"

"یہ ایک مناسب خیال ہے۔" زماز نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ "مگر ٹھیرو۔ ذرا مجھے ان نوادر کا نظارہ کر لینے دو۔"

"یہ دیکھو۔ یہ دیکھو۔ یہی ہیں نادرہ ہے؟"

"ہاں یہی ہیں۔ دیوتاؤں کی قسم یہی۔" اس نے انھیں بے اختیار چوم لیا۔ "وہ ان سے محروم ہو گئی ہے۔"

"زماز! مجھے جلد از جلد اس قصر سے باہر نکلنے کا اہتمام کرو۔ زماز تم کسی خوف کے بغیر میری رہنمائی کرو۔"

"تمھارے ہاتھ میں یہ مقدس پتھر موجود ہے، اب تمھیں کون روک سکتا ہے؟" زماز نے کہا۔

"لیکن میں باہر جانے کے راستے نہیں جانتا۔"

"میں تمھیں پہنچاؤں گی۔ کاش میں تمھارے ساتھ چلتی۔"

"تو میرے ساتھ ہی چلو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"نہیں، مجھے ابھی ٹھیرنا ہوگا۔ شاید تمھیں میری ضرورت پڑے۔"

"زماز! یہ سب کچھ تمھاری وجہ سے ممکن ہوا ہے۔"

"نہیں، یہ تمھاری ذہانت اور شجاعت کا کرشمہ ہے۔"

ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جھومتے ہوتے وہاں سے واپس ہوتے اور قصرِ شوطار کے اس حصے میں آ گئے جہاں نازنینانِ امسار سکوت کا روزہ رکھے ہوتے تھیں۔ یہاں زماز مجھ سے آگے ہو گئی تھی۔ ایک موڑ پر اس نے اشارہ کیا اور یاس انگیز نگاہوں سے واپس جانے لگی۔ قصر کا دروازہ جو ابھی تک میری نگاہوں سے اوجھل تھا اب سامنے موجود تھا اور بے شمار عورتیں وہاں پہرا دے رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے روکا لیکن میں نے اپنی ہتھیلی میں رکھا ہوا مقدس پتھر ان کے سامنے کر دیا۔ ان کی آنکھیں پھٹ گئیں اور ان پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ میرے راستے سے ہٹ گئیں۔ قصر کا بڑا دروازہ دھیرے دھیرے کھلا اور میں ایک شانِ بے اعتنائی سے باہر آ گیا۔

میں ایک شرابی کی طرح، تمام فکروں سے بے نیاز، اپنی دھن میں مست عبادت گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عبادت گاہ کا راستہ بتانے میں کئی حور شمائل عورتوں نے میری مدد کی تھی۔

عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی میں نے اپنے اتالیق کاہنِ اعظم قرسام کے حجرے میں حاضری دی۔ وہ میری صورت دیکھتے ہی اپنی جگہ اچھل پڑا۔ "تم آ گئے؟" وہ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ میں آ گیا۔" میں نے اپنی مٹھیاں کھول دیں۔ پتھر میرے ہاتھ سے گر کے زمین پر منتشر ہو گئے۔

"تم انھیں لے آتے؟" اس کی زبان لڑکھڑانے لگی اور اس نے انھیں فوراً زمین سے اٹھا لیا۔

"اور اب میں تمھاری پناہ میں آ گیا ہوں۔" میں نے عقیدت سے کہا۔ "میرے عظیم فرزند!" قرسام مجھ سے لپٹ گیا۔

"میرے عظیم فرزند۔ یہ سب میں کیا دیکھ رہا ہوں؟" میرے بیش قیمت نوادر دیکھ کے کاہنِ اعظم اپنا رتبہ بھول گیا۔ ...نے اپنے جذبات کے اظہار میں کوئی احتیاط روا نہ رکھی۔ وہ مجھ سے اس ...بغل گیر ہو گیا جیسے میں اس کا کوئی گم شدہ عزیز ہوں، اس کی نگاہیں چمک ...تھیں، چمکدار پتھر جو آج رات ہی میں نے قصرِ شوطار سے حاصل کیے ...اس کی مٹھی میں تھے۔ اس وقت حجرے میں ہم دونوں کے سوا کوئی موجود ...تھا۔ یہ عبادت گاہ کے کاہنِ اعظم قرسام کا حجرہ تھا اور عبادت گاہ کا ...جزیرہ امسار میں ایک آزاد مملکت کا سا تھا، جوشِ مسرت میں کاہنِ اعظم ...میری پیٹھ تھپتھپائی، پھر شاید اسے خیال آیا کہ ملکہ شوطار کی فضیلت کی ...یہ طلسمی ہیرا دیکھ کے وہ کچھ زیادہ ہی غیر متوازن ہو گیا ہے۔ "تم انھیں ...جلد کیسے لے آتے؟" وہ حیرانی سے کہنے لگا۔

"آج شوطار محل سے باہر تھی اور میں نے اس عرصے میں اپنے حسنِ ...سے محل میں گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل کر لی تھی، میں عرصے ...ان ایوانوں کی تلاش میں تھا جہاں طلسمی عکس نما اور نوادر محفوظ ہیں، ...آج رات یہ موقع نصیب ہو گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساحرِ اعظم ...وش کا طلسمی عکس نما تباہ کر دیا ہے تاکہ شوطار امسار میں ہونے والی سرگرمیاں ...دیکھ سکے، پھر اسی جدوجہد میں مجھے یہ پتھر بھی ہاتھ لگ گئے اور میں انھیں ...لے کے سیدھا تمھاری خدمت میں آ گیا۔" میں نے اختصار سے عجز کے ساتھ ...رات کا ماجرا سنایا۔

"سیدی جابر!" اس نے ولولے سے کہا۔ "تم نے قصرِ شوطار کا ...بابرکت پتھر حاصل کر کے جہاں ایک طرف اپنے نایاب نوادر میں اضافہ ...ہے، وہاں یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مقدس آقا بلا نے تمھارا انتخاب ...ساعتوں میں کیا تھا۔"

"اے کاش!" میں نے اضطراب میں کہا۔ "کاش میں اس کی توقعات ...پر اتر سکوں۔"

میں عبادت گاہ میں قرسام کے پاس پہنچ تو گیا تھا اور میں نے ...بڑا معرکہ بھی سر کر لیا تھا لیکن میرا ذہن اس معرکے کے اثرات و نتائج ...بارے میں الجھا ہوا تھا، متعدد لوگوں نے مجھے یہ باور کرایا تھا کہ ملکہ ...اور ساحرِ اعظم جالموش سے ایک خاص نسبت رکھتی ہے۔ تاریک برِاعظم ...جالموش کا نام نہایت عقیدت اور احترام سے لیا جاتا تھا۔ شوطار ...صباح جب قصر میں واپس آئے گی تو اسے اس صورتِ حال کا علم ہوگا ...اور وہ یقیناً جالموش کی خدمت میں فریاد کرے گی۔ اس کا حسن بے نظیر ...اور میں یہاں اجنبی ہوں، میرے لیے یہ بات باعثِ تشویش تھی

کہ اب جالموش کا ردِعمل کیا ہوگا؟ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ قرسام نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ "جابر بن یوسف! میرا قیاس ہے دیوتا تم سے کوئی بہت بڑا کام لینا چاہتے ہیں۔ تمھاری مسلسل کامیابیاں تاریک برِاعظم میں تمھیں کوئی بڑا رتبہ سونپنے کے درپے ہیں۔"

"مقدس کاہن!" میں نے سرشوری سے جواب دیا۔ "کیا اس سرزمین میں اس سے بڑے رتبے کا تصور ممکن ہے کہ آقا بلا کا قرب نصیب ہو۔ میں نے یہ سبا اسی طمع میں کیا ہے۔"

"ہاں۔" اس کی آواز میں یاسیت آ گئی۔ "اس کی طلب جان بازوں کا مقصود ہے۔ وہ تم سے متاثر ہے۔ تمھاری اس سعادت میں کسی کو کلام نہیں۔ اسی لیے اس نے تمھیں امسار کے سفر پر روانہ کیا ہے۔ امسار میں ایک زمانے بعد کسی مرد نے داخل ہونے کا حوصلہ کیا ہے اور اتنی کم مدت میں یہ لرزہ خیز مہم سر کی ہے۔"

"مقدس کاہن!" میں نے تمام تر انکسار سے کہا۔ "میرے جسم کی حرارت ختم نہ ہو جائے۔ اب یہ تمھارا کام ہے کہ میری رہبری میں عجلت کرو کیونکہ میری جسارتیں شوطار کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکیں گی۔ میں ابھی تک اس سرزمین میں ہوں جہاں شوطار کی حکمرانی ہے، وہ حالات سے یقیناً باخبر ہو چکی ہوگی۔"

"نہیں۔ نہیں۔" اس نے بے فکری سے کہا۔ "یہ عبادت گاہ دیوتاؤں کی سلطنت ہے، یہاں کا کاہنِ اعظم دیوتاؤں کے لازوال قوانین کے مطابق عبادت گاہ میں آئے ہوئے ہر شخص کو اپنی امان میں رکھتا ہے۔ میرا حجرہ ماورائی طاقتوں کی زد سے باہر ہے۔" پھر اس نے شفقت سے کہا۔ "مہذب دنیا کے معزز فرد جابر بن یوسف! قرنوں کے بعد کوئی کرن نمودار ہو رہی ہے، اسی طرح اپنی ذہانت و شجاعت سے کارنامے انجام دیتے رہو اور نتائج ان پر چھوڑ دو جن کا سحر یہ زمین سنبھالے ہوئے ہے۔" یہ کہتے کہتے کاہنِ اعظم کا لہجہ اداس ہو گیا اور وہ بولا۔ "شاید بے قراروں کو قرار آ جائے۔"

"تمھارا کیا مطلب ہے؟" میری سمجھ میں اس کی بات نہیں آئی۔

"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔" وہ ٹالتے ہوتے بولا اور اس طرح کی حرکتیں کرنے لگا جیسے اس نے کوئی غلط بات کہہ دی ہو۔

"میں سمجھتا ہوں، اب وقت آ گیا ہے کہ تم طلسمی عکس نما کی بربادی اور اس پتھر کی حصول یابی کے بعد شوطار سے مبارزت کی دعوت دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرو گے۔" میں نے لفظ چبا چبا کے کہا۔

"مجھے یقین تھا تم یہ عجلت ملکہ یہ سوال کرو گے۔" اس نے ٹھیرے ہوتے انداز میں کہا۔ "کوئی شخص بھی کسی وقت ملکہ شوطار سے مبارزت

کا اعلان کرسکتا ہے مگر یہ ایک بہت بڑا اعلان ہے کوئی دعوا کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ تم ساحرِ اعظم جالموش کی اعانت کے لیے عبادت گاہ میں کسی بے مثال ریاضت کا مظاہرہ کردو تاکہ تمہاری کامیابی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ تمہارے پاس مقدس پتھر ہے۔ مگر تمھیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تم ایک ایسی ملک سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہو جس کا درجہ دیوتاؤں کی نظر میں بہت بلند ہے۔"

"ہاں۔ اور اسی لیے میں تمہاری رہنمائی چاہتا ہوں، اسی لیے میں سیدھا عبادت گاہ میں آیا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میں نے شوطار کے محل میں داخلے سے پہلے تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میں اپنے علم و فضل کے اعتبار سے تاریک برِاعظم کے عالموں کی کون سی فہرست میں شمار کیا جاسکتا ہوں؟"

"وہ چند لمحوں کے لیے تذبذب میں پڑ گیا اور اس نے بغور میرا چہرہ دیکھا، میں متجسس آنکھوں سے اس کے جواب کا انتظار کررہا تھا، پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی اور وہ متانت سے کہنے لگا۔ "تم نے نارشی کے صحرا میں دن گزارے اور شپالی حاصل کی، یہ تمام نوادر جن سے تمہارا گلا آراستہ ہے تمہارے علم و فضل کی دلیل ہیں مگر یہاں پُراسرار طاقتوں کا جال بچھا ہوا ہے اور تمہاری حیثیت ابھی تک عالموں کے مقابلے میں ایک مبتدی کی سی ہے اگر تمھیں اپنی کسی فضیلت کے عوض مشروبِ حیات حاصل ہوگیا تو ریاضت کے لیے تمھیں ایک زمانہ مل جائے گا، تاہم دیوتا تمہارے ساتھ ہیں اور وہ چاہیں تو تمھیں لمحوں میں وہ تمام عظمتیں سونپ دیں جو یہاں عرصوں میں نصیب نہیں ہوتیں۔"

یہ میری بات کا واضح جواب نہیں تھا، میں قرسام کو کریدکے وہ وقت متعین کرنا چاہتا تھا جب شوطار سے مبارزت ہو اور میں قابلا کی بارگاہ میں فاتحانہ داخل ہوں، میں اپنے ہندی دوست سرنگ سے ملوں اور فلورا کو بازیاب کروں۔ کاہنِ اعظم کے مبہم جوابات اور بتدریج معتدل ہوتے ہوئے رویّے سے میرا جوش سرد پڑنے لگا، میں نے طے کیا، مجھے کاہنِ اعظم کا طول عمل والا مشورہ رد کردینا چاہیے اور کسی غیر معینہ مدت کا انتظار کرنے کے بجائے شوطار کے سامنے صف آرا ہوجانا چاہیے مگر اسی وقت میری نظروں میں جالموش کا دیو قامت ہیولا گھوم گیا، میں نے اپنے ذہن میں اس کی جو تصویر کھینچی تھی، وہ بڑی ہیبت ناک تھی۔ جالموش کیا غیر معمولی صفات کا شخص ہے؟ طلسمی عکس نما کے ایوان میں داخل ہونے سے پہلے میں نے احتیاطاً جالموش تک اپنی درخواست پہنچانا چاہی تھی۔ اگر وہ مداخلت پر آمادہ ہوتا تو میں کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتا اور یوں بھی نوادر کے حصول، عورت اور اقتدار کے حصول کے لیے جاں بازی و جاں نثاری کے مظاہرے دکھانے کے

تمام مواقع، تاریک برِاعظم میں فراہم کیے گئے تھے، میرا یہ اقدام بھی کسی ہوس سے آلودہ نہیں تھا۔ یہ صرف آقابلا کی خاطر کیا گیا تھا، بہرحال میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھا، عجیب و غریب اسرار کی اس بزم پر تاویلات اور عقل کی گنجائش کہاں تھی؟ ہاں کبھی کبھی میرا ذہن تاویلات کی پیچیدگیوں میں الجھ جاتا تھا۔ میری کامیابیوں کی بڑی وجہ غالباً یہ بھی تھی کہ میں نے تمام مہذب سائنسی اور فکری موشگافیوں کا باب بند کرکے جو کچھ دیکھا، جیسے دیکھا، اسے کسی شک کے بغیر تسلیم کرلیا یہی میری عقل ہے اور اسی نے مجھے ممتاز کیا ہے، میں نے بارہا خود کو تسلی دی کہ بس وہی عقل استعمال کی جاتی ہے جو اس زمین پر رائج ہے۔ میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے ملائے تو میری بے تابی کو افاقہ ہوا۔ قرسام میرے نوادر ٹٹول کے بار بار اس طرح میری طرف دیکھنے لگتا تھا جیسے میں عجوبہ ہوں۔

میں خود اپنی نظروں میں ایک عجوبہ تھا۔ بے لباس، ننگ دھڑنگ، کھردری جلد، چہرے پر رنگ، کان میں بالے، گلے میں عجیب ہیئت کی اشیا، ماحول طلسمی، بیروت کا ایک شائستہ اور مقبول نوجوان کہاں سے کہاں آگیا تھا؟ قرسام نے درختوں کی چھال سے ایک ڈوری اور باقی تمام پتھر اپنے پاس رکھ کے قصرِ شوطار کا نایاب پتھر اس میں پرو کر اسے میرے گلے میں لٹکا دیا۔ پھر ایک عزم کے ساتھ اس نے میری انگلی پکڑی۔ "میرے ساتھ آؤ۔" اس نے مجھے حکم دیا۔

میں حیل و حجت کے بغیر اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ مجھے لے کر حجرے سے باہر آیا، رات سمٹ رہی تھی اور آفتابِ عالم تاب کی آمد آمد کا غلغلہ تھا، عبادت میں وصال سے تھکے ہوئے کاہنِ اعظم اور کاہنائیں ایک دوسرے کی آغوش میں معصومیت سے پڑے ہوئے تھے اور جو وصال سے محروم رہے تھے وہ مختلف عبادتوں میں مصروف تھے۔ قرسام آہستہ آہستہ پُروقار انداز میں چل رہا تھا مجھے اس کی رفتار سے الجھن ہورہی تھی، ایک سنسنی سی میرے رگ و پے میں تھی جسم میں برقی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ دیوتاؤں کے اصنام کے پاس سے گزرتا ہوا کاہنِ اعظم اس حصّے کی جانب آگیا۔ جہاں بڑے بڑے حجرے بنے ہوئے تھے۔ ایک بڑے حجرے کے نزدیک پہنچ کر میری جانب پلٹا۔ "تم میری ہدایت پر کسی تردد اور اکراہ کے بغیر عمل کرو گے؟" مجھے ہنسی آگئی۔ "میں خود کوئی اختیار اور قدرت کہاں رکھتا ہوں؟ تم مجھے ہر جگہ ثابت قدم دیکھو گے۔ میرے پاگل پن میں کمی نہیں آئے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"جارا کا کا کی عظیم روح کو گواہ بنا کے عہد کرو کہ تم میرے حکم سے سرتابی نہیں کرو گے۔"

میں نے سر جھکا لیا اور خاموش رہا۔ "تو پھر آؤ۔" اس نے حجرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حجرے کا دروازہ قرسام کے پیروں کی دھمک سے خود بخود کھل گیا۔ اندر ایک چھوٹا سا مکان نظر آرہا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے سے گزار کے وہ مجھے ایک بڑے کمرے میں لے گیا جہاں زندگی کے تمام لوازم موجود تھے۔ یہ جگہ مصر کے کسی مدفون فرعون کا مقبرہ معلوم ہوتی تھی۔ درمیان میں فرعون کی ممی کی جگہ جارا کا کا کی ایک بہت بڑی مورتی ایستادہ تھی اور اس کے اردگرد مختلف دیوتاؤں کی مورتیاں۔ مورتی کے سامنے ایک مشعل جل رہی تھی جس نے سیاہ دیواروں کے اس کمرے میں ایک سیاہ روشنی سی بکھیر دی تھی۔ "میں تمھیں یہاں قید کرنے لایا ہوں۔" قرسام نے ایک کونے میں کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ میں آزاد کہاں ہوں؟ لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔

قرسام نے میرے جواب کا انتظار نہیں کیا اور اپنا ہاتھ بلند کرکے مٹھیاں بار بار کھولیں اور بند کیں۔ چاروں طرف مشعلیں روشن ہوگئیں۔ دیوار پر جا بجا مشعلیں نصب تھیں۔ مجھے اس وقت اندازہ ہوا کہ قرسام نے میری تربیت کے بارے میں ابھی ابھی جو رائے دی تھی، وہ صحیح ہے اتنی مدت گزارنے کے باوجود میں اپنی خواہش اور ارادے سے اور اس قدر اعتماد سے یہ مظاہرے نہیں کرسکتا تھا۔ یہ خیال آتے ہی مجھ پر نقاہت کا غلبہ ہوا۔ اسی لمحے قرسام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے کسی طفلِ مکتب کی طرح اس کی طرف حسرت سے دیکھا۔ وہ اب ساکت کھڑا تھا، پھر اچانک اس کا جسم اس انداز میں گردش کرنے لگا جیسے ابھی تمام اعضا علیحدہ ہوجائیں گے۔ اس نے گھٹنے فرش پر ٹیک دیے اور سر زمین پر رکھ کر ایک دل دوز چیخ ماری۔ اس کا جسم کسی پھرکی کے مانند گھوم رہا تھا۔ انھی کیفیتوں کے درمیان قرسام کی کانپتی ہوئی آواز ابھری۔ "اے برگزیدہ و نادیدہ دیوتاؤ! میں یہ شخص تمہارے پاس محفوظ کررہا ہوں۔ اگر یہ وہی ہے جو تمھیں مطلوب ہے تو میری زندگی کی مراد پوری ہوگئی اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمھیں اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ اسے جلالت و عزت سے سرفراز کرو۔ یا پھر اسے میری جانب سے قربانی کے طور پر قبول کرو۔"

میں قرسام کی اس کرب انگیز آواز سے لرز گیا۔ یکایک مشعلیں بجھ گئیں اور قرسام کو قرار آگیا۔ میں نے اپنے تمام نوادر ہاتھوں سے پکڑ رکھے تھے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے؟ قرسام میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے مورتی کے پاس لے گیا اور اس نے بلند آواز میں کہا۔ "مقدس جارا کا کا! یہ شخص جس کا نام جابر بن یوسف البا قر ہے اور جسے تو نے پہلے بھی شاد کام کیا ہے، یہ شخص اس وقت تک قربانیاں پیش کرتا رہے گا جب تک تیرا دل خون سے نہال نہ ہو جائے اسے حوصلہ دے کہ یہ قربانیاں پیش کرے اور سیاہ علوم کے ساحروں کی قربت حاصل کرسکے۔"

میں دم بخود سا قرسام کے لفظ اپنے کانوں میں اتارتا رہا۔ اس اعلان سے فراغت پا کے وہ میری طرف متوجہ ہوا اور پُراسرار انداز میں کہنے لگا۔ "میں جا رہا ہوں۔ یہ جارا کا کا کا متبرک حجرہ ہے اور تمہاری تربیت کا ایک مرحلہ بھی۔" وہ کہہ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اور کتنے مرحلے پیش آئیں گے؟ "تم یہاں تنہا نہیں رہو گے۔ یہاں عظیم دیوتاؤں کی روحیں موجود ہیں جنھیں تم برداشت، تحمل، استقامت و طاقت سے متاثر کرو گے تو شاداں باہر نکلو گے دیوتاؤں کے سامنے متبرک وصال کا مظاہرہ کرو گے اور ثابت کرو گے کہ تم ہر اعتبار سے ایک اہل شخص ہو اور تمھیں بڑی ذمے داریاں سونپی جاسکتی ہیں۔ دیوتا جب چاہیں گے تمھیں باہر کی دنیا میں بھیج دیں گے ورنہ تم یہیں مر کھپ جاؤ گے اور تمہاری روح ہمیشہ بلند مقام پر فائز رہے گی۔"

"مگر۔" قرسام کی گفتگو میری سمجھ سے بالا تھی۔ "مگر میں یہاں کب تک رہوں گا اور کیا ان مورتیوں سے وصال کا مظاہرہ کروں گا؟" میں نے تذبذب سے پوچھا۔

"وہ خود اس کا انتظام کریں گے، جابر بن یوسف! تمہارے لیے اس سے بڑی سعادت ممکن نہیں کہ تمھیں اپنے حجرۂ خاص میں رفاقت کے لیے دیوتاؤں نے قبول کرلیا ہے۔ ممکن ہے تمھیں یہاں مشروبِ حیات سے نواز دیا جائے۔ یہ دیوتاؤں کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ تمھیں کب یہاں سے رخصت کرتے ہیں یا ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔" قرسام نے دبدبے سے کہا۔

میرا دم گھٹنے لگا۔ نارشی کے صحرا میں بڑھوں کی ابدی آگ کے سامنے بیٹھتے ہوئے بھی مجھے ایسی گھٹن کہیں ہوئی تھی جیسی قرسام کی گفتگو اور اس ماحول سے ہو رہی تھی مگر ایک معمول کے سوا میری کیا قدر تھی؟ میرا جی چاہا کہ میں شوطار سے مبارزطلبی کا دعوا کرنے سے باز رہوں۔ میں ایک لامحدود مدت تک قید ہونا نہیں چاہتا، انگروما میں اسی لیے میں نے اپنا قالب پتھر میں تبدیل کرنے سے انکار کردیا تھا۔ میرا ہندی دوست سرنگا مر جائے گا، سرتا بھی ختم ہوجائے گی، مہذب دنیا کے دوسرے قافلے کے لوگ بھی مرجائیں گے میں ان کی صورت کبھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ انگروما کے خیال سے مجھے سرنگا کی پُراسرار دیوی

یاد آتی اور اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن میرے تصور میں ٹمٹمانے لگی۔ ممکن ہے وہ میری مدد کو آ جاتے؟ میں نے قرسام سے عہد کیا تھا کہ میں اس کے ہر حکم کی بجا آوری کروں گا۔ عہد کرنے کے بعد واپس جانے کا کیا عمل؟ مجھے خاموشی سے اس حجرے میں مقید ہو جانا چاہیے۔ میں نے قرسام کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا اور قرسام میری آنکھوں پر انگلیاں پھیرنے کے بعد مجھ سے جدا ہو گیا۔

میں نے اُسے کسی دروازے سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ وہ دیواروں میں کہیں روپوش ہو گیا۔ میں بھاگا بھاگا چھوٹے کمرے میں آیا۔ وہاں بھی اندھیرا تھا۔ میں نے شپالی سے روشنی کی اور پھر مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی زیریں کوئی دروازہ موجود نہیں ہے۔ ایک بار پھر گمان میں بھی لوسا کا نے مجھے ایسے ہی زنداں میں بند کر دیا تھا۔ بڑے کمرے میں آ کے میں نے جاراکاکا کے سامنے عقیدت کا رسمی اظہار کیا اور ایک اونچے پتھر پر رکھا ہوا مشروب غٹاغٹ پی گیا۔ میری آنکھیں مُندنے لگیں اور میں دھڑام سے وہیں گر گیا۔ میرے دل میں یہ خواہش شدت سے اُبھری، کاش میں نے زہر پی لیا ہو لیکن وہ تو نشے کی ایک کیفیت تھی۔

اور اس نشے کا طلسم اس وقت ٹوٹا جب روشنیاں خود بخود جھلملانے لگیں اور در و بام سے سیٹی کی سی آواز نکلنے لگی۔ یہ سیٹی ایسی تیز تو نہیں تھی لیکن اس کی مرتعش آواز میں خوف کی ایک فضا پیدا ہوتی تھی۔ میں اس نئے منظر سے خاصا پریشان ہوا اور اُٹھ کر بیٹھنے لگا۔ اسی وقت مجھے ایسا لگا، میرا سر زمین پر نہیں ہے کسی نرم گداز تکیے پر ہے۔ میں نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں تو حیرت دوچند ہو گئی۔ میں ایک سیاہ فام دوشیزہ کی آغوش میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بے چینی مترشح تھی اور اس کے دراز بال میرے سینے پر پھیلے ہوتے تھے۔ میں فوراً اُٹھ کے بیٹھ گیا۔ "تم کون ہو؟" میں نے لرزتے ہوئے اعتماد سے پوچھا۔ وہ جواب دینے میں ہچکچائی تو میں نے دوسرا سوال کیا۔ "یہاں تمھیں کس نے بھیجا ہے اور تم کیسے آ گئیں؟"

"میں مالیگا ہوں۔ کاہنِ اعظم قرسام کی بیٹی۔ اسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔" اس کے لہجے سے حسرت جھلک رہی تھی۔

"اوہ۔ تم اس کی بیٹی ہو!" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "مگر تم آئیں کس راستے سے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے شیریں آواز میں جواب دیا۔ "کاہنِ اعظم نے ایک طرف اشارہ کیا تھا، میں ادھر چلی آئی۔"

"کیا تم نے وہ راستہ غور سے دیکھ لیا ہے؟"

"نہیں۔ اس کے بعد اندھیرا چھا گیا اور راستہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔"

"تم یہاں سے واپس کیسے جاؤ گی؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"کیا تم جانتی ہو میں کون ہوں؟"

"جو جاراکاکا کے اس حجرۂ خاص میں مقیم ہو، وہ یقیناً کوئی ا مرتبت شخص ہوتا ہے۔"

اس کے جوابات بڑے سادہ تھے۔ اس نے کہا تھا کہ وصال کے لیے آئی ہے۔ میری طبیعت پہلے سے مکدر تھی۔ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ عبادت گاہ میں وصال کو عبا کی حیثیت حاصل تھی لیکن ایسے ہنگام میں اس سرشاری کا کیا تھا؟ میں ابھی تک اس اجنبی ماحول سے مانوس بھی نہیں ہوا تھا۔ سراسیمگی میں بڑھ کے ایک برتن اُٹھایا اور خود پی کے اسے مشر وہ بھی پینے لگی اور ذرا سی دیر میں بدمست ہو گئی۔ اس کی آنکھ میں نشیلے ڈورے دوڑنے لگے۔ مشعل کی روشنی میں اس کا تانبے کے مانند چمک رہا تھا۔ اب اس کے خدوخال نمایاں ہو میں نے شپالی روشن کی اور میں اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔ کوئی حرج نہیں، اگر اس جوا لڑکی کی معیت میں شب و روز گزر جائیں۔ میں نے دل میں سو میرے ذہن میں شکوک سے اُبھرنے لگے۔ کاہنِ اعظم قرسام کے شکوک۔ اس لڑکی کی اچانک آمد کے متعلق اشتباہ۔ میں نے وہ گفتگو تازہ کی جو قصرِ شوطار سے واپس آنے کے بعد کاہنِ اعظم مجھ سے کی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک ہی بات نمایاں تھی، جنس کا اضطراب؟ نہیں، میں نے تردید کی۔ یہ کوئی اور کیفیت زمین پر لٹا کے میں نے ہوش مندی کے ساتھ حجرے کا جائزہ لیا۔ اب بھی بج رہی تھیں مگر ان کی تیزی ختم ہو گئی تھی، ان آوازوں اور ہیجان برپا کر رکھا تھا۔

"کیا یہ کوئی آزمائش ہے؟" میرے ذہن میں ایک سوا

"تو پھر اور کیا ہے؟" میں نے خود کو جواب دیا۔ "کیا یہا عُسل منانے آتے ہو؟"

میں نے اس لڑکی سے ایک خاص فاصلہ دیے سے دور بیٹھ کے کی مورتی کے سامنے شپالی کی آگ روشن کر دی۔ میں دیر تک بیٹھا رہا اور مختلف عمل دُہراتا رہا۔ وہ عمل جو عبادتوں سے اور مجھے سموراں نے سکھاتے تھے، خود میں نے ان کا اکتسا اور آخر ایک روشنی سی میرے دل و دماغ میں در آئی۔ میں

نوادر ایک طرف رکھ دیے اور با آوازِ بلند لڑکی کو اُٹھنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی میں نے بے اختیار دیواروں کی طرف اشارہ کیا اور شدت سے یہ خواہش کی کہ مشعلیں روشن ہو جائیں۔ لمحوں میں میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سارا کمرہ روشنی سے جگمگا اٹھا تھا۔ سیٹیوں کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ حزن و یاس میں ڈوبی ہوئی کسی نامعلوم آواز نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنے آپ پر تعجب ہوا۔ ساتھ ہی میرا حوصلہ بڑھ گیا۔ روشنیوں کی وجہ سے اس مقام کی دہشت کم ہو گئی۔ میرے سامنے مالیگا کا بدن بکھرا پڑا تھا۔ اور اس نے اپنا بدن فعال کرنے کے لیے چند جھٹکے لیے۔ جیسے ہی اس نے رقص کا آغاز کیا، حجرۂ خاص میں دھما دھم، نقاروں کی آواز گونجنے لگی اور مالیگا کے رقص میں زندگی نظر آنے لگی۔ نقاروں پر چوٹ ٹھیک اسی انداز سے پڑ رہی تھی جس انداز سے مالیگا کا بدن زاویے بدل رہا تھا۔ اس نے جاراکاکا کی مقدس مورتی کے سامنے بے تحاشا رقص کیا، میں دور کھڑا ہوا یہ فتنہ انگیز نظارہ دیکھ رہا تھا۔ دفعتہً میری نظریں ٹھٹک گئیں۔

مالیگا کے ہاتھ میں ایک خنجر لہرا رہا تھا۔ خنجر کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دہشت بھی بڑھ گئی تھی۔ مجھے اس کے یہ تیور اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ وہ اب بار بار مجھے اپنی نظروں میں تول رہی تھی اور اس کی توجہ جاراکاکا کی مورتی سے ہٹ کے یکسر میری جانب مبذول ہو گئی تھی۔ میرے تمام نوادر ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ہاتھ بلند کر کے مالیگا کو رقص بند کرنے کا حکم دیا۔ وہ خنجر ایستادہ کیے ہوئے تیزی سے میری طرف آئی۔ میں اپنے غیر معمولی حواس کے تحت پہلے ہی مستعد بیٹھا تھا۔ میں نے اس کا خنجر والا ہاتھ پوری مہارت اور چابک دستی سے تھام لیا۔ خنجر میرے ہاتھ کے دباؤ سے چھوٹ گیا اور مالیگا ایک کراہ کے ساتھ بے ہوشی اور نزع کے عالم میں میری گرفت میں آ گئی۔ میں نے ٹھوکر سے خنجر دور پھینک دیا اور مالیگا کا سراپا اٹھا کے مورتی کے قریب لے گیا۔ نقاروں کی آواز بند ہو گئی تھی اور پھر سے الم و غم کی آواز دیواروں سے پھوٹنے لگی تھی۔ کیا مالیگا کسی خطرناک ارادے سے آئی ہے؟ میں نے یہ فیصلہ کرنے میں خاصی رد و قدح کی۔ مالیگا کاہنِ اعظم قرسام کی لڑکی تھی، کیا کاہنِ اعظم قرسام کا کردار بھی مشکوک ہے؟ مجھے تاریک بر اعظم میں جاراکاکا کی خوشنودی کی روایتیں یاد آ گئیں۔ میں نے مالیگا کو زمین پر ڈال دیا۔ وہ کانپ رہی تھی۔ اس کا سانس بھی پھولا ہوا تھا۔ اس عالم میں وہ مجھے بڑی دلکش لگی۔

مجھے اس وقت کی کوئی بات یاد نہیں کیونکہ مجھ سے میری بصارت اور سماعت چھن گئی تھی۔ میں آدمی نہیں رہا تھا، یہ لمحۂ غضب گزر گیا تو مالیگا کی سرشوری محکومی میں ڈھل چکی تھی اور میری آنکھیں دیکھنے کے لائق ہو چکی تھیں۔ میں نے اس کا دریدہ بدن دیکھا تو افتخار، فتح، قوت اور برتری کے جذبے میرے دماغ پر چھا گئے۔

اپنے اعصاب کو سکون پہنچانے کے لیے میں نے ایک قدح اُٹھایا اور مالیگا کی طرف سے بے نیاز ہو کے میں ایک سمت ڈھلک گیا۔ میرے ہونٹوں سے قدح چپکا ہوا تھا اور میں اپنا ذہن یکسو کر کے رات سے اب تک تیزی سے پیش آنے والے واقعات سونگھ رہا تھا۔ میں اسی انہماک میں کہیں مالیگا اُٹھ بیٹھی اور اس نے زمین پر پڑا ہوا خنجر اُٹھا لیا۔ اسی وقت دیوار سے پھوٹنے والی آواز میں ارتعاش سا ہوا اور میں ایک چیخ کے ساتھ اپنی جگہ سے اچھل کے دور جا پڑا۔ مالیگا کا خنجر میرے شانے میں پیوست ہو گیا تھا اور وہاں سے خون کا فوارہ اُبلنے لگا تھا۔ قرسام کی لڑکی مالیگا کا نشانہ صرف اتنا چوک گیا تھا کہ خنجر میرے سینے کے بجائے شانے میں لگا۔ شانے کے ساتھ ساتھ میری آنکھوں میں بھی خون اُتر آیا۔ خون آلود خنجر اپنے شانے سے نکال کے میں قہرناک اس کی جانب جھپٹا، وہ مورتی کے اردگرد چھپتی رہی۔ میرا جسم لہولہان ہو گیا تھا اور میں زخم کے باوجود دیوانہ وار اس کا تعاقب کر رہا تھا، وہ ایک موڑ پر ٹھوکر کھا کے گری اور میں نے اُسے دبوچ لیا۔ میرے شانے میں سوزش ہونے لگی، میں نے اس کے دونوں بازو پشت کی طرف سے پکڑ کے اس کا سینہ جاراکاکا کی مورتی کے سامنے کر دیا اور چیخ کر جاراکاکا کی عظیم روح کو خطاب کیا۔ "تیری خوشنودی کے لیے" میں نے کہا، "اے جاراکاکا تیرے لیے کاہنِ اعظم قرسام نے کہا تھا کہ قربانیاں پیش کروں تاکہ تیری سعادتیں سمیٹوں سو میری طرف سے اسی کی لڑکی پیش ہے، اسے قبول کر اور اس کی روح جاوداں کی طرف بھیج دے۔" میں نے یہ جملے ہانپتے ہوئے کہے۔ مالیگا کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے خنجر کے لیے دُور تک ہاتھ بلند کیا اور اس کے سینے میں پوری طاقت سے خنجر بھونک دیا اور اس کا پھڑکتا ہوا لاش اٹھا کے میں نے چبوترے پر ڈال دیا۔ خون سے سارا مجسمہ سرخ ہو گیا۔

مالیگا قربان ہو چکی تھی۔

میں نے اپنے زخم پر وہی قدح لوٹ دیا جسے میں پی رہا تھا، ایک جلن سی ہوئی لیکن مجھے سکون آ گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے تمام مشعلیں بجھا دیں۔ صرف ایک مشعل فروزاں رہی۔ اس کے نیچے مالیگا کا بے سدھ جسم پڑا تھا۔ میرے پاس یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ میں نے مالیگا کو قربان کر کے اچھا کیا یا بُرا؟ میں اس پر دوسری طرح بھی قابو پا سکتا تھا۔ جب لاش سے تمام خون نکل گیا تو میں نے شپالی سے اس کے قریب آگ روشن کر دی اور مالیگا کا جسم اس میں جھونک دیا۔ گوشت اور چربی کی چراند نے

میرا دل دماغ معطل کر دیا مگر میں پورے انہماک کے ساتھ اسے جلاتا رہا۔ تاآنکہ جسم راکھ بن گیا۔ جارا کا کا کی مورتی نے پہلے ہی مالیگا کا خون اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ یہ کام نمٹا کے میں ریاضت کے لیے ایک کونے میں بیٹھ گیا حالانکہ میرا زخم رِس رہا تھا اور پے در پے واقعات سے ذہن منتشر تھا۔ تاہم یہی میری برداشت کا امتحان تھا۔ مجھے اس زنداں میں اسی لیے مقید کیا گیا تھا مجھے وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔

ہاں مالیگا کی طرح، جب ایک اور لڑکی میری نظروں کے سامنے آئی تو میرا سکون درہم برہم ہو گیا، وہ بھی اسی طرح تر و تازہ اور شاداب تھی۔ اس نے بھی مالیگا کی طرح نہایت سادہ جواب دیے۔ میں نے وہ تمام خنجر اپنے قبضے میں کر لیے جو حجرۂ خاص میں موجود تھے۔ اسے پرکھنے کے لیے میں نے مالیگا کی طرح برتا۔ مالیگا کی طرح اس کا ردِ عمل بھی یہی تھا۔ اس نے بھی ایک شعلہ فشاں رقص کیا، وہی کرب اور وہی بے چینی اس کی آنکھوں میں بھی موجود تھی۔ میں نے اس سہمی ہوئی ہرنی کو کسی شیر کے مانند رتبا میں اس متبرک اقدام کے بعد اسی طرح دُور جا کے بیٹھ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک نوکیلا پتھر اٹھا کے میری طرف بڑھی۔ میں کنکھیوں سے اس کی تمام حرکتوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے پہلے ہی بہالیا اور جارا کا کا کی مورتی کے سامنے پورے احترام کے ساتھ ایک اور قربانی پیش کی۔ مورتی نے اس کا خون بھی حیرت انگیز طور پر جذب کر لیا۔ میں نے اسے بھی آگ کی نذر کر دیا اور اپنی ریاضت میں مصروف ہو گیا۔ میرے اس عمل کے بعد دیواروں سے مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ ایک ہی ورد کر رہی تھیں۔ میں نے وہ ورد حفظ کر لیا اور زور زور سے نادیدہ روحوں کو سنایا تو آواز بند ہو گئی۔ میں نے سمجھا، میرے اعمال مقبول ہو رہے ہیں اب مجھے کامل سکون سے ان روحوں کو خوش کر کے بیش از بیش علوم منتقل کرنے چاہئیں۔ یہ ابتدائی زمانہ تھا۔ پہلی دو لڑکیوں کی قربانی کے بعد تیسری لڑکی آئی، چوتھی آئی، پانچویں آئی اور پھر میں ان کی گنتی کرتے کرتے عاجز آ گیا۔ انھیں مالیگا کی طرح قربان کرنا میرے معمول میں شامل ہو گیا۔ میں ایک قصائی تھا جو کسی تاخیر کے بغیر حسین نوجوان لڑکیوں کو سفاکی کے ساتھ ذبح کر دیا کرتا تھا۔ میرے سینے میں کسی جنگلی درندے کا دل منتقل ہو گیا تھا۔ جارا کا کا کی مورتی خون میں نہاتی رہی اور میں آگ روشن کر کے ان کے بدن جلاتا رہا اور بدترین چراند برداشت کرتا رہا۔ اب مجھے اپنی جگہ سے اٹھنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی۔ میری خواہش پر اشیا خود بخود متحرک ہو کے میرے ہاتھوں میں آ جاتی تھیں۔ یہ ایک لذت تھی جو ان گنت قربانیوں کے بعد مجھے حاصل ہوتی تھی۔ میری شقی القلبی کی انتہا دیکھیے کہ اب ہر نئی لڑکی کی آمد پر میرے ہاتھ اس کے سینے میں چھرا اتار نکنے کے لیے مچلنے لگتے۔ میں انھیں تڑپتا

دیکھ کے ایک لطف محسوس کرتا۔ ایک بے پناہ مسرت، یہ اذیت مجھے لطف دینے لگی تھی۔ جارا کا کا کی مورتی کے سامنے جلی ہوئی ہڈیوں کا انبار لگ چکا تھا، روز دیواروں سے پھوٹتی ہوئی آوازیں میری تربیت کرتیں۔ مجھے ماہ و سال کا ہوش نہیں رہا۔ باہر کی یاد میرے ذہن کے دریچے سے گزر کر بند ہو گئی۔ شروع شروع میں یہ کام بڑا کریہہ لگتا تھا، بعد میں، میں ان معمولات کا عادی ہو گیا۔ مشروبات کی کوئی کمی اس حجرۂ خاص میں نہیں تھی۔ طرح طرح کی غذائیں میسر تھیں اور اگر غذا کی کوئی کمی ہوتی تو مجھ سے یہ بھی بعید نہیں تھا کہ میں ان لڑکیوں کا گوشت چبانے لگتا۔ ہر لڑکی کے بعد کسی قدر مہلت ملتی، پھر دوسری لڑکی آ جاتی

پھر اس کا خون دیکھ کے مجھ پر اور زیادہ عالمِ کیف طاری ہو جاتا تھا۔ اس دوران میں جب بھی مجھے موقع ملتا، میں جارا کا کا کی روح سے مخاطب ہو جاتا۔ اور میں اب تک جن مراحل سے گزرا تھا، ان میں یہ سب سے زیادہ ہولناک جگہ تھی۔ ایک شخص اتنی دُور جا سکتا ہے؟ اس شخص کو ہوش ہی کہاں تھا کہ وہ کہاں تک جا چکا ہے اور اسے کہاں تک جانا ہے۔ وہ شخص انسان ہی کب رہا تھا؟ اس کا بسیرا روحوں کے درمیان تھا۔ اس کی آنکھیں ماورائی طاقتوں کے مظاہر کا مشاہدہ کرنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ عقل بے عقلی تھی یہ جذب بے خودی ہی عقل تھا۔ اب باہر جانے کی تمنا بھی میرے دل میں نہیں ہوتی تھی۔ اب ایک لڑکی کو قربان کرنے کے بعد دوسری لڑکی کا انتظار شدت سے رہتا تھا، ابتدا میں میں نے ان کی آمد کے راستے کا سراغ لگانا چاہا، ناکامی کے بعد میں نے یہ کوشش بھی ترک کر دی۔ مجھے اپنا نام یاد رہ گیا تھا اور اپنے بارے میں چند خفیف سی باتیں۔

✷

میں کہہ چکا ہوں کہ یہ محویت بڑی عجیب تھی۔ مجھے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہا تھا۔ باہر بھی کوئی دنیا ہے، باہر کیا ہو رہا ہے؟ فکر و حساب کی منزل گزر چکی تھی۔ یہ تہہ خانہ مجھے راس آ گیا تھا یا دیوتاؤں کو ایک بہترین رفیق مل گیا تھا۔ قرسام باہر سے جن لڑکیوں کو بھیجتا تھا، وہ باہر کا ذکر کرتیں تو میں کوئی دل چسپی نہ لیتا۔ میں اب ان سے مزید گفتگو بھی نہیں کرتا تھا۔ رقص کے بعد در و دیوار سے مختلف آوازیں آنے لگتیں تھیں۔ میرا جنون اور بڑھ جاتا تھا۔

ایک دن قربانی کے بعد میں مدہوشی کے عالم میں ورد کر رہا تھا کہ جارا کا کا کی مورتی کا ہاتھ میری طرف بڑھنے لگا۔

میں نے اس کا بوجھ اپنے شانوں پر محسوس کیا تو شعور کی دنیا میں واپس آ گیا۔ وہ سرا استخوانی ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مجھے جھرجھری آ گئی اور میں اپنی جگہ سے ہٹ کے دوسری جانب مورتی کی اوٹ میں چھپ گیا۔ اپنی تمام سفاکی و درندگی کے باوجود خوف سے میرے جسم میں لرزش ہونے لگی تھی۔ میں جہاں جہاں بھاگتا گیا، ہاتھ میرا تعاقب کرتا رہا۔ اس کشمکش میں میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا اور میں نے جھٹ پٹ اپنے تمام نوادر گلے میں ڈال لیے جو ایک عرصے سے ایک طرف رکھے ہوئے تھے اور شیالی ہی کام میں آتی تھی۔ نوادر پہننے کے عمل میں جتنی دیر لگی۔ اتنی دیر میں ہاتھ میرے جسم کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اب میرا بچنا محال تھا۔ میں سانس روک کے کھڑا ہو گیا۔ میرے ٹھہرتے ہی ہاتھ کی جنبش بھی رُک گئی، پھر وہ آہستہ آہستہ میری آنکھوں کی طرف بڑھا۔ میرا چوبی اژدہا متحرک ہو چکا تھا لیکن اس نے کوئی گھبراہٹ ظاہر نہیں کی۔ وہ اطمینان سے کاندھے پر لٹکا رہا۔ استخوانی ہاتھ نے تیزی کے ساتھ میرے ہاتھ کے درمیان انگلی پیوست کر دی۔ میرے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کسی نے ہاتھ پر گرم لوہا رکھ دیا ہو یا کئی سوئیاں ایک ساتھ چبھو دی ہوں۔ میں نے دہشت سے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن دوسرے ثانیے میری آنکھ کھل گئی۔ سرا تا ہوا ہاتھ غائب ہو چکا تھا اور میرا ہاتھ بُری طرح جل رہا تھا۔ میرے اس حادثے کے متعلق سوچنے سے پہلے ہی حجرۂ خاص میں سورج کی روشنی در آئی۔ دروازہ کسی نے جھٹکے سے کھولا۔ میں نے قرسام کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ وارفتگی کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا۔ مجھے اس کی ہیئت عجیب سی لگی اور میں نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا "معزز جابر!" اسے اپنے لہجے پر قابو نہیں رہا تھا "معزز جابر! آؤ باہر آؤ۔ میں نے مقدس جالوش کا ہاتھ عبادت گاہ پر منڈلاتے دیکھا ہے، آؤ باہر آ جاؤ لوگ تم پر عقیدت سے نثار ہونے کے منتظر ہیں۔"

میں نے بوجھل آنکھوں سے اسے گھورا "نہیں۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا "نہیں، ہم یہیں رہیں گے، دیوتاؤں اور روحوں کے ساتھ۔"

"اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں رہی، دیوتاؤں نے تمہاری قربانی قبول کر لی ہے کیا تم شوطار کو بھول گئے ہو؟ تم مقدس آقا بلا کو بھول گئے ہو؟ اٹھو اٹھو سیدی جابر! اٹھو" قرسام نے میرا کاندھا پکڑتے ہوئے کہا۔

مجھے یاد آنے لگا۔ ہاں میرا پورا نام سید جابر بن یوسف الباقر ہے۔ ساتھ ہی مجھے بہت سی باتیں یاد آ گئیں لیکن جب قرسام کو دیکھ کے میں نے اپنے جسم پر نظر ڈالی تو میں اس سے مختلف شخص معلوم ہوا۔ خود رو جھاڑیوں کی طرح بال میرے جسم پر اُگے ہوئے تھے۔

میں بھاری قدموں سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ سورج کی روشنی سے میری آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی۔ حجرۂ خاص سے باہر کاہن اور کاہناؤں کا عظیم اجتماع تھا۔ وہ سب میرے جسم کے ہر حصے کو بوسے دینے لگے اور قرسام میرے ہمراہ افتخار سے چلنے لگا، میرے پیچھے ایک بڑا مجمع تھا، جلد ہی مجھے ایک عالی شان عمارت میں لے جایا گیا۔ یہاں چند رسموں کے بعد کاہن اور کاہناؤں نے مجھے غسل دیا۔ میرے بال کاٹے اور انھیں حفاظت سے رکھ لیا۔ میرا ذہنی توازن ابھی تک درست نہیں ہوا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے قریب کے لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو میرا جسم دھو رہے تھے، رنگ رہے تھے، نہلانے کے بعد مجھے مشروب پیش کیا گیا اور میرے حواس اردگرد کے نشیب و فراز میں تمیز کرنے کے قابل ہو گئے۔

"جابر بن یوسف" قرسام نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا "جارا کا کا اور عظیم روحوں کے حجرۂ خاص سے واپس آ چکا ہے اور اس کی قربانیاں قبول کر لی گئی ہیں۔ عظیم روحوں نے اسے پھر ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ اب وہ معزز شخص تمہارے سامنے ہے۔ اسے غور سے دیکھو۔ یہ دیوتاؤں کا شالیہ ہے اور یہ تمہاری ریاضتوں کے لیے ایک عمدہ نمونہ ہے۔" قرسام کے اعلان کے بعد مجمع میں ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی اور وہ لوگ جارا کا کا کی توصیف میں ایک ساتھ رطب اللسان ہو گئے۔ شاید یہ میری عادت اور قرسام کے جملوں کا اثر تھا کہ میں نے ایک نوخیز لڑکی کو دیکھ کے اسے طلب کیا۔ وہ کھنچی کھنچی اس طرح چلی آئی جیسے میں کوئی مقناطیس ہوں، میرے ہاتھ ڈگی کے سینگوں کی طرف بڑھے، میں یہ سینگ اس کے سینے میں چبھونا چاہتا تھا کیونکہ مجھے خون دیکھنے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ قرسام نے میرا ہاتھ روک لیا۔ "وصال سے پہلے نہیں۔" اس نے کہا۔ "تاکہ اس کی روح آسودہ رہے۔"

قرسام کی مداخلت مجھے گراں گزری۔ میں اس کے سینے میں ڈگی کے سینگ بھونک دیتا لیکن میرے بڑھے ہوئے ہاتھ رک گئے اور میں نے لڑکی کو گیند کے مانند دور پھینک دیا، تازہ آب و ہوا، سورج کی روشنی، قرسام کی گفتگو سے رفتہ رفتہ میں اپنے قدیم حلیے کی طرف مراجعت کر رہا تھا۔ کاہنِ اعظم نے میری حالت دیکھ کے مجمع منتشر کر دیا اور مجھے ساتھ لے کے اپنے حجرے میں آ گیا۔ یہاں میری ملاقات اشار

سے ہوتی۔ اگر میں اشمار کو نہ دیکھتا تو شاید میری توانائی یک جا ہونے میں دیر لگتی۔ اسے دیکھ کے ساری گم شدہ مسرتیں میرے لوح و ذہن پر ابھرنے لگیں۔ اشمار کی بے تابی قابلِ دید تھی۔ اس کے گلابی ہونٹوں نے مجھے شگفتگی کا احساس بخشا اور اس کے سنہرے بدن کی تپش نے میری آتشِ شوق بھڑکائی اور اسی وقت اشمار کو پہلو میں لیے میں قرسام کے حجرے سے باہر آیا۔ مجھے دیکھتے ہی پھر مجمع لگ گیا۔ قرسام میرے عقب میں تھا۔ میں نے رُک کے اُسے اپنے آگے آنے دیا۔ "مقدس کاہن! اب کیا دیر ہے؟"

کاہنِ اعظم میری بات سن کے سوچ میں پڑ گیا اور گردن جھکائے خود کلامی کرتا رہا، پھر اس نے گردن اٹھائی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی غالب آگئی اور اس نے شان و شوکت سے اعلان کیا۔ "معزز کاہنو! جابر بن یوسف اسار کی مقدس ملکہ شوطار سے اسار کے تخت کے لیے دیوتاؤں کے قوانین کے مطابق مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ملکہ شوطار سے قوت اور ذہانت میں برتر ہے۔"

مجمع پر سکوت چھا گیا۔ چند لمحے مکمل خاموشی طاری رہی، اس کے بعد ایک شور سا اٹھا اور لوگ میری صورت تکنے لگے۔

آئندہ چند دنوں تک اشمار میرے ساتھ رہی۔ اسار کی عورتوں کے لیے میرا یہ اعلان ناقابلِ یقین تھا۔ شوطار ان کے نزدیک لامحدود طاقتوں کی مالک تھی۔ وہ اس کی پرستش کرتی تھیں۔ اسار کے جزیرے پر کسی مرد کی حکمرانی کا تصور بھی ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا، انہیں یقین تھا کہ شوطار میرے مقابلے میں کامران و سرفراز ہوگی کیونکہ اسے جالموش کا تعاون حاصل ہے۔

شوطار نے مجھ سے مقابلے کی دعوت قبول کر لی تھی۔ اس مقابلے کے لیے اس نے وہی میدان منتخب کیا تھا جہاں اشمار نے میرے حصول کے لیے ایشام سے مقابلہ کیا تھا، مجھے مقابلے کے لیے شوطار کی ہر شرط منظور تھی۔ جارا کاکا کے حجرۂ خاص سے آنے کے بعد جو اعتماد میرے دل و دماغ میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے ہر اندیشے سے بالا کر دیا تھا۔ کاہنِ اعظم نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر مقابلے کی جگہ بدل کے عبادت گاہ میں انعقاد کا اعلان کر دیا تھا تاکہ جارا کاکا کی روح شکست و فتح کا فیصلہ کرے۔ اسار کی ناظموں نے اس اعلان پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ جیسے جیسے مبارزت کے دن قریب آ رہے تھے میرے حوصلے بلند ہو رہے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق میں نے آدھے سال کے شب و روز جارا کاکا کے حجرۂ خاص میں گزارے

تھے، کاہنِ اعظم کا خیال تھا کہ یہ بہت کم مدت ہے۔ اس عرصے میں بے شمار لڑکیاں قربان ہو گئی تھیں۔ ان کی تعداد دنوں سے زیادہ تھی۔ اب میرے جوش اور اضطراب کا وہی عالم تھا جو حجرۂ خاص میں جانے سے پہلے تھا۔ شوطار کے قصر میں فاتحانہ داخل ہونے کا اعزاز، آقا بلا کی ... میں سرخ رُو پہنچنے کی سرخوشی، سرنگا، سرتیا، ظلورا سے دوبارہ ملنے کا ... میں دن گن رہا تھا۔

جب ایک دن باقی رہ گیا تو عبادت گاہ کے تمام مجسموں کو غسل دیا گیا اور پھر انہیں اُن مردوں کے خون سے تر کیا گیا جو اسار کی عورتوں کے لیے بے کار ہو گئے تھے۔ جب اسار کی عورتیں کسی کو ناکارہ قرار دے دیتی تھیں تو اسے کاہنِ اعظم قرسام کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ پھر ان کے خون کے چھینٹوں سے مجسمے رنگے جاتے تھے ... مواقع پر ... نشاط کی درازی کے لیے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔

وہ رات میری زندگی کی ہیجان انگیز رات تھی۔ دوسری صبح ... وقت سے پہلے عبادت گاہ کے اس مقام پر جو مقابلے کے لیے ... کیا گیا تھا، اسار کی حسینائیں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ اسار کی تاریخ ... قرنوں ... بعد کسی مرد نے شوطار سے مقابلہ کرنے کی جسارت کی تھی ... میری موت کا ہولناک جشن منانے کی آرزو میں اکٹھی ہوئی تھیں، قصرِ شوطار کی معزز عورتیں بھی ان میں شامل ہونے لگیں، زناز بھی ایک کونے میں کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اشمار تماشائیوں کے درمیان موجود تھی۔ کاہن ... قرسام بلند مقام پر کھڑا شوطار کی آمد کا منتظر تھا۔ کاہن اور کاہنائیں ... میں مصروف تھیں۔ مقابلے سے پہلے یہاں عام طور پر رقص کیا جاتا ...

ہجوم کی پُر اشتیاق نظریں اُس راستے پر مرکوز تھیں جدھر ... شوطار جلوہ گر ہونے کو تھی۔ اسار کی تاریخ کا انقلاب انگیز لمحہ طلوع ... چکا تھا۔ وقت جیسے جیسے قریب آتا جا رہا تھا، ناظمات کی بے چینی ... جاتی تھی، میں یہاں ان عبادتوں کا ذکر نہیں کر رہا ہوں جو مقابلے سے ... لازم تھیں، ڈھول تاشے، باجے گاجے، رنگ ترنگ کا سماں تھا، ہر طرف ... اُڑ رہا تھا اور حسینانِ اسار کے پرے کے پرے اِدھر اُدھر اپنے حسن کا ... بکھیر رہے تھے، اسار کی ان حسین و جمیل عورتوں کے سوا اور کیا خصوصیت ... تھی؟ یہ اسار کا سرمایہ تھیں۔ میں ان پر مکمل اختیار کے لیے مقابلہ کر ... تھا۔ یہ سرمایہ میرا ہو جائے گا۔ یہ سارے بدن میرے ہیں، یہ آنکھیں، یہ ... یہ چہرے۔ سب کچھ میرا ہے۔ میری بے تابیاں سوا ہوتی جا رہی تھیں ... شوطار کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اس ہجوم میں زناز، اشمار اور وہ ... میری طرف دار تھیں جو آقا بلا کی طرف سے بھیجی گئی تھیں اور میری ... پوشیدہ تھیں۔ قرسام اور دوسرے کاہنوں کے رویے نے بھی میری ...

کا اظہار ہوتا تھا لیکن وہ سب بظاہر شوطار کے ہم نواؤں کے ساتھ تھے، کسی وقت بھی شوطار کا تخت بادلوں کی اوٹ سے نمایاں ہوتا۔ اچانک میں نے اسار کی ناظم اعلا فسریم کو دیکھا جو تیزی سے بھاگتی ہوئی ہماری طرف آ رہی تھی۔ ہجوم پر سکوت طاری ہو گیا۔ سب کی نظریں فسریم کے وحشت زدہ چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ قریب آ کے مجمع چیرتی پھاڑتی قرسام کی جانب لپکی، اس نے قرسام کے سامنے احترام سے سر خم کیا۔ پھر اس سے سرگوشیاں کرنے لگی۔ قرسام نہایت وقار سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اس کے ماتھے پر شکنیں ابھرتے دیکھیں۔ ہجوم میں دبی دبی سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ قرسام نے دونوں ہاتھ بلند کر کے مجمع کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ فسریم سر جھکا کے ایک طرف ہٹ گئی۔ قرسام نے اونچی آواز میں مجمع کو مخاطب کیا۔

"جزیرۂ اسار کے باشندو! جیسا کہ تمھیں معلوم ہے تم اسار کی تاریخ کا سب سے عجیب مقابلہ دیکھنے کے لیے یہاں موجود ہو، دیوتاؤں کے ابدی قوانین کی رُو سے اگر کوئی فریق چاہے تو مقابلے کے وقت سے پہلے دوسرے فریق کی برتری کا اعتراف کر کے مقابلے سے دست بردار ہو سکتا ہے لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا، ناظمِ اعلا فسریم نے مجھے مطلع کیا ہے کہ مقدس ملکہ شوطار اپنے محل میں موجود نہیں ہے اور شگون کا مبارک وقت نکلا جا رہا ہے۔ فسریم نے جزیرے کا چپا چپا چھان مارا ہے۔ شوطار کی خاص کنیز اربان کی اطلاع ہے کہ وہ آج صبح سے محل میں نہیں دیکھی گئی۔"

قرسام یہ حیران کن انکشاف کر کے ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ اسار کی نازنینوں کے چہرے فق ہو گئے، وہ گم سم و دزدیدہ نگاہوں سے کاہنِ اعظم کو اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے انھیں اپنی سماعت پر یقین نہ آ رہا ہو۔ ناظمات کی قطار میں موت کا سناٹا طاری تھا۔ فسریم نے اب تک اپنا سر نہیں اٹھایا تھا، صرف زناز، اشمار اور دوسرے چند چہرے اور سرشار و شادماں نظر آ رہے تھے۔

"دیوتا ہماری رہبری کریں۔" قرسام نے اپنا بیان جاری رکھا۔ "جابر بن یوسف اب واحد فریق رہ گیا ہے لیکن اسار کے قوانین کی رو سے تین سورج اور تین چاند کے طلوع و غروب کے بعد اگر شوطار واپس نہ آئی اور کسی اور نے جابر بن یوسف سے مبارزت کا دعوا نہیں کیا تو اسار کی سلطنت جابر بن یوسف کے سپرد کر دی جائے گی۔"

قرسام یہ اعلان کرنے کے بعد بلندی سے نیچے اُتر آیا۔ اسار کی نازک اندام اور شوخ و شنگ نازنینوں کے پیروں کی حرکت کسی نے کھینچ لی تھی، وہ سر جھکائے اپنے مردوں اور ساتھیوں کے ہمراہ واپس جا رہی تھیں۔ ناظمات کی حالت سب سے ابتر تھی۔ فسریم سب سے زیادہ اداس نظر آتی تھی۔ عبادت گاہ کا میدان تھوڑی دیر میں خالی ہو گیا اور کاہنوں کے ساتھ

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قرسام میرے قریب آیا۔ "مقدس شوطار فرار ہو گئی ہے۔" وہ کشمکش کے انداز میں بولا۔

"اس نے اچھا کیا۔" میں نے کہا۔ "وہ اب واپس نہیں آئے گی؟"

"وہ اسار میں کہیں موجود نہیں ہے۔" کاہنِ اعظم متذبذب سے بولا۔

"تم نہیں جانتے وہ کہاں گئی ہے؟" میں نے پُر خیال لہجے میں کہا۔

"کہاں؟ وہ کہاں جا سکتی ہے؟"

"وہ انگرسا چلی گئی ہے۔" میں نے اعتماد سے کہا۔ "وہ ان باغیوں سے مل جائے گی جو مقدس آقا بلا کا شیرازہ منتشر کرنے کی فکر میں عرصے سے عبادت کر رہے ہیں۔ وہ اس کا شایانِ شان استقبال کریں گے، اس کے لیے وہی بہتر جگہ تھی۔"

"انگرسا" ہاں باغیوں اور سرکشوں کا جزیرہ۔" قرسام نے نفرت سے کہا۔ "وہ کبھی دیوتاؤں کو اپنے حق میں ہموار نہیں کر سکیں گے۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے مقدس قرسام؟"

"تمھیں اس کی واپسی کی مدت کا انتظار کرنا ہوگا۔" قرسام نے بے خیالی میں جواب دیا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہاں اُسے شوطار نظر آ جائے گی۔

تین روز تک انتظار کی اذیت ناقابلِ برداشت تھی۔ شوطار کے فرار کے بعد اسار میں میرے لیے گھومنے پھرنے کی کوئی قید، جو میں نے خود طاری کر لی تھی، باقی نہیں رہی تھی۔ صرف قصرِ شوطار میں میرا داخلہ بند تھا۔ مجھے یقین تھا کہ شوطار واپس نہیں آئے گی۔ طلسمی عکس نما برباد ہو چکا تھا۔ اس کی فضیلت کی سند وہ نادر ہیرا اب میری گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ میں نے جارا کاکا کے حجرۂ خاص میں سخت مشقت کا زمانہ بھی گزار لیا تھا اور غالباً جالموش کے ہاتھ نے میرے ماتھے پر اپنی قبولیت کی مہر بھی لگا دی تھی۔ اشمار کے ساتھ اب زناز بھی میرے ساتھ عبادت گاہ میں موجود تھی۔ میں نے یہ تین دن ان کے معطر انفاس کے ساتھ بسر کیے۔ اس عرصے میں میں عبادت گاہ سے باہر بھی گیا اور میں نے حسینانِ اسار کے چہرے پژمردہ دیکھے۔ ناظمات کی محفل اداس تھی اور اسار میں ہر جگہ ایک بے رونقی، بے کیفی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کے انھوں نے خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا لیکن وہ شوطار کے مقابلے میں مجھے پسند نہیں کرتی تھیں۔ اسار میں کسی مرد کے اقتدار کا مطلب یہ تھا کہ عورتوں کی برتری ختم ہو جائے۔ اشمار اور زناز ساتھ نہ ہوتیں تو یہ تین دن بہت ابتلا میں گزرتے۔

تین روز بعد پھر ایک بار عبادت گاہ کی وادی میں اسار کی ساری آبادی جمع ہوگئی۔ شوطار واپس نہیں آئی تھی۔ کاہنِ اعظم قرسام نے میرے مقابلے کے لیے کسی اور شخص کو دعوت دی، کسی میں جرأت نہیں ہوئی، کچھ دیر بعد کاہنوں نے عبادت کی رسمیں شروع کر دیں۔

سیاہ فام عورتوں اور مردوں نے رقص برپا کر دیا، شور، ہیجان اور ناپسندیدگی کے عالم میں میری تخت نشینی، میری سربراہی، میرے اقتدار، میری حکمرانی کا اعلان کر دیا گیا۔ مجھے اونچی جگہ بٹھایا گیا اور اسار کی ناظمات نے مجھ پر پھول نچھاور کیے۔ کاہنِ اعظم قرسام نے مجھ سے اطاعت اور وفاداری کا عہد لیا۔ میرا جسم پھولوں سے چھپ گیا اور میرا سینہ فخر سے وسیع ہو گیا۔ جب یہ سارے ہنگامے ختم ہو گئے تو میری بلندی کا وقت آیا۔ میں توری اور بانگان میں ان منزلوں سے گزر چکا تھا۔ میں اس ناراض اور افسردہ مجمع کے سامنے کھڑا ہوا اور میں نے پہلی بار اپنے اطوار سے اپنے مختلف اور منفرد ہونے کا مظاہرہ کیا۔ مجھے اُن کے سامنے خطاب کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ جب یہ موقع آیا تو میرے نطق نے ہمیشہ کی طرح میرا پورا ساتھ دیا اور میں نے اپنے لفظوں کا سحر پھونکا۔ میں نے نازنینانِ اسار کو مخاطب کیا۔ "اے اسار کی پری چہرہ نازنینو! دیوتاؤں نے فیصلہ کر دیا ہے اور جو فیصلہ آسمانوں کی طرف سے آیا ہو، وہی سب سے محترم اور مقدس ہے۔ آج کاہنِ اعظم قرسام کے بعد اسار کی سرزمین پر ایک نیا آفتاب طلوع ہوا ہے۔ یقین کرو کہ شوطار میرے قہر و غضب اور اپنی رسوائی کے خوف سے اسار سے فرار ہو گئی ہے ورنہ تم اس کا کیا جواز پیش کرو گی؟ تم نے شوطار کو برتا ہے۔ اب میرا وقت آیا ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اسار کی حدود میں دیوتاؤں کے قوانین کا احترام کیا جائے گا اور یہاں کے مروّج نظام میں ایسی کوئی تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کی جائے گی جو تمہاری خوشیاں تاراج کرے۔"

ہجوم کے مرجھائے ہوئے چہروں پہ زندگی عود کر آئی۔ ناظمات نے اپنے سر جھکا لیے اور قسریم کے تراشیدہ لبوں پر ملکوتی تبسم کھیلنے لگا۔ اشار اور نرماز نے مجھے تخت پر بٹھایا اور وہ طویل و عریض تخت نازنینِ اسار نے اپنے شانوں پر اٹھا لیا۔ میرا قافلہ مرمر چلا، شان و شوکت کا یہ جلوس چلا۔ اسار کی گلیاں پھولوں سے بھر گئیں اور ساری فضا میں موسیقی گھل گئی اور خوشبو پھیل گئی۔ رنگوں کا بازار سجا، گلیاں مشروبِ نشاط سے تر ہو گئیں۔ نعرے لگاتا اور مستیاں کرتا ہوا جلوس قصرِ شوطار کے قریب رُک گیا اور میرا تخت ناظمات نے اپنے شانوں پر اٹھا لیا۔ کاہنِ اعظم قرسام اور دوسرے کاہن شوطار کی تمام کنیزوں کے ساتھ دروازے پر پہلے سے موجود تھے۔ مجھے عز و شان کے ساتھ مسند سے اُتارا گیا اور کاہن میرے ہر قدم پر رسمیں انجام دیتے رہے۔

قصرِ شوطار کے در و بام، یہ نہریں، یہ باغات، یہ عمارتیں، یہ عورتیں — میں ان سب کا مطلق العنان مالک تھا۔ ارباب بھی طمطراق سے ہم رکاب تھی۔ قصرِ شوطار میں منتخب حسیناؤں کا اجتماع تھا اور ان سب کے تیور والہانہ تھے۔ میری نظر اس دید کا یارا نہیں رکھتی تھی۔ مجھے شوطار کے ایوانِ خاص میں پہنچا دیا گیا اور یہاں مجھے معطّر فیروزی پانی سے غسل دیا گیا۔ میں نے اس نظارے کی تاب نہ لا کے ان سب کو حکم دیا کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔

جب وہ چلی گئیں تو میں نرم و نازک پھولوں کے بستر پر دراز ہو گیا جو سنگِ مرمر کی ایک بڑی چوکی پر آراستہ کیا گیا تھا۔ ایوانِ خاص کی منقش چھت، زریں دیواریں اور نفیس برتنوں کے متعلق میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔ قصرِ شوطار آقابلا کے قصر کا کوئی حصہ معلوم ہوتا تھا، یہاں میں نے دبدبے کے ساتھ شوطار کو حکومت کرتے دیکھا تھا۔ اس کی خوشبو اس ماحول میں رچی بسی تھی۔ یہی وہ تخت تھا جہاں اس نے سب سے پہلے مجھے ملاقات کا شرف بخشا تھا۔ اُس کے پہلو میں مجھے کتنے ہی حیات آفریں وصل کے لمحے نصیب ہوئے تھے۔ اس تنہائی میں مجھے اس پر ترس آنے لگا لیکن جلد ہی یہ کیفیت ختم ہو گئی اور میری نظروں میں اپنا رتبہ بڑھنے لگا اور میں نے اپنی شجاعت پر خود کو بہت داد دی۔ میری بلند اقبالی میری ذہانت کی مرہونِ منت تھی۔ جب کاہنِ اعظم سمورال، سرنگا، سرتیا اور آقابلا کو معلوم ہوگا کہ میں نے اسار پر قبضہ کر لیا ہے تو کیا ہوگا؟ میں خوش آیند تصور ہی کر سکتا تھا اور میں بستر پر دراز دیر تک انھی تصورات میں ڈوبا رہا۔

اور پھر میں نے اٹھ کے شوطار کے خاص کمروں اور خلوت گاہ کا جائزہ لیا۔ میں اس کے کمرے سے ملحق عبادت گاہ میں بھی داخل ہو گیا۔ دیواریں میری آمد سے شق ہو گئیں اور ہر دروازہ میری آہٹ سے کھلتا گیا۔ طلسمی عکس کے ایوان میں مجھے اور بہت سی چیزیں دیکھنے کو ملیں۔ میرا حلق خشک ہو جاتا تھا جو میں نے بار بار مشروبِ خاص سے تر کیا۔ میں کئی جگہ نرم بستروں پر دراز ہوا، کئی جگہ سونگھ کے میں نے ماحول کی لطافت اپنے اندر لی اور ایوانوں کے وہ وسیع سلسلے بہ نظرِ غائر دیکھتا ہوا خلوت گاہ میں آ گیا۔ مجھے موسیقی کی خواہش ہوئی اور میں نے شوطار کی طرح یوں ہی ہاتھ اٹھا دیا۔ ہلکی موسیقی کی لہریں دفعتہً اُبھرنے لگیں۔ میں نے کئی مرتبہ ہاتھ اٹھایا، روشنیاں جھلملانے لگیں اور رنگین بادلوں نے مجھے گھیر لیا۔ میں ایسا ہی ایک ماحول چاہتا تھا۔ پھر میں نے ارباب کی خواہش ظاہر کی۔ چشم زدن میں ارباب دوسری کنیزوں کے ساتھ حاضر ہو گئی۔ ان سب کو واپس بھیج کے میں نے

ارباب کو روک کے رکھا۔ ارباب کی تمکنت وہی تھی مگر اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ کوئی کمان تھی جو لچک جاتی تھی۔ وہ ایک پنکھڑی تھی جسے سونگھنے کے بجائے کھانے کو دل چاہتا تھا۔

"ارباب!" میں نے سرگوشی کی۔

"ہاں" اُس نے آہستگی سے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ کیا کروں؟" وہ اور لچک گئی۔ "تم کتنی نازک ہو۔"

اور میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ اٹھا لیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ "تم اب بھی کنیزِ خاص ہو۔" میں نے وارفتگی سے کہا۔ "اور میں اسار کے اقتدار کا آغاز تمھی سے کرتا ہوں۔ مجھے شوطار کے مرغوب مشروب پلاؤ۔"

یہ سحر ایسا چڑھا کہ پہر بیت گیا اور میں نے بدمست ارباب کو اٹھانے کے بجائے وہیں چھوڑ دیا۔ ایوانِ خاص میں آکے میں نے اپنی کنیزوں کے سامنے اعلان کیا کہ قصرِ شوطار کی سیاحت کا اہتمام کیا جائے۔ لمحے میں یہ خبر اس شہرِ حسن میں پہنچ گئی اور میری آمد کا گجر بجا۔ قصر کی عہدے دار نازنینیں ایوانِ خاص کے نزدیک جمع ہو گئیں اور جب میری سواری وہاں سے چلی تو یوں لگا جیسے رنگ و حسن کا کارواں چلا۔ ایک دن میں اتنی وسیع عمارت بالتفصیل دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ میں اس کے بہت سے حصے پہلے دیکھ چکا تھا، قصر کی منتظمہ نے مجھے وہ تمام کمرے دکھائے جو میں شوطار کے عہد میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ سزاؤں کے کمرے، مختلف دیوتاؤں کے نام پران کی عبادت کے لیے مخصوص ایوان، شراب کے کمرے مگر یہ سب کچھ تو، جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، ایک طلسمی نظام کے زیرِ اثر تھا۔ میں نے اُن مہ جمالوں کو دیکھا جو اب تک میری نظروں سے اوجھل رہی تھیں اور میں نے ان سزا یافتہ دوشیزاؤں سے ملاقات کی جن پر شوطار کا قہر نازل ہوا تھا۔ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا اور میں نے وہ ستم رسیدہ مرد دیکھے جو غلاموں کی طرح رہتے تھے۔

میری آمد پر فواروں کے درمیان ہوش ربا رقص ہونے لگا۔ قصرِ شوطار ایک پرستان تھا، ایک ایسی جلوہ گاہ، ایک ایسا شبستان جسے پرکھنے کے لیے کسی فن کار کی آنکھ چاہیے۔ اشار اور نرماز میرے پہلو بہ پہلو تھیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اُن لڑکیوں پر نشانات لگاتا جاؤں جن کا حسن یکتا ہے مگر میں ان میں کوئی امتیاز تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ کسی کی آنکھ ساحرانہ تھی تو کسی کی آواز شاعرانہ۔ کسی کا چہرہ چمکتا تھا تو کسی کا بدن سانچے میں ترشا ہوا تھا۔ میں اس سیاحت سے لوٹ آیا۔ اتنی نگاہوں کی دعوت کا متحمل کون ہو سکتا تھا؟ اپنے ایوان میں آنے کے بعد میں نے ارباب کو حکم دیا کہ ناظمِ اعلا قسریم کو طلب کیا جائے۔

مجھے لمحوں انتظار کرنا پڑا۔ قسریم جیسے ہواؤں کے دوش پر آئی اور آتے ہی میرے سامنے سجدہ ریز ہو گئی۔ ایک دن میں کیا سے کیا ہو چکا تھا؟ اس بُتِ طناز کا چہرہ میری نگاہِ التفات کے لیے مچلا جاتا تھا۔ قسریم کی تمکنت، عز و شان، گرج دھمک سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا۔ شاید یہی اثر تھا کہ سب سے پہلے میں نے اسے طلب کیا، اس کی ذہین آنکھیں اس کی عظمت پر دلالت کرتی تھیں۔ وہ اسی سبب سب سے ممتاز تھی لیکن اس وقت وہ میرے سامنے کسی غلام کی طرح کھڑی تھی۔ اب اس کے جمال کا احوال کیا بیان کیا جائے۔ میں نے خلوت کا اعلان کیا۔ صرف قسریم میرے مطالبے کے لیے رہ گئی اور میں چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ اس تماشے سے مجھے بڑا لطف آ رہا تھا۔ وہ حکم کی منتظر تھی۔ "ناظمِ اعلا قسریم!" میں نے شاہانہ انداز میں اُسے مخاطب کیا۔ "میں تم سے متاثر ہوں۔"

"مقدس جابر!" قسریم نے احترام سے کہا۔ "یہ میرے لیے اعزاز ہے۔"

مجھے اس کے جواب سے خوشی ہوئی۔ "تم مجھے امورِ حکومت میں بہترین مشورے دے سکتی ہو۔" میں نے کہا۔

"میں مقدس جابر کی اطاعت عبادت سمجھتی ہوں۔"

"افراد بدل گئے ہیں لیکن اقتدار وہی ہے۔ میں تمہاری گزشتہ خدمات کے عوض ناظمِ اعلا کا عہدہ تمہارے پاس ہی برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔"

"مقدس جابر کا فیصلہ دیوتاؤں کے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔" اس نے ادب سے کہا۔ "مجھے اسار میں تمہاری بہترین خدمت کی ضرورت محسوس ہوگی۔"

"میں اسار کے اقتدار کی خدمت ہی کے لیے تجویز کی گئی ہوں۔ میں تمہارے حکم کی منتظر ہوں۔" اس کے دلکش لہجے نے مجھے منفعل کر دیا۔ وہ ہر معاملے میں عاجزانہ اطاعت کا عہد کرتی جا رہی تھی۔

"میں تمہیں سرفراز کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مقدس جابر کے نطق کو مجھ سے ہم کلامی کی زحمت ہو رہی ہے۔"

"خوب" اس کے اندازِ تکلم نے مجھے سرشار کیا۔ "میں تمہیں اپنے قرب کی سعادت بخشنا چاہتا ہوں۔"

"میں اس کا تصور نہیں کر سکتی۔"

"آؤ میرے ساتھ اس نشست پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ جھجکتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور بہت قریب سے اس کے خد و خال کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے اسار کے بارے میں اس سے ماہرانہ گفتگو شروع کر دی۔ اس نے مجھے چند بیش قیمت رموز سے آگاہ کیا۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کے مشروب طلب کیا۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھوں سے پلایا۔ میں نے روشنیاں دھیمی کرنے

کی خواہش ظاہر کی، روشنیاں نرم پڑ گئیں۔ پھر میں نے قسریم کی ظاہری و باطنی صلاحیتوں کا بہ کمال و تمام جائزہ لیا۔ اس کی گفتگو اور قرب نے مجھے ایک عجب لطف سے ہمکنار کیا۔

پھر رفتہ رفتہ میں نے اسمار کی تمام ناظمات اور قصرِ شوطار کی منتخب عورتوں کو طلب کیا۔ قصرِ شوطار کا نام اب قصرِ جابر رکھ دیا گیا تھا۔ میں نے اسمار میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی۔ چند ناظمات کو ہٹا کے ان کی جگہ نئی عورتوں کا تقرر کیا گیا۔ میرا بیشتر وقت انہی کی صحبتوں میں گزرا۔ کاہنِ اعظم قرسام کو طلب کر کے میں شوطار کی عبادت گاہ کے نوادر کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور باقی وقت میں نے جالموش کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تنہائی میں بسر کیا۔ مجھے اقتدار میں آتے ہوئے تین ماہ سے زائد ہو گئے۔ اسمار میں اب بھی عورتوں کو برتری حاصل تھی۔ لیکن مردوں کے سلسلے میں نازنینانِ اسمار کا رویہ اب محتاط ہو گیا تھا۔ کوئی بڑی تبدیلی مناسب بھی نہیں تھی، کاہنِ اعظم کی اعانت بھی مجھے حاصل تھی اور میں نے بہت جلد ناظمات کا اعتماد بھی حاصل کر لیا تھا اور قصرِ جابر کی محبوب شخصیت بن چکا تھا۔ اشمار اور نرماز کو کوئی عہدہ تفویض نہیں کیا گیا تھا لیکن وہ مجھ سے قربت رکھنے کے سبب نہایت عزت اور احترام سے دیکھی جاتی تھیں۔ اسمار ایک جنت تھی اور مجھے یہاں دنیا کا کوئی غم نہیں تھا مگر اب یہاں میرے لیے مزید قیام کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اسمار کی سرکش ملکہ فرار ہو چکی تھی اور آقا بلا کا غلام یہاں کا سربراہ بن چکا تھا۔ اس عرصے میں میرے اندر بڑی تبدیلی آ چکی تھی۔ میرے علم و فضل میں حیرت انگیز اضافہ ہو چکا تھا۔ میری گردن نوادر سے جھکنے لگی تھی اور میں نے شوطار سے مقابلے کے لیے شدید مشقتیں اور اذیتیں برداشت کی تھیں جو برگزیدہ لوگوں کا طرۂ امتیاز ہوتی تھیں۔ بہت سے سیاہ علوم میرے دماغ میں منتقل ہو چکے تھے۔ مجموعی طور پر میرا قد اتنا دراز ہو گیا تھا کہ مجھے اپنی بلندی دیکھ کے خود حیرت ہوتی تھی۔!

اس تاریک سرزمین میں میری جدوجہد، میرا اضطراب رنگ لا رہا تھا لیکن جہاں اضطراب ختم ہو جائے، وہاں زوال شروع ہو جاتا ہے۔ میں ایک بادشاہ تھا مگر بے تاج بادشاہ۔ میری کلاہ تو آقا بلا تھی۔ اسمار کی حسین عورتوں کی رنگین صحبت میں رہنے کے باوجود اس کے دیدار کی تڑپ میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس پہ ہوس اور شدید ہو گئی تھی۔ ہوس کہنے پر مجھے معاف کیا جائے، میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ وہ حسن سے سوا کوئی اور چیز تھی اور میری طلب بھی طلبِ صادق کے سوا کوئی اور طلب تھی۔ اسمار کی ماہ جمال مہ جبینوں کے چہرے مجھے اس کی بے تحاشا یاد دلاتے تھے۔ وہ میری انا بھی، وہ میرا اقتدار تھی حالانکہ وہ ایک موہوم امید تھی۔ اس کی صحبتِ دلنشیں کے بغیر یہ تمام اعزاز ادھورا معلوم ہوتا تھا۔ اسمار میں میرا کام ختم ہو چکا تھا، ادھر بیزنگا میرا منتظر تھا، سرتا اپنے شباب کے ناآسودہ دن گزار رہی تھی، فروزیں، مارشا، جولیا، ڈاکٹر جراوا اور فلورا۔ فلورا جو پڑوس کے ایک جزیرے بیزنار میں زرنگا کے پاس تھی اور میری غیرت کے لیے تازیانۂ عبرت بنی ہوئی تھی مجھے زرنگا کا چہرہ نوچنا تھا اور ابھی مجھے ساحرِ اعظم جالموش کی امانت حاصل کرنی تھی۔

آہستہ آہستہ میرے حواس پر یہ سب لوگ غالب آ گئے اور میں نے کاہنِ اعظم کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ میں اسے اسمار کی نگہبانی اور نیابت سونپنا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے اس کے مشورے سے اسمار کی تمام آبادی کے درمیان ایک حیرت انگیز اعلان کیا۔ میں نے واپس جانے کا اعلان کر دیا۔ ان کے منہ حیرت سے کھل گئے اور جب میں نے اپنی نیابت کے لیے قسریم کے نام کا اعلان کیا تو ہجوم میں بہت سی عورتیں کھڑی ہو گئیں۔ میں نے نرماز کو ناظمِ اعلا اور اشمار کو قصرِ جابر کی منتظم بنانے کے فیصلے سے بھی انھیں آگاہ کیا پھر میں نے واشگاف الفاظ میں کہا۔ ”میں جابر بن یوسف الباقر دیوتاؤں کی مرضی سے اسمار کا سب سے مقتدر شخص، اسمار کا سربراہ ہوں اور ہمیشہ رہوں گا جب تک کوئی میرا ثانی پیدا نہ ہو جائے اور مجھے شکست نہ دے دے۔ میری عدم موجودگی میں قسریم میری نمائندہ اور ترجمان ہے، اس کے فیصلے میرے فیصلے ہیں، اس کا حکم میرا حکم ہے اور میرا حکم دیوتاؤں کا حکم ہے لیکن قسریم اس جزیرے کی سربراہ نہیں جیسا کہ میں نہیں ہوں۔ اصل سربراہ دیوتا ہیں۔ میں دیوتاؤں کا نائب ہوں اور قسریم میری نائب ہے، اقتدارِ اعلا دیوتاؤں کے پاس ہے۔ آئندہ کسی کو حوصلہ ہو تو وہ میرے نام سے کہ میں ہی یہاں کا افضل ترین شخص سمجھا گیا ہوں، مبارزت کی دعوت دے اور مقدس آقا بلا کے ایک غلام کو تخت سے اتار پھینکے۔“ میری گھن گرج سے تمام مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، میں نے بیان جاری رکھا۔ ”میں اسمار کی یادوں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اگر تم کوئی تبدیلی پسند نہیں کرتے تو دیوتاؤں کے سامنے اپنے مطالبے پیش کرتے وقت اپنے سربراہ کی عزت و تکریم میں اضافے کی سفارش کرو۔“

قسریم، نرماز اور اشمار بیتابانہ میرے قریب آ گئیں۔ اربان بھی ایک سمت گم سم کھڑی تھی، میں نے اسے دلاسا دیا کہ مقدس آقا بلا کے حکم سے میں اسے جزیرہ توری طلب کر لوں گا۔ لوگ آفریں کہنے اور پھول نچھاور کرنے کے لیے اس کے گرد جمع ہو گئے۔

آخری چند دن میں نے عبادت گاہ کے لیے وقف کر دیے۔ آقا بلا کا عندیہ لینے کے لیے میں نے اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جو بار آور ہوئی۔ مجھے کاہنِ اعظم قرسام نے نوید دی کہ مقدس آقا بلا نے مجھے اسمار سے واپس جانے کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے آخری رات اپنے قصر ہی میں گزاری جہاں دنیا کی حسین ترین عورتوں نے میرے سامنے آتش فشاں رقص پیش کیا۔

جس وقت میں ساحرِ اعظم جالموش سے ملنے اور فلورا کی بازیابی کی خاطر بیزنار جانے کے لیے اسمار سے روانہ ہوا تو ساحل پر اسمار کے تمام باشندے موجود تھے۔ میری خودکار کشتی تیار تھی۔ کشتی میں ہر قسم کی غذا رکھ دی گئی تھی۔ کاہنِ اعظم قرسام نے دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ سمندر کی لہریں مجھے اسمار سے دور لے گئیں اور جب اسمار میری نگاہوں سے روپوش ہونے لگا تو مجھے اپنے آپ پر ہنسی آنے لگی۔

سمندر مجھے اپنے گھر، اپنے باپ اور اعزا کی یاد دلاتا تھا اور مجھ پر یاس و حرماں کی کیفیتوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ یہ پانی میرے گھر کے پانی سے ملتا ہوگا؟ میں سوچتا تھا کہ میں ایک لہر بن جاؤں اور صرف ایک بار اپنے وطن، اپنے اعزا کو دیکھ لوں۔ تین جزیروں اور چار قبیلوں کا سردار جو پراسرار علوم سے غیر معمولی آگاہی رکھتا تھا، اپنے گھر جانے کی سمت کا تعین کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اپنی کشتی کا رخ مہذب دنیا کی طرف نہیں موڑ سکتا تھا مگر جو پہلے نہیں تھا، وہ اب ہے۔ کبھی شاید ایسا ہو جائے کہ میرے سارے دیے میری خواہشیں سب پہ حاوی آ جائیں۔

مہذب دنیا، ایک خواب، ایک فسانہ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں تاریک برِاعظم میں اتنا بڑا پیدا ہوا تھا اور جو کچھ ماضی مجھے یاد آتا ہے، وہ ہذیان ہے، میرا دماغی خلجان ہے، میں ایک ناممکن بات کا تعاقب کب تک کرتا جبکہ میں اپنی آنکھوں سے انھونے، طلسمی واقعات کا مشاہدہ کر چکا تھا، سو ان باتوں کا خیال ہی ترک کیا جائے اور بیزنار کے بارے میں سوچا جائے جہاں ایک اور مرحلہ مجھے درپیش ہے، جالموش سے معانقے کا مرحلہ۔ ساحرِ اعظم جالموش کے بعد شاید یہ زندگی ٹھہر جائے اور آقا بلا ..... میں نے اپنے سینے میں ندامت کا سینگ چبھو لیا۔ اس اذیت سے مجھے ایک دماغی خوشی نصیب ہوئی، پھر میں نے گھڑا اٹھا کے بے تحاشا مشروب پینا شروع کر دیا۔ ایک تیر سا میرے جسم میں اتر گیا اور میں بے سدھ ہو کے کشتی میں لیٹ گیا۔

بیزنار پر میری کشتی رک گئی، ساحل پر قدم رکھتے ہی میرے دل کی عجیب حالت ہو گئی۔ فلورا سے قربت کے خیال نے انتشار پیدا کر دیا۔ میں سنبھل سنبھل کے آگے قدم بڑھانے لگا۔ میں سیدھا زرنگا کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن ساحرِ اعظم جالموش کی ہیبت نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا۔

زارشی کی طرح مجھے یہاں دور دور تک بے آب و گیاہ پہاڑی سلسلے نظر آتے۔ میں بہت دور تک چلتا رہا، پھر مجھے خیال آیا، میں نے جالموش کی زمین میں آ کے اس سے حاضری کی اجازت نہیں لی ہے چنانچہ ایک جگہ میں بیٹھ گیا اور میں نے اپنی تمام قوت سے جالموش کو مخاطب کیا۔ ”اے ساحروں کے ساحر جالموش! میں تیری زمین پر آ گیا ہوں اور تیرے جلال اور کمال سے آگاہ ہوں۔ مجھے اپنی خدمت میں طلب کر یا پھر میرا راستہ گم کر دے تاکہ میں اس ریگزار میں ختم ہو جاؤں اور تاریک برِاعظم کو ایک نامحترم شخص سے نجات ملے۔“ میری آواز دور تک پھیل گئی اور میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ریگزار میں آگے بڑھنے لگا۔

کوئی جواب نہیں آیا۔ میں نے انتظار کرنے کی زحمت نہیں کی اور ساحل کے مقابل خشکی پر آگے بڑھتا رہا جیسے جیسے میں ساحل سے دور ہوتا گیا، لق و دق بے اماں زمین کا دائرہ پھیلتا گیا، دور دور تک کوئی سایہ نہیں تھا، جگہ جگہ خشک ٹیلے ابھرے ہوئے تھے، انہی کی پشت پر کبھی کبھی سایہ نظر آ جاتا تھا۔ ویسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جزیرۂ بیزنار میں سورج حرکت نہیں کرتا یا بیزنار کی زمین ٹھہری ہوئی ہے کیونکہ سورج عین زمین کے اوپر تھا۔ تاریک برِاعظم میں میری جدوجہد کے آغاز کا وقت ہوتا تو میں اس صحرائے آتش کے طول و عرض میں خوف سے چیخنے چلانے لگتا۔ میرے پیر تھوڑی دیر اور تھوڑی دور چل کر جواب دے جاتے مگر میں نے اس آہ و بکا میں اب خاصا وقت گزار لیا تھا۔

باخبری

لاشعور میں دبے ہوئے خوف،

احساسات اور محرکات کو

بے نقاب کرنے والی

عجیب و غریب کتاب

قیمت

25 روپے

ڈاک خرچ

23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ

مکتبہ نفسیات

پوسٹ بکس 944 رمضان چیمبر ... آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

جب میری آواز دُور دُور تک پھیل گئی اور کوئی جواب نہیں آیا اور کسی طرف سے طلسمی آوا نے بڑھ کر میرا استقبال نہیں کیا کوئی نازنین اس ریگزار میں مجھے اپنی باہوں میں لینے کے لیے نمودار نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں نے کسی تردّد کے بغیر زمین طے کرنا شروع کر دی۔ ہر زمین اجنبی قدموں کے لیے مغایرت کا رویہ رکھتی ہے، ہر زمین کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے اور وہ بیر سنگھ کے دیر میں مانوس ہونے کا خاصہ رکھتی ہے میرے قدموں کے نیچے اب جزیرۂ بیزنار کی زمین تھی۔ اجنبی زمین مگر اعتمادِ ذات پیدا ہو گیا تھا۔ طلسم و اسرار کے ماحول میں یہ اعتماد گو حماقت کی علامت ہے تاہم میں ایک مسلح شخص تھا کوئی نہتا مسافر نہیں تھا۔ میرا سینہ نوادر سے ڈھکا ہوا تھا اور ذہن بہت سے سیاہ علوم سے مالا مال تھا اور بہت سے مشاہدے ان دو آنکھوں نے کر لیے تھے میں نے ساحل کی طرف مڑ کے نہیں دیکھا۔ ساحل پیچھے رہ گیا۔

آگے بڑھنے والے پیچھے مڑ کے نہیں دیکھتے۔ راستے کی پیمائش خوف زدہ لوگ کرتے ہیں۔ مجھے احساس تھا کہ میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے اور یہ علاقہ ساحرِ اعظم جالموش کا علاقہ ہے۔ جالموش کے علاقے میں خوف، دہشت جیسی چیزیں ناپسند سمجھی جاتی ہوں گی اُسے یہ باور کرانا ہوگا کہ کوئی غیر معمولی شخص اس کے ہاں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ جب میں نے جالموش کو آواز دی تھی تو میری آواز کا تجسس، شوق اور جوش بھی اس نے محسوس کیا ہوگا۔

میں اور تیزی سے قدم بڑھانے لگا۔ جیسے آگے یہ زمین میرے لیے مخملیں فرش بچھا دے گی۔ جزیرۂ اسرار کا فاتح اب بیزنار میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے عقب میں فوج نہیں تھی، تاریک برِاعظم میں افراد اپنی ذات میں فوج ہوا کرتے تھے، چھوٹی بڑی فوج، چھوٹی بڑی طاقتیں، ابھی تک جزیرۂ اسرار کی رنگ و نکہت دل میں بسی ہوئی تھی۔ قصرِ شرطار میں کیسی کیسی حسین عورتوں کا اجتماع تھا؟ مجھے اربان اور تسریم بطورِ خاص یاد آئیں۔ ان کے بدن سے خوشبوئیں پھوٹتی تھیں اور شباب اُمڈتا تھا۔ اسرار جاتے ہوئے ایک سنسنی سی ہوئی تھی کہ وہ عورتوں کی حکومت کا علاقہ ہے۔ اسرار سے واپس آ کے بھی اس احساس نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ پتہ نہیں دوبارہ وہاں جانا نصیب ہو یا نہ ہو؟ مگر وہ قصر یاد ضرور آئے گا۔ پہلے توری پھر باگمان پھر اسرار اور اب بیزنار۔ بیزنار کا نام آتے ہی میرے خون میں جولانی آ گئی۔

جزیرۂ بیزنار کو دوسری تمام آبادیوں اور زمینوں پر اس لیے فوقیت حاصل تھی کہ یہاں ساحرِ اعظم جالموش فروکش تھا جو کسی سلطنت کا امین نہیں تھا مگر بجائے خود ایک سلطنت تھا۔ اسے مسخر کرنا تاریک برِاعظم کے ہزاروں جزیروں کی تسخیر سے بڑا کام تھا۔ جالموش یہیں بیٹھ کے سحر پھونکتا تھا۔ اس طلسمی نظام میں اُسے کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ اس کا ذکر اتنی بار اور اتنے لوگوں سے سنا تھا اور خود اس کے سحر کمالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے کہ اس کے قد و قامت جلال و کمال کا تصور کر کے جھرجھری آ جاتی تھی۔ جالموش کی تائید تاریک برِاعظم میں میری مزید کامیابیوں اور آلِ کارا آقا بلا کی بارگاہ میں سُرخ رُوئی کا سبب بن سکتی تھی۔

جالموش کے قیام کے علاوہ جزیرۂ بیزنار میں ایک اور کشش مجھے کھینچ لائی تھی۔ یہاں فلورا موجود تھی۔ وہ فلورا جس کے سبب میں مہذب دُنیا سے دور ہو گیا تھا۔ وہ فلورا جسے جب بیروت میں، میں نے دیکھا تو مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔ میں نے گھر چھوڑا، اعزا چھوڑے، وطن کو خیرباد کہا۔ اس کی رفاقت کے لیے میں نے اپنا پورا ماضی چھوڑ دیا۔ وہ فلورا بیزنار کے سردار ارمیگا کے بھائی زربگا کے قبضے میں تھی۔ فلورا جابر بن یوسف کی اتنی شان و شوکت قوت و جبروت کے باوجود ابھی تک غیروں کے پاس تھی۔ یہ بات میری غیرت کے لیے تازیانہ تھی۔ جب اس کا خیال آتا تو جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور زربگا کا ہیکل جسم روندنے کے لیے اعصاب میں کھلبلی ہونے لگتی۔ میں فلورا کو زربگا کے سامنے موت کا جام پلا سکتا تھا۔ مجھے اس کی موت گوارا تھی مگر اس کے جسم پر زربگا کا تصرف کسی طور گوارا نہیں تھا۔ زربگا میرے نرغے سے نکل بھاگا تھا۔ توری کے معتوب سرِسار شوالا نے ذلیل ہونے سے پہلے مجھے ستانے اور دُکھ پہنچانے کے لیے میری محبوبہ فلورا کو زربگا کے حوالے کر دیا تھا اور اب ایک مدت کے بعد وہ گھڑی قریب آ رہی تھی جب میں زربگا کا چہرہ مسخ کروں اور فلورا کی قلب و جاں کو راحت پہنچاؤں۔ یہ کتنی لرزہ انگیز بات تھی کہ میں فلورا کے قریب تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا ہر قدم میرا اس کا فاصلہ کم کر رہا ہے۔ کا انبار اور سورج کا قہر ناقابلِ برداشت ہوا جا رہا تھا۔ اپنے حواس میں خود مسلط تھا اور پوری طرح ارد گرد سونگھ کے چل رہا تھا اور شاید میں نے اپنے پیچھے کا فاصلہ چھوڑ دیا۔

پھر میں کچھ سوچ کے زمین پر بیٹھ گیا اور اتنی دیر میں، میرا ذہن مکمل طور پر یکسو ہو گیا۔ میں نے سوچا مجھے کسی بیل کی طرح آگے کے بجائے انسان کی طرح سوچنا چاہیے۔ نشے میں بھٹکنے کے بجائے کچھ دیر سستا لینا چاہیے۔ بھوک کا اور پیاس کا ذکر فضول ہے۔ میری زبان بھی لٹک جاتی تو میں دیوتاؤں کی ثنا کرتا ہوا آگے بڑھتا

نے یہاں آ کے ہی سیکھا تھا۔ اطاعت اور جرأت۔ صحیح لوگوں کی اطاعت صحیح سمت میں جرأت، جو اطاعت نہیں کرتے وہ کبھی مطیع نہیں بنا سکتے اور جو مطیع نہیں بنا سکتے اُن میں جرأت کا فقدان ہے۔ وہ صرف مطیع ہیں اور صرف مطیع غلام ہیں اور غلام سب سے محفوظ ہیں۔ میں نے اسرار میں جارا کاکا کی عبادت گاہ اور قصرِ شرطار میں بارہا جالموش کی اطاعت کا عہد کیا تھا اور مجھے اعتماد تھا کہ میرے ذیل میں اس کا رویہ اثبات میں ہے۔ اسرار کی فتح اس کا ثبوت تھی، میری پیشانی پر جارا کاکا کی عبادت گاہ میں جس استخوانی ہاتھ نے قبولیت کی مہر لگائی تھی، اس کا نشان ابھی تک محفوظ تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میں تاریک برِاعظم کے سب سے عظیم طلسم خانے میں جا رہا ہوں، وہاں کی آزمائشیں سخت ہوں گی، نارشی کے صحرا سے شدید۔ جالموش کا قرب آسانی سے حاصل نہیں ہو جائے گا۔

دل یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے بیزنار کے سردار ارمیگا سے بیزنار کی مسندِ اقتدار چھینی جائے اور زربگا کے خون سے جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا جائے۔ سب سے پہلے فلورا کی دید کی جائے اور اضطراب کم کر کے جالموش کی صحبت میں باریابی کی اجازت طلب کی جائے لیکن میں نے یہ خیال ترک کر دیا۔ مجھے سب سے پہلے جالموش کی خدمت میں حاضری دینی تھی کیونکہ اس سے تعلق بڑھانے کا مطلب آقا بلا کی نظروں میں میری سرفرازی تھا۔ جالموش کے علاقے میں داخل ہو کے اس کے پاس پہلے نہ جانا خلافِ ادب بھی تھا۔ میں نے پھر صرف جالموش کی تمنا کی اور دوبارہ پورے جوش اور عزم سے صحراؤں میں اپنی بلند آواز کی ہیبت چاروں طرف بکھرا دی۔ میں نے پکارا ”اے مقدس جالموش! آقا بلا کا غلام تیری رفاقت کا سودائی ہے۔ اس پر راستے روشن کر دے جو تیرے وصال کے کرب میں اتنی دُور سے آیا ہے، اُسے آسودہ کر۔“ یہ کہہ کے میں دوبارہ اٹھا اور میں نے تینوں سمتوں میں نگاہ دوڑائی۔ ریت سے بگولے اٹھ رہے تھے میری پیشانی پر پہلی بار فکر کی لکیریں اُبھریں اور میں دوسرے ہی لمحے آگے چل پڑا۔ میں نے اپنے نوادر سے مدد نہیں لی۔ سمت کے تعین کے لیے سمورال کی مالا کے دانے روشن نہیں کیے، چوبِ اژدہا متحرک نہیں کیا۔ جالموش کے علاقے میں یہ تمام کارروائیاں بے سود تھیں، میں کوئی مزاحمت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اپنا تمام ہوش جالموش کے سپرد کر دیا ہے، وہ جیسے چاہے مجھے استعمال کرے۔ سر پر ہے آگے وسیع صحرا تھا جہاں اُمید کی ہلکی سی کرن کے لیے کوئی درخت بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ نہ پرندہ نہ درندہ، نہ پانی، نہ زندگی کے آثار۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دوسری دنیا کے کسی ویران اور غیر آباد سیارے میں آ گیا ہوں۔

چلتے چلتے رات ہونے لگی۔ صحرا کی تپش میں کمی آنے لگی اور میں ایک جگہ گرتے گرتے بچا۔ میں ایک قدم نشیب میں چلا گیا تھا مگر میں نے اسے پھرتی سے روک لیا ورنہ کسی گڑھے میں گر گیا ہوتا۔ مجبوراً مجھے شپالی روشن کرنا پڑی اور یہ دیکھ کے میری پتلیاں سکڑ گئیں کہ وہ ایک بہت بڑا کنواں تھا جس کی تہہ شپالی کی روشنی میں نظر نہیں آتی تھی۔ میں پیچھے ہٹ گیا اور میں نے راستہ بدل کے جانا چاہا لیکن آگے کا سارا راستہ نشیب میں تھا اور ڈھلوان بھی نہیں تھی، ایک دیوار نیچے کی طرف جاتی تھی جس میں اندھیرے کی سلطنت تھی۔ شپالی سے اندھیرا کسی قدر دُور ہو گیا تھا۔ میں شپالی کی روشنی میں دیوار کے کنارے دُور تک بھاگتا رہا۔ ہر طرف نشیب ہی نشیب تھا۔ اندھیرے کا سمندر اور لامحدود گہرائی۔ نیچے جانے والی دیوار کے سامنے کوئی دیوار نہیں تھی کہ اندھیرے کی اس نہر کی چوڑائی کا تخمینہ لگایا جا سکتا۔ کوئی پل دُور دُور تک اسے عبور کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ میں نے زمین پر لیٹ کر ٹٹول ٹٹول کے سیڑھیاں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ وہ تو ایک ہموار دیوار تھی۔ میں نے ایک وزنی پتھر اٹھا کے غار کے اندر پھینکا۔ اس کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی خاطر میں نے پتھر گرنے کی آواز سننے کے لیے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دی۔ کوئی آواز نہیں آئی۔

یہ جالموش کا علاقہ تھا۔ تاریک برِاعظم کے اس برگزیدہ ساحر نے اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط حصار کا انتظام کر رکھا تھا۔ یہ صرف جالموش کی ساحرانہ قوتوں کا کمال تھا کہ بڑی افواج اور طلسمی قوتیں نشیب پار کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی تھیں۔ جالموش کا وقار میرے دل میں جاگزیں ہو گیا اور میں نے اس مشکل وقت میں زیرِ لب اس کی صناعی کی داد دی لیکن میری اس خوش دلی سے میرا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ کیا جالموش یہاں نشیب کی تہہ میں محفوظ ہے یا یہ محض سیاہ ناظروں کا سراب ہے؟ کیا یہ کوئی آزمائش ہے یا جالموش کی طرف سے انکار کہ میں جزیرۂ بیزنار میں داخل ہونے کے بجائے واپس ہو جاؤں؟ میری دانش مندی ہی یہاں میرا نقص بن گئی۔ میں تذبذب میں

ہپناٹزم کے عملی طریقے
ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں
قیمت 30 روپے ڈاک خرچ 23 روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس 944 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551 ای میل kitabiat1970@yahoo.com

پڑ گیا شاید یہ جالموش کے علاقے کا سحر تھا کہ میری قوتِ فیصلہ مفلوج ہوگئی اور میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے خاموش بیٹھ گیا بار بار شپالی کی روشنی اندھیرے میں پھینکتا اور مایوس ہو کے پیچھے آ جاتا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جزیرۂ اسار میں اُترتے وقت بھی دھند کی ایک دیوار درمیان میں آگئی تھی لیکن وہ دھند میری مساعی سے دُور ہوگئی تھی مجھے معلوم تھا کہ ہر نئے جزیرے پر طلسمی قوتیں اجنبی لوگوں کی آمد پر مزاحمت کرتی ہیں مگر یہ سب سے ہولناک منظر تھا۔ یہ دھند نہیں تھی اور یہ اسار کا جزیرہ نہیں تھا۔ ساحرِ اعظم جالموش کی سرزمین تھی۔ میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کے متعدد عمل پڑھے میرے تمام عمل ضائع گئے نشیب پُر نہیں ہوا۔ تو مجھے خیال آیا، سبزنار میں داخل ہوتے وقت میرے برتری کے غرور کا پتہ جالموش کو ہو گیا ہے اور اس نے مجھے عبرت سے دوچار کرنے کے لیے یہ قیامت خیز منظر تخلیق کیا ہے۔ یہ سب فریبِ نظر ہے مگر اب حقیقت ہے تاریک ترِ اعظم کے برگزیدہ عالموں میں ابھی میری بساط ہی کیا ہے؟ میں نے قصرِ شوطار سے واپسی پر کاہنِ اعظم قرسام سے یہی سوال کیا تھا تو اس نے جواب دیا تھا کہ دیوتا مجھ پر مہربان ہیں ورنہ ابھی میرا درجہ سیاہ علوم کے عالموں کی صفوں میں نمایاں نہیں ہے۔ اس کے بعد میں جارا کاکا کی عبادت گاہ میں چھ ماہ کے لیے گوشہ نشین ہو گیا تھا اور وہاں میں نے نوجوان لڑکیوں کے خون کی قربانی ان گنت بار پیش کی تھی لیکن ان تمام فضیلتوں کے باوجود میری حیثیت ہی کیا تھی؟ مجھے احساسِ کمتری نے گھیر لیا۔ میں اپنے آپ میں کڑھنے اور جلنے لگا۔ یہ کیفیت وقتی ثابت ہوئی۔ کچھ ہی دیر بعد مجھے خود کو سنبھالنا پڑا اور میں آگے بڑھنے کے بجائے سکون سے سوچنے کے لیے وہیں کنارے پر سمٹ کے بیٹھ گیا۔ "سنو!" میں نے کسی قدر بلند آواز میں کہا۔ "میں تیرے تمام کرشموں کا قائل ہوں اور اسی لیے کشاں کشاں تیرے پاس آیا ہوں۔ یہ کیسا اندازِ پذیرائی ہے؟ یہ کیا اولتے دلربائی ہے؟ بس اب زیادہ حوصلہ نہ آزما، نہیں بلاتا تو نہ بلا۔ یہیں بیٹھا رہوں گا اور ختم کرنے کی ٹھانی ہے تو ختم ہو جاؤں گا۔"

میں نے کہنے کو تو کہہ دیا لیکن کہہ کے میری تشفی نہیں ہوئی۔ یہ چرب زبانی اور لسانی جالموش جیسے زیرک اور ساحر کا دماغ کیسے رہا تی؟ لہٰذا میں نے طے کیا کہ جو کچھ کہا ہے۔ اس پر عمل بھی کیا جائے اور ایک طویل تا دمِ مرگ آزمائش کے لیے تیار رہا جائے۔ میں نے ضد اور طولی اور بھوک پیاس کی شدت میں کنارے پر لیٹا تارے گنتا رہا۔ مجھے چاند نظر آیا۔ مجھے اپنے گھر کا آنگن یاد آ گیا، جہاں چاند روشنی پھیلاتا تھا اور پھر تری کی گلیوں کی وہ محفلیں اُبھر آئیں جن کی داغ بیل میں نے ڈالی تھی۔

دل میں ایک ہوک سی اٹھی مایوسی میں ماضی کی یاد آتی ہے۔ کیا میں اور جارا کاکا کی عبادت گاہ میں حاصل کیے ہوئے تمام ورد آگ پر رقص کر کے دُہراتا رہا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی آگ میں جل رہی تھی کی جلسی آگ تھی، ابدی آگ جو کبھی نہ بجھے اور جھاڑ جھنکار کے بغیر ہو جاتی تھی اس میں کوئی کلام نہیں تھا کہ جالموش آقا بلا کی بارگاہ میں پہنچنے کا دروازہ ہے اور تاریک ترِ اعظم میں سرخروئی حاصل کرنے کی درسگاہ میرا علم نامکمل ہے اور میرا جذبہ لائقِ اعتنا نہیں جب جالموش کی نگاہِ عنایت میری طرف مبذول نہ ہو۔ اگر آقا بلا کے باریابی کی اجازت نہ ملی تو بھی جالموش کے دیے ہوئے درد نہیں جائیں گے سو میرے لیے نہ جانے کتنی راہیں روشن کر دیں۔ میں اپنے آپ میں گم، مستانہ وار رقص کرتا رہا تھا، میرا جسم پسینے تر بتر ہو گیا۔ یہاں تک کہ اردگرد کی پیاسی زمین نم ہونے لگی۔ طلوعِ آفتاب کے طلوع ہونے تک ورد کرتا رہا۔ میرا چوبی اژدہا اچھل کے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ صبح کی روشنی پھیلی تو شپالی کی مانند پڑ گئی اور میں نے اُسے گلے میں لٹکا لیا، اپنے تمام نوادر آویزاں کر لیے اور دنیا آگے چل کے نشیب میں جھانک کر دیکھا۔ میری آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں۔ اس گہرائی کی کوئی تہہ تھی سورج کی روشنی بھی تہہ کی نشاندہی کرنے سے قاصر تھی۔ نگاہ وہیں تک دیکھ سکتی تھی، جہاں تک اسے دیکھنا آتا تھا۔ سمندر سیاہ بادل ہوتے تھے جیسے زمین کے نیچے ایک اور دُنیا آباد ہو۔ جھکتے بھی ہول آتا تھا، اس گہرائی کا نہ کوئی سرا تھا نہ خاتمہ۔ میں سمجھتا تھا روشنی میں یہ طلسم ہلکا پڑ جائے گا مگر دن کی روشنی میں تو اور معلوم ہونے لگا۔ میں اپنا سینہ پکڑ کے بیٹھ گیا۔ کیا میں واقعی چلا جا رہا ہوں؟ کیا یہ سبزنار کا علاقہ نہیں ہے؟ میں کسی جہنم میں، میں مہذب دنیا کی کسی نادیدہ زمین پر تو نہیں آ گیا ہوں؟ اس میرے رگ و پے میں جھنجھناہٹ سی ہوئی۔ واپسی کے لیے قدم مڑتے تھے اس کشمکش میں حواس جانے لگے اور ذہنی توازن بگڑنے میں لڑکھڑا کے گرا تو میرا چوبی اژدہا میرے سینے پر لہرانے لگا۔

"کیا پھر ڈال دی ہے؟" میں نے خود سے پوچھا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"تو پھر شپالی کی آگ روشن کیوں نہیں کرتے اور اپنی سخت دل جالموش کا ملازم کیوں نہیں کرتے؟"

جالموش کے قلب میں اپنا نقش کندہ کرنے کے لیے جارا کاکا کی کھوپڑی کے سامنے آگ روشن کی اور چوبی اژدہا

عزم، کبھی پسپائی، کبھی فتح، کبھی شکست، پھر میں نے سوچا میں اس اندھیرے سمندر میں کود جاؤں کیوں کہ اب صرف یہی ذریعہ سبزنار میں داخل ہونے کا رہ گیا ہے لیکن قدم نہیں اٹھے، میں اپنی جگہ پڑا رہ گیا۔ کمزوری کا غلبہ ہونے لگا۔ رگیں کھنچنے لگیں اور مجھے پہلی بار بہت قریب سے موت محسوس ہوئی اور موت کا یہی احساس زندگی کی نوید ثابت ہوا۔

سب سے پہلے میں نے اپنے ذہن میں یہ یقین پختہ کیا کہ میں سبزنار کے علاقے میں موجود ہوں، دوسرے یقیناً یہ جالموش کا علاقہ ہے کیونکہ تمام نادر اور باطنی علوم سے آراستہ ہونے کے باوجود میں ان سے کوئی رہبری حاصل کرنے سے محروم ہوں، تیسرے یہ کہ جب موت ہی لکھی ہے تو پھر اپنی تمام مساعی کر کے اسے قبول کیوں نہ کر لیا جائے؟ چوتھے یہ کہ جو کچھ نظر کے سامنے موجود ہے وہ سب گمان ہے۔ غالباً میری کامیابیوں کی سب سے بڑی وجہ یہی شخصی خوبیاں تھیں کہ میں بدترین حالات میں تجزیہ و تحلیل کی دانش ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ اپنا ذہن آمادہ کر کے نقاہت کے عالم میں دوبارہ کھڑے ہونے کا عزم کیا اور اذیت ناک ریاضت میں مصروف ہو گیا۔ میں اپنی موت کا جشن خود منا رہا تھا کیونکہ اور لوگ جشن منانے کے لیے موجود نہیں تھے۔ ایک دن اور ایک رات اسی طرح گزر گئی۔ میں نے کئی بار جالموش کو مخاطب کیا، کئی بار جھک کے نشیب میں جھانکنے اور کچھ تلاش کرنے کی ناکام کوشش کی۔ آخر مسلسل رقص، مسلسل ورد و جاپ سے میری توانائی کا شیرازہ بکھرنے لگا اور میں نڈھال ہو کے گر پڑا۔ ریت پر تڑپ تڑپ کر مرنے سے بہتر تھا کہ میں نشیب میں کود کے اپنی زندگی تمام کر دوں، اس میں مجھے ایک مصلحت بھی نظر آتی تھی کہ کہیں جالموش میری جرأت کا امتحان تو نہیں لے رہا ہے؟ وگرنہ کوئی اور صورت زندہ رہنے کی موجود نہیں تھی، حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے اور انتڑیاں کھنچ رہی تھیں۔ دماغ پر پہاڑ رکھا ہوا معلوم ہوتا تھا اور پیروں کی جان نکل چکی تھی۔ یہ سب موت کے قرب کی علامتیں تھیں۔ میں نے آخری بار سب کو پکارا، سرنگا، سرتیا، قلورا، ڈاکٹر جواد اور شہزاد کو بھی، اور اس سلسلے میں مجھے سرنگا کی دیوی یاد آئی۔ میں نے اس کا بھی انتظار کیا۔ وہ نہیں آئی۔ پھر میں نے کاہن کی رُوح طلب کرنے کی جسارت کی۔ کاہن بھی نہیں آیا۔ میں نے آقا بلا کو پکارا اور اس کا حسین سراپا تصور میں سما کے میں بحرِ سیاہ کے ساحل پر کھڑا ہو گیا اور میں نے نقاہت کے عالم میں کہا۔ "آقا بلا میرے لیے۔ اور اے مقدس جالموش تیرے لیے۔"

جو شخص شدید ترین، اذیت دہ مرحلوں سے بچ کے نکل آیا ہو، اس شخص کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی۔ ایک کرن زندگی کی تھی، باقی تمام اُمیدیں ختم ہو چکی تھیں۔ پھر بھی میں نے چھلانگ لگانے میں کافی پس و پیش

مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساس کمتری

اسباب | تدارک | علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

● احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

● کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں۔

قیمت 25 روپے

ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ

مکتبۂ نفسیات

پوسٹ بکس 944 کراچی 74200

فون: 5895313-5802552، فیکس: 5802551

رابطے کے لیے: C-63 فیز III ایکس ٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

[illegible]1970@yahoo.com

کی۔ میں نے باری باری سب کی تصویریں اپنے ذہن کے پردے پر دیکھیں۔ جیسے موت کے بعد مجھے انھیں نہ دیکھنے کا شکوہ رہے گا۔ آخری وقت میں میرے ذہن میں میری ماں کا چہرہ تھا اور ساتھ ہی اتابالا کا بھی۔ سب چیتے سمجھتے میں نے آنکھیں بند کیں اور نشیب میں گرنے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کرنے پر خود پر نفرین کی اور مردانہ وار نیچے کی طرف دیکھا۔ ”میں آ رہا ہوں“ میں نے جرأت سے کہا۔ ”میں آ رہا ہوں ساحروں کے ساحر۔ میں آ رہا ہوں۔“

اور اس کے ساتھ میرا وجود فضا میں معلق ہو گیا۔ گہرائی میں جاتے وقت سانس خوف زدہ ہو کے ساتھ چھوڑنے لگتا ہے۔ میں نے اس کی ڈوری اپنے ذہن سے باندھے رکھی اور اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ میں تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک مجھے تہہ میں سے وحشیانہ آوازیں آنے لگیں۔ رفتہ رفتہ یہ اتنی شدید ہوتی گئیں کہ مجھے اپنے کان بڑی مشکل سے بند کرنے پڑے۔ فضا میں معلق ہوتے وقت جسم کے کسی حصے پر ہاتھ رکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے، اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا۔ پھر بھی میں نے کسی نہ کسی طرح اپنے ہاتھ پاؤں گرفت میں رکھے۔ میں ایک سیدھ میں گرنے لگا اور راستے ہی میں مجھے اپنی زندگی کی امید پیدا ہو چلی لیکن گہرائی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ یہ ایک اعصاب شکن حالت تھی۔ میں فضا میں معلق تھا۔ نیچے کیا ہے؟ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس گہرائی میں نیچے جانے کے بعد اوپر آنے کا سوال نہیں تھا۔ اگر یہ کوئی اور مخلوق ہے تو وہ درندوں کی طرح منہ پھاڑے میرے گوشت کی منتظر ہو گی۔ خوف کی کتنی لہریں، کتنی سرد لہریں آ کے گزر گئیں۔ سارا جسم سنسنا رہا تھا۔ جسم کی ساری طاقت سینے میں عود کر آتی تھی۔ جب نیچے کی طرف نگاہ جاتی تو یہ کیفیت اور سوا ہو جاتی لیکن جتنا نیچے گرتا گیا، اعصاب معتدل ہوتے گئے۔ کچھ دیر بعد ہی میں سیاہ بادلوں کے نرغے میں تھا۔ شور ار تیز ہو گیا۔ جیسے لاکھوں افراد نعرہ زن ہوں اور جیسے قیامت آ گئی ہو۔ ان بادلوں میں سانس لینا مشکل ہو گیا۔ پھر ان بادلوں کے بعد کچھ روشنی سی نظر آئی۔ آنکھوں کے سامنے بجلیاں سی لہرا کے گزر گئیں۔ اگلے چند لمحوں کی جاں کاہ اذیت کے بعد میں سطحِ زمین پر تھا اور نرم سبزہ مخمل کی طرح میرے جسم پر چھبنے لگا تھا۔ میں زمین پر آ گیا تھا۔ میں نے اوپر نگاہ ڈالی۔ اوپر آسمان اور بادلوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ میری آنکھیں دہشت کم کرنے کے لیے بے اختیار بند ہو گئیں لیکن کسی کے قدموں کی چاپ سے مجھے سکون کا یہ موقع بھی نہیں ملا۔ میرے سامنے سبزہ زار کا پہلا آدمی ایک تنومند نوجوان کھڑا تھا، سر تا پا برہنہ۔ اس کے خدوخال بے حد جاذبِ نظر تھے اور اس کی آنکھیں دہکتے انگاروں کے مانند روشن تھیں۔ مجھے اس سے نظریں چار کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ یہ سبز پوش زمین تھی لیکن یہاں دو تین جھونپڑیوں کے سوا آبادی کا کوئی

نشان نہیں تھا۔ نوجوان خاموش کھڑا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کی نگاہیں مجھے اپنے سینے کے پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ ایک نئی جگہ پر پرانے لوگوں کے درمیان کسی اجنبی کی جو کیفیت ہوتی ہے، وہی اس وقت میری تھی۔ ہم دونوں یہ سوچ رہے تھے کہ کون ابتدا کرے؟

”اے معزز نوجوان!“ آخر میں نے یہ سکوت توڑا۔ ”کیا میں صحیح مقام پر آیا ہوں یا مجھ سے کوئی لغزش سرزد ہو گئی ہے؟“

”ہاں جزیرہ توری کے نامور سردار اسرار اور باگمان کے فاتح!“ نوجوان نے وقار سے مجھے مخاطب کیا۔ ”تم سے کوئی لغزش سرزد نہیں ہوئی۔ تم ان باکمال لوگوں میں شامل ہو گئے ہو جو مقدس جالموش کی خانقاہ پر آنے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔“

نوجوان کے خوش دلانہ کلام نے میری نظروں میں توانائی بھر دی اور میں اپنے پیروں پر اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے تاریک برِ اعظم کے مخصوص انداز میں اُسے سلام کیا۔ ”کیا میں مقدس جالموش کی صحبتِ دل نشین کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکتا ہوں؟ اس کی دید کی تڑپ مجھے یہاں لائی ہے۔“

”نہیں۔“ وہ سختی سے بولا۔ ”اپنی زبان اپنے منہ میں بند رکھو۔ مقدس جالموش کم سے کم لفظ بولتا ہے اور کم سے کم لفظ سننا پسند کرتا ہے۔ تصنع یہ قدرتِ بیان اُسے مرغوب نہیں۔ وہ اشاروں میں بات کرنے کا عادی ہے۔“

”میں اس کا خیال رکھوں گا۔“ میں نے عجلت سے کہا۔ ”لیکن میں نے دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔ حقیقتِ حال بیان کی ہے۔“

”دروغ گوئی؟“ نوجوان نے خوف ناک قہقہہ لگایا۔ ”جالموش کے علاقے میں دروغ گوئی؟ جابرن یوسف! شاید تم اپنے وقت سے پہلے یہاں آ گئے ہو۔“

”میں معذرت خواہ ہوں۔“ میں نے جھینپ کر کہا۔

”معذرت خواہ؟ ساحروں کی زمین میں معذرت؟ معافی؟“ دوسرا اس کا قہقہہ نہیں تھا۔ ”تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟“

”ہاں“ تمہارا قیاس درست ہے۔“ میں نے خجالت سے کہا۔ ”میں بدحواس ہو گیا ہوں۔ برسوں پہلے مقدس جالموش کا ذکر سنا تھا۔ خوش قسمتی سے اب میں یہاں موجود ہوں۔ وہ مجھ سے کتنی دور ہے؟“ میں نے اشتیاق سے پوچھا اور بات ٹالنے کی کوشش کی۔

”وہ تاریک برِ اعظم کے انسانوں اور مکانوں پر حاوی ہے۔ سمجھتے ہو وہ توری اور باگمان کے دور افتادہ علاقوں میں تم سے دُور ہے؟“ نوجوان نے اس بار بھی تلخی سے کہا۔ ”اگر تم بدحواس ہو تو تمہیں اپنے

درست کرنے سے پہلے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔“

”اوہ! میں بہت نادم ہوں۔“ میں نے نظریں جھکا کے کہا۔ ”تم جو کہتے ہو، وہ میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ میں خاموش ہوا جاتا ہوں، یقین کرو، میری زبان میری قید میں ہے۔“ اس کے بعد میں سعادت مندی سے خاموش کھڑا ہو گیا۔ وہ جالموش کا بہترین ترجمان تھا۔ اس کی پُروقار گفتگو اس امر کی دلالت کرتی تھی کہ اُسے جالموش سے خاص قربت نصیب ہے۔ میں نے اس نوجوان کو شیشے میں اُتارنے کے لیے غور کرنا شروع کر دیا۔

”تم انتظار کرو گے۔“ اس نے حکم دیا۔

”میں ساری زندگی انتظار کر سکتا ہوں۔“

”مقدس جالموش اپنی ریاضت میں مستغرق ہے۔“

”یقیناً دیوتاؤں سے اس کا رابطہ ہو گا۔“ میں نے خوش کلامی کی۔

”کون جانے؟“ وہ فکر مند لہجے میں بولا۔ ”وہ کون سے نئے عمل میں مصروف ہے۔ اس کا سحر سب سے برتر ہے۔“

میں نے اپنی زبان پر قفل لگایا۔ ”میرے لیے کوئی حکم؟“

”ہاں۔“ وہ چونکتے ہوئے بولا۔ ”تمہیں مقدس جالموش کی خانقاہ میں شامل کیا جاتا ہے۔“ پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور سبزہ زار پہ دُور ایک جھونپڑی نمودار ہوئی۔ میں ششدر رہ گیا جیسے وہ گوشہ میری نظروں سے اوجھل تھا اور اچانک نمودار ہو گیا ہو۔ میرے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔ وہ چلنے لگا۔ میں نے اس کی تقلید کی، ہم دونوں جھونپڑی میں داخل ہو گئے۔ جھونپڑی میں کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ نوجوان نے ایک سرسری نظر سے اُسے دیکھا اور مختلف شکلیں بنا کے مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مشروبات کے متعدد گھڑے، چوکیاں، بستر کے لیے خشک نرم سبزہ، پتھر کے برتن، پتھر کے تھال میں رکھا ہوا گوشت اور جنگلی پھل جھونپڑی میں نازل ہو گئے۔ میں ادھر اُدھر نظر دوڑاتا اور چونک کر دیکھتا رہا۔ میرے لیے یہ عمل اتنا چونکا دینے والا نہیں تھا مگر جس پھرتی، بے نیازی سے نوجوان اپنے ہاتھ کے اشاروں سے انھیں جھونپڑی میں ترتیب دے رہا تھا، وہ اس کے ساحرانہ کمال کا ثبوت تھا۔ وہ ایک چوکی پر بیٹھ گیا اور میں نے اس کی خدمت میں گھڑے سے لوٹ کے ایک شربت پیش کیا۔ وہ اسے غٹاغٹ پی گیا۔ اس کے بعد میں نے بھی اپنے حلق کو غسل دیا۔ کئی دن سے میں بھوکا پیاسا تھا۔ یہ زہر اُنڈیلا تو جسم میں روشنی سی ہو گئی۔ میں اس کے سامنے جالموش کے لیے اپنے انتہائی جذبات کے اظہار کا خواہش مند تھا مگر اس نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں بڑی بے چینی محسوس کر رہا تھا کہ اتنے حیران کن سفر کے بعد یہ خاموشی اور اس کا ایسا انداز بہت اُکتا دینے والا تھا جیسے ہم زمانے سے ایک دوسرے سے

واقف ہیں اور اب کسی رسمی بات چیت کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی میں ہمہ تن اشتیاق بیٹھا رہا اور اُسے مشروب پر مشروب پیش کرتا رہا۔

”تم یہیں قیام کرو گے۔“ اس نے کسیلے لہجے میں کہا۔

”درست ہے۔“ میں نے مختصر کلامی پر اکتفا کیا۔

پھر وہ خاموش بیٹھ گیا۔ میں پہلو بدلنے لگا۔ اس نے شاید میری کیفیت بھانپ لی۔ وہ مسکرانے لگا۔ میری ہمت عود کر آئی اور میں نے عجز کے ساتھ پوچھا۔ ”اگر مناسب سمجھو تو تعارف کرا دو۔“

”قارنیل!“ میں بات بڑھانے کے لیے بڑھا لیکن پھر جھجک کے رک گیا۔ ”معزز قارنیل! ممکن ہے میں کوتاہیوں کا مرتکب ہوتا رہوں، کیا میں اُمید رکھوں کہ تم مجھے جالموش کے علاقے میں رہنے کے آداب سے آگاہ کرو گے؟“ میں نے گفتگو جاری رکھنے کا بہانا تلاش کیا۔ قارنیل ایک مشکل آدمی تھا۔

وہ میری صورت تکنے لگا۔ ”آداب!“ وہ خفگی اور ترشی سے بولا۔ ”جسے آداب نہیں آتے اس نے یہاں آنے کی جرأت کیوں کی؟ کیا جالموش کوئی بادشاہ ہے؟ وہ علم کو فوقیت دیتا ہے اور اسے کسی چیز سے رغبت نہیں ہے۔ تمہارا علم تمہارا ادب ہے۔“

میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قارنیل طول بیانی پر مجبور ہو گیا تھا۔

”میرا مطلب تھا۔“ میں نے وضاحت کی۔ ”کہ تم سے علم سیکھوں گا اور جالموش کو خوش رکھوں گا۔“

نوجوان قارنیل نے ایک بدمست انگڑائی لی۔ اس کی ہڈیاں چٹخنے کی آواز غیر معمولی تھی۔ وہ اٹھا اور کچھ کہے بغیر جھونپڑی سے باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے چلنے والا تھا مگر وہ جھونپڑی سے باہر آتے ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں واپس جھونپڑی میں آ گیا اور میں نے گوشت اور پھلوں کے خوان پر وحشت سے منہ مارنا شروع کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے پورا خوان میرے معدے میں پہنچ گیا اور میں نے مشروب کا ایک قدح لوٹ لیا۔ آدھا میرے جسم پر گر گیا۔ مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے اردگرد نظریں گھما کے کہا۔ ”جالموش کی اجازت سے۔“ میری آنکھیں بند ہو گئیں اور میں ایک طویل نیند سو گیا۔

میری آواز خوف ناک اور بے ہنگم شور کی وجہ سے کھل گئی۔ دل و دماغ میں تروتازگی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی میں باہر آ گیا اور رات کے وقت میں نے میدان میں ایک قیامت خیز نظارہ کیا۔ سبز پوش میدان میں بے شمار بھیڑیے لڑ رہے تھے۔ بھیڑیے ایک دم سیدھے ہوتے اور پھر زمین پر جھک جاتے، ان کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جو

یقیناً کسی زبان سے تعلق نہیں رکھتی تھیں، وہ لرزہ خیز چیخیں تھیں مگر ان میں بڑا تواتر تھا۔ سارا میدان انھی دہشت انگیز ہیولوں سے بھرا پڑا تھا۔ ان کے چہرے واضح نہیں تھے۔ انسانی جسم سے مطابقت رکھتی اور رقص کرتی ہوئی دھواں دھواں اشکال تھیں جو مختلف صفوں میں کسی کے سامنے اطاعت کا اعلان کر رہی تھیں۔ ان کی آواز میں دل سوزی کی کیفیت تھی۔ وہ شخص موجود نہیں تھا جس کے سامنے وہ ہیولے منھ کیے کھڑے تھے۔ پھر یکایک وہ زمیں بوس ہوگئے اور چیختے ہوئے اُٹھے۔ انھوں نے اپنا رُخ بدلا اور مجھے محسوس ہوا جیسے وہ سب میری طرف بڑھ رہے ہیں لیکن وہ میری جھونپڑی سے کترا کے دوسری سمت نکل گئے اور لمحوں میں، میدان میں خاموشی چھا گئی۔ یقیناً یہ نادیدہ روحوں کا بہت بڑا اجتماع تھا۔ وہ روحیں جو جالموش کی تابع تھیں انگرمائیں گرے نے بھی مجھے یہ منظر دکھایا تھا مگر جالموش کے علاقے میں ان کی تعداد بے شمار تھی اور وہ کسی غار میں قید نہیں تھیں، آزاد تھیں، گویا جب جالموش چاہتا، انھیں طلب کر لیتا۔ اس واقعے سے میرے قلب پر جالموش کی عظمت کی چھاپ گہری ہوگئی، میں نے اپنے رویّے پر نظر ثانی کی۔ مجھے زیادہ محتاط رہنا چاہیے تھا اور اس سے زیادہ احتیاط ممکن نہیں تھی کہ میں انتظار کے کرب سے بچنے کے لیے اور جالموش کی خوشنودی کے لیے ریاضت میں غرق ہو جاؤں، جب جالموش کو فرصت ہوگی، وہ مجھے طلب کرے گا۔ چنانچہ میں اپنی جھونپڑی ہی میں مقیم ہوگیا۔ جابر بن یوسف جیسے فعّال شخص کے لیے یہ غیر متعین متذبذب، غیر واضح صورتِ حال سخت پریشان کن تھی مگر اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا؟ جبر، صبر، استقامت اور حرکت ہی میری خوبیاں تھیں۔

اس کشمکش میں، مجھے ایک بہتر راستے کی تلاش بہر صورت کرنا تھی۔ یہ اصرار نہیں تھا جہاں کے بازاروں اور گلیوں، ناطمات کے شبستانوں میں، میں سرشوریاں کرتا پھرتا۔ یہ جالموش کا طلسم خانہ تھا جس کی مثبت نگاہیں تاریک بر اعظم اور راقابلا کی تعظیم میں میری برتری کی علامت تھیں۔ پس میں غلورا کو بھول کے، زربگا کے لیے اپنا اشتعال دبا کے اور آنے والی کل سے بے نیاز ہو کے بیٹھ گیا یہیں سے اس فسوں خیز سرزمین میں میری قسمت کے فیصلے ہونے والے تھے سو یہاں میں جس قدر بھی محتاط ہوتا کم تھا اور یوں بھی، جب چاروں طرف سے مایوس ہو کے میں اندھے سمندر میں کود گیا تھا تو اس وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ میرا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اب جو زندگی ملی تھی، اسے میں ایک رعایت سمجھتا تھا۔ چنانچہ یہاں کے کربِ ابتلا سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

دوسرے دن صبح، میں اپنی ریاضت میں منہمک تھا کہ مجھے احساس ہوا، کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور مجھے اٹھانے کے لیے اصرار کر رہا ہے۔ میں نے سختی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا مگر اس نے میری گردن پکڑ لی، اتنی زور سے کہ مجھے اپنے ہاتھ مجبوراً اٹھانے پڑے۔ میری اس مزاحمت سے میرے رخسار پر ایک اتنا شدید طمانچہ پڑا کہ میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ میں نے اپنے ہاتھ میں شپالی لے لی۔ میرا خیال تھا، میں وہ نادیدہ ہاتھ شپالی سے جلا دوں گا مگر اس سے پہلے ہی کسی نے اوپر سے میرے بال پکڑ لیے، اس نے مجھے اپنی پوری طاقت سے کھینچ لیا اور جھونپڑی سے باہر پٹخ دیا۔ آگے مجھے احساس ہوا جیسے کوئی مجھے بلا رہا ہے۔ یہ صرف ایک احساس تھا، کوئی آواز نہیں تھی، میں آگے چلنے لگا، سبزہ زار میں ایک جگہ میرے قدم رُک گئے اور میں خود بخود زمین پر گر گیا۔ میں نے بے اختیار سر اٹھایا تو تارنیل کھڑا تھا۔ ”تم مزاحمت کر رہے تھے؟“ اس نے خوف ناک آواز میں کہا۔

”میں سمجھ رہا تھا کہ یہ کوئی آزمائش ہے۔“ میں نے نا... سے کہا۔

”تم نے اپنے نوادر نہیں آزمائے ہیں؟“

”میں سمجھتا ہوں، یہاں ان کی ضرورت نہیں ہے۔“

پھر وہ چلنے لگا، میں بھی کسی کتّے کی طرح دُم ہلاتا اس کے پیچھے چلتا رہا۔ میری نگاہوں کے سامنے ایک کھنڈر تھا۔ تارنیل اس میں داخل ہو گیا۔ کھنڈر میں ایک بے نام گو پھیلی ہوئی تھی۔ تارنیل نے ہاتھ بلند کیا۔ ایک ستون کے قریب کوئی سیاہ فام برہنہ شخص اُبھرا اور تارنیل کے آگے سر بسجود ہو گیا۔ تارنیل نے مجھے اور اُسے باری باری اشارہ کیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن نمودار ہونے والا شخص مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے بے تاب سا تھا۔ میں بھی بلکس کے کھڑا ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھا کہ اس نے میرا توازن بگاڑ دیا، میں ستون سے ٹھوکر کھا کے گرا۔ مشتعل شخص نے مجھے آسانی سے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ اس سے زیادہ بے بسی اور کیا ہوگی؟ میں اس کے ایک ہاتھ پر تھا۔ اس نے تارنیل کی طرف دیکھ کے مجھے پھینک دیا۔ میں عمارت کے پتھروں پر دھڑام سے گرا اور میری کئی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ درد و کرب سے میری حالت ابتر ہو گئی۔ یہ کیسا رویّہ تھا؟ میں اس کی کوئی تاویل یا تعبیر کرنے سے قاصر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں جاں بر نہ ہو سکوں گا۔ تارنیل، اور وہ قوی الجثہ شخص چشم زدن میں کھنڈروں میں گم ہو گئے اور میں کراہتا رہ گیا۔ سارا جسم ہل گیا تھا۔

جالموش کے شاگردوں کو ایک کھلونا مل گیا تھا۔ میری حالت وہی تھی جو توری میں داخلے کے وقت تھی۔ جب میرے گلے میں کچھ نہ تھا۔ ان حرکتوں سے جالموش اور اس کے شاگردوں کا کیا مقصد تھا؟ درد کی شدت سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ مجھے غصّے نے اپنے سحر میں لے لیا۔ میں نے بڑی مشکل سے اس سحر کا توڑ کیا۔ جالموش کے طلسم خانے میں غصّے اور طیش کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جو ستم ڈھایا جائے، اسے برداشت کیا جاتے۔ میں لاکھوں فٹ نیچے نشیب میں تھا۔ باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اُٹھنے کی طاقت نہیں تھی، ہوش میں رہنے کی کوشش کرتا تھا، ہوش چھنا جاتا تھا۔ جس طرف سے اُٹھنے کا ارادہ کرتا، جسم انکار کر دیتا۔ میں نے اس کیفیت میں خندہ پیشانی سے جالموش کا نام پکارا۔ ”جالموش! تیری خوشنودی کے لیے۔“

تھوڑی دیر میں عمارت میں کھڑکھڑ کی آواز آنے لگی، اور لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتی گئی، میں سمجھا اب کوئی نئی افتاد آنے والی ہے۔ سامنے دیکھا تو دہشت سے میری چیخ نکل پڑی۔ ایک بے حد کریہہ عورت منمناتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے جسم پر کھال جھول رہی تھی اور اس کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس کے دانت جھڑ چکے تھے اور جو میں دانت باقی تھے وہ باہر نکلے ہوتے تھے، سارے بال بھورے رنگ کے تھے۔ کسی نے استخوانی ڈھانچے پر کھال چڑھا دی تھی۔ وہ شکل سے ایسی کریہہ، ایسی نازیبا تھی کہ میری آنکھیں اس کی قربت کے خوف سے بند ہونے لگیں۔ قریب آ کے اس نے اپنے چند دانت دکھائے اور میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں چلنے سے معذور تھا۔ سہما ہوا کراہتا ہوا کبھی اسے دیکھتا اور کبھی آنکھیں بند کر لیتا۔ میں نے سوچا اس گندی بڑھیا کو دُھکا دے دوں تو یہ چرمراتی ہوئی دور جا گرے گی لیکن بڑھیا میرے نزدیک بیٹھ کے میرے گلے میں ہاتھ ڈال چکی تھی۔ اس کے کمزور استخوانی ہاتھ میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے میرا جسم کھینچ کر اپنی آغوش میں ڈال لیا۔ پھر اس کی بے نور آنکھوں میں شفقت کی رمق اُجاگر ہوئی۔ اس کی گرفت سے نکلنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہوئی، وہ لوہے کا شکنجہ تھی جس نے مجھے اپنی آہنی آغوش میں لے لیا تھا۔ میری سانس اس کی گندگی سے آلودہ ہوئی تو میں پیر پٹخنے لگا۔ اس کی ہڈیاں جسم میں چبھ رہی تھیں۔ اس نے میرے سر پر اپنا مُردار ہاتھ پھیرا اور اس طریقے سے میری نشست بدل دی کہ اس کا سینہ میرے منہ کے نزدیک ہو جاتے۔ میں اس کراہت سے کانپ گیا۔ اس کی سوکھی بے جان چھاتیاں چیتھڑے کی طرح میرے منہ پر لٹک رہی تھیں۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ سے چیتھڑا پکڑ کے میرے منہ میں دے دیا۔ میں نے اپنے دانت پہلے ہی سے بند کر رکھے تھے۔ میں نے سوچا اگر اس نے اصرار کیا تو میں کھال دانتوں سے کاٹ لوں گا۔ اُس خبطی پُراسرار بڑھیا نے پیار سے میرے گال پر چپت لگائی، میں نے طیش میں اُسے بُرا بھلا کہنے کے لیے منہ کھولا تو اس نے جھٹ میرے منہ میں کھال اٹکا دی۔ میں نے اسے دانتوں میں بھینچ لیا لیکن جیسے ہی میں نے اسے دبایا، دودھ کی ایک نہر میرے حلق میں جاری ہو گئی، وہ اتنا میٹھا صاف شفاف دودھ تھا کہ پہلے قطرے کے بعد ہی میری زبان اُسے چاٹنے لگی اور میں کسی بچے کی طرح ہمک ہمک کر اسے پینے لگا۔ اس کا شکستہ ہاتھ میرے سر پر دراز رہا۔ دودھ کی تھوڑی مقدار حلق سے نیچے اتری ہو گی کہ مجھے برقی لہر سی اپنے جسم میں دوڑتی محسوس ہوئی۔ میں نے خود بڑھیا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے۔ اس کی گندگی، مکروہ چہرے، ضعیفی اور ناتوانی کے باوجود میں اس نعمت سے تشنہ رہنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کے دودھ پیا۔ اتنا پیا کہ میرے جسم کے منتشر اعضا مجتمع ہونے لگے۔ میں نے ٹانگیں ہلائیں، میں صحیح و سالم بڑھیا کی آغوش میں مچل رہا تھا اور وہ ماتھے پر اپنی انگلیوں کی ہڈیاں پھیرنے لگی، اس کے لمس میں ایسا نشہ تھا کہ میں جھومنے سا لگا اور میں نے اس کی آغوش میں سر ڈال دیا۔ پھر پتہ نہیں وہ کب چلی گئی؟ جب میں اٹھا تو میرے جسم پر کسی حادثے کا نشان نہیں تھا۔ میں پوری طرح چاق و چوبند تھا لیکن ہر نیا واقعہ مجھے پہلے سے زیادہ سراسیمہ کر دیتا تھا۔

میں نے کھنڈرسوں میں آواز لگائی۔ ”جالموش! میں تیری برتری کا قائل ہوں۔“

اسی وقت مجھے محسوس ہوا کہ یہ لہجہ گستاخانہ ہے، اس میں انا کی آمیزش ہے، میں نے اس میں ترمیم کر دی اور کہا۔ ”جالموش! تیرا غلام حاضر ہے۔ تو اسے اپنے بہترین شاگردوں میں شامل کر لے۔“

میرے دل کو تسلی نہیں ہوئی، خاموشی ہی سب سے بہتر کلام تھا۔ جالموش کے لیے سارے لفظ ہیچ ہیں جیسے آقابلا کی بارگاہ میں تمام لفظ حقیر ہیں، میں نے کھنڈر ہی میں بسیرا کر لیا اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔

اس واقعے کے بعد مجھ میں مزید استقامت پیدا ہوئی۔ تارنیل دوسرے دن اشاروں اشاروں میں مجھے اٹھا کے ایک وسیع ہال میں لے گیا جہاں ہر طرف بڑے بڑے طلسمی عکس نما نصب تھے، ایسا ہی ایک پتھر میں نے قصرِ شوطار میں مسمار کیا تھا۔ ان پتھروں کی خصوصیت یہ تھی کہ جو منظر دیکھنے کی خواہش کی جاتی، وہ ان پر اُبھر آتا۔ اس ایوان میں

بے شمار ستون تھے اور ہر ایک پر ایک پتھر ٹکا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک بڑی اونچی چوکی رکھی ہوئی تھی جس کے آگے ایک چوڑا طشت رکھا ہوا تھا، طشت میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ قارنیل نے ایوان میں داخل ہوتے ہی طشت پر اپنا ہاتھ لہرا دیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ طشت اتنا اونچا تھا کہ ہاتھ اوپر کر کے ہی یہ عمل دُہرایا جا سکتا تھا۔ جس وقت میں نے طشت پر ہاتھ لہرایا، مجھے شدید تپش کا احساس ہوا۔ قارنیل نے میرے چہرے کی طرف دیکھا لیکن میں ضبط کر گیا۔ میں خاموش چل رہا تھا حالانکہ اس نادر عمارت کے بارے میں ان گنت سوال ذہن میں اُبھر رہے تھے۔ ستونوں کے اوپر مجسّمے تراشے ہوئے تھے۔ یکایک قارنیل ایک جگہ رُکا۔ اس نے ایک طلسمی عکس نما کے سامنے اکڑوں بیٹھ کے ایک طویل عمل پڑھا۔ میں نے اُسے یاد کرنے کی کوشش کی۔ طلسمی عکس نما میں کچھ تصویریں اُبھریں۔ قارنیل انھیں غور سے دیکھتا رہا۔ میری اضطرابی حالت کا اُسے پتہ نہیں تھا۔ یہ جزیرۂ توری کا منظر تھا۔ سرنگا کی لڑکی سرتیا میری جھونپڑی میں فروکش تھی اور کنیزیں اس کے سامنے رقص کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ سرتیا کو سامنے دیکھ کے میں طلسمی عکس نما سے لپٹ جانا چاہتا تھا۔ اتنے دنوں بعد اس کی شکل دیکھی تھی۔ اس کے تیکھے خدوخال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہی وقار، حُسن، اور سنجیدگی جن کا مرکب سرتیا تھی اگر مجھے اپنے جذبات کے اظہار کی آزادی ہوتی تو میں یہ منظر دیکھتا ہی رہتا۔ جالموش کے دُور افتادہ علاقے میں سرتیا کا حشر بداماں بدن دیکھنے کو ملا تھا، قارنیل نے یک لخت وہ منظر اوجھل کر دیا اور میں احتجاج بھی نہیں کر سکا۔ قارنیل دوسرے پتھر پر چلا گیا۔ اس نے دوبارہ وہی عمل دہرایا۔ اس بار مجھے اسے حفظ کرنے میں آسانی ہوئی۔ اب کے میری آنکھوں نے اشالا کی خلوتِ خاص کا جلوہ دیکھا۔ اشالا کنیزوں کے ہجوم میں گھرا ہوا نا و نوش میں مصروف تھا۔ مجھے اپنے باگمان کے نائب اشالا پر رشک آنے لگا۔ جلد ہی یہ منظر بھی قارنیل نے پتھر پر حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔ تیسری بار اس نے بیزنار کے جزیرے کے سردار ارمیگا کی جھونپڑیوں کا طویل سلسلہ پتھر پر اُبھارا۔ میں ان لڑکیوں میں فلورا کو تلاش کرنے لگا مگر یہ منظر لمحوں کا تھا اس لیے میں اُسے نہیں دیکھ سکا۔ یوں بھی وہ ارمیگا کے بھائی نزبگا کے پاس تھی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے قارنیل مختلف پتھروں کے پاس جاتا رہا۔ اب اس کا مشکل عمل مجھے حفظ ہو گیا تھا کیونکہ میں اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ میں نے تاریک برِ اعظم کے کئی جزیرے اور ان کے سردار دیکھے۔ توری، باگمان، اسمار، بیزنار ہی پر منحصر نہیں تھا، اقابلا کی سلطنت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ طلسمی عکس نما میں مجھے نئی جگہیں، نئی عورتیں، نئے سردار دیکھنے کو ملے۔ میں حیرانی سے انھیں دیکھتا رہا اور کوئی ردِ عمل ظاہر کیے بغیر قارنیل کے ہم رکاب رہا۔

ہر جزیرے کے نام پر ایک طلسمی عکس نما نصب تھا۔ قارنیل اس کام سے تھک کے بڑی چوکی کے نزدیک چھوٹی چوکی پر بیٹھ گیا۔ میں زمین پر بیٹھنا چاہتا تھا مگر اس نے مجھے برابر کی چوکی دی۔ پھر وہ ادب سے کھڑا ہوا۔ میں بھی کھڑا ہوا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ غالباً جالموش کی آمد آمد تھی۔ قارنیل نے میری آنکھوں پر اپنے ہاتھ کوئی چیز کھینچنے کے انداز میں گزارے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایوان بھرا ہوا ہے اور ہر طلسمی عکس نما کے قریب متعدد سیاہ فام بوڑھے اور جوان افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے کاغذ کی شکل کا ایک رول پھیلا ہوا ہے اور وہ اس میں طلسمی عکس نما کے مناظر دیکھ کے اشارے کندہ کر رہے ہیں۔ وہ کوئی زبان نہیں لکھ رہے تھے بلکہ اشکال بنا رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے درمیان آگ جل رہی تھی جس میں وہ وقفے وقفے سے کوئی چیز ڈالتے جاتے تھے۔ اس وقت تاریک برِ اعظم کے ہر علاقے کا منظر میرے سامنے تھا۔ اتنی وسیع سلطنت، اتنی عظیم حکومت دیکھ کے سب سے پہلے مجھے اپنی کوتاہ قامتی کا خیال آیا اور اقابلا مجھے کہیں دُور کھڑی محسوس ہوئی۔ مجھے اس ایوان میں لانے کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ میں ایک بار پھر اپنے قد کی پیمائش کر لوں۔ تاریک برِ اعظم کا کوئی گوشہ جالموش کی نظر سے محفوظ نہیں ہے۔ اگر دنیا کے باغی عالم اتنی عظیم الشان سلطنت کا مقابلہ کہاں کر پائیں گے۔ جہاں جالموش موجود ہے اور اس کا سحر کار فرما ہے، میں نے اپنی بہت سی خوش فہمیوں کی تردید کی۔ پھر جب قارنیل نے یہ سب مناظر پہلے کی طرح میری نظروں سے محو کر دیے تو میں نے جالموش کی برتری کا اقرار کرتے ہوئے گردن جھکا لی۔ میں خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کرتا تھا۔ یوں بھی جب سے بیزنار میں قدم رکھا تھا، پے در پے عزائم شکن حادثے پیش آ رہے تھے۔ قارنیل یہی چاہتا تھا کہ میں اپنے آلودہ ذہن کی تطہیر کر لوں۔ تطہیر کا کیا سوال تھا؟ میں اپنے انتہائی بالائی حصے ہی سے بے تعلق ہو گیا تھا اور اپنے سینے کے اندر دھڑکتا ہوا گوشت کا لوتھڑا نکال باہر کر دینے کے لیے مضطرب تھا۔

مہذب دنیا کا کوئی فرد مجھ جیسے اعصاب کا دعوا نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ جالموش کا علاقہ تھا۔ میں بار بار دہراتا ہوں کہ یہ کوئی اور زمین تھی، ہر چیز پر شبہ کیا جا سکتا تھا، یہاں موجودگی بھی شبہ تھی۔ میری فرماں برداری اور خاموشی سے قارنیل نرم ضرور پڑ گیا تھا لیکن اس نے ابھی تک جالموش کی دید کا اہتمام نہیں

کیا تھا۔ میں اس کے تمام اعمال کا تذکرہ غیر ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ سننے والے نہ انھیں سننے کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ مجھ میں بیان کرنے کی قدرت ہے۔ صبح و شام میں قارنیل کی صحبت میں رہتا، جب وقت بچ جاتا تو میں خود کلامی کرنے لگتا یا جالموش سے ملاقات کی درخواست کرتا رہتا۔ قارنیل کے علاوہ رفتہ رفتہ یہاں مجھے جالموش کے اس جیسے دوسرے شاگرد بھی نظر آئے۔ وہ مجھے سحر گاہ کے دل خراش مناظر دکھانے بھی لے گیا جہاں سحر کاری کے لیے انسانوں کی کھوپڑیاں اس طرح صاف کی جاتی تھیں جیسے قصائی ذبیحہ جانوروں کی صفائی کرتا ہے۔ طرح طرح کے اعمال میں دن گزر رہے تھے اور ایک اندازے اور یہاں کی تقویم کے اعتبار سے میں نے ستر سورج، ستر چاند اپنے سر سے گزار دیے تھے۔ اس دوران میں قارنیل کا رویہ میرے حق میں خاصا ہموار ہو چکا تھا، چنانچہ ایک دن موقع پا کے میں نے نہایت ادب سے پوچھا۔ "معزز قارنیل! ایک بات پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"کہو۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"مقدس جالموش سے کب تک ملاقات ہو سکے گی؟" میں نے سہم کے پوچھا

"جب وہ چاہے گا۔" اس نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا۔

مجھ میں یہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ کب چاہے گا؟ اس طرح تو عمر گزر جائے گی۔ میں نے سوچا۔ "کیا تم اُسے میرا پیغام پہنچا سکتے ہو؟" میں نے حماقت کا سوال کیا۔ وہ بھڑک اُٹھا۔

"کیا اسے پیغام پہنچانے کی ضرورت پڑتی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے اپنی بات کی وضاحت کی۔ "میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اپنے خالی اوقات بھی مشاہدے اور ریاضت میں صرف کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے جلد از جلد ملاقات ہو جائے۔ میں اس کی خدمت میں یہی درخواست کرنا چاہتا تھا۔ میں تاریک برِ اعظم کے برگزیدہ لوگوں میں شمولیت کا خواہاں ہوں اور میری اس خواہش سے جالموش واقف ہے۔ ممکن ہے وہ میری طرف سے غافل ہو گیا ہو کیونکہ وہ بہت مصروف شخص ہے۔" میں اپنے جواز میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا مگر کسی طرح قارنیل کے منہ سے کچھ اور نہیں اُگلوا سکا۔ پھر میں نے یہ موضوع ہی چھوڑ دیا۔ میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"معزز قارنیل! ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو!" وہ تندی سے بولا۔

"کیا مجھے مختصر وقت کے لیے یہاں سے جانے اور واپس آنے کی اجازت مل سکتی ہے؟"

وہ ایک دم چونک پڑا۔ "تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"میں بیزنار کی آبادی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے جرأت سے کہا۔ "وہاں مجھے مہذب دنیا کی ایک لڑکی فلورا سے ملنا ہے۔"

"مقدس جالموش کے علاقے سے واپس جانا چاہتے ہو؟" وہ گرج کے بولا۔

"نہیں۔ مقدس جالموش کی خدمت میں اس کی خوشنودی کے لیے ایک اور راہ ہموار کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے گزارش کی۔ "میں صرف ایک سورج کی مہلت چاہتا ہوں، صبح جاؤں گا، شام تک واپس آ جاؤں گا اور دوبارہ انہماک سے جالموش کے طلسم خانے کے اسرار و رموز کے مشاہدے اور اس کا اعادہ کروں گا۔"

"کیا تم بیزنار کے سردار کو معزول کرنا چاہتے ہو؟"

"یقیناً میری خواہش یہی ہے لیکن اتنے مختصر عرصے میں یہ ممکن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے اس کی معزولی کے لیے پہلے میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ کیا مجھے اجازت مل سکتی ہے؟"

وہ سوچتا رہا، اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"اجازت ہے۔ تم کل صبح یہاں سے جا سکتے ہو لیکن اگر تم کل شام سے پہلے یہاں واپس نہ آئے تو جالموش کے طلسم خانے کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اس منزل سے گزر کے میرا دل مطمئن ہو جائے گا اور میں تمھیں اپنی فضیلت کے بارے میں ایک اور مژدہ سنانے کا اہل ہو سکوں گا مگر کسی رہبر کے بغیر میں کس طرح وہاں جا سکتا ہوں؟"

"تمہارے لیے یہ انتظام کر دیا جائے گا۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ جزیروں کی عملی سیاست، اقتدار کی تبدیلی، اقتدار کے لیے مقابلے اور ریشہ دوانیوں کا مقدس جالموش سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ ان باتوں میں دخل نہیں دیتا کیونکہ یہ اس کی مرتبت کے خلاف ہے، ہاں وہ سرداروں پر دیوتاؤں کے ازلی قوانین کا احترام کرنے کے معاملے میں ضرور نظر رکھتا ہو گا؟" میں نے قیاس ظاہر کیا۔

"بیزنار کی آبادی سے مقدس جالموش کا تعلق اتنا ہی ہے جتنا دوسرے جزیروں کی آبادی سے۔" قارنیل نے کہا۔ "جالموش کا علاقہ ایک علیحدہ علاقہ ہے جس کا راستہ آبادی کے کسی فرد کو معلوم نہیں ہے۔ انھیں صرف اتنا معلوم ہے کہ مقدس جالموش بیزنار میں کہیں قیام پذیر

ہے۔ بیزنار کے سردار کو بھی جالموش کے طلسم خانے کا پتہ نہیں ہے۔

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ بیزنار کی آبادی میں داخل ہونے کا میرا عزم مقدس جالموش کے ایام میں خلل ڈالنے کے جرم کا مرتکب نہیں ہوتا؟" میں نے والہانہ کہا۔ "اے مقدس تارنیل! میرے بہی خواہ! میں اس ہمدردی کے لیے عمر بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

میں نے صرف ٹٹولنے کے لیے تارنیل سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس نے مجھے اجازت ہی دے دی، فلورا کو ایک نظر دیکھنے کی اُمید پیدا ہو چلی۔ اتنی کم مدت میں ارمیگا کو معزول نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ارمیگا کے اوسان ضرور ٹھکانے لگائے جا سکتے تھے۔ وہ میرے گلے کے نوادر دیکھے گا اور جزیرۂ امسار کی مسند کی سند میرے سینے پر لٹکی دیکھے گا تو اس کی نیندیں آرام سے نہیں گزریں گی اور اور اگر اسے کہیں یہ پتہ ہو جائے کہ میں جالموش کے علاقے سے آ رہا ہوں تو اس کا کیا حال ہو گا اور فلورا؟.... میں نے ساری رات انتہائی کرب اور بے چینی میں کاٹی۔

صبحِ کاذب کے وقت میں جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ ایک سیاہ فام باہر میرا منتظر تھا۔ میں نے اس سے باز پرس کی، وہ میرا رہبر تھا۔ ہم دونوں کے درمیان بہت کم گفتگو ہوئی مجھے جالموش کے علاقے کے آداب آ گئے تھے کہ یہاں زیادہ گفتگو پسند نہیں کی جاتی تھی۔ وہ مجھے ایک پُرپیچ راستے سے لے گیا، صبحِ صادق کے وقت اس نے مجھے اشارہ کیا کہ یہ بیزنار کی آبادی کا راستہ ہے۔ یہ ایک سحر ہی تھا ورنہ اتنی جلدی بیزنار کی آبادی میں داخل ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا میں ایک سرسبز علاقے میں تھا، میں نے حربی اژدہا راستے کی نشاندہی کے لیے زمین پر چھوڑ دیا وہ میرے ساتھ تیزی سے رینگنے لگا اور ہم دونوں بیزنار کی آبادی میں داخل ہو گئے۔ یہاں توری اور باگمان کی طرح گھاس پھوس کی جھونپڑیاں اُگی ہوئی تھیں اور امسار کی طرح شان و شوکت نہیں تھی لیکن یہ کوئی بہت بڑا جزیرہ معلوم ہوتا تھا ساری آبادی سوئی ہوئی تھی۔ میں آبادی کے وسط میں پہنچ گیا اور اس احساس سے میرا رواں رواں رقص کناں ہو گیا کہ یہیں کہیں فلورا سو رہی ہو گی۔ "سارا جزیرہ سویا ہوا ہے، کوئی نگہبان بھی نہیں۔" میں نے ہلکی آواز میں کہا۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔" کسی نے میرے قریب آ کے سرگوشی کی میں ایک دم مستعد ہو گیا۔ میرے پیچھے نیزا تانے ایک سیاہ فام شخص کھڑا تھا۔ اس کے گلے میں بھی جاراکا کی کھوپڑی تھی۔ سینے میں بچھو کی صورت نقش تھی۔ اس کا تعلق یقیناً ارمیگا کے حفاظتی دستے سے تھا۔ سارا جسم رنگا ہوا تھا۔

"آہا۔ جزیرۂ بیزنار کا پہلا فرد نظر تو آیا۔" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "تم کون ہو؟"

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔ زمین ہماری ہے، تم اجنبی ہو۔ یہاں اجازت کے بغیر کس طرح داخل ہو گئے؟" اس نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

"جو لوگ سو رہے ہوں۔ ان سے اجازت کس طرح لی جا سکتی ہے؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں ارمیگا کے بھائی نزبگا سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارا نام؟" وہ میرے تخاطب سے کسی قدر گھبرا گیا۔

"اس سے کہو کہ جابر بن یوسف الباقر، تین جزیروں اور چار قبیلوں کا سردار اس سے اپنی مطلوبہ شے لینے آیا ہے۔"

"میرا نام ناکری ہے اور میں مقدس سردار ارمیگا کا نائب ہوں اور تم سے باز پرس کا پورا اختیار رکھتا ہوں۔ بتاؤ تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟" اس نے سخت مدافعانہ لہجے میں کہا۔ اس کی نظر میرے گلے کے نوادر پر لگی ہوئی تھی۔

"جو تم سے کہا گیا ہے، اس پر عمل کرو سمجھے۔" میں نے ڈپٹ کر کہا۔ "تمہارا سردار کس طرف رہتا ہے؟"

"وہ جزیرے پر موجود نہیں ہے، پڑوس کے جزیرے نالنگتر گیا ہوا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کا بھائی معزز نزبگا ہی جزیرے کا انتظام کرتا ہے۔ میں تمہیں حراست میں لے سکتا ہوں کیونکہ اجنبیوں کے لیے اس جزیرے پر یہی قانون نافذ ہے، اس کے بعد میں تمہیں اپنے سردار کی خدمت میں پیش کروں گا، وہی تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ کرے گا۔ اس کی طاقت اور ذہانت بیزنار میں سب سے اعلا ہے۔"

"تم۔ تم" میں گرجنے لگا۔ "تمہیں میری حیثیت اور مرتبے کا خیال رکھنا ہو گا۔ میں گستاخیاں درگزر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"میں تمہیں حراست میں لیتا ہوں۔" یہ کہہ کے اس نے اپنے حلقوم سے ایک آواز نکالی۔ آناً فاناً کئی نیزا بردار افراد میرے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ مجھے شام تک ہر حالت میں واپس جالموش کے علاقے میں پہنچنا تھا۔ وہ مجھے کسی طور ہلاک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ اتنے بے وقوف نہیں تھے۔ ان کی دھمکی میں بھی میرے لیے ایک احترام مضمر تھا۔

"میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ مجھے اپنے سردار کے بھائی نزبگا کے پاس لے چلو ورنہ میرے راستے سے دفع ہو جاؤ۔ میں خود اس کے پاس چلا جاؤں گا۔" میں نے طیش میں کہا۔

"یہ توری نہیں، امسار نہیں، باگمان نہیں معزز سردار جابر بن یوسف

یہ بیزنار ہے جہاں ارمیگا کا حکم جاری ہے۔ تم اس کے ایک نائب کی توہین کر رہے ہو۔ جاراکا گواہ رہے کہ میں نے تمہارا احترام کیا ہے ورنہ اجنبی لوگوں کے لیے اس گستاخی کی سزا موت ہوتی ہے۔" ناکری نے دبنگ لہجے میں کہا۔

میں نے پھر اس سے مفاہمت کی کوشش کی، وہ ضد پر اڑ گیا۔ میرے ہاتھ خود جلال کی حالت میں سینے پر بند ہو گئے اور مٹھیاں بھنچ گئیں، میں نے اس کے چہرے پر اپنی مٹھی کھول دی۔ ناکری ہلکے پتھر کی طرح اچھلتا ہوا ہجوم پر جا گرا۔ میں نے شپال سے اس کے جسم پر چوٹ ماری۔ وہ چیخ مار کے اور پیچھے ہو گیا۔ یہ صورت ہجوم کو خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ دہشت زدہ ہو کے چیختے چلاتے ہوئے اپنی کمین گاہ کی طرف بھاگ نکلے۔ لمحوں کی بات تھی۔ چاروں طرف موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ ناکری کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ وہ کراہتا ہوا اٹھا۔ اس کے تنفس کی غیر معمولی رفتار اس کی دگرگوں حالت کی ترجمانی کر رہی تھی۔ "سنو معزز ناکری!" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ بیزنار میں کوئی اور نہیں۔ جابر بن یوسف آیا ہے۔ تمہارا واسطہ کل کسی اور طرح مجھ سے پڑ سکتا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو، اپنا گستاخ وجود میری آنکھوں سے دُور کر لو۔"

ناکری میرا جلال دیکھ کے تیزی سے لپک کر ایک گلی میں گم ہو گیا۔ میں نے قدم آگے بڑھا دیے اور میں اس سمت جانے لگا جہاں ناکری گیا تھا مجھے معلوم تھا راستے ہی میں نزبگا سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔ میں کچھ ہی دُور گیا تھا۔ نزبگا اپنی فوجِ ظفر موج کے ساتھ دہاڑتا اور گرجتا ہوا میری طرف آتا نظر آیا۔ میرے اس کے درمیان اتنا فاصلہ ضرور تھا کہ مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت مل جاتے۔ بیزنار میں اس وقت کسی بڑے معرکے کا موقع نہیں تھا اور یہ خلافِ قانون بھی تھا، میرا مقصد صرف فلورا کو دیکھنا اور بیزنار کے سردار کو دہلانا تھا۔ رسمی طور پر کسی مبارزت کا اعلان بیزنار کے کاہنِ اعظم کے سامنے ہی کیا جا سکتا تھا۔ نزبگا میرے نزدیک آ کے رک گیا اور کسی قدر ٹھٹک گیا۔ پھر اس کے چہرے پر خباثتیں سوار ہو گئیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ نزبگا ایک طاقتور جوان تھا جسامت کے اعتبار سے وہ کسی گینڈے سے مشابہ تھا۔ اس کے کشادہ سینے پر جاراکا کی کھوپڑی اور دوسرے نوادر موجود تھے۔

"تم؟" اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بیزنار ہے سیدی جابر! یہاں مقدس ارمیگا کی حکمرانی ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے، تم بیزنار میں میری آمد کا مقصد جانتے ہو گے، شاید مجھے وضاحت کی ضرورت نہ پڑے۔ شوالا نے آخری وقت میں فلورا کو تمہارے حوالے کر دیا تھا جب کہ اس پر سب سے زیادہ میرا حق ہے، میں اسے تم سے لینے آیا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ اسے شوالا نے بطورِ تحفہ مجھے پیش کیا تھا اور یہ اقدام دیوتاؤں کے وضع کردہ قوانین کے خلاف نہیں ہے۔ تم بیزنار میں اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے۔" وہ اشتعال انگیز انداز میں بولا۔ "فلورا اب مقدس ارمیگا کی تحویل میں ہے، میں نے وہ حسین عورت اپنے بھائی کی آسودگی کے لیے دے دی ہے۔"

"ارمیگا سے میرا معاملہ بعد میں نمٹے گا جب میں باقاعدہ اسے کھلی مبارزت دوں گا، میرا خیال ہے اگر وہ کوئی دُور اندیش شخص ہے تو خود ہی مسندِ اقتدار سے علیحدہ ہو جائے گا جیسے امسار کی ملکہ شوطا نے جابر بن یوسف کے لیے تخت خالی کر کے اسے سرفراز کیا ہے۔" میں نے طنز سے کہا۔

"کیا تم ارمیگا سے مقابلے کے خواہش مند ہو؟"

"کیا یہ خلافِ عقل بات ہے؟"

"تو تم بیزنار کے کاہنِ اعظم سے رابطہ پیدا کرو۔ وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسی وقت تم بیزنار کی تمام آبادی کے مختار ہو گے لیکن اس وقت تمہارا اشتعال ناقابلِ برداشت ہے، جاؤ تو کاہنِ اعظم کے پاس جاؤ ورنہ بیزنار کی سرحدوں سے نکل جاؤ۔" نزبگا نے معاملہ فہم انداز میں کہا۔

"میں صرف فلورا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں جلد ہی واپس آؤں گا اور ارمیگا کی تمام خوبصورت عورتوں پر قبضہ کر لوں گا مجھے فلورا کے پاس لے چلو۔" میں نے تحکم سے کہا۔

"فلورا مقدس ارمیگا کی ملکیت ہے، میں اسے سردار کی مرضی کے بغیر تمہیں نہیں دکھا سکتا۔"

"میں اسے دیکھے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ تم ایک بڑی غلطی کر رہے ہو نزبگا! مجھے غور سے دیکھو اور سمجھنے کی کوشش کرو، میں تمہارے لیے بدترین قہر ثابت ہو سکتا ہوں۔ تم یہاں کے سردار نہیں ہو اور میں تمہیں ابھی مٹی میں دفن کر سکتا ہوں یا نذرِ آتش کر سکتا ہوں۔"

"موت۔ ہولناک موت۔" وہ سینے پر ہاتھ مار کے چیخا۔ "بیزنار کے کاہن تم دیکھ رہے ہو، میری رہبری کرو، ایک اجنبی دریدہ دہنی کر رہا ہے۔"

"میں فلورا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم شعبدے بازی کر رہے ہو۔" میں نے اس کی حرکتوں سے کوئی تاثر نہ لیتے ہوئے کہا۔ ارمیگا کو متاثر و مرعوب کرنے کے لیے نزبگا سے ایک ہلکا سا معرکہ ضروری تھا۔

یہ میری دہشت کا ایک نمونہ ثابت ہوتا چنانچہ میں خود اسے اشتعال دلا رہا تھا، وہ احمق میرے نوادر دیکھنے کے باوجود اشتعال میں آگیا۔ اگر وہ بیزنار کے کاہن سے فوراً رابطہ قائم کر لیتا تو شاید مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوتی مگر اس کی آنکھیں تو خون اگلنے لگیں۔ میں نے اس کا غضب اور بھڑکایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھا۔ میں اس کے آدمیوں کے سامنے اس پر تیر و نشتر برسا رہا تھا۔ مجھے مایوسی نہیں ہوئی' اس نے اپنے آدمیوں کو آگے بڑھانے کے بجائے مجھ پر اپنی ساحرانہ طاقتوں کا حملہ شروع کر دیا۔ میرے لبوں پر زہر خند چھا گیا۔ زرنگا کی سحر کاری میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ اس کا اشتعال دیدنی تھا۔ جال میں پھنسے کسی چیتے کی طرح وہ بار بار اچھل کے مجھے پھاڑ کھانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ میں نے چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اس نے اژدہے پر وار کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ڈبی کے سینگ اٹھا کے' اس کی جانب پھینکے' سینگ نے اس کا سینہ خون سے رنگ دیا۔ "تاریک براعظم میں دیوتاؤں کو مردانگی کے کھیل بہت مرغوب ہیں۔ معزز زرنگا! تم نے میرا مرتبہ نہیں پہچانا اور اپنے ساحرانہ کمال کی پرورش کر دی۔ اس لیے مجبوراً مجھے یہ اقدام کرنا پڑے۔"

زرنگا نے اس بار بھی میری بات کا کوئی اثر قبول نہیں کیا' دوسرے لفظوں میں دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا' اسے مجھ سے جھگڑے کو طول نہیں دینا چاہیے تھا کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے اسمار کے تخت کی فضیلت میرے گلے میں لٹک رہی تھی، وہ اندھا ہو گیا تھا۔ اس نے میری آمد پر بھی توجہ نہیں دی۔ بیزنار میں اس طرح بے خوفی سے آنا کچھ معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اس نے آخری حربے کے طور پر چاڑاکا کی کھوپڑی درمیان میں لانے کی کوشش کی، میں نے اسمار کی چاڑاکا کی عبادت گاہ کے سحر پُر اثر سے کام لیا۔ اشارے کی دیر تھی۔ زرنگا کا جسم معطل ہو گیا۔ پھر میں نے انگرومالکے برگزیدہ عالموں سے سیکھا ہوا عمل دہرایا اور زرنگا کا زیریں حصہ پتھر میں تبدیل کر دیا۔ اب وہ بے بس تھا۔ احتیاط سے میں نے ڈبی کے سینگ اٹھائے' چوبی اژدہا میرے گلے کا ہار بن گیا۔ زرنگا کی آنکھوں میں خوف کی زردی تیرنے لگی "ہاں معزز زرنگا! فلورا کہاں ہے؟"

"وہ مقدس اریگا کے تصرف میں ہے۔" زرنگا نے مُردہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تم اب بھی مجھے اسے ایک نظر نہیں دکھاؤ گے؟"

"میں مجبور ہوں مقدس جابر!" زرنگا نے ملامت سے کہا۔

"تو میں تمہارے ساتھ مزید کیا سلوک کروں؟"

"میں تمہیں بطور مہمان قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"پہلی بار تم نے دُور اندیشی کا ثبوت دیا ہے معزز زرنگا! میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مجھے شام سے پہلے یہاں سے کوچ کرنا ہے لیکن فلورا کو دیکھے بغیر......" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے سردار کی جھونپڑی میں اس کی مرضی کے بغیر داخل ہونے کی جرأت کی تو تم پر دیوتاؤں کا عتاب نازل ہوگا۔"

"تمہارا مشورہ درست ہے فلورا تمہارے تصرف میں رہتی تو بات اور تھی۔ بہر حال زرنگا! میرے دل پر بڑا بوجھ ہے۔ میں یہ بات کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ تم جزیرۂ توری سے میری محبوبہ فلورا کو اٹھا لائے تھے۔ چنانچہ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔ اپنے بھائی اریگا سے کہہ دینا کہ جابر بن یوسف کسی دن بھی قہر بن کے نازل ہونے والا ہے۔ اسے کہیں امان نہیں ملے گی بشرطیکہ وہ خود ہی امان کی درخواست نہ کرے۔" میں نے بدبے سے کہا۔ "میں فی الحال تمہیں دیوتاؤں کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔"

زرنگا کا زیریں حصہ پتھر کے خول سے آزاد ہو گیا اور میں اس کے مسلح آدمیوں کے سامنے واپس ہونے لگا۔ میرے پاس ابھی خاصا وقت تھا لیکن فلورا کو دیکھنے کی حسرت دل میں رہ جانے کی وجہ سے میری رفتار سست ہو گئی تھی۔ ضابطے کے قوانین ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

دوپہر تک میں واپس بیزنار کی سرحدوں پر پہنچ گیا تھا۔ اژدہا راہ نمائی کے لیے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہاں مجھے وہی جو صبح مجھے لے گیا تھا تارختی دوپہر تک کھڑا ہوا ملا اور اس نے خاموشی سے مجھے اپنی جھونپڑی میں پہنچا دیا۔ میں نے مشروبات کے گھڑے اپنے جسم پر لوٹ لیے، تشنگی پھر بھی دُور نہیں ہوئی۔ تارنیل سورج چھپنے کے بعد مجھے اپنے ساتھ روحوں کے جشن میں لے گیا اور دوسرے دن میں نے پوری یکسوئی سے تارنیل اور جالموش کے دوسرے شاگردوں کے ساتھ عبادت شروع کر دی، وہ مجھ سے ریاضت میں آگے تھے مگر جنون اور اشتیاق میں مجھ سے آگے نہیں تھے اور اسی جنون اور اشتیاق سے ہو کے تاریک براعظم کے سب سے بڑے ساحر جالموش نے مجھے طلب کیا۔ یہ مژدہ کئی ماہ بعد آیا، جب میں یہ فراموش کر بیٹھا تھا کہ مجھے جالموش کے پاس جانا ہے۔ میں نت نئے سحر سیکھ رہا تھا، جالموش کے علاقے میں کمی موجود نہیں تھی اس وجہ سے سارتکانہ اور راشخاک کی فراوانی تھی۔

جب تارنیل نے یہ خبر وحشت اثر سنائی کہ مجھے جالموش کی خدمت میں بہ عجلت تمام پیش کر دیا جائے گا تو میرے اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اب میں اس سے ملتے ہوئے جھجکتا تھا۔ میں نے اس

میں اس کی سحر کاری اور ہمہ دانی کا عرفان حاصل کر لیا تھا۔ لرزتے قدموں اور لرزتے دل کے ساتھ تارنیل علی الصباح مجھے اپنی جھونپڑی میں لے گیا پھر ایک کھنڈر میں مجھے چار سیاہ فاموں کے سپرد کر دیا گیا۔ تارنیل وہاں سے رخصت ہو گیا، اس وقت میں جالموش کی خدمت میں مدعا بیان کرنے کے لیے لفظ ترتیب دے رہا تھا۔ میری آنکھیں کھلی رکھی گئیں۔ میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بجائے ناک کی سیدھ میں دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ جالموش کی ہیبت میری نس نس پر مسلط ہو چکی تھی۔

میرا خیال تھا جالموش کا محل سب سے پُر شکوہ ہوگا' میں ایک جنت میں داخل ہونے والا ہوں مگر سبزہ زار کے سوا وہاں کسی عمارت کے آثار نظر نہیں آئے۔ خشک تنکوں اور بانس سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی دُور سے نظر آ رہی تھی۔ قرب و جوار میں کوئی آدم زاد نہیں تھا صرف بُت جگہ جگہ ایستادہ تھے اور جگہ جگہ الاؤ دہک رہے تھے' ان کے شعلے اتنے بلند تھے کہ آسمان چھوتے تھے اور ماحول پر ایک یاس سی غالب تھی۔ قبرستان کی خموشی تھی۔ کوئی پرندہ بھی اس وسیع و عریض سبزہ زار میں اُڑتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرے کان بجنے لگے اور نتھنے پھول گئے۔ ہتھیلیوں میں سوزش ہونے لگی۔ جھونپڑی سے خاصی دُور سیاہ فاموں نے مجھے چھوڑ دیا اور میں ناقابلِ بیان کیفیت میں اپنے اکھڑے ہوئے قدم زمین سے چپکاتے جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگا۔ میں بے ہوش ہو کے گر جاتا۔ جالموش کے آگے ہر حوصلہ، ہر طنطنہ ہیچ معلوم ہوتا تھا، پھر میرا جی چاہا، یہاں سے بھاگ جاؤں۔ کوئی مجھے واپس بلا لے یا جالموش مجھے واپس بھیج دے۔ میں کس طرح اس کا سامنا کر سکوں گا اور کیا کہہ سکوں گا؟ جھونپڑی مجھے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں اگر واپس جانے کی کوشش کرتا تو ناکام ہو جاتا۔

اسی کشمکش میں جھونپڑی کا دروازہ آگیا۔ میں نے احتیاطاً چند لمحے ٹھہر کے سانس درست کرنی چاہی۔ خود بخود جھونپڑی کا دروازہ وا ہو گیا۔ اندر اندھیرا طاری تھا۔ ٹمٹماتی سی روشنی میرے دل کی طرح بجھی ہوئی روشنی' میں کس ہمت سے اندر داخل ہوا، یاد نہیں۔ میری کپکپاتی نظروں کے سامنے کھردرے پتھر پر ایک عجیب الخلقت شخص موجود تھا بے حد نحیف لاغر۔ سارا جسم شکستہ ہڈیوں کا ڈھانچا اور اس پر لٹکتی ہوئی کھال کی تہہ لیکن چہرہ جسم کی ضد، سُرخ اور خوف ناک۔ جوان چہرے پر دو روشن شعلے' دو انگارے گویا آنکھیں موجود نہیں تھیں، بال سنہرے' میں دہشت سے چیخ مار کے بھاگ کھڑا ہوتا لیکن میں نے بہر حال کسی طرح اپنے قدموں کو زمین پر ٹکایا اور گر گیا۔ میں زمین پر پڑا رہا، خوف سے بچنے کی یہی ایک صورت رہ گئی تھی۔ میری گردن پر کسی آہنی پنجے کی چبھن ہوئی اور میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے نظریں ملانے کا سوال نہیں تھا۔ بمشکل تمام میرے حلق سے خرخراہٹ کے انداز میں اٹک اٹک کے الفاظ نکلے "مقدس جالموش کی خدمت میں اس کا غلام حاضر ہے!" یکایک میری آنکھوں کے سامنے ایک شعلہ سا لپکا۔ میں نے دیکھا کہ جالموش کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں۔ میں منجمد کھڑا رہا۔ جالموش کی اچانک ہیبت ناک چیخ سے میرے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے۔ میں لرزنے لگا۔ پھر اس کا شکستہ ہاتھ میری طرف بڑھا۔ میں نے کوئی حرکت نہیں کی۔ اس کی انگلیاں میرے منہ کے قریب آ کے رک گئیں۔ میں نے انھیں چوم لیا۔

انگلیاں میرے سامنے موجود رہیں۔ میں نے انھیں دیوانہ وار چومنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے انھیں منہ میں لیا، جالموش نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن جب انگلیوں کے پورے میرے دانتوں میں لٹکے اور ٹوٹ کر میرے منہ میں گر گئے تو میں نے خوف سے جالموش کی طرف دیکھا۔ اس کا ہاتھ بدستور میرے منہ میں تھا۔ میں کچھ سمجھ نہیں سکا کہ جالموش کا کیا مطلب ہے؟ اس کی انگلیوں کے متعدد پورے میرے منہ میں موجود تھے۔ میں انھیں زمین پر اُگل بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے انھیں چبا لیا اور حلق کے نیچے اُتار لیا۔ جالموش کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ اس کی انگلیاں میرے منہ میں رہیں اور تمام کی تمام میرے منہ میں ٹوٹ کر گر گئیں۔ میں انھیں چبا گیا اور نگل گیا۔ پھر جب سب انگلیاں ختم ہو گئیں تو اس کا ہاتھ میرے منہ سے دور ہو گیا اور مجھے کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ یہ اطمینان اور بڑھ گیا جب جالموش کسی عمل میں مصروف ہو گیا اور اس کی شعلہ بار آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جب وہ انگارے دوبارہ دہکنے لگے تو میں اپنے آپ کو سمیٹ چکا تھا۔ میں نے ہمت کر کے کہا۔ "مقدس جالموش! جابر بن یوسف۔ تیرا غلام تیری امانت کا طالب ہے۔"

اس کی آنکھیں میرے چہرے پر ٹک گئیں اور میرا جسم مرتعش ہو گیا۔ میں نے پھر کچھ کہنے کی ہمت کی "میں جو چاہتا ہوں' وہ تجھ سے مخفی نہیں ہے اگر میری خواہشیں خام ہیں تو انھیں ناتمام رہنے دے اور مجھے اپنے آپ پر قربان کر لے کہ میرا بہترین مصرف یہی ہے۔ ورنہ مجھے شاد کام واپس کر۔ مجھے اپنے تبرکے سے سحر منتقل کر دے۔ میں صرف اس کا طالب ہوں۔" میرا اشارہ آقابلا کی طرف تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں سیاہ پتھروں کی اشکال کا ہار تھا۔ اس نے اسے میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے چوم کے جوشِ مسرت سے گلے میں ڈال لیا۔ پھر جالموش نے گردن جھکا لی۔ اس نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔ مگر جالموش کی نشست خالی پڑی تھی۔ میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا اور میں نے خالی جھونپڑی میں آواز لگائی "بس یہی بہت ہے کہ تو نے ملاقات کی

سعادت بخشی۔ میں شادکام واپس جارہا ہوں اگر مجھ سے تاریک برِاعظم اور آقا بلا کے مفاد میں کوئی غلطی ہو رہی ہو تو مجھے ترک دینا کیونکہ تیری نظر سب سے وسیع ہے۔ میں اپنی چال بدل دوں گا اور کان اٹھاتے تیرے احکام کا منتظر رہوں گا۔"

یہ کہہ کے میں چلا آیا۔ باہر کچھ فاصلے پر سیاہ فاموں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ وہ میرے گلے کا ہار گھور گھور کے دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے آگے جا کے مجھے قارنیل کے سپرد کر دیا اور میں نے قارنیل کا لہجہ بدلا ہوا محسوس کیا۔ اس نے میرے ساتھ بیٹھ کے میری جھونپڑی میں مشروبات انڈیلے اور ہم نے مسلسل قہقہے لگائے اور جالوش کی عظمت کے گن گاتے۔

اصولاً مجھے یہاں سے کوچ کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے کسبِ علم کے لیے مزید قیام کو ترجیح دی۔ اب جالوش کے علاقے کے بہت سے راستے میری نظروں کے سامنے خود روشن ہو جاتے تھے۔ طلسمی عکس نماؤں کے ایوان میں بھی میری رسائی ہو تی تھی۔ میں قارنیل اور دوسرے شاگردوں کے ہمراہ شدید مشقتیں کیا کرتا۔ سحر کاری میں فکر و مباحثہ کی گنجائش نہیں ہوتی، اسے بے چون و چرا تسلیم کیا جاتا ہے۔ جالوش کے طلسم خانے کے باب روز بہ روز میرے لیے کھلتے جاتے تھے اور میں ایک سچے طالب علم کی حیثیت سے پورے انہماک سے انھیں اپنے حافظے میں محفوظ کر رہا تھا۔ میں بہت دنوں تک یہاں بستا، ایک دن طلسمی عکس نما میں میں نے فلورا کو دیکھنا چاہا مگر کوئی نقش نہیں ابھرا، سو وہاں ٹھیرنا دوبھر ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فلورا بیزنار میں نہیں ہے۔ میں نے قارنیل سے اجازت لی اور اسی وقت جالوش کے علاقے کو الوداع کہنے کا ارادہ کر لیا۔

اس علاقے کی آبادی تک قارنیل مجھے چھوڑنے آیا۔ میں نے اس کے شانے تھپتھپا کے اسے الوداع کہا اور بیزنار کی سرحد میں داخل ہو گیا اور حسبِ روایت میں نے خلاؤں میں وہاں کے کاہنِ اعظم کو ایک پیغام دیا کہ جابر بن یوسف بیزنار کی سرداری کے لیے ارمیگا کے مقابلے پر آمادہ ہے۔ کچھ ہی دور جا کے مسلح آدمیوں نے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا اور احترام کے ساتھ کاہنِ اعظم کی عبادت گاہ میں پہنچا دیا۔ میرے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

جس وقت میں عبادت گاہ میں داخل ہوا، نیزہ بردار شخص مجھ سے دور ہو گئے اور ایک بوڑھا سیاہ فام شخص خمیدہ کمر کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوا۔ اس کی داڑھی کے گھنگھریالے بال اس کی ٹھوڑی پر لٹکے ہوئے تھے۔ اس کے عقب میں کچھ اور بوڑھے اور عورتیں تھیں۔ عبادت گاہ مختلف رنگ کے پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں جزیرۂ اسمار کی سی شان و شوکت تو نہیں تھی مگر ایک عبادت گاہ کا سا جلال طاری تھا۔ یہ لوگ پہلے ایک نظر مجھے غور سے دیکھتے رہے، پھر بوڑھا شخص نپے تلے قدموں سے آگے بڑھا اور اس نے متانت کے ساتھ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "جابر بن یوسف الباقر؟" وہ کپکپاتی اور گرجتی آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرے سینے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"ہاں۔" میں نے گردن اٹھا کے فخر سے کہا۔ "جابر بن یوسف اب بیزنار میں نازل ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، میں یقیناً بیزنار کے مقدس کاہن سے مخاطب ہوں۔"

"تمھارا اندازہ درست ہے۔" بوڑھے کاہن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کیا تم بیزنار کے سردار ارمیگا سے مقابلہ کرنے کے لیے یہاں وارد ہوئے ہو؟"

"بے شک۔" میں نے جوشیلے لہجے میں جواب دیا۔ "میرا مقصد یہی ہے۔ میں بیزنار کے مقدس کاہن سے درخواست کروں گا کہ وہ جلد از جلد اس جنگ کا اہتمام کرے تاکہ میری روح کو قرار آ جائے اور میں ارمیگا کے خون سے مقدس جارا کا کی کھوپڑی کو سیراب کروں۔"

"اور یقیناً یہ فیصلہ تم نے اپنے ہوش و حواس میں کیا ہے۔" کاہنِ اعظم نے رسمی انداز میں پوچھا۔ "کیا تم ارمیگا کی عظمت سے پوری طرح واقف ہو اور جانتے ہو کہ اس نے یہ منصب اپنی برتری کی بنیاد پر حاصل کیا ہے؟ تمھیں اپنے دعوے پر مزید غور کرنے کے لیے وقت دیا جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے، یہ بات تم ارمیگا سے کہو کہ وہ کسی معرکے کے بغیر خاموشی سے جابر بن یوسف کے سامنے ہتھیار ڈال دے اور اپنی جان بچا لے یا پھر ہولناک جنگ کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ اصل میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے اسے کچھ وقت کی مہلت ملنی چاہیے اور تم ——" میں نے تیکھے انداز میں کہا۔ "بیزنار کے سردار سے اپنے گزشتہ خصوصی تعلق کی بنا پر اسے یہ ہمدردانہ رعایت دے سکتے ہو۔"

میرے لہجے کی تندی کا کاہنِ اعظم پر اثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی لہریں ابھریں اور ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔ اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ساتھیوں کی طرف دیکھا جن کی نظروں میں ابھی تک میرے لیے حیرت ہویدا تھی۔ انھوں نے اپنے سر جھکا لیے اور کاہنِ اعظم نے اپنا شکستہ ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ کسی طبیب کی طرح چند لمحے میرا ہاتھ ٹٹولتا رہا۔ پھر اس نے ایک نس پر اپنے نوکیلے ناخن چبھوئے اور کچھ توقف کے بعد بولا۔ "تمھارا دعویٰ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اب تم جزیرۂ بیزنار کے کاہنِ اعظم طالام کے مہمان ہو۔ تمھاری حیثیت بیزنار میں اُس وقت تک عام شخص کی سی ہے جو ارمیگا کی رعایا ہے، مگر وہ رعایا سے برتر ہے کہ سردار سے مقابلے کا خواہاں ہے اور اُسے مقابلے تک کاہنِ اعظم کا تحفظ حاصل ہے۔ بیزنار کی زمین کے قوانین کا احترام تم پر لازم ہے۔"

"میں تمھارا شکر گزار ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ جو باتیں تم نے میرے کانوں میں انڈیلی ہیں، وہ میرے دماغ میں پیوست ہو گئی ہیں۔ میں ان پر کاربند رہوں گا کیونکہ یہی ایک بہترین راستہ ہے۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں پہلے ارمیگا کی گردن توڑنے اور اس کا خون پینے سے گریز کروں گا اور اس چمنستان کی نوخیز کلیوں کی مہک سے دور رہوں گا۔" میرے لہجے میں بہت تیزی آتی گئی۔

"اندر آجاؤ۔" اُس نے ایک طرف ہٹ کے کہا۔

میں نے اس کے سامنے احترام سے سر جھکا دیا اور عبادت گاہ کے اندر داخل ہو گیا۔ میرے آگے آگے کاہنِ اعظم پشت پر ہاتھ رکھے ہوئے چل رہا تھا اور پیچھے کاہن اور کاہناؤں کا مجمع تھا۔ عبادت گاہ میں بڑے بڑے پتھروں پر مجسمے ایستادہ تھے اور چھوٹے بڑے حجرے بنے ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک حجرہ مجھے دے دیا گیا۔ میں نے پلٹ کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی سے بات کی۔ خاموشی سے حجرے میں آ گیا اور خشک پتوں کے بستر پر دراز ہو گیا۔ میرے بوجھ سے پتے چرمرا گئے لیکن پھر مجھے اچانک ایک خیال آیا۔ میں لپک کے باہر آیا۔ وہاں سے سب جا چکے تھے۔ میں کاہنِ اعظم سے کہنا چاہتا تھا کہ زیادہ تاخیر میری برداشت سے باہر ہو جائے گی۔ میں اپنا غبار اپنے سینے پہ لیے حجرے میں واپس آ گیا۔

اگر جالوش کی خانقاہ کے طلسمی عکس نما میں فلورا کا چہرہ نمودار ہو جاتا تو میں وہاں کچھ دیر اور ٹھیر جاتا۔ جالوش کے علاقے کے بعد میری منزل بیزنار ہی تھی لیکن بیزنار کے لیے مخصوص جالوش کے طلسمی عکس نما میں فلورا کا کوئی نقش نہیں ابھرا تھا۔ میں نے وحشت میں مقدس ساحروں کی طلسمی زمین چھوڑ دی اور یہاں چلا آیا۔ یہاں سے چند میل —— ممکن ہے اس سے بھی کم فاصلے پر فلورا موجود ہو، یا وہ بیزنار میں کہیں موجود نہ ہو۔ یہ احساس مجھے ایک کروٹ قرار سے نہیں لیٹنے دیتا تھا۔ بجلیاں سی رگ و پے میں کوندتی تھیں۔ اسے جب یہ معلوم ہو گا کہ جابر بن یوسف زندہ ہے اور معرکے سر کرتا ہوا اب بیزنار میں وارد ہو گیا ہے، وہ اس کے بہت قریب ہے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ میری بے تابی بڑھتی گئی۔ میں پچھتا رہا تھا کہ مجھے سردار ارمیگا کی اقامت گاہ کی طرف جا کے حقیقتِ حال جاننا چاہیے تھی۔ اگر فلورا ارمیگا کی خلوت سے کہیں دور ہے تو وہ کہاں ہے؟ کیا ارمیگا نے کاہنوں سے میرے آنے کا وقت پوچھ کے اُسے کہیں چھپا دیا ہے؟ اور ارمیگا خود کہاں ہے؟ میں یہ معاملہ حل نہ کر سکا اور میری تشویش نے خلجان کی صورت اختیار کر لی۔ ارمیگا نے کیا سوچ کے یہ فیصلہ کیا ہو گا۔ کاش میں کاہنِ اعظم طالام کی خدمت میں دعویٰ پیش کرنے سے پہلے ارمیگا کی خلوت میں وارد گھس جاتا اور فشار برپا کرتا، غارت گری کرتا ہوا حقائق کا اندازہ کر لیتا لیکن اب میں نے رسمی طور پر کاہنِ اعظم کو اطلاع کر دی تھی اور میرا اب کوئی اقدام کاہنِ اعظم کی ناراضی کا سبب بن سکتا تھا۔ بیزنار کی زمین یوں بھی کوئی مشکل اور سخت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ارمیگا بھاگ کے کہاں جائے گا، وہ کب تک اور کہاں تک فرار ہو گا، اور کب تک فلورا کو میری دست برد سے محفوظ رکھے گا؟ اب میرے سامنے ایک ہی صورت تھی کہ میں جبر کر کے کاہنِ اعظم طالام کے دوسرے حکم کا اذیت ناک انتظار کروں اور احتیاط کروں، احتیاط جو آلودگی سے پاک عقل ہے۔ اس خوبی کے بغیر کوئی خوبی مکمل نہیں۔

میں اُس وقت بیزنار کی سرحدوں کے اندر تھا۔ میرے قلب و دماغ میں غیر معمولی تبدیلی آ چکی تھی۔ خون رگوں میں سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی طرح اچھلتا تھا۔ میرے جسم کے اندر آتش فشاں تھا جو ابلنے کے لیے بے قرار تھا۔ مجھے جیسے پر لگ گئے تھے اور میں آسمانوں میں اڑنے کے لیے پر تول رہا تھا۔ میرے فولاد کے ہاتھ ہر چیز مسمار کرنے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ بار بار بے اختیار میرے ہاتھوں کی گرفت میں ارمیگا اور زربگا کی گردن آ جاتی اور میں جھنجلا کے کروٹیں بدلنے لگتا۔ نیند بھی نہیں آتی تھی۔ میں نے بیٹھ کے اپنے سینے کے نوادر کی طرف دیکھا اور مجھے ایک سکون سا ہوا۔ میں انھیں گننے لگا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی، متعدد مالائیں، انگرما کی سحر زدہ زمین کا عطیہ، ہربیکا کی مقدس آنکھیں —— اسمار کی فضیلت کی سند طلسمی ہیرا، چوبی اژدہا، صحرائے زارشی کا تحفہ شپالی، ڈگمی کے نوکیلے سینگ اور ان سب سے اوپر ساحرِ اعظم جالوش کی خوشنودی کی ضمانت، اس کا عظیم تحفہ، ان گنت سیاہ بچھوؤں کی اشکال میں ترشا ہوا ہار —— پھر میں نے اپنے جسم پر زخموں کے نشان گنے۔ میرے ماتھے پر جالوش کی انگلیوں کے نشان، ہاتھوں پر جگہ جگہ فضیلت کی مہریں۔ یہ سب سامنے کی چیزیں تھیں۔ اندر صرف وہی آنکھیں میری باطنی قوت کا اندازہ لگا سکتی تھیں جنھیں ساحروں اور دیوتاؤں نے مشاہدے کی قوت بخشی ہو۔ تریبا کا خون، لینو، جارا کا کا کی عبادت گاہ میں نوجوان لڑکیوں کے سرخ خون کا غسل، زارشی کی آگ میں لپٹا بوڑھی عورت کا حیات آفریں دودھ، متعدد انسانوں کا گوشت، ہربیکا کا مغز اور جالوش کی انگلیاں —— یہ تمام غذائیں میرے معدے میں اتر چکی تھیں اور یہ تو مادی چیزیں تھیں۔ میری آنکھوں نے جو مناظر دیکھے اور میرے کانوں نے جو بول سنے اور میرے دماغ نے لفظوں کی جو ترکیب حفظ کی اور میرے اعصاب نے جو سختیاں برداشت کیں اور میرے پیروں نے جن جن زمینوں کو روندا، وہ ان پر مستزاد ہیں۔

زربگا اور ارمیگا کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کیونکہ میں بیزنار میں آ چکا ہوں۔ فی الحال مجھے ارمیگا سے نمٹنے پر ہی اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ وہی فلورا اور بیزنار میں بسنے والے ہر شخص کی کلید ہے۔ یہ ستون ڈھے جائے گا تو بیزنار کی ہر گلی میرے لیے روشن ہو جائے گی۔

مجھ سے حجرے کی زمین پر نہ بیٹھا گیا۔ کچھ دیر بعد میں باہر آ گیا اور عبادت گاہ کے در و بام کا جائزہ لینے لگا۔ کاہن اور کاہناؤں نے میرے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ عبادت گاہ کی اس سیاحی کے بعد بھی بے قراری کم نہ ہوئی۔ اضطراب سوا ہو تا گیا۔ میں عبادت گاہ سے نکل کر بستی میں گھومنے لگا۔ جدھر میں نکلتا، لوگ کترا کے ایک طرف ہو جاتے، ان کی نظریں جھک جاتیں اور خوف ان کے چہروں پر مسلط ہو جاتا۔ نوجوان لڑکیاں اپنا سر پاپیٹتی ہوئی بھاگ گئیں۔ چلتے چلتے میں دور نکل گیا۔ بیزنار کی آبادی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ سیاہ فاموں کی بے ترتیب جھونپڑیاں خودرو پودوں کی طرح جگہ جگہ اُگی ہوئی تھیں۔ "ادھر آؤ۔" ایک جگہ رک کے میں نے ایک نوجوان لڑکی کو حکم دیا۔

وہ جواب دینے کے بجائے دہشت سے زمین پر گر گئی۔ میں نے اس کے پاس جا کے دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ کوئی اس کے قریب مدد کرنے کے لیے نہیں آیا کیونکہ میں وہاں کھڑا تھا

"ڈرو نہیں لڑکی۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

وہ کانپنے لگی۔ اس کا پھڑکتا ہوا جسم دیکھ کے میرے ہاتھوں میں اور سختی آگئی۔ سامنے اب کوئی نہیں تھا۔ بستی پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی اور تمام لوگ اپنی جھونپڑوں میں چھپ گئے تھے۔ "آؤ مجھے ارمیگا کی اقامت گاہ کی طرف لے چلو۔" میں نے اس کے نرم و نازک شانوں پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں یاد رکھوں گا۔"

وہ لڑکھڑاتی، ڈگمگاتی ہوئی میرے ساتھ چلنے لگی۔ اس کا سارا جسم مرتعش تھا اور زمین پر نظریں گڑی ہوئی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ بستی میں میری دھوم ہو چکی ہے یا بستی کے لوگ میرے گلے کے تار دیکھ کے دہشت زدہ ہو گئے ہیں۔ اس نے جھجکتے ہوئے دُور سے مجھے اشارہ کیا اور ارمیگا کا چھوٹا سا محل دیکھ کے میں حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ خاصا جدید طرز کا مکان تھا۔ جیسے مہذب دنیا میں قدیم طرز کا بنگلا ہو۔ سامنے ترتیب سے درختوں کی قطاریں تھیں۔ سبزہ کاٹ کر خوش نما بنایا گیا تھا۔ مختلف رنگوں سے چھتیں اور دیواریں رنگی ہوئی تھیں۔ تاریک براعظم کے ایک دُور افتادہ جزیرے میں کسی مکان کی یہ ساخت یقیناً ایک عجوبہ تھی۔ اس مکان کی بناوٹ، سجاوٹ میں مہذب دنیا کا کوئی ذہن کارفرما تھا اور وہ فلورا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ فلورا بیزنار کے سردار ارمیگا کو بہت عزیز ہے۔ اس نے ارمیگا پر اپنا اثر خوب جمایا ہے۔ فلورا کو ارمیگا کی خاص عورت یعنی ملکہ ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس نے اس نئی زندگی سے پوری طرح مفاہمت کر لی ہے۔ میں بیزنار کی نوجوان لڑکی کے کاندھوں پر ہاتھ ڈالے اس عمارت کے اندر کا تصور کر رہا تھا جہاں فلورا محوِ گردش ہوگی اور دوسری خوب صورت عورتیں ہوں گی۔ وہ مکان تباہ کرنے کے لیے میرے ہونٹ بدبدانے لگے تاکہ محل کی حسینائیں بھاگتی ہوئی باہر نکلیں۔ ارمیگا نے سحر کا ایک جال بچھا رکھا تھا۔ میں وہ سحر توڑ سکتا تھا مگر یہ بات مقابلے سے پہلے ارمیگا کی سرداری میں مداخلت کے مترادف ہوتی۔ بیزنار میں ہر جزیرے کی طرح اپنے الگ قوانین تھے، اب ایک صبر آزما انتظار ہی کیا جا سکتا تھا۔ میری نگاہیں جدید طرز کے اس مکان کا طواف کر رہی تھیں۔ میرے دل میں کوئی چٹکیاں بھرنے لگا۔ ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ میں دیر تک گم صم کھڑا رہا اور اپنے اردگرد مسلح سیاہ فاموں کے ہجوم سے بھی بے خبر رہا۔ انھوں نے مجھے اپنے دائرے کے نرغے میں لے لیا تھا اور مستعد کھڑے تھے۔ میں نے ہنس کے انھیں دیکھا۔ شاید وہ میری کسی حرکت یا کسی جنبش کے منتظر تھے، کہیں میں ارمیگا کے محل میں داخل ہونے کی جرأت تو نہیں کرتا؟ میں یہ جرأت بھی کر سکتا تھا لیکن اس انتشار سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ البتہ ارمیگا کی اس مستعدی اور خوف نے میرے اندر آتشِ انتقام اور بھڑکا دی۔

میرے ساتھ کھڑی ہوئی لڑکی ابھی تک لرز رہی تھی۔ "راستہ دو۔" میں نے گرج کے مسلح آدمیوں کو مخاطب کیا۔ "اور ارمیگا سے کہہ دو اس کا سحر کارگر نہیں ہوگا۔ ایک دن یہ محل میرے قدموں کے نیچے ہوگا اور اس کی حسین عورتیں میری آغوش میں ہوں گی اور ہاں! ارمیگا سے کہہ دو کہ بہتری کے فیصلے وہ کسی وقت بھی کر سکتا ہے۔" میری غضب ناک آواز سے وہ مشتعل نہیں ہوئے شاید انھیں یہی ہدایت ملی تھی مگر میری تلخ کلامی کا یہ اثر ضرور ہوا کہ انھوں نے اپنا دائرہ توڑ دیا۔ میں اس راستے سے گزرتا ہوا ارمیگا کی اقامت گاہ سے دُور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ واپس عبادت گاہ پہنچ گیا۔ راستے میں میں نے اُس نوجوان لڑکی کو چھوڑ دیا تھا۔ مجھے کاہنوں کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ شام ہو چکی تھی اور عبادت گاہ میں جگہ جگہ مشعلیں روشن ہو گئی تھیں۔ جب کاہنِ اعظم طالام کے حجرے میں میں اور وہ تنہا رہ گئے تو اس کی آواز گونجی۔ "جابر بن یوسف! ارمیگا تم سے مقابلے کے لیے تیار ہے۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"کب؟" بے اختیار میں نے پوچھا۔

"سات سورج کے عروج و زوال کے بعد۔"

"یہ بہت دیر کی بات ہے۔" میں نے مشتعل ہو کے کہا۔

"وہ عبادت کے لیے وقت چاہتا ہے۔ وہ آج ہی ناگنگتر سے آیا ہے۔ دیوتاؤں کے قوانین کے مطابق اسے یہ مہلت دی جا سکتی ہے۔"

"کیا وہ اب تک ناگنگتر میں تھا؟" میں نے تذبذب سے پوچھا۔ میرے ذہن میں چنگاریاں لپکیں۔ فلورا بھی اسی کے ساتھ ہوگی۔ اسی لیے طلسمی عکس نما میں نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے طالام سے فلورا کا ذکر نہیں کیا۔

"ہاں ناگنگتر میں ساحروں کی قدیم عبادت گاہ کا وہ اکثر رُخ کرتا ہے۔" طالام نے جواب دیا۔

"وہ کس قدر بے وقوف ہے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ اس کے زوال کا وقت شروع ہو چکا ہے۔"

"اس کا فیصلہ دیوتا کریں گے کہ وہ کسے سُرخ رو کرتے ہیں۔"

"اور تم نے اسے بہتر مشورہ نہیں دیا۔" میں نے تنک کے پوچھا۔

"کاہنِ اعظم ایسے معاملے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔" وہ ناراض ہو کر بولا اور اس نے میری جانب تلخی سے دیکھا۔

"اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔" میں نے جھنجلا کے کہا۔ "وہ اپنی بقا کا ایک اچھا موقع کھو رہا ہے۔ کیا یہ بات صحیح نہیں ہے؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" کاہنِ اعظم نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

"آہ یہ سات سورج، سات صدیاں ہیں جو میں فضول گزاروں گا۔" میں نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔ پھر میں نے خود ہی کاہنِ اعظم سے تعارف کرانا شروع کر دیا۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔" وہ درمیان ہی میں بول پڑا۔

"اور تم آیندہ کی باتیں بھی قیاس کرنے پر قادر ہو؟"

جواب میں اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ ایک زیرک اور بُردبار تھا۔ میں نے اس کے سپاٹ چہرے پر کچھ پڑھنے کی ناکام کوشش کی۔ گہری آنکھوں میں اسرار پوشیدہ تھے۔ "چھوڑو۔" میں نے کہا۔ "یہ گفتگو قبل از وقت ہے۔ مجھے تمھاری مجبوری کا علم ہے لیکن کیا ہم اس پُراسرار سرزمین کے حیرت انگیز مظاہر اور نادیدہ علوم کے متعلق گفتگو نہیں کر سکتے؟"

پہلی بار اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ "ضرور۔" وہ تپاک سے بولا۔ "میں تمھارے تجربے شوق سے سنوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کہاں کہاں کی خاک چھانی ہے۔ طالام کو ہمیشہ باعمل عالموں سے دلچسپی رہی ہے۔"

"مقدس طالام۔" میں نے خوش گلوئی سے کہا اور اطمینان سے پالتی مار کے بیٹھ گیا۔ "اصل میں میں تمھارے لیے وہ احترام ادا نہیں کر سکا، جو مجھ پر واجب تھا۔ جب میں بیزنار میں داخل ہوا تو اتنا مست و بے خود تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

اس نے اپنے قریب رکھا ہوا گھڑا میری طرف اُچھال دیا۔ میں نے اُسے منہ سے لگا لیا۔ منہ صاف کر کے میں نے کہنا شروع کیا۔ "میں بھی کیا عجیب شخص ہوں۔ ماقابلا کی طلب کا مدعی ہوں۔ اسی طلب نے مجھے صحرا صحرا پھرایا ہے۔" میں نے اسے اپنی سرگزشت کے جستہ جستہ واقعات سنائے اور ماورائی علوم کے متعلق تبصرے کرنے لگا۔ وہ مسکرا مسکرا کے سننے لگا۔ میں اسے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ ارمیگا وقت کی یہ مہلت لے کے بڑا وقت ٹال رہا ہے۔ اس نے بھی اپنی ریاضتوں کے قصّے دوستانہ فضا میں مجھے سنائے۔ اس کے دل میں جالوش کے علاقے میں جانے کی حسرت تھی۔ میں وہیں سے آ رہا تھا۔ تاریک براعظم کے دو برگزیدہ شخص آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ہم نے بیزنار میں ہونے والے مقابلے کے متعلق کوئی بات نہیں کی لیکن اس کی بے تکلفی کے انداز سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میرے وجود کی اہمیت و عظمت سے واقف ہے۔

اس دن کے بعد سے فلورا کی دید کے اشتیاق کے سبب میں نے خود کو عبادت گاہ کے اندر ہی محصور رکھا۔ میں صرف دو بار باہر گیا، زربگا اور ارمیگا میں سے کوئی میرے سامنے نہیں آیا اور نہ ہی میں نے فلورا کو دیکھا۔ بستی میں ایک دہشت بیٹھی ہوئی تھی۔ نیزا بردار لوگ دُور دُور سے میرے تعاقب میں رہتے تھے۔ زربگا اور ارمیگا نے مجھے اشتعال دلانے اور بیزنار کے قوانین کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا ہر ممکن انتظام کیا تھا۔ میں اس کے جال میں نہ آ سکا۔ میں نے بستی میں جانا ہی ترک کر دیا۔ ایک ہفتے کی یہ جان لیوا مدت جیسے تیسے گزر گئی۔ ان چند ہی دنوں میں عبادت گاہ میں میرا طوطی بولنے لگا۔ طلبِ علم اور میری دید کے لیے کاہن جوق در جوق میرے گرد اکٹھے ہونے لگے تھے۔ وہ دیوتاؤں سے قربت اور ساحرِ اعظم جالوش کی خوشنودی کا راز مجھ سے جاننا چاہتے تھے۔ میں انھیں ایک ہی نصیحت کرتا تھا کہ جو تمھارے پاس ہے اس کا بہتر استعمال کرنا سیکھ جاؤ اور کچھ کرنا ہے تو پہلے اندیشے پہلے کر لیا کرو۔ وہ میری پُر از معنی گفتگو سن کر میرے قریب رہنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور اکستور جو صفِ اوّل کا طالب علم تھا اپنی ذہانت اور اندازِ بیان سے ان سیاہ فام ساحروں کو متاثر کرتا رہتا۔ یہ سات صدیاں میں نے انھی لوگوں کی معیت میں گزار دیں۔

کسی نہ کسی طرح آٹھواں سورج طلوع ہو گیا اور حسبِ دستور عبادت گاہ کے کاہن مجھے سجا سنوار کے وقت سے پہلے میدان میں لے گئے۔ یہ بھی ایک رسم تھی کہ دعوا کرنے والا شخص میدان میں پہلے سے موجود ہوتا۔ اس وقت میدان میں بیزنار کی آبادی نے آنا شروع کیا تھا۔ مقابلے کے مقررہ وقت میں ابھی خاصی دیر تھی۔ ہر طرف لوگ دائرہ بنا کے بیٹھ رہے تھے۔ کاہنوں کے سامنے جگہ جگہ آگ جل رہی تھی جس میں وہ کچھ ڈالتے تھے اور دھواں اٹھ کے سارے میدان میں پھیل جاتا تھا۔ کاہنائیں میرے اردگرد کھڑی میرے جسم پر میدان کی مٹی مل رہی تھیں کہ ایک شور سا اٹھا اور کاہناؤں کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ "وہ وقت سے پہلے آ گیا ہے۔" کسی کاہن نے کہا۔

کاہنوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ایک صحت مند شخص سر جھکائے ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی گردن میں مختلف مالائیں اور جاراکاکا کی کھوپڑی جھول رہی تھی اور کان، ناک میں بڑے بڑے بالے پڑے ہوئے تھے۔ وہ مکمل طور پر ایک سیاہ فام شخص تھا۔ کوئلے کی طرح کالا۔ آتے ہی وہ ان چوکیوں کے پاس رک گیا جہاں ہم لوگ بیٹھے تھے اور مجسّمے ایستادہ تھے۔ طالام اُسے دیکھ کے کھڑا ہو گیا اور حیرت سے بولا۔ "ارمیگا! تم کیا چاہتے ہو؟"

ارمیگا کا نام سن کے میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ بیزنار کا سردار تھا۔ وجیہ، توانا، سنجیدہ اور بردبار۔ میری نظریں اُسے اندر سے ٹٹول رہی تھیں۔

ارمیگا نے کاہنِ اعظم طالام کے جواب میں اپنے گلے سے مالائیں اور جاراکاکا کی کھوپڑی اتارنی شروع کر دی اور انھیں خاموشی کے ساتھ کاہنِ اعظم کے سپرد کر دیا۔ اس کا گلا ننگا ہو گیا۔ کاہنِ اعظم کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

"ارمیگا۔" وہ مشفق آواز میں بولا۔ "ارمیگا۔ تم نے فیصلہ کر لیا ہے؟"

"ہاں!" ارمیگا کی یاس بھری آواز اُبھری۔ "میں نے یہی راستہ اپنے لیے بہتر سمجھا ہے۔"

"تم دست بردار ہو رہے ہو؟" کاہنِ اعظم نے تعجب سے پوچھا۔

"جابر بن یوسف ہی بیزنار کی سرداری کا اہل ہے مقدس طالام! میں تم سے امان چاہتا ہوں۔" اور خود کو عبادت گاہ میں مقید کرنا چاہتا ہوں۔" ارمیگا شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

"اوہ تمھارے خالی سینے پر دیوتا کا سایہ ہے۔" طالام نے الجھتے ہوئے کہا۔ "تمھارے زوال کا وقت آ چکا ہے۔"

ارمیگا نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ سر جھکائے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ابھی تک بیزنار کی آبادی میدان میں جمع ہو رہی تھی۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اب وہ اس تماشے سے لطف اندوز نہیں ہو سکیں گے جس کا انتظار انھوں نے سات دن تک بے چینی سے کیا ہوگا۔ نڈھال ارمیگا کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کے مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی۔ ارمیگا نے موقع پر ایک دانشمندانہ مگر ہتک آمیز فیصلہ کیا تھا جو ایک سردار کے شایانِ شان نہیں تھا۔ اسار کی ملکہ شوطار اسار سے فرار ہو گئی تھی تاکہ وہ اپنے زیرِ نگیں لوگوں کی ملامت انگیز نظریں نہ دیکھ سکے مگر ارمیگا میں نہ شوطار کی سی دھمک تھی

نہ وہ اسار جیسے خوب صورت جزیرے کا سردار تھا۔ وہ ذلت کی زندگی گزارنے پر آمادہ تھا۔ شاید اس کے ذہنِ ناقص میں اُمید کی یہ ہلکی سی کرن موجود ہوگی کہ مستقبل میں کبھی دیوتا اس پر مہربان ہوجائیں۔ بہرحال یہ ایک بڑے حوصلے کی بات تھی کہ ارمیگا اپنے فتح یاب حریف کے سامنے کھڑا تھا گو نظریں ملانے سے ہچکچا رہا تھا۔

طالام چند لمحوں تک اس غیر متوقع صورتِ حال سے اُلجھتا رہا۔ پھر اس نے ارمیگا کے گلے سے حاصل شدہ تمام مالائیں اور جارا کاکا کی کھوپڑی میرے گلے میں ڈال دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک گجر بجا اور کاہنوں کے سامنے ایک بڑا الاؤ روشن ہوگیا۔ تمام لوگ چیخیں مارتے ہوئے زمیں بوس ہوگئے اور انھوں نے اپنے سر پٹخنے شروع کردیے۔ اس رسم کے خاتمے کے بعد کاہنِ اعظم نے ڈھول تاشوں کی گونج میں اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا۔ ایک لمحے میں ماحول پر قبرستان کی ویرانی چھاگئی اور کاہنِ اعظم نے بلند آواز میں ارمیگا کی دست برداری اور میری تخت نشینی کا اعلان کیا۔ اس اعلان نے مجمع پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا۔ ماحول پر جیسے اُداسی کے بادل منڈلانے لگے۔ ہر شخص کا چہرہ بجھ گیا۔ دوسری طرف بزنار کے محافظوں نے ایک ساتھ ہزاروں نیزے بلند کرکے آسمان کی طرف پھینک دیے اور انھیں چابک دستی سے اپنے ہاتھوں میں اُتار لیا۔ یہ نئے سردار کے لیے ان کی اطاعت کا اعلان تھا۔

”جابر بن یوسف“ طالام کی لرزتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ ”بزنار کا نیا عہد شروع ہوچکا ہے۔ تم توری، باگمان اور اسار کے بعد اب بزنار کے بھی سردار ہوگئے ہو۔“

”تم جانتے ہو، مجھے اس کا پہلے سے اندازہ تھا۔“ میں نے چلّا کر نخوت سے کہا۔ ”لیکن اس فتح سے مجھے طمانیت نصیب نہیں ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے مقدّس کاہن! اس تماشے کا انجام بہت مایوس کُن ہے۔ میرا سینہ کھولتا ہی رہ گیا۔ ارمیگا کی مسخ لاش پر لوگ جشن منانے کی سعادت سے محروم رہے۔ انھوں نے اپنے نئے سردار کی طاقت و عظمت کا مظاہرہ بھی نہیں دیکھا۔ ارمیگا نے اپنی غیرت کے عوض اپنی جان کا سودا کرکے انھیں ایک پُرلطف کھیل سے ناآسودہ رکھا لیکن ابھی میں بزنار میں ہوں۔ میں کسی بھی وقت ان کے سامنے ان کی دل بستگی کے لیے آج کی کمی پوری کردوں گا۔ ابھی نرنگا باقی ہے جو ارمیگا کا بھائی ہے۔“

ارمیگا میری باتیں سُن رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا، اس نے طے کرلیا ہے کہ وہ زمین کے سوا کبھی نظر اُٹھا کے ادھر نہیں دیکھے گا۔ میں خود اس کے پاس پہنچا اور میں نے آہستہ سے کہا۔ ”ارمیگا!“

جیسے ہی اس نے اپنا چہرہ اُٹھایا، میں نے پوری طاقت سے ایک طمانچہ اس کے گال سے پیوست کردیا۔ ارمیگا ڈگمگا گیا مگر اپنی جگہ سے ہٹا نہیں۔ اس نے بے بسی سے کاہنِ اعظم کی جانب رُخ کیا۔ طالام نے درمیان میں آکے میرے بڑھتے ہوئے ہاتھ روک دیے تھے۔ ”معزز جابر!“ اس نے حکیمہ لہجے میں کہا۔ ”اس نے خود کو میری امان میں دے دیا ہے، وہ

اب عبادت گاہ کا ایک فرد ہے اور اس کا یہ عمل بزنار میں دیوتاؤں کے قوانین کے عین مطابق ہے۔ میں تمھیں صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہوں۔“

طالام کا جملہ مکمل ہوتے ہی ارمیگا کو کاہنوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا، وہ اُسے لے کے نظروں سے دُور ہوگئے۔ پھر چند کاہن اور طالام ہی میرے ساتھ رہ گئے۔ ارمیگا کے غیر متوقع اعلان سے بہت سی رسموں میں افراتفری پیدا ہوگئی تھی۔ جلد ہی کاہنِ اعظم نے مختلف احکام صادر کرکے منتشر مجمع قابو میں کرلیا۔ میں نے ایک نظر اس سہمے ہوئے ہجوم پر ڈالی جو تاحدِ نظر پھیل گیا تھا اور بے اختیار میرے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھ گئے۔ ”سنو بزنار کے لوگو!“ میرے گرج دار تخاطب کے ساتھ ہر طرف سکوت چھاگیا اور میرا بیان اس گہری خاموشی میں گونجنے لگا حالانکہ یہ ایک مختصر بیان تھا لیکن اتنا ہی پُراثر تھا جتنا میرے امکان میں تھا۔ میں ان خوف زدہ لوگوں کے دلوں سے مایوسی کی کائی دُور کرنے اور اپنا سکہ بٹھانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ میرے خاموش ہوتے ہی طالام نے نئے سردار کے لیے اپنی حمایت کا یقین دلایا تو سب کے مُرجھائے ہوئے چہرے کھل اُٹھے۔ لمحوں میں بزنار کا یہ ماحول خوشیوں کی آماجگاہ بن گیا۔ ہم دونوں نیچے اُترے تو ارمیگا کے نائب ناکری کے علاوہ بزنار کے سرکردہ مسلح افراد نے زمین پر لیٹ کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ ناکری وہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے میری راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اسے حکم دیا کہ وہ جلد از جلد نرنگا کو پابہ زنجیر اس میدان میں پیش کرے۔ سرداری کے بعد بزنار میں یہ میرا پہلا حکم تھا۔ اسے سنتے ہی وہ ایک طرف بھاگے اور میں طالام کو چھوڑ کے لوگوں کے درمیان آگیا اور ان کے رقص میں شریک ہوگیا۔ بہکتے ہوئے مرد دوشیزاؤں کو کاندھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے اور عورتیں بے طرح چیخ رہی تھیں۔ سب ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے مجھے راستہ ملا۔ میں فلورا کو دیکھنا چاہتا تھا۔ بزنار کے سردار کی معزولی کا سب سے بڑا محرک وہی تھی۔ میں اپنے اردگرد عورتوں اور مردوں کو دھکیلتا اور نظروں سے بچتا ہوا میدان سے باہر آگیا۔ میرا رُخ ارمیگا کے محل کی طرف تھا اور میں زمین پر نہیں، ہواؤں میں اُڑ رہا تھا۔ میری سانس تیز رفتاری سے اُکھڑنے لگی تھی۔ ہر لمحے فلورا کو دیکھنے کی تڑپ بڑھ جاتی تھی۔ وہ ایک مدت بعد میرے سامنے جلوہ گر ہونے کو تھی۔ بزنار کی بستی سنسان تھی کیونکہ ساری آبادی مقابلے کے میدان میں جمع ہوگئی تھی۔

ارمیگا کے محل کا فاصلہ شاید میرے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھ جاتا تھا۔ فلورا کس عالم میں مجھے نظر آسکتی ہے؟ اب اسے مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا کیونکہ وہ تاریک برِاعظم کے ایک طاقت ور شخص کی محبوبہ ہے۔ میں خیالوں کی ایک دُنیا بساتے اور فلورا کے تمام گناہ معاف کرتے ہوئے فاصلہ کاٹتا رہا۔ آخر وہ خوب صورت عمارت میری نظروں کے احاطے میں آگئی۔ میں کچھ دیر باہر ٹھہر کے سانس درست کرتا رہا۔ عمارت نے جیسے ماتمی چادر اوڑھ لی تھی، بالکل ویران اور سنسان۔ ایک خیال سے میرا دل دھڑکنے لگا اور دوسرے ہی لمحے

میری آنکھیں اُبلنے لگیں۔ میرے جسم میں آگ بھر گئی۔ پھر میں برق رفتاری سے وہ سبزہ زار پھلانگ گیا جو عمارت کے درمیان حائل تھا۔ میری آمد پر دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اندر سے خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ ”فلورا! فلورا!“ میں نے چیخ کر آواز لگائی۔ میری آواز عمارت کے دروبام سے ٹکراتی ہوئی کہیں گم ہوگئی۔ اس تیجی ہوتی عمارت میں آدم زاد نظر نہیں آتا تھا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ بس شراب کے مٹکے ہیں اور دیوتاؤں کے مجسمے ہیں۔ فلورا کو روپوش کردیا گیا ہے۔ ارمیگا نے اپنی معزولی سے پہلے یہ چرکا میرے دل پر لگایا ہے اور خود عبادت گاہ میں پناہ لے لی ہے۔ غصے سے میرا جسم لرزنے لگا۔ میں نے مشعل اٹھائی اور وہ عمارت نذرِ آتش کرنے کا تہیہ کیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے ارادہ بدل دیا۔ یہ عمارت تو بزنار میں میرے کام آئے گی۔ سارے بزنار میں اس سے اچھی کوئی عمارت نہیں ہے بلکہ سارے تاریک برِاعظم میں۔ غصے میں میں نے شراب کے کئی مٹکے توڑ دیے اور باہر آکے دوبارہ میدان کی طرف بھاگنے لگا۔ میں ارمیگا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے فلورا کو کہاں چھپایا ہے؟ ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ ناکری اپنے آدمیوں کے ساتھ ہانپتا کانپتا میرے درمیان آگیا اور آتے ہی زمین پر دراز ہوگیا۔ ”کدھر ہے وہ؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”وہ بزنار سے فرار ہوگیا ہے۔“ ناکری نے غضبناک آواز اور خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

اس جملے نے میرے کانوں میں گرم سیسہ پگھلا دیا۔ ”کب؟“ میں نے چیخ کے پوچھا۔

”آج ہی آج صبح معلوم ہوا جب میدان میں ارمیگا اپنی معزولی کا اعلان کرنے جا رہا تھا تو نرنگا فرار ہوگیا۔“ ناکری نے زمین پر لیٹے لیٹے جواب دیا۔

”فرار ہوگیا؟“ میں نے جزبز ہوکے کہا۔ ”فلورا کہاں ہے؟“

جواب میں چند لمحے کی تاخیر ہوئی تو میں نے دوبارہ چیخ کر پوچھا۔

”وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔“ ناکری نے جھجکتے ہوئے کہا۔

”کیا تم لوگ اس کے منصوبے سے واقف تھے؟“ میں نے نفرت سے پوچھا۔ ”کیا تم سب لوگوں کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے؟“

”مقدّس سردار جابر بن یوسف! دیوتا گواہ ہیں، ہم اس کے منصوبے سے لاعلم تھے۔ اس نے آخری وقت میں، جب ساری بستی میدان کی طرف روانہ ہوگئی تھی، یہ فیصلہ کیا ہے۔ وہ سمندر میں پہنچ کے بزنار سے دُور ہوگیا۔“

اس نے ہکلا کے کہا اور خود بخود میرے ہاتھ گلے میں لٹکی ہوئی ہربیکا کی مقدس آنکھوں پر چلے گئے۔ ”تم فکر نہ کرو، میں ابھی اس کا پتہ چلاتا ہوں۔“ میں نے تیزی کے ساتھ گلے سے ہربیکا کی مقدس آنکھیں نکالیں اور کمرے سے لگا لیں۔ ہربیکا کی پُراسرار آنکھوں نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ چند لمحوں کی تاریکی کے بعد میری نظروں کے سامنے وسیع ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ سمندر میں ایک کشتی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ میں نے آنکھ پر بے چینی سے زور ڈالا۔ نرنگا اس میں موجود تھا۔ کشتی میں مشروبات، پھل اور غذا کے

کے علاوہ حسین و جمیل فلورا نڈھال سی اوندھے منہ لیٹی تھی۔ ناکری اور اس کے ساتھی سب حیرت سے ہربیکا کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ”ہاں وہ چلا گیا ہے۔“ میں نے آخر افسردگی سے کہا۔ ”اور میری حدود سے باہر چلا گیا ہے۔“

اگر صرف فلورا میرا مقصود ہوتی تو میں اس صدمے سے جاں بر نہ ہوتا۔ فلورا تو میری ضد تھی۔ وہ میری جواں مردی اور ذہانت کی غیرت تھی۔ میں فلورا سے مل کے اس کے شگفتہ و شاداب رخساروں سے کھیلنے کا ایسا متمنی نہیں تھا جتنی سرخوشی مجھے اس پر قبضہ کرنے میں ہوتی۔ پھر میں اس سے کھیلتا۔ اس سے بہت سی باتیں پوچھتا۔ میں اس سے پوچھتا کہ اس نے ڈاکٹر جواد کے ہاتھوں مجھے مارنے کے لیے زہر بھیجا تھا؟ میں اس سے پوچھتا کہ اس نے انتخاب کے دوران میں میرے بجائے شوالا کو کیوں منتخب کیا تھا، اس نے میری صلاحیتوں کے بارے میں اپنے غلط اندازے کیوں قائم کیے تھے لیکن میرے تمام شعلے میرے جسم کے اندر ہی سلگتے رہے۔ اسار سے میں بزنار آیا اور میں نے جالوش کی سحر زدہ درس گاہ کو الوداع کہنے میں عجلت کی۔ بزنار کے یہ دونوں بھائی ارمیگا اور نرنگا بہت چالاک نکلے۔ وہ توری کی طرح بزنار سے فلورا کو بھگا کے لے گیا اور ارمیگا نے کاہنِ اعظم طالام کی امان حاصل کرکے اپنے زندہ رہنے کا سامان پیدا کرلیا۔ میں اپنی برتری کے نشے ہی میں ڈوبا رہا۔ میں نے اپنی خفتہ صلاحیتوں سے کوئی کام نہیں لیا کیونکہ میں ایک دیوزاد تھا، دیوزاد کو بونوں نے کیا خوب شکست آمیز فتح سے نوازا۔ ارمیگا کے یہ نائب اور مسلح محافظ میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے میرا منہ چڑا رہے تھے اور مجھے اپنے آپ پر لعن طعن کرتے ہوئے بھی شرم آتی تھی۔

میں نے چیخ کر انھیں حکم دیا کہ وہ میری نظروں سے دُور ہوجائیں۔ انھوں نے میرے ہذیانی حکم کی فوراً تعمیل کی اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ تنہائی نے مجھے اور پریشان کیا اور میں عبادت گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ میں کاہنِ اعظم طالام سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا یہ سب بزنار کے مروجہ قوانین کے تحت ہوا ہے یا میں اس کی موجودگی میں کسی سازش کا شکار ہوا ہوں، اور کیا کاہنِ اعظم نے اپنے منصب کے خلاف بزنار کے پُرانے سردار سے اس کے آخری وقت میں مروت سے کام لیا ہے۔ عبادت گاہ پہنچتے پہنچتے تمام گتھیاں میرے ذہن میں سلجھتی گئیں۔ جب تک ارمیگا سردار تھا۔ وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ اسے فلورا پر تصرف حاصل تھا اور وہ اپنے بھائی کو بزنار کی سرحدوں سے دُور بھی بھیج سکتا تھا اور کاہنِ اعظم اس کا پابند نہیں تھا کہ وہ غیر متعلقہ باتیں میرے گوش گزار کرے۔ ساری کوتاہیاں میری تھیں کہ میں نے اسار کی طرح بزنار میں اپنی ذہنی استعداد کا مظاہرہ نہیں کیا۔ میں فلورا کی عدم موجودگی سے واقف ہونے کے باوجود غیر معمولی تحمل کا ثبوت دیتا رہا اور میں نے بزنار کی حد پر قدم رکھتے ہی وہاں کے کاہنِ اعظم کو اپنے فیصلے سے آگاہ کردیا کہ میں بزنار کی سرداری کے لیے ارمیگا سے مقابلے کا خواہاں ہوں۔ مجھے یہاں اپنے طور پر پہلے بعض معرکے سر کرنے

چاہیے تھے بعد میں کاہنِ اعظم کے سامنے اپنا دعوا پیش کرنا چاہیے تھا۔ اُس وقت زرنگا بیزنار میں تھا سب سے پہلے مجھے اس کو نشانہ بنانا چاہیے تھا۔ یہ ساری باتیں بعد از وقت تھیں، ان پر سوچنا مزید بے عقلی تھی۔

عبادت گاہ میں طالام نے میرا استقبال کیا اور مجھے ایک بار پھر بیزنار کی سرداری پر مبارکباد دی۔ میں نے سرسری طور پر اس کے کلمات سنے اور کسی تمہید کے بغیر حرفِ مطلب زبان پر لے آیا، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور وہ طیش میں کہنے لگا۔ "نہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں ممکن نہیں ہے؟ یہ عبادت گاہ بھی بیزنار میں واقع ہے اور ارمیگا بیزنار کا باشندہ ہے۔ میں اسے عبادت گاہ سے کسی وقت بھی باہر لا سکتا ہوں۔" میں نے اشتعال انگیز لہجے میں کہا۔

"اس عبادت گاہ پر میرا حکم چلتا ہے اور ارمیگا اب یہیں کا باشندہ ہے، تم دیوتاؤں کے لافانی قوانین سے سرتابی کی جرأت کرو گے تو انھیں ناراض کرو گے۔" طالام نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"میں ارمیگا کا خون چاہتا ہوں۔"

"تمھیں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔" طالام نے اٹل انداز میں کہا۔

"میں بیزنار کی سرداری سے دست برداری کا اعلان کر سکتا ہوں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" وہ تلخی سے بولا۔

"میں کیا چاہتا ہوں، تم یہ بات جانتے ہو۔ کاہنِ اعظم طالام! سنو اگر تم اپنے منصب کے خلاف ارمیگا کے سلسلے میں بے جا رعایت کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہو تو تم سے دیوتا محاسبہ کریں گے۔"

"میں جانتا ہوں، میں جانتا ہوں اور دیوتا جانتے ہیں کہ کاہنوں کی اتنی توہین کسی شخص نے نہیں کی جتنی تم نے کی۔" وہ بے دلی سے بولا۔

"تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کس شخص سے گفتگو کر رہے ہو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"میں تاریک ترِ اعظم کی ملکہ آقابلا کا مقربِ خاص، میں جالموش کا غلام، میں چار جزیروں اور پانچ قبیلوں کا سردار ہوں، میں دیوتاؤں سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بیزنار کی عبادت گاہ میری تحویل میں دے دیں اور یہاں کے کاہنِ اعظم کو نارشی کی تھوری پہاڑیوں پر ریاضت کے لیے بھیج دیں۔"

"تم اس میں کامیاب ہو سکتے ہو تو تمھیں کون روک سکتا ہے۔" وہ زچ ہو کے بولا۔ "میں تمھیں حکم دوں گا کہ تم اپنی زبان اُس وقت تک قابو میں رکھو جب تک تم عبادت گاہ کے کاہن کا درجہ حاصل نہیں کر لیتے اور میری جگہ نہیں آ جاتے۔"

"میں بیزنار کے ایک سردار کی حیثیت سے تم سے ایک مشورہ چاہتا ہوں اور تم بیزنار کے ایک کاہن ہونے کی حیثیت سے اپنے سردار کو بہتر مشورہ دینے کے پابند ہو۔" میں نے کہا۔

"کیا تمھیں کسی مشورے کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟" وہ طنز سے بولا۔

میں نے اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا، پوچھا۔ "میں ارمیگا کو عبادت گاہ سے باہر لانے کے طریقے معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم اگر میرے ساتھ تعاون نہیں کرو گے تو تم ایک نامناسب انسانی فرض انجام دو گے۔"

اس کی زبان میں لرزش آ گئی۔ "میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا۔ ارمیگا پر منحصر ہے کہ وہ عبادت گاہ سے باہر جانا کب پسند کرے یا کبھی نہ جائے۔" طالام نے بیزاری سے کہا۔

"کیا بیزنار میں ارمیگا کی عظمت کا ہم سر کوئی اور شخص ہے؟"

"ارمیگا بیزنار میں ہر اعتبار سے سب سے اعلا شخص تھا۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی اگر میں دست بردار ہو جاتا ہوں تو ارمیگا سرداری کے منصب کے لیے عبادت گاہ سے باہر نہیں آئے گا مگر یہ اُسی وقت ممکن ہے جب اسے یہ یقین ہو کہ میں بیزنار کے علاقے سے دُور نکل گیا ہوں۔ میرا دماغ ارمیگا کی ذات کے گرد گردش کر رہا تھا۔ شروع میں طالام اور میرے درمیان تلخ نوائی ہوتی رہی۔ آخر مجھے اسی نتیجے پر پہنچنا پڑا کہ ارمیگا عبادت گاہ میں سب سے زیادہ محفوظ ہے اور وہ اس وقت تک سکون سے بیزنار کی زمین سے نہیں نکل سکتا جب تک ار اندر موجود ہے۔ میں نے کاہنِ اعظم کے مٹکے سے مشروب کا ایک قدح اپنے منہ میں تیزی سے گرا لیا اور غصے میں پھنکارتا ہوا بولا۔ "لیکن اسے باہر آنا ہوگا۔"

پھر دفعتہً میں اُٹھا اور میں نے نہایت مہذب لہجے میں طالام سے کہا۔ "مقدس طالام! کیا میں ارمیگا سے مل سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" وہ جھجک کر بولا۔

"تو اس سے میری ملاقات کا اہتمام کر دو۔"

"وہ عبادت گاہ میں کہیں موجود ہوگا۔ تم اس سے کہیں بھی مل سکتے ہو۔" طالام نے بے دلی سے جواب دیا۔

جب میں عبادت گاہ میں ارمیگا کو تلاش کرتا ہوا اُس کے پاس پہنچا تو وہ جارا کاکا کی عبادت میں مصروف تھا۔ میرا جی چاہا یہیں جارا کاکا کے مجسمے کے سامنے جلتی ہوئی آگ میں اُسے جھونک دوں لیکن میں اس کی عبادت کا انتظار کرتا رہا۔ میری آہٹ سے اس کا انہماک ٹوٹ گیا۔ اس نے مڑ کے دیکھا تو اس کے سیاہ چہرے پر لکیریں اُبھریں۔ "ارمیگا!" میں نے بدقت تمام ملائمت سے اُسے پکارا۔

"جابر بن یوسف! تم؟" وہ حیرت سے بولا۔

"ہاں میں۔" "مجھے اعتراف ہے کہ تم نے اپنی بہترین ذہانت سے مجھے شکست دے دی ہے، تم نے تمام حقائق پر اچھی طرح غور کر کے یقیناً بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔"

"میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا۔" وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

"ارمیگا!" میں نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "تمھیں معلوم ہے

میں یہاں بحث کے لیے نہیں آیا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک اور جزیرے کی فتح کی مالا اپنے گلے میں ڈال لوں اور فلورا کو تمھاری دست بُرد سے نجات دلا دوں مگر تم نے مشکل وقت میں ایسا فیصلہ کیا جس میں تم خود بھی محفوظ رہے اور فلورا بھی تم نے مجھے نہیں بخشی۔ تم ایک ذہین آدمی ہو۔"

"زرنگا میری اجازت کے بغیر فلورا کو لے گیا ہے۔"

مجھ پر ہنسی کا دورہ پڑا۔ "خوب یہ کیا دلچسپ مذاق ہے۔"

"تمھیں مجھ پر یقین کرنا چاہیے۔" وہ آنکھیں پٹ پٹا کے بولا۔ "اگر ایسا ہوتا تو کیا میں جزیرۂ نانگتر میں فلورا کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔"

"ہاں یہ بھی ہو سکتا تھا۔" میں نے اس کے بیان سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "مگر یہ نہیں ہوا فلورا تمھارے بھائی کے ساتھ چلی گئی اور جزیرۂ نانگتر کے سردار کی بدنیتی سے بھی تم محفوظ رہے کیونکہ اس سے زیادہ تمھیں اپنا بھائی عزیز تھا جو فلورا سے محبت کرتا تھا اور تم دونوں ہی اس حسین اور ذہین لڑکی سے بری طرح متاثر تھے۔ آخر تم دونوں نے ایک کے حق میں دست بردار ہونے کی شریفانہ مثال قائم کی لیکن ارمیگا! زرنگا میرے عتاب سے بچ کے کہاں جائے گا، چار جزیروں پر میری حکمرانی ہے، وہ یہاں داخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں بیزنار سے توری واپس جانا چاہتا تھا لیکن اب نہ معلوم کب میں اپنے لوگوں سے ملوں۔ بہرحال تم میری فکر اور میری جدوجہد کا رُخ موڑنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ اسی وجہ سے میں تمھاری عزت کرتا ہوں۔ میں ذہین اور شجیع لوگوں کی قدر کرتا ہوں۔"

"مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ زرنگا کے فرار میں میری ایما شامل تھی تو تم غلطی پر ہو۔ مجھے ابھی ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ زرنگا اور فلورا جزیرے پر موجود نہیں ہیں۔" وہ وضاحت کے انداز میں بولا۔

"کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں۔" میں نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ "میں تمھاری یہ وضاحت تسلیم کیے لیتا ہوں۔ میں تم سے جزیرۂ بیزنار کے مستقبل کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اب بیزنار کی حکومت اور دیگر امور سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"تعلق دوبارہ ہو سکتا ہے۔" میں نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"دلچسپی نہیں ہے؟" میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ "اس لیے کہ فلورا موجود نہیں ہے۔ تم بھی فلورا کے کتنے قدردان ہو۔ ہمارے تمھارے درمیان یہ ایک قدرِ مشترک ہے۔ میں اپنے رقیب کو ایک اعزاز دینا چاہتا ہوں۔"

"میں تمھاری باتیں توجہ سے سن رہا ہوں۔"

"یہ بہت اچھا کر رہے ہو کیونکہ میرے تعلق سے جو کچھ ادا ہو رہا ہے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ تمھیں شاید اس وقت نہ ہو مگر جب تاریک ترِ اعظم میں ہر طرف جابر بن یوسف کا شہرہ سنو گے تو تمھیں اُس وقت اس صحبت کی ایک ایک بات یاد آئے گی۔"

"میں تمھاری فضیلت کا دل سے قائل ہوں۔" وہ مہذب انداز میں بولا۔

"تو سنو ارمیگا! بیزنار میں صرف دو اشخاص ایسے ہیں، طاقت میں جن کی ہم سری کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک تم۔ ایک میں۔ میں تمھارے تجربے، شجاعت اور ذہانت کو اس عبادت گاہ میں محبوس کرنا نہیں چاہتا اور خود میرا ارادہ یہ ہے کہ میں یہاں چند دنوں کا مہمان ہوں۔ چند روز آرام سے گزرنے اور تمھاری دلکش عورتوں کے گداز کا اندازہ کرنے کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ پھر یہاں کون رہے گا؟" میں نے چند لمحے اپنی زبان کو لگام دی اور خلاؤں میں گھورتے کہنے لگا۔ "ہاں پھر یہاں کون رہے گا۔ کوئی نیا سردار؟ نہیں۔ یہاں جابر بن یوسف ہی رہے گا اور دوسرے جزیروں کی طرح یہاں بھی اسی کی حکمرانی ہوگی۔ سمجھ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

وہ حیرانی سے میرا چہرہ تکنے لگا۔

"اور میں نے سوچا ہے کہ میری نیابت کے لیے تمھی سارے بیزنار میں ایک لائق شخص ہو۔ اسی لیے میں تمھیں نیابت کی پیش کش کرتا ہوں۔" میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ جیسے سکتے میں آ گیا۔ کش مکش میں پڑ گیا۔ اس کے حلق کی رگیں کھنچیں، میں اس کے چہرے کے تاثرات کا غور سے جائزہ لیتا رہا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"مقدس جابر! مجھے فلورا نے بتایا تھا کہ تم ایک مہم جو شخص ہو۔ تمھارے اندر غیر معمولی قوتِ برداشت ہے اور تم نے مہذب دنیا کا ایک فرد ہونے کے باوجود یہاں خود کو مقبول و محبوب بنا لیا ہے۔ میں تمھاری اس پیش کش کا خیر مقدم کرتا ہوں مگر نہایت احترام سے اپنی معذوری کا اظہار کر رہا ہوں۔"

"کیا؟" میں ایک دم دہاڑنے لگا۔ "تم میری پیش کش ٹھکرا رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں خود کو اب اس کا اہل نہیں سمجھتا۔" اس نے بے باکی سے کہا۔

"تم ایک غلط فیصلہ کر رہے ہو، میں تمھیں سوچنے کا وقت دے سکتا ہوں۔"

"میں نے اپنی باقی زندگی عبادت گاہ میں گزارنے کا عہد کیا ہے۔"

"کیا تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟"

"پہلے تھا، اب نہیں ہوں۔ اب میں دیوتاؤں کے ساتھ ہوں۔"

"لیکن تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ دیوتا مجھے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ میں غیر معمولی قربانیاں پیش کر کے تمھیں ان سے حاصل کر سکتا ہوں۔ ساحرِ اعظم جالموش کی خانقاہ سے بھی میرا تعلق ہے۔"

"دیوتا اگر یہ چاہیں گے تو میں اپنا سر جھکا دوں گا۔"

"ارمیگا! ارمیگا! تم مجھ پر اعتماد کرنے کی کوشش کرو میں سچ کہہ رہا ہوں۔" میں نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

"مقدس جابر! اب مجھے یہیں رہنے دو۔"

"ابھی میں بیزنار میں موجود ہوں، تم مزید سوچ سکتے ہو۔"

"وقت گزرنے سے میرے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ارمیگا نے میری خوش کلامی اور نرمی کے باوجود صاف جواب دے دیا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اُسے یہیں بیٹھے بیٹھے قتل کر دوں اور ہمیشہ کے لیے رسوا ہو جاؤں۔ یا پھر یہ تھا کہ میں اپنی آگ میں جلتا رہوں اور

بیزنار سے ناکام و نامراد واپس چلا جاؤں۔ ارمیگا میری توقع سے زیادہ ذہین نکلا۔ عبادت گاہ سے میری واپسی کے وقت بیزنار کے تمام کوچے وہاں کے باشندوں سے لبریز ہو گئے تھے۔ ہر طرف ایک دھوم مچی ہوئی تھی اور نئے سردار کی کامرانی پر جشن منایا جا رہا تھا۔ میں اپنی الجھنوں میں گرفتار ان کے احترام پر خاموش ردِ عمل کا اظہار کرتا ہوا دوبارہ اُس محل میں آ گیا جو پہلے ارمیگا کے تصرف میں تھا جہاں صبح تک ظلورا موجود تھی۔ محل میں وہ تمام حسینائیں جمع ہو گئی تھیں جو مقابلہ دیکھنے کے لیے میدانِ کارزار میں چلی گئی تھیں۔ میں ایک چوکی پر بیٹھ کے دیواریں گھورنے لگا۔ پھر میں نے تنگ آ کے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ سامنے کے دروازے سے خوان سجائے حسین ترین لڑکیاں برآمد ہوئیں۔ میں ان کے جلوے میں کھو گیا اور میں نے حکم دیا کہ محل کی ساری عورتیں میرے سامنے لائی جائیں کمرہ پوری طرح روشن کر دیا گیا۔ میرے مقابل کے دروازے سے حسن کا ایک سیلاب امڈا امڈ کے اندر آ رہا تھا۔ اساسہ سے آ کے جالوش کے علاقے میں ایک مدت گزارنے کے بعد کہیں سستانے کا موقع ملا تھا اور وہ بھی ایسے دہشت ناک عالم میں، جب ذہن پر پہاڑوں کا بوجھ تھا اور دل میں سمندروں کا تلاطم برپا تھا۔ جزیرۂ بیزنار کو نیست و نابود کرنے کی خواہش رہ رہ کے دل میں اٹھتی تھی اور اِدھر دروازے سے ایک کے بعد ایک لڑکی جیسے خوش رنگ پھولوں کے دستے خود بخود چل کے آ رہے ہوں گداز سمت سمٹ کے کمرے میں بکھر رہا تھا۔ ان سے اپنا شباب سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ ان کے دلکش سیاہ جسموں میں شعلے لپک رہے تھے۔ دیوانگی کی چال، بہکی ہوئی نگاہیں، بھرے رس بھرے پھل، لچکتی ہوئی شاخیں، آوارہ زلفیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ارمیگا کے پاس بت تراشنے کا کوئی افسوں تھا۔ تمام لڑکیاں مہذب انداز میں میرے سامنے جھک گئیں۔ میں ان کا نظارہ کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں کمرہ نوجوان لڑکیوں کی خوشبو سے معطر ہو گیا تھا اور میں اس مہک میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ یہ بڑا دلچسپ منظر تھا، جس نے جسم میں لطافتیں پیدا کر دی تھیں تمام لڑکیاں ظلورا کی تربیت یافتہ معلوم ہوتی تھیں، اس لیے انھیں خود کو پیش کرنے کے آداب آتے تھے۔

میں نے کسی ہوس کار کی طرح اشارہ کیا کہ وہ باری باری میرے سامنے سے گزریں تاکہ میں قریب سے ہر پری جمال کے حسنِ شرربار کا نظارہ کر سکوں۔ وہ اٹھلاتی اور شرماتی ہوئی یکے بعد دیگرے میرے سامنے سے گزرنے لگیں۔ یہ شکوہِ حسن، یہ جمال، یہ زیبائی، یہ تمکنت، سیاہی کی یہ رعنائی، اندھیرے کی یہ روشنی میری عقل انھیں دیکھ کے گم ہونے لگی اور جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ کون اس مدہوشی میں ہوش کا خیال رکھتا؟ انتخاب تو ہوش ہے۔ میں ایسی کیفیت میں انتخاب کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ میں تو شعر پڑھ سکتا تھا، گنگنا سکتا تھا۔ میں تو اس دہکتے حسن میں ڈوب جانے کی آرزو کرتا تھا۔ ساری لطافتیں کھنچ کے میری نگاہوں میں مرکوز ہو گئی تھیں۔ میں ایک تشنہ صحرا تھا جس پر حسن کا یہ قافلہ شوخیاں بکھیرتا اور چہلیں کرتا ہوا چل رہا تھا۔ میں ایک آسمان تھا جو زمین کے ہنگامے ایک ٹک دیکھا کرتا ہے اور جب اس کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے تو گرجنے برسنے لگتا ہے۔

جب یہ نمائش ختم ہو گئی اور آخری لڑکی اپنے جمالِ دل افروز سے میری نگاہیں خیرہ کر گئی تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے غلاموں کو طلب کیا۔ ناکری ان میں سب سے آگے تھا۔ وہ نیزے تانے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں نے چیخ کر حکم دیا کہ خوان سجایا جائے۔ وہ میرا یہ حکم سمجھ نہیں سکے۔ میرے اشارے پر پتھر کی تھالیوں میں رکھے ہوئے گوشت کے پارچے، میوے اور پھل قطار میں رکھ دیے گئے۔ پھر بڑے بڑے برتن کھولے گئے اور قدحوں میں مشروبات لے کر ایک دوسرے پر پھینکے گئے۔ عورتیں ایک دوسرے میں بھرا ہوا مشروب اچھالنے لگیں اور بری طرح چیخنے چلانے لگیں۔ ان کا ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ سب بار بار میرا چہرہ دیکھتے تھے۔ میں ہنس ہنس کر کھیل جاری رکھنے کا حکم دیتا تھا۔ میری شہ پا کے وہ اور ترنگ میں آ گئیں۔ ناکری کے مسلح محافظوں نے نیزے ایک طرف رکھ دیے اور مشروبات اپنے پیٹ تک بھر لیے۔ یہی حال بدمست عورتوں کا ہوا۔ میں بھی ان میں شریک تھا۔ ان سب نے مجھے نہلا دیا۔ دیکھتے دیکھتے تمام خوان خالی ہو گئے۔ جب انھوں نے دوبارہ اپنی چوکی سنبھالی تو انھوں نے زردیدہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ناکری اور اس کے ساتھی بھی ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک لمحے میں سکوت مسلط ہو گیا۔ مجھے ان کے چہروں کا ہراس اور سکوت بہت اچھا لگا۔ چند لمحے انھیں سکتے میں رکھنے کے لطف کا بیان ممکن نہیں۔ میرے اشارے پر حرکت اور ان کے انجماد کی کل تھے۔ یہ کل چھیڑ دی تو طوفان آ گیا۔ یہ کی تو موت نافذ ہو گئی۔ اوہو! حکم رانی کا یہ کیسا دلچسپ مشغلہ تھا۔ پھر ان کے بدن ٹوٹ گئے، ان کے اعضا بکھر گئے۔ حسن کا بکھر گیا۔ حسن کے رنگوں کی شفق کبھی اس سمت کبھی اُس سمت اتنے لگی۔ سارا کمرہ ان کی ستم ناک چیخوں سے لرزنے لگا۔ ایک رقص، دیوانوں کا ... سماعت کا ہوش، نہ بصارت کی خبر۔ میں ان کے دائرے کے درمیان آ گیا اور میں نے جاراکاکا کی کھوپڑی درمیان میں رکھ دی اور شپال سے روشن کر دی۔ میرا چوبی اژدہا متحرک ہو کے آگ کے گرد رقص کرنے لگا۔ یہ تارنیل سے اخذ کیا ہوا جالوش کا ایک عمل تھا۔ کمرہ نادیدہ آوازوں سے گونج اٹھا۔ لڑکیوں کی مستانہ روی میں اور شدت پیدا ہو گئی اور میں نے جالوش کا نعرہ بلند کیا۔ "جالوش! تیرے لیے، تیرے غلام کی طرف سے" اور اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے میں کوئی اور مخلوق ہوں اور جیسے میری آنکھیں آگ کے اُس پار سمندروں کی تہوں میں دیکھنے کی استطاعت رکھتی ہوں۔ اب میں نے جابر بن یوسف کو حقیر سمجھا اور میرے اندر کوئی عظیم الجثہ شخص بیدار ہوا جس کے ہاتھ بہت لمبے، ناخن بڑے بڑے، ٹانگیں بہت دراز اور منہ بہت چوڑا تھا۔ یہ شخص دہاڑ دہاڑ کے رقص میں شامل ہو گیا اور اس کے ہاتھوں کے تناور درخت لڑکیوں کے بازوؤں پر گرے۔ وہ چیخ مار کر گر گئیں۔ میری انگلیوں کے نیزوں نے ان میں سے کئی کی آنکھیں نکال لیں۔ آبادی میں ایک پاگل ہاتھی داخل ہو گیا تھا۔ میرا ہاتھ جہاں پڑ جاتا، بدن ٹکڑے ہو جاتے۔ میں نے ان کے ہاتھ ان کے جسموں سے جدا کر دیے اور

انھیں پھینک دیں۔ میں انھیں اٹھا کے ایک دوسرے پر پھینک دیتا۔ کہیں ان کے بال میرے ہاتھ میں آ جاتے تو وہ چیختی ہوئی بھاگتیں اور ان کی گردن شدتِ کرب سے ٹوٹ جاتی۔ جو ہاتھ آیا میں نے اُسے نوچ لیا۔ اس نوچ کھسوٹ سے میرا اضطراب بڑھ گیا۔ یہ عذاب ناک فریادیں۔ یہ جہنم کی چیخیں میری روح کو ایک ناقابلِ بیان سرور پہنچا رہی تھیں۔ ناکری دم بخود کھڑا تھا۔ وہ سامنے نظر آیا تو میں نے اس کا نیزا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انھوں نے اپنے سردار کی پیروی کی۔ ایک ساتھ کئی نیزے بلند ہوئے اور سیاہ فام لڑکیوں کے سینوں میں اور کولھوں میں پیوست ہو گئے۔ خون کے کئی فوارے ایک ساتھ پھوٹ پڑے۔ ناکری اور اس کے ساتھیوں نے وہ لہولہان بدن جاراکاکا کی کھوپڑی پر ڈال دیے۔ کمرے کا فرش، دیواریں خون سے رنگ گئیں۔ جب آخری لڑکی کی سسکتی ہوئی چیخ ابھری تو مجھے ہوش آیا۔ میری ٹانگیں اور ہاتھ سرخ ہو گئے تھے، جاراکاکا کی کھوپڑی بالکل ڈھک چکی تھی۔ میں نے اُسے بمشکل تمام لاشوں کے ڈھیر سے نکالا۔ پھر ہم سب باہر آ گئے۔ ایک ثانیے میں ارمیگا کا محل شپالی کے شعلوں کی نذر ہو گیا۔ کھلی فضا میں آ کے ہم نے دور سے دیکھا۔ آگ تیزی سے آسمان کی طرف بلند ہو رہی تھی۔ میں درختوں کے سائے میں اڑتی ہوئی چنگاریوں کا منظر دیکھنے کے لیے لیٹ گیا۔ اور ناکری مجھ سے کچھ دور مؤدب کھڑا ہو گیا۔ بیزنار میں نئے سردار کی آمد کا جشن پورے تزک و احتشام سے منایا گیا۔

مشکیٹے نے وہ ساری رات پلکیں جھپکائے بغیر گزار دی اور ناکری اور اس کے ساتھی ساری رات کھڑے رہے۔ صبح ہم سے کچھ دور راکھ کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ میں اس گرم راکھ کے قریب گیا اور اس میں لوٹنے لگا۔ ناکری نے بھی اس متبرک راکھ سے غسل کیا۔ اور مجھے پھر ارمیگا کے دوسرے مکان میں پہنچایا جو بڑی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل تھا۔ اس بڑی جسارت کا جشن منانے کے بعد بھی مجھے سکون نصیب نہیں ہوا تھا۔ ارمیگا عبادت گاہ میں محفوظ تھا اور میں اس کے قدیم مکان میں خود کو مقید محسوس کر رہا تھا۔ میں تمام دن تنہائی کا شکار رہا اور بیکار دماغ فکر کی بھٹی میں تپتا رہا۔ اس کشمکش سے نجات پانے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی تھی۔ بیزنار کی سبزہ زار زمینیں، دلکش ہوائیں، شکار، عورتیں، مشروبات بھی مجھے اپنی طرف راغب کرنے میں ناکام رہے۔ توری اساز اور باگان میں ان کی کیا کمی تھی۔ یہاں کی کھلی فضا میں میرا دم گھٹ رہا تھا اور میرے گلے میں کوئی ایسی، ماورائی شے موجود نہیں تھی، جس کا سحر مجھے قلب کی طمانیت بخش سکے۔ ہاں اگر ارمیگا اور زربگا کا ذرا سا خون پینے کو مل جاتا تو یہ کیفیت نہ ہوتی۔

تین دن میں بستی میں ناکری کے ساتھ گھومتا رہا۔ ان تین دنوں میں مجھے وہ شخص نہیں ملا جسے میری نظریں ڈھونڈ رہی تھیں۔ ہاں چند نوخیز لڑکیاں اس کی تلاش کے دوران مل گئیں۔ نہ جانے ارمیگا کی نظر ان پر کیوں نہیں پڑی تھی۔ یہ دس لڑکیاں بھی مجھے اپنے ہوش رُبا جلوے سے مسحور نہ کر سکیں۔ رات کو مشعل کی روشنی میں میں ان کے اعضا تو لتا رہا اور جب میری نگاہیں تھک گئیں تو

میں نے انھیں واپس بھیج دیا۔ اسی رات میں بیزنار کے جنگل میں نکل گیا اور اندھیرے میں ان غاروں کو تلاش کرتا رہا جہاں عبادت گزار روشنی اور تازہ ہوا سے دور تاریک ترا عظم کے دیوتاؤں کو خوش کرنے میں مصروف تھے۔ گھنے جنگل میں جگہ جگہ غار تھے۔ کسی جگہ میرے قدم نہیں ٹھیرے، مگر ایک جگہ میں گرتے گرتے بچا۔ میری چیخ نکل گئی۔ میں نے دہشت میں اپنے سینے پر ہاتھ ڈالا۔ ساحرِ اعظم جالوش کا عطا کردہ ہار میرے سینے سے چمٹا ہوا تھا۔ اس کے بچھوؤں نے میرے سینے میں اپنے پنجے چبھو دیے تھے اور تکلیف سے میری سانس گھٹنے لگی تھی۔ میں اس کا ساحرانہ اشارہ سمجھ نہیں سکا۔ میں تکلیف سے بیر پٹکنے لگا۔ "اے جالوش!" میں نے ہانک لگائی۔ "کیا میری نظریں صحیح سمت میں کام نہیں کر رہیں؟" میری آواز کے شور سے سارا جنگل جاگ پڑا۔

جیسے ہی میں نے یہ دل خراش صدا لگائی، بچھوؤں نے میرا سینہ چھوڑ دیا اور میں کراہ کے زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے شپالی روشن کی۔ روشنی میں بیک وقت کئی غاروں کے دہانے مجھے نظر آئے۔ جن کے دہانوں پر دیوقامت پتھر رکھے ہوئے تھے۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تیر گئی۔ یہی میری منزل تھی اور ان میں سے ایک میں وہ شخص اندر چھپا بیٹھا تھا جو مجھے مطلوب تھا۔ ان پتھروں کو جابر بن یوسف ہی ہٹا سکتا تھا لیکن میں نے ان سب کو ہٹانے اور ان کے اندر جھانکنے کے بجائے کچھ دیر توقف کیا تاکہ میں ایک عمل کے ذریعے اپنے مطلوبہ غار کی نشان دہی کر لوں۔ پھر میں نے کسی تاخیر کے بغیر مست ہاتھی کی طرح ایک چٹان مطلوبہ غار کے دہانے سے ہٹا دی۔ غار کے اندر سے ایک ناگوار بو آئی۔ اندھیرے اور راستے کی رکاوٹوں کی پروا کیے بغیر ایک لمبی سرنگ عبور کر کے جب میں اندر پہنچا تو وہ مجھے نظر آ گیا۔ میری آمد سے اس کا انہماک ٹوٹ گیا تھا۔ مجھے دیکھ کے وہ سراسیمہ ہو گیا اور میں نے جھپٹ کر اس کی کلائی پکڑ لی۔ "چلو۔" میں نے حکیمانہ انداز میں کہا۔ "یہ جگہ تمھارے لیے موزوں نہیں ہے کیونکہ تمھارا نفس ابھی تمھارے تابع نہیں ہے۔"

"تم کون ہو؟" وہ کراہتا ہوا بولا۔

"میں تمھاری نجات ہوں، تمھارے نفس کی آسودگی کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔ اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔" وہ کراہتا اور مچلتا رہا لیکن میری گرفت سے وہ اپنا ہاتھ نہیں چھڑا سکا۔ تمام راستے وہ چیختا چلاتا اور تھرتھراتا رہا۔ جنگل کا راستہ عبور کر کے میں اُسے اپنے مکان میں لے آیا اور میں نے یہاں اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ ایک نوجوان شخص تھا۔ ہڈیاں اس کے گالوں پر ابھری ہوئی تھیں۔ آواز میں نقاہت، جسم میں لرزش تھی۔ سارے جسم پر بال اُگے ہوئے تھے۔ اُن دس لڑکیوں نے جنھیں میں بستی سے پکڑ کے لایا تھا۔ اس کے جسم کے بال تراشے، اسے غسل دیا، جسم رنگا اور اس کے حلق میں مشروبات انڈیل دیے۔ میں نے ارمیگا سے حاصل کی ہوئی جاراکاکا کی کھوپڑی اس کی گردن میں ڈال دی۔ رات بھر لڑکیاں اس کے گرد موجود رہیں تاکہ اپنے زہد شکن شباب سے اس کا نفس اپنا مطیع بنا لیں۔ میں دوسری جھونپڑی میں تنہا پڑا رہا۔ صبح میں نے اس نوجوان بوناٹا کو دیکھا۔ وہ ایک بدلا ہوا آدمی نظر آتا تھا۔ ایک سردار کے شایانِ

شان اُنسے دیکھ کے میرے ذہن سے وزن ہٹ گیا۔ اسی صبح کاہنِ اعظم طالام نے میری درخواست پر اس نوجوان کو جزیرۂ بیزنار میں میرا نائب مقرر کر دیا۔ نوجوان بونانا نے جس کے لیے یہ تمام باتیں حیران کُن تھیں، جارالما کا کی مورتی کے سامنے میری اطاعت کا عہد کیا۔

اس انتظام کے بعد میرے قدم اکھڑ گئے۔ بیزنار میں سرداری کے بعد یہ میری دحشت کا پانچواں دن تھا۔ جابر بن یوسف الباقر کے فتح کیے ہوئے چوتھے جزیرے پر اس کا نائب مقرر ہو گیا تھا۔ اب بیزنار میں میرے لیے کیا رکھا تھا؟ میں نے دوبارہ جالموش کے علاقے کا رُخ کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ اس سحرگاہ میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو جاؤں لیکن اُس ماہ وش آقابلا کے چہرے نے دل و دماغ میں ہیجان برپا کر دیا۔

اُس رات بیزنار کے تمام باشندے ساحل پر مشعلیں فروزاں کیے اپنے نئے سردار کو الوداع کہہ رہے تھے اور کاہنِ اعظم طالام سفر میں میری عافیت کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا۔ نوجوان بونانا مجھ سے عہد کر رہا تھا کہ وہ عبادت گاہ سے ارمیگا کے باہر آتے ہی مجھے مطلع کرے گا۔

جب کشتی بیزنار کے پانیوں میں ڈھلک گئی تو میں نے ساحرِ اعظم جالموش کو مخاطب کیا۔ "جالموش!" میں نے صدا لگائی۔ "جالموش! تیرے علاقے سے بہت سے اسرار اپنے سینے میں محفوظ کیے تیرا غلام جا رہا ہے۔ تیری آنکھیں صرف اسی علاقے پر محیط نہیں ہیں۔ میری طرف دیکھتے رہنا اور میرے قدموں کے نیچے نرم گھاس بچھائے رکھنا۔"

سمندر کی پُرشور لہروں نے میری صدا نگل لی۔ کشتی تیزی سے راستہ طے کر رہی تھی۔ بیزنار سے قریب ترین جزیرہ نانگتر تھا۔ جزیرۂ توری کی زمین مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اب قصرِ آقابلا میں میری باریابی کس طرح ہو گی؟ میں صرف قیاس کر سکتا تھا۔ اگر اب بھی وہی فاصلے قائم رہے تو کیا ہوگا؟ ابھی تک بحرِ اعظم میں ملکۂ آقابلا کی رفاقت کی طلب ایک دیوانے کا خواب ہے، شاید اس نے اسی لیے مجھے ایک دور دراز سفر پر روانہ کیا تھا کہ میں اپنا وزن کروں؟ جب میں یہ سوچتا تھا تو مجھے سب کچھ ہیچ معلوم ہوتا تھا۔ پھر مجھے اپنا ہندی دوست سرنگا یاد آتا تھا۔ وہ مہذب دنیا میں واپسی کے متعلق ابھی تک پُرامید تھا اور مجھے کاہنوں کی وہ پیشین گوئیاں یاد آتی تھیں جو انھوں نے تاریک بحرِ اعظم میں میرے عروج کے متعلق کی تھیں۔ میں نے اپنی کشتی کو حکم دیا کہ وہ جزیرۂ توری لے جانے کے بجائے مجھے جزیرۂ نانگتر پر اتار دے تاکہ میں چلتے چلتے اپنی گردن اور بھاری کروں اور آقابلا کے قریب پہنچنے میں ایک قدم کی رعایت اور حاصل کر لوں۔ — تیسرے دن نانگتر کی سرزمین میرے سامنے تھی۔

نانگتر کی زمین دوسرے جزیروں سے مختلف نہیں تھی۔ میں راستے کی دشواریاں حذف کر رہا ہوں کیونکہ وہ میرے جیسے قد و قامت کے شخص کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ یہ اسرار آنے سے پہلے کے مصائب نہیں تھے۔ اسمار اور بیزنار کو فتح کرنے کے بعد بہت سی طلسمی رکاوٹیں خود بخود میرے قدموں کی دھمک سے دور ہو جاتی تھیں چنانچہ نانگتر میں بھی یہی ہوا۔ میں ساحل سے اُترا تو راستے میرے منتظر تھے۔ اس بار میں کاہنِ اعظم سے معانقہ کرنے کے بجائے پہلے یہاں کی فضا سونگھنا چاہتا تھا۔ بستی کے لوگوں نے جب اس اجنبی کو دیکھا تو دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے ان سے کوئی کلام نہیں کیا۔ نانگتر کا سارا علاقہ درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان درختوں کے درمیان جھونپڑیاں ایستادہ تھیں اور جھونپڑیوں میں وہی سیدھے سادے لوگ تھے جن کا کام اطاعت کرنا ہے۔ میں زرنگا کو تلاش کر رہا تھا اور میرا باطنی علم میری کوئی مدد نہیں کر رہا تھا۔ فلورا کی بو دور دور محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایک طویل معرکے سے بچنے کے لیے میں نے یہ مختصر راستہ اختیار کیا تھا کہ زرنگا کی گردن یہیں پر پکڑ لوں۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام تھا۔ جزیرے کی آبادی کم نہیں تھی اور ان دونوں کی بازیابی کوئی معمولی مہم نہیں تھی۔ ابھی مجھے گشت کرتے ہوئے چند ہی ساعتیں گزری ہوں گی کہ میں نے ڈھول تاشوں کی مدھم سی گونج سنی جو بتدریج بڑھتی گئی اور اتنی تیز ہو گئی جیسے نانگتر کی زمین اور درختوں سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں آ رہی ہوں۔ ہر طرف ایک گونج مچی ہوئی تھی اور لوگ ایک سمت بڑھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ مجھے احساس ہوا کہ سب کا رُخ میری طرف ہو گیا ہے اور ایک انبوہِ کثیر ناچتا گاتا میری طرف آ رہا ہے۔ احتیاطاً میں نے اپنے تلوار پر گرفت مضبوط کر لی اور خود کو بلائے ناگہانی سے نمٹنے کے لیے آمادہ کرنے لگا۔

نانگتر کی یہ تمام آبادی مجھ پر ٹوٹ پڑے تو۔۔۔ بے اختیار میں نے کسی قریبی درخت پر چڑھنا چاہا مگر مجھے اپنی بزدلی اور بے عقلی پر بڑی ندامت ہوئی۔ میں اپنے آپ سے اجنبی ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے کس لیے وہ ہجوم عجیب بے ہنگم آوازوں کے ساتھ بھاگتا آ رہا تھا اور تھوڑی دیر میں میرا اس کا درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ بے شمار سیاہ فام، غیر مہذب اجنبیوں کے سامنے ایک تنہا شخص کھڑا تھا اور آنے والی گھڑیوں کا انتظار کر رہا تھا مگر جیسا کہ میرا خیال تھا، انھوں نے مجھ پر یلغار نہیں کی کیونکہ تاریک بحرِ اعظم کے ایک برگزیدہ شخص کے ساتھ ایسی جسارت نہیں کر سکتے وہ ایک فاصلے پر ٹھیر گئے اور ہجوم کے درمیان سے چند اشخاص باہر آئے جو اپنے حلیے سے جزیرۂ نانگتر کے ممتاز افراد نظر آتے تھے۔ ان میں کوئی ایک کاہنِ اعظم تھا، ان کے پیچھے حسین ترین نوجوان لڑکیوں کا پرا تھا جن کے ایک ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے مشکے اور دوسرے میں بجے بجتے تھے۔

"دیوتا تمہارے شانوں پر ہیں مقدس جابر کو نانگتر کی زمین پر عزتیں حاصل ہیں۔" ایک توانا شخص میرے قریب آ کے خوش گلوئی سے [illegible] "نانگتر کے معزز سردار کاشکا انہیں" نے اونچی آواز میں کہا۔ "جابر! تمہارا احترام قبول کرتا ہے مگر وہ جس زمین پر قدم رکھتا ہے وہاں سے موسوم ہو جاتی ہے۔"

"جابر بن یوسف اسی کا اہل ہے کیونکہ آسمان اس پر مہربان ہے۔" اس نے خوش اطواری سے کہا۔ "مقدس جابر کی آسودگی کے لیے نانگتر کی منتخب عورتوں کا دستہ پیش ہے اور اُسے ایک مقدس مہمان کی حیثیت سے نانگتر میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔"

"کاشکا! بلاشبہ تمہاری یہ جسارت اُن تمام سرداروں سے افضل ہے جن سے میری شناسائی رہی ہے۔" میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ "لیکن میں ایک مہمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک خیر خواہ کی حیثیت سے اس جزیرے کی قسمت بدلنے آیا ہوں۔"

اس بار بوڑھا کاہن آگے بڑھا۔ "کاشکا اسی لیے تمہارے پاس یہ لشکر لے کے آیا ہے کہ وہ سچے دل سے تمہاری برتری تسلیم کرے اور تمہاری اطاعت کا عہد کرے۔"

"ہاں" میں نے تمکنت سے کہا۔ "اور کاشکا سب سے ذہین آدمی ہے۔ میں اس کی دست برداری قبول کرتا ہوں اور اس کی سبقت سے متاثر ہو کے اسی کو اپنے نائب کی حیثیت دیتا ہوں، کاشکا کو اس کے خوش آئند اقدام پر یہی صلہ ملنا چاہیے۔ کاہنِ اعظم، تم ابھی اور یہیں متبرک رسمیں انجام دو اور نانگتر کو آفات سے بچانے کے لیے دعائیں مانگو۔"

کاشکا نے کسی تردد کے بغیر اپنے گلے سے مالائیں اتار کے کاہنِ اعظم کے حوالے کر دیں اور کاہنِ اعظم نے انگشتیں میرے گلے میں ڈال دیں۔ اسی جگہ نئے سردار کی تخت نشینی کی رسمیں انجام دی گئیں اور اس کارروائی میں بہت مختصر وقت صرف ہوا۔ کاہنِ اعظم جب دعائیں پڑھ چکا اور میری سرداری کا اعلان کر چکا تو میں نے اپنے نائب کاشکا کو حکم دیا۔ "بیزنار کے سابق سردار ارمیگا کا بھائی نانگتر میں پناہ گزیں ہے اسے جلد از جلد میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

یہ حکم سنتے ہی کاشکا کا سیاہ چہرہ سفید ہونے لگا۔ اس نے ہمدردی حصول کے لیے کاہنِ اعظم کی طرف دیکھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ تکنے لگے۔ میں ان کی خاموشی سے جھنجلا گیا۔ میں نے درشتی سے کہا۔ "میں کیا کہتا ہوں، تم نے سُنا؟ اُسے میرے سامنے حاضر کرو تاکہ میں اس کے گرم خون کا ایک قدح پی کے نانگتر کی سرداری کا آغاز کروں۔"

"وہ کل ہی سمندر کی طرف کوچ کر گیا۔" کاشکا کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ ادا ہوئے۔

"وہ نانگتر سے فرار ہو گیا ہے؟" میری آواز سے شعلے نکلنے لگے۔ مجرموں کی طرح ان کے چہرے لٹک گئے۔ صرف کاہنِ اعظم کا چہرہ بلند تھا۔ میں پیر پٹخ کر جیسا برستا رہ گیا۔ زرنگا یہاں سے بھی فرار ہو گیا تھا اور مجھے پانچویں جزیرے کی سرداری مل گئی تھی۔ تاریک بحرِ اعظم کے پانچ جزیروں کے سیاہ و سفید کا مالک اب میں تھا کیونکہ میں اب بحرِ اعظم میں بااثر ترین اور سب سے متمول شخص تھا۔ کاشکا خاموشی کی مصلحت سے پوری طرح آشنا معلوم ہوتا تھا۔ وہ تمام تر اطاعت سے میرا ہذیان سُن رہا تھا۔ دور فاصلے پر نانگتر کا ہجوم واویلا مچا رہا تھا اور کاشکا کی عورتیں بے حس و حرکت میرے احکام کی منتظر کھڑی تھیں۔ کاہنِ اعظم کی ہدایت پر مجھے نانگتر کے سردار کے لیے مخصوص، سُہنے مکان میں لے جایا گیا۔ یہاں ناؤ نوش، رقص و مستی کے باوجود میرے جنون میں کوئی کمی نہیں ہوئی لیکن جزیرۂ نانگتر کی پہلی رات تنہا نہیں گزری۔ کاشکا نے اپنی چند عورتوں کی خوبیوں کی ایسی تعریف کی کہ میں انھیں خود سے دور نہیں رکھ سکا۔ کاشکا ان کی خوبیاں اس طرح بیان کرتا تھا جیسے وہ مختلف درختوں کے پھل ہوں یا وہ مختلف جانوروں کا گوشت ہوں یا وہ غذائیں ہوں جن کا ذائقہ مختلف ہوتا ہے اور کاشکا انداز میزبانی انھیں میرے منہ میں ٹھونس رہا ہو۔ میں نے کاشکا کے اصرار پر انھیں چکھا تو میرے منہ میں شیرینی گھل گئی اور جسم لطیف ہو گیا اور ایسا نشہ رگ و پے میں دوڑ گیا جو شرابوں میں نہیں ہوتا۔ پھر میری لگام میرے ہاتھ سے کھنچ گئی۔ میں نے بے تحاشا ان کا گداز اوڑھ لیا اور انھیں اپنے جسم کی زینت بنا لیا۔ میری رُوح ان کی رُوحوں میں تحلیل ہو گئی۔ میں ان میں ضم ہو گیا۔ ایک عرصے بعد میری برف پگھل رہی تھی۔ وہ برف جو جالموش کے برف خانے میں میرے اندر جم گئی تھی۔

مگر صرف ایک رات۔ چاند نے جیسے ہی آفتاب سے شکست قبول کی میری رات کی بھی صبح ہو گئی اور زرنگا کا تصور مجھ سے لپٹ گیا۔ رسمی طور پر میں نانگتر کی قدیم عبادت گاہ میں گیا جس کا تذکرہ میں نے ارمیگا کی زبانی بیزنار میں سُنا تھا۔ یہ عبادت گاہ اسمار کی عظیم الشان عبادت گاہ کی طرح تو نہیں تھی مگر یہاں دور دور سے آتے ہوئے کاہنوں اور کاہناؤں کا اجتماع تھا۔ یہاں میں نے ایک مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا اور نانگتر کی زمین پر اپنا نام ثبت کرنے کے بعد پھر ساحل پر آ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ زرنگا کسی قریب ترین جزیرے ہی پر گیا ہوگا چنانچہ میری کشتی نانگتر کے الوداعی ہجوم کو خیرباد کہہ کے سب سے قریبی جزیرے کومیکا کے ساحل کی جانب سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی منزلیں سر کرنے لگی۔

کومیکا وہ چھٹا جزیرہ تھا جہاں میں نے اعتماد اور دلیری کے ساتھ قدم رکھا مگر زرنگا یہاں سے بھی فرار ہو گیا تھا۔ کومیکا کے سردار اغاشی نے تھوڑی سی حجت کے بعد دست برداری کا اعلان کر دیا۔ حجت کی سزا اسے یہ ملی کہ وہ جزیرۂ کومیکا سے باہر نکال دیا گیا۔ اس کے گلے کی مالائیں میرے گلے میں جھولنے لگیں اور وہاں میرا ایک نیا نائب مقرر ہو گیا جو پہلے اغاشی کا نائب تھا۔ جزیرۂ کومیکا کی خوش خرام عورتوں نے نانگتر کی نازنینوں کی طرح کشادہ دلی سے میری پذیرائی کی لیکن میں تیسرے ہی دن جنون کے عالم میں وہاں سے کوچ کر گیا اور زرنگا کے تعاقب میں جزیرۂ باسرا پہنچ گیا۔ جزیرۂ باسرا ساتواں جزیرہ تھا۔ وہاں کا سردار میری آمد کی خبر ہی سُن کے بھاگ گیا۔ میں بڑھتا رہا۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی اِس جزیرے میں، کبھی اُس جزیرے میں۔ اور زرنگا بھی مسلسل بھاگتا رہا۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے پر۔ ہر نئے جزیرے میں مجھے جہاں کامرانی کا مژدہ ملتا وہاں دحشت کی یہ خبر بھی میرا انتظار کر رہی ہوتی کہ وہ دونوں چلے گئے۔ وہ دونوں کہاں تک جائیں گے؟ وہ فلورا کو

لیے کہاں تک بھاگ سکے گا؟ میں سمندر میں دیوانہ وار اس کے پیچھے بھاگتا رہا اور سمندر اسے اِدھر اُدھر پھینکتا رہا۔ نرنگا کے پاس یقیناً کوئی ایسا طلسمی عطیہ تھا جس کے ذریعے وہ اپنی پشت کا حال دیکھ لیا کرتا تھا۔ اریگا نے اُسے اپنے نوادر میں سے کوئی ایسی چیز ضرور فراہم کر دی تھی کہ وہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی جزیرے سے فرار ہو جاتا تھا۔ پہلے میں قیاس کی بنیاد پر اس کا تعاقب کرتا رہا پھر میں نے اس کے سراغ میں اپنے خفیہ علوم سے مدد لی۔ جہاں جہاں وہ پہنچا، میں نے اس کے نقشِ پا مٹاتے۔ ساتواں، آٹھواں، نواں، دسواں، گیارہواں، بارھواں، تیرھواں، چودھواں، تقریباً سبھی جزیروں پر جنگ و جدل کے بغیر مالائیں میرے گلے میں ڈال دی گئیں اور میں حیرت انگیز نوادر بٹورتا ہوا پندرھویں جزیرے میں پہنچ گیا۔ صرف ایک جزیرے ماندا کے قوی ہیکل سردار نے عزت کی موت مرنا پسند کیا۔ میں نے اُسے اس کی خواہش کے مطابق عزت کی موت سے سرفراز کیا۔ وہاں مجھے کچھ دیر لگ گئی۔ میری گردن مالاؤں سے جھکنے لگی۔ اور میں نرنگا اور فلورا کے جنون میں تاریک ترِ اعظم کا سب سے منفرد شخص بن گیا۔

اس تمام تگ و دو کے باوجود نرنگا میرے ہاتھ نہیں آیا۔ پندرھویں جزیرے ریتان میں مجھے اس کی سمت کا بھی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے ہر کسی کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا تو وہ ریتان کی سمندری حدود سے دور جا چکا تھا۔ کہاں ہے؟ میں اس کی نشان دہی کرنے میں ناکام رہا۔ کتنی دن تک میں آگ جلاتے ریتان کے ساحل پر پانیوں سے اس کے متعلق پوچھتا رہا لیکن وہ کسی ایسی نامعلوم منزل کی طرف نکل گیا تھا جو میرے باطنی علم و آگہی کی حد سے باہر تھی۔ میں ایک نفسی اور ذہنی بحران کا شکار ہو گیا تھا۔ ریتان میں مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ میری عقل کسی نے ضبط کر لی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرف کوچ کروں؟ جزیرۂ توری واپس چلا جاؤں یا اور جزیرے فتح کرنے کے لیے آگے بڑھتا چلا جاؤں؟

مگر نرنگا کہاں گم ہو گیا؟ یہ سوال میرے ذہن سے کنکھجورے کی مانند چمٹ گیا۔ کیا نرنگا کی کشتی مہذب دنیا کے پانیوں نے کھینچ لی ہے یا..... اور اس خیال سے میری آنکھیں اُبلنے لگیں کہ انگروما کے عالموں نے اس کا رُخ اپنی زمین کی جانب کر لیا؟ آخر شدید مایوسی اور ناامیدی کی کیفیت میں، میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اور میں نے سوچا، میں جزیرۂ توری سے کس مقصد کے تحت آیا تھا؟ میں نے تاریک ترِ اعظم میں ایک عام شخص، ایک سردار بننے کے بجائے اتنے مصائب کیوں برداشت کیے ہے؟ یہ سب میں نے کیوں کیا؟ کیا میرا کام صرف جزیرے فتح کرنا تھا یا فلورا کا تعاقب میرا مقصد تھا؟ فلورا مہذب دنیا کا ایک خواب کتنی چیزیں بکھر گئیں۔ سارا ماضی جدا ہو گیا۔ سب کچھ بدل گیا نہ وہ حلیہ رہا، نہ وہ سوچنے کا انداز۔ مہذب دنیا میں اگر واپسی بھی ہوئی تو لوگ اپنی آنکھیں بند کر لیں گے جب ہر رشتہ ٹوٹ گیا تو فلورا کیوں اعصاب پر طاری ہے؟ مگر فلورا کی خاطر اب میں کہیں بھٹکنا نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے اپنے اس عزم کی تجدید کی کہ میرا وجود صرف اُسی سے عبارت ہے یہ سب میں نے اُسی کے لیے کیا ہے۔ جس اونچائی پر وہ متمکن ہے وہاں پہنچنے کے لیے مجھے یہ سب کرنا ہی چاہیے تھا۔ مجھے ہر امتحان میں ثابت قدم رہنا تھا۔ میں نے تمام عقیدتیں اس کے لیے سمیٹ لیں اور جب اس کا خیال آتا تو مجھ سے جزیرۂ ریتان میں نہ ٹھہرا گیا۔ میں نے واپس توری جانے کا ارادہ کیا تاکہ میں اس کی دیدکی شراب پیوں اور فنا ہو جاؤں۔

ریتان سے سمندر کی لہروں کے دوش پر سوار ہوا تو ایک طرف نرنگا اور فلورا کی محرومی تھی، دوسری طرف پندرہ جزیروں کی حکمرانی کی شادمانی۔ جزیرۂ توری واپس جانے کے خیال سے دل دھڑک رہا تھا۔ وہی حال تھا انگروما کی قید سے واپس آتے وقت تھا۔ دل اجنبی زمینوں پر جاتے ہوئے اور خطروں میں کودتے ہوئے اتنا نہیں دھڑکا تھا مگر اب یہ عجب قسم کے احساسات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میرا کام جزیرۂ اسار ہی میں ختم ہو گیا تھا۔ میں نے شوطار سے صدیوں بعد اسار کی عنانِ اقتدار چھین لی تھی۔ میں واپس توری آکے آقابلا سے اس کی رفاقت، چند لمحوں کی رفاقت کا طلب کر سکتا تھا لیکن میں نے اس کی نظر میں اپنے درجے کی بلندی کے لیے نار کی سخت اور مشکل زمین میں جالوش کے دیدار کی مہم بھی سر کر لی۔ میں نے اس کی رفاقت کے لیے کیا نہیں کیا؟ اور مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ تشنگی کس قدر سیراب کر سکے گی؟ یا مجھے کوئی اور حکم عطا کرے گی؟ توری کے قریب آتے آتے میرا دل مضطرب کیے ہوتے تھی۔ میں ایک طلسمی دنیا کا اسیر تھا، جہاں کسی بھی لمحے کوئی بھی واقعہ رونما ہو سکتا تھا اس میں کوئی مشکل اپنے ذہن میں واضح نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میری آنکھوں نے کچھ دیکھ لیا تھا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا، وہ پُراسرار ہندی بوڑھے سرنگا نے نہیں دیکھا تھا اور میں نے اس سحر زدہ ماحول کا جو مشاہدہ کیا تھا مہذب دنیا کے کسی فرد نے نہیں کیا تھا اور مجھے جو عظمت و قوت نصیب تھی، اس سے سب محروم رہے تھے۔ میں نے ایک طلسمی جال دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ جب انگلیاں حرکت کرتی ہیں تو دیواریں شق ہو جاتی ہیں۔ آگ برسنے لگتی ہے، پانی اپنا رُخ بدل دیتا ہے۔ میں نے روحوں کا عظیم الشان اجتماع دیکھا تھا جو اپنے مسکنوں کو واپس جانے کے لیے مضطرب تھیں اور غلاموں کی اطاعت کرتی تھیں۔ میں نے زارشی کی، وہ پُرجلال آگ دیکھی تھی جس میں بوڑھے ہنستے ہوئے کود جاتے ہیں۔ میں نے دیواروں سے موسیقی پھوٹتی دیکھی تھی اور طلسمی عکس نما میں دور دراز کے منظر دیکھے تھے اور یہ سب مہذب دنیا کے ایک مہذب فرد نے دیکھا تھا۔ میں نے ان بوڑھے کاہنوں کی صحبت میں وقت گزارا تھا جو آنے والے وقت کی پیش گوئیاں اس طرح کرتے جیسے آنے والے وقت پر انھیں اختیار ہو، سو میرا کام اب دیکھنا اور ان غیر معمولی مشاہدات کو جوں کا توں قبول کرنا اور راست سمت میں عمل کرنا رہ گیا تھا۔ میں نے وہی کیا جو اس زمین کی سرشت تھی۔

کیا میں نے غلط کیا؟

اور اب جب توری کی طرف میری کشتی کا رُخ تھا اور لہریں

اُٹھا اُٹھا کے توری کی پُراسرار زمین کی طرف دھکیل رہی تھیں جہاں آقابلا کے قصر کا دروازہ تھا۔ کتنے خیال میرے ذہن میں سمندری لہروں کی طرح اُٹھ رہے تھے "اب کیا ہوگا؟" کوئی مجھ سے سرگوشی میں پوچھ رہا تھا۔ "کیا تمہارا کام مکمل ہو گیا؟ کیا تم نے جتنا خون پینا تھا، پی لیا؟ کیا جتنے انسانوں کو جارا کالی مورتی پر قربان کرنا تھا، کر دیا؟ کیا تم نے وہ منصب حاصل کر لیا کہ قصرِ آقابلا کا دروازہ تمہارے لیے وا ہو جاتے ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم اب کیا ہوگا۔" میں نے چلا کر کہا اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ "میں کچھ سوچنا نہیں چاہتا۔" میں نے کرب سے کہا۔ "کیا میں کچھ سوچنے پر قادر ہوں؟ میں سرنگا تو نہیں ہوں۔"

میں نے خود اپنا مذاق اُڑایا اور ان دہشت انگیز خیالوں سے نجات کے لیے سمندر میں کود گیا۔ کشتی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میں تہ اندر ڈوب جانا چاہا لیکن کشتی پھر میرے قریب آ گئی۔ وہ میرے گرد گھومنے لگی۔ آخر میں نے اسے پکڑ لیا اور میری زندگی کی سانس ٹوٹتے ٹوٹتے رہ گئی۔

ایک مدت بعد توری کی زمین نظر آ رہی تھی۔ دور تک پھیلا ہوا ساحل اور اس کے بعد گھنا جنگل۔ فرطِ مسرت سے میرے حواس منتشر ہونے لگے۔ میرا وطن آ گیا تھا۔ میرا آشیانہ آ گیا تھا۔ کشتی دھیرے دھیرے ساحل سے آ لگی۔ ساحل پر خموشی طاری تھی اور میرے دل میں شور مچا ہوا تھا۔ ساحل پر اُترنے کے بعد میں نے کئی بھرپور انگڑائیاں اور گہری گہری سانسیں لیں۔ میرے استقبال کو کوئی نہیں آیا تھا شاید یہ میری خواہش کے مطابق تھا کیونکہ میں توری میں اچانک وارد ہونے اور اپنے لوگوں کو متعجب کرنے کی مسرت کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جھومتا ہوا میں جنگل میں داخل ہو گیا اور میں نے جنگل عبور کرنے کے بجائے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کے چند مسلسل اذیت ناک اور مشکل ترین طلسمی عمل کیے۔ اس دوران میں مجھے اندر ایک خلش سی محسوس ہوئی جیسے میں وقت سے پہلے آ گیا ہوں۔ جیسے ابھی میں نے توری کی زمین پر آگے بڑھنے کا خراج ادا نہ کیا ہو۔ میرے جسم میں لرزش ہونے لگی اور میں نے بلند آواز میں کہا۔ "ہاں مجھے اس کا خیال ہے۔ ابھی میں زندہ ہوں اور جب تک تیری طلب باقی ہے اور جب تک تیری نگاہ میں التفات کی کرن نظر آتی ہے، میں تیرے لیے ہر مہم بھی سر کروں گا۔"

میری آواز کا سوز جنگل میں پھیل گیا اور اسی وقت میرے کانوں میں لطیف ترین موسیقی کا جادو جاگنے لگا۔ سارا جنگل ننھی ننھی گھنٹیوں کی آواز سے گونج اُٹھا جیسے ہندوستان کے جل ترنگ ایک ساتھ بج اُٹھے ہوں۔ ایک نفیس خوشبو جنگل میں ہر طرف اُڑنے لگی جو آقابلا کی پری چہرہ کنیزوں کے بدن سے آتی تھی۔ میں نے بے چینی سے درختوں کے پار اِدھر اُدھر دیکھا اور دلکش نسوانی قہقہوں نے میرے کانوں میں شربت انڈیل دیا۔ پھر درختوں کے درمیان قصرِ آقابلا کی پری چہرہ نازنینیں مسکراتی گنگناتی جلوہ آرا ہوئیں۔ سرخ و سفید ماہ جبینوں کے بدن پھولوں سے ڈھکے ہوتے تھے۔ ان کے تراشیدہ لبوں پہ ایک تازہ شگفتگی شوخی تھی۔ وہ اپنے مرمریں بازو وا کیے جھوم رہی تھیں۔ ان کی آمد سے جنگل کا یہ حصہ چشم زدن میں بہشتِ بریں بن گیا تھا۔ ان کے بدن کی چاندنی سے میری آنکھیں بار بار بند ہو جاتی تھیں۔ میں یہ نظارہ دیکھ کے دنگ رہ گیا۔ آہ! یہ مجھے اس کے پاس لے جانے آئی ہیں۔ اس تصور ہی سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں اپنے تصور میں ان کے سینوں میں چھپنے اور بادلوں میں اُن کے ہمراہ اُڑنے کے لیے دوڑا۔ وہ شوخیاں کرتی ہوئی پیچھے ہٹیں اور لمحوں میں فضاؤں میں کہیں گم ہو گئیں اور میں نہ جانے کب تک ان کے جلوے سے بے خود رہا اور اس تماشے، اس لطف و کرم پر غور کرتا رہا۔

اس کے بعد میں کشمکش و پیچ کی حالت میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ سرسبز و شاداب جنگل میری تیز رفتاری کی وجہ سے جلد ختم ہو گیا اور پھر توری کا میدانی علاقہ شروع ہوا۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو کے جھونپڑیوں کی قطاریں دیکھنے لگا اور جلد بستی کی طرف مڑ گیا۔ میری خواہش تھی کہ میں سرنگا کی پشت پر اس کے گلے میں ساحرِ اعظم جالوش کا عطیہ، پھولوں کا ہار ڈال دوں گا اور اس سے آنکھیں بند کر کے پوچھوں گا۔

"بتاؤ کون ہے؟"

لیکن میں بستی کی طرف چند قدم ہی بڑھا تھا کہ میں نے دیکھا، بوڑھا سرنگا میری طرف بھاگتا اور چیختا ہوا آ رہا ہے۔ "جابر بن یوسف! باسیتی جابر! پہلے میری بات سنو۔"

میں نے جوشِ مسرت میں جواب دیا۔ "سرنگا، سرنگا! میرے بوڑھے دوست! تم کیسے ہو؟"

لیکن میری آواز سننے والا وہاں کون تھا؟ کوئی بھی نہیں۔ سارا راستہ سنسان پڑا تھا۔

میں نے بستی کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اُس طرف جانے لگا جہاں ہندی بوڑھا سرنگا غار میں اپنی بھدی سی مورتی کے ساتھ ریاضت کرتا تھا۔

میری رفتار تیز ہو گئی۔

اور ایک غبار نے میرے وجود کا احاطہ کر لیا۔ کیا میری عدم موجودگی میں توری میں کوئی انقلاب برپا ہو گیا ہے؟

ابھی ابھی اس جنگل کی خاموش فضاؤں میں آقابلا کی پری جمال کنیزوں کی نقرئی گھنٹیوں نے موسیقی بکھیری تھی اور ان کے شباب زار بدن نمودار ہو کے میرے دل و دماغ معطر کر گئے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ میرے طویل سفر کو شرفِ قبولیت بخشا گیا ہے اور میری کامرانیوں پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ خود میں نے جالوش کی خانقاہ کے طلسمی عکس نما میں سرتیا کا جلوہ دیکھا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ توری کا سارا نظام جوں کا توں موجود ہے۔ ایک مدت بعد توری کی سرزمین پھر میرے قدموں کے نیچے تھی اور اس بار میں پہلے سے زیادہ توانا اور مضبوط شخص بن کے آیا تھا

کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی جو توری میں جابر بن یوسف کا اعزاز غصب کر سکے۔ کیا وہ شخص ایک ذلت آمیز موت کا خواہاں تھا؟

پھر سرنگا، میرا پُراسرار دوست کیا کہنا چاہتا تھا؟ کون سی ایسی خبر تھی جو وہ مجھے بستی میں داخل ہونے سے پہلے سنا دینا چاہتا تھا۔ وہ سرشاری، وہ ایک اضطراب آمیز مسرت جو توری میں قدم رکھتے ہی مجھ پر طاری تھی، اس کی جگہ تشویش نے لے لی تھی۔ میں جھنجلاہٹ میں سرنگا کے غار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک عرصے تک غار میں اس کی موجودگی مستقبل کے بارے میں اس کی خوش فہمی کا ثبوت تھی۔ اس حماقت پر ایک خفیف سی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ غار کھلا ہوا تھا۔ میں دندناتا ہوا اندر داخل ہو گیا اور میں نے سرنگا کو اسی حالت میں دیکھا جس طرح میں توری سے جاتے وقت اسے چھوڑ گیا تھا۔ وہی اس کی مخصوص نشست اور آنکھوں کا مورتی کی جانب شدید قسم کا ارتکاز ـــــ بالکل ساکت و جامد جیسے کوئی مجسمہ یا کوئی دیوار، بڑھی ہوئی داڑھی، شکستہ چہرہ، ماتھے پر شکنوں کا وسیع جال ـــــ یہ سرنگا تھا میں اسے غور سے دیکھتا رہا اور اس کی جنبش کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں دبے قدموں اس کے قریب چلا گیا۔ غار میں موت کا پُرسکون مگر بھیانک سناٹا طاری تھا۔ میں نے مورتی اٹھانے کی کوشش کی۔ اسی لمحے سرنگا نے اپنی آنکھوں کا زاویہ بدل دیا۔ مجھے وہ آنکھیں اس بار بہت گہری اور پُراسرار لگیں۔ چند لمحے ہم دونوں ایک دوسرے سے نگاہیں ملائے خاموش رہے۔ پھر سرنگا کی آنکھوں کی سرخیاں ماند پڑ گئیں اور اس کی مخصوص آواز غار کے ویرانے میں گونجی "یسدی جابر! مجھے اُمید تھی کہ تم صحیح سلامت واپس آ جاؤ گے۔"

"ہاں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں واپس آ گیا ہوں سرنگا! تم سناؤ تم کیسے ہو، کیا اسی غار میں زندگی گزارنے کا ارادہ ہے؟" میرے لہجے میں طنز کا عنصر شامل تھا۔

"میں تمہاری آمد کا انتظار کر رہا تھا۔" سرنگا نے راز دارانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے تم وہی بات کہو گے جو ناممکن ہے۔ کیا تم نے بستی میں جانے سے پہلے ایک ہلکی بات ذہن نشین کرانے کے لیے اپنی رونمائی کا تماشا کیا تھا؟" میں نے بے دلی سے پوچھا۔

جواب میں سرنگا نے لب نہیں ہلائے۔ زمین سے مٹی کی ایک چٹکی بھر کر اسے غار کے دہانے کی جانب اچھال دیا۔ میں نے دھوئیں کے سفید بادل غار میں لہراتے دیکھے۔ سرنگا نے حسب عادت غار محصور کر لیا تھا۔ ماورائی طاقتیں اب غار کے اندر ہماری باتیں نہیں سُن سکتی تھیں۔ میں ہمہ تن گوش تھا۔ کچھ توقف کے بعد سرنگا نے مہرِ سکوت توڑی اور بھاری بھرکم آواز میں دوبارہ مخاطب ہوا۔ "تمہارا سینہ اور شان دار ہو گیا ہے۔ تمہارے لیے یقیناً فخر کی بات ہے مگر کیا ہمیشہ کے لیے تم نے اپنی گردن اتنے بوجھ سے آلودہ کرنے کی ٹھان لی ہے؟"

سرنگا کے تیکھے لہجے کا مجھ پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ میں اب اس سے اس تمکنت کے لہجے کی توقع نہیں کرتا تھا۔ جب کہ وہ اپنی آنکھوں سے میری فضیلت کی اسناد میرے گلے میں آویزاں دیکھ رہا تھا۔ میں نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔ "معزز سرنگا! میں نے اس زمین کے شایانِ شان اپ کو ڈھالنے کی سعی کی ہے اور اس وقت جب تم مجھ سے مخاطب ہو بیک وقت کئی جابر بن یوسف تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ میں کوئی عام شخص نہیں ہوں۔"

"میں نے تمہاری پیمائش کر لی ہے۔" وہ بے نیازی سے بولا۔ "یہ ایک قابلِ فخر بات ہے، تم نے میرا راستہ اور قریب کر دیا ہے۔"

"تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے تم کوئی اہم بات نہیں کہو گے۔"

"ہاں یسدی جابر!" وہ سرد آہ بھرتے ہوئے اعتماد کے لہجے میں بولا۔ "ضروری نہیں جو بات میرے لیے اہم ہو تمہارے لیے بھی ہو مگر تمہیں بزرگی کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔ یہ درخواست نہیں، ایک مشورہ ہے۔ خواہش نہیں ایک حکم ہے۔ ایک بڑے کا چھوٹے کو حکم۔ گو تم ساحرِ اعظم جالوش کی رفاقت سے سرفراز ہو کے آئے ہو۔ اس پُراسرار دنیا میں تمہارے مشاہدات یقیناً حیرت انگیز ہیں اور تمہاری زندگی بجائے خود ایک معجزہ۔ یہ تمام فتوحات اور سرفرازیاں میری توقع کے عین مطابق ہیں۔ مگر تمہیں ابھی میرے مشوروں اور ہدایتوں کی ضرورت ہے۔" وہ بہت سنجیدہ تھا اور بزرگ شخص کی طرح مجھ سے مخاطب تھا۔ میں اس کے اندازِ تخاطب سے خاصا متاثر ہونے لگا۔ "کیا تم سمجھتے ہو۔" وہ ہاتھ اٹھا کے کہنے لگا۔ "کہ کام ختم ہو گیا، تم نے منزلِ مراد پالی؟ ابھی بہت کام پڑا ہے۔ اب تم پوری طرح ایک مسلح شخص ہو۔ تاہم میں دیکھ رہا ہوں کہ تم عمر میں اور چھوٹے ہو گئے ہو۔ فیصلے کے ساتھ ساتھ تمہاری عمر میں اضافہ نہیں ہوا۔ جب تک یہ خلا پُر نہیں ہو گا اُس وقت تک کوئی بات آسانی سے تمہاری عقل میں نہیں آئے گی۔ تمہیں سیاہ سمجھنے کے لیے ایک دیدہ جہاں گزیدہ کی ضرورت پڑتی رہے گی اور میں اپنا فرض نبھاتا رہوں گا۔"

"تم بالکل نہیں بدلے۔" میں نے مسکرا کے کہا۔ "مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تم برتری سے احساسِ کم تری میں تو مبتلا نہیں ہو جاتے۔ ایسے لوگ عموماً مستقبل سے خوف دلاتے رہتے ہیں اور اپنی بزرگی کا احساس جتاتے رہتے ہیں۔ سرنگا! تم غار میں بیٹھے ہو اور تم نے وہ کچھ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہے۔ وہ نہیں جو میں نے سنا ہے۔ تم اپنی ریاضت و عبادت کے متعلق خوش فہمیوں اور خوش اعتقادیوں کا شکار ہو۔" میں نے جھنجلا کے کہا۔ "میری آنکھوں میں جھانکو۔ ان آنکھوں نے جالوش کا طلسم خانہ دیکھا ہے اور خود جالوش کا دیدار کیا ہے۔" کہتے کہتے میری آواز بلند ہو گئی۔

سرنگا نے اشارہ کر کے مجھے خاموش کر دیا۔ میں اس کے رو برو سے کسمسانے لگا۔ "زیادہ باتیں نہ کرو یسدی!" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "میں سب جانتا ہوں، سنو میرے عزیز! تم ایک مدت بعد جزیرہ توری واپس آ رہے ہو۔ تم جو سوچ رہے ہو وہ میں جانتا ہوں لیکن یقین کرو، جو میں کہتا ہوں اسی میں نجات ہے۔ اب وہ وقت قریب آ چکا ہے جس کا میں برسوں سے منتظر تھا۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ اگر تم نے دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا تو بہت جلد ہم یہ سحر توڑ کے نجات حاصل کر لیں گے۔"

"ہوں۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ "وہی بات۔ گویا تم یہ کہنا چاہتے تھے اس لیے میرے راستے میں مزاحم ہو گئے تھے؟" پھر میں نے نرمی سے اُسے خطاب کیا۔ "میرے بوڑھے دوست سرنگا! تم یہ سوچتے سوچتے اور بوڑھے ہو جاؤ گے۔ اسی غار میں تمہاری ہڈیاں سُرمہ بن جائیں گی۔ اور تمہارا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا۔ آؤ میرے ساتھ باہر آؤ۔ کچھ زندگی کا لطف اٹھاؤ۔"

"یہ سب ایک سراب ہے یسدی!" سرنگا نے کمال سکون سے کہا۔ "تمہاری آنکھیں صرف چیزوں کی اشکال و ہیئت دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں مگر وہ ان عناصر کو دیکھنے سے محروم ہیں جن کا یہ مرکب ہیں۔ تم کہتے ہو یہ طلسم کا کارخانہ ہے اور تم نے خود دیکھا ہے کہ غیر متوقع طور پر یہاں کی زمین بگڑ جاتی ہے اور آسمان رنگ بدلنے لگتا ہے۔ اس حقیقت سے آگاہی کے باوجود تم نے اس طلسم کو ایک دائمی منظر کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ طلسم کا کیا ہے؟ آج ہے کل نہیں۔ طلسم طلسم کی زد پر آ جاتا ہے۔ تم عجیب و غریب مظاہر سے کھیلنے اور لطف اندوز ہونے کے بجائے ان میں ڈوب جانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ تم مجھے میرے منصب سے نہیں ہٹا سکتے لیکن میں تمہاری آنکھوں کا پردہ ہٹانے کی قدرت رکھتا ہوں۔ یسدی جابر! ماورائی طاقتوں کا سنہرا جال تمہارے گرد بُنا جا رہا ہے۔ میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان فتوحات اور اس کامرانی کے بعد کوئی بڑی توقع قائم مت کرنا۔ دانائی اور تحمل کی ضرورت ختم نہیں ہوئی بلکہ اب اس کی مزید ضرورت پڑ گئی ہے۔ تمہارے پیشِ نظر ایک ہی مقصد رہنا چاہیے کہ تم اس طلسم سے آزاد ہو کے کبھی مہذب دنیا میں واپس جاؤ گے۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ اگر یہ مقصد سامنے رہا تو تم صحیح طور پر فیصلہ کرو گے۔"

"ہا۔ میرا مقصد۔" میں نے چلا کر کہا۔ "خوب! کیا اب بھی کسی وضاحت کی ضرورت ہے؟ میرا مقصد یقیناً تم جانتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے جزیرے سر کرنے، سرد و گرم برداشت کرنے، رنگ برنگی زمینوں کا طلسم دیکھنے اور ستم اٹھانے، جگہ جگہ خون سے اپنے ہاتھ رنگنے اور اتنے دور دراز سفر کے مصائب جھیلنے کی ضرورت محض اس وجہ سے پیش آ گئی تھی کہ میں مہذب دنیا میں واپس جانا چاہتا تھا؟ نہیں، میں بہت پہلے اس طرف سے مایوس ہو چکا تھا۔ میرا مقصد میرے پیشِ نظر تھا اور وہ تھا اس ذاتِ باکمال، اس حسنِ کامل کا حصول۔ وہ جو اس طلسم کی نگراں ہے جو حُسن و جمال کا دریا ہے۔" میں نے جذباتی ہو کے کہا۔

"اور میں یہی نکتہ تمہارے گوش گزار کرنا چاہتا تھا کہ تم اس کے قرب کی ہر رعایت حاصل کرنے کی جد و جہد کرتے رہو گے اور کبھی اس کی طلب سے دست بردار نہیں ہو گے۔ اس کے لیے تمہاری دیوانگی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ تم اس کے نہ ترس دل میں اپنا چراغ روشن کرو گے۔ تم اس سنگ دل کو اپنی طلبِ صادق کی گرمی سے پگھلا دو گے۔ تم ایسی وصوم مچاؤ گے جو کسی نے نہیں مچائی ـــــ پھر ایک دن میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔ دونوں صورتوں میں تم وہی فیصلہ کرو گے جو میں چاہتا ہوں، یا یوں کہہ لو کہ دونوں صورتوں میں نتیجہ ہمارے حق میں برآمد ہو گا۔ اس سے پہلے یہ ناممکن تھا کیونکہ پہلے تم اس کی رفاقت کے مدعی تھے۔ اب مستحق ہو۔ اب تم نے اپنا سینہ اور سجا لیا ہے اور اپنا احترام اس کی نظروں میں بڑھا لیا ہے۔ اب تم آسانی سے اپنے جذبات منتقل کر سکتے ہو اور آسانی سے کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہو۔ ایک دن تمہاری عقل میری عقل سے ضرور مفاہمت کرے گی۔ میں مہذب دنیا کی واپسی کا اسی لیے ذکر کرتا ہوں کہ ایک گوشہ تمہاری عافیت کا ضرور رہنا چاہیے۔ ممکن ہے تم کسی دن سنجیدگی سے سوچنے لگو مگر ابھی زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی وقت اتنے قریب بھی نہیں آیا ہے۔"

"تم بہت بے معنی باتیں کر رہے ہو سرنگا!" میں نے تلخی سے کہا۔ "کیا تم ہوش و حواس میں ہو؟ ایک طرف تم آقابلا کی طلب سے دست بردار ہونے کو منع کرتے ہو۔ دوسری طرف واپسی کا ایک خیال ذہن میں رکھنے پر زور دیتے ہو۔ ایک مرتبہ کہتے ہو کہ وقت آ گیا ہے، دوسری مرتبہ کہتے ہو کہ وقت ابھی دُور ہے۔ کبھی کہتے ہو کہ یہ طلسم و اسرار کا کارخانہ ہے۔ ہم چاروں طرف سے بلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہو کہ ہمیں نجات کی کوشش کرنی چاہیے۔ کبھی اعتراف، کبھی انکار، شاید تم سٹھیا گئے ہو۔ تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو۔"

"میں نہیں ـــــ" سرنگا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ہاں تمہاری عمر پہلے سے کم ہو گئی ہے۔ تم اپنی گوناگوں طاقتوں کے نشے میں بہک سکتے ہو۔ میں کہتا ہوں اس نشے میں خود کو بھلا نہ دینا۔ یہ مت بھول جانا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تاریک برِاعظم کی سحر خیز فضاؤں کی طرف اور بہت سی ماورائی طاقتوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دن۔" سرنگا نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "ایک دن . . . ." مگر وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"خاموش کیوں ہو گئے؟ مجھے بتاؤ تم نے کیا سونگھا ہے؟ بولو چُپ کیوں ہو گئے؟" میں نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سرنگا بے رُخی سے بولا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے سے ہٹ کے مورتی پر جم گئی تھیں۔

"تم مجھے پریشان ہی کرتے رہتے ہو۔"

"وقت۔" سرنگا نے دبنگ آواز میں کہا۔ "صرف وقت فیصلہ کرے گا کہ کس نے کس کو کتنا پریشان کیا ہے؟"

میں نے اپنے گھٹنوں میں سر دے لیا تو مجھے احساس ہوا کہ سرنگا کو میرے لہجے سے دکھ پہنچا ہو گا۔ میں چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "شاید میں غلط کہہ گیا ہوں مجھے معاف کر دو۔ میں بھول گیا تھا کہ تم میرے محسن ہو اور تمہی نے مجھے انگردما کے باغیوں کے نرغے سے نکالا تھا۔ تم نے ہر موقع پر میری رہبری کی ہے۔ میں بڑا گستاخ ہوں۔ میں نے تمہاری بزرگی کا خیال بھی نہیں کیا۔ سرنگا!" میں نے خوشامدانہ الفاظ میں کہا۔ "سرنگا مجھے صاف صاف بتاؤ، تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟"

"میں کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔ میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں میرے

محترم! تجھے کانپتی آنکھوں سے وہی کام لینا چاہیے جن کے لیے وہ تمہارے چہرے پر نصب ہیں۔ اپنے حواس قابو میں رکھنا اور بدترین نتائج کے لیے تیار رہنا۔ تم نے بہت سی منزلیں سر کریں مگر یہ خیال رکھنا کہ تم سے پہلے بہت سے لوگوں نے اس سرزمین میں بڑا تجربہ حاصل کیا ہے۔ اس کا حاصل کیا نکلا؟ میں تمہیں یہ یاد کرانا نہیں چاہتا ہوں کہ تم بھی دل شکستہ عالموں کی طرح کسی منفی نتیجے پر پہنچ جاؤ گے۔ نہیں تمہاری ذہانت کی آزمائش ہوگی۔ نہیں، یہ ضروری نہیں کہ تم بھی وہی راستہ اختیار کرو ـــــ اگر تم سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکے تو ایسے وقت میں اپنی فکر میرے حوالے کر دینا میری طرح سوچنے لگنا۔" سرنگا نے شفقت سے کہا۔

میں زمین سے مٹی کریدنے لگا۔ سرنگا کی باتیں بعید از فہم نہیں تھیں، حالانکہ ان میں بڑا الجھاؤ تھا تاہم میں نے اپنے کان اسی کی سمت مرکوز کر رکھے تھے۔ "تمہیں اور کچھ کہنا تھا؟" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں۔" سرنگا نے دھمک سے کہا۔ "مجھے یقین ہے اب تم توری کے بے تاب اور مشتاق ہجوم میں واپس جاؤ گے تو دانائی کا ردیہ اختیار کرو گے اور اس شک سے ذہن خالی نہ کرو گے جو انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ تشکیک ہو تو زندگی جم جاتی ہے اور تشکیک ہو تو عذاب بن جاتی ہے۔ مگر کہاں تشکیک ہو کہاں یقین، یہی دانائی کی کسوٹیاں ہیں۔ تم مجھ پر شک کر سکتے ہو، بظاہر اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مجھ پر شک کرنا دانائی سے بعید ہے کیونکہ زندہ حقیقتوں پر شک کرنے سے تم اپنے لیے اور الجھنیں پیدا کر لو گے۔ تمہیں دو حقیقتوں میں تمیز کرنا ہے۔ ایک میں ہوں۔ میرے پیچھے مہذب دنیا، میرا تمہارا ماضی ہے اور ایک یہ نامعلوم پُراسرار زمین۔ کون سی حقیقت قرینِ عقل ہے، کون سی بعید؟ سمجھ رہے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"تم میرا سکون لوٹ رہے ہو؟"

"مجھے جو کچھ کہنا ہے، کہہ دیا۔ اب تم جا سکتے ہو۔" سرنگا نے بے نیازی سے کہا۔

"تم آبادی میں کیوں نہیں چلتے تاکہ میں تم سے رہبری حاصل کرتا رہوں، یہاں کب تک بیٹھے رہو گے؟"

"میں یہیں ٹھیک ہوں بیٹے جابر! مجھے تم سے زیادہ تیز کام کرنا ہے کیونکہ میں ایک لڑکی کا باپ ہوں۔" سرنگا کے لہجے میں تھکاوٹ تھی۔

"اوہ، سمجھا۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم ایک روایتی مشرقی باپ ہو۔ تمہیں اُس کا کتنا خیال ہے میرے غریب سرنگا۔ میرے ستم رسیدہ سرنگا! مگر وہ تو یہاں ایک شہزادی کی طرح رہ رہی ہے۔ جابر بن یوسف نے اسے ہمیشہ سب پر فوقیت دی ہے۔ وہ اسی طرح تر و تازہ اور سربلند رہے گی جب تک میں موجود ہوں۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے جوشش سے کہا۔

"وہ تمہارے پاس میری امانت ہے۔"

"میں نے اپنے تمام تر بے اختیار جذبوں کے باوجود اسے امانت ہی سمجھا ہے۔ میں نے اس کی زہد شکن جوانی سے نظریں چرائی ہیں حالانکہ اس ماحول میں یہ ایک مشکل ترین کام ہے۔"

"جاؤ جزیرۂ توری کے باشندے اپنے فضیلت مآب سردار کو خوش آمدید کہنے کے لیے بے تحاشا جنگل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ انھیں اپنا نورانی سینہ دکھاؤ اور سرتیا جو ایک مدت سے تمہاری راہ تک رہی ہے اس کی نگاہیں سیراب کرو میرے بد قسمتی اس اجنبی دیس میں اُس کا سہارا ہو۔"

"سرنگا!" میں نے مسرت سے چیخ کر کہا۔ "میں تمہاری باتوں کا مفہوم سمجھ رہا ہوں۔"

مگر دوسرے ہی لمحے میرے الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ سرنگا اپنی طویل ترین ریاضت میں ڈوب گیا۔ اس کی نگاہیں مورتی پر ٹک گئیں اور جسم بے جان ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ باقی کام یہ ہے کہ میں اپنی ذہنی استعداد کے مطابق اس کے پُرمعنی بیان کی تشریح کر پھروں۔ میں نے اسے دوبارہ نہیں چھیڑا۔ ہاں میرے ذہن پر اس کی عظمت اور بزرگی کا نقش اور گہرا ہو گیا۔ میں یہاں آنے سے پہلے سرنگا کے سامنے اپنی طاقتوں کے مظاہرے کی خواہش رکھتا تھا۔ میں اس کے سامنے اپنی سفلی طاقتوں کے ذریعے ایک اور سرنگا کا خیالی روپ پیدا کر کے اسے حیران کر دینا چاہتا تھا لیکن میری خواہش دل ہی میں رہ گئی۔ ان سب کرشموں کی نمائش مجھ سے نہ ہو سکی۔ میرے نوادر میرے سینے پر جھولتے رہے۔ جب غار سے واپس ہوا تو ذہن پر افکار کا ہجوم تھا۔ سرنگا کے جملے دماغ میں پیوست ہو گئے تھے۔ اس نے میرے اُبلتے ہوئے جذبات کا رُخ موڑ دیا تھا۔ غار میں آنے سے پہلے میرے قدم بہک رہے تھے۔ آنکھوں میں گہرا خمار تھا۔ دل مچلا جاتا تھا۔ غار سے آنے کے بعد مجھے اپنے پیروں کے نیچے ٹھوس زمین کا احساس ہوتا تھا اور آنکھیں سفید و سیاہ کی تمیز کرنے میں پہل کر رہی تھیں۔ دل کی دھڑکنوں میں اعتدال سا آ گیا تھا۔

میلکا رفتار میں اب پہلے جیسی تیزی نہیں رہی تھی۔

توری کے لوگوں کو میری واپسی کی خبر مل گئی تھی۔ میں اپنی سوچوں میں گم بستی کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک مدھم سا شور سنائی دیا جس میں تدریجاً اضافہ ہوتا گیا۔ وہ میری پذیرائی کے لیے ایک پُرشکوہ جلوس کی صورت میں ناچتے گاتے میری سمت امڈ رہے تھے۔ جب درمیانی فاصلہ کم ہو گیا تو میں نے دیکھا توری کا کاہنِ اعظم سب سے آگے تھا۔ اس کے دائیں بائیں میرے نائبین فزارو اور زارمے تھے۔ یہ پُرشوق ہجوم دیکھ کے میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تیرنے لگی۔ خود بخود میرے ہاتھ اوپر اٹھ گئے اور وہ ہیولا غائب ہو گیا جو غار سے اب تک میرے ذہن پر مسلط تھا۔ میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو گیا۔ سیاہ فام انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر میرے قریب آ کے رک گیا تھا اور زمین پر عقیدت و احترام سے دراز ہو گیا تھا۔ اس میں صرف ایک شخص کھڑا تھا۔ وہ سمورال تھا جو حیرت سے میرا سینہ دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ گیا۔ میرے سینے پر جالوش کی مالا اور دیوتاؤں کے نوادر دیکھ کے اس کے چہرے پر استعجاب کے جو تاثرات ابھرے میں ان سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

بلا ہوتے ہی جذب کر گئے۔ میرے دونوں نائب میرے قدموں میں سجدہ ریز تھے۔ یہ ایک دل خوش کن منظر تھا حالانکہ مختلف جزیروں میں اس قسم کے مناظر میرے لیے عام تھے لیکن یہ توری کی سرزمین تھی جہاں سے میں ابھر تھا اور جہاں شناسا چہرے ہر طرف دکھائی دیتے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہ میرے رگ میں ہیں اور میں ان کا پروردہ ہوں۔ جیسے وہ میری بلند اقبالی سے مرعوب متاثر نہیں ہیں بلکہ مسرت سے کھلے جا رہے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ سمورال میرا سینہ دیکھ کے استعجابیہ کلمات ادا کرے گا کہ "کیا یہ تم ہو جابر بن یوسف؟ تم تو پہچانے نہیں جاتے، کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ سچ بتاؤ، تم ساحرِ اعظم جالوش سے بھی طلے ہو؟ میں تمہاری عظمتوں کے سامنے سر جھکاتا ہوں۔" مگر سمورال نے کچھ نہیں کہا۔ شاید وہ مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا یا جھجک رہا تھا۔ میں نے ہی آگے بڑھ کے اس کے ہاتھ تھام لیے اور مسرت سے جھومتے ہوئے کہا۔ "کیوں مقدس سمورال، جزیرۂ توری کے کاہنِ اعظم تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا تمہیں میری واپسی کا یقین نہیں تھا؟"

"جابر بن یوسف تمہارا شاندار سینہ میری نظریں خیرہ کر رہا ہے۔" سمورال کے لب کھلے اور اس نے اپنی آواز میں تمام تر تاثر سمیٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ساتھ دیوتاؤں نے نوازشوں میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ یقیناً تم اس کے مستحق سمجھے گئے ہو گے۔ دیوتا اسی کو سرفراز کرتے ہیں جو سرفرازی کا اہل ہوتا ہے۔"

"لیکن مجھے اپنا وہ وعدہ یاد ہے جو میں نے تمہاری عبادت گاہ میں کیا تھا۔ میں تمہیں اپنا اتالیق سمجھتا ہوں۔ تمہارا درجہ میری نظروں میں اب بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ مجھے تمہاری نوجوان لڑکی ترام بار بار یاد آتی ہے جس کی افسوسناک موت کا ذمے دار میں ہوں۔ مجھے تمہاری پناہ گاہ یاد آتی ہے۔ تم نے بوڑھے زاہد کے غار میں مجھے جو علوم سکھائے وہ میرے علم و فضل کی ابتدا تھے۔ میں یہ اعانت کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔" میں نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "تم ایک عظیم آدمی ہو۔" سمورال کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"تو مجھے جلد از جلد یہ مژدہ سناؤ کہ اب اس ماہ لقا کی رفاقت میں کتنی فصل حائل رہ گئی ہے۔ میں نے اس پری چہرہ کے لیے ہی تو یہ سب کیا ہے۔ بتاؤ مقدس سمورال! کیا میں اس کی نگاہِ التفات کے انداز کا مستحق ٹھہرا یا نہیں؟"

"ابھی تو تم توری آئے ہو جابر بن یوسف! دیکھو وہ تمہیں کیا نوید سناتی ہے اور اس کی طرف سے کیا پیغام آتا ہے۔ وہ سب سے برتر ہے کون اس کی منشا کے متعلق قیاس کر سکتا ہے۔ تم اپنے جذبے کی صداقت پر ہمیشہ پُرامید رہ سکتے ہو۔" سمورال نے خوش اطواری سے کہا۔

"ہاں۔" میرے لہجے پر اداسی طاری ہو گئی۔ "اور اگر اب بھی اس نے بخل سے کام لیا تو میرے زندہ رہنے کو کیا سبب رہ جائے گا؟"

"تمہیں اس کی طرف سے کسی پیغام کا انتظار کرنا چاہیے۔"

"انتظار؟" میں نے دل گرفتگی سے کہا۔ "تا کبے؟"

"جب تک تمہارا سانس تمہارے حلقوم میں جاری ہے۔"

"تم سچ کہتے ہو، میں ایسا مثبت انتظار کر سکتا ہوں۔"

"وہ تمہارے احساسات سے پوری طرح واقف ہو گی۔"

"وہ بڑی سنگ دل ہے، بڑی مردم آزار ہے۔"

"وہ تم سے ناراض ہو جائے گی۔ اضطراب کی یہ کیفیتیں کم کرو جابر بن یوسف! وہ تاریک برِ اعظم کی حکمراں ہے۔ دیکھو تمہارا قبیلہ زمین پر سجدہ ریز ہے۔ اسے زمین سے اٹھنے کا حکم دو اور اپنا چہرہ دکھاؤ، انھیں اپنا سینہ دکھاؤ۔"

"میں سوچتا تھا کہ توری میں وارد ہوتے ہی سب سے پہلے میں اس کے قصر کا دروازہ تلاش کروں گا اور تم سے اصرار کروں گا کہ تم مجھے اس کے روبرو لے چلو۔ میں صرف ایک نظر اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ آہ کتنی مدت ہو گئی اس ستم گر کو دیکھے ہوئے۔" میں نے بے تابی سے کہا۔

"وہ تمہیں اپنے قرب سے ضرور نوازے گی۔"

"انتظار کرتے کرتے میرا دم نکل جائے گا۔"

"اور یہ ایک سرفراز موت ہو گی۔" سمورال نے کہا۔

"لیکن میں یہ موت قبول کرنے سے پہلے ہر طرح کی جد و جہد کروں گا۔ میں تاریک برِ اعظم کے ان عالموں کی طرح تھک کے نہیں بیٹھ جاؤں گا جو اس کی طلب سے دست بردار ہو گئے۔" میں نے نخوت سے کہا۔

"فزارو اور زارمے کو اُٹھنے کا حکم دو۔" سمورال نے موضوع بدلتے ہوئے مجھے ہدایت کی۔ میں نے اپنے حلق سے مختلف قسم کی آوازیں نکالیں جن کا مطلب تھا کہ ان کی عقیدت ان کے سردار تک منتقل ہو گئی ہے اب وہ اٹھ کے کھڑے ہو جائیں۔

جیسے ہی میری آواز ان تک پہنچی، زمین پر لیٹے ہوئے انسانی ہجوم میں بھونچال سا آ گیا۔ وہ گرتے پڑتے، اُچھلتے کودتے میری طرف بڑھے اور ایک فاصلے سے ٹولیوں کی شکل میں واپس ہونے لگے۔ پھر ایک شور چہار اطراف مسلط ہو گیا۔ انھوں نے اپنے اعضا کو حرکت دینے میں ایسی پھرتی، ایسی تیزی دکھائی کہ نظر ٹھیرنی مشکل ہو گئی۔ نقارے بجے اور ہڈیوں، پتھروں کے بنے ہوئے باجوں سے فضا گونجنے لگی۔ "ہو ہا، ہا ہو، رامی را ہو، ہو راہی ہا، غورا ہا غورا ہا ہا" کا آہنگ ان کے رقص میں شامل ہو کے اور شدید ہو گیا۔ اس صوتی تاثر کو الفاظ کی شکل دینا مشکل ہے۔ میرے سامنے توری کی ان نوخیز لڑکیوں کا غول آ گیا جن کا انداز اپنے نئے سردار پر وارفتہ و شیدا ہونے کا اظہار کرتا تھا۔ وہ سیاہ گلاب۔ ان کے لب ایسے تر، ایسے شاداب تھے جیسے شبنم پھولوں کی پنکھڑیوں پر مسکراتی ہے۔ جب میں ان میں شامل ہو گیا تو ان کے مستانے پن کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ دفورِ مسرت سے چیخنے لگے اور نوجوان لڑکیوں نے میرے گرد گھیرا تنگ کر لیا۔ اس جھنڈ میں مجھے ان کے جسموں کے کانٹے چبھنے لگے اور رگ و پے میں ایک شیریں درد و کرب کا احساس پیدا ہوا۔ میں سرتیا کو تلاش کر رہا تھا۔ میری تلاش بے سود تھی۔ اس کی نخوت کا عالم میں بھول گیا تھا۔ مجھے خود جا کے اُسے اپنی آغوش میں سمیٹنا

تھا۔ چنانچہ میں نے اس غولِ بیاباں سے نکلنے میں عجلت کی۔ میں چلا تو میرے عقب میں انسانوں کا ایک سیل چلا۔ کاہنِ اعظم سمورال اس ہنگامے میں کہیں گم ہوگیا۔ فزاد اور زارمے بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔

میں اپنے مکان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا۔ سرتیا نے اس کا حلیہ تبدیل کر دیا ہے۔ پتھر کے دروازے کے باہر پھول کھلے ہوتے ہیں اور سنا اور درخت بکھرے ہوتے ہیں۔ سرتیا، فروزیں، جولیا، مارشا اور سیاہ فام کنیزوں کا ایک دستہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ مجھے اپنی جلو میں لینے کے لیے مضطرب تھا۔ میں نے سرنگا کی لڑکی سرتیا کا جلوہ دُور ہی سے دیکھا۔ اس کی صحت پہلے سے اچھی نظر آتی تھی۔ ساتھ کھڑی فروزیں کا چہرہ چمک رہا تھا۔ وہ ایرانی لڑکی جو میری دست بُرد سے محفوظ رہ گئی تھی۔ قریب جا کے مجھے اپنے آپ پر اختیار نہ رہا۔ میں نے لپک کے سرتیا کا ہلکا پھلکا سراپا اٹھا لیا اور اس کی پیشانی پر اَن گنت بوسے ثبت کیے۔ اس وقت میرے دل میں اس کے لیے کہیں سے اتنی محبت سمٹ آئی کہ میرا اظہار ماند پڑنے لگا۔ میں اُسے اپنے سینے میں چھپا لینا چاہتا تھا مگر میرے فولاد اس کے نازک بدن کو ٹھیس پہنچاتے۔ چنانچہ میں اُسے کسی شاخِ ثمر بار کی طرح ہاتھوں پر اٹھائے رہا۔ وہ مشرق کی بیٹی کی طرح شرمانے لگی۔ "سیدی جابر! تم آگئے" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، کیا تمھیں اپنی آنکھوں پر شبہ ہے؟"

"تم بالکل وحشی ہوگئے ہو۔" اس کی آنکھوں میں قندیلیں روشن تھیں۔

"تم بھی جنگلی ہوگئی ہو۔"

"تم اتنے دنوں بعد کیوں آئے؟" اس نے شکایت کی۔

"میں جزیرے پر جزیرے فتح کرتا رہا۔ میں نے سوچا یہاں رہنے کے لیے ضروری ہے کہ برتری ہی سے رہا جائے سو تم دیکھو، میرا سینہ کیسا بھاری ہے۔"

"کیسی اول جلول چیزیں لٹک رہی ہیں۔ کیا یہ تمھیں اچھی لگتی ہیں؟"

"ارے، یہ عظمت و طاقت، فرزانگی و مردانگی کی علامتیں ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہیں کہ جابر بن یوسف ایک بہت بڑا درخت بن گیا ہے جس کی چھاؤں میں تم اطمینان سے چہلیں کر سکتی ہو۔" میں نے اس کی زلفیں اڑاتے ہوئے کہا۔

"اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"کون کافر جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ تو اوپر سے حکم آتا ہے۔ اوپر کا حکم ٹالنے کی جرأت نہ تم میں ہے، نہ مجھ میں۔ ہم سب سردار ہونے کے علاوہ غلام بھی تو ہیں۔"

"پتہ نہیں۔ یہ غلامی کی رات کب ختم ہو؟"

میں نے اسے زمین پر چھوڑ دیا۔ فروزیں میری طرف مشتاق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ان سب کے حسن و جمال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ تاریک برِاعظم میں شباب کی عمر طویل ہوتی ہے۔ فروزیں کی آنکھیں اور گہری، چہرہ اور سرخ ہوگیا تھا۔ یہی حال جولیا اور مارشا کا تھا۔ میں نے فروزیں کی ٹھوڑی اوپر اٹھا کے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "اب میرے متعلق کیا ارادہ ہے" اس کے ایرانی نقش و نگار جھینپنے لگے۔

"سیدی! اب بھی وہی حال ہے۔"

"تمھارے دل نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا؟"

"اب تم آئے ہو تو دیکھو کیا ہوتا ہے" وہ نگاہیں جھکا کے بول

"میں تمھیں پسند کرتا ہوں۔"

"جیسا کہ تم نے مجھے اجازت دی ہے، میں اس پسندیدگی کا یقی[ن] چاہتی ہوں، ورنہ تم یہاں کے سردار ہو اور میں تمھاری رعایا۔"

"اوہ۔ تم تو بالکل نہیں بدلیں، وہی باتیں، بہرحال میں اپنی اجاز[ت] کی توسیع کرتا ہوں۔"

"لیکن میں نے ایسی کوئی اجازت حاصل نہیں کی ہے۔" جولیا درمیان میں آ کے کہا۔

"تم نے یہ زمانہ کس طرح گزارا جولیا؟"

"تمھاری یاد میں، تنہائی میں، تمھاری رفاقتوں کا تصور کر کے کہ یہاں کوئی پابندی عاید نہیں کی گئی تھی لیکن ہم نے جبراً خود ایسا کرلیا"

جولیا اور مارشا کی بے حجاب باتیں سرتیا معصومانہ انداز سے سن رہی تھی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو۔ پھر مجھے ڈاکٹر جواد بھی نظر آیا۔ نے اُسے پاس بلا کے کہا۔ "وہ بھاگ گئی۔"

"کون سیدی؟" مجھے متوجہ دیکھ کے وہ بوکھلا کر بولا۔

"فلورا۔" "وہ شاید باغیوں کے جزیرے انگرڈ ما چلی گئی۔"

"وہ تمھیں اب تک یاد تھی۔ کیا تم نے اسے کہیں دیکھا؟"

"نہیں، اس کے دیکھنے کی حسرت ہی رہی۔"

"سیدی! تمھارے جانے کے بعد بڑی اداسی رہی۔"

"ڈاکٹر جواد، تم منافقت کی باتیں نہ کرو۔"

"شاید تم نے صدقِ دل سے میرے سابق گناہ معاف نہیں کیے"

"نہیں، مگر تمھاری باتوں پر شبہ ہی ہوتا ہے۔"

"میں بڑا بدبخت ہوں۔ تم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ سچ پو[چھو] جابر بن یوسف، ہم سب تمھاری وجہ سے زندہ ہیں، سیدی! کیا ہم اس کو عزیز ہو جائیں گے۔"

"یہ مٹی تو بہت دلکش ہے جواد! یہاں برہنہ لڑکیاں دعوت [دیتی] ہوئی جلوہ آرا ہیں اور تم جیسا ہوس پرست شخص موجود ہے۔ یہاں تم[ھارے] پاس کیا کمی ہے؟ سب سوچنے کی باتیں ہیں۔ کیا وہ رشتے جن میں تم دنیا میں جکڑے ہوئے تھے، دائمی رشتے تھے۔ وہ سب بنائے ہوئے ر[شتے] تھے۔ تم وہی روایت یہاں دہرا سکتے ہو۔ زندگی وہاں بھی گزارنا تھی، یہاں بھی گزر رہی ہے، سب کچھ بھول جاؤ اور خود کو حالات کے سپرد کر[دو]۔"

"تو کیا اب ہم کبھی واپس نہیں جائیں گے؟"

میں نے سرمستی میں ایک قہقہہ اٹھایا۔ "واپسی؟ اندھے راس[تے] ڈھونڈ سکتے ہیں؟ ڈاکٹر جواد، تمھاری حیثیت یہاں ایک اندھے کی سی ہے۔"

"مگر تم نے تو روشنی پالی ہے۔ کیا تمھاری آنکھیں ہماری رہبری نہیں کریں گی؟" ڈاکٹر جواد نے پُرامید لہجے میں کہا۔

"میری آنکھیں چکاچوند ہوگئی ہیں ڈاکٹر جواد!" میں نے یاسیت سے کہا۔ "میں نے اتنا کچھ دیکھا ہے کہ اب مزید کچھ دیکھنے کی تاب نہیں۔"

سرتیا نے میری انگلی پکڑ لی اور اشارے سے مجھے اندر آنے کو کہا۔ اندر دو کمرے نہیں، کئی کمرے تھے، پتھر کے بنے ہوئے کمرے، پتھر کے فرنیچر سے آراستہ۔ میں یہ ساز و سامان دیکھ کے تعجب میں پڑ گیا۔ گویا سرتیا اور اس کی مہذب ساتھیوں نے یہ سارا عرصہ اس مکان کی تعمیر اور آرائش میں صرف کیا تھا۔ مجھے اندر ایک چوکی پر بٹھا دیا گیا اور سرتیا میرے پہلو میں بیٹھ گئی۔ باقی

لڑکیاں زمین پر بیٹھ گئیں۔ میں باری باری ان سب کی خیریت پوچھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں فزاد اور زارمے بھی ہانپتے کانپتے اندر داخل ہوگئے اور سمورال کی آمد کا گجر بجا۔ مشروبات، پھل، گوشت کے پارچے زمین پر سجا دیے گئے۔ میں نے زارمے کا خنجر لے کے ایک بڑے گھڑے کو نشانہ بنایا۔ خنجر لگتے ہی گھڑے سے مشروب بہنے لگا اور میرے اشارے پر سیاہ فام لڑکیوں جولیا، مارشا اور زارمے اور فزاد نے زمین چاٹ چاٹ کر اپنا حلق تر کرنا شروع کر دیا۔ پھر لڑھکتی ہوئی لڑکیوں نے مجھے ایک گھڑا پیش کیا جو میں نے فروزیں پر لوٹ دیا۔ وہ چیختی ہوئی اٹھی۔ اس کا سارا بدن بھیگ گیا تھا۔ کمرے میں قہقہے گونجنے لگے۔ فروزیں کا سرخ و سفید عریاں سراپا مشروب میں بھیگا ہوا اور دلکش بن گیا تھا۔ قطرے اس کے جسم پر نیچے کی طرف بہ رہے تھے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے دوبارہ اپنے پاس بٹھایا اور نیچے ڈھلکتے ہوئے قطروں پر زبان لگا دی۔ سرتیا نے میرا بازو پکڑا۔ "سیدی جابر تم کیا یہی طور طریق سیکھ کے آئے ہو؟"

فروزیں کسی بھیگی ہوئی فاختہ کی طرح میرے قریب بیٹھی تھی اور مجھے اس کی حواس باختگی، سراسیمگی، دہشت دیکھ کے اور لطف آرہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے سرخ بدن میں خنجر بھونک دوں اور ابلتے ہوئے خون سے منہ لگا دوں۔ سرتیا نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا ورنہ میں کیا کر گزرتا کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میری آمد کے سلسلے میں سجی ہوئی یہ بزم کاہنِ اعظم سمورال کی آمد کے سبب درہم برہم ہوگئی۔ تمام لڑکیاں یکے بعد دیگرے کمرے سے چلی گئیں۔ میں نے سمورال کو خود سے اونچی نشست پر بٹھایا اور اپنے گلے کے تمام نوادرات اتار کے اس کے سامنے رکھ دیے۔ وہ انھیں ٹٹول ٹٹول کے دیکھتا رہا۔ میں ان میں سے ہر ایک سے وابستہ کہانی سناتا رہا۔ مزیزہ اسار کا فضیلت کی سند طلسمی ہیرا اور جالوش کا عطیہ بچھوؤں کا ہار سمورال نے بطورِ خاص توجہ سے دیکھا۔ "یہ حیرت انگیز نوادر ہیں۔" سمورال نے اپنا تاثر ظاہر کیا۔

"اور صرف یہی نہیں۔ یہ تو ظاہری علامتیں ہیں۔ میرے دن ضائع نہیں گئے۔" میں نے اسار میں جا اکا کی عبادت گاہ اور جالوش کے طلسم خانے کی ساری ریاضتوں کی تفصیل سنائی۔ "میں باطنی طور پر بھی خود کو بہت آسودہ محسوس کرتا ہوں۔"

"جسے ساحرِ اعظم کے علاقے میں داخلے کی اجازت مل جائے، اس کا شمار تاریک برِاعظم کے برگزیدہ اشخاص میں ہو جاتا ہے۔" سمورال نے افتخار سے کہا۔ "اور تم نے یہ اعزاز حاصل کرلیا ہے۔"

"میں نے جالوش کی انگلیاں چابی ہیں اور وہاں ایک بوڑھی کرو عورت کے خشک پستانوں سے شیرِ طاقت پیا ہے لیکن توری میں آ کے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے ان مصائب سے گزرنے اور توانائیاں حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہاں نہ ان طاقتوں کا اظہار ہو سکتا ہے اور نہ اتنے مناصب حاصل کرنے کے بعد قصرِ اقابلا کے دروازے میرے وجود کے استقبال کے لیے وا ہوئے۔ مجھے یہاں حبس سا محسوس ہو رہا ہے۔" میں نے کسمسا کے کہا۔

"نہیں نہیں جابر بن یوسف! توری میں تمھاری خالی الذہنی کا یہ احساس بے جا ہے۔ یہ تمھارا علاقہ ہے۔ یہاں تم اپنی طاقتوں کا اظہار کس سے کرو گے؟ مقابلے پر کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ سبھی نے تمھیں اس علاقے کا طاقت ور شخص سمجھ لیا ہے۔ تمھیں کسی سے ڈر نہیں، کیا یہ کوئی کم بات ہے؟ اب تاریک برِاعظم میں بہت سے سحر تم پر کارگر نہیں ہو سکتے تم ایک ناقابلِ تسخیر شخص کی صورت میں ابھر رہے ہو۔ اگر تمھاری جستجو اور علم کی طلب کا یہی جوش رہا تو جو آنکھیں تمھاری طرف اٹھیں گی وہ بینائی سے محروم ہو جائیں گی۔" سمورال نے بلاغت سے میری مدح سرائی کی۔

"کیا تمھیں اس کی طرف سے کوئی اشارہ ملا ہے۔"

"مجھے حکم دیا گیا تھا کہ جزیرۂ توری کے سردار کو عزت و تکریم سے بستی میں لایا جائے کیوں کہ اس کا مرتبہ بڑھ گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کے کہا۔ "ستم ظریفی، لب کشائی بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ تیور کیسے دلبرانہ ہیں۔ صرف ایک حکم کیوں جاری نہیں کیا جاتا، تاکہ تم میرا سر اس کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرو۔"

"تم اپنی زندگی سے مایوس معلوم ہوتے ہو۔ ابھی وقت بہت پڑا ہے۔" سمورال نے نرمی سے کہا۔

"سمورال! اس کی خدمت میں میرا پیغام پہنچا دو کہ دیر ہوئی تو میں اپنی سانسوں کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس سے کہہ دو کہ اب اور امتحان نہ ڈالے۔" میں نے کرب سے کہا۔

"میری پیغام رسانی سے پہلے ہی وہ تمھارے قلب کی ہر کیفیت سے آشنا ہوگی۔ ممکن ہے وہ خود ہی تم سے رابطہ قائم کرے۔"

میں صرف اقابلا کی بابت بات کرتا تھا اور کاہنِ اعظم سمورال بلاغت سے اسے ٹال دیتا تھا۔ ابھی مجھے توری میں آئے دیر نہیں ہوئی تھی لیکن مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں برسوں سے یہاں ہوں اور برسوں سے اقابلا کی طرف سے سلسلہ جنبانی نہیں ہوئی ہے۔ میں اپنی مضطرب حالت سے خود خوف زدہ تھا کہ توری آنے کے بعد اسے دیکھنے، اس کے پاؤں کو بوسہ

دینے اور اس کے بدلے سے خوشبو چرانے کا اشتیاق فزوں ہو گیا تھا چنانچہ میں بار بار سمورال سے اسی کا تذکرہ کرتا تھا اور میرا دل انجانے وسوسوں سے دھڑکنے لگا تھا۔ ایک بے اعتباری کی سی کیفیت در دِل خشا سرایت کر گئی تھی۔ میں نے شاید توری آ کے غلطی کی تھی۔ توری میں اس کے قصر کا دروازہ تھا۔ توری میں اس کی قربت کا احساس سوا ہو جاتا تھا۔ جو بڑا عذاب ناک تھا۔ اتنی ہی دیر میں وہ شمع ماند پڑنے لگی جو توری آنے تک جولانی کے ساتھ میرے خانۂ دل میں فروزاں تھی۔ جسم دکھنے لگا تھا، کہیں گردن ڈال کے درخت کے سائے بیٹھ جانے کو طبیعت کرتی تھی۔ سمورال نے میرے نوادر میرے گلے میں ڈال دیے۔ مکان کے باہر میری آمد کا غلغلہ تھا۔ سارا جزیرہ مسرت سے چیخ رہا تھا۔

سمورال کے لب لہجے میں خاص فرق آ گیا تھا۔ آج وہ میری ہر بات پر حیرت کا اظہار کرتا تھا اور مجھے اس طرح گھورنے لگتا تھا جیسے میں اس کے لیے گلے میں لٹکے ہوتے عجائب میں سے کوئی عجوبہ ہوں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کے کھلی فضا میں لے آیا۔ باہر توری کی گلیوں میں بے قابو انسانوں کا جم غفیر متحرک رہا تھا۔ ہمارے احترام میں انھوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ بستی کے آخری سرے کی اونچائی پر کھڑے ہوتے ہم نے سامنے کا منظر دیکھا۔ یہاں سے توری کے دونوں قبیلوں کی آبادیاں میلوں تک پھیلی ہوئی صاف نظر آتی تھیں۔

"تم نے اپنے لیے ان لوگوں کا جوش و خروش دیکھا؟" سمورال نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ان میں پہلے سے زیادہ شدت آ گئی ہے۔"

"جب وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا سردار نا قابلِ تسخیر ہے، دیوتا اس پر مہرباں ہیں تو وہ خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے سردار کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ تمھاری طاقت دیوتاؤں کی خدمت میں ان کی سفارش ہے کیا اس منظر میں تمھارے لیے کوئی دلکشی نہیں؟" سمورال نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "بعض اوقات مجھے ان کی پرستش، ان کی غلامانہ سرشت، ان کی محکومی سے نفرت ہوتی ہے۔ میں ان سے سرکشی کی خواہش رکھتا ہوں۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اطاعت کے سوا کہیں کچھ لوث نہیں ہے تو میں ایک اداسی محسوس کرتا ہوں۔ تم یہ بات بخوبی جانتے ہو کہ میں غلاموں کی تعداد بڑھانے کی لذت سے بہرہ ور ہونے کے بجائے صرف اسی کا طالب تھا۔ میں تاریک برِاعظم کے جزیروں کے ان سرداروں سے مختلف ہوں جنھوں نے غلاموں پر حاکمیت کی قناعت کر لی ہے۔ اگر میں چاہتا تو ادر جزیرے سر کرتا اور اگر میں چاہوں تو تاریک برِاعظم میں کوئی جزیرہ میری حاکمیت سے بچا نہ رہے۔ جیسے جیسے میں زمینوں سے گزرتا گیا، انھوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور اپنی مالائیں میرے گلے میں ڈال دیں لیکن میں اتنے غلاموں کا کیا کروں گا۔ یہ سب تو میں نے بیزناد کے مغرور زربگا اور اس کی محبوبہ فلورا کے تعاقب میں کیا تھا اور جب وہ سمندر میں کہیں روپوش ہو گئے یا انگورا چلے گئے تو میں مزید جزیرے سر کرنے کے بجائے توری واپس چلا آیا۔ توری ہی میرا مقصود تھا۔ توری میری منزل تھی۔ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو؟"

سمورال نے اثبات میں گردن ہلائی اور کسی گہری فکر میں ڈوب گیا۔ میں نے توری کی طرف دیکھا۔ مجھے قطاروں میں بنی گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تا حدِ نظر دکھائی دیں۔ انھیں دیکھ کے مجھے جزیرۂ اسمار یاد آ گیا جہاں سرخ و سفید پتھروں کے محلات بنے ہوئے تھے۔ جزیرۂ توری عمارتوں سے بڑا پسماندہ تھا۔ میرے دل میں شدید خواہش ابھری کہ توری جزیرۂ اسمار کی طرح خوب صورت ہو جاتے۔ سو میں نے جالوش کا ہار اپنے ہاتھ میں دبا لیا اور میری آنکھیں آگ اگلنے لگیں۔ جسم لرزنے لگا۔ سمورال مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ میری دیوانگی پر کیا سوچ رہا ہوگا۔ یقیناً وہ طلسم کی ان بلندیوں تک نہیں پہنچا تھا جو مجھے ساحرِ اعظم جالوش نے ایک پل میں عطا کر دی تھیں اور جن سے کام لینے کا مجھے کم ہی موقع ملا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور بستی کی جانب گردش کرنے لگا۔ سمورال کبھی میری جانب دیکھتا، کبھی بستی کی جانب۔ میں اپنے دونوں ہاتھ فضا میں لہراتا رہا۔ میرے ہاتھ میں جالوش کا ہار موجود تھا۔

"جالوش تیرے لیے۔" میری آواز توری کی تمام آوازوں پر چھا گئی۔ "تیرا غلام جابر بن یوسف تجھ سے مخاطب ہے۔ اپنے سحر سے اپنی یار کر اور اسمار کی طرح توری کی سرزمین کو جنت کدہ بنا دے کہ جابر بن یوسف اپنے قبیلے کے لوگوں کو تیرے علاقے سے واپس آ کے تحائف سے نوازنا چاہتا ہے اور اگر یہ خواہش غلط ہے تو میری زبان سی دے تاکہ میں مزید نہ کہہ سکوں۔ مجھے توری کے لوگوں سے یک گونہ رفاقت ہے۔ ان کے سردار کی عز و شان میں اضافہ کر اور زمینوں سے پتھروں کے بنے ہوئے محل اجاگر کر دے۔"

میری زبان پر کسی نے قفل نہیں ڈالا۔ میں جالوش کی خدمت رطب اللسان رہا۔ میرے منہ سے شعلے اگلتے رہے اور سمورال دہشت زدہ انداز میں میرا دیوانہ پن دیکھتا رہا۔ میں یہی عمل دہراتا رہا۔ اچانک مجھے اپنے قدموں کے نیچے زمین ہلتی محسوس ہوئی اور اندھیرا سا ہر طرف طاری ہو گیا۔ فضا میں دھند ہی دھند چھا گئی اور ایسی شدید کڑک چمک ہوئی کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ دو گز کے فاصلے کی چیز نظر آنی مشکل ہو گئی۔ بستی در عالم طوفان اتنا بڑھا ایسا بڑھا کہ جزیرۂ توری کی ہر چیز اس کی لپیٹ میں آ گئی۔ قیامت خیز شور مچا تب بے گھر لوگ اپنے سردار کی طرف فریاد کرتے ہوئے۔ ان کا سردار مصروفِ عمل تھا اور وہ اندھیرے میں جب بجلی چمکتی تو اسے دہشت ناک انداز میں ہاتھ اٹھائے دیکھتے۔ ان کی فریادیں بلند ہو رہی تھیں۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا۔ لوگ محفوظ جگہوں پر بھاگ رہے تھے۔ کسی کا ہوش نہیں تھا۔ وہ میری پہاڑی کے نیچے زمین پر لیٹ گئے اور انھوں نے جاراکاکا سے مدد مدد پکارنا شروع کر دیا۔ فضا اور دھند لا گئی۔ طوفان کی گڑگڑاہٹ، آہ و بکا۔ لیکن میں اس شور و غوغا اور انتشار سے بے پروا ہیبت ناک عمل پڑھتا رہا۔ یہ میرے انتشار ہی کا ایک مظاہرہ تھا۔ یہ اس کرب کا اظہار تھا جس نے توری میں آنے کے بعد میرے اندر تلاطم پیدا کر دیا تھا۔ ممکن ہے یہ زمین مٹ جاتے، ممکن ہے ہم سب ختم ہو جائیں۔ اب میں وہ عمل واپس نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس کے شدید تاثر زمین سے ابھرنے لگے تھے۔ توری کے غول چیختے، بھاگتے، روتے اور فریادیں کرتے میرے اردگرد جمع ہو رہے تھے۔ ہر شخص خس و خاشاک کے مانند ادھر ادھر بکھر رہا تھا۔ انھوں نے اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے تھے اور تیز ہوائیں انھیں اٹھا اٹھا کے مختلف جگہوں پر پھینک رہی تھیں۔

"جابر بن یوسف! محترم سردار، بس کرو، بس کرو۔ کیا تم دیوانے ہو گئے ہو؟" سمورال کی آواز میں ارتعاش تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر سمورال نے میرا ہاتھ پکڑ لیا لیکن میں نے بڑی آسانی سے اسے چھڑا لیا۔ "اپنی زبان قابو میں رکھو جابر بن یوسف! ساحرِ اعظم جالوش ناراض ہو سکتا ہے۔"

میری وحشت میں سمورال کی دخل اندازی سے کوئی کمی نہیں آئی۔ نیچے توری کے باشندوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں میرے اشتعال کو اور ہوا دے رہی تھیں۔ جزیرۂ توری یکسر بدل گیا تھا۔ جھونپڑیاں اڑ کے ادھر ادھر منتشر ہو گئی تھیں اور ہر طرف چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ توری میں جیسے کوئی زلزلہ آ گیا تھا۔ توری کی یہ ابتر حالت دیکھ کے میرے نفس کو بہت سکون ملا۔ میرا سینہ چوڑا ہو گیا۔ یکایک میرے ہاتھ اور تیزی سے گردش کرنے لگے۔ دھند نے سارا منظر، پیشِ منظر نگل لیا تھا۔ اب میرے قریب کھڑے ہوئے سمورال کی شناخت بھی مشکل سے ہونے لگی۔ میرا جادو چار دانگ عالم میں بول رہا تھا۔ میرے علم کی نمائش ہو رہی تھی۔ میرا طوطی بول رہا تھا۔ مناد دھند کی یہ دبیز چادر فضا سے ہٹنے لگی۔ زمین لرز لرز کے بے ہوش ہو گئی۔ ارتعاش نے سکوت کا لباس پہن لیا۔ یہ ہیجان خیز حرکت معدوم ہونے لگی اور شور نے سکون کا تیور اختیار کر لیا۔

سمورال پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک عجیب غریب منظر تھا۔ میں اور وہ اسی ٹیلے پر کھڑے تھے اور ہمارے اردگرد توری کے تمام باشندے زمیں بوس تھے۔ ان کے چہرے زمین کی طرف تھے اور سامنے ایک پرشکوہ بستی موجود تھی۔ جھونپڑیوں کی جگہ سرخ و سفید محلات کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ توری پر اسمار کا گمان ہوتا تھا۔ اونچے اونچے ستونوں کے قدیم محلات اپنے مکینوں کے منتظر تھے۔ سمورال سکتے کی سی حالت میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے زمین پر اوندھے منہ لیٹے ہوئے مردوں اور عورتوں کو بیدار کیا اور انھوں نے پیچھے مڑ کے یہ طلسمی نظارہ دیکھا تو ان کے چہرے دہشت سے ستّ گئے۔ "تمھارے سردار کی طرف سے جزیرۂ توری کے باشندو!" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "تمھارے لیے مقدس جالوش کی اعانت سے محلات کی یہ سرخ و سپید زمین موجود ہے۔ دیوتاؤں نے تمھارے سردار کی اطاعت سے خوش ہو کے اسے نوازا ہے۔" انھیں میری بات کا یقین نہیں آیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ سب کچھ فریبِ نظر ہے۔ سرتیا بھاگی بھاگی میری طرف آئی۔

"یہ سب کیا ہے سیّدی؟" اس نے دزدیدہ نظروں سے پوچھا۔

"سرتیا! یہ میری باطنی قوتوں کا حقیر سا اظہار ہے۔" میں نے انکسار سے کہا۔ "اب تم مجھ سے خوف زدہ ہو جاؤ۔"

"تم ایک بڑے جادوگر بن گئے ہو۔" وہ سراسیمگی سے بولی۔

"یہ محض ایک ادنا کرشمہ ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مگر یہ سب کیا ہے؟" وہ الجھن میں مبتلا تھی۔

"یہ مذاق نہیں ہے تم اپنے لیے سب سے خوب صورت محل منتخب کر سکتی ہو تاکہ باقاعدہ شہزادیوں کی طرح رہو۔"

"اوہ سیّدی!" وہ ہنپناتے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیا یہ سب سچ ہے؟"

"میں نے سوچا سرنگا کی نازک اندام لڑکی کے شایانِ شان ایک بستی تعمیر ہونی چاہیے۔ سو میں نے سوچا اور جب میں نے سوچا تو خود بخود یہ سب ممکن ہو گیا۔"

"سیدی! میں ہلاک ہو جاؤں گی۔"

"سرتیا! کاش تم سرنگا کی بیٹی نہ ہوتیں۔"

"تو کیا ہوتا؟" وہ حیرانی سے بولی۔

میں اسے جواب دینا چاہتا تھا مگر کوئی لفظ میرے منہ سے نہیں نکل سکا۔ میں اس کا جواب طلب چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ لمحوں کی یہ کیفیت ختم ہو گئی۔ کیونکہ توری کے باشندوں نے اپنے سردار کی شان و شوکت کے بارے میں جاراکاکا کی عبادت شروع کر دی تھی اور سمورال نئی بستی میں منتقل ہونے سے پہلے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے مقدس رسمیں انجام دینے لگا تھا۔ سرتیا کے ساتھ مجھے اس میں شریک ہونا پڑا۔ اس رسمی عبادت کے بعد چیختا چنگھاڑتا ہوا جلوس نئی بستی کی طرف چلا اور دیوانگی میں لوگ ستونوں اور چھتوں پر چڑھ گئے۔

اُن کے لیے یہ سب کچھ نیا تھا اور بہت حیرت انگیز تھا۔ توری کا نظارہ ہی بدل گیا تھا۔ صرف چند نشانات درختوں اور ٹیلوں کے ایسے رہ گئے تھے جن سے یہ زمین توری ہی کی معلوم ہوتی تھی۔ سبزہ زار توری میں رات کے وقت محلات کے ستون پر مشعلیں روشن ہو گئیں اور ایک عجیب سماں پیدا ہو گیا۔ صرف ایک ہی کمی تھی کہ اسمار میں سرخ و سفید دوشیزاؤں کے جھرمٹ گلیوں اور محلوں میں نظر آتے تھے اور یہاں مہذب دنیا کی حسین لڑکیوں کے سوا سب لڑکیاں سیاہ فام تھیں۔ مرد سیاہ فام تھے۔ اس رات توری میں لوگ سونے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ میرے لیے سنگِ سرخ اور سنگِ سفید سے بنی ہوئی ایک پُرشکوہ عمارت علیحدہ چھوڑ دی گئی جہاں سرتیا نے داخل ہوتے ہی احکام جاری کرنے شروع کر دیے اور ایک بڑے وسیع و عریض کمرے میں جس کے درمیان میں چوکی تھی، مجھے بٹھا دیا گیا۔ طول شب یہاں رقص ہوتا رہا۔ نوش نوش کا بازار گرم رہا۔ سرتیا اور مہذب دنیا کی دوسری لڑکیاں شہزادیوں کی طرح بیٹھی رہیں۔ پھر جولیا اور ساشا بھی رقص میں شامل ہو گئیں۔ صرف فلورنڈیں اور سرتیا میرے قریب دوسری چوکی پر بیٹھی عیش و نشاط کے اس منظر سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔ سمورال جا چکا

تھا۔ کچھ دیر بعد جولیا اور مارشا نے مجھے اس رقص میں شامل کرنا چاہا۔ ان کے انداز سپردگی کے تھے اور وہ سیاہ فام لڑکیوں سے کہیں زیادہ بدمستیاں کر رہی تھیں۔ سرتیا کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور فرونیں خواب و خیال کی سی کیفیت میں گم تھی۔ میرے ہاتھ جاداکاکا کی ان کھوپڑیوں پر چلے گئے جو میرے گلے میں لٹکی ہوئی تھیں۔ میری آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ خنجر پر میرا ہاتھ پڑا اور میں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے نشانہ بنا کے اُسے رقص گاہ میں پھینک دیا۔ ایک سیاہ فام لڑکی کرب ناک انداز میں چیختی ہوئی زمین پر ڈھیر ہو گئی۔ رقص ایک دم تھم گیا اور سب حیرت سے میرا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے لگے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے جاداکاکا کی کھوپڑی اس خون میں غسل دینے کے لیے زمین پر چھوڑ دی، جہاں تڑپتی ہوئی لڑکی کے بدن سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ خنجر اس کے سینے میں پیوست تھا۔ تمام لڑکیاں دہشت کے ساتھ دیواروں سے چپک گئیں۔ صرف سرتیا ایک ایسی لڑکی تھی جس نے میرے قریب آنے کی جرأت کی۔ اس کی نگاہوں میں میرے لیے نفرت آمیز ہمدردی تھی۔ اس نے بڑی خاموشی کے ساتھ لڑکی کے سینے سے خنجر کھینچا اور اسے میری طرف اچھال دیا۔ "سیدی جابر!" وہ شدید اشتعال میں بولی۔ "مقدس جاداکاکا کی روح یقیناً میرے خون سے خوش ہوگی۔"

میں نے خنجر ہاتھ میں لے کے سرتیا کے سینے پر تولنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی چمکدار آنکھوں سے میں سراسیمہ ہو گیا اور میں نے دہشت میں چلا کے کہا۔ "چلی جاؤ — چلی جاؤ، تم سب یہاں سے چلی جاؤ۔"

تمام لڑکیاں رخصت ہو گئیں۔ صرف سرتیا کھڑی رہ گئی۔ میں خنجر ہاتھ میں لیے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے سرتیا سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر سرتیا وہاں سے چلی گئی اور میں نے سر اٹھا کے دیکھا۔ عالی شان محل خالی پڑا تھا۔ صرف ایک لاش تھی اور میں تھا۔ میں نے مشعل روشن کر کے وہاں آگ جلا دی اور دور بیٹھا بڑھتے ہوئے شعلے دیکھتا رہا۔ وہاں آگ جل رہی تھی اور لڑکی کی لاش اس میں جل رہی تھی اور میں اپنی آگ میں جل رہا تھا۔ میرے سینے میں آتش فشاں سلگ رہا تھا۔

جزیرہ توری کی یہ پہلی رات بیت رہی تھی۔ میں اپنی چوکی پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر طرف سے چنگاریاں میرے وجود پر گر رہی ہیں اور خون کے قطرے میرے مساموں میں جذب ہو رہے ہیں۔ میں جل رہا ہوں اور خون کے چھینٹے یہ آگ بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نہ جانے میں کب تک یوں ہی بیٹھا رہا۔ پھر اس وقت میرے وجود میں جنبش ہوئی جب میں نے ہلکی موسیقی کی آوازیں سنیں۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ سفید بادلوں میں چند پرچھائیاں چند ہیولے اپنے خطوط واضح کر رہے تھے۔ میرے سامنے قصر آقابلا کی وہ حسین ماہ جبیں دوشیزائیں رقص کناں تھیں جیسے سیل رنگ و نور اس ایوان میں در آیا ہو۔ ان کے بازو لچک رہے تھے۔ پھولوں سے ان کا سراپا ڈھکا ہوا تھا اور مشعل کی روشنی ان کی دودھ اور خون کی رنگت پر پڑ کے رنگوں کا ایک خواب ناک امتزاج پیدا کر رہی تھی۔

"کون ہو؟" میں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انھیں دیکھ کے کہا۔ "کون ہو؟"

ان کا رقص رک گیا اور وہ لچکتی ہوئی میری چوکی کے قریب آئیں۔ انھوں نے اپنے سینے سے پھول توڑ کے میری طرف اچھالے اور نگاہوں سے شراب بکھیرتی ہوئی بولیں۔ "توری کے معزز سردار کے لیے۔"

میں سیدھا ہو کے بیٹھ گیا اور میری نظر ان کے خد و خال میں کہیں جذب ہو گئی۔ وہ اتنی ہی حسین تھیں جتنا حسن کا کوئی شاہکار ہو سکتا ہے۔ ہر چیز پیمانوں کے مطابق تھی۔ وہ تناسب پیمائش کا معیار تھیں۔ ان کا سینہ، ان کی آنکھیں، ان کے لب، ان کی زلفیں قطع کر کے عجائب خانے میں رکھنے اور ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کی آرزو پیدا ہوتی تھی۔

"کہاں سے؟" میں نے لڑکھڑا کے پوچھا۔

"مقدس آقابلا کے قصر سے تمہاری آسودگی کے لیے۔" وہ مترنم آواز میں بولیں۔ "اس نے ہمیں تمہارے لیے بھیجا ہے۔"

"خوب!" میں نے زہر خند سے کہا۔ "ازراہ کرم تم واپس چلی جاؤ۔"

وہ حیرانی سے میرا چہرہ تکنے لگیں۔ "ہمیں تمہارے ہی لیے تفویض کیا گیا ہے۔ تم مقدس آقابلا کے عطیات ٹھکرا رہے ہو؟"

"نہیں" میں نے سنبھل کے کہا۔ "میں اسے اپنی طلب کی پاکیزگی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کی فیاضی سے ان عطیات سے کہیں زیادہ کی توقع ہے۔"

"ہم پہلی بار کسی مرد کے قرب کی مسرت سے ہم کنار ہوں گے۔ اس نے تمہارے لیے اپنے قصر کی بے شمار کنیزوں میں سے ہمارا انتخاب کیا۔ ہم جانے کے لیے نہیں آتے۔ جب تک اُس کا حکم نہ ہو، اس وقت تک تمہارے پاس رہیں گے۔" انھوں نے شیریں لہجے میں کہا۔

"تم یہاں ایوان میں بسیرا کرو اور توری کی نفیس ترین شراب اپنے حلق میں اُتارو۔ اس کے تحائف میرے لیے زندگی سے زیادہ عزیز ہیں، میں مہمانوں کی طرح تمہاری قدر کروں گا اور اگر یہ اس کی شان میں گستاخی ہے تو اس کے لیے یقیناً کوئی سزا مقرر ہوگی۔ میں اس عذاب کا طلب گار ہوں کیونکہ وہ مجھے تماشا بناتے ہوئے میں اس تماشے کا اختتام چاہتا ہوں۔" میں نے بے باکی سے کہا۔

وہ اس طرح ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں جیسے میری بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی ہو۔ وہ مجھ سے اور نزدیک ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ان کے بدن سے پھوٹتی ہوئی خوشبو نے مجھے حواس باختہ کر دیا۔ پھولوں سے کے بدن کی سیمیں چادر جھانک رہی تھی، میں یہ چادر اوڑھ کے ایک گہری نیند سونا چاہتا تھا مگر کیا میرا مآل یہی تھا؟ تو پھر میں نے اسے ارسال کرنے میں عجلت کیوں کی؟ تو پھر میں نے باگمان کی لوریاں سے خود کو ناآسودہ کیوں رکھا؟ کیا میرا اعزاز یہی تھا؟ کیا میں صرف انعام کا مستحق ٹھہرتا ہوں؟ میں نے ان کی طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور

جلدی سے اُٹھ کے ایوان سے باہر آ گیا۔ میرے عقب میں ان کے پیکر موجود تھے، چلتے چلتے میں جنگل میں آ گیا۔ یہاں بھی وہ میرے ساتھ تھیں۔ جب وہ کہیں مجھ سے جدا نہ ہوئیں تو میں نے جنگل میں ایک درخت کے سائے میں دم لیا اور آگ روشن کر کے ریاضت شروع کر دی، پھر مجھے خبر نہیں رہی کہ وہ کہاں کھڑی ہیں اور میں کہاں موجود ہوں؟ میں نے ساری دنیا سے رشتہ توڑ لیا اور نادیدہ روحوں سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے ایسے جہانوں کی سیر کی جہاں نظر پہنچتی نہیں، چشم حیرت بن جاتی ہے۔ میں ایک غیر معینہ وقت کے لیے وہیں بیٹھا رہا کیونکہ جسم و جاں کے جہنم سے بچنے کا یہی ذریعہ رہ گیا تھا۔ ایسی شدید تنہائی توری سے باہر رہ کے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ آنے والے دنوں کا کوئی اعتبار نہیں تھا۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے آگے دھواں ہی دھواں ہو۔ ہڈیاں چیخ رہی تھیں۔ میں نے اس درخت کے نیچے بسیرا ڈال دیا تھا۔ تمام حوصلے ختم ہو چکے تھے اور مجھ پر ناتوانی و نقاہت طاری ہو گئی تھی۔ جب جنگلی جانور، درندے میرے قریب سے گزرے اور پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دی تو مجھے صبح ہونے کا احساس ہوا۔ میرے سامنے قصر آقابلا کی وہی حور شمائل نازنینیں صبح کی شادابی و نکہت کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ جب کسی نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو میں نے گھبرا کے آنکھیں کھولیں۔ سمورال میرے پہلو میں کھڑا تھا۔ اس نے مجھے انگلی کے اشارے سے اٹھایا۔ دوشیزاؤں نے سمورال کی موجودگی میں پردہ کر لیا تھا۔ کاہن اعظم سمورال انگلی پکڑ کے مجھے اپنے غار میں لے گیا اور اس نے اپنی عبادت گاہ میں طلسمی عمل پڑھ کے غار بیرونی دنیا سے جدا کر دیا۔ اس نے کمال شفقت سے میری ویرانیوں اور وحشتوں کے متعلق استفسار کیا اور میں اس کے سامنے کسی آتش گیر مادے کی طرح پھٹ پڑا۔ میری آواز گلوگیر ہو گئی۔ سمورال بڑے سکون سے میرا تمام ہذیان اپنی سماعت پر برداشت کرتا رہا اور جب میں اپنے نزع کے عالم میں ایک طویل بیان دے چکا تو اس نے محبت سے میرے ماتھے پر انگلیاں پھیریں جیسے وہ میرے سر سے نشہ دور کر رہا ہو۔ اس کے لمس میں یقیناً مجھے کچھ فرحت سی ملی۔ میرے اندر کوئی دریا تھا جو بہہ نکلا۔

"جابر بن یوسف!" سمورال نے کرب سے کہا۔ "شاید تمہارا حافظہ کمزور ہے، مجھے یاد ہے اسی جگہ میں نے تم سے اس طلسمی نظام اور قصر آقابلا کی کارسوائیوں کے متعلق کوئی بات نہیں چھپائی تھی۔"

"مجھے یاد ہے لیکن میں خود پر بڑا اعتماد رکھتا تھا۔"

"آہ، تم اس کی جگہ ہوتے تو اس کے احساسات سے آشنا ہوتے، اس بڑے نظام کو چلاتے اسرار و افسوں میں تمہاری حیثیت کتنی ہی بلند ہو جائے مگر وہ صرف تمہاری طرف توجہ کر کے سارے اطراف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی۔"

"لیکن کیا اپنے غلام کے لیے چند لمحے بھی عطا نہیں کر سکتی؟ کیا مختلف سرکش زمینوں کی نگرانی کے لیے موجود نہیں ہیں؟ کیا یہاں عاملوں اور دانش مندوں کی کوئی کمی ہے جو اُسے کسی کا اندیشہ ہے؟ کیا جالمرش کی خانقاہ کے جید ساحر اُس کے لیے شب و روز کام نہیں کر رہے ہیں؟ پھر وہ اپنی ذات سے اتنی بیگانہ کیوں ہو گئی ہے؟" میں نے ایک غیر مدلل اور سر بسر جذباتی انداز اختیار کیا۔

"سنو جابر بن یوسف!" سمورال نے گونج دار آواز میں کہا مگر اس کا لہجہ سرگوشی کا تھا۔ "اس طلسمی نظام کی ابتدا سے چند ہی لوگ واقف ہیں۔ جنھوں نے اسے سمجھنے میں زمانے صرف کر دیے ہیں۔ وہ حقیقتیں تم پر اتنی کم مدت میں آشکار نہیں ہو سکتیں۔ جانتے ہو یہ سب کیوں قائم ہے؟ اس لیے کہ یہاں کے ساحروں نے کبھی غفلت نہیں برتی مگر جب سے انگروما میں باغیوں نے پناہ گاہ تلاش کر لی ہے اور انھوں نے جاراکاکا کی خوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی ہے، اُس وقت سے یہاں کا طلسمی نظام اور فعال ہو گیا ہے اور مقدس آقابلا کو اپنی ذات کا خیال شدید ہو گیا ہے۔ وہ اس وسیع و عریض سحر کا ایک لافانی پھول ہے جس کی خوشبو ہی میں بقا مضمر ہے، اس نے ازل سے اب تک ایک پُر جلال ملکہ کی طرح حکمرانی کی ہے، اسی لیے وہ ایک لامحدود زمانے پر حاوی رہی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے جذبات کی برانگیختگی اور اپنے جسم کے استعمال سے اُسے اس کے منصب سے دُور کر سکتے ہو؟"

"میں یہ سب باتیں سمجھتا ہوں مگر میری اپنی بھی ایک ذات ہے اور میں اپنے جذبوں کی ایذا پر سوچتا ہوں۔"

"جابر بن یوسف! اے طفل شیر خوار! ایام طفلی ہی میں تمہارے کانوں میں بڑی بڑی باتیں منتقل کر دی گئی ہیں۔" سمورال کہہ رہا تھا اور میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے رُوپ میں سرنگا بول رہا ہے۔ "کیا انگروما کے باغی نظر انداز کیے جا سکتے ہیں، جنھوں نے ہزاروں مرتبہ اس علاقے پر اپنی پُراسرار طاقتوں سے یورش کی ہے۔ کبھی وہ کامیاب بھی ہو سکتے ہیں؟"

"انگروما" میں نے ہنس کر کہا۔ "ایک جزیرہ جہاں سرکش جمع ہو گئے ہیں۔ یہاں تو جزیروں کا ایک جال ہے، غاروں میں ریاضت کرتے ہوئے بے شمار عالم ہیں، وادیوں میں آگ کے گرد بیٹھے ہوئے عبادت گزار ہیں اور جالمرش ہے اور آقابلا ہے۔ کیا وہ ان سب پر حاوی آ جائیں گے؟"

"سب کچھ ممکن ہے، ذرا سوچو کیا انگروما کا زخم آقابلا کے لیے اضطراب و تشویش کا باعث نہیں؟"

"کیا وہ واقعی پریشان ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں یہی سمجھتا ہوں کیونکہ اب وہ طویل طویل عبادتوں میں مصروف ہو جاتی ہے اور میں نے اس کے چہرے پر سوگواری کی ایک کیفیت محسوس کی ہے۔" سمورال نے کہا۔

"انگروما" میں نے زیر لب کہا اور انگروما کی سرزمین کی پرچھائیاں میری نگاہوں کے سامنے لہرانے لگیں۔ "فرض کرو اگر انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کر دی گئی تو کیا وہ پہلے کی طرح آسودہ ہو جائے گی؟"

"اس سوال کا جواب تم خود جانتے ہو۔"

"تو کیا تاریک برِاعظم کے تمام عالم مل کے بھی انگردما پر یلغار نہیں کر سکتے؟ ساحرِ اعظم جالموش یہ تماشا برداشت کیوں کیے ہوئے ہے؟"

"شاید وہ کسی مناسب موقع کے منتظر ہوں گے۔"

"میں اس سلسلے میں کچھ کر سکتا ہوں؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"تم یقیناً سوچ سکتے ہو اور کوئی ایسی راہ متعین کر سکتے ہو جس سے اس فتنے کا خاتمہ ہو جائے۔"

سمورال ایک شفیق استاد کی طرح میرے زخموں پر مرہم رکھتا رہا۔ اس نے انگردما کا ذکر اتنی سنگینی سے سنایا کہ میں اپنے دُکھ بھول گیا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں آیندہ سرکشی کے یہ تیور جھٹک دوں گا اور اپنی تمام تر توجہ انگردما کی طرف مبذول کر دوں گا۔"

جس وقت میں وہاں سے رخصت ہوا، میرے ہیجان میں خاصی کمی آگئی تھی، گو مجھے انگردما اور تاریک برِاعظم کے ان علاقوں کی رسّاکشی سے کوئی واسطہ نہیں تھا لیکن اقابلا کے لیے زندگی کی یہ آخری مہم بھی سرانجام دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ میں سمورال کی عبادت گاہ سے منقلب ہو کے آ تو گیا لیکن باہر آ کے پھر انھی جذبات نے میرے جسم میں سوئیاں چبھونی شروع کر دیں۔ باہر آ کے یہ احساس جاگزیں ہوا کہ انگردما کوئی آسان مہم نہیں ہے۔ جب جالموش خاموش ہے تو جابر بن یوسف کا شور کیا تبدیلی پیدا کر سکتا ہے اور اگر کسی طرح یہ معرکہ سرانجام دے بھی لیا جائے تو اس عظیم حکمراں کی جنبشِ نگاہ کی کیا ضمانت ہے؟ وہ اس وقت بھی تاریک برِاعظم کی حکمراں ہوگی اور سمورال کے کہنے کے مطابق اسے اپنی ذات کی ان الجھنوں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ وہ پھول یوں ہی مہکتا رہے گا اور لوگ اس کی خوشبو سے پاگل ہوتے رہیں گے۔ وہ کسی گلے کا ہار نہیں بنے گا کیونکہ تمام گلے اس کے حسن کے آگے ہیچ ہیں۔

نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں محل سے نکل گیا اور کسی مقصد کے بغیر جنگل جنگل پھرتا رہا۔ اچانک ایک خیال میرے ذہن میں در آیا۔ میں نے سوچا جالموش کے علاقے میں داخل ہونے کے لیے میں ایک بحرِ سیاہ میں ڈوب گیا تھا۔ جزیرۂ توری ہی میں کہیں قصرِ اقابلا کا راستہ ہے۔ کیوں نہ میں خود ہی اُسے تلاش کروں؟ چنانچہ میں چھپے ہوئے غاروں کا سراغ لگانے کے لیے جنگلوں میں بھٹکتا رہا۔ میں نے ان گنت غار دیکھے، ان کا دہانا کھولا اور ان کے اندر بیٹھے ہوئے بوڑھے زاہدوں کی عبادت میں خلل ڈالا اور آسانی سے باہر آگیا۔ جابر بن یوسف پر اب بہت سے سحر کارگر نہیں ہو سکتے تھے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک میں اقابلا کے قصر کا دروازہ تلاش نہیں کر لوں گا بستی میں واپس نہیں جاؤں گا۔ کئی بار میں نے خلاؤں میں اپنی خواہش سے اُسے مطلع کیا۔ کئی بار براہِ راست اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنے حوصلے سے باز نہیں آیا۔ اب صبح و شام جنگل میں میرا یہی کام رہ گیا تھا کہ غار تلاش کر کے ان کے اندر کی دُنیا دیکھتا رہوں۔ توری میں داخل ہونے کے کچھ عرصے بعد ایک غار مجھے مل گیا تھا جو قصرِ اقابلا کا راستہ تھا جہاں سب سے پہلے ژرلین مجھے ملی تھی۔

میں نے جنگل میں کئی دن گزار دیے، نہ سمورال، نہ سرنگا، نہ سرتیا، بستی کا کوئی شخص مجھے نہیں ملا اور نہ ہی اقابلا کی کنیزوں نے میرے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش کی۔ دن گزرتے جاتے تھے میرے عزم میں شدت پیدا ہوتی جاتی تھی۔ دن میں اور رات میں سستائے اور سوئے بغیر میں دیوانوں کی طرح مختلف غار کھود رہا تھا اور اُن عبادت گزاروں کو پریشان کر رہا تھا جو کامل سکون اور استغراق کے لیے باہر کی دُنیا سے رُوپوش ہو گئے تھے۔

گیارھویں دن شاید وہ گیارھواں ہی دن تھا۔ چاند بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ توری کا جنگل خاموش پڑا تھا۔ پرندے اپنے گھونسلوں اور درندے اپنی کمین گاہوں میں چلے گئے تھے۔ صرف ایک درندہ ایسا رہ گیا تھا جس کا کوئی مسکن نہیں تھا۔ مجھے اُلو کی طرح کوئی شاخ بھی میسّر نہیں تھی۔ جنگل سے کچھ فاصلے پر ایک عظیم الشان محل میں رنگوں کی دُنیا آباد ہوگی۔ توری کے عوام گھڑے توڑ رہے ہوں گے اور عورتیں ان میں نہا رہی ہوں گی اور ڈرم کی تال پر جوان عورتوں کے پاؤں تھرک رہے ہوں گے۔ یہ سب محکوم اپنے آقا سے زیادہ خوش تھے وہ زیادہ ذہین بھی تھے کیونکہ انھوں نے اپنی نگاہ کی وسعت کا اندازہ کر لیا تھا۔ میں اس جنگل میں وہ روزن تلاش کر رہا تھا جہاں میری روشنی چھپی ہوئی تھی۔ میں فریاد کر رہا تھا اور میں نے کسی ضدی بچے کی طرح بار بار فضاؤں میں ہاتھ اٹھا کے اپنے عزم کی تجدید کی تھی۔

آخر اُس رات مجھے ایک ایسا غار نظر آگیا۔ میں نے شپال روشن کر کے اس کی وسیع سرنگ کا اندازہ کرنا چاہا۔ راستہ تا حدِ نظر پھیلا ہوا تھا۔ مجھے چھوٹے موٹے کیڑوں، سانپوں اور اژدہوں کا کوئی خوف نہیں تھا۔ میں اندر چلتا گیا اندھیرا کاٹتا ہوا۔ راستے بھر میری کیفیت متزلزل رہی۔ راستہ کئی موڑوں سے گزر کے آگے ہی بڑھتا گیا۔ تھوڑی دیر میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوا کہ یہ سرنگ ایک طویل راستے پر پھیلی ہوئی ہے اور یہ سب ایک فریب ہے، ایک طلسم ہے، اس سے قبل اگر میں باگمان کی اندھیری بستی اور جالموش کے علاقے کے بحرِ سیاہ سے نہ گزرا ہوتا تو ممکن تھا تھک کے واپس آجاتا۔ کہیں تو یہ راستہ ختم ہوگا چاہے تحت الثریٰ تک کیوں نہ ہو۔ میں پتھروں کی بنی ہوئی ایک گشتی چٹان تھا جو کسی خطرے کے بغیر آگے چل رہی تھی۔ راستہ میرے عزم کے آگے شکست کھا گیا۔ خاصی دُور آنے کے بعد پتھروں کا ایک بڑا دروازہ دکھائی دیا۔ میں نے شپال سے اُس پر ضربیں لگانی شروع کیں اور چوبی اژدہا متحرک کر کے زمین پر چھوڑ دیا۔ میری ساری توانائیاں دروازہ توڑنے میں صرف ہو رہی تھیں۔ چند دن پہلے میرے عمل سے توری میں محلات کی دُنیا آباد ہوئی تھی۔ میں نے وہی عمل دہرایا۔ یہ کہنا تکرار ہوگا کہ دروازہ کھلنے سے پیشتر مجھے کن ہیبت ناک آوازوں، مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب یہ دروازہ شق ہوا تو خوشبو کی ایک لپٹ نے سب سے پہلے میرا استقبال کیا اور میری نظر نے باغات کی ایک لہلہاتی زمین کا جلوہ دیکھا۔

"میں اندر داخل ہو گیا ہوں۔" میں نے آواز بلند کی جیسے میرا حوصلہ دیکھو اور مجھے جلد سے جلد اپنے روبرو طلب کرے۔ میں درختوں کے درمیان بھاگتا ہوا اُس سفید محل کے قریب پہنچ گیا جہاں فوارے رنگ برنگے پانی کی قوسِ قزح بنا رہے تھے۔ دل مسرت سے پھٹا جاتا تھا۔ مجھے تادیب و احتساب کا بھی کوئی خوف نہیں تھا کیونکہ وہ منزل گزر گئی تھی۔ اس پورے محل میں کوئی ذی نفس موجود نہیں تھا۔ بس ایک مہک فضا میں رچی بسی تھی اور گمان ہوتا تھا جیسے کوئی قریب ہی موجود ہو، ہر چیز صاف و شفاف تھی جیسے ابھی کوئی اُٹھ کے گیا ہو۔ میں دیر تک اس کے در و بام کی سیاحت کرتا رہا۔ جب کسی طرف سے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا تو میں نے اپنی موجودگی جتانے کے لیے مختلف قسم کے عمل پڑھ کے دیواروں پر پھونکے۔ ساتھ ساتھ میں نہایت شیریں بیانی سے اسے مخاطب بھی کرتا جاتا تھا۔ "اب میں آ ہی گیا ہوں تو جب تک تیرے جلوے کی سعادت نہ سمیٹ لوں گا، واپس نہیں جاؤں گا اور اگر تو نے مجھے واپس کیا تو دوبارہ آجاؤں گا اور اگر تو نے واپس نہ بلایا تو مر جاؤں گا۔ میں ہر طرف سحر پھونک دوں گا۔" میں نے چلاّ کے کہا۔ "میں صرف تیری دید کا مشتاق ہوں، اپنی زبان سے مجھے سزا سنا دے۔"

سفید محل سے نکل کے میں اور آگے بڑھ گیا۔ وہ سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں۔ ایک جگہ مجھے ایک بڑا حوض نظر آیا۔ اس کے نیلے پانی میں دوشیزائیں غسل کرتی ہوں گی۔ یہ سوچ کے میں وہیں ٹھیر گیا اور اُس وقت تک بیٹھا رہا کہ رات رخصت ہونے لگی۔ میں ایک طویل انتظار کے ارادے سے آیا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ راستہ بھی یاد نہیں کیا تھا جو پیچھے رہ گیا تھا۔ اب یہیں زندگی ختم ہو جائے تو ہو جائے۔ یہاں باہر کی دُنیا کی کوئی کثافت نہیں تھی شروع شروع میں میں یوں ہی ایوانوں میں گھومتا رہا۔ جب کوئی نہ آیا، کوئی شکل نظر نہیں آئی تو میں نے شپال نکال کے اسے اچھالنا شروع کر دیا اور اپنے چوبی اژدہے سے کھیلنے لگا۔ وہ میرے منہ تک آ کے میری گردن سے لپٹ جاتا تھا پھر میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ سمندر کی طوفانی لہریں آسمان چھو رہی تھیں۔ ان مشغلوں سے جلد ہی میرا جی اکتا گیا۔ میں نے شپال کی ڈوری پکڑ کے اُسے گھمانا شروع کیا۔ اس حرکت سے میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ میرے قریب بہت قریب کوئی نازک بدن دوشیزہ ہے۔ جب شپال اس کے بدن سے ٹکرائی تو اس نے ایک چیخ ماری اور چشم زدن میں سارا ماحول میری آنکھوں کے سامنے عریاں ہو گیا۔ وہ اپنا بازو سہلا رہی تھی۔ اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ دلکش نظارہ دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف دوشیزاؤں کے جھرمٹ تھے۔ میں اقابلا کے قصر میں موجود تھا جسے دیکھیے، دیکھتے رہیے۔ کہاں نگاہ ٹھیرے۔ میں نے جرأت کے ساتھ اُس دوشیزہ کا ہاتھ پکڑ لیا، جس کا بازو شپال کی ضرب سے زخمی ہو گیا تھا۔ "مجھے اس کی بارگاہ میں پہنچا دو۔" میں نے اضطراب سے کہا۔ "اُس سے کہو کہ سولہ قبیلوں اور پندرہ جزیروں کا سردار جابر بن یوسف جسے ساحرِ اعظم جالموش کی تائید حاصل ہے اور جس نے یہ سارے کارنامے ہوسِ اقتدار کے لیے نہیں، صرف اُس کی خوشنودی کی خاطر انجام دیے ہیں، اس کے محل میں داخل ہو گیا ہے۔ وہ اُسے طلب کرلے ورنہ کوئی مشروبِ آتش بھیج دے تاکہ اسی آستانے پر اس کا کام تمام ہو جائے۔"

لڑکی نے اپنا ہاتھ ایک خاص انداز سے اٹھایا، چند لمحوں تک وہ ایک زاویے پر رکتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے میری انگلی پکڑ لی۔ جیسے ہی ہم دونوں آگے بڑھے، سارے محل میں نقرئی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ میرے ارد گرد نوخیز و نو بہار دوشیزاؤں کا ہجوم چلنے لگا۔ وہ مجھے ایک کشادہ حوض پر لے گئیں اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے پیالوں سے انھوں نے میرے جسم پر پانی پھینکنا شروع کر دیا۔ ان کے مرمریں ہاتھوں نے جب میرے جسم کی کثافت صاف کی تو میں ہوش کھوتے کھوتے رہ گیا۔ ان کے نرم و نازک ہاتھ ساری نزاکتوں سے میری آلودگیاں دھو رہے تھے اور میں اقابلا کے حضور پہنچ کے اپنے اظہار کے دریا بہا دینے کے خیالوں میں گم تھا۔ وہ مجھے اس کے دربار میں پیش کریں گی۔ اُس ستم بر ستم گر کے روبرو، جس کی ایک جھلک ساری زندگی کا حاصل ہے۔

مجھے خیال نہیں، میں درمیان میں کتنے مراحل سے گزارا گیا، کہاں کہاں کن کن ایوانوں میں میرے قدم بہکے۔ وہ جلوہ گر ہونے کو ہے، اب، اب، چند لمحوں بعد۔ فاصلہ ختم ہونے کو ہے، وہ آ رہی ہے، میں اُس کے پاس جا رہا ہوں۔ اب، اب — دل کوئی پکڑے لیتا تھا، سارے جسم میں سنسناہٹ سی طاری تھی۔ قدم لرزنے لگے تھے اور نشہ سا آنکھوں میں دوڑنے لگا تھا۔ سانس تیز چلنے لگی تھی۔ حلق میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ کبھی پسینہ آتا تھا، کبھی سارا جسم سرد ہو جاتا تھا، ہر لمحہ ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ انتظار، اذیت ناک انتظار، نہ جانے یہ وقت کب ختم ہو، کب یہ دوشیزائیں اپنی رفاقت ترک کریں اور اُس کے پاس پہنچائیں، کب وہ مخصوص بادل لہرائیں، کب وہ گھنٹیاں بجیں جو اُس کے ایوانِ خاص ہی میں سُنی جا سکتی ہیں۔ اِدھر اُدھر عجلت میں نظر دوڑاتا تھا جیسے دیواروں سے ابھی کوئی برآمد ہو جائے گا۔ ان حسین لڑکیوں کے رخساروں کی شوخیاں اور ان کے لبوں پر کھیلتی ہوئی مسکراہٹیں گراں گزرنے لگی تھیں۔ ان کی قربت سے تنفس کی شکایت ہونے لگی تھی، یہ ایک اذیت ناک وقت تھا، زارشی کے گرم صحرا سے زیادہ تکلیف دہ، لیغو سے زیادہ بدمزہ، قرسیل کے خون سے زیادہ ناگوار، بھوک اور پیاس کی شدّتوں سے زیادہ عذاب ناک۔ میں ساحل کے کنارے بیٹھا ٹھنڈی ہوا کو ترس رہا تھا۔

آخر جب مجھے پوری طرح سجا دیا گیا اور طرح طرح کے مشروبات میرے حلق میں انڈیل دیے گئے اور عطریات میرے مساموں میں رچا دیے گئے تو ایک کھلبلی سی ہوئی اور رفتہ رفتہ وہ ساری دوشیزائیں مجھ سے دُور ہوتی گئیں اور سامنے سے دو اور حسین لڑکیاں برآمد ہوئیں جنھوں نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں تو پابہ رکاب بیٹھا تھا، بے محابا اٹھا اور ان کے ساتھ ہولیا، وہ مجھے ایک مرصّع ایوان میں لے گئیں اور پتھر کی ایک نشست پر بٹھا دیا گیا۔

مجھے معلوم تھا اب کیا ہوگا، اب بادلوں کی اوٹ سے اُس کا تختِ زرنگار برآمد ہوگا اور یہ سارا کمرہ اس کے حسن کی تجلّی سے روشن ہو جائے گا اور میرا قلب میرا ساتھ نہیں دے گا۔ پہلے کی بات اور تھی، اب ایک مدت کے اشتیاق کے بعد اُس کے رُخِ زیبا کی شراب مجھے پلائی جا رہی تھی، اس مدت میں کتنی بار، شاید لاکھوں بار میں نے اُس کا تصور کیا تھا۔ میرے جسم کا رواں رواں، انگ انگ اُسے پوجتا تھا۔ یہ جاں گسل لمحے کسی طرح

ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے اور میرا حال یہ تھا کہ ساری رُوح کھنچ کے آنکھوں میں آگئی تھی، آنکھیں بے قراری سے اُسے ڈھونڈ رہی تھیں، میں ہر فکر سے بے نیاز تھا۔ اس کے محل میں بے اجازت داخل ہونے کی جرأت اور اس کی کنیزوں کو ٹھکرانے کی جسارت تاریک برِاعظم کی ملکہ کے لیے ناقابلِ تلافی جرائم تھے۔ میں اُس شیریں لب اُس آتش دہن کے نطق سے آخری سزائیں سننے کے لیے مضطرب تھا۔

پھر یہ ہوا کہ کمرے کی فضا جھنجھنا اٹھی۔ سارے ماحول میں ایک نغماتی ارتعاش سا ہوا۔ موسیقی کے انداز بدل گئے اور رنگ برنگے بادلوں نے کمرے پر قبضہ جما لیا۔ میری آنکھیں مُند گئیں، جب مجھے اس کے لطیف بدن کی خوشبو کا احساس ہوا تو میں نے آنکھیں کھولیں۔ اس کا تخت زمین پر اُتر چکا تھا اور بادل اس کے چہرے سے ہٹ رہے تھے۔ اس ابر آلود مطلع سے وہ ماہتاب طلوع ہوا تو میں دیکھتا رہ گیا۔ میں چند لمحوں کے لیے بالکل گنگ ہو گیا۔ وہ آقابلا تھی، تاریک برِاعظم کی حکمراں۔ اس کی دراز زلفیں شانوں سے جھول کے کمر تک آگئی تھیں۔ کسی مقناطیس کی طرح اُس کی آنکھوں میں کشش تھی۔ وہ سراپا عریاں تھی صرف پھول میری نگاہوں اور اس کے بدن کے درمیان حائل تھے اور پھولوں نے اس مرتبہ اس کا مملیں ریشمیں بدن چھپانے میں کچھ زیادہ ہی اہتمام سے کام لیا تھا۔ اس کے گلابی ہونٹ متحرک سے معلوم ہوتے تھے وہ سر بسر رعنائی تھی۔ کوئی تشبیہہ نہیں دی جا سکتی۔

خود کو اپنے قدموں پر قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ میں نے مہذب انداز میں جھک کے اُسے تعظیم دی پھر مجھے خیال آیا کہ میں تاریک برِاعظم کی ملکہ کے سامنے ہوں اس لیے میں زمین پر دراز ہو گیا اور اُس وقت تک دراز رہا جب تک اس کی ترجمان نے زمین سے اٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ایستادہ ہو گیا۔ آقابلا بڑی تمکنت سے اپنے تخت پر فروکش تھی۔ جب میری نگاہیں اُس سے ٹکرائیں تو ایک بجلی سی میرے جسم میں کوندی۔ وہ میرے جلتے ہوئے بدن کا جائزہ لے رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں اپنی دُوں ہمتی پر بے حد نادم ہوا اور میں نے اپنی توانائیاں سمیٹ کے آنکھیں اوپر اٹھانے کی کوشش کی۔ ان آنکھوں میں میرے کرب کا سارا احوال مرقوم تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا سارا جسم میرا اضطراب سنا رہا تھا۔ میرا چہرہ میری شدتوں کی کھلی کتاب تھا اور وہ ایک حسّاس دوشیزہ تھی۔ اُس نے ایک ہی نظر میں مجھے پڑھ لیا ہو گا کیونکہ آنکھوں کا سچ ایک سحر ہے، سچا سحر۔ میرے ہونٹ مرتعش تھے، کبھی یاس، کبھی امید، کبھی اندھیرا کبھی چمک، مجھے اپنے چہرے کی ادلتی بدلتی کیفیتوں پر قابو نہیں تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو تنبیہ کی۔ جابر بن یوسف! کیا تو اس عالی شان قصر سے متاثر ہو گیا ہے اور بھول گیا ہے کہ تو اِن چیزوں سے کبھی متاثر نہیں ہوا! یہ مادّی شان و شوکت تیرے روحانی تعلق پر کہاں اثر انداز ہو سکتی ہے؟ یہ وقت نکل نہ جائے تیری راتیں، تیرے دن تیرے سامنے ہیں۔ اس دوران میں تو نے اور کیا سوچا ہے؟ تیری فکر تیرے سامنے ہے، اپنے قدموں میں استقامت پیدا کر اور زمین پر مضبوطی سے بیٹھ جا، جو کہنا ہے کہہ دے، موت سے بڑی کیا سزا ہو سکتی ہے؟

اور تجھے زندگی کی طلب کہاں ہے؟"

اس کی نگاہیں میرے گرد ہالے کی شکل بنائے مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں پھر اُس کے لبوں پر ایک لطیف مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے اپنا مرمریں ہاتھ لطافت کے ساتھ اٹھایا۔ اسی لمحے اس کے قریب کھڑی ہوئی دوشیزہ نے نہایت شستہ اور شیریں انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ "جابر بن یوسف! پندرہ جزیروں کے معزز سردار! تم نے شجاعت کے جو کارنامے انجام دیے ہیں، مقدس آقابلا ان سے واقف ہے، وہ انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تم نے اسمار میں شوطار سے عنانِ اقتدار چھین لی اور جاملوش کی خانقاہ تک رسائی حاصل کی، یہ دوسروں پر تمھاری فوقیت کا ثبوت ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ تم ایک بلند مرتبے پر فائز ہو۔ جابر بن یوسف!" اس نے آقابلا کی طرف دیکھ کے کہا۔ "مقدس آقابلا تمھارے تلاطم سے آگاہ ہے لیکن وہ تمھیں ایک باہوش اور ذی شعور شخص کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی ہے، تم نے اُس کی اجازت کے بغیر اس کے محل میں داخل ہونے کی جرأت کی اور اس کی منشا کے بغیر اپنے آپ فیصلے صادر کرنے شروع کر دیے، وہ یہ جسارت تمھاری طلب کے صدق سے متاثر ہو کے معاف کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ تم خود کو اس نظام کے مطابق ڈھالنے اور ایک مثالی فرد ثابت کرنے کی کوشش کرو گے۔"

جیسے ہی میں نے یہ سُنا، مجھے اس محل کی چھتیں اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئیں۔ میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے میرا اس کا فاصلہ چند گزوں سے زیادہ نہیں تھا لیکن میں نے خود کو ایک لامحدود فاصلے پر کھڑا ہوا پایا۔ جو پہلے تھا، وہ اب نہیں، اب مغائرت کی دیوار اور چوڑی اور مضبوط معلوم ہوتی تھی — وہی ترجمان تھی، وہ جس کا لہجہ پہلے زیادہ تند و ترش تھا، سب کچھ خاک ہوتا نظر آیا اور سرنگا کا چہرہ میری نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ اپنی کم قامتی اور کمزوری کا اتنا شدید احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ رویّہ میرے اعصاب پر اتنا گراں گزرا کہ میں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنا خنجر سینے میں بھونکنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میں نے نقاہت سے کہا۔ "مقدس آقابلا کی شیریں بیان ترجمان! تو سچ کہتی ہے، میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں!" میں نے خنجر اس کی طرف پھینک کے کہا۔ "اسے تاریک برِاعظم کی مطلق العنان حکمراں مقدس آقابلا کے سپرد کر دے اور اس سے میری طرف سے یہ عاجزانہ التماس کر کہ وہ اپنے ہاتھوں سے میرا نشانہ بنائے۔ میں کبھی اس نظام ہائے اسرار کا مثالی شخص نہیں بن سکتا کیونکہ میں نے یہ تمام مناصب اپنی خواہش اور غرض کے لیے حاصل نہیں کیے بلکہ اس میں مقدس آقابلا کی خوشنودی کا پہلو مضمر تھا۔ میری غرض اور خواہش صرف اس قدر تھی کہ میں اس کے قرب کا تمنائی ہوں۔ میں اس کا ایک مثالی غلام بننا چاہتا تھا لیکن یہ سب ایک خواب ہے۔ مقدس آقابلا تاریک برِاعظم کی حکمراں ہے اور میری حیثیت اس کے ایک غلام سے بھی کم تر ہے۔ یہ دو ایسی حقیقتیں ہیں جو اپنی پست دماغی کے سبب میرے ذہن سے بار بار محو ہوئیں۔ مجھے اپنی اس گستاخی کا اعتراف ہے اور میں اپنے گزشتہ جسمانی کارناموں کے سبب تمام جزیروں کی سرداری ترک کرتا ہوں، یہ طلسمی نوادر اپنے گلے سے اتار رہا ہوں اور ان سب کے بدلے میں ایک ہی خواہش کرتا ہوں۔" میں نے خنجر کی طرف اشارہ کیا اور تمام نوادر اتار کے اپنا سینہ عریاں کر دیا۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

میرے دردانگیز بیان کا اثر ہوا۔ آقابلا کی ٹھہری ہوئی پتلیوں نے کئی بار زاویہ بدلا۔ اس نے تھوڑی دیر توقف کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ایک لمحے سے کم مدت میں وہ دونوں ترجمان غائب ہو گئیں۔ خنجر زمین پر پڑا رہ گیا۔ اب اس کمرے میں صرف میں اور وہ اکیلے تھے۔ "جابر بن یوسف! یہ آواز میں نے سُنی تو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ آقابلا تھی۔ ہاں وہ اس کا نطق تھا۔ اس کی زبان پر میرا نام تھا، میں زمین پر گر گیا اور میں نے دوڑ کے اس کے پیر تھام لیے۔ اس کے چہرے پر کرب کی علامتیں ظاہر ہوئیں لیکن اس نے اپنے پیر دراز کر دیے۔ میں نے اس کے پیر اپنے رخساروں سے مس کر کے زیادتی کہ وہ مجھے براہِ راست ہم کلامی کا شرف بخشے۔

"جابر بن یوسف!" ماحول میں ایک ساتھ ہزاروں ساز بج اٹھے، میرے جسم کے سارے تار کسی نے چھیڑ دیے۔

"مقدس آقابلا۔" میں نے اپنے نہاں خانے سے آواز دی۔ "ہاں تیرا غلام منتظر ہے۔ میری صورت دیکھ، میری آنکھیں دیکھ، میرا سینہ دیکھ۔ میں کہیں واپس جانا نہیں چاہتا۔ میں اب کہیں واپس جانا نہیں چاہتا۔ تیری پرچھائیں ہی میرے لیے تمام جزیروں کی سرداری ہے۔" میں نے اس کے پاؤں کو بے تحاشا بوسے دینے شروع کر دیے، "نہ تجھے ایسا غلام کبھی میسّر ہو گا اور نہ مجھے ایسی آقا۔ تیری سماعت اور تیری بصارت دیواروں اور پردوں کی حدود سے آزاد ہے، میرے جسم کے اندر دیکھ اور سُن کہ میں کیا نہیں کہہ پا رہا ہوں۔" وہ خاموش رہی، میں نے دیوانگی میں اس کی ٹانگوں سے پھول نوچنے شروع کر دیے۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں آقابلا کے روبرو بیٹھا ہوں۔ میں ایک بھوکے کی طرح اس کے پیروں پر جھپٹ رہا تھا۔ "کیا تجھے مجھ پر شک ہے؟ کیا میں اپنا ماضی بھلانے میں ناکام رہا ہوں؟ کیا میں نے پوری طرح تیرا خیال نہیں کیا ہے؟ کیا میرے اندر کوئی آلودگی ہے؟" میں نے ہذیانی انداز میں کہا، اب میرے بیان میں ربط ختم ہو چکا تھا اور مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں یا مجھے کیا کہنا چاہیے؟ "کیا مجھ جیسا کوئی شخص اس سرزمین پر موجود ہے؟" میں نے اس سے کہا۔

وہ کرب سے کسمسائی، میں سمجھا میری وحشت کا اثر ہو رہا ہے۔ یہ کوئی طلسم نہیں تھا۔ یہ تو میرے اندر میرے جذبوں کا سحر تھا۔ تاریک برِاعظم کی سنگ دل ملکہ کے چہرے پر گداز جھلکنے لگا۔ یہ دو آدمیوں کے برقی رابطے کا نتیجہ تھا۔ میں نے سوچا۔ جابر بن یوسف! کہیں یہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ کون جانے پھر کیا ہو جائے۔ یہ کیفیت ختم نہ ہو، یہ جذب کی کیفیت۔ اس لیے میں نے سب کچھ بے ربطی سے سہی مگر کہنا شروع کر دیا۔ میں نے اسے اپنی راتوں کا احوال سنایا، میں نے اس کے منجمد اعصاب پر مسلسل نشتر لگائے۔ میں نے اس پتھر میں شگاف ڈال دیا۔ اس نے میری مضطرب داستان اس طرح میری زبانی سنی جیسے وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور جب میں نے یہ کہا کہ وہی میرا مقصد و محور ہے، وہی میری کائنات ہے اور صرف اسی کی ذات میری زندگی کا محرک ہے تو اس نے جلال سے ہاتھ اُوپر اٹھائے، میں نے وہ ہاتھ پکڑ لیے اور انھیں اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کتنے بوسے ان ہاتھوں پر ثبت کیے۔ "میں نے سنا ہے، تم انگردما کے باغیوں سے پریشان ہو مجھے حکم دو کہ میں تاریک برِاعظم کے تمام عالموں کو اکٹھا کر کے انگردما کو نیست و نابود کر دوں اور اس کے بعد تم مجھے اپنے قصر میں، اپنے پہلو میں جگہ دینے کے لیے دیوتاؤں کو آمادہ کر سکو اور ان عالموں کو بتا سکو کہ میں نے تاریک برِاعظم میں سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، سو میں ہی تمھارے قرب کا مستحق ہوں۔ مجھ پر ایسی نوازشیں کرو کہ میں ان سب سے ممتاز ہو جاؤں اور تمھارے نزدیک سر اٹھانے کی جرأت کر سکوں۔"

میں نے اس کے تاثر کے لیے نظر اٹھا کے دیکھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور اس کا بدن اتنے قریب۔ کس کا بدن، آقابلا کا سراپا۔ کون سوچ سکتا تھا، تو گویا وہ میرے متعلق سوچتی رہی تھی؟ تو گویا اسے میرے جذبات کا پورا احساس تھا، تو گویا اس کے اندر کی عورت پوری طرح شاداب و جوان ہے۔ میں اُسے اتنے قریب دیکھ کے بہکنے لگا۔ میرے ہاتھ، میرے اعصاب میرے حواس بہکنے لگے

وہ ایک ملکہ ہے، کون ملکہ — ایک عظیم، وسیع و عریض، پُراسرار سلطنت کی ملکہ۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ میرے سامنے تو ایک عطربار دوشیزہ تھی جو کائنات میں سب سے حسین تھی۔ دُنیا کی کوئی حسین صورت اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں تھی۔ میں نے اس کے خواب دیکھے تھے اور اب میرے خوابوں کی تعبیر میرے سامنے تھی۔ رنگ و نکہت کا ایک خزانہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ نہ ماضی کی فکر تھی، نہ فردا کا ہوش تھا۔ میں آقابلا کے پاس تھا۔ میں آقابلا سے ہم کلام تھا۔ تاریک برِاعظم میں اس سے بڑی معراج کیا تھی؟

"جابر بن یوسف!" اُس کی کرب انگیز چیخ سنائی دی۔ اُس نے میرے ہاتھ جھٹک دیے۔ اُس کا بدن لرزنے لگا اور آنکھوں میں آگ اُبلنے لگی۔ میں نے وحشت میں اُسے ہم آغوش کرنا چاہا لیکن یہ سعادت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ماحول کی موسیقی نے اچانک چیخ کر دم توڑ دیا روشنیاں ٹمٹمانے لگیں اور فضا میں معلق بادلوں کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ دفعتہً آقابلا اپنے تخت پہ کھڑی ہو گئی۔ اُس نے سراسیمگی سے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی۔ میں نے منظر کی اس اچانک تبدیلی سے پاگل ہو کے اس کا پیر پکڑ لیا، اُس نے مجھے دُور دھکیل دیا۔ میں نے اٹھنا چاہا مگر میرے وجود نے میرے ارادے کو شکست دے دی۔

کمرے میں چیخیں گونج رہی تھیں۔ چیخیں۔ میں نے انھیں پہچاننے کی کوشش کی۔ یہ تو جاملوش کی مخصوص چیخ تھی جو میں نے اُس کی خانقاہ میں اس کے منہ سے سُنی تھی۔

جاملوش کی چیخیں!

آقابلا کی بارگاہِ خاص میں ساحرِ اعظم جاملوش کی اچانک چیخوں کا کیا مطلب تھا اور آقابلا کی حالت غیر کیوں ہو گئی تھی؟ کیا میں کوئی نحوست تھا، جس کا جاملوش نے بروقت مداخلت کر کے تدارک کرنے کی کوشش کی تھی؟ ایوان میں لہراتے بادلوں کا رنگ سُرخ ہو چکا تھا۔ لطیف و انبساط کی موسیقی سوز و گداز میں ڈوب چکی تھی۔ میں مرمریں فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا ان حیرت

انگیز مظاہر کے مفاہیم سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ تاریک برِاعظم کی پُرجلال ملکہ آقابلا ہذیانی انداز میں کھڑی ہو گئی تھی۔ اُس کے بدن کے پھول، وہ پھول جو میں نے نوچے تھے، فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی نگاہیں چھت کی طرف مرکوز ہو گئی تھیں اور اس کے بدن کی چاندنی ان درزوں سے باہر جھانک رہی تھی جہاں دہشت میں میرے ہاتھوں نے جسارت کی تھی، میری نگاہِ شوق نے جہاں کے بوسے لیے تھے۔ لمحوں میں یہ حسین خواب منتشر ہو گیا تھا اور اب یہ اس کا دوسرا منظر تھا۔

میری رگوں سے سارا تناؤ کسی نے کھینچ لیا تھا۔ جسم کی تمام طاقت زائل ہو چکی تھی۔ میں اٹھنے اور فریاد کرنے کی قوت سے محروم ہو چکا تھا۔ اچانک آقابلا نے اپنے سر کے بال نوچنے شروع کر دیے۔ اس کا سارا وجود لرزنے لگا اور اس نے کسی نامعلوم زبان میں چیختے ہوئے چند الفاظ ادا کیے۔ اس کے لہجے سے شدید کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔

یہ ایوانِ خاص، جہاں ابھی ابھی مشامِ جاں معطر کرتی ہوئی ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑی پھرتی تھیں، اب یہاں سانس لینے میں بھی دقت ہوتی تھی۔ نادیدہ طاقتوں کے اس خلفشار نے ہواؤں کے تمام دریچے تمام روزن بند کر لیے تھے۔ ایک ہیبت ناک سرمئی اندھیرے نے سب کچھ نگل لیا۔ سارے ماحول پر حبس مسلط ہو چکا تھا۔ میں اُسی کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اُس کی حالت ناگفتنی تھی۔ اُس کی قوتِ گویائی بحال تھی مگر میں اپنی سماعت اور بصارت کی بحالی کے باوجود کسی عمل کے اظہار سے قاصر تھا۔ وہ فضا میں ہاتھ بلند کیے مقدس روحوں سے فریاد کناں تھی اور جاملوش کے نالے ایوان میں مسلسل گونج رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے در و دیوار گریہ کر رہے ہوں۔ یہ شور، یہ ماتم اتنا روح فرسا تھا کہ آقابلا نے اپنے حسین ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور نڈھال ہو کے بیٹھ گئی۔ ”جابر بن یوسف!“ اس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی جیسے وہ کسی کنویں سے بول رہی ہو۔

میں نے جواب دینے کے لیے لب کھولنے چاہے مگر میرے حلق نے ساتھ نہیں دیا۔ میں تمام تر شوق سے اس کی زبانی کچھ سننے کے لیے مضطرب رہا۔ کاش میں چیخ سکتا۔ کہو کہو آگے کہو، اس نے کچھ نہیں کہا۔ صرف میرا نام اُس کی زبان پر آیا اور جھنجلاہٹ میں اس نے سر جھٹکا۔ اُس کی دراز زلفیں چہرے پر پھیل گئیں۔ روشنی کا وہ ٹکڑا اندھیروں میں چھپ گیا۔ چشم زدن میں سُرخ بادلوں کا ایک غول اس کے سراپا پر محیط ہو گیا اور دیکھتے دیکھتے اسے میری نگاہوں سے اوجھل کر گیا۔ اس کے معدوم ہوتے ہی ایوان میں ہول ناک چیخیں بند ہو گئیں اور قبروں کی خموشی چھا گئی۔ میرے ہاتھ پیروں میں کوئی زنجیر نہیں تھی مگر میں سرتاپا مقید تھا۔ یہ زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں۔ میں نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھا۔ میں اب حرکت کر سکتا تھا۔ چونکہ وہاں اب میرے دیکھنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ میرے سینے میں جتنا زور تھا، اسے صرف کر کے میں نے آقابلا کے نام کی گردان کی۔ میری آواز در و بام سے ٹکرا کر گونجتی خود میرے کانوں میں زہر انڈیلنے لگی۔ دیوانوں کی طرح میں ستون ستون۔ دیوار دیوار پکڑے احتجاج کرتا رہا۔ میں نے عالمِ جنوں میں اپنا سر لہولہان کر لیا۔ خون سے چہرہ رنگ گیا۔ اس وقت آقابلا کی مدہوش کنیزوں کا ایک ہجوم میرے گرد منڈلانے لگا۔ ان کی آنکھوں سے سراسیمگی اور حیرت ہویدا تھی۔ انھوں نے اپنے بازو میرے بازوؤں میں حمائل کر دیے۔

”وہ کہاں گئی؟“ میں نے دہشت سے پوچھا۔ ”یہ سب کیا ہوا؟ تم سب خاموش کیوں ہو؟“

ان میں سے ایک دوشیزہ آگے بڑھی۔ ”سیدی جابر! تم اپنے قبیلے میں واپس چلے جاؤ۔“

”کیا کہا؟ واپس چلا جاؤں؟“ میں نے چیخ کر کہا۔ ”میں جانے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ میں ان در و بام سے اپنا سر ٹکرانے اور یہ عالی شان قصر اپنے خون سے رنگنے آیا ہوں۔“ میں نے ان کے ہاتھوں سے اپنے بازو چھڑاتے ہوئے بہ عجلت تمام کہا۔

”اُس نے تمھیں واپس جانے کا حکم دیا ہے۔“ وہ نخوت سے بولی۔

”اور میں واپس جانا نہیں چاہتا۔ مجھے زندگی کی تمنا نہیں ہے۔“

”تم۔“ وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ”تم مقدس آقابلا کا حکم مسترد کر رہے ہو۔ آہ۔ تم کتنے بدنصیب ہو۔“ وہ تاسف اور برہمی سے بولی۔ ”تم جانتے ہو کہ ہم تمھیں اسی وقت فضاؤں میں معلق کر کے تمھارے قبیلے میں پھینک سکتے ہیں۔“

”تم ایسا کر سکتی ہو۔“ میں نے زچ ہو کے کہا۔ ”کیا اب بھی پندرہ جزیروں کا سردار جابر بن یوسف تم نازک بدن دوشیزاؤں کے دوش پر بے ہوشی کے عالم میں اِدھر سے اُدھر منتقل ہو سکتا ہے؟ میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا، میں اپنے نوادر سے تمھیں ڈس لوں گا۔ میں شپالی سے تمھارے چہرے داغ دار کر دوں گا۔ سُن لو اب میں کہیں جانا نہیں چاہتا۔ میں اپنی تمام زندگی ایک غلام کی طرح یہیں گزارنا چاہتا ہوں۔ میں اُسے صرف دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہہ دو کہ میری موجودگی سے اس نظام ہائے اسرار میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں کسی سرکشی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ بس اسے دیکھتا رہوں گا، میں اس کے قرب کے حصول کے لیے ساری دنیا سے رشتہ منقطع کر کے یہاں آیا ہوں کہ اس سے بڑی سعادت تاریک برِاعظم میں اور کچھ نہیں۔ کیا وہ اتنی سنگ دل، اتنی بے رحم ہے کہ میری یہ حقیر خواہش درخورِ اعتنا نہیں سمجھے گی؟“

”جابر بن یوسف! معزز سردار! تم اپنے منصب سے بڑی باتیں کر رہے ہو۔ یہ اُس کا حکم ہے اور تمھیں چون و چرا کیے بغیر اس کی تعمیل کرنی چاہیے۔“ دوشیزہ نے خوش خلقی سے کہا۔

مجھے معلوم تھا کہ میں ایک ناقابلِ تکمیل خواہش کی تکرار کر رہا ہوں لیکن میرے دماغ میں ایک ہیجان برپا تھا۔ یہ وقت واپس نہیں آئے گا، نہ جانے یہاں طلبی کا حکم پھر کب ملے۔ ملے بھی یا نہیں۔ پہلے کئی بار آقابلا کی کنیزیں میرا ہاتھ تھام کے بادلوں میں اڑاتی ہوئی مجھے یہاں تک لائی تھیں۔ اب وہ مجھے واپس جانے کا حکم دے رہی تھیں جبکہ وہ حسبِ سابق مجھے اڑا کے اپنے قبیلے میں پھینک سکتی تھیں۔ اس بار ایسا کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ لمحوں میں یہ نکتہ میری سمجھ میں آ گیا کہ اب میں ایک معمولی آدمی نہیں ہوں۔ اسی لیے یہ جھجک رہی ہیں۔ ان کے چہروں پر گریز، تشویش اور تکدر دیکھ کے میرا انتشار فزوں ہو گیا۔ ”اس سے کہو۔“ میں نے جرأت سے کہا۔ ”آج میرے بارے میں فیصلہ کر دے۔ ماہ و سال کی یہ گردش تو جاری رہے گی، بہت ہو چکا۔ میرے اندر جتنا بھی حوصلہ تھا، ختم ہو چکا۔ کوئی اعزاز اس کی نظروں میں محترم نہیں۔ سو وہ میری تقدیر اپنے جلوے کی نمائش تک محدود کر دے اور مجھے بے دست و پا بنا دے۔ اگر وہ گوشت پوست کا یہ متحرک شخص دیکھنے پر آمادہ نہیں ہے جو اپنے حواس اور اعصاب پر قابو نہیں رکھتا تو وہ اسے کوئی در بنا دے جہاں سے وہ ہمہ وقت گزرتی ہو۔ مجھے پتھر کے خول میں مقید کر کے اپنے عشرت کدے میں سجا دے تاکہ میں ہمیشہ اس کے روبرو رہوں۔ وہ مجھے اس چوکی میں منتقل کر دے جہاں اس کا بدن تھک کے آرام کرتا ہو۔ اس سے کہو، وہ مجھے اپنی غذا بنا لے اور اُس پیالے میں لوٹ دے جس میں اس کے لیے شراب بھری ہو۔ میری تحلیل سے اس کا نشہ کچھ اور ہو جائے گا۔“

”جاؤ جاؤ۔“ میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔ ”جو میں نے کہا ہے، اُسے اس تک منتقل کر دو اور میرے لیے بدترین سزاؤں کے احکام لاؤ۔ یقیناً وہ میرے شایانِ شان سزا تجویز کرے گی۔ میں نے اتنے بہت سے راستے بتائے ہیں۔ اُس سے پوچھ کے میرے بارے میں جلد از جلد کوئی فیصلہ کر دیں۔ انتظار اور ہجر کی یہ عذاب ناک کیفیت ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ میں اپنا انجام چاہتا ہوں۔“

”سیدی جابر! تمھاری ذمے داریاں کچھ اور ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمھیں اس قصر سے باہر چھوڑ آتے ہیں۔“ دوشیزہ نے نرمی سے کہا۔

”تم اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔ میں یہیں پڑا رہوں گا۔ میں اپنی ذمے داری پہچانتا ہوں۔ جزیروں اور قبیلوں کی سرداری۔ ہا۔ یہ یہ سب کس کے لیے حاصل کیا تھا؟ کیا اُن سیاہ فام عورتوں کے لیے اور اُن غلاموں کے لیے؟ وہ جانتی ہے، وہ سب میری نظروں میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔ میں یہیں رہوں گا، کسی بھی حیثیت میں۔“ میں نے پُرعزم لہجے میں کہا اور ستون سے چمٹ گیا۔

وہ میری ضد سے متاثر ہو کے ایک دوسرے کا چہرہ تکنے لگیں۔ ”دیوتا تمھاری رہبری کریں جابر بن یوسف! تم ایک بدترین غلطی کے مرتکب ہو رہے ہو۔ تم یہاں ایک انہونی بات کی خواہش کر رہے ہو۔ چونکہ تمھیں اس حکم کا جواز بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے مزید گفتگو اور اکراہ کے بغیر ہمارے ساتھ چلو۔ کیا تمھیں کسی مشروب کی ضرورت ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے جھلا کے کہا۔ ”میں نے ابھی ابھی اس کے جمال کا مشروب نوش کیا ہے۔ اب کسی اور شربت کی ضرورت نہیں رہی۔ میری یہ کیفیت محض اسی سبب سے ہے۔ یہ مذاق اب بند ہونا چاہیے۔“ میں نے چیختے ہوئے کہا۔

ان کی آنکھوں میں خوف اُتر آیا۔ چہروں پر زردی چھانے لگی۔ وہ جھرجھری لے کے ایک ساتھ اپنے ہاتھ پشت کی جانب کر کے جھک گئیں اور انھوں نے زیرِ لب آقابلا کے نام کا ورد کیا۔ ان لرزیدہ آوازوں میں ہیبت بھی تھی اور سوز بھی شامل تھا۔ میں ستون سے چمٹا ہوا اپنی جگہ مستعد کھڑا تھا۔ جب انھوں نے اپنا رُخ بدلا اور دوبارہ میری طرف رجوع ہوئیں تو مجھے پہلی بار اپنے اعصاب میں خشکی کا احساس ہوا۔ اُن کے ہاتھوں میں بلوریں جام تھے اور ان کے چہروں پر سُرخی لہرانے لگی تھی۔ وہ سب دوبارہ میری طرف متوجہ ہو گئیں۔ ان کی شعلہ بار آنکھیں مجھے اپنے جسم میں کانٹوں کی طرح چبھتی محسوس ہوئیں۔

میں نے غیر اختیاری طور پر جارا کا کی کھوپڑی اور اپنے دوسرے نوادر دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیے۔ ”مقدس جاملوش تیرے لیے۔“ میں نے بلند آواز میں کہا۔ ”میری طلب میں کوئی خامی نہیں ہے۔ تیرا غلام سینہ سپر ہے۔ یہ کھیل ختم کرنے کے لیے۔ تیرے لیے، ہاں دیوتا گواہ ہیں کہ مجھے تیرا خیال ہے۔ تو علم میں سب سے افضل ہے۔ بس کہ ایک آخری معرکے کی اجازت دے۔“ یہ کہتے ہوئے میں نے شپالی گھمائی۔ شپالی سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح پھیلا دیے کہ اب میری طرف بڑھتی ہوئی دوشیزاؤں کا سحر کارگر نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ میری خام خیالی تھی۔ انھوں نے جام اپنے حلق میں انڈیل لیے تھے اور ان کے تیور بدل گئے تھے۔ میں شپالی ان کی طرف پھینکنے سے گریز ہی میں رہا کہ مجھ پر دفعتہً غنودگی کا غلبہ ہوا۔ میری گردن اچانک لڑھک گئی اور جسم بے طرح ٹوٹنے لگا۔ ایک دوشیزہ نے اشتعال سے میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر میں صرف اس قدر دیکھ سکا کہ میرے اردگرد بادل اُٹھ رہے ہیں اور میرے پیر زمین سے اُٹھ چکے ہیں۔ پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔

میرے چہرے پر چیونٹے سفر کر رہے تھے۔ جب میری آنکھ کھلی تو وہاں کچھ نہیں تھا۔ میں جنگل میں ایک درخت کے نیچے بے بسی سے پڑا ہوا تھا۔ اردگرد پرندوں اور درندوں کا شور غل تھا۔ یہ سب میرا منہ چڑا رہے تھے۔ جابر بن یوسف کا مذاق اڑا رہے تھے۔ چہرے پر خون لتھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر طرف اندھیرا طاری ہو گیا ہو اور سائیں سائیں کی آوازیں آ رہی ہوں اور دُنیا لٹ گئی ہو اور میں کہیں ڈوب رہا ہوں۔

میں توری کے جنگل میں تھا اور مجھے سرنگا کا چہرہ بے اختیار یاد آ رہا تھا۔ وہ سنجیدہ اور بُردبار چہرہ۔ اس سرزمین میں ان حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے کئی سال گزر گئے تھے۔ اب یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس پُراسرار خطۂ ارض میں نووارد ہوں اور میرے گلے کے یہ نوادر صرف نظر کا فریب ہیں۔ پیچھے جو ایک لمبی سرگزشت ہے، وہ ایک خواب ہے۔ آگے جو میرے دن ہیں، وہ بھی خواب ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ حقیقت صرف یہ ہے کہ میں ایک طویل نیند میں ہوں۔ نہ جانے کب سے سو رہا ہوں، نہ جانے کب تک سوتا رہوں گا۔ یہاں مہذب دُنیا کا ہر فرد سو رہا ہے اور عجیب و غریب خوابوں سے دوچار ہے۔ ہم سب ایک جیسے خواب دیکھ رہے ہیں یا پھر ایسا ہے کہ ہمارے دماغ اُلٹ گئے ہیں۔ میرا دماغ پک رہا تھا اور یاسیت مختلف انداز میں اس سرزمین کے طلسم و افسوں کی تعبیریں کر رہی تھی۔ ہر غصے، اشتعال اور انتقام سے ذہن پاک تھا۔ نہ حزن تھا، نہ یہ رنج کی کیفیت تھی۔ یہ سکرات کا عالم تھا۔ زندگی اور موت کی کوئی ایسی کیفیت تھی جہاں دونوں میں کش مکش ہو رہی ہو۔ جنگل سے کچھ دُور توری کے محلات تھے جو قصرِ آقابلا میں جانے سے پہلے میں نے جاملوش کی امانت

سے زمین سے برآمد کیے تھے۔ ان محلوں کی ایک خلقت میری جنبشِ نگاہ کی غلام تھی۔

اور میں نے خود کو اپنی غلامی میں دے دیا تھا اور یہاں یوں بھی کوئی آزاد شخص نظر نہیں آتا تھا۔ اقابلا بھی غلام تھی، جالوش بھی غلام تھا، سرنگا اپنی عظیم دیوی کی رفاقت کے باوجود پہلے سے زنداں میں مقیم تھا۔ ہر فرد کسی نہ کسی کا پابند تھا۔ دیوتا بھی اپنے قوانین کے غلام تھے، ہر شخص ایک خاص منزل پر جا کے ٹھیر جاتا تھا۔ صرف درجوں، رُتبوں اور مختلف صورتوں کا فرق تھا۔ باقی کوئی چھوٹا غلام تھا کوئی بڑا۔ جالوش بھی اپنے سحر کا مطیع تھا۔ اقابلا حکمرانی کے سبب بے بس تھی۔ آزادی۔ مجرد آزادی کہیں نہیں تھی، کسی فرد کو نصیب نہیں تھی لیکن مہذب دُنیا میں کیا تھا؟ وہاں بھی لوگ مادّی و روحانی رسوم و عقائد کی رعایا تھے۔ یہاں بھی وہی کچھ تھا۔ کون کہتا ہے کہ اقابلا اس سیاہ خانے کی سب سے مقتدر ہستی ہے۔ وہ سیاہ و سفید کی مالک ہے۔ کون کہتا ہے کہ جالوش ساحروں میں سب سے بڑا ساحر ہے۔ بے شک یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مگر میں نے اقابلا کی آنکھوں میں عجیب حسرت دیکھی تھی اور میں نے جالوش کی کرب ناک چیخیں سنی تھیں۔

وہ سارا دہشت ناک منظر میری نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ میں کوئی توجیہہ نہیں کر سکتا۔ جب میں نے اُس کے سیمیں بدن سے پھول نوچے اور جب اُس پر وارفتگی طاری ہوئی تو جالوش نے کیوں مداخلت کی اور لمحوں میں یہ منظر کیسے بدل گیا۔ مجھے قصرِ اقابلا میں بلا اجازت داخلے کی اجازت مل گئی اور مجھے کسی تنکے کی طرح ایک جگہ سے اُٹھا کے دوسری جگہ پھینک دیا گیا۔ شاید تاریک برِاعظم کے عالموں اور ساحروں کو میری اُس کی جذباتی وابستگی قبول نہیں ہے۔ شاید جالوش اقابلا کا سب سے بڑا طلب گار ہے۔ یہاں کا ہر شخص اس کی جستجو کرتا ہے، اسی کے حسن کا سارا سحر ہے۔ ہر طرف رقیب آنکھیں اور دشمن رہتے ہیں۔ کیا میں جالوش سے بڑا ساحر اور بڑا عالم ہوں؟ کیا میں انگرومل کے جیّد بزرگوں سے بڑا درجہ رکھتا ہوں، میرے راستے میں دیو قامت لوگ کھڑے ہیں۔ یہ چٹانیں عبور کرتے کرتے زندگی گزر جائے گی۔ خیال کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ جب اقابلا نے پہلے سے سوا نوازنا شروع کیا تو جالوش کے نالے کیوں برپا ہو گئے۔ میں نے طرح طرح اپنے خیالوں کی بساط جمائی۔ ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اُس کی نگاہِ التفات کس کی طرف مرکوز ہے؟ یہ احساس ہی کتنا جاں بخش ہے کہ اُس نے اپنے قصر میں داخل ہونے کی جسارت درگزر کر دی اور مجھے طلب کیا اور اس نے میرا نام لیا۔ اس کے شکریں لبوں پر میرا نام تو آیا۔ اس نے اس پُراسرار ملبوس میں مجھے طرح طرح سرفراز کیا — یہ سب سراب نہیں ہے مگر پھر اور کیا ہے؟ کیا نہیں ہے، کیا ہے؟ جابر بن یوسف! اے پاگل شخص ہوش میں آجا یا ہوش کھو دے۔ یہاں بیٹھا بیٹھا کیا دماغ سوزیاں کرتا ہے۔ او حبشی تیرا شیطان بھی یہاں اسیر بلا ہے۔ جا سرنگا کا رُخ کر۔ اُس بوڑھے کی آغوش میں ڈوب جا جہاں گداز ہی گداز ہے۔ کسی بھی غار میں بند ہو جا۔ یہ کہاں بھاگتا پھر رہا ہے او خنزیر! اپنے گالوں پر طمانچے لگا، او بزدل شخص تیرے ہاتھ تیرا گلا گھونٹنے سے جھجکتے ہیں۔ بس ابھی موت و زیست کا یہ فاصلہ ختم کر دے۔ خنجر اُٹھا اس بار جارا کاکا کی کھوپڑی کو اپنے ہی سیلِ سُرخ سے غسل دے دے

میں یہ مقدس فریضہ انجام نہیں دے سکا کیونکہ میرے بالیں پُراسرار دیوی کھڑی تھی۔ میں نے منہ موڑ لیا اور درخت کے تنے سے منہ ہو کے لیٹ گیا۔ درخت کی جڑ میں مقیم چیونٹے میری پلکوں پر تیر رہے لیکن وہ کاٹ نہیں سکے یا ان کے کاٹنے کا مجھ پر اثر نہیں ہو سکا۔ چیونٹے میرا مرتبہ جانتے تھے۔ دیوی کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں میں نے ایک بار منہ اُٹھا کے پشت کی جانب دیکھا۔ دیوی کی چکیلی آنکھ میری ہی جانب مبذول تھیں۔ وہ یقیناً میرے جلتے ہوئے جسم پر مرہم آئی ہو گی۔ اسے سرنگا نے بھیجا ہو گا۔ میں اُٹھ کے بیٹھ گیا اور نگاہیں جھ جھکائے میں نے پوچھا ”کوئی نیا تازیانہ؟“

اس کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے اور اُس نے مخصوص میں اپنا ہاتھ اُٹھا کے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا جیسے ٹھیرنے اور تحمل کا مشورہ دے رہی ہو۔

”کیا میرا وقت ابھی نہیں آیا؟“ میں نے طنز سے کہا۔

اس نے کسی قدر شوخی سے میری طرف ایک پھول اچھال جی چاہا کہ اُسے اپنے پیروں سے مسل دوں لیکن میں ایسا کرنے نہ کر سکا۔ میں نے بے دلی سے پھول اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سرنگا کی دیوی چند ثانیوں تک میرے کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر اس نے اپنی انگلیاں مختلف شکلوں میں گھما جانب خاک پھینک دی۔ یہ خاک جب میرے جسم سے مس ہوئی تو چیونٹے جو میری لاش پر دندنا رہے تھے، بے دم ہو کے زمین پر گرنے مجھے کچھ بے وزنی کا احساس ہوا۔ سرنگا کی دیوی کے چہرے پر بہ تمام و رعنائی تھی۔ جیسے وہ ان تمام اسرار سے بے نیاز ہو۔ اس کی بے نیاز کے مجھے حیرت ہوئی۔ اُس نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں لپک کے جب میں نے اُس کا بازو پکڑ کے اپنی روداد غم اسے سنانی چاہی سے گلے لگ کے اشک بہانے چاہے تو وہ فضاؤں میں گم ہو گئی۔ تنہا رہ گیا۔

سرنگا کی دیوی اس سیاہ خانے میں ہمیشہ میرے لیے رد بن کے نمودار ہوتی تھی۔ اس کے آنے سے قلب و ذہن میں ایک سرایت کرنے لگی۔ میں نے اپنے ذہن کو دلاسا دیا۔ کچھ اور نہیں تو سر خیال سے اتفاق کرنا چاہیے۔ نجات ناممکن ہے مگر ایک کوشش کیوں نہ دیکھ لی جائے۔ سرنگا کی دیوی کے چہرے پر یقین کی ایک طلسم کا یہ کارخانہ تو نہ جانے کب سے قائم ہے اور کب تک قائم انگرومل کے باغیوں نے کہا تھا کہ انھوں نے ایک زمانہ اُس کی طلب دیا اور ناکام ہو کے یہ سارا نظام تباہ و برباد کرنے کے لیے اٹھے میں نے خود کو تلقین کی لیکن افہام و تفہیم کی یہ صورت اُسی وقت تھی جب سرنگا کی دیوی نے اس ویرانے میں اپنی تجلّی بکھیری تھی۔

آنکھوں میں کوئی ایسا اثر، اس کی پھینکی ہوئی خاک میں کچھ ایسا جادو اور اس کے اچھالے ہوئے پھول میں کوئی ایسا ساحرانہ کرشمہ تھا کہ میرے تنِ مردہ میں جان سی پڑ گئی۔ میں نے اپنا رُخ سرنگا کے غار کی طرف کرنا چاہا لیکن میرے قدم خود بخود توری کی آبادی کی طرف بڑھنے لگے۔ بیزنار سے آنے کے بعد میں نے صرف چند لمحے توری میں سکون سے گزارے تھے۔

جب میں توری کی بستی میں داخل ہوا تو سورج چڑھ آیا تھا اور محلات روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ میں ایک شکست خوردہ شخص، اُس شخص کی طرح جس نے اپنی شکست دل سے قبول کر لی ہو، اپنا راستہ آہستہ آہستہ طے کر رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں دوبارہ توری کی بستی کی طرف واپس ہو جاؤں چونکہ میں خود کو نیست و نابود کرنے میں ناکام ہو چکا تھا۔ میں ایک سرد، خاموش اور نرم رو شخص کی حیثیت سے توری کی گلیوں سے گزرا۔ مجھے دیکھ کے میری بستی کے لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ میری آمد کے سلسلے میں ایک طویل جشن منایا جا رہا تھا۔ میں ابھی آیا کہاں تھا؟ آتے ہی اقابلا کے قصر کا سراغ لگانے میں منہمک ہو گیا تھا۔ ان کی پزیرائی اور گرم جوشی پر میرے ردِعمل میں کوئی تیزی اور پھرتی نہیں تھی۔ میں نے بہت کم لوگوں پر نظر ڈالی۔ نخیف اور نادم سا ان کے سامنے سے گزرتا گیا اور وہ سردار کی تکریم میں زمین پر لوٹتے گئے۔ راستے میں فرزاد اور زارے بھی میرے عقب میں چلنے لگے۔ میں نے ان سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ میرے پیچھے توری کے لوگوں کا اُمڈتا ہوا سیلاب تھا۔ میں اپنے محل میں داخل ہوا تو یہ سیلاب وہیں رک گیا۔ فرزاد اور زارے بھی رک گئے۔ میری طرف سے کوئی حکم نہ سُن کے وہ باہر ہی ٹھیر گئے۔

اندر سرتیا، فروزیں، مہذب دنیا کی دوسری لڑکیاں اور سیاہ فام دوشیزائیں اپنے سارے ہنگامے چھوڑ کے میری طرف لپکیں۔ سرتیا نے میرا دایاں بازو پکڑ لیا اور فروزیں جھکتے ہوئے میرے بائیں طرف ہو گئی ”تم کہاں چلے جاتے ہو سیدی جابر کہ تمھارا کوئی نشان بھی نہیں ملتا؟ تم ہمیں بتا کے بھی نہیں جاتے۔ تمھیں نہیں معلوم کیسے کیسے خیال ستاتے ہیں۔“ سرتیا نے گلوگیر آواز میں کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ میرے لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تیر گئی۔ سرتیا میرے جواب کی منتظر تھی۔ وہ میرا بازو جھنجوڑتے ہوئے بولی ”تم خاموش کیوں ہو سیدی؟ کیا بات ہے؟ تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تمھاری خوں ریز مہمات میں کبھی حائل نہیں ہوں گی۔“

”کچھ نہیں۔ کچھ نہیں سرتیا! میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔“ میں نے اس کا رخسار تھپ تھپاتے ہوئے تحمل سے کہا۔ ”میں جنگل میں مقیم تھا۔ میری طبیعت بھی ٹھیک ہے۔“

فروزیں میرے سامنے آگئی ”سیدی! یہ نرم خوئی تم میں پہلے تو نہیں تھی؟“

فروزیں کو محوِ کلام دیکھ کے مجھے حیرت ہوئی۔ بے اختیار مجھے ہنسی آگئی۔ یہ ایرانی لڑکی پہلی بار مجھ سے اس لہجے میں مخاطب ہو رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا۔ کیا تم نے میرے بارے میں اپنی رائے بدل دی ہے؟ مگر میں نے قصداً کچھ نہیں پوچھا۔ اس کے فتنہ انگیز بدن سے نظریں چرا کے میں نے کہا۔ ”شاید میں تھکا ہوا ہوں۔“

”میں تمھارا سر دبا دوں؟“ اس نے اشتیاق سے کہا۔

”ہم تمھارا انتظار کرتے رہے۔“ جولیا اور مارشا نے کسی تکلف کے بغیر کہا۔

”کیا تمھیں کسی مشروب کی ضرورت ہے؟ رقص کا اہتمام کیا جائے؟“ سرتیا نے پوچھا۔ میں نے ان سب کے جواب میں ہاتھ اٹھا دیا۔

”میں تنہائی چاہتا ہوں۔“ میں نے ان سے کہا۔

”کوئی نئی افتاد آ پڑی ہے کیا؟“ سرتیا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

”کیا تم پھر کسی طویل سفر پر روانہ ہو رہے ہو؟“ جولیا اور مارشا نے لقمہ دیا۔

”نہیں نہیں۔“ میں نے اکتا کر کہا۔ ”میں یہیں موجود ہوں۔“

سرتیا نے ہاتھ اُٹھا لیا۔ میرے عقب میں چلتی ہوئی سیاہ فام لڑکیاں آہستگی سے واپس ہونے لگیں۔ صرف جولیا، مارشا، فروزیں اور سرتیا رہ گئیں اور ساتھ ساتھ میرے وسیع و عریض کمرے تک آئیں۔ میں نے اپنے نوادر آثار کے ایک اونچی جگہ رکھ دیے اور پتھر کی ایک بڑی چوکی پر دراز ہو گیا۔ میری سانس تیز تیز چل رہی تھی۔

”کیا ہم چلے جائیں؟“ سرتیا نے پوچھا۔

میں نے بے خیالی میں ہاتھ ہلا دیا۔ میری نگاہیں چھت پر ٹکی ہوئی تھیں۔ مجھے اندازہ نہیں ہے کہ وہ کتنے لمحے اور ٹھیریں۔ جب سانس قابو میں آئی تو میں نے دیکھا، وسیع ایوان میں اونچے اونچے ستون تھے اور کوئی نہیں تھا۔ خیال پر کون پہرے لگا سکتا ہے، آدمی طلسم کا پابند ہو، رسم و رواج کا مطیع ہو، یا کسی خاص نظریے کا حامل ہو اور شدت سے کسی ایک مکتبِ فکر کا مبلغ ہو مگر وہ متضاد مخالف اور متنوع خیالوں کی آمد روکنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص کے دماغ میں متعدد آزاد خیال آدمی بیٹھے رہتے ہیں۔ متشدد، صلح جو، شیطان اور شریف النفس لوگ اور شاید بڑے آدمی، قابو یافتہ آدمی کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ اپنے سر میں بیٹھے ہوئے مختلف الخیال آدمیوں کی سرکوبی کر دیتا ہے اور کسی ایک خیال کے سوا دوسرے خیالوں کے در بند کر دیتا ہے۔ اسی کو تزکیۂ نفس کہتے ہیں۔ یہ ایک مکمل قناعت ہے اور مکمل سکون۔ تاریک برِاعظم میں متعدد بار میں اس قسم کے تجربے کر چکا تھا۔ زارشی کے صحرا میں آگ کے گرد بیٹھے ہوئے مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ اسارا میں جارا کاکا کی عبادت میں بھی میرا یہی حال تھا۔ جالوش کے علاقے میں بھی کئی مرتبہ میں نے ضبطِ نفس کے غیر معمولی مظاہرے کیے تھے لیکن جب یہ صورتِ حال ختم ہو جاتی تھی اور میں انسانوں کے درمیان آجاتا تھا تو یہ ترغیب مجھ پر اثر انداز ہونے لگتی تھی۔ میں اُس وقت کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ فکر ایک عذاب ہے، خالی الذہنی سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ لہٰذا میں نے نہ پیچھے کے واقعات سوچنا چاہے، نہ اُن گل بدن لڑکیوں کی طرف

توجہ دی جو ترغیب و تحریص کا منبع تھیں اور ابھی ابھی میرے سامنے سے ہو کے گئی تھیں۔ میں چوکی کے پتھر سے سر لگائے اپنے آپ میں گم رہا۔ خاصی دیر ہو گئی۔ میں چوکی ہی پر منجمد رہا۔ میرے انہماک کا سلسلہ اُس وقت ٹوٹا جب میں نے اپنے سر میں سلائیاں سی محسوس کیں۔ ہڑبڑا کے دیکھا تو سرتیا میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

"تم؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں! شاید تمھیں میری ضرورت ہے۔" اس نے حسرت سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے بے خیالی میں کہا۔ "تم کھڑی کیوں ہو؟ آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔ یہاں اس طرف۔" میں نے اپنے پہلو کی طرف اشارہ کیا۔

وہ چپ چاپ میرے قریب بیٹھ گئی اور میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ "تمھیں کیا ہو گیا ہے سیدی!" وہ دل گرفتہ انداز میں بولی۔

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

چند لمحوں میں مجھے اپنے سینے پر گرم قطروں کا احساس ہوا۔

میں نے پہلو بدل کے اس کا چہرہ اُٹھایا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ "تم رو رہی ہو سرتیا؟ تم کس لیے رو رہی ہو؟"

اسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا، اس کی آنکھوں سے زار و قطار آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ "تم سرنگا کی باہمت لڑکی۔ رو رہی ہو۔ ہیں۔ تم کیوں رو رہی ہو؟" میں پوچھتا رہا، ہکلاہٹ اور لہجے کے کسی نظم کے بغیر۔ وہ روتی رہی۔

پھر میں نے اُس کا چہرہ قریب کیا۔ آنسوؤں سے اُس کے رخسار تر بہ تر تھے۔ میں نے ان قطروں سے اپنی تشنہ زبان تر کرنی شروع کر دی۔ میں نے اُس کے تمام آنسو پی لیے۔ "جاؤ۔" میں نے بمشکل تمام کہا۔ "میں اب اُداس نہیں ہوں گا۔ زندگی بھی یہاں جس طرح گزرے گی گزر جائے گی۔ کسی اُمید کسی آرزو کی ضرورت کیا ہے؟ جو ہمیں دیا گیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں ہے؟"

"یہ سب کب ختم ہو گا؟" وہ ہچکیوں سے بولی۔

"کون جانے؟" میں نے اداسی سے کہا۔ "کسے معلوم ہے۔"

"کیا سب کچھ اسی طرح قائم رہے گا؟"

"بظاہر۔ ممکن ہے کوئی تبدیلی آ جائے۔ کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔ ہو سکتا ہے، تم کبھی اپنا وطن اپنے چہرے دیکھ سکو مگر میں کہتا ہوں یہ تو بیہودہ ہی سوہان روح ہے۔"

"میرا باپ کس اُمید پر زندہ ہے۔ اسے اب مر جانا چاہیے۔"

"اوہ۔" میں نے اس کا چہرہ سختی سے تھامتے ہوئے کہا۔ "وہ صرف تمھارے لیے زندہ ہے۔ اُس کا یقین اسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔"

"نہ جانے وہ کون سا بدنصیب دن تھا جب ہم نے افریقہ کے اس علاقے کا رُخ کیا تھا۔ یہ میرے باپ کے دماغ کا فتور تھا۔ وہ اس بات پر خوش تھا کہ وہ ایک نادیدہ دنیا میں جا رہا ہے۔" سرتیا رقت انگیز لہجے میں بولی۔

"خاموش ہو جاؤ۔ ایسی باتیں تمھارے منہ پر سجتی نہیں ہیں۔ تمھارا حسن تمھاری متانت اور سنجیدگی میں ہے۔ وہ وقار جو تمھارے ہر انداز میں ہے فرض کر و ایسی کوئی مصیبت تم پر مہذب دنیا میں آ جاتی؟ تم معذور ہو جاتیں؟"

"کاش اس کے بدلے ایسا ہو جاتا۔"

"تم ایسی باتیں کرو گی تو میرے آنسو بھی نکل آئیں گے اور میں یہاں نہ جانے کتنے سمندر اپنی آنکھوں میں روکے ہوئے ہوں۔"

"تم بھی رو دو۔ خوب رو دو۔ میں تمھارے سارے آنسو پی جاؤں گی۔" شدتِ جذبات سے اس کا گلا رُندھ گیا۔ "سیدی!" وہ سرگوشی میں بولی۔ "کیا تمھیں یقین ہے کہ اب نجات ممکن نہیں ہے؟"

میں نے جواب دینے کے بجائے اپنی انگلیوں سے چوکی کے گرد ہالہ بنایا اور آہستگی سے کہا۔ "ہاں سرتیا! یہ میرا یقین ہے۔"

"ہم کبھی واپس نہیں جائیں گے؟" اس نے تصدیق چاہی۔

"یہاں تمھارا زندہ رہنا اور اپنی عزت کے ساتھ زندہ رہنا معجزہ ہے۔ بلاشبہ اس میں تمھارے باپ کی فضیلت کو بڑا دخل ہے اور وہ عظیم دیوی جو تمھاری نگہبان ہے۔ تم نے فلورا کا حشر دیکھ لیا؟ بتاؤ تمھارے بدن پر کوئی آنچ آئی؟"

"مگر اس زندگی سے موت اچھی ہے۔ یہ برہنگی، یہ وحشیانہ اطوار، یہ رنگے ہوئے چہرے۔ کیا ہمیں کبھی مرنا نہیں ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے اس کے لبوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"یہی کہ جب ایک دن مر جانا ہے تو پھر ابھی سے کیوں نہ اپنی موت کا جشن منایا جائے۔ ہم موت کو تو نہیں روک سکتے۔"

"یہ تمھاری روح تک کو غلام بنا لیں گے اور تم صدیوں تک اسی نظام میں ان کی آلۂ کار رہو گی۔"

"یہ سب کیا ہے سیدی؟" وہ دہشت میں بولی۔

"یہ نہ جانے کیا ہے؟ ہم کہاں ہیں؟ کون سے زمانے میں ہیں؟ ہم ماضی میں سفر کر رہے ہیں یا یہ مستقبل کی کوئی زندگی ہے؟ کچھ پتہ نہیں۔ میں ابھی تک ایک جاہل شخص ہوں۔ جو باتیں میں نے جانی ہیں، انھوں نے میرا ذہن اور الجھا دیا ہے۔ میں تمھارے سامنے کوئی تشریح نہیں کر سکتا۔ شاید تمھارا محترم باپ سرنگا جانتا ہے۔ ممکن ہے وہ کسی دن کوئی مژدہ سنائے کیونکہ اس کے پاس ایک بڑی طاقت والی عورت ہے۔"

"وہ دیوی ہے۔" سرتیا احترام سے بولی۔

"دیوی۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سیدی جابر! ایک بات کہوں؟" سرتیا نے اپنا چہرہ میرے ہاتھوں سے آزاد کراتے ہوئے پوچھا۔

"کہو۔" میں نے سادگی سے کہا۔

"اگر مجھے تم سے کچھ کہنے کا اختیار ہے تو مجھے کہہ دینا چاہیے۔"

"تمھیں پورا اختیار ہے۔" میں نے گرم جوشی سے کہا۔

"تم اپنے یہ وحشیانہ اطوار بدل لو۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "یہ قتل و غارت گری، یہ خوں ریزی، نوجوان لڑکیوں کے سینوں میں بے دریغ چھرا گھونپ دینا، آگ

جلا کے ان کی لاش سرد کر دینا، خون پینا، یہ درندگی، سفاکی تمھارے چہرے، جسم اور ماضی سے مطابقت نہیں رکھتی۔"

"یہ عبادت ہے، یہاں یہی کیا جاتا ہے، جارا کا کی مقدس روح انھی قربانیوں سے خوش ہوتی ہے۔ اگر تمھیں یہاں رہنا ہے تو یہاں کے طور طریقوں سے منکر کیسے ہو سکتی ہو؟ میری فتح یہی ہے کہ میں نے ہر معاملے میں پیش قدمی کی ہے۔"

"پھر بھی تم اعتدال کا رویہ ضرور برقرار رکھ سکتے ہو۔"

"تمھارا مطلب ہے، تشدد تمھیں سخت ناپسند ہے؟" میں نے شوخی سے کہا، وہ میری بات سمجھ گئی اور شرما گئی۔ "تم پر شدید قسم کا تشدد کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

اس کی نظریں نہیں اٹھیں اور اس کے منہ پر خاموشی کا پہرا لگ گیا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" میں نے اُس کے کان پکڑتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔" وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ "مجھے خوشی ہے کہ تمھاری اداسی دُور ہو گئی۔ کیا میں تمھارے لیے کوئی کنیز بھیجوں۔ یا جسے تم کہو۔" اس نے مشکل سے یہ الفاظ ادا کیے۔ میں اس چاشنی آمیز طنز سے دُہرا ہو گیا۔

"نہیں۔ تم مجھ سے باتیں کرتی رہو۔" میں نے اس کی زلفیں کھینچ لیں۔

"سیدی!" وہ پُرخیال لہجے میں بولی۔ "تم ایک بہت بڑے جادوگر ہو گئے ہو۔ میں سمجھتی ہوں، تم نے یہاں کے حیرت انگیز مظاہر سے متاثر ہو کے نجات کی کوششیں ترک کر دی ہیں۔ اگر تم دوبارہ اس جستجو میں رہو تو۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تم سرنگا کے لہجے میں بات کر رہی ہو۔"

"ہاں۔ ہم سب مہذب دنیا کے لوگوں کا ایک ہی لہجہ ہے۔ ہم سب کا ایک ہی مقصد ہے، تم جیسے جری باحوصلہ شخص کا یہ مقصد نہیں رہا۔ نہ جانے تم کس خیال میں ہو؟"

سرتیا نے ایک ساتھ اتنی باتیں مجھ سے آج تک نہیں کی تھیں۔ آج اس کے بیان میں بڑی سنجیدگی تھی۔ "ہاں،" میں نے غیر یقینی انداز میں کہا۔ "میں تم لوگوں کی خاطر ناسپاس گزاری ضرور کروں گا۔ مجھے سرنگا کی ہر بات یاد ہے۔ ممکن ہے میں اس سے جلد ملوں گا لیکن جب تم مہذب دنیا میں واپس چلی جاؤ گی تو مجھ سے بہت دُور ہو جاؤ گی۔ تم ہندوستان چلی جاؤ گی۔"

"تم کوئی معاہدہ کرنا چاہتے ہو؟" وہ کسمسا کے بولی۔

"تم بلاغت کھو رہی ہو۔ اتنی خوب صورت لڑکی کو بلیغ باتیں ضرور آنی چاہئیں۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"مجھ سے جواب نہیں آتا۔" وہ شرما کے بولی۔

"میں تمھیں معاف کرتا ہوں۔" میں نے سرخوشی میں کہا۔

اس نے میرے آگے ہندی انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"تم ایک دیوی لگتی ہو۔ بالکل اپنی دیوی کی طرح۔ جب وہ جنگل میں آئی تھی تو اس نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا تھا اور یہاں تم نے میرا غبار دور کر دیا۔ تمھارا پورا خاندان جادوگروں کا خاندان ہے۔ اور سب سے بڑی جادوگر تم ہو۔"

"آؤ چلیں۔" وہ مسکرا کے بولی۔ "ہمارے ساتھ غذائیں کھاؤ۔ کتنا زمانہ ہو گیا تمھارے ساتھ سکون سے کچھ کھاتے ہوئے۔"

میں انکار نہیں کر سکا۔ وہ میری انگلی پکڑ کے مجھے اپنے کمرۂ خاص میں لے گئی، کنیزیں اسے دیکھتے ہی احترام سے کھڑی ہو گئیں۔ سرتیا نے اشارہ کیا اور چند ثانیوں میں انواع و اقسام کے پھل، مشروبات، گوشت کے پارچے سجا دیے گئے۔ جولیا مارشا اور فروزیں کو بھی بلا لیا گیا۔ جولیا مارشا پہلے سے چھکی ہوئی تھیں۔ جب یہ سب اکٹھی ہوئیں اور سیاہ فام لڑکیوں کا مستانہ رقص شروع ہوا تو میری انگلیوں میں کھجلی ہونے لگی۔ میں ان گداز جسموں میں خون کی مقدار تول رہا تھا۔ خون کے بھرے بھرے برتن میرے سامنے رقص کر رہے تھے۔ جس کے خنجر مارا جاتے۔ پیمانہ چھلک جائے لیکن میں خاموش رقص سے لطف لیتا رہا۔ جولیا اور مارشا نے سرتیا اور فروزیں کو ساکت بیٹھے دیکھ کر خود پیش قدمی کی۔ وہ میرے کاندھوں سے لگ کے بیٹھ گئیں۔ نہ جانے کب تک یہ رقص ہوتا رہا۔ نائو نوش کی یہ بزم بجی رہی۔ میری آنکھوں میں خمار پیدا ہو گیا۔ مشعلیں روشن ہو گئی تھیں اور سیاہ فام لڑکیوں کے پرے یکے بعد دیگرے ہمارے سامنے رقص کر رہے تھے۔ اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے مارشا سے پوچھا۔ "مارشا! وہ امریکی نوجوان شراڈ ہجوم میں کہیں نظر نہیں آیا؟"

"شراڈ۔ وہ پاگل آدمی۔ وہ تو بالکل بدل گیا ہے۔ تمھارے جانے کے بعد ادھر اُدھر گھومتا ہوا نظر آیا۔ پھر اس نے بستی کی طرف آنا ترک کر دیا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"مچھیرے کہتے ہیں کہ وہ توری کے جزیرے سے دُور ساحل سے ملحق جنگل میں کبھی کبھی نظر آتا ہے۔" مارشا نے جواب دیا۔

میں نے اسی وقت رقص بند کرنے کا حکم دیا۔ "تم اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"اور کچھ نہیں جانتی۔" مارشا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

شراڈ کے ذکر سے مجھ پر ہیجانی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں نے فوراً فزارو اور زارمے کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔

"وہ مخبوط الحواس ہو گیا ہے۔ جب سے تم نے جینا کو اس سے جُدا کیا ہے۔" سرتیا نے بے باکی سے کہا۔

"میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اب اس میں دیکھنے کی چیز ہی کیا رہ گئی ہے۔" مارشا نے کہا۔

"کیوں؟"

وہ مجھے اس کا حلیہ تفصیل سے بتانے لگیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان لڑکیوں نے تمام مسئلوں پر باقاعدہ گفتگو کی ہے اور وہ مہذب دنیا میں واپسی کے متعلق ہی سوچتی رہی ہیں۔ تھوڑی دیر میں فزارو اور زارمے مؤدب انداز میں اس شبستاں میں حاضر ہو گئے۔ "یہ کیسے لنگور نظر آتے ہیں۔" جولیا نے سرگوشی کی۔

میں نے اُسے تیز نظروں سے گھور کے دیکھا، وہ سہم گئی۔ فزارو اور زارمے نے مجھے شراڈ کے متعلق تفصیل سے بتایا کہ وہ کئی ماہ سے

توری کے ساحلی جنگل میں ریاضت کرتا رہتا ہے اور اب اس کے گلے میں جارا کاکا کی ایک کھوپڑی لٹکی رہتی ہے۔

”جارا کاکا کی کھوپڑی؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک بھونچال سا آیا۔ کچھ ایسی بے چینی بڑھی کہ میں رنگ و نشاط کی اس بزم سے فوراً اٹھ گیا۔ سرتیا نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ ”سیدی جابر! تم نے اعتدال کا وعدہ کیا ہے؟“

”ہاں۔“ میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ ”میں صرف اسے دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس نے اس عرصے میں کیا کمال حاصل کیا ہے۔ وہ امریکی نوجوان شروع سے بڑا پرجوش تھا۔“

”وہ ہماری دنیا کا ایک آدمی ہے۔“ سرتیا نے کہا۔ ”مگر وہ تم سے کسی طرح برتر نہیں ہو سکتا۔“

رات ہو چکی تھی۔ توری میں رات کے تمام ہنگامے عروج پر تھے۔ گلیوں میں اب پہلے جیسا شور نہیں تھا۔ اس لیے کہ محلات تعمیر ہو چکے تھے اور توری کے لوگ اب کشادہ کمروں میں اکٹھے ہو کر راتیں مناتے تھے دن بتاتے تھے۔ میں رات گئے توری کے ساحل پر پہنچ گیا اور میں نے سمورال کی دی ہوئی مالا سے شراڈ کی سمت معلوم کی۔ مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ توری کا ساحل میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ میں اندھیرے اور خنکی کی پروا کیے بغیر تیز قدموں سے آگے بڑھتا رہا۔ رات گئے تک میں نے یہ فاصلہ کاٹ لیا۔ شراڈ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ میں نے جنگل میں ہانک لگائی۔ ”شراڈ! مہذب دنیا کے نوجوان! توری کا سردار جابر بن یوسف آیا ہے۔“

کوئی آواز، چہکار نہیں ہوئی۔ یا تو وہ سہم گیا تھا یا کسی غار میں مقید تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا۔ جلد ہی وہ مجھے ایک چھوٹے سے غار میں لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو غار میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں اندر گھس گیا۔ غار زیادہ وسیع نہیں تھا۔ اندر جا کے میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ شراڈ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے آگ کے گرد ساکت بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ہتھیلیاں آگ کے سامنے بالکل ٹھہری ہوئی تھیں۔ میرا سینہ بھی جلنے لگا۔ یہ ایک زبردست مشقت کا عمل تھا۔ گویا شراڈ ریاضت کے ابتدائی مراحل سے گزر چکا تھا اور اس نے اپنا نفس مطیع بنانے کی قدرت حاصل کر لی تھی۔ اس کا سرخ چہرہ اب زرد پڑ چکا تھا اور اس وقت آگ کی لپٹوں سے روشن تھا۔ میں چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا اور میرے ذہن میں نفرت اور ہمدردی کے کئی جذبوں نے بیک وقت یلغار کی۔ میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور وہ آگ ایک ثانیے میں بجھ گئی۔ آگ بجھی تو شراڈ کا استغراق بھی ٹوٹ گیا۔ اس کی پتلیوں میں اضطراب سا پیدا ہوا اور اس نے خوف زدہ نظروں سے مڑ کے دیکھا۔ میں اپنے تمام جاہ و حشم کے ساتھ کھڑا تھا۔

اسے شاید سکتہ ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کرب سمٹ آیا اور وہ حیرانی سے میرا سینہ دیکھنے لگا۔ وہ کچی نیند سے جاگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ خاصی دیر تک حواس باختہ رہا اور میں اس کش مکش سے لطف لیتا رہا۔ ابھی تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ پھر اسے موجودہ صورت کا خیال آیا۔ اس نے تکلیف کے عالم میں اپنے ہاتھ نیچے گرائے۔ ”سیدی جابر! جزیرۂ توری کے معزز سردار! تم واپس آ گئے ہو؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”جزیرۂ توری ہی نہیں، پندرہ جزیروں کا سردار جابر بن یوسف تمہارے سامنے موجود ہے۔“

”پندرہ جزیرے؟“ وہ جھجک کے بولا۔ ”میں اس انہماک میں تھا ورنہ تمہیں خوش آمدید کہنے ضرور حاضر ہوتا۔“ اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

”تم سمجھتے ہو گے کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔ اسی لیے تم نے یہ ریاضت شروع کر دی یہی بات ہے نا؟“

”نہیں، تم غلط سمجھے ہو۔ بلاشبہ میں نے یہ ریاضت اس جزیرے میں سربلندی اور عزت حاصل کرنے کے لیے کی تھی اور تمہاری مثال میرے سامنے تھی۔ میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا نہ میری تم سے دشمنی تھی اور نہ میں تمہیں اپنا ہم سر سمجھتا تھا۔ میرے کسی رویے سے تمہیں دکھ پہنچا تو میں نے اس کی تلافی کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن تم نے مجھے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر میں یہاں چلا آیا اور میں نے یہاں بڑا سکون حاصل کیا ہے۔ میں مختلف غاروں میں پناہ لیتا رہا اور ایک بوڑھے زاہد نے مجھ پر مہربان ہو کے مجھے ساحرانہ عمل سکھائے۔ اسی نے میری ریاضت کے خلوص سے متاثر ہو کے جارا کاکا کی کھوپڑی بطورِ عطیہ دے دی۔

”اس کے بعد میں اس سے جدا ہو گیا اور میں نے اپنے لیے ایک غار کا انتخاب کیا۔“

اب بھی اس کے لہجے میں وہ دلیری تھی جو میرے اندر ہمیشہ نفرت پیدا کرتی تھی مگر اس بار میری نفرت کا وہ عالم نہیں تھا۔ میں نے اس کی روداد دلچسپی اور توجہ سے سنی اور جیسے جیسے میں سنتا گیا، مجھے اس سے ہمدردی ہوتی گئی۔ ”کیا تم مقدس آقا بلا سے دوبارہ ملے؟“

”نہیں۔ آہ!“ اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ”مجھے یہ شرف دوبارہ حاصل نہیں ہوا لیکن سیدی! سچ تو یہ ہے کہ جب سے میں نے اسے دیکھا ہے، میرا سکون غارت ہو گیا ہے۔ اس نے کوئی ایسی چنگاری میرے جسم میں ڈال دی ہے کہ جسم ہمیشہ سلگتا رہتا ہے۔“ وہ اشتیاق سے کہہ رہا تھا۔ ”سیدی! وہ اس قدر حسین ہے کہ کوئی دماغ اس کے حسن کے کمال کا تصور نہیں کر سکتا۔ میں تم سے سچ کہوں گا کہ اس ریاضت میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ کبھی میری برتری سے متاثر ہو کے مجھے اپنے قصر میں طلب کرے۔ میں اسی دن کے لیے زندہ ہوں۔“

میں غور سے اس کا اشتیاق سنتا رہا اور مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ ”شراڈ!“ میں نے نرمی سے کہا۔ ”آؤ کھلی ہوا میں چلیں۔“ وہ فوراً میرے ساتھ چلا آیا۔ ”شراڈ!“ میں نے ابتدا کی۔ ”کیا تمہارے دل پر اس کا نقش بہت گہرا ہے؟“

”میں بتا نہیں سکتا سیدی!“ وہ جذبات میں بولا۔

”آہ!“ میں نے گہری سانس کھینچ کے کہا۔ ”مجھے تم سے ہمدردی ہوتی ہے۔ تم نے جو کہا وہ سچ ہے اور تم نے جو کیا وہ صحیح ہے لیکن تمہارے گلے میں جارا کاکا کی صرف ایک کھوپڑی ہے۔ میری گردن دیکھ رہے ہو؟ نوادرات اور عطیات سے جھکی ہوئی ہے۔ یہ سب اس بات کی ضمانت ہے کہ میں نے اپنے تمام دن ریاضت اور مشقت میں گزارے ہیں۔“

”ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ تو کیا تم بھی....“ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

”نہیں۔ میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں، وہ تمہارے سامنے ہے میں ابھی تک اس سرزمین پر ہوں۔ توری کا سردار۔ اس کے سوا کیا ہے۔ کیا تمہیں اپنا مستقبل میرے سینے پر نظر نہیں آتا؟“

وہ میرا چہرہ دیکھنے لگا۔ ”تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”میں تمہیں جزیرے میں واپس لے جانا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ جو ظلم ہوتے ہیں، ان کا تدارک کرنا چاہتا ہوں۔ بے شک جب میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا تو میں گومگو کی ایک کش مکش میں تھا لیکن یہاں آ کے اور تمہاری باتیں سن کے میرا غبار چھٹ چکا ہے۔ تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔“ میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔

مسرت سے اس کا چہرہ کھل گیا۔ ”سیدی! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ مگر میں تو۔“ وہ اچانک اداس ہو گیا۔ ”میں تو کچھ اور فیصلہ کر چکا ہوں۔“

”سب ایک سراب ہے۔“ میں نے کہا اور منرنگا کا چہرہ میرے سامنے آ گیا۔ مجھے اپنے لہجے پر خود تعجب ہونے لگا۔

وہ تجسس سے پوچھنے لگا کہ یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟ آقا بلا کون ہے؟ کیا میں نے اسے دیکھا ہے؟ میں اس کے کس قدر قریب ہوں؟ میں کہاں کہاں گیا اور میں نے کیا کیا دیکھا؟ مہذب دنیا میں واپسی ممکن ہے؟ اتنے بہت سے سوالوں کا جواب میں توری کی کھلی فضاؤں میں نہیں دے سکتا تھا۔ اتنے بہت سارے جواب مجھے خود نہیں معلوم تھے۔ میں نے اسے اپنے ساتھ لے چلنے پر اصرار کیا۔ وہ جھجکتا رہا جیسے وہ مجھ پر اعتماد کرنے کی ضمانت چاہتا ہو۔ لیکن میرا اصرار بجائے خود ایک ضمانت تھا۔ جب میں اسے اپنے ساتھ توری کی بستی میں واپس لا رہا تھا تو سوچ رہا تھا، میں نے اچھا کیا یا برا؟ میں نے ایک باہمت شخص کا مستقبل تباہ کیا یا اسے راستی پر لے آیا؟ اس کا جواب میں خود تھا۔ میں نے خود سے پوچھا، کیا میں ایک مطمئن شخص ہوں؟ مجھے جو جواب ملا، وہ میرے اطمینان کے لیے بہت تھا۔

جب میں بستی میں پہنچا تو صبح ہو چکی تھی میرے ساتھ شراڈ کو دیکھ کے بستی کے لوگ بہت متعجب ہوئے۔ یہ وہی شخص تھا جو توری میں سب سے زیادہ ملعون تھا جس کی منگیتر جینا کو میں نے اسی کے ہاتھوں قتل کرایا تھا اور بستی میں اذیت ناک کام اسے سونپے تھے۔ آج وہ میرے ساتھ تھا۔ میں اسے اپنے محل میں لے گیا اور میں نے فرزیں اور سرتیا کو علیحدہ کر کے فراخ دلی سے اسے پیش کش کی کہ وہ کوئی بھی لڑکی اپنے تصرف میں رکھ سکتا ہے۔ شراڈ میری نوازشوں پر ہکا بکا ہو کے مجھے گھورتا تھا اور سرتیا میرے اس اقدام پر بہت حیران تھی۔

شراڈ کے لیے محل کا ایک وسیع کمرہ مخصوص کر دیا گیا لیکن ان مصروفیات کے بعد توری میں میرے لیے کیا کام رہ گیا تھا؟ جزیرے کی سرداری، حکم دینا اور اقتدار کا مظاہرہ کرنا۔ میں نے اسمارہ، سیزنار اور باقی جزیروں میں کسی نہ کسی تحریک اور مقصد سے وقت گزارا تھا۔ توری عملی کا علاقہ بن چکا تھا۔ میں طلسم سے ان سیاہ فام لوگوں کے چہرے نہیں بدل سکتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ میں روز جسمانی مقابلوں کا اعلان کرتا اور درندگی و سفاکی کے مظاہرے کراتا۔ اب میں کیا کرتا؟ میں کتنے مٹکے لڑھاتا اور کتنی بار مشروبِ آتش سے غسل کرتا اور نرم و نازک لڑکیوں کی صحبت سے کس قدر اپنے شب و روز گرماتا۔ مزید جزیرے سر کرنے کی مہم کا بیڑا اٹھاتا تو کیا حاصل ہوتا اور مزید ریاضتوں میں سر کھپاتا تو ان کا مآل کیا ہوتا؟ گلے میں وزن کا اضافہ اور ایک یہ نشاطِ خاطر کہ میں نے مزید برتری حاصل کر لی ہے؟ مگر یہ برتری میرے ذہن کی تسلی کے سوا اور کیا تھی؟ تاریک بحرِ اعظم میں اتنے عظیم مناصب اور عروج پانے کے بعد زیادہ عورتوں، زیادہ غلاموں کی کثرت کے سوا اور کیا تھا؟ یہ تعداد کم ہوتی تو کون سا فرق پڑتا؟ اس لیے میں شراڈ کو بستی میں لے آیا تھا۔ اس کا کوئی گناہ نہیں تھا مگر میں نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے تھے۔ میں ایک طویل مدت تک خاموش اور پُرسکون نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اور یہاں خاموشی اور سکون ہی مقدر دکھائی دیتا تھا۔ آگے کوئی منزل نظر نہیں آتی تھی اور منزلیں تھیں تو ان تک پہنچنے کا کوئی مقصد، کوئی نتیجہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ قصرِ آقا بلا سے ناکام و ناشاد واپس آنے کے بعد اس دن اس کے قصر میں پیش آنے والے ہولناک واقعات کی تفتیش کی فکر بھی نہیں تھی۔ جسم کے اندر جلنے والے سارے چراغ بجھ چلے تھے۔ اس لیے میں کاہنِ اعظم سمورال کے پاس بھی نہیں گیا۔ نہ میں نے منرنگا کے غار کا قصد کیا کہ وہی گفتگو، اسرار و طلسم کی وہی باتیں، وہی بے چارگیاں، وہی خوف، وہی اندھیرے، ہولناک موضوع تھے جن کے ذکر سے اب طبیعت اکتا گئی تھی۔ جابلوکش کے علاقے سے آیا ہوا یہ عظیم شخص جابر بن یوسف خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ میری حیثیت اس احمق عالم سے مختلف نہیں تھی جس نے غیر معمولی محنت اور ریاضت سے علم کی تکمیل کی ہو اور ضخیم کتابیں اس کے دماغ میں سما گئی ہوں اور اسے بعد میں یہ معلوم ہو کہ اس کی اچھل کود کے لیے دائرہ کھنچا ہوا ایک محدود میدان ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ محض اپنی خوشنودئ طبع کے لیے کیا ہے۔

سمورال بھی میرے پاس صورتِ حال کی وضاحت کے لیے نہیں آیا۔ توری میں بے کیفی اور بیزاری کے پندرہ چاند، پندرہ سورج گزر گئے۔ پھر میں نے یہ کیا کہ اپنے نوادر کھونٹی سے ٹانگ دیے، ان کی نگہبانی کے لیے چوبی اژدہا ہمیشہ متحرک رہتا

تھا۔ میرے گلے میں جارا کاکا کی کھوپڑی، شیاں اور جالکوش کا ہار رہ گیا تھا۔ جب میں تنہا ہوتا، اور اب اکثر میں تنہا ہی رہتا تھا تو ہربیکا کی مقدس آنکھوں میں سمندر کے نشیب و فراز، مد و جزر دیکھا کرتا اور میں نے اتھیلا کا گاہے گاہے جارا کاکا کی مشترکہ عبادت کا اہتمام کر دیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں اپنے محل ہی سے اپنا تعلق قطع کرتا گیا۔ میں نے رقص کی محفلوں میں جانا بند کر دیا۔ دن کو جنگل کی طرف نکل جاتا اور رات کو واپس آ کے اپنے ایوان میں خاموشی سے دراز ہو جاتا۔

ساحل پر میں عموماً ان سمتوں کو تلاش کرتا رہتا جہاں سے مہذب دنیا کا راستہ مل جائے۔ میں نے یہ کوشش سرسری انداز میں کی۔ سمندر کھلا ہوا تھا لیکن مجھے آگے لوہے کی دیواریں نظر آتیں۔ نجات کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ میں نجات کے راستوں کا سراغ لگانے کی سعی شدت سے کر بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ تاریک براعظم کے برگزیدہ عالموں کو میرے سیاہ ارادے کی بھنک پہنچ جاتی اور میں کسی نتیجہ خیز سفر سے پہلے ایک غیر معتبر شخص سمجھ لیا جاتا اور اگر میں سفر کا قصد کر لیتا اور اپنے سیاہ علوم کی مدد سے ان پانیوں کو پکڑ لیتا جو مہذب دنیا کی طرف بہتے تھے تو میرے بعد مہذب دنیا کے باقی افراد کا کیا ہوتا؟ اور ان سب کو نکال بھی لے جاتا تو فلورا کا کیا ہوتا جو میرے قیاس کے مطابق انگروما میں موجود تھی؟ ایک سرسری مشاہدے کے بعد مجھے اپنے اس یقین کا تعین کرنا پڑا کہ ہماری قبریں تاریک براعظم ہی میں بنیں گی۔ وہ زمین کب اپنا سینہ کشادہ کرے گی جس میں ہم دائمی سکون حاصل کر سکیں گے؟ کاش ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا تو کرب و اندوہ کا یہ زمانہ اتنا شاق محسوس نہ ہوتا۔

کوئی ایک ماہ اسی عالمِ نزع میں گزر گیا۔ کاہنِ اعظم سمرال کی آمد کا ایک مرتبہ گجر بھی بجا اور وہ میرے محل میں آیا بھی مگر چند رسمی جملوں کے علاوہ میں نے اس سے کلام نہیں کیا۔ میں نے اسے وہ تمام عزت دی جو اس کے مرتبے کا تقاضا تھی اور جو میری سرداری کے لیے واجب تھی۔ میں نے اس سے کوئی شکایت بھی نہیں کی۔ نہ ساحرانہ علوم کی نکتہ آفرینیوں پر اس سے بحث کی اور نہ آقابلا کے متعلق بھی اپنے جذبوں کا اظہار نہیں کیا۔ سمرال عزت و احترام سے رخصت ہو گیا۔ جب وہ آیا تھا تو میں نے اپنا سینہ فولاد سے سجا لیا تھا۔ بعد میں میں نے یہ سب کھول دیا۔ اکثر راتوں کو جوبیا، مدشا نے میرے پاس آنا چاہا مگر جب انھوں نے میری طرف سے کوئی جذبہ خیزی محسوس نہیں کی تو واپس چلی گئیں۔ ایرانی لڑکی فروزیں میری خیریت پوچھنے نہیں آئی۔ سرتیا اکثر آتی اور مجھے جھنجوڑ کے چلی جاتی۔ میری بے دلی نے ایک دن مجھے اکسایا کہ میں توری کی بستی دوبارہ جھونپڑیوں میں تبدیل کر دوں کیونکہ محلات کے در و بام سے مجھے وحشت ہونے لگی تھی۔ جس دن سمرال گیا تھا اسی رات میں اپنی چوکی پر پڑا ماضی و حال کے غیر واضح خیالوں میں گم تھا کہ اچانک میں نے اپنے قریب خوشبوؤں کا اندازہ کیا۔ یہ مہک آقابلا کی کنیزوں کے بدن سے آتی تھی۔ میرا قیاس درست نکلا۔ میرے گرد آقابلا کی دو حسین کنیزیں۔ اتنی ہی حسین جتنی آقابلا کے قصر میں ہو سکتی ہیں۔ برتر، تمکنت، سربسر شباب۔ ان کا بدن پھولوں سے ڈھکا ہوا نہیں تھا۔ صاف و شفاف، بے داغ، سانچوں میں ترشے ہوئے خد و خال، سرخ بال، سرخ رنگت، ابھی چھیڑ دو تو خون نکل آئے، ابھی چھیڑ دو تو ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ ان کے نقش و نگار موسیقی تھے، شعر تھے۔ وہ ایک باغیچہ تھیں، خوشبوؤں سے مہکتا ہوا لالہ زار۔ ان کی شوخ نظریں مسکرا رہی تھیں۔

"ہمیں اس نے بھیجا ہے سیدی جابر، معزز سردار!" انھوں نے اپنا ترنم ایوان میں گھول دیا۔

"خوب... یہ میرا خیال ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اے آتش زادو! تمھیں کس مقصد سے بھیجا گیا ہے؟"

"اس نے ہمیں متبرک وصال کے لیے بھیجا ہے۔"

"متبرک وصال؟" میرا قہقہہ نکل گیا۔ "یہ اصطلاح اسرار میں عام ہے۔ متبرک وصال۔ کیا دلچسپ مذاق ہے۔" وہ سراسیمہ ہو کے میرا چہرہ دیکھنے لگیں جیسے میں کوئی انوکھی بات کہہ رہا ہوں۔ ہنستے ہنستے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "میری خواہش حاضر ہے۔" یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بازو پھیلا دیے۔ "آؤ... مجھے سنگسار کر دو۔ میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا کیونکہ تمھیں اس نے بھیجا ہے۔ میری آسودگی کے لیے ارسال کیا ہے اور متبرک وصال کے لیے۔"

وہ مجھ سے دور ہٹنے لگیں جیسے میں کوئی دیوانہ ہوں جس پر ہذیان کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ "آؤ آؤ۔ اے قصرِ آقابلا کی نادرہ کار دوشیزاؤ۔ دیر نہ کرو، ورنہ مزاجِ خسروی برہم ہو جائے گا۔ جو حکم ملا ہے اس کا اطلاق فوراً ہونا چاہیے۔ آؤ، اپنے شباب کے دلکش مناظر دکھاؤ۔ میں اس کے عطیے سے انکار کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں؟ جالکوش سبز نار میں اپنے طلسمی عکس نما میں دیکھ رہا ہوگا کہ جابر بن یوسف سعادت مندی سے متبرک وصال میں مصروف ہے۔ متبرک وصال۔" میری آواز بلند ہو گئی۔ "اس رسم کے افتتاح کے لیے مجھ سے بہتر اور کون شخص ملے گا؟"

پھر وہ میرے ساتھ ہی رہیں یا یوں کہیے کہ میں ان کے ساتھ رہا۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ قصرِ آقابلا کی دو پری چہرہ نازنینیں میری خلوت میں ہیں کیونکہ وہ صرف میری حرارت کے لیے بھیجی گئی تھیں اور مجھی کو نظر آتی تھیں۔ ان کے آنے سے تنہائی کا احساس بڑھ گیا اور میں اپنی ذات میں کچھ اور محدود ہو گیا۔ زندگی میں کوئی تغیر رونما نہ ہوتا اگر ایک رات توری کی زمین کروٹ نہ لے لیتی۔ میں قصرِ آقابلا کی کنیزوں کے ساتھ ایوان میں مدہوش پڑا تھا کہ مجھے اپنا محل لرزتا ہوا محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی بادلوں میں گرج چمک پیدا ہو گئی اور گھڑگھڑاہٹ سے کان پڑی آواز سنائی دینا مشکل ہونے لگا۔ دونوں لڑکیاں زمین پر سجدہ ریز ہو گئیں۔ میں نے بہ عجلت تمام اپنے زیور گلے میں ڈال لیے اور ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا۔ آہ سمندر میں چاروں طرف چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ شعلوں کا ایک بے مثال رقص جاری تھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ چھا گئی اور میرا جی چاہا کہ جلد از جلد یہ محل میرے سر پر گر جائے۔ ذہن کو یک گونہ سکون حاصل ہوا کہ وقت تمام ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے اس قدر خوفناک آوازیں نہیں سنی تھیں۔ یہ سارا نظام درہم برہم ہونے کو ہے۔ لمحوں میں آقابلا کی کنیزیں فضاؤں میں روپوش ہو گئیں اور میں ایوان میں تنہا رہ گیا۔ توری کی زمین لرز رہی تھی اور محلات کسی معلق شے کی طرح ڈول رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک ساکت کھڑا رہا اور ہربیکا کی آنکھوں میں سمندر کا

نظارہ کر رہا تھا جہاں روشنیوں میں ایک ہولناک جنگ برپا تھی۔ روشنی میں نہائے ہوئے نیزوں کی بارش ہو رہی تھی۔ محل میں چیخیں گونجنے لگی تھیں اور سرتیا، فروزیں، زرد، جوبیا، مارتسا اور سیاہ فام لڑکیاں چیختی بین کرتی میرے پاس جمع ہو گئی تھیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے سیدی جابر؟ باہر چلو۔ باہر چلو۔" سرتیا کی ہذیانی آواز سنائی دی۔

میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ میں نے مسکرا کے انھیں دیکھا۔ "کوئی فیصلہ ہونے والا ہے۔"

"کیسا فیصلہ؟" وہ ایک ساتھ بولیں۔

"شاید ہم سب کا وقت آ چکا ہے۔" میں نے تحمل سے جواب دیا۔

"تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ باہر چلو۔ باہر چلو۔" سرتیا نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "دیکھو یہ محل لرز رہا ہے۔ سب کچھ مسمار ہونے کو ہے۔"

"اوہ سیدی! یہ کیا عذاب نازل ہو رہا ہے؟ کیسا شور ہے؟"

صرف سرتیا نہیں، دوسری لڑکیوں اور شراڈ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ مجھے کھینچ رہے تھے۔ ایک دیو قامت بت کرہشار ہے تھے۔ ایک نصب شدہ ستون زمین سے اکھاڑ رہے تھے۔ سرتیا میرے قدموں میں گر گئی اور اس نے روتے ہوئے التجا کی۔ "سیدی! اپنے لیے نہیں۔ ہمارے لیے۔ باہر چلو۔"

"باہر بھی یہی تماشا ہو رہا ہے۔" میں نے سکون سے کہا۔ "اب کہیں امان نہیں ہے۔ میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا ہے۔ سمندر ایک خون رنگ منظر پیش کر رہا ہے۔ انگروما کے باغیوں نے ایک بار پھر یلغار کی ہے۔"

شراڈ نے میرا بازو دبوچ لیا۔ "چلو سیدی!" اس نے پرعزم لہجے میں کہا۔ تمام لڑکیوں نے مجھے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ چار و ناچار مجھے اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ وہ مجھے کھینچتے ہوئے محل سے باہر لے آئے۔ توری کی گلیوں میں میرے محل کے آگے دور تک لوگ سجدہ ریز تھے اور زمین ہل رہی تھی۔ بجلیاں چمک رہی تھیں، ہر طرف گھن گرج، شور، آہ و بکا اور فریادیں تھیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو ان کا گریہ بڑھ گیا اور میرے دل میں ایک نشتر اترا۔ "اٹھو، اٹھو اے وحشیو! اٹھو جارا کاکا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اسے قربانی کی ضرورت ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ سمندر کی طرف چلو۔" میں نے چیخ کر کہا اور مجمع چیرتا ہوا سمندر کی طرف بھاگنے لگا۔ میرے پیچھے ایک ہجوم آہ و زاری کرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ ہم سب پاگلوں کے مانند جنگل عبور کر رہے تھے۔ تیز ہواؤں، درندوں کی چیخ پکار اور پرندوں کے شور سے جنگل میں ہاہاکار مچی ہوئی تھی۔ کون کہاں ہے؟ اس کا ہوش کسی کو نہیں تھا۔ جو راستے میں گر جاتا تھا، لوگ اس کی پروا کیے بغیر آگے بڑھ جاتے تھے۔ میرے ساتھ شراڈ بھاگ رہا تھا۔ جب ہم جنگل کے درمیان میں پہنچ گئے تو طوفان میں کچھ اور شدت پیدا ہو گئی اور میں نے ایک سمت سے سرنگا کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا جوانوں کی تیزی سے ہمارے قافلے میں شامل ہو گیا۔

"تم نے دیر کر دی سیدی!" سرنگا نے بلند آواز میں کہا۔

"میں نے سوچا تھا کہ آج سارا قصہ ختم ہو جائے گا۔" شور میں میری آواز کھو گئی مگر سرنگا نے سن لی۔

"انھیں اس وقت تمھاری ضرورت تھی اور تم سوچتے رہے۔ تم نے ان کے احسانوں کا بدلہ خوب چکایا۔" سرنگا ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں دلیری کی مورتی مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

سرنگا کی بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور بہت سے جوابات تھے لیکن یہ وقت بحث و تمحیص کا نہیں تھا۔ جیسے جیسے ہم راستہ عبور کرتے گئے، میرے دل میں انگروما کے خلاف نفرت کا غضب بڑھتا گیا اور مجھ پر تاخیر سے آنے کی پشیمانی غالب آ گئی۔ جنگل میں غاروں میں بیٹھے ہوئے زاہد اپنے اپنے غار چھوڑ کے ہمارے ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ سمندر قریب آنے لگا تو ہربیکا کی آنکھوں میں نظر آنے والے منظر کی دور ہی سے تصدیق ہو گئی۔ سارا ساحل جگمگا رہا تھا اور روح فرسا آوازوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ ہم سب کی رفتار تیز ہو گئی۔ جب ہم ساحل پر پہنچے تو وہاں پہلے سے ایک خلقت جمع تھی۔ یہاں میں نے بوڑھے لوگوں کا ایک بڑا اجتماع دیکھا اور دور مسند پر جالکوش کا چہرہ دیکھا، فارنیل کو دیکھا اور میں نے سمرال کو دیکھا۔ اس کا لڑکا جمال بھی ساتھ تھا۔ یہ سب ساحری میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھ ہل رہے تھے۔ جالکوش کے منہ سے ہیبت ناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ سمندر میں انگروما کے باغی کشتیوں پر بیٹھے شعلہ بردار نیزے پھینک رہے تھے اور توری کے چند بزرگ انھیں اپنے ہاتھوں پر روک رہے تھے۔ جالکوش کی مسند کی طرف نیزوں کی یورش ہو رہی تھی۔ توری کے لوگ زمین پر جھکے جارا کاکا کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور میں نے سیاہ فام لڑکیوں کو پکڑ کے بے دریغ ان کے جسموں میں خنجر اتارنے شروع کر دیے۔ ساحل کی زمین خون سے لال ہونے لگی۔ زاہدوں نے جارا کاکا کی کھوپڑیوں کو اس میں غسل دینا شروع کر دیا لیکن انگروما کے باغیوں کا زور کم نہیں ہوا۔ جالکوش کی انگلیاں فضا میں متحرک تھیں اور انگروما کی کشتیوں میں آگ لگ رہی تھی۔ جب میں خنجر مارتے مارتے اور زمین لال کرتے کرتے تھک گیا تو ان کی طرف سے آنے والے بہت سے نیزے میں نے اپنے ہاتھوں پر لے لیے۔ یہ نیزے ہم انھی کی طرف لوٹا دیتے تھے۔ جالکوش کئی بار مسند سے گرتے گرتے بچا۔ ساحل پر تاحدِ نظر ساحرانہ کرشمہ کاریوں کا بازار گرم تھا۔ دونوں طرف سیاہ فاموں کی روحیں اپنے جسموں سے تائب ہو رہی تھیں۔ جالکوش تھر تھرا رہا تھا۔ اس کے تمام شاگرد بڑھ بڑھ کے انگروما کے باغیوں کی طرف پتھر، نیزے، چنگاریاں اور عجیب و غریب ہیئت کی اشیا پھینک رہے تھے۔ بہت سے زاہد سمندر میں انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے کود چکے تھے۔ ان میں سے بعض راستے ہی میں ختم ہو گئے، بعض گرفتار کر لیے گئے۔ بوڑھے سرنگا نے اپنے ہاتھ سمندر کی طرف پھیلا رکھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں دلیری کی مورتی تھی۔ کرنیں سمندر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہ کرنیں آدھے راستے پر جا کر مٹنے لگتی تھیں۔ انگروما کے باغی آج تمام تیاریوں کے بعد آئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ سرنگا کی دلیری اپنی اصل شکل کے ساتھ سمندر کی طرف اتر رہی ہے اور اس کے پورے وجود کو آگ نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ دلیری آگے بڑھ گئی اور اس نے انگروما کے عابدوں کی ایک کشتی الٹ دی۔ جالکوش نے ایک ہولناک چیخ ماری۔ انگروما سے جنگ چھوڑ کے بہت سے لوگ سرنگا کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے وہ چھوٹی مورتی چھیننے لگے۔ یکایک دلیری سمندر میں غائب ہو گئی

اور جالموش نے انھیں سزنگا سے دُور ہو جانے کا حکم دیا۔ سزنگا ہانپتا ہوا میرے پاس آیا۔ "سیدی! تم انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے سمندر میں اُتر جاؤ۔" اس نے میرے کان میں زور سے سرگوشی کی۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سنو سیدی! زیادہ بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ تم اپنے تمام علوم صَرف کرتے ہوئے ان تک پہنچ جاؤ۔ وہ تمھیں آسانی سے نہیں مار سکیں گے ممکن ہے وہ تمھیں گرفتار کر لیں۔ تم گرفتار ہو جانا اور انگروما چلے جانا۔ انکار مت کرنا۔ جو میں کہتا ہوں وہی کرو، انگروما میں تمھیں کیا کرنا ہے؟ یہ بات خود تمھاری سمجھ میں جلد آ جائے گی۔" سزنگا تیزی سے کہہ رہا تھا۔

میں حیرت سے سزنگا کو دیکھ رہا تھا۔ اس جنگ نے اور خوف ناک شکل اختیار کر لی تھی۔ جالموش کی دہاڑ سب پر حاوی تھی۔ ہر طرف خون بہہ رہا تھا اور توری کے سارے زاہد جالموش کی مسند کے قریب جمع ہو گئے تھے وہ انھیں اپنے اشارے سے بلاتا اور ان کی خاک اپنے دراز ہاتھوں سے زمین سے اُٹھاتا اور پھونک مار کے فضا میں اُڑا دیتا۔ فضا میں ایک دھماکا سا ہوتا اور یہ خاک آندھی کی طرح اُڑتی ہوئی انگروما کے باغیوں کی طرف لپکتی۔ رفتہ رفتہ میں جالموش سے قریب ہو گیا تاکہ وہ میری صورت دیکھ لے لیکن اسے ہوش کہاں تھا؟ وہ تو بری طرح چیخ رہا تھا۔ اس کے ارد گرد زمین پر زلزلہ آیا تھا۔ سمندر کی طوفانی لہریں اس کی مسند کی طرف اچھل اچھل کے حملہ کر رہی تھیں۔ وہ ان سب سے بے پروا تمام تر جوش سے سحر پھونکنے میں مصروف تھا۔ اس کے گلے میں ایک سنکھ لٹکا ہوا تھا جسے وہ بار بار بجاتا تھا تو دل دہل جاتے تھے۔

بوڑھے زاہد جن کے جسموں پر ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں تھا اپنی اپنی بساط کے مطابق سیاہ علوم کے ورد میں منہمک تھے۔ میں نے شعالی کی چنگاریاں دُور دُور تک پھیلا دی تھیں اور جالموش کے علاقے میں سیکھے ہوئے تمام علوم آزما رہا تھا۔ ہر شخص یہی کر رہا تھا۔ جناڑ بوڑھے زاہدوں کی مدد کر رہا تھا۔ سرتیا، فرزین، جولیا اور مارشا کا کہیں پتہ نہ تھا۔ لوگ بھاگ رہے تھے۔ دیوانہ وار چیخ رہے تھے اور موت سے نبرد آزما ہو رہے تھے۔ موت جو ہر طرف رقص کر رہی تھی۔ جالموش کا سحر تاریک تر، اعظم کے لیے ایک ڈھال بنا ہوا تھا۔ ساری زمین سُرخ تھی۔ آسمان سُرخ تھا، ہاہا کار، ہاؤ ہو۔ زاہدوں کی ایک بڑی تعداد سمندر میں ڈوب چکی تھی اور کچھ زاہد انگروما کے باغیوں نے پکڑ لیے تھے۔ مجھے یقین تھا سرتیا اور دوسری مہذب لڑکیاں بے ہوش ہو گئی ہوں گی۔ ساحر اعظم جالموش کے ہاتھ لمبے دراز تھے کہ وہ نیچے سے زندہ سا اُٹھا کے اور ان کا کلیجا نکال کے کوئی عمل پڑھتا تھا اور انھیں سمندر میں پھینک دیتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بہ یک وقت کئی کام لے رہا تھا۔ وہ آدمی اُٹھا کے ان کے رُخ بدل دیتا اور شطرنج کے کسی کھلاڑی کی طرح مہروں کے طور پر انھیں استعمال کرتا۔ اس ہجوم میں آقابلا موجود نہیں تھی۔ ادھر جالموش نے ایک اور عمل شروع کر دیا تھا۔ وہ سیاہ فام مردوں اور عورتوں کو اُٹھا اُٹھا کر ان کے سینوں میں خنجر بھونکتا اور انھیں سمندر کی نذر کر دیتا۔ اس کی طلسمی حرکات اتنی متنوع اور حیرت انگیز تھیں کہ میں بار بار اپنے سحر بھول کے اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ وہ بڑا مستعد تھا۔ یکے بعد دیگرے نئے نئے طلسمی مظاہرے کر رہا تھا۔ کبھی اس کے ہاتھوں کی گردش سے بڑے بڑے پتھر چٹانیں سمندر کی طرف لڑھکتی نظر آتیں، کبھی عجیب شکلوں کے بچھو اور زہریلے ڈنک مارنے والے جانوروں کا ایک دستہ ... کی طرف کوچ کرتا۔ کبھی وہ ایک دیوار سی ساحل پر کھینچ دیتا جسے انگروما کے لوگ ... نے توڑ دیا تھا۔ جالموش کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ آج غضب پر اُترا ہوا ہے۔ وہ نامعلوم زبان میں چیختا دہاڑتا تھا اور اس کی آنکھیں خون اُگل رہی تھیں۔ ... اس کی مسند کے قریب کھڑا اپنے تمام طلسمی عمل آزما رہا تھا۔ جالموش کا جوش ... اور اس جنگ کا پانسا جالموش کے حق میں پلٹتے دیکھ کے میں بھی سمندر میں کود گیا اور نیزوں کی بوچھار میں تیرتا ہوا انگروما کی کشتیوں کے قریب پہنچ گیا۔ انگروما کی کشتیاں تیزی سے واپس ہو رہی تھیں۔ میں نے ان پسپا ہوتے ہوئے لوگوں کا تعاقب کیا۔ جس کشتی کی طرف میں بڑھا اس میں گیریمے کھڑا تھا۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اپنا ہاتھ بلند کیا۔ میں نے بھی دانستہ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا تاکہ میں اسے سمندر میں کھینچ لوں لیکن میری کوشش رائیگاں گئی۔ گیریمے کشتی پر اکیلا نہیں تھا، میرے اندازے کی غلطی نے مجھے ایک بڑے خطرے سے دوچار کر دیا۔ گیریمے کے ساتھ انگروما کے جید عالم تھے۔ انھوں نے گیریمے کا جسم سنبھال لیا۔ اگر گیریمے اکیلا ہوتا تو میں آسانی سے اُسے کھینچ لیتا لیکن میں اپنی تمام مزاحمت کے باوجود ان کی جانب اُٹھا لیا گیا اور کشتی میں دھر لیا گیا۔ وہاں میں نے دوبارہ سمندر میں چھلانگ لگانے کی بڑی جدوجہد کی۔ انگروما کے عالموں نے مجھے اپنے بازوؤں میں ... اور کشتی جالموش کی غضب ناک آوازوں، نیزوں، بچھوؤں، آگ سے بچتی بچاتی ... میں بھاگنے لگی۔

میں ایک بار پھر انگروما کے باغیوں کی قید میں تھا۔ میرے سامنے ... کا چمکتا ہوا ساحل تھا، جہاں سے پسپا ہوتے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے ... لپک رہی تھیں۔ ساحل دُور ہوتا گیا۔ کشتیوں کی ایک بڑی تعداد میری کشتی کے ... اکٹھی ہو گئی اور یہ قافلہ انگروما کے پانیوں کی جانب سفر طے کرنے لگا۔ جب ... کا ساحل نظروں سے اوجھل ہو گیا تو آسمان پر اُڑتی ہوئی بلاؤں کی شدت ... کم ہو گئی اور انگروما کے باغی مایوسی کے عالم میں کشتی میں بیٹھ گئے۔ وہ ... پیچھے پانی کاٹتے جاتے تھے تاکہ توری کی طرف سے اُن پر کوئی حملہ نہ ہو ...

سمندر کی لہریں کر اب قرار آ گیا تھا اور کشتی توری کے ساحل ... جالموش کے دائرۂ طلسم سے باہر جا چکی تھی۔ انگروما کے باغی پہلے تو عقیف ... مصروف رہے پھر چپ چاپ بیٹھ گئے۔ ان کے چہروں پر بردباری کی ... تھی جیسے یہ پسپائی ان کی توقع کے مطابق ہو جیسے وہ میدان کارزار ... کسی عبادت گاہ سے واپس آ رہے ہوں۔ کسی کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ... اشارے نہ کنائے۔ وہ گاہے گاہے میری طرف اچٹتی نظروں سے دیکھ ... تھے۔ ان میں میرے کئی شناسا چہرے تھے لیکن میں ان کے ناموں سے ... نہیں تھا۔ میں بھی چند ساعتوں بعد انھی کی طرح اطمینان سے بیٹھ گیا۔ پھر ... ان کی پُراسرار خاموشی توڑنی چاہی اور نرم گفتاری سے نہایت دل نشیں ... میں کہا۔ "اے بزرگو! تم توری کے ساحل سے تو پسپا ہو گئے۔ اب مجھے ... ساتھ لے جا کے کسی سنگین غلطی کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہو؟"

وہ میرے طنز کی تہہ تک پہنچ گئے اور کمسا نامی ایک بوڑھا شخص کہنے لگا۔ "کیا تمھارا حصول کسی جزیرے کی فتح سے کم ہے جابر بن یوسف!"

"یہ محض طفل تسلی ہے۔" میں نے مسکرا کے کہا۔ "میں انگروما میں تمھارے لیے کوئی آسان آدمی ثابت نہیں ہوں گا۔ میری تمام ہمدردیاں توری کے ساتھ رہیں گی۔ تم ایک اژدہے، ایک سینگ والے خطرناک جانور کو ساتھ لے جا رہے ہو۔ یہ تمھاری بستی کے لیے کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔"

"تم ہمارے مہمان ہو جابر بن یوسف! اتنی عظیم شخصیت کو ہم قیدی کیسے بنا سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ تم ایک مرتبہ پھر انگروما میں آ رہے ہو اور اس بار پہلے سے زیادہ توانا ہو۔ ہم تمھارے تجربوں سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ انگروما کی ساری نعمتیں تمھاری دسترس میں ہوں گی۔" ایک اور بوڑھے نے متانت سے کہا۔

مجھے یاد آ گیا کہ یہ انگروما کے لوگ ہیں۔ تیز، چالاک، خوش خلق، سبز مزاج، شیریں بیان۔ پہلے بھی انھوں نے مجھے قید کیا تھا اور انگروما میں کھلا چھوڑ دیا تھا۔ یہ اپنی طاقت و حشمت کا اظہار انکسار سے کرتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے عالم اور ساحر موجود ہیں۔ وہ عالم جو جالموش جیسے ساحر سے مقابلے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ میں نے اپنی زبان کی بے لگامی پر قدغن لگائی۔ اس گفتگو سے کچھ حاصل بھی نہیں تھا۔ یہ طلسمی کشتی انھی کی تھی اور صرف یہی نہیں اور دوسری بے شمار کشتیاں ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ میں ان کا قیدی تھا۔ میں تنہا سمندر میں کود کے ان سے کہاں تک بچ سکتا تھا۔ کشتیوں میں ہر طرف بوڑھے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے سمندر کی تہہ سے بھی نکال لاتے۔ میں تنہا اس پورے لشکر سے مقابلہ کرنے کی حماقت کیسے کر سکتا تھا؟ میں نے حالات کا جائزہ لیا، تمام ہوائیں مخالف چل رہی تھیں۔ ہاں معرکے کے درمیان سزنگا نے چند معنی خیز کلمات میری سماعت میں گھول دیے تھے۔ جن کی تشریح اور تعبیر مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔

میں اس وقت نرغۂ اعدا میں بیٹھا تھا۔ حلیم الطبع دشمن، دانا دشمن میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ کشتی رواں دواں تھی۔ سب خاموش تھے، یکایک میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "بہرحال یہ ایک دلچسپ تجربہ ہو گا۔"

انھوں نے یہ جملہ سنا تو سر اُٹھا کر دیکھا مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گئے اور میں اپنی فکر میں مستغرق۔ میں نے اپنی ذہانت و فطانت کا استعمال اسی وقت سے ترک کر دیا تھا جب مجھے قصرِ آقابلا سے ناشاد کر کے توری کے جنگل میں پھینک دیا گیا تھا۔ اس لیے میرے خیال میں سب سے بڑی دانائی یہی تھی کہ سوچنا چھوڑ دیا جائے چنانچہ میں نے گرد و پیش سے بے نیاز ہو کے ہر پہلو پر سوچنا موقوف کر دیا تھا لیکن اب صورتِ حال بالکل مختلف تھی۔ میں سوچنے پر مجبور تھا۔ میں باقاعدہ جالموش کی معیت میں اس ہول ناک معرکے میں شریک رہا تھا۔ اگر میں پسپا ہوتے ہوئے انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے تیزی اور طراری دکھاتا اور توری کے ساحل پر رُک کے صرف اُن کی واپسی کا منظر دیکھنے پر قناعت کرتا اور اس طرح پابند ہو کے نہ بیٹھتا، میں نے عملی طور پر اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لا کے انگروما کے لوگوں کا تعاقب کیا تھا۔ بے اختیار میرا جی چاہا تھا کہ سمندر میں کود جاؤں اور ان زاہدوں کو بچاؤں، کشتی لوٹنے کا سہرا اپنے سر باندھ لوں۔ ممکن ہے میرا یہ اقدام بھی کسی طلسم کی ایما پر ہوا ہو؟ یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے اس طرف سزنگا نے دھکیل دیا ہو۔

مگر کیوں؟ جب میں نے اس کے مضمرات پر غور کرنا شروع کیا تو دریچے روشن ہوتے گئے اور بے شمار خیالوں نے میرے دل و دماغ پر ضربیں لگانا شروع کر دیں۔ میرے خیالوں کے روبرو میرے ماہ و سال تھے۔ اس پُراسرار زمین پر آمد سے لے کے اب تک کے واقعات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ جیسے میں کوئی محاسبہ کر رہا ہوں۔ اس محاسبے میں سب سے روشن چہرہ آقابلا کا تھا کیونکہ میں نے جو کچھ کیا وہ اُسی کے جلوے کی تحریک پر کیا۔ سزنگا کہتا تھا کہ یہ ایک سراب ہے مگر یہ کتنا منظم سراب ہے۔ یہ ایک خواب ہے مگر اس خواب میں آقابلا جیسی حسین و جمیل دوشیزہ کا چہرہ بھی تو ہے اور پھر یہ زندگی کیا ہے؟ زندگی بجائے خود ایک سراب ہے جو زندگی سے موت تک جاری رہتا ہے۔ اس خواب میں آدمی کیسا ڈوب جاتا ہے۔ ہر کھیل ادھورا رہ جاتا ہے۔ جب موت آتی ہے، موت پر اختیار نہیں ہے تو زندگی کو ایک خواب سے زیادہ کیا اہمیت دی جائے؟ کوئی ارادہ شعوری نہیں ہوتا کیونکہ موت شعوری عمل نہیں ہے، وہ خود آتی ہے، تمام ارادے خواب کی دُنیا کے اعتبار ہیں، زندگی ایک طویل نیند۔ ایک طویل خواب۔

ایک بڑا جامع اور مکمل خواب۔ کبھی مختصر کبھی زیادہ، کبھی شیریں کبھی زہر آلود۔ سادہ سی یہ خواہش دیکھیے تو موت ہے، عدم ہے اور موت آدمی کی تکمیل ہے، موت ایک صبح ہے، زندگی رات ہے اور سب سراب ہے، ہمارا ہونا نہ ہونا ہے۔ یہ پُراسرار زمین ایک طلسم ہے، ایک خواب ہے۔ یہ سحر کبھی ٹوٹ جائے گا مگر زندگی بھی تو موت پر منتج ہوتی ہے، زندگی کا سحر بھی تو ٹوٹ جاتا ہے۔ میں سزنگا کے اس خیال سے کبھی اتفاق نہیں کر سکا کہ یہ سب میری آنکھوں کا دھوکا ہے۔ یہ دھوکا کتنا خوب صورت، کتنا تکلیف دہ ہے۔ اس میں آقابلا کا چہرہ ہے، جو سب سے دلکش، سارے زمانے میں عنقا ہے، آقابلا حسن و لذت کا ایک مجسمہ۔ ایک خواب مگر کس قدر حسین۔ خواب میں ہر طلب جائز ہے۔ ہم اگر اس طلسم کے اسیر ہیں تو طلسم کی ہر شے ہمارے اعصاب پر اثر انداز ہو گی۔ آقابلا کیوں اثر انداز نہیں ہو گی۔

آہ وہ کتنی مشکل میں ہے۔ وہ انگروما کے باغیوں سے ہراساں ہے اور جالموش اس کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ جالموش نے اس زہد و عبادت کے لیے اس ساحری کے لیے یقیناً اس سے کچھ وعدے لیے ہوں گے۔ جب اس نے میری طرف التفات کی نظر ڈالی تو وہ اُسے اپنا وعدہ یاد دلانے آ گیا۔ اتنی عظیم الشان مملکت میں کتنے لوگ ہوں گے جو اس کی قربت کے طلب گار ہوں گے۔ اگر وہ صرف جابر بن یوسف کو نواز دے تو باقیوں سے کیا جواب دہی کرے گی کیونکہ وہ شاید جواب دہی کے لیے مجبور ہے کیونکہ اسے انگروما سے نمٹنے کے لیے ساحروں، عالموں اور زاہدوں کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ وہ کسی ایک کو رفاقت کے لیے منتخب کر کے دوسروں کے لیے مسئلہ بننا نہیں چاہتی۔ وہ اور انگروما پیدا کرنے کی خواہش مند نہیں ہو گی مگر اس کی آنکھوں، اس کے انداز اور اس کی شیفتگی سے اندازہ ہوتا تھا کہ جابر بن یوسف اس کی نظروں میں اہم شخص ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے بے پناہ جذبے موجزن تھے۔ سمندر کی اُن لہروں کی طرح جو میرے اطراف اچھل رہی تھیں۔

مجھے سورال کے وہ مبہم الفاظ یاد تھے جب اس نے میرے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن تاریک بحرِ اعظم میں میرے اقبال کا تارہ طلوع ہوگا۔ یہی جملے اسمار کی عبادت گاہ کے کاہنِ اعظم نے ادا کیے تھے اور یہی کچھ سرنگا نے بھی کہا تھا۔ کیا وہ سب بیک وقت جھوٹ بول رہے تھے؟ مگر اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاریک بحرِ اعظم میں اکٹھے پندرہ جزیروں کا سردار کوئی نہیں ہے۔ کیا ان کی پیش گوئیاں قیاس آرائیاں میری منزلت کی اسی حد تک نشان دہی کرتی تھیں یا آگے کچھ اور بھی تھا۔ آگے جالموش کا چہرہ تھا، ایک دیوہیکل دیو قامت ساحر، ساحروں کا ساحر، جس کے علاقے میں پرندے بھی ادب سے اڑتے تھے۔ جس کی جنبشِ نگاہ سے طوفان آجاتے تھے، جو صدیوں کا فاصلہ لمحوں میں طے کر لیتا تھا، جو بیزنار میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے بھی آقابلا کی مدد کے لیے لمحوں میں توری آگیا تھا۔ جالموش سے بڑھ کے کس کا سورج ابھرے گا؟ اس سے زیادہ سربلندی تک کون پہنچے گا؟ مگر انگردما۔ انگردما کے دیوانے بار بار اس کے منہ آجاتے تھے۔ انھیں اس کا کوئی خوف نہیں تھا یا انگردما میں جالموش جیسے بڑے ساحر موجود تھے۔

میں نے سوچا تو کسی ایک جگہ قیام نہیں کیا میرے خیال کی گردش مجھے نہ جانے کہاں کہاں لے گئی۔ انھی گردشوں میں مجھے اپنے لیے چند راستے دکھائی دیے چند واضح راستے۔ اب میں انگردما کی سمت جا رہا تھا۔ انگردما سے ایک بار سرنگا کی دلیری نے نجات دلائی تھی۔ سرنگا کی دلیری اب بھی موجود تھی اور سرنگا میرا سب سے بڑا دوست تھا۔ اس بار انگردما والے میری سخت نگرانی کریں گے لیکن سرنگا نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی کہا ہوگا کہ مجھے خود کو انگردما کی قید میں دے دینا چاہیے۔

مہذب دنیا میں واپسی — آقابلا کا حصول، یہ دونوں متضاد باتیں تھیں، اوّل الذکر میں سرنگا یقین رکھتا تھا، ثانی الذکر میں میں۔ دونوں متعدد کوششوں کے باوجود ناکام ہو چکے تھے پھر بھی اپنی سی کوششیں کیے جا رہے تھے۔ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر تھا۔ اس اندھیرے میں حوصلہ ہار دینے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ توری کے معرکے سے پہلے جو ایک غبار میرے ذہن پر چھا گیا تھا اور میں گوشہ نشینی کی حد تک سب سے منقطع ہو گیا تھا، وہ غبار دور ہو رہا تھا اور یوں بھی میرے اغماض، میری سرد مہری، میری بے اعتنائی کا یہ محل نہیں تھا۔ میں انگردما کے لوگوں میں گھرا ہوا تھا جو توری کے باشندوں کے دشمن تھے۔ کیا یہاں بھی میں اپنے خارج سے بے نیاز ہو جاتا اور خود کو اپنی ذات میں محدود کر لیتا؟ کیا میں توری سے اس کی بے وفائیوں اور بے مہریوں کا شکوہ اس ہنگامی موقع پر بھی کرتا رہتا؟

کشتیاں دن چڑھے انگردما کے ساحل پر پہنچ گئیں۔ خشکی پر دور دور تک لوگ اپنے شکست خوردہ ساتھیوں کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انگردما کی لہلہاتی سرسبز زمین دھوپ میں چمک رہی تھی۔ جب کشتیاں ٹھہریں تو ایک ہجوم دیوانہ وار سمندر میں کود گیا۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ ان میں سے کسی کے چہرے پر کوئی ملال کوئی تاسف نہیں تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا جیسے انھیں پہلے سے اپنی شکست کا یقین ہو۔ خلافِ توقع مجھے نہایت تپاک سے اتارا گیا اور ایک مخصوص جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ ساحل پر تھوڑی دیر استقبالی ہجوم میں افراتفری رہی پھر وہ ہجوم مسرت سے ناچتا گاتا رخصت ہو گیا۔ میں ایک قیدی تھا لیکن میرے پاس اب نگہبان کے طور پر کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ میں آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا اور پابندیاں ہوتیں تو بھی میری حالت مختلف نہ ہوتی۔ میرا ذہن روشن تھا، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تمام غم دور ہو گئے تھے، سمٹ آیا تو اور مجھے اپنا سینہ کچھ زیادہ ہی کشادہ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ مجھے آسانی سے ختم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جب بھی میں ختم ہونے کے قریب ہوتا، انگردما کے بہت سے لوگوں کا خاتمہ بھی میرے ساتھ ہوتا۔

میں بھی اس قافلے کے ساتھ آبادی کی طرف چلا۔ آبادی میں وہ گروہ علیحدہ ہو گیا جنھیں دوبارہ غاروں میں بیٹھ کے ریاضت کرنی تھی۔ استقبالی ہجوم پہلے ہی جا چکا تھا۔ انگردما کے سربرآوردہ لوگ رہ گئے اور ان میں پہلی بار مجھے گروٹا نظر آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور اس کے انڈے کے مانند سر پر آج بھی وہی خول نظر آ رہا تھا جس کی آنکھوں سے شعلے لپکتے تھے۔ جاراکاکا کی ایک لمبی عبادت کے بعد گروٹا میرے پاس آیا اور میرا سینہ حیرت سے دیکھنے لگا۔ میں خاموش رہا اور میرے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"جابر بن یوسف!" اس کی آواز میں تپاک تھا۔ "جاراکاکا کی مقدس روح نے تمھیں دوبارہ انگردما میں بھیج دیا ہے۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھارا احترام اسی طرح ہم پر واجب ہے جس طرح انگردما کے کسی عالم کا۔"

"گروٹا!" میں نے ہنس کر کہا۔ "لیکن میں اس سلطنت کا عالم ہوں جو مقدس آقابلا کے نام سے موسوم ہے۔ انگردما میں میری آمد کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔"

"جابر بن یوسف!" گروٹا نے غیر سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "جو بھی سے آتا ہے یہی کہتا ہے لیکن ہمارا معاملہ جاراکاکا کی مقدس روح پر چھوڑا ہے۔ وہی سب سے اعلا فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ آج سے انگردما تمھاری زمین ہے۔ تم پہلے بھی آئے تھے اور اپنی غیر معمولی طاقت کے سبب واپس گئے تھے۔ تم یقیناً دوبارہ بھی جا سکتے ہو مگر اس سے پہلے ہمیں اپنے قریب موقع دو۔" گروٹا نے خوش اطواری سے کہا۔

"تم دلچسپ باتیں کرتے ہو دانا! تم سب انگردما کے لوگ بڑے دلچسپ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم سب دیوانے ہو گئے ہو۔ میں تمھیں بتاؤں کہ میرے ارادے اچھے نہیں ہیں۔ میں تمھارا دوست نہیں ہوں۔" میں نے دلیری سے کہا۔

"آہ، تم ایک عظیم آدمی ہو۔ ہمیں فخر ہے کہ تمھارے قدم انگردما کی زمین پر دوبارہ آئے ہیں۔ تم کتنی صاف باتیں کرتے ہو۔ یقیناً لمبے سفر کی وجہ سے تھک گئے ہو۔ تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔ انگردما میں اب بھی عورتوں کی ہے مگر پہلے جیسی کمی نہیں ہے۔ تمھیں یہاں کی حسین ترین عورت فراہم کی جائے گی اور اپنے دشمن مہمان کا ہر طرح خیر مقدم کیا جائے گا۔" گروٹا میری کسی بات سے متاثر نہیں ہوا۔

"تمھارا شکریہ گروٹا! تمھارا شکریہ کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ میں ابھی خاصے دن یہاں رہوں گا اور تمھاری دلکش باتوں سے لطف اٹھاؤں گا۔ تم صحیح کہتے ہو کہ مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ انگردما کی آبادی میں یہ حیرت انگیز اضافہ معلوم ہوتا ہے۔ میں تمھاری پذیرائی کا ممنون ہوں۔"

"ابھی کیا ہے۔ توری سے تین سو عابدوں اور ساحروں کا قافلہ آیا ہے، ان میں سب سے محترم شخص جابر بن یوسف ہے۔ ہم تمھاری آمد پر ایک شاندار جشن منعقد کریں گے۔" گروٹا نے کہا۔

"تین سو؟" میں نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں اور یہ تعداد کم نہیں ہوتی۔ اب یہ تمام عابد جب انگردما کا مسلک اپنا لیں گے تو ہمارے ہی کام آئیں گے۔ ہم کوشش کریں گے کہ تم بھی ایک دن ہمارے پہلو بہ پہلو کام کرو۔"

"ہا۔ کیا خوب، گروٹا کیا خوب! تمھاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگردما کا سفر دلچسپ گزرے گا۔"

"ہم اسے مزید خوب صورت اور دلچسپ بنانے کی کوشش کریں گے۔ میرے عزیز دوست جابر بن یوسف! تمھیں انگردما کی کون سی شراب پیش کی جائے؟ یہاں اب ملکہ شوطار بھی موجود ہے اور نہ جانے کتنی عورتیں۔" گروٹا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"میں سب سے پہلے مہذب دنیا کی لڑکی فلورا سے ملنا چاہتا ہوں محترم گروٹا!" میں نے مہذب لہجے میں کہا۔ "یہیں سے اپنی میزبانی کا آغاز کرو۔"

گروٹا میرا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ "فلورا؟" اس نے تعجب سے دہرایا۔

"ہاں فلورا۔" میں نے مسکرا کے کہا۔

"**فلورا** ـــــــ" اس نے تذبذب سے کہا۔

"ہاں فلورا ـــــ! کیا تم نے یہ نام پہلے نہیں سنا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مگر..." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا اور اس کی اندر کی طرف دھنسی ہوئی آنکھیں میرے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ ساتھ ہی اس کے گھٹے ہوئے سر پر بیٹھا ہیولا شعلہ بار نظروں سے مجھے گھورنے اور اچھلنے لگا۔ شاید وہ کچھ اور متوقع کر رہا ہوگا۔ اس کا خیال ہوگا کہ میں سب سے پہلے اسمار کی حسین و جمیل ملکہ شوطار کو طلب کروں گا مگر میں نے زرنگا جیسے معمولی شخص کے ساتھ آنے والی مہذب دنیا کی ایک لڑکی فلورا کو طلب کیا تھا۔ اب وہ اپنی فراخ دلانہ پیش کش کا اظہار کر کے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس کی تشویش سے مجھے مسرت ہوئی اور میں نے اپنے مطالبے پر جمے رہنے کا قصد کر لیا۔ اس سے میرا تجسس دوچند ہو گیا تھا۔

"مگر فلورا ہی کیوں؟" وہ چند ثانیوں کے توقف کے بعد ہچکچا کے بولا۔

"مگر فلورا ہی کیوں نہیں؟" میں نے بے نیازی سے کہا۔ "انگردما کے محترم سردار! کیا تم نے ابھی ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ میں انگردما میں بسنے والی کوئی بھی عورت طلب کر سکتا ہوں؟"

"مجھے یاد ہے۔" گروٹا جز بز ہو کے بولا۔

"پھر تم کس غور و فکر میں مبتلا ہو گئے گروٹا؟ تمھاری خاموشی سے کیا مطلب اخذ کیا جائے؟ کیا تم نے بھی اسے یہاں سے فرار کرا دیا ہے؟"

"نہیں نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔" گروٹا کے لہجے میں تاسف تھا۔ "میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا، اس پر قائم ہوں۔ انگردما میں تم جیسے عالم کی آمد ہمارے لیے باعثِ فخر ہے۔ تمھارے جانے کا ہمیں اتنا غم نہیں ہوا تھا، جتنا دوبارہ آنے کی خوشی ہوئی ہے۔ تمھارا احترام ہم پہ واجب ہے۔"

"پھر یہ اکراہ کیوں؟ کیا تمھیں معلوم ہے کہ فلورا کون ہے؟ فلورا مہذب دنیا کی وہ لڑکی ہے جو میری ملکیت ہے۔ اسے توری کے ایک سردار شرالا نے غصب کر لیا تھا۔ بعد میں اس نے اسے زرنگا کے سپرد کر دیا۔ زرنگا جزیرۂ بیزنار سے میرے مقابلے کے لیے توری آیا تھا مگر فلورا کو لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے بیزنار میں اس کا تعاقب کیا اور ساحرِ اعظم جالموش سے ملاقات کی۔ پھر میں جزیرے پر جزیرہ سر کرتا رہا۔ جب وہ یہاں آکے روپوش ہو گئے تو میں نے مزید جزیرے سر کرنے کے بجائے توری واپس جانے کا قصد کیا اور اب انگردما میں آگیا ہوں۔"

وہ میری باتیں غور سے سنتا رہا۔ اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے چند ثانیوں تک آسمان کی طرف دیکھا اور پھر نہایت غم زدہ لہجے میں کہنے لگا۔ "تم کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے؟ میں یہ وضاحت دوبارہ کر دوں کہ انگردما میں تمھاری حیثیت قیدی کی نہیں، مہمان کی ہے۔ تم یہاں آزاد ہو۔ مجھے معلوم ہے تمھارے سینے میں ابھی تک انگردما کے لیے ہمدردی پیدا نہیں ہوئی ہے مگر امید ہے، پہلے کی طرح تم اس بار بھی ہمارے ہم نوا ہو جاؤ گے کیونکہ سچ ہمارے ساتھ ہے اور سچ یہ ہے کہ آقابلا کے خلاف جدوجہد محض اسی کے بغض و عناد کے سبب سے ہے، سچ یہ ہے کہ جالموش کا سحر زاہدوں اور عابدوں کے اعلا مقام کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سچ یہ ہے کہ بے قرار روحیں صدیوں سے اپنے دائمی آشیانوں میں جانے کے لیے تڑپ رہی ہیں۔ ہم ایک دن یہ سلسلۂ طلسم توڑ دیں گے اور جاراکاکا کی عظیم روح ہمیں سکون اور مسرت سے سرفراز کرے گی۔"

گروٹا فلورا کی گفتگو سے پہلو تہی کر رہا تھا۔ میں یہ باتیں پہلے بھی انگردما کے باغی عالموں کی زبانی سن چکا تھا مگر اس بار گروٹا کے لہجے میں مجھے کچھ زیادہ یقین کی آمیزش نظر آئی۔ "جاراکاکا کی عظیم روح!" میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم پر ترس آتا ہے گروٹا! تم سب لوگوں پر جو احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ جاراکاکا کی عظیم روح کس کے حق میں ہے؟ کیا اس میں اب بھی کوئی شبہ ہے؟ جالموش جیسا بڑا ساحر وہاں موجود ہے۔ مقدس آقابلا جیسی حسین اور پراسرار عورت وہاں موجود ہے، وہ ایک وسیع سلطنت ہے۔ وہاں بے شمار غاروں میں عابد اور زاہد جاراکاکا کی خوشنودی کے لیے برسوں سے عبادت کر رہے ہیں۔ تم کئی بار ناکام ہو چکے ہو۔ تم ایک سراب میں مبتلا ہو۔ میرے عزیز گروٹا! میں تمھارے عالموں کو مشورہ دوں گا کہ وہ آقابلا کے حکم کے آگے اپنے سر جھکا دیں۔ یقین کرو، یہ ایک بہترین مشورہ ہے ـــــ مگر ـــ مگر ـــــ" میں نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔ "میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ مجھے مختلف طریقوں سے تمھیں سمجھانا پڑے

گا۔ شاید یہاں میرے آنے کا مقصد یہی ہے۔ میں تمہارے اور مقدس اقابلا کے درمیان ایک اچھا رابطہ بن سکتا ہوں۔ بہرحال یہ گفتگو بعد میں ہوتی رہے گی۔ فلورا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

گرڈما کسما نے کہا۔ "معزز جابر! تم ابھی تازہ تازہ وطن سے وارد ہوتے ہو۔ اس لیے تمہارے ذہن پر اقابلا اور جالوش کا سحر طاری ہے۔ ہم تم سے کچھ سمجھنے اور تمہیں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ رہا جارا کاکا کی عظیم روح کی خوشنودی کا مسئلہ، تو انگرو ما کی موجودگی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جارا کاکا کی روح اپنے ان عبادت گزاروں کے موقف کی تائید پر مائل ہے۔ وہ دن ضرور آئے گا، جب ہمیں کلّی طور پر اس کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی ـــــ ہم جالوش کو شکست دے دیں گے۔ ہم اقابلا سے اس کی مسند چھین لیں گے اور....."

میں نے کسی قدر ناراضی سے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں مہذب دنیا کی لڑکی فلورا کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"ہاں وہ" شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "معزز جابر! میں تمہیں صاف صاف بتائے دیتا ہوں، شاید تمہاری آمد کی خوشی میں مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں رہا۔ جس وقت زرنگا نے انگرو ما میں پناہ لینے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کیا تھا، اس نے فلورا کے سلسلے میں ہم سے یہ عہد لے لیا تھا کہ ہم فلورا کو اسی کے تصرف میں رہنے دیں گے۔ فلورا صرف اسی کی رہے گی۔ مجھے افسوس ہے، جابر بن یوسف! ہم یہ عہد توڑ نہیں سکتے۔ تم اس کے بجائے انگرو ما کی کوئی بھی عورت طلب کر سکتے ہو، اگر چاہو تو کچھ اور خواہش کر سکتے ہو۔"

"مگر مجھے صرف فلورا درکار ہے۔" میں نے غصے میں کہا۔ "کیا زرنگا اتنا اہم شخص ہے کہ تم نے اسے اپنے ہاں بلانے کے لیے ایک عہد بھی کر لیا؟ اگر وہ انگرو ما میں نہ آتا تو کیا انگرو ما کی طاقت میں کوئی کمی واقع ہو جاتی؟"

"ہمارے لیے سلطنت اقابلا کا ایک ایک شخص اہم ہے اور پھر زرنگا جیسا طاقت ور شخص؟ اس کے بھائی ارمیگا نے اسے پُراسرار علوم کی تربیت بھی دی تھی۔ وہ کوئی جاہل اور کمزور شخص نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی ہمارے کام آ سکتا ہے اور انگرو ما میں بڑا مقام حاصل کر سکتا ہے۔"

"ہونہہ۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "تم ایک معمولی شخص کے عہد کے لیے جابر بن یوسف کو ناراض کر رہے ہو، جابر بن یوسف کی ناراضی کا مطلب یہ ہے کہ تم انگرو ما میں ایک نہ ختم ہونے والے انتشار کو ہوا دے رہے ہو۔ کیا میں اپنی ریاضتوں کی فہرست گنواؤں اور تمہیں اپنے بارے میں حقائق سے آگاہ کروں؟ مقدس جارا کاکا کی روح مجھ پر مہربان ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے معزز جابر! ہم تمہارے مقام سے آگاہ ہیں، تمہارا چمکتا ہوا سینہ تمہاری عظمتوں کا ثبوت ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ تم انگرو ما کی طلسمی دیوار پھلانگ کے اندر پہنچ گئے تھے۔ تمہارے پاس یقیناً ایک عظیم طاقت ہے جو ہم نہیں دیکھ سکے۔ اس کے علاوہ مقدس جارا کاکا کی روح بھی تم پر مہربان ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اسی نے تمہیں ہمارے پاس روانہ کیا ہے تاکہ تم ہم میں مل جاؤ اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرو۔"

"پھر ـــــ پھر۔" میں نے تمسخر سے کہا۔ "مقدس جارا کاکا کی روح کے فرستادے کی یہ خوب تواضع ہو رہی ہے کہ اس کے مقابلے میں تمہیں ایک حقیر شخص سے کیے ہوئے وعدے کا پاس ہے؟"

"میں مجبور ہوں لیکن ہم جلد ہی اس کا کوئی حل نکال لیں گے۔ میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی فلورا تمہاری خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔"

"معزز گرڈما! میں اس گریز کو اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ میں اس وقت تک انگرو ما میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک فلورا کو حاصل نہیں کر لیتا۔ اگر انگرو ما میں آنے کا میرا مقصد یہی نہیں ہے، میرے مقاصد تو بہت سے ہیں۔ ابھی سفر کی تکان غالب ہے، اور میں پہلے ابتدائی مراحل سے نمٹنا چاہتا ہوں۔ ازراہ کرم فلورا کو پیش کیا جائے۔"

"میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر ہم تم سے کوئی عہد کریں گے تو اسے ہر حال میں نبھائیں گے، اگر ہم نے عہد شکنی شروع کر دی تو انگرو ما کے عالموں پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا اور یہ زمین جو امن و سکون کا گہوارہ ہے، یہاں انتشار پھیل جائے گا۔"

"لیکن میں نے خود سے عہد کیا ہے کہ میں زرنگا کو زمین کا پیوند بنا دوں گا۔ یہ جابر بن یوسف کا عہد ہے۔ کیا تم یہ دیکھنا پسند کرو گے کہ کون اپنے عہد پر قائم رہنے کی طاقت رکھتا ہے؟" میں نے درشتی سے کہا۔

گرڈما کی آنکھیں پٹ پٹانے لگیں۔ وہ بار بار کہیں گم ہو جاتا تھا۔ جیسے جیسے اس کا انداز معذرت خواہانہ ہوتا گیا، میرے لہجے میں اشتعال بڑھتا گیا اور میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک صلح جو شخص نے سمجھایا۔ جابر بن یوسف! اتنے جلال میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس زمین پر تنہا ہو اور نئے نئے آئے ہو۔ گرڈما کے لہجے کی نرمی سے زیادہ رعایت حاصل کرنے کی کوشش مت کرو۔ فلورا کسی وقت بھی مل سکتی ہے کیونکہ تم اس سے دور نہیں ہو۔ تمہیں یہاں بہت سے کام کرنے ہیں۔ سرنگا نے توری اور انگرو ما کے باغیوں کی جنگ کے درمیان تمہیں گرفتار ہو جانے کا جو مشورہ دیا تھا، تمہیں اس پر غور کرنا ہے۔ تمہیں یہاں سکون سے بیٹھ کے اپنی ذہانت اور شجاعت کی بساط بچھانی ہے۔ اگر تم نے شروع ہی میں فشار برپا کر دیا تو یہ لوگ تم سے محتاط ہو جائیں گے اور ان کی میزبانی کا یہ انداز بدل جائے گا۔ میں نے اپنے اندر بیٹھے ہوئے اس صلح جو شخص کی باتیں بزدلی سے تعبیر کیں۔ مجھے اپنی یہ ترغیبیں خود زہر لگیں۔ ہونہہ، میں نے خود سے کہا۔ اگر پہلے ہی موقع پر اپنی عظمت کا سکہ نہ جمایا گیا تو آئندہ وہ مجھ سے لو... نرمیوں کی توقع کریں گے۔ یہاں پھر ایک طویل وقت گزر جائے گا اور کچھ نہیں ہو گا۔ جو فیصلے کرنے ہیں یا کر ڈالنے ہیں، ان میں تاخیر عبث ہے۔ گرڈما سے کہ دو کہ اُسے میری میزبانی عزیز ہے یا زرنگا سے کیا ہوا عہد؟

میں نے گرڈما سے کہہ دیا۔ "اگر تم اسی وقت فلورا کو پیش نہیں کر دو گے تو میں بینزار کے قوانین کا احترام کرنے کا پابند نہیں رہوں گا۔" سنتے ہو... میں تیز آواز میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ جارا کاکا کی مقدس روح اپنے ایک غلام کی...

...ش کا زیادہ خیال رکھے گی۔ تم نے درمیان میں آنے کی کوشش کی تو پھر ...ں کا نمونہ دیکھو گے کیونکہ تمہارے مقابل جو شخص کھڑا ہے وہ کسی اعتماد ہی سے ...بھلے لہجے میں بات کر رہا ہے۔"

گرڈما کے پاس شاید میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے ...تندی اور تلخی برداشت کرتا رہا اور نہایت نرمی سے کہنے لگا۔ "معزز ...بن یوسف! مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے لیے وقت درکار ہے۔ میں ...کے پاس جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی صائب فیصلہ کرنے میں میری ...یں گے۔"

"اور میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" میں نے عزم سے کہا۔

"آؤ ـــ" وہ کچھ جھجک کے بولا۔

ہم دونوں جلد ہی بستی کے درمیانی حصے میں پہنچ گئے، جہاں ایک چھوٹی ...بادت گاہ کے گرد انگرو ما کے منتظم عالم موجود تھے۔ میں دور کھڑا رہ گیا۔ گرڈما ...ساتھیوں کے پاس مشورے کے لیے چلا گیا اور میں نے دور کھڑے کھڑے دیکھا ...ن کا سکون گرڈما کی اچانک آمد سے درہم برہم ہو گیا ہے۔ وہ گفتگو کرتے ...ے بار بار میری جانب دیکھتے تھے۔ ان کے تلاطم سے میری سرکشی کو ہوا لگی ...ب انھیں کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے دیر ہو گئی تو انتظار کرنے کے بجائے ...وان کی جانب بڑھنے لگا۔ کسی نے اشارہ کیا کہ میں ان کی طرف آ رہا ... وہ سنبھل کر میرے پہنچنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب میں ان کے درمیان ...تو انھوں نے ایک دوسرے کو سوال طلب نظروں سے گھورنا شروع کر دیا ...زر جابر!" ایک عمر رسیدہ شخص آگے آیا اور شائستگی سے لرزیدہ آواز میں بولا۔ ...ہم نے مقدس ریاجن سے مشورہ کر کے تحفظ دیا ہے۔ گرڈما اور انگرو ما کے ...نے عالموں کا وعدہ اصل میں مقدس ریاجن کا وعدہ ہے، جب تک اُس ...رف سے یہ تحفظ نہ اُٹھ جائے، ہم تم سے توقف کی درخواست کریں گے۔"

ریاجن کا نام میرے لیے نیا تھا لیکن اس موقع پر میں ان سے اس ...کے بارے میں پوچھ گچھ کر کے اپنی کم علمی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یقیناً ...ن کوئی اہم شخص ہو گا جس کا تذکرہ وہ اتنا ادب سے کر رہے تھے۔ اس کے نام ...تو انھوں نے مقدس کا لفظ بھی استعمال کیا تھا۔ میں نے اپنے آئندہ ...کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور پھر میرے ذہن میں بجلی کی طرح ایک خیال ...میں نے ادب سے کہا۔ "اے بزرگو! مقدس ریاجن کی خدمت میں میری یہ ...رخواست پہنچا دو۔ وہ جارا کاکا کے ایک پسندیدہ غلام کے لیے اپنا فیصلہ ...دے گا۔ اُسے معلوم ہو گا کہ کس کی امانت کس کے پاس رہنی چاہیے۔ کون اس ...کا سچا دعوے دار ہے۔ میں سرِ شام منعقد ہونے والی جارا کاکا کی مشترکہ ...ت میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔ شام کو میں تمہارے سامنے ایک بیان ...دینا چاہتا ہوں کہ تم مقدس اقابلا کے ساتھ سرکشی سے تائب ہو جاؤ۔ ...ہے تم مجھے اس کا موقع ضرور دو گے۔"

"منظور، منظور۔" ان کے چہروں پر شادمانی چھا گئی۔ اس مسکراہٹ میں ...شامل نہیں تھا۔ "ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے ہمیں اس کا موقع دیا۔ بوڑھے طرف سے انگرو ما کی اقبال مندی کا یہ جام نوش کرو۔" بوڑھے نے اپنا قدح میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے ایک ہی سانس میں پی لیا اور بازو سے باچھیں پونچھتے ہوئے بولا۔ "اب میں چلتا ہوں۔ مجھے انگرو ما کا یہ سبزہ زار دیکھنا ہے اور دیکھنا ہے کہ تم نے کتنے طلسم کدے اس عرصے میں تعمیر کیے اور علم و فضل کے معاملے میں کیا کیا مراتب حاصل کیے۔"

"یہ زمین تمہاری ہے۔" گرڈما نے خوش دلی سے کہا۔

ان کا انکسار اور عجز ان کی سب سے بڑی خوبی تھی جو تاریک برِاعظم میں اقابلا کی قلم رو میں عنقا تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اقابلا کی سلطنت کے ستم رسیدہ لوگ تھک کے انگرو ما کا رُخ کرتے تھے۔ یہاں غذاؤں کی بہتات تھی اور علاقوں کے ساتھ حاکموں کا رویہ بہت مشفقانہ تھا۔ وہ اپنی میزبانی اور حسنِ سلوک سے ہر شخص کو پسپا کر دیتے تھے۔ میں ان کی خوش خلقی سے اپنے تمام سخت عزائم کے باوجود اچھا تاثر لے کے وہاں سے چلا آیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے اپنے ارادے بدل دیے ہیں۔ میں نے ریاجن کا ذکر آنے کے بعد مزید اصرار مناسب نہیں سمجھا تھا۔ فلورا کو دیکھنے کی آرزو شدت سے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ میرا وہی حال تھا جو بینزار کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے تھا۔ وہی بے چینی، وہی ایک کسک۔ جب اس کا خیال آتا تھا تو سارا تاریک براعظم منہدم کرنے کو جی چاہتا تھا۔ زخم دُکھنے لگتے تھے اور بہت سی کربناک یادیں سینے میں آگ لگا دیتی تھیں۔ یہ سب اسی کی وجہ سے تھا۔ وہ نہ بیروت میں دوبارہ ملتی اور نہ اس ہولناک سرگزشت کا آغاز ہوتا۔ بیروت میں کسی حسین لڑکی سے میری شادی ہو گئی ہوتی اور وہاں کی صاف و شفاف سڑکوں پر میں دھوم مچاتا پھرتا۔ وہاں کے شبینہ کلبوں میں نازنینیں مجھے دیکھ کر میری طرف لپکتیں۔

فلورا سے اب میرا کیا رابطہ تھا؟ میں سمجھتا ہوں وہ ایک قرض تھا جو مجھے ادا کرنا تھا، وہ ایک ضد تھی جو پوری کرنی تھی، وہ ایک غرور تھا جس کا اظہار ضروری تھا، وہ ایک طاقت تھی جو اس کے حصول کے لیے بے پناہ تھی ـــ مگر وہ میری منزل نہیں تھی۔ وہاں پہنچ کے مجھے ٹھیرنا نہیں تھا۔ درمیان میں دوڑتے دوڑتے کبھی اس کا خیال آ جاتا تھا۔ ورنہ منزل تو بہت دور تھی اور اس منزل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں یہ جد و جہد تمام تر شعبدہ گری سمجھتا تھا۔ مجھے جہاں تک جانا تھا، وہیں تک جانا تھا۔ وہی ایک چہرہ ـــــ ایک مینار، ایک سنگِ میل، مجھے وہیں تمام ہونا تھا۔ کسی مرتبے پر پہنچنا اور کسی شخص کے دل میں نفوذ کرنا دو مختلف عمل ہیں۔ مہذب دنیا میں اگر دنیا کی سب سے حسین دوشیزہ کے روبرو میں اتنے جان لیوا اظہار کرتا اور اتنے اذیت ناک مرحلوں سے گزرتا تو اس کا دل راکھ ہو گیا ہوتا مگر جو شخص مجھے مطلوب تھا، اُس کا نام اقابلا تھا اور بے شمار نادیدہ طلسم میرے اور اس کے درمیان حائل تھے۔ کتنی ہی بار میں نے خود کو ایک مرا ہوا شخص سمجھا اور پھر کسی امید کی کسی کرن نے مجھے متحرک کر دیا۔ کتنی ہی بار میری سانس اکھڑی اور میں زمین

یہ کھڑا کھڑا اس کی پہنائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر کسی تنکے نے سہارا دے کے مجھے روک دیا۔ توری میں آقا بلا کے دربار سے واپس آکے میں نے اپنے بے دست و پا وجود پر قناعت کر لی تھی لیکن پھر انگرو ما کے باغی آگئے اور انھوں نے تاریک تر اعظم متزلزل کر دیا۔

میں انگرو ما کیوں آگیا؟ انگرو ما کے راستوں پر وہاں کے باشندوں کے درمیان چلتے پھرتے میں یہی سوچ رہا تھا اور میری نگاہیں ہجوم میں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ سمورال کی مالا کے دانے میری سمت متعین کر رہے تھے لو چوبی اژدہا متحرک ہو کے میرے شانوں پر بیٹھا اپنا منہ ایک سمت کیے ہوئے مجھے اشارے کر رہا تھا خود میں وہ عمل دہراتا جا رہا تھا جو آج انگرو ما میں میری جد و جہد اول کا آغاز کرنے والے تھے۔ اس کے بعد ہی میں اپنے لیے کوئی راستہ منتخب کر سکتا تھا۔ میں اس انکسار سے انگرو ما کے لوگ جس سے مجھے نواز رہے تھے اپنی قدر و قیمت کا صحیح تخمینہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کے لیے ایک پیش قدمی کی جرأت کر لی تھی۔ شام کی آمد آمد تھی اور میں گوشے گوشے میں بو سونگھتا پھر رہا تھا۔ ہزاروں افراد اب تک میری نظروں سے گزر گئے تھے۔ میدانوں میں جا بجا پتھر کے مجسمے ایستادہ تھے۔ ان کی تعداد پہلے سے خاصی بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ فلورا مجھے کہیں نظر نہیں آئی لیکن ایک جگہ میرے قدم رک گئے۔ میں نے ایک مجسمہ غور سے دیکھا۔ وہ ایک تنومند شخص کا مجسمہ تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اژدہا مجسمے کے گرد لہرانے لگا۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ اس بات سے مجھے دکھ ہوا۔ کیا یہ لوگ مجھے ایک بے ضرر شخص سمجھتے ہیں؟ یا اپنے علم و تربیت سے اتنے آسودہ ہیں کہ ان کے پاس میری ہر تخریب کا مداوا موجود ہے؟ وہ مجسمہ ایک سیاہ فام شخص کا مجسمہ میرے سامنے تھا۔ میں نے سوچا، اسے زمین میں گاڑ دوں یا ریزہ ریزہ کر دوں؟ اس پر شیالی پھینک دوں یا جالوش کا عطا کیا ہوا ہار پہنا دوں جس کے زہریلے بچھو اس میں اپنے ڈنکوں سے سوراخ کر دیں؟ میں اسے بدترین سزا دینے کے پہلوؤں پر غور کرتا رہا لیکن کسی اقدام سے قبل میرے ہاتھ رک گئے۔ اگر یہ مجسمہ یہاں موجود ہے تو قریب ہی ایک دوسرا مجسمہ بھی موجود ہوگا۔ میں نے نگاہ وسیع کی۔ اس وسعت میں چار اطراف پھیلے ہوئے مجسموں میں مجھے اپنی مانوس شکل کہیں دکھائی نہیں دی۔ وہ کہیں اور ہے، کہیں دور..... ممکن ہے وہ پتھر کے خول میں مقید نہ ہو؟ سر شام ہی مشترکہ عبادت کا اہتمام ہوتا تھا اور اس میں میری شرکت لازم ہوتی تھی۔ میں نے مجسمے کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے کاندھے پر اٹھا لیا۔ وہ ایک بھاری شخص تھا مگر میری پشت ایسے کئی مجسموں کا بوجھ بیک وقت برداشت کر سکتی تھی۔ میں نے ایک سحر کے ذریعے اسے عام نگاہوں سے روپوش کر دیا۔ صرف برگزیدہ آنکھیں دیکھ سکتی تھیں کہ وہ میری پشت پر سوار ہے۔ اب میں تیز قدموں سے اس میدان کی طرف جا رہا تھا جہاں انگرو ما کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ میدان میں خاصے لوگ جمع ہو چکے تھے اور چہار اطراف سے میدان میں داخل ہو رہے تھے۔ میری نگاہ کے سامنے دور اونچائی پر گرونا، گورمے اور انگرو ما کے دوسرے بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ حسب دستور ان کے آگے ایک بڑا الاؤ روشن تھا۔ میں جس وقت مجمع میں داخل ہوا لوگ مجھے دیکھ کے ہیبت سے پیچھے ہٹنے لگے اور گزرگاہ خود بخود ایک راستہ سا بنتا گیا۔ گرونا اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ میں ان سب کی پروا کیے بغیر چبوترے پر پہنچ گیا اور میں نے مجسمہ وہیں نصب کر دیا۔ اب مجسمہ سارے مجمع کی نگاہوں میں آچکا تھا۔

"جابر بن یوسف!" گرونا چیخ کر بولا۔ "تم اسے یہاں کیوں اٹھا لائے ہو؟"

"میں اس کے خون سے جارا کاکا کی مقدس روح کو آسودہ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے چلا کر جواب دیا۔

"لیکن یہ انگرو ما کی مقدس سرزمین کی امان میں آیا ہے۔"

"اور میں مقدس جلا کاکا کے نام پر اسے قربان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے اس سعادت سے بڑھ کے اور کیا نیکی ہو سکتی ہے؟"

"مگر اس کے لیے ہمیں مقدس ریماجن سے اجازت لینی ہوگی۔" گرونا کے قریب کھڑے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"اور مقدس ریماجن کو ایک بُرے شخص کو قربان کر دینے پر کوئی اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

اس اثنا میں تمام مجمع زمیں بوس ہو گیا تھا۔ گرونا کے سوا چبوترے پر کھڑے ہوئے انگرو ما کے تمام بزرگ گردنیں جھکائے گریہ زاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے تاخیر اپنے لیے مہلک سمجھی اور اپنے سحر سے مجسمہ الزور متحرک کر دیا۔ پتھر کا منجمد خول جب حرکت کرنے لگا تو لوگوں نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ زربگا تھا۔ زربگا میری صورت دیکھتے ہی خوف سے گنگ ہو گیا تھا۔ جارا کاکا کی مشترکہ عبادت کے اجتماع میں غیر متوقع طور پر مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ اس نے گرونا کی جانب پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ گرونا کی گردن بھی جھک گئی۔ میں نے دہکتے ہوئے الاؤ میں سرعت سے ہاتھ ڈال کے دو انگارے نکالے اور ایک ہولناک چیخ ماری۔ میری دہشت ناک چیخ سے سارا مجمع لرزہ براندام ہو گیا اور لوگ کھڑے ہو کے میری وحشت دیکھنے لگے۔ میرے ایک ہاتھ میں جلتے ہوئے انگارے تھے اور دوسرے ہاتھ میں جارا کاکا کی کھوپڑی۔ دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ زربگا کی طرف بڑھے ہوئے تھے۔ "مقدس جلا کاکا تیرے لیے۔" میں نے دہاڑ کے کہا۔ "اور مقدس ریماجن تیری اجازت سے، جارا کاکا کی خوشنودی ہی تیری اجازت ہے اور اجازت طلبی کی صدا جابر بن یوسف لگا رہا ہے۔"

"جابر بن یوسف!" ایک بوڑھا چیختا ہوا آگے آیا۔ "انگرو ما کے ساحروں کا صبر و ضبط مت آزما۔"

"مجھے یہاں جس مقصد سے بھیجا گیا ہے وہ تجھے نہیں معلوم بوڑھے! پیچھے ہٹ جا اے بزرگ شخص، واپنی جگہ چلا جا۔" میں نے سختی سے کہا۔ "جارا کاکا کس کے زیادہ قریب ہے؟ اس کا فیصلہ آج ہو جائے گا۔"

تنومند زربگا لرزنے لگا تھا۔ غیر اختیاری طور پر وہ چبوترے سے بھاگنے لگا لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد ٹھٹک کر ایک جگہ ساکت ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کر دینا چاہیے تھا لیکن میں نے ایسی

نجات اپنے مستقل مزاج کے موافق نہیں پائی۔ میں اسے پوری اذیت دینا چاہتا تھا۔ انگرو ما کے بڑے مجمع کے سامنے میرا یہ اقدام باقاعدہ غور و فکر کے بعد تھا۔ گرونا اور دوسرے ساحر دم بخود کھڑے تھے۔ میں نے آخری لمحے تک ان کی طرف سے کسی مداخلت کا امکان یکسر رد نہیں کیا تھا۔ میں پوری طرح اپنے عمل میں منہمک اور اپنے قدموں پر مستعد جما ہوا تھا۔ میں نے دونوں شعلے زربگا کی طرف پھینک دیے۔ نشانہ ٹھیک اس کی آنکھوں پر لگا۔ وہ ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ تڑپنے اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ میں نے اسے بھاگتے ہوئے اپنی جانب کھینچ لیا اور اس کے بال پکڑ کے چہرہ سامنے کیا۔ شعلوں نے اس کی آنکھیں ویران کر دی تھیں۔ خون اور جلتے ہوئے گوشت کے دھبے دھبوں نے اس کا چہرہ مکروہ بنا دیا تھا۔

لمحوں میں اس کا چہرہ مسخ ہو گیا۔ کاش میں اسے اور اذیتیں دے سکتا۔ کاش یہ مجمع توری کا مجمع ہوتا اور میں نے یہ قربانی جلا کاکا کے نام پر کرنے کا اعلان نہ کیا ہوتا۔ ہر طرف گہرا سکوت تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکریں لگانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور الاؤ کے گرد ایک عمل پڑھ کے اپنی تمام تر ظاہری و باطنی طاقت یکجا کر کے جارا کاکا کا نعرہ لگایا۔ "صرف تیرے لیے۔" میں نے دہاڑتے ہوئے کہا اور میرے خنجر نے زربگا کے سینے سے خون کا فوارہ جاری کر دیا۔ میں نے اس کے تڑپتے ہوئے خون آلود لاشے میں جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا۔ پھر گورمے، گرونا اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ "اس کی روح اپنے زنداں خانے میں بھجوا دو۔ ممکن ہے کسی وقت یہ تمہارے کام آجائے۔" گورمے نے آگے بڑھ کے زربگا کا زخر دبا لیا اور گرونا سے احترام کے ساتھ اس کا نیولا لے کے زربگا کے گلے پر رکھ دیا۔ پھر اس نے کوئی عمل پڑھا۔ نیولے نے زربگا کی گردن پکڑ لی۔ اسی لمحے زربگا کی لاش ٹھنڈی ہو گئی۔ ہر جگہ خون پھیلا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ خون سے سرخ تھے۔ میں نے جارا کاکا کی رنگین کھوپڑی گلے میں ڈال لی اور زربگا کی لاش دونوں ہاتھوں سے اٹھا کے الاؤ میں جھونک دی۔ جب میں اس عمل سے فارغ ہوا تو مجمع میں سرگوشیاں سی گونجنے لگیں۔ "آؤ، ہم جارا کاکا کی مشترکہ عبادت کا عمل جاری کریں۔" میں نے بلند آواز میں کہا جیسے ابھی ابھی جو واقعہ ہوا ہے اسے تازہ رکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ گرونا اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں خون بلد ہو گئی تھیں۔ گرونا نے آگے آکے جلا کاکا سے انگرو ما کی سربلندی کے لیے دعائیں مانگیں لیکن اس کی آواز میں لرزش تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جلد سے جلد رسمی کام ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے بعجلت تمام عبادت کی رسوم سے فارغ ہو کے مجمع منتشر کرنا چاہا تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک لیا اور گرونا سے دبنگ لہجے میں پوچھا۔ "میری بات کا کیا جواب ہے؟"

"ہم نے تمہارا پیغام بھجوا دیا ہے۔" اس نے بے رخی سے کہا۔

"تم نے اس موقع پر کوئی جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہمیں جواب کا انتظار ہے۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے میری میزبانی کے نیک فریضے سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں؟ کیا مجھے اب براہ راست مقدس ریماجن سے بات کرنی ہوگی؟"

"ہم تمہیں اس کا رد عمل ظاہر ہونے تک محتاط رہنے کی تلقین کریں گے۔ امید ہے تم مقدس ریماجن کو ناراض نہیں کرو گے۔" گرونا نے بے دلی سے جواب دیا۔

"میں؟" میں نے اپنا رخ بدل کے مجمع سے خطاب کیا۔ "اے انگرو ما کے لوگو! میں جابر بن یوسف مقدس آقا بلا کے پندرہ جزیروں کا سردار تم سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ میں مقدس آقا بلا اور ساحر اعظم جالوش کی طرف سے تمہارے لیے ایک تنبیہ ہوں کہ تمہیں طاقت اور کمزوری کا فرق سمجھاؤں۔"

"وہ ظالم ہے۔ وہ جابر ہے۔" مجمع نے نعرے لگائے۔

میں نے چیخ کر انھیں خاموش کرا دیا۔ "لیکن وہ ایک عظیم طاقت ہے اور اسے جارا کاکا کی اعانت حاصل ہے۔"

وہ میری بات سننے کے بجائے جارا کاکا کے نام کا ورد کرنے لگے۔ میں نے چیخ کر پھر انھیں خاموش کرایا۔ "تم کب تک شکستوں سے دوچار ہوتے رہو گے؟ ایک دن طاقت تمہاری ناتوانی پر غالب آجائے گی۔ میں تمہیں یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اے نیک لوگو! تم انگرو ما کی حد تک اپنے آپ کو مقید کر لو اور آقا بلا کی معزولی کا خیال دل سے نکال دو۔"

مجھے حیرت تھی کہ گرونا اور اس کے ساتھی مجمع سے میرا خطاب خاموش کھڑے سن رہے ہیں۔ میں نے ملکہ آقا بلا کی شان و شوکت کے متعلق کچھ کہنا شروع کیا تو ہجوم نے میری یہ بات مسترد کر دی لیکن انھوں نے کسی شدید رد عمل کا اظہار بھی نہیں کیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس وقت تک خطاب کرتا رہوں گا جب تک وہ میرا اثر قبول نہیں کریں گے۔ گرونا نے پیچھے سے آکے مداخلت کر دی اور میرے نام کے ساتھ تمام احترام ادا کرتے ہوئے مجمع سے کہا کہ "میں جزیرہ توری سے آج ہی آیا ہوں اور جو نیا شخص آتا ہے وہ اسی طرح کی باتیں کرتا ہے اور ہم اسی طرح سنتے ہیں۔ اس لیے انھیں میری بات سن لینی چاہیے۔" یہ کہہ کے گرونا پھر پیچھے چلا گیا اور اس نے گویا بھرے مجمع میں میرے ساتھ ہمدردانہ رویے کا اظہار کر کے میری سبکی کی۔ میں نے پھر کوئی جملہ ادا نہیں کیا اور گرونا کی طرف اشتعال کی نظروں سے دیکھا۔

پھر چبوترے پر میرا حال پہلے سے مختلف ہو گیا۔ میں عقل و ہوش سے دور ہو گیا اور میں نے جالوش کے علاقے میں حاصل کیے ہوئے سحر پڑھنے شروع کر دیے۔ رات ہو چلی تھی۔ الاؤ کے گرد میرے وحشیانہ انداز، میری ساحرانہ میری چیخوں اور لمحے لمحے بعد سکوت نے اس پُراسرار ماحول کے تاثر میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ "سنو گرونا!" میں نے گرج دار آواز میں کہا اور میری آواز کے ساتھ ہی چبوترے کی زمین ہلنے لگی۔ "سنو گرونا! میں نے براہ راست مقدس ریماجن سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ دیکھو وہ جابر بن یوسف کا کیسا خیال رکھتا ہے۔"

گرونا اور اس کے ساتھی ہلتے ہوئے چبوترے پر اپنے پیر جمانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میرے مستانہ نعرے ہر طرف گونج رہے تھے۔ اندھیرے میں اچانک ہجوم کی پشت سے ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ میرے بلند ہاتھ تیزی سے گردش کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ اس ندیانی چیخ کی آواز اور گہری ہو گئی۔

وہ پاگلوں کی طرح ہجوم چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ گردن جھٹک کے تیزی سے چبوترے کے نزدیک آ رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی جاتی تھی، ہجوم کائی کی طرح چھٹتا جاتا تھا۔ وہ سرتاپا برہنہ تھی۔ اس کے چہرے اور شانوں پر پھیلے ہوئے بالوں کی وجہ سے اس کی صورت کبھی کبھی دکھائی دیتی تھی۔ پیر پٹکتی، سر جھٹکتی، دیوانہ وار چیختی ہوئی وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہجوم عبور کر گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ اس کے لیے پھیلا دیے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت گرڈنا اور اس کے ساتھیوں کا کیا تاثر تھا۔ چبوترے کی لرزش ختم ہو گئی تھی۔ اچانک اس وقت میرے دل میں ایک خیال آیا۔ میں نے اپنا خنجر تولا اور ارادہ کیا کہ اسے اس کے سینے کے پار کر دوں لیکن اسی لمحے اس کے خوب صورت چہرے سے بال ہٹ گئے۔ اور ایک مدت بعد، ایک طویل عرصے بعد وہ چہرہ میری نظروں کے دائرے میں آیا تو خنجر میرے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا ۔۔۔ میں نے خنجر پھینک دیا اور دونوں ہاتھ نیچے کر کے اس مضطرب عورت کو ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ جیسے ہی وہ میرے ہاتھوں میں آئی، اس کے اعصاب جواب دے گئے اور وہ نڈھال ہو کے میرے بازوؤں پر جھول گئی۔ میں نے اسے چبوترے پر کھڑا کیا اور اس کے بال درست کیے۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میرے سامنے وہی ہے ۔۔۔ وہی فلورا ۔۔۔ حالاں کہ جس وقت میں نے پہلی بار اس کی درد انگیز چیخ سنی تھی، اسی وقت مجھے اس کی آمد کا یقین ہو گیا تھا۔ پھر میں نے جاراکا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسے ہلاک کرنا چاہا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں ایک جگہ ٹک گئی تھیں۔ میں نے اپنے سینے کے تمام زلولد پشت کی طرف کر لیے اور اسے اپنے سینے میں اس طرح مدغم کر لیا جیسے وہ میرے وجود ہی کا ایک حصہ ہو۔

گرڈنا نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی۔ میں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ فلورا کو اپنے کاندھوں پر ڈالا ۔۔۔ اور آہستگی کے ساتھ چبوترے سے اتر گیا۔ گرڈنا میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ اسی وقت تین نیزہ بردار شخص میرے اردگرد چلنے لگے اور انھوں نے ایک وسیع جھونپڑی تک پہنچانے میں میری رہنمائی کی۔ جھونپڑی میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ مٹکے، پیال کا آرام دہ بستر، قدح اور طشت ۔۔۔ پھل گوشت اور شرابیں ۔۔۔ میں نے فلورا کو پیال کے بستر پر لٹا دیا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

تاریک براعظم میں آنے کے اتنے عرصے بعد وہ میرے اس قدر سامنے تھی۔ اس کا رنگ کچھ اور نکھر گیا تھا۔ رخساروں پر سرخی اور تابانی تھی۔ بدن سے خون چھلکا پڑ رہا تھا۔ توری میں پہلے دن میں نے اسے دیکھا تھا مگر اس وقت اس کے سارے جسم پر چھوٹے چھوٹے زہریلے کیڑے رینگ رہے تھے اور توری میں پہلے خادمائیں ترشا اور نیری اس کی نگرانی کے لیے مامور ہوئی تھیں۔ وہ وقت ایسا تھا جب ہمیں آنے والے بھیانک وقت کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اب اس کا سراپا پھر میری نظروں کے سامنے تھا اور میں اس کا مالک تھا۔ میری محبوبہ میرے سامنے تھی۔ پھر مجھے نہ جانے کیا ہوا کہ میں دیر تک ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا ۔۔۔۔۔۔ اس کے ترشے ہوئے گلابی ہونٹ بند تھے۔ میں نے انھیں پانی سے تر کیا اور انگلی سے سہلانے لگا۔ اس وقت میرے ذہن کے پردے پر وہ تمام مناظر ابھر رہے تھے جو فلورا سے وابستہ تھے۔ آکسفورڈ میں اس سے ملاقات، بیروت میں اس کے ساتھ حسین لمحے، شوالا سے معرکہ آرائی کے وقت میرے ساتھ آنے سے اس کا انکار، اس کے تعاقب میں مختلف جزیروں کا سفر۔ میری عقل خبط تھی کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں کہ اس نے ایک نازک لمحے میں میرے بجائے شوالا کو ترجیح دی تھی اور وہ زربگا کے ساتھ بھاگتی رہی تھی۔ کبھی اس کے چہرے پر مجھے بے انتہا پیار آتا، کبھی نفرت ابلنے لگتی۔ آخر میں نے پانی کے چند چھینٹے اس کے رخساروں پر ڈالے۔ اسے ہوش آنے لگا۔ اس کے بدن میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ میں نے اشتیاق سے اسے آواز دی۔ "فلورا!" وہ کسمسانے لگی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور حواس باختہ ہو کے مجھے دیکھنے لگی۔ "فلورا۔" میں نے آہستگی سے اسے پکارا۔

اس نے اردگرد نگاہ دوڑائی اور پھر میرا چہرہ تکنے لگی اور ایک دم ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کے اسے دوبارہ لیٹنے کا اشارہ کیا۔

"یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔" میں نے نرمی سے کہا۔

"تم؟" وہ وحشت زدہ ہو کے بولی۔ "تم یہاں؟"

"ہاں میں یہاں ہوں، تمھارے پاس۔ آخر میں نے تمھیں پا لیا۔" میں نے مسکرا کے کہا۔

شاید اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے میرا بازو چھو کے دیکھا۔ "یہ انگرما ہے؟"

"ہاں یہ انگرما ہے اور میرا نام جابر ہے۔ میں ایک بار پھر تمھیں اس کا موقع دوں گا کہ میری رفاقت تمھیں عزیز ہے یا ان سیاہ فام لوگوں کی؟"

"تم واقعی جابر ہو؟" وہ دوبارہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ "مگر میں یہاں کس طرح آ گئی؟"

"تاریک براعظم میں سوال کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تسلیم کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔"

"اوہ جابر!" اس کی آواز لرزنے لگی اور وہ بے تابانہ میری آغوش میں گر گئی اور اس کی آنکھوں سے ایک سیلاب جاری ہوا۔ وہ کچھ اس طرح روئی کہ میرے سینے پر دریا بہنے لگا۔ میری ریگ زار آنکھیں بھی کروٹ لینے لگیں۔ یہ صحرا ابھی نم ہو گیا۔ اس کا طوفان رہ رہ کے امڈ رہا تھا۔ اسی درمیان اس نے جو لفظ ادا کیے وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکے یا میں خود ایسی کیفیت میں مبتلا تھا کہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس کی رقت میں ایسا درد تھا کہ میرے پتھر پگھلنے لگے۔ جب دیر ہو گئی تو میں نے اس کا سر اٹھایا اور اپنی انگلیوں سے اس کے رخسار خشک کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"فلورا!" میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ان سے جو لاوا ابل رہا ہے، وہ میرا سینہ جلا رہا ہے۔"

"جابر!" وہ ایک مرتبہ اور تڑپ کے میرے سینے سے لگ گئی۔

میں نے اسے دوبارہ بستر پر لٹا دیا اور قریب رکھے ہوئے گھڑے سے مشروب انڈیل کے اسے پیش کیا۔ اس نے آدھا پیالہ، آدھا اس کے سینے پر گر گیا۔ وہ ابھی تک میری موجودگی کا یقین کر رہی تھی اور آنکھیں پٹ پٹا کے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "تم کتنے بدل گئے ہو۔" اس کا لہجہ اب قابو میں تھا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ "تمھیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟"

"وہ مجھے تمھارے بارے میں بے خبر رکھتے تھے لیکن بعض عورتوں سے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ تم ابھی زندہ ہو اور اس منحوس خطے میں خاصے نامور ہو گئے ہو۔"

"یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا، تم نے مقابلے کے بعد شوالا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔"

"آہ" وہ غم زدہ لہجے میں بولی۔ "مجھے اس کی وضاحت کا موقع نہیں ملا۔ میں سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ عارضی ہے مگر شوالا نے مجھے زربگا کے پاس پہنچا دیا۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"میں نے اس وقت کچھ اور بات سوچی تھی۔ جب تم شوالا سے معرکہ آرا ہوئے تو یہ تاریک براعظم میں مہذب دنیا کے ایک فرد کے لیے بڑی بات تھی۔ اس عرصے میں، میں نے شوالا کی طاقت، اس کا طلسم اور اس سرزمین میں بسنے والوں کی ساحرانہ قوتوں کا اندازہ بخوبی لگا لیا تھا۔ میں شوالا کے پاس رہ کے اسے تم سے غافل رکھنا چاہتی تھی کیونکہ وہ تم سے شدید نفرت کرتا تھا۔ میں تمھارے دل میں اس کے خلاف ایک عناد پیدا کرنا چاہتی تھی تاکہ تم اس شخص سے ایک آخری مقابلے کے لیے مزید قوتیں حاصل کرنے پر توجہ دو اور میرے انکار کا تازیانہ تمھیں مزید علم حاصل کرنے پر اکسائے ورنہ تم شوالا سے انتقام لینے، مجھے کسی طور حاصل کرنے اور نفرت کا اظہار کرنے کے لیے خود کو طاقت ور بنانے میں اور منہمک ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم نے اس وقت تک کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ شاید تم کہیں ٹھہر جاؤ اور تمھاری رگوں میں خون دوڑتا ہے۔ لہٰذا میں نے خود کو تمھاری نظر میں گرا دیا لیکن میری بدقسمتی کہ جب مجھے تم سے ملنے کا موقع ملا، آخری لمحے میں شوالا نے مجھے زربگا کے حوالے کر دیا اور میں ہمیشہ کے لیے تمھارے دل و دماغ میں رسوا ہو گئی۔" فلورا جذباتی انداز میں بولی۔

فلورا کی باتوں میں صداقت کا اندازہ اس کے جذباتی لہجے سے ہو رہا تھا۔ میں اس کا ایک ایک لفظ اپنی سماعت میں محفوظ کرتا رہا۔ "کاش تم ایسا نہ سوچتیں۔"

"میں نے اس دن ملکہ آقابلا کی آنکھوں میں تمھارے لیے ایک خاص چمک دیکھی تھی اور جس انداز سے شوالا کا مقابلہ طے ہوا تھا، وہ بھی میری نظر میں تھا۔ میں نے چاہا تھا کہ تمھارا شعلہ میری آمد کے بعد سرد نہ پڑ جائے۔ یہ شعلہ جلتا رہنا چاہیے کیونکہ ہوائیں تمھارے موافق تھیں۔ اس منحوس خطے سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ میری سمجھ میں آتا تھا کہ ہم ان میں شامل ہو جائیں، ان کا اعتماد حاصل کریں اور ان کی طاقتوں کا راز ۔۔۔۔۔۔"

میں نے فلورا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اٹھ کے دروازے کے پاس آیا۔ پھر میں نے ادھر ادھر کمرے میں کسی نادیدہ شے یا کسی طلسم کی بو سونگھی اور احتیاطاً دروازہ بند کر دیا۔ اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے وہاں تعینات کیا اور فتیال گلے سے اتار کے آگ روشن کر دی۔ پھر میں نے چاروں طرف ایک سحر پڑھ کے پھونک دیا۔ فلورا میری یہ حرکتیں بہت سی دیکھ رہی تھی۔ "ہاں، اب تم اطمینان سے بات کر سکتی ہو۔" میں نے اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

فلورا کو سلسلۂ کلام ملانے میں دشواری ہوئی اور وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگی "کیا اس وقت میں نے غلط سوچا تھا؟"

"نہیں۔" میں نے جھک کے کہا۔ "تم نے سب کچھ صحیح سوچا تھا لیکن حالات اس طرح پیش نہیں آئے جس طرح ہم نے مستقبل کے متعلق تصور کیے تھے۔"

"تم اب ایک طاقت ور آدمی ہو۔ جب تم مڑے تھے، میں نے تمھاری پشت پر ان گنت زادر دیکھے تھے۔ تم نے انھیں حاصل کرنے کے لیے یقیناً بڑی جان لیوا جدوجہد کی ہوگی۔"

"یہ ایک طویل داستان ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کتنا یاد کیا؟"

"آہ۔" وہ پھر رو پڑی۔ "میں نے اپنی موت کا بہت انتظار کیا۔ کبھی کبھی امید کی ایک کرن پیدا ہوتی تھی، جب میں تمھارے متعلق کسی سے کچھ سنتی تھی۔ میں اکثر یہ خواب دیکھا کرتی تھی کہ تم مجھے لینے آ گئے ہو۔"

"میں تمھیں جگہ جگہ لینے گیا لیکن تم ہر جگہ سے فرار ہوتی رہیں۔" میں نے شوخی سے کہا۔ "اب میں نے انگرما میں تمھیں پکڑ لیا ہے۔"

"جابر!" وہ بے تابی سے بولی۔ "اب کسی کو مجھے چھیننے کی اجازت نہ دینا۔ اس سے پہلے میرا گلا گھونٹ دینا۔"

"اب میرے بازوؤں میں بڑی طاقت ہے۔"

"تم تو پہچانے نہیں جاتے۔" اس کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ آئی۔ پھر وہ افسردگی سے کہنے لگی۔ "کیا ہم اب کبھی واپس نہیں جائیں گے؟"

"یہ سوال بھی کرتے ہیں۔ سرتابا بھی، سرنگا بھی، ڈاکٹر جواد بھی اور کبھی کبھی میں بھی خود سے پوچھتا ہوں لیکن اس سوال کا جواب کسی کو نہیں معلوم۔"

"کیا یہ سب لوگ زندہ ہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"زندہ ہیں؟" میں نے ہنس کے کہا۔ "عیش و عشرت کر رہے ہیں۔ یہ سب جزیرۂ توری میں موجود ہیں۔ سب تمھاری طرح بے لباس رہتے ہیں، بوڑھا سرنگا بھی ننگا رہتا ہے۔"

"اوہ جابر!" وہ بے چینی سے بولی۔ "مجھے ان کے متعلق بتاؤ۔"

میں نے ایک قدح مشروب کا اور دیا۔ فلورا میری آغوش میں مچلنے لگی اور اس طرح نیم دراز ہوئی کہ اس کا چہرہ میرے چہرے کے سامنے تھا۔ اب اس کی حالت بہتر تھی اور جب قربتوں کا یہ منظر آیا تو میری زبان پر نہ کوئی شکایت آئی، نہ میں اس تلخی کا اظہار کر سکا جو فلورا کے واسطے مجھے ملی تھی۔ جب وہ سینے سے لگی تو سب غبار چھٹ گیا۔ اس نے شوالا کے پاس جانے کا جو جواز پیش کیا تھا، وہ اس کے جذبات کا ایک بے مثل ایثار تھا۔ مہذب دنیا کے کسی بھی فرد نے اتنی پریشانیاں نہیں اٹھائی تھیں جتنی فلورا نے اٹھائی تھیں۔ تھوڑی دیر میں ہمارے درمیان کوئی فاصلہ حائل نہ رہا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ دوری میرے حق میں بہتر ہوئی کیونکہ فلورا آج کچھ اور ہی انداز سے مل رہی تھی۔ آکسفورڈ میں تو وہ ایک طنطنے سے بات کرتی تھی، بیروت میں بھی میری وارفتگیوں کے باوجود اس کے

ہاں ایک گریز تھا۔ اب اس میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ وہ ہمہ دل، ہمہ جذبہ تھی۔ اس کی قربت میں میں بھول گیا کہ تاریک برِاعظم میں میرا کیا مرتبہ ہے؟ میں اس وقت اپنے ماضی میں تھا، میں بیروت میں تھا، میں اس کے سامنے صرف اس کا آدمی تھا اور میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔ صرف اس کی خوشی عزیز تھی، صرف اس کی سرشاری مطلوب تھی ——

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ ہمیں کھانے پینے کا ہوش نہ رہا۔ وہ میری سرگزشت پورے انہماک سے سنتی رہی۔ اس میں سبھی کا ذکر تھا۔ اس میں آقابلا کا بھی ذکر تھا۔ آقابلا کے ذکر پر کئی بار اس کی آنکھوں میں مشعلیں روشن ہوئیں گو میں نے اس کے ضمن میں اپنی تمام شدتوں کا احوال بیان نہیں کیا کیونکہ مجھے فلورا کی نازکی کا خیال تھا۔ مجھے اس کے تپنے کا خیال تھا۔ جب آقابلا کا ذکر آیا تو میں نے خود اپنے درونِ خانہ جھانک کر دیکھا۔ آقابلا پوری تمکنت سے میرے اندر موجود تھی۔ وہ کچھ اور سربلند معلوم ہوتی تھی۔ اسے اپنے اندر پا کے مجھ پر فخر و شادمانی کے جذبے چھا گئے اور فلورا پر میرے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ تاریک برِاعظم میں اتنا عرصہ گزارنے کے بعد فلورا ان رموز سے آگاہ ہو گئی ہو گی جو مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں اور میرا خیال ہے وہ کہیں نہیں ملتے۔ صرف رسمیں بدل جاتی ہیں، صرف پیمانے مختلف ہوتے ہیں۔ اس نے میری گفتگو سے مفاہمت کی۔ اس لیے نہیں کہ وہ مفاہمت پر مجبور تھی بلکہ اس لیے کہ اس میں میرے بیان کی سچائی شامل تھی اور تاریک برِاعظم میں ہم سب بے لباس ہو گئے تھے۔ ہم نے زیادہ قریب سے انسانی جذبوں کا مطالعہ کیا تھا۔ میں نے اسی لیے آقابلا کا نام صاف گوئی سے لیا اور فلورا نے اسے اسی طرح قبول کیا جس طرح میں نے بیان کیا تھا۔ سورج کی اوّلین کرنیں جب روزنوں سے اندر آنے لگیں تو ہمیں وقت کا احساس ہوا۔ رات بھر میں فلورا کو میں اپنے بیتے ہوئے دنوں کے متعلق جو کچھ بتا سکتا تھا، وہ میں نے بتا دیا۔ وہ سرتیا، فروزی، مارشا، جولیا، شرادھ، ڈاکٹر جرادا اور سرنگا کے ناموں پر بے چین ہو جاتی تھی۔ ہم ایک دوسرے میں مدغم تھے لیکن وہ اشتعال کے لمحے نہیں تھے۔

ہاں اس کا گداز رات بھر میرے تھکے ہوئے جسم کو تھپکیاں دیتا رہا۔ ہم نے اپنا وقت لطافتوں میں بتایا، وحشتوں میں صرف نہیں کیا۔ وہ ہمہ تن گوش تھی اور میری زبان سے گزرے ہوئے وقت کا بوجھ اُتر رہا تھا۔

"یہ سلسلہ ختم کہاں جا کے ہو گا؟" اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"پتہ نہیں لیکن ہم کسی فیصلہ کن موڑ پر ضرور آ گئے ہیں۔ یہاں اسرار کے پرت ہیں۔ ایک پرت ہٹاؤ، دوسرا نظر آ جاتا ہے۔ ایک گتھی سلجھاؤ، ہزار گتھیاں پڑ جاتی ہیں۔ ایک معرکہ سر کرو، ان گنت معرکے منتظر رہتے ہیں۔ ایک طاقت زیر کرو، دوسری طاقتیں ابھر آتی ہیں۔"

"بوڑھے سرنگا کا خیال صحیح ہے کہ ہمیں یہاں سے واپسی کی جستجو ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔" وہ جوشیلے لہجے میں بولی۔

"اس نے توری کے میدانِ جنگ میں کہا تھا کہ میں انگروما کی قید میں چلا جاؤں، نہ جانے اس کا کیا مطلب تھا۔"

"اس کا مطلب بہت صاف تھا۔ انگروما تمہاری عظمت کی راہ میں سنگِ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ تم یہاں ان لوگوں سے وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہو جو توری کے بزرگ ماہد تمہیں دینے میں بخل کرتے ہیں کیونکہ انہیں تمہاری سرفرازی سے بہت سے اندیشے لاحق ہو جاتے ہوں گے۔"

"تم نے اپنی اسی ذہانت کی وجہ سے سرنگا اور رامیگا کے دلوں پر حکومت کی ہو گی۔ میں نے بیزنار میں تمہارا تعمیر کردہ مکان دیکھا تھا۔" میں نے شوخی سے کہا۔

"یہ دکھ مت چھیڑو۔ اگر میں یہ ذہانت صرف نہ کرتی تو آج تم سے دوبارہ ملاقات نہ ہوتی۔"

"اب تم آ گئی ہو تو خوب آرام کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"میں تمہیں آرام نہیں کرنے دوں گی۔" وہ پُرعزم لہجے میں بولی۔ "تم اسی رفتار سے اپنا سفر جاری رکھو گے جس طرح اب تک سفر کرتے رہے ہو بلکہ اس میں اور شدت پیدا کرو گے۔ میں تمہارے بہت قریب ہوں لیکن تمہیں اس وقت تک اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دوں گی، جب تک ہم اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیتے۔"

"میں تمہیں دبوچ لوں گا۔" میں نے اس کی ہڈیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"تو میں مر جاؤں گی تاکہ میرا غم تمہیں اپنے مقصد کی یاد دلاتا رہے۔ سنو جابر، تم دو طریقوں سے یہاں اپنا کام شروع کر سکتے ہو۔ پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ تمہیں یہاں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر انگروما میں علم سیکھنا ہے اور کوئی بڑا مرتبہ حاصل کرنا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمہیں یہاں ہر جگہ یہ عمل جاری رکھنا ہے۔ دوسرا طریقہ مہلک ہے کیونکہ ابھی تمہیں انگروما کے ساحروں کی پیمائش کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہیں تم ٹھوکر کھا جاؤ ——— یہ مہمانی و میزبانی کی اجازت ایک حد تک دیں گے۔"

"یہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔" میں نے سرکشی سے کہا۔

"تم تنہا ایک دن خود تھک جاؤ گے۔ ممکن ہے ایک بار پھر تم انگروما سے توری واپس چلے جاؤ لیکن کیا ہو گا؟ کوئی بڑا انقلاب نہیں آ جائے گا۔ ہمیں کسی امید کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور جدوجہد ہی کرنا ہے تو باقاعدہ منصوبے سے کیوں نہ کی جائے؟"

"تمہارا مقابلہ مہذب دنیا کے کسی شخص یا اشخاص سے نہیں ہے بلکہ بُرا سرار بلاؤں اور ناقابلِ توجیہہ مظہروں سے ہے۔"

"اور تم نے انہی حالات میں اپنا سینہ بھاری کیا ہے۔" فلورا جوش میں بول رہی تھی۔

"اٹھو۔ انگروما کی گلیوں میں چلو ——— مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میرا خیال ترک کر دو اور نئے راستے تلاش کرو۔"

"صبر، صبر۔ فلورا، ذرا صبر کرو۔ ابھی مجھے تمہیں جی بھر کے دیکھنا ہے۔"

"اس کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔" وہ شرماتے ہوئے بولی۔

"تم نے بڑا تنگ کیا ہے۔ اب میں تمہیں تنگ کروں گا۔"

"تم مجھے راکھ کر دینا، میرا خون پی جانا۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ مہذب دنیا کے ساحل پر قدم رکھتے ہی تمہارے حکم پر اپنی جان قربان کر دوں گی۔"

"وہاں تو تم بات بھی نہیں کرو گی۔"

میں اُسے چھیڑتا رہا۔ سورج کی روشنی سے جھونپڑی میں اُجالا ہو گیا تھا۔ شپال کی آگ ابھی تک روشن تھی اور چوبی اژدہا ابھی تک مستعدی سے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے اُٹھ کے دیکھا، میرا محاصرہ جوں کا توں قائم تھا۔ میں نے اور فلورا نے گوشت کے چند پارچے ایک دوسرے کے منہ میں ڈالے اور مشروب اُچھالے۔ کل صبح جب میں نے انگروما کی خشکی پر قدم رکھا تھا، میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ فلورا سے ملاقات ہو جائے گی۔ اُس فلورا سے، جس کے لیے میں تاریک برِاعظم کے ویرانوں میں عرصے تک خاک چھانتا رہا تھا۔

انگروما میں دوسرے دن ہم دونوں ایک نئے عزم کے ساتھ باہر نکلے۔ ہمارے چہروں پر رات بھر کی بیداری کے باوجود ——— شادابی تھی۔ فلورا کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ مجھے اپنی برہنگی سے حجاب آنے لگا تھا۔ کچھ یہی حال فلورا کا تھا لیکن کچھ دُور جانے کے بعد ہمارے برہنہ جسموں نے ایک دوسرے سے خوب شناسائی پیدا کر لی۔ مجھے یقین تھا کہ فلورا ابھی وہی سوچ رہی ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔ راستے میں میں نے ایک بڑے درخت پر شپال پھینک کے آگ لگا دی اور فلورا کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس کے سامنے اپنی طاقت کے عمل ظاہر کرنے کے لیے میرے دل میں عجب اُمنگیں اُٹھ رہی تھیں۔ میں توری کی طرح یہاں کی زمین پر بھی عمل اُگا سکتا تھا۔ جب راستے میں ایک مجسمہ نظر آیا تو میں نے اُسے لمحوں میں متحرک کر کے فلورا کو اور پریشان کر دیا۔ میرے اشارے پر ایک سیاہ فام شخص راستہ چلتے چلتے زمین پر لوٹنے لگا۔ فلورا نے یہ تماشا دیکھ کے مجھ سے اس کی پُرزور سفارش کی اور میں نے اسے دوبارہ صحیح سلامت زمین پر ایستادہ کر دیا۔ ہم اور آگے بڑھے تو میں نے اپنا خنجر آسمان کی طرف اُچھالا۔ فلورا نے دہشت سے اُوپر دیکھا۔ خنجر ایک پرندے میں پیوست ہو گیا تھا اور اب پرندے سمیت نیچے اُتر رہا تھا۔ میں نے پرندہ وہیں چیر پھاڑ کے اس کا دل کھا لیا اور اس کا خوب صورت پَر فلورا کے بالوں میں لگا دیا۔ مجسموں کے درمیان میں نے کیتا کا مجسمہ تلاش کیا اور اسے متحرک کیا تو وہ حیرت زدہ ہو کے میرے سینے سے لگ گئی۔ اس کا حسن اور وارفتگی دیکھ کے فلورا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیتا دیر تک میرے بارے میں پوچھتی رہی۔ میں نے آگے جا کے اسے دوبارہ پتھر کے قالب میں منجمد کر دیا۔ وہ دوبارہ ساکت و جامد ہو گئی۔ میں یہ تمام تماشے دکھاتا ہوا فلورا کو اپنے طلسم کدے گرمے کے شکستہ طلسم کدے تک پہنچ گیا۔ اس کا طلسم خانہ میں نے جلا دیا تھا اور وہاں سے ہربیکا کی مقدس آنکھیں اپنے قبضے میں کر لی تھیں۔ وہ آنکھیں اب بھی میری گردن میں لٹکی ہوئی تھیں۔ گرمے کے طلسم کدے میں قبتان آقابلا کی پری جمال کنیز نیتا بھی تھی جو انگروما میں میری طرف دار ہو گئی تھی کیونکہ وہ دل سے انگروما کے باغیوں کے خلاف تھی۔ گرمے توری کے معرکے میں شریک تھا اور کشتی میں بھی میرے ساتھ تھا لیکن میری اس سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ شاید گرمے نے تباہ حال طلسم کدے کے ساتھ ساتھ ایک نیا طلسم کدہ تعمیر کر لیا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے ایک ٹھوکر لگائی تو چھپر میں شگاف پڑ گیا اور اندر سے گرمے بھاگتا ہوا آیا۔

"معزز جابر بن یوسف!" وہ مجھے دیکھ کے سٹپٹا گیا اور محتاط لہجے میں بولا۔ "آؤ آؤ اندر آؤ۔ میں تمہیں اپنا نیا طلسم کدہ دکھاؤں۔"

میں نے اندر جا کے ایک اُچٹتی نظر ڈالی۔ دیواروں پر جانوروں کی کھوپڑیاں لٹکی ہوئی تھیں اور وسط میں انسانوں کی کھوپڑیوں کا انبار تھا۔ گرمے کے طلسم کدے میں پہلے سے زیادہ سامان نظر آ رہا تھا۔ ایک طرف جارا کا کا کی مورتی رکھی تھی اور اس میں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ کمرے میں چربی کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔ گرمے سحرکاری میں مصروف تھا۔ "ہاں" میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے خاصی چیزیں جمع کر رکھی ہیں مگر میری آنکھوں نے جاملوش کا طلسمی حصار دیکھا ہے اور اسرار میں حیرت انگیز نوادر کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ سب اُن کے سامنے کچھ نہیں ہے۔ اس لیے میں تم سے ایک برحق بات کہتا ہوں کہ تمہیں جاملوش سے مقابلے کے لیے ابھی ایک مدت درکار ہو گی اور اس مدت میں جاملوش اور آگے نکل چکا ہو گا کیونکہ اس کے ہاں سحر و افسوں کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے۔ اس کے علاقے میں اب بھی لوگ کڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ میں نے انگروما میں کوئی ایسا علاقہ نہیں دیکھا جو جاملوش جیسی درس گاہ کا حامل ہو۔"

"تم نے انگروما میں ابھی کیا دیکھا ہے جابر بن یوسف! افسوس ہے جب تم علوم سیکھنے کے مرحلے میں آئے تو انگروما سے فرار ہو گئے۔ اگر یہاں رہتے تو معدل ریماجن تمہیں طلب کر لیتا۔" گرمے نے وہی ردِعمل ظاہر کیا جس کا میں خواہاں تھا۔

"لیکن اب میں دوبارہ واپس آیا ہوں تو ایسی صورت نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے تمہاری اس وقت کی مشقت یاد ہے جو تم نے ہربیکا کو زیر کرنے کے لیے کی تھی۔ اب میں وہ سب کچھ سوچتا ہوں تو مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ اُس وقت بھی میرے پاس نذارشی کا یہ تحفہ شپال تھا، لوگی کے سینگ تھے۔ اب تو بات ہی کچھ اور ہے۔ تم ایک زمانے میں میرے اتالیق تھے۔" میں گرمے کو اُکساتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ سے کتنی نفرت کرتا ہو گا کیونکہ میں نے اس کا طلسم کدہ تباہ کر دیا تھا۔ گرمے بڑے ادب سے بات کر رہا تھا۔ میرے طنزیہ جملے تو وہ برداشت کرتا رہا جو میں نے انگروما کے عاملوں کے متعلق کیے، پھر وہ ناراض ہونے لگا۔ میں اس کی برہمی ہی کا خواہش مند تھا۔ میں نے ریماجن کے بارے میں شدید جملے کہے اور اس کے علم و طاقت سے جاملوش کا موازنہ نہایت اشتعال انگیز انداز میں کیا چونکہ مجھے ریماجن کے بارے میں اہم معلومات درکار تھیں۔ گفتگو کے درمیان میں نے دانستہ طور پر گرمے کے طلسم کدے سے ایک انسانی کھوپڑی اُٹھائی اور اس کے نیچے ہیبت زدہ انداز میں کھڑی ہوئی فلورا کا ہاتھ رکھ دیا اور فلورا سے کہا کہ وہ کھوپڑی اُچھالے۔ فلورا نے کھوپڑی چھت کی طرف اُچھال دی جو ایک جگہ جا کے معلق ہو گئی۔ پھر میں نے گرمے سے کہا کہ وہ کھوپڑی زمین پر لانے کی کوشش کرے اور چاہے تو اپنے کسی بزرگ سے مدد لے لے۔ گرمے نے اس ہتک پر خون بار آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ ان توہین آمیز کلمات نے اسے صدمہ پہنچایا تھا۔ اس نے چند لمحوں کے لیے غصے سے آنکھیں بند کیں، دیکھتے ہی دیکھتے معلق کھوپڑی میں آگ لگی، پھر اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔ یہ ایک معمولی عمل تھا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ گرمے یہ کام آسانی سے کر سکتا ہے۔ میں نے بظاہر برافروختہ ہو کے اس کی

ساری کھوپڑیاں اسی طرح خاک کردیں جیسا کہ اس نے معلق کھوپڑی کے ساتھ کیا تھا۔ گرمے اس پر ہذیان بکنے لگا اور اس نے ریماجن کے حوالے سے کہا کہ وہ میرے خلاف اس کی خدمت میں درخواست پیش کرے گا تاکہ میرے گلے میں لگام ڈال دی جائے اور انگرومامیں مجھے کھلا نہ چھوڑا جائے۔ جب گرمے خاصا تارا‌ض ہوچکا اور غصے میں ریماجن کے بارے میں چند اہم نکتے میرے گوش گزار کرچکا تو میں نے اُس پتھر پر ہاتھ پھیرا جس پر کھوپڑیاں دھری تھیں۔ شاید گرمے کو ایک پل آنکھ بند کرنے کی مہلت ملی ہوگی کہ ساری کھوپڑیاں جوں کی توں وہاں موجود تھیں۔ میں نے قہقہہ لگا کے کہا۔ "گرمے! محترم گرمے! دیکھنا ان میں کہیں تمھاری کھوپڑی تو نہیں ہے؟"

گرمے میرے اس عمل پر حواس کھو بیٹھا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس نے اپنی حیرت پر قابو پالیا اور نہایت اطمینان سے کہنے لگا۔ "مقدس جابر! بلاشبہ تم بہت آگے نکل گئے ہو۔ میں تم سے درخواست کروں گا کہ مجھے اپنی شفقت کی چھت میں لے لو، مجھے اپنا شاگرد تسلیم کرلو اور اپنے علم کی روشنی سے میرا دماغ منور کردو۔"

"ایک شرط پر۔" میں نے مسکرا کے کہا۔

"وہ کیا؟ میں تمھاری ہر شرط منظور کرتا ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔

"وعدہ کرو کہ تم مقدس آقابلا کے خلاف جدوجہد سے باز آجاؤ گے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" وہ ترشی سے بولا۔

"تمھاری مرضی۔ حالانکہ تم نے ابھی ابھی وعدہ کیا تھا۔"

میں دیر تک گرمے کے طلسم خانے میں مختلف چیزیں چھیڑتا رہا اور اُسے تنگ کرتا رہا۔ اس کے بعد گرمے خاصا محتاط ہوگیا۔ وہ بڑے تحمل سے میرے سخت سست جملوں اور طنز و تضحیک کے رویے کو پی گیا۔ اس دوران میں فلورا بار بار مجھے ٹوکتی رہی تھی۔ وہ خوف زدہ تھی کہ کہیں میں کوئی غلط قدم نہ اٹھالوں۔ میری نظریں نیشا کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ میں نے بے تکلفی سے اس کے بارے میں گرمے سے پوچھا۔ گرمے نے ایک صدا لگا کے اُسے فوراً میرے سامنے پیش کردیا۔ نیشا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر وہی تازگی تھی جو آقابلا کی کنیزوں کا خاصہ ہے۔ اُسے میری آمد کی اطلاع ہوچکی تھی۔ نغولا کے سامنے بارگاہِ آقابلا کی ایک اور حسین و جمیل عورت کھڑی تھی۔

ابھی میں گرمے کے طلسم خانے سے نکلنے کا ارادہ ہی کررہا تھا کہ مجھے ایک خیال آیا۔ چلتے چلتے میں نے اُس سے اس غار کے بارے میں پوچھا جہاں انگرو ما کے ساحروں نے روحیں قید کر رکھی تھیں۔ "کیا وہ ابھی تک زنداں میں مقیم ہیں؟" میں نے گرمے سے پوچھا۔

"ہاں، ہم نے ان میں اور اضافہ کرلیا ہے۔ یقیناً ہمیں کسی وقت بھی ان کی ضرورت پڑے گی۔" اس نے متانت سے جواب دیا۔

"مگر گرمے! تم انھیں آزاد کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ کیا تم انھیں تابع کرنے کی خوبی سے محروم ہو جو تم نے ایک غار میں انھیں محبوس کر رکھا ہے؟"

"ہم انھیں اس وقت آزاد کریں گے جب سرزمینِ آقابلا سے ہمارا آخری معرکہ ہوگا۔"

"لیکن جالوکش کے علاقے میں روحیں آزاد رہتی ہیں اور جالموش جب چاہتا ہے انھیں طلب کرلیتا ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس سلسلے میں خود بھی خاصا تجربہ حاصل کیا ہے۔ کیا تم مجھے وہاں پھر لے چلو گے؟"

"ہمیں مقدس ریماجن سے اجازت لینی ہوگی۔" گرمے نے جواب دیا۔

"پہلے تم خلوصِ دل سے انگرو ما کے حامی بن گئے تھے اب کھلے عام انگرو ما کی وجود کی مخالفت کررہے ہو۔"

"اچھا گرمے۔" میں نے موضوع بدل کے کہا۔ "میرے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں دوبارہ تمھارا ہم نوا بن جاؤں گا اور اگر تم یہ نہیں سمجھتے تو جو میرے خطرے کو تم نے انگرو ما کی سرحدوں کے اندر کیوں برداشت کر رکھا ہے؟"

"تم ایک ہوش مند شخص ہو جابر بن یوسف! آقابلا اور جالموش کے لیے تم ہماری نفرت سے پوری طرح آگاہ ہو۔ یہ نفرت بے سبب نہیں ہے۔ کیا تم نے جالموش کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا ہے؟ وہ ایک سانپ ہے جو پھن کاڑھے آقابلا کے تخت پر بیٹھا رہتا ہے۔ وہ ایک ظالم شخص ہے جو صرف اپنی برتری کا خواہاں ہے۔ اس نے اپنے سوا تمام راستے بند کردیے ہیں اور تاریک برِاعظم کے عابدوں زاہدوں کو اذیت ناک سزائیں دی ہیں۔ کیا تم تاریک برِاعظم میں جالموش سے بڑے مرتبے کی امید رکھتے ہو؟ تم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ جس دن تم نے اس طرح سوچنا شروع کردیا، جالموش تمھیں آگے دبوچ لے گا کیونکہ اس نے تمام طاقتیں اپنے گرد جمع کر رکھی ہیں۔" اور آقابلا وہ نفرت سے بولا۔ "جابر بن یوسف۔ کیا تمھیں سب کچھ دوبارہ سمجھانے کی کوشش کرنی پڑے گی؟ کیا ہم سب لوگ پاگل ہیں؟ کیا تم آقابلا کی بارگاہ میں وہ منصب حاصل کرسکتے ہو جس کے امیدوار ہو اور یہاں کا ہر شخص جس کا امیدوار ہے؟ اُس حسن، وہ حسن جس کا پہرے دار جالموش ہے۔ کیا تم اس پہرے دار سے بچ کے اندر داخل ہوسکتے ہو؟"

گرمے کی باتوں میں خاصا تاثر تھا۔ وہ ایسے دردناک انداز میں بول رہا تھا کہ اس پر جھوٹ اور تصنع کا گمان نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میری نظروں میں وہ سارا منظر گھوم گیا جب آقابلا مجھ پر مائل تھی اور جالموش کی چیخوں نے وہ خوب صورت وہ دل نشیں منظر منتشر کردیا تھا۔ جالموش کے علاقے میں اس کا رقیب — آقابلا کی جھمک، سمورال کی پیش بینیاں، سرنگا کے نصائح اور خود میری ذات کا کرب۔ شاید گرمے کو معلوم تھا کہ اسے میری کون سی رگوں پر ہاتھ رکھنا چاہیے۔ وہ آقابلا کے اقتدار سے نفرت کرتے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ آقابلا کو تاریک برِاعظم کے تخت پر متمکن دیکھنا نہیں چاہتے اور وہ جالموش کی طاقت سے حسد رکھتے ہیں اور ان کے یہ باغیانہ خیالات محض بغض و عناد کی وجہ سے ہیں لیکن گرمے ایسی ناگفتنی باتیں کہہ رہا تھا جن کا شکار کبھی کبھی میں خود ہوجایا کرتا تھا۔ میں جن ناآسودگیوں کے بارے میں اپنی تنہائیوں میں سوچتا تھا، آقابلا کے قصر سے ناکام واپس آنے کے بعد جو حال میرا ہوا تھا وہ انگرو ما کے ہر فرد کا تھا۔ ان کی کیفیت مستقل تھی مجھ پر عارضی حملے ہوتے تھے، پھر کہیں سے اُس کی نگاہِ کرم کی اُمید ہونے لگتی تھی۔ خود میرے دل میں انھی جذبوں نے کئی بار سر اُبھارا تھا۔ میں اتنا بڑا بے وقوف نہیں تھا اور میں اتنا بڑا قانع شخص نہیں تھا کہ یہ تمام ذرائع "تاریک برِاعظم کے تمام پُراسرار ذرائع خود حاصل کرنے کی خواہش بھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ ان اسرار سے پوری آگہی حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر بھی شدید تھی۔ گو میری ذات کا محور صرف آقابلا تھی، اقتدار نہیں تھا لیکن آقابلا کی زلفِ دوتا تک پہنچنے کے لیے تاریک برِاعظم کی تمام طاقتیں اپنی زیرِنگیں بنالے

...ہوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اُس بلندی تک پہنچنے کی راہ میں جو فصل حائل ...تھی، وہی میرا حریف میرا رقیب تھی اور یہ رقیب اُس وقت تک موجود تھا جب ...اسے راستے سے ہٹا نہ دیا جائے۔ گرمے کی باتیں انگرو ما کے لیے پروپیگنڈے کی ...حیثیت رکھتی تھیں اور پروپیگنڈا اپنا اثر کھو بیٹھتا ہے اگر معمول کو اس کی نوعیت کا ...علم ہوجائے کہ وہ جو کچھ سن رہا ہے، پروپیگنڈا ہے لیکن سچ بہرحال اثر رکھتا ہے۔ گرمے ...کی باتوں میں سچ تھا۔ میں ان سب مصائب کا ہدف رہا تھا۔ ممکن تھا گرمے ابھی ...اور اشتعال انگیز ہوتا اس لیے میں فوراً وہاں سے چل دیا۔ اس کے طلسم خانے سے ...نکل کے میں اور فلورا انگرو ما کی بستی سے بہت دُور نکل گئے۔ ہم نے سنسان گوشوں ...میں بیٹھے ہوئے مست الست زاہد دیکھے۔ ان کے چہرے کسی امید سے چمک ...رہے تھے۔ عجب کر توری اور دوسرے جزیروں کے زاہدوں کے چہروں پر ایسی تابانی نہیں ...ہوتی تھی۔ انگرو ما ایک سرسبز و شاداب جزیرہ تھا۔ جنگل میں ایک درخت کے سائے ...میں ہم نے پڑاؤ ڈال دیا۔ گرمے کی باتوں نے بڑا تھکا دیا تھا۔ بے شمار چہرے میری ...نظروں کے دائرے میں رقص کناں تھے۔ فلورا نے اُس جگہ کی تنہائی محسوس کرکے مجھ ...سے بات کرنی چاہی لیکن میں نے اسے خاموش کردیا۔ یہ جگہ بات کرنے کے لیے ...نامناسب تھی۔ میں زمین پر لیٹ گیا اور فلورا نے میرے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔ ...میرے ذہن میں ایک شورش برپا تھی۔

⁂

شام کو مارا کا کی مشترکہ عبادت میں پھر میرا خنجر خوں ریزی کے لیے مچلنے لگا اور میں نے ہجوم کے سامنے اپنے علم کا کوئی بہت بڑا مظاہرہ کرنے کا ارادہ کیا مگر ہجوم کی انگرو ما سے سابق عقیدت دیکھ کے میرے حوصلے پست ہوگئے۔ میں نعرے بلند کرکے پھر انھیں اُن کے موقف پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ انھوں نے کل کی طرح ...خطاب پوری توجہ سے سنا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے انھوں نے ایک کان سے ...سن کے دوسرے کان سے اُڑا دیا ہو۔ گرمے کی مسکراہٹ مجھے زہر معلوم ہورہی تھی۔ ...میں فلورا کو لے کے وہاں سے چلا آیا۔ انگرو ما میں مشعلیں روشن ہوچکی تھیں۔ جھونپڑی ...میں آکے ہم دونوں بے سُدھ دراز ہوگئے۔ فلورا میری ذہنی کشمکش میں شریک تھی۔

میں انگرو ما میں کیا کروں؟ گرمے کو ختم کردوں؟ گرڈما کو ماردوں؟ اور ...ان کے غاروں میں بیٹھے ہوئے ساحروں کو نیست و نابود کردوں؟ کیا میں اتنا ...بڑا جزیرہ تنہا ختم کرسکتا ہوں؟ میں اپنا میزان کر رہا تھا، ان لوگوں کی شائستگی، نرمی، ...اخلاق اور تواضع کے رویّے بڑے بڑے جری لوگوں کو کمزور کردیتے تھے تو کیا میرا ...کام یہ ہونا چاہیے کہ میں یہاں کی اصل طاقت کا اندازہ لگاؤں اور جالموش سے رابطہ ...قائم کرکے اسے مطلع کردوں کہ وہ انگرو ما کو کس وقت زیر کرسکتا ہے یا ان شرائط کے ...ساتھ ختم کرسکتا ہے؟ جب جالموش اور آقابلا انگرو ما کا وجود نہ مٹا سکے تو میں تنہا ...کیا کرسکتا ہوں۔ ہمیں جالموش سے بڑا ساحر نہیں ہوں۔ سرنگا کی دلیری سے بڑی طاقت ...نہیں دیکھا۔ جالموش نے انگرو ما کے بارے میں کبھی شدت سے کیوں نہیں سوچا؟ ممکن ہے ...آقابلا کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ایسے کسی مخالف جزیرے کا وجود خود پسند کرتا ...ہو تاکہ اس کی عظمت برقرار رہے۔ اور سب کچھ ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ خود جالموش ...یا آقابلا کی ایما پر انگرو ما کا قیام عمل میں آیا ہو؟ ان حالات میں مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے؟ ...یہ سوال مجھے اُس وقت سے پریشان کررہا تھا جب میں جزیرۂ انگرو ما کی طرف آنے والی کشتی میں بیٹھا تھا۔ میں نے سرکشی کرکے فلورا کو حاصل کرلیا تھا۔ میں اب اور کیا کروں؟ ذہن بند تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کاش سرنگا کی دلیری آکے رہنمائی کرجاتی۔ میں تھک گیا۔ فلورا نے اُٹھ کے میرے لبوں سے مشروبات کے کئی قدح مس کردیے، مجھے انھیں پینے نہ پینے کا خیال نہیں تھا۔

میں نے حجرہ جلد از جلد انگرو ما کی باقی زمین سے کاٹ دیا اب ہماری آوازیں باہر نہیں جاسکتی تھیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس عرصے میں نیشا کہیں انگرو ما کے حامیوں کی حامی نہ ہوگئی ہو؟ چنانچہ میں نے مختلف طریقوں سے اسے ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ ابھی تک آقابلا کو یاد کرتی تھی۔ اس کی طرف سے مطمئن ہوکے میں نے ریماجن کے متعلق اپنا تجسس ظاہر کیا اور اس کی گفتگو سے مجھے کچھ اطمینان نصیب نہیں ہوا بلکہ ذہنی حالت اور متزلزل ہوگئی۔ وہ ریماجن اور جالموش کو ایک ہی صف میں کھڑا کررہی تھی۔ ریماجن جالموش کا نائب تھا اور زہد و عبادت سے اس نے جالموش کے درجے کا منصب حاصل کرلیا تھا پھر ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اور ریماجن نے انگرو ما کے جزیرے میں پناہ حاصل کرلی۔ رفتہ رفتہ اُس نے ایسی طاقت پیدا کی کہ جالموش سے باقاعدہ نبرد آزما رہنے لگا۔

"مقدس آقابلا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ اختلاف تو محض جالموش اور ریماجن کے درمیان ہے۔ مقدس آقابلا اس میں کہاں ملوث ہوتی ہے؟ کیا وہ اتنی مجبور اور بے بس ہے کہ اسے اصل حالات کا پتہ نہیں؟"

"آہ جابر!" نیشا تاسف سے بولی۔ "وہ ایک عظیم طاقت ہے۔ وہ جالاگا کی مقدس روح کی امان میں ہے مگر اسے بہرحال اپنے عابدوں اور زاہدوں کی ایک کثیر تعداد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے خصوصاً جالموش اس کے لیے ہمیشہ ایک ڈھال ثابت ہوا ہے۔"

"وہ جالموش کو برطرف کرسکتی ہے، اگر وہ ایک عظیم طاقت ہے تو تاریک برِاعظم کے تمام ذرائع اس کی تحویل میں ہونے چاہئیں۔"

"وہ دیوتاؤں کے ازلی قوانین کی بھی تو تابع ہے۔ وہ ایسے فیصلے کس طرح صادر کرسکتی ہے جو دیوتاؤں کے عائد کردہ قوانین کے برعکس ہوں۔"

نیشا کے جواب سے متعدد سوال ابھرتے تھے۔ میں اس سراغ میں کسی حل تک پہنچنے کے بجائے اور اُلجھتا گیا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ نیشا ان مشکل سوالوں کے جوابات کے لیے ناموزوں عورت ہے۔ وہ صرف آقابلا کی پرستار ہے۔ ہاں نیشا سے ریماجن کے بارے میں بیش از بیش معلومات حاصل ہوگئیں۔ نیشا ایک مدت بعد آئی تھی۔ اس کی قربت کی حسین یادیں میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھیں لیکن فلورا میرے پہلو سے چپکی ہوئی یہ پُراسرار گفتگو سن رہی تھی۔ میں نے نیشا سے صرف دلچسپ باتیں کیں اور اس کی معطر زلفیں سونگھیں اور اس کے گداز سے حظ حاصل کیا۔ وہ رات گزرنے سے پہلے چلی گئی اور ایک طویل مباحثے کے بعد میں اور فلورا کسی نتیجے تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ میں نے اسارمیں شوطار جیسی بڑی ملکہ کو اپنی ذہانت سے زیر کیا تھا۔ انگرو ما کے میں ذہنی طور پر کسی قدر مفلوج ہوگیا تھا مگر ابھی صرف دو دن گزرے تھے۔ فلورا اطمینان سے میرے پہلو میں سوگئی تھی۔ میں رات کے آخری پہر تک آنے والے لمحوں کے بارے میں قیاسات کرتا رہا اور تخمینے لگاتا رہا۔ پھر مجھے بھی نیند آگئی۔

اگر مجھے یہ اطمینان حاصل نہ ہوتا کہ انگرہا میں میرے صحیح و سلامت زندہ رہنے کے امکانات قوی ہیں تو حالات مختلف ہوتے، ہر چند کہ میں نے مشروب جبلت نہیں پیا تھا مگر میرے جسم پر سحر کا ایک خول چڑھا ہوا تھا جو آسانی سے نہیں توڑا جا سکتا تھا۔ یہ حقیقت انگرہا کے لوگوں کو معلوم تھی۔ وہ میرے گلے میں لٹکے ہوئے زادرھی برقت اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ صبح اٹھ کے میں نے فلورا کو جھونپڑی میں چھوڑ دیا اور انگرہا کے مختلف عاملوں اور ساحروں سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ میں جہاں جہاں گیا وہاں وہاں انھوں نے میری تعظیم کی۔ میں نے حسب سابق آقا بلا اور جالموش کے بارے میں انھیں ہموار کرنا چاہا۔ انھوں نے مسکرا کے میری بات سنی۔ ان کا یہ شفقت کا رویہ بڑا بے رحم تھا۔ میں نے دلیلوں سے انھیں سمجھانے کی کوشش کی۔ انھوں نے بھی دلیلوں ہی سے مجھے قائل کرنا چاہا۔ قائل ہونے نہ ہونے کی یہ کشمکش میرے منصوبے کے مطابق تھی۔ میں اس دن صبح اگر گرڈا کے سامنے یہ اعلان کرتا کہ میں تمھارے موقف کی تائید کرتا ہوں تو وہ کبھی یقین نہ کرتا۔ مجھے رفتہ رفتہ ہی یہ احساس دلانا تھا کہ میں ان کی طرف مائل ہو رہا ہوں اور بڑی مشکل سے مائل ہو رہا ہوں۔ اس دن شام کو جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے دوران ہی میں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ میں نے انگرہا کی دو سیاہ فام لڑکیوں کو اپنے خنجر سے ہلاک کر دیا اور ان کے سر ایک نیزے پر لٹکا دیے۔ وہ میری تو بہ توڑ دہشت دیکھتے رہے اور خاموش رہے۔ ایک بار پھر میں نے ان کے سامنے ملکہ آقا بلا کی تعریف و توصیف میں ایک پُر اثر بیان دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں رات کو جنگل میں نکل گیا۔ میں نے جنگل میں گوریے کی طرح آگ لگا کے سحر جگایا اور کئی متعدد جانور ہلاک کیے۔ صبح انگرہا میں میں اپنے شکار کیے ہوئے جانوروں کے ساتھ حاضر ہوا تو وہ سب دنگ رہ گئے۔ گوریے نے ہر ایک کے ہر بچہ کا مغز چاٹ لیا اور اس کی آنکھیں نکال لیں۔ انھیں یقین نہیں آتا تھا کہ میں صرف ایک رات میں اتنے جانوروں کا شکار کر سکتا ہوں اور وہ جانور بھی کون سے؟ سحر کامل کے لیے جن کا خون کھالیں جگر گردے کام کی چیزیں ہوتی تھیں۔ جن کی کھوپڑیاں اور ڈھانچے وہ دیواروں پر سجاتے تھے اور ان کے ذریعے اپنی عبادت گاہ سے بلائیں دور کرتے تھے۔

ایک طرف انگرہا کے لوگوں کے دلوں میں اپنی اہمیت کا احساس دوسری طرف انکار، ایک طرف انحراف اور دوسری طرف دلیل سننے کی آمادگی۔ میں تشریحیں کرتا، بیانات دیتا، اعتراف کرتا اور رفتہ رفتہ آمادگی ظاہر کرتا رہا۔ اس کام کے لیے مجھے وقفے کی ضرورت تھی کیونکہ یہی عمل ایک فطری عمل تھا۔ میں ان کی دانست میں اچانک منقلب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے ان کے کئی اہم منتر توڑ دیے، متعدد لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ میں نے ان کے بہت سے عاملوں کو مناظرے کی دعوت دی اور برسرِ عام آقا بلا کا نام احترام سے لیا۔ پھر میں کئی کئی روز بستی سے غائب رہنے لگا۔ میں دور دراز علاقوں میں نکل گیا اور انگرہا کی اصل طاقت کا اندازہ کرتا رہا۔ ہر بار میں اپنے سفر سے واپس آ کے انھیں چونکا دیا کرتا تھا۔ میرے ہاتھ میں کبھی کسی انسان کی کھوپڑی ہوتی، یا گلے میں متعدد سانپ لٹکے ہوتے، یا درندے میرے عقب میں چلتے۔ میں اس درمیان میں خود اپنے ساحرانہ تجربوں میں منہمک رہا اور یہ یقین حاصل کرتا رہا کہ جارا کا کا کی اعانت میری شریکِ حال ہے اور تاریک برِاعظم کی نادیدہ طاقتیں میرا ساتھ دے رہی ہیں۔ میں نے ہر بچہ کی آنکھوں سے مدد حاصل کر کے سمندر میں تاریک برِاعظم کی ایک کشتی کا رخ بھی انگرہا کی طرف موڑ لیا اور جب کشتی کے لوگوں کو میں نے انگرو ملک کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو وہ میرے احترام میں سرنگوں ہو گئے۔ ادھر فلورا دن میں جب اپنی جھونپڑی سے نکلتی تو ساری نگاہیں اس کی جانب مرکوز ہو جاتیں اور وہ کبھی گرڈا کبھی گوریے کبھی کسی اور سے، یا وہ شخص سے میرا ذکر چھیڑتی کہ میں راتوں کو سحر پھونکا رہتا ہوں اور نہ جانے کیسی کیسی پُراسرار حرکتیں کرتا رہتا ہوں۔ وہ انھیں تنہا میں لے کے اصرار کرتی کہ مجھ جیسے نادرہ کار شخص کی طرف سے بے توجہی برتنے کے بجائے اسے اپنی جانب کھینچنا چاہیے بصورتِ دیگر میں کسی وقت بھی انگرہا کے لیے خطرہ بن سکتا ہوں۔ رات کو میں فلورا کو دن بھر کی روداد سناتا تو وہ اپنی آغوش میں میرا سر رکھ لیتی، پھر خود اپنی دن بھر کی سرگزشت سناتی۔ طرح طرح کی تجویزیں پیش کرتی رہتی۔

پھر ایک دن میں اس غار کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں انگرو کے ساحروں نے روحیں قید کر رکھی تھیں۔ میں نے اس کے ارد گرد بے شمار عاملوں کے غار دیکھے جو عام انسانی آنکھ سے پوشیدہ تھے اور اسی لیے پہلی مرتبہ مجھے نظر نہیں آئے تھے۔ وہ اس غار کے نگہبان تھے۔ ان کی پروا کیے بغیر میں نے غار کا دہانہ کھولا اور اندر ان غار کی تہہ بہ تہہ دہانے کھولتا ہوا اس میں داخل ہو گیا۔ الاماں! وہاں دھوئیں کے ہزار ہا مرغولے تیر رہے تھے۔ میرے پہنچنے کے بعد وہ شکلیں اختیار کرنے لگے اور حسرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں کسی خوف کے بغیر کئی ساعتوں تک ان کے درمیان رہا اور اس تمام عرصے میں جالموش کے علاقے کے سب کیے ہوئے عمل پڑھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب میرے سامنے سر جھکائے کھڑی ہیں۔ میرے اندر پہنچتے ہی غار کے تمام دہانے بند ہو چکے تھے لیکن مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تھا کہ میں باہر کیسے جا سکوں گا اور روحیں فرار کے لیے میرے ساتھ ساتھ چلیں گی تو میں انھیں کس طرح روک سکوں گا؟ میرے ہاتھ میں زارشی کا تحفہ شپال تھا۔ میں اپنے ارد گرد شعلے لگاتا ہوا غار کے دہانے سے عبور کر سکتا تھا اور یہی ہوا۔ جس رکاوٹ کا اندیشہ تھا وہ میرے مستعد چوبی آخرِ بے اور شپال کی وجہ سے دور ہو گئی۔ اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ میں صبح سویرے روحوں کے غار میں چلا جاتا اور شام ہوتے واپس آ جاتا۔ شام کو میں حسبِ معمول جارا کا کا کی مشترکہ عبادت میں شریک ہوتا۔ اب میں بظاہر ان کی باتیں توجہ سے سنتا تھا اور بہت کم کلام کرتا تھا۔ عموماً خاموش رہا کرتا تھا۔

جب خاصے دن گزر گئے اور میں بظاہر انگرہا کی زمین میں آہستہ آہستہ رچنے بسنے لگا۔ میں نے اعتراضات ترک کر دیے اور ایک بہترین سامع کی حیثیت سے سننا شروع کر دیا تو انگرہا میں میرا احترام بڑھ گیا۔ اب یہ بھی ہونے لگا کہ گاہے انگرو ملک کے چند ساحروں کی ٹولی انگرو ملک کے جنگل میں روانہ ہوتی اور میرے ساتھ مشترکہ سحر پھونکتی۔ ہم کسی نئے سحر کا تجربہ کرتے تو وہ خوش ہو کے میرے نزدیک ہو جاتے۔ قریب تھا کہ میں انگرہا میں منقلب ہونے کا ایک رسمی اعلان کر دیتا کہ مجھے اچانک شوطار یاد آنے لگی۔ اب تک میں نے شوطار کو انگرہا کی بستی میں نہیں دیکھا تھا اور فلورا کی آمد کے بعد اس کی طلب بھی نہیں کی تھی۔ میں اصل میں انگرہا میں اپنی ذات کا حصار قائم کرنے میں ایسا منہمک تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ فلورا کی آمد کے بعد اور اس کے اشاروں پر میں روز ایک نئم

آگے بڑھ جاتا تھا۔ شوطار کی مسلسل روپوشی نے میرے شوق کو اکسایا۔ وہ میرے سامنے کیوں نہیں آتی اور انگرہا کی عام نظروں سے اسے پوشیدہ کیوں رکھا گیا ہے؟ جب کہ انگرہا میں ایک عمدہ معاشرہ قائم ہے اور ایک عام شخص کا بھی وہی احترام کیا جاتا ہے جو ایک عالم کا۔ میں نے سوچا مجھے شوطار کو طلب کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے گرڈا نے مجھے اس کی پیش کش کی تھی۔ شوطار کا خیال آیا تو اسار میں اس کی شان و شوکت، جاہ و جلال، حسن و جمال یاد آ گیا۔ وہ آقا بلا کے بعد سب سے یکتا تھی۔ شوطار اسار میں میرے ہاتھوں اپنی اندوہناک شکست کے اندیشے سے انگرہا آ گئی تھی۔ یہ منظر دیدنی ہو گا کہ اب وہ مجھے دیکھ کے کیا رویّہ اختیار کرے گی؟ اسار میں اس کے ساتھ میں نے بہت دلکش وقت گزارا تھا۔ وہ اپنے بے مثال حسن کے علاوہ غیر معمولی طاقتوں کی حامل تھی۔ اسے جالموش کا تعاون حاصل تھا لیکن میں نے اس باجبروت ملکہ کو اسار کے تخت سے اکھاڑ دیا تھا۔ ممکن ہے اب وہ ریاجن کے قریب ہو؟ شوطار کی ذہانت سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ وہ زیر ہونے والی عورت نہیں تھی۔

گرڈا میرے اچانک مطالبے پر کچھ پریشان سا ہو گیا۔ "کیا مجھے فلورا کی طرح اسے بھی طلب کرنا پڑے گا معزز گرڈا!" میں نے اس کی خاموشی پر ناراض ہو کے کہا۔

"نہیں۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "مگر وہ بہت مصروف ہے۔"

"اب تم یہ کہو گے کہ وہ مقدس ریاجن کی تحویل میں ہے؟"

گرڈا نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "یہ بات نہیں ہے البتہ اسے مقدس ریاجن کا خصوصی تعاون ضرور حاصل ہے۔"

"تو کیا اس سے میری ملاقات ناممکن ہے؟ صاف صاف بات کرو۔"

"میں کوشش کروں گا معزز جابر بن یوسف کہ وہ جلد ہی تم سے ملاقات کرے۔ انگرہا میں اس کا درجہ کچھ کم نہیں ہے اور اس عرصے میں اس نے مقدس ریاجن سے خصوصی تعلق پیدا کر لیا ہے کیونکہ وہ ایک ذہین اور عالم عورت ہے۔"

"اور حسین بھی۔" میں نے لقمہ دیا۔ "میں اس کا کب تک انتظار کروں؟"

"تم اب انگرہا ہی میں ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اتنے دنوں میں تمھارے اندر خاص تبدیلی آئی ہے۔ کیا تم کہیں واپس جا رہے ہو جو تمھیں اتنی عجلت ہے؟"

"نہیں۔" میں کسی قدر مجبور ہو کے بولا۔ "اب تم تورای پر کب حملہ کر رہے ہو؟" میں نے موضوع بدل کے کہا۔

"بہت جلد۔" گرڈا عزم سے بولا۔ "ہماری نگاہیں تاریک برِاعظم کے برگشتہ پر لگی ہوئی ہیں، ہم انھیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔"

"فرض کرو اگر تم کامیاب ہو گئے تو تاریک برِاعظم کی کیا حالت ہو گی؟"

"ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔" وہ پُراُمید لہجے میں بولا۔ "اس وقت سارا تاریک برِاعظم ایک خوب صورت جنگل میں تبدیل ہو جائے گا۔ جہاں لوگ پرندوں کی طرح آزادانہ چہچہائیں گے۔"

"اور آقا بلا کا کیا ہو گا؟"

"ہم اس کا چہرہ مسخ کر دیں گے ویسے مقدس جارا کا کا ہی اس کے لیے سزائیں تجویز کرے گا۔"

"کتنے دلکش خواب ہیں۔" میں نے زیرِ لب کہا۔ "میں جارا کا کا سے آقا بلا کو حاصل کر لوں گا۔"

"ممکن ہے وہ تمھیں آقا بلا بخش دے۔" گرڈا سرشاری سے بولا۔ "تمھارے اندر واقعی تبدیلی آ گئی ہے۔"

"ہاں۔ لیکن۔" میں نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔ "مجھے آقا بلا سے اب تک کوئی بغض محسوس نہیں ہوتا البتہ میں جالموش کے بارے میں تمھاری رائے سے متفق ہوتا جا رہا ہوں۔"

"معزز جابر۔" وہ میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے جوش میں بولا۔ "مجھے یقین ہے، مجھے یقین ہے ایک دن تم آقا بلا سے بھی نفرت کرنے لگو گے کیونکہ وہ بھی اسی قدر مکروہ ہے۔ وہ ظالم ہے۔ اس کا حسن فریب ہے۔ وہ اندر سے سیاہ ہے۔"

"وہ ظالم ہے تو اسے ظلم کی اجازت ہے کیونکہ اس کا حسن دنیا میں سب سے اعلا ہے۔"

گرڈا نے شوطار کے سلسلے میں تاخیر کر کے میرا شعلۂ تجسس اور بھڑکا دیا لیکن مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اسی رات جب میں فلورا سے گفتگو کر رہا تھا تو یکلخت اٹھ بیٹھا۔ حجرے میں وہ خوشبو مہکنے لگی تھی جو شوطار سے مخصوص تھی۔ اسار کی سابق ملکہ شوطار میرے حجرے میں پوری تمکنت سے جلوہ گر تھی۔ وہ مجھے چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، جیسے کہہ رہی ہو آخر تمھارا بھی وہی حشر ہوا نا جو میرا ہوا۔ تم بھی اسار کے تخت سے دست بردار ہو گئے۔ وہ نہ میرا رہا، نہ تمھارا۔ شعل کی روشنی اسار کے حسن کے آگے ماند تھی۔ فلورا ٹکٹکی باندھے وہ حسین پیکر دیکھ رہی تھی۔ "آؤ آؤ ملکۂ شوطار! معزز شوطار! میں اپنے اس حجرے میں تمھارا خیر مقدم کرتا ہوں۔"

"جابر بن یوسف!" وہ کروفر سے بولی۔ "تم نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟"

"تمھاری دید کے لیے آنکھیں سلگ رہی تھیں۔ مجھے افسوس ہے اسار میں تمھارے ساتھ بدترین واقعات پیش آئے مگر تم جانتی ہو گی کہ میری حیثیت ایک غلام کی سی تھی۔ مجھے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا تھا لیکن میں تمھاری ذہانت اور حسن اب تک نہیں بھولا۔ تم نے اچھا کیا کہ اسار میں ایک ذلت آمیز شکست سے بچ کے انگرہا میں پناہ لے لی۔"

"میری شکست عارضی ہے۔" وہ طنطنے سے بولی۔ "میں ملکہ آقا بلا سے اس کا انتقام ضرور لوں گی۔"

"میں بھی ایک زمانے تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ وہ مجھ پر فریفتہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے تمھیں تخت سے بے دخل کیا مگر وہ بڑی ظالم نکلی۔ اس کے خوب صورت ہاتھوں کے چند لمحے ہی مجھے اپنی جدوجہد کے معاوضے کے طور پر مل سکے پھر درمیان میں جالموش آ گیا اور وہ فضا میں تحلیل ہو گئی۔ میں تشنہ کام ہی رہا۔ پھر بھی جنگ ہوئی تو میں اس کی طرف سے باغیوں کے ساتھ لڑا۔ میرا خیال تھا کہ اس بار وہ مجھے اپنے قرب سے نوازے گی۔ وہاں بھی جالموش موجود تھا۔ پھر میں انگرہا آ گیا۔ یہاں آ کے بھی میں نے اسی کا چرچا کیا لیکن وہ سب ایک سراب تھا۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔"

شوطار کے چہرے پر کئی رنگ آ کے گزر گئے۔ "تم ایک لسان شخص ہو معزز جابر!

تمھاری باتوں پر یقین نہیں آتا۔"

میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے "تم سچ کہتی ہو تمھیں میرے بیان پر شبہ ہی کرنا چاہیے مگر اس وضاحت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں اپنی باتیں تم سے بزورِ طاقت بھی منوا سکتا ہوں۔ میں نے تمھیں یہاں طلب کر لیا ہے تمھارے حُسن کی شراب میرے سامنے ہے، میں تمھاری اجازت کے بغیر اُسے پی سکتا ہوں۔ تمھارا حسین جسم میرے ارادوں کا تابع ہے۔ تم سے اسمار کا فاتح بات کر رہا ہے جس نے اسمار کی عظیم عبادت گاہ میں مقدس جارا کاکا کے لیے اَن گنت دوشیزاؤں کی قربانیاں پیش کی ہیں میرے گلے میں تمھاری فضیلت کی سند موجود ہے۔" یہ باتیں میں نے کسی قدر تلخی سے کہیں پھر نرمی سے بولا۔ "مگر میرا یہ معذرت خواہانہ لہجہ کس بات کی دلالت کرتا ہے؟ کیا مجھے تمھارے سامنے اظہارِ ندامت کرنے کی ضرورت ہے؟"

شوطار کی صراحی دار گردن میں میری باتوں سے خم پیدا ہوا فوراً چپ چاپ میری زبان کا گداز محسوس کر رہی تھی اور شوطار کے خیرہ کُن جمال میں کھوئی ہوئی تھی۔ شوطار کے ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھے اور اُس کے بدن سے جیسے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ "اب ہم سب ایک ہیں انگروما میں۔ نہ تم ملکہ ہو اور نہ میں اسمار کا فاتح، نہ میں آقابلا کا فرستادہ ہوں۔ تم اس کا عکسِ جمیل ہو۔ میں جب تمھیں دیکھتا ہوں وہ یاد آجاتی ہے۔ تمھیں میری باتوں پر یقین کرنے کے لیے اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے؟" "جابر بن یوسف! کیا تم ہمارے ساتھ ہو؟" وہ غیر یقینی انداز میں بولی۔

"تمھیں جارا کاکا کی قسم۔ کیا تم شبہ کرتی ہو؟" میں نے بے تابی سے کہا۔

"آؤ۔" ایک اندازِ دل رُبائی سے اس نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔"

میں خود بھی فلورا کی موجودگی میں گریزاں تھا۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا تو اُس کی نگاہوں میں حسرت تھی اور لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ، اُس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے الوداع کہا۔

شوطار انگروما کی بستی سے خاصی دُور ایک نیم پختہ مکان میں قیام پذیر تھی۔ یہ مکان اِردگرد سے اُونچے اور گھنے درختوں نے گھیر رکھا تھا قریب ہی ایک چھوٹا سا چشمہ جاری تھا۔ شوطار یہاں بھی کسی ملکہ کی طرح رہتی تھی، سیاہ فام کنیزیں اس کی خدمت گزاری کے لیے مامور تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شوطار کا کام یہاں شب و روز جارا کاکا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ جارا کاکا کی بے شمار مورتیاں ہر کمرے میں اہتمام سے رکھی ہوئی تھیں۔ شوطار مجھے ایک ایسے کمرے میں لے گئی جو ان سب میں نسبتاً بہتر تھا۔ شوطار کی رفیع الشان ملکہ کا یہ حال میرے سبب ہوا تھا مجھے افسوس ہوا کہ میں انگروما میں اتنے دن اس کی حسین صحبت سے دُور رہا۔ جیسے ہی وہ پتھر کی ایک چوکی پر بیٹھی، میں نے ایک ملکہ کی طرح اسے تعظیم دی اور اس نے ایک پسندیدہ، بہادر اور ذہین شخص کی طرح مجھ سے تپاک کا سلوک کیا۔ وہ کچھ تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی، میں نے خود کو سربستہ شخص قرار دیا۔ اس وقت وہ اسمار کی کوئی برتر عورت تھی اور میں اسمار کا کوئی کمتر مرد!

وہ میرے قریب بیٹھی تو کوئی حرف نہ دیا۔ اس کے بدن کی لطافت نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں نے اپنے بازو اس طرح وا کر لیے جیسے میں ایک سمندر ہوں، وہ میری اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائے۔ جیسے میں ایک مقناطیس ہوں، وہ میرے اندر پیوست ہو جائے۔ میں ایک خشک زمین ہوں جو اس کے ابرِ کرم کے لیے ترس رہی ہے۔ میں ایک آگ ہوں جس پر قابو نہ پایا گیا تو وہ گرد و پیش جلا ڈالے گی۔ ایک تو شوطار کا کافر حُسن، اُس کا سراپا، رنگ و نور کا پیکر۔ دوسرے میں نے یہ ساری خلوت اپنے اوپر طاری کرنے کی دانستہ کوشش بھی کی۔ میں نے شراب پی اور یہ یقین بھی کیا کہ میں نے شراب پی ہے۔ میں نے خود کو اس کے حُسن کی بے پناہ ترغیب دی، نتیجۃً میرے شوق کا کوئی عالم نہ رہا پھر سب کچھ میرا ہو گا۔ میں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔

صبح دم اسمار کی ملکہ شوطار اور میرے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں تھی ہم نے تازہ مشروبات پی کے ہلکے پانی سے اپنے جسم تازہ کیے اور درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ شوطار کو میری قلبِ ماہیت کا مکمل یقین ہو چکا تھا چنانچہ اس نے آقابلا کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ میں ایک طالبِ علم کی طرح اُس سے پیچیدہ سوالات کرتا رہا۔ وہ صدیوں تک انتظار کر سکتی تھی۔ اس نے مشروبِ حیات پیا تھا۔ اس نے ریماجن کا ذکر بڑے احترام سے کیا۔ وہ انگروما کی اُبھرتی ہوئی سرکش طاقتوں سے بڑی مطمئن تھی۔ اس گفتگو کے بعد میں نے چند نجی سوال کر ڈالے کہ کہیں تاریک بحرِ اعظم پر قبضے کے بعد انگروما کے موجودہ عالم بدل نہ جائیں اور وہی صورت نہ پیدا ہو جائے جو اب سلطنتِ آقابلا میں ہے۔ وہ میرے اندیشے ایک پختہ کار سیاست داں کی طرح رد کرتی رہی۔ میں ایک نوآموز شخص کی طرح اس کے درس دل میں اُتارتا رہا۔ پھر میں نے اپنی خود غرضی کا دانستہ اظہار کرنے کے لیے ایک سوال کیا کہ آقابلا کے زوال کے بعد میرے ساتھ اس کا رویّہ کیا ہو گا؟ وہ تو پھر بھی کسی بڑے منصب ہی پر فائز کی جائے گی مگر کوئی آ کے مجھ سے چھین تو نہیں لے گا؟ اس نے اپنے مخصوص شاہانہ لہجے میں کہا۔ "تم پسند ہو تم جری، ذہین اور سرکش ہو۔ تم ایک ضدی بچے ہو۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"اب میں کیا کروں؟" میں نے ایک ضدی بچے کی طرح پوچھا۔

"تم۔" وہ افتخار سے بولی۔ "تم کیا نہیں کر سکتے؟ کیا تم اسی طرح عورتوں کی آغوش میں بیٹھے رہو گے؟ اور جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے اسی پر قناعت کرو گے؟ تم جارا کاکا کی مہربانی سے مطمئن ہو گئے ہو؟ تمھیں کچھ اور نہیں کرنا ہے؟ ہمارا مقابلہ جالموش جیسے بڑے ساحر، آقابلا جیسی طاقت ور عورت اور بے شمار ساحروں سے ہے۔"

"انگروما کی بستی کے عالم مجھے بالکل متاثر نہیں کرتے، وہ تو بڑے کم علم اور کمزور ہیں۔" میں نے منہ بنا کے کہا۔

وہ حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ لوگ تو بونے ہیں۔"

"کیا تم صرف بستی ہی میں رہے؟ تم نے انگروما کے ممنوعہ علاقے نہیں دیکھے؟"

وہ میری جہالت پر افسوس کر رہی تھی۔

"انھیں مجھ پر یقین نہیں تھا کہ میں ان کا حامی ہوں۔"

"اوہ۔" وہ دل گرفتہ لہجے میں بولی۔ "انھوں نے ایک اہم شخص کو کیسے نظرانداز کیا؟" پھر وہ میری طرف مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میں نے اب اُن کا شک دُور کر دیا ہے۔ مجھے بتاؤ شوطار کہ میں اُن کے کام آسکتا ہوں؟ مجھے چند باتوں کی تفصیل درکار ہے۔"

وہ میرے استفسار پر ریماجن کے تقدس اور انگروما میں اُس کے پُراسرار علاقے کے متعلق تفصیل سے بتانے لگی۔ میں پوری توجہ سے سنتا رہا۔ جیسے جیسے بھید میرے سامنے وا ہوتے گئے، میرا جوش بڑھتا گیا۔ مجھے اپنے سامنے ایک تاب ناک دنیا نظر آنے لگی۔ شوطار نے سب اسرار سے پردہ اُٹھا دیا تھا اور میں آسانی سے قیاس آرائیاں کر سکتا تھا۔ اب تک انگروما کے طور طریق دیکھ کے میری حالت مذبذب کی تھی۔ شوطار نے میری یہ کیفیت دُور کر دی۔ میں نے واپس بستی میں جانے کا ارادہ موقوف کیا۔ فلورا میرا انتظار ایک صدی تک کر سکتی ہے اور اسے اب کوئی پریشانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُس کی طرف سے مجھے اطمینان تھا۔ میں شوطار کے مکان میں ایک رات اور ٹھیرا اور اُس رات مجھے ریماجن سے اُس کے خصوصی ربط و ضبط کا اندازہ بھی ہوا۔ جب میں وہاں سے چلا تو مجھے شوطار کا اعتماد حاصل تھا۔ جالموش سے میں پوری طرح بدظن ہو چکا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے شوطار کو متاثر کیا یا شوطار نے مجھے؟ اس وقت مجھے سزنگا کا چہرہ بار بار یاد آرہا تھا۔

*

میں نے آبادی کا راستہ چھوڑ دیا اور چلتا رہا، چلتا رہا۔ انگروما کے دُور دراز فاصلے میرے ارادوں سے مسخر ہوتے رہے۔ مجھے ریماجن کا علاقہ تو نظر نہیں آیا، یہی حال جالموش کا علاقہ تلاش کرنے میں ہوا تھا۔ راستے میں زاہدوں اور عابدوں کے کئی قافلوں سے میرا سامنا ہوا۔ میں ان سب کو نظرانداز کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا تاآں کہ ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا، جہاں انگروما کے برگزیدہ بوڑھے ایک خوف ناک اور تاریک غار میں سر جوڑے محوِ ریاضت تھے۔ اُس غار کے قریب میرے قدم تک گئے تھے۔ میں بے دریغ اندر داخل ہو گیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ اپنے حلقے میں میری اس شمولیت سے بے خبر تھے۔ ان میں کئی کا گوشت ہڈیوں سے اپنا رشتہ منقطع کر کے جھولنے لگا تھا۔ ان کے درمیان دو چھوٹے مجسمے رکھے ہوئے تھے، مسخ شکل میں۔ میں نے انھیں پہچاننے کی کوشش کی، اُن میں سے ایک جالموش کا مجسمہ تھا اور ایک آقابلا کا۔ نیچے زمین سے دھواں اُٹھ رہا تھا اور مجسمے دھوئیں سے کالے ہو گئے تھے۔ ان سب کے گلوں میں جارا کاکا کی کھوپڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ غار میں سورج کے طلوع و غروب کی خبر کسی کو نہ تھی سب غرق تھے۔ جیسے وہ کسی کرشمے کے منتظر ہوں۔ میں سوچتا رہا کہ میں کسی غلط جگہ تو نہیں آگیا ہوں؟ میں نے وہاں ایک جسارت کی کہ جالموش کا مجسمہ اُٹھا لیا۔ وہ بہت بھاری تھا، اتنا بھاری کہ میرے ہاتھ لرزنے لگے۔ وہ میرے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا۔ حلقے میں بیٹھے ہوئے ساحر اضطراب سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے اپنی تمام طاقت صرف کی لیکن مجسمہ توڑنے میں ناکام رہا۔ تمام ساحر اسے میرے ہاتھ سے چھیننا چاہتے تھے۔ میں قہر کی تصویر بنا اس چھوٹے سے مجسمے سے جنگ کر رہا تھا۔ اس کے دھوئیں کی کالک سے میرے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا اسے زمین پر پھینک کے ریزہ ریزہ کر دوں۔ تمام عابد مجھ پر جھپٹنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت تھی لیکن وہ سب اچانک مضطرب ہو گئے۔ اسی وقت مجھے ایک سایہ اپنے سر پر نظر آیا اور کسی نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ میں نے چہار اطراف دیکھا۔ وہ سزنگا کی دلوی تھی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ سے کہہ رہی ہو۔ "تم ٹھیک جگہ آگئے ہو۔"

سن رسیدہ بوڑھے آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ میں نے مجسمہ اور مضبوطی سے تھام لیا۔

اُس وقت سزنگا کی دلوی کا سایہ میں اپنے سر پر محسوس نہ کرتا اور اس کی تائیدی سرگوشی میرے کانوں میں نہ گونجتی تو ممکن تھا جالموش کا مجسمہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔

سن رسیدہ بوڑھے خوں خوار کُتّوں کی طرح مجھ پر جھپٹ رہے تھے۔ اُن کے نحیف و نزار جسموں پر گوشت برائے نام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے متعدد انسانی ڈھانچے کھال اوڑھے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ جب سزنگا کی دلوی کی سرسراہٹ میرے کانوں نے محسوس کی تو وہ سراسیمہ ہو کے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ جالموش کا مجسمہ میرے ہاتھ میں آتے ہی زمین سے اُبلنے والا سیاہ دھواں اور گہرا ہو گیا۔ میں اپنے تمام زور، اپنی تمام غیر معمولی طاقت کے باوجود وہ چھوٹا سا مجسمہ توڑنے میں ناکام ہو گیا تھا بلکہ اُس کا وزن اُٹھانا بھی میرے لیے دوبھر تھا۔ اس کا وزن کسی پہاڑ کے برابر تھا۔ یقیناً جالموش کے اس مجسمے سے کوئی طلسمی راز وابستہ تھا اسی لیے بوڑھے شب و روز دھوئیں کے گرد بیٹھے ہوئے اس قدر انہماک سے اُس کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ شاید انھیں یہ علم نہیں تھا کہ جالموش کے لیے اگر میرے دل میں کوئی چیز موجود ہے تو وہ نفرت ہے۔ میں بھی شدومد سے اس کا باغی ہوں۔ دلوی کا سایہ گزرتے ہی وہ اضطراب سے پھر میری جانب لپکے لیکن اس بار ان کے حملے میں وہ تیزی اور پھرتی نہیں تھی جس کا مظاہرہ انھوں نے دلوی کی آمد سے پہلے کیا تھا۔ دوسری طرف میری گرفت اب مجسمے پر اور مضبوط ہو گئی تھی اور میں نے طے کر لیا تھا کہ مجسمے سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوں گا۔ غار میں کوئی وسیع میدان نہیں تھا۔ اس چھینا جھپٹی میں بار بار بوڑھے مجھ سے اور میں اُن سے ٹکرا جاتا تھا۔ زمین سے اُٹھنے والے سیاہ دھوئیں نے غار کی فضا مسموم کر دی تھی۔ اس پر بوڑھوں کی لرزہ خیز چیخیں مستزاد تھیں۔ "ہٹو۔ ہٹو۔" میں نے انھیں دھمکاتے ہوئے کہا۔ "دُور ہٹ جاؤ۔ دُور ہٹ جاؤ۔ میں آگ ہوں۔"

میں اس فکر میں غلطاں تھا کہ کسی طرح انھیں ہیبت زدہ کر کے غار سے باہر نکل جاؤں اور کھلی جگہ مجسمے سے زور آزمائی کروں مگر بوڑھوں نے ایک پل کی مہلت نہیں دی۔ میں اچانک ایک جگہ دیوار سے ٹیک لگا کے ٹھیر گیا۔ پھر میں نے چیخ کر کہا۔ "او بدبختو! تم کس کے قریب آرہے ہو؟ ایک لمحے ٹھیر کے ذرا میری طرف غور سے دیکھو۔ میرے قریب مت آؤ۔" میری چیخ ان کے سروں سے گزر گئی اور انھیں میرے رُک جانے کی وجہ سے مجھ پر وار کرنے کا ایک اچھا موقع مل گیا چنانچہ انھوں نے ایک ساتھ میری جانب یلغار کی، وہ تین سمتوں سے گھیرا ڈال کے وحشت میں آگے بڑھے میرے عقب میں دیوار تھی، میں نے مجسمہ اس طرح سینے میں دبوچ لیا جیسے کوئی بچہ اپنا کھلونا دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس عرصے میں میرا حربی اژدہا رینگ کے زمین پر اتر گیا تھا۔ اُن کی جنون خیز حرکتیں دیکھ کے مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ آسانی سے میرے قابو میں نہیں

آئیں گے۔

دھوئیں سے آنکھیں بند ہوئی جارہی تھیں، چونکہ سنبھلنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں مل رہا تھا، اس لیے چاروناچار میں نے مجسمہ اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیا اور اسے پیروں میں دبوچ کے بوڑھوں سے دست بدست لڑنے کا ارادہ کرلیا۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہوگئے تھے، جیسے ہی وہ میرے جسم کے قریب ہوئے ان میں سے ایک کی ٹانگوں سے میرا چوبی اژدہا لپٹ گیا اور باقیوں کو میں نے دھکا دے کے خود سے دور کیا۔ ان کے دوبارہ آنے سے پہلے میں نے شپالی گلے سے اتار لی اور پھنکار کر کہا۔ "مردُود و! دُور ہو جاؤ۔"

ان میں سے ایک بوڑھے نے میری ٹانگ پکڑلی، غصے میں میں نے اپنی دوسری ٹانگ اس زور سے اس کی کھوپڑی پر ماری کہ وہ چکنا چور ہوگئی لیکن جلد ہی باقی بوڑھوں نے میری ٹانگیں جھنجھوڑنی شروع کردیں۔ میں انھیں بُری طرح کھینچ رہا تھا اور وہ اتنی ہی طاقت سے مجھے نیچے گرا دینے اور مجسمے پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ چوبی اژدہا ایک بوڑھے کے جسم سے لپٹ گیا تھا۔ میں ایک طرف ان کتوں کو دُور بھگانے اور اپنی ٹانگوں کو اذیت سے نجات دلانے کی کوشش میں تھا اور دوسری طرف ان پر ضربیں لگاتا جارہا تھا۔ ان کے تیز ناخن میری کھال میں پیوست ہوگئے تھے۔ یہ سب اب میری برداشت سے باہر ہوگیا تھا۔ تاریک برِاعظم میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا تھا مگر ایسے سرکش لوگوں سے پہلی بار نبرد آزمائی ہوئی تھی۔ میرے سارے وجود میں غیظ و غضب کی لہریں دوڑنے لگیں، یہ طوفان اتنی تیزی سے بڑھا کہ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا، میرا مقابلہ کس پائے کے لوگوں سے ہے؟ دو بوڑھوں کے کان میرے ہاتھوں میں آگئے اور میں نے انھیں کھینچ کے ان کی کھوپڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرادیں، غار میں ان کی کرب ناک چیخیں گونجیں، ساتھ ہی میں نے ڈگبی کے سینگ گلے سے اتار کے بے تحاشا ان کے جسموں میں سوراخ کرنے شروع کردیے۔ مجسمہ ابھی تک میرے پیروں کے نیچے محفوظ تھا "ہٹ جاؤ۔" میں نے پھر گرج کر کہا۔ "میں یہ مجسمہ تمھارے حوالے نہیں کروں گا۔" وہ بہت ڈھیٹ نکلے، وہ زخمی ہوگئے تھے۔ ان کے جسم لہولہان تھے، وہ میری ٹھوکروں سے دُور دُور لڑھک جاتے تھے مگر پھر اسی شدت سے میری ٹانگوں سے چمٹ جاتے تھے۔ اس وقت یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا کہ ان ستند ساحروں پر جسمانی طاقت کے اظہار سے کوئی نتیجہ جلد برآمد نہیں ہوگا۔ یہ دیرطلب بات ہوگی۔ یہ گروہ شدید ترین ضربوں کے باوجود زندہ رہیں گے، انھیں کسی طلسمی حربے ہی سے زیر کیا جاسکتا ہے۔ عام سحر بھی ان پر اثرانداز نہیں ہوں گے۔ یہ سوچ کے میں نے مدافعت اور جارحیت ختم کردی، چند ثانیوں کے لیے خاموش کھڑا ان کے تمام وار برداشت کرتا رہا۔ دوسرے ہی لمحے میرے ہاتھ اُٹھے ہوئے تھے اور زبان متحرک تھی۔ میرے عمل سے غار کی دیواریں لرزنے لگیں اور

بوڑھے اس طرح چیختے ہوئے پیچھے ہٹے جیسے ان کے جسموں میں ہرطرف سوئیاں چبھ گئی ہوں یا حشرات الارض کی ایک فوج نے ان پر حملہ کردیا ہو۔ وہ اپنے جسم نوچنے کھسوٹنے لگے۔ کبھی اِس پہلو، کبھی اُس پہلو، انھیں کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ میں نے جالکوش کا مجسمہ دوبارہ اُٹھا لیا تھا۔

میں کھانستا اور چھینکتا ہوا اُس دائرے کے قریب آیا جہاں آقابلا اور جالکوش کے مجسمے رکھے ہوئے تھے اور زمین سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ میں نے جالکوش کا مجسمہ دھوئیں کے دائرے میں رکھ دیا اور آقابلا کا مجسمہ اشتیاق سے اُٹھا لیا۔ اس کا وزن بھی کچھ کم نہیں تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے آقابلا کا نرم ونازک بدن میری دسترس میں آگیا ہو۔ بوڑھے حالتِ کرب میں فریادیں بلند کررہے تھے۔ میرا لمحاتی استغراق ٹوٹ گیا۔ پھر میں سنبھل کے بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے پہلو میں آقابلا کا مجسمہ احتیاط سے رکھا اور شپالی سے آگ روشن کی۔ غار میں ہر سو روشنی پھیل گئی۔ شپالی کی آگ نے جالموش کا مجسمہ اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور میں ہر طرف سے بے نیاز ہو کے جالموش کے تربیت کیے ہوئے ساحرانہ عمل پڑھ رہا تھا۔ میں نے اپنی ہتھیلی میں خنجر چبھو کے ایک سوراخ کردیا تھا جس سے خون کی ایک دھار جاری ہوگئی۔ میں وہ خون جلتے ہوئے مجسمے پر ٹپکاتا جاتا تھا اور آگ سرد ہوجانے کے بجائے بھڑکتی جارہی تھی۔ میں یہی عمل دہراتا رہا تا آں کہ غار کے پتھر اپنی جگہیں چھوڑ چھوڑ کے گرنے لگے اور گڑگڑاہٹ نے زلزلے کی سی کیفیت پیدا کردی۔ میرے سامنے فروزاں آگ سے چنگاریاں اُٹھ رہی تھیں۔ جالموش کا مجسمہ اس میں چٹخ رہا تھا۔ ہیبت زدہ بوڑھے یہ صورت دیکھ کے لڑھکتے چلّاتے ہوئے اس دائرے کے قریب منھ ڈالے زمین سے چپک گئے اور وہ حیرت انگیز عمل دیکھنے لگے جس طرح چولھے کی تیز آگ میں خشک لکڑی —— جلتی ہے، وہی جالموش کے مجسمے کا حال تھا۔ پھر وہ اس طرح منہدم ہوا کہ کئی ٹکڑوں میں زمین پر گر کے لمحوں میں راکھ بن گیا۔ میں نے اُس مقدس آگ میں ہاتھ ڈال دیا جو صحرائے زارشتی کے نادر عطیے "شپالی" کی وجہ سے سرفراز تھی اور جالموش کی گرم راکھ اُٹھا کے نفرت سے بوڑھوں کے جسم پر پھینک دی، وہ جھلس جھلس گئے۔ پھر میں نے اپنا عمل ختم کیا۔ غار کی لرزش میرے عمل کے ساتھ ہی ختم ہوگئی۔ بوڑھے زمین پر لوٹ رہے تھے۔ اب میرے ہاتھ میں آقابلا کا مجسمہ تھا۔ ان کا خیال ہوگا کہ میں جالموش کی طرح اقابلا کا مجسمہ بھی نذرِآتش کروں گا۔ اپنے ہاتھوں سے اُسے جلاؤں گا جس کے لیے خود جل رہا ہوں مگر نہیں، اسے میں نے اپنے سینے سے لگایا اور وارفتگی سے اس کے خدوخال پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"جابر بن یوسف!" ایک بوڑھے کی لرزتی ہوئی آواز گونجی۔ "مقدس جاراکاکا تجھ پر مہربان ہے، ہمیں معاف کردے کہ ہم نے ناحق تیرے کام میں مزاحمت کی۔ تو نے وہ کام کردیا جس کے لیے ہم ایک زمانے سے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ یقیناً تجھ سے آسمان خوش ہے اور جاراکاکا کی مقدس روح تیرے جسم سے حال کرتی ہے۔"

"بوڑھے شخص۔" میں نے تعجب سے کہا۔ "تم کب سے یہ تماشا کررہے تھے؟"

"کون جانے؟ وقت کا ہوش کسے تھا لیکن ہمارے ارادوں میں کوئی ناروائی ضرور تھی۔ کاش ہم اپنے ذمے یہ منصب نہ لیتے۔ یہ مٹی جیسے شخص کو زیبا دیتا ہے، تم نے اُسے ختم کردیا۔" اس کے لہجے میں جوش تھا۔ وہ دھوئیں سے اَٹ گیا تھا، اس کی صورت مسخ ہوگئی تھی۔ "نہ جانے ہمیں کب تک انتظار کرنا پڑتا کہ تم نے انگرِما کے لوگوں کو دیوتاؤں کا شگون دے دیا —— جا...... جالموش —— دیکھنا کہ اب انگرِما کے لوگ تمھاری طرف آرہے ہیں۔" وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔ "جابر بن یوسف! اے محترم شخص ہم سب تیرے غلام ہیں۔ اب جاراکاکا ہمیں ضرور اُس پر فتح دے گا کیونکہ ہمارے درمیان جابر بن یوسف جیسا عظیم شخص بھی موجود ہے۔"

مجھ سے مخاطب بوڑھا زمین سے اُٹھنے کی کوشش کرتا تھا اور گر پڑتا تھا۔ اس کی حالت بہت مخدوش تھی مگر اس کے لہجے میں بہت توانائی اور جوش تھا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ دوسرے بوڑھے اپنی شکستہ حالی کے باوجود میری سمت فخر اور مسرت سے دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم ایک مجسمے کے انہدام کو اتنی اہمیت دیتے ہو۔ میں جالکوش کی طاقت جانتا ہوں۔"

"نہیں۔" بوڑھے کی مرتعش آواز بلند ہوئی۔ "دیوتاؤں نے شگون دے دیا ہے۔ وہ شکست سے دوچار ہوگا۔"

"مقدس جاراکاکا کی ہمدردیاں دونوں طرف ہیں، جالموش قربانیاں دے کے اس کی مزید خوشنودی حاصل کرے گا۔ وہ اس سحر کا کوئی اور توڑ کرلے گا۔" میں نے دانستہ یہ ہمت شکن کلمات ادا کیے کیونکہ میں اس مجسمے کی اہمیت کے متعلق ان کی زبانی کچھ اور سننا چاہتا تھا۔

"ایسا نہیں ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا۔" وہ عزم سے بولا۔ "مقدس جاراکاکا کو یقین آگیا ہوگا کہ ہم تاریک برِاعظم پر حکومت کرنے کے اہل ہیں۔ جالموش کے منحوس مجسمے کی تباہی اس کے یقین کی نشان دہی کرتی ہے جابر بن یوسف لیکن ابھی ایک اور شگون رہا جاتا ہے۔ جلد سے جلد آقابلا کا مجسمہ بھی اس آگ میں پھینک دو۔ ہمیں اور مضطرب نہ کرو۔ اس کے بعد چاہے تم ہماری روحیں غلام بنا لینا مگر آقابلا کا مجسمہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے تباہ کردو۔ اس کے بغیر شگون ادھورا ہے۔ جلدی کرو اے محترم شخص!" وہ عاجزی سے بولا۔

"آقابلا کا مجسمہ۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اسے بھی آگ میں جھونک دوں اور راکھ میں تبدیل کردوں؟"

"ہاں۔ پھر انگرِما کی فتح یقینی ہے۔ جالکوش کے ساتھ آقابلا کا راکھ ہوجانا بھی ضروری ہے جابر بن یوسف! جلدی کرو۔ کہیں یہ مبارک وقت نکل نہ جائے اور ہم پھر ایک زمانے تک دھوئیں کے گرد بیٹھے اپنی آنکھیں نہ جلاتے رہیں۔ آگ روشن کرو، وہی عمل پڑھو، وہی طاقت آزماؤ۔" بوڑھا جذبات زدہ آواز میں بولا۔

"آقابلا کا زوال میرے ہاتھوں؟ جابر بن یوسف کے ہاتھوں؟" میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "میں یہ کام کبھی نہیں کرسکتا۔ مجھے جالموش سے نفرت ہے، آقابلا ختم ہوگئی تو میرے لیے کیا رہ جائے گا؟"

"وہ ختم ہوجائے گی تو ان تمام زمینوں پر وہ آگ بجھ جائے گی جو اس کے حسن کی آگ ہے۔ یہ تپش ختم ہوجائے گی۔ روحیں اپنے مسکنوں میں چلی جائیں گی اور سب کو قرار آجائے گا۔"

"میں خودکشی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بوڑھے شخص!" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ "آقابلا کا مجسمہ میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔"

"اسے ختم کرو معزز شخص! اسے تباہ کردو۔" اس کی تائید میں دوسرے بوڑھوں نے فریاد کی۔

"ناممکن۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "انگرِما کے فاضلو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمھاری یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔"

"جالموش اور آقابلا ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں جابر بن یوسف!" وہ اپنے خطاب پر زور دیتے ہوئے بولا۔ "اگر آقابلا کے زوال کا شگون نہیں ملا تو ہمیں پھر ایک طویل مدت تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"اور اب تک تم کس امید پر جلے کرتے رہے؟" میں نے طنزاً کہا۔

"ہم آقابلا کی سلطنت کمزور کرنے کا کام کرتے رہے۔ ہم نے سوچا تھا شاید کسی دن مقدس جاراکاکا کو ہماری عبادتیں پسند آجائیں اور ہمیں شگون کے بغیر فتح سے ہمکنار کردے۔"

"تو اس مجسمے کی تباہی کے بغیر ہی اس امید پر قائم کیوں نہیں رہتے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جالموش ہی تاریک برِاعظم میں تمھاری راہ کی سب سے بڑی دیوار ہے تو اس کی شکست کا شگون تمھیں مل گیا ہے اور وہ بھی جالموش کے ایک شاگرد کے ذریعے تمھیں نصیب ہوا ہے۔ اسی پر قناعت کرو اور آقابلا سے مفاہمت کرلو۔ وہ انگرِما کو اپنی قلمرو میں شامل کرلے گی اور تمھیں معاف بھی کردے گی۔ ممکن ہے، وہ تمھارے مشورے قبول کرلے اور تمھیں اس کی حکمرانی میں سکون میسر آجائے۔"

"آقابلا۔ آقابلا۔" بوڑھا نفرت سے بولا۔ "ہم اس کی شکل مسخ کردیں گے۔ اس نے جالموش کی پشت پناہی کرکے ہمارے بہت سے عابدوں کی زندگی عذاب کردی ہے۔"

"دیکھو بوڑھے شخص! تمھیں اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ میری ہمدردیاں اب تمھارے ساتھ ہیں مگر میں تم سے ایک نکتے پر اختلاف کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم آقابلا کی شکست کے بغیر بھی تاریک برِاعظم میں اپنی برتری تسلیم کراسکتے ہو۔ وہ ایک نرم خُو دوشیزہ ہے، میں اس سے تمھاری سفارش کروں گا کہ وہ تمھارے معاملے میں ہمدردانہ رویّہ اختیار کرے۔" میری بات رد کرتے ہوئے اسے جھجک ہوگی۔ مجھے انگرِما کے لوگ پسند آئے ہیں۔ یہ سیدھے سادے، وسیع النظر اور عالی ظرف ہیں۔ میں یہاں سے اب بھی پہلے کی طرح فرار ہوسکتا تھا۔ میرے پاس ایسی طاقتیں بھی ہیں جن سے تمھارے طلسمی علوم ناآشنا ہیں مگر میں یہاں تمھارا ہم نوا بن گیا ہوں۔ چونکہ مجھے جالموش سے نفرت ہے۔ میں بھی اس کے زوال کا طالب ہوں اور میں ان خدمات کے عوض صرف ایک رعایت چاہتا ہوں، آقابلا کی زندگی —— اس کے احترام اور وقار کی ضمانت۔ یہ میرا جذباتی معاملہ ہے، تم شاید اسے نہیں سمجھ سکتے۔"

ایک اجنبی بوڑھے سے گفتگو محال تھی مگر میں دانستہ اسے طول دے رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری گفتگو دیبا جن اور انگرِما کے برگزیدہ لوگوں تک منتقل ہورہی ہوگی اور وہ جالموش کی ہزیمت کا نیک شگون ملنے کے بعد تاریک برِاعظم پر یلغار کرنے کے لیے مضطرب ہوں گے۔ اس موقع پر میں ان سے ایک سودا کرسکتا تھا۔ میں ان سے آقابلا کو مانگ سکتا تھا حالانکہ تاریک برِاعظم کی شکست، جالموش کا انہدام، انگرِما کی سربلندی اور غلبہ۔ یہ سب مجھے ایک پرانے کے خواب سے زیادہ کچھ اور معلوم نہیں ہوتا تھا۔ جالموش کے مجسمے کے سلسلے میں بوڑھوں کا وحشیانہ اضطراب اور جارحانہ سنجیدگی دیکھ کے مجھے اس خواب کی تعبیر کا کچھ یقین ہوچلا تھا۔ طلسم کے اس کارخانے میں کسی وقت بھی کوئی بات ممکن تھی۔ میں ان کی مزید حمایت

حاصل کرنے اور انگروما سے اپنی صدقِ وفاداری ظاہر کرنے کے لیے جاملوش کی طرح آقابلا کا مجسمہ بھی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرسکتا تھا۔ اس وقت میں شدید کشمکش میں مبتلا تھا۔ زبانی مخالفت اور بات تھی، سوچتا تھا اگر جاملوش کے مجسمے کی تباہی سے اس کا عبرت انگیز انجام مشروط ہے تو پھر یہی موت آقابلا کے مجسمے کی تباہی سے بھی مشروط ہوسکتی ہے۔ گویا میں یہ دوسرا نیک شگون حاصل کرکے خود اپنا گلا گھونٹ لوں؟ خود اپنے دل میں نیزا اتار لوں؟ اپنا ہی خون پی لوں؟ میں بہت بڑا پاگل تھا مگر اتنا بڑا پاگل نہیں تھا کہ جو تنکے جمع کرکے آشیانہ بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا انہی کو جلا دیتا۔ میں آقابلا کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول لیتا؟ اپنے لیے قبر کھودتا؟ مہذب دنیا کے میرے ساتھی اپنی دنیا میں واپسی کے آرزومند تھے۔ صرف میں تھا جسے واپسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے اپنا یہ حلیہ، یہ برہنگی، یہ دیوانگی بہت مرغوب تھی کیونکہ میں نے اس کا جلوہ دیکھ لیا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ حسن کی ترکشیدگی کہاں تک ممکن ہے۔ میں نے شباب کی وہ آخری منزل دیکھی تھی، جہاں سے آگے راستے بند ہو جاتے ہیں، جہاں تصور ختم ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس تخلیق کا نظارہ کیا تھا۔ میں نے وہ نغمہ سنا تھا جو آسمانوں سے اترا تھا۔ زمین اتنی زرخیز کسی عہد میں نہیں ہوئی تھی۔ میں اس کی خوشبو کے نشے میں چُور تھا۔ میرے ذہن میں اس کے پیر کے بوسے کا رس گھلا ہوا تھا۔ میں اس کے جمال کا نظر بند تھا۔ اس کی زلف کا ایک تار خزانوں پر بھاری تھا۔ بربریت کے پُر دولت بازاروں کو ریشمی روشنیوں میں خراب شباب کی مستیاں، وہ سیاہ سڑکیں، وہ جگمگاتی دکانیں اور روشن گلیاں، یہ سب اس کی ایک نظر کے سامنے بے قیمت تھیں۔ مہذب دنیا میں آقابلا جیسا کوئی عجوبہ نہیں تھا۔ تو کیا میں انگروما کے لوگوں میں سُرخ رُو ہونے کے لیے اس کا مجسمہ تباہ کر دیتا؟ میں نے اسے اور شدت سے بھینچ لیا۔ بڈھے میرے انکار پر بے قرار ہو گئے تھے۔

میں نے ان سے انکار کرکے ریماجن اور انگروما کے دوسرے ساحروں کی نظروں میں خود کو دوبارہ مشکوک کر لیا تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس میں ایک پہلو یہ بھی مضمر تھا کہ تاریک تر انظم میں جاملوش کی یقینی شکست کی امید میں وہ آقابلا کے سلسلے میں اپنا جارحانہ رویہ ترک کر دیں، پھر آقابلا اور ان کے درمیان تعلق کی کوئی صورت نکل آئے اور اگر وہ اس سے اقتدار چھیننے میں کامیاب ہو جائیں تو مجھ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق اسے ایک کنیز کے طور پر مجھے سونپ دیں۔ ایک فیصلہ کن لمحہ ضرور آگیا تھا۔ ایک بار میں نے پھر اپنی برتری واضح کر دی تھی اور تنبیہ کر دی تھی کہ جارا کاکا کی مقدس روح کا منشا کیا ہے؟ وہ مجھے کس حد تک پسند کرتی ہے۔ میرے ساتھ کچھ اور طاقتیں شریک ہیں۔ اب انہیں ایک فیصلہ کرنا تھا کہ یا تو وہ آقابلا کے مجسمے کی تباہی تک ایک طویل انتظار کریں یا پھر کچھ نہ کچھ حاصل ہو جانے کی توقع میں عجلت کریں۔ میں نے بڈھوں کو پھر دھتکار دیا۔ جب میں مجسمہ لے کے غار سے باہر نکلنے لگا تو وہ زار و قطار رونے لگے۔ انہوں نے کرب ناک صدائیں لگائیں، جارا کاکا کی روح کا واسطہ دیا۔ مجھے ریماجن کے عتاب سے خوف زدہ کرنا چاہا، میں ان کی صداؤں پر کان دھرنے کے بجائے غار سے باہر نکل آیا۔ دھوئیں سے آنکھوں میں سوزش ہونے لگی تھی، دم گھٹ رہا تھا۔ تازہ ہوا اور روشنی میں زندگی کا احساس بیدار ہوا اور پہلی بار میں نے اس نازنین کا مجسمہ غور سے دیکھنے کا ارادہ کیا۔

اس کے چہرے پر دھوئیں کی تہیں جمی تھیں۔ میں بھاگا بھاگا پانی کی تلاش میں گیا۔ اسے دھویا تو اس کا حسن نمایاں ہوا۔ اسے کسی ماہرِ فن بت تراش نے تراشا تھا۔ ایسی مہارت میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ جو اتنے کم حجم میں اتنی وزنی تھی۔ میں اس کے خدوخال دیکھتا رہ گیا اور مجھے قصرِ آقابلا کا ہر منظر یاد آنے لگا۔

باہر آکے مجھے ایسی کوئی پشیمانی نہیں تھی کہ میں نے کوئی غیر مصلحت قدم اٹھایا ہے۔ میں نے جو کچھ کیا، اس میں میری مصلحت پنہاں تھی۔ اس نادر و کار تہہ کار کی بربادی کا خیال کوئی ستم پیشہ ہی کرسکتا تھا۔ اس وقت دل و دماغ میں ایک سنسنی سی دوڑی ہوئی تھی۔ جلد ہی کچھ ہونے والا تھا۔ طلسم و افسوں کے اس نظام میں اب کسی تغیر کی پیش گوئی کی جاسکتی تھی۔ میں وہیں بیٹھا آقابلا کا مجسمہ سامنے رکھ کر پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر کرتا رہا اور خیال و قیاس کے ہزار ہا دریچے وا ہو گئے۔

میں جزیرۂ اسمار کی سابق ملکہ شوطار کے ساتھ خلوت کی چند ساعتیں گزار کے ریماجن کے علاقے کی تلاش میں نکلا تھا۔ میرا مقصد بالکل صاف تھا کہ میں ریماجن کو اعتماد میں لے کر اپنا رتبہ بڑھاؤں اور ایسی فضیلت حاصل کرلوں جو مجھے ناقابلِ تسخیر بنا دے۔ درمیان میں یہ غار نظر آگیا جہاں میرے ارادوں میں کئی دیواریں حائل ہو گئیں۔ آقابلا کا مجسمہ انگروما سے میری وفاداری کی کسوٹی بن گیا تھا۔ ابھی تک ریماجن کے علاقے کا سرا مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ اب یہ امکان اور بعید ہو گیا تھا۔ قریب ہیں اس کے متعلق منفی یا مثبت قیاس ہی کرسکتا تھا۔ مشکل یہ بھی تھی کہ آقابلا کے مجسمے کے ساتھ — یہ بھاری وزن اٹھائے اٹھائے میں کہاں کہاں جاتا؟ آقابلا کے زوال اور عروج کی یہ علامت کسی کے پاس امانت کے طور پر بھی نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ انگروما میں سب اس کے دشمن تھے۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ آقابلا کا مجسمہ میرے پاس ہے تو گویا وہ خود میرے پاس ہے اور میرے سینے سے لگی ہوئی ہے اور اگر اس بار وہ جدا ہو گئی تو ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ میں بڈھوں کے غار میں جاکے دوبارہ اسے مشقِ ستم بننے کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ نرنگا کی دیوی نے خلافِ توقع نرم دلی ہو کے یہ کہا تھا کہ میں ٹھیک جگہ آگیا ہوں۔ میرا خیال ہے میں نے یہ مجسمہ اپنے قبضے میں کرکے ایک اور مناسب کام کیا تھا۔ انگروما کی نادیدہ طاقتیں یہ خود مشاہدہ کر رہی ہوں گی کہ میں یہ مجسمہ کہاں محفوظ کرتا ہوں؟ میرا یہ عمل ان کی وسیع نظروں کی زد میں ہوگا۔ وہ جلد یا بدیر مجھ سے رابطہ قائم کریں گی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجسمہ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہیے اور اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے۔ میں اسے زمین میں دفن کرکے طلسمی طور پر محفوظ کرنے کی کوشش بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے کسی قسم کا خطرہ مول لینے میں احتیاط برتی۔ ایک سرخوشی اس کے حصول اور جاملوش کے مجسمے کی تباہی کے بعد میرے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔ میں اس سے اتنی جلد کنارہ کش ہونے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ آقابلا کا مجسمہ تھا، بہت وزنی تھا۔ پر وہ میرے لیے پھولوں کا ایک باغ تھا۔ میں اسے بار بار چومتا تھا۔ اس میں آقابلا کے جاہ و جلال اور اس کی عظمت کا وزن تھا۔ میں ایک سرخ رُو اور فتح مند شخص تھا کہ یہ میرے تصرف میں تھا۔ میرے پاس انگروما کی سرفرازی کی کلید تھی اور میں کسی نشان کے بغیر بے سمت آگے بڑھ رہا تھا۔

چمن زار گزرے، مرغزار گزرے، ویرانے کاٹے، گھاٹیاں عبور کیں۔ کہیں ساحل پر پڑاؤ ڈالا، کہیں جنگل میں بسیرا کیا، کبھی خشک زمینوں پر پیر زخمی ہوئے اور کہیں بارشوں نے راستے مسدود کیے۔ میں آبادی سے دُور ہی رہا اور آقابلا کا مجسمہ کبھی اِس کاندھے پر کبھی اُس کاندھے پر اٹھائے ریماجن کا علاقہ تلاش کرتا رہا۔ میں نے اسے خود سے کہیں جدا نہیں کیا۔ ایک جگہ میری حالت سیمابی ہو گئی۔ کہیں قریب ہی ریماجن کا علاقہ تھا۔ ریماجن نے میرا راستہ بدلنے اور اپنا علاقہ میری نگاہوں سے اوجھل کرنے کے لیے طلسمی حربے اختیار کیے تھے۔ اس سے اس کی عظمت کا اندازہ ہوتا تھا۔ میں اپنے تمام زادِ راہ اور علوم سے مدد لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہ کوئی جاملوش کا علاقہ نہیں تھا جب میرا قد بہت چھوٹا تھا۔ انگروما ایک جزیرہ تھا، اس کے راستے ہر طرف سے ساحل پر آکے ختم ہوتے تھے اور اس کی زمین بہرحال محدود تھی۔ ریماجن کا خیال ہوگا کہ وہ مجھے تھکا دے گا اور میں تھک کر کسی جگہ مجسمے سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اس نے مجھے تھکا دیا تھا۔ راستہ تلاش کرنے کے لیے بہت سے سحر توڑ دیے تھے۔ وہ اپنی برتری کے سبب میرے سحر کا کام کرسکتا تھا مگر میری استقامت اور ذہانت اس کے سحر سے ماورا تھی۔ سمورال کی مالا کے دانے مختلف سمتوں میں چمکتے تھے۔ جوبی اژدہا کسی جگہ اچانک مضطرب ہو جاتا تھا۔ جاملوش کے عطا کیے ہوئے بچھوؤں کے ہار میں کھلبلی مچ جاتی تھی۔ جب چلتے چلتے آگے اندھیرے کی ایک دلیز زاد دیوار نظر آتی تھی۔ ریماجن ہر قدم پر اپنے علم و فضل سے مرعوب کر رہا تھا۔ بلاشبہ میں اس کا قائل تھا۔ وہ مسند نشین بھی میرے عزم اور حوصلے کا قائل ہو رہا ہوگا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ آبادی میں فلورا کا کیا حال ہوگا؟ وہ کس بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوگی اور جزیرہ توری میں پیرتا، فروزن، شترا میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اور خود آقابلا کیا رائے قائم کرتی ہوگی؟ انگروما والے اپنے گرد و پیش ایک طلسمی دیوار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جہاں باہر کی آنکھ جھانکنے سے قاصر تھی۔ آقابلا کو کیا معلوم ہوگا کہ اس کا وفادار گھوڑا اس کا وزن اٹھائے کیسے کیسے دشت و بیابان، کیسے کیسے جنگل، پہاڑ عبور کر رہا ہے۔

میں آخر وہاں پہنچ گیا تھا اور یہاں سے کہیں اور جانے کا سوال نہیں تھا۔ بس یہ تھا کہ کب وہ اندھیرا چھٹ جائے جو ریماجن کا علاقہ میری نظروں سے چھپائے ہوئے ہے۔ اس جگہ درخت بہت قریب قریب تھے جو جنگل کا سا منظر پیدا کر رہے تھے۔ میں وہیں قیام کرنے کے لیے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے سینے پر آقابلا کی مورتی تھی اور زمین پہ کمر ٹکائے دیر ہو گئی تھی کہ یکایک ایسا محسوس ہوا، فضا میں کہیں ساز بج اٹھے ہوں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔ دیکھا کہ تین دوشیزائیں شعلے بکھراتی، مچھلیوں کی طرح تڑپتی، پریوں کی طرح تیرتی، مسکراتی، گنگناتی میری طرف گام زن ہیں۔ ان کا انداز مستانہ تھا۔ بے خبری، بے ہوشی، وہ عمر کہ ہوش قابو میں نہ رہے۔ شاید انہوں نے میری طرف نہیں دیکھا تھا، جیسے شیشوں کی صراحیوں میں شراب چھلکے، ان کا شباب چھلک رہا تھا۔ ان میں دو سیاہ فام تھیں، ایک سفید بلکہ سُرخ شہابی، مغلان اور پیاز کا ملا ہوا رنگ، ایک گلاب جس کا رنگ پھوٹ رہا ہو، [illegible] رنگ جائیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ سیاہ و سفید کے اس امتزاج میں کون سا رنگ دل پذیر ہے۔ اہلِ نظر رنگ نہیں دیکھتے، نقشہ دیکھتے ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ میرے نزدیک آکے ٹھٹک کے رک گئیں۔ ان کی مخمور آنکھیں مجھے حیرت سے دیکھنے لگیں۔ میں نے شگفتگی سمیٹی اور پوچھا۔ "اے نازنینو! تم کہاں سے آرہی ہو؟ ذرا ٹھیرو، مجھے اپنے جلوے سے سیراب کرتی جاؤ۔" ان کا تعلق ریماجن کے علاقے سے ہوگا اور میرے گرد ان کے اچانک موجود ہونے کا بھی کوئی مقصد ہوگا۔ اتنی معمولی باتیں تو ایک کم عقل شخص بھی سمجھ سکتا تھا۔ میں نے محتاط انداز میں ان سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"تم کون ہو؟" وہ تینوں مجسم اشتیاق بن گئیں۔

"میں..." میں نے لطف لیتے ہوئے کہا۔ "تمہارے جمال کی آج تک کسی نے اتنی قدر نہ کی ہوگی، میں وہ شخص ہوں۔"

ان کے لبوں پر شوخی آگئی اور انہوں نے مسکرا کے ایک دوسرے کو دیکھا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں یہاں تھوڑی دیر ستانے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔ مجھے آگے جانا ہے اور مقدس ریماجن سے ملاقات کرنی ہے۔"

ان کی آنکھیں جھلملانے لگیں اور سفید فام دوشیزہ تعجب سے بولی۔ "تم مقدس ریماجن کے علاقے میں جا رہے ہو؟ تم کوئی بہت بہادر اور عالم شخص معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا سینہ کیسا سجا ہوا ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

میں نے افتخار سے انہیں اپنا نام بتایا تو وہ مجھے ناقابلِ یقین نظروں سے دیکھنے لگیں۔ "تم وہی ہو جس کے بارے میں انگروما کا ہر شخص جانتا ہے۔ تم ایک محترم شخص ہو۔ تمہارا دیدار ایک سعادت ہے۔ کیا ہم دو گھڑی تمہارے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں مقدس جابر؟"

"میرا نام ارشیم ہے۔" وہ شرگیں لہجے میں بولی۔ "اس کا نیارا اور اس کا مہرلق۔ ہم اسی جگہ رہتے ہیں۔ یہاں زادمن کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو غاروں میں رہتی ہے۔ ہم وہیں سے آرہے ہیں۔ روز ہم اس طرف آکے عبادت کرتے ہیں۔ سنا ہے یہاں سے مقدس ریماجن کا علاقہ بہت نزدیک ہے۔ شاید کسی دن مقدس ریماجن ہمیں طلب کرے۔ کیا ہم تمہارے ساتھ اس مقدس جگہ تک چل سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے فراخ دلی سے کہا۔ "مقدس ریماجن اتنی حسین لڑکیوں کو اپنے علاقے میں دیکھ کر خوش ہوگا۔"

بلاشبہ ریماجن نے لڑکیوں کا ایک خوب صورت تحفہ مجھے بھیجا تھا۔ اس سنسان جگہ ان کی آمد میرے لیے بہار کی آمد سے کم نہیں تھی۔ حیرت تھی کہ وہ آقابلا کے حسین مجسمے کے بارے میں کوئی استفسار کیوں نہیں کر رہی تھیں۔ وہ وارفتہ ہوئی جاتی تھیں۔ ان کی یہ بے ادائیت ناپختگی کا مظہر تھی۔ ریماجن نے ان کا انتخاب بدن کی بنیاد پر کیا تھا۔ پختہ کار دوشیزاؤں کو وہ میری طرف بھیجتا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔ بہرحال یہ ایک ایسا تجربہ تھا، عام طور پر سود مند ہی ہوتا ہے۔

پھر وہ اصرار کرنے لگیں کہ قریب ہی آبِ نشاط انگیز کا ایک کنواں ہے جس کا پانی اس پُرکیف ساعت میں موجود ہو تو کچھ اور بات ہوتی ہے۔ وہاں ایک مرغزار ہے، سبز و نرم ہے، پھولوں سے خوشبو آتی ہے اور پرندے ترنم ریز ہوتے ہیں۔ وہاں کیوں نہ چلا جائے۔ میں نے تائید میں سر ہلا دیا۔ تینوں نازنینوں نے مجھے اٹھایا۔ میں ان کے بادۂ حسن سے پہلے ہی [illegible]

بیٹھا تھا۔ جب میں نے ساتھ ہی مجسمہ بھی اُٹھانا چاہا تو انھوں نے بے پروائی سے کہا: "ہم قریب ہی جا رہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے اے دلکش لڑکیو! میں جانتا ہوں۔" یہ کہہ کے میں نے مسکراتے ہوئے مجسمہ اُٹھا لیا اور دوسرا ہاتھ رشیم کے کاندھے پر رکھا۔ مہرلق نے مجسمہ سنبھالنے میں میری مدد کرنے کے لیے پہل کی تو میں نے اُسے جھڑکتے ہوئے کہا۔ "تمہارا شیشہ بدن ٹوٹ جائے گا۔ یہ وزن صرف مجھی کو زیب دیتا ہے۔"

یہ کھیل خاصا دلچسپ تھا۔ افسوس اس بات کا تھا کہ ریماجن یا اُس کے ساتھیوں نے اِن لڑکیوں کو بھیج کے گویا میری صحیح پیمائش ہی نہیں کی۔ مجھے سبکی محسوس ہو رہی تھی، پھر بھی میں اُن کے ساتھ مشروبِ نشاط کے کنویں تک چلا۔ بظاہر میں بدمست تھا۔

رشیم نے سچ کہا تھا۔ وہ جگہ جنت نظیر تھی۔ مخمل جیسے سبزے کا فرش تھا اور معطر ہوائیں چل رہی تھیں۔ رشیم اور مہرلق نے کنویں سے ایک سیاہ محلول نکالا اور میرے منہ میں اُلٹ دیا۔ اس کی تلخی تیر کی طرح کلیجے میں پیوست ہو گئی۔ لمحے بھی نہیں گزرے۔ مختلف رنگ میری آنکھوں کے اِردگرد تیرنے لگے۔ معلوم ہوا سب کچھ ڈول رہا ہے۔ ہر شے ہوا میں اُڑ رہی ہے۔ میں بھی معلق ہوں۔ درخت بھی ناچ رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں اپنے اندر گرتا چلا گیا۔ اُسی لمحے لڑکیوں نے مجھے اپنے گداز میں سمیٹ لیا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ اتنا وقت نہیں مل سکا کہ میں سحر پھونک سکوں۔ اس وقت میری زبردست قوتِ ارادی ہی کام آئی۔ میں نے زندگی سے ہاتھ پھیلا کے لڑکیوں کو دُور ہٹایا اور سر جھٹک کے وہ آتشیں سیّال سر کرنے کی کوشش کی جس نے حلق میں اُترتے ہی حواس و اعصاب پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان لڑکیوں پر آتش فشاں پھٹ پڑے، میں چوبی اژدہے سے ان کے جسم نیلے کروں یا شپالی سے ان کی آنکھیں جلا دوں؟ میری آنکھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ مجھے لانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لڑکیاں میری مدہوشی اور غفلت میں آقابلا کا مجسمہ چھین لینا چاہتی تھیں۔ یہ کام ان کے بس کا نہیں تھا۔ ان کے سپرد اتنا فریضہ تھا کہ وہ میری توجہ منتشر کر کے مجھے کسی نہ کسی طرح ریماجن کے وسیع طلسمی حصار میں لے آئیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ اِن لڑکیوں کے سینے میں اُن کی دل پسند جگہ خنجر بھونک دوں گا۔ اس مشغلے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا تھا۔ جب لڑکیاں تڑپتی تھیں اور خون کا فوارہ ان کے نرخروں سے جاری ہوتا تھا تو مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں ایک علاقہ فتح کر رہا ہوں یا تاریک برِاعظم کے کسی بزرگ کے منہ پر تھوک رہا ہوں اور اس عمل سے جارا کا کا کی روح بھی خوش ہوتی تھی۔ ریماجن کے علاقے کی تلاش میں مجھے جارا کا کا کی روح کی اعانت کے لیے یوں بھی قربانی کی ضرورت تھی۔ جارا کا کا کی کھوپڑی کو غسل دینے کی یہ مقدس رسم انجام پا جاتی تو یہ اقدام ریماجن کو میرا جواب ہوتا۔ ایک برجستہ اور معقول جواب۔

میں جانب دیتا رہ گیا۔ دیکھا کہ راستے ہر طرف مسدود ہیں۔ ریماجن مجھے ایسے مقام پر لے آیا جہاں کی زمین پر اُسے کُلی اختیار ہو۔ جہاں اس کا مضبوط حصار قائم ہو۔ ایک ذرا سی بے خبری نے میرے عزائم کی بساط اُلٹ دی تھی۔ لڑکیاں دوبارہ میرے جسم میں ضم ہوتی جا رہی تھیں۔ میں انھیں دُور بھگاتا تھا، ٹھوکریں لگاتا تھا، وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتی تھیں۔ ہاتھ چلاتا کہیں تھا، چلتے کہیں تھے۔ ایک لمحے میں ہزار نکتے، ہزار خیال ذہن میں در آتے تھے اور فیصلے کی قوت منتشر ہو کے درہم برہم کر دی تھی۔ میں نے جبراً اپنی آنکھیں میچ لیں، دانت بند کر لیے اور اپنی منتشر توانائی یکجا کرنے کی ہمت پیدا کی۔ میں نے ہذیان میں خنجر اُٹھایا اور ایک پل گزرا تھا کہ وہ تینوں کرب ناک چیخوں کے ساتھ زمین پر لوٹنے لگیں۔ میں لڑھکتا ہوا اُن کے لہولہان جسموں پر گرا اور بہتے ہوئے خون کے دھارے سے میں نے اپنا منہ لگا دیا۔ خون سے میرا چہرہ رنگا۔ خون کے چھینٹے جسم پر پڑے تو آتشِ غضب اور بھڑک اٹھی۔ میں نے اپنا سینہ آگے کر دیا تاکہ جارا کا کا کی کھوپڑی کا متبرک غسل ہو جائے۔

پھر مجھے دفعتہً یہ خیال آیا کہ جلد سے جلد اس طلسمی حصار سے باہر نکل جانا چاہیے۔ لڑکیاں ریماجن کی محض فرستادہ تھیں۔ انھیں ختم کر دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میرے راستے بھی کھل گئے اور ریماجن نے میری فضیلت تسلیم کر لی۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ میری جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ جابر بن یوسف کو اتنے مراتب کے بعد آسانی سے ختم کر دینا ممکن نہیں تھا۔ خطرہ صرف آقابلا کے مجسمے کو تھا جو مجھے اب جان سے زیادہ عزیز تھا۔ ہر لمحے اس کی قدر و قیمت میری نظر میں بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ بات اب صاف تھی کہ انگروما والے اُسے بہ جبر مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں اور چونکہ وہ مجھ سے براہِ راست کوئی فساد کرنا نہیں چاہتے اس لیے میرے کسی مجہول لمحے کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ انگروما کی ساری آبادی کے درمیان آقابلا کا مجسمہ اپنے پاس محفوظ رکھنا ایک دشوار گزار مرحلہ ہے۔ میں نے اپنے لیے خود ہی مشکلیں کھڑی کر دی تھیں۔ جو صاف اور سیدھا راستہ منتخب کیا تھا، وہ اس مجسمے کے حصول کے بعد مجھ سے گم ہو گیا تھا۔ اب میرا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ میں نے مجسمہ کاندھے پر اُٹھایا اور چیخ کر کہا۔ "مقدس ریماجن! میرے اور تیرے درمیان ایک بات کی وضاحت ہو جائے۔ میں انگروما کے ساتھ ہوں اور جالموش کی شکست کا خواہاں ہوں۔ میں جالموش کی ہزیمت کے لیے انگروما کے عالموں کے ساتھ تودی کے معرکے میں جنگ کروں گا۔ میری تمام ہمدردیاں تیرے ساتھ ہیں۔ پر میں آقابلا کا تحفظ چاہتا ہوں۔ آؤ ہم دونوں اس کے متعلق کوئی معاہدہ کریں۔"

میری آواز پر کسی طرف سے کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ میں نے اپنے تمام زاور کو باری باری ہاتھ لگایا۔ جالموش کے عطیے بچھوؤں کے ہار کے تمام بچھو زندہ ہو چکے تھے۔ مجھے کسی سمت سے کوئی جواب آنے کے بعد ریماجن کے ارادے کی شدت کا اندازہ تھا۔ ایک بار پھر میں نے صدا لگائی اور اپنا بیان وضاحت کے ساتھ دُہرایا۔ پھر میں خاموش کھڑا ہو گیا۔ نشہ ہرن ہو چکا تھا۔ میں تمام تر اپنی فکر اور ہوش کے جامے میں تھا اور سیال ذہن ہر سمت، ہر جہت سوچ رہا تھا۔ بظاہر اُن کی طرف سے کسی جارحانہ اقدام میں پہل نہیں ہوئی تھی۔ وہ چمن زار اسی طرح سرسبز، دلکش اور رنگین تھا لیکن میرے حواس ایک حبس، ایک کبیدگی محسوس کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد کچھ ہونے والا تھا۔ میں نے چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اور اپنی جگہ سے حرکت کی۔ چوبی اژدہا میرے آگے آگے چلنے لگا۔ میں چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دور گیا ہوں گا کہ میں نے اپنے روبرو عالموں اور ساحروں کی ایک قطار دیکھی۔ میں نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو وہاں بھی ایک فاصلے پر عالموں کی

دیوار موجود تھی۔ وہ بے حد سنجیدہ تھے اور میری حرکتیں چہروں کے کسی تاثر کے بغیر دیکھ رہے تھے۔ البتہ ان کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے جیسے وہ مجھ سے عاجزی کے ساتھ آقابلا کا مجسمہ طلب کر رہے ہوں۔ میں ٹھٹک کے رُک گیا اور اپنا ہاتھ اُوپر اٹھا کے میں نے نہایت شائستگی سے اپنا مدعا بیان کیا۔ وہ جوں کے توں رہے۔ انھوں نے میری بات درگزر کر کے اپنا مطالبہ برقرار رکھا تھا۔ میں نے خود غائب ہونے اور نظروں سے اوجھل ہونے کے تمام عملیات کا ایک ہی سانس میں جائزہ لیا لیکن یہ طریقہ اتنے بہت سے ساحروں اور خصوصاً ریماجن کی مخصوص جگہ پر زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوا۔ مجھے بہرحال کوئی مفاہمت کیے بغیر ساحروں کی یہ دیوار عبور کرنا تھی اور آقابلا کے مجسمے کا دفاع کرنا تھا۔ میں نے آواز دی۔ "اے معزز لوگو! تم میں سب سے برگزیدہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہ کے مجھ سے مخاطب ہو۔ میں کسی تلخی سے پہلے تم سے بات کرنے کا خواہش مند ہوں۔"

"محترم جابر بن یوسف!" میری صدا کے جواب میں ایک بلند بانگ آواز آئی۔ "ہم تمہارے مرتبے سے آگاہ ہیں۔ تم جالموش کے زوال میں ہمارے ساتھ ہو۔ یہ حقیقت ہمیں معلوم ہے لیکن تمہارے ہاتھ میں ابھی تک آقابلا کا مجسمہ ہے۔ انگروما کے ساحروں کی خواہش ہے کہ تم اسے بھی اپنی غیر معمولی طاقت سے بیکار کر دو جیسا کہ تم نے جالموش کے مجسمے کے ساتھ کیا ہے۔"

"اور میں نے کیا کہا ہے؟" میں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے صرف ایک رعایت چاہتا ہوں۔"

"ہم نے تمہارا مطالبہ سن لیا ہے لیکن یہ انگروما کے بہترین مفاد میں ہے کہ آقابلا کے مجسمے کا حشر بھی جالموش کے مجسمے جیسا ہو اور ہم پورے اعتماد کے ساتھ تاریک برِاعظم پر حملہ کریں۔"

"میں مقدس ریماجن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مقدس ریماجن انگروما میں ہر جگہ موجود ہے اور اُس کے حکم کے ترجمان انگروما کی زمین، درخت اور انسان ہیں۔"

میں نے ان کے لہجے سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ وہ اپنی ضد پر قائم ہیں اور کسی سودے بازی پر آمادہ نہیں۔ میں نے ان سے مہذب انداز میں کئی بار اپنی خواہش کا اظہار کیا اور وہ میری گزارش خوش اطواری سے رد کرتے رہے۔ ہمارے درمیان غور و فکر کے لمبے وقفے بھی آتے رہے۔ میں پہلے ہی اس ناگفتہ بہ صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے خود کو آمادہ کر چکا تھا۔ میں زمین پر جھک گیا اور مٹی اپنے جسم پر مل لی۔ پھر میں نے نہایت تیزی سے تین بار اپنا جسم گھمایا۔ اپنے تمام زاور پر بھی خاک مل اور ڈگبی کے سینگوں سے اپنے چاروں طرف زمین پر ایک لکیر کھینچی۔ یہ لکیر شپالی سے مَس کی تو اس میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جالموش کے ہار میں سے ایک بچھو نوچ کر زمین پر پھینک دیا۔ اسے پھینکنے کی دیر تھی کہ زمین پر ہر طرف سے اسی قسم کے بچھو نمودار ہونے لگے اور [illegible] میرے گرد و پیش ایک نوع کے بچھوؤں کا ہیبت ناک اجتماع ہو گیا۔ میں اپنی کھینچی لکیر کی آگ کے اندر تھا۔ ایک برِاعظم کے سب سے مہلک عمل یاد کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی کہ فیصلہ میرے حق میں ہو گا یا انگروما کے ساحروں کے حق میں؟ بچھو میری لکیر کی آگ سے کچھ دور تھے لیکن وہ اُس علاقے تک جا پہنچے تھے جہاں ساحر کھڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے زمین پر سیاہ بچھوؤں کی فصل اُگی ہوئی ہو لیکن اسی ثانیے میں ایک اور بچھو زمین سے اُبھرا جو جسامت میں بڑا اور نوکیلے پنجوں والا تھا۔ ان کا ہجوم اتنی تیزی سے اطراف میں پھیلا کہ میرے بچھوؤں کا نشان تک نہ رہا۔ انھوں نے میری پوری فصل چاٹ لی اور اس طرح جالموش کے ہار کا ایک مہلک بچھو مجھ سے چھین لیا۔ میں نے ہار ٹٹول کے ایک اور بڑا بچھو نوچا اور زمین پر پھینک دیا جو موجود بچھوؤں پر اسی شدت سے غالب آیا جس طرح انھوں نے میرے بچھوؤں پر غلبہ پایا تھا۔ اب زمین پر تاحدِ نظر پھر میرے بچھوؤں کی ایک فوج موجود تھی اور میں نے وہ فوج مغلوب ہو جانے کی صورت میں تیسرا بچھو بھی منتخب کر لیا تھا۔ میں نے دُور سے دیکھا کہ ساحروں کی قطار بچھوؤں کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے بچنے کے لیے کسی قدر دُور ہٹ گئی ہے۔ یہ دیکھ کے میں نے پھر ہانک لگائی۔ "انگروما کے معزز ساحرو! یہ سب مجھے اچھا معلوم نہیں ہو رہا۔ یاد رکھو جارا کا کا کی مقدس روح سب سے بہتر فیصلہ کرتی ہے اور اسی نے یہ مجسمہ میری تحویل میں دیا ہے۔ آؤ ہم کسی خوش گوار فیصلے پر پہنچ جائیں۔"

ردِعمل میں ان پر صرف ایک گہری خاموشی طاری تھی۔ وہ سوال و جواب کے موقف میں آنے سے گریز کر رہے تھے۔ میں نے حرکت کرنے کا ارادہ کیا۔ اپنے بچھوؤں کے سمندر سے گزرتا اور ایک ہاتھ سینے کے مقابل بلند کیے بار بار گھوم کے طلسمی طاقتیں کاٹتا آگے بڑھا۔ یہ ایک تکلیف دہ پیش قدمی تھی۔ حصار سے باہر نکلنے میں ایک وقت لگ جاتا، اگر چہ صدیاں گزر جاتیں۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی۔ میں چند ہی قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ میرے بچھوؤں کے سیلاب پر آگ کی لپٹیں اُٹھیں، جیسے زمین پر تیل بکھر گیا ہو اور کسی نے چنگاری پھینک دی ہو۔ زارشی کے صحرا میں ریاضت کے بعد سے میرے جسم پر آگ کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ میرے بچھوؤں کے جنگل میں آگ کے شعلے بلند تھے۔ پیش منظر میں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ چوبی اژدہا میرے گلے سے لپٹ گیا تھا۔ اسی ثانیے میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا کہ آگ پر جہاں تک بھاگا جا سکے بھاگوں۔ وزنی مجسمے کے باوجود میں نے اپنے اس فیصلے پر سرعت کے ساتھ عمل کیا۔ میں حصار کی دیوار کے نزدیک ہونا چاہتا تھا۔ آگ کے شعلوں میں وہ میری حرکت دیکھنے سے بھی قاصر تھے۔ ظاہر ہے یہ سب ساحرانہ کمالات تھے۔ آگ بجھانے کے لیے پانی کی ضرورت نہیں، ریماجن کے اشارے کی دیر تھی۔ سو آگ کسی وقت بھی بجھ سکتی تھی اور میں عریاں ہو سکتا تھا کہ کہاں کھڑا ہوں۔ آگ نے میرے تمام بچھو جیسے ہی نیست و نابود کیے، وہ بجھ گئی۔ میرا ایک اور نادر بچھو ریماجن نے ضائع کر دیا اور میں جہاں کھڑا تھا، وہاں سے چند ہی قدم کے فاصلے پر انگروما کے ساحر تھے اور مجھے اپنے نزدیک دیکھ کے ششدر رہ گئے۔ میں نے سوچا، اس سے قبل کہ وہ اپنا دائرہ میرے گرد تنگ کر لیں، میں وحشت میں چیختا، شور مچاتا اور شپالی گھماتا ہوا ان کی دیوار سے باہر نکلنے کی کوشش کروں۔ اس طرح میرا مقابلہ صرف چند ساحروں سے ہو گا۔ باقی دُور کھڑے رہیں گے اور جب تک وہ میرے قریب پہنچیں گے، میں باہر نکل چکا ہوں گا۔ یہ ریماجن کی سحر زدہ زمین تھی، یوں بھی وہ علم و فضل میں مجھ سے برتر تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ میں اُس کے مخصوص علاقے میں مقید ہو گیا تھا۔ شکست قبول کرنے سے بہتر تھا کہ اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لاؤں۔ پھر جو ہو گا، اُس پر کوئی ندامت نہیں ہو گی۔ مشقت اور اذیت کے اتنے طویل سفر کے بعد یہی مقسوم تھا تو یہی سہی

میں نے جھنجلا کے جالا کاکا کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ مجذوبانہ انداز میں سرتی کرتا ہوا اس مقام اور موقع کی تاک میں رہا جہاں سے میں وہ دیوار عبور کرتا — بس لمحوں کی دیر ہوگی، طلسم و افسوں میں لمحے سالے خواب، ساری توقعات درہم برہم کر دیتے ہیں، لمحوں میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ میں نے بے قراری سے نظر اٹھا کے دیکھی تو ساحر تیزی سے دائیں بائیں اور پشت سے میرے قریب ہو رہے تھے۔ میں ایک جانب لپکا کیونکہ مجھے اپنے پیروں کے نیچے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مجسمے پر میرا توازن بگڑنے لگا۔ میں نے سمت بدل لی لیکن وہاں کی زمین دلدل کی طرح نرم ہو گئی تھی۔ میرے پیر دھنسنے لگے، دھنستے ہوئے میں نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے، ایک ہاتھ میں مجسمہ اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا خالی ہاتھ کسی مبہم امید میں بلند تھا کہ شاید کوئی اسے تھام لے۔ بے ساختہ جالا کاکا کی روح کو آواز دی، آقا بلا کا نام لیا۔ اس شکست خوردگی کے لیے ذہن آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن وہ ایک بے بس لمحہ تھا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر وہ نہ ہوتا جو بعد میں ہو گیا تو کیا ہوتا؟ میں زمین میں دھنس کے بھی زندہ رہتا لیکن وہ مجسمہ جس کے لیے میں نے اپنی یہ توہین برداشت کی تھی، یہ رسوائی مول لی تھی، وہ ضرور مجھ سے جدا ہو جاتا لیکن ابھی میں زمین میں گھٹنوں تک ہی دھنسا تھا اور ہاتھ فضا میں اٹھے ہوئے تھے کہ اچانک جیسے کسی دیوار پہ اٹک گئے۔ میں نے حیرانی سے اوپر دیکھا تو مجھے سرنگا کی دلوری مسکراتی نظر آئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ ساحروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ ایک شور سا ہر جانب اٹھا۔ سب کی نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ دلوری کی آمد سے میرے اندر زندگی دوبارہ عود کر آئی۔ اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے میں اپنے حلق سے غیر انسانی آوازیں نکالتا ہوا سامنے کھڑے ہوئے ساحروں پر بجلی بن کر ٹوٹا پھر میرے قہر کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ میرے ہاتھ کا ترن زنجیروں اور رسیوں میں الجھے مگر کوئی رکاوٹ مجھے روکنے پر قادر نہ ہو سکی۔ بہ یک وقت کئی ساحر مجھ سے الجھتے ہوئے زمین پر گر گئے۔ میں سرنگے کی طرح چیرتا پھاڑتا، الجھتا گرتا پڑتا دلوری کا ہاتھ پکڑے اور مجسمہ سنبھالے ریماجن کے مخصوص علاقے سے باہر آگیا۔

دلوری نے باہر آتے ہی میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور ایک جنبشِ نگاہ کے عرصے میں وہ منظر سے غائب ہو گئی۔ اس نے میری ممنون نظریں دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ اس نے ایک بار پھر انگرو ملک کے لوگوں کے ذہن میں میرا وقار بلند کیا۔ میں اب خطرے سے باہر تھا۔ تمام ساحر شمال کی جانب بھاگ رہے تھے اور میرا رُخ جنوب کی طرف تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ریماجن اس واقعے سے متاثر ہو کے مجھ سے میری شرطوں پر گفتگو کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔ کاش دلوری آقا بلا کا مجسمہ اپنے ساتھ لے جاتی تو مجھے تنہا ان لوگوں سے معرکہ آرائی میں آسانی ہوتی مگر اب بھی مسئلہ وہی تھا۔ مجسمہ میرے کاندھے پر تھا اور اب یہ لازم ہو گیا تھا کہ میں اس کے لیے بہرصورت کوئی محفوظ مقام تلاش کروں۔ یہ سوچ کے میری عقل خبط ہوئی جا رہی تھی چنانچہ بے نیل مرام چند منزلیں ہی سفر کرتا رہا۔ پھر میں نے آبادی میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ریماجن کو اگر آقا بلا کے مجسمے کی اتنی شدید ضرورت ہوگی تو وہ جلد سے جلد مجھ سے رابطہ قائم کرے گا بصورتِ دیگر مجھے ایک طویل انتظار کرنا پڑے گا۔ کون کس کا کتنی دیر انتظار کرتا ہے۔ میں تھکتا ہوں یا ریماجن؟ تاریک برِ اعظم فتح کرنے کی عجلت مجھے ہے یا ریماجن کو؟ بہرحال انگرو ما میں نزاع و انتشار کے دن میرا مقدر [illegible] ہو رہا تھا تو ذہن میں ایک خیال کوندا کہ کہیں نہ انگرو ما کا اقتدار گروٹا سے چھین لیا جائے؟

آہ میرا جی اس خیال پہ طمانچے لگانے کو چاہا۔ جابر بن یوسف جیسے انا پسند، خود سر اور سرکش شخص کی شکست خوردگی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ وہ تاریک برِ اعظم میں آقا بلا کا دعوے دار ہو۔ انگرو ما میں بہ جبر اپنی مجبوری غلطی کو حاصل کرے، جالموش کا مجسمہ مسمار کرنے کا شرف حاصل کرے، ریماجن کے علاقے میں برتر احساس کے ساتھ جانے میں خوف نہ محسوس کرتا ہو، جس کا سینہ فضیلت کی اسناد سے آراستہ ہو، ایک پُراسرار دلوری جس کی پشت پناہی پر آجاتی ہو، سرنگا جیسا صاحبِ رمز شخص جس کا دوست ہو، وہ اتنی منزلوں کے بعد انتقاماً انگرو ما کی سرداری پہ اکتفا کرے اور براہِ راست ریماجن کی ماتحتی میں آجائے۔ میں نے خود پر تف کیا۔ مجھے وہ دن یاد آئے جب تاریک برِ اعظم میں ہر طرف میری نگاہوں کے سامنے اندھیرے تھے۔ ان میں سے کتنے در و بام خود بخود روشن ہو گئے۔ ضروری نہیں کہ تمام چیزیں بروقت راست سمت میں اور میری خواہش کے مطابق چلیں۔ ہر اندھیرا میرے بڑھتے قدم کے ساتھ چھٹتا جائے۔ جہاں فیصلے غلط ہوں اور نگاہ چوک گئی اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس ناکامی سے جو ریماجن کے علاقے میں نصیب ہوئی اور دلوری کو مدد کے لیے آنا پڑا، اتنی قدر دل برداشتہ اور حواس باختہ کیوں ہونا چاہیے کہ اپنی قامت کا ہوش بھی نہ رہے۔ بستی کے نزدیک پہنچ کے میرے متلاطم ذہن میں یکسوئی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ میں جس جگہ سے گزر رہا تھا وہاں جگہ جگہ غار تھے۔ ان غاروں میں مجھے ایک مانوس جگہ دکھائی دی تو نہاں خانے میں دفعتہ روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کاندھا پکڑ کے چونکا دیا ہو اور سامنے ایک راز نظر آ رہا ہو۔ میرے قدم وہیں جم گئے اور جیسے جیسے اس تدبیر کے خاکے میرے زرخیز دماغ میں واضح ہوتے گئے، ایک آن کی تاخیر بھی ناقابلِ برداشت ہونے لگی۔ کسی بند جگہ کے سراغ میں نظریں مضطرب ہو گئیں۔ یہ کیفیت جگہ تھی [illegible] نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ بستی کی سرحد سے جھونپڑیوں کی قطاریں شروع ہو جاتی تھیں۔ کسی تکلف کے بغیر میں دندناتا اندر گھس گیا اور لڑکھڑاتے ہوئے اہلِ خانہ کو فی الفور جھونپڑی خالی کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وہاں میری عملداری تھی۔ مجسمہ ایک طرف رکھ کے سب سے پہلے میں نے اپنے دوست کاہو کی روح طلب کرنے کی سحرکاری شروع کی۔ کاہو کی آزاد روح انگرو ما کی سرزمین پر آنے سے گریزاں ہوگی کہ کہیں اسے روحوں کے زنداں میں نہ ڈال دیا جائے؟ مجھے اس عمل کی دشواری کا احساس تھا تاہم ایسے نازک لمحے میں کاہو کی روح کی اعانت اور مشورے کی شدید ضرورت تھی۔ اس کے اجتناب اور اکراہ سے بے پروا ہو کے میں مشکل ترین ساحرانہ مشاغل میں مصروف ہو گیا۔ جالموش کے علاقے میں جانے سے پہلے روحوں کی مجلس کا مخصوص سحر میں نے نہیں سیکھا تھا لیکن اب جالموش کے علاقے [illegible] روحوں کی طلبی کا مخصوص عمل مجھے ازبر تھا۔ روحوں کو اپنے احکام کی تعمیل پر مجبور کرنے کا عمل کوئی بڑا ساحر ہی انجام دے سکتا ہے۔ میں نے بطورِ خاص جالموش کی درس گاہ میں اس حیرت انگیز منظر میں دلچسپی لی تھی۔ قارنیل سے بہت نکتے سیکھنے کا اعتماد تھا اسی لیے میں انگرو ملک کے روحوں کے زنداں میں بے دریغ

داخل ہو گیا تھا اور روحوں کے ساتھ وہاں میں نے کئی دن گزار لیے تھے۔

بالآخر میں نے ... کاہو کی روح نے آزاد ہوتے وقت مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے کسی مشکل وقت میں طلب کر سکتا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ انگرو ما میں تمام خدشے بالائے طاق رکھ کے کاہو کی روح نمودار ہوگی۔ اپنے آپ سے بیگانہ ہو کے میں سر بسر اس ریاضت میں ڈوب گیا۔ آخر میری امید بر آئی۔ کاہو کا لرزتا ہوا بدن جھونپڑی میں وارد ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی میں نے جھونپڑی محصور کر لی۔ وہ انگرو ما میں طلبی پر بہت شاکی تھا۔ میں نے اس سے معذرت چاہی اور کہا، محترم کاہو! شاید یہ آخری موقع ہے جو میں نے تمہیں زحمت دی ہے۔ تاریک برِ اعظم میں کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہے، ممکن ہے مجھے پھر تمہیں زنداں میں ڈالنا پڑے لیکن تم اپنے محسن جابر بن یوسف کے لیے ایک عارضی قید اور برداشت کر لو۔ پھر تمہیں کبھی کوئی پریشان نہیں کرے گا۔"

وہ کانپنے لگا۔ "معزز جابر!" کاہو کی روح نے کرب سے کہا۔ "میں تمہارا ہر حکم بجا لانے کے لیے تیار ہوں لیکن تم مجھے آزاد ہی رہنے دو۔ انگرو ما کے زنداں میں قید نہ کرو۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ ایک عارضی مدت ہوگی۔ دیکھو یہ میرے پاس آقا بلا کا مجسمہ ہے۔ انگرو ما کے لوگ اس کی تباہی کے درپے ہیں اور میں اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ گو میں نے انگرو ما میں روحوں کے اس زنداں کی تمام روحیں قابو میں کرنے کا یقین حاصل کیا ہے تاہم حفظِ ماتقدم کے طور پر میں تمہیں بھی وہاں اپنے مفادات کی نگرانی کے لیے رکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان روحوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں انھیں آزاد کر دوں گا بشرطیکہ وہ تاریک برِ اعظم میں کسی بڑے انقلاب سے پہلے میری اطاعت کا عہد کریں۔ انگرو ما کے لوگ انھیں عمل میں لاتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں۔ وہ روحوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے جتنا جالموش کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کیے ہوئے اس کے ادنیٰ شاگرد عبور حاصل کیے ہوئے ہیں۔ یہ رمز میں نے روحوں کے زنداں میں داخل ہوتے ہی سمجھ لی تھی۔ انگرو ما میں اس مجسمے کی حفاظت کے لیے اس سے محفوظ جگہ ممکن نہیں تھی۔"

کاہو کی روح چند لمحے تذبذب میں مبتلا رہی۔ میں نے اس کی الجھن دور کرنے کے لیے مزید وضاحتیں کر دیں اگرچہ اس کے یہاں نمودار ہونے کے بعد میری گزارش حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ کاہو کے لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی ورنہ اسے عبرتناک حالات سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہنا پڑتا۔ کاہو نے آخر میں گردن ہلا دی۔ میں نے اسے ضروری ہدایات دے کے اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور کوئی لمحہ بے کار ہونے سے پہلے وہاں سے چلا آیا۔

میں پھر بستی سے دور تھا۔ اتفاق، مہربان حالات، بروقت فیصلے، موقع شناسی کی خوبیاں اپنی جگہ ہیں مگر فضیلت مآب لوگ اپنے ماضی کے بے شمار لمحوں کے دیانت دارانہ تصرف کے بعد ہی کسی منزلت پر پہنچتے ہیں۔ جتنے لمحے رائیگاں گئے اتنی سیڑھیاں رہ گئیں۔ میں نے عہد کیا کہ مجھے ہر لمحے فعال و مستعد رہنا چاہیے۔ بستی سے دور روحوں کے زنداں کے تمام پتھر ہٹاتا اور دیواریں ڈھاتا ہوا میں بے قرار روحوں کے درمیان پہنچ گیا۔ میں نے آقا بلا کا مجسمہ ان کے حوالے کیا اور خود ایک جگہ بیٹھ کے باہر کی دنیا سے غیر متعلق ہو گیا۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں ایک جسم رکھتا تھا، ایک دیدہ جسم جو گلنے اور سڑنے کے اوصاف سے متصف تھا اور روحیں ایسی کسی آلودگی سے پاک تھیں۔ وہ اپنی شناخت کے لیے کبھی کبھی اپنے جسموں کے ساتھ نمودار ہو جاتی تھیں مگر یہ سب دیدہ وروں کے لیے ایک سراب تھا۔ میں جسم کے پنجرے میں بند تھا۔ وہ اس سے باہر تھیں۔ انگرو ملک کے ساحروں نے ان کے لیے پھر ایک پنجرا تیار کر رکھا تھا۔ میرا کام یہ تھا کہ میں اس پنجرے پر پوری طرح قابو حاصل کر لوں چنانچہ میں نے اپنا ہر لمحہ منہمک کیا۔ نہ اسے شراب سے غسل دیا، نہ اسے کسی ماہ وش کے گداز سے آسودہ کیا، نہ اسے دلکش نظاروں کی سیاحت کرائی، نہ اسے سونے دیا، نہ اسے گراں ہونے دیا۔ میرا ہر لمحہ روحوں کے زنداں میں جاگتا رہا۔

شاید سات صبحیں، شامیں اور راتیں گزری ہوں گی کہ میں وہاں سے نکلا۔ میں نے کاہو کو وہاں کا نگراں بنا دیا اور جاتے ہوئے راستے کے پتھروں اور دیواروں پر اپنے طلسمی نقش کندہ کیے۔ تمام اعتبار اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد جب میں غار سے باہر نکلا تو غار کے دہانے پر ساحروں اور عاملوں کا عظیم اجتماع تھا۔ میں نے ایک اچٹتی نظر سے انھیں دیکھا اور بستی کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر خاموشی سے چلا آیا۔

فلورا مجھے دیکھتے ہی بے حال ہو گئی۔

وہ میری عدم موجودگی میں زرد ہو چکی تھی۔ اس کی شادابی واپس لانے کے لیے مجھے اس کے عارض کی چٹکیاں لینی پڑیں۔ میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر اچھال دیا۔ میرے جسم پر ساری کثافتیں موجود تھیں۔ خون کے دھبے، خاک، کیچڑ، سیاہی۔ فلورا نے دروازے پر تعینات حبشیوں کو آواز دی اور میرے غسل کا اہتمام کرنے کا حکم جاری کیا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میری عدم موجودگی میں گروٹا نے فلورا کی عزت میں کمی نہیں کی ہے۔ پانی فراہم ہونے کے بعد وہ چیتھڑے بھگو بھگو کر میرا جسم صاف کرتی رہی۔ میں نے اشتیاق سے اس کا اضطراب دیکھا۔ اس درمیان میں فلورا نے میرے سفر کے متعلق بے تکان سوال کیے تھے اور میں نے سارے جواب غسل کے بعد کے لیے موقوف کر دیے تھے۔ آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ، مہذب لڑکی جو حسن و دلربائی میں بے مثال تھی، ایک برہنہ شخص کا جسم صاف کر رہی تھی۔ گردش اسے کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔ میں اس عرصے میں اس کا چہرہ تکتا رہا۔ اس کا چہرہ میرے آنے کے بعد دمکنے لگا تھا۔ اس کے بدن کی خزاں زدہ زمین لالہ رنگ ہو گئی تھی اور کونپلیں سی پھوٹنے لگی تھیں۔

روحوں کے غار سے نکلنے کے بعد خیال آیا تھا کہ جلد ہی ایک سفر درپیش ہوگا، فلورا کی طرف جانے کے بجائے ویرانوں میں نکل جاؤں اور اس وقت تک ساحرانہ ریاضت میں خود کو مصروف رکھوں جب تک ریماجن میری ضرورت محسوس نہ کرے لیکن میں ادھر چلا آیا۔ ادھر یوں بھی چلا آیا کہ اب مزید جستجو سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں فلورا کی آغوش میں بیٹھ کے ریماجن کے ردِ عمل کا انتظار کر سکتا تھا۔ وہ منطقی ردِ عمل کیا ہوگا؟ میں جانتا تھا اسے اب کیا ہونا چاہیے۔

میرا سکون فلورا کو پریشان کیے ہوئے تھا۔ وہ میری زبانی کوئی مسرت انگیز خبر سننے کے لیے مچلی جا رہی تھی۔ "کیا ہوا؟" آخر اس سے برداشت نہیں ہوا۔ اس نے غسل کے بعد شراب کا ایک قدح میرے ہونٹوں سے مس کر دیا۔ "تم اتنے

دلوں کہاں رہے جابر؟"

"کہاں رہتا؟" میں نے خوش دلی سے کہا۔ "بس یوں ہی سرگرداں رہا تھا۔"

"اور کیا حاصل ہوا؟"

"اتنی جلدی؟" میں نے اس کے ہونٹوں پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ "اتنی عظیم الشان سلطنت میں فیصلے اتنی جلدی ہو جائیں گے؟ انتظار کرتی رہو۔"

"تم صاف صاف کیوں نہیں بتاتے؟" وہ بے چینی سے بولی۔

"ممکن ہے آئندہ چند دن فیصلہ کن ہوں۔ ہونا تو یہی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟" وہ جھنجلا کے بولی۔ "مجھے اپنی زود فہمی پر اعتماد ہے تاہم تمھاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" پھر اس نے کچھ سوچ کے انگلی نچا کے اشارۃً پوچھا کہ کیا جھونپڑی محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے میں کچھ بتانے سے گریز کر رہا ہوں۔

"نہیں فلورا۔ میری جان!" میں نے اس کا سر اپنے جسم پر بکھیر لیا۔ "اب کسی اخفا کی ضرورت نہیں۔ یقین رکھو جلد ہی کوئی اچھی شکل نکل کے آئے گی۔" میری نظریں چھت کی جانب مرکوز تھیں اور میں پُرخیال لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "انگروما کے لوگ خاصے دانش مند ہیں۔ وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننے کی بصارت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس جلد ہی آئیں گے کیونکہ انھیں ہماری ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ میں کہیں اور بھٹکنے کے بجائے تمھارے پاس آ گیا ہوں۔"

"تم اگر نہ آتے تو نہ جانے میرا کیا حال ہوتا؟ میں صبح و شام انگروما کے حاکموں کے پاس تمھاری خبر گیری کے لیے جاتی تھی اور ناکام واپس آ جاتی تھی۔ میرا دل کسی کام میں نہیں لگتا تھا۔ تم نہیں جانتے! یہ صدیاں میں نے کس اذیت میں گزاری ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ تمھارا خیال ہی مجھے یہاں کھینچ لایا۔ مجھے احساس تھا کہ میں تمھیں خزاں کے سپرد کیے جا رہا ہوں۔ تمھاری راتیں ویران اور دن بے امان ہو جائیں گے۔ تمھارے دماغ پر ہیبت ناک خیالوں کا تسلط ہو گا۔ تمھیں سیاہ خواب پریشان کرتے ہوں گے مگر تمھیں یقین ہو گا کہ میں ضرور واپس آؤں گا کہ جابر بن یوسف واپس آنے کے لیے کہیں جاتا ہے۔ اسے جارا کا کا تعاون حاصل ہے۔"

"اسی اُمید پر میں اس جہنم میں زندہ رہی مگر تم نے کچھ بتایا نہیں۔ تم نے بتایا نہیں کہ اب کیا ہو گا؟"

"ہو گا کیا؟ آندھیاں چلیں گی اور سب کچھ بدل جائے گا۔"

فلورا ایک ذہین لڑکی تھی۔ سمجھ گئی کہ مجھ سے گفتگو کا یہ ایک نامزوں وقت ہے۔ "بس اتنا بتا دو کہ ہماری واپسی کا امکان کس حد تک قریب ہوا؟" بے قراری سے اس نے پوچھا۔

"یہ سوال قبل از وقت ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔ "میں بہت تھک گیا ہوں۔ ایک گہری نیند سونا چاہتا ہوں۔ تم میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دو اور کسی بات کی فکر چھوڑ دو۔ انگروما کے لوگ ہمارے متعلق تشویش سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ان کی یہ تشویش عاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔ جب وہ غور کر رہے ہیں تو ہمارے سر کھپانے سے کیا فائدہ؟ بہتر ہے کہ بے فکری سے سو یا جائے۔ فلورا اور قریب آ جاؤ۔ یہ سارا کھیل طاقت اور برتری کا ہے۔ خوش قسمتی سے انگروما والوں نے بغور اس کا مشاہدہ کر لیا ہے۔" یہ کہہ کے میں نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے شپالی پھینک دی۔ میرا چوبی اژدہا مستعدی سے اس کی طرف لپکا، وہ شپال سے ابھرتی ہوئی روشنی کی شعاعوں سے کھیل رہا تھا۔ وہ میرا ماتھا دبانے لگی۔ اور پھر مجھے گہری نیند آ گئی۔

ابھی سپیدۂ سحر نمودار نہیں ہوا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ جھونپڑی کے باہر شور ہو رہا تھا۔ میں نے کان لگا کے سنا، کوئی مجھے احترام سے آوازیں دے رہا تھا۔ "معزز جابر بن یوسف! دروازہ کھولو۔"

میں آنکھیں مَسلتا ہوا اٹھا۔ فلورا ابھی جاگ گئی تھی۔ کوئی اندر آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ چوبی اژدہا شپال سے ابھی تک کھیل رہا تھا۔ میں نے بڑھ کے اژدہا اٹھا لیا اور جھونپڑی کا پٹ کھول دیا۔ دروازہ کھلا تو خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ شوطار کا ہوش رُبا بدن میرے سامنے کھڑا تھا۔ میری آنکھیں اس کے بدن پر پھسلتی گئیں۔

اس کے چہرے کی سوگوار تابانی نے میری غنودگی دُور کر دی تھی مگر اس وقت وہ نہایت سنجیدہ اور پُروقار نظر آ رہی تھی۔ کسی شہزادی کی طرح وہ شاہانہ انداز سے تنی ہوئی کھڑی تھی۔ "کہو ملکہ شوطار!" میرے لہجے میں غیر شعوری طور پر طنز کا عنصر شامل ہو گیا۔ "کیسے آنا ہوا؟"

"معزز جابر!" شوطار نے تمکنت سے کہا۔ اس کی تمکنت میں ناراضی اور تلخی کی آمیزش بھی۔ "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں ملکہ کا مقصد نہیں سمجھا؟" میں نے حیرانی سے کہا۔ پھر میرے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ "شاید تم کسی بات کی وضاحت کے لیے آئی ہو؟"

"ہاں میں مقدس ریماجن کے نائب امرتا کی پیغام بر ہوں۔ اس نے تمھیں مقدس ریماجن کے علاقے میں طلب کیا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے سر ہلا کے کہا۔ "امرتا نے؟ کیا یہ کوئی حکم ہے؟" میں نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ یہ حکم نہیں ہے مگر درخواست بھی نہیں ہے۔ یہ ایک خواہش ہے۔ یہ ایک دوستانہ طلبی ہے۔" شوطار نے نیم تلخی، نیم خوش گواری سے جواب دیا۔

"دوستانہ طلبی؟ ملکہ شوطار! اگر تاخیر ہوتی تو مجھے انگروما کے فاضلوں کی دانش مندی پر شبہ ہوتا۔ شاید تم نے انھیں میرا پیغام منتقل نہیں کیا تھا کہ میں اقرا کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت ہوں گا۔"

"مگر تم نے۔" شوطار بیزاری سے بولی۔ "تم نے آقا بلا کا مجسمہ اپنے پاس رکھ کے ان تمام جذبوں کی تردید کر دی ہے جس کا دعویٰ تم اور وں سے کرتے تھے۔" شوطار کی برہمی جائز تھی۔ مجھے وہ ساری باتیں یاد آنے لگیں جو میں نے خلوت میں آقا بلا کے متعلق اس سے کی تھیں۔ مجھے کچھ ندامت سی ہوئی۔ میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے ایک خفیف مسکراہٹ سے کہا۔ "تمھاری شکایت بجا ہے۔ مجھے بعد میں اپنا نقطۂ نظر بدلنا پڑا۔ ممکن ہے میں ابھی اس تبدیلی کی

بیان نہ کر سکوں لیکن بعد میں تم خود میری تائید کرو گی کہ ایسا سوچنا کیوں ضروری تھا۔" میرا جواب مجھے خود مطمئن نہیں کر رہا تھا۔ شوطار توجہ سے اُسے سنتی رہی اور اس نے اپنے نازک ہونٹ سکوڑ لیے۔

"کیا تم اسی وقت میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو؟" اس نے میرا ناآسودہ جواز نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"میں ایسے کاموں میں تاخیر پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ انگروما کے ساحروں نے پہلے ہی یہ مہذب رویّہ کیوں اختیار نہیں کیا۔ اب تک ہم کتنی منزلیں سر کر لیتے۔"

دروازے پر سراسیمہ فلورا آ گئی تھی۔ میں نے اپنے تمام زاد راہ اُسے لانے کا حکم دیا۔ فلورا ہچکچانے لگی۔ میں اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "مجھے پھر ایک طویل نتیجہ خیز مہم درپیش ہے۔"

"جابر! مگر تمھیں آئے ہوئے کتنی دیر ہوئی؟" فلورا کی آواز بھرانے لگی۔ "اب مجھے کب تک انتظار کرنا ہو گا؟"

"کچھ پتہ نہیں۔ مگر زندگی بھر نہیں۔"

"کیا میں تمھارے ساتھ چل سکتی ہوں؟"

"نہیں اس مرتبہ مجھے غیر معمولی حالات سے گزرنا پڑے گا۔ میں طلسمی علاقوں میں رہوں گا اور تم یوں بھی مجھ سے دُور رہو گی۔ فلورا!

تمھیں اپنا سانس برقرار رکھنا ہو گا۔"

"میں تمھارے لیے زندہ رہوں گی۔" اس سے آگے اس سے کچھ نہیں کہا گیا۔ میں نے اپنے گلے میں زاد راہ ڈال لے۔ فلورا نے چلتے وقت مجھے مشروب کا ایک ساغر پیش کیا۔ اسے اپنے ہونٹوں سے لگانے سے پہلے میں نے ایک گھونٹ اُسے پلایا اور باقی ماندہ غٹاغٹ پی گیا۔ شوطار یہ سب کچھ سکون سے دیکھ رہی تھی۔ "آؤ ملکہ شوطار! ان جذباتی باتوں کے لیے وقت پڑا ہے۔ میرا ہاتھ تھام لو۔"

شوطار نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے مُڑ کے نہیں دیکھا کہ فلورا کی آنکھوں کی کیا کیفیت ہے؟ ہم رات کے اندھیرے میں بستی سے نکل گئے۔ بستی سے گزرتے ہوئے شوطار نے کوئی بات نہیں کی، پھر میں نے ہی ابتدا کی۔ "شوطار!" میں نے نرمی سے اُسے پکارا۔ "تم مجھ سے ناراض ہو؟"

اُس نے ایک گہری سانس لی اور جز بز ہو کے کہنے لگی۔ "جابر بن یوسف! آسمان ہم پر رحم کرے۔ تمھارا مرتبہ مسلّم ہے تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ آقا بلا کے سلسلے میں تمھارا رویّہ ایک بڑے ساحر جیسا نہیں ہے۔"

"میں بعض باتیں اپنی ذات کے رشتے سے بھی سوچتا ہوں۔"

"اور یہی بات ایک بڑے ساحر کو زیب نہیں دیتی۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ سب محترم مقام اپنی ذات کے لیے حاصل کرتا ہے لیکن یہ مقام غیر ضروری رابطوں سے داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔"

"آہ۔ کیا میں تم سے دست بردار ہو سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔ بشرطیکہ میں تمھارے بلند رُتبے میں حائل ہوتی ہوں بشرطیکہ میں تمھارے عروج کی راہ میں دیوار بن جاؤں۔"

"میں سب کچھ چھوڑ کے تمھارا تعاقب کروں گا۔" میں نے جذبات زدگی سے کہا۔

"کیا تم آقا بلا کی فکر سے دست بردار نہیں ہو سکتے؟"

"میں نے اس کی فکر صرف تمھاری وجہ سے کی ہے۔"

"میں یہ رمز سمجھنے سے قاصر ہوں۔" شوطار کی آواز میں لرزش پیدا ہو گئی۔ "میں تمھاری اور آقا بلا کی کشمکش سے واقف ہوں۔ مجھے خدشہ ہے تاریک برّاعظم کی تسخیر کے بعد تم مجھ سے دُور نہ ہو جاؤ۔ آقا بلا میرے پاس ہو گی تو تم میری ہی جانب مائل رہو گی۔ یہ رقابت تمھیں مجھ سے قریب رکھے گی۔"

وہ میری غیر سنجیدگی سے اور مشتعل ہو گئی اور جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ میں اس کے ساتھ شوخیاں کر رہا ہوں تو وہ یکسر خاموش ہو گئی۔ "سنو!" میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "اگر میں تمھارے ساتھ امرتا کے ہاں جانے سے انکار کر دوں؟"

"تو میں اُسے تمھارا انکار منتقل کر دوں گی۔"

"اور اس کا ردِعمل کیا ہو گا؟"

"اس کا فیصلہ وہی کرے گا۔" وہ خفا ہو کے بولی۔

جزیرۂ اسار کی عظیم الشان ملکہ شوطار سے یہ دلچسپ اور نوکیلی گفتگو کر کے مجھے لطف آ رہا تھا۔ اسار میں اس کے جاہ و جلال کا کیا عالم تھا۔ کیا شوکت و سطوت تھی۔ کیا عشوہ و غمزہ تھا۔ "میں انکار کرتا ہوں۔" میں نے چلتے چلتے کسی ضدی بچے کی طرح ایک جگہ اچانک ٹھہر کر کہا۔

"وہ میری صورت دیکھنے لگی اور اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔"

"میں تازہ دم ہو کے جانا چاہتا ہوں۔" میں نے مغرور لہجے میں کہا۔

"تم چاہتے کیا ہو؟" وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔

"میں اطمینان سے امرتا کے پاس جاؤں گا۔ چلو مجھے اپنی خلوت میں لے چلو۔"

"جابر بن یوسف! تمھیں امرتا نے یاد کیا ہے۔" شوطار نے بگڑتے تیوروں سے کہا۔

"یہ میں سن چکا ہوں لیکن یہ ایک دوستانہ طلبی ہے، ضروری نہیں ہے کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے۔"

شوطار نے مزاحمت ترک کر دی اور مجھے اپنی خلوت میں لے آئی۔ راستے میں میں نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا۔ امرتا کی دعوت پر اس قدر عجلت کا مظاہرہ میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ صبح کی روشنی جھلملانے لگی تھی۔ شوطار نے اپنے کمرۂ خاص کے تمام دروازے بند کر لیے۔ رہا سہا اُجالا بھی ختم ہو گیا۔

ہر بار وہ اتنی ہی حسین نظر آتی تھی۔ اب کے وہ برہم اور مشتعل تھی اور یہ دیکھ کے میرے ہاتھوں میں سختی آ گئی تھی۔ میں اس کا خون پینا چاہتا تھا۔ اس کی مخملیں ریشمیں جلد کا رنگ اُڑانے کی حاجت سر میں سمائی تھی۔ میں نے کسی پاگل کی طرح اپنی شدتوں سے اسے خوب سنگسار کیا۔ اس کی آسمان شگاف چیخیں امرتا اور ریماجن نے بھی سنی ہوں گی۔ وہ کسی زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ اگر اس نے بقائے دوام کا مشروب نہ پیا ہوتا تو میں اسے چبا لیتا اور اس کی ہڈیوں کی راکھ جسم پر مل لیتا۔ "شوطار!" میں نے بہکی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرا نام کیا ہے؟"

اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ تڑپتے ہوئے اس نے کہا۔ "جابر بن یوسف! ہوش میں آؤ۔"

"ایک بار میرا نام اور لو۔" میں نے اسے رعونت سے حکم دیا۔

"جابر بن یوسف!" وہ اذیت سے بولی۔

"اور میں کون ہوں؟" میں نے اس کی انگلیاں کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"تم۔ تم۔" وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر رک گئی اور بولی۔ "تم ایک سفاک وحشی اور بزدل شخص ہو۔ تم ایک بھیڑیئے ہو۔"

"ہاں۔" میں نے تھپتھپا کر کہا۔ "تم نے سچ کہا اور تم نے کچھ نہیں کہا۔ یہ جواب تو میری عظمت نے دیا۔"

"تم مجھے بھول جاؤ گے۔" اُس نے میری نرمی دیکھ کے اپنا تیور بدل لیا اور سپردگی کا اظہار کرنے لگی۔

"جب تک اس طلسم کدے میں تمہارا حسن و جمال قائم ہے، مجھے تمہاری دل رُبا ادائیں اور جنوں خیز باتیں یاد رہیں گی۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ جارا کاکا مجھ پر کس قدر مہربان ہو سکتا ہے۔ آسمان رنگ بدل رہا ہے اور میں تنہا نہیں ہوں۔ تم اس حقیقت پر ذرا سا یقین بھی رکھتی ہو تو تمھیں ایک لائق اور عاقبت اندیش دوشیزہ کی طرح میرے لیے ایک گنجائش ضرور رکھنی چاہیے۔ تمھیں ریماجن کے ہاں میری سفارش، میرا وسیلہ بننا چاہیے تھا۔ تمھیں میرے قریب آ کے مجھے توانائی بخشنی چاہیے تھی۔ میرا خیال رکھنے کے بجائے اور مجھے مضبوط کرنے کے بجائے تم تو مجھ سے تلخی پر آمادہ ہو گئیں۔ جب کہ تمھیں معلوم ہے کہ امرتا نے مجھے کیوں طلب کیا ہے اور وہ مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"جابر بن یوسف!" وہ کچھ توقف کے بعد بولی۔ "تم درست کہتے ہو۔ میں نے تمھارے ساتھ تمھارے شایانِ شان سلوک نہیں کیا۔"

"بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ تم اب بھی اسمار کی ملکہ ہو۔ تم نے ریماجن سے اپنی قربت کی سرخوشی میں تکبر کا رویہ اختیار کیا۔ ریماجن ایک بہت بڑا ساحر ہے۔ مگر اُس کی مصلحتوں کا تقاضا یہی تھا کہ وہ میری اور تمھاری اس خلوتِ خاص میں دخل نہ دے۔ وہ تمھاری چیخیں سنتا رہا۔ میں چاہتا تو اس سے تمھارا چہرہ جلا دیتا اور مجھے یقین ہے، وہ خاموش رہتا۔ تم بھول رہی ہو کہ کوئی شخص تمھارے دربدر ہے، اسمار کی فضیلت کی سند کے علاوہ اُس کی انگلیوں میں روحوں کے زنداں کی کلید بھی موجود ہے۔"

"تم سچ کہتے ہو۔" وہ منفعل ہو کے اپنے ناخن کریدنے لگی۔

پھر میں نے اُسے اپنے پنجۂ جنوں سے آزاد کر دیا اور تھک کے ایک طرف لیٹ گیا۔ میں نے اُسے اپنے برتنے کی مکمل آزادی دے دی۔ شوطار نے اپنے سابقہ رویے کی تلافی اس طرح کی کہ پھر شکوے کا کوئی جواز نہیں رہا۔

جس وقت میں اُس کے ساتھ ریماجن کے نائب امرتا کے پاس جا رہا تھا۔ میری انگلیاں اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھ میں دبا رکھی تھیں اور اس کے انداز میں وارفتگی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں مشعلیں روشن دیکھی تھیں۔ وہ بار بار میرا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا لیتی تھی اور میرے پہلو میں سمٹنے کی کوشش کرتی تھی۔ راستے میں وہ میرے لیے دعائیں کرتی جاتی تھی کہ دیوتا مجھے سرفراز و کامران کریں۔ میں نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ اپنی خلوت میں بند ہو کے میری خاطر جارا کاکا کی مقدس روح کو قربانیاں پیش کرے۔ ریماجن کے پُراسرار علاقے کی سرحد پر اُس نے اپنی سندر آنکھوں سے مجھے رخصت کیا۔

وہ چلی گئی تو عاملوں کے ایک گروہ نے مجھے عزت کے ساتھ اپنی تحویل میں لے لیا اور ایک مختصر فاصلہ طے کر کے مجھے پتھر کے ایک مکان کے نزدیک چھوڑ دیا۔ میں اجازت کے بغیر مکان میں داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع کمرہ طلسمی زاویے سے آڑا پڑا ہے۔ درمیان میں ایک عمر رسیدہ سیاہ فام تنومند شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میری آمد پہ چونک گیا اور اس نے زمین پر اپنے پاس پڑے ہوئے پانی کی سطح پھونک سے مرتعش کر دی۔ اس سطح میں وہ کوئی بیرونی منظر دیکھ رہا تھا اور یہ طلسمی عکس نما جیسا کوئی سحر تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کے وہ کھڑا ہو گیا اور آہستہ قدموں سے میرے قریب آیا اور میری آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی، جس کا جواب میں نے زمین پر تھوک کر دیا۔ اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے مشروب کا ایک پیالہ موجود تھا جسے اس نے میری طرف اُچھال دیا۔ میں نے آدھا مشروب پی کر آدھا زمین پر گرا دیا۔ "میں امرتا ہوں۔" اس نے اپنی گرج دار آواز میں کہا۔

"میں جابر بن یوسف ہوں۔" میں نے بھی اُسی لہجے میں جواب دیا۔

اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے تاریک برِاعظم کے دستور کے مطابق اسے کہنی سے پکڑ لیا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے میری کہنی پکڑ لی۔ "ہم تفصیلات میں جانے سے گریز کریں کیونکہ ساری باتیں روشن ہیں۔"

"بے شک ہماری ملاقات ہمارے درمیان تمام نکات پر اتفاق ہی کی رُو سے عمل میں آئی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے؟" میں نے جرأت سے کہا۔

"ہاں۔ مقدس ریماجن آقابلا کے سلسلے میں ایک بار پھر تم سے تمھارے مطالبے پر نظرِ ثانی کی خواہش رکھتا ہے۔"

"مجھے اس کی ہر خواہش عزیز ہے کیونکہ وہ ایک لائقِ احترام ساحر ہے۔ تاہم میں آقابلا کے ذیل میں بڑا حساس ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ صرف جالوش کی تسخیر ایک بڑا انقلاب ہے۔ پھر ہم آقابلا کو اپنی خواہشات کے مطابق منقلب کر سکتے ہیں اور اگر یہ سب منظور نہیں تو آقابلا کو عنانِ اقتدار سے ہٹا کے میرے سپرد کر دیا جائے۔ بس یہی ہمارے درمیان اختلاف کا نکتہ ہے۔ میں انگرومالا کے تنا نہ قبانہ تاریک برِاعظم میں فساد برپا کرنے کو تیار ہوں اور اس میں میری تمام بہترین صلاحیتیں اور پُراسرار طاقتیں شریک ہوں گی۔"

"مقدس ریماجن تم سے وعدہ کرتا ہے کہ آقابلا کو تحفظ دیا جائے گا لیکن اس کا امکان کم ہے کہ اُسے اقتدار کی مسند پر برقرار رہنے دیا جائے۔"

"میں نے دونوں صورتیں سامنے رکھ دی ہیں۔"

امرتا مسرت میں جھومتا میرے بہت نزدیک ہوا اور اس نے میری گردن کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی جواباً اس کی گردن چومی اور ہم دونوں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ "میں مقدس ریماجن کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے شگفتگی سے کہا۔

"وہ تم سے جلد ہی ملے گا۔"

"اور میں تاریک برِاعظم پر حملہ کرنے سے پہلے ریماجن کی سرکردگی میں ایک بڑی ریاضت بھی کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ہر طرح مسلح ہو کے حملہ کریں گے۔ میں نے جالوش کا طلسمی علاقہ دیکھا ہے۔ ہمیں اس عظیم ساحر کو زیر کرنے کے لیے مقدس جارا کاکا کو خوش رکھنا ہو گا۔ میں ریماجن سے بعض نئے سحر اور علوم سیکھنے میں

دلچسپی رکھتا ہوں، چاہے مجھے اُس کا شاگرد بننا پڑے۔"

"یقیناً وہ تمھیں اپنی شاگردی کی سعادت سے مزید نوازے گا لیکن وہ ہر طور تم سے بہترین وفاداریوں کی توقع کرتا ہے۔"

"میں اپنے متعلق اس کا ہر شبہ زائل کرنے کی کوشش کروں گا۔ آقابلا سے رغبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقدس ریماجن سے عہد و پیمان کمزور ہو گئے۔ میرا خیال ہے، ہمیں مزید باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور ماضی کی کسی تلخی کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اب ہم ایک عظیم عہد سے منسلک ہو گئے ہیں۔" میں نے شائستگی سے کہا۔

ہم دونوں نے معاہدے کی رسم کے مطابق جارا کاکا کو گواہ بنایا، اپنے خون سے اس کی کھوپڑی رنگ دی اور اپنے انگوٹھے ملا کے ان کی چربی ایک دوسرے کو کھلائی۔

اس معاہدے کے بعد بھی مجھے اپنی مشترکہ حیثیت مستحکم کرنے کے لیے بہت کام کرنا تھا اور وہ یہی تھا کہ میں اپنے آپ سے رشتہ منقطع کر لوں۔ میں نے برتری اور حصول کی مختلف اذیت ناک ریاضتوں کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج تک ریماجن کے علاقے میں کسی نے نہ کیا ہو گا۔ وہ یقیناً میرے استغراق پر دنگ ہو گئے۔ ریماجن کا علاقہ ایک وسیع زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ یہاں ساحر خانقاہیں، عبادت گاہیں اور طلسمی شعبدہ بازیاں ہر وقت مصروف رہتے تھے۔ میں ایک ایک جگہ گیا اور میں نے اُن سے کسبِ علم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جو جہاں سے ملا اسے بہ ضد ہو کے حاصل کیا اور یہاں تک میرے انہماک کا چرچا ہوا کہ دوسرے ساحر اس کی تقلید کرنے لگے۔ ان کے ہاں میرے لیے فیض بخشی میں جو اکراہ تھا، وہ میری جستجو اور شوقِ علم سے رفتہ رفتہ دور ہوتا گیا۔ میں ان کا محبوب بن گیا۔ یہاں تک کہ مجھے احساس ہوا کہ جالوش کے علاقے میں مجھ سے بخل برتا گیا تھا اور وہاں کے کھنڈروں میں جو ایک بوڑھی عورت اپنے لٹکے ہوئے پستانوں کے ساتھ میرے پاس آئی تھی، اس میں جالوش کی ایما کے بجائے دیوتاؤں کی ایما شامل تھی۔ وہ دودھ طاقت و حشمت کی علامت تھا اور مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ پر بیشتر معرکوں میں قسمت مہربان رہی ہے یا نرنگا کی پُراسرار دلی اور اپنی کم علمی کے باعث مجھے اب تک زندہ نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں نے بہت سے معرکے اپنی ذہانت اور محض دھمکیوں اور دھاندلیوں سے سر کیے ہیں۔ اتفاقات سے مجھے بعض عجیب و غریب زاد راہ حاصل ہو گئے تھے اور نرنگا میرا دایاں بازو تھا اور میں نے درمیان کی منزلوں سے گزرے بغیر لگے کے راستے طے کر لیے تھے یا یہ سب ریماجن کے طلسم خانے میں آنے کے بعد میرا احساسِ کمتری تھا کیونکہ اب نئے نئے ساحرانہ انکشافات مجھ پر ہو رہے تھے۔

ریماجن کے ہاں یہ سارا زمانہ بے خبری کا تھا، بے ہوشی اور بے نیازی، جارحیت اور شدت کا تھا۔ اس میں ایک مدت گزر گئی اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ نہ مجھے امرتا کی رہبری کی ضرورت رہی نہ طلسمی مناظر میرے لیے چونکا دینے کا باعث بنے۔ میرے سامنے ہر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے اشاروں میں اثر پیدا ہو چکا تھا۔ میرا چہرہ مکروہ ہو گیا تھا اور جسم میں وحشی گھر در اہٹ آ گئی تھی۔ مکڑی، جونک، سانپ، بچھو، خون، کچا گوشت اور انواع و اقسام کے کریہہ اور بد ہیئت اعمال

میں مشغول رہ کے میں نے اپنے آپ کو پھیلا لیا تھا۔ اب میں وسیع و عریض شخص تھا۔ میرا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ میں عموماً صرف چند جملوں ہی کی ادائی پر اکتفا کرتا تھا۔ جن خان آڈاں، آہو را ما، عینما سا۔ اس علاقے کے تمام ساحروں سے میری شناسائی ہو چکی تھی اور وہ لمحہ آ چکا تھا جب وہ میرے سامنے ادب سے چلیں، سر جھکا کے چلیں، حالانکہ ان میں سے بیشتر لوگ زمانوں سے یہاں ساحرانہ تربیت حاصل کر رہے تھے۔

میں اپنے حال میں نہیں تھا۔ اب صرف ایک بات رہ گئی تھی کہ ریماجن مجھے اپنے سامنے منکشف کرے۔ ایک رات کہ جب میری سمجھ میں کچھ اور نہیں آ رہا تھا اور میں اپنے طور پر بہت سے نئے سحر ایجاد کر چکا تھا، میں نے ریماجن سے روحانی رابطہ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ میری کوشش جلد ہی بار آور ثابت ہوئی۔ جہاں میں موجود تھا وہاں کی زمین اچانک لرزنے لگی اور دھواں سا میرے ارد گرد پھیل گیا۔ ان مظاہر سے مجھ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا تھا۔ یہ ریماجن کی آمد کا غلغلہ تھا۔ میری نظریں دھویں پر مرکوز تھیں۔ دفعتاً اُن سیاہ بدلیوں سے ایک خوف ناک چہرہ نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں کے گڑھوں میں دو چولہے سے شعلے لپک رہے تھے۔ سر کے بال رسیوں کی طرح شکم تک جھول رہے تھے۔ جھریاں گہری اور لانبی تھیں۔ اُس کا باقی جسم دھویں نے چھپا لیا تھا۔ وہ کوئی بھوت تھا جس کا تذکرہ مہذب دنیا کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ میں نے اپنے گلے سے اسمار کی ایک مالا توڑ کے اس کے سراپا پر پھینک دی۔ "جابر بن یوسف!" جھونپڑی میں ایک ٹھوس آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک ہول ناک قہقہہ۔

"ہاں مقدس ریماجن!" میں نے کہا۔ "میں تمھارا منتظر تھا۔"

"اٹھو اور میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

میں دو قدم آگے بڑھا، دو قدم وہ۔ ہم دونوں درمیان کی ایک جگہ بغل گیر ہو گئے۔

"یہ لو۔ ریماجن کی طرف سے ایک تحفہ۔" اُس نے ایک انسانی استخوانی ہاتھ مجھے تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ ہماری دوستی کی نشانی ہے۔"

میں نے اُسے بوسہ دیا۔ "میں تمھارے تحفے کا احترام کرتا ہوں۔ تم نے مجھ پر اعتماد کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ تم نے مجھے بہترین تربیت سے آراستہ کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم نے کوئی بخل نہیں کیا۔ اب ہم دونوں جالوش پر قہر بن کے ٹوٹیں گے اور انگرومالا کے لوگوں کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے گا۔ ریماجن! مقدس ریماجن! تم بہت عظیم ہو۔"

"جابر بن یوسف!" ریماجن کی آواز آئی۔ "دیوتا تم سے خوش ہیں۔ تم ایک قد آور شخص ہو۔ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔ آبادی میں جاؤ اور انگرومالا کے تمام عاملوں ساحروں کو ساحل پر جمع کر لو۔"

"مگر۔ مگر ایک بات۔" میں نے جھجک کر کہا۔

"کہو۔" وہ کچھ ناراض ہو کے بولا۔

"سب سے پہلے توری کے ساحل پر میں قدم رکھوں گا۔"

وہ آسمان کی طرح گرجا۔ کسی درندے کی طرح اُس کا سیاہ منہ کھلا اور ٹوٹے ہوئے دانت نمایاں ہوئے۔ میری بات اسے ناگوار گزری تھی۔ "ریماجن کی طرف سے جو کہا گیا ہے، اُس پر یقین کرو۔"

"ریماجن!" میرے لہجے میں تلخی آ گئی اور میں نے دانستہ مقدس کا لفظ اس کے

نام کے ساتھ استعمال نہیں کیا۔ تمام امور کی وضاحت پہلے سے اس لیے بہتر ہے کہ میں تمہارے اور اپنے درمیان کسی تلخی کا امکان ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں تصرف آقابلا پہلے سے اپنے تحفظ میں لینا چاہتا ہوں۔ معاہدے کی رو سے میں کسی غلط مطالبے پر اصرار نہیں کر رہا ہوں۔ تم میرے ایک محترم اتالیق ہو، ہمارے درمیان پہلے سے ایک معاہدہ بھی طے پا چکا ہے۔"

ریماجن کا چہرہ انگارا ہو گیا۔ اُس کا جسم لرزنے لگا۔ میں نے اپنی نگاہیں نہیں جھکائیں۔ ریماجن کے گرد و پیش کا دھواں گہرا ہو گیا اور وہ یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا۔ "جاؤ، ساحل پر سب کو منظم کرو۔"

میں تیز رفتاری سے آبادی کی طرف رواں دواں تھا۔ رفتہ رفتہ میرے عقب میں بے شمار عالم اور ساحر جمع ہو رہے تھے۔ میرے پہلو میں چلتے ہوئے امرتا کے منہ میں ہڈیوں کا بنا ہوا ایک بگل تھا جب وہ اسے بجاتا تو غاروں کے دہانے کھل جاتے، وہاں سے زاہد بوکھلائے ہوئے نکلتے اور میرے جلوس میں شامل ہو جاتے۔ ایک جگہ میں نے دیکھا شوطار بھی دوڑتی ہوئی آ رہی ہے۔ انگروما میں ہر طرف قیامت مچی ہوئی تھی۔ بستی تک پہنچتے پہنچتے میرے پیچھے انسانوں کا ایک سمندر بہہ رہا تھا۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی میں مشترکہ عبادت گاہ کی اونچی مسند پر چڑھا اور میں نے چند لمحے خاموشی کے بعد اپنے دونوں ہاتھ سکیڑ کے پھیلا دیے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے انسان میرے اشارے پر دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی گلی بن گئی۔ فلورا اُس گلی سے ہانپتی کانپتی بھاگتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنی مسند پر بٹھا لیا۔ اپنا دوسرا ہاتھ میں نے شوطار کے ہاتھوں میں دے دیا اور ان دونوں کے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا: "انگروما کے لوگو۔۔۔ اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔"

میری آواز کا جادو ہر سمت گونج رہا تھا۔

جیسے ہی میں نے صدا لگائی، ہجوم نے اپنی سانسیں روک لیں، وہ جہاں موجود تھے، وہیں جم کے رہ گئے۔ میں مشترکہ عبادت گاہ کی اونچی مسند پر کھڑا تھا اور میرے سامنے تا حدِ نظر انسانی سر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ عظیم الشان مجمع دیکھ کے میری آواز میں پہاڑوں کے ٹکرانے کی گرج پیدا ہو گئی اور مجھے خود اپنی آواز پر کسی اور شخص کی آواز کا گمان ہونے لگا۔ وہ سب میری طرف متوجہ تھے کہ اب میرے منہ سے کیا نازل ہونے والا ہے؟ میرے ذہن میں الفاظ کا سمندر ابل رہا تھا۔ جذبات کے اس ریلے میں ابتدا اور منتخب الفاظ کی ترتیب کا ہوش بھی گم ہو چکا تھا۔ میں نے چند گہری آہیں بھریں اور ہانپتے ہوئے تکرار کی: "انگروما کے لوگو! اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ وہ وقت آ چکا ہے جس کا تمھیں زمانوں سے انتظار تھا۔ دیوتاؤں نے تمھارے حق میں فیصلے رقم کرنے شروع کر دیے ہیں۔ دیوتاؤں کی تائید کا اشارہ مل چکا ہے، اب چلو۔ جالوش کے سحر کی وہ ناقابلِ تسخیر عمارت مسمار کر دو جس میں محفوظ ہو کے وہ تم پر طلسمی نشتر اچھالتا ہے۔ میں ریماجن کی طرف سے تم سے مخاطب ہوں۔ میری آواز ریماجن کی آواز ہے۔ تم یہ ہاتھ دیکھ رہے ہو؟"

میں نے فلورا اور شوطار کے ہاتھ چھوڑ کے اپنے گلے میں لٹکا ہوا استخوانی ہاتھ بلند کیا: "یہ میری اور ریماجن کی رفاقت کی علامت ہے۔ میرے اور اس کے درمیان اتحاد اور اعتماد کا رشتہ استوار ہو چکا ہے کیونکہ میں ایک سورج ہوں۔ انگروما کی زمین کو جس کی روشنی کی ضرورت تھی، وہ جب طلوع ہوا تو صدیوں کا لامتناہی اندھیرا بھی ختم ہو گیا۔" بظاہر میں ایک فرد اُن سے مخاطب تھا لیکن مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ بیک وقت کئی جابر بن یوسف آواز بلند کر رہے ہیں اور میرا جسم ایک نہیں ہے بلکہ میں اپنے جیسے کئی آدمی اپنے جسم میں چھپائے ہوئے ہوں۔ ریماجن کے علاقے سے واپس آنے کے بعد مجھے اپنی وضع قطع پر نظر کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ کیا یہ میں تھا؟ مجھے ایک ثانیے کے لیے خود پر شبہ ہوا، میں تو کوئی جنگلی تھا جس کے جسم پر بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے اور کھردری کھال کسی درندے کی طرح سخت تھی۔ آنکھیں خشک اور ویران تھیں اور تیور کسی طوفان، کسی آندھی کے سے تھے۔ فلورا اور شوطار میری آواز کی گھن گرج سے خوف زدہ ہو کے میرے پہلو سے چمٹ گئی تھیں۔ استخوانی ہاتھ میں نے پھر گلے میں ڈال لیا تھا۔ ہجوم کا ردِ عمل دیکھنے کے لیے میں نے اپنے خطاب میں وقفہ کیا اور ہاتھ پھیلا دیے۔ میری انگلیوں سے دھوئیں کی لہریں خارج ہونے لگیں جو مرغولے اور لکیریں بناتی ہوئی ہجوم کے سروں پر منڈلانے لگیں۔ "کیا تم تیار ہو؟" میں نے پوچھا۔

یکایک ایک ناقابلِ بیان شور گونجا۔ وہ اپنی گردنیں ہلا ہلا کے آمادگی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں اُن کی بے تابی غور سے دیکھتا رہا۔ مجھے اُن کی آمادگی کا عندیہ لینے کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے عمداً ایسا کیا۔ جواب میں وہ مشتعل ہو گئے اور انھوں نے یک زبان ہو کے لرزہ خیز نعرے لگانے شروع کر دیے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے انسانوں کے اس جنگل میں کوئی چنگاری پھینک دی ہو اور ہر طرف آگ بھڑک اٹھی ہو۔

وہ وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے سے اپنے سر ٹکرانے لگے۔ ان کی چمکتی ہوئی آنکھیں، تمتماتے ہوئے چہرے اور بپھرے ہوئے جسم دیکھ کے میرے متشکک ذہن نے مختلف قسم کا ایک تاثر قبول کیا۔ میں اسے خوف کا نام نہیں دے سکتا کیونکہ اس ہجوم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو میری ہمسری کا دعوا کر سکے لیکن وہ ایک اندیشہ تھا جو اچانک میرے ذہن کے کسی گوشے میں ٹمٹمایا اور میری بہتی ہوئی زبان ٹھیرنے لگی۔ اپنے سامنے کھڑے ہوئے ان بے شمار لوگوں کے درمیان میرے اندر اجنبیت اور تنہائی کا احساس جاگزیں ہوا۔ میں ایک شعلہ بیان مقرر کی طرح اُن سے مخاطب تھا۔ یہ فصاحت وہاں مطلوب ہوتی ہے جہاں انسانوں کے سرکش ریوڑ اپنی سمت کھینچنے کی خواہش ہو۔ میرا منصب انھیں آمادہ کرنے کا نہیں، حکم دینے کا تھا۔ چنانچہ مجھے اتنے لفظ ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ریماجن نے تو یہاں تک آنے کی اور اپنے لوگوں سے مخاطب ہونے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ وہ اپنے علم، مرتبے اور اپنے لوگوں پر اتنا اعتماد رکھتا تھا کہ غیاب میں سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں چند

ک خاموش کھڑا اُن بے قرار لوگوں کی شوریدہ سری، غضب ناکی اور ...ت کا جائزہ لیتا رہا اور اُن لمحوں میں میرے حواس کو مجھے متنبہ کرنے ...وقع مل گیا۔ "سنو!" میں نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ اُن سب کی آوازوں ...بیوں پر فالج گر گیا۔ وہ پتھر کے لوگ بن گئے۔ میں نے بآوازِ بلند اپنا ...ب جاری رکھا: "کوچ سے پہلے ہم اپنی زندگی اور موت کے اس ...مکن لمحے کا جشن منائیں گے اور دیوتاؤں کو قربانیاں پیش کریں گے۔ ...اس وقت تک سمندر میں قدم نہیں رکھیں گے جب تک دیوتاؤں ...خوشنودی کا مکمل یقین حاصل نہ کر لیں اور سیر ہو کے شرابیں نہ پی لیں ...تبرک وصال سے خوب آسودہ نہ ہو جائیں تاکہ ہمارا ذہن ہر آلودگی سے ...ہے۔ سو میں تمھیں آج کے دن اور اسی ثانیے سے انگروما کی سرزمین ...ایک یادگار جشن منعقد کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ میں اب تمھارا آدمی ہوں ...انگروما کی زمین کی ضرورت تھی اور تمھیں میرا انتظار تھا۔ تم نے عرصے ...کوشش کر کے دیکھ لیا لیکن فیصلے پہلے ہی کیے جا چکے ہیں۔"

اس کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا اور اپنی دھواں دیتی ہوئی انگلیاں ...ٹ لیں۔ میں مسند سے نیچے اترا تو انگروما کے سرکردہ لوگوں نے مجھے ...غے میں لے لیا۔ وہ شاید اس بات پر حیران ہوں گے کہ میں نے اچانک ...چ کا ارادہ ملتوی کیوں کر دیا ہے؟ شروع شروع میں جب میں مسند ...بلند ہوا تھا تو میں نے پُرجوش لہجے میں کچھ اس طرح کا اظہار کیا ...ا کہ ہم ابھی اسی وقت ساحل پر جمع ہو جائیں گے۔ ہاں جب میں ...اپنے عقب میں انگروما کی مخلوق کا بے پناہ اژدہام دیکھا تھا اور ...اجن سے ایک معاہدہ کیا تھا تو اُس لمحے میں سر بسر جوش میں تھا لیکن ...ے جیسے میں اس مستانہ جمِ غفیر کی وحشت انگیزی سے متاثر ہوتا گیا ان ...میری مغائرت بڑھتی گئی۔ یہ توری کی زمین نہیں تھی، جہاں کے لوگ ...سے اپنے لگتے تھے۔ انگروما کے باشندے محض اپنے غیر معمولی مفاد کے ...ت مجھ سے اپنے التفات کا اظہار کر رہے تھے۔ ریماجن نے بھی یہی کیا ...تھا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں خود اُن سے ایک ...دوری محسوس کرتا تھا اور میں نے اپنے عظیم مفادات کے تحت مصلحت ...پسندی کا رویہ اختیار کر لیا تھا۔ یا از سرِ نو حالات کا جائزہ لینے کا وقت نہیں ...تھا کیونکہ میں ریماجن سے عہد کر چکا تھا لیکن توری پر یلغار کے التوا سے ...سوچنے اور سمجھنے کا بہت سا وقت مل سکتا تھا۔ جیسے میں نے صرف نہ ...کرنے کی نادانی کی تھی۔ ممکن ہے میں نے کوئی جامع ہی فیصلہ کر لیا ہو ...تاہم اس کا یقین حاصل کرنے کے لیے مجھے خود کو مطمئن کرنا تھا۔ جب ...تک یہ اطمینان نصیب ہو جاتا، میں طلسمی جنگ میں تن دہی سے ...شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

دنیا کے تمام مسئلوں کی شدت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس ...انسانوں کی کتنی بڑی تعداد متاثر ہے۔ تمام بغاوتیں اسی وقت کامیاب ...ہیں جب کسی آبادی کا توازن بغاوت کے حق میں ہو جائے۔ انگروما کی

تمام خلقت میرے سامنے آ موجود ہوئی اور میں نے اُس کے اشتیاق کا مشاہدہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ہم کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دینے جا رہے ہیں۔ تاریک برِاعظم طلسم و اسرار کی سرزمین۔۔ اس کی تسخیر کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ جالوش کے زوال کا خیال پہلے ایک خواب سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ میں شاید بھول گیا تھا کہ کتنی اذیتوں کے بعد سربلندی کا یہ موقع ملا تھا۔ تاریک برِاعظم جس کے طلسمی جلال کا میں نے اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا تھا۔ میں نے صحرائے زارشی کی زیارت کی تھی اور آقابلا کا گلستان دیکھا تھا۔ تاریک برِاعظم میں ہم مہذب دنیا کے چند افراد اپنی تمام صلاحیتوں اور کوششوں کے باوجود فرار نہیں ہو سکے تھے۔ یہاں تک کہ سرنگا کی پُراسرار دلوی بھی اپنے پجاری سرنگا اور اس کی بیٹی سریتا کو وہاں سے نجات دلانے میں ناکام ہو گئی تھی جو سانگروما کے لوگوں نے کون کون سے حربے نہ آزمائے تھے؟ مجھے یہ گمان گزرا کہ میں نے ریماجن سے عجلت میں کوئی عہد کر لیا ہے اور کچھ کم حصے پر قناعت کر لی ہے۔ میں زیاں میں رہا ہوں یا میں نے پیش آنے والے واقعات کا غلط تخمینہ لگایا ہے۔ میں نے اپنی توجہ صرف آقابلا کی طرف مرکوز رکھی ہے اور دوسرے اہم امور نظر انداز کر دیے ہیں۔ تاریک برِاعظم میں جب ریماجن کو جالوش کی جگہ فضیلت حاصل ہو گی تو میرا کیا ہو گا؟ میرا رتبہ بھی طے ہونا چاہیے کیونکہ آقابلا کا حصول میرے رتبے کے ساتھ مشروط ہے۔ کچھ یہی باتیں تھیں جنھوں نے مجھے گریز پر اکسایا۔

مسند سے نیچے اتر کے میں جس طرف بڑھا، وہاں سے ہجوم کائی کی طرح پھٹ گیا۔ میں نے گرڈلک کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُس کے لیے یہ ایک بڑا اعزاز تھا۔ میرے قریب ہی ریماجن کا نائب امرتا بھی تھا۔ گرڈلک اور دوسرے بزرگ بھی میرے گرد جمع ہونے لگے۔ میں انھیں مختلف طریقے سے برتنا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے یہاں تاریک برِاعظم میں اپنی تمام جدوجہد کے درمیان کیا تھا۔ قربت کا یہ انداز اُن کے لیے ایک انوکھی بات ہوتی تھی اور مجھے سب سے اسی قربت کی طلب تھی جس کے بغیر ہر طاقت ور آدمی ناتواں رہتا ہے۔ وہ پہلوان طاقت میں خود کو آدھا محسوس کرتا ہے جس کی طرف نفرت کی نگاہ اٹھی ہوئی ہو۔ وہ شخص زندہ، مردہ بن جاتا ہے جو اپنے ماحول میں رسوا ہو چکا ہو۔ ذات کا اعتماد اپنی جگہ ہے مگر آدمی ہمیشہ تنہا نہیں رہتا۔ فلورا اور شوطار پیچھے رہ گئیں۔ میں ایک بڑا ساحر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اب اُس وسیع و عریض میدان کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں قدم قدم پر پتھر کے مجسموں میں آدمی محفوظ تھے۔ چونکہ انھوں نے مشروبِ حیات نہیں پیا تھا اس لیے انگروما والوں نے اُن سے ضرورت کے وقت کام لینے کے لیے انھیں پتھروں کے خول میں مقید کر دیا تھا۔ جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے آسمان پر اڑتا ہوا ایک گدھ تیزی سے نیچے کی طرف گرا اور میرے ہاتھ میں پھڑکنے لگا۔ مجسموں کو زندہ کرنے کا عمل مختلف تھا لیکن میں وہاں ایک دوسرے طریقے سے انھیں ششدر کر دینا چاہتا تھا۔ وہ

توی الجثہ گدھ میرے چھوٹے ہاتھ میں آتے ہی کسی چھوٹی چڑیا کی طرح میری مٹھی میں بند ہو گیا۔ میں نے مٹھی کھولی تو وہاں راکھ تھی۔ یہ راکھ میں نے اپنی پھونک سے اطراف میں اُڑا دی۔ چشم زدن میں گرد کا ایک غبار ساری فضا پر مسلط ہو گیا اور کسی آندھی کی طرح گزر گیا۔ یہ گھٹا گزری تو جگہ جگہ متحرک انسان نظر آئے جو حیرت سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے نیچے جھک کے گریمے کو اُٹھا لیا۔ پہلے تو وہ میرے اس اچانک اقدام پر گھبرایا لیکن جب اُس نے میرا سنجیدہ چہرہ دیکھا تو دم بخود ہو گیا اور اکڑ گیا۔ میں نے اُسے ایک ہاتھ سے اُٹھا کے ہتھیلی پر کھڑا کر لیا اور حکم دیا کہ وہ پتھروں کے خول سے آزاد ہونے والے اِن لوگوں کو خطاب کرے۔

گریمے کی آواز دہشت سے پھٹ گئی تھی۔ اُس نے کسی نہ کسی طرح اپنے اوسان بحال کر کے انھیں مخاطب کیا اور بے ترتیب لفظوں میں بتایا کہ اب ان کی قید و بند کا عرصہ ختم ہو چکا ہے کیونکہ انگرو ما کے لوگ اب دیوتاؤں کی تائید سے مسلح ہو چکے ہیں۔

میں نے گرج کے درمیان میں دخل دیا۔ "کہو کہ جابر بن یوسف نازل ہو گیا ہے اور اب کوئی رکاوٹ درمیان میں نہیں ہے۔"

گریمے کی لرزیدہ آواز اُبھری۔ "ہاں جابر بن یوسف، ساحرِ کامل ساحرِ مقدس جارا کا کا مقبول شخص اور مقدس ریماجن کا دستہ یہاں نازل ہو گیا ہے۔ اب منزل ہمارے قدموں میں ہے۔ جزیرۂ توری پر یلغار کرنے سے پہلے اُس نے تمھیں ایک بے مثال جشن منانے کی مسرت سے شادکام کیا ہے۔"

میں نے ہتھیلی پر گریمے کو اُچھال کے زمین پر پھینک دیا۔ وہ کراہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اُس کے خطاب کے بعد پتھروں سے آزاد ہونے والے لوگوں میں اضطراب پھیل گیا۔ وہ جدھر منھ اُٹھا، بھاگنے لگے۔ ان میں مجھے قصرِ آقا بلا کی چند حسین و جمیل عورتیں بھی نظر آئیں۔ میں نے نگاہ اُٹھائی تو وہ اپنی سمت جانے کے بجائے میری طرف کھنچنے لگیں جیسے میں کوئی مقناطیس ہوں۔ وہ ایک فاصلے پر آ کے ٹھٹک کے رہ گئیں۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو اُن کا غول بے اختیار میرے پہاڑ جسم پر لپکا۔ میں نے مڑ کے دیکھا تو اَمرتا، گریمے، گرونا اور دوسرے بڑے ساحر اور عابد ستائشی نظروں سے میرے کرشموں کا جلوہ کر رہے تھے۔ ریماجن کے علاقے میں میرا جسم میل، دھویں اور گرد سے سیاہ ہو چکا تھا۔ میں اُن کی عقیدت اور وارفتگی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ طاقت سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہوتی۔ یونانی حکما کے نزدیک نیکی برتری ہے۔ طاقت کا اتنا شدید احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے غسل جمال کر لیا تھا اور میری اصل رنگت عود کر آئی تھی البتہ بال ابھی تک اُلجھے ہوئے تھے۔ میں درمیان میں کھڑا ہوا تھا، اِرد گرد دائرے کی صورت میں انگرو ما کے بے قابو لوگ اپنے ہوش ٹا رہے تھے۔ قصرِ آقا بلا کی پری پیکر دوشیزائیں جدا ہو گئی تھیں۔ زمین پر میرے قدم اس انداز میں اُٹھ رہے تھے کہ ابھی زمین دہل جائے گی۔ میں آگے بڑھا تو حسبِ سابق ساحروں اور عالموں کے انبوہ کثیر نے میری پیروی کی۔ چیونٹیوں کے درمیان ایک ہاتھی پیش قدمی کر رہا تھا۔ میری آنکھیں انھیں قدمیں بہت چھوٹا بہت ننھی سا دیکھ رہی تھیں۔ یہ ریماجن کی سحر گاہ میں ریاضت کا اعجاز تھا کہ میری بلندی، قوت اور اعتماد کا کوئی سرا مجھے خود نظر نہیں آتا تھا۔ فرد کی قوت کی پیمائش اُس کے ماحول کی طاقت ور چیزوں سے ہوتی ہے۔ یہاں اس ماحول میں کوئی ایسا نہیں تھا جو میرے وزن سے سوا ہو۔ یا پھر ایسا تھا کہ میں نے اپنے لیے ایسا تپاک، یہ پزیرائی، یہ خوف، یہ عقیدت اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ سو یہ سب نشہ انھی آنکھوں کی وجہ سے تھا جو اُمید اور سرخوشی لیے میری طرف اُٹھ رہی تھیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ سامنے جو شے نظر آئے اُسے خاکستر کر دوں، ہر درخت جو سر اُٹھائے کھڑا ہے اُسے گرا دوں، ہر پہاڑ جو سینہ تانے ہوئے ہے اُسے ریزہ ریزہ کر دوں لیکن میں اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میری طاقت کے اظہار کے لیے کیا رہ جاتا؟ پھر میں ایک پہاڑ رہ جاتا جو محسوس نہیں کرتا۔ طاقت کے لیے ناتواں مظاہر کی موجودگی از بس کہ لازم ہے۔ طاقت کے ذریعے تمام لوگوں کا خاتمہ ممکن ہے مگر یہ فعل خود طاقت کے لیے مفید نہیں۔ پھر طاقت خود معطل ہو کے رہ جائے گی۔ تنہا طاقت ایک غیر ممتاز مظہر ہے۔ اندھیرا، روشنی کی موجودگی کے سبب ہی ممتاز ہوتا ہے اور روشنی کو روشنی اس لیے کہتے ہیں کہ اندھیرا بھی رہتا ہے۔ طاقت کو اپنے اظہار کے لیے مناسب مظاہر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اُس کا ادراک ناتوانی ہی سے ہوتا ہے۔ اس لیے ان سب کیڑوں کو زندہ رکھنا ضروری تھا کیونکہ اُن کی نگاہوں سے میں اپنے باطنی اور ظاہری کمال کی داد پاتا تھا۔

ممکن ہے یہ میرا غلو ہو یا خوش فہمی، یا میں اپنی طاقت کی شاعری کر رہا ہوں لیکن ہر شخص کی زندگی میں ایسے لمحے ضرور آتے ہیں جب وہ بلند ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے یہ وہی خوش خرام لمحہ ہو۔ بہرحال میرے حکم کے مطابق انگرو ما میں ایک عجوبۂ روزگار جشن کا آغاز ہو چکا تھا۔ مشروبات کے برتن توڑ دیے گئے تھے۔ یہ جشن ان سب سے آگے تھا جو میں نے توری میں شہنشاہ کی آبادی کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے برپا کیے تھے یا شام طلوع ہوتے ہی اسمار کی نازنینیں اپنی خلوتوں میں ہنگامہ آرا ہوتی تھیں۔ وہ عشرت، ہوس اور عیش و نشاط کی مستی تھی۔ یہ انگرو ما کے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ شادمانی کا دن تھا۔ اس متبرک ساعت کے لیے ایک زمانے سے انھوں نے ضبط و برداشت کی زندگی گزاری تھی۔ اب سارا انگرو ما ایک مکان تھا۔ ہر جگہ میرے اشارے پر ایک محل تعمیر ہو سکتا تھا۔ پتھروں کے خول میں مقید انسانوں کو آزاد کرنے کے بعد پھر مجھے اسی سکون کی طلب تھی جو اگر میسر نہ ہو تو آدمی انقلاب آفریں فیصلے نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے ذہن میں ٹھنڈا ماحول تخلیق کرنا تھا جہاں میں خود سے سوال و جواب کر سکوں۔ مجھے اپنی کئی شخصیتوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر کے ایک ایسا راستہ

اختیار کرنا تھا جہاں بعد میں کسی کو کسی پر الزام دھرنے کا موقع نہ مل سکے۔ جواب تک ہو چکا تھا، وہ ہو چکا تھا لیکن جو اب ہونے والا تھا، وہ آسان نہیں تھا کہ اُسے اپنے مزاج کی خسروی پر چھوڑ دیا جائے۔ میں نے جب چاہا کہ خلوت نصیب ہو تو میرے ہاتھوں نے گرونا، گریمے، امرتا اور دوسرے لوگوں کو دُور رہنے کا اشارہ کر دیا۔ صرف شوطار اور فلورا رہ گئیں اور میں خاموشی کے ساتھ سنسان علاقوں کی طرف بڑھنے لگا۔

شاید ان دونوں کے دلوں پر میری متغیر حالت سے ایسی ہیبت طاری تھی کہ اُن کی زبانوں نے بولنا بند کر دیا تھا۔ ایک نظر سہم کے شاذ میری طرف دیکھتی تھیں اور لرز کے رہ جاتی تھیں۔ چلتے چلتے ہم جنگل کے ایک خاموش حصے میں آ گئے۔ میں نے وہاں طلسمی قوتوں کا داخلہ بند کرنے کے لیے اپنی جگہ چاروں طرف گھوم کے نادیدہ فصیل کھڑی کر دی اور ایک درخت کے سہارے بیٹھ گیا۔ ہم بستی سے زیادہ دُور نہیں تھے۔ میں وہ شور و شغب ابھی سُن رہا تھا جو بستی میں گونج رہا تھا لیکن فلورا اور شوطار انھیں سننے سے قاصر تھیں۔ سکون کی چند سانسیں لے کر میں نے اُن کے اُداس سراپا پر نظر کی۔ اُن کے سر میرے شانوں پر ڈھلک گئے۔ اسمار کی سابق ملکہ شوطار کی حالت فلورا سے مختلف نہیں تھی۔ میں نے ایک ساتھ ان دونوں کے بال پکڑ کے چہرے سامنے کیے اور ریماجن کا عطیہ استخوانی ہاتھ اُن کے رخساروں سے مَس کیا۔ وہ آنکھیں ملنے لگیں۔ ان چیزوں نے میرے رگ و پے میں مسرت بھر دی۔ میں نے ہاتھ ہٹا لیا۔ اُن کے منھ سے احتجاجی سسکیاں اُبھرنے لگیں۔ میرے قہقہے فضا میں دھوم مچانے لگے۔ "رقص کرو۔" میرے حکم کی بازگشت سے وہ کانپنے لگیں۔

میں نے فلورا کو حکم نہیں دیا، وہ اُٹھنے لگی تو میں نے اُسے روکا نہیں۔ وہ دونوں مجھ سے کوئی چھ سات قدم کے فاصلے پر وحشت زدہ انداز میں کھڑی ہو گئیں اور آہستہ آہستہ اُن کے قدم تھرکنے لگے۔ پھر انھوں نے ایک ایسے رقص کا آغاز کیا جس نے میری فکریں بڑی حد تک زائل کر دیں۔ ریماجن جنگل میں قائم کردہ میری طلسمی عمارت میں جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ میری غیر سنجیدگی اور اکراہ و گریز سے کیا نتیجے اخذ کر رہا ہوگا؟ میری خواہش تھی کہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ میں نے انگرو ما کی ساری آبادی کو عبادت کے جشن میں مصروف کر دیا تھا اور کوئی مدت بھی مقرر نہیں کی تھی کہ کب تک اُن کی دیوانگی کا سلسلہ جاری رہے گا اور اِدھر میں جنگل کے خنک اور خاموش ماحول میں تمام غموں سے بے نیاز ہونے کی جستجو کر رہا تھا۔ میرے آگے شوطار اور فلورا کے بدن متحرک رہے تھے۔ میری نگاہ کے سامنے ایک دلکش منظر تھا۔ اُن دونوں لڑکیوں کے سحر انگیز شباب نے میرے تمام جادو زائل کر دیے تھے۔ میں اُنھی کی طرف مرکوز ہو گیا کیونکہ اُن کے بدن اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ محوِ پرواز تھے۔ وہ گندھے ہوئے آٹے سے مشابہ تھے جس میں لوچ ہی لوچ ہو۔ کوئی رنگین لَے پہناں نہیں تھی مگر ان کی ہر جنبش سے ساز بجتے تھے۔ گلابی رنگ لہرا رہے تھے۔ میرے شوقِ دید نے اُن کے جسم گل نار کر دیے۔ ان میں بجلی بھر دی۔ شراب کی بوتلیں رقص کر رہی تھیں۔ کبھی میں فلورا کو دیکھتا، کبھی شوطار کو۔ نگاہ کسی ایک پر ٹھیرنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ احساس بڑا جاں فزا تھا کہ میرے سامنے اسمار کی ملکہ شوطار اور آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ لڑکی فلورا رقص کر رہی ہے۔ میں تادیر اس نظارۂ جمال میں گم رہا۔ شوطار آقا بلا کے حُسن کا پَرتو تھی۔ کبھی کبھی تو مجھے گمان ہوتا تھا کہ وہ آقا بلا ہی ہے۔ شوطار کی رفاقت سے میری منزل کا نشان سامنے رہتا تھا۔ اسی لیے میں اُسے یہاں لے آیا تھا۔ اب کچھ دنوں کی دیر تھی — یہ چند دن گزر جائیں گے تو کیا ہوگا؟ میں جب یہ سوچتا تو اوسان کھو بیٹھتا۔ جب وہ رُوبرو ہوگی اور کوئی دیوار درمیان میں حائل نہیں ہوگی۔ شوطار رقص کر رہی تھی اور میں اُسی ستم گر کے تصور میں گم تھا، جس نے اس حالت کو پہنچایا تھا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ میں نے اشارے سے شوطار کو اپنے پاس بلایا۔ وہ ٹھٹکتی جھجکتی آئی۔ سراسیمہ فلورا نے بھی اُس کے ساتھ ہی رقص بند کر دیا تھا اور اب چپ چاپ میرے قریب کھڑی تھی۔ اچانک میری نظر اُس پر پڑ گئی۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ میں نے بے قراری سے اُسے کھینچ لیا اور شوطار کے کانوں پر انگلی پھیر کے اُس کی سماعت معطل کر دی۔ "تم خاموش کیوں ہو؟" میں نے ہوش میں آتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ تم ہو؟ جابر بن یوسف؟" وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"اور کون ہوں؟" میں نے گرج کے کہا۔ "کیا میں کوئی درندہ ہوں؟"

وہ خاموش ہو گئی اور اُس کے رخساروں پر آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ "کیا تم مجھے نہیں جانتیں؟ تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں؟"

"تم اب بالکل بدل گئے ہو۔ تمھارا چہرہ پہلے سے زیادہ ہیبت ناک ہو گیا ہے۔ تمھاری آنکھیں آگ اُگل رہی ہیں۔ تمھارے ناخن درندوں کی طرح بڑھے ہوئے ہیں اور تم ایک بہت بڑے جنگلی بن گئے ہو۔ مجھے خوف زدہ کرنا مقصود ہے تو ایک بار ہی خوف زدہ کر کے مار دو۔ مجھ سے تمھاری اجنبیت برداشت نہیں کی جاتی۔ تم اب بہت دُور کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔" وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ "تمھاری حالت اور طور طریق دیکھ کے اب مجھے کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔ شاید تم سب کو، اپنے آپ کو بھول گئے ہو۔"

اُس کے رقت انگیز بیان نے مجھ پر بڑا اثر کیا۔ "میں اپنے آپ کو پہچان گیا ہوں۔ میں نے طاقت حاصل کی ہے۔" لیکن اُس کی باتوں نے میری مغرور مدہوشی چھین لی تھی اور مجھے پھر منتشر کر دیا تھا۔ یہ رقص، حُسن کی جانب یہ فریفتگی اُسی انتشار سے فرار تھا جو جلوت گاہ کی مسند پر ہجوم دیکھ کے میرے گردِ محیط ہو گیا تھا۔ میں نے فلورا کو وہ سب کچھ کہنے کی اجازت دے دی جو وہ کہنا چاہتی تھی اور کہہ نہ سکی تھی۔ شوطار ہماری باتوں سے لاعلم تھی اور آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے کچھ سننے اور جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں فلورا کی رقت خود پر طاری کرتا رہا تھا اور مجھے احساس ہوا کہ ایک دیو قامت، عظیم الجثہ ساحر ہونے کے علاوہ بھی میری ایک ذات ہے جس کا نام جابر بن یوسف الباقر ہے جو کبھی لطیف احساسات رکھتا تھا اور مہذب دنیا کا فرد تھا جو فلورا کو مطلوب تھا اور فلورا کا محبوب تھا۔ میں فلورا

سے اپنے ان خدشوں کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا جو میرے سر میں اُبھر رہے تھے۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ ایک شدید کشمکش میرے درونِ خانہ جاری ہے۔ یہ وحشیانہ انداز یہ جارحانہ طور طریق تو محض اس انتشار کا ردِ عمل ہیں جو سب کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ میں نے اُس کی رنجش دُور کرنے کے لیے کہا: "تم مجھ سے قریب ہو، ہاں میں اپنے آپ سے دُور ہو جاتا ہوں۔"

"تمھیں انھوں نے اپنے سحر کا اسیر کر لیا ہے۔ تم وہاں کچھ منزلیں سَر کرنے گئے تھے۔ وہاں سے آئے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سب کچھ بھول گئے ہو۔ کوئی احساس باقی نہیں رہا۔ وہ جو چاہتے تھے، وہی ہو گیا۔"

"تم ایک عورت کے دماغ سے سوچ رہی ہو۔" میں نے برہمی سے کہا: "اور میرے سامنے بڑے مسائل ہیں۔ میں نے ریماجن کے علاقے میں اپنی برتری کا وہ خانہ بھی پُر کر لیا ہے جو خالی تھا۔ میں نے وہ راز پا لیا ہے جس نے مجھے اور تمھیں اور بے شمار لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔" یہ کہتے ہوئے میرے اعضا میں سختی آگئی۔ "تم کہو گی کہ پھر دیر کیا ہے؟ کچھ دیر نہیں ۔۔۔ میں سمندر تسخیر کرتا ہوا توری پر یلغار کر سکتا ہوں اور ہم جنگ ہار سکتے ہیں یا جیت سکتے ہیں۔ میں انگروما سے فرار بھی ہو سکتا ہوں اور جالموش سے مل کے دوبارہ اپنے منصب پر فائز ہو سکتا ہوں لیکن اس سے حالات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا نہ تمھیں نجات ملے گی اور نہ میں ۔۔۔۔" یہ کہتے کہتے میں ٹھہر گیا۔

"تم ٹھہر کیوں گئے؟" فلورا نے بے چین ہو کے پوچھا۔ "میرے سامنے تمام مسائل رکھ دو، شاید میں تمھیں کوئی اچھا مشورہ دے سکوں۔"

میں آقابلا کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے اُسے دُکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ "ایک مسئلہ نہیں بیک وقت کئی مسئلوں نے مجھے مضطرب کیے رکھا ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں انگروما میں سب سے بلند مقام حاصل کر کے توری پر حملہ آور ہوں اور اس طلسمی نظام کا راز سب پر عیاں کر دوں۔ میں اُن تمام اذیتوں کا انتقام لوں جو انھوں نے ہمیں دی تھیں لیکن ریماجن کی اعانت کے بغیر یہ سرفرازی ممکن نہیں تھی۔ اس لیے میں نے اس کے طلسم خانے میں شب و روز ریاضت کر کے بہر طور وہ مقام حاصل کر لیا جو سب سے افضل ہے۔ میں نے جالموش کا مجسمہ تباہ کر دیا جس کی تباہی کے لیے وہ زمانوں سے سرگرداں تھے۔ پھر میں اُن کی ضرورت بن گیا اور وہ مجھ سے مفاہمت پر آمادہ ہو گئے۔ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں ہر سطح پر طلسمی علوم سے خود کو مسلح کر لوں۔ اُن کی مجبوری یہ تھی کہ وہ میرے بغیر کوئی کارنامہ سرانجام دینے سے قاصر تھے۔ پھر انھیں مدتوں انتظار کرنا پڑتا۔ میں نے اپنی خواہش کے خلاف ریماجن کی شاگردی قبول کی اور اس کا علم اپنے اندر منتقل کر لیا۔ وہ مجھے یہ علم سونپنے پر اس لیے آمادہ ہو گئے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ انھیں میرے سلسلے کا اور پُراسرار طاقتوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ادھر میں نے روحوں کے غار پر اپنا قبضہ کر لیا تھا لیکن ہمارے معاہدے کے وقت خوش دلی کی فضا موجود نہیں تھی۔ یقیناً ہم جالموش پر فتح پا لیں گے کیونکہ ہمارے ساتھ انگروما کے جید عالموں کے غول موجود ہیں اور ہم گنتی میں دو ہیں۔ ریماجن اور میں۔ اِدھر جالموش کا مجسمہ بھی تباہ ہو چکا ہے اور ہمیں حملے کا اشارہ مل چکا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ تاریک برِ اعظم کی تسخیر کے بعد صورتِ حال منفی رُخ اختیار نہ کرے۔ ریماجن کا تسلط قائم نہ ہو جائے اور ہمارے لیے نئے مسائل نہ کھڑے ہو جائیں۔ تم سمجھ رہی ہو فلورا؟"

"ہاں ۔۔۔ مگر ہم اس موقف میں ضرور ہیں کہ اُن سے پہلے سے معاہدہ کر لیں کہ ہماری حیثیت کیا ہو گی؟ ہم یہاں مستقل قیام نہیں چاہتے۔ ہم آزادی کے خواہاں ہیں۔ وہ ہمیں نجات دے دیں اور ہمیں مہذب دُنیا کی طرف جانے والے سمندر میں چھوڑ دیں۔ میرا خیال ہے وہ آسانی سے ان ارزاں شرائط پر تیار ہو جائیں گے۔ وہ جابر بن یوسف کا کانٹا اپنے راستے سے ہٹا دیں گے۔"

میں اُسے کیا بتاتا کہ میں مہذب دُنیا میں واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ آقابلا ہی میری دُنیا ہے، وہ ہے تو میرے لیے ساری کائنات ہے۔ وہ ہے تو میں موجود ہوں۔ میں فلورا سے کیا کہتا کہ میری نظروں میں آقابلا کا چہرہ بسا ہوا ہے اور یہی ایک بات مجھے پریشان کیے ہوئے ہے کہ وہ معاہدے کے باوجود معاہدے سے پھر نہ جائیں ۔۔۔ کیونکہ وہ چہار اطراف سے طاقت میں ہوں گے اور مجھے ریماجن کو مغلوب کرنے کے لیے نئے سرے سے ایک مہم کی بساط بچھانی ہو گی ۔۔۔ اسی میں عمر صرف ہو جائے گی۔ میں نے فلورا سے کہا: "اور فرض کرو، وہ معاہدے سے منحرف ہو جائیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ "پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

"اب میں تاریک برِ اعظم کی فتح کے بعد نقشہ دیکھ رہا ہوں۔ پہلے سے آثار اچھے نظر نہیں آرہے ہیں۔ سوچتا ہوں، میں نے جتنی جد و جہد کی ہے وہ رائیگاں نہ چلی جائے۔ ہمارے پاس کوئی ضمانت نہیں کہ ہم اُن سے تمام معاہدوں پر عمل درآمد کرا سکیں۔"

"مگر ہمارے پاس طاقت ہے۔" فلورا نے جوش میں کہا۔

"ہاں یہ صحیح ہے، کوئی شبہ نہیں کہ میں خود کو اُن سے ذہانت میں بھی برتر سمجھتا ہوں لیکن طاقت کے استعمال سے ہم پھر ایک طویل معرکہ آرائی میں مصروف ہو جائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم اس سے بچیں اور کوئی ایسی صورت تلاش کر لیں جہاں بعد میں کسی نزاع کا امکان نہ رہے۔ میرا خیال ہے۔" میں نے جھجک کر کہا: "تمام فیصلے یہیں ہو جانے چاہئیں۔ اسی لیے میں اس پُر فضا جگہ آگیا ہوں۔ اصولاً اس وقت ہمیں سمندر میں ہونا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے کہ اپنے آتالیق ریماجن سے مجھے یہاں ایک اور گفتگو کرنی پڑے گی ۔۔۔ ایک تلخ اور زہریلی گفتگو ۔۔۔ وضع داری، پاس داری وسیع تر مفادات سے بالا نہیں ہوتی۔ ہمیں دُور اندیشی کا ثبوت دینا ہو گا۔ میں اس امکان پر بھی غور کر رہا ہوں کہ ریماجن کو صفحۂ ہستی سے مٹا کیوں نہ دیا جائے؟ تاکہ کوئی دیوار ہمارے راستے میں حائل نہ ہو۔"

فلورا کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ وہ خوف سے مرتعش ہو گئی۔ "کیا کہا؟" وہ ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں ۔۔۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔

"میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" وہ تیزی سے بولی۔

"میں بھی خود کو یہ مشورہ نہیں دے رہا ہوں مگر میری عین خواہش یہی ہے۔" میں نے بے باکی سے کہا۔

"نہیں۔" وہ پُرعزم لہجے میں بولی: "اگر انھیں تمھاری ضرورت ہے تو وہ تم سے ہر قسم کی مفاہمت پر تیار ہو جائیں گے۔ تاریک برِ اعظم اُن کی زندگی ہے۔ تم نے کوچ کا ارادہ ملتوی کر کے ایک نیک کام کیا ہے۔ اب تم مشکل ترین شرائط رکھ کے انھیں اپنے معاہدوں کی پابندی پر مجبور کر سکتے ہو۔"

"میں نے اُن سے عہد لیا ہے کہ سب سے پہلے توری پر میں قدم رکھوں لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ صرف یہی عہد کافی نہیں ہے۔ باقی جزئیات بھی طے ہونی چاہئیں۔"

"تم نے غلط کہا۔" فلورا بے خوفی سے بولی: "تمھیں توری کے بجائے پہلے ہزنار میں جالموش کے علاقے پر حملہ آور ہونا چاہیے۔"

میں ایک دم چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "فلورا ۔۔۔ تم نے ایک بہت نازک نکتہ بیان کیا ہے۔ بے شک ہم توری ہی کو ہدف کیوں بنائیں؟ اس کے علاوہ ہم تاریک برِ اعظم کی تقسیم کر لیں تاکہ وہ اپنے علاقے پر اور ہم اپنے علاقے پر خود مختاری سے حکومت کر سکیں۔"

"تمھاری باتوں سے حکمرانی کی بو محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے پیشِ نظر یہ مقصد ضرور رہنا چاہیے کہ ہم تاریک برِ اعظم کی طلسمی زمین پر حکمرانی کی نہیں، مہذب دُنیا کی واپسی میں دلچسپی لیتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں ایسی لچک وار شرائط پیش کرنی چاہئیں جس سے ہمارے مقصد پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن یہ سب اس وقت ممکن ہے کہ دوسروں کی طاقت سے تمھاری طاقت کتنی بالا اور نمایاں ہے۔ تمام شرائط کا انحصار اسی بات پر ہے۔" فلورا کے چہرے پر حسن و جمال کی شوخی کے بجائے ذہانت اور تدبر کی سنجیدگی غالب تھی۔ آکسفورڈ کی ذہانت دُنیا کے ایک نادیدہ اور گمنام علاقے میں صرف ہو رہی تھی۔ میں نے ان دونوں لڑکیوں کو یہاں لا کے ایک اچھا کام کیا تھا کہ ایک طرف شوطا آقابلا کی یاد دلانے کے لیے موجود تھی، دوسری طرف مہذب دُنیا کی واپسی کی طرف ترغیب دلانے کے لیے فلورا تھی۔ ایک متوازن فیصلہ یہ دو مقاصد سامنے رکھ کر ہی ہو سکتا تھا۔ فلورا میری پُراسرار طاقتوں کا اندازہ کرنا چاہتی تھی تاکہ اسی کے وزن سے ہم اپنی شرائط منوا سکیں۔

"طاقت کے سوا ایک اور چیز بھی ہے فلورا!" میں نے اُس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا: "وہ ہے مصلحت ۔۔۔ ریماجن کی مصلحت کہ اسے ہر حال میں میری اعانت مطلوب ہے اور ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہمیں اپنی حفاظت کی ضمانت درکار ہے۔ میں نے جشن کی اجازت ریماجن کے مشورے کے بغیر ہی دی ہے اور اس سے مراد یہ بھی تھی کہ میں یہاں کے برگزیدہ لوگوں کے دلوں پر اپنی شخصیت کا ایسا تاثر مرتب کروں جو ریماجن نے نہیں کیا مگر یہ کام طوالت چاہتا ہے اور طوالت ریماجن کو یقیناً پسند نہیں ہو گی۔ وہ تاریک برِ اعظم میں جالموش کا جانشین ہونے کے خوابوں میں سرشار ہو گا۔"

"تم صرف تبصرہ کر رہے ہو، کوئی فیصلہ نہیں ۔۔۔ یہ طوالت خود ہمارے لیے مناسب نہیں کیونکہ اس پُراسرار سرزمین میں حالات کسی وقت بھی اُمیدوں کے برعکس نمودار ہو سکتے ہیں۔ بہتر ہے، تم ایسی صورتِ حال پیدا کر دو کہ ریماجن تم سے دوبارہ گفت و شنید پر مجبور ہو جائے۔"

"تمھارا مشورہ درست ہے۔ یہ جو تم نے میری طاقت کے معمولی مظاہر دیکھے ہیں، یہ یوں ہی ایک چھوٹی سی نمائش تھی۔ اصل معرکے دیکھو گی تو تم سے دیکھا نہ جائے گا۔ میں جابر بن یوسف، ایک بہت بڑا ساحر ہوں ۔۔۔ اگر میں اپنی اسی وضع قطع اور علوم کے ساتھ مہذب دُنیا میں وارد ہو جاؤں تو حشر برپا کر دوں۔ جی چاہتا ہے کبھی ایسا ہو کہ بیروت کی سڑکوں پر مجھے شعبدے دکھانے کا موقع مل جائے ۔۔۔ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے، وہ سراب نہیں ہے۔ ہم یہاں موجود ہیں۔ یہ سب بڑی طلسمی حقیقت ہے۔ میں تم سے اس نظام کی تشریح نہیں کر سکتا۔ کئی بار میری عقل خبط ہوئی۔ پر میں نے سب کچھ جوں کا توں تسلیم کرنا اپنا شعار بنایا اور انکار و گریز سے ہمیشہ پہلو تہی کی۔ اور ویسے یہ سب زندہ حقیقتوں کا سراب ہے مگر بے حد دلکش، عجیب اور حیرت انگیز۔ ذرا سوچو کہ اگر ہم اس نظام کی نکیل ہاتھ میں لے لیں تو ہمارے قبضے میں کیا کچھ نہیں ہو گا۔ زرخیز زمینیں، گھنے جنگل، محلات، خوب صورت عورتیں اور زبان رکھنے والے گونگے غلام۔ ہمارے اشاروں پر غول کے غول خدمت کے لیے جمع ہو جایا کریں گے۔ مہذب دُنیا میں کیا رکھا ہے؟ وہاں کی تہذیب نے انسانوں کو دیمک لگا دی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو چاٹتے ہیں اور اپنی سرشت سے دُور ہو گئے ہیں۔ وہ لباس میں رہتے ہیں اور انھوں نے اشیا و اقدار کا اتنا بڑا ڈھیر لگا لیا ہے کہ اس کی اوٹ میں خود ان کے چہرے نظر نہیں آتے۔ ہمارے بُرے دن گزر گئے۔ اب یہاں ہم اپنی ایک نئی دنیا بسانے کا خیال شرمندۂ تعبیر کر سکتے ہیں۔"

"تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔" وہ ناراضی سے بولی: "اور شاید مجھے تنگ کرنے کے موڈ میں ہو۔ شاید تمھیں یقین نہیں کہ تم مہذب دنیا میں کبھی واپس جا سکو گے۔ جواز کے طور پر تم ایسی دلیلیں پیش کر رہے ہو کہ یہ کوشش یہ آرزو ہی موقوف کر دی جائے۔ چلو اٹھو۔" اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کے کھینچنا شروع کیا: "اگر تم اپنی طاقتوں کے باوجود قوتِ فیصلہ سے محروم ہو گئے ہو تو مجھے اپنے نمائندے کے طور پر ریماجن کے پاس بھیج دو۔ پھر میں جو فیصلہ کروں گی وہ تمھیں قبول کرنا چاہیے۔"

بے اختیار میرے منہ سے قہقہوں کا ایک سیلاب جاری ہو گیا۔ میں نے اس گل اندام کے مجسمے پر اپنی زبان نصب کر دی۔ اُس کی باتوں سے بہت سا غبار چھٹ گیا تھا لیکن یہ ایک جامع اور مدلل گفتگو نہیں تھی۔ فلورا میرے جذبات کے پس منظر سے ناواقف تھی۔ اسے آقابلا کے لیے

میرے اندر چھپے ہوئے طوفانوں کا علم نہیں تھا اور اُسے یہ بھی پتہ نہیں کہ میں نے جالوش کے مجسمے کی تباہی کے بعد آقا بلا کا مجسمہ کس حکمت سے محفوظ کیا تھا اور اصل میں یہی وہ نکتہ تھا جہاں ریماجن میری طرف جھکنے کے لیے مجبور ہوگیا تھا۔ فلورا کو بہت سی باتیں معلوم نہیں تھیں اور نہ میں اُسے اپنی تمام سوچیں منتقل کرسکتا تھا مگر انگروما میں اس کے سوا کوئی اتنے قریب کا آدمی نہیں تھا۔ میں اس پر خود سے زیادہ اعتبار کرسکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے توری کے بجائے بیزنار پر یلغار کرنے کا جو مشورہ دیا تھا، وہ میرا کوئی مونس و غم گسار ہی دے سکتا تھا۔ میں نے شوطار کے کان میں استخوانی ہاتھ کی انگلی ڈال کے اس کی سماعت بیدار کردی لیکن اسی لمحے مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا شور سُنائی دیا۔ میں نے اپنی پشت کی جانب دیکھا تو مجھے انگروما کے بوڑھے اپنی گول فصیل کے گرد تنے دکھائی دیے۔ شوطار اور فلورا بھی اسی جانب متوجہ ہوگئی تھیں۔ مجھ پر غضب مسلط ہوگیا۔ میری خلوت میں دخل اندازی کی یہ جسارت ناقابلِ برداشت تھی۔ میں دیکھتا رہا کہ ان کا آیندہ قدم کیا ہوگا؟ کیا وہ یہ فصیل عبور کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے؟ وہ کچھ اور آگے بڑھے تو اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولنے لگے اور جہاں جہاں میری دیوار کھڑی تھی، وہاں وہاں اُس کے ساتھ جمع ہونے لگے، اُس سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اُن کے متحرک جسم ہر طرف سے اندر آنے کی کوشش میں مصروف تھے لیکن اندر کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ چاروں طرف گھوم رہے تھے میرے لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ریماجن نے مجھے تنہائی کا احساس دلانے کے لیے ساحروں اور عاملوں کی اتنی بڑی فوج میرے دائرے کے گرد جمع کردی تھی۔ شوطار اور فلورا کے چہروں پر خوف کی زردی چھا گئی تھی۔ مجھے اس منظر سے لطف آنے لگا تھا۔ وہ اندھے بوڑھے میرے سحر کی دیوار ٹٹولتے ہوئے چکر لگا رہے تھے۔

"اسمار کی ملکہ شوطار! تم نے اپنے لوگوں کا تدبر دیکھا؟ یہ سب کتنے بڑے عالم ہیں۔ تم اُن پر نازاں تھیں۔ انھیں مجھ پر ابھی تک شک ہے مگر چھوڑو۔"

شوطار نے میری کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ اُس نے یہ سب کچھ عزت جانا اور میری شدتوں کا خیر مقدم کیا۔ فلورا نے میرا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا تھا جب میں حصار کی دیوار تک پہنچا تو میں نے فلورا سے ہاتھ چھڑا کے شوطار کے چہرے کی طرف دراز کیا۔ اُس نے اپنی زلفوں کا ایک لچھا میرے حوالے کردیا۔ میرا اشارہ شوطار جیسی ذہین اور باکمال لڑکی ہی سمجھ سکتی تھی۔ مجھے اس وقت اس پر بڑی محبت آئی۔ دیوار کے پار میں نے وہ زلفیں پھینک دیں کئی بوڑھے ساحر چیخ مار کے گرے اور اُن کے ہاتھ پاؤں شوطار کی زلفوں میں اُلجھ گئے جیسے اُن کے پیروں میں زنجیریں پڑ گئی ہوں زلفوں کی یہ رسیاں۔ یہ آہنی زنجیریں اتنی دراز ہوئیں کہ جو اُس کے قریب رہا، وہ اُن میں اُلجھ گیا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کے باقی ساحر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں تیز قدموں سے اُن کے درمیان پہنچ گیا۔ "رحم مقدس جابر بن یوسف! رحم۔" اُن کی عاجزانہ فریادوں نے میرا تعاقب کیا لیکن میں انھیں نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

فلورا نے بھی میرا ہاتھ دبا کے مجھے اُن پر رحم کے لیے اُکسایا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا مقصد جارحانہ نہیں تھا۔ وہ میری تلاش میں اِدھر آنکلے تھے اور یہ سب ریماجن کے اشارے پر ہوا۔ وہ اپنی تعداد کی برتری کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

جس وقت میں بستی میں داخل ہوا میرے ایک کاندھے پر شوطار سوار تھی دوسرے پر فلورا۔ شام ہوچکی تھی اور بستی میں چراغاں کا سا منظر تھا ایسا معلوم ہوتا تھا بس تاریک برِ اعظم فتح ہوچکا ہے اور اب کوئی غم نہیں۔ انگروما کے لوگوں نے ایسی بدمست رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ جگہ جگہ شراب لنڈھائی جارہی تھی۔ شور مچ رہا تھا۔ ڈھول کی تال پر مدہوش لوگ رقص کررہے تھے۔ جانوروں کا خون راستوں پر بہہ رہا تھا۔ طرح طرح کی ساخت کے بنے ہوئے بلبلوں کے سنکھوں کی آواز ساری آوازوں پر غالب آگئی تھی۔ کسی شخص میں کوئی نظم نہیں تھا۔ اُن کے حلقوم سے مختلف قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں، ہر شخص متحرک رہا تھا یا ہنس رہا تھا۔ روشنیوں میں ان کے سیاہ جسم چمک رہے تھے اور جگہ جگہ الاؤ پر گوشت بھونا جارہا تھا۔ یہ انگروما کے منظم اور سنجیدہ لوگ تھے، کیسے دیوانے ہوگئے تھے۔ ایک دن میں کیا سے کیا ہوگیا تھا۔ سُننے والے ولی پر شاید ان کا اعتماد اُٹھ گیا تھا۔ بس جو کچھ تھا، وہ ابھی سمیٹ لینا چاہتے تھے۔ میں اُن کے درمیان سے گزرا تو انھوں نے مجھ پر شراب اُچھالی۔ انھوں نے یہ جسارت میری تائیدی نظریں دیکھ کر ہی کی تھی کیونکہ میں خود اُن کی مستیوں میں شامل تھا، میرے ہاتھ پھولوں سے بھرے ہوئے تھے جو میں اُن کی جانب اُچھالتا جاتا تھا۔ انگروما کی ہر گلی میں قیامت مچی ہوئی تھی۔ وہ بڑھ بڑھ کے فلورا اور شوطار کے پاؤں چاٹتے اور اس طرح میری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ قبل از فتح انگروما کے لوگوں کی یہ سرمستی ریماجن پر تازیانے کا کام کررہی ہوگی۔ اِدھر جارا کا کا کی مخصوص عبادت گاہ کے میدان میں انگروما کے تمام بڑے لوگوں کا اجتماع تھا جو کڑی ریاضتوں اور عبادتوں میں مشغول تھے۔ اِدھر میں تھا کہ کسی فاتح بادشاہ کی طرح فلورا اور شوطار کو کاندھوں پر بٹھائے ہر سمت سے گزر رہا تھا۔ وہ میرے استقبال کے لیے زمین پر لوٹنے لگتے تھے اور طرح طرح اپنی عقیدت کا اظہار کررہے تھے۔ وہ رات میں نے انھی کے ساتھ گزاری اور اُن کا لطف بڑھانے کے لیے مختلف قسم کے شعبدے کرتا رہا۔

کوئی نہیں سویا۔ تین دن تک ساحر ساحرانہ اعمال میں، عابد عبادت میں اور عام لوگ خرمستیوں اور عورتوں میں غرق رہے۔ میں یہ سارا تماشا دیکھتا رہا۔ میں نے باقاعدہ مشترکہ عبادت میں شرکت کی لیکن میں نے انگروما کے بوڑھوں کی سوال طلب نگاہوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جتنا وقت گزر رہا تھا، بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ فلورا اور شوطار ہر وقت میرے ساتھ رہتی تھیں اور فلورا جب کوئی نکتہ آفریں بات کہنے کی خواہش کرتی تو میں شوطار کی سماعت معطل کردیتا۔ آخر جب ریماجن کا کوئی نمائندہ نہیں آیا تو میں نے چوتھی رات تمام لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور انھیں قطعی خاموش ہونے کا حکم دیا۔ میرے حکم کے بعد ایسی خاموشی چھا گئی جیسے انگروما میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ میں زمین پر جھک گیا۔ میری تقلید میں سب نے یہی عمل کیا۔ جب میں اُٹھا تو وہ سب اُٹھ گئے۔ میں نے شپال ہجوم کے درمیان پھینک دی جہاں یکلخت انسانی چیخوں کا ایک دھماکا سا ہوا۔ لوگ درد و کرب سے چلاتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ میرے ہاتھوں کی جنبش جاری تھی۔ جہاں شپال گری تھی، وہاں کی زمین سے آگ اُبلنے لگی تھی۔ میرے ہاتھوں کی وسعت جیسے جیسے بڑھتی گئی، آگ نے پھیلنا شروع کردیا اور لوگ اُس کی لپٹوں سے چلاتے، آہیں بلند کرتے پیچھے ہٹنے لگے۔ یہ دیکھ کے گردوٹا، امرتا اور گورمے میرے نزدیک آگئے اور ہیبت ناک ساحرانہ عبادتیں کرنے لگے۔ آگ کا مرکز اتنا چوڑا اور لمبا ہوگیا کہ درمیان میں تھوڑی دیر میں آگ کا ایک دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا جس کے ساحل پر لوگ بُری طرح چیخ رہے تھے۔ آگ کا یہ سیلاب اتنی تیزی سے چاروں طرف بڑھ رہا تھا کہ خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے بے شمار آدمی کچل گئے۔

"مقدس جابر!" بوڑھے ساحروں نے میرے قدموں میں سر رکھ کے گریہ زاری شروع کردی۔ "مقدس جارا کا کا کے لیے یہ تماشا بند کرو۔ ہم تمھاری برتری کے قائل ہیں۔ ہم تمھارے آگے سر جھکاتے ہیں۔ یہ آگ انگروما کو جلا کے رکھ دے گی۔"

"چپ رہو۔" میں نے انھیں دھمکی دی۔ "ابھی اور جگہ چاہیے۔"

"کیسی جگہ؟" وہ ہذیانی انداز میں بولے۔

"ہمارے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔" میں نے اپنے عمل کے دوران میں کہا اور میرے ہاتھ ایک جگہ جا کے ٹھہر گئے۔ اگر اُن کی سمت جنوب اور شمال کے انتہائی جانب ہوجاتی تو انگروما کے لوگوں کو اس آگ سے کہیں پناہ نہ ملتی۔ میں نے اپنے ہاتھ اتنے ہی پھیلائے جتنی جگہ کی ضرورت تھی۔ اِدھر وہ جارا کا کا کے فلک شگاف اور دل دوز نعرے بلند کررہے تھے لیکن میرے انہماک کا عالم جوں کا توں تھا۔ ایک بہت بڑے میدان میں شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ جیسے ہی میں نے اپنے ہاتھ گرائے شعلوں نے اس سے آگے وسیع ہونا بند کردیا۔ میں نے اطمینان سے سر اُٹھایا اور اپنی تخلیق کردہ تابندہ آگ کی طرف دیکھنے لگا۔ طلسم دانوں کے کارخانے میں آگ سب سے نمایاں مظہر ہوتی ہے۔ مجھے آقا بلا کا ممنون ہونا چاہیے کہ اُس نے زارشی کے صحرا میں بھیج کر مجھے آگ کے کھیل میں طاق کردیا تھا۔ شپال میری ریاضتِ آتش کی سند تھی اور اس امر کی ضمانت تھی کہ مجھ پر اس قسم کا کوئی شعبدہ کارگر نہیں ہوگا۔ وہ سرفراز آگ بیچ میدان میں اُگلنے کے بعد میں نے اپنا رخ دائیں جانب کردیا اور میرا رحال رواں ایک نئے عمل کے دوران میں لرزنے لگا۔ میں نے گورمے کی گردن سے ایک مالا کھینچ کے اُس کے دانے آسمان کی طرف اُچھال دیے جو واپس نہیں آئے اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں شوطار کے منھ میں دے دیں۔ اُس نے ایک لمحے جھجک کا اظہار کیا مگر دوسرے ہی لمحے میری سُرخ آنکھیں دیکھ کے انگلیوں کے پورے اپنے دانتوں سے کاٹنے شروع کردیے۔ وہ شدید اذیت میں مبتلا تھی اور میری انگلیاں اپنے خنجر دانت سے زخمی کررہی تھی۔ یہاں تک کہ انگلیوں میں سوراخ ہوگئے اور اس کا منھ میرے خون سے تر ہوگیا۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ خون کے قطرے مسند پر گرنے لگے پھر میں نے گردوٹا کے سر پر بیٹھا ہوا نیولا جھپٹ کے اُٹھایا اور اُس کے منھ میں اپنی انگلیاں دے دیں۔ مسند پر سبھی ساحر زمیں بوس ہوگئے۔ مقدس نیولے نے میرا خون چوس لیا اور مدہوش سا ہوگیا۔ میں نے پھر اسے آگ کی نذر کردیا۔ میرے اس اقدام پر چیخ پکار مچ گئی۔ گردوٹا کی آنکھیں پھٹ گئیں اور امرتا نے بڑھ کر میرا کاندھا پکڑ لیا۔ میں نے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ "مقدس جابر بن یوسف!" خوف سے اُس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ "تم نے مقدس جارا کا کا کو آگ کی نذر کردیا ہے۔"

"کہاں؟" میں نے جھنجلا کے کہا۔ "پیچھے ہٹ جاؤ اور میری عبادتوں میں دخل مت دو۔" یہ کہہ کے میں نے ہاتھ بلند کیا۔ آگ کے شعلوں سے گزر کے نیولا ناچتا ہوا اچانک مسند پر چڑھا اور میرے پیروں پر جھولتا ہوا شانے پر ایستادہ ہوگیا۔ اُس نے اپنے منھ سے شپال اُگل دی۔ اور میرے شانے پر ناچنے لگا۔ وہ سب انگشت بدنداں تھے۔ میری انگلیوں سے اب بھی خون جاری تھا۔ میں نے ہاتھ جھٹک کے خون کے قطرے دائیں طرف پھینکنے شروع کردیے۔ جہاں جہاں یہ قطرے گرے وہاں موت نازل ہونے لگی۔ زمین جب اُن قطروں سے سیراب ہوئی تو اس نے ایک کروٹ لی۔ دور دور نزدیک ایک دہشت انگیز گڑگڑاہٹ اُبھری جیسے زلزلہ آگیا ہو اور سب کچھ تباہ ہونے کو ہو لیکن میرے ہاتھ سے گرتے ہوئے خون کے قطرے گرد میں لیتی اور چنگھاڑتی ہوئی زمین میں جذب ہوکے جلتے ہوئے سیال آتشیں مادے کی صورت اختیار کرنے لگے۔ یہ آتش فشاں لاوا رفتہ رفتہ تڑپتے جلتے اور آہ و فغاں کرتے ہوئے انسانوں کے درمیان سے گزرتا میرے اشارے پر دائیں سمت راستہ بناتا بہتا رہا۔ بے شمار لوگ اس کھولتی ہوئی آتشِ سیال میں تحلیل ہوگئے۔ درمیان میں جو رکاوٹ آئی، وہ پیادہ چٹ کرگیا اور ایک چوڑی گلی اپنا راستہ بڑھاتی رہی تا آں کہ وہ ایک غار کے سامنے رک گئی۔ سیال مادے کے بہتے ہوئے دریا نے غار کے پتھر سے ٹکرانا شروع کردیا۔ یہ ایک طویل فاصلہ تھا لیکن مجھے صاف نظر آرہا تھا۔ ایک سیدھا اور صاف راستہ۔ ساحروں نے اس گلی میں جھانک کے دیکھا تو لرزہ براندام ہوگئے اور امرتا نے دہشت سے میرا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گرا دیا۔

"مقدس جابر! نہیں نہیں۔" وہ دہاڑنے لگا۔ "انھیں مت طلب کرو۔ مقدس ریماجن نے انھیں آخر وقت میں آزاد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

"اسے ڈر ہے کہ کھلی فضا میں آکے وہ باغی ہوجائیں گی اور پھر انھیں وہ قابو میں نہیں کرسکے گا۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "وہ انھیں زنجیریں پہنا کے سمندر میں لے جائے گا۔ جالوش سے اُس نے انھیں آزاد فضا میں رہنے اور پابند رکھنے کا عمل کیوں نہیں سیکھا؟"

"ہم انھیں آزاد کرسکتے تھے مگر قبل از وقت یہ خطرہ کیوں مول لیتے۔" اُس نے عاجزی سے میرے قدموں میں سر رگڑنا شروع کردیا۔

"وہ اب میری تابع ہیں اور میں انھیں انگروما کے جشن میں شرکت کی دعوت دے رہا ہوں۔" میں نے اعتماد کے لہجے میں کہا۔

"اگر وہ آسمانوں میں کوچ کرگئیں تو ہم کبھی سربلند نہ ہوسکیں گے۔"

مقدس ریاجن کا عندیہ معلوم کر لو مقدس جابر!"

"ہو۔ ریاجن!" بے اختیار میں نے نفرت سے کہا لیکن پھر مجھے اپنے لہجے پر قابو ہو گیا "اس نے مجھے سیاہ و سفید کا مختار بنا دیا ہے۔"

امرتا نہیں مانا بلکہ میرا دایاں ہاتھ پکڑ کے جھول گیا۔ وہ ایک بہت بڑا ساحر اور ریاجن کا نائب تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر وہ گڑگڑانے اور فریاد کرنے لگا۔ نتیجۃً میں نے اپنی ٹھوکر سے اس کا جسم خود سے دور کیا۔ میرا ہاتھ آزاد ہو گیا تھا اور امرتا نے اس کے بعد کوئی جرأت نہیں کی تھی۔ میرے اشارے سے غار کا دہانہ کھل گیا اور سیال مادہ اندر داخل ہو گیا۔ امرتا کو گروٹا اور گورمے نے سہارا دے کے اٹھایا اور اب وہ ایک طرف چپ چاپ کھڑا ہو گیا تھا۔ جب سیال مادہ غار میں داخل ہوئے چند لمحے گزر گئے تو میں نے بلند آواز میں کہا "کاہو! میرے دوست! باہر آ جاؤ اور اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لے آؤ۔ تمھارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے عہد نبھایا۔ راستہ صاف ہے اور کوئی رکاوٹ درمیان میں نہیں ہے۔ تم سیدھے میرے پاس آؤ۔"

انگرودما کی ساری آبادی دم بخود تھی۔ میرے آواز دیتے ہی غار سے دھویں کے سفید مرغولے برآمد ہونے شروع ہو گئے۔ میرے دونوں ہاتھ انھیں خوش آمدید کہنے کے انداز میں کشادہ تھے۔ یہ دھواں تیزی سے میری بنائی ہوئی گلی میں داخل ہوا اور مسند کے قریب پہنچ کے اس میدان میں جمع ہونے لگا جہاں تھوڑی دیر پہلے سرخ آگ فروزاں تھی اور اس کے کناروں پر انگرودما کے خوف زدہ لوگ کھڑے تھے۔ درمیان کا حصہ مثلث میدان کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ "خوش آمدید کاہو! خوش آمدید میرے جاوداں ساتھیو! یہاں اس میدان میں قیام کرو اور اپنے قدیم جسموں میں آ کے مضطرب ہجوم کو یقین دلاؤ کہ تم ان کے ساتھ ہو اور جابر بن یوسف کے اطاعت گزار ہو۔" میرے بلیغ اور شائستہ خیر مقدمی بیان کا یہ اثر ہوا کہ غار سے برآمد ہونے والے بادلوں کے یہ گروہ شکلیں بدلنے لگے اور آناً فاناً جیتے جاگتے انسانوں کا ایک اژدہام نمودار ہو گیا۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ میں نے جو وسیع جگہ ان کے لیے بنائی تھی، وہ ہر طرف سے پُر ہو گئی اور بادلوں کا کوئی مرغولہ ایسا نہیں رہا جس نے اپنی قدیم شکل اختیار نہ کر لی ہو۔ وہ سب مجسم ہو گئے تو کاہو سب سے آگے آیا۔ اس کے ہاتھ میں آقا بلا کا مجسمہ دبا ہوا تھا۔ فرطِ مسرت سے میرا تمام غضب رفع ہو گیا۔ "معزز کاہو!" میں نے سرشاری کے لہجے میں کہا "تمھارا کام ختم ہوا۔ میں تمھیں آزاد کرتا ہوں۔ اب میں خود اس مجسمے کی نگہبانی کر سکتا ہوں۔ لاؤ یہ مجھے دے دو۔"

کاہو مسند کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے تعظیم دی پھر دونوں ہاتھوں میں احترام سے اٹھایا ہوا مجسمہ میرے حوالے کر دیا۔

"اپنی امانت واپس لو مقدس جابر!" اس نے عقیدت سے کہا "جارا کاکا کی روح تم پر مہربان رہے۔ اب میری روح سکون سے اپنے مسکن میں چلی جائے گی۔ مجھے یقین ہے اب تمھیں میری ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میں تمھارا احسان مند ہوں کاہو! بلاشبہ اب میں تمھیں کوئی زحمت نہیں دوں گا۔ تم آسمانوں میں آرام کرو۔ کبھی ہماری ملاقات دوبارہ ہو جائے گی۔ اس عرصے کے لیے جدائی ہے۔" میں نے اس کی پیشانی پر اپنا انگوٹھا ثبت کرتے ہوئے کہا اور آقا بلا کا مجسمہ اس سے لے لیا۔ انگرودما کے لوگوں کے سامنے آقا بلا کا مجسمہ اور میری بےتابی ایک خوش گوار بات نہیں تھی مگر میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اسے سینے سے لگایا، اس کی آنکھیں چومیں، اس کے لبوں کو بوسہ دیا اور آقا بلا کی رقیب شوطار کو بلا کے مجسمہ اس کے حوالے کیا۔ شوطار اسے لیتے ہوئے ہچکچائی مگر میری غضب ناک آنکھیں دیکھ کر رہ گئی۔ اس نے تمام تر احتیاط سے مجسمہ اٹھایا۔ میں نے ایک عمل پڑھ کر اس کے گلے میں ایک مالا ڈال دی جو اس بات کی علامت تھی کہ شوطار مجھ سے غداری کی مرتکب نہیں ہو سکے گی اور اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے مجھے خبر ہو جائے گی۔ ساتھ ہی میں نے مجسمے کی مزید حفاظت کے لیے چوبی اژدہا شوطار کی گردن میں ڈال دیا۔ تمام ساحر حیران نظروں سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے کہ میں کون سے عمل پڑھ رہا ہوں۔ کاہو نے آخری بار میرے سامنے عقیدت سے سر جھکایا اور بادلوں کی شکل اختیار کر کے آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ روحوں میں اس کی آزادی سے ایک اضطراب سا پیدا ہوا جو میں نے محسوس کر لیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتیں میں اپنے حلق اور سینے کی تمام توانائی کے ساتھ ان سے مخاطب ہوا۔ میں نے پُرجلال آواز میں کہا۔

"اے مقدس روحو! تمھاری آزادی بھی قریب ہے۔ اب دنوں اور گھنٹوں کی بات ہے۔ مجھے زمین پر رہنے کی وجہ سے تمھارے کرب کا اندازہ ہے۔ ایک بہت بڑے مقصد کے لیے تمھیں زنداں میں بھیجا گیا تاکہ تم ہمارے لیے وہ کارنامے انجام دو جو ہم اپنے جسموں کی قید میں رہنے کے سبب انجام دینے سے قاصر ہیں۔ تمھاری طاقتیں بالا ہیں کہ تم پر جسم کی قید اور زمان و مکاں کی فکروں سے تمھارا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے تمھیں آزاد کیا ہے اس لیے کہ میں تمھیں دوبارہ واپس بلانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں۔ تمھیں پنجرے میں بند کر سکتا ہوں اور شدید ترین اذیتیں پہنچا سکتا ہوں۔ میرے پاس ساحرانہ علوم کے وہ ہتھیار ہیں جو تمھارے پیروں میں زنجیریں ڈال سکیں لیکن میں نے تمھیں آزاد کر دیا ہے تاکہ تم تاریک برِاعظم کی تسخیر سے انگرودما میں ہونے والے یادگار جشن میں شریک ہو سکو اور زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہوئے دلکش یادیں ساتھ لے کے جاؤ۔ اس طرح تمھارے زنداں میں رہنے کی اذیت کا کچھ تدارک بھی ہو جائے گا۔ تمھیں انگرودما کے قیام کی وجہ معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ جالوش کے پاس بھی تمھارے ساتھیوں کی ایک بڑی فوج موجود ہے۔ ہمیں اسی لشکر سے مقابلہ کرنا ہے اور جالوش کا غرور توڑنا ہے۔ یہ کام ہم مقدس جارا کاکا کی خوشنودی کے بغیر تمام نہیں کر سکتے۔ میں تمھیں مژدہ سناتا ہوں کہ ہمیں اس کی تائید حاصل ہے۔ سُنا تم نے؟ کیا میری باتیں تم پر واضح ہو رہی ہیں؟"

جواب میں انھوں نے سر جھکا لیے۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اور یہ وعدہ کسی عام ساحر کا وعدہ نہیں جابر بن یوسف کا وعدہ ہے کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تمھیں عزت کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا۔ حالانکہ میں تم سے یہ عہد بہ جبر کرانے کی قوت بھی رکھتا ہوں کہ تمھیں ہمارے شانہ بشانہ جنگ آزما ہونا ہے لیکن میں ایک شریفانہ معاہدہ اپنے اور تمھارے درمیان دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اس معاہدے کے بعد کسی نے رخنہ اندازی کی کوشش کی تو میری ساحرانہ قوتیں اس کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں گی اور میں تمھیں آزاد کر کے ہی سکون کا سانس لے سکوں گا۔ کیا تم میری باتوں پر یقین کرتے ہو؟"

ایک ساتھ بہت سی آوازیں بلند ہوئیں "ہم تمھارے ساتھ ہیں۔"

"تمھارا شکریہ کہ تم نے جلد ہی میری بات کا یقین کر لیا اور کسی تردد کا اظہار نہیں کیا۔ آج سے تم میری اطاعت گزار اور میرے حکم کی پابند ہو گئیں۔ کیا تمھیں کوئی اعتراض ہے؟" میں نے امرتا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں نہیں۔ ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں۔" انھوں نے بیک زبان کہا۔

"تو تم آزاد ہو۔ میں نے انگرودما کے دروازے تم پر کھول دیے ہیں۔ مجسم ہو جانے کے بعد یقیناً تمھیں بہت سی ضرورتیں ہوں گی۔ سو یہاں جو کچھ ہے وہ تمھارے لیے ترجیحی طور پر موجود ہے۔ انگرودما کا یہ جشن جارا کاکا کی مزید حمایتیں اور تائیدیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں شب و روز عبادت اور ریاضت کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنی کامیابی کی دعائیں مانگو اور قربانیاں پیش کرو اور اپنے سردار کی اطاعت کرو کیونکہ وہ جارا کاکا کا محبوب آدمی ہے اور اس کا نام جابر بن یوسف ہے۔ تاریک برِاعظم میں اس کی آمد دیوتاؤں کی ایما پر ہی ممکن ہوئی ہے۔"

انھوں نے میری تعریف میں دھیمے نعرے لگائے۔

میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کیا۔ یکایک مسرت کے شادیانوں کا جل تھل آ گیا۔ ڈھول اور سنکھوں کی آوازوں کا شور گونجا۔ انگرودما کے لوگ مسرت سے رقص کرنے لگے۔ مشعلوں کی روشنی میں روحوں کی آمد کا یہ منظر خاصا لرزہ خیز تھا مگر جو خوف شروع شروع میں ان پر مسلط ہوا تھا وہ میرے خطاب، روحوں کے مرتکز ردِعمل اور ان کے گھل مل جانے سے یکسر ختم ہو گیا۔ اب وہ روحوں کی پزیرائی میں جوش اور جذبے سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ مسند پر اور اس کے نیچے انگرودما کے تمام بڑے ساحروں پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ شاید انھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ روحیں میرے احکام کی اس انداز میں تعمیل کریں گی جنھیں انھوں نے عرصے سے زنداں میں محبوس کر رکھا تھا۔ فلورا کا چہرہ میری کامیابی پر تمتمایا ہوا تھا اور وہ میرے قریب کھڑی فخر کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ شوطار آقا بلا کا مجسمہ تھامے ہوئے عجز و انکسار کا پیکر بنی کھڑی تھی۔ روحوں کا یہ جلوس منتشر ہوا اور منتشر کر عبادت گاہ سے ہجوم کے قافلے جانے لگے تو تمام ساحر زمین پر دراز ہو گئے اور انھوں نے پیر چھو چھو کے اپنی وفاداری اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ان میں امرتا بھی شامل تھا جو تھوڑی دیر پہلے بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ میں نے انھیں اٹھایا اور حکمیہ لہجے میں کہا "میں تمھاری عقیدتیں قبول کرتا ہوں۔"

"انگرودما میں تمھاری آمد مقدس جارا کاکا کی ایما سے ہے۔" ایک بوڑھے نے اپنی مرتعش آواز میں کہا۔ "مقدس جابر! اب کوچ میں کیا دیر ہے؟"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ مجھے وہ آواز ریاجن کی معلوم ہوئی۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی "معزز بوڑھے! ایک انتشار ختم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے فتنے کھڑے ہو جائیں۔"

"میں سمجھا نہیں مقدس جابر؟ تمھاری گفتگو ارفع و اعلا ہے۔ ازراہِ کرم وہ باتیں کرو جو ہماری سمجھ میں آتی ہوں۔" بوڑھے نے جرأت سے کہا۔

"اب تمھیں مقدس جارا کاکا کی تائید حاصل ہے۔" میں نے زہرخند سے کہا "اور جالوش کے مجسمے کی تباہی سے نیک شگون مل چکا ہے۔ تم میرے بغیر بھی آقا بلا کی زمینوں پر حملہ کر سکتے ہو۔"

"آہ۔" بوڑھے نے گہری سانس لی۔ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ کاش ایسا ممکن ہوتا مگر وہ سرد آہیں بھرنے لگا "مقدس جابر تمھارے جیسے بڑے ساحر کے بغیر یہ مہم ممکن نہیں ہے۔"

"تم ایک تجربہ کار شخص ہو بوڑھے لانسی!" میں نے اس کا نام لیتے ہوئے کہا "تم جانتے ہو گے کہ اس گریز کا سبب کیا ہے؟ میں ایک عمدہ فضا کا خواہش مند ہوں۔ میں ایک حریص شخص نہیں ہوں۔"

"بے شک۔" وہ سر ہلا کے بولا "اسی لیے سب تمھاری تعظیم کرتے ہیں۔"

"تو انھیں سمجھنا چاہیے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

اس کے جواب دینے کے بجائے امرتا سامنے آیا اور عاجزی سے بولا۔

"مقدس جابر! ہمارے درمیان پہلے سے شرائط طے ہو چکی ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ان شرائط کو تمام و کمال انجام دینے کے لیے میں اس کی جزئیات کے بارے میں تشریحات ضروری سمجھتا ہوں۔"

"میں تمھاری ہر بات ریاجن کو منتقل کرنے کو تیار ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"لیکن میں براہِ راست ریاجن سے مخاطب ہونا پسند کروں گا۔ مقدس روحوں کے سامنے معزز ساحروں اور عالموں کے سامنے ہم دونوں بہتر تجویزوں پر غور کر سکتے ہیں۔"

فلورا نے اسی لمحے مجھے کہنی مارتے ہوئے کہا "تمھارا لہجہ اس قدر شدید نہیں ہونا چاہیے۔"

"سنا تم نے امرتا اور بوڑھے لانسی؟" میں نے فلورا کی خاطر کسی قدر نرمی سے کہا "کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ تاریک برِاعظم کی تسخیر کے بعد امن و سکون کی زندگی بسر کرو؟ یاد رکھو کہ ہمارے درمیان ایک چنگاری ابھی موجود ہے جو کسی وقت بھی شعلہ بن سکتی ہے۔ میں نے اپنے علم و فضل سے اس پر غور کیا ہے ورنہ میں تمام امور سے دست بردار ہوتا ہوں اور انگرودما کی زمین ترک کر دیتا ہوں۔ آقا بلا کا یہ مجسمہ میرے ساتھ رہے گا اور میرے انگرودما سے رخصت ہونے میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا کیونکہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ اتنا ہی ہے جتنا تمھاری آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔" یہ کہہ کے میں مسند سے نیچے اتر آیا۔ تمام ساحر اور عالم احتراماً میرے عقب میں لپکے لیکن شوطار اور فلورا کے سوا کوئی میرے برابر چلنے کی ہمت نہ کر سکا۔

انگروما میں جو رنگارنگ جشن جاری تھا۔ روحوں کی شمولیت کے بعد اُس میں اور سرگرمی پیدا ہو گئی تھی۔ میں شہطار اور فلورا کے ساتھ گردنا کے پختہ مکان میں چلا آیا اور وہاں مشاورت کے وسیع ایوان میں میں نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ انگروما کی منتخب عورتیں میرے روبرو حاضر کریں، رقص کا اہتمام کیا جائے اور جتنی لذیذ غذائیں ممکن ہوں فراہم کی جائیں اور جتنے مشروبات انگروما میں ایجاد کیے گئے ہوں وہ پیش کیے جائیں۔ احکام دینے کے بعد میں نے فلورا کو ایک طرف شہطار کو دوسری طرف اور آقابلا کا مجسمہ درمیان میں رکھ کے پیر پھیلا دیے۔ وہ دونوں میرے سر کے بال اپنی انگلیوں سے ترتیب دینے لگیں اور میرا جسم صاف کرنے لگیں!

ابھی زبان سے یہ حکم ادا ہی ہوا تھا کہ انگروما کی لطیف اور حسین دوشیزاؤں کا ایک طائفہ ایوان میں داخل ہو گیا اور غلام انواع و اقسام کی غذائیں اور مشروبات لے کے حاضر ہو گئے۔ دوشیزاؤں نے ایوان میں چاروں طرف پھول بکھیر دیے اور تتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر پھدکنے لگیں۔ رات کے آخری پہر تک رقص و نشاط کا یہ میلا لگا رہا۔ اِن میں قصرِ آقابلا کی سدا بہار دوشیزائیں بھی تھیں جن کے بدن سرخ اور گلابی تھے اور سیاہ فام لڑکیاں بھی تھیں جن کے بدن مشعلوں کی روشنی میں ارغوانی شراب کے کٹورے معلوم ہوتے تھے۔ انھوں نے مشترکہ عبادت میں آج رات ہی میرا جلال دیکھا تھا۔ میری ضیافتِ طبع کے لیے وہ اپنے تمام ہنر آزما رہی تھیں۔ میں نے عورتوں اور شرابوں کا یہ بازار دانستہ سجایا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ صبح ہونے سے پہلے ان کا کوئی ہرکارہ آئے گا اور وہ نئی صورتِ حال کے مطابق گفت و شنید کا آغاز کریں گے۔ گو مجھے خود جلد سے جلد توری کی سرزمین پر پہنچنے کا اشتیاق تھا۔ میں آقابلا سے اپنی طاقتوں کی داد پانے اور اُس کی خوشبو سونگھنے کا آرزومند تھا۔ ایسی خوشبو جو کسی دوشیزہ کے بدن میں نہیں ہوتی۔ اُسے دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی تھیں۔ یہ بیان کرنا ممکن نہیں کہ کن نشہ انگیز خوابوں میں دن کٹ رہے تھے۔ نگاہوں میں اس کے جمال کی تجسیم کا تصور اُبھرتا۔ اُس کا خیال آتا تو ایک سنسنی سی جسم میں دوڑ جاتی۔ نس نس میں درد ہونے لگتا۔ سوچتا رہتا، جب ان تمام معرکوں اور ہنگاموں کے بعد اُس سے ملاقات ہو گی تو اس اعزاز کے وقت اوسان کیسے بجا رکھ سکوں گا۔ سرنگا، سرتیا، نوزین، جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد اور شراڈ جب اپنے رفیق کی یہ قدر و منزلت یہ عروج دیکھیں گے اور پہلی بار انھیں اس طلسمی جال سے باہر نکلنے کی اُمید نظر آئے گی تو مسرت سے مر نہ جائیں گے۔ ہیں وہ تماشائی نظریں دیکھنے کے لیے بے قرار تھا جو میری جد و جہد کا حاصل تھیں۔ اِن التوا سے اِن تمناؤں کے بر آنے میں تاخیر ضرور ہو گی مگر اب محفوظ، بہتر اور نتیجہ خیز صورتِ حال سامنے آنے والی تھی۔ اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ اس کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔ بہر حال میں نے ایک جوا کھیلا تھا۔ اپنی زندگی کا سب سے خطرناک جوا۔ اس حقیقت کے عرفان کے باوجود کہ میں نے بچشمِ خود ریماجن کے طلسمی علاقے میں اُس کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا، مجھے اُمید تھی، وہ صرف ایک ساحر ہی نہیں ہے بلکہ سوچنے سمجھنے کی بڑی قوت بھی رکھتا ہوگا۔ وہ یہ موقع ہاتھ سے گنوا کر لامحدود وقت کے انتظار میں سر نہیں کھپائے گا۔ کوئی بھی حکمراں گرم مزاجی سے طویل مدت تک لوگوں پر حکومت نہیں کر سکتا۔ ایک عظیم ساحر کے علاوہ میں اُس سے ٹھنڈے دل و دماغ اور معاملہ فہمی کی توقع رکھتا تھا۔ روحیں کھلی فضا میں آ چکی تھیں اور میرے احکام کی تابع تھیں۔ آقابلا کا مجسمہ میرے پاس محفوظ تھا۔ جالوش کے مجسمے کی تباہی میرے ہاتھوں ہوئی تھی۔ ایک نامعلوم طاقت سرنگا کی دیوی میری پشت پر موجود تھی۔ مجھ میں اقدام، جرأت اور بروقت فیصلوں کی خوبیاں تھیں۔ میں ہتھیلی پر اپنا سر رکھے انگروما میں گھومتا رہتا تھا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں تھی کہ ریماجن غضب ناک ہونے کے بجائے مجھ سے عہد و پیمان کی تجدید پر مائل نہ ہو۔

میری توجہ باہر ہی کی طرف مرکوز تھی۔ ایوان میں رقص و سرود کا نظارہ صرف میری ظاہری آنکھیں کر رہی تھیں، باطنی آنکھیں باہر کا حال دیکھ رہی تھیں۔ ساحروں کی کشمکش کا مجھے بخوبی علم تھا جو ریماجن کے قریب کے لوگوں کو مفاہمت پر اکسا رہے تھے۔ میرے لیے باہر کا یہ منظر اندر کے پرکشش منظر سے زیادہ دلچسپ تھا۔ انگروما میں اس وقت تاریک بحرِ اعظم کی قسمت کے متعلق ہنگامی فیصلے ہو رہے تھے اور میرے سامنے رقص کی محفل گرم تھی۔ فلورا اور شہطار مجھے اپنی قربتوں کا گداز بخشنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جب رقص شباب پر تھا تو میں نے اشارے سے اچانک یہ محفل درہم برہم کر دی۔ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ "کیا ہوا؟" فلورا نے چونک کر پوچھا۔ "وہ آ رہے ہیں۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔

"کون؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"وہی مضطرب لوگ۔ انگروما کے ساحر، ریماجن کے نمائندے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور آج کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔"

"میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں۔" میں نے سرگوشی میں جواب دیا۔ "تم ڈر جاؤ گی۔"

"اب ڈرنے کے لیے مزید کیا رہ گیا ہے؟ وہ تم سے زیادہ خطرناک تو نہیں ہوگا۔ مجھے اُس محفل میں شرکت کر کے لطف آئے گا۔" وہ اصرار کرنے لگی۔ "شاید میں تمھاری کوئی مدد کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے حجت مناسب نہیں سمجھی۔ فلورا اور شہطار کو ساتھ لے جانے میں میری بے نیازی اور بے پروائی کا اظہار ہوتا تھا۔ ایک غلام نے لمحے بھر بعد آ کے وہی کہا جس کا اشارہ میں نے فلورا سے کیا تھا۔ میں نے امرتا کو اندر آنے کا حکم دیا۔ اُس کی آمد پر ایوان میں شہطار، فلورا اور صرف میں رہ گیا۔ رسمی احترام کے بعد امرتا نے درخواست کی کہ میری خواہش کے مطابق ریماجن اپنے نائبین کے ہمراہ مجھ سے گفتگو کے لیے آمادہ ہے۔ میں نے محلِ وقوع نہیں پوچھا۔ شہطار نے پھرتی سے آقابلا کا مجسمہ اٹھایا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑا اور ایوان سے باہر نکل آیا۔ امرتا نے فلورا اور شہطار کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم شراب کے نشے میں مدہوش ناچنے گانے والے لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ ہمیں کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ ہم نے ان عاملوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

ابھی ہم بستی سے نکلے ہی تھے کہ مجھے سرنگا کی دیوی کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔ امرتا نے بھی اُسے دیکھ لیا۔ وہ برق رفتاری سے اس پر خنجر پھینکنے کے لیے پر تول رہا تھا مگر میں نے چیتے کی طرح جھپٹ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دیوی لمحوں میں اوجھل ہو گئی۔ امرتا زمین پر میرے بوجھ کے نیچے دبا ہوا اپنی جسارت کی معافیاں مانگ رہا تھا۔ فلورا کی ایما پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد امرتا کی نظریں زمین سے نہیں اٹھیں۔ جلد ہی ہم گہرے اندھیروں میں لپٹی ہوئی ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ جہاں اندر مدھم روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں اور چمگادڑیں پھڑک رہی تھیں۔ بھانت بھانت کے پرندوں نے ہماری آمد پر اچانک شور مچانا اور پھڑکنا شروع کر دیا تھا جیسے ہم بہت ناپسندیدہ لوگ ہوں۔ فلورا سہم کر مجھ سے چپک گئی البتہ شہطار ثابت قدمی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ آقابلا کا مجسمہ ابھی تک اُس کے سینے سے چمٹا ہوا تھا۔ میں نے اُسے ہدایت کی وہ کسی لمحے میرا ہاتھ نہ چھوڑے۔ عمارت میں جاتے ہی میرے تمام حواس پوری طرح مستعد ہو گئے تھے اور میں نے اپنی تمام آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔ ریماجن کے اس تاریک اور ہیبت ناک طلسم خانے میں بے شمار کمرے تھے۔ فلورا اگر میرے ساتھ نہ ہوتی تو کب کی بے ہوش ہو گئی ہوتی یا مر چکی ہوتی۔ میں نے اسے سنبھالے رکھا۔ امرتا کمروں کے ایک سلسلے سے گزار کے مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا جہاں طاقوں میں مورتیاں نصب تھیں اور چھوٹے چھوٹے چراغ جل رہے تھے۔ اس کے باوجود روشنی لرز رہی تھی اور اندھیرا سا طاری تھا۔ پتھروں کے بڑے مکعبوں پر چار عمر رسیدہ شخص تھے۔ انھیں میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میرے اندر داخل ہونے کے بعد وہ اپنی جگہوں سے اُٹھ گئے اور پیچھے سے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ "جابر بن یوسف کے لیے تمام احترام واجب ہیں۔" ان میں سے ایک بولا۔

"ساحرو! مگر ریماجن کہاں ہے؟" میں نے دلیری سے کہا اور یہاں بھی ریماجن کے نام کے ساتھ مقدس کے لفظ کا اضافہ نہیں کیا۔

"وہ یہیں موجود ہے۔" ان کے لہجوں میں طنز تھا۔

"خوب!" میں نے بگڑ کے کہا۔ "کیا وہ چھپا ہی رہے گا؟"

"مقدس جابر!" اسی شخص نے سلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمارے درمیان پہلے سے ایک معاہدہ ہو چکا ہے اور مقدس ریماجن اس پر قائم ہے۔"

"کیا میں یہاں سے واپس چلا جاؤں؟" میں نے غصے سے کہا۔ "میں ریماجن کی موجودگی میں بات کرنا پسند کرتا ہوں۔"

انھوں نے میرے تیوروں کی تلخی کا اندازہ کر لیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اسی وقت سامنے کی دیوار شق ہوئی اور ایک عظیم شحیم دلوزلو نمودار ہوا۔ وہ ریماجن تھا۔ وہ سب احتراماً اُٹھ گئے۔ فلورا اور شہطار نے بھی اُٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے انھیں جبراً بیٹھے ہی رہنے دیا۔ وہ سامنے کے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ "جابر بن یوسف!" اُس کی بھاری بھرکم آواز گونجی۔ "ریماجن تمھاری عظمتوں کا قائل ہے۔"

"ریماجن!" میں نے اُسی کے لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔ "جابر بن یوسف بھی تمھاری عظمتوں کا قائل ہے۔"

ریماجن نے میری بات سکون سے سن لی اور اپنے ایک نائب کو اشارہ کیا جو میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ "ہم تمھیں پوری حفاظت کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے اور دیوتا اس معاہدے کے گواہ ہوں گے۔" میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑ کے اُٹھایا۔ وہ بُری طرح خوف زدہ تھی۔ میں نے اُس کی تقویت کے لیے اس کا ہاتھ تھامے رکھا تھا۔ "جواب دو۔" میں نے گرج کے اُسے حکم دیا۔

"ہمیں تمھارے بردے کا یقین ہے کیونکہ وعدوں کے گواہ دیوتا ہیں لیکن اس نازک مرحلے پر ہمارے تمھارے درمیان اسی ذیل میں مزید تفصیلات پہلے سے طے ہو جائیں تو یہ مناسب اقدام ہوگا۔" فلورا نے غیر معمولی انداز میں اپنے لہجے پر قابو پا لیا تھا۔

"ہم انھیں جاننا چاہیں گے۔" ریماجن کے ترجمان نے کہا۔

"ہماری خواہشیں زیادہ نہیں ہیں لیکن چند موٹی موٹی باتیں تمھارے گوش گزار کیے دیتے ہیں۔" فلورا نے اس بار دبدبے سے کہا۔ "تاکہ تم اس پر سوچ کے عمدہ فیصلے کر سکو۔ ہماری خواہش ہے کہ تاریک بحرِ اعظم میں جالوش کے زوال کے بعد آقابلا ہی سربراہ ہے اور ہم آپس میں جزیرے تقسیم کر لیں جن پر ایک حصے میں مقدس ریماجن، دوسرے میں مقدس جابر، جالوش کی حیثیت میں تمام امورِ حکومت کی نگرانی کریں۔ مقدس جابر دو تہائی جزیرے مقدس ریماجن کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہے لیکن توری کا جزیرہ جابر بن یوسف اپنے ہی تصرف میں رکھے گا۔ اس کے سوا ریماجن کو انتخاب کا پورا حق حاصل ہے۔ اس امر کی وضاحت کر دی جائے کہ جزیروں کی تقسیم تاریک بحرِ اعظم کے پُراسرار علاقے کی تقسیم نہیں بلکہ آقابلا کی سربراہی میں دو ممتاز شخصیتوں کے اختیار کی تقسیم ہے۔ یہ کام خالص دوستانہ فضا میں انجام دیا جائے گا۔"

میں نے دیکھا کہ ریماجن نے سر اُٹھا کے فلورا کی طرف غور سے دیکھا اور مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ فلورا نے اس کی سرخ انگارا آنکھوں سے کوئی تاثر قبول نہیں کیا بلکہ اپنا بیان جاری رکھا۔ اُس نے رُک کر پوچھا۔ "کیا اس نکتے کی وضاحت کی ضرورت ہے؟"

ساحروں کی آنکھیں ریماجن کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ اُس نے بے پروائی سے ہاتھ اٹھایا۔ "بیان جاری رہے۔" ایک بوڑھے نے فلورا سے کہا۔

"پہلے نکتے کی وضاحت کے بعد ہماری دوسری اور آخری خواہش مقدس ریماجن کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔" فلورا نے تمکنت سے کہا۔ "ہم نے طے کیا ہے کہ توری کے بجائے سب سے پہلے بیزنار میں جالوش کے طلسمی علاقے پر حملہ کیا جائے کیونکہ ہمارا اصل ہدف جالوش ہی ہے۔ جب تک ہم اُس کی سحر گاہ پر قبضہ نہیں کریں گے، ہم اپنے مقصد میں پورے کامیاب نہیں ہوں گے۔" فلورا یہ کہہ کے رُک گئی اور ساحروں خصوصاً ریماجن کو مخاطب

کرکے بولی "ہم نے اپنی خواہشیں پیش کر دی ہیں۔ انھیں شرائط کہہ کے مقدس جابر کے خلوصِ نیت پر شبہ نہ کیا جائے۔ ہم مقدس ریماجن اور اُس کے ساتھیوں کو ہر وقت بہترین تعلقات کا یقین دلاتے ہیں۔ ہماری طرف سے ہمیشہ کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ آخر میں مقدس جابر کی طرف سے میں یہ کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ ہم نے مسلسل غور و فکر کے بعد یہ تجویزیں پیش کی ہیں۔ سو جو کچھ سوچنا ہے وہ اسی ذیل میں سوچنا چاہیے۔ ہاں اگر مشورہ پیش کیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔" میں نے فلورا کا ہاتھ کھینچ لیا، وہ میرے پہلو میں دبک کے بیٹھ گئی اور کمرے میں غیر معمولی سکوت چھا گیا۔

میں نے فلورا کو پھر اُٹھایا۔ وہ کھڑی ہو کے بولی "مقدس ریماجن اور اُس کے ساتھیوں کے پاس ہماری خواہشوں پر سوچنے کے لیے وقت پڑا ہے۔ ہمیں اپنے فیصلے سے کسی بھی وقت مطلع کر دیا جائے۔ اسی وقت ہم سمندر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر تاریک برِاعظم ہمارا ہو گا۔ اس کی تمام عبادت گاہوں پر ہمارا تسلط ہو گا۔ اس کی عورتیں ہمارے استقبال کے لیے اپنی زلفیں زمین پر بچھائیں گی۔"

فلورا خاموش ہو گئی تو میں نے ریماجن کے چہرے پر کچھ پڑھنے کی کوشش کی مگر وہ ایک بے نقش ستون تھا۔ پھر وہاں قبروں کا سناٹا چھا گیا اور ساحر ایک پتھر پر لکیریں بناتے اور انھیں مٹاتے رہے۔ ریماجن بغور یہ لکیریں دیکھتا رہا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مستقبل میں جھانکنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور انھیں کوئی واضح جواب نہیں مل رہا ہے۔ میں اس سکوت سے اُکتا گیا اور اچانک کھڑا ہو گیا۔ "مقدس ریماجن!" فلورا نے میرے اُٹھتے ہی کہا "ہم جا رہے ہیں تاکہ تمھیں غور کرنے کا وقت مل جائے۔ مقدس جابر بن یوسف کی جانب سے تمھارے لیے بہترین تمنائیں۔ اُس کی دُعا ہے کہ جارا کاکا تم پر مہربان رہے اور تم ایک بہتر فیصلہ کر سکو۔"

ہم وہاں سے اُٹھنے لگے۔ دروازہ بند تھا۔ امرتا میری طرف لپکا۔ میں نے اُسے وہیں ٹھیرنے کا حکم دیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے یہ دروازہ ہم پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ شاید ہم کبھی باہر نہ جائیں مگر یہ کمزور خیال ہَوا کے مانند آیا اور گزر گیا۔ مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آئی۔ میری ایک وحشت اثر نظر سے دروازے کے پٹ کھل گئے لیکن ابھی ہم نے باہر جانے کے لیے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ آواز آئی "ٹھیرو!" میں نے بہ عجلتِ ممکنہ شوطار کو اندر کھینچ لیا اور دروازے پر کھڑے ہو کے وضاحت طلب نظروں سے انھیں دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ مقدس جابر!" ایک بوڑھے کی شفیق آواز اُبھری اور اُس نے ایک ایک قدح میرے، شوطار اور فلورا کے ہاتھوں میں دے دیا "بلوری کا علاقہ تمھارے تصرف میں رہے گا مگر آقابلا کی سربراہی کا مطلب یہ ہے کہ آقابلا کا قصر ایک آزاد علاقہ رہے گا جہاں مقدس جابر اور مقدس ریماجن دونوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔"

"بے شک!" فلورا نے مستعدی سے جواب دیا۔

"اور آقابلا کو اس معاہدے میں مزید کسی ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل نہیں ہو گا۔ وہ بے چون و چرا ہمارے درمیان ہونے والی تقسیم کا خیر مقدم کرے گی۔"

"یقیناً" فلورا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "حالانکہ اُس کی حیثیت ایک حکمراں کی ہو گی اور اسے اقتدارِ اعلا حاصل رہے گا لیکن وہ ہمارے آپس کے معاملوں سے بے نیاز اپنے بلند مقام پر فائز رہے گی۔ اُس کا احترام ہم سب کے لیے مقدم ہو گا کیونکہ وہ مقدس جارا کاکا کی نمایندہ ہے۔"

"کیا تمھارا مدعا یہ ہے کہ وہ تنازعے جو مقدس ریماجن اور مقدس جابر کے درمیان ہوں گے اس میں وہ خاموش رہے گی یا ثالث کا کردار ادا کرے گی؟"

"ہم اُس سے یہی درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے معاملوں میں دخل نہ دے تاوقتیکہ ہم خود اُس سے ثالثی کی گزارش نہ کریں۔"

"اور اگر اُس نے ہمارا مطالبہ درخورِ اعتنا نہ سمجھا؟"

"معزز ساحرو!" فلورا نے مسکرا کے کہا "یہ معاہدہ انگرِوما کے مقدس ساحر ریماجن اور پندرہ جزیروں، سولہ قبیلوں کے سردار، عظیم ساحر مقدس جابر بن یوسف کے مابین طے پا رہا ہے لیکن اسے مقدس جارا کاکا کی تائید حاصل ہے۔ اُس کی حمایت کے بغیر نہ ہم تاریک برِاعظم کی تسخیر کا خیال کر سکتے ہیں، نہ اس زمین کے مفاد کے خلاف کوئی قدم اُٹھا سکتے ہیں۔ ہمیں یہ امر پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ انگرِوما کے لوگوں کو پہلی بار اُس کی خوشنودی کا اشارہ ملا ہے اور کوئی عجب نہیں کہ اُسی نے مقدس جابر کو انگرِوما میں بھیجا ہو۔ مقدس آقابلا مقدس جارا کاکا کی شہادت کے ساتھ ہونے والے ہر معاہدے کا خیر مقدم کرے گی۔ اُس کا اقتدار بہرحال محفوظ رہے گا، سو وہ غیر ضروری دخل اندازی سے خود بخود گریز کرے گی۔"

وہ سب گہری سوچوں میں گرفتار ہو گئے۔ ہم نے اس دوران میں اُن کے پیش کیے ہوئے قدح سے اپنے گلے تر کر لیے۔

"تمھیں مطلع کر دیا جائے گا۔" ریماجن نے ہاتھ اُٹھایا تو ایک بوڑھے نے کہا۔

"ہم انتظار کریں گے۔" فلورا نے خوش دلی سے جواب دیا۔ ہم نے دوبارہ دروازے سے باہر نکلنے کی ٹھان لی۔ میری عجلت کی وجہ یہ تھی کہ میں ریماجن سے اس مسئلے پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خود اُس کی خواہش بھی یہی ہونی چاہیے تھی کہ وہ مزید اُلجھنوں میں نہ پڑے۔ انتظار کرنے کی یہ مہلت ایک رسمی عذر تھا۔ ریماجن نے یہ عذر بھی مسترد کر دیا۔ اُس کے ساتھیوں نے ہم سے دوبارہ بیٹھنے کی درخواست کی۔

"جابر بن یوسف!" دفعتہً ریماجن کی آواز کمرے کے در و بام میں گونجنے لگی۔ وہ اچانک جوشیلے انداز میں میرے قریب آیا اور اُس نے اپنی کہنی سے میری کہنی ٹکرائی اور میری پیشانی کا بوسہ لیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اُس نے میرے بالوں پر بزرگانہ طور پہ ہاتھ پھیرا۔ میں نے بھی عجلت کی۔ اس کے ساتھ یہی عمل دُہرایا۔ اُس نے میرے دونوں کان پکڑ کے سر ہلایا۔ میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے تمام ساتھی کھڑے ہو گئے۔

"میں تمھیں ایک شاگرد سے زیادہ ایک دوست سمجھتا ہوں۔" ریماجن نے اپنے کھردرے لہجے میں کہا۔

"اور میں بھی تمھیں اپنے اتالیق سے زیادہ اپنا دوست سمجھتا ہوں۔" میں نے برجستہ جواب دیا۔ گو اس جواب سے میں خود مطمئن نہیں تھا۔ جوابات بہت سے ذہن میں تھے مگر اُس وقت اس سے زیادہ موزوں کوئی نہیں تھا۔

"تم ایک لائق عندی بچے ہو۔" ریماجن نے گرج سے کہا۔

"اور تم دیر فہم مگر زیرک بوڑھے ہو۔" میں نے مسکرا کے جواب دیا۔ یہ موقع اُس کے ہنسنے کا تھا مگر وہ شاید ہنسنا نہیں جانتا تھا۔ اُس کی شکل آدمیوں سے مشابہ ضرور تھی مگر وہ اپنے رنگ ڈھنگ سے آدمی کا بچہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ "آؤ مقدس جابر بن یوسف! اِدھر بیٹھ جاؤ۔ ہم اچھے دنوں کے تغیر میں جارا کاکا کو گواہ بنا کے معاہدہ سرانجام دیتے ہیں۔"

ہم سب گول دائرے کی شکل میں کمرے کے بیچوں بیچ بیٹھ گئے۔ ساحروں نے درمیان میں ایک بڑا پتھر رکھا۔ پتھر کے اردگرد چراغ جل رہے تھے۔ انھوں نے پہلے تو چند عمل پڑھے اور اپنی انگلیاں میرے اور ریماجن کے منھ میں ڈال دیں اور جلتے ہوئے چراغوں سے انھیں جلا دیا۔ پھر انھی جلتی اور دُھواں دیتی ہوئی سیاہ انگلیوں سے پتھر پر لکیریں بنانی شروع کر دیں۔ یہ کوئی باقاعدہ زبان نہیں تھی لیکن یہی لکیریں طلسمی معاہدوں کے دستاویزی ثبوت سمجھی جاتی تھیں۔ ان کی رمز سے میں بخوبی واقف تھا چنانچہ وہ جو کچھ لکھتے رہے میں اُسے دیکھتا رہا اور میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس پتھر پر نقش کندہ کرنے کے بعد ہم سب کی نسوں سے خون لے کے اس پر بطورِ دستخط ثبت کیا گیا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی پتھر کے آگے رکھ دی گئی۔ ہم دونوں نے حلف کے طور پر معاہدے کی موٹی موٹی شقیں دُہرائیں۔ پھر ہم سب نے مخصوص قسم کی عبادتیں کیں اور ریماجن نے پتھر کو احترام سے بوسہ دیا۔ میں نے فوراً اُس کی تقلید کی۔ ان رسموں سے فراغت کے بعد ریماجن ایک کونے میں کھڑا ہو گیا اور مختلف انداز میں اپنے ہاتھوں اور پیروں کو جنبش دینے لگا۔ ساحروں نے اُس کے اور میرے ہاتھوں میں آہنی کڑے ڈال دیے۔ جن سے یہ مراد تھی کہ مجھ میں اور ریماجن میں دوستی کا گہرا رشتہ موجود ہے۔ ہم دونوں نے اپنے خون میں غسل دے کے جارا کاکا کی کھوپڑیاں بدل لیں۔ آخر جانبین کی طرف سے غیر رسمی طور طریق کا اظہار ہونے لگا۔ ریماجن نے متبرک شراب کے چند چھینٹے مجھ پر اور میں نے اُس پر اُچھالے اور دو چھوٹے زہریلے سانپ مشعلوں کی لو میں جلا دیے گئے۔ ہمارے رخصت ہونے کے وقت ماحول کی پُراسراریت بڑی حد تک ختم ہو گئی تھی لیکن گفتگو سے زیادہ سارا وقت معاہدے کی پائداری کے لیے محیرالعقول رسمیں انجام دینے میں گزر گیا تھا۔ ریماجن نے دروازے پر فلورا کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا اور اُس کی پیشانی پر بوسہ چسپاں کر دیا۔ اُس نے جن نظروں سے فلورا کو دیکھا تھا، وہ مجھے پسند نہیں آئیں۔

صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ تاریک برِاعظم کے مستقبل کے بارے میں ایک اہم ترین فیصلہ کرنے کے بعد ہم بستی کی طرف واپس آ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ساحر بھی تھے جنھوں نے کاندھے پر معاہدے کا پتھر اُٹھایا ہوا تھا۔ سمندر میں ہم نے اُسے غرق کر دیا اور بستی میں نقارے بجوا دیے کہ جشن ختم کیا جائے اور ایک بار مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا جائے۔ سورج چڑھنے سے پہلے سارا انگرِوما ساحلِ سمندر پر پہنچ جائے۔

انگرِوما کی آخری رقت انگیز اور لرزہ خیز عبادت کے بعد سب کا رُخ ساحل کی جانب تھا۔ ریماجن نے معاہدے کی تکمیل میں جو تیزی دکھائی تھی اُس نے مجھے سوچنے سمجھنے پر اُکسایا ضرور مگر اب غور و فکر کا وقت گزر گیا تھا۔ میری طرح فلورا اور شوطار بھی سوچوں میں غرق تھیں۔ میں تمام ہجوم کی کمان بھی کر رہا تھا۔ ساحل پر لاتعداد کشتیاں کھڑی تھیں۔ انگرِوما کا ہر فرد موجود تھا صرف ریماجن نہیں تھا۔ ریماجن بھی جاملوش کی طرح عام نظروں سے دُور رہتا تھا۔ ساحل پر یہ اجتماعِ عظیم ہو گیا تو میں نے اُن کے سامنے ایک مختصر تقریر کی۔ اور کہا "دوستو! زندگی یا موت۔ تمھارے پاس تیسرا راستہ نہیں ہے۔ چلو اور جتنے ہنر تم نے سیکھے ہیں، جاملوش کے عیش پرست اور بزدل ساحروں پر آزماؤ۔"

سمندر میں کشتیاں اُتار دی گئیں اور لمحوں میں دُور دُور تک کشتیوں کا جال بچھ گیا۔ یہ ایک بہت بڑی فوج تھی مگر تاریک برِاعظم کے مقابلے میں بہت کم۔ میری کشتی میں شوطار اور فلورا بیٹھ گئیں اور آقابلا کا بستر کشتی کے بیچوں بیچ حفاظت سے رکھ دیا گیا۔ کشتیاں ابھی تک سمندر میں کھڑی میرے حکم کی منتظر تھیں۔ میرے قریب ہی چاروں طرف برگزیدہ لوگوں کے بڑے بڑے مجمع تھے۔ میں نے آخر وقت میں پلٹ کر انگرِوما کی سرسبز زمین دیکھی۔ سارا جزیرہ سنسان پڑا تھا۔ میرا تذبذب دیکھ کے فلورا نے سرگوشی کی "جابر! کیا تردد درپیش ہے؟ کیا ہم نے کوئی غلط قدم اُٹھا لیا ہے؟ کیا تم مطمئن نہیں ہو؟"

"نہیں۔" میں نے اپنے خیالوں سے چونکتے ہوئے کہا "ہم نے اپنی دانست میں بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔"

"سو اب سوچنا اور مزید اندیشے پرورش کرنا لاحاصل ہے۔" روانگی کا حکم جاری کرو۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ موت ہر تنازعے کا حل ہے اور تمھارے پاس اپنا خنجر محفوظ ہے، یہ فیصلہ تم کسی وقت بھی کر سکتے ہو۔"

فلورا کا جوش دیکھ کے میں حیران رہ گیا۔ میں نے شوطار کی طرف دیکھا، وہ ابھی تک خاموش رہی تھی۔ میری جنبشِ نگاہ پر وہ کھڑی ہوئی اور اُس نے دونوں ہاتھ شاہانہ وقار سے اُٹھا دیے اور شہزادیوں کی طرح حکم دیا "چلو ساتھیو! اپنے قدیم نشیمنوں کی طرف چلو۔ سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھتے رہو اور اپنے تمام ہنر اپنے ذہن میں تازہ کرتے رہو۔"

شوطار کے اعلان کے بعد سمندر میں جیسے طوفان آ گیا۔ میلوں لمبے اور چوڑے فاصلے میں کشتیاں اس انداز سے ترتیب دی گئی تھیں کہ سب سے آگے برگزیدہ لوگ تھے، وہ دعائیں پڑھتے جاتے تھے۔ ان کے پیچھے انگرِوما کے عام

ہوئی تھے درمیان میں میری کشتی تھی جس کے اردگرد تمام بڑے ساحروں کی کشتیاں تھیں۔ پیچھے پھر آگے والی ترتیب تھی۔ ہر طرف چیخ پکار مچی ہوئی تھی۔ انگرومالک کے سرکش لوگ اپنے اپنے نیزے سروں پر اٹھائے جالاکاکا کے نعرے لگا رہے تھے۔ اُن کے ولولے دیدنی تھے۔ ہر شخص بپھرا ہوا نظر آرہا تھا اور مر کٹنے کے لیے قطعی آمادہ تھا۔ ہم نے جلد ہی وہ طلسمی دیوار عبور کرلی جو انگرومالک کے ساحروں کا سب سے بڑا کارنامہ تھی۔ وہ اپنے جزیرے کے لیے ہر سمت ایسا حصار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ جالوش اور آقابلا کی نظریں اس پار دیکھنے سے قاصر تھیں یہی اُن کا کمال تھا۔ جالوش نے کئی بار انگرومالک پر لپٹا ہوا طلسمی پردہ چاک کرنے اور اُسے تہس نہس کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ہر بار وہ اُس پردے سے صرف ٹکرا کے رہ گیا تھا

اِدھر انگرومالک والے اپنی جہادولاری کے اندر اُس کے خلاف نفرتیں پکاتے، بغاوتیں اُبھارتے اور فوج جمع کرتے رہے۔ انھوں نے بے مثال عمل کا مظاہرہ کیا کتنے ہی ساحروں کو تاریک برِاعظم سے اغوا کرلیا۔ جالوش کے ستم رسیدہ لوگوں کو پناہ دی اور خاموشی سے اپنی طاقت بڑھاتے رہے۔ انھوں نے تاریک برِاعظم پر متعدد حملے کیے مگر ان کا حملہ مزید ساحروں عالموں اور عابدوں کے اغوا پر منتج ہوا کیونکہ وہ اُس سے زیادہ کوئی نتیجہ حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ آج پہلی بار وہ میری سرکردگی میں اپنی پوری طاقت اپنے تمام علم و فضل، اپنی تمام آرزوؤں کے ساتھ بیزنار میں جالوش کے آسیبی علاقے کی طرف گام زن تھے۔ کشتیوں کا کارواں تیزی سے منزلیں سر کررہا تھا۔ انگرومالک کی سحرزدہ فصیل عبور کرنے کے بعد جالوش کو ہماری یلغار کا پتہ چل گیا ہوگا اور تاریک برِاعظم میں بڑے پیمانے پر یہ حملہ روکنے کی تدبیریں کی جا رہی ہوں گی۔ میں سوچ رہا تھا جب جالوش کو اس کا علم ہوا ہوگا کہ میں اُس کے دشمنوں کی کمان سنبھالے ہوئے ہوں تو وہ یہ تماشا کتنا آسان سمجھ رہا ہوگا۔ یہ میری زندگی کے عجیب لمحے تھے۔ بعض اوقات مجھے خود یقین نہیں آتا تھا کہ یہ میں ہوں اور یہ سب کچھ واقعی ہو رہا ہے۔ اس سحر وافسوں کی زمین پر آنے والے ایک بدنصیب قافلے کا نوجوان ایک بہت بڑے لشکر کی قیادت کررہا تھا۔ مجھے اپنے تمام دن اور راتیں ایک ایک لمحہ یاد آرہا تھا اور ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اب سب کچھ سمٹ رہا ہے اور نتیجہ نکلنے کو ہے۔ اب وہ درخت پھل دینے کو ہے جس کی آب یاری تیز و تند ہواؤں اور طوفانوں سے بچانے کے لیے کی گئی تھی۔ بیزنار کا فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ میں جس طرف دیکھتا تھا، جالوش کے خون کے پیاسے سمندر پر کود پھاند کررہے تھے۔ میں بیزنار کی زمین قریب آتے وقت گردوپیش سے بے خبر ہوگیا اور میں نے سب سے پہلے آقابلا سے معذرت چاہی۔ اُس کی خدمت میں اپنا شوق اپنا جنون پیش کیا۔ پھر میں نے اپنے ہندی دوست سرنگا سے رابطہ قائم کیا کہ وہ اپنی عظیم ذلوی کو ہر لمحے مستعد رکھے تاکہ مجھے ندامت کا منھ نہ دیکھنا پڑے۔ اس کے بعد مجھے کچھ اطمینان نصیب ہوگیا اور میں نے اس سمندری لشکر پر توجہ دی اُنھیں دوبارہ ترتیب دیا اور اپنی رفتار پہلے سے زیادہ تیز کردی۔ ہم مسلسل آگے بڑھ رہے تھے مگر ایک معلم پُر دھند کی دبیز چادر نے ہمارا راستہ گم کردیا۔ کشتیاں ٹھہر گئیں۔ میں نے ہر بکیا کی مقدس آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو دھند کے اُس پار بیزنار کے ساحل پر جالوش کی کشتیوں کا ایک بہت بڑا لشکر نظر آیا۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا پھر میں نے چند عورتوں کے سر طلب کیے۔ فلورا پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ دہشت دیکھ رہی تھی۔ میرے حکم پر فوراً متعدد سر پیش کردیے گئے۔ ان کے بال جُدا کرکے میں نے اُنھیں سمندر میں پھینک دیا اور روحوں کو حکم دیا کہ یہ دیوار پیچھے کی طرف دھکیلیں۔ میری ہدایت پر تمام روحوں نے اپنی کشتیاں آگے کردیں اور اپنے نیزوں کا پورا زور دھند پیچھے ہٹانے میں صرف کردیا۔ قافلے میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ سامنے کی کشتیاں آگے بڑھیں تو پیچھے کی کشتیوں نے جالاکاکا کے فلک شگاف نعروں کے سائے میں آگے بڑھنا شروع کردیا۔ یہ ایک بہت سُست رفتار حرکت تھی تاہم ہم دھند چیرنے کے بجائے اُسے پیچھے دھکیلتے ہوئے حرکت کررہے تھے اور میں ہر بکیا کی مقدس آنکھوں میں دھند کے پار کا حال دیکھ رہا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح جالوش کو ہر مرحلے پر اپنی غیر معمولی بصارت و بصیرت سے آگاہ کرکے وحشت میں مبتلا کردیا جائے۔ دھند کی یہ چادر پُراسرار مظاہر میں کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ معمولی حربہ تھا اسے آسانی سے چیرا پھاڑا جاسکتا تھا۔ مقابلہ جالوش سے تھا جس کے نام سے تاریک برِاعظم کا پتا پتا لرزتا تھا۔ ہم نے خاصی دور آگے بڑھنے کے باوجود دھند اپنے سامنے سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی لیکن یکایک مطلع صاف ہونے لگا۔ جو کام ہمیں انجام دینا تھا وہ جالوش نے کردیا۔ اس نے جو دیوار خود تخلیق کی تھی اس لیے وہ سحر پر مزید سحرکاریاں کرنے کے موقف میں نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے وہ سحر ہی ختم کردیا۔ ہماری رفیق روحیں پھرتی سے اپنی اپنی جگہ واپس آگئیں اور بہ سرعت تمام مطلع صاف ہوگیا جیسے بادل چھٹے۔ ہم نے ایک عظیم الشان لشکر بیزنار کے ساحل پر منڈلاتے دیکھا۔ ہمارے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہیں تھا۔ ساحل کی ایک اونچی چٹان پر جالوش موجود تھا اور پوری طرح فعال اور مستعد تھا۔ اُس کی انگلیاں اپنے کو احکام دے رہی تھیں اور اُس کے لب تیزی سے ہل رہے تھے۔ اس کے ہاتھ بے قرار تھے اور وہ بار بار سر جھٹکتا تھا۔

ہماری اگلی کشتیوں پر جالوش کی طرف سے پہلا وار ہونے میں دیر نہیں لگی۔ تاریک برِاعظم میں گدھ اور شاہین کی شباہت کا ایک بڑا اور تیز رفتار پرندہ یامتا بہت مقدس مانا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ دیوتا اسی پر سوار ہوکے آسمانوں کی سیر کرتے ہیں اور جس پر عتاب نازل کرنا ہوتا ہے یامتا کو اشارہ کردیتے ہیں کیونکہ جو بھی اُس کے پنجوں کی گرفت میں آجاتا ہے کبھی آزاد نہیں ہوتا۔ یامتا شاذ ہی کہیں نظر آتا تھا اور جب نظر آتا تھا لوگ سہم جاتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ اس بستی کے کسی بڑے آدمی پر دیوتا کی لعنت نازل ہونے والی ہے۔ اس کی نوکیلی خنجر جیسی چونچ آدمی کو اپنے پنجوں میں جکڑنے کے بعد پھرتی سے کام کرنے لگتی تھی۔ جب انگرومالک کے لوگوں نے آسمان پر یکایک اِن سیاہ پرندوں کے غول دیکھے تو بہت سے لوگ سجدے میں گر گئے۔ پھڑپھڑاتے ہوئے یامتاؤں کے غولوں سے آسمان سیاہ ہو چکا تھا وہ لمحہ بہ لمحہ ہمارے سروں پر منڈلاتے ہوئے نیچے کی طرف آرہے تھے۔ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ ایک ساتھ اتنے یامتا جالوش کا اشارہ پاکے ہمارے سروں پر منڈلانے لگیں گے۔ یامتا کی آواز کا شور ہی اتنا لرزہ خیز تھا کہ ہماری بہت سی کشتیاں ڈولنے لگیں اور لوگ سمندر میں کودنے پر آمادہ ہونے لگے۔ دیوتاؤں کے اس محبوب پرندے یامتا پر بہت سے طلسم کارگر نہیں ہوتے تھے۔ حیرت یہ بھی کہ اتنے بہت سے یامتا ایک جگہ اکٹھے کیسے ہو گئے ہیں؟ جالوش نے پہلا ہی وار اتنا کاری کیا تھا کہ وہ ہمارے ساحروں کے حوصلے پست کردینے کے لیے بہت تھا۔ میں تھوڑی دیر تک تو اس بلائے ناگہانی سے نمٹنے کا طریقہ سوچتا رہا پھر جب میں نے اپنی باطنی قوت اور طلسمی آنکھ پر زور دیا تو مجھے اصل صورتِ حال کا علم ہوا۔ میں نے فی الفور گردوٹا، گُرمے اور امرتا کو طلب کیا اور روحوں کی کشتیاں اپنے نزدیک کرنے کا حکم دیا۔ "تم دیکھ رہے ہو امرتا؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

"ہاں مقدس جابر! ہم سب سحر میں مصروف ہیں۔ وہ ہمارے برگزیدہ لوگوں کو تو نہیں چھڑ سکتا لیکن ہمارے بہت سے عام لوگوں کے مارے جانے کا اندیشہ ہے۔" وہ مایوسی کے لہجے میں بولا۔

"اور تم کیا دیکھ رہے ہو؟" میں نے روحوں کی کشتی کو مخاطب کیا۔

"تم نے جو دیکھا ہے سچ ہے۔" ایک روح کی آواز آئی وہ اپنے قدیم جسم میں کشتی کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔

"اِدھر میری کشتی میں آجاؤ معزز شخص!" میں نے اُسے احترام سے پکارا۔ وہ ایک جست میں میرے پاس آگیا۔ "جالوش نے کیا خوب شعبدہ دکھایا ہے۔" میں نے زہرخند سے کہا۔

"ہاں لیکن ان میں اصل یامتا بھی ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں۔ میں یہی تو کہتا ہوں کہ جالوش ایک بہت بڑا ساحر ہے۔ مجھے اُس کے فن کی داد دینی چاہیے۔" میری زبانی جالوش کی تعریف سُن کے گردوٹا اور گُرمے حیرت زدہ رہ گئے۔ "گُرمے! ہمیں قربانی درکار ہے۔ پچھلی کشتیوں سے ایک ہزار آدمی منتخب کرو اور اُن کا گوشت آسمان کی طرف پھینک دو۔" گُرمے سمندر میں کود کے پچھلی کشتیوں کی طرف تیرنے لگا اور میں نے اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی معزز روح سے کہا۔ "جاؤ اُن کے پاس جاؤ۔ اور اُن سے کہو کہ تم سب کو ایک طویل مدت کے لیے پھر قید کرلیا جائے گا کیونکہ جابر بن یوسف کو روحیں زنداں میں ڈالنے کا فن آتا ہے۔ اُن سے کہو کہ تم آزاد ہو۔ جالوش کے قبضے سے نکل جاؤ۔ جابر بن یوسف تمھاری سلامتی کے لیے مقدس جالاکاکا سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے۔" معزز روح اپنے اصل جامے میں آگئی اور دھواں بن کے پرواز کرگئی۔

اُس کے جاتے ہی میں نے کشتی میں کھڑے کھڑے ایک بے حد پیچیدہ اور خطرناک عمل کا آغاز کیا۔ جالوش کے پرندے سروں پر آگئے تھے لیکن وہ حملہ کرنے سے کترا رہے تھے۔ اِدھر گُرمے نے ہزار آدمیوں کو اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں خنجر گھنپوا کے اُن کے جسم اوپر کی طرف پھینکنے شروع کرادیے تھے۔ اصل یامتا وہ مردہ جسم اپنے پنجوں میں دبوچ کے اوپر اُڑ جاتے تھے۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اصل یامتاؤں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں نقلی کتنی ہیں پہلے ہی موقع پر اپنے ایک ہزار آدمیوں کی قربانی ایک دل سوز سانحہ تھا لیکن اُس سنگین وقت میں نجات کی ایک یہی راہ تھی۔

مجھے خبر نہیں کہ میں کہاں کھڑا تھا؟ میں خود سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ نہ مجھے جالوش کی فکر تھی اور نہ شکست و فتح کی فکر۔ نہ آقابلا کی اور نہ اپنے عبرت انگیز انجام کی فکر۔ میری روح اُن بدقسمت روحوں سے ہم کلام تھی جو یامتا پرندے کے قالب میں آسمان پر اُڑ رہی تھیں اور گو آزاد تھیں مگر جالوش کے سحر کے نادیدہ پنجرے میں قید تھیں۔ میں وہ پنجرا توڑنے کی فکر میں تھا۔ انھوں نے گُرمے کے پھینکے ہوئے تازہ انسانی گوشت پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میرا پیغام بروہاں پہنچ چکا تھا اور اب خود میں اُن سے اپنا رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اس وقفے میں کتنی کشتیاں ڈوب گئیں اور کتنے نیزے چلے اور کون کون کشتیوں میں کھڑے کھڑے جل گیا، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ مجھے تو اُس وقت ہوش آیا، جب میری کشتی اندھیرے میں نہا گئی اور فلورا چیخنے لگی۔ یامتا ہر سمت سے کشتی پر ٹوٹنے لگے۔ اُن کے شور میں ہر آواز دب گئی۔ وہ مجھ سے اتنے قریب آگئے کہ میرے سر اور شانوں پر بیٹھنے لگے۔ کشتی اُن کی بے ترتیب پرواز اور بار بار بیٹھنے اور اُڑنے سے ڈولنے لگی۔ اُن کے غولوں نے اپنا محور صرف میری کشتی کو بنایا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے اتنے نزدیک تھے کہ آپس میں ٹکرا جاتے تھے۔ میرے گرد اُن کا دائرہ تنگ ہوتا جارہا تھا۔ اس لیے روشنی کی ہر کرن کا راستہ بند ہوگیا تھا۔ اتنے بہت سے خونی پرندے ایک ساتھ کسی شخص پر حملہ آور ہوں تو اُس کی ہڈیاں تک زمین کو نصیب نہیں ہوں گی۔ میں نے اُن میں سے ایک کی ٹانگیں پکڑلیں اور چیخ کر کہا۔ "بدبختو! میرے اور قریب آجاؤ۔ سب میرے پنجرے کی پناہ میں آجاؤ۔ میں تمھارا نجات دہندہ ہوں۔ میں نے جو کہا ہے اُس پر یقین کرو۔"

میرے دونوں ہاتھ فضا میں حرکت کررہے تھے۔ جو یامتا میرے ہاتھوں سے مَس ہوتا وہ اسی لمحے دھویں میں تبدیل ہو جاتا۔ میں اتنی تیزی سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دے رہا تھا کہ وہ شل ہونے لگے۔ تھک کے میں نے ہاتھ چلانا بند کردیا اور انھیں بلند کیے ہوئے ساکت رکھا۔ پرندوں کے ٹکراؤ سے میری انگلیوں اور ہاتھوں سے خون رسنے لگا لیکن میں تکلیف سہے بے پروا اُنھیں دھویں کے مرغولوں میں تبدیل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن کی تعداد بہت کم رہ گئی اور اب میری کشتی سفید مرغولوں میں تمام لشکر سے اوجھل ہو گئی۔ "ہمارے لشکر کے عقب سے نکل جاؤ۔ یہ راستہ سب سے محفوظ ہے۔ جاؤ جلدی کرو اور جاؤ وہاں آسمان میں سکون سے رہو۔"

میں نے جیسے ہی یہ کہا دھواں میرے عقب میں تیزی سے پھیلا اور غائب ہوگیا۔ آسمان صاف ہوگیا۔ اصل یامتا اپنی غذا لے کے پہلے ہی دُور چلے گئے تھے۔ فلورا اور شوطار نے جوشِ مسرت میں میرے خون آلود ہاتھوں کو بے محابا بوسے دینے شروع کردیے۔ اُن کے چہرے میرے خون سے رنگ گئے۔ اِدھر انگرومالک کے لوگوں نے مجھے پرندوں کی یلغار اور بادلوں سے آزاد

دیکھا تو نعرہ ہائے تحسین سے فضا گونج اٹھی مگر اب جالوش کی طرف سے طلسمی نیزوں کی بارش جاری ہو گئی تھی، جسے روکنے کے لیے ہمارے برگزیدہ ساحر اپنا سارا علم صرف کر رہے تھے۔ ان نیزوں کی زد میں ہمارا لشکر بڑے کروفر سے نعرے لگاتا ہوا ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ جالوش کے لوگ آگ کے گولے پھینک رہے تھے۔ بیشتر گولے سمندر میں گر رہے تھے۔ چند ہی ہماری کشتیاں جلا کے سمندر کی نذر کر سکے۔ ہر سو آہ و بکا، چیخیں، نعرے اور شور برپا تھا۔ جالوش کی بے شمار روحیں اُس کے قبضے سے نکل گئی تھیں۔ اس کا یہ خطرناک وار خالی گیا تو اس کے جلال کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اب باقاعدہ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہماری طرف سے بھی طلسمی نیزے پھینکے جانے لگے۔ انگرومل کے لوگ ایک زمانے سے اس کی مشق کر رہے تھے۔ میری کشتی اور میرے ساتھ بہت سے ساحروں کی کشتیاں سیاہ علوم کی آفتوں سے محفوظ تھیں تاوقتیکہ جالوش یاماؤں کی طرح کوئی غیر معمولی حربہ استعمال نہ کرتا۔ اس سے پہلے دونوں فریقوں نے ایسی ہولناک جنگ کبھی نہ لڑی ہوگی مگر یہ تو ابتدا تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ جنگ کیسی تباہ کن صورت اختیار کر سکتی ہے۔ میں جانتا تھا کہ کوئی سحر ایسا نہیں بچے گا جسے آزمایا نہ جائے۔ آج ہر مشق عتر مند ستم کی جائے گی۔ کبھی اِدھر سے کبھی اُدھر سے حملوں کا زور بندھا۔ میں نے اس سخت اور مشکل وقت میں ایک فیصلہ کیا۔ میں اپنی کشتی آگے لے جانے لگا۔ ساحروں نے مجھے روکا، آوازیں دیں لیکن میں تیز رفتاری سے اپنی صفوں کے درمیان راستہ نکالتا آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ سب سے آگے پہنچ گیا۔ جتنے نیزے اور آتشی گولے گرنے میں اُن کا رُخ زیماجن کے عطا کردہ استخوانی ہاتھ سے موڑتا رہا اور ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں نے اپنے سینے اور اپنے علم کی تمام تر طاقت سے آواز لگائی: "جالوش! جنگ بند کرو۔"

میری آواز میں ایسی گرج اور گونج تھی کہ وہ دُور دُور تک پھیل گئی۔ میرے ایک ہاتھ میں جارا کاکا کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی اور میں چیخ رہا تھا: "میری بات سنو جالوش! جنگ بند کرو۔"

لیکن جالوش نے کوئی اثر نہیں لیا بلکہ جنگ کچھ اور شدت اختیار کر گئی۔ خصوصاً میری کشتی بلاؤں کا نشانہ بننے لگی۔ میں کھڑا چیختا رہا اور اپنے لفظ بآنگِ دہل دُہراتا رہا۔ آخر میرے ساحر نہ مانے۔ اُن کی کشتیوں نے مجھے حصار میں لے لیا اور بوڑھے عالموں نے درخواست کی کہ مجھے درمیان میں رہنا چاہیے۔ "میرا اعتبار کرو جالوش! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ کوئی جنگی چال نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے جنگ بند کر دو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کہنا چاہتا ہوں، وہ تمہارے مفاد میں ہے۔" میں نے پھر صدا بلند کی۔

اچانک جالوش کی جانب سے ہونے والے حملے رک گئے، ساتھ ہی اُس کی بھیانک آواز تمام سمندر پر چھا گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جابر بن یوسف! واپس چلے جاؤ۔"

"جالوش! اے ساحروں کے ساحر۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تم سے آخری بار درخواست کرتا ہوں کہ جنگ بند کر دو۔ ایسی جنگ سے کیا حاصل جس میں شکست تمہارا مقدر بن گئی ہے؟ خود کو میرے حوالے کر دو۔ یہ بھی تمہاری عظمت کا ثبوت ہوگی۔ اپنے آخر وقت میں وقار سے موت کہو۔ ایک بڑے ستون کی طرح گرو۔ تمہارے دن اب ختم ہو چکے ہیں۔ انجام تجویز ہو چکا ہے۔ میں ایک تباہ کن جنگ سے بچنے اور تمہارے ساتھیوں کی زندگی کے لیے تم سے یہ درخواست کر رہا ہوں۔ اُن کے لیے تمہیں کرنا چاہیے جو تمہارے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ میرے پاس آ جاؤ، جالوش! آئینے میں دیکھو جس میں فیصلے رقم کیے جا چکے ہیں۔"

اُس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا۔ "جابر بن یوسف! ناپختہ کار نوجوان! تم پاگل ہو گئے ہو۔ کیا تم بھول گئے کہ تمہیں جو کچھ دیا وہ اُس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ میں تمہیں کرتا ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ تمہارے سارے گناہ معاف کر دیے اور تمہارے اقتدار کی بحالی کے لیے مقدس آقا بلا سے سفارش کی جائے گی۔"

"جالوش! آہ تم اپنا سرنوشتہ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو۔ دیکھو جنگ کیسا رُخ اختیار کر رہی ہے۔ اگر ہمیں دیوتاؤں کی تائید حاصل نہ ہوتی تو ہم اس گرج اور چمک کے ساتھ ہرگز حملہ آور نہ ہوتے۔ تمہاری اُن گنت روحیں آزاد ہو چکی ہیں اور تم دیکھتے رہے ہو۔ تمہارے حریف یاماؤں نے اُن کی غذا دے کے رخصت کر دیا ہے۔ تمہارے نیزے بے اثر جا رہے ہیں۔ ذرا ساحل پر نظر کرو۔ کیا تم ان کی گنتی کر سکتے ہو؟"

"جاؤ" وہ دہاڑنے لگا۔ "جابر بن یوسف! یا تو واپس چلے جاؤ یا ہمارے پاس آ جاؤ۔ اگر دیر کی تو ہر راستہ بند ہو جائے گا۔ سیاہ پھر مقابل ذلت کی موت مر جاؤ۔ تم جن روحوں کی بات کر رہے ہو، اُن سے کہیں اب بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ابھی تو جنگ کا آغاز ہے۔" جالوش نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"جالوش! میری بات مان جاؤ اور اپنے عظیم ساتھیوں پر رحم کرو۔ تم نے ہمارے علم و فضل کے کرشمے نہیں دیکھے ہیں۔ میں دیوتاؤں کا ہوں۔ میری زبان دیوتاؤں کی زبان ہے اور وہ قانون ہے۔"

جالوش برہم ہو گیا۔ اُس نے اپنے سینے پر زور سے ہاتھ مار کر جیسی آواز نکالی۔ گویا یہ صریحاً انکار اور اعلانِ جنگ تھا۔ ساتھ ہی آسمان پر بجلیاں کوندنے لگیں اور سمندر کی لہریں مشتعل ہو گئیں۔ جالوش چنگھاڑنے لگا۔ سیاہ علوم کی یہ جنگ بتدریج ہولناک مراحل میں داخل ہو رہی تھی۔ میں کھڑا یہ ہیبت ناک طلسمی عمل دیکھ رہا تھا۔ شوطار نے میرا بازو پکڑ کے جھنجوڑا۔ "مقدس جابر! ہوش میں آؤ۔"

آسمان کی جانب پھر جو نظر کی، میری ساری توجہ جالوش کی جانب ہوئے تھی۔ وہ ہماری طرف بلائیں تقسیم کر رہا تھا اور اذیتیں اچھال رہا تھا۔ ہمارے جو نیزے اُسے نشانہ بنائے ہوئے تھے، وہ سب خطا ہو رہے تھے۔ میں نے گرنے کو حکم دیا کہ وہ جالوش پر نیزے ضائع نہ کرے بلکہ ساحروں کو کم کرنے پر توجہ دے۔ جالوش پر میں نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔

پھر میں نے دوبارہ اُس معزز روح کو طلب کیا جو میرا پیغام لے کے یاماؤں کے قالب میں مقید روحوں کے پاس گئی تھی۔ میں نے اُسے ہدایت کی کہ وہ جالوش کے قریب پہنچ کر اُس کا قائم کردہ حصار توڑنے اور اُس کی توجہ ہٹانے کا کارنامہ سرانجام دے۔ اُدھر وہ روانہ ہوئی، اِدھر میں نے صحرائے زاریش کا عطیہ شپال تمام تر امنگوں کے ساتھ جالوش کے حصار پر پھینک دیا۔ جالوش کے اطراف بیکراں آگ بھڑک اُٹھی۔ وہ اُسے بجھانے کی کوشش میں قلابازیاں کھانے لگا اور ساتھ ہی چٹان پر شپال ڈھونڈنے لگا۔ میں نے یہ موقع غنیمت جان کے اپنا طلسمی خنجر تان لیا اور دُور سے اُس سیماب صفت شخص کا نشانہ لے کے ہاتھ بلند کیا۔ لیکن میرا ہاتھ جیسے خلا میں جم کر رہ گیا۔ میں کشتی میں اپنا توازن قائم کرتے کرتے ڈگمگا گیا۔ میں نے دیکھا کہ جالوش کے قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں آقا بلا کھڑی تھی۔

اور سمندر خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

میرا ہاتھ فضا میں جم کر رہ گیا۔

مجھے اپنی آنکھوں پر شبہ ہوا اور میں نے ہذیانی انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس حیران کن منظر سے بدحواس اور سراسیمہ ہو گئے تھے۔ جالوش کے قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں آقا بلا کھڑی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس نے میرے گال پر طمانچہ مار دیا ہو اور آسمان کے بجائے سمندر میرے سر پر آ گیا ہو۔ میرے سارے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ میرے حریف جالوش کی اعانت کے لیے اپنا قصر چھوڑ کے میدانِ جنگ میں آ گئی تھی۔ خود کو سمجھانے کی اب کوئی دلیل باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ہر سوال کا جواب سامنے تھا۔ جس کے لیے یہ بلاؤ لشکر جمع کیا تھا، وہی گریباں تھی اور ستم پر آمادہ نظر آتی تھی۔ اُسے دیکھ کے نشہ ٹوٹنے لگا اور میرے جسم میں زلزلہ آ گیا۔

سمندر خون سے سُرخ ہو گیا تھا اور چیخ پکار مچی ہوئی تھی۔ جالوش کو آگ میں گھرا دیکھ کے انگرومل کے مشتعل لوگوں کا جوش اور فزوں ہو گیا تھا۔ جنگ شباب پر تھی اور کسی کو اپنی جان کا ہوش نہیں تھا۔ جالوش شپال کی زمین پر کسی کتے کی طرح ہاتھ پاؤں پھیلا رہا تھا۔ میری پھینکی ہوئی شپال اُسے اپنی پُراسرار آگ کے حصار میں لے چکی تھی۔ اُدھر میری فرستادہ روح جالوش پر وار کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں اُس کے قریب ہی کہیں موجود تھی۔ جنگ کا فیصلہ انگرومل کے حق میں ہو رہا تھا۔ کوئی بعید نہ تھا کہ میرا طلسمی خنجر فرعون صفت جالوش کے جسم میں سوراخ کر کے کوئی فیصلہ کر دیتا کہ یکایک آقا بلا نمودار ہو گئی۔

اور لمحوں میں ساری بساط الٹ گئی۔ میں نے سوچا، اب آگے کیا سوچنا ہے؟ آئینے میں سب کچھ صاف نظر آ رہا ہے، میں خود کو سمندر میں غرق کر دوں۔ اب یہ عظیم الشان جنگ جاری رکھنے کا کوئی محل نہیں ہے۔ میں جس لشکر کی قیادت کر رہا ہوں، وہ اُس کے قائد کو یہ باور کرانے آئی ہے کہ مقابلے میں کون صف آرا ہے؟ وہ اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرنے آئی تھی۔ اُس کی آمد کا مطلب یہ تھا کہ وہ جالوش کو ترجیح دیتی ہے اور کوئی تبدیلی اُس کی طبعِ نازک کو گوارا نہیں۔ مجھے احساس تھا کہ اب درگزر کا وقت گزر گیا ہے۔ وضاحت کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ نہ وہ مجھے معاف کرے گی، نہ میرے ہاتھ التجا کے لیے اُس کے سامنے دراز ہوں گے کیونکہ مجھے اپنی التجا کا جواب معلوم ہے۔ میں نے اُس کے چہرے پر کچھ جذبے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ اُس خونیں جنگ سے بے نیاز بڑے وقار انداز میں بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ آگ اُس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ بہت عرصے بعد، بڑی شدتوں کے بعد اُس کا جلوہ دیکھا تھا۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے۔ دیکھا تھا کہ اُس کی کنیزیں قصر کے دروازے پر پذیرائی کو آئیں گی اور مجھے دوش پر اُٹھا کے اُس کی خلوتِ خاص میں لے جائیں گی اور جہاں پھر اور کوئی نہیں ہوگا۔ اس وقت اس کی وارفتگی کا انداز کیا ہوگا؟ کیا خبر تھی کہ اس طرح اُس سے ملاقات ہوگی کہ وہ قہر بنی کھڑی ہوگی اور مجھے کچھ کہنے کا یارا نہیں ہوگا۔ میری بدبختی مجھے کس مقام پہ لے آئی تھی؟ میں اُس کی نظروں میں اتنا رسوا ہو جاؤں گا؟ میں اس ذلت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

شاید مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ لمحے گزر گئے۔ میں مبہوت، حواس باختہ اُس کی طرف دیکھتا رہا اور میرا اُٹھا ہوا خنجر ہاتھ میں لرزنے لگا۔ میری اس بے خبری کا نتیجہ یہ نکلا کہ جالوش کے قہر نے قیامت مچا دی۔ ہماری بہت سی کشتیاں سمندر کی نذر ہو گئیں اور واویلا مچنے لگا۔ مجھے اپنے اردگرد بہت سے لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ میرا نام لے رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔ مجھے اپنے کسی ردِعمل کے اظہار پر اختیار نہیں رہا تھا۔ وہ اپنی موت اور شکست سے خوف زدہ تھے۔ میں اپنی موت کا فیصلہ سُن چکا تھا، وہ ایک مرے ہوئے آدمی کو آوازیں دے رہے تھے۔ وہ میرا عالم محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں یہ یقین کیسے آ سکتا تھا کہ میری روح کا دھاگا اُس کے وجود سے بندھا ہوا ہے۔ میں نے جب سے دیکھا ہے، اُسی کا تصور کیا ہے۔ وہ سامنے آ گئی ہے تو اُس نے میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ جب میری جانب سے کوئی جواب نہ آیا تو شوطار میرے پاس آ گئی اور اُس نے میرا کاندھا پکڑ کے جھنجوڑا۔

"مقدس جابر!" اُس نے چیخ کر کہا۔ "تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا؟ وہ جالوش کے پاس موجود ہے۔" شوطار کے استہزا پر بھی میں خاموش رہا۔ وہ طنز کرتی اور تھوکے مارتی ہوئی بولی۔ "پیچھے ایک لشکر تمہاری طرف اُمید اور حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ کیا تم ان سب کو ختم کرا دو گے؟ حملہ کرو جابر بن یوسف! چاہے تمہارے سامنے کوئی بھی ہو۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ تمہاری ایک ذرا سی لغزش ہمیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔"

لغزش تو پہلے ہی ہوگئی تھی۔ میں اُس سے کہنا چاہتا تھا کہ میں اسی لغزش کی سزا بھگت رہا ہوں۔ اُس کی تائید میں فلورا بھی میرے جسم کے مقفل دروازے پر دستک دینے لگی تھی مگر لوہے کے اس دروازے کو زنگ لگ گیا تھا، وہ اس پر ضربیں لگا رہی تھیں۔ فلورا اور شوطار کی چیخیں اور ٹھوکے میرے وجود پر جمی ہوئی برف کھرچنے میں ناکام رہے۔ انگردما کے ساحروں نے اپنی کشتیاں میرے طرف جمع کر دی تھیں اور وہ مجھے زندہ کرنے کے لیے سحر پھونک رہے تھے اور میری نظریں اُسی کی طرف مرکوز تھیں جو میرا مقصود تھی۔ میری صرف یہ خواہش تھی کہ کسی طرح درمیان کا یہ فاصلہ عبور کر کے اُس کے پاس پہنچ جاؤں اور یہ خنجر اُس کے سامنے اپنے دل میں اُتار لوں۔ فلورا نے جراَت کر کے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے اسی ہذیان میں اُس نے کوئی ایسا نشتر چلا دیا جو رگ جاں میں اُتر گیا۔ ”ہوش میں آؤ جابر! اب تو تمھیں اُس کے فریب کا یقین آجانا چاہیے۔ ہم سب تمھارے رحم و کرم پر ہیں۔“ وہ روتے ہوئے بولی۔ ”جو سچ ہے اسے پہچانو۔“

”وہ صرف ایک ملکہ ہے اور اُس کا دل پتھر کا ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، وہ تمھاری آنکھوں کا دھوکا ہے۔ اُس کے حسین بدن کے اندر ایک سیاہ فام، ناقابلِ اعتبار لالچی اور تنگ نظر عورت کا جسم موجود ہے۔“ شوطار نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

میرے قریب ہی ساحروں کا شور اٹھا، اُس کے خلاف اُن کے سنسنی خیز بیانات اور نعروں سے میرا جمود ٹوٹنے لگا اور میں اپنی نگاہیں اُس کی جانب سے ہٹا کے اُن مضطرب لوگوں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ اُن کے چہرے اُمید سے چمکنے لگے۔ فلورا کہہ رہی تھی کہ کیا تاریک برِاعظم میں میری طویل ریاضتوں، مشقتوں اور اذیتوں کا مآل یہی ہے؟ کیا ہم نے بارہا اُس کے لیے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالی؟ کیا ہم نے اس کی سرفرازی کے لیے ریماجن جیسے منحرف شخص کو اُس کی عظمت کے عہد نامے پر جھکنے پہ مجبور نہیں کیا؟ ہم نے انگردما کے باغیوں کے سر اُس کے نام پر خم نہیں کرائے؟

”تم سچ کہتی ہو۔“ میں نے شکست خوردہ آواز میں کہا۔ ”پھر بھی شاید کہیں کوتاہی ہوگئی ہے۔“

”نہیں“۔ وہ برافروختہ ہو کے بولی۔ ”ہم سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اُس نے ہمیں سمجھنے کی کوشش نہیں کی یا ہم نے شروع سے فریب کھایا۔“

”فیصلہ ہو چکا ہے سیّدی جابر!“ شوطار نے اشتعال میں کہا۔ ”تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ حملہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ ہم ہار جائیں گے۔ خنجر اٹھاؤ اور اُس کا خوب صورت چہرہ داغ دار کر دو تاکہ وہ اپنے حسن سے جری اور قوی لوگوں کو پریشان نہ کر سکے۔ ہم تمھاری بدستی سے مسلسل نقصان اٹھا رہے ہیں۔“

ان کی سینہ شگاف باتیں سُن کے میرے خون کی گردش تیز ہو گ... وہ مجھے میرے گزشتہ دنوں کی اذیتیں یاد دلا رہی تھیں اور اُس بے... کی خوئے نامہرباں کے تعلق ایسے زہر اگل رہی تھیں کہ میرے رگ و... میں حدت پیدا ہوگئی۔ شاید اُن کی زبان بند نہ ہوتی کیونکہ آج ہی انھی... کھل کر برسنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کے انھیں ... میں پیچھے دھکیل دیا۔ ”خاموش رہو۔“ میں نے گرج کے کہا۔ ”اُس کے خلا... کوئی لفظ مت کہو۔“

وہ سہم کے مجھے دیکھنے لگیں جیسے میں اُن کے لیے کوئی عج... ہوں۔ میں نے پھر پیش منظر کی جانب نظر کی۔ جالوش کے گرد شپا... لگائی ہوئی آگ بجھ گئی تھی اور آقا بلا اُسی شاہانہ طور سے جلوہ گر تھی۔ جا... نے شپالی حاصل کر لی تھی اور اب وہ دیوانوں کی طرح اسے ہاتھوں پر اُ... رہا تھا۔ اس بندر کی اُچھل کود نے میرا پارۂ غضب انتہا کو پہنچا دیا۔ مجھ... یہ سب برداشت نہ ہو سکا۔ میں غضب آلود ہو کے دہاڑنے لگا۔ ایک... پاگل اس کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ میری زندگی، میری رُوح، میری جا... میری دلبر وہاں موجود تھی۔ اُس کا سُرخ و سپید بدن پھولوں سے ڈھ... تھا۔ اتنی تازہ اور شگفتہ جیسے نقاشِ ازل نے آج ہی اسے تخلیق کیا... جنگ اور بادنوں میں بجلی کی سراپا دمک رہا تھا۔ مجھ پر کبھی شکستیں غا... آتیں، کبھی جوش اور غصے کی لہریں اُٹھتیں، کبھی میں بجھ کے ریزہ ری... جاتا اور کبھی میرے ہاتھ اُس کا گلا گھونٹنے اور اُس کا چہرہ نوچنے کے مچلنے لگتے۔ ”بڑھتے رہو، سب کچھ نیست و نابود کر دو۔“ میری آواز نے لشکر کو دہلا دیا اور اچانک کوئی بجلی سی کوند گئی۔ انھوں نے میرے ح... حکم پر سیلاب کی طرح پیش قدمی کی اور آندھی کے مانند تیز نار کے ... کی طرف لپکے۔ اس اندھا دھند پیش قدمی سے جالوش اور اُس کے سا... کو انگردما کی آگے کی کشتیوں کو مارنے کا موقع مل گیا۔ اور بے شمار کـ... غرقِ آب ہوگئیں۔ یہ صورت انگردما والوں کے لیے حوصلہ افزا نہیں... میں نے جب انھیں ڈوبتے اور گرتے دیکھا تو میں بھی پریشان ہو گیا۔ ... میں میرا دماغ ہی میرے قابو میں نہیں تھا۔ مجھے اپنے لشکر کی قیادت اور کو سونپ دینی چاہیے تھی۔ میرے پریشان اعصاب نے گھبرا کے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے جالوش ہی کو ہدف بنانا چاہیے۔ چاہے آقا بلا... میں آجائے اور چاہے سب کچھ فنا ہو جائے۔ شپالی مجھ سے چھن چکی ... یوں میں خود اپنے آپ سے چھن چکا تھا۔ جالوش شپالی میری ... اُچھال نہیں سکتا تھا، ہاں وہ میرے لشکر میں آگ لگا سکتا تھا لیکن ... نے پہلے ہی میرے دل میں آگ لگا دی تھی۔ میں نے اُس پر پھر خ... لیا اور اُس کی توجہ منقسم کرنے کے لیے برگزیدہ روحوں کو اپنے ... کی مختلف شکلوں میں اِدھر اُدھر بکھرنے کا حکم دیا۔ ایک بار پھر انگر... تمام ساحروں کا نشانہ جالوش تھا لیکن جب میرا خنجر اُٹھا تو ہاتھ لرز...

میری نظریں اُس پری چہرہ کی نظروں سے ٹکرائیں تو میرے جسم پر رعشہ طاری ہوگیا۔ میں کم از کم اسے کوئی زک نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ میں نے اسے اس طرح محسوس نہیں کیا تھا۔ میں اس قدر بد ذوق نہیں تھا کہ حسن و جمال کا وہ شاہکار، وہ سانچے میں ترشا ہوا مجسمہ، وہ گل اندام متحرک جنت اُجاڑ دوں۔ نتیجتاً میرا جسم پھر منہدم ہونے لگا اور میں نے سمندر میں کود جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس بار شوطار اور فلورا بھی مجھے اُکسانے کے لیے نہیں اٹھیں۔ شاید انھوں نے اپنا نوشتہ پڑھ لیا تھا۔ انگردما کا لشکر منتشر ہو چکا تھا۔ جالوش کی طرف سے طلسمی نیزوں کی بارش میں اور شدّت ہو گئی تھی۔ کشتیاں جل رہی تھیں، دُھواں اُٹھ رہا تھا اور سمندر اپنے سینے میں جلتے ہوئے لوگوں کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔ دعاؤں اور مناجاتوں کا شور و غل تھا۔ ایسے طلسم کبھی نہیں آزمائے گئے۔ تاریک برِاعظم کے برگزیدہ ساحر آج اپنے جوہر دکھا رہے تھے جو صدیوں سے غاروں میں بیٹھے اس خونیں معرکے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس ابتری اور ناامیدی میں، میں نے اپنے قریب ہی سرنگا کی دیوی کی سرسراہٹ محسوس کی۔ اُس نے میری پشت پر ہلکی سی دستک دی، میں چونک گیا اور مجھے اپنے کانوں میں اس کی سرگوشی سنائی دی، ”یہ سب سراب ہے۔ وہ آقا بلا نہیں ہے، محض جالوش کا طلسم ہے۔“

”جالوش کا طلسم؟“ میں نے حیرت سے دُہرایا۔ ”اتنا پختہ اور مکمل؟ نہیں نہیں، یہ جھوٹ ہے۔“

”وہ یہاں کہیں موجود نہیں ہے۔“ دیوی کی سرگوشی دوبارہ ابھری۔ ”یہ سب ایک فریب ہے۔ وہ آقا بلا نہیں ہے۔ اپنی آنکھیں کھول کے دیکھو۔“

میں نے کچھ غور ہی نہیں کیا تھا۔ اُسے دیکھ کے میرے اوسان جاتے رہے تھے۔ سرنگا کی دیوی کے اشارے پر میں نے تصدیق کے لیے اپنی باطنی آنکھیں کھولیں اور پشیمانی اور ندامت کے عرق میں غسل کیا۔ میرا تمام جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ میں خود سے اتنا نادم کبھی نہیں ہوا تھا۔ جالوش نے اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ وہ سچ کہتا تھا کہ میں اُس کے مقابلے میں ایک بونا شخص ہوں اور اُس نے اپنے علم کا ہزارواں حصہ بھی مجھے نہیں دیا ہے۔ آقا بلا کیسے آسکتی تھی؟ یہ جگہ اُس نازنین کے لیے موزوں نہیں تھی۔ اُس کا منصب تو محمل میں رہنا تھا اور پھولوں کا رنگ چُرانا تھا۔ وہ جابر بن یوسف کو اتنی اذیت دینے کیسے آجاتی؟ اُس پر میرے جذبوں کا حال روشن تھا۔ کیا اُس نے متعدد بار میرے لیے اپنی خوشنودی اور خوش نظری کا اظہار نہیں کیا تھا؟ اُس نے مجھے ایک اہم شخص سمجھ کے شوطار کو شکست دینے کے لیے استعمال نہیں کیا؟ اُس نے تاریک برِاعظم میں ایک اجنبی کو کیسی سعادتوں سے نوازا؟ جالوش میری کمزوری سے واقف تھا۔ اس نے اُس کا جلوہ دکھا کے مجھے اندھا کر دیا۔

جس لشکر پر شکستگی اور پس ماندگی کے اثرات مرتب ہو جائیں، اُس میں جوش اور ولولہ دوبارہ اُبھارنا آسان کام نہیں ہے۔ جالوش نے اپنی ہیبت بہ تمام و کمال مسلط کر دی تھی۔ اب مجھے نئے سرے سے اپنے مایوس اور اداس لوگوں کو منظم کرنا تھا اور جالوش پر اپنے کم تر علوم آزمانے تھے۔ میں خود اُس سے متاثر و مرعوب تھا مگر واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہمیں ایک جنگ لڑنی تھی۔ فتح یا شکست۔ ذلت آمیز شکست کی طرح ذلت آمیز فتح بھی منظور نہیں تھی۔ جالوش کے ہاتھ بڑے سے تھے۔ وہ اپنی زمین پر کھڑا تھا اور لڑائی اُس کے ساحلوں پر ہو رہی تھی اور اُس کے پیچھے ایک طویل ماضی تھا۔ میں اپنی نادانی میں بہت سے ہتھیار لُٹا چکا تھا۔ جالوش کے پاس ہر طلسم کا توڑ موجود تھا۔ اب صرف ایک صورت رہ جاتی تھی کہ میں اپنا ذہن یکسو کر دوں جو ساحرانہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی اور مہذب دُنیا کے سازشی علوم سے آسودہ ہے۔ میں نے پسپا ہوتے ہوئے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لیے چند شعبدے دکھائے اور جھپٹ کر شوطار سے آقا بلا کا مجسمہ چھین لیا۔ میں جالوش کو بتانا چاہتا تھا کہ ابھی ایک ہتھیار میرے پاس موجود ہے۔ اگر آقا بلا اپنے اقتدار کے باعث جالوش کو توانا کرنے کے لیے میدانِ جنگ میں آگئی ہے تو ہم اُس کا مجسمہ تباہ کر سکتے ہیں۔ سب نے وہ مجسمہ میرے ہاتھوں پر اُٹھا ہوا دیکھا، وہ اسے آقا بلا کے زوال اور بقا کی علامت سمجھتے تھے، انھوں نے سمجھا کہ میں آقا بلا کے مجسمے کی تباہی پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ جب دیوتاؤں کی جانب سے آقا بلا کے زوال کا اشارہ مل جائے گا تو پھر کوئی طاقت انھیں بیزنار میں داخل ہونے سے نہیں روک سکے گی۔ اس مجسمے کی نمائش نے بڑا اثر دکھایا۔ ایک طرف انگردما کے ساحروں کے حوصلے بامِ عروج پر پہنچے تو دوسری طرف

”خواب“ کے موضوع پر
اردو زبان میں اپنی نوعیت کی
منفرد کتاب
خوابوں کے اسرار
قیمت 25 روپے ❖ ڈاک خرچ 23 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس 944 رمضان چیمبرز بلوریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لیے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

اُس کی نمائش جالوش کے لیے تازیانہ ثابت ہوئی۔ یہ آقا بلا کے عکس کے مقابلے میں ایک برجستہ جواب تھا جو مجھے سب سے پہلے جالوش کو دینا چاہیے تھا۔

جالوش نے میری طرف حملوں کی یورش اچانک بند کر دی یقیناً اُسے خوف ہو گا کہ کہیں اُس کی آگ اور طلسمی حملوں میں یہ مجسمہ تباہ نہ ہو جائے۔ میں ایک محفوظ مقام پر کھڑا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ جالوش خود میری کشتی کی حفاظت کر رہا تھا لیکن وہ ہمارے پیچھے لشکر کا قلع قمع کرنے کے لیے اور زیادہ مستعد ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی کشتیاں کسی قدر پیچھے کرنے کا حکم دیا اور خود آگے آ گیا۔ پھر میں نے شوطار کے ہاتھوں میں آقا بلا کا مجسمہ تھما دیا اور اسے اپنے نزدیک اس طرح کھڑا کیا کہ جالوش میرا نشانہ باندھنے میں محتاط رہے۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے اور پشت پر انگرد ما کی کشتیوں کا وسیع سلسلہ موجود تھا۔ جالوش کے بہت سے حملے میں اپنے ہاتھوں پر روک رہا تھا حالانکہ اُس کا ہدف میں نہیں تھا۔ میرے ساتھی ساحر بھی مدد کر رہے تھے۔ ہمارا لشکر دوبارہ منظم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ وہ ایک تکون کی شکل اختیار کر گیا۔ اس تکون کے سب سے آگے کے کونے پر میں موجود تھا اور میری پشت پر زاویۂ قائمہ بناتے ہوئے ساحروں کے گروہ پھیل گئے تھے۔ ہم نے روحوں کی کشتیاں اِدھر اُدھر بکھرا دی تھیں۔ مجھے سرنگا کی دیوی کا اعتماد بھی حاصل ہو چکا تھا۔ جالوش ہمارے اس نظم سے خاصا گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا۔

اُس نے اپنے ساحروں کی بہت سی کشتیاں سمندر میں دھکیل دیں تاکہ وہ ہم سے دوبدو مقابلہ کریں مگر اُن کے آگے بڑھتے ہی ہم نے اپنے طلسمی نیزوں سے انھیں بے دریغ غرقِ آب کرنا شروع کر دیا۔

"جالوش! تمھاری موت قریب آ گئی ہے۔" میں نے چیخ کر اسے للکارا۔ "میں تمھیں بتاؤں کہ انگرد ما میں تمھارا مجسمہ تباہ کر کے ہم نے دیوتاؤں کی تائید حاصل کر لی ہے۔ اب تم ایک بے مصرف جنگ لڑ رہے ہو۔ میرے تصرف میں بہت سی روحیں تمھارے اپنے ساتھیوں کی شکل میں تمھارے اردگرد موجود ہیں۔ تم نے شپال سے بھی کوئی کام نہیں لیا۔ شاید تمھارے حواس جواب دے گئے ہیں مگر میں تمھیں تمام علوم آزمانے کا موقع دیتا ہوں تاکہ دیوتا گواہ رہیں کہ ایک بڑے ساحر کو دھوکے سے زیر نہیں کیا گیا۔" میری بلند آواز جالوش کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے اِدھر اُدھر سر ہلا کے دیکھنا شروع کر دیا۔ میری بات صحیح تھی۔ میں نے اپنی متعدد روحیں اُدھر روانہ کر دی تھیں تاکہ جالوش اُن میں الجھا رہے۔ ادھر میرے رفیق ساحر ایسی ترتیب میں میری پشت پر تھے کہ وہ نظم اور سکون سے جالوش پر تیر برسائیں۔ ان میں لانسی، امرتا، گروٹا اور گرمے جیسے جید ساحر موجود تھے اور دیوی بار بار اپنی جھلک دکھا کے جالوش کے ساحروں کو پریشان کر رہی تھی۔ جالوش کا تخلیق کیا ہوا آقا بلا کا لطیف عکس غائب ہو چکا تھا کیونکہ اُس سے جالوش نے ابتدا میں جو مفاد حاصل کیا تھا، وہی اُس کے لیے بہت تھا۔

ہماری تکون خنجر کی طرح کاٹ کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی کوئی شبہ نہیں کہ جالوش دو آنکھوں کے بجائے ہزار آنکھیں رکھتا تھا اور اُس کے حواس معمولی آدمی کے حواس نہیں تھے۔ وہ چو طرفہ لڑ رہا تھا اور زمین سے اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے قوی الجثہ آدمی اٹھا کے انھیں سمندر میں پھینک دیتا تھا۔ اُس کے ہاتھوں کے اشاروں اور انگلیوں کی حرکت میں ایسی تاثیر تھی کہ دور و نزدیک کی چیزیں الٹ پلٹ ہو جاتی تھیں۔ میرا مقابلہ جالوش سے تھا اور یہ احساس کہ مقابلے میں تاریک برِاعظم کا سب سے بڑا ساحر ہے، میرے لیے فخر اور غرور کا باعث بھی تھا اور خوف و دہشت کا بھی۔ میں اُس طلسمی معرکے کا حال سمیٹ رہا ہوں، اگر اس جنگ کا احوال بیان کیا جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں۔ پھر میں نے جالوش کو سکون کا ایک لمحہ بھی نصیب نہیں ہونے دیا۔ اُدھر وہ کسی حملے کا جواب دیتا تو دوسری طرف اُس کے لیے کوئی اور آفت موجود ہوتی۔ وہ اُس طرف متوجہ ہوتا تو تیسری سمت کوئی بلا اُس کی منتظر ہوتی۔ ہمیں پروا نہیں تھی کہ اُس کے ساحروں کے کتنے خطرناک حملے جاری ہیں۔ ہم نے انھیں اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے وہ جنگ میں موجود ہی نہ ہوں۔ جالوش اِس ہمہ سمت یلغار سے گھبرا گیا۔ سب سے زیادہ اسے آقا بلا کے مجسمے نے پریشان کیا ہوا تھا۔ مجسمہ شوطار کے ہاتھوں میں بلند تھا اور اسے چھیننے کے لیے اُس کی روحوں نے باقاعدہ حملہ کر کے منہ کی کھائی تھی۔ اُس کے زیرِ نگیں روحوں کے منتشر قافلے میں آزاد کر چکا تھا۔ اب بار بار میرا طلسمی خنجر اٹھتا تھا اور جالوش ہر بار زد میں آتے آتے بچ جاتا تھا۔ یہ خنجر اُس کے خون کے لیے ترس رہا تھا اور میرے ہاتھ اسے نشانہ بنانے کے لیے کلبلا رہے تھے۔ آخر مجھے ایک موقع مل گیا۔ جالوش اپنے ساحروں کو اشارہ کر رہا تھا کہ وہ ہماری جانب زہریلے حشرات الارض کی فوج بھیجیں۔ ادھر میری جاں نثار روحیں مختلف شکلوں میں اسے تنگ کر رہی تھیں اور اس کے [illegible] اذیت پانے کے یقین کے باوجود قید ہو جاتی تھیں مگر اس طرح اُس کی توجہ بٹ جاتی تھی۔ ادھر جب دیوی کہیں آسمان میں نمودار ہوئی تو بیزنار کے ساحل پر ایک شور برپا ہوا۔ انھوں نے آسمان میں اُس کا سایہ دیکھ کے چلا کے جالوش کو مطلع کیا۔

یہ ایک ایسا لمحہ تھا جب جالوش ہر طرف سے گھر چکا تھا اور میں اُس کا حصار توڑ کے خنجر پھینک سکتا تھا۔ اُس نے اب تک بے مثال شجاعت، ذہانت اور استقامت کا ثبوت دیا تھا کہ دیوی نے نمودار ہو کے اچانک [illegible] مچا دی۔ میں نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور کمال چابک دستی سے طلسمی خنجر اُس کے سینے میں پیوست ہونے کے لیے روانہ کیا۔ اچانک جالوش کی چیخ گونجی اور ایسا معلوم ہوا جیسے پہاڑ ٹکرا گئے ہوں، زمین ہل گئی ہو [illegible] ٹوٹ پڑا ہو۔ اس کی چیخیں ایسی لرزہ خیز تھیں کہ سمتیں تھرا گئیں۔ اُس کے جسم کی دیوار زمین پر گر گئی تھی۔ اسے نظروں سے اوجھل دیکھ کے ہمارے [illegible] نے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا، جالوش کے گرد سیاہ دھواں [illegible] لگا۔ پھر کچھ نظر نہیں آیا کہ پہاڑی پر کیا ماجرا ہوا؟ سیاہ بادلوں کے یہ مرغولے دیکھ کے ہم برائے احتیاط ٹھہر گئے۔ پھر جالوش کی چیخیں آنی بند ہو گئیں [illegible] نے ساحل پر اُس کے ساحروں کو افراتفری میں بھاگتے اور گم ہوتے دیکھا۔

پلٹتے بھی ہم نے اپنے نیزوں اور آگ کے گولوں سے اُن کا تعاقب کیا۔

اُس وقت انگرد ما کے لشکر کی مسرت دیدنی تھی۔ کشتیوں کی تکون ٹوٹ چکی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ میں نے اُن جوشیلے لوگوں کو روکنے کے لیے گرج کر صدا لگائی۔ مجھے اب تک یقین نہیں تھا کہ ساحرِ اعظم جالوش جو علم اور دبدبے میں سب سے اعلا تھا، اس طرح ہزیمت قبول کرے گا؟ ممکن ہے، یہ بھی اُس شاطر کی کوئی جنگی چال ہو؟ میرا نشانہ کتنا ہی سچا اور میری ذہانت کیسی ہی بے نقص اور صاف شفاف کیوں نہ ہو مگر جالوش ان سب سے بلند تھا۔ وہ ایک بہت عظیم ساحر تھا۔ میں اسے اُس کی طویل ریاضتوں کا خراج پیش کرنا چاہتا تھا چنانچہ سب سے پہلے میں نے خود ساحل پر قدم رکھا اور سب کو وہیں روک دیا۔ فلورا اور شوطار کو بھی اپنے ساتھ آگے نہیں آنے دیا۔ جس چوٹی پر وہ موجود تھا، وہاں تھوڑی دیر پہلے تاریک برِاعظم کے عظیم ساحروں کا اجتماع تھا۔ ان کی بے رنگ و نور لاشیں پہاڑی پر بکھری پڑی تھیں۔ جو زخمی تھے، وہ کراہ رہے تھے۔ اُن میں سے بہت سے فرار ہو چکے تھے۔ اب جالوش کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں تنہا اُس چوٹی پر پہنچا اور سب سے اونچی جگہ ایک کونے میں اُس کی تڑپتی ہوئی لاش دیکھ کے ٹھٹک گیا۔ جالوش زندہ تھا اور جاں کنی کی کیفیت میں زمین پر پڑا لیٹا تھا۔ اُس کا جسم دھوئیں سے سیاہ ہو چکا تھا۔ جب اُس نے میری طرف دیکھا تو مجھ سے نظریں نہیں ملائی گئیں۔ اُن نظروں میں ابھی تک ایک جلال تھا۔ مجھے دیکھ کے اُس کی آنکھیں نفرت کی آگ اگلنے لگیں اور اُس نے کچھ پڑھ کے میری طرف پھونکا۔ میں زمین پر ڈگمگا گیا۔ میں جس جگہ کھڑا تھا، وہاں کی زمین شق ہو گئی۔ اگر میں فوراً اچھل کر اپنی جگہ نہ بدل لیتا تو زمین میں دھنس جاتا۔ وہ ابھی ان اذیتوں میں بھی سحر پھونکنے پر قادر تھا۔

مگر دوسری بار اُس کی انگلیوں کی حرکت اور ہونٹوں کی جنبش دیکھ کے میں نے پھرتی سے اُس پر جست لگائی اور اُس کے سینے سے اپنا خنجر نکال لیا اور تیزی سے اُس کا وہ ہاتھ قطع کر دیا جو حرکت کر رہا تھا۔ اسی ہاتھ میں شپال تھی۔ ہاتھ کٹ جانے کے بعد وہ تکلیف سے سر پٹخنے لگا۔ وہ مر نہیں رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ اُس نے مشروبِ حیات پیا ہے، اب دیوتا ہی اُس کے تڑپتے ہوئے جسم کو اذیت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اُس کی کراہوں میں نقاہت آ گئی تھی۔ میں نے اسی پر بس نہیں کیا اور خنجر سے اُس کی دونوں آنکھیں باہر نکال لیں۔ اُس نے درد و کرب سے ایسی پچھاڑ کھائی کہ میں خود بھی دُور تک اُس کے ساتھ لڑھکتا ہوا گیا اور میرے جسم پر اُس کے خون کے دھبوں سے آبلے پڑ گئے۔ اٹھ کے میں نے اسے اُس کے پیروں پر کھڑا کیا اور اُس کی بڑبڑاتی ہوئی زبان کھینچ کر قطع کر دی۔ وہ اب کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ آنکھیں اُس کے جسم کا سب سے خوف ناک حصہ تھیں۔ اور وہ کبھی بول نہیں سکتا تھا۔ یہ زبان جب ہلتی تھی تو تاریک برِاعظم میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔ میں نے یہ سب چیزیں ٹھوکر لگا کے سمندر میں پھینک دیں۔ پھر میں نے زانو موڑ کے بیٹھے ہوئے اُس کے عطا کردہ بچھوؤں کے [illegible] بچھو توڑ کے اُس کی زندہ لاش سمندر کی نذر کر دی۔ اسی لمحے آناً فاناً اسی نوع کے بچھوؤں کی ایک فصل اُگ آئی اور اُس کے سارے جسم پر پھیل گئی۔ اب چیخنے کے لیے اُس کے حلق میں آواز بھی نہیں رہی تھی۔

میں لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑا یہ عبرت ناک منظر دیکھتا رہا۔ وہ زندہ تھا۔ میں اس عظیم ساحر کے لیے کم از کم اتنا تو کر سکتا تھا کہ انگرد ما کے کم تر ساحروں کی ٹھوکروں سے اس کا جسم بچا لوں۔ میں نے اس توہین سے اُسے بچا لیا۔ جب میں چوٹی پر بلند ہوا تو سمندر میں نعروں کی پُرشور لہریں اٹھنے لگیں۔ وہ سب بے تابی سے میرے اُبھرنے کے منتظر تھے۔ انھوں نے میرا چہرہ سربلند دیکھا تو جوشِ مسرت میں ایک دوسرے سے اپنی کشتیاں ٹکرانی شروع کر دیں۔

بعض واقعات اُس وقت اتنے اہم معلوم نہیں ہوتے جس وقت وہ رونما ہوتے ہیں۔ اُن کی سنگینی اور گہرائی کا اندازہ بعد میں ہوتا ہے۔ میں نے چوٹی سے جب سمندر میں جھانکا تو بے تاب ہجوم کی شدت دیکھ کے مجھے احساس ہوا کہ کس کا زوال ہوا ہے؟ وہ کون شخص تھا؟ اور اس کی کیا اہمیت تھی؟ میرے ہاتھوں جالوش کا زوال ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ تاریک برِاعظم کا ایک باب بند ہو چکا تھا۔ ایک سورج غروب ہو گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ انگرد ما میں جالوش کا مجسمہ میرے ہاتھوں تباہ نہ ہوا ہوتا تو اس وقت کیا صورت ہوتی؟ شاید جالوش کبھی زیر نہ ہوتا کیونکہ وہ مغلوب ہونے کے لیے نہیں تھا۔ مجھے کئی بار اس منظر کی تعبیر پر شبہ ہوا مگر اُس کے جسم پر ہزاروں بچھو چمٹے ہوئے تھے اور وہ اپنے اندر سسک رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ نیچے اُترا۔ ساحل پر میری آمد سے دھوم مچ گئی۔ انھوں نے اپنی کشتیاں چھوڑ دیں اور سمندر میں کود کر تیرتے ہوئے ساحل پر میرے گرد اژدہام لگانے لگے۔ جیسے ہی وہ ساحل پر اُترتے سجدوں میں گر جاتے اور جارا کا کا کی توصیف کرتے۔ بیزنار کے ساحل پر تاحدِ نظر انگرد ما کے باغی قابض ہو چکے تھے۔ اُن کی زندگی کا یہ سب سے بڑا دن تھا۔

مگر ابھی بیزنار کے ساحل پر باغیوں کے اترنے کا سلسلہ جاری تھا اور جالوش کی کرب ناک آوازیں ڈوبے ہوئے چند لمحے گزرے تھے کہ یکا یک سامنے سے سُرخ ذرات کی آندھی چلی۔ اس کی رفتار اتنی شدید اور اتنی تیز تھی جیسے پہاڑوں کو خس و خاشاک کے مانند اڑا لے جائے گی۔ انگرد ما کے لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کے زمین سے چپک گئے۔ آندھی بستی کی طرف سے اٹھی تھی اور بیزنار کے ساحل پر آ کے ٹھیر گئی تھی۔ زمین سے ذرات کے بگولے اس طرح فضا میں اُڑ رہے تھے کہ ان کے پیچھے کا منظر دیکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ بیزنار کی بستی کی سمت ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ریت کی ایک متحرک دیوار ہمارے سامنے ساحل کے اِس کونے سے اُس کونے تک کھنچ گئی ہو۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جالوش کے زوال کے بعد اچانک یہ آندھی کس مقصد سے اٹھی ہے اور اس نے ساحل پر ایک لکیر کیوں کھینچ دی ہے؟ ہم کناروں پر کھڑے ہوئے تھے اور ابھی بہت سی کشتیاں لنگر انداز ہونے کو تھیں کہ گرد و غبار کا یہ طوفان اٹھا اور میری سمجھ میں صرف ایک بات آئی کہ مگر

ابھی ختم نہیں ہوا ہے اور وہ اپنی پسپائی کے بعد بھی سربلند ہے۔ ریت کے ذرات ہمارے قریب ہی اُڑ رہے تھے اور ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے درخت اس طوفانی آندھی نے جڑ سے اکھاڑ دیے تھے۔ ساری فضا میں ایک ہول سا طاری تھا۔ گو کنارے پر آکے اس کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے امرتا، گردشا اور گورمے کو طلب کیا، وہ سب اپنے سامنے نظر آنے والی سرخ ذرات کی آندھی پر حیرت زدہ تھے۔ ہم نے کچھ دیر انتظار کیا کہ آندھی گزر جائے مگر جلد ہی ہمیں کسی طلسم کے ظہور کا یقین ہو گیا۔ یہ خاصی تشویش ناک علامت تھی۔ سب لوگ تھکے ہوئے تھے یا زخمی تھے۔ اُن کے چہرے افردگی سے لٹک گئے تاہم، میں نے تفتیشِ حال کے لیے انھیں حکم دیا ”آگے بڑھو۔“

وہ اس حکم کے منتظر تھے کیونکہ بیزنار کی تازہ عورتیں اُن کے ذہنوں میں بسی ہوئی تھیں اور وہ جلد سے جلد بستی میں پہنچ کے رقص کرنے اور شرابیں اُنڈیلنے کے آرزومند تھے۔ فاتح لوگوں کے لیے سب سے بڑی مسرت یہی چھینا جھپٹی اور لوٹ مار ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو فتح کا لطف نہیں آتا۔ کوئی فاتح فوج کسی علاقے میں سکون سے داخل نہیں ہوتی۔ وہ مغلوب علاقوں سے جنگ میں ہونے والے دکھوں کا معاوضہ ضرور وصول کرتی ہے۔ جنگ کے بعد اس شوخی اور شرارت اس دولت اور عشرت کا یقین نہ ہو تو جنگ میں لوگ اتنے سنجیدہ نہ ہوں۔ وہ میرے حکم پر بے تحاشا آگے بڑھے اور جیسے ہی انھوں نے ریت کی دیواریں داخل ہونا چاہا، وہ چیخ کے پیچھے ہٹے اور بلکتے ہوئے زمین پر گرنے لگے۔ جو اندر داخل ہو گئے تھے آندھی نے انھیں کاندھوں پر اُٹھا کے لپیٹنے ذرات سے ان کے جسموں میں اتنے سوراخ کیے کہ انھیں لہولہان کر دیا اور ان کا پتہ ہی نہیں چلا۔ جو آگے بڑھ گئے تھے، وہ سب فنا ہو گئے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے، وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ساحل کی جانب واپس بھاگنے لگے اور جہاں جہاں اُن کے اعضا آندھی سے ٹکرائے، وہ مفلوج ہو گئے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کے میرے قریب کھڑے ساحر بڑبڑانے لگے اور انھوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق آندھی کے اس پار بیزنار کی بستی میں جھانکنے کی کوشش کی۔ انھیں کچھ نظر نہ آیا تو وہ حیرانی سے میرا چہرہ گھورنے لگے۔ اُن کے سوال چہروں پر لکھے ہوئے تھے، اِدھر میں خود اس طلسم کا سراغ لگانے میں سرگرداں تھا اور کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔

”مقدس جابر! یقیناً تم ہی یہ عقدہ حل کرو گے۔“ بوڑھے لانسی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”ہمیں جلد ہی کوئی قدم اٹھانا ہو گا۔“

”وہ ہمیں اندر آنے کی اجازت دینا نہیں چاہتے۔“ میرے بجائے امرتا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”تم کوئی انکشاف نہیں کر رہے ہو۔“ میں نے تلخی سے کہا۔

امرتا میری تلخ نوائی سے سہم کے دُور کھڑا ہو گیا۔ ”ہم سب کو آگے کوئی قدم بڑھانے سے پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ سُرخ ذرات کی یہ آندھی کسی عظیم ساحر کا کارنامہ ہے تو جالوش کے بعد کون اس کے عقب میں ہے؟“ گورمے نے کہا۔

میں خاموش کھڑا اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔ لشکر پر ایک سکوت طاری تھا۔ ہم ساحل پر موجود تھے مگر آگے بڑھنے سے قاصر تھے۔ ہمارے بہت سے ساحر اس بلاخیز آندھی نے برباد کر دیے تھے لیکن یہاں تک معرکے سر کرنے کے بعد ہمیں پیش قدمی کرنا ہی مقصود تھا اور کسی طور پر وہ متحرک فصیل توڑنی تھی جو طلسم و افسوں کا نہایت شان دار مظہر تھی۔ گورمے سچ کہتا تھا کہ وہ کسی عظیم ساحر کا غیر معمولی کارنامہ ہے کیونکہ بہت پائدار اور وسیع ہے کوئی آنکھ اُس کے اندر جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ ہمارا ہر طلسم ضائع ہو رہا تھا۔ انگردما کے ساحروں کا اتنا بڑا اجتماع بھی اسے سمجھنے سے معذور تھا اور میرے لیے یہ ایک بہت رسوا کن اور شرم ناک بات تھی کہ میں ان کی قیادت کی دعوے داری کے باوجود جاہل کھڑا تھا۔ میرے سامنے ہر دروازہ بند تھا۔

اس موقع پر ہم نے اپنے کون سے علم کا مظاہرہ نہ کیا ہو گا لیکن ریت کے ذرات ہم سے کچھ دُور اڑتے رہے۔ انھوں نے آسمان تک ہماری نگاہوں کے سامنے ایک پردہ سا کھینچ دیا تھا۔ ہم بیزنار کے رُخ سے یہ نقاب نہیں اٹھا سکتے تھے چنانچہ میں نے شپالی کی آگ کے مقدس دائرے میں گورمے کی سرکردگی میں ایک قافلہ روانہ کیا۔ گورمے خود بھی ایک بڑا ساحر تھا۔ جب گورمے سرخ ذرات کی فصیل سے ٹکرایا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جس مصیبت سے پہلا قافلہ دوچار ہوا تھا۔ تیز ہواؤں کے بگولوں نے اس کا جسم بھی کسی پتے کی طرح اٹھا لیا اور اسے اتنے چکر دیے کہ اس کے اعضا دُور دُور تک بکھر گئے۔

سرنگا کہا کرتا تھا۔ ”جابر بن یوسف! تم نے ابھی کیا دیکھا ہے، یہ دنیا تو اسرار کا ایک طلسم خانہ ہے۔ جتنا کریدتے جاؤ گے اتنی ہی گتھیاں نظر آئیں گی۔“ جہاں دیدہ سرنگا نے یہاں آتے ہی وہ اسرار سونگھ لیے تھے اور شاید اُس کا یلدار بھی دور اندیشی پر مبنی تھا کہ ہمیں مہذب دنیا کی طرف جانے والے راستوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ سرنگا کے خیال ہی سے اُس کی دیوی کی یاد آنے لگی جو ابھی اس جنگ کے دوران میں موجود تھی مگر اب کہیں نظر نہیں آتی تھی، وہ آتی تو میں بیزنار کے ساحل پر اُٹھنے والے اُن ذروں کا حال پوچھتا کہ جالوش کے بعد کون ایسا بڑا ساحر ہے جس نے اپنی طاقت کا یہ کمال دکھایا ہے؟ میں نے تنہا جب اس ترتیاں پر غور کیا تو میں اور اُلجھتا گیا۔ ذہن پکنے لگا۔ یہ بات واضح تھی کہ تاریک برِّاعظم کے برگزیدہ لوگوں نے جالوش کی شکست اور ہماری فتح دل سے تسلیم نہیں کی ہے۔ وہ ہمیں اندر نہیں آنے دینا چاہتے تھے اور ہمیں بہر صورت اندر داخل ہونا تھا۔ یا پھر یہ تھا کہ جاراکاکا کی طرف سے ہمارے عزم اور حوصلے کی کوئی آزمائش مقصود تھی جس میں ہمیں پورا اُترنا تھا یا پھر؟.... اور جب میں نے یہ سوچا تو میرا دماغ پھٹنے لگا۔

اقابلا۔ اُس کا نام جیسے ہی میرے ذہن میں وارد ہوا، مجھے اپنے سیاہ خانے میں روشنی کی کچھ کرنیں سی نظر آنے لگیں۔ اقابلا! ممکن ہے اس خوں سنگ آندھی کا خطا اسی ماہ وش نے کھینچ دیا ہو؟ وہ ایک عظیم و جلیل ملکہ ہے۔ تاریک برِّاعظم میں اُس کے جلال کا کوئی ہم سر نہیں۔ یقیناً ایسا ہی ہو گا مگر یہ کیسے یقین کیا جائے کہ اس طلسم کے عقب میں اس کی عظمت کارفرما ہے اور اگر وہ ہمیں اپنی زمینوں کے اندر دیکھنا گوارا نہیں کرتی تو یہ ایک ناگفتہ بہ صورتِ حال کا اور زیادہ تشویش ناک پہلو ہے۔ پھر کیا میں اُس کی مرضی کے بغیر اندر داخل ہونے کی جرأت کروں گا؟ میں اس نازک بدن سے پنجہ لڑاؤں گا؟ میں؟ میں جابر بن یوسف اقابلا سے معرکہ آرا ہوں گا؟ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔

اُس وقت میں شدید ذہنی الجھنوں کا اسیر تھا۔ شوطار اور فلورا میرے نزدیک آچکی تھیں اور سب لوگ میری زبان سے کچھ سننے کے لیے مضطرب تھے اور میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ مجھے شوطار کی جرأت پر حیرت ہوئی۔ وہ اقابلا کا مجسمہ تھامے ہوئے تھی۔ اُس نے بے باکی سے میرے کان میں سیسہ پگھلایا۔ ”سنو مقدس جابر! تماشا ہو چکا۔ یہ ایک ایسی فصیل ہے جو انگردما والوں نے تاریک برِّاعظم کے ساحروں سے روپوش ہونے کے لیے اپنے اردگرد کھینچی تھی۔ تم نے جالوش کے زوال کے بعد پیش قدمی میں دیر کر دی۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ تم اقابلا کا یہ منحوس مجسمہ تباہ کر دو اور یقین کر دو کہ راستے تمہارے خیر مقدم کے لیے خود بخود آگے بڑھیں گے۔“ شوطار کے لہجے میں اصرار کی ملکہ کا شکوہ تھا۔ میں نے اُس کے ہاتھ سے مجسمہ چھین لیا اور اُس کے رخسار پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لوٹتی ہوئی دُور جا گری۔

”ملکہ شوطار حق پر ہے۔“ امرتا نے بھی گستاخی کی۔

”چپ رہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اسے محفوظ رکھوں گا، چاہے اگر میرا سارا لشکر تباہ ہو جائے۔“ میں نے طیش میں کہا۔

”پھر ہم اندر داخل نہیں ہو سکتے۔“ فلورا بھی ان کی ہم نوا بن گئی۔

”تم بھی فلورا!“ میں نے نفرت سے کہا۔ ”تم بھی میری ہم نوا نہیں ہو؟“

”میں تمھیں اپنی دانست میں ایک بہترین مشورہ دے رہی ہوں۔“

”اور مجھے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس مجسمے کی حفاظت کا عہد کیا ہے اور میں اپنی زندگی تک اسے اپنے سینے سے لگائے رکھوں گا۔ تم سب میرے احساسات سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ تم بھٹکے ہوئے ہو۔ تم جانور ہو اور تم وہ نہیں ہو جو میں ہوں۔“ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”مقدس جابر!“ بوڑھا لانسی شفقت سے بولا۔ ”ہم تم سے رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ ہمارا بہترین ساحر گورمے اس قیامت خیز آندھی کی نذر ہو چکا ہے۔ ہمارے علم ناکام ثابت ہو گئے ہیں۔ ہم یہ آندھی اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتے تاوقتیکہ ہم اقابلا کا مجسمہ ختم کر کے تاریک برِّاعظم میں ایک مکمل انقلاب برپا کرنے کا عذر یہ دیوتاؤں سے نہ لیں۔ اصرار مت کرو جابر! وہ ہماری دشمن ہے۔ حالانکہ ہم نے اسے دوستی کی پیش کش کی ہے اور اس کی سربراہی میں یہ نظام چلانے کا عہد کیا ہے۔“

”میں یہ نہیں کر سکتا بوڑھے گدھ!“ میں نے سختی سے جواب دیا۔

”تو ہمارے لیے کیا حکم ہے؟“ گردشا نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔

”وہ کہاں آرام کر رہا ہے؟“ میں نے چیخ کر کہا۔ ”وہ تمہارا سردار ریماجن، وہ کہاں غائب ہے؟ اُس سے کہو کہ وہ کچھ ہاتھ ہلائے۔ اُسے آواز دو، وہ اقابلا کی منت کرے۔ اُس کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہو۔ میں نے جالوش کو غرق کر کے اپنا کام انجام دے دیا ہے۔ اب کچھ ریماجن کو بھی کرنا چاہیے۔“

کیا وہ اُس وقت آئے گا جب میں اُس کے لیے زرنگار تخت بچھاؤں گا؟“

”مقدس ریماجن ہر بات سے باخبر ہو گا۔“ امرتا نے اس کی وکالت کی۔

”تو اُسے آجانا چاہیے امرتا!“ میں نے طنزاً کہا۔

”اور اگر وہ نہ آیا؟“ فلورا نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

”تو پھر ہم یہیں آرام کریں گے۔ ہمارے ساتھ بہت سی عورتیں بھی ہیں۔ سامنے سمندر ہے جس میں عمدہ مچھلیاں ہیں۔ ہم اپنی انگلیوں سے آگ لگا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس بڑی مقدار میں شراب ہے۔ شاید اُن ساحروں کو ہمارے حالِ زار پر کبھی رحم آجائے جنھوں نے یہ خوب صورت آندھی ہمارے قریب اٹھائی ہے۔“

”جابر!“ فلورا میرے لہجے کی تلخی سے نڈھال ہو گئی۔ ”تم کیا ہو؟“

”میں!“ میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”مجھے خود خبر نہیں کہ میں کیا ہوں؟ سنو ساتھیو!“ میں نے فلورا کو جواب دینے کے بعد منفعل لوگوں کو مخاطب کیا۔ ”تمہیں کنارے کنارے ڈیرے ڈال دو۔ اگر جگہ کم ہے تو کشتیوں میں ٹھیر جاؤ۔ اور اپنے شراب کے برتن ہلکے کرنا شروع کر دو۔ تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔ جب تک ریماجن تمہاری خیر خبر لینے آ ہی جائے گا۔ ممکن ہے، اُس کے پاس کوئی بڑا جادو ہو۔“

یہ ایک بہت سنجیدہ اور نازک وقت تھا۔ جاراکاکا کی کھوپڑیاں ہاتھوں میں اٹھائے انگردما کے عالم اور ساحر آسمانوں سے مخاطب تھے۔ جدھر دیکھیے اُدھر ساحر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے تھے۔ مجھے بے نیاز دیکھ کے میرے قریب کی بھیڑ چھٹ گئی اور میں نے فلورا اور شوطار دونوں کو اپنے بائیں

ہپناٹزم
کی جدید تحقیقات
• نئی معلومات • جدید طریقے
ہپناٹزم کی مشقوں کیلئے مکمل لائحہ عمل
قیمت 25 روپے ❖ ڈاک خرچ 23 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس 944 رمضان چیمبر دلوریا اشرف آلکی چرچ روڈ کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لیے: C-63 فیز II ایکس ٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

بازو کے حلقے میں لے لیا۔ میرے دوسرے بازو میں آقابلا کا مجسمہ تھا۔ میں خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا اور جب اس آندھی کی طرف نظر جاتی تھی تو جسم میں ایک بے کلی سی ہوتی تھی۔ میں انھیں لیے ہوئے ایک چٹان پر دراز ہو گیا۔ آقابلا کا مجسمہ میں نے اپنے ایک پہلو سے دبا لیا اور

فلورا نے میرے ہاتھ دبانے شروع کر دیے۔ انگرو ما کی نازنینوں نے جلد ہی ہماری خدمت میں گوشت اور مشروبات پیش کر دیے۔ شوطار نے کچھ کہنا چاہا تو میں نے پہلے ہی جملے پر اُسے خاموش کر دیا۔

میدانِ جنگ میں اگرچہ لاشوں کا انبار تھا اور زمین خون سے نم ہو گئی تھی مگر وہ ایک طرف انگرو ما کے ساحروں کی عبادت گاہ بنا ہوا تھا، دوسری طرف میرے لیے عشرت کدہ۔ میں نے تمام اُلٹے بالائے طاق رکھ دیے تھے۔ جو اپنی حد میں تھا، اسے میں نے پوری طرح انجام دے دیا تھا۔ اب آگے کا کام میری حد سے باہر تھا۔ آگے اندھیرا تھا۔ ریت کا طوفان تھا۔ لق و دق صحرا تھا۔ وہ جان رہی ہو گی کہ میں اُس کے لیے کیا سوچ رہا ہوں۔ میں صرف اُسی کے لیے سوچتا ہوں۔ میں نے پورے لشکر سے نبرد آزما ہو کے اُس کا مجسمہ محفوظ کیا ہوا تھا۔ اس مجسمے کی موجودگی سے ان باغیوں میں میرے خلاف جو نفرت بڑھ رہی تھی، میں اُس سے بھی آگاہ تھا۔ وہ سب مجھ پر اچانک کسی وقت بھی ٹوٹ سکتے تھے۔ میں اپنے دوستوں کی محفل میں نہیں تھا۔

رات کے اندھیرے میں ایسا محسوس ہوا جیسے ریت کا طوفان کمزور پڑ گیا ہو۔ پھر جب مجھے یہ بتایا گیا تو میں نے لانسی کی سرکردگی میں ایک مختصر سا قافلہ اُس طرف روانہ کرنے کا حکم دیا۔ مشعلوں کی روشنی میں لانسی کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت سے ساحر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے مگر تھوڑی دور جانے کے بعد جب لانسی اور اُس کے ساتھیوں کی چیخیں گونجیں تو وہ ساحل کی طرف بے تحاشا بھاگتے ہوئے آئے۔ لانسی جیسے بے بدل ساحر کے ساتھ بھی ریت کے خون آشام ذرّوں نے مغائرت کا رویہ جاری رکھا۔ اب کوئی اور قافلہ ریت کے طوفان کی طرف کوچ کرنے کا قصد نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ساری رات کرب میں گزری۔ فلورا اور شوطار کی قربتیں بھی کچھ نہ کر سکیں۔ ذہن کا مطلع صاف نہیں ہوا، غبار آلود ہی رہا اور دُور ساحل پر ایک روشنی سی ٹمٹماتی نظر آئی۔ لشکر میں کوئی شخص نہیں سویا تھا۔ جب انھیں امرتا نے بتایا کہ ریماجن کی آمد آمد ہے تو نعرہ ہائے تحسین کا غلغلہ ہوا۔ ریماجن آ رہا تھا، باغی انگرو ما کا جلیل القدر سربراہ۔ انھوں نے اس طرح نعرے لگائے جیسے نجات کی کنجی اُسی کے پاس ہے۔ بس وہ آئے گا تو یہ لرزاد آندھی اپنی پھونک سے اُڑا دے گا۔ بس اُس کے ساحل پر اترنے کی دیر ہے۔ وہ جوش میں اُچھلنے اور کودنے لگے۔ میں اپنی جگہ اطمینان سے دراز رہا۔

ریماجن کا یہ والہانہ استقبال میری عظمت کا استرداد تھا مگر ایسے لمحے بھی آتے ہیں۔ میں اُس عظیم ساحر کی آمد کا منظر مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ چند مشعل بردار کشتیاں اُس کی پیشوائی کے لیے سمندر میں تیرنے لگیں۔ اُسے بڑی عزت اور شان کے ساتھ ساحل پر اتارا گیا۔ جیسے آج کا معرکہ اُسی نے سر کیا

ہو، جیسے جالوش کے سینے میں خنجر اُسی نے گھونپا ہو اور وہی آج کا بادشاہ ہو۔ ساری عظمتیں اسی کے لیے ہیں کہ وہ جادوگر آ رہا ہے۔ اس وقت میرے نزدیک کوئی اور ذی نفس نہیں تھا۔ صرف فلورا اور شوطار تھیں۔

ریماجن نے ساحل پر آتے ہی اپنے رفیق ساحروں کے ساتھ غالباً کوئی جلسہ منعقد کیا تھا۔ مشعلیں ایک جگہ ٹھیر گئی تھیں۔ میں نے یہ روداد سُننی نہیں چاہی کیونکہ مسائل و مصائب کی اس تکرار سے سینے میں سوزش ہوتی تھی۔ میں اپنی جگہ فلورا اور شوطار کے حُسن کے جھولے میں خود پرستی طاری کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ادھر مشعلیں حرکت میں آتی ہوئی میری طرف بڑھتی دکھائی دیں۔ فلورا نے دو بے شمار روشنیاں اپنی سمت منتقل ہوتے دیکھ کر مجھے خوف زدہ انداز میں چونکایا۔ شوطار کا جسم بھی لرزنے لگا تھا۔ میں نے فلورا کی دہشت دور کرنے کے لیے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر دیا تھا جو اُس کے پیروں میں سرسرانے لگا لیکن وہ مجھ سے بہت تھوڑے فاصلے پر ٹھیر گئے۔ ریماجن ان سب میں آگے تھا۔ مشعل کی روشنی میں اس کے سیاہ چہرے پر تفکر کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اُس نے سب سے پہلے اچٹتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا، پھر اُن قزاقت کی طرف متوجہ ہو گیا جو انگرو ما کی بے مثال فتح، شکست میں بدلنے پر تلے ہوئے تھے۔ چند لمحوں تک وہ بہ غور اس دیوار کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اُس نے عجیب و غریب انداز میں کوئی عمل پڑھا اور کسی مسخرے کی طرح اپنے ہاتھ نچائے۔ اُس کی انگلیوں سے روشنی کی لکیریں پھوٹنے لگی تھیں۔ یہ روشنی اُڑتی ہوئی ریت کی فصیل پر پڑی تو سرخ ذرات چمکنے لگے مگر وہ اتنے نزدیک تھے اور کثرت میں اتنے زیادہ تھے کہ ریماجن کی انگلیوں سے خارج ہونے والی روشنی اُن کے پار نہ جا سکی۔ ساتھ ہی اُس کے ساتھیوں نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے طلسمی لوا اور جارا کا کا کی کھوپڑیاں ریت میں پھینکنا شروع کر دیں۔ اس سے بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تو انھوں نے چند نوجوان لڑکیاں قربان کر کے اُن کے خون سے ساحروں کے جسم رنگ دیے۔ انھیں اُس طرف ارسال کرنے سے پہلے گڑگڑا کر جارا کا کا کی عبادت کی گئی۔ احتیاط کے طور پر اُن کی گردنوں میں جارا کا کا کی کھوپڑیاں اور دوسرے لوا ڈال دیے گئے۔ ریماجن خود انھیں دُور تک چھوڑنے گیا اور واپس آ گیا مگر جلد ہی دل چیرنے والی چیخیں گونجنے لگیں۔ ریماجن کی ایما سے بھیجے ہوئے اس قافلے کا حشر پہلے سے مختلف نہیں ہوا تھا۔ ریماجن کی ناکامی پر فلورا نے زور سے میرا ہاتھ دبایا۔ ریماجن کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ اپنے رفیقوں کے درمیان سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ مجھے معلوم تھا اب اس کا رُخ کس جانب ہو گا؟ میں نے اپنی نشست میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ شوطار کو ایک قدح مشروب کا اپنے ہاتھوں سے پلانے کا حکم صادر کیا۔ شوطار مجھے اپنے نازک ہاتھوں سے یہ آتشیں جام پلا رہی تھی کہ ریماجن اور اُس کے ساتھی بوجھل قدموں سے میرے روبرو آ گئے۔

"مقدس جابر!" ریماجن کے لہجے میں پسپائی تھی۔ "وہ بہت عظیم ہے۔ آقابلا بہت عظیم ہے مگر اُسے شاید انگرو ما کے حصار میں ہونے والے ہمارے عہد نامے کی خبر نہیں ہے کہ ہم نے اُس کی سربراہی اور عظمت دل سے قبول کی ہے۔ کیا

تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ہم اُس کے سوا کسی کے اقتدار کا تصور تک نہیں کرتے۔ ہم اُس کے بہترین محافظ ثابت ہوں گے اور ہمارا نظام یقیناً جالوش سے بہتر ہو گا۔"

میں نے کروٹ بدل لی۔ آج پہلی بار ریماجن براہِ راست مجھ سے اتنی عزت کے ساتھ ہم کلام تھا۔ میں نے سوچا تھا میں کہوں گا کہ آج تمھارا کوئی ترجمان نمائندگی کیوں نہیں کر رہا ہے؟ مگر ریماجن بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے شوطار کے کان کاٹتے ہوئے اُسے جواب دیا۔ "ریماجن! تمھاری زبان سے یہ کلمات سُن کے مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ یقیناً وہ بہت عظیم ہے کہ اُس نے انگرو ما کے سرکش اور باغی ساحرِ اعظم کو اپنی تعریف و توصیف پر مجبور کر دیا۔ اب تم اُسے زمانوں تک یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے رہو کہ تم اُس کے وفادار ہو اور تمھاری نیت میں کوئی آلودگی نہیں۔ ممکن ہے کسی دن اُسے تم پر ترس آ جائے۔"

"ہم اسے یہ یقین ضرور دلائیں گے۔" وہ تاسف سے بولا اور اُس نے اچانک اپنی انگلی گھما کے اور چند ساحروں کے سوا باقیوں کو وہاں سے رخصت کر کے ایک نادیدہ تہہ خانہ قائم کیا۔ غالباً وہ کوئی اہم بات کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی یہ حصار قائم ہوا، وہ مجھ سے اور نزدیک ہو گیا اور سرگوشی میں بولا۔ "جابر بن یوسف! ہم نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ وہ تمام جزیروں اور قبیلوں کی بلا شرکتِ غیرے مختار بن گئی ہے۔ وہ سب پر حاوی ہے جیسے ہی جالوش کا زوال ہوا، اُس نے اپنی طاقتوں سے تمام نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب یہاں اُس کی طاقت کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ اسی لمحے کی منتظر تھی اور یہ نادر موقع اُسے ہم نے فراہم کر دیا۔"

"یا یوں کہو کہ اُس نے ہم سے زیادہ مستعدی اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ اگر تم ریت کے یہ آہنی ذرّے توڑ سکتے ہو تو توڑ لو مگر یاد رکھنا اُس کی حیثیت ایک فریق کی ہے اور یقیناً اُسے جارا کا کا کی اعانت حاصل ہے کیونکہ وہ بہت حسین ہے۔ جب وہ اپنے نازک لبوں سے اُن سے کوئی فرمائش کرتی ہو گی تو دیوتاؤں کی جبینیں جھک جاتی ہوں گی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمھارے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو اس فصیل سے سر ٹکراتے رہو اور کسی موہوم اُمید میں یہاں پڑے رہو یا پھر انگرو ما واپس چلے جاؤ اور پھر سے اپنی طاقت منظم کرو۔ اب جالوش درمیان میں نہیں ہے۔ شاید تمھیں اتنی دیر نہ لگے۔"

وہ مجھ سے اور قریب ہو گیا اور اتنی نرمی سے بولا کہ اس کی حلاوت سے مجھے اپنی سماعت میں کسی نقص کا گمان ہوا۔ "جابر بن یوسف! اب بھی ہم اسے شکست دے سکتے ہیں۔ اُس کا مجسمہ ہمارے پاس ہے۔ ہم اسے تباہ کر دیں گے پھر یہ قلعہ بھی گر جائے گا۔"

"تم ابھی اُس کی عظمت کے گُن گا رہے تھے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور اب اُس کی تباہی کے درپے ہو؟" یہ کہتے ہوئے میں نے اس کا قائم کیا ہوا حصار توڑ دیا۔ "ریماجن! میں اُس کے خلاف کوئی سازش برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تم پر آخری بار یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اُس کی تمدید، زلزلوں اور غصوں کے باوجود اُس سے تا زندگی وفادار رہوں گا۔ مجھے تمھارے

ان طلسم خانوں، سندوں، ساحرانہ شعبدوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف اُس سے دلچسپی رکھتا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے اُسی کی قربت کے حصول کے لیے کیا ہے۔"

میرے طیش سے ریماجن کے چہرے کا رنگ اور سیاہ ہو گیا۔ اُس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ آقابلا کا مجسمہ میرے پہلو میں دبا ہوا تھا۔ اس خدشے کے پیشِ نظر کہ کہیں ریماجن مجھ پر غصّے میں حملہ آور نہ ہو جائے، میں احتیاطاً اُٹھ کے بیٹھ گیا۔

"وہ۔" ریماجن نفرت اور حقارت سے بولا۔ "وہ تمھیں کبھی قریب نہیں آنے دے گی۔ جب وہ ایسا کرے گی تو اُس کی مسند اور عظمت و شوکت خطرے میں پڑ جائے گی۔ جابر بن یوسف!" اُس کے دانت کٹکٹانے لگے۔ "ہم نے دوستوں کی طرح عہد کیا ہے۔ میں تم سے اس دوستی کے نام پر مطالبہ کرتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ ورنہ . . . ."

"ورنہ . . . ." میں نے درمیان میں دخل دیا۔ "ورنہ تم دشمنی پر اُتر آؤ گے؟ ریماجن! تم اپنی سطح سے کم تر باتیں کرنے لگے ہو۔ جاؤ میرے پاس سے دُور ہو جاؤ۔ اگر اُس کی پسندیدگی درکار ہے تو اُسے یہ یقین دلانے کی کوشش کرو، نفرتوں سے تم کچھ حاصل نہیں کرو گے۔ ہمارا تمھارا عہد نامہ برقرار ہے۔ دیوتا اس کے گواہ ہیں اور میں اس پر کاربند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔"

ریماجن نے میرے لہجے کے عزم سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلسلے میں مزید کسی گفت و شنید سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اُس کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں۔ میں اب بہت محتاط ہو کے اُس کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ تمام ساحر پھر میرے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اُن کے تیور یقیناً اچھے نہیں تھے۔ ایک بار پھر کچھ تلخ اور ترش جملوں کا تبادلہ ہوا۔ وہ لوگ جو کل میرے اشاروں پر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، ریماجن کے آنے کے بعد مجھ سے قطعاً ناراض ہو گئے تھے۔ اُن کی زبان لڑکھڑا رہی تھی اور وہ بار بار بے چینی سے پہلو بدلتے تھے۔ میرے لیے زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا دشوار ہو گیا۔ میں مجسمہ اُٹھائے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"یہ مجسمہ ہمارے حوالے کر دو۔" امرتا نے درشتی سے کہا۔

"چپ رہ نابکار!" میں نے آقابلا کا مجسمہ اُٹھا کے اُس کے سر پر دے مارا۔ امرتا کا مغز باہر آ گیا اور وہ ایک دہاڑ کے ساتھ زمین پر گر گیا۔ فلورا اور شوطار نے دہشت سے میرے بازو پکڑ لیے تھے۔ قریب تھا کہ تمام ساحر مجھ پر ٹوٹ پڑیں کیونکہ وہ تمام عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ میری ضد اور اپنی ہزیمت سے اُن پر جنون کا دَورہ پڑ گیا تھا۔ اُن کے لیے یہ بڑی ہمت شکن، روح فرسا اور اذیت ناک بات تھی کہ جالوش کے بعد بھی تاریک برِ اعظم کے دروازے اُن پر بند تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ آقابلا کا مجسمہ حاصل کرنے کے بعد اُسے آسانی سے تباہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہ ایک زمانے سے انگرو ما میں یہ ناکام کوشش کر رہے تھے۔ یہ مجسمہ اُن کے ہاتھوں میں پہنچ بھی جائے گا تو اُس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک وہ اسے تباہ کرنے کے لیے کوئی جابر بن یوسف جیسا شخص اپنی

صفوں میں پیدا نہ کریں۔ انھیں میری ضرورت تھی کیونکہ میں نے پہلے ہی جالوش کا مجسمہ ریزہ ریزہ کر دیا تھا لیکن میرے انکار پر وہ دیوانے ہو گئے۔ اور اُسے مجھ سے چھین لینے کے ارادے سے میری طرف بڑھنے لگے۔ میں نے اُن کے مشتعل اطوار پڑھ لیے تھے اور اُن کی برہم آنکھیں تاک لی تھیں۔ اگر یہاں کوئی میرا رفیق تھا تو وہ قلورا تھی یا شوطار تھی اور اگر یہاں میرا کوئی دشمن تھا تو وہ سب تھے۔ پورا انگروما تھا۔ میں اس فکر میں زیادہ دیر تک اپنی ضد قائم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ صورتِ حال انگروما جیسی نہیں تھی۔ اس وقت میں نے یہ مجسمہ روحوں کے غار میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہاں کا ہو نہیں تھا۔ روحیں منتشر پھر رہی تھیں اور کوئی محفوظ زنداں نہیں تھا۔ میں ان کے لیے جالوش کو فتح کر چکا تھا اور اُن کی غاہبت کی وہ سعت بھی نہیں تھی جو انگروما میں تھی۔ میں اُن کے لیے ایک بڑا کانٹا تھا جب تمام لوگ پاگل ہو جائیں تو کون طاقت اور عقل کی بات سُنتا ہے؟ اگرچہ میں مشکل سے مشکل حالات میں اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا مگر میں تنہا کب تک اُن سب سے اس مختصر زمین پر نبرد آزما رہتا؟ یہ ساحل کی ایک مختصر لکیر نما پٹی تھی اور سمندر تھا اگر سمندر میں کود تا تو وہ میرے تعاقب میں کشتیاں دوڑا دیتے اگر خشکی پر اپنے وجود کا اصرار کیے رہتا تو وہ مجھ پر سکون حرام کر دیتے۔

اس سے قبل کہ وہ اپنی رہی سہی عقل بھی کھو دیں اور مجسمے کے حصول کے لیے مجھ پر ٹوٹ پڑیں یا کوئی اور غیر دانش مندانہ قدم اٹھائیں نزاع اور انتشار کے اور مسئلے کھڑے کریں میں نے دلیری سے اپنے قریب کھڑے ہوئے سازشوں کو پیچھے دھکیل دیا اور چیخ کر انھیں دُور ہو جانے کا حکم دیا۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اس میں اس وقت اگر اُن کی برہمی اور ناراضی کی موجودہ کیفیت ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو میں اُن سے بعد میں نمٹنے کی تدبیروں پر غور کر سکتا تھا اس وقت سب سے اہم بات یہ تھی کہ میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔ وہ میرے آگے قدم بڑھانے پر کسمسانے لگے لیکن جیسے ہی میں اُس منتقم مزاج گروہ سے باہر نکلا انھوں نے میرا تعاقب شروع کر دیا۔ میں نے قدم تیز کر دیے تو انھوں نے بھی میری تقلید کی۔ قلورا اور شوطار پیچھے رہ گئیں۔ میں نے اچانک پیچھے مُڑ کے کسی درندے کی طرح قہر و غضب کی ایک پھنکار ماری۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹے مگر پھر جھپٹنے کے انداز میں مجھ پر لپکے۔ اُن میں سے ایک ساحر جوش میں آگے بڑھ آیا۔ میں نے ڈگبی کے سینگ اُس کے پیٹ میں گھونپنے میں کوئی تساہل نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریاجن کا پیمانہ چھلک پڑا۔ وہ میری طرف چیتے کی پھرتی سے جھپٹا۔ مجھے اپنے ڈانڈ استعمال کرنے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی اور ریاجن سامنے تھا۔ میں نے کوئی اور راستہ نہ دیکھ کے ریت کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان وحشیوں نے وہاں بھی برابر تعاقب جاری رکھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں واپس آؤں گا اور جب میں واپس ہوں گا تو وہ گِدھوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ وہ مجھے آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ مجسمہ یقیناً مجھ سے چھین لیتے۔ اگر مجسمے کی فکر نہ ہوتی تو میں تنہا اُن سے نمٹ لیتا مگر پھر ایسی خوف ناک صورتِ حال ہی کیوں پیش آتی؟

پہلے تو میں ریت کے کنارے کنارے بھاگتا رہا لیکن اس سے انھیں یہ گمان گزرا کہ میں اُن سے مکمل طور پر خوف زدہ ہو گیا ہوں۔ دشمن کے ذہن میں یہ نکتہ جڑ پکڑ جائے تو وہ اور جارح ہو جاتا ہے۔ انھوں نے ہر طرف سے مجھے گھیر لیا۔ میرے پہلو میں ریت اُڑ رہی تھی اور میں اس کے اتنا نزدیک ہو گیا تھا کہ ذرات میرا جسم چھیدنے لگے تھے۔ اُسی لمحے دفعتاً اُن کا تعاقب کمزور پڑ گیا۔ ریاجن نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھ سے دُور ہٹ جائیں۔ میں یہ غیر متوقع حکم سُن کے حیران ہوا مگر چند ثانیوں کی کشمکش کے بعد اس کے مضمرات تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ریاجن اپنے ساتھیوں کے مانند پوری طرح ہوش نہیں کھو بیٹھا تھا۔ جب اُس نے مجھے ریت کی دیوار کے نزدیک دیکھا تو اسے یہ خوف پیدا ہوا کہ ریت کہیں مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے مجسمے سے محروم ہو جائے گا مگر اس ایک لمحے کی مہلت میرے لیے بڑی فیصلہ کُن ثابت ہوئی۔

اب تک نہ میں نے یا ریاجن نے ریت کا یہ طلسمی پردہ چاک کرنے اور اُس میں داخل ہونے کی جسارت عمداً نہیں کی تھی کیونکہ انگروما کے لشکر کے قاہر کو کوئی گزند آتی تو انگروما کا نام و نشان مٹ جاتا ہم انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو بھیانک موت سے دوچار کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے لیکن یہیں سے میرے ذہن نے ایک اور سمت رہبری کی۔ ضروری نہیں کہ گرہمنے بوڑھے لاشی اور دوسرے ساحروں کے لیے یہ ریت ہلاکت کا سبب تھی تو میرے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا۔ میری اور ریاجن کی بات اور تھی ہم یقیناً سب سے بلند تھے اور ہم پر طلسم اس طرح اثر انداز نہیں ہوتے تھے جس طرح عام ساحروں پر ہوتے تھے اور پھر میں تو آقابلا کے مجسمے کا امین اور اس کی برتری ہی کا خواہاں تھا۔ میرے لیے اس ہلاکت خیز ریت میں داخل ہونے پر تردد بزدلی تھا۔ میں نے ایک جرأت مندانہ اور قلندرانہ ارادہ کیا "آقابلا تیرے نام پر"۔ میں نے ہانک لگا کے قلورا اور شوطار کی طرف حسرت کی نظر سے دیکھا۔ میرا دوسرا قدم ریت کے اندر تھا۔ میری سماعت اُن کی چیخیں چند ہی لمحوں تک سُن سکی پھر میں ریت کے طوفان میں گھس گیا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔

اندر ریت کا طوفان بہت شدید تھا۔ اُس نے مجھے کئی جھکولے دیے۔ میرے قدم زمین سے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر یہ میں کوئی درخت نہیں تھا۔ میں کوئی ستون نہیں تھا۔ میں نرا ایک عمارت تھا۔ میں تو ایک جنگل تھا۔ میرا اپنا جسم پُر اسرار طاقتوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ میری کئی آنکھیں تھیں کئی چہرے کئی جسم تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے سے اُڑنے والے ریت کے بگولے جھٹک دیے۔ اس جابر بن یوسف کے خون میں بٹے ہوئے لاتعداد نوجوان لڑکیوں کا خونِ شکستہ و درماندہ بڑھیا کا دودھ، ہر بگیا کا مغز شامل تھا۔ میں ریت کے اس طوفان سے جنگ لڑتا ہوا لڑھکتا پھڑکتا آگے بڑھتا رہا۔ ننھے ننھے ذروں نے راستہ اندھا کر دیا تھا۔ میرے برہنہ جسم میں بے شمار سوئیوں کی طرح ریت چبھ رہی تھی لیکن میں کُلی طور پر اپنے جہان میں تھا بلکہ جوش اور ولولہ پہلے سے تیز تھا۔ میں نے زمین نہیں چھوڑی۔ ریت نے مجھے اپنے پروں پر اُٹھانے کے لیے کئی بار یلغار کی لیکن میں اپنے ہر موقع پر منظر میں۔

بیٹھ گیا اور جیسے ہی حملے کی شدت کم ہوئی، اُٹھ کر چلنے لگا۔ آقابلا کا وزنی مجسمہ بھی میرے وزن میں اضافے کا سبب تھا۔

میں نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو میری رفتار میں تیزی آ گئی۔ آگے جا کے ریت کے ان جھکڑوں میں خاصی کمی ہو گئی۔ یہ پُراسرار آندھی کی ایک ضخیم اور طویل دیوار تھی۔ یہ محسوس کر کے میری شادمانی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ میں تمام حوادث سے محفوظ ہوں اور میں نے ریت کا یہ صحرا عبور کر لیا ہے۔ بیزنار کی لالہ زار بستی میرے سامنے تھی۔ درخت، جنگل، پانی۔ میں نے پیچھے مُڑ کے دیکھا تو ابھی تک وہ دیوار قائم تھی، اُس دیوار کے پار انگروما کا لشکر تھا۔ ریت میرے منہ ناک اور کانوں میں گھس گئی تھی۔ ایک چشمے پر اپنا جسم صاف کر کے میں نے اطمینان کی چند گہری سانسیں لیں، ساتھ ہی آقابلا کا مجسمہ بھی بڑی نزاکت سے دھویا۔ پودوں سے مختلف پھول توڑ کے ایک ہار بنایا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ میں اب اپنے علاقے میں تھا، ایک عرصے بعد۔ ایک بہت بڑی تبدیلی کے بعد۔ میں اُس کا ردِعمل جاننے کے لیے بے تاب تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھتا تھا کہ کہیں قریب ہی اُس کی آہٹ تو نہیں ہوتی۔ رو یا اس کی نمائندہ۔ دل و دماغ میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ یقین تھا کہ کسی طرف سے کوئی آواز آئے گی۔ مترنم آواز وہ کہے گی۔ جابر بن یوسف! اے یارِ جانی تو بھی کیا خوب ہے۔ بہت ضدی ہے۔ زور آور ہے۔ چل کہ وہ تیری منتظر ہے۔ چل کہ اُس نے اپنے سراپا میں عطر بسایا ہے اور اس کے بدن کے پھول تیرے ہاتھوں آزاد ہونے کے لیے بے قرار ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کر لے اور ایک ہوشربا منظر کے لیے تیار ہو جا۔ ذرا دل سنبھال کے رکھیو۔

خیال تھا کہ جلد ہی کسی سمت سے کوئی ندا آئے گی اور اُس میں بڑی خوش خبری ہو گی۔ جہاں میں کھڑا تھا، وہاں دُور دُور تک آدم زاد کا نشان نہیں تھا۔ میں کچھ دُور جاتا تو بستی آ جاتی جہاں میرے تپاک میں عورتیں رقص کرنے لگتیں۔ بیزنار کے علاقے پر میری سرداری کی مہر لگی ہوئی تھی لیکن بستی میں جانے اور اپنے نائب کو پریشان کرنے میں وقت کا ضیاع تھا۔ اِدھر وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ اُس نے اپنے محل میں نصب طلسمی آئینوں میں دیکھ لیا ہو گا کہ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے سُلگ رہی ہیں اور میرے دل میں جذبات کا ایک سمندر موج زن ہے۔ کچھ ہی دیر جاتی ہے کہ سیمیں بدن نازنینیں مجھے اپنے دوش پر اُٹھا کے اُس کے قصر میں لے جائیں گی جہاں آقابلا میرے لیے اپنے حسن و جمال کی ضیافت کا اہتمام کرے گی۔ منزلِ مراد بر آنے کو ہے۔ درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ یقیناً میں اب بھی اُس کے قد کے برابر کا شخص نہیں ہوں مگر اب کون میرا مقابل ہے۔ میں کسی گوشے سے کوئی آواز سُننے کے لیے ترستا رہا۔ کسی نے مجھے نہیں پکارا۔ جیسے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ میں وہی پہلے جیسا جابر بن یوسف ہوں۔ میں انگروما کا فاتح نہیں ہوں اور میں نے جالوش کا باب بند نہیں کیا ہے۔ بیزنار میں مجھے مژدۂ جاں فزا سنانے کے لیے کوئی پری آسمان سے نہیں اتری۔ میں نے اپنے پُراسرار باطن کے دریچے کھول کے بھی دیکھا کہ کسی طرح یہ معما اور سناٹا دور ہو۔ اس تاخیر اور سرد مہری سے مجھے اختلاج ہونے لگا تھا۔

کاش میرے پَر ہوتے اور میں اُڑ کے پہنچ جاتا۔ رفتہ رفتہ میرے اندر کم تری کا احساس جاگزیں ہونے لگا یا مجھے اپنی قامت کا صحیح اندازہ ہونے لگا۔ جالوش کے پَر نہیں تھے مگر وہ لمحوں میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا، اساپ کے دور دراز جزیرے میں جارا کاکا کی عبادت کے دوران میں اُس کا ہاتھ سمندروں کو پار کرتا ہوا پہنچ گیا تھا اور اُس نے میرے ماتھے پر بطورِ سند اپنی استخوانی انگلی ثبت کی تھی۔ قصرِ آقابلا میں جب آقابلا مجھے خصوصی التفات سے نواز رہی تھی اور مجھ میں جذب ہوئی جاتی تھی تو وہ وہاں بھی دہاڑتا ہوا حائل ہو گیا تھا۔ تُرری کے جزیرے پر انگروما کے باغیوں کے حملے کے وقت وہ اپنی فوجِ ظفر موج کے ہمراہ ساحل پر موجود تھا۔ وہ دلوں میں گھس جاتا تھا اور اُس کے کان اتنے بڑے، آنکھیں اتنی تیز اور ہاتھ اتنے لمبے تھے کہ فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے جالوش کی شخصیت کے ترازو میں اپنا وزن کیا تو مجھے اپنی قدر و قیمت کا احساس ہوا۔

جنگ میں اسے شکست دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اُس کے رتبے کا شخص ہو گیا ہوں۔ میں آقابلا سے رابطہ قائم کرنے سے قاصر تھا۔ اُس کی شان ہی کچھ اور تھی۔ جنگ میں اُس کے خلاف بہت سے عوامل کام کر رہے تھے۔ صدیوں سے اُس نے اپنے لیے نفرت پیدا کر رکھی تھی۔ ہر کمال کو زوال نصیب ہوتا ہے۔ اُس کی بقا کی علامت کا مجسمہ تباہ ہونے کے بعد اس کی شکست یقینی ہو گئی تھی۔ سرنگا کی دیوی میری پُشت پر تھی اور ہم نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس کی موت میرے لیے اعزاز کی بات نہیں تھی کیونکہ میں خود کو اس کی طاقتوں کا عشرِ عشیر بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر میرا اُس سے دوبدو مقابلہ ہوتا تو مجھے زمین پر کھڑے ہونے کے لیے لمحے بھی نہ ملتے۔ یہ کام تاریک ترا اعظم کے دیوتاؤں وا اپنی شعبدے باز مصلحتوں کے تحت میرے ہاتھوں انجام دلوانا تھا یا پھر میری طاقت کا ذریعہ صرف سرنگا کی دیوی تھی جس کا وجود یہاں کے ساحروں کی نظر میں لاینحل تھا۔ غالباً وہی میری فضیلت کا سبب تھی۔ وہ ہر سنگین اور نازک موقع پہ نمودار ہو کے میرا مرتبہ بلند کر جاتی تھی۔ کلاری اور شوالا سے مقابلے، انگروما سے نزاع، جالوش کے مجسمے کی تباہی اور جنگ کے دوران میں اُس نے اس طلسمی کارخانے کے مزدوروں کو چونکا چونکا دیا تھا۔

بیزنار کی زمین پہ آوارگی کرتے ہوئے دیر ہو گئی تو مجھ پر ناتوانی اور نقاہت غالب آنے لگی۔ دھوپ پھیل چکی تھی۔ میں نڈھال ہو کے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ گلے میں لٹکے ہوئے طلسمی کھلونے چبھنے لگے۔ ہر کھلونا ایک اذیت ناک کہانی یاد دلاتا تھا۔ میں نے اپنے رُوبرو آقابلا کا مجسمہ رکھ لیا اور شکایتی نظروں سے دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں نمی آ گئی اور سینے کی گہرائیوں سے بھرّائی ہوئی آواز نکلی۔ "جاناں! میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"مقدس آقابلا تمھارے اور ریاجن کے درمیان ہونے والے معاہدے کی پابند نہیں ہے۔" یہ آواز اچانک دائیں سمت سے آئی تو میں ہڑبڑا کے کھڑا ہو گیا جیسے کسی نے مجھے گہری نیند سے چونکا دیا۔ میں نے وحشت میں اپنے گال پر طمانچہ مارا، یہ خواب نہیں تھا۔ میرے دائیں پہلو میں کچھ فاصلے پر قصرِ آقابلا کی کنیز اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

صفوں میں پیدا نہ کریں۔ انھیں میری ضرورت بھی کیونکہ میں نے پہلے ہی جالوش کا مجسمہ ریزہ ریزہ کر دیا تھا لیکن میرے انکار پر وہ دیوانے ہو گئے۔ اور اسے مجھ سے چھین لینے کے ارادے سے میری طرف بڑھنے لگے۔ میں نے اُن کے مشتعل اطوار پڑھ لیے تھے اور اُن کی برہم آنکھیں تاک رہی تھیں۔ اگر یہاں کوئی میرا رفیق تھا تو وہ فلرا تھی یا شوطار تھی اور اگر یہاں میرا کوئی دشمن تھا تو وہ سب تھے۔ پورا انگروما تھا۔ میں اس لشکر میں زیادہ دیر تک اپنی ضد قائم نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ یہ صورتِ حال انگروما جیسی نہیں تھی۔ اس وقت میں نے یہ مجسمہ روحوں کے غار میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہاں کا ہو نہیں تھا۔ روحیں منتشر پھر رہی تھیں اور کوئی محفوظ زنداں نہیں تھا۔ میں ان کے لیے جالوش کو فتح کر چکا تھا اور اُن کی مخاصمت کی وہ صعوبت بھی نہیں تھی جو انگروما میں تھی۔ میں اُن کے لیے ایک بڑا کانٹا تھا جب تمام لوگ پاگل ہو جائیں تو کون طاقت اور عقل کی بات سنتا ہے؟ اگرچہ میں مشکل سے مشکل حالات میں اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا مگر میں تنہا کب تک اُن سب سے اس مختصر زمین پر نبرد آزما رہتا؟ یہ ساحل کی ایک مختصر لکیر نما پٹی تھی اور سمندر تھا اگر سمندر میں کودتا تو وہ میرے تعاقب میں کشتیاں دوڑا دیتے اگر خشکی پر اپنے وجود کا اصرار کیے رہتا تو وہ مجھ پر سکون حرام کر دیتے۔

اس سے قبل کہ وہ اپنی رہی سہی عقل بھی کھو دیں اور مجسمے کے حصول کے لیے مجھ پر ٹوٹ پڑیں یا کوئی اور غیر دانش مندانہ قدم اٹھائیں نزاع اور انتشار کے اور مسئلے کھڑے کریں میں نے دلیری سے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساحروں کو پیچھے دھکیل دیا اور چیخ کر انھیں دُور ہو جانے کا حکم دیا۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اصل میں اس وقت اگر اُن کی برہمی اور ناراضی کی موجودہ کیفیت ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو میں اُن سے بعد میں نمٹنے کی تدبیروں پر غور کر سکتا تھا اس وقت سب سے اہم بات یہ تھی کہ میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔ وہ میرے آگے قدم بڑھانے پر کسمسانے لگے لیکن جیسے ہی میں اُن منتشر مزاج گروہ سے باہر نکلا انھوں نے میرا تعاقب شروع کر دیا۔ میں نے فلد تیز کر دی تو انھوں نے بھی میری تقلید کی۔ فلرا اور شوطار پیچھے رہ گئیں تھیں اچانک پیچھے مڑ کے کسی درندے کی طرح قہر و غضب کی ایک پھنکار ماری وہ چند قدم پیچھے ہٹے مگر پھر جھپٹنے کے انداز میں مجھ پر لپکے۔ اُن میں سے ایک ساحر جوش میں آگے بڑھ آیا۔ میں نے ڈبگی کے سینگ اُس کے پیٹ میں گھونپنے میں کوئی تساہل نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریاجن کا پیمانہ چھلک پڑا۔ وہ میری طرف چیتے کی پھرتی سے جھپٹا۔ مجھے اپنے ہتھیار استعمال کرنے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی اور ریاجن سامنے تھا۔ میں نے کوئی اور راستہ نہ دیکھ کے ریت کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان وحشیوں نے وہاں بھی برابر تعاقب جاری رکھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں واپس آؤں گا اور جب میں واپس ہوں گا تو وہ گدھوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ وہ مجھے آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ مجسمہ یقیناً مجھ سے چھین لیتے۔ اگر مجسمے کی فکر نہ ہوتی تو میں تنہا اُن سے نمٹ لیتا مگر پھر ایسی خوف ناک صورتِ حال ہی کیوں پیش آتی؟

پہلے تو میں ریت کے کنارے کنارے بھاگتا رہا لیکن اس سے انھیں یہ گمان گزرا کہ میں اُن سے مکمل طور پر خوف زدہ ہو گیا ہوں۔ دشمن کے ذہن میں یہ نکتہ جڑ پکڑ جائے تو وہ اور جارح ہو جاتا ہے۔ انھوں نے ہر طرف سے مجھے گھیر لیا۔ میرے پہلو میں ریت اُڑ رہی تھی اور میں اس کے اتنا نزدیک ہو گیا تھا کہ ذرات میرا جسم چھیدنے لگے تھے۔ اُسی لمحے وہ دفعتاً اُن کا تعاقب کمزور پڑ گیا۔ ریاجن نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھ سے دُور ہٹ جائیں۔ میں یہ غیر متوقع حکم سن کے حیران ہوا مگر چند ثانیوں کی کشش و پنج کے بعد اس کے مضمرات تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ریاجن اپنے ساتھیوں کی مانند پوری طرح ہوش نہیں کھو بیٹھا تھا جب اُس نے مجھے ریت کی دیوار کے نزدیک دیکھا تو اسے یہ خوف پیدا ہوا کہ ریت کہیں مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے مجسمے سے محروم ہو جائے گا مگر اس ایک لمحے کی مہلت میرے لیے بڑی فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

اس تک نہیں نے یا ریاجن نے ریت کا یہ طلسمی پردہ چاک کرنے اور اُس میں داخل ہونے کی جسارت عمداً نہیں کی تھی کیونکہ انگروما کے لشکر کے تاریخ پر کوئی آنچ آتی تو انگروما کا نام و نشان مٹ جاتا۔ ہم انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو بھیانک موت سے دوچار کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے لیکن یہیں سے میرے ذہن نے ایک اور سمت رہبری کی ضرورت نہیں کہ گرسنے بوڑھے والی اور دوسرے ساحروں کے لیے یہ ریت ہلاکت کا سبب تھی تو میرے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا۔ میری اور ریاجن کی بات اور تھی۔ ہم یقیناً سب سے بلند تھے اور ہم پر طلسم اس طرح اثر انداز نہیں ہوتے تھے جس طرح عام ساحروں پر ہوتے تھے اور پھر میں آقا بلا کے مجسمے کا امین اور اس کی برتری ہی کا خواہاں تھا۔ میرے لیے اس ہلاکت خیز ریت میں داخل ہونے پر تردد بزدلی تھا۔ میں نے ایک جرأت مندانہ اور قلندرانہ ارادہ کیا۔ "آقا بلا تیرے نام پر۔" میں نے ہانک لگا کے فلرا اور شوطار کی طرف حسرت کی نظر سے دیکھا۔ میرا دوسرا قدم ریت کے اندر تھا۔ میری سماعت اُن کی چیخیں چند ہی لمحوں تک سن سکی پھر میں ریت کے طوفان میں گھس گیا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔

اندر ریت کا طوفان بہت شدید تھا۔ اُس نے مجھے کئی چکر دے ڈالے۔ میرے قدم زمین سے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر میں کوئی درخت نہیں تھا۔ میں کوئی ستون نہیں تھا۔ میں تو ایک عمارت تھا۔ میں تو ایک جنگل تھا۔ میرا اپنا جسم پُراسرار طاقتوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ میری کئی آنکھیں تھیں کئی چہرے کئی جسم تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے سے اُڑنے والے ریت کے بگولے جھٹک دیے۔ اس جابر بن یوسف کے خون میں سٹے ہوئے لیبنوز نوجوان لڑکیوں کا خون، شکستہ دہانہ بڑھیا کا دودھ، ہر بکیا کا مغز شامل تھا۔ میں ریت کے اس طوفان سے جنگ لڑتا ہوا اُلجھتا جھٹکتا آگے بڑھتا رہا۔ ننھے ننھے ذروں نے راستہ اندھا کر دیا تھا۔ میرے برہنہ جسم میں بے شمار سوئیوں کی طرح ریت چبھ رہی تھی لیکن میں کلّی طور پر اپنے حواس میں تھا بلکہ پُرجوش اور دلدار پہلے سے تیز تھا۔ میں نے زمین نہیں چھوڑی۔ ریت نے مجھے اپنے پروں پر اُٹھانے کے لیے کئی بار یلغار کی لیکن میں ایسے ہر موقع پر زمین پر

بیٹھ گیا اور جیسے ہی حملے کی شدت کم ہوئی، اُٹھ کر چلنے لگا۔ آقا بلا کا وزنی مجسمہ بھی میرے وزن میں اضافے کا سبب تھا۔

میں نے کچھ فاصلے کر لیا تو میری رفتار میں تیزی آگئی۔ آگے جا کے ریت کے ان جھکڑوں میں خاصی کمی ہو گئی۔ یہ پُراسرار آندھی کی ایک ضخیم اور طویل دیوار تھی۔ یہ محسوس کر کے میری شادمانی کی کوئی انتہا نہیں کہ میں تمام حوادث سے محفوظ ہوں اور میں نے ریت کا یہ صحرا عبور کر لیا ہے۔ بیزنار کی لالہ زار بستی میرے سامنے تھی۔ درخت، جنگل، پانی۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو ابھی تک وہ دیوار قائم تھی، اس دیوار کے پار انگروما کا لشکر تھا۔ ریت میرے منہ، ناک اور کانوں میں گھس گئی تھی۔ ایک چشمے پر اپنا جسم صاف کر کے میں نے اطمینان کی چند گہری سانسیں لیں۔ ساتھ ہی آقا بلا کا مجسمہ بھی بڑی نزاکت سے دھویا۔ پودوں سے مختلف پھول توڑ کے ایک ہار بنایا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ میں اب آپنے علاقے میں تھا، ایک عرصے بعد۔ ایک بہت بڑی تبدیلی کے بعد۔ میں اُس کا ردِعمل جاننے کے لیے بے تاب تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھتا تھا کہ کہیں قریب ہی اُس کی آہٹ تو نہیں ہوتی۔ وہ یا اس کی نمائندہ۔ دل و دماغ میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ یقین تھا کہ کسی طرف سے کوئی آواز آئے گی۔ مترنم آواز۔ وہ کہے گی۔ جابر بن یوسف! اے یارِ جانی تو بھی کیا خوب ہے۔ بہت ضدی ہے۔ زبردست ہے۔ چل کہ وہ تیری منتظر ہے۔ چل کہ اُس نے اپنے سراپا میں عطر لگایا ہے اور اس کے بدن کے پھول تیرے ہاتھوں آزاد ہونے کے لیے بے قرار ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کر لے اور ایک ہوش رُبا منظر کے لیے تیار ہو جا۔ ذرا دل سنبھال کے رکھیو۔

خیال تھا کہ جلد ہی کسی سمت سے کوئی ندا آئے گی اور اُس میں بڑی خوشبو ہو گی۔ جہاں میں کھڑا تھا، وہاں دُور دُور تک آدم زاد کا نشان نہیں تھا۔ میں کچھ دُور جاتا تو بستی آ جاتی جہاں میرے تپاک میں عورتیں رقص کرنے لگتیں۔ بیزنار کے علاقے پر میری سرداری کی مُہر لگی ہوئی تھی لیکن بستی میں جانے اور اپنے نائب کو پریشان کرنے میں وقت کا ضیاع تھا۔ اِدھر وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ اُس نے اپنے محل میں نصب طلسمی آئینوں میں دیکھ لیا ہو گا کہ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے سُلگ رہی ہیں اور میرے دل میں جذبات کا ایک سمندر موج زن ہے۔ کچھ ہی دیر جاتی ہے کہ سیمیں بدن نازنینیں مجھے اپنے دوش پر اُٹھا کے اُس کے قصر میں لے جائیں گی جہاں آقا بلا میرے لیے اپنے حسن و جمال کی ضیافت کا اہتمام کرے گی۔ منزل مراد پر آنے کو ہے۔ درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ یقیناً میں اب بھی اُس کے قد کے برابر کا شخص نہیں ہوں مگر اب کون میرا مدِمقابل ہے۔ میں کسی گوشے سے کوئی آواز سننے کے لیے ترستا رہا۔ کسی نے مجھے نہیں پکارا۔ جیسے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ میں وہی پہلے جیسا جابر بن یوسف ہوں۔ میں انگروما کا فاتح نہیں ہوں اور میں نے جالوش کا باب بند نہیں کیا ہے۔ بیزنار میں مجھے مژدۂ جاں فزا سنانے کے لیے کوئی پری آسمان سے نہیں اتری۔ میں نے اپنے پُراسرار باطن کے دریچے کھول کے بھی دیکھا کہ کسی طرح یہ اندھیرا اور سناٹا دُور ہو۔ اس تاخیر اور سرد مہری سے مجھے اختلاج ہونے لگا تھا۔

کاش میرے پَر ہوتے اور میں اُڑ کے پہنچ جاتا۔ رفتہ رفتہ میرے اندر کم تری کا احساس جاگزیں ہونے لگا یا مجھے اپنی قامت کا صحیح اندازہ ہونے لگا، جالوش کے پَر نہیں تھے مگر وہ لمحوں میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا، اسارک کے دور دراز جزیرے میں جارا کاکا کی عبادت کے دوران میں اُس کا ہاتھ سمندروں کو پار کرتا ہوا پہنچ گیا تھا اور اُس نے میرے ماتھے پر بطورِ سند اپنی استخوانی انگلی ثبت کی تھی۔ قصرِ آقا بلا میں جب آقا بلا مجھے خصوصی التفات سے نواز رہی تھی اور مجھ میں جذب ہوئی جاتی تھی، وہ وہاں بھی دہاڑتا ہوا حاضر ہو گیا تھا۔ توری کے جزیرے پر انگروما کے باغیوں کے حملے کے وقت وہ اپنی فوجِ ظفر موج کے ہمراہ ساحل پر موجود تھا۔ وہ دلوں میں گھس جاتا تھا اور اُس کے کان اتنے بڑے، آنکھیں اتنی تیز اور ہاتھ اتنے لمبے تھے کہ فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے جالوش کی شخصیت کے ترازو میں اپنا وزن کیا تو مجھے اپنی قدر و قیمت کا احساس ہوا۔ جنگ میں اُسے شکست دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اُس کے رتبے کا شخص ہو گیا ہوں۔ میں آقا بلا سے رابطہ قائم کرنے سے قاصر تھا۔ اُس کی شان ہی کچھ اور تھی۔ جنگ میں اُس کے خلاف بہت سے عوامل کام کر رہے تھے۔ صدیوں سے اُس نے اپنے لیے نفرت پیدا کر رکھی تھی۔ ہر کمال کو زوال نصیب ہوتا ہے۔ اُس کی بقا کی علامت کا مجسمہ تباہ ہونے کے بعد اس کی شکست یقینی ہو گئی تھی۔ سرنگا کی دیوی میری پُشت پر تھی اور ہم نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اُس کی موت میرے لیے اعزاز کی بات نہیں تھی کیونکہ میں خود کو اس کی طاقتوں کا عشرِ عشیر بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر میرا اُس سے دوبدو مقابلہ ہوتا تو مجھے زمین پر کھڑے ہونے کے لیے لمحے بھی نہ ملتے۔ یہ کام تاریک ترا عظم کے دیوتاؤں وا اپنی شعبدے باز مصلحتوں کے تحت میرے ہاتھوں انجام دلوانا تھا یا پھر میری طاقت کا ذریعہ صرف سرنگا کی دیوی تھی جس کا وجود یہاں کے ساحروں کی نظر میں لاینحل تھا۔ غالباً وہی میری فضیلت کا سبب تھی۔ وہ ہر سنگین اور نازک موقع پر نمودار ہو کے میرا مرتبہ بلند کر جاتی تھی، کالاری اور شوالا سے مقابلے، انگروما سے نزاع، جالوش کے مجسمے کی تباہی اور جنگ کے دوران میں اُس نے اس طلسمی کارخانے کے مزدوروں کو چونکا چونکا دیا تھا۔

بیزنار کی زمین پر آوارگی کرتے ہوئے دیر ہو گئی تو مجھ پر ناتوانی اور نقاہت غالب آنے لگی۔ دھوپ پھیل چکی تھی۔ میں نڈھال ہو کے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ گلے میں لٹکے ہوئے طلسمی کھلونے چبھنے لگے۔ ہر کھلونا ایک اذیت ناک کہانی یاد دلاتا تھا۔ میں نے اپنے روبرو آقا بلا کا مجسمہ رکھ لیا اور مسکراتی نظروں سے دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں نمی آگئی اور سینے کی گہرائیوں سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ "جاناں! میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"مقدس آقا بلا تمھارے اور ریاجن کے درمیان ہونے والے معاہدے کی پابند نہیں ہے۔" یہ آواز اچانک دائیں سمت سے آئی تو میں ہڑبڑا کے کھڑا ہو گیا جیسے کسی نے مجھے گہری نیند سے چونکا دیا۔ میں نے وحشت میں اپنے گال پر طمانچہ مارا، یہ خواب نہیں تھا۔ میرے دائیں پہلو میں کچھ فاصلے پر قصرِ آقا بلا کی کنیز اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

"کون کہتا ہے کہ وہ پابند ہے؟" میں نے پہلو بدل کے رُندھے ہوئے لہجے میں کہا۔ مجھے اپنی آواز پر قابو نہیں رہا تھا۔ کس نے کہا کہ وہ پابند ہے؟ ان حالات میں، میں کیا فیصلہ کرتا۔ اگر یہ سب نہ ہوتا تو انگروما کا ناسور ہمیشہ رِستا رہتا اور جالموش من مانیاں کرتا رہتا۔ ادھر دیکھو۔" میں نے بیزنار کے ساحل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ادھر دیکھو۔ انگروما والے بیزنار کے ساحل پر اندر داخل ہونے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ دوسری طرف جالموش کا قصہ تمام ہو چکا ہے۔ دیوتا گواہ ہیں کہ میں نے باغیوں سے اُس کی عظمت کا اعتراف کرایا ہے۔ میں نے کسی سے مفاہمت نہیں کی۔ انگروما میں تنہا اُس کے مفادات کے لیے جنگ کی ہے۔ میں نے ہر لمحے اُس کا خیال عزیز رکھا ہے۔ میں نے سرکش ریاجن کو جھکایا ہے۔ میں نے انگروما کے روحوں کے زندان پر قبضہ کیا اور اس کا مجسمہ آفتوں سے محفوظ رکھا۔ یہ سب میں نے کس لیے کیا؟ میں زارشتی کیوں گیا؟ میں نے یہ جزیرے کیوں فتح کیے؟ آہ، وہ ایک معاہدے کی بات کرتی ہے اور مجھے جالکوش اور ریاجن کی طرح اقتدار کا حریص سمجھتی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ میں صرف اُس کا حریص ہوں۔ میں اُس کی ذات پر اپنا اقتدار چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے کیا نہیں کیا ہے؟" میرے جذبات تیزی سے برسنے لگے۔ "کیا ابھی کوئی اور آزمائش باقی ہے؟ حکم کرو کہ اب کون سی کسر باقی رہ گئی ہے؟"

"لاؤ یہ مجسمہ مجھے دے دو۔" اُس نے میرا تمام ہذیان مسترد کر کے کہا۔

"آہ۔" میں نے کرب سے کہا۔ "تمہارا یہ جارحانہ انداز میرے دل پر تازیانہ ہے۔ یہ مجسمہ، میں اس کے لیے اپنی جان حاضر کر سکتا ہوں مگر تمہارے اس مطالبے نے میرا شیشۂ دل توڑ دیا ہے۔ سچ ہے میرے اظہار میں کوئی نقص ہے اور میرے جذبے کسی سیاہی سے آلودہ ہیں۔ میں یہ مجسمہ تمہارے حوالے کرتا ہوں اُس سے کہو کہ وہ کچھ اور طلب کرے۔"

وہ مزید گفتگو کے بجائے میری طرف تیزی سے بڑھی۔ اُس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ اور اُس نے جھپٹ کر مجسمہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے محسوس کیا جیسے کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو جابر بن یوسف! تم اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر رہے ہو۔ یہ تمہارے پاس رہے گا تو اُس کی رغبت سوا ہو جائے گی۔ انکار کر دو۔ اُس کے ہاتھوں سے یہ مجسمہ چھین لو۔ میں نے محسوس کیا جیسے ٹیری کی آواز آ رہی ہو اور وہ کہہ رہی ہو۔ "یہ تم کیا نادانی کر رہے ہو؟ یہ حماقت ہے۔ اس مجسمے کے لیے انگروما والے پاگل ہو گئے تھے۔ اس میں آقا بلا کی جان بند ہے۔ انکار کر دو۔ کیوں اپنے ہاتھ قلم کراتے ہو۔"

دوشیزہ نے مجسمہ اُٹھا لیا تھا۔ وہ بہت شاداں نظر آتی تھی۔ میں نے اس کشمکش میں اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اسے لے جاؤ۔" میں نے ہر مشورہ رد کر دیا تھا۔ "اُس سے کہنا یہ اُس کے جابر بن یوسف کا تحفہ ہے جو وہ انگروما سے اُس کے لیے لایا ہے۔ یہ اُسے میری طرف سے دے دینا اور کہہ دینا کہ میں وہ نہیں ہوں جو لوہ میں۔ اسے میرے پاس سے لے جاؤ۔"

"میں ہر شبہے سے بالاتر رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی صداقت کا اس سے بڑا ثبوت خود میری جان ہے۔" میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔

وہ میرے بازوؤں میں ناز سے اٹھلائی۔ احتیاط سے مجسمہ اپنے گداز سینے سے لگایا اور میری نذر اپنے بدن کے چند پھول پھینک دیے اور چشم زدن میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ مجسمہ اپنے ساتھ لے گئی تھی اور مجھے کوئی ملال نہیں تھا بلکہ میں خود کو بے وزن محسوس کر رہا تھا۔ اُسے میرا یہ تحفہ ضرور پسند آئے گا۔ میں نے اپنی طرف سے ہر کدورت کھرچنے کی کوشش کی تھی اور فیصلہ اُس پر چھوڑ دیا تھا۔ ہاں یہ بات بڑی اذیت ناک تھی کہ اُس نے مجھے بہت چھوٹا اور حقیر سمجھا۔ وہ پہلے ہی اظہار کر دیتی۔ شاید اسے ڈر ہو گا کہ یہ مجسمہ میرے ہاتھوں میں محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ یا وہ یہ سمجھتی ہو گی میں کبھی بہک جاؤں گا۔ اُس نے یہ سوچ کر دل آزاری کی تھی مگر اسے ہر بات کا اختیار تھا کیونکہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ حسین تھی اور میرا مطلوب، میری جان، میری روح تھی۔ اب دیکھیے وہ اپنا مجسمہ حاصل کر کے کیا فیصلہ کرتی ہے؟ اب بھی اگر اسے یقین نہیں آتا تو مجھے اپنی کم نصیبی پر کوئی شکوہ نہیں رہے گا۔ میں اطمینان سے درخت کے سائے میں بیٹھ گیا جیسے میں ایک بڑے قرض سے سبکدوش ہو چکا ہوں۔

کئی دن گزر گئے۔ پھر کسی نے خبر نہیں لی۔ اب رہی سہی ہمت بھی جواب دینے لگی۔ یہ باور کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا کہ اُسے مجسمہ دے کے میں نے کوئی بہت بڑی غلطی کی ہے۔ خود اپنے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس شرط پر اُس کی رفاقت کا کوئی سودا منظور نہیں تھا تو اس کا غم بھی نہیں تھا۔ غم تو اپنی بے سر و سامانی، کم مائیگی اور ناتوانی کا تھا۔ میں کسی پاگل کی طرح جنگل جنگل صحرا صحرا گھومتا رہا۔ جہاں جہاں بیزنار کے جزیرے کی سرحد ختم ہوتی تھی بستی سے دور ان جگہوں پر بے مقصد پھرتا رہا۔ بیزنار کے گرد ساحل سمندر سے قریب اب بھی اسی پُراسرار آندھی کا خط کھنچا ہوا تھا۔ میں نے ہر بیکا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ سمندر میں انگروما کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ ریاجن، فلورا اور شہلا مجھے نظر نہیں آئے کیونکہ ان کا قیام خشکی پر ہو گا اور ہر بیکا کی آنکھیں صرف سمندر میں ہونے والی نقل و حرکت کا مشاہدہ کر سکتی تھیں۔ ستم زدہ فلورا ریاجن کے ظلم و ستم سہہ رہی تھی۔ شوطار بھی میری تربت کی سزا میں اُن کے عتاب کی زد پر ہو گی۔ میں ریت کی یہ دیوار پار کر کے پھر بیزنار کے ساحل پر جانے کی کوشش کر سکتا تھا مگر اب ہر بات سے جی اچاٹ ہو گیا تھا۔ صرف فلورا کی فکر تھی اور دل پر اُس کی مظلومیت کا بوجھ تھا مگر یہاں خود کسی طور قرار نہیں تھا۔ صبح نکلتا تھا، سورج غروب ہو جاتا تھا۔ پاؤں میں ایک چکر تھا۔ نہ کوئی منزل تھی، نہ کوئی رہبر تھا۔

بیزنار میں جالموش کا طلسمی علاقہ بھی واقع تھا جس کا راستہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ میں وہاں جانے اور اُس کے طلسمی عکس خانوں میں سرتاپا نگاہ اور فلورا کا چہرہ دیکھنے کے لیے مضطرب تھا۔ چلتے چلتے کھنڈروں میں جا پڑا۔ ایک جگہ بیزنار کی بستی کے چند باشندے نظر آئے تو مجھے دیکھ کر بے بس ہو گئے۔ میں آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی رہا، یہاں تک کہ میں نے بیزنار کی زمین کا ایک چکر لگا لیا۔ پھر ایک سنسان مقام پر مجھے شکستہ در و بام نظر آئے۔ میں اُن سے بچ کر آگے نکل جانا چاہتا تھا لیکن بُری طرح تھکن معلوم ہو رہی تھی، تجسس کا شوق بھی اُبھر آیا۔ کسی زمانے میں یہ کسی ساحر کی شاندار خلوت گاہ ہو گی۔ اب وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اندر داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے کسی آدم زاد کی بُو محسوس ہوئی۔ اندر ایک آدمی ریاضت میں غرق تھا اور اُس کے سامنے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں متعدد کھوپڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ چہرہ مجھے شناسا لگا۔ غور سے دیکھا تو وہ فارنیل تھا۔ فارنیل جو جالموش کے طلسمی علاقے میں میری رہبری کے لیے تعینات کیا گیا تھا۔ میں نے اسے ٹہوکا لگایا۔ "فارنیل!"

اُس نے جنونی انداز میں اپنا سر کئی بار جھٹکا۔ اسے میری مداخلت سخت ناگوار گزری تھی۔ جیسے ہی اُس نے پلٹ کر دیکھا، اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔ "مقدس جابر!" دوسرے لمحے وہ میرے قدموں پر پڑا تھا۔

میں نے اسے زمین سے اٹھایا۔ "فارنیل! میں تمہارا دوست ہوں۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو اے معزز شخص!"

"میں..." اُسے میرے لہجے کی شفقت پر شبہ تھا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔ "سب کچھ تباہ ہو گیا ہے مقدس جابر! اب بیزنار میں جالموش کا طلسمی علاقہ بھی شاید اُس کے ساتھ ختم ہو گیا۔ تمام ساحر منتشر ہو چکے ہیں۔ بہت سی روحیں کی رو میں آزاد ہو گئیں۔ دیوتا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔" اُس کی آواز میں خوف شامل تھا۔

"ہاں شاید سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔" میں نے اداسی سے کہا۔ "وہ ایک عظیم ساحر تھا۔ اُس کی دہشت اُس کی موت کے بعد بھی تاریک تر عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو مقدس جابر؟ تم ہی نے تو اُسے شکست دی ہے۔" وہ حیرت سے بولا۔ "تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم اُس سے بڑے ساحر ہو۔ تمام احترام تمہارے لیے ہیں کہ تم نے مختصر عرصے میں اپنی عظمت کی ساکھ قائم کی ہے۔"

"ہاں!" میں نے زہرخند سے کہا۔ "میں نے اسے شکست ضرور دی ہے مگر اس سے اُس کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اُس نے طویل ریاضتیں کر کے اپنا دماغ وسیع اور اپنے ہاتھ توانا کیے تھے۔ میں دیوتاؤں کی اعانت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔"

"تم یہاں کیسے آ گئے مقدس جابر؟ میں سمجھتا تھا کہ تم نے خود اپنی ایک شاندار خلوت گاہ تعمیر کی ہو گی اور جالموش کا منصب سنبھال لیا ہو گا۔ تم اس ویرانے میں کہاں موجود ہو؟"

"فارنیل! میرے دوست! میں تمہیں کیا کیا بتاؤں؟ تم ہی بتاؤ کہ جالموش اتنا عظیم شخص کیسے ہو گیا تھا؟ کیا وہ ہمیشہ سے اتنا بڑا ساحر تھا؟ اُس میں یہ ساحرانہ صفات، یہ کمالات کہاں سے آ گئے تھے؟" میں نے بچوں کی طرح اُس سے پوچھا۔ وہ میرا چہرہ تکنے لگا۔ "بتاؤ، بتاؤ۔ اُس میں ایسی کیا خوبیاں تھیں کہ اُس کا درجہ اتنا بلند ہو گیا تھا؟"

فارنیل اسے مذاق سمجھا۔ اُس نے نیازمندی سے گردن جھکا لی۔ میں نے اپنے سوالوں کی تکرار جاری رکھی تو اُس نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "اُس نے اپنا نفس قابو میں کر لیا تھا، اُسے کچل دیا تھا۔"

"غلط۔" میں نے سر جھٹک کر کہا۔ "یوں کہو کہ اُس نے اپنا نفس یکسو کر لیا تھا۔ اُس نے اُسے بہکنے نہیں دیا۔ اُس نے اپنے نفس کی پرورش کی۔ اُسے اتنا عزیز رکھا اور اُس کی خاطر اتنا ایثار کیا کہ غیر انسانی مصائب جھیلے۔ فارنیل! اُس نے ایک طویل جدوجہد اپنے نفس کی سرخوشی ہی کے لیے کی تھی کیونکہ وہ اُس سے جتنی محبت کرتا تھا، اتنی کسی اور سے نہیں کی۔ اُس نے اپنے نفس کے لیے اپنی طاقت اور حشمت کا ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔"

وہ میری تاویل سے اُلجھ گیا۔ "وہ اپنے آپ پر پوری گرفت رکھتا تھا، وہ خود اپنا غلام تھا۔ اس کی عادتوں میں بڑا نظم تھا۔ وہ ایک جفاکش، ذہین، تیز اور بہادر شخص تھا۔ اُس نے کبھی قناعت نہیں کی۔ بیزنار میں دنیا بھر کے طلسمی نوادرات اکٹھے کیے۔ اپنی نگرانی میں ساحروں کا ایک کارواں تیار کیا۔ اُس نے ایسے طلسم دریافت کیے جہاں آج تک کسی ساحر کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اپنے مراقبوں، مجاہدوں اور مشقتوں کے سبب وہ تاریک تر عالم کا سب سے بڑا ساحر بنا اور اس نے جارا کالکے محبوب غلام کا اعزاز حاصل کیا۔ مگر تم نے اسے شکست دے دی۔"

"فارنیل!" میں نے کوشش میں اُس کا بازو پکڑ لیا۔ "تم نے اپنے آقا کو جو زبردست خراجِ تحسین ادا کیا ہے وہ اسی کا مستحق تھا۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ اُس کا طلسمی علاقہ کہاں ہے؟ ہم کوشش کریں گے کہ اُس کی عظمت کو آگے بڑھائیں۔"

فارنیل نے پھر تعجب کی نظر سے مجھے دیکھا۔ اسے میری دماغی حالت پر شبہ ہو گیا ہو گا لیکن وہ ادب سے بولا۔ "اُس نے جنگ میں جانے سے پہلے اپنے طلسمی علاقے تک جانے والا ہر راستہ مسدود کر دیا تھا۔ میں میدانِ جنگ میں موجود تھا۔ جب اُس کا جسم گرا تو میں بھاگ آیا تا کہ اس طلسمی علاقے کا نظام سنبھال لوں مگر مجھے وہاں تک جانے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ میں یہاں آ کے بیٹھ گیا۔ وہ اتنی بڑی خانقاہ نہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے؟ کاش مجھے اُس کا سراغ مل جاتا۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا۔ "تم نے اُس کا ذکر کر کے میرے پیروں میں پھر زنجیر ڈال دی ہے۔ ہم وہ خانقاہ دریافت کریں گے۔ وہ بیزنار میں قائم تھی اور یہیں ہو گی۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑا سفر طے کیا ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابتدائی منزلیں بھی سَر نہیں کی ہیں۔ ایک اور تماشا سہی۔ اس کے بعد مجھے خود سے کوئی شکایت نہیں رہے گی۔"

فارنیل میرے لہجے کی سرکشی اور تلخی سے تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ جالموش نے بھی اُس سے اس لگاؤ کے ساتھ بات نہیں کی ہو گی۔ اُس نے میری انگلی پکڑ لی اور ہم کھنڈروں کو خیرباد کہہ کے بیزنار کے وسیع و عریض صحرا میں آ گئے۔ جب سے میں یہاں وارد ہوا تھا، میں نے جالموش کے علاقے کا پتہ جاننے کے لیے کوئی سحر

نہیں چھوڑ سکا تھا۔ قارنیل سے ملاقات نہ ہوتی تو میں اسی طرح سفر کرتا رہتا۔ مہذب دُنیا میں واپسی کا میرے دل میں نہ پہلے خیال تھا نہ اب۔ میں نے تو اپنی دُوری اُس کی ذات کے آستانے سے باندھ لی تھی۔ وہ مجھے اندر بلائے یا نہ بلائے باہر ہی کھڑا رہنے دے۔ یہ اُسے اختیار تھا مجھے کسی سفر میں عار نہیں تھا۔ بیزنار کے ساحل سے جب تک میں اپنا لشکر ہٹا نہ لیتا میں اس جزیرے سے کہیں اور جا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں کوئی جالموش نہیں تھا جسے سفر کا صرف ارادہ کرنا پڑتا تھا، فاصلے خود فرش راہ بن جاتے تھے۔ میں تو جدھر منہ اُٹھتا اُسی طرف چل پڑتا تھا۔ ایسے میں قارنیل مل گیا اور اُس نے جالموش کے طلسمی علاقے کا ذکر کر کے میرے ادنٹ کا منہ اُس طرف موڑ دیا۔ میں نے کہا چلو، اُسی طرف چلو۔ یہ بھی صحرا تھا، وہ بھی صحرا۔ میرے لیے اُس کے بغیر ہر جگہ صحرا تھی۔ میرا دل صحرا تھا۔

جیسے جیسے ہم زمین کا سینہ تسخیر کرتے اور فاصلے طے کرتے گئے، جالموش اپنے زوال کے بعد بھی ہمیں اپنی برتری سے معترف کرتا گیا۔ اس نے ہر نشان مٹا دیا تھا۔ تمام راستے اُسی جگہ آ کے ختم ہو جاتے تھے جہاں سے ہم نے سفر شروع کیا تھا۔ قارنیل کی موجودگی میں یہ بات میرے لیے ہتک آمیز تھی کہ میں راستے کی نشان دہی کرنے میں ناکام ہو رہا تھا مگر قارنیل کی نظر میں خود کو ممتاز کرنے سے کون سی آسودگی حاصل ہو جاتی؟ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُلجھن بڑھتی گئی اور مجھے اپنی کم علمی پر غصہ آنے لگا۔ قارنیل خاموشی سے میرے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب دن گزر گئے تو میری وحشت میں اضافہ ہو گیا۔ میں اتنا مشتعل ہو گیا کہ میں نے بیزنار کی ساری زمین پر آگ لگانے کا ارادہ کر لیا۔ توری میں ایک بار میں نے زمین سے محل اُگائے تھے۔ یہ اعصاب شکنی کا زمانہ تھا، ذہن خالی خالی تھا اور کسی بڑے طلسم کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی تھی۔ میں نے آگے سفر ملتوی کر دیا اور قارنیل کو ہدایت کی کہ وہ میری پشت پر کھڑا ہو جائے۔ ”میں بیزنار کی زمین کُوٹنا چاہتا ہوں۔“ میں نے اشتعال میں کہا۔ ”اور دیکھتا ہوں کہ اُس نے اپنے مجوبے کہاں چھپا رکھے ہیں۔“ قارنیل کچھ نہیں سمجھا۔ اُس نے سعادت مندی سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جب میں نے ایسا ہی فساد توری کی زمین پر برپا کیا تھا تو سمورال میرے ساتھ تھا۔ قارنیل کی وہی حالت تھی۔ ہر بڑے طلسمی عمل کے آغاز پر ذہن تمام اطراف سے فارغ کرنا پڑتا ہے اور کامل استغراق و ارتکاز سے اُسے ایک نقطے پر سمیٹا جاتا ہے اور یہ ایک مشکل کام ہے۔ اس شخص کے لیے اور بھی مشکل جو ذہنی طور پر نا آسودہ ہو مگر اب دشت نوردی میں خاصی دیر ہو گئی تھی۔

میں نے ایک عظیم طلسمی عمل کا ارادہ کیا اور روایت کے طور پر اپنے اردگرد آگ روشن کی تاکہ کسی جانب سے اس عمل کا توڑ ہو تو یہ آگ اسے اپنے اندر جذب کر لے۔ پھر میں نے آگ کی سرفرازی کے لیے اپنے طلسمی خنجر سے قارنیل کی رگ کاٹ کر خون ٹپکایا۔ میرے سر نے تمام آلودگیاں جھٹکنے کے لیے بے تحاشا ہلنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ سارے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آنکھوں میں خون اُتر آیا اور منہ سے ہولناک آوازیں برآمد ہونے لگیں۔ رُواں رُواں کانپ رہا تھا۔ میرے ہاتھ تیزی سے سکڑتے سمٹتے اور پھیلتے تھے۔ زبان پر ورد جاری تھا اور میری چیخیں فضا دہلا رہی تھیں۔ قارنیل میری کمر سے چمٹ گیا تھا۔

میں دیر تک اس عمل میں مصروف رہا۔ ایں کہ زمین کسمسانے اور چٹخنے لگی اور جانوروں نے خوف سے شور مچانا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے تناور درختوں کا سایہ زمین سے چھوٹنے لگا۔ میرے ہاتھ مختلف سمتوں میں تیزی سے حرکت کر رہے تھے اور بیزنار کی زمین کروٹ بدل رہی تھی۔ انگڑائیاں لے رہی تھی، ایسی پُر ترنم اور گرج دار انگڑائیاں کہ جسم چٹخ چٹخ جائے۔ بیزنار کی زمین اپنے پوشیدہ خزانے عریاں کر رہی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی ورنہ قیامت کا منظر ہوتا۔ اس وقت میری نظریں بہت دُور دیکھنے پر بھی قادر تھیں۔ عمل کے دوران میرا ... میرے ہاتھ رک گئے اور میں نے اپنی زبان مشکل سے قابو میں کی۔ میرے خاموش ہوتے ہی پیش منظر میں ایک سکون سا ہو گیا۔ ”وہ ...“ میں نے قارنیل کو اشارہ کیا۔ ”دیکھ رہے ہو؟“

قارنیل نے میرے کاندھے کی اوٹ سے دیکھا۔ ”وہ ...“ وہ خوشی سے ... ”مقدس جابر! وہی راستہ۔ آہ، تم نے یہ عمل پہلے کیوں نہیں کیا؟ یہ جالموش تھا۔ میں کچھ دنوں اور اس کے ساتھ رہتا تو وہ مجھے ضرور سکھاتا۔“ وہ جو بڑا مہربان ... قارنیل خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس نے والہانہ انداز میں میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ یہ قارنیل وہی شخص تھا، جالموش کے طلسمی علاقے میں جس کا بڑا رُعب اور دبدبہ تھا۔ شروع شروع میں اس نے مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ اس کے اشارے سے اشیا متحرک ہو جاتی تھیں۔ اس نے اپنی انگلی کے اشارے سے وہاں جھونپڑی ... ایک جھونپڑی تخلیق کی تھی۔ مجھے اس کی ایک ایک بات یاد تھی۔ صرف اتنی تبدیلی ہوئی تھی کہ یہ شخص اب عزت و احترام کا سلوک کرنے لگا تھا مگر قارنیل اور میرے درمیان بڑا فاصلہ تھا اور میں درمیان میں کھڑا تھا۔ قارنیل کو پیچھے چھوڑ ... جالموش سے پیچھے تھا۔ ہم نے آگے جا کے ایک اندھیرا غار دیکھا اور کسی ... کے بغیر اس میں چھلانگ لگا دی۔ پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ایک لامحدود ... کرنے کے بعد ہم زمین پر کھڑے تھے۔ جالموش کے طلسمی علاقے کی زمین ... وہاں ہُو کا عالم طاری تھا اور سبزہ و گل پر ہیبت طاری تھی۔ یہ سوگواری ... دل میں تھی یا اُن مظاہر پر مگر وہاں جا کے ایسا محسوس ہوا جیسے ہم قبرستان آ گئے ہوں۔ ایک ابدی سکون ... ایک گہری خاموشی۔

قارنیل یہاں کے در و دیوار سے واقف تھا۔ وہ حیرت سے ہر ... دیکھتا تھا۔ ”مقدس جابر! ہر چیز سلامت ہے۔ وہ ایوان دیکھو، وہ طلسمی ... دیکھو، وہ عبادت گاہ دیکھو، وہ اُس کی خاص جھونپڑی۔“ وہ مجھے ساتھ لیے لیے چاروں طرف گھماتا رہا۔ جالموش نے طلسم و افسوں کا کیا کارخانہ بنایا ... قارنیل نے مجھے وہ جگہیں بھی دکھائیں جہاں پہلے میرا گزر نہیں ہوا تھا۔ ... دونوں کے سوا یہاں تیسرا کوئی نہیں تھا۔ پہلے یہاں ساحروں کا اجتماع ... تھا۔ روحیں آزاد پھرا کرتی تھیں۔ ہر طرف سحر و طلسم کی گرم بازاری تھی اور ... خاموش گوشوں میں بیٹھ کے ریاضت کیا کرتے تھے۔ یہاں آ کے ایک عجیب ... سکون کا احساس ہوا۔ ان حیرت انگیز طلسمی زادوں کے سیاہ و سفید کے مالک دونوں تھے اور قارنیل غلاموں کی طرح میرے ساتھ تھا۔

یہاں ایسی ایسی محیر العقول چیزیں تھیں کہ ایک عمر صرف ہو جائے ... سبق ادھورا رہے۔ میں نے سب سے پہلے طلسمی عکس نما کے ایوان میں جانے کی فرمائش کی۔ قارنیل مجھے وہاں لے گیا اور اُس نے درمیان میں رکھے ہوئے طشت میں آگ سلگا دی۔ دھواں اُٹھا تو ایک دل نواز خوشبو پھیل گئی۔ ”مقدس جابر! تم کس جزیرے کا حال دیکھنا چاہتے ہو؟“ وہ اشتیاق سے بولا۔

”مجھے مقدس آقا بلا کے قصر کا عکس دکھاؤ۔“ میں نے بے قراری سے کہا۔

اُس کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ ”وہ عکس نما یہاں موجود نہیں ہے۔ یقیناً وہ اُس کی خاص جھونپڑی میں ہو گا۔ تمہیں یہاں کسی جزیرے کا حال دیکھنا ہو تو مجھے حکم دو۔“

”نہیں۔ پہلے میں اسی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اُس کی جھونپڑی میں لے چلو۔“ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”اُٹھو۔“

اُسے کسی قدر تامل تھا، شاید وہ جالموش کی جھونپڑی میں داخل ہونے کے خیال سے خوف زدہ تھا۔ ”مجھے صرف ایک بار اُس نے یہ سعادت بخشی تھی۔“ اُس نے راستے میں تبصرہ کیا۔ ”وہ بہت کم گو اور گوشہ نشین سا شخص تھا۔“

جھونپڑی کے دروازے پر قارنیل ٹھیر گیا۔ میں خود آگے بڑھ گیا۔ یہاں ... ہول سا مسلط تھا جیسے اندر جالموش موجود ہو اور وہ ہماری جسارت پر ناراض ہو جائے گا۔ میں نے آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کسی آواز کے بغیر کھل گیا اور اندر سے چراند سی آئی۔ میں نے بے جھجک اندر قدم رکھ دیا۔ جھونپڑی میں تاریکی تھی۔ جب میں یہاں آیا تھا تو مجھے جالموش کے سوا کسی اور طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ سامنے اُس کی مسند تھی اور مشعلیں بجھی ہوئی تھیں۔ میں نے شتاب سے انھیں روشن کیا۔ قارنیل کا یہ حال تھا کہ وہ بار بار پیچھے مُڑ کے دیکھتا تھا اور ذرا سی آہٹ پر لرز جاتا تھا۔ حسرت سے اُس کا ... نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے چہرے پر عجب قسم کی تابانی تھی۔ آنکھیں ... سے پھٹی جاتی تھیں۔ میں اُچک کر جالموش کی مسند پر بیٹھ گیا۔ قارنیل میرے ... میں جھک گیا۔ ”مقدس جابر!“ اُس کی آواز بھرا رہی تھی۔ ”بلاشبہ تم ... کے مستحق ہو۔“

”نہیں۔ تم غلط کہتے ہو۔“ میں نے فوراً نیچے اُتر کے کہا۔ ”جالموش مجھ ... عظیم ساحر تھا۔ یہ مسند مجھے زیب نہیں دیتی کیونکہ میں اُس کے علم کے مقابلے میں ... طالب ہوں۔ البتہ اس مسند سے مجھے بہت سی تحریکیں مل رہی ہیں اور میں ... سمجھتا ہوں یہاں میرا آنا ضروری تھا۔ میں جالموش کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ ... پہلے بھی اُس کا شاگرد تھا، اب بھی اُس سے کچھ سیکھوں گا۔ اُس نے زاویے کی ... مکان بجائی ہے اور یہ علم و حکمت کی درس گاہ تعمیر کی ہے۔ میں یہاں سے مزید ... حاصل کروں گا۔ اسی راستے سے وہ آگے گیا ہو گا۔ یہی وہ راستہ ہے جسے میں نے ... کے لیے کہا۔ میں ابھی تک اندھیرے میں تھا۔“

”تم بہت عظیم ہو مقدس جابر!“ قارنیل کے لہجے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔

”میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں لیکن ہو سکتا ہے کسی دن تم بھی اس درس گاہ ... مکین بن جاؤ کیونکہ یہ میری منزل نہیں ہے۔“

”نہیں۔ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم پر دیوتا مہربان ہیں اور میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔“

”آؤ مقدس آقا بلا کے قصر کی سیر کریں۔“ میں نے جھونپڑی کے کونے میں ایک اُونچے پتھر پر رکھا ہوا طلسمی عکس نما دیکھ کر کہا۔

قارنیل نے اُسے بوسہ دیا اور عکس نما پر آقا بلا کے قصر کا نقش اُبھارنے کے لیے مخصوص عمل کیا۔ عکس نما روشن ہو گیا مگر ہمیں دھند کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ قارنیل نے بار بار عمل دُہرایا یہاں تک کہ اسے پسینہ آنے لگا۔

”رہنے دو قارنیل! میرے عزیز دوست! وہ ہمیں اپنا جلوہ دکھانا پسند نہیں کرتی۔“ میں نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ ”وہ جانتی ہے کہ میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔“

قارنیل بے دلی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہم نے مشعل کی روشنی گُل کر کے احتیاط سے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا اور طلسمی عکس نما کے ایوان میں واپس آ گئے۔

”میں بیزنار کے ساحل کا حال دیکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے قارنیل سے فرمائش کی۔

”بیزنار ...“ قارنیل ایک پتھر پر جا کے رُک گیا۔ ”یہ دیکھو۔ یہ دیکھو مقدس جابر! یہاں سارے نقش روشن ہیں۔“

میں طلسمی عکس نما کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے فلورا کا حال جاننے کی شدید خواہش کی۔ عکس نما میں اُس کا چہرہ نظر آیا تو میرا دل دُکھنے لگا۔ فلورا کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ اُس کے جسم پر خراشیں تھیں۔ اُسے بُری طرح نوچا کھسوٹا گیا تھا۔ شوطار بھی اُس کے قریب مُردوں کی طرح پڑی ہوئی تھی اور ساحل پر ناگرد ما کے ساحر حملوں میں مصروف تھے۔ اُن کا لشکر منتشر تھا اور دیاجن ساحروں کے ساتھ ریت کی دیوار توڑنے کے لیے طلسمی مشقوں میں مصروف تھا۔ فلورا کی بے بسی مجھ سے نہیں دیکھی گئی۔ میں وہاں سے اُٹھ آیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کے جلنے لگا۔ میرے اندر آگ لگ رہی تھی۔

”کوئی اور جزیرہ؟“ قارنیل نے مجھ سے پوچھا۔

”جزیرۂ توری۔“ میں نے حکم دیا اور اُٹھ کے توری کے طلسمی عکس نما کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے وہاں سرتیا کو دیکھا۔ اُس کے چہرے پر پہلے جیسی تر و تازگی تھی اور وہ مہذب دُنیا کی لڑکیوں کے ساتھ ایک ایوان میں تمکنت سے فروکش تھی لیکن وہ بہت زیادہ خوش معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اسے دیکھ کے اسے پیار کرنے کی خواہش اُبھری۔ وہاں فرونزیں بھی تھی۔ اُس کا رنگ نکھر آیا تھا۔ میں نے شرادی کا چہرہ بھی دیکھا۔ وہ سیاہ فام لڑکیوں کے ہجوم میں توری کی گلیوں سے گزر رہا تھا۔ پھر میں نے سرنگا کو دیکھا۔ اُس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ”بے چارہ۔“ میں نے کہا۔ ”یہیں اُس کی قبر بنے گی اسی غار میں۔“

توری کے اِن رفیقوں کو دیکھ کر طبیعت میں اور تکدر پیدا ہو گیا۔ وہ سب میرے منتظر تھے اور ایک موہوم اُمید کے سہارے جی رہے تھے اور میں جس کا منتظر تھا، اُسے میری خبر ہی نہیں تھی۔ قارنیل مجھے اور جزیروں کی سیر کرانا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ یہاں آنے سے کم از کم اتنا تو فائدہ تھا کہ میں سرتیا، فلورا اور سرنگا کے چہرے دیکھ سکتا تھا۔ بیرونی دُنیا سے ایک رابطہ تو قائم ہو گیا تھا مگر یہ رابطہ عذابِ جاں ہو گیا۔ میں نے بار بار توری پر سرتیا اور

بزنارکے ساحل پر فلورا کا چہرہ دیکھا۔ جالوش ہوتا تو وہ اُن سے گفتگو بھی کر لیتا۔ جالوش ہوتا تو وہ وہاں پہنچ جاتا۔ جابر بن یوسف جالوش کیوں نہیں ہے؟
میں نے قارنیل سے پوچھا "کیا وہاں تمام نوادر پر حاوی تھا؟"
"یہاں کی ہر شے اُس کے تابع تھی۔"
"مجھے ان سب سے متعارف کراؤ۔" میں نے جوش میں کہا۔
"بہت سے مظاہر سے میں خود ناآشنا ہوں۔"
"جو تم جانتے ہو وہ سب مجھے دکھاؤ۔ جو تم نہیں جانتے انھیں میں خود جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے مچل کر کہا۔
"جاراکاکا کی قبولیت ہوگی تو تم سب چیزیں جان جاؤ گے۔"
"کیا تم سمجھتے ہو کہ جاراکاکا کوئی مادی وجود ہے؟"
"بے شک۔" وہ میری کم علمی پر اُداس ہوتے ہوئے بولا۔ "وہ دیوتا ہے اور دیوتا لافانی ہوتے ہیں، وہ ہر قسم کا وجود اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ جاراکاکا ایک بے نیاز دیوتا ہے لیکن بہت منصف ہے۔ وہ جسے پسند کرتا ہے اُسے سرفراز کرتا ہے، وہ تمھیں پسند کرتا ہوگا جبھی تم نے جالوش کو شکست دے دی۔"
"وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "قارنیل! کیا تم جانتے ہو وہ کس سمت میں رہتا ہے؟"
"کاش میں جانتا مگر وہ ہر سمت میں رہتا ہوگا۔"
"تم سچ کہتے ہو۔ اس طلسمی نظام کی عظمت نادیدہ دیوتا ہیں اور ان کا مزار کوئی وجود ہے۔ وہ فیصلے کرتے ہیں اور تماشا دیکھتے رہتے ہیں، جالوش سے اُن کا ایک خاص ربط تھا مگر جالوش نے یہ ربط قائم کیسے کیا؟ یقیناً اپنی سنجیدگیوں، قربانیوں اور وفاکیشیوں سے۔"
"برداشت اور استغراق سے بھی۔" قارنیل نے کہا۔
قارنیل کوئی نیا نکتہ تعلیم نہیں کر رہا تھا۔ پُراسرار طاقتوں کے حصول میں یہ ابتدائی نکتے ہیں جس نے اپنی ہستی فنا کی اور یکسوئی کی مثال قائم کی، اُس نے پہلے لوگوں سے بڑھ کے پایا۔ سرنگا کا خیال تھا کہ درونِ جسم انسانی طاقت کی ایک دُنیا آباد ہوتی ہے جس سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ آدمی خارجی ترغیبوں میں اُلجھا رہتا ہے اور اُسے اپنی اندرونی کائنات کا پتہ بھی نہیں چلتا کیونکہ باہر کی دنیا بڑی رنگین ہے۔ جسم کے اندر رنگوں کی ایک کہکشاں موجود ہے، تاریکی سلسلے ہیں۔ ایک مکمل ریڈیائی نظام ہے، ایک کیمرہ نصب ہے اور پہاڑوں کی طاقت چھپی ہوئی ہے مگر کوئی اپنے اندر موجود یہ حیرت انگیز مظاہر دریافت نہیں کرتا۔ اُن کی دریافت میں خارج سے رابطہ منقطع ہوتا ہے اور داخل کے سمندروں میں ڈوبنے ہی سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔
میں نے کئی بار ایسا کیا تھا مگر یہ عارضی سلسلے تھے۔ اس بار تو ایسی تشنگی اور انتشار تھا کہ اپنے آپ کو بھلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میں قارنیل کے ساتھ جالوش کی اس خانقاہ میں ہر جگہ گیا اور ہم نے تمام نوادر سے استفادہ کیا۔ ہم نے متبرک مقامات پر بیٹھ کے ذات اور موسم سے بے نیاز ریاضتوں کا ایسا ناقابلِ یقین سلسلہ شروع کیا کہ جاراکاکا کی رُوح ہماری شدتوں اور وحشتوں پر حیران رہ گئی ہوگی

قارنیل درمیان میں تھک کے بیٹھ جاتا تھا لیکن مجھ پر ایک جنون طاری تھا۔ جالوش کے طلسمی علاقے میں جاراکاکا کی ایک عبادت گاہ بھی تھی۔ یہاں ہم نے جسم مختلف زاویوں میں ساکت کر کے غیر معینہ وقت کے لیے پتھر بنا دینے کے کثیف اور غلیظ تجربے کیے۔ اس عرصے میں آقابلا کی طرف سے کوئی پیام نہ آیا۔ جب میں اپنی کسی مشق سے فارغ ہوتا تو جالوش کی جھونپڑی میں جا کے طلسمی عکس نما میں اُس کے قصر کا منظر دیکھنے کی آرزو کرتا مگر وہاں دھند کے سوا کچھ نہ آتا اور یہی بات میرے لیے مزید ریاضتوں کی تحریک بن جاتی۔ گو پہلے کے مقابلے میں کچھ اور توانائی محسوس ہوتی تھی۔ باطنی بصارت میں بھی اضافہ تھا۔ تاہم یہ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد بھی جالوش جیسی بلندی حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں نے دیوانہ وار اس علاقے کی چھان بین کی تھی اور کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا تھا جہاں میرے قدم نہ گئے ہوں۔ قارنیل متنی جگہوں سے واقف تھا اُس سے زیادہ خود میں نے دریافت کر لی تھیں۔ وقت کا اندازہ نہیں لیکن خاصا وقت گزر چکا تھا۔ اب میرا قیام عموماً جاراکاکا کی عبادت گاہ میں رہتا تھا اور مجھے محسوس ہوتا تھا کہ ابھی ایک جگہ ایسی باقی رہ گئی ہے جو اب تک میری نظروں سے اوجھل ہے۔
میں قارنیل سے پوچھتا "یاد کرو، جالوش کی مصروفیات کیا تھیں؟ کہاں کہاں جایا کرتا تھا؟" اُس کا جواب یہی ہوتا کہ وہ عبادت گاہ میں جایا کرتا تھا اور جب وہ یہاں ہوتا تو کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔
یہ عبادت گاہ فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ اس کی ساخت بڑی مبہم تھی۔ در و بام اُونچے اور مضبوط تھے۔ وسط کے ایک بڑے کمرے کے علاوہ بہت سے حجرے تھے جن میں تاریکی چھائی رہتی تھی۔ میں نے یہاں کے حجروں میں ریاضت کی۔ بعد میں مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہاں کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جو میری بصارت کے احاطے سے باہر ہے۔ یہ شک رفتہ رفتہ یقین میں بدلتا گیا۔ میں نے سرخ پتھر کی دیواریں ٹھونک ٹھونک کے دیکھیں۔ قارنیل اس اقدام سے منع کرتا تھا لیکن میرا تجسس اتنا بڑھ گیا تھا کہ میں دیواروں سے کان لگا کے اُن کے اندر کسی خلا کا سُراغ لگانے کی کوشش میں منہمک رہنے لگا۔ اس جستجو کو مہمیز اُس وقت ہوئی جب میں نے ایک گوشے کے بعض پُراسرار رازوں کا پتہ لگا لیا۔ اس خصوصی کمرے کی ساخت عام دیواروں جیسی تھی اس کے باوجود میں نے یہ دیوار ہٹانے اور اس کے اندر جھانکنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ قارنیل نے جاراکاکا کی متبرک دیوار ہٹانے کے کام میں میری مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا تو میں نے اسے عبادت گاہ سے باہر نکال دیا اور خود ہی کام کا بیڑا اُٹھایا۔ میں بڑی بڑی زمینیں اپنی طلسمی قوت سے اُلٹ دینے کی صلاحیت رکھتا تھا لیکن یہ دیوار ہلائے نہیں ہلتی تھی۔ اس لیے میں نے باطنی طاقتوں کا تمام زور اسی پر صرف کر دیا۔ یہ بات طے تھی کہ یہاں کوئی طلسم چھپا ہوا ہے کوئی ایسا خزانہ جو جالوش اپنے تمام رفیقوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھتا تھا یہیں اس کی عظمت کی کلید ہے۔ یہ خیال جتنا پختہ ہوا، میں اتنا ہی پاگل ہو گیا اور روز گیتی کے سینگ اس پر مارتے مارتے ضائع کر دیے۔ مختلف عمل

آزمائے۔ بار بار جسم کا زور لگاتا تھا۔ سر پھوڑا، ہاتھ زخمی کیے، جسم لہولہان کیا۔ آخر میں ناکام ہو کے پڑ رہا۔
جب ذرا طبیعت قابو میں آئی تو میں نے جالوش کی جھونپڑی کا رُخ کیا اور وہاں کونوں کھدروں میں جتنے طلسمی نوادر تھے، آہستہ آہستہ عبادت گاہ میں سمیٹ لایا۔ میں نے ان سب کو مختلف طریقوں سے آزمایا اور دیوار پر چڑھیں لگائیں۔ انھی نوادر میں کوئلے کی قسم کی ایک چھڑی میرے ہاتھ لگی جس کا اُوپر کا حصہ گھسا ہوا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کے دیوار پر تیزی سے لکیریں بنانی شروع کر دیں۔ ان لکیروں میں کوئی تسلسل اور نظم نہیں تھا لیکن یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے کہ پتھر کی دیوار چرمرانے لگی اور ایک بڑا دروازہ میری نظروں کے سامنے کھل گیا۔ چھڑی دروازے پر پڑی رہ گئی تھی۔ میں نے اندر جانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی۔ اندر گہرا اندھیرا تھا۔ اپنی تیزی میں سامنے کی دیوار سے ٹکرایا اور دُم بل کے جہاں جہاں سُرنگ نما خلا تھا، تیزی سے بھاگنے لگا۔ میرے پیچھے دروازہ بند ہو گیا تھا یا کُھلا ہوا تھا؟ مجھے اس کا ہوش نہیں تھا۔ کچھ فاصلے کے بعد اندھیرا سرمگیں ہو گیا۔ اور دھیمی دھیمی روشنی آنے لگی۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا اور میرے قدم ایک جگہ ٹھٹک کر رُک گئے۔ میں ایک عظیم الشان عمارت کے دروازے پر کھڑا تھا۔ دروازہ کُھلا تھا اور وہاں حسین ترین عورتوں کا ہجوم تھا۔
انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ میں دروازہ عبور کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر میرے سامنے جو منظر تھا، مجھے لرزہ براندام کر دینے کا تمام سامان تھا۔ اندر ایک حیران کن نظارہ تھا۔ اپنے سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دلکش مرد وجیہہ نوجوان دیو قامت نیزے کے سَر کے ڈھانچے میں بیٹھا ہوا کسی لوح پر لکیریں کھینچ رہا ہے۔ اس جیسی خوب رُوئی میری نظروں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اس کے جسم پر غلاف تو تھا کسی جانور کی خوب صورت کھال پڑی ہوئی تھی۔ میری آمد پر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بے نیازی سے لکیریں کھینچنے میں مصروف رہا۔ میرے قدم کانپ رہے تھے اور میں جلد سے جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے چمکیلے جسم پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ بڑے سے بڑے ہیبت ناک ماحول میں میں اتنا خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ میرے قدم جواب دینے لگے تھے۔ زبان سے کچھ ادا نہیں ہوتا تھا۔ میں کھڑے کھڑے لرزنے لگا۔ اس نے بے پروائی سے مجھ پر ایک اُچٹتی نظر ڈالی تو میں ان آنکھوں کی چمک برداشت نہ کر سکا، دھڑام سے گر گیا اور بے ہوش ہو گیا۔
جب مجھے ہوش آیا تو میں جالوش کی تاریک جھونپڑی میں اُس کی چوکی پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ میں نے آنکھیں پٹ پٹا کر دیکھا تو وہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میرے سینے میں بُری طرح جلن ہو رہی تھی۔ میں نے بے اختیار ہاتھ سینے پر رکھا تو وہاں ایک گہرا زخم تھا۔ جلا ہوا ایک نشان۔ یہ سب کیا ہوا؟ اور جب میں نے یہ سوچا تو مجھ پر کوئی روزن تاریک نہیں رہا۔ میں نے جسم کے اندر جھانک کر دیکھا تو ایک سمندر تھا، موجیں مار رہا تھا اور روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ یہ جاراکاکا کا اثرِ عظیم ہے۔ میں نے ایک فلک شگاف نعرہ لگایا اور بے ساختہ میرے منہ سے قہقہوں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

میری آنکھیں دو رطلسمی عکس نما کے ایوان میں بیٹھے ہوئے قارنیل کو دیکھ رہی تھیں۔ میں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ دراز کیا اور قارنیل کی گردن پکڑ لی۔ قارنیل دہشت سے بے ہوش ہو گیا۔
میں نے اسے معاف کر دیا اور جھونپڑی میں رکھے ہوئے عکس نما کی طرف منہ کیا۔ میرے اشارے پر قصرِ آقابلا کا دلکش منظر سامنے تھا۔ اس گل بدن کا چہرہ میرے سامنے تھا جیسے ہی عکس نما میں اس کی شبیہ اُبھری، میں بے تابانہ اپنی مسند سے اُٹھا اور میں نے وہ وزنی پتھر اپنے سینے سے لگا لیا۔ "جانان! یہ میں ہوں تیرا غلام جابر۔" میں نے بے قراری سے کہا۔

جانان!

"یہ میں ہوں تیرا غلام جابر۔" میں نے چیخ کر کہا اور طلسمی عکس نما کا وزنی پتھر سینے میں ضم کر لینا چاہا لیکن گلے میں پڑے ہوئے بے شمار نوادر درمیان میں حائل ہو گئے۔ میں نے دیوانگی میں ڈوریاں کھینچ کر انھیں زمین پر پھینکنا شروع کر دیا۔ عکس نما سینے میں پیوست ہوا تو آنکھیں مچلنے لگیں۔ اُسے سینے سے چمٹائے جھونپڑی کے تنگ علاقے میں وحشت سے چکر کاٹنے لگا۔ گرا، سنبھلا اور جالوش کی مسند کے پاس چوبی اژدہے سے اُلجھ کر گر پڑا۔ سر سے خون بہنے لگا مگر کچھ ہوش ہی نہیں تھا، عکس نما مسند پر رکھ کے میں حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔
یہ قصرِ آقابلا کا ہوش رُبا منظر تھا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے مرمریں تن پر سنرنگا رنگ پھولوں کی ایک چادر سرسرا رہی ہے اور گلابی ہونٹوں سے رَس ٹپکا پڑتا ہے۔ پھولوں کی درزوں سے اُس کے شباب کا رنگ پھوٹ رہا ہے۔ آنکھوں میں شراب بھری ہوئی ہے۔ اُس کے اردگرد لال نیلے اور ہرے بادل تیر رہے ہیں اور وہ اپنے قصر میں سفید پتھر کی ایک چوکی پر سر جھکائے نیم دراز ہے۔ زلفیں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے قدموں میں ایک نہایت حسین و جمیل کنیز پڑی ہے، جیسے نیچے کوئی آئینہ ہے جس میں اُس کی دُھندلی شبیہ نظر آ رہی ہو۔ یہ منظر دیکھ کے اندازہ ہوتا تھا کہ حُسن کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے، انتہا کیا ہے؟ صناعی اسے کہتے ہیں، یہ مصوری ہے، یہ نغمہ ہے۔ اُس کا تراشیدہ بدن ایک ساز ہے، مضراب چھڑنے کی دیر ہے۔ راگ بہنے لگیں گے۔ تاریک برِ اعظم میں اس سے بڑا طلسم ممکن نہیں۔ کتنا وقت گزر گیا مگر اُس کے رخساروں پر وہی تازگی اور شگفتگی ہے، وہی لالی، وہی تابانی جو پہلے روز تھی۔ بدلتے موسموں نے اُس کے شباب پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ وہی کچا پن جو ایک نوجوان لڑکی کے بدن پر دوشیزگی کی علامت ہوتا ہے، وہی تشنگی اور بے قراری، وہی کھنچاؤ جو ایک چٹکتی کلی میں نظر آتا ہے۔ آقابلا تاریک برِ اعظم کی جلال آفریں ملکہ، جمال آفریں دوشیزہ تھی۔ نازک، اتنی چھوئی موئی اور ایسی تر و تازہ تھی کہ بس اُس کا نظارہ کرتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ میں ایک عرصے کے اضطراب کے بعد اُس کا جلوہ دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے میری زندگی کا ناقابلِ فراموش منظر تھا۔ کسی حسین لڑکی کی خلوت میں جھانک کر دیکھنے کا ہیجان میرے رگ و پے میں جاری ہو گیا تھا۔ اس سنسنی سے آواز میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ میں نے دل کی تمام گہرائیوں سے بے اختیار اُسے مخاطب کیا "میری

طرف دیکھ میری کیا حالت ہوگئی ہے میرے لیے اب تو دروازے کھول دے۔"

یکایک وہ کسمسانے لگی۔ اس کی غلافی آنکھوں کے ریشمیں پردے اوپر اُٹھے۔ اُس نے تذبذب سے اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کا بدن یوں تھرانے لگا جیسے اُسے احساس ہوگیا ہو کہ کسی روزن سے کوئی اُس کے نگار خانے کی طرف جھانک رہا ہے۔ پھر اُس کی متحیر نگاہیں ایک جگہ ساکت ہوگئیں۔ میں اُن کی زد پر تھا، وہ میرے دل میں اُتری جارہی تھیں۔ طلسمی عکس نما کے تھرتھرا پر اُس کا بدن جھلملانے لگا تھا۔ وہ کروٹیں بدل رہی تھی اور میری آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ چند لمحے اسی دزدیدگی کے بعد وہ اچانک تمکنت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ کنیز نے بھی اپنی ملکہ کی تقلید کی۔ آقابلا نے اپنی مخروطی انگشت کو جنبش دی، کنیز پیشِ منظر سے غائب ہوگئی۔ اب وہاں تاریک برِاعظم کی ملکہ تنہا رہ گئی تھی اور حیران نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے بے تابی سے کہا "مجھے پہچانا؟ یہ میں ہوں تیرا غلام۔" میری آواز بھرّانے لگی۔ "دیکھ، میں کہاں کہاں سے گزر کے تجھے دیکھنے پر قادر ہوسکا ہوں۔ اب زیادہ ہمت نہیں ہے۔ بس تُو اپنے ابرو کا اشارہ کردے۔ میں ایک ہی حکم سُننے کا منتظر ہوں۔"

میری بے ہنگم فریادوں سے اُس کے یاقوتی لبوں پر ایک دل نواز تبسم اُبھرا جیسے کوئی بجلی چمکی اور میرے خرمنِ عقل و ہوش پر گر گئی۔ وہ نازسے لہرائی اور اُس نے کسی توقف کے بغیر اپنی انگلی گھمانا شروع کردی۔ طلسمی عکس نما میں بادلوں کے مرغولے تیرنے لگے اور مرغولوں میں آقابلا کا سراپا چشم زدن میں روپوش ہوگیا۔ میں جنون میں عکس نما کی طرف جھپٹا مگر وہاں گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ میری ہر کوشش یہ منظر بدلنے میں ناکام ہوگئی۔ "ٹھیک ہے، میں تیرے پاس خود آرہا ہوں اور سُن لے اب آیا تو واپس نہیں جاؤں گا۔" عکس نما سے اب بادل بھی غائب ہوگئے تھے۔ میں نیم خوابیدگی و نیم بیداری کے عالم میں فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ اب کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔ میں نے خود سے زیرِلب کہا۔ "کون جانتا ہے۔" میں نے دھتکار کے خود کو جواب دیا۔ میرے جسم کے اندر یہ جواژدہے کنڈلی مارے بیٹھے ہیں اور درندوں کا یہ غول جو چنگھاڑ رہا ہے، یہ توانائی کا ایک ناقابلِ یقین احساس۔ کیا میں نے جالوش کا منصب حاصل کرلیا ہے؟ اُس عظیم جالوش کا منصب، جس سے تاریک برِاعظم کا پتّا پتّا لرزتا تھا، جس کی خواہش ہی اس کا حکم تھی، جس کے لیے فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا، جس کی انگلیوں میں جادو تھا اور جس کی آنکھوں کی پُتلیاں حرکت کرتی تھیں تو در و بام تھرّا جاتے تھے، جو آقابلا کا پاسبان تھا، اُس کی چیخیں آقابلا کی خواب گاہ میں گونجتی تھیں، وہ جادوگروں کا مرغوب شخص تھا۔ کیا میں اسی فاصلے پر آگیا ہوں جہاں جالوش تعینات تھا۔ میں بیٹھے بیٹھے ہذیانی انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ ان قہقہوں کی گونج اتنی تیز تھی کہ خود مجھے اپنی سماعت پر شک ہونے لگا۔ سب کچھ اچانک بدلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ ہر چیز دھواں دھواں نظر آتی تھی۔ کمزور، ملکی، چھوٹی، حقیر۔ میرے سینے پر سیاہ داغ موجود تھا جس میں اب بھی ہلکی ہلکی سوزش ہورہی تھی۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی "قارنیل! قارنیل! میرے پاس آ۔"

مجھے اس وقت اپنی طاقت کے اظہار کے لیے غلاموں اور کنیزوں کی ضرورت شدت سے محسوس ہورہی تھی۔ طاقت کا تخمینہ جان داروں اور ہم جنسوں کی موجودگی میں کیا جاسکتا ہے۔ درختوں، پہاڑوں، چٹانوں اور سمندروں پر طاقت کے اظہار سے کوئی ردِعمل نہیں ہوتا۔ تنہا طاقت بے کار ہے۔ اگر دنیا میں صرف ایک طاقت ور شخص رہ جائے تو اُسے طاقت کی کس ترازو میں تولا جائے گا؟ کچھ لوگ کمزور ہیں اس لیے کہ کچھ لوگ طاقت ور ہیں، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ ازل سے یہی قانونِ قدرت ہے۔ قارنیل ڈرتا جھجکتا اور لرزتا جھونپڑی کے دروازے پر نمودار ہوا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے کے مقابلے میں اب کس قدر خائف ہے، زندگی خوف ہے، چنانچہ ہر طاقت زندگی قائم رکھنے پر مجبور ہے تاکہ خوف مسلط رہے۔ میں قارنیل کو ایک لمحے میں ختم کرسکتا تھا کیونکہ اُس نے عبادت گاہ میں کوئی طلسمی جگہ تلاش کرنے میں میری اعانت سے انکار کردیا تھا لیکن خانقاہ میں سرِدست وہی تھا جو میری طاقت کے اظہار کا واحد ذریعہ تھا۔ وہ اس طرح کانپتا ہوا اندر داخل ہوا جیسے اُسے موت کے فرشتے نے آواز دی ہے۔ مجھے اُس کی خوف زدگی اور لرزیدگی سے لطف آیا۔ وہ سجدے میں گر گیا تھا "اُٹھ۔" میں نے گرج کے کہا "قارنیل! کیا تو نے میرے سینے پر یہ سیاہ نشان دیکھا؟"

"مقدس جابر!" وہ گھگھیاتا ہوا بولا "میں تجھ سے امان چاہتا ہوں۔ میں بہت بدنصیب ہوں کہ میں نے تیری رفاقت سے پہلوتہی کی لیکن شاید دیوتاؤں کی یہی مرضی تھی۔"

"میں نے تجھے معاف کیا قارنیل۔" میں نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ میرا ہاتھ دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ قارنیل نے اُسے عقیدت سے چوم لیا۔ "میرے قریب آجا۔" میں نے اُسے حکم دیا۔ وہ رعشہ براندام میرے سامنے آکے کھڑا ہوگیا۔ میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُس نے بڑی ہمت سے اس کا بوجھ برداشت کرنے کا مظاہرہ کیا۔ میں اُس کا سہارا لے کے کھڑا ہوگیا۔ "لا، ایک جام پلا۔" وہ باہر جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ میں نے چیخ کر کہا "کیوں تیرے ہاتھوں کو کیا ہوا؟ کیا یہ خلا سے ایک جام بھی برآمد نہیں کرسکتے؟"

"مقدس جابر! اب تیرے سامنے میرا سحر کارگر نہیں ہوگا۔" وہ عاجزی سے بولا۔

میرے منہ سے ایک قہقہہ نکل گیا اور میں نے اُسے کھینچ کے اُس کا منہ اپنے منہ کے سامنے کرلیا۔ وہ کسی بے زبان جانور کی طرح میرے پنجے میں تھا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے اُس کی پیشانی میں دو انگلیاں پیوست کردیں۔ قارنیل کراہنے اور تڑپنے لگا مگر اُس نے شدید تکلیف کے باوجود اپنی جگہ نہیں بدلی۔ میں نے اُسے پیچھے جھٹک کر کہا "تو اس خانقاہ میں میرا نائب ہے اور ایک نائب کو اپنے مالک کے شایانِ شان ہونا چاہیے۔"

"میں تیرا غلام ہوں مقدس جابر!" وہ گڑگڑا کے بولا۔

"تو میرا مشیر اور دوست بھی ہے۔"

"تو مجھ سے بہت بلند ہے، میں تیری دوستی اور مشیری کے لائق نہیں ہوں۔"

"چپ رہ۔ جو میں نے کہہ دیا، کہہ دیا۔" میں نے تلخی سے کہا۔ اُس نے عقیدت سے سر جھکالیا اور میرے دوسرے حکم کا منتظر کھڑا رہا۔ "میرے ہونٹ سیراب کر بدبخت۔" میں نے بدمستی سے کہا۔ قارنیل کو یقین نہیں آیا کہ میں اُس سے اسی لہجے میں مخاطب ہوں جو وہ سُن رہا ہے۔ جالوش کے زمانے میں اُسے اِس جھونپڑی کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کسی ساحر کے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز تھا کہ جالوش اُسے اپنی خاص جھونپڑی میں طلب کرے۔ بلاشبہ اس علاقے میں پرندے تک نہیں اُڑتے تھے۔ یہاں کی ساری فضا میں کوئی چیز ایسی جل رہی تھی جس کی بُو نہ خوش بُو کے زمرے میں آتی تھی، نہ بدبو کے۔ اور یہی بُو بیرونی دُنیا کی آلائشیں اِدھر آنے سے روکتی تھی۔ قارنیل نے پھرتی سے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے اُس کے ہاتھ میں آتشِ سیّال سے بھرا ہوا کٹورا تھا جو اُس نے نیازمندی سے میری خدمت میں پیش کردیا۔ میں نے چند گھونٹ ایک ہی سانس میں چڑھالیے اور آدھا کٹورا اُسے لوٹاتے ہوئے کہا "میری نیابت کا اوّلین جام نوش کر۔"

"مقدس جابر!" اُس نے پٹ پٹاتی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور تمام کا تمام مشروب حلق میں اُتارلیا۔ دیکھتے دیکھتے اُس کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور وہ ڈگمگانے لگا۔ میں نے اُٹھ کے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ دیا اور ہم دونوں بوجھل قدموں سے بہکتے ہوئے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ میرے سامنے جالوش کی وسیع و عریض خانقاہ کے عمارتی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ وہاں ہوا بھی احترام سے چلتی تھی۔ مکمل سکوت طاری تھا۔ ہر طرف ویرانی تھی۔ وہاں ہم صرف دو ہی نفس موجود تھے۔ ایک طاقت ور، ایک کمزور۔ ایک حاکم، ایک محکوم۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ سامنے کچھ نہیں تھا مگر ایک وسیع افق پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ تاریک برِاعظم کا افق۔ عبادت گاہ کے خفیہ گوشے میں دیواروں کے پیچھے اُس باجبروت اور پُرشکوہ نوجوان کا جلوہ کیے دیر نہیں ہوئی تھی جو نیولے کے منہ میں بیٹھا لکیریں کھینچ رہا تھا۔ اُس کی ایک نظر نے سینہ جلا دیا تھا۔ ایک متشکک لمحہ آتا، جب میں یہ سوچتا کیا صرف ایک نظر اتنی کاری ہوسکتی ہے؟ کیا یہ اسی نظر کا اثر ہے اور پیچھے جو ایک طویل جدوجہد ہے، وہ لاحاصل ہے یا یہ پیہم مشقت اور میرے اذیت ناک سفر کا ثمر ہے۔ اس سفر کے بغیر نہ یہ مقام آسکتا تھا اور نہ اس سے ملاقات کی صورت پیدا ہوسکتی تھی۔ ذہن یہ تاویل رد کرنے پر مائل تھا کہ یہ ایک کرشمہ یا معجزہ یا عطیہ نہیں بلکہ میری ریاضتوں کا ایک اعزاز ہے جس کا اظہار ایک نظر کی صورت میں ہوا ہے۔ ہم آہستہ خرامی سے اس ایوان تک آگئے جہاں تاریک برِاعظم کے تمام جزیروں کے عکس نما نصب تھے۔ میں ایک اونچی چوکی پر بیٹھ گیا۔ میرے اشارے پر پتھر کے پیالوں پر کھڑا ہوا لوبان کا طشت دھواں دینے لگا۔ قارنیل میرے برابر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اپنے ہاتھ ایک بار غور سے دیکھے کھردرے اور کرخت ہاتھ۔ یہاں آکے مجھے ایسا لگا جیسے میں آسمان پر بیٹھا ہوں اور میری نظر ان تمام زمینوں پر ہے جو تاریک برِاعظم کے آسمان کے نیچے موجود ہیں اور میری نظر کا دائرہ پھیل گیا ہے اور میرا ہاتھ اتنا بڑا ہے کہ جہاں چاہے سفر کرلے لیکن ابھی یہ صرف ذہنی سرشاری تھی۔ میں نے اسار کی عبادت گاہ میں جالوش کا استخوانی ہاتھ اپنی پیشانی پر محسوس کیا تھا جب کہ وہ بیزار جیسے دوردراز جزیرے میں تھا، چنانچہ میں نے سب سے پہلے اسار کے عکس نما پر وہاں کی عبادت گاہ کا منظر اُجاگر کیا۔ عبادت گاہ میں میرا دوست قرسام کاہنوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا عبادت کررہا تھا کہ اچانک میرا ہاتھ اُس کے دائیں گال پر نمودار ہوا۔ قرسام ایک چیخ مار کے بے سُدھ ہوگیا۔ ساتھ ہی کاہنوں کی جماعت سجدہ ریز ہوگئی۔ میں نے اُس ہیبت زدہ کاہن کو بالوں سے پکڑ کے اُٹھایا۔ "مقدس جابر!" اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ "یہ تو ہے۔" وہ وحشت زدہ انداز میں بولا۔ "مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تو نے کئی منزلیں سَر کرلی ہیں، میں دیوتاؤں کے سامنے تیری وفاداری کی قسم کھاتا ہوں۔" میں اتنی دُور بیٹھ کے بھی اُس کی آواز سُن رہا تھا۔

"قرسام! مجھے تیری خدمت کی ضرورت ہے۔" میں نے درشتی سے کہا۔ "اسار کو کسی اور کاہن کے سپرد کردے اور اسار کی چند حسیناؤں کا تحفہ لے کے میرے علاقے میں آجا۔"

"مقدس جابر!" وہ وفورِ مسرت سے بولا۔ "میں تیرے پاس آرہا ہوں۔ یقیناً تو مجھ پر مہربان رہے گا کیونکہ تو نے مجھے یاد رکھا ہے۔ میں تیری وساطت سے دیوتاؤں کے اور قریب ہوجاؤں گا۔"

میں نے انگلی کے اشارے سے یہ منظر پلٹ دیا۔ میرے یقین کے لیے اسار کا یہ منظر ہی کافی تھا۔ تاہم میں نے اسار ہی میں قصرِ جابر سابق قصرِ شوطار کا جائزہ لینے کے لیے طلسمی عکس نما روشن کیا۔ وہاں میری نائب ایشام اربان کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔ اُن کے بدن چمک رہے تھے۔ میرے کانوں میں وہ موسیقی گھلی جارہی تھی جو اُن کے اِردگرد بکھری ہوئی تھی۔ میں نے اربان کے نازک لبوں کی پنکھڑیاں چٹکی میں بھرلیں۔ وہ تلملائی پھر دہشت سے اسے سکتہ ہوگیا۔ ایشام بھی خوف سے زرد ہوگئی۔ میرا ہاتھ اُس کے شانوں تک پہنچ گیا۔ وہ ٹھٹک کے ٹھہر گئی اور میرا ہاتھ اس کے چاندی جیسے بدن کے خدوخال پر منڈلاتا رہا۔ "ایشام! تو اتنی ہی حسین ہے۔ تو نے اسار میں شوطار کے فرائض حسن و خوبی سے انجام دیے اور میرا نام روشن کیا اور میرا دل خوش کیا۔ میں تجھے اپنی نیابت سے دست بردار کرتا ہوں۔" میں نے پُرجلال لہجے میں کہا۔ "اور تجھے اسار کی ملکہ مقرر کرتا ہوں۔"

"مقدس جابر!" اُس نے اپنے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تو نے جالوش کو زیر کرلیا ہے۔ مجھے اپنے پاس بُلالے۔ میں اسار کی ملکہ ہونے پر تیری رفاقت کو ترجیح دیتی ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے اسے جھڑک دیا۔ "تجھے وہیں رہ کے دیوتاؤں کو خوش رکھنا ہے۔ مجھے جب تیری ضرورت ہوگی، تجھے اپنی طرف کھینچ لوں گا۔" میں نے

فوراً منظر بدل دیا۔

اسمالر کے بعد باگمان، باگمان کے بعد تیامات، تیاما کے بعد کوراسی، وہ نئے جزیرے جہاں میرے قدم نہیں پہنچے تھے، میں دیر تک تاریک برِاعظم کے مختلف جزیروں میں گشت کرتا رہا اور اپنے آپ پر منکشف ہوتا رہا۔ تاریک برِاعظم، الاماں ایک بحرِ بے کراں طلسم و افسوں کا ناقابلِ یقین شعبدہ۔ اب جو میں نے اپنی آنکھوں سے اس طلسمی دُنیا کی سیر کی تب مجھے اندازہ ہوا کہ میں پہلے کتنی دُور کھڑا تھا اور اپنے متعلق کتنی بڑی خوش تصوری میں مبتلا تھا۔ اُن تمام جزیروں کے نام یاد رکھنا اور ان کے سیاسی اور انتظامی امور پر نظر رکھنا بجائے خود ایک فن تھا۔ مجھے ایک بار پھر جاملوش کی عظمت کا قائل ہونا پڑا۔ وہ ان تمام علاقوں پر نظر رکھتا تھا، معلوم نہیں کہ اس کے پاس رابطوں کے اور کیا ذریعے تھے۔ کیا یہ سب کچھ اس کی خواہش بیدار ہو جانے پر خود بخود ہو جایا کرتا تھا یا پھر اسے بعض مراحل پر سحر پھونکنے کی ضرورت پیش آتی تھی؟ اس نے یقیناً اپنے شب و روز اس طرح منظم کیے ہوں گے کہ تمام ڈوریاں اُس کے ہاتھ میں رہیں اور وہ انھیں جیسے چاہے کھینچ لے جیسے چاہے ڈھیل دے دے۔ اقتدار کا یہ کھیل عجیب ہے کہ اُس کے حصول کے بعد بھی اطمینان کا سانس نصیب نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے زیادہ ہشیاری و بیداری کی اذیت اُٹھانی پڑتی ہے۔ جاملوش کو کبھی نیند نہیں آتی ہو گی۔ میں نے اُس کی مصروفیات پر غور کیا تو مجھے اس کے پاس سکون اور فراغت کا ایک لمحہ بھی نہیں ملا۔ ایک بے رس زندگی جو اپنے اقتدار کی غلام ہوتی ہے کہ کہیں وہ چھن نہ جائے۔ آہ، جاملوش کتنا بڑا بدنصیب تھا۔

اس کی خواہش آخر وقت تک محدود رہی۔ جاملوش اپنی خواہش کے باوجود وہ باتیں جاننے سے محروم رہتا تھا جو حصار کھینچ کر میں اور سرنگا آپس میں کیا کرتے تھے، میں اور سمورال کرتے تھے۔ جاملوش کی نگاہ اُس حصار کے آر پار نہیں جاتی تھی۔ جو عرصے تک ہم نے اسے لاعلم رکھ کے سنجیدہ گفتگوئیں کی تھیں۔ جاملوش کی نگاہ کہاں کہاں جاتی؟ تاریک برِاعظم میں تو بیک وقت بے شمار مسائل اُٹھتے ہوں گے۔ اِدھر اسے انگرو ما کے باغیوں کی سرکوبی پر ہمہ وقت دباؤ جاری رکھنا ہوتا ہو گا۔ بہرحال یہ ایک طلسم خانہ تھا اور یہ کل نہیں تھا بلکہ نادیدہ قوتوں کا ایک حقیر مظاہرہ تھا۔ کائنات بہت وسیع ہے اور اس میں کتنے عناصر کی ترکیب و ترتیب سے حیرت انگیز طلسم وجود میں آتے ہیں۔ یہ سب نیلے آسمان کے نیچے تھے اور آسمان جوں کا توں قائم تھا۔ یہ سب ایک زمین کے اوپر تھے اور زمین پیدا کرنے پر قادر نہیں تھے۔ جاملوش کا سحر بھی ایک معین منزل پر جا کے بے اثر ہو جاتا تھا۔ ورنہ انگرو ما کا وجود کیسے عمل میں آتا؟ انگرو ما کے ریماجن نے تاریک برِاعظم کی برگزیدہ ہستیوں جاملوش اور آقابلا کی نظروں پر پردہ ڈال کے باغیوں کی ایک آبادی قائم کی تھی۔ وہاں کیا ہوتا تھا؟ جاملوش بھی اپنی بے پناہ طاقتوں کے باوجود بے خبر تھا، آقابلا بھی ناواقف تھی اور اُدھر ریماجن اپنی سرحدوں کے اندر مختارِ کل تھا۔ اس کی حدیں انگرو ما سے شروع ہو کے انگرو ما ہی پر ختم ہو جاتی تھیں۔

جتنا غور کیجیے، یہ تماشا دلچسپ نظر آئے گا۔ میں تھوڑی دیر پہلے اس میں مبتلا تھا کہ جاملوش کی مسند تاریک برِاعظم میں سب سے اُونچی جگہ ہے۔ اس کے بعد دیوتاؤں کا درجہ شروع ہوتا ہے اور دیوتا امر ہوتے ہیں۔ تاہم اُن کی طاقتیں بھی متعین ہیں۔ جاملوش دیوتا نہیں، ایک بڑا ساحر تھا اور میں اُس کے علم و فضل، اقتدار و عظمت کی سب سے اُونچی جگہ فائز ہو گیا تھا لیکن یہاں مجھے اپنے آپ سے چھن جانے کا خدشہ تھا۔ جو فیصلے کرنے کے مختار ہوتے ہیں انھیں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے دوسروں کی خواہشوں کے مطابق فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ میں جاملوش کے عبرت ناک انجام سے آشنا تھا۔ کسی دن میرا زوال ہو جائے گا۔ تاریک برِاعظم کے کسی گوشے سے کوئی شخص اُبھرے گا، دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کر کے میرے مقابل آ جائے گا۔ میرا حشر بھی جاملوش جیسا ہو گا یا پھر چیزیں میرے قابو سے باہر ہو جائیں گی یا میرے جسم پر بڑھاپا آ جائے گا اور میرا دماغ کمزور ہو جائے گا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکوں گا۔ ثابت ہوا کہ یہ کمال اپنی جگہ مسلم ہے مگر جاملوش کی برتری کا انحصار اُس کی بے ہوشی، باخبری اور بے خبری، مستعدی اور کاہلی پر تھا۔ وہ باخبر رہنے کے ذرائع سے مسلح تھا اور اس نے کبھی آنکھیں بند نہیں کی تھیں، اور اس ... زمانوں پر حاوی رہا مگر جہاں اُس سے چُوک ہوئی، اُسے اپنی شکست کی صورت میں اُس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ میں نے اسے سامنے رکھ کے اپنی پیمائش کی ... میں نے خود کو اُس سے بہت مختلف شخص پایا۔ یہ طلسمی نظام، اسرار کی پیچیدگیاں، اقتدار کی یہ لذتیں، یہ برتری اور طاقت کا نشہ۔ یہ سب بہت دلکش تھا مگر ان سب سے دلکش تو وہ تھی جس کا نام آقابلا تھا اور میری نظر میں جاملوش کی مسند نہیں، آقابلا کی آغوش تھی۔ سوئیں اور سمتوں کے بارے میں ہوں ... کا دعوا کیسے کر سکتا تھا؟

اور تاریک برِاعظم میں سب سے مشکل مرتبہ غالباً یہی تھا۔ میں نے اُس کی ہم نشینی کے لیے، اُس کے بدن کی آتش سے جلنے کے لیے، اپنے آپ کو ... کر دینے کے لیے اُس کی صحبتِ رنگیں میں اپنی جگہ بنانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہر مرحلے پر مجھے یہ گمان ہوتا کہ بس اب وہ مجھے طلب کرے گی اور اپنے ہونٹوں کا رس پلائے گی، کہے گی کہ ہاں اب تو میرے ... میں بیٹھنے کا اہل ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی دانست میں وہ تمام اسناد حاصل ... کی تھیں جو یہاں کی درس گاہوں اور خانقاہوں میں مروج تھیں لیکن اُس ... طلسمی عکس نماؤں میں مجھے تا دیر اپنا جلوہ نہیں کرنے دیا بلکہ ایک شانِ بے نیازی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔ البتہ اُس کا دل نواز تبسم پہلے سے کچھ بڑھا تھا، اس میں ایک پذیرائی تھی، سپردگی کی ایک کیفیت، جیسے وہ کہہ رہی ہو، ابھی نہیں ... ابھی نہیں تو پھر کب؟ کیا اب بھی کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔ اب کیا رہ گیا ہے؟ شاید اس لیے کہ ریماجن ابھی تک بیزنار کے ساحل پر لنگر انداز

میں اس بدصورت باغی کا قلع قمع کر دوں گا۔ شاید وہ چاہتی ہے کہ میں تمام نفسے نما کر اس کے پاس آؤں۔ پھر وہ ہوا در میں ہوں اور خلوتیں ہوں۔ یا ابھی اسے کسی اور چیز کا انتظار ہے؟ کوئی اور مصلحت درپیش ہے؟ میں نے اپنے خوابوں سے چونک کر قارنیل سے کہا۔ "بیزنار کے ساحل پر اُن باغیوں کا حال بتا۔"

قارنیل اب تک کبھی میرا چہرہ، کبھی عکس نماؤں پر متعدد جزیروں میں میرے نام کی ہیبت حیرانی سے دیکھتا رہا تھا۔ وہ میرے اچانک حکم پر گڑبڑا گیا۔ اُس نے عجلت میں تمام عکس نما پر بیزنار کا ساحل روشن کیا۔ "ریماجن!" میں نے دُہرایا۔ عکس نما پر منظر بدلتے رہے مگر ریماجن کہیں نظر نہیں آیا۔ میری آنکھیں حیرت سے ایک جگہ ٹھیر گئیں۔ "وہ چلا گیا ہے۔" میں نے چند لمحے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ وہاں نہیں ہے۔ اُس نے خود کو کسی حصار میں محفوظ کر لیا ہے۔ یہاں کچھ اور بھی لوگوں کی کمی معلوم ہوتی ہے۔ آہ یہ شوطار اور فلورا کا انھوں نے کیا حال بنا رکھا ہے۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "اسے یہ ادھ کیا ہے؟ کیا؟ وہ میری تباہی کے لیے جارا کا کی عبادت کر رہے ہیں۔" میرے قہقہے ایوان میں گونجنے لگے۔ "اور ابھی تک ریت کی فصیل قائم ہے۔ قارنیل! میرا خیال ہے، ہمیں انگرو ما کے ان ساحروں کا فوراً کوئی بندوبست کرنا ہو گا۔ ایک آخری جنگ ضرور ہو گی۔"

"نہیں مقدس جابر! شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔ انھیں بیزنار کے ساحل کی مچھلیاں کھا جائیں گی، وہ یہیں گھٹ گھٹ کے مر جائیں گے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ ان کے چہروں سے وحشت برس رہی ہے؟ وہ کیسے بے حال اور ویران نظر آ رہے ہیں؟" قارنیل نے جرأت سے کہا۔

"مگر وہ ہمارے دشمن ہیں اور میں اُن کی سرکشی خوب جانتا ہوں، انھیں تہس نہس کر دینا چاہیے۔ ممکن ہے، وہ پھر انگرو ما واپس جا کے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کی احمقانہ کوشش کریں۔ ریماجن کی عدم موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ بوڑھا ساحر میرے مدمقابل رہا ہے۔ اُس کا ذہن شاطرانہ ہے۔ اِدھر مجھے شوطار اور فلورا کو اُن کے نرغے سے نکالنا ہے۔ دیکھو، ان کم بختوں نے یہ خوب صورت پھول کیسے سمار کیے ہیں۔" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"تجھ پر ساری راہیں روشن ہیں مقدس جابر! تجھے میری مشورت کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے، ابھی ہمیں اور انتظار کرنا چاہیے۔ اُن کی طاقت روز بروز کم ہو رہی ہے۔ ریت کی دیوار ہی اُن کی ہزیمت کے لیے کافی ہے اور جب تک مقدس جارا کا کا اور آقابلا کی تائید حاصل نہ ہو جائے، ہمیں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔"

"تو سچ کہتا ہے لیکن مجھے جلد سے جلد بڑے فیصلے کرنے کی عادت ہے، جبر بھی میں تیری بات مانے لیتا ہوں کیونکہ میرا ذہن میرے قابو میں نہیں ہے۔ دوسرے معاملوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ میں نتائج حاصل کرنے کی فکر میں ہوں اور تو سوچ رہا ہے کہ سب سے بڑا نتیجہ تو خود میری موجودہ حیثیت ہے لیکن سُن لے قارنیل! میری نظر دُور تک دیکھ رہی ہے۔ میں اس وقت اپنی ذات کے زنداں میں مقید ہوں۔ تو سمجھتا ہے، میری ذات سب سے ارفع و اعلا مقام پر ہے۔ پر تو نہیں جانتا یہ سب تماشا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ مجھے یہاں نہیں ٹھیرنا۔ کہیں اور جانا ہے۔" میں نے اُس کے گال پر اپنے ناخن چبھوتے ہوئے کہا۔

"مقدس جابر! یہ تو اپنی ذات کا کیا ذکر لے بیٹھا ہے؟ دیوتاؤں نے تیرے کاندھوں پر بڑی ذمے داریاں ڈال دی ہیں۔ تجھے ثابت کرنا ہے کہ تو اُن سے بہ احسن طریق کیسے عہدہ برآ ہو گا۔" قارنیل نے تعجب سے کہا۔ اُس کا یہ انداز محض اس سبب سے تھا کہ میں نے اُس کے اور اپنے درمیان بے تکلفی کی فضا قائم کر دی تھی۔

"یہ بتا کہ کیا یہاں اس وقت میرا کوئی ثانی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے تیزی سے جواب دیا۔ "اس وقت صرف تو ہی تو ہے۔"

"کیا میں جاملوش کی طرح ہر اعتبار سے مسلح ہوں؟ کیا تجھے اُس کے مقابلے میں مجھ میں کوئی کمی نظر آتی ہے؟"

"نہیں۔" اُس نے مستعدی سے کہا۔ "تو ہر طرح سے اس کا مکمل جانشین ہے مگر تجھے خود اپنی عظیم طاقتوں اور دیوتاؤں کی مہربانیوں کا عرفان رفتہ رفتہ ہو گا اور یہ تجھ پر منحصر ہے کہ تو ان صلاحیتوں سے کس طرح کام لیتا ہے؟"

"مگر میں جاملوش نہیں ہوں۔" میں نے مضطرب ہو کے کہا۔ "اس میں سفاکیت تھی، درندگی، خون آشامی۔ وہ بڑا نفرت انگیز تھا۔"

"جب تو مکمل طور پر اقتدار سنبھال لے گا تو تیرے اندر بھی یہ جوہر پیدا ہو جائیں گے۔ ان کے بغیر حاکمیت برقرار نہیں رہ سکتی۔" قارنیل نے جواب دیا۔ "اور تجھ میں ابھی ایک اور کمی ہے؟"

"وہ کیا؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ایک تو یہ کہ تو جاملوش کی خانقاہ میں نیا اور اس کی مسند پر نو وارد ہے۔ جاملوش کو تجربوں کی آگ نے پختہ کر دیا تھا، دوسرے یہ کہ تیری عمر مختصر ہے۔ تجھے دیوتا جب تک چاہیں گے، زندہ رکھیں گے کیونکہ تو نے مشروبِ حیات نہیں پیا ہے۔"

"مشروبِ حیات! یہ کہاں دست یاب ہوتا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں لیکن اسے پی کے تیری زندگی ایک مقام پر ٹھیر جائے گی اور تو چونکہ ابھی شباب کے دَور میں ہے اس لیے ہمیشہ شباب سے لطف اُٹھائے گا اور تجھ پر بہت سے سحر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ تیرے پاس سیکھنے اور لذت اندوزی کے لیے زمانے ہوں گے، تیرے پاس وقت ہی وقت ہو گا۔"

"میں ایک طویل زندگی کا آرزومند نہیں ہوں لیکن اگر یہ میری فضیلت میں کسی کمی کا سبب ہے تو میں مقدس جارا کا سے اُسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے یقین ہے، جب وہ مجھ پر اتنا مہربان ہے تو یہ جام بھی عطا فرمائے گا۔ تو بڑے اچھے مشورے دے رہا ہے قارنیل! میرے ذہن کو کیا ہو گیا ہے؟"

"اسے گستاخی پر محمول مت کرنا۔" قارنیل نے لجاجت سے کہا۔ "تیرا ذہن اس وقت انتشار کا شکار ہے، تیری کئی آنکھیں اور کئی کان ہیں مگر تو نے کسی ایک جگہ انھیں مرکوز نہیں کیا، یا پھر ایسا ہے کہ تو کسی گہری فکر میں ہے۔ ذرا اپنی طاقت سنبھال، کچھ توازن پیدا کر۔"

قارنیل مجھ سے مرتبے میں بہت پیچھے تھا مگر اس وقت وہ میرے لیے بہترین رفیق کی حیثیت رکھتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ابتدا کہاں سے کروں؟ کیا کروں؟ جی چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے جزیرۂ توری کا رُخ کروں؟ توری میں سرنگا اور سرتیا کو دیکھنے کے لیے جی مچلتا تھا۔ وہ میری اُس نئی دُنیا کا خاندان تھا جو توری میں رہتا تھا۔ درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں تھا صرف ارادے کی دیر تھی لیکن اس طرف قدم نہیں اُٹھتے تھے۔ یہ خدشہ بھی کہیں ذہن پر چھایا ہوا تھا کہ شاید اس بار بھی اُس کے قصر کا دروازہ بند ملے یا دروازے کھلے ہوئے ہوں تو وہ تپاک سے خیر مقدم نہ کرے۔ میں اُس کے دل میں جھانک نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ ایک بڑی ساحرہ اور جبار اکاکا کی نائب تھی، اُس کے مقامات بلند تھے۔ اُس کی نظروں میں جالموش کو اپنا درجہ بلند کرنے میں ایک وقت گزرا ہوگا اور میرا ابھی آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ اگر عکس نما میں وہ اپنی طرف بلانے کا ایک موہوم سا اشارہ بھی کر دیتی تو میری حالت اس وقت قطعی مختلف ہوتی، میرے پاؤں زمین پر نہ ہوتے۔

قارنیل کا قیاس درست تھا کہ میں جالموش کی جانشینی اُس طرح محسوس نہیں کر رہا ہوں جس طرح محسوس کرنی چاہیے۔ اس کا خیال تھا کہ غاروں میں بیٹھے ہوئے جید عالم اور بزرگ ساحر اس عہدۂ جلیلہ پر آنے کے لیے عمریں گنوا دیتے ہیں اور انھیں جبار اکاکا کے نشیمن سے ایک حرفِ ملامت بھی نصیب نہیں ہوتا۔

ایک اجنبی نے جو اس زمین کا فرد نہیں تھا اور اس طلسمی نظام کا پروردہ نہیں تھا، اُس نے حیرت انگیز بلندیاں حاصل کی تھیں۔ قارنیل کے لیے یہ ایک بڑی بات تھی اور میرے لیے صرف اتنی تبدیلی واقع ہوئی تھی کہ اس کے عوض اُس کی ایک دل کش مسکراہٹ نصیب ہوئی تھی۔ بس یہی اب تک کی خوں ریز سرگزشت کا مآل تھا اور جو میری طرح ایسی شدت انگیز طلب کے جویا ہوتے ہیں، اُن کے لیے یہ بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں نے جزیرۂ توری کا رُخ نہیں کیا۔ ریماجن کا خطرہ ابھی تک بیزنار کے ساحل پر مسلط تھا۔ کتنی عجیب بات تھی، جس لشکر کے ساتھ میں تاریک بحرِ اعظم پر حملہ کرنے کے لیے آیا تھا، اُسی سے مجھے برسرِ پیکار ہونا تھا جو میرے رفیق تھے، وہی میرے دشمن تھے، میں اُن کا سربراہ تھا۔ زندگی جب سادگی سے پیچیدگی کی طرف کوچ کرتی ہے تو کتنی مشکل ہو جاتی ہے۔ کیا میں اپنے کل میں جالموش تھا؟ نہیں، میں تو ایک جذباتی، ضدی اور خوش طبع شخص تھا جسے شعر یاد آتے تھے، جس کے پاؤں موسیقی سے تھرکنے لگتے تھے۔ یہ میں کہاں آ گیا تھا؟ جتنی منزلیں گزری تھیں طلسمی شعور بڑھتا جاتا تھا اور اندیشے پروان چڑھ رہے تھے۔ اس جانشینی کا کیا حاصل تھا؟ بس یہی سرشاری کہ اب حکم کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے مگر حکم دینے کی تمام لذتیں تو مجھے پہلے بھی حاصل تھیں۔

یہ کیسی زندگی تھی جو میں نے زمین کے اس نادیدہ خطّے پر بسنے والے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ آسودہ تھی۔ میرا کام یہ تھا کہ چہار اطراف اپنے احکام نافذ کروں یا اس خانقاہ میں سحر سازی کا کارخانہ کھولوں اور نت نئے سحر

جگاؤں۔ میں خود کو اتنا محتاط اور طاقت ور بناؤں کہ کوئی آنکھ مجھ پر نہ اُٹھ سکے۔ اجتماع میں میری کرسی سب سے اُونچے مقام پر ہو، میں ہجوم میں سب سے الگ کی جگہ نمایاں ہوں۔ سماعتیں میری خوش الحانی کی منتظر رہیں اور بصارتیں میرے افعال و اشغال کو کمال و جلال کا پیمانہ سمجھیں۔

اور زہر میرے ہاتھ میں آتے ہی تریاق ہو جائے۔ میری انا کی گرمی کے لیے کاہنوں کی ایک فوجِ ظفر موج موجود تھی، جزیروں کے سردار، منتخب عورتیں اور امسار کی حسین و جمیل دوشیزائیں تھیں اور یہ خانقاہ تھی جہاں میں دوبارہ بھٹکتی روح میں قید کر کے انھیں اپنے اشاروں کا مطیع کر سکتا تھا۔ زندگی میں اور کیا چاہیے؟ عیش و عشرت کا ہر باب کھلا ہوا تھا اور مہذب دُنیا؟ جس شخص کو انسانوں کے اتنے بڑے مجموعے پر مکمل اختیارات حاصل ہوں، وہ مہذب دُنیا میں واپسی کے احمقانہ خیال کو کیوں دل میں لوٹے گا؟ بیروت میں میرے پُرسانِ حال مجھے فراموش کر چکے ہوں گے، اگر میں دوبارہ وہاں نازل ہو گیا تو وہ مجھے لبنان کی صدارت پیش نہیں کریں گے۔ وہ میری سرگزشت سُن کے دانتوں میں اُنگلیاں دے لیں گے۔ خوف سے اُن کے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ جدید دُنیا کے اخبارات صفحۂ اول پر یہ عجیب و غریب واقعات اور ہماری تصویریں، سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ شائع کریں گے، پھر لوگ سڑکوں پر گم ہو جائیں گے۔ یہ عارضی سنسنی ہوگی اور پھر ہم تنہا ان سبزہ زاروں کو یاد کیا کریں گے اور ان سامعین کو تلاش کیا کریں گے جو ہماری وحشت انگیز روداد سُنا کریں۔ وہ کہیں گے جھوٹ بولتا ہے۔ بھلا ایسا کہیں ہوا ہے۔

کیا مہذب دُنیا میں ہم لوگوں کو موت نہیں آئے گی؟ بوڑھا سرنگا کتنے دن اور زندہ رہے گا؟ اگر وہ مرا تو اس کی موت کا شان دار جلوس نکلے گا۔ میں نے سوچا، میں سرنگا کو غار سے نکال کے تاریک بحرِ اعظم کے بہت سے جزیروں کا حکمراں بنا دوں گا اور اُس کی لڑکی سرتیا کو اپنا فیصلہ خود کرنے کا اختیار ہوگا۔ وہ اب بھی کسی ملکہ کی طرح زندگی بسر کرتی ہے۔ مہذب دُنیا اس بدنصیب قافلے کو معاوضے میں آسودگی دینے کے لیے میرے پاس بہت سے طریقے تھے کیونکہ اب حالات پہلے سے مختلف تھے۔ میں خزانے کے منہ پر بیٹھا تھا۔ مہذب دُنیا میں لوگوں کی زندگی کا منتہا کیا ہوتا ہے؟ حصولِ زر! تاکہ وہ ایک لذت انگیز زندگی گزار سکیں، اپنی خواہشیں خریدنے اور آزادی سے گھومنے پھرنے کے اختیارات۔ یہاں زر نہیں تھا مگر زندگی اطمینان سے مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں میرا وجود ہی اُن کے لیے سحر آمیز تھا۔ میری ذات انھیں زمانے کے سرد و گرم سے محفوظ رکھنے کے لیے سائبان تھی۔ اب مجھے مجتنب نے کا وقت آ گیا تھا کیونکہ میں ساحرِ اعظم کے عظیم الشان منصب پر متمکن تھا۔ اگر میرا وجدان کی انا کو گوارا نہیں تھا تو کیا مہذب دُنیا میں ان سب کو بادشاہتیں نصیب ہونے والی تھیں؟

مگر یہ سب ہو گیا۔ فرض کیجیے سرنگا بھی آمادہ ہو گیا کہ مفر کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ ریماجن اور اگروملا کے باغیوں کا قصہ بھی ہمیشہ کے لیے

پاک کر دیا گیا اور تمام جزیروں میں امن و سکون بحال ہو گیا اور میری مراد بر نہ آئی تو؟ میں اسی طرح اپنے اعصاب پر بوجھ بنا رہا اور اس نے صرف اتنا کیا کہ مجھے اپنے خاص نائب اور پاسبان کے طور پر تسلیم کر لیا تو کیا اس سے میری سیری ہو جائے گی؟ میرا معدہ اس غذا سے اپنی توانائی بحال رکھ سکے گا؟ کیا وہ آگ بجھ جائے گی جو سُلگتے سُلگتے شعلوں کی صورت اختیار کر گئی ہے؟ اس مفاہمت سے میرے خون کی رفتار اعتدال پر آ جائے گی؟ یہی معاشرت، یہی مصلحتیں، یہی پیچیدگیاں برقرار رہیں۔ یہی طور رہا کہ اب، کہ اب، بس اب اُس نے آواز دی، اُس نے اپنے نہاں خانے سے پکارا، وہ بادِ بہاری اب چلی کہ جب چلی، معطر ہوا کا جھونکا آیا، اب آیا کہ جب آیا۔ اس انتظار میں سحر ہو جائے گی۔ میں آنے والے وقت کی دہشت سے لرز گیا۔ یہ جسم کھنڈر بن جائے گا اور یہ طلسم خانہ یوں ہی آباد رہے گا مگر مہذب دُنیا کے ان چند نیم جانوں کا کیا حشر ہو گا؟ وہ بھی میرے ساتھ بے وقت غروب ہو جائیں گے۔

میں قارنیل کے کاندھوں پر جھکا ہوا تھا، وہ احترام سے کسی نرم تکیے کے طور پر میرا بوجھ سنبھالے ہوئے تھا اور میرا ذہن اس وقت خود کوئی طلسمی عکس نما تھا جہاں میرے جنون کا گزرے ہوئے دنوں کی شبیہیں اُبھر رہی تھیں اور آنے والے دنوں کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ قارنیل ایک مکمل ساحر تھا، میں اس کا آدرش تھا اور مجھے قارنیل پر رشک آتا تھا کہ اس کا ذہن صاف اور ارادے مستحکم تھے۔ میں نے مضمحل آواز میں اُس سے کہا۔ ”قارنیل! میں فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیسے فیصلے مقدس جابر؟“ وہ ادب سے بولا۔

”قارنیل! تجھے معلوم ہے میں جو اس وقت تیرے پاس اس علاقے میں بیٹھا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں کن کن مصائب و آلام سے گزر کے آیا ہوں۔“ ”میں جانتا ہوں۔“ اس نے عقیدت سے کہا۔

”مگر اب میں خود کو تھکا ہوا محسوس کرتا ہوں۔“ میں نے کرب سے کہا۔

”تیرا سورج تو ابھی طلوع ہوا ہے مقدس جابر! ابھی سے تو تھکن کا اظہار کر رہا ہے؟ یقیناً میری رفاقت تیرے لیے کافی نہیں ہے۔ بیزنار میں بہت سے کاہن جالموش کے علاقے میں آنے کے لیے تڑپ رہے ہوں گے۔ تو یہ خانقاہ پھر سے متحرک کر دے۔ تیرا دل بہل جائے گا۔ میں بیزنار سے تیرے لیے کچھ عورتیں لے آتا ہوں، تو اپنے ہاتھوں کو جنبش دے، اب تیرے اختیار میں کیا نہیں ہے؟“

”میں خود اپنے اختیار میں نہیں ہوں قارنیل!“ میں نے آہستگی سے کہا۔

”سُن، تو نے بہت سے مقامِ حیرت طے کیے ہیں مگر ابھی تجھے بہت کچھ دیکھنا ہے مقدس جابر! تو بڑا رحم دل ہے کہ اپنے سے کم تر ساحر سے ایسی پُرگداز باتیں کر رہا ہے۔“

”جیب رہ، میری تعریف نہ کر، مجھے بُرا بھلا کہہ۔“ میں نے بگڑ کے کہا۔ قارنیل پھر خاموش ہو گیا۔ میں ایوان میں اُٹھ کر ٹہلنے لگا اور خود کلامی کرنے لگا: ”ہاں جابر بن یوسف! ساحرِ اعظم! تُو نے کیا سوچا؟ اگر اُس کا وتیرہ نہ بدلا؟ یہی شیوہ رہا تو؟“

”تو موت۔“ میں نے شکست خوردگی سے خود کو جواب دیا۔ ”لیکن تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟ یقیناً تیری طلبِ صادق میں کوئی آلودگی ہے تو وہ تیشہ نہیں جو چٹان کے سینے میں پیوست ہو جائے۔ تیری آواز میں کوئی نقص ہے اس لیے وہ دل میں شگاف نہیں کرتی۔ تو نے کبھی سوچا کہ وہ کیوں گریزاں ہے اور تیرے لفظ، تیرے اظہار، تیری فدائیت اور تیرے ایثار کیوں داد نہیں پا رہے ہیں؟“

”سرنگا کہتا ہے کہ وہ ایک سراب ہے۔“

”تو تو سراب کے پیچھے کیوں دوڑ رہا ہے؟ تجھ سے بڑا پاگل کرۂ ارض پر پیدا نہیں ہوا۔“

”مگر میں اسے سراب نہیں سمجھتا۔“ میں نے جھنجلا کر کہا۔

”تو اسے کیا سمجھتا ہے؟“ میں نے نفرت سے پوچھا۔

”حُسن و جمال کی ایک حسین عمارت، لعلِ بدخشاں، ایک بہشت، میں اسے کائنات سمجھتا ہوں۔ وہ اگر سراب بھی ہے تو بہت خوب صورت ہے۔“

”وہ ایک ملکہ ہے اور یہ سحر و اسرار کی کائنات ہے۔“

”میں نے کون سا سحر چھوڑ دیا ہے؟ کیا یہ سب میں نے اِن خطّے کے لوگوں کے مقابلے میں اپنا قد بڑھانے کے لیے کیا ہے؟ ہر قدم پر وہی میری محرک رہی ہے۔“

”تو نے کتنے مقامِ حیرت طے کیے ہیں؟ تو نے کبھی سوچا ہے کہ یہ سب کیوں ہے؟ کون یہ نظام چلا رہا ہے؟ تو مہذب دُنیا کا ایک شخص، آکسفورڈ کا سند یافتہ، نئی دُنیا کا آدمی، تو نے فلسفہ پڑھا تھا، کیا تو نے اس طلسمی نظام کے فلسفیانہ پہلو پر غور کیا؟ تو نے سوچا کہ یہاں یہ ٹھہراؤ کیوں ہے؟ لوگ زمانوں کی باتیں کرتے ہیں۔ اُن کی عمریں منجمد ہیں، یہاں روحیں غلام کی جاتی ہیں اور جدید دُنیا کے تمام علوم، فلسفہ و منطق، سائنس اور فنون ہیچ ہو جاتے ہیں۔ تو بہت بڑا ساحر ہے مگر تو نے اس نظام کی یم کے بارے میں غور کیا؟“

”اگر میں ان موشگافیوں میں پڑتا تو یہ مدارج طے نہ کرتا۔ میں نے اسے جوں کا توں تسلیم کر لیا۔ میں نے صرف ایک بات پیشِ نظر رکھی کہ یہاں فلسفیانہ مباحث بے سود ہیں۔ یہاں دو اور دو پانچ ہو جاتے ہیں۔ سائنس اس طرح بھی اپنا اظہار کر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ سب سائنس ہے۔ یہ فنون اور یہاں کے آداب اگر نہ سیکھو، یہ عمل نہ کرو، وہ جادو نہ آزماؤ تو دو اور دو پانچ کی منطق وجود میں نہیں آتی۔ یہ سب سائنسی مظاہر ہیں مگر میں ان کی تشریح کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ میں نے اس زمین کی ماہیت پر غور نہیں کیا۔ جس طرح جدید دُنیا کے سائنس دانوں نے عقل کی منزل ختم ہو جانے پر باقی رموز قدرت پر چھوڑ دیے ہیں۔ کیا جدید دُنیا نے سب کچھ دریافت کر لیا ہے کہ یہ کائنات وجود میں کیسے آئی؟“

”مگر تُو نے اسے جاننے کی سعی بھی نہیں کی۔ تُو نے ایک عامی ہونے کا

ثبوت دیا۔ تو نے فکر ہی نہیں کی کہ یہ دُنیا، تیری دنیا کی نظروں سے اوجھل کیوں ہے؟ یہ لوگ کون ہیں؟"

"جب میں نے یہ سوچنا چاہا تو مجھے شدید مایوسی ہوئی، اس لیے میں نے سوچنا موقوف کردیا کہ اسی میں امان تھی۔ پھر ایسے عالم میں کون شعوری رہ سکتا ہے جس نے اپنی ذات کا ہر جوہر کسی دوسرے مرکز میں ضم کردیا ہو اور خود اس کی کوئی ذات نہ رہ گئی ہو۔ کیا میں عالمِ شعور میں ہوں؟ کیا سرنگا کے بقول یہ فریبِ نظر نہیں ہے کہ میں نے اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کا محور اسی کی ذات کو بنایا ہے۔ کیا مہذب دُنیا میں اس قسم کی مثالیں نہیں ملتیں؟ میں پوچھتا ہوں۔ رُوح کیا ہے؟ جواب دے اے جدید دُنیا کے فنوطی! رُوح موجود ہے تو باقی باتیں بھی تسلیم کر۔"

"تیری موجودہ حالت تیری دلیل اور میرے سوال کا بجائے خود جواب ہے مگر میں تیری توجہ ان چند امور کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر تو سوچتے ہوئے ڈرتا ہے اور جب تک تو فکر کے اس مرحلے سے نہیں گزرے گا، ہمیشہ پریشان رہے گا۔ یا تو پُرسکون ہونا نہیں چاہتا؟"

"میرا سکون صرف اسی کے حصول میں مضمر ہے کیونکہ میں نے خود کو اُس میں شامل کرلیا ہے۔ اگر تیرے پاس اس کا کوئی حل ہو تو بتا اور باتیں نہ کر۔ فلسفے کی باتیں نہ چھیڑ۔ میں تجھے قائل کردوں گا، تیری سائنسی تاویلات میں ہزار سقم ہیں۔"

"ایک بار ذرا یہ سوچ کے دیکھ لے کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کیا یہ ایک مکمل نظام ہے؟ اچھا جانے دے تیرا جواب وہی ہوگا تو جواب میں مہذب دُنیا کے بعض محیر العقول واقعات پیش کردے گا۔ میں انھیں ردّ و قدح کے بعد اور تیری تسلی کے لیے تسلیم کرلیتا ہوں مگر تو کبھی منزلِ مُراد تک نہیں پہنچ سکتا تا وقتیکہ بعض ابتدائی باتیں تیری عقل میں نہ آجائیں اور تجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تو کہنا کیا چاہتا ہے؟"

میری باتیں واضح اور صاف ہیں، میں تجھے یہاں اتنی منزلیں مارنے کی مبارک باد پیش کرتا ہوں بلاشبہ اس میں تیری جرأت شجاعت اور عزم کا بڑا دخل ہے لیکن تجھے یہ سوچنا ضرور ہوگا کہ آقا بلا کون ہے؟ جارا کا کون ہے؟ اور کیا تیرے یہ مراتب محض اس سبب سے ہیں کہ تو نے انھیں بہت متاثر کیا ہے یا اس کا سبب کچھ اور ہے؟ جب تک تو ان امور پر توجہ نہیں دے گا، ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا کیا جدید دُنیا میں طلبِ صادق کے دعوے دار سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں؟ کیا انھیں سماجی شعور نہیں ہوتا؟ تجھ جیسا ذی ہوش شخص آخر اتنی معمولی بات نہیں سمجھتا؟ سُن تیرا ہر علم ادھورا ہے۔ پہلے وہ راستہ سمجھنے کی کوشش کر جو تیرے مقصود کی طرف جاتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو ایک شعبدہ باز کے بجائے ایک عالم کی حیثیت سے مسائل و مصائب کا جائزہ لے اور جان لے، تو نے اب جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ ایک طرف، اور آگہی کا یہ کارنامہ ایک طرف ہے۔ سرنگا آگہی کی اس منزل سے گزر چکا ہے مگر اس میں تیری طرح جرأت کا فقدان ہے۔

"میں یہ نکات ذہن میں رکھوں گا۔ بے شک مجھے اس پر غور کرنا ہوگا کیا وہ ایک قابلِ حصول شے ہے۔ اُس تک پہنچنے کے لیے کس راستے سے جانا ہوگا"

"اور یہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ تجھے تیرا گوہرِ مقصود نہ ملا تو تیرا انجام کس طرف ہوگا؟"

"میں تو شاید پاگل ہوجاؤں گا۔ پھر مجھ سے خود کو سنبھالا نہ جائے گا کیونکہ میں نے اپنے آپ کو سلب کرکے اُس کی آرزو کی ہے۔"

"تو اسے ضرور حاصل کرے گو یہ شک ذہن سے نکال دے۔ کچھ حاصل کرنے کا یقین نہ ہو تو آگہی کی ریاضت بے کار ہے۔"

"میں اسے حاصل کرلوں گا۔" میں نے جوش میں یہ آواز بلند کہا تو دوڑ کر میرے پاس آگیا اور حیرت سے میرا چہرہ تکنے لگا۔ میں اس کی آمد سے

"مقدس جابر! کیا تُو نے مجھ سے کچھ کہا؟" اُس نے خوف زدگی سے

"نہیں" میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "قارنیل! میں نے کسی قدر مطمئن لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔ "آ میرے ساتھ۔ ہم بیزنا کے ساحل پر چلیں گے۔"

"تنہا؟ وہ وحشت میں چلایا۔"

"ہاں تنہا۔ میری ایک عزیز شے وہاں رہ گئی ہے۔ مجھے اُسے ان کے قبضے سے ضرور حاصل کرنا ہے تاکہ میں اطمینان کے ساتھ اپنی نئی جدوجہد کا آغاز کرسکوں۔" میں نے اُس کا بازو پکڑ کے کہا۔ قارنیل حواس باختہ میرا منہ دیکھتا رہ گیا۔ اُس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں بیزنا سے ساحروں کی ایک جماعت ساتھ لیتا چلوں۔

"تیرا یہ مشورہ غیر مفید ہے، میری اُن باغیوں سے پرانی شناسائی ہے۔ میں اُن سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں"۔ میں نے یہ کہہ کے جھونپڑی سے اپنے نوادر سمیٹے۔ ان میں سے چند گلے میں ڈالے اور سُبک خرامی سے آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد میں بیزنا کے ساحل کے اُس طرف پہنچ گیا۔ جہاں سے ریت کی دیوار شروع ہوتی تھی۔ ایک وقت تھا کہ ایک لمبی مسافت طے کرکے ہم جاملوش کی خانقاہ تک پہنچے تھے۔ میرے ذہن میں یہ نکتہ اُبھارتا رہا کہ یہ فاصلوں کی کمی و بیشی کا کیا کرشمہ ہے؟ ثابت ہوا کہ وہ لمبی مسافت ایک طلسمی شعبدہ تھا، یا یہ مختصر راستہ ایک طلسمی شعبدہ ہے لیکن یہ سب باتیں آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں۔ میں چھوٹے چھوٹے ذرات کی اس آندھی میں قارنیل کے ساتھ داخل ہوگیا۔ ذرات اب ہمارے راستے میں مزاحم نہیں تھے۔ جاملوش کبھی اس قسم کی حماقت نہیں کرسکتا تھا کہ غنیم کے لشکر میں اپنے ایک معمولی ساحر کے ساتھ جانے کا قصد کرے۔ اُن کے غصّے عروج پر ہوں گے جب وہ دوبارہ میرا چہرہ دیکھیں گے کہ میں نے آقا بلا کا مجسمہ محفوظ کرکے اُن کی فتح شکست میں بدل دی ہے تو اُن کی ناراضی اور نفرت کا کیا عالم ہوگا؟ ہم تیز رفتاری کے ساتھ ریت کی وہ ہیبت ناک فصیل بھی عبور کرلی جو تارا کا اور ریاجن کا ساحرانہ اعجاز تھی۔ اُس نے انسانوں کے ایک عظیم انبوہ کو بینائی سے محروم کردیا تھا، مہذب دُنیا میں کوئی ایسی سائنسی حقیقت نہیں تھی۔ اس اعتبار سے یہاں کے مجہول اور وحشی ساحر سمندر پار کی دُنیا کے سائنس دانوں سے برتری کے حامل تھے۔

جب میں قارنیل کے ساتھ فصیل کے اُس پار ریت کی آندھی سے برآمد ہوا تو انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اُن کا سب سے بڑا دشمن بہت سادگی سے اُن کے سامنے کھڑا تھا، میرے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور اُن کے چہروں پر اضمحلال، پژمردگی، بے یقینی۔ میری آمد پر جیسے ان کے مُردہ تنوں میں زندگی کوند گئی۔ وہ چاروں طرف سے میری طرف دوڑ پڑے میں اُڑتی ہوئی ریت کے پاس ہی کھڑا تھا اور اس لحاظ سے محفوظ تھا کہ اگر انھوں نے کوئی منتقمانہ کارروائی کی تو میرے لیے اس گرد و غبار میں گم ہونا آسان ہوگا۔ فی الحال اُن سے کوئی بڑا معرکہ کرنا مناسب نہیں تھا، میری آمد کا یہ مقصد بھی نہیں تھا، میں نے ساحل کی اس چوڑی پٹی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ یہاں اب بھی بڑے بڑے ساحر موجود تھے۔ بہت بڑا لشکر سمندر میں کشتیوں پر موجود تھا جگہ جگہ آگ جل رہی تھی لیکن ان عالموں اور ساحروں میں کوئی بھی میرا مدِمقابل نہیں تھا۔ ہاں وہ ایک ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوجاتے تو میں جاملوش کی طرح کسی بے خبر لمحے میں اُن کا نشانہ بن سکتا تھا۔ میری آنکھیں قلورا اور شوطار کو تلاش کررہی تھیں۔ ہر سمت سے ان کا کھنچتا چلا آتا ہجوم میری طرف اُمڈا اور مجھ سے ایک فاصلے پر آکے ٹھیر گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ اُن کے چہرے میرا ردِ عمل دیکھنے کے لیے تپ رہے تھے۔

"سنو میرے سرکش دوستو!" میری آواز کسی آلۂ مکبّر الصوت کے بغیر ساحل کے اِس کونے سے اُس کونے تک گونجنے لگی۔ "میں واپس آگیا ہوں۔ میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ شاید تمھیں میرے مزید تعارف کی ضرورت نہ پڑے۔ پہلے ایک مشترک مقصد کے لیے ہمارے درمیان اتحاد تھا اور اس اتحاد کی گواہ وہ لوح بھی جو سمندروں میں موجود ہے جس پر میرے اور ریاجن کے درمیان ایک معاہدہ کندہ ہے۔ ریاجن اپنے وعدے اور معاہدے سے منحرف ہوگیا جب کہ اُس سے یہ بات طے ہوگئی تھی کہ مقدس آقا بلا کا مجسمہ محفوظ رہے گا۔ بہرحال میں اس اذیت ناک روداد کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تم مجھ سے بخوبی آشنا ہو تم نے میرا جلال، جاملوش کا زوال اور اپنے ساحرِ اعظم ریاجن کی ناکامی دیکھی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

میں نے چند لمحے توقف کیا اور اس پُرجوش مجمع کی طرف غور سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا، وہ جواب میں اپنی گردنیں نفی میں نہیں ہلائیں گے لیکن اس وقفے کا مطلب یہ تھا کہ قلورا اور شوطار میری آواز سُن لیں اور انھیں جلد سے جلد ہجوم میں سب سے آگے آنے کا موقع مل جائے۔ میں نے اپنا بیان جاری رکھا: "تم نے دیکھا ہوگا کہ انگردما میں رُوحوں کے زنداں سے رُوحیں آزاد ہوگئیں۔ تم ایک ایک واقعے کے چشم دید گواہ ہو۔ کیا مجھے اپنی عظمتوں اور طاقتوں کی تمام تر روداد تمھارے گوش گزار کرنی ہوگی؟ سُنو! میں تم سے چند اہم باتیں کہنے آیا ہوں۔ کیا تمھیں خبر ہے کہ میں اب بلا شرکتِ غیرے جاملوش کی مسند پر فائز ہوں اور مقدس آقا بلا کا مقربِ خاص ہوں۔ مجھے مقدس جارا کا نے پسند کیا ہے اور تمھارے لیے اس کی ناپسندیدگی کی علامت گرد و غبار کی یہ آندھی ہے۔ میں تمھیں اپنی جانب سے اس شرط پر امان دینے آیا ہوں کہ تم اپنے ارادوں سے تائب ہوجاؤ اور میرے ساتھ اپنی پُرانی زمینوں پر چلو جہاں کی عورتیں اور شرابیں تمھارے لبوں کی یہ مُردنی دُور کردیں گی۔ میں تمھیں قائل کرنے کے لیے زیادہ لفظ صرف نہیں کروں گا۔ راستی کا فیصلہ کرو۔ میں تمھیں چند لمحے سوچنے کے لیے دیتا ہوں۔ کون ہے جو میرے ساتھ اُن مقدس سبزہ زاروں پر چلنے کے لیے آمادہ ہے جہاں مقدس جارا کا کا قیام ہے؟"

یہ کہہ کے میں خاموش ہوگیا۔ ہجوم پر گہرا سناٹا طاری ہوگیا۔ وہ گنگ سے ہوگئے۔ میری نظریں قلورا اور شوطار کے تعاقب میں رواں تھیں، وہ شکستہ پا زخمی پرندوں کی طرح ہجوم چیرتی ہوئی آگے آنے کی کوشش کررہی تھیں۔ انھیں راستہ مشکل سے مل رہا تھا۔ میں یہاں اپنا ہاتھ دراز کرکے انھیں اٹھانے کی غلطی نہیں کرسکتا تھا۔ یہی ایک تدبیر تھی کہ میں ہجوم کی توجہ کسی اور جانب مبذول کردوں، وہ قلورا اور شوطار کو فستری میں رکھ کے میرے سامنے پیش کرتے رہے۔ اس لیے میں نے شعبدہ کاری کی ٹھان لی جو اس نازک موقع پر ایک مہلک اقدام تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ ہذیانی انداز میں اٹھادیے میرے ایک ہاتھ میں چوبی اژدہا لہرا رہا تھا۔ یہ ہاتھ اتنے اونچے تھے کہ دُور سمندر میں موجود انگردما کے عام باغیوں کی نگاہیں بھی انھیں دیکھ سکتی تھیں۔ ساتھ ہی میرا پورا جسم لرز رہا تھا۔ یکایک میں نے اپنے ہاتھ نیچے کرلیے اس آتشیں ہجوم میں کسی سحر کاری کا مظاہرہ کرنا باقاعدہ جنگ کرنے کے مترادف تھا۔ پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا، میں نے ان سے گرج کر پوچھا: "تمھاری قیادت کون کررہا ہے؟"

جواب دینے کے بجائے ایک معمر شخص آگے آیا۔ اُس کے جبڑے خاصے مضبوط تھے اور رنگ کوئلے سے زیادہ سیاہ تھا۔ "میں ہوں مقدس جابر! میرا نام لارما ہے۔" اس کے لہجے سے تھکن نمایاں تھی۔ "تو شاید مجھے جانتا ہو؟"

"میں تجھے خوب جانتا ہوں۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "تو انگردما کا ایک بڑا ساحر ہے اور ریاجن سے معاہدے کے وقت اُس کا ترجمان تھا۔ لارما! اے معزز ساحر! اپنے لوگوں کو اشارہ کر کہ وہ میری بات توجہ سے سُنیں۔ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، یاد رکھ، میں انھیں ایک زرّیں مشورہ دینے آیا ہوں اور اسی لیے اپنے ساتھ لاؤ لشکر نہیں لایا حالانکہ یہ بھی ممکن تھا۔"

"ہمیں سوچنے کا موقع دے۔" لارما فکرمندی سے بولا۔

"سوچ لے میں یہیں ہوں، اپنے غلاموں کو حکم دے کہ وہ میری خدمت میں کوئی مشروب پیش کریں۔ اس وقت میری حیثیت ایک سفیر کی بھی ہے۔" میں نے خوش اطواری سے کہا۔

لارما نے پھرتی سے اشارہ کیا۔ ایک لمحے کی مدت میں انگردما کی نوجوان لڑکیاں اپنے شانوں پر شراب کے برتن اٹھائے میرے سامنے آگئیں۔

انھوں نے فلورا کو آگے نہیں آنے دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اسے یرغمال کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتے ہیں یہ صورتِ حال میرے لیے خاصی سنگین تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں سے خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں اور مہذب دُنیا کی ایک لڑکی کے لیے تاریک برِاعظم کے ساحروں کو اکٹھا کر کے ایک اور ہولناک جنگ کا آغاز کروں، میں کش مکش میں پڑ گیا۔ "ہاں تو تُو نے کیا سوچا معزز لارما؟"

لارما تذبذب میں پڑا ہوا تھا۔ ہر شخص اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "وہ دیکھو وہ ہماری باتیں سُن رہا ہے۔" میں نے اچانک اُس چٹان کی طرف اشارہ کیا جہاں جالموش کے ساتھ آخری معرکہ ہوا تھا۔ چٹان پر ریماجن کا ہیولا موجود تھا۔ یہ وہی کرشمہ تھا جو جالموش نے آقابلا کا ہیولا کھڑا کر کے مجھے ورغلانے کے لیے اختیار کیا تھا۔ ظاہر ہے میں زیادہ دیر تک ان ہوش مند ساحروں کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا تھا لیکن مجھے صرف چند لمحے درکار تھے۔ میری آنکھوں نے پہلے ہی اُس مقام کا تعین کر لیا تھا جہاں فلورا اور شوطار ہجوم کے درمیان گھری ہوئی تھیں۔ میں نے قارنیل کو ہجوم میں دھکیل دیا۔ اس کے پورے جسم سے آگ نکل رہی تھی اور لوگ سمجھ رہے تھے کہ میں نے اسے کسی گستاخی کی یہ سزا دی ہے۔

تمام لوگوں کی توجہ ریماجن کے ہیولے پر مرکوز ہو گئی۔ ریماجن ہاتھ اُٹھائے گُم سُم کھڑا تھا۔ قارنیل کسی پاگل کی طرح چیختا چلاتا ہجوم میں آگے بڑھ رہا تھا۔ جو لوگ اُس کے قریب کھڑے تھے وہ اسے بدحال، آگ میں جلتا دیکھ کر پیچھے ہونے لگے۔ اس موقع پر اصلی ریماجن سے ایک غلطی ہو گئی۔ اُس نے میری موجودگی کی سُن گُن پا کے اپنا حصار توڑ دیا اور ریت کی دیوار توڑنے کے لیے اپنی طویل ریاضت ادھوری چھوڑ دی۔ اپنے لوگوں کو میری سمت متوجہ دیکھ کے اس سے نہ رہا گیا اور وہ اپنی تمام ساحرانہ صلاحیتیں بروئے کار لا کے یکایک ساحل پر نمودار ہو گیا۔ ہجوم میں فلک شگاف چیخیں بلند ہوئیں۔ کچھ لوگ اُس چٹان کی طرف دوڑے جہاں ریماجن کا میرا تخلیق کیا ہوا ہیولا موجود تھا اور کچھ لوگ اُس طرف متوجہ ہوئے جہاں اصل ریماجن ساحل پر آ کے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ وقت بہت کم تھا، ساحل پر افراتفری مچ گئی تھی۔ قارنیل سرشوریاں کرتا ہوا فلورا اور شوطار تک پہنچ گیا تھا اور انھیں اپنے جسم سے نکلتے ہوئے شعلوں کی امان میں لیے تیزی سے واپس آ رہا تھا۔ میں نے اس کی مشکل آسان کر دی اور اپنا ہاتھ دراز کر کے سب سے پہلے فلورا کو اپنے پنجے میں لے لیا اور اس کا بدن میری ٹانگوں میں دبا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے شوطار کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ قارنیل نے بھی میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ جلد ہی وہ دونوں میری سانسوں کے قریب موجود تھے۔ یہ لمحوں کا کھیل تھا۔

اب وہاں مزید ٹھہرنا ہمارے لیے کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ میں نے ناتواں فلورا کو ایک بازو میں اور شوطار کو دوسرے بازو میں سمیٹ لیا۔ قارنیل لپک کر میری پُشت پر ہو گیا۔ میں ان سے چند الوداعی جملے ادا کرنے کی مہلت چاہتا تھا مگر ریماجن غضب ناک تیوروں سے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اب میرے اور اُس کے درمیان چند گزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میں نے سوچا، میں محفوظ جگہ کھڑا ہوں، ریت کی آندھی مجھے ایک جست میں اپنے اندر جذب کر لے گی لیکن ریماجن آ ہی رہا ہے تو اس سے دوستانہ کلمات کا مختصر تبادلہ ہو جائے؟ میں ہاتھ اُٹھا کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مجھے ایک ساتھ طلسمی نیزے اور آتشیں گولے فضا میں اُٹھتے دکھائی دیے۔ میں نے ریت کی طرف مڑے بغیر اُلٹے قدموں پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس ایک لمحے کی غفلت سے میرے جسم پر کچھ اثر ہوتا نہ ہوتا لیکن فلورا اور قارنیل میں سے ایک ضرور ہلاک ہو جاتا۔ شوطار نے مشروبِ حیات پیا ہوا تھا۔ وہ مرتی نہیں مگر ہاں اُس کا خوب صورت بدن ضرور داغ دار ہو جاتا۔ ریت کے ذرات میں پہنچ کے ہم بالکل محفوظ ہو گئے۔ میں نے ان دونوں کو سختی سے بازوؤں میں سمیٹے رکھا تھا، اگر وہ میری دست رس سے نکل جاتیں تو ریت کی آندھی انھیں اپنے دوش پر اُٹھا لیتی اور ننھے ننھے ذرات اُن کے جسم میں اتنے سوراخ کر دیتے کہ تھوڑی دیر میں اُن کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا۔ ... کے وقت مجھے اس بات کا افسوس رہا کہ میں ریماجن کے تسلط سے آزاد ساحروں کا کوئی گروہ اپنے ساتھ نہ لا سکا، پھر بھی میں نے اپنے فصیح اور ... سے اُن کے اتحاد میں دراڑیں ضرور پیدا کر دی تھیں۔

ہم ریت کا صحرا عبور کر کے صاف و شفاف آسمان کے نیچے آ گئے۔ کسی جگہ ٹھہرے بغیر چلتے رہے۔ فلورا اور شوطار کی حالت بہت دگرگوں تھی۔ ان کے جسموں پر نیل پڑے ہوئے تھے اور جابجا خون کے دھبے تھے۔ ... زخموں پر ریت نے اور ستم کاری کی تھی۔ جالموش کی خانقاہ کی آبادی سے بڑھ کے چارہ ہو گئی تھی۔ قارنیل نے ان کے لیے فوراً سوکھی گھاس کے بستروں کا انتظام کیا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے زخم دھوئے۔ ریماجن نے انھیں ہیبت ناک سزائیں دی تھیں۔ صرف اتنا رحم کیا تھا کہ اُن کی سانس کی ڈوری برقرار رہے۔ جب اُن کے حلق میں حرارت پیدا کرنے والا مشروب ... گیا تو انھیں ہوش آیا کہ وہ کہاں آ گئی ہیں؟ اُن کے زرد چہروں پر ... کی سُرخی رقص کرنے لگی۔ وہ حیرت سے گرد و پیش دیکھ رہی تھیں اور ... بیٹھا اُن کے اوسان بحال ہونے کا منتظر تھا۔ پھر مجھے اس وقت اطمینان ہوا جب فلورا بے تابانہ میرے سینے سے آ لگی اور زار و قطار رونے لگی۔ اُس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو میرا تکدر دُور کر رہے تھے۔ پہلے میرے دل ... رکھا جا رہا تھا کہ وہ دشمنوں کے نرغے میں ہے مگر اب وہ میری تحویل میں آ گئی ... شوطار، فلورا کی طرح شدت کا اظہار کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ میں نے ... کھینچ کر اپنے دل سے قریب کر لیا۔ میں اُسے کیسے فراموش کر سکتا تھا! انگروما میں یہ ریماجن سے انقطاع کر کے مجھ سے وفاداری نبھائی تھی۔ فلورا ... رو رو کر مجھے ریماجن کے مظالم کی داستان سنائی۔ شوطار اس دوران میں خاموش رہی کیونکہ فلورا اُس کی ترجمانی بھی بخوبی کر رہی تھی۔ اسمار کی یہ سابق ملکہ جمال میں یکتا تھی اور جہاں انگروما میں آقابلا کے باغیوں کی پناہ میں چلی گئی

اب دوبارہ آقابلا کی زمین پر واپس آ گئی تھی۔ شوطار آقابلا کی نظر میں ایک معتوب عورت تھی۔ مجھے گمان تھا کہ آقابلا نے اُس کی واپسی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھی ہوگی۔

"تم ہمیں کن درندوں میں چھوڑ گئے تھے جابر؟" فلورا سسکتے ہوئے بولی۔

میں نے اُسے سمجھایا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ "مجھے یقین تھا کہ وہ تمھیں مجھ سے ہمیشہ کے لیے جُدا نہیں کریں گے۔ وہاں تمھاری موجودگی ان کے لیے اس امر کی ضمانت تھی کہ میں بہر طور واپس آؤں گا۔"

"مگر تم اتنے دنوں رہے کہاں؟" وہ مچل کے بولی۔

"کہاں؟" میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "میں بہت دنوں تک ویرانوں میں بھٹکتا رہا۔ پھر میں اس طرف آ نکلا۔" میں نے مختصراً اُسے اپنی روداد سنائی، فلورا کے مقابلے میں شوطار کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں اُس نے بے اختیار میرے سینے کا سیاہ نشان چوم لیا۔

"مقدس جابر!" شوطار کا لہجہ جذبات سے لبریز تھا۔ "میری عقیدت قبول کر۔ اتنی جلد یہ سب حیرت انگیز ہے۔"

"اب جو کچھ بھی ہوگا، جلد سے جلد ہوگا شوطار!" میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ مقدس جابر!" شوطار میرے پیروں کو بوسہ دینے لگی۔ "کوئی برگزیدہ سے برگزیدہ ساحر بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ تو اس منصب تک پہنچ جائے گا۔"

"آیندہ بھی جو کچھ ہوگا، وہ اس سے کم عبرت انگیز نہیں ہوگا۔"

"میں تیری رفاقت پر ناز کرتی ہوں۔" شوطار نے جوش سے کہا۔

"مجھے تیری ضرورت محسوس ہو رہی تھی اب تُو یقیناً میرے بڑے کام آئے گی۔ تیرے اندر ایک عظیم ساحرہ کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور تُو بہت سے اسرار و رموز سے واقف ہے ابھی تُو میرے پاس رہے گی پھر میں تیری قسمت کا فیصلہ کروں گا۔" میں نے مسکرا کے کہا۔

"میں تجھ سے جُدا ہونا نہیں چاہتی۔" شوطار میرے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولی۔ "مجھے کسی سلطنت کا اقتدار نہیں چاہیے یہاں اس سے زیادہ متبرک اور شان دار مقام کوئی نہیں ہے۔ میں تیرے قرب کی سعادتیں سمیٹوں گی میرے لیے یہی سب سے بڑا اعزاز ہے یقین رکھ، میں تجھے خوش کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔

شوطار میں تجھے بہت پسند کرتا ہوں۔"

"اور میرے لیے کیا حکم ہے؟" فلورا کا لہجہ زخمی تھا۔

"تم جو سوال کرنا چاہتی ہو وہ اب بھی قبل از وقت ہے۔ ابھی مطلع پوری طرح صاف نہیں ہوا۔" میں نے اُس کی زلفیں سنوارتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ساتھ اسی خانقاہ میں رہو گی، حالانکہ میں تمھیں سرنگا کی لڑکی سریتا کے پاس بھی پہنچا سکتا ہوں، یہاں اگر تم چاہو گی تو کنیزوں اور غلاموں کے گروہ تمھاری خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔"

"مجھے ان غلاموں اور کنیزوں سے نفرت ہے۔"

"قارنیل!" میں نے اُسے پکارا۔ وہ گھبرایا ہوا میرے قریب آ گیا۔ "تو فلورا کو مکس نالکے ایوان میں لے جا اور جزیرۂ آزری میں مہذب دُنیا کے لوگوں کی شبیہیں اُبھار۔ فلورا کا دل بہل جائے گا اور یاد رکھ، فلورا میری امانت ہے۔"

قارنیل زمیں بوس ہو گیا پھر اُس نے فلورا کو اُٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ فلورا وہاں سے جانے پر آمادہ نظر نہیں آتی تھی مگر کسمسا کر اُٹھی اور قارنیل کے ساتھ باہر نکل گئی۔ میں اور شوطار اُس جگہ اکیلے رہ گئے۔ میں نے انگلی کی جنبش سے وہ ایوان بیرونی دُنیا سے منقطع کر دیا۔ "شوطار! مجھے تجھ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" میں نے سرمستی سے کہا۔

"تو مجھے حکم دے مقدس جابر!" وہ تڑپ کر بولی۔

"تو نے اسمار میں آقابلا سے نبرد آزما ہونے کی جرأت کیوں کی تھی؟"

"اس لیے کہ جالموش مجھے پسند کرتا تھا۔"

"کیا جالموش نے تجھ سے کوئی وعدہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ میں نے اُس کا التفات دیکھ کے بہت سے اعتبارات خود قائم کر لیے تھے۔" شوطار نے سادگی سے جواب دیا۔

"میں تجھے جالموش سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔ میں نے کبھی جالموش سے اس طرح قریب ہو کے بات نہیں کی۔ وہ بات بہت کم کرتا تھا اور بہت کم وقت دیتا تھا۔ تو اُس سے بہت مختلف ہے۔"

"سُن شوطار!

"میں بھی جالموش کی طرح بہت دُور تک دیکھ رہا ہوں۔ میں تجھ سے کوئی وعدہ نہیں کرتا لیکن میرے ارادے یقیناً جالموش کے عزائم سے زیادہ بلند ہیں۔"

"تو اُس سے بہت بلند ہے۔" وہ جذبات میں ڈوب کر بولی۔

"تو پھر میری باتوں کا جواب دے۔ میں آج تجھ سے بہت اہم معاملوں پر بات کرنے کا آرزومند ہوں۔"

"کیا کوئی ایسی رمز ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہے؟" اُس نے شوخی سے کہا۔

"ممکن ہے کوئی ہو۔" میں اُس کے سامنے یہ اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا کہ ابھی میں بہت کچھ نہیں جانتا ہوں لیکن شوطار کے اس جملے سے مجھے دھچکا سا لگا کہ جو باتیں مجھے معلوم ہونی چاہئیں میں اُن سے ناواقف ہوں۔ مجھے احساس ہوا، میرا موجودہ اعزاز دیوتاؤں کی کسی خاص مصلحت کے سبب سے ہے۔ میں کرب سے پہلو بدلنے لگا۔ میں نے شوطار کو اور قریب کر لیا

میں اسے بلاغت سے اپنے مقصد کی طرف لے آیا اور سرشاری اور مدہوشی کے اُن لمحوں میں طرح دے کے میں نے اُس سے تعلیم حاصل کرنی چاہی۔ میں نے باتوں باتوں میں اُس سے مشروبِ حیات کے چشمے کا پتہ پوچھا۔ وہ غنچہ دہن بولتی تھی تو پھول جھڑتے تھے مگر اس وقت اُس کے منہ سے کانٹے برآمد ہو رہے تھے جو میرے دل و دماغ میں چبھنے لگے

تھے۔ میں نے اُس پُراسرار عورت کو کُریدا تو مجھے اس کے ذہن کے تہ خانے سے ایسے نوادر حاصل ہوئے جن کے سامنے میرے شدید مشقت و ریاضت سے حاصل کیے ہوئے نوادر ہیچ تھے۔ شوطار نے اپنی باتوں سے میری آنکھوں میں سُرمہ لگایا۔ وہ دُھند صاف کی جو میری بینائی متاثر کر رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ نکتے میرے ذہن پر نقش کرتی گئی، مجھ سے میری برتری کا احساس جُدا ہوتا گیا۔ میرے پاؤں زمین پر آتے گئے اور میں نے خود کو یہ یاد کرایا کہ میری فضیلت میری خوش بختی محض میری جہالت، نادیدہ طاقتوں کی مصلحت یا کسی اور وجہ سے ہے۔ میری اس لرزہ خیز سرگزشت میں شوطار کے انکشافات سے زیادہ حیرت کا مقام کبھی نہیں آیا تھا۔ گو میں نے شوطار پر اپنی کج فہمی اور کم علمی کا کوئی تاثر مرتب نہیں ہونے دیا تاہم میں اپنی آنکھوں کی حیرت اور ماتھے کی شکنیں اس سے پوشیدہ نہیں رکھ سکا۔ میں نے اسے سرسری طور پر سُنا۔ ہنس ہنس کر سُنا اور درمیان میں اُس کے بدن سے مذاق اور اُس کے شباب سے چھیڑ خانیاں بھی کرتا رہا۔ شوطار میرے لیے آگہی کی ایک مکمل درس گاہ نہیں تھی؛ خود اُس کا علم ادھورا تھا مگر میں تو ان ابتدائی رموز سے بھی آگاہ نہیں تھا۔ اُس نے مجھ سے میرا رہا سہا سکون بھی چھین لیا۔ میری زبان پر خاموشی کی مہر لگ گئی۔ وہ یہ سمجھی کہ میں کسی گہری فکر کے لیے مراقبے میں چلا گیا ہوں۔ اس کے لیے میری ہر بات نکتہ خیز اور معنی انگیز تھی۔ ادھر میں اس محیر العقول طلسمی دُنیا کا احوال سُن کے اپنے ہونے یا نہ ہونے کا یقین کر رہا تھا۔

مگر سوال یہ ہے، انھوں نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا؟ مجھ میں انھیں وہ کون سی غیر معمولی خوبی نظر آگئی جو تاریک برِ اعظم کے کسی اور شخص میں عنقا تھی۔ جرأت و شجاعت؟ بے شک میں نے اُن کے سامنے اپنی صلاحیتوں کے اعلانمونے پیش کیے تھے۔ ذہانت و تدبّر؟ کوئی شبہ نہیں کہ میں نے مشکل ترین حالات میں اپنی فکر کے بہترین مظاہرے کیے تھے۔ پھر انھوں نے سب کچھ مجھے منتقل کرنے میں بخل سے کام کیوں لیا؟ اور جب میں ان اسرار و رموز سے بے خبر تھا تو انھوں نے میرے سینے پر سرفرازی کا یہ سیاہ داغ کیوں ثبت کیا؟ اگر اس میں آقا بلا کی کسی سفارش کا دخل تھا کہ وہ مجھ پر کس قدر مائل نظر آتی تھی تو خود آقا بلا گریزاں کیوں تھی؟ یقیناً یہ کوئی اور بات تھی۔ اپنی اُس صلاحیت کا مجھے خود عرفان نہیں تھا جسے اس فسوں ساز کارخانے کے لائق منتظمین نے تاک لیا تھا۔ کیا انھیں جالوش کی جگہ اب ایسا ہی شخص مطلوب تھا جو مجھ جیسا بڑا جاہل اور مجھ جیسا بڑا طاقت ور شخص ہو جس سے وہ جب چاہیں کام لے سکیں؟ میں اس دلیل پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکا۔ اگر انھوں نے مجھے بہت بڑا جاہل سمجھا تو بڑی غلطی کی کیونکہ میں اندھا تو نہیں تھا۔ اگر انھوں نے آقا بلا کے سلسلے میں میرے جنوں کا استحصال کیا تو میرا اشتعال کیوں نظر انداز کر گئے؟ میرا غضب کیوں بھول گئے؟ نہیں نہیں۔ میں بے سُدھ ایک سمت نگاہیں ٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ "جابر!" فلورا مجھے چونکاتے ہوئے بولی۔ "تم میں نے مہذب دُنیا کے لوگوں کی شبیہیں دیکھیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہاں جدید دُنیا کی طرح ایسا کوئی طلسمی سلسلہ ہوگا کہ دور دراز کے لوگوں کا حال بچشم دیکھ لیا جائے۔"

"ہوں۔" میں نے اُداسی سے کہا۔ "سرِیتا کیسی ہے؟"

"وہ تو اسی طرح خوب صورت اور دل کش ہے لیکن اُس کے چہرے پر سوگواری چھائی ہوئی تھی۔"

"اچھا۔" میں نے بے اعتنائی سے ردِ عمل ظاہر کیا۔

"کیا بات ہے؟ تم افسردہ نظر آتے ہو؟ کیا ملکہ شوطار نے تمھیں خوش نہیں کیا؟" فلورا نے زہر خند سے کہا۔

"اُس ... میں بلا کا نشہ ہے، میں مدہوش ہو گیا ہوں۔"

"بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی تھی نا۔" فلورا نے شوخی سے کہا۔ "کیا تجھ کا کوئی ایسا وقت مجھے نصیب نہیں ہوگا؟"

"تم کہاں توجہ دیتی ہو، تم نے اپنے آپ کو میرے لیے ایک ممنوعہ شجرہ قرار دے دیا ہے۔"

"اس لیے کہ تمھیں اور درختوں کے پھل کھانے سے فرصت نہیں ہے۔ میں نے اپنے ثمر محفوظ کر دیے ہیں۔ جب تم پر تنگی اور عسرت کا کوئی وقت آئے گا، میری یہ کفایت تمھارے کام آئے گی۔" فلورا نے آکسفورڈ کے مہذب لہجے میں جلبہ...

"تم میرا نقشِ اوّل ہو۔" میں نے حسرت سے کہا۔

"اور نقشِ آخر دیکھیے کون ہوگا؟" فلورا نے تیکھے پن سے کہا۔

رات گئے تک ہم مشعلوں کی روشنی میں جالوش کی خانقاہ میں گوشہ لیے، قارنیل ہماری رہبری کر رہا تھا۔ فلورا چہک رہی تھی۔ شوطار کے انداز و اطوار میں بُردباری اور سنجیدگی تھی۔ فلورا کی خاطر میں نے یہ گشت گوارا کر لیا تھا۔ جیسے ہی مجھے تنہائی ملی میں اُٹھ کر عبادت گاہ میں چلا آیا اور ایک ستون سے ٹیک لگا کر غور و فکر میں ڈوب گیا۔ مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں چلا کہ شوطار بھی اُٹھ کر میرے پیچھے پیچھے آگئی ہے اور ایک علیحدہ گوشے میں خاموش بیٹھ گئی ہے۔

سوچتے سوچتے رات گزر گئی۔ صبح ہوئی تو شوطار نے مجھے اُٹھایا۔ میں کسی اونٹ کی طرح اُس کے اشارے پر عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔ کچھ دیر فلورا کے ساتھ رہا، پھر اُس کھنڈر میں پہنچ گیا جہاں ایک بدصورت بوڑھی عورت نے مجھے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا تھا۔ تین دن تک میں وہیں بیٹھا ہوا سُلگتا، ڈوبتا اور اُبھرتا رہا اور میں نے خود کو یقین دلایا کہ اگر تیرے اندر کوئی ایسا وصف ہے جو خود تیری نگاہوں سے اوجھل اور جارا کاکا کی نظروں میں نمایاں ہے تو وہ اب بھی موجود ہے، سو تیری یہ فکر تضیعِ اوقات ہے کہ تو بھی اس سے آگاہ ہو۔ تیرے لیے یہی اعتماد کافی ہے کہ تیرے اندر دیوتاؤں کو دھلنے والا کوئی جوہر موجود ہے۔ پہلے یہ تسلیم کر کہ وہ ضائع نہیں ہوا اور تیری مزید بلندی کے لیے اب بھی اتنا ہی سود مند ثابت ہو سکتا ہے جتنا پہلے تھا۔ تیرے لیے اب راستے تلاش کرنا آسان ہے کیونکہ شوطار نے بہت سے اندھیرے مٹا دیے ہیں۔ اگر تیری طبع نازک کو اس امر سے ٹھیس پہنچی ہے کہ تو کچھ نہیں تھا اور تیری ہمتیں، جرأتیں اور ریاضتیں ثانوی خصوصیات کی حیثیت رکھتی ہیں تو یہ بدگمانی بھی دور کر کیونکہ جسم ہلاتے اور دماغ کو حرکت دیے بغیر تیری حیثیت ڈاکٹر جولڈ شراڈ اور سرنگ سے زیادہ محترم نہ ہوتی۔ اور پھر تو یہ کیوں بھول گیا کہ تیرا مقصد ان سب سے مختلف تھا۔ تُو ایک برِاعظم کے تمام ساحروں اور عالموں سے جُدا۔ تُو نے صرف آقا بلا کے متعلق سوچا تھا۔ پھر اس بات کا کیا غم ہے کہ تُو نے اپنی آنکھیں کُھلی نہیں رکھیں۔ تیری آنکھ تو ایک ہی طرف دیکھ رہی تھی اور یہ کوئی پشیمان ہونے کی بات نہیں ہے۔ کیا اب تیرا مقصد بدل گیا ہے؟ کیا تو اپنے گزشتہ دنوں کی غور و فکر سے پرشرمندہ ہونے کی حماقت کر رہا ہے؟ اے بدنصیب وہ دن جو گزر گئے، گزر گئے۔ وہ دن جو آنے والے ہیں، اُن کا خیال کر۔

میں بے چینی سے اُٹھا اور جالوش کی خاص جھونپڑی سے چھڑی اُٹھا کے عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں نے اُسی پتھر پر مجنونانہ انداز میں لکیریں کھینچنا شروع کر دیں جہاں سے جارا کاکا کا دروازہ کُھلتا تھا اور جہاں وہ خوب رو نوجوان اندر بیٹھا ہوا نظر آیا تھا جو جارا کاکا ہی کا ایک روپ تھا۔ میں لکیریں کھینچتا رہا اور جب میں نے دیوار سیاہ کر دی، پھر کہیں جا کے پتھر کو میرے حالِ زار پر رحم آیا۔ وہ ابھی ذرا سا کُھلا تھا کہ میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گہرا اندھیرا تھا مگر میری آنکھیں اندھیرے میں راستے تلاش کرنے کی طاقت رکھتی تھیں۔ میں اسی راستے پر پہنچ گیا۔ وہاں حسبِ سابق پری چہرہ نازنینیں موجود تھیں۔ مجھے دیکھ کے وہ ٹھٹکیں اور دروازے پر محاصرہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کے انھیں بہ جبر دروازے سے ہٹا دیا اور اپنے دائیں بازو سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ ایک جھٹکے میں کُھل گیا۔ اندر دیو قامت نیولے کا منہ خالی پڑا ہوا تھا اور ہر طرف سکوت چھایا ہوا تھا۔ "مقدس جارا کاکا!" میں نے غضب ناک آواز میں کہا۔ "میں خود کو تیرے سُپرد کرنے آیا ہوں تاکہ تجھے یہ تماشا جاری رکھنے کا موقع نہ ملے۔"

کسی سمت سے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا۔ میں نے دوبارہ اپنی آواز اُونچی کی۔ "میں اس بار یہیں قیام کے ارادے سے آیا ہوں۔ اگر تو مجھے اُٹھا کے دوبارہ جالوش کی مسند پر پھینکنے کی کوشش کرے گا تو میں پھر یہاں آجاؤں گا اور اُس وقت تک آتا رہوں گا جب تک مجھے تیری جانب سے مکمل اعتماد کا یقین نہ ہو جائے یا پھر میری روح عالمِ فنا کی طرف کوچ نہ کر جائے۔" میں چیخ چیخ کر اُسے پکارتا رہا لیکن میری آواز دیواریں پی گئیں۔

میں کب تک ہذیان بکتا؟ آخر میرا گلا بیٹھ گیا اور میں نے خاموش رہ کے اس جگہ کے محلِ وقوع کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ایک دروازے کے سوا یہاں کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے چاروں طرف گھوم کے دیکھا۔ یہ احتیاط کا وقت نہیں تھا۔ میں یہاں سرشوری کرنے آیا تھا۔ مجھے نیولے کے دیو زاد منہ سے روشنی کی ایک ہلکی سی لکیر دُور سے نظر آتی۔ میں جیسے ہی اونچائی پر چڑھ کے نیولے کے منہ میں رکھی ہوئی کُرسی پر پہنچا، مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے نیولا اپنا منہ بند کر رہا ہو۔ بے اختیار میرے ہاتھ نیولے کا بند ہوتا ہوا منہ کُھلا رکھنے کے لیے اُٹھ گئے۔ میری ساری طاقت ضائع جا رہی تھی۔ نیولا تیزی سے منہ بند کر رہا تھا، میں اس سے اور زور کرتا لیکن میرے ہاتھ اس دیو زاد کی طاقت سے شل ہو گئے۔ میں نے قیاس کیا کہ جارا کاکا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس کی ناراضی موت کے مترادف ہے لہٰذا میں نے اپنے دفاع میں ایک آخری حربہ استعمال کیا۔ میں نے جلد از جلد شپال سے آگ روشن کر دی۔ نیولے کی ایک ہول ناک چیخ سے ایوان لرز گیا۔ اس کا منہ بند ہونے کے بجائے چِر گیا۔ میں وہاں سے کود کر دوبارہ ایوان میں آنے کے بجائے نیولے کے منہ میں اندر تک داخل ہوتا گیا اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں اس کی دُم کے راستے سے ایک ایسے چمن زار میں پہنچ گیا تھا جہاں کائنات کے تمام حسین مناظر موجود تھے۔ سُرخ پتوں کے درخت، چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، زمین سے اُبلتے ہوئے پانی کے چشمے اور دُور دُور سفید عمارتوں کا ایک سلسلہ۔ عمارتوں کا ہر گوشہ سبزے سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ جنت کا کوئی ٹکڑا تھا۔ کچھ دُور سبزے پر مجھے آسمان سے اُتری ہوئی شفق رنگ دوشیزاؤں کا ایک غول نظر آیا۔ ان کے حسن کا کیا بیان کیا جائے! ہر بیان نامکمل رہے گا۔ اُن میں سے ایک کا بازو پکڑ کے میں نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں ضرور اُن کے پاس بیٹھ کے ان کے معطر اجسام سے اپنے احساس کو تازگی بخشتا۔ میں نے اُن سے براہِ راست ایک سیدھا سادہ سوال کیا۔ "مجھے مقدس جارا کاکا کی خدمت میں لے چلو۔"

انھوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا جیسے انھیں میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو۔ "ہر راستہ مقدس جارا کاکا کی طرف جاتا ہے۔" ایک دوشیزہ نے اپنی مترنم آواز میں نخوت سے جواب دیا۔

میں نے جز بز ہو کے کہا۔ "اُس سے کہو کہ اُس کا ایک غلام ملنے کا آرزومند ہے۔"

"اُس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس کے کان ہر جگہ موجود ہیں۔ جو تم نے کہا ہے وہ اُس نے ضرور سُن لیا ہے۔" دوشیزہ نے اِٹھلا کر جواب دیا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تمھارا کہنا درست ہے۔ میں یہیں اُس کا انتظار کروں گا اور جب تک وہ مجھے اذنِ باریابی نہیں دیتا، میں تمھاری جنتوں کی سیر کروں گا۔ یہ بڑا دل کش مقام ہے۔ اس جگہ کو کیا کہتے ہیں؟"

انھوں نے مسکرا کے کہا۔ "خوب! جب تم اس جگہ سے ناواقف ہو تو یہاں کیسے آ گئے؟"

"میں بھٹکتا ہوا آ گیا ہوں۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "کیا یہاں کوئی مرد نہیں رہتا؟"

"ہم نے ایک زمانے کے بعد کسی مرد کی شکل دیکھی ہے۔"

"اوہ! تو پھر میری آمد تمھارے لیے خاصی مسرت انگیز ہوگی؟" میں نے اُن میں سے کئی کو ایک ساتھ اپنے حلقے میں لے لیا۔ "ذرا مجھے اس جگہ کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

انھوں نے میرے بازوؤں کے حصار سے نکلنا چاہا اور کبوتریوں کی طرح اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ میں تھوڑی دیر سستانے کے لیے حوض کے کنارے بیٹھ گیا اور میں نے حوض میں اپنی ٹانگیں ڈال دیں۔ پھر میں نے انھیں آواز

دی: "اِدھر آؤ۔" وہ مجھ سے اور دُور ہو گئیں لیکن حوض پر بیٹھے بیٹھے میں نے اپنا ہاتھ دراز کیا۔ میرا ہاتھ کئی دوشیزوں کو سمیٹتا ہوا حوض تک لے آیا۔ وہ حیرت سے میرا چہرہ تکنے لگیں: "آؤ میرے قریب بیٹھو، میں تمھیں بتاؤں کہ میں کون ہوں اور یہ جگہ کیا ہے؟" وہ سہم کر میرے ساتھ بیٹھ گئیں: "مجھ سے خوف زدہ مت ہو، میں جارا کاکا کا ایک حقیر غلام ہوں اور اُس سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے آیا ہوں۔ یہ عظیم جارا کاکا کا مسکن ہے حالانکہ تمھارا ایمان بھی درست ہے کہ وہ ہر جگہ مقیم ہے۔ وہ برسوں سے میری آزمائش کر رہا ہے اور نہ جانے کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟" میں نے مدح سرائی کے انداز میں اُن سے کہا: "اُس کی عظمت ہر تسک اور تشبیہ سے بالا ہے۔ جانتی ہو، وہ کون ہے؟" انھوں نے میری طرف اضطراب میں استفہامی نظروں سے دیکھا۔

"وہ ساحروں کا ساحر ہے اور دیوتاؤں کا درجہ رکھتا ہے۔ دیوتا ایسے ہی ہوتے ہیں، اُس کے کئی رُوپ ہیں اور وہ ہر بھیس میں آنے پر قادر ہے۔" میں نے اپنا بیان جاری رکھا: "وہ کبھی کبھی کسی کے سامنے آتا ہے اور جو اُس کا جلوہ دیکھ لیتا ہے، دم بخود رہ جاتا ہے۔ تم نے اُسے کئی بار دیکھا ہوگا مگر پہچانا نہیں ہوگا۔ اُس نے نیولے کو اپنی علامت کے طور پر لوگوں میں شناخت کرایا ہے جب کہ وہ زمانوں سے ایک جیتا جاگتا انسان ہے۔ یہ سب اُس کی غیر معمولی ساحرانہ فضیلتوں کی کرشمہ سازی ہے۔ اُس کا جادو سر چڑھ کے بولتا ہے۔ وہ اپنے حجرے میں بیٹھا خود اپنے تخلیق کردہ تماشوں سے لطف اُٹھاتا رہتا ہے مگر وہ بھول گیا ہے کہ اسے ایک دن اپنے ان شعبدوں سے نفرت ہونے لگے گی۔" میرا مقصد ان دوشیزاؤں پر اپنی آگہی کا اطلاق کرنا نہیں تھا بلکہ کچھ اور تھا۔

یکایک میں نے دیکھا کہ ہمارے سامنے کی سمت سے ایک ضعیف شخص عصا ٹیکتا ہوا حوض تک آیا۔ اُس کی سفید داڑھی کے بال اُس کے سینے تک جھول رہے تھے۔ وہ اپنی نحیف آواز میں بولا: "بس کر۔ اور اپنا راستہ لے۔"

میں اُس کے استقبال کے لیے اُٹھ گیا اور میں نے سر جھکا کے کہا: "اے مقدس بڈھے! میں نے تمام راستے طے کر لیے ہیں۔ ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔"

"زبان کو لگام دے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا: "میرے ساتھ آ۔"

میں نے دوڑ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے برف کے گالوں سے میرا ہاتھ مس ہو گیا ہو۔ "ابھی تو تُو نے سفر شروع کیا ہے، پہلی ہی منزل پر بہک گیا۔ تیرا توازن بگڑ گیا۔ غیر متعلق باتیں کرنے لگا۔" بوڑھے نے ملامت کرتے ہوئے کہا: "دیکھ، یہاں سے شمال کی طرف چلا جا۔ وہاں مشروبِ حیات کا چشمہ ہے۔ پانچ دروازے تیری راہ میں پڑیں گے اگر تُو نے انھیں عبور کر لیا تو تجھے ابدی زندگی کا مشروب مل جائے گا پھر سیکھنے کے لیے تیرے پاس عمر پڑی ہوگی۔"

"مگر میں، میں۔" بوڑھے نے مجھے کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا۔

"صبح و شام کی گردش میں فیصلے نہیں ہوتے۔" اُس نے مجھے دھکا دے دیا: "شمال کی طرف بھاگ جا اور اپنا راستہ خود تلاش کر۔"

میں اوندھے منہ زمین پر گر گیا تھا۔ میں نے تیزی سے اُٹھ کر بوڑھے سے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ دبے پاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ واپس ہو رہا تھا۔ حوض کے کنارے دوشیزائیں سراسیمہ کھڑی تھیں۔ چند لمحوں تک میں وہیں گم سُم کھڑا رہا پھر میرا سر خود بخود جھک گیا اور میں آگے بڑھ گیا۔

میں نے سوچا، واپس ہو جاؤں؟ انکار کر دوں کہ مجھے ابدی زندگی کی ضرورت نہیں ہے؟ صرف چند سرشار ساعتوں کا طلب گار ہوں، وہ عطا کر دی جائیں، میں اپنے تمام مطالبوں اور سرکشیوں سے دست بردار ہو جاؤں گا اور اس نظام کا ایک حصہ بن جاؤں گا لیکن میں واپس کہاں جاتا؟ میں نے تو یہ جرأت کی تھی کہ جارا کاکا سے معانقہ کروں اور اپنے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ سُن لوں۔ اس جسارت سے صرف اس قدر نتیجہ نکلا کہ اُس نے میرا رُخ حیاتِ ابدی کے چشمے کی طرف موڑ دیا۔ مشروبِ حیات زمانوں تک زندہ رہنے کا طلسم۔ یقیناً یہ جارا کاکا کی خوشنودی اور میرے ضمن میں اُس کے مثبت رویے کا ثبوت تھا۔ اُس نے مجھے ایک اور کھلونے سے بہلانے کی کوشش کی تھی اور اپنے رعب و جلال کا اظہار عجب طور سے کیا تھا۔ میں جو سوچ کے گیا تھا اُس کا عشرِ عشیر بھی نہ کہہ سکا۔ جلد ہی مجھے خیال آ گیا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ یہ ایک طلسمی زنداں ہے۔ میں دیواروں سے سر پھوڑ کے مر جاؤں گا۔ میری آتش بیانی اور شعلہ نفسی پر جارا کاکا نے سنجیدگی اور برداشت کا رویہ اختیار کیا تھا چنانچہ میرے لیے یہ کسی طور مناسب نہیں تھا کہ میں اپنے اوسان کھو دوں اور جو اب تک حاصل کیا ہے اُسے داؤ پر لگا دوں۔ جب تک مجھے مضبوطی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا اعتماد نہ ہو جاتا، میری عافیت اُس کا آلۂ کار بنے رہنے میں تھی۔ یہی ایک بہترین مشورہ تھا جو میں اپنے ذہن کو دے سکتا تھا۔ میں نے وہ سارا عمل رضائی انداز میں دیکھا۔ بہرحال میری حریف مہذب سائنسی اور سماجی قوتیں نہیں تھیں، نادیدہ طاقتیں تھیں۔ جن سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے غیر معمولی قوتِ برداشت کا ثبوت دینا تھا۔ جب میں اُس سبزہ زار سے دُور نکل گیا تو میری رفتار میں بتدریج کمی آ گئی۔ وہی وحشت و بیاباں، کوہ و صحرا، تاریک برّ اعظم میں زندگی کے بہترین دن اسی سرگشت میں گزار دیے تھے، میں خود کو پہلے سے نسبتاً زیادہ آسودہ محسوس کر رہا تھا۔ بوڑھا شخص کہتا تھا کہ پانچ دروازے عبور کر کے میں آبِ حیات کے چشمے تک پہنچ جاؤں گا۔ یہ دروازے عزم و ہمت کی آزمائش کے لیے تعمیر کیے گئے ہوں گے کہ کس میں زندگی برتنے کا سلیقہ ہے، کون ابدی زندگی کا اہل ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس بار منزلیں سب سے زیادہ سخت ہوں گی۔ ممکن ہے، جاملوش جب یہ مہم سر کرنے نکلا ہو تو یہاں آنے سے پہلے اُس کی کسی ملکہ شوطار سے گفتگو نہ ہوئی ہو اور مشروبِ حیات پینے کے بعد اُس پر رفتہ رفتہ اسرار منکشف کیے گئے ہوں۔ اگر ایسا تھا تو جاملوش نے بڑی دلیری اور استقلال کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ شوطار کے سبب مجھے تھوڑی بہت شُدبُد ہو گئی تھی۔ میں آنے والے ہولناک لمحوں سے بے نیاز شمال کی طرف بھاگ رہا تھا۔

دن پر دن گزرتے گئے۔ میں نے کہیں قیام نہیں کیا۔ کئی موسم سر سے گزر گئے۔ میرا کام ناک کی سیدھ میں بے تحاشا اور بے محابا آگے بڑھنا تھا۔ کڑی دھوپ میں جسم کا رنگ بدل گیا تھا اور پیروں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ یہ سفر ایک متحرک ریاضت تھی اور گزشتہ سفروں سے زیادہ شدید تھی۔ مشروبِ حیات کے حصول کا سفر آسان کیوں ہوتا؟ مہذب دنیا کے لوگ اپنی زندگی کو طول دینے کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ وہاں کی سائنس نے ایسی کوئی دوا ایجاد نہیں کی تھی جو اچھے لوگوں کو بقائے دوام دے دے۔ میری توقع کے مطابق بلاؤں نے میرا تعاقب کیا، مجھے طرح طرح سے ڈرایا اور سہمایا گیا، میں خندہ پیشانی سے انھیں جھیلتا ہوا قطب نما کی سوئی کی طرح ایک ہی جانب سرگرداں رہا۔ راستے میں کوئی ذی نفس نہیں ملا۔ میں نہ جانے کتنی مدت بعد آخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں آگے راستہ سمٹ جاتا تھا، ہر طرف اُونچے اُونچے پہاڑ تھے جن پر چڑھنا خودکشی کے مترادف تھا۔ یہ پہاڑ عبور کرنے کے لیے یا تو میرے بازوؤں میں پَر لگے ہوتے یا میں اپنے جسم سے رُوح جُدا کر کے دوسری طرف لے جاتا۔ میں نے تحمل سے دیواریں دیکھیں اور دیکھتا رہ گیا۔ پہاڑوں میں گہرے گہرے غار تھے، پہلے میرا خیال تھا، انھی غاروں میں کوئی سرنگ ہوگی لیکن اتنے کثیر غاروں میں وہ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا جو مجھے اُس پار لے جائے۔ تین چار غاروں کی حد تک اپنی تشفی کے لیے میں نے یہ عمل کیا بھی۔ نتیجے میں ناکامی ہوئی۔ ایک دن، دو دن، کئی دن میں کتے کی طرح راستہ سونگھتا رہا۔

واپسی کا سوال نہیں تھا۔ یہاں سے کوئی سرنگ ایسی ضرور گزرتی تھی جو مشروبِ حیات کے چشمے تک جاتی تھی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بوڑھے نے شمال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جو بھی راستہ ہوگا، شمال کی جانب ہوگا مگر شمال کا تعین کرنے کے لیے کتنا بڑا دائرہ بنا کے تلاش جاری رکھی جائے؟ یہ ایک اور وقت طلب مسئلہ تھا۔ جابر بن یوسف، کہیں نہ کہیں کوئی راستہ ضرور ہے، میں بار بار خود کو تسلی دیتا۔ بس ایک مرتبہ اور۔ ذرا یہ پتھر ٹھونک کر دیکھو۔ ذرا وہ پتھر اُٹھا کے دیکھو۔

جاملوش نے زوال سے پہلے اپنے خاص علاقے کا راستہ اوجھل کر دیا تھا، یہ وہی صورت تھی۔ میں نے وہی عمل دُہرانے کا ارادہ کیا لیکن یہ جاملوش کا سحر زدہ علاقہ نہیں تھا، جارا کاکا کا علاقہ تھا۔ چند دنوں میں مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی اور میں مزید تگ و دو کرنے کے بجائے تھک کر شمال کی جانب بیٹھ گیا۔ پھر آخر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے کچھ اونچائی پر جا کے بڑے بڑے پتھر نیچے لُڑھکانے شروع کر دیے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ عزم اور طاقت کا امتحان ہے۔ چٹانوں پر ٹکے ہوئے بڑے بڑے پتھر ہٹانے سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے مگر میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر کے انھیں نیچے پھینکتا رہا۔ اتنے وزنی پتھر نیچے پھینکنا اور مایوس ہونا اور خود کو بچانا زبردست برداشت کی بات تھی۔ چند ہی دنوں میں نیچے میدان میں پتھروں کا ڈھیر لگ گیا، کچھ پتھر دوسرے پتھروں کے دباؤ اور گڑھے سے خود بخود نیچے گرنے لگے۔ میں وہ مرحلہ یاد کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قصہ مختصر، میں وہ چوڑے چکلے بھاری بھرکم پتھر ہٹاتا رہا اور اس کام میں مجھے کچھ لطف سا آنے لگا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اندر گہرائی میں ایک بہت اونچا دروازہ بنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کے میری حالت غیر ہو گئی۔ میرے غیر معمولی صبر اور قوت کا نتیجہ سامنے تھا۔ سامنے پہاڑوں کے اندر ایک عظیم الشان باب کھلا ہوا تھا۔ میں نے بار بار آنکھیں مل کے دیکھا، وہ میری بے خوابی نہیں تھی۔ میں جست کرتا، قلانچیں بھرتا ہوا دروازے میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک گہری سرنگ تھی۔ تھوڑی دُور تک باہر کی روشنی رہی، پھر معدوم ہو گئی۔ میں نے احتیاطاً اپنی رفتار کم کر دی۔

یہ پہلا دروازہ تھا۔ آگے چار دروازے اور تھے، جنھیں عبور کرنے کی سرگزشت طولانی ہے۔ میں قصہ کوتاہ کرتا ہوں، ہر دروازے پر جارا کاکا اپنا امتحان سخت کرتا گیا۔ دوسرے دروازے پر مجھے ایک دیو قامت مکڑی اور اس کے آہنی جال کا سحر توڑنا پڑا۔ اس موقع پر جاملوش کے طلسمی ہار کے کئی بچھو ضائع کرنے پڑے۔ یہ ہار جارا کاکا ہی نے جاملوش کو عنایت کیا ہوگا۔ تیسرے دروازے پر مجھے ایک بھیانک عفریت سے نبرد آزما ہونا پڑا، چوتھے پر بھِڑوں کے چھتے کے مانند بے شمار گدھ بیٹھے تھے جیسے ہی میں نے داخل ہونے کی کوشش کی، انھوں نے ہلّا بول دیا۔ پانچویں دروازے پر ایک ہیبت ناک طویل قامت درندے نے راستہ روک لیا۔ میں نے اس سے پہلے ایسا درندہ نہیں دیکھا تھا۔ اس کے کئی پاؤں تھے اور وہ بچھو کی طرح اپنا شکار سینے میں جکڑ لیتا تھا اور سر پر نصب لمبے نوکیلے سینگوں سے چیر پھاڑ کر لمحوں میں کئی ٹکڑے کر سکتا تھا۔ سو مگس کے سینگ، شاپالی جاملوش کا ہار، جارا کاکا کی کھوپڑی اور اپنے دوسرے طلسمی زادِ راہ کی مدد سے میں نے ہر دروازے پر اپنی زندگی کی سب سے بھیانک جنگیں کیں۔ آخری دروازہ عبور کرنے کے بعد میرا سر چکرانے لگا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے رُوح اب رشتہ منقطع کر رہی ہے۔ جسم لہولہان تھا۔ آنکھوں کے سامنے دھند چھائی ہوئی تھی۔ سنبھلنے کی کوشش کرتا تھا تو لڑکھڑا جاتا تھا۔ میں سنبھل نہ سکا۔ پژمردہ ہو کے گر پڑا۔ اچانک سُرخ رنگ کی ایک جواں سال لڑکی نے مجھے اپنی باہوں کا سہارا دیا اور میرا سر اپنے زانو پر رکھ کے بیٹھ گئی۔ اُس نے ملائم نگاہوں سے میری طرف مسکرا کے دیکھا اور اپنی خوب صورت انگلیوں سے میرے ماتھے کا پسینہ نچوڑنے لگی۔

قوتِ گویائی جیسے سلب ہو گئی تھی، وہ لڑکی بہار، تازگی، زندگی کی نوید تھی۔ زندگی، زندہ رہنے کا پورا خراج لیتی ہے اور موت کی آزمائش میں سوال کے اپنی اہمیت جتاتی رہتی ہے۔ اُس نازنین نے میری سانس بحال ہونے پر مجھے اُٹھایا اور سہارا دے کے آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ اُس نے اس پہاڑی کھوہ کا ایک ہی ذکر کیا تھا کہ مجھے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی اس آواز سے تنِ مردہ میں سنسنی پیدا ہو گئی۔ میں نے خود کو لڑکی کے بازوؤں سے چھڑا لیا اور گرتا پڑتا، ہانپتا کانپتا پانی گرنے کی جگہ جا پہنچا۔ ایک ہلکی مشعل روشن تھی اور ہر طرف سیاہ دیواریں تھیں، میں نے گرتے ہوئے قطروں سے اپنا منہ لگا دیا۔ پہلا قطرہ

آنکھ میں گرا، آنکھ دھندلا گئی، دوسرا گال پر گرا اور تیسرا منہ میں۔ میری سانسوں کی رفتار بہت تیز تھی۔ یہ تلخ، بوجھل اور سیاہ پانی کے قطرے تھے۔ وہ بہت سست رفتاری سے گر رہے تھے اور میری بدحواسی کا عجیب عالم تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ قطرے بند نہ ہو جائیں۔

اس دوران میں مشروبِ حیات کی نگراں دوشیزہ میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس نے نرمی سے میری کمر پر ہاتھ رکھا۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ اس برتن کی طرف اشارہ کر رہی تھی جو پہلے ہی ان قطروں سے آدھا بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے جھپٹ کر اٹھا لیا اور ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر منہ سے لگا لیا۔ میں اسے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ چڑھا گیا۔ جیسے جیسے وہ پانی میرے جسم کا جزو بنتا گیا میرے زخم مندمل ہونے لگے اور مجھ پر ایسا نشہ چھانے لگا کہ اس تنگ و تاریک کھوہ میں ہلکی نیلی پیلی لال سبز اودی روشنیاں جھلملانے لگیں اور جسم میں ایسی طاقت محسوس ہوئی کہ دیواروں پر ہاتھ مارنے کو دل مچلنے لگا۔ مشروبِ حیات طویل زندگی کی ضمانت، آبِ حیات، دنیا کا تماشا دیکھنے کا اجازت نامہ۔ میں نے سرشاری میں ایک چیخ لگائی اور زمین پر اچھلنے کودنے لگا۔

واپسی کے لیے میں جس دروازے سے گزرا یقیناً وہ دروازہ نہیں تھا جس سے میں اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے ایک پہر کی مسافت طے کی ہو گی کہ مجھے دور سے جالوش کی خانقاہ کی عمارتیں نظر آئیں۔ میں وہیں سے دوڑنے لگا۔ دوڑتا رہا اور میں نے زور سے آواز لگائی۔ "قارنیل! قارنیل! تو کہاں ہے؟"

خانقاہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جہاں میری آواز نہ پہنچی ہو۔ قارنیل تنہا نہیں آ رہا تھا، اس کے ساتھ فلورا اور شوطار بھی تھیں۔ وہ جب میرے قریب آئیں تو میں نے ان دونوں کو ایک ساتھ ہاتھوں پہ اٹھا لیا۔ فلورا میرے سینے پہ گھونسے مارنے لگی۔ میرے قہقہوں سے اس کا ستم اور شدید ہو گیا۔

یہاں آ کے مجھے اندازہ ہوا کہ میں کوئی چھ سات مہینے کی طویل مدت تک غائب رہا تھا۔ "تم کہاں تھے؟" فلورا ترشی سے بار بار پوچھتی تھی۔ "تمھاری صحت پر بھی کوئی اثر نہیں ہے۔ تم پہلے سے زیادہ توانا اور شاداب بن کے آئے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمھاری عمر اور کم ہو گئی ہو۔ تمھارے چہرے پر سرخی ہے اور آنکھوں میں شرارت۔ بتاؤ تم کہاں گئے تھے؟" قارنیل اور شوطار کو یہ پوچھنے کی جرأت نہیں تھی کہ میں اتنے عرصے کن ویرانوں میں روپوش رہا ہوں۔ مشروبِ حیات نوش کرنے کے بعد میرے اضطراب میں خاصی کمی آ گئی تھی۔ البتہ مجھے بیزنار کے ساحل پر ہونے والی باغیوں کی سرگرمیوں کے متعلق تشویش ہونے لگی تھی۔ میں ان سب کو سب سے پہلے مکس نا کے ایوان میں لے آیا اور میں نے بیزنار کے ساحل کا منظر روشن کیا۔ وہاں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ نہ ہی دھند کی فصیل نظر آ رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ ریامن شکست قبول کر کے انگردما واپس چلا گیا ہے۔ یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔ اسے ایک بار پھر اپنی طاقت مجتمع کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا تھا لیکن اب میرے پاس وقت کی کمی نہیں تھی۔ میں زمان اور مکان دونوں پر اختیار رکھتا تھا۔ اسی لیے ایک مدت بعد فلورا اور شوطار کو لے کے جزیرۂ توری جانے کا قصد کر لیا۔ توری، میرا نقشِ اوّل، میرے کارناموں کا نقطۂ آغاز۔ جزیرۂ توری میرا دوسرا جہاں میرا خاندان قیام پذیر تھا۔ جہاں سزنگا کی خوب صورت لڑکی سرتیا اپنے تیکھے خدوخال کے ساتھ میری منتظر تھی۔ جہاں ایرانی دوشیزہ فروزیں اپنی کا بستر بچھائے اب میرے اندر جذب ہونے کے لیے بے قرار ہو گی اور جہاں سزنگا غار میں بیٹھا مہذب دنیا کو واپسی کا خواب دیکھ رہا ہو گا۔ آدمی عروج حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اپنے شناسا لوگوں کا رخ کرتا ہے۔ دولت، طاقت، حشمت اور شہرت کی داد اسے اپنے عزیزوں اور دوستوں ہی سے ملتی ہے۔

اور جزیرۂ توری۔ آقا بلا کی کہکشاں کا دروازہ، جہاں وہ رہتی ہے۔ کون؟ وہ آقا بلا، نہ اس سا کوئی حسین، نہ اس سا کوئی طرح دار، اس کا ثانی کسی میں نہیں ہے۔ سب اس کا عکس ہیں، سب اس کا پرتو ہیں، سب اس کی پرچھائیاں ہیں، اصل وہی ہے، وہ نور کا بدن ہے۔ — وہ انتہا ہے۔ بار اس کے قصر میں کوئی جالوش میرے راستے میں مزاحم نہیں ہو گا۔ تاریک برِاعظم میں میرا کوئی رقیب، میرا کوئی ہم سر نہیں ہے۔ اگر اس بار بھی اس نے تنگ کا شیوہ اختیار کیا تو میں نے طے کر لیا تھا کہ میں قیامت مچا دوں گا۔ میں زور سے چیخوں گا۔ ایسا ہنگامہ برپا کروں گا کہ آج تک کسی نے اپنے مطلوب کے سامنے نہ کیا ہو گا۔ میں آگ لگا دوں گا۔ میں جل جاؤں گا۔

میں نے قارنیل کو حکم دیا کہ وہ خانقاہ ہی میں مقیم رہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کیے رہوں گا۔ قارنیل اداس ہو گیا۔ میں شوطار اور فلورا کو ساتھ لیے جزیرۂ بیزنار سے روانہ ہوا۔ فاصلے ہمارے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ صرف چند ساعتوں بعد کوئی سمندر عبور کیے بغیر ہم جزیرۂ توری کے جنگل میں تھے۔ یہ جگہ میں نے دانستہ منتخب کی تھی تاکہ میں سب سے پہلے سزنگا سے ملوں۔ فلورا کو میں نے شوطار کے ساتھ بستی میں بھیج دیا اور خود سزنگا کے غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جوشِ مسرت اور اشتیاق سے میرا سینہ پھٹا جاتا تھا۔ میں سزنگا کو اچانک آ کے چونکا دینا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا، دیکھیے وہ اب کس طرح پذیرائی کرتا ہے؟ اس کے پند و نصائح کا کیا عالم ہے؟ اب وہ بڑھ بڑھ کے کیسی باتیں کرتا ہے؟ اب اپنے علم و فضل کا چرچا کس انداز سے کرتا ہے؟ میں اجازت کے بغیر اس کے غار میں داخل ہو گیا اور میں نے ایک ہولناک چیخ ماری۔ غار تھرا گیا۔ "بوڑھے سزنگا! اٹھو۔" میں نے دہاڑ کر کہا۔

"کون؟" اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اپنا مراقبہ توڑ کر... دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ "معزز جابر بن یوسف! ..." وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم؟"

"ہاں میں۔ میں جالوش کا جانشین۔ تاریک برِاعظم کا سب سے بڑا ساحر جابر بن یوسف۔" میں نے مصنوعی طمطراق سے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ تم آ گئے ہو۔" وہ اپنی جگہ سے ڈگمگاتا ہوا اٹھا۔ مجھے گھور کے دیکھنے لگا۔ "تم بالکل بدل گئے ہو۔ آؤ، ادھر بیٹھو میرے نزدیک۔"

"تم کب تک اس غار میں بیٹھے رہو گے سزنگا؟ آؤ باہر چلیں۔ میں تمھیں اپنے ساتھ لے جانے اور تاریک برِاعظم کی سیر کرانے آیا ہوں۔"

"تم نے کمال کر دیا۔ تم نے میری توقع سے زیادہ حاصل کیا ہے۔ مجھے یقیناً تمھارا احترام کرنا چاہیے۔ کیا میں تمھیں مقدس جابر کہہ کے پکاروں؟" سزنگا کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کسمسا کر کہا۔

"میرے عظیم بیٹے! میرے لائق فرزند۔ آ میں تیری پیشانی چومنا چاہتا ہوں۔" سزنگا نے اپنا ہاتھ بڑھا کے میرے کاندھے پر رکھ دیا۔

"سزنگا! اب تم اپنا یہ کھلونا جیب میں رکھ لو۔" میں نے اس سے لطف لینے کے لیے دیوی کی مورتی کی جانب اشارہ کیا۔ "اب تمھیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے کہہ دو کہ سمندر پار چلی جائے کیونکہ جابر جیسا طاقت ور شخص تمھارے ساتھ ہے۔"

"ٹھیر، میرے بیٹے، معزز جابر! ایک ذرا ٹھیر کر بات کر۔ دیوی کی توہین نہ کر۔ یہ تیرے کام ہی آئی ہے۔ کیا تو اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہے؟" سزنگا نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

"میں تیری دیوی کا احسان مند ہوں اور تیرا بھی کہ تو نے مجھے مخلصانہ مشورے دیے لیکن اب تیرے سامنے دیوی سے بھی بڑی طاقت کھڑی ہے۔ تیرے سامنے ایک زندہ دیوتا کھڑا ہے۔ کیا تو اب بھی دیوی کی عظمت پر مصر ہے اور میری توہین کے درپے ہے؟" میں نے بظاہر غصے سے کہا اور اٹھ کر دیوی کی مورتی اٹھا لی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں مقدس جابر؟" سزنگا مورتی چھیننے کے لیے میری طرف جھپٹا۔ میں نے اسے دھکا دے دیا۔

"اس تاریک غار سے باہر نکل کے دیکھ سزنگا! توری کی زمین پر آج ایک نئی روشنی پھیل رہی ہے۔"

"دیوی تجھے معاف کرے۔" سزنگا ہاتھ جوڑ کے ایک سمت کھڑا ہو گیا۔ "دیوی تجھے معاف کرے جابر بن یوسف!"

"سزنگا! یہ کیا دیوی دیوی کی رٹ لگا رکھی ہے۔ تیرے سامنے ایک دیوزاد کھڑا ہے۔ کیا تجھے میرے علم اور میری طاقت میں کوئی شک ہے؟ تیرے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں۔ تیری آنکھیں اندھیروں میں بھٹکنے کی عادی ہو گئی ہیں۔ مجھے تجھ پر ترس آتا ہے۔ چل اٹھ، باہر چل۔"

"میری مورتی دے دے۔ میں اب کبھی باہر نہیں آؤں گا۔" سزنگا گڑگڑا کے بولا۔ "یقیناً تو بہت عظیم ہے مگر ایک ضعیف آدمی سے اس کا سہارا مت چھین۔"

"اسے تو اپنے پاس رکھ۔" میں نے ناراضی سے مورتی اس کی آغوش میں پھینک دی اور نفرت سے کہا۔ "میں تیری دیوی کو قید کر لوں گا۔ کیا تو میری طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہش مند ہے؟"

مجھے یاد تھا کہ شوالاسے جنگ کے درمیان آقا بلا نے ایک اشارے سے دیوی کو شیشے کے ایک جار میں قید کر دیا تھا لیکن دیوی مرتبان توڑ کے فرار ہو گئی تھی۔ ساحر دلما کے برگزیدہ ساحروں نے بھی دیوی کے مقابلے پر کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ سزنگا مورتی دوبارہ اپنی آغوش میں لے کے مجھے ممنونیت سے دیکھ رہا تھا۔

"دیوی اسے معاف کر دے۔" سزنگا نے کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ دیوی مجسم شکل میں نمودار ہو کے مسکراتی ہوئی اس کے قریب گئی اور اس نے سزنگا کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے یہ موقع غنیمت جانا۔ فوراً ایک کاری سحر پھونکا، دوسرے ہی لمحے دیوی کے گرد ایک سنگلاخ پنجرا قائم ہو گیا اور سزنگا میرے دراز ہاتھ کے شکنجے میں جھولنے لگا۔ وہ درد سے تڑپ رہا تھا۔

"تیری دیوی کو میں نے قید کر لیا ہے۔ اب وہ میری نظروں میں دھول جھونک کر یہاں سے واپس نہیں جا سکتی۔" میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ "دیکھا سزنگا؟ میں نہ کہتا تھا کہ تیرے ہاتھ میں بس ایک کھلونا ہے۔ اب کیا کہتا ہے؟"

"جابر! تجھ پر دیوی کا عذاب نازل ہو گا، تو ختم ہو جائے گا۔ دیوی کو آزاد کر دے۔" سزنگا چیختا ہوا بولا۔ اس کا نحیف جسم میرے ہاتھ میں تڑپ رہا تھا۔

"میں نے مشروبِ حیات پی لیا ہے سزنگا! اب مجھ پر تیری دیوی کا کوئی جادو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دیکھا؟ وہ میرے سامنے کیسی بے بس کھڑی ہے۔ اڑنے کے لیے پر تول رہی ہے۔ میں نے تیری یہ حسین چڑیا قید کر لی ہے۔" میں نے سزنگا کو زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔

وہ زمین سے اٹھ کے فوراً جنگلے کی طرف بھاگا اور سجدہ ریز ہو گیا۔ دفعتہً میں نے محسوس کیا کہ پُراسرار طاقتیں تیزی سے غار میں داخل ہو رہی ہیں۔ سزنگا کے غار میں ان کی غیر متوقع آمد خالی از علت نہیں تھی۔ ادھر میں سزنگا کو اپنی ساحرانہ کرشمہ سازی کا مظاہرہ کرنے کے لیے محض پریشان کر رہا تھا۔ دیوی میری محسنہ تھی۔ اس نے مشکل ترین مرحلوں میں میری مدد کی تھی۔ میں نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا، جیسے ہی غار میں نادیدہ طاقتوں کی یلغار ہوئی، میں نے اپنا سحر توڑ دیا۔ طاقتیں دیوی کے گرد حلقہ تنگ کرتی ہوئی منتشر ہو گئیں۔ دیوی فاتحانہ انداز میں ان کے درمیان سے نکل کے نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو میں سزنگا کے سامنے شرمندگی کی وجہ سے کبھی سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر نہ جانے کیا کیا ہوتا؟ غار میں اب میں اور سزنگا اکیلے رہ گئے تھے۔ "تم نے دیکھا سزنگا؟ میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ تمھیں میرے غیر مناسب

نک ویلوٹ کی چوڑیاں

وہ دلچسپ کہانیاں جن کو آپ بار بار پڑھیں گے اور لطف اندوز ہوں گے

قیمت فی حصہ -/60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

رابطے کے لئے: C-63 فیز III ایکس ٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

اقدام سے سخت اذیت پہنچی۔ میں تمھارے سامنے اپنا اظہار چاہتا تھا اس کے سوا کچھ نہیں۔"

"جابر بن یوسف! میری جان! تم نے بھی دیکھا؟ تمھارے آقاؤں کی نظر میں دیوی کی کیا اہمیت ہے؟ میں یہاں خالی نہیں بیٹھا تھا۔ میں نے تمھاری بلند اقبالی ہی کے لیے یہ گوشہ نشینی اختیار کی تھی مگر تم نے کبھی نہیں سوچا کہ تمھاری اس فضیلت میں دیوی کی اعانت کو کتنا دخل ہے ایک اجنبی کو اتنے اعزازات سے کیوں نوازا گیا؟" سنرنگا تاسف سے بولا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے اسے جھنجوڑا۔ سنرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری زبان پر بھی تالے پڑ گئے۔ سنرنگا نے مجھے لرزا کے رکھ دیا تھا۔ "تم سچ کہتے ہو۔ تم سچ کہتے ہو۔" میں نے اچانک اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا۔"

"لیکن یہ اسی لیے ممکن ہوا کہ تم جیسا شجیع اور ذہین شخص بھی یہاں موجود تھا۔" سنرنگا نے اعلاظرفی ہاتھ سے نہ جانے دی۔

"لیکن میں نے کتنا ہولناک اور دردناک مذاق کیا۔" میں اپنا سر گھٹنوں میں دے کے بیٹھ گیا۔ "آہ میرے پاس پشیمانی کے لیے بھی الفاظ نہیں ہیں۔"

"وہ جانتی ہے وہ سب جانتی ہے کہ تمھارا مقصد کچھ اور نہیں تھا۔ جاؤ۔ اب تم یہاں سے جاؤ۔ سرتیا تمھارا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا مگر اب تم سے اطمینان کے ساتھ ملاقات ہوگی۔ میں خود تمھارے پاس آؤں گا۔ اب شاید میرے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں رہی۔" سنرنگا سرگوشی کے انداز میں بولا۔

میں نے کچھ نہیں کہا۔ سنرنگا کے ساتھ خاموشی سے اٹھ کر غار سے باہر نکل آیا۔ سنرنگا مجھے دہانے پر چھوڑ کے پھر اندر چلا گیا۔ میں توری کے جنگل میں خاموش کھڑا تھا اور میرے دماغ پر ایک پہاڑ رکھا ہوا تھا۔ دیر تک میری یہی کیفیت رہی۔

پھر میری آنکھوں میں چمک عود کر آئی اور جسم کے سکوت میں ارتعاش سا ہونے لگا۔ دیوی جانتی ہوگی کہ یہ سنرنگا کے ساتھ محض ایک اظہارِ قربت تھا اس کی تضحیک مقصود نہیں تھی لیکن یہیں سے ایک عملی نکتہ میرے ہاتھ آگیا ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا۔

آبادی کی طرف جانے کے بجائے میں نے آقابلا کے قصر جانے کا ارادہ کیا۔ تاریک برِاعظم کا سب سے بڑا ساحر جالموش کا جانشین جابر بن یوسف روئے زمین کی سب سے حسین دوشیزہ کی بارگاہ میں جا رہا تھا۔ یقیناً اسے جالموش سے زیادہ اعتماد حاصل ہوگیا تھا۔

میں نے کوئی اور راستہ اختیار کرنے کے بجائے دھڑکتے دل سے دروازۂ خاص پر دستک دی تاکہ اسے میرے ساتھ اپنا رویہ متعین کرنے کا وقت مل جائے۔ میں نے پُرسوز لہجے میں آواز لگائی: "ملکہ آقابلا کی خدمت میں جابر بن یوسف حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

جو میری اس خوں رنگ سرگزشت سے آشنا ہیں سمجھتے ہوں گے کہ اس وقت میرے جنوں کا کیا عالم ہوگا؟ میں ایک زمانے کی جدوجہد کے بعد اس کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اُس کے دل پر دستک دے رہا تھا اور فیصلے کا منتظر تھا کہ دیکھیں اندر سے کیا آواز آتی ہے؟

میرے نعرۂ شوق کا جواب آنے میں دیر ہوئی تو میں نے بلند آواز سے اعلان کیا: "ملکہ آقابلا کی بارگاہ میں جابر بن یوسف حاضر ہونا چاہتا ہے۔" اطلاع کی اب کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اپنی دانست میں سب مو... کر دی تھی۔ جب اس قصر کا دروازہ کھلنے کے لیے مجھ پر ساعت کی گئی تھی میرا دل ناقابلِ بیان تصورات سے لرز رہا تھا۔ یہ اعلان محض حسنِ طلب تھا اور اس اظہار تھا کہ میں نے آقابلا کو دوسری طرح محسوس کیا ہے جالموش کی طرح میں اس سے اپنے تعلق کی نزاکت کا اظہار تمام تر نفاست سے کرنا چاہتا تھا چنانچہ میری صدا میں سوز، کرب اور اشتیاق تھا۔ یہ نہاں خانۂ دل سے نکلی آواز تھی میرے امتحان کا نتیجہ برآمد ہونے کو تھا۔ میں دروازے پر ہی اندازہ کر لینا چاہتا تھا کہ آئندہ اس کی پذیرائی کا کیا تیور ہوگا؟ کیا مجھے پھر واپس ہونا پڑے گا؟ اور جب تک یہ طلسم قائم ہے اس سحر گاہ کے دوسرے ساحروں کی طرح آگ میں جلتے رہنا ہوگا؟ یا پھر اندر سے مجھے اپنا کر سرِ تقصیر...

میری بے قراری بڑھتی گئی اور میں نے ایک بار پھر اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالی اور اپنا قد ناپ کر دیکھا۔ جالموش کے زوال کے بعد برِاعظم میں کہیں کوئی میرا ثانی نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے خود دیکھا تھا کہ آقابلا کی بارگاہ میں ساحرِ اعظم جالموش کی قدر و منزلت کا کیا عالم تھا۔ وہ اس کے قصر میں آتا جاتا تھا۔ آقابلا اس کی شورش پسندیدہ نظروں سے دیکھتی تھی۔ اب تاریک برِاعظم کا ساحرِ اعظم میں تھا اور میں نے شرپ... ایک دائمی زندگی حاصل کر لی تھی۔ میں زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو گیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ گل بدن مجھے جالموش کی طرح قدر و منزلت کا درجہ دیتی ہے۔ اس کا تپاک اس سے سوا ہوتا ہے؟

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ قصر کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا۔ ہوا میرے جسم میں ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ سامنے ایک ہرنی... سب سے پہلے نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی نے میرا خیر مقدم کیا۔ میں نے اپنا دل میں سنبھالتے ہوئے قدم بڑھایا جیسے حجلۂ عروسی میں داخل ہو رہا ہوں جیسے انتظار کے بعد میرے محبوب کا نامہ آیا ہو جیسے دروازہ کھلا ہو بلکہ آنکھوں کو روشنی مل گئی اور میرے تن مردہ میں میری گم شدہ روح واپس آگئی۔ کا رنگ وہی تھا۔ قصر کی پری چہرہ نازنینوں کا ایک پرا چاکا ہوا تھا۔ انھوں نے اپنے جسموں سے پھول نوچ نوچ کے مجھ پر پھینکنے شروع کر دیے۔ انھوں نے اپنے سر جھکائے تو ان کی دراز سرخ اور سیاہ زلفیں نیچے گر گئیں۔ سب اسی کے جمال کا پرتو تھیں۔ میں ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ درمیان سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

میں اس قصر سے پہلے بھی کئی بار اپنے منصب کو زخمی کر کے گیا تھا۔ یہاں دنیا کے دل کش نظارے تھے۔ یہاں کی دیواریں بلور کی طرح چمکتی تھیں اور در و بام سے موسیقی پھوٹتی تھی۔ یہاں سرخ و سپید رنگ کی دوشیزائیں حوض کے کنارے اٹکھیلیاں کرتی رہتی تھیں اور جگہ جگہ خوب صورت مجسمے ایستادہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ قصر کسی باجبروت بادشاہ نے اپنی محبوب ملکہ کے لیے تعمیر کرایا ہو اور پھر معماروں کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہوں اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئی ہوں تاکہ وہ فنِ تعمیر کا ایسا شاہ کار دوبارہ نہ بنا سکیں۔ آج مجھے یہاں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ ملکیت کا احساس ہو رہا تھا۔ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے مضطرب تھیں۔ آگے چل کے مجھے کچھ گرانباری محسوس ہوئی۔ مہذب دنیا میں سنا تھا کہ کوئی دیوار میرے جیسی طلب رکھے اس کے جذبے اتنے شدید اور زکیلے ہوں تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔ پھر کیا سبب تھا کہ ان جلوؤں میں آقابلا ثبتی ہوئی نہیں آئی؟ شاید یہ بھی حسن کا کوئی عشوہ ہو۔ اتنی جلد میں اپنی خوش خیالیوں سے دست بردار ہونے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ سب کچھ بدلا ہوا تھا۔ ہر شے سے وارفتگی اور آمادگی جھلکتی تھی جہاں جہاں سے میں گزر رہا تھا خوش ادا دوشیزائیں اپنے سر جھکا لیتی تھیں۔ میں نے سبز کمانیاں جھٹک دیں اور ایک بڑے ایوان سے گزر کر اس کے کمرۂ خاص میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے جمال کی جھلک پاشیاں عموماً یہیں کیا کرتی تھی۔ اس وقت کوئی میرا رہبر نہیں تھا۔ میں اس سجے ہوئے کمرے میں تنہا کچھ دیر انتظار کرتا رہا۔ عذاب ناک انتظار کا ایک ایک لمحہ ایک قرن معلوم ہو رہا تھا اور ہر قرن وحشت بڑھتی جا رہی تھی۔

میں نے اپنے لطیف معاملات تصادم کے کیونکہ ان معاملات میں تانک سے شوق کی افزائش ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھلا دیا کہ میں تاریک برِاعظم کا سب سے بڑا ساحر ہوں۔ وہ اس قصر کے کس گوشے میں متمکن ہوگی؟ یہ مجھے نہیں معلوم تھا مگر میں نے اپنے باطنی علوم خوابیدہ رہنے دیے۔ جب کسی طرف سے کوئی آہٹ نہیں ہوئی تو میں نے آگے قدم بڑھائے۔ ایک کے بعد دوسرا ایوان، ایک نگار خانے کے بعد دوسرا نگار خانہ۔ اس کی خوشبو ہر طرف رچی بسی ہوئی تھی جیسے وہ ابھی یہیں کہیں گئی ہو اور مجھ سے آنکھ مچولی کر رہی ہو۔ بس اب اس نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اب دکھایا! کچھ دیر جاتی ہے وہ اپنی آغوش وا کیے میرے سامنے لیکن آہ وہ کہاں تک چھپے گی؟ میں نے اپنے دل میں کہا۔ "میں تمھیں ہر جگہ ڈھونڈ لوں گا اور اپنے بازوؤں میں لے کے ایسا نچاؤں گا۔ ایسا نچاؤں گا کہ تم یاد کرو گی۔" وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ میں ایک وسیع و عریض عظیم الشان قصر میں تنہا ادھر سے ادھر سرگشت کرتا اور حیرت سے وہ نوادر دیکھتا رہا جو اس نے پسند اور گرد جمع کیے تھے۔ اس کا ذوق بہت نفیس تھا۔ اسے پھولوں کا بہت شوق تھا۔ شاید آسمانی رنگ اسے زیادہ پسند تھا۔ جدھر دیکھیے اسی رنگ کا غلبہ تھا۔ وہ خود بھی تو آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور تھی۔ اس زمین کی کوئی دوشیزہ ہوتی تو کب سے میری نگاہ کے سانچے میں ڈھل گئی ہوتی۔ میرے پاس اسے تلاش کرنے کے لیے اس قصر کے طول و عرض سے زیادہ وقت تھا لیکن رفتہ رفتہ میرے اعصاب تڑخنے لگے اور ہزار وہموں ہزار گمانوں نے مجھے ڈسنا شروع کر دیا۔

پھر مجھے مجبوراً اپنی باطنی آنکھ جگانی پڑی۔ میں نے ایک نظر میں اس کے تمام شبستان ٹٹول لیے اور یہ جان کے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ وہ ایسے وقت میں جب میں یہاں اپنے حسین خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے آیا تھا، اپنے قصر کی عبادت گاہ میں تھی۔ جزیرۂ اسار بھیجنے سے پہلے ایک مرتبہ اس نے میری نقل و حرکت پر پابندی لگا دی تھی اور خود کو اس عبادت گاہ میں محصور کر لیا تھا۔ توری کے کاہنِ اعظم نے بتایا تھا کہ وہ برہنہ ہو کے دیوتاؤں کی عبادت میں مصروف ہے اور جب بھی اسے دیوتاؤں کی اعانت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ یہی کرتی ہے۔ اس وقت اس کی وہاں موجودگی کا کیا سبب ہے؟ اب تاریک برِاعظم میں انگرسا جیسا کوئی خطرہ نہیں ہے، زیامن کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اپنے بکھرے ہوئے لشکر کے ساتھ پھر کہیں روپوش ہو گیا ہے اب دوبارہ طاقت حاصل کرنے سے پہلے وہ آقابلا کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بھلا اب آقابلا پر کون سا مشکل وقت آ پڑا ہے؟ کیا وہ میری دشمنوں سے نمٹنے کے لیے دیوتاؤں کی رائے لینے گئی ہے؟ یا اسے یہ خوف لاحق ہے کہ جالموش کی طرح میں اس کے نجی امور میں دخل دینے کی کوشش کروں گا؟ گویا وہ پیش بندی کے طور پر جارا کا کو ہم نوا بنانے کے لیے وہاں گئی ہے؟ یا وہ جارا کا کو یہ باور کرانے گئی ہے کہ قصر میں میری آمد کوئی انقلاب انگیز خبر نہیں ہے اور اس نے میرے غیر رسمی جذبوں سے نہ متاثر ہونے کا عہد کیا ہے اور وہ اب بھی ایک مجسمے کے مانند یہاں حکومت کرتی رہے گی اور خود کو کسی کے سپرد نہیں کرے گی۔ اس کی تشنہ روح سلطنت و اقتدار کے عوض مزید تشنہ اور مضطرب رہنے کا عہد کر رہی ہوگی؟ میں نے اپنی بے مہار قیاس آرائیاں ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی اور حقیقتِ حال جاننے کے لیے اس کے استغراق میں مخل ہونے کی ٹھان لی کیونکہ یہ میری زندگی کے سب سے فیصلہ کن لمحے تھے۔

عبادت گاہ چاروں طرف سے بند تھی جب میں درمیان کی ہر کاوٹ دور کر کے اندر داخل ہوا تو وہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر ہر گوشے میں آقابلا کے بدن کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اسے قریب محسوس کر کے میرے ہوش اڑنے لگے۔ میں نے اپنے نزدیک اس کے مہتاب بدن کی سرسراہٹیں محسوس کیں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ میں نے مشعل روشن کر کے لمحوں میں وہ بڑی عبادت گاہ بقعۂ نور بنا دی۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ یقین نہیں آیا کہ جو کچھ میرے سامنے ہے وہ حقیقت ہے۔ وہ وہاں موجود تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو مجھ جیسے سخت جان شخص کے اوسان معطل ہو گئے۔ پھر مجھے کچھ ہوش آیا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک مجسمے کے سامنے عقیدت و احترام سے کھڑی ہے۔ اس کے بدن پر حسبِ معمول پھولوں کی چادر تھی جیسے رنگ برنگے پھول اس کے بدن سے اُگ رہے ہوں اور وہ خود حسن و جمال کا ایک پودا ہو۔ اس کا سراپا گلاب کی ٹہنی سے مشابہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے جب میری نظر اس مجسمے پر گئی تو مجھے شناخت کرنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ اس نوجوان کا مجسمہ تھا جو مجھے دیوزاد نیولے کے منہ میں بیٹھا ہوا ملا تھا اور جس کی ایک

نگاہ نے مجھے جاملوش جیسی عظمت عطا کر دی تھی۔ وہ جارا کا کا تھا، جارا کا کا کا ایک روپ، ایک وجیہہ برہنہ نوجوان کا مجسمہ۔ اُسے کسی ماہر فن نقاش نے تراشا تھا۔ اُسے دیکھ کے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مجسمہ نہ ہو بلکہ خود اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ یہاں موجود ہو۔ عبادت گاہ میں اچانک روشنی پھیل جانے سے آقابلا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں سَراپا حسرت سے سمٹ گیا۔ اُس کی غزالیں آنکھوں سے بے چینی سی مترشح ہوئی۔ میں نے اُن آنکھوں میں اپنے لیے کوئی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے نگاہیں چار نہ ہو سکیں۔ میں جو سوچ کے آیا تھا، وہ سب بھول گیا اور جو بھول گیا تھا، وہ یاد نہیں آ سکا۔ جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے آقابلا کا والہانہ اندازِ پرستش دیدنی تھا۔ میں نے سوچا، چلو ہمیشہ کے لیے واپس چلو۔ جارا کا کا کا مجسمہ مسکرا رہا تھا اور آقابلا حیران نظروں سے کبھی اُسے کبھی مجھے دیکھتی تھی۔

مجھے یہ احساس ہوا کہ میں ایک غلط جگہ آ گیا ہوں اور اس منظر کا اہتمام میرے نظارے کے لیے عمداً کیا گیا ہے۔ میرا جسم منہدم ہونے لگا۔ پہلے مجھے واپسی کا خیال آیا۔ پھر خیال آیا کہ یہیں قیام کیوں نہ کیا جائے؟ اسی عبادت گاہ کے تہ خانے میں اپنا لامحدود وقت کیوں نہ گزار دیا جائے؟ باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر مجھے ایک جسارت کرنے کی ہُوک اٹھی کہ اس کے بعد جو بدترین سزائیں تجویز کی جائیں، انھیں شوق سے قبول کروں۔ کم از کم اس حسرت کا عذاب نہیں جھیلنا پڑے گا کہ اسے اپنے سینے سے بھی نہیں لگایا۔ میں کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکا۔ تذبذب اور کشمکش میں خاموش کھڑا رہا، مفلوج، گنگ، نیم جاں۔ میرے دماغ پر اُس کے بارے میں کہے جانے والے اَن گنت مقولوں کی یورش ہونے لگی لیکن میرا کوئی اشتعال انگیز فیصلہ میری برسوں کی ریاضت اور جدوجہد پامال کر سکتا تھا۔ ابھی سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا بے سود تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں چلنے والی آندھیاں روکنے کی ناتمام کوشش کی۔ ممکن ہے اُسے یہ بات ناگوار گزری ہو کہ میں اُس کی خلوت میں مداخلت کا مرتکب ہوا ہوں۔ اُس کا ردِعمل جاننے کے لیے میں نے چند لمحے اور توقف کیا۔ پھر وہ جیسے میری موجودگی سے بے نیاز ہو کے دوبارہ جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے مستغرق ہو گئی۔

جارا کا کا سے اب میرا تعلق بھی اُسی کی طرح قریب کا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں پرورش پانے والے اندیشے مختلف سمت میں موڑنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کی بڑی بات میں ایک یکسانی، ایک تعلق، ایک ربط نظر آتا تھا۔ میں نے کسی آواز کے بغیر جارا کا کا کو مخاطب کیا۔

"مقدس جارا کا کا! تو جانتا ہے کہ میں نے جاملوش اور ریماجن کے مانند تاریک برِ اعظم کے جلیل مناصب اور اعزازات اس لیے حاصل نہیں کیے کہ مجھے حکم دینے کی لذت اور تیرے قریب ہونے کی سعادت مقصود تھی۔ میرے طویل سفر کی محرک صرف آقابلا ہے۔ میں نے ہمیشہ تیری خوشنودی عزیز رکھی ہے اور خود کو تیرا بہترین غلام ثابت کیا ہے۔ میں اپنے سارے اعزازات واپس کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یاد رکھ، میں اُس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا جب تک مجھے اس کے قرب کا یقین نہ ہو جائے۔ میں صاف لہجے میں یہ گفتگو اس لیے کر رہا ہوں کہ تو کسی تاخیر اور جھجک کے بغیر یہ سمجھ لے کہ میں اپنی موت یا سزا سے خوف زدہ نہیں ہوتا اور نہ مجھے تیرا خوف ہے۔ میں خوف کی منزل سے گزر گیا ہوں۔ تو اس پُراسرار زمین کے گوشے گوشے پر حاوی ہے اور تجھے غیر معمولی اختیار حاصل ہیں لیکن میں تیرے ہاتھوں مزید تماشا بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں تجھ سے مانگنے کی درخواست کرتا ہوں، میری بات تحمل سے سُن لے اور اپنے بہترین شخص کی آنکھوں اور دل میں جھانک کر دیکھ۔ اس میں تجھے کوئی نقص نہیں آئے گا۔ آقابلا کو حکم دے کیونکہ وہ ایک زمانے سے تشنہ ہے۔ ہماری تڑپ اور وابستگی کے دلچسپ تماشے بھی دیکھ۔ ذرا فیاضی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کر۔ میں اپنے بارے میں تجھے یقین دلاؤں کہ تیرے منفی رویّے پر میرا ردِعمل وہی جو ایک ناکام، منتشر اور غیر متوازن شخص کا ہو سکتا ہے۔ تو ایک عظیم جادوگر اور میں ایک بے مثال عزم والا آدمی ہوں۔ اُمید ہے تو میرے متعلق ہمدردی سے غور کرے گا۔ اگر میں اپنے مطالبے سے دست برداری کے موقف میں ہوتا تو اس لہجے میں تجھ سے مخاطب ہونے کا فیصلہ نہ کرتا۔ جان لے کہ میں نے مرنے کے بارے میں سوچا ہے اور سُن لے کہ میں اس کے سوا کسی اعزاز سے مفاہمت کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔"

میں آج سب کچھ کہہ دینا چاہتا تھا اور اپنے تخاطب میں کوئی کسر اٹھا رکھنے کا روادار بھی نہیں تھا۔ میری زبان خاموش تھی اور میں دُنیا کی کسی زبان میں اُس سے مخاطب نہیں تھا لیکن میرے جسم کا ہر حصہ زبان بن گیا تھا۔ ایک ایسی زبان تھی جو دنیا کے ہر کونے میں سمجھی جاتی ہے۔ مجھے وہ تمام اذیتیں، مشقتیں، سزائیں، صحرا، آگ، بھوک، پیاس، خون، گندگی، سڑا ہوا انسانی گوشت، مکروہ مناظر یاد آ رہے تھے جن کا تصور کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس کے حصول کی منزل سامنے نہ ہوتی تو میں ان غلیظ اور کثیف مرحلوں سے گزرنے کے بجائے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح موت کا جام نوش کرتا۔ خوش نصیب تھے وہ لوگ جو توریس کے ساحل پر قدم رکھتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک جارا کا کا یا آقابلا کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا، میں اسی طرح برقرار رہوں گا اور اسی طرح خاموش کھڑا اُن سے اصرار کرتا رہوں گا کہ میں جاملوش اور ریماجن نہیں ہوں۔

میرا انہماک اُس وقت ٹوٹا جب آقابلا نے ہاتھ بلند کر کے میری طرف نظر کی اور دفعتہً عبادت گاہ سے واپس جانے لگی۔ اُس کی رفتار تیز تھی۔ عبادت گاہ کے دروازے پر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی اور میں جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے تنہا کھڑا رہ گیا۔ یہ سمجھنے کے لیے میں نے سوال طلب نظروں سے جارا کا کا کا مجسمہ دیکھا۔ اُس کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ "میں اُس کی طرف جا رہا ہوں۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "شاید میرے سوال کا جواب دیا جائے گا۔" میں یہ کہتا ہوا عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔

اور دریچے دریچے، ایوان در ایوان اُسے تلاش کرنے کے بجائے

اپنی باطنی قوت سے اُس سمت کا تعین کیا جہاں وہ اس وقت فروکش ہو گی۔ میری حالت کسی پاگل سے مختلف نہیں تھی۔ جی چاہتا تھا، ایک زقند لگا کے چیختا چنگھاڑتا ہوا اُس کے رُو بہ رُو پہنچ جاؤں۔ جارا کا کا کی موجودگی میں اُس سے کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ شاید میری شنوائی ہو گئی ہو، وہ عبادت گاہ سے اس لیے چلی آئی کہ مجھ سے خلوت میں گفتگو کرے۔ میں نے سوچا، اُس کے پاس جاتے ہی ایوان محصور کر دوں گا، حالانکہ اب کسی جاملوش کی مداخلت کا خدشہ نہیں تھا مگر اب بھی اُس کا ردِّعمل مشکوک اور ناقابلِ فہم تھا۔ عبادت گاہ میں اُس کی پُراسرار خاموشی اور ہاتھ بلند کر کے خاموشی سے چلا جانا میرے ساتھ پیش آنے والے اُس کے مبہم برتاؤ کی نشان دہی کرتا تھا۔ اب میرے اور اُس کے درمیان دُھند گہری ہو گئی تھی۔ میں اُس زریں اور مخملیں ایوان میں اپنے بے لگام دل کے ساتھ داخل ہو گیا۔ یہاں وہ پہلے سے ایک طلائی تخت پر تمکنت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ آج اُس کی کوئی کنیز یا ترجمان بھی درمیان میں حائل نہیں تھی۔ میں اُس کے تخت سے کچھ دُور جا کے ٹھٹک کے رُک گیا اور اُس کے حسین سراپا کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ میری محویت اُسی نے توڑی۔ اس نے اپنے بدن کا ایک پھول توڑ کے مجھ پر پھینکا۔ کاش وہ خنجر پھینکتی۔ میں نے عجز و نیاز سے سَر جھکانا چاہا لیکن میرا سر نہیں جُھکا۔ اس احساس نے میرے دل و دماغ پر نشہ طاری کر دیا کہ میں کائنات کی سب سے دل کش، سب سے حسین دوشیزہ کی خلوت میں موجود ہوں۔ وہ دُنیا کی ساری شرابوں سے زیادہ نشیلی اور کاری تھی۔ میری منزل میرے سامنے تھی۔ میری آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں، چہرہ فرطِ شوق سے تمتما رہا تھا۔ دل پارے کی طرح بے قرار تھا۔ سینے میں ایک میٹھی آگ جل رہی تھی۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے جلوہ گر تھی اور اشتیاق آمیز نظروں سے میری کیفیت کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں میرے جسم کے ہر علاقے پر محیط تھیں اور مجھ سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ ایک طویل انتظار کے بعد یہ ساعت نصیب ہوئی تھی۔ میں نے اُس کے متعلق اتنا سوچا تھا کہ اب مجھے کچھ کہنے کا یارا نہیں تھا۔ میں نے شدت سے طلب کی کہ اِس بار وہ خود ہی پہل کرے۔ اُس نے میرے نام کے سوا ابھی تک مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشا تھا۔

آج ہر بات کا امکان تھا۔ وہ مجھے اور میں اُسے، ہم دونوں ایک دوسرے کو حسرت اور شوق کی ملی جلی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ میں اُس کے اثبات کا جائزہ لیتا رہا اور وہ غالباً میری وحشتوں کی پیمائش کرتی رہی۔ اس وقت نہ وہ تاریک برِ اعظم کی ملکہ تھی اور نہ میں وہاں کا ساحرِ اعظم۔ کم از کم میں یہی سمجھتا تھا اور میرے ذہن پر اُس کے خسروانہ جلال کا خوف غالب نہیں تھا۔ ہاں، اُس کے خسروانہ جمال سے میری آنکھیں خیرہ ہوئی جا رہی تھیں۔ جو لفظ زبان پر آ رہے تھے، میں اُن سب کو مسترد کر رہا تھا کیونکہ وہ اُس سے تخاطب کی عظمت اور تکریم سے محروم تھے۔ لفظ، انسانی جذبوں کی زنجیریں، ایک بے مایہ اظہار۔ پہلی بار یہاں آ کے میں نے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو جگایا تھا۔ اِس بار نہ جانے کیا ہو گیا تھا، زبان فالج کا شکار ہو گئی تھی۔ یقیناً یہ امتناعِ احساسِ شدید ہونے کے سبب سے تھا۔ ہر لمحہ جستجو خیز تھا، ہر آن دل دھڑک رہا تھا۔ کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ پتہ نہیں، وہ کیا ارشاد کرے؟ سوچا کہ کچھ ایسی طلب کا اظہار کروں، جو آج تک کسی نے کسی سے نہ کیا ہو۔ میں سرشاری سے ڈگمگاتا، زمین پر اپنے پیر جماتا دھیرے دھیرے آگے بڑھا اور بے اختیار اپنا ہاتھ اُس کی جانب بڑھا دیا۔ اُس نے بھی میری تقلید کی۔ میں نے اُس کا مرمریں ہاتھ نزاکت سے تھام لیا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے۔

درونِ خانہ بجلی سی چمکی۔ "آقابلا!" میری زبان سے نہ جانے کس طرح اُس کا نام ادا ہوا؟ اُس کا ہاتھ تھامے تھامے میں اُس کے قدموں میں گر گیا۔ میرے لب اُس کے ریشمیں پیروں پر نثار ہونے لگے۔ "تو نے مجھے پہچانا؟" میں نے بہکی ہوئی آواز میں کہا۔

اُس کی آنکھوں سے شرارے نکلے۔ "جابر بن یوسف!" اُس کے سحریں لبوں نے کسی طرح میرا نام لیا۔

"ہاں تیرا غلام، اس بے آب و گیاہ زمین پر تیرا سب سے بڑا طلب گار، تجھ کے لیے مشروبِ حیات ہے تیرا خواب ناک تصور جسے اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔ میرے سینے میں جھانک کر دیکھ۔"

اُس کے یاقوتی لبوں کے پھول کھل اٹھے اور اُس کی ساغر نگاہوں سے شراب چھلک اٹھی۔ "جابر بن یوسف!" اُس نے اضطراب آمیز وارفتگی سے میرا نام دُہرایا۔

"ہاں میں... میں۔" مجھے اپنے لہجے اور آواز پر تعجب ہوا۔ میں نے اُس کے پیر بے تابانہ اپنی آنکھوں سے مَس کرتے ہوئے کہا: "تجھ سے میرا باطن کی کوئی رمز پوشیدہ نہیں ہے۔ میں جو کچھ ہوں، وہ تیرے سبب سے ہوں اور تیرے سوا کچھ نہیں۔ یقین کر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب تو مجھ سے جُدا ہوئی ہو۔ میں نے اسی دن خود کو تیرے سپرد کر دیا تھا جب پہلی بار تیرا نظارہ کیا تھا۔ اُس وقت سے اب تک میری جو بھی روداد ہے، اُس میں تیرا حسین تصور شامل ہے، تیرے بدن کی روشنی ہے، تیرے جمال کی تحریک ہے۔ آہ، کیا مجھے اپنی وفاؤں کا شمار کرانا پڑے گا؟

موسیقی بہتی ہو گی۔ میں اس سے بہت سے سوال کر کے اُسے ہم کلام ہونے پر مجبور کر دینا چاہتا تھا لیکن گویائی کی قوت سلب ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے والہانہ انداز میں اپنا چہرہ اُٹھا کے اُس کی طرف دیکھا تاکہ جو لفظ میں ادا نہیں کر سکا ہوں، وہ انھیں میرے چہرے پر پڑھ لے۔ میری تپش سے اُس کا تبسّم پگھلنے لگا۔ اُس کے لبوں پر میرے لیے کوئی حکم آتے آتے رہ گیا۔ "یہ حجابات ختم کر دے۔ اپنے آپ کو اس قدر قریب مت دے۔" میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔

اُس نے کروٹ سے اپنا چہرہ دائیں جانب کر لیا۔ اُس کی صراحی دار گردن کی رگیں کھنچ گئیں اور پھولوں کی چادر میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا جیسے ابھی ابھی طوفانی ہوا چلی ہو اور اُس کے باغِ بدن کے سارے پھول لرزنے لگے ہوں۔ "میں تجھ سے اپنے بارے میں کچھ سُننے کے لیے مضطرب ہوں۔ یاد ہے، میں

نے کہا تھا میں نے کہا تھا تو مجھے اپنی وہ چوکھٹ بنا لے جہاں سے تو گزرتی ہو، ایک ملکہ کی طرح نہیں، ایک ساحرِ اعظم کے طور پر نہیں۔ میں تجھ سے اپنی اذیتوں کا صلہ مانگنے نہیں آیا۔ یہ سب تو صرف تجھ سے اپنے ربطِ خاص کا اظہار تھا۔ میں خود کو تیرے سپرد کرنے آیا ہوں، مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔"

میں اُس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ میرے استحقاق کے طور پر مجھے اپنی قربتوں سے نوازنے سے گریز کرے کیونکہ میرے لیے جاملوش کی مسند پر متمکن ہونا فضیلت کا باعث نہیں تب بھی مجھے اتنا بڑا اعزاز نہ پہنچائے وہ مجھے جابر بن یوسف کے طور پر برتے۔ وہ مجھ سے تاریک ترین اعظم کے امور پر گفتگو نہ کرے کیونکہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں، وہ اپنا ذکر کرے، وہ میرا نام لے رہی تھی اور میں اپنے نام کے بعد اُس کا خطاب سننے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ آقابلا جب اپنے نطق کو زحمتِ کلام دیتی ہو گی تو نغمے پھوٹتے ہوں گے۔

میں نے کہا تھا تو مجھے اُس جام کی شکل عطا کر دے جو تیرے ہونٹوں سے مس ہوتا ہو۔ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے اپنا غلام بنا لے۔ میں تجھے دیکھ دیکھ کے خوش ہوتا رہوں گا اور اس عجوبے کی داد دیتا رہوں گا جو یکتائے روزگار ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔ میں نے اپنا سر اُس کے پیروں پر پٹختے ہوئے کہا۔ میں کون ہوں؟ آہ کیا مجھے اپنی شناخت کرانے کی ضرورت ہے؟ کون ہے جو اس سرزمین میں تجھ سے اتنا قریب ہے؟ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس نے تیرے لیے اتنی فکر کی ہو گی کسی نے نہیں کی کسی نے نہیں، سب لوٹاتے میں تھک گئے یا تجھ سے منحرف ہو گئے یا تیری طلب سے کنارہ کش ہو گئے۔ صرف میں باقی رہا، بیاباں بیاباں اِدھر اُدھر جہاں جہاں تیرا ذکر ہوا، میں نے تیرا نام بلند کرنا اپنا شعار بنایا۔ میں تیرے لیے صحرائے زارشتی گیا۔ گمان میں تیری خاطر لورما سے دست کش رہا۔ میں نے اسمار میں تیرے جلال و مرتبت کے لیے خود سر شوطار سے جنگ کی اور نازنینانِ اسلا کو تشنہ چھوڑ کے چلا آیا۔ میں نے انگرملک کے باغیوں کو ایک ایسے معاہدے پر مجبور کیا جس سے تیری عظمت پر حرف نہ آئے۔ میں نے کہیں اُن سے مفاہمت نہیں کی۔ میں نے برگزیدہ ساحروں سے جنگ کر کے جلتے ہوئے شعلوں سے تیرا مجسمہ محفوظ کیا اور سارے اژدہے جنگ محل لی۔ میں نے اپنی قدیم دنیا مکمل طور پر ترک کی۔ اپنے تمام رشتے توڑ دیے اور تجھ سے ایک رشتہ استوار کیا۔ جب میں نے یہ سنا کہ تو مہذب دنیا کے نوجوان تخراؤ پر مہربان ہو گئی ہے تو میں نے غضب میں مقدس جاراکاکا کی مورتی پر اُس کی مجبوبہ کو غسل دیا۔ میں نے ان گنت راتیں تیری یاد میں جاگتے ہوئے گزار دیں اور حسین عورتوں کی شرابیں کو ٹھکرا دیا۔ پھر جب تیری کنیز مجھ سے تیرا مجسمہ مانگنے آئی تو میں نے کسی جھجک کے بغیر مجسمہ اُس کے حوالے کر دیا تاکہ میرے ذہن میں کوئی ناقص خیال نہ در آئے۔"

وہ سمٹتی، بکھرتی، کسمساتی اور پہلو بدلتی میرا شدت انگیز احوال سنتی رہی۔ "میں پوچھتا ہوں، میری طلب میں کون سی خامی ہے؟ میرے وزن میں ادا کیا کمی رہ گئی ہے؟ کیا میں تیرے استغراق میں کسی کوتاہی کا مرتکب ہوا ہوں؟ پھر وہ کون سا عذر مانع ہے جو تو اتنی تنگ دل اور بخیل ہو گئی ہے، تو کس سے خوف زدہ ہے؟ مجھے بتا ورنہ اس تاریکی اور حبس میں میرا دماغ پھٹ جائے گا اور سُن رکھ، میں یہاں کسی کے آگے سر نہ جھکاتا، یہ سب کچھ تو تیری حضوری اور خوشنودی کے لیے ہوا ہے۔ میں اپنی سرکشی سے باز نہیں آؤں گا۔ میں نے اس طلسمی نظام کا بہ تمام و کمال مشاہدہ کیا ہے، مجھے معلوم ہے، میں ایسے بیانات کے بعد اپنے لیے راستے محدود کر رہا ہوں لیکن انھوں نے دیکھا ہو گا کہ سخت سے سخت مرحلوں میں بھی میں اپنی طلب سے دست بردار نہیں ہوا۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ میرا مقصود حشمت و اقتدار نہیں، یہ سب کچھ میں تیرا اونچی مسند پر بیٹھنے کے لیے کیا ہوتا تو مجھے اس کے چھن جانے کا خدشہ ہوتا۔ میرے لیے سب سے اونچی مسند تیری آغوش ہے۔ تو میری جنت ہے، اگر اب بھی کہیں کوئی سقم رہ گیا ہے تو مجھے حکم دے ورنہ یہ بات جان لے کہ اب کے میں یہاں اس قصر میں تیری زبانی اپنے لیے بہترین اور بدترین فیصلے سننے کا حوصلہ لے کے آیا ہوں اور مجھے کسی کا خوف نہیں ہے، کوئی مصلحت بجز تیرے شیشۂ جمال کی نازکی کے، میرے درپیش نہیں ہے۔ میرا درخت تیری زمین پر اُگ آیا ہے، تو نے ہی اس کی آب یاری کی تھی۔ اگر تجھے اس کی چھاؤں ناپسند ہے تو اپنے ہاتھوں سے اسے کاٹ دے۔"

اُس پر میرے اس منتشر بے ترتیب بیان کا اس قدر اثر ہوا کہ اُس کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں، چہرہ گل نار ہو گیا، سانس تیز تیز چلنے لگی اور ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جاں کنی کی کیفیت میں مبتلا ہو، کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہتے ہوئے جھجکتی ہو۔ اُس لالہ رخسار کو اس حالت میں دیکھ کے میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔

وہ جواب دینے سے گریزاں تھی اور میرے سامنے اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی۔ یہ عجب بے اعتبار لمحے تھے، وہ موجود بھی تھی اور ناموجود بھی۔ وہ اضطراب کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ میں اُس کا جواب جاننے کے لیے بار بار اُس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا تھا جہاں ڈوبتے ہوئے سورج کی اُداسی تھی۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میرے ذہن سے کنکھجورے چمٹے ہوئے تھے، مجھے اُس کے اکراہ و امتناع کا سبب جاننا چاہیے۔ جب تک یہ بنیادی نکتہ مجھ پر آشکار نہیں ہو گا میرے جذبوں کی بازگشت صرف میری سماعت تک محدود رہے گی۔ ممکن ہے وہ پہلے سے مشروط اور پابند ہو لیکن میں اُس سے پوچھوں کس طرح؟ میں چیختا رہوں گا اور وہ اسی طرح گُم سُم رہے گی۔ کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ لفظ بے سایہ ہیں۔ اس سے زیادہ سنگین لفظ اُس سے کہے گئے ہوں گے۔ میں ابھی تک اس خوش گمانی میں مبتلا ہوں کہ اس سے دعوائے التفات میں میرا ہم سر کوئی نہیں رہا ہو گا۔ اب اس کا ایک ہی چارہ سمجھ میں آتا ہے کہ مجھے اپنے اظہار کے اس ناکارہ طریقے سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ زبان، قواعد اور آداب کے شعوری عمل کی محتاج ہے۔ مجھے اپنی آنکھوں سے کلام کرنا چاہیے اور اظہار میں حسن جمال کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ کوئی قریبی دیوار شق ہونے، کہیں سے کوئی ہیبت ناک چیخ گونجنے اور کسی کے دخل انداز ہونے سے پہلے مجھے صرف ایک مرتبہ اپنی حسرت پوری کر لینی چاہیے۔ "آقابلا!" میں نے بلکے ہنگم

آواز میں نعرہ بلند کیا۔ "میرے پاس کہنے کے لیے اب کچھ نہیں رہ گیا ہے۔"

"جابر بن یوسف! اپنا سمندر روک لے۔" یکایک ایوان میں لرزتی ہوئی ایک دلکش آواز گونجی۔ میں نے نظر اُٹھا کے دیکھا اور اپنی خوش بختی پر رشک کرنے لگا لیکن یہ محض میرا گمان تھا۔ وہ تو اپنا چہرہ سینے میں چھپائے ہوئے تھی۔ اس آواز کے ساتھ ہی ایوان میں نقرئی گھنٹیاں اور سوز و گداز کی موسیقی تیز ہو گئی۔

میں سمجھ گیا کہ اُس نے اپنا جواب منتقل کرنے کے لیے یہ شاہانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں نے تلملا کر کہا۔ "نہیں نہیں، یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ اب مجھ میں تابِ انتظار نہیں ہے۔ میری قدرتِ انتظار کے جتنے شب و روز تھے۔ وہ میں نے گزار دیے۔ یہ بڑھتا ہوا سیلاب اب تو ہی روک سکتی ہے، میرے اختیار میں کچھ نہیں رہا۔"

"تیرے اختیار میں سب کچھ ہے، تو نے مشروبِ حیات پی کے اپنے آپ کو جاوداں بنا لیا ہے۔ وہ تیرے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تپش محسوس کرتی ہے مگر اپنی تیز آگ مت جلا کہ سب کچھ خس و خاشاک ہو جائے۔" اُس آواز نے دوبارہ اپنا سحر پھونکا۔ خود آقابلا اپنا جسم سمٹائے چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔

میں نے اُس کی ترجمانی کرنے والی آواز نظر انداز کر کے براہِ راست اُس سے تخاطب جاری رکھا۔ "کیا تیرا مقصد یہ ہے کہ ابھی میرے تیرے ربطِ دائم کا وقت نہیں آیا؟ تیرا اشارہ پُراسرار ناسازگار حالات کی طرف ہے یا میں یہ سمجھوں کہ درمیان میں اب بھی کوئی طلسمی رکاوٹ موجود ہے؟ یا تو ایک وعدۂ فردا کا یقین دلا کے مجھے مزید آزمائشوں میں ڈالنا چاہتی ہے؟ مگر کب تک؟ پھر ایسا کر تو مجھے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دے اور جب موافق ہوائیں چلنے لگیں تو مجھے بیدار کر دینا کیونکہ مجھ سے اپنا ہوش اب برداشت نہیں ہو گا۔"

"جابر بن یوسف! ایک خواب ناک آواز پھر ایوان میں ساز بجانے لگی۔ "تیری تمام باتیں سُن لی گئیں۔ وہ تیرے علم و طاقت سے آگاہ ہے، تو نے مختصر عرصے میں کمال کر دیا۔"

میں نے برہم ہو کے اُس کا کلام قطع کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی تعریف سننے اور داد چاہنے نہیں آیا۔ یہ کمال میرے لیے اُس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک مجھے تیری قربت کا اعزاز نصیب نہیں ہو جاتا۔ میرے گلے سے یہ تو اُتار لے اور سینے سے مقدس جاراکاکا کا یہ سیاہ نشان مٹا دے۔ اس کے لیے کوئی اور شخص منتخب کر لے۔"

"ایک ذرا تحمل کر۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "کوئی شبہ نہیں کہ تیرا علم بجز اور تیری طاقت مستند ہے اور اُس کے سامنے اس منکسر اور مشتاق لہجے میں تیرا خطاب تیرے جذبات کا آئینہ دار ہے مگر ابھی تجھے بہت کچھ سیکھنا اور سمجھنا ہے۔ آقابلا تیرا سوز و دروں سمجھتی ہے تاہم وہ ایک عظیم و جلیل ملکہ ہے، دیوتاؤں نے اُس کے سر پر اس سرزمین کا تاج رکھا ہے سو اُس کی نظر ہر سو ہے۔ وہ اس زمین کا ماہتاب ہے جس کی دل نشینی کا فیض سب کے لیے عام ہے، وہ جمال کا ایک دریا ہے، جس کا رنگین اور ٹھنڈا پانی سب کو سیراب کرتا ہے۔ ایک زمانے سے یہاں یہی قانون رائج ہے اور یہ قانون دیوتاؤں نے بنائے ہیں۔

"بس کر۔" میں نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر چیختے ہوئے کہا۔ "رحم کر، یہ سنتے سنتے سماعت مجروح ہو چکی ہے کہ ابھی بہت کچھ سیکھنا اور جاننا رہ گیا ہے۔ میرے لہجے میں اشتعال انگیز حد تک درشتی اور سختی آ گئی تھی۔ اتنی طویل جدوجہد کے بعد بھی درس سننے کی اس اذیت سے نجات نہیں ملی؟ سن آقابلا! میری زندگی! میری کائنات! تو یقیناً اس زمین کا ماہتاب ہے اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے جس کا فیض سب کے لیے عام ہے مگر میں نے اس طرح نہیں سوچا تھا۔ میں نے تجھے اس سے سوا تسلیم کیا تھا جو تیرا اصل رنگ روپ ہے۔ تو کہ نور کا بدن ہے اور چاند سے زیادہ حسین اور آبِ حیات کے چشمے سے زیادہ مفرح ہے، تیری تخلیق تیرے خالق کی صناعی کا شاہکار ہے مگر تو انگڑائیاں لیتے، اضطراب سے پہلو بدلتے اور احساسات رکھنے والا ایک بدن ہے جسے لازماً ایک شخص کی تلاش ہو گی۔ میں تیرے دل کے تار جھنجوڑ دوں گا۔ آ تمام مصلحتوں سے بالا ہو کے میرے پہلو سے لگ جا اور یقین کر کہ اس سے زیادہ سحر اس سے بڑا نشہ اور اس سے بڑی لذت کسی ساحری میں نہیں۔ یہی دنیا کا سب سے بڑا شعبدہ ہے۔ میں تجھے سچ کی تلقین کر رہا ہوں۔ بس آج کوئی فیصلہ کر لے۔ یہ زریں قصر، یہ جاہ و جلال میرے بازوؤں سے زیادہ دل کش نہیں ہے۔ جو میں نے نہیں سیکھا، جو میں نے نہیں جانا، میں اُس کی پروا نہیں کرتا کیونکہ میں اس سے زیادہ سیکھنے اور جاننے پر قادر ہوں۔ بس ذرا اس مسند سے اُتر کے دیکھ اور میری بات سُن۔ تو نے ابھی کچھ نہیں سیکھا، کچھ نہیں جانا، تو بھی ازلی قانون سے انحراف کر رہی ہے۔" میں لپک کے قالین پر گرا اور اُس کے ہاتھ پکڑ لیے اور بے محابا اُسے اپنی جانب کھینچنے لگا۔

"نہیں نہیں۔ ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔" ایوان میں وہی مرتعش آواز لہرائی۔ "جابر بن یوسف! دیوتاؤں کے لازوال قوانین توڑنے کی کوشش مت کر۔ یہ تیشِ محل لُٹ جائے گا۔" اُس کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"سب کچھ ختم ہو جائے۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔ "میں تیرے سوا کوئی قانون نہیں مانتا۔ جب میں اس ایوان میں آ رہا تھا تو میں نے یہ جگہ مسخر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر میں نے سوچا، بہتر ہے میرے بارے میں دیوتا ہر بات جان لیں اور ادھر تیرے التفات کا وہی عالم ہے جو پہلے تھا؟ اس میں کوئی بیشی نہیں ہوئی ہے۔ پہلے بھی یہی سب کچھ تھا۔ آج بھی آرزوؤں کی قندیل روشن ہے تو اسے بجھانے ہوئے بھی جھجکتی ہے اور اُدھر تیرے خیال سے میرے رگ و پے میں ایک آگ مچل رہی ہے۔ میں نے جاملوش کا زوال اسی لیے کیا تھا کہ اب کوئی گستاخ اِدھر آنے کی جرأت نہ کر سکے۔" اُس نے اپنا چہرہ اُٹھایا تو اُس کے لانبے بال میرے چہرے پر پھیل گئے۔ وہ بے چینی سے دفعتہً کھڑی ہو گئی۔

"جابر بن یوسف! ابھی نہیں۔" ایوان میں پھر اُس کی دردناک آواز کا سوز جاگا۔ اس آواز میں تحکم اور درخواست کی آمیزش تھی۔

"ابھی نہیں تو پھر کب؟" میں نے بپھر کے کہا۔

"جب تک تو تنہا نہیں رہ جاتا۔"

"کیا؟ میں کچھ نہیں سمجھا؟"

"وہ کسی ویرانے میں جاکے غور کر کہ یہ سب کیوں ناممکن ہے؟"

میں اپنے بارے میں آخری فیصلہ سننے کے لیے آمادہ ہو کے یہاں آیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو یہ مبہم سوتیہ اور پُراسرار اندازِ بیان میری ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ میں نے بڑی دو ٹوک باتیں کہی تھیں حالانکہ اُسے قریب دیکھ کے صرف اُسے دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ یہ وقت رقصِ نشاط، مدہوشی، نغمہ و موسیقی، گداز اور دل کش باتیں کرنے کا تھا کیونکہ ایک ماہ جبیں روبرو تھی، سُلگتے ہوئے جذبات تھے۔ میری آتش زائی اور برانگیختگی کا حاصل یہ نکلا کہ اُس کی رغبت، اُس کی جھجک کا کسی قدر اندازہ ہوا۔ وہ ستم پیشہ وضاحتیں کرنے پر تو مجبور ہوئی، اُس کے سینے سے آہیں تو نکلیں، اُس کے بدن میں ایک طوفان تو اُٹھا۔ اُس کے تمام اکراہ و انکار کے باوجود میرے دل کو یہ فرحت بخش مژدہ ضرور مل گیا تھا کہ میرے کرب، میرے اشتیاق کا جادو بے اثر نہیں رہا ہے۔ میں نے اُس کی مضرابِ شباب چھیڑ دی تھی۔ دیر تک اُس کا بیٹھے رہنا اور میرے ستم سہنا، کسمسانا، کروٹیں بدلنا، آنکھوں کا سُرخ ہو جانا میرے لیے اُس کی تائید کا ایک بڑا اشارہ تھا۔ تاہم اُس چشمۂ رنگ و نور کے کنارے پہنچ کے تشنہ رہنا ایک عذاب تھا۔ اب میرے پیشِ نظر ایک ہی نکتہ رہ گیا کہ اُس کانٹے اور پتھر کو پہچان لوں جو اُسے مجھ سے دُور کیے ہوئے ہے۔ میرے اندر ایک ٹھہراؤ پیدا ہوا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں کسی ویرانے میں جاکے غور کروں کہ یہ سب کیوں ناممکن ہے۔ میں نے نرمی سے اُس کی انگلیوں کے ناخن اپنے سینے میں چبھوتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتا، میں ناممکن کو ممکن بنا دوں گا۔"

"تو پھر یہاں سے چلا جا، اپنی فضیلتیں رائیگاں نہ کر، اپنے آپ کو رُسوا مت کر اور وہ باتیں نہ پوچھ جو تجھے خود جاننی چاہئیں۔"

"پھر وہی حیلہ سازیاں، وہی نکتہ طرازیاں، وہی ابہام، وہی اسرار۔ میں نے تجھ سے صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اب میں ان ستم کاریوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تیرے بغیر میرا نہ اب کہیں قیام ہے، نہ زندگی ہے۔" میں نے سر جھٹک کر کہا۔

"کیا تو اپنے رویّے پر نظرِ ثانی کرنے کا عزم نہیں کر سکتا؟"

"کیوں نہیں، بشرطیکہ تیرا اثبات اور یقین شامل ہو۔"

"تو پھر اپنے اطراف دیکھ اور یہاں عارضی لمحاتی قیام کے بجائے دائمی سکون کی ضمانت حاصل کر۔ جو کچھ تو نے حاصل کیا ہے، اُسی پر قناعت نہ کر۔ راستے کا ہر پتھر ہٹا کے شاد کام ہو۔ چاہے زمانے صرف ہو جائیں۔"

"میں سمجھ گیا۔" میں نے اُس کی ہتھیلیاں چومتے ہوئے کہا۔ "پر میرا ذہن تیرے احساسِ قرب سے اتنا معمور ہے کہ کوئی اور نکتہ ذہن میں نہیں آ رہا ہے۔ ذرا وضاحت سے کام لے، تیرے سامنے میں غبی ہو جاتا ہوں، مجھے کچھ ہوش نہیں رہتا۔"

"جابر بن یوسف! اے ذہین اور بہادر شخص...."

"شخص کہہ کے اجنبیت کا اظہار نہ کر۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"اے جنوں کار! تو نے کیسے سمجھ لیا کہ اب تو ہی تو ہے؟ تو نے یہاں آنے میں عجلت سے کام لیا۔" اُس کی آواز میں بتدریج اعتماد اور تحکم آتا جا رہا تھا۔

"میں نے سچ جانا۔ اب کون یہاں میرا ہمسر ہے؟"

"یہی تیری نادانی ہے۔ تو نے ہر طرف سونگھ کر نہیں دیکھا اور تو نے اِس نظام کی علّت پر غور نہیں کیا جو صدیوں سے قائم ہے۔ تیرے پاس غیر معمولی ماورائی قوتیں ہیں مگر تو اسباب و علل کی مبادیات سے اب تک نا آشنا ہے۔"

"کیا تیرا مقصد ہے کہ مجھے تیرا ہم قد ہونے کے لیے کچھ اور آزمائشوں میں پڑنا چاہیے؟ ابھی حجت باقی رہ گئی ہے؟"

"نہیں، تو پہلے بھی اس کے برابر بیٹھنے کا اہل تھا مگر تیری آنکھوں نے اس کے پیروں میں زنجیریں کیوں نہیں دیکھیں؟" وہ کرب سے بولی۔

"زنجیریں؟ میں انھیں توڑ دوں گا۔"

"ابھی تو تو نے اپنے سامنے کی چیزیں نہیں پہچانی ہیں۔ تیرا یہ دعویٰ قبل از وقت ہے۔ دیکھ، مطلع صاف نہیں ہے، اسی لیے تجھے مشورہ دیا جا رہا ہے کہ تحمل اور سنجیدگی سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے اور احتیاطاً وہ تمام اندیشے ختم کر دے جو کبھی تیرے لیے سدِ راہ بن سکتے ہیں، وہ طاقتیں، وہ منحرف قوتیں جو اس وقت بھی تیرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔"

"کون؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کون؟ تیرا اشارہ کس طرف ہے؟"

پھر اچانک مجھے خیال آیا، کہیں اُس کی مراد سنرنگا کی پُراسرار دیوی سے تو نہیں ہے؟ میں نے وضاحت کے لیے اُس کا نام نہیں لیا اور یہاں آنے سے پہلے سنرنگا کے غار کا وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا جب میں نے دیوی کو ازراہِ تفنن اپنے سحر سے سلاخوں میں قید کر دیا تھا۔ اُس وقت غار میں نادیدہ طاقتیں اُس کی جانب لپکی تھیں۔ میں اگر دیوی کو بہ عجلتِ تمام آزاد نہ کر دیتا تو وہ نہ جانے کن مصائب سے دوچار ہو جاتی؟ اسی لمحے میرے ذہن کے اندھیرے میں یہ نکتہ روشنی بن کے چمکا تھا کہ میری سرفرازی کا سبب میری ریاضتیں، ذہانتیں، معرکوں اور آزمائشوں کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ دیوی سنرنگا کی پُراسرار دیوی جب میں آقابلا کے قصر کی طرف چلا تھا تو اِس خیال سے آسودہ تھا کہ دیوی اب بھی موجود ہے اور بزرگ سنرنگا میرا محترم دوست ہے۔ اس کی تعلیم اور اعانت نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا ہے لیکن قصر میں آنے اور آقابلا کا بلاخیز نظارہ کرنے کے بعد میرے اعصاب گرفت میں نہیں رہے۔ اِن پر آقابلا کے جمال کا سحر طاری ہو گیا تھا۔

آقابلا جن اندیشوں اور طاقتوں کی طرف اشارہ کر رہی تھی، اُن میں دیوی سرِفہرست ہوگی۔ ایک بار شوالا سے معرکہ آرائی کے دوران میں آقابلا نے دیوی کو شیشے کے ایک جار میں بند کر دیا تھا۔ ظاہر ہے تاریک بزرگِ اعظم کے ساحروں کے لیے دیوی کا وجود ناقابلِ برداشت ہوگا۔ اس کا خیال آنے کے بعد میں نے اپنے اندر زیادہ اعتماد محسوس کیا اور آقابلا کو اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے اپنے بازو پھیلا دیے۔ وہ سمٹ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ دوسرے ہی لمحے

احساس ہوا کہ میرے صدق میں ملاوٹ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے آقابلا کی ہیں نظر میں آنے والے دنوں میں دیوی کو میرے لیے خطرہ سمجھتی ہوں؟ نگا بھی کسی لمحے اپنا رویّہ تبدیل کر سکتا ہے۔ وہ اس زمین سے وفادار نہیں ماوراب تک مہذب دُنیا واپس جانے کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ توری میں ی کی موجودگی آقابلا کے لیے گرانی کا سبب ہے۔ مجھے سنرنگا کو مہذب دُنیا میں یں بھیج دینا چاہیے۔ وہ اپنی دیوی کو لے کے واپس چلا جائے۔ مجھے آقابلا روح کی خوشنودی کے لیے یہ ایک ناپسندیدہ کام بھی کرنا ہوگا۔ جیسا کہ میں نے کا مجسمہ واپس کر کے کیا تھا۔

"میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے اُس کی کمر کے دونوں جانب ر رکھ کے اُسے اُٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ میرے ہاتھوں میں بش سی ہونے لگی۔

اُس نے میری جسارت پر ایک سسکاری بھری اور تڑپ کر میری ت بُود سے آزاد ہو گئی۔ اُس نے تیزی سے اپنا ہاتھ اُٹھایا۔ اسی ثانیے ن میں مہربان آواز نے گھبرائے ہوئے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ "وہ دیکھ، ا رہا ہے۔"

میں نے مڑ کے دیکھا۔ میری پشت پر نصب طلسمی عکس نما میں سمندر کا منظر شتیوں کا ایک لشکر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کے ششدر ا اور میں نے قریب جاکے غور سے دیکھا۔ ریاجن اچھلتی کودتی لہریں روندتا طوفان کی طرح جزیرۂ توری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ غصّے اور جلال سے میری یاں بھنچ گئیں۔ ریاجن۔ وہ فرعون ابھی تک باز نہیں آیا۔ وہ سچ کہتی ہے نے یہاں آنے میں عجلت کر دی۔ مجھے ریاجن کے سر کا تحفہ لے کے اس کی ت میں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اس سے عہد کرنے کے لیے رُخ بدل کے ر پر نظر کی تو وہ خالی پڑی تھی، وہ جا چکی تھی۔ میں اُس کے تعاقب میں قصر ہر گوشے میں جا سکتا تھا لیکن میں نے صبر کر کے خود کو اس ارادے باز رکھا۔ ایک مرتبہ جالموش نے میری آرزوؤں کی یہ محفل درہم برہم کر دی تھی۔ ریاجن بڑھا چلا آ رہا تھا۔ شاید اُسے خبر ہوگی کہ میں آقابلا کی خلوت میں ہوں اور کوئی لمحہ جا رہا ہے کہ وہ خود کو میرے سپرد کر دے۔ اُن میں سے کوئی یہ ت نہیں کر سکتا کہ وہ کسی ایک پر اپنی نوازشیں مخصوص کر دے اور جارا کا کا۔ وہ خوب صورت نوجوان۔ بہرحال مجھے اِس وقت اپنا ذہن معطل نہیں کرنا چاہیے مکن و استقامت سے نوشتۂ تقدیر کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں نے حسرت وہ مسند دیکھی جہاں ابھی ابھی وہ جلوہ گر تھی۔ پھول فرش پر بکھرے پڑے تھے۔ نے انھیں مٹھی میں اُٹھایا اور اُس کی مسند کو ایک والہانہ بوسہ سپرد کیا۔ "میں ا ہوں۔ مجھے جانا چاہیے۔" میں بھاری قدموں کے ساتھ اُس ایوان سے باہر ا اور گردن جھکائے قصر کے دروبام اور نازنینوں کے درختوں کے درمیان سے تا ہوا توری کے ساحل کی طرف جانے والے راستے پر گام زن ہو گیا۔

جنگل میں آ کے میں نے فی الفور اپنے نائب قارنیل سے روحانی رابطہ قائم کیا اور حکم دیا کہ وہ ہر جزیرے پر منادی کرا دے کہ انگروما کا باغی ریاجن اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایک بار پھر توری کے ساحل پر لنگرانداز ہوا چاہتا ہے۔ تمام برگزیدہ ساحر توری کی طرف کوچ کریں۔ مجھے یہ حکم دیے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ توری کے جنگل میں نقارے بجنے لگے تاکہ غاروں میں بیٹھے ہوئے عابد باہر آ جائیں۔ قارنیل نے جالموش کا وہ گجر بجا دیا تھا جو اُس کی جھونپڑی میں رکھا ہوا تھا اور جس کی آواز اس وسیع و عریض زمین کے ہر گوشے میں پہنچ جاتی تھی۔ یہ ایک کامل طلسمی نظام تھا۔ حیرت کی بے شمار منزلیں گزر گئی تھیں، اس لیے میں کسی استعجاب کے بغیر حیرت انگیز طلسمی زاور کا ذکر کر جاتا ہوں۔ اس سرسری پن سے غلو کا گمان ہوتا ہوگا۔ سب سے بڑا مبالغہ تو خود تاریک بزرگِ اعظم تھا۔ مہذب دُنیا کے لوگ مشکل سے اس مبالغہ آمیز صداقت پر یقین کریں گے۔ یہاں آ کے خود میری رائے مہذب دُنیا کے بارے میں بدل گئی تھی۔ تہذیب بھی ایک مبالغہ ہے۔ بہرحال یہ ایک علیحدہ مبحث ہے۔ خواہش تھی کہ ریاجن سے تنہا جنگ کروں۔ برائے احتیاط میں نے قارنیل کے ذریعے ساحروں میں منادی کرا دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ آقابلا اپنی خلوت سے اُٹھ کے فوراً جارا کاکا کے مجسمے کے پاس گئی ہوگی۔ وہ ریاجن کی یلغار سے نمٹنے کے لیے بڑی سرگرم اور فعّال ہوگی۔ میں نے اسی لیے جارا کاکا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ مجھے ریاجن کا سر درکار تھا اور یہ اُسی وقت ممکن تھا جب وہ سمندر میں ڈوب جانے کے بجائے جنگ کرتا ہوا خشکی پر آ جائے۔ میں تنہا ہی ساحل پر ریاجن کا انتظار کرنے کے لیے جا نکلا۔ سمندر خاصا برہم تھا۔ لہریں آسمان کی جانب اُٹھ اُٹھ کے بار بار پسپا ہو جاتی تھیں اور اپنی کوششوں سے باز نہیں آتی تھیں۔ سمندر کی لہریں اُن چیونٹیوں سے مختلف نہیں ہوتیں جو گرتی ہیں، اُٹھتی ہیں اور پھر اپنے راستے پر چل دیتی ہیں۔ میں بھی ایک سمندر تھا، کبھی اُبھرا، کبھی ڈوبا۔ ایک چٹان پر خاموشی سے بیٹھ کے میں کنکر سمندر میں پھینکنے لگا جیسے مجھے کوئی کام نہ ہو اور میں اس سرزمین کا سب سے ناکارہ شخص ہوں۔ خشکی میں کچھ دور جانے کے بعد ایک خلقت میرے اشاروں کی منتظر تھی لیکن اب تعمیلِ حکم کی کشش ہی ختم ہو گئی تھی۔ کیوں حکم دیا جائے اور کیوں تعمیل کرائی جائے؟ میرے وہاں جانے سے خشکی پر رینگنے والی زندگی میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوگا۔ توری کے لوگوں نے مجھے ایک عرصے سے نہیں دیکھا تھا۔ فلرا کے ذریعے جب انھیں میری آمد کی خبر ہوئی ہوگی تو وہ سب بے تاب ہو گئے ہوں گے۔ میں آبادی کی طرف منہ کر کے اُن سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرتا تو وہ چشم زدن میں یہاں موجود ہوتے مگر کیوں؟ انھیں کیوں بلایا جائے؟ اُن سے تعلق کی تجدید کیوں کی جائے؟

آقابلا نے جسم میں دراڑیں ڈال دی تھیں۔ اس ویرانے میں میری نگاہ کے اُفق پر ایک لمبی چوڑی بساط بچھی ہوئی تھی جہاں جارا کاکا ایک کونے میں محفوظ کھڑا تھا، مسکراتا ہوا اور آنکھوں میں شرارت بھرے ہوئے۔ میرا جی چاہا اُس کی جگہ بدل دوں۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ توجہ منتقل کرنے کے لیے میں نے ہر ہیکا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ ریاجن کی کشتیاں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ میں چٹان پر ڈھیر ہو گیا اور لیٹ کر کھلا آسمان گھورنے لگا۔ پھر یک بہ یک میں نے

آنکھیں بند کر لیں اور اپنے نہاں خانے میں روپوش ہو گیا۔ میں بھی کتنا عجیب ہوں کیسا بدل گیا ہوں۔ میں نے آکسفورڈ میں پڑھا تھا، کیسا ذی ہوش، چاق و چوبند خوش اطوار یار باش اور معقول مند نوجوان تھا۔ میں چار کمروں کا ایک مکان تھا جس میں ہم سب دندنایا کرتے تھے۔ زندگی کا وہ میلا ایک خواب تھا یا یہ دوسرا میلا ایک خواب ہے؟ کون جانے؟ کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ایک شخص ایسے اندھا مل ہو جائے گا کہ پتہ بھی نہیں چلے گا، مختلف شاخوں پر بیٹھنے اور نئی نئی کلیوں کا رس چوسنے کی عادت تھی۔ مزاج میں تنوع اور تلون تھا۔ سب کچھ بدل گیا۔ بدل ہی جانا چاہیے تھا۔ میرے پاس ایک طاقت ور دلیل ہے۔ آقا بلا کی دلیل۔ اس کا نام آتے ہی دل کے ساز بج اٹھتے ہیں۔ بس اس کا تصور کیا جائے کیونکہ اس سے لطیف اور خوش نما مشغلہ کوئی نہیں ہے۔

"مقدس جابر!" کسی نے مجھے آواز دی۔ میں نے چونک کر دیکھا بوڑھا سرنگا اپنی لمبی داڑھی اور خمیدہ کمر کے ساتھ کھڑا تھا۔

"کیا ہے؟" میں نے الجھ کر کہا۔ "سرنگا! تم یہاں کیسے آگئے؟"

"عزیز جابر! شاید تجھے میری ضرورت ہے۔"

"ممکن ہے کبھی پڑے۔ اس وقت تو میں ریماجن کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"تو مقدس آقا بلا کے قصر کی طرف گیا تھا؟" اس نے شفقت سے پوچھا۔

"ہاں وہیں سے آ رہا ہوں۔" میں نے اُنھی سے کہا۔

"تو ریماجن کو تنہا شکست دینے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

"یہی سوچ رہا ہوں۔" میں نے آہستگی سے مختصر جواب دیا۔

"کیا میں تیرے پہلو میں کھڑا نہیں ہو سکتا؟"

"میرے عقب میں تاریک بر اعظم کے ساحروں کی بے شمار فوج ہے، تم اپنے غار میں سکون سے بیٹھو اور اپنی دیوی سے خوش گپیاں کرو۔"

"عزیزِ من جابر! تو مجھ سے ناراض معلوم ہوتا ہے؟"

"میں خود سے ناراض ہوں محترم سرنگا! جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ ریماجن سے نمٹنے کے بعد میں مہذب دنیا میں تمھاری واپسی کے متعلق سوچوں گا۔ تم اپنی لڑکی اور مہذب دنیا کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ چلے جانا۔ شاید اب تمھارے سامنے کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ میں تمھیں یہ مژدہ سناتا ہوں۔" میں نے کرب سے کہا۔

"اور تو؟" سرنگا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تو یہاں سے واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتا؟"

"میں کہاں جاؤں گا سرنگا؟ اسے چھوڑ کے کہاں جاؤں گا؟"

"کیا تو سمجھتا ہے ہم تیرے بغیر واپس چلے جائیں گے؟" سرنگا نے ملامت سے کہا۔ "ہم تجھے ساتھ لے کے جائیں گے۔"

"مہذب دنیا کے لیے میں مر چکا ہوں۔ اب میرے پاس ایک طویل زندگی پڑی ہے۔ یہاں رہ کے میں اس کے قریب رہوں گا۔ بوڑھے سرنگا! تم کبھی مجھ سے مطابقت نہیں رکھ سکتے۔ بس تم خاموش ہو جاؤ۔" میں نے تلخی سے کہا۔

"میں تجھے خوب سمجھتا ہوں میرے لائق بیٹے! میں تیری خاطر غار سے باہر آگیا ہوں اور تجھ سے درخواست گزار ہوں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میرے بوڑھے مشورے ضرور سن لے۔"

"سرنگا! میرے سامنے درمیانی راہ نہیں ہے۔ میں قطبین پر موجود ہوں گا، اس سرے پر کبھی اس سرے پر۔ درمیان کی جگہ تمھاری ہے۔"

"درست ہے درست۔" وہ سر ہلا کے بولا۔ "میں تیرے سلسلے میں طور پر سنجیدہ ہوں۔ اگر تجھ سے عقل و ہوش چھن گیا ہے تو میرا دماغ ابھی صحیح ... اور میں اسی لیے غار چھوڑ کے آگیا ہوں۔"

"تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کتنی عجیب بات ہے کہ تو مجھ سے یہ بات پوچھ رہا ہے۔"

"اگر تمھاری مراد دیوی سے ہے سرنگا! تو میں تمھیں یقین دلاؤں کہ میں ... سے بہت دور جا چکا ہوں۔"

"یہی تو تیری کوتاہی ہے میرے نادان بچے! حیرت ہے تجھے ... عظمت کا عرفان نہیں ہے۔"

"تم صرف غار میں بیٹھے رہے ہو جب کہ میں اس طلسمی دنیا کا چشم ... ہوں۔ میں جہاں جہاں پہنچا ہوں تمھارا تصور بھی وہاں نہیں جا سکتا۔"

وہ پُراسرار بوڑھا مسکرانے لگا۔ "میری جان!" اس نے میرا شانہ تھپک ... کہا۔ "میں تجھ سے بحث کرنے نہیں، تیری مدد کرنے آیا ہوں۔ سردست یہ بوجھ ... میں ڈال دے اور مجھے یہ بتا کہ تو نے ریماجن سے معرکہ آرا ہونے کے بارے میں ... تدبیر سوچی ہے؟"

میں نے برہمی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ "مجھے تمھاری بزرگی پر ... اوقات ترس آتا ہے۔ ضروری نہیں کہ تم ہر معاملے میں طاق اور ہر فن میں ..."

سرنگا خاموش رہا۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ "اس کے آنے میں ابھی دیر ہے۔ ... خیال ہے سمندر کے بجائے ہمیں خشکی پر اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ تور... زمین اس کے لیے کھول دینی چاہیے۔ دیکھیں وہ کہاں تک بڑھتا ہے؟"

سرنگا مراقبے میں چلا گیا اور کچھ دیر بعد بڑبڑا کے بولا۔ "وہ کبھی ... نہیں اترے گا۔ وہ ایک زیرک ساحر ہے۔"

"کب تک؟ جب مدتوں اُسے ساحل پر کوئی نظر نہیں آئے گا کب تک انتظار کرتا رہے گا؟ ایک دن اُسے آنا ہی ہوگا۔ میرے پاس ... کی کمی نہیں ہے۔"

"تو اس طرح سوچ رہا ہے۔" سرنگا پُرخیال لہجے میں بولا۔ "... جنگ کی طرح جنگ کر، خطرے مول مت لے۔ اپنے عظیم الشان لشکر کو آ..."

میں نے اُس سے اُلجھنا مناسب نہیں سمجھا اور چٹان کے ... کے اُس کی موجودگی سے بے خبر ہو گیا۔ سرنگا کا گزشتہ مثبت رویہ میرے سامنے ... تو میں اس کی بدزبانی انحراف اور سرکشی پر محمول کرتا۔ وہ دانا و بینا شخص برہمی دیکھ کے چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے اپنی مورتی ... اور اُسے عقیدت سے پیار کرنے لگا۔ اس کے یہ اعمال میرے لیے لغو تھے ... میں نے منہ پھیر لیا۔

میں اور وہ ساری رات ساحلی چٹان پر بیٹھے رہے۔ میں سمندر ...

... اور میری پشت پر تاریک بر اعظم کا عظیم الشان لشکر جمع ہو گیا۔ علی الصباح دور ... در میں ٹمٹماتی مشعلیں نظر آئیں اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ریماجن کی کشتیاں ... ری کی ساحلی حدود میں داخل ہو گئیں۔

میں نے اپنی سستی دور کرنے کے لیے کئی انگڑائیاں لیں اور ہڈیاں چٹخاتا ... ل بجاتا ہوا چٹان پر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف نظر دوڑائی۔ تا حدِ نظر سمت ... تاریک بر اعظم کے ممتاز ساحروں کا ہجوم میرے اشارے کا منتظر تھا۔ سرنگا میرے ... ہی بھٹکتا رہا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ کسی مزاحمت کے بغیر توری کا ساحل کھلا ... کے ریماجن کو اندر آنے کا موقع دیا جائے اور دور خشکی میں اس سے ایک ... فساد کیا جائے۔ اس بار میں انگرما کے کسی ساحر کو فرار ہونے کی مہلت دینے ... قائل نہیں تھا۔ باغیوں کی یہ سرزمین مکمل طور پر نیست و نابود ہونے کے بعد ہی ... آقا بلا کی خدمت میں اعتماد اور اطمینان سے جا سکتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں میں نے آج تک کسی شخص سے اتنی نفرت نہیں کی تھی جتنی ریماجن سے کی۔ بظاہر میں نہایت سکون سے اس کا انتظار کر رہا تھا مگر بباطن غصے اور غضب کا ایک آتش فشاں کھول رہا تھا۔ میں نے سرنگا کی بات مان لی کیونکہ وہ اور مہذب دنیا کے ساتھی طویل انتظار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ نہ جانے کب تک ریماجن اندر آنے سے کتراتا رہے؟ ممکن ہے ایک زمانہ بیت جائے۔ مہذب دنیا کے لوگوں نے میری طرح شربتِ حیات نہیں پیا تھا اور اب ان کی جلد از جلد واپسی ہی میرے حق میں بہتر تھی۔

سمندر میں ایک فاصلے پر انگرما کے باغیوں کی کشتیاں ٹھہر گئیں۔ وہ ساحل پر ہمارے لشکر کا اندازہ لگا رہے تھے۔ انھیں یقیناً حیرت ہوگی کہ ہم نے حملہ کرنے میں پہل کیوں نہیں کی؟ اس سے قبل کہ وہ اپنے طلسمی نیزے ہماری طرف اچھالتے میں نے بلند آواز میں ریماجن کے لشکر کو مخاطب کیا۔ میں اتنے فاصلے کے باوجود اپنی آواز ان تک پہنچانے کی قدرت رکھتا تھا۔ "انگرما کے سابق دوستو! جابر بن یوسف تمھارا ... رفیق تم سے مخاطب ہے۔ میں توری کے ساحل پر تمھارا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آؤ اندر آؤ، ہماری میزبانی کا لطف اٹھاؤ۔ مقدس آقا بلا سے نفرت کا وتیرہ چھوڑ دو کیونکہ اسی میں تمھاری فلاح ہے۔ تم نے سن لیا ہوگا کہ مقدس جبارا کاملا نے مجھے یہاں کے تمام جزیروں کا ساحرِ اعظم مقرر کر دیا ہے۔ خود تم نے انگرما میں میری طاقت، ذہانت اور مجھ پر دیوتاؤں کی نوازش کا مشاہدہ کیا ہے۔ تمھیں یہ بھی یاد ہوگا کہ میں نے زحل کے زنداں سے روحیں آزاد کر دی تھیں اور انھوں نے کھلی فضا میں میرے احکام کی تعمیل کی تھی۔ میری بات سن لو۔ تمھارا ایک بڑا لشکر پہلے ہی تباہ ہو چکا ہے اور تم ایک زمانے سے ان لذتوں سے محروم ہو جو یہاں ہمارے علاقوں اور تمھاری سابق زمینوں میں موجود ہیں۔ اگر تم لڑنے کے لیے آئے ہو تو میں تمھیں ایک مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں۔ یہ خیال ترک کر دو اور آؤ میرے پاس آؤ۔ میں تمھیں امان دیتا ہوں۔ یہاں کی نئی حوریں اور پرانی شرابیں تمھاری منتظر ہیں اور یہاں کے باشندوں کو غیر معمولی آزادی حاصل ہے کیونکہ یہاں کا ساحرِ اعظم اب [illegible] جابر نہیں۔ تم میری آواز سن رہے ہو؟" میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلا کے پوچھا۔

"جابر بن یوسف!" ریماجن کے بجائے اس کے ترجمان معمر لارما نے دوسری طرف سے جواب دیا۔ "تم نے مقدس ریماجن سے کیا ہوا عہد توڑ کے بدعہدی کا ثبوت دیا ہے۔ اب جزیروں کی تقسیم کے بغیر ہمارے درمیان کسی قسم کی مفاہمت ممکن نہیں ہے۔ میں ریماجن کی طرف سے تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم کشت و خون نہیں چاہتے تو اپنے عہد کے مطابق جزیرے تقسیم کر لو پھر آقا بلا کے قصر کی جانب قدم اٹھانے کی کوشش کرنا۔"

"بدبخت لارما!" میں نے حقارت سے کہا۔ "میری فراخ نظری اور وسیع القلبی سے غلط نتیجہ اخذ مت کر۔ اپنے گونگے ساحرِ اعظم ریماجن سے کہہ کہ بدعہدی اس نے کی ہے۔ اس نے بیزنار کے ساحل پر معاہدے کے باوجود مقدس آقا بلا کا مجسمہ مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تھی۔ کیا تو اور تیرے ساحر وہاں موجود نہیں تھے؟"

"خاموش رہ بدزبان جابر! تو اپنے پہلے معاہدے سے منحرف ہوا پھر تو نے ہم پر اعتبار نہیں کیا۔" دفعتہً ریماجن کی خوف ناک آواز گونجی۔ "تو نے مجسمہ اپنی تحویل میں رکھ کے ہمیں آقا بلا سے اپنی شرطیں منوانے کا موقع نہیں دیا۔ تو انگرما کے لشکر کو بیزنار کے ساحل پر چھوڑ کے تنہا یہاں آگیا اور بلا شرکتِ غیرے تمام جزیروں کا مختار بن بیٹھا جب کہ تو جانتا تھا کہ ہم نے تیری خاطر آقا بلا کی سرفرازی قبول کر لی تھی۔"

"ریماجن! او بدعہد بوڑھے ساحر! تو نے میری خاطر نہیں، اس مجسمے کی خاطر ایسا کیا تھا جسے تو برباد کرنے کی آرزو میں پامال ہو رہا تھا اور تیرے ساحر تھک گئے تھے۔ تو یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ میں ہی اس کام کے لیے موزوں شخص ہوں کیونکہ مجھے دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔ تو نے دیکھا کہ میں ریت کی آندھی عبور کر گیا؟ اور تو دیو چٹانوں سے اپنا سر پھوڑتا رہا۔ تسلیم کر لے کہ دیوتا میرے ساتھ ہیں ورنہ وقت نکل جائے گا اور پھر کہیں تجھے امان نہیں ملے گی۔"

"آہ۔ تو اپنے آپ کو پہچاننے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا ہے بدبخت! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ پر دیوتاؤں کی یہ پیہم نوازشیں تیری ریاضت اور ذہانت کے سبب سے ہیں؟" ریماجن چیخ کر بولا۔

"یہ تجھے ابھی معلوم ہو جائے گا۔" میں نے طیش میں جواب دیا۔ "مسلسل ناکامیوں سے تیری عقل ضائع ہو گئی ہے۔ تجھے سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ تیرا انجام میرے ہاتھ لکھا ہے۔ میں تجھے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے رفیق ساحروں کے ساتھ ایسا پہلا اور آخری سلوک کرتا جا۔ کیوں ان سب کو اس معرکے کے جہنم میں جھونکنا چاہتا ہے؟ آ، میں اور تو تنہا مقابلہ کر لیں۔ ان بے گناہ ساحروں کو کیوں پریشان کرتا ہے؟"

جواب میں نیزوں کا ایک طوفان ہماری جانب بڑھا۔ مجھے امید تھی کہ ابھی جنگ کے آغاز میں دیر ہوگی۔ میں ریماجن کے رفیق ساحروں کے پائے استقامت ڈگمگا دینا چاہتا تھا، اس لیے میں نے انھیں توری پر خوش آمدید کہنے، اپنی طاقت سے ڈرانے، اپنے بارے میں دیوتاؤں کی تائید کا یقین دلانے اور

ریاجن سے تنہا جنگ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ریاجن میری تدبیر تک پہنچ گیا اور اس نے میری مزید برتری سے بچنے کے لیے اچانک حملہ کر کے کھلبلی مچا دی۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا، آگے کی صفوں میں کھڑے ہوئے ہمارے متعدد ساحر مارے گئے۔ میں نے جلد از جلد چٹان کا وہ حصہ محصور کیا جہاں میں اور سزنگا کھڑے تھے۔ یہی عمل دوسرے ساحروں نے بھی کیا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ریاجن کی طرف سے دوسرے حملے جاری ہوں ہماری طرف سے نیزوں کی بارش ہوئی۔ میں نے قازیل کو اپنے پاس بلایا اور اسے وہیں کھڑے رہنے کا حکم دیا تاکہ وہ میرے احکام ساحروں کو منتقل کرتا رہے۔ باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ جنگ گزشتہ جنگوں سے مختلف نہیں تھی مگر بڑی تشدد اور تیز تھی۔ آغاز ہی میں شباب پر آ گئی۔ ریاجن کے ساتھ اب بہت کم رہ گئی تھیں۔ پہلے ہی بیزنار کے ساحل پر اس کے لشکر کا خاصا معقول حصہ کام آ چکا تھا۔ وہ مجھ پر شدید حملے کرتا اور میں اس کا توڑ کرتا اور ہر حملے کا حوصلے سے جواب دیتا رہا۔ میں نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے دیوتاؤں کے تمام زیور سے کام لینا شروع کیا۔ جلد فضا میں ہر سمت آگ، دھواں اور دھند چھا گئی۔ شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ چند ساعتیں گزری تھیں کہ اس طلسمی جنگ کا نتیجہ سامنے آنے لگا۔ ریاجن کی طرف سے حملوں کی شدت میں کمی ہوتی نظر آئی۔ اس وقت توری کے ساحل پر خون اور آگ کے درمیان تاریک براعظم کے ساحر بڑھ چڑھ کے اپنے جوہر دکھا رہے تھے۔ نت نئے سحر پھونکے جا رہے تھے۔ جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ میرا لشکر حاوی آنے لگا ہے تو میں ساحرانہ اعمال ترک کر کے ایک تماشائی کی طرح جنگ کے ہولناک مناظر دیکھنے لگا۔ ریاجن کی بہت سی کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئی تھیں اور اس کے لشکر میں افراتفری اور بددلی پھیلی ہوئی تھی۔ ریاجن اور اس کے بااعتماد رفیق اپنے ساتھیوں کو للکار رہے تھے لیکن ان میں تیزی اور جوش مفقود ہو چکا تھا۔ میں نے اسی لمحے قازیل کو حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے کیے جانے والے حملوں کی شدت میں کمی کر دے اور سمندر میں آگے بڑھنے کے بجائے خشکی کی طرف پسپا ہوتا رہے۔

یہ ایک عجیب حکم تھا۔ قازیل نے اسے حیرت سے سنا۔ اس نے بوڑھے سزنگا کی طرف دیکھا کہ شاید وہ درمیان میں دخل دے کے مجھے سمجھائے مگر سزنگا خاموش کھڑا رہا۔ قازیل کو مجبوراً میرا حکم جوشیلے ساحروں کو منتقل کرنا پڑا۔ ان میں ایک اضطراب پھیل گیا اور ان سب کی سوالیہ نظریں میری جانب اٹھ گئیں۔ میری طرف سے کوئی ردِ عمل نہ دیکھ کے انھوں نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور اپنے عملیات میں بھی کمی کر دی۔ اس کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ ریاجن کے زوال آمادہ لشکر میں جیسے کسی نے برقی رو دوڑا دی۔ ان کا جوش اور غضب پہلے سے کہیں زیادہ شدید ہو گیا اور ان کے بے شمار طلسمی نیزوں نے میرے پسپا ہوتے ہوئے رفیق ساحروں کی ایک بڑی تعداد ساحل پر ڈھیر کر دی۔ قازیل نے جنگ کی اس نازک صورتِ حال پر میری توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی مگر میرا سکون دیکھ کے وہ خاموش ہو گیا۔ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا تھا۔ ریاجن کی کشتیاں تیزی سے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہماری جانب سے حملوں کا زور کم ہو گیا تھا اور ساحر بے تحاشا خشکی میں اندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ادھر میں نے اپنے اطراف چٹان پر آگ اور دھوئیں کا ایک طلسمی دائرہ کھینچ دیا تھا جس کے اندر ریاجن اور اس کے ساحر میری نقل و حرکت کا جائزہ لینے سے قاصر ہو گئے تھے۔ ہاں، وہ ساحری کر کے اسے ختم کر سکتے تھے مگر انھیں اس کی فرصت ہی کہاں تھی؟ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ناقابلِ یقین منظر تھا۔ زمانوں سے دیکھے ہوئے ان کے حسین خواب کی تعبیر آج پوری ہو رہی تھی۔ تاریک براعظم کے ساحر بھاگ رہے تھے، ساحل پر ان کے نیزوں سے گر رہے تھے اور ان کے پھینکے ہوئے شعلوں سے خشکی پر آگ لگ رہی تھی۔ جب وہ خشکی کے نزدیک آ گئے تو میں نے قازیل کے ہاتھ پکڑے اور اسے چٹان سے نیچے لے آیا۔ قازیل دم بخود تھا۔ ہم جنگل کی طرف بڑھتے گئے اور ریاجن کا لشکر خشکی پر اتر آیا۔

"خوب۔" بہت دیر بعد سزنگا کی آواز آئی۔ "میرے لائق بیٹے! تو نے میری توقع سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آخر تو نے اسے خشکی پر کھینچ لیا۔"

"ہاں۔" میں نے بے نیازی سے کہا۔ "میں نے اسے دوبارہ سر شوری کرنے کی زحمت سے بچا لیا ہے۔ سمندر میں وہ بدخصلت آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔"

"لیکن تو اسے خشکی میں کہاں تک لے جائے گا؟"

"آبادی کے قریب اس میدان میں جہاں میں نے شوالا سے مقابلہ کیا تھا۔"

"وہ میدان ایسے کاموں کے لیے نہایت موزوں ہے۔"

"احتیاط کی ضرورت ہے عزیز جابر! خشکی میں وہ آبادی سے زیادہ قریب ہوگا اور خیال رہے کہ وہ کوئی معمولی ساحر نہیں ہے۔"

"تم مسلسل میری توہین کر رہے ہو۔" میں نے تلخی سے کہا۔

"نہیں۔" سزنگا نے گھبرا کے کہا۔ "میں تجھے احتیاط کی تلقین کر رہا ہوں۔ اب تجھے زیادہ توجہ صرف کرنی پڑے گی۔"

میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا، ریاجن کے ساتھی دیوانہ وار خوشی سے نعرے لگاتے، چیختے، چلاتے آگے بڑھ رہے تھے۔ قازیل اب تک میری اور سزنگا کی گفتگو سن رہا اور حیرت سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اب وہ کچھ زیادہ مستعد اور آسودہ نظر آ رہا تھا۔ میری ہدایت پر اس نے اپنے ساحروں سے رابطہ قائم کیا اور انھیں ایک جگہ اکٹھے ہونے کے بجائے جنگل سے دور نکل کے توری کے بڑے میدان کے اطراف پھیلنے کا حکم دیا۔ میری دوسری ہدایت پر اس نے بہت سے ساحروں کو جنگل کے اس راستے پر طلب کر لیا، جہاں ابھی ریاجن کا لشکر داخل نہیں ہوا تھا اور جہاں سے ہم آسانی کے ساتھ دوبارہ ساحل پر جا سکتے تھے۔ جیسے ہی ریاجن جنگل میں داخل ہوا، ہم اپنی سمت بدل کے ساحل پر آ گئے۔ اب فتح کے نشے میں چور انگروما کے باغی درمیان میں تھے اور جنگل کے اس طرف اور اس طرف تاریک براعظم کے ساحر موجود تھے۔ میں نے ساحل پر کھڑے ہو کے جنگل میں آگ لگانے کا عمل شروع کیا اور کسی تردد کے بغیر صحرائے زارشی کی شپالی درختوں میں پھینک دی۔ آگ کے شعلے وحشیانہ انداز میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک پھیل گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی۔ ریاجن کے جو ساتھی پیچھے رہ

گئے تھے وہ آہ و بکا کرتے ہوئے واپس ساحل کی طرف آنے لگے جہاں ہمارے ساحر پہلے سے ان کے منتظر تھے۔ انھوں نے طلسمی نیزوں سے ان کے جسم چھلنی کر دیے۔ جنگل کے اس کے پار آبادی کی جانب بھی یہی ہوا۔ جلتے ہوئے جنگل میں ریاجن کے لشکر کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔ جو لوگ اِدھر اُدھر پناہ کے لیے بھاگے، انھیں ایک پل کی بھی مہلت نہیں دی گئی۔ انگروما کے صرف چند ساحر جنگل کی اس آگ سے بچ سکتے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ ریاجن کو یہ آگ بجھانے کے لیے کسی قدر وقت کی ضرورت ہوگی۔ یہ شپالی کی آگ تھی۔ اس دوران میں ہم انگروما کا بڑا لشکر ختم کر کے ان کی طاقت نصف سے کم کر سکتے ہیں۔ تو مجھے اپنے اس عمل میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور یہ سب اس وجہ سے بھی ہوا کہ میں نے بیشتر اوقات خود کو جنگ سے عملاً علیحدہ رکھا۔ کچھ دیر بعد ریاجن جنگل کی آگ بجھانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہی متوقع تھا۔ ہم نے دونوں اطراف سے جنگل میں داخل ہونا شروع کیا اور دو بدو جنگ ہونے لگی۔ مجھے ریاجن کی تلاش تھی اور میں درختوں درختوں سزنگا اور قازیل کے ساتھ اس کی بو سونگھتا پھر رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو شاید پھر کسی حصار میں محفوظ کر لیا تھا جو میری نظروں کے احاطے میں نہیں آ رہا تھا۔ ادھر جنگل میں چیخوں، آہوں اور فریادوں کا ایک شور بپا تھا۔

بہت دیر ہو گئی۔ میں ریاجن کی تلاش میں ناکام رہا تو سزنگا نے ایک جگہ میرا ہاتھ پکڑ کے روک لیا۔ "جابر! تو ریاجن کو اس طرح دست یاب نہیں کر سکتا۔ اگر دیر ہو گئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے ناراضی سے کہا۔

"تیرا بوڑھا دوست تیرے کام آ سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟ یعنی تم جانتے ہو کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے؟"

"میں نہیں، میری محترم دلوی جانتی ہے۔"

"تمھارا مقصد ہے کہ میں دلوی کی اعانت کے بغیر اسے تلاش نہیں کر سکتا؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"کر سکتا ہے لیکن تو تاخیر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"ضرور۔" اس نے مسکرا کے کہا۔ "میں چلا جاتا مگر مجھے معلوم ہے، تجھے میری ضرورت پڑے گی۔"

"میں اس وقت بھی تمھیں زحمت نہیں دوں گا۔"

"کیسی نادانی کی باتیں کرتا ہے عزیز جابر! کتنے مشکل موقعوں پر دلوی تیرے کام آئی ہے۔ دلوی کی طاقت لازوال ہے۔ تو اس سے مدد کی درخواست کرنے کے بجائے ضد سے کام لے رہا ہے۔ تجھے تو اس وقت اپنے ہر اس دوست سے مدد لینی چاہیے جس کے ہاں ذرا سا بھی امکان ہو۔"

"مگر میں یہ معرکہ خود سر کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور تو بھول رہا ہے کہ دعوا کرنے کی منزل دلوی کی اعانت کے بغیر نہیں آ سکتی تھی۔" سزنگا نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم میرا اعتماد متزلزل کرنے کی فکر میں ہو۔ شاید تم لاشعوری طور پر مجھ سے حسد کرنے لگے ہو سزنگا! تمھاری دلوی تمھیں مہذب دنیا میں واپس نہیں لے جا سکی۔"

"میرے عزیز جابر! تو مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ میں نے تیرے متعلق ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔" سزنگا کی آواز رندھنے لگی۔ "میں اس وقت تجھ سے ناراض ہونا نہیں چاہتا۔"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے جھنجلا کے کہا۔ "تمھاری دلوی کہاں ہے؟"

"وہ تیرے پہلو میں موجود ہے۔" سزنگا نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ کیا کہتی ہے؟"

"دیکھ۔ وہ کس طرف اشارہ کر رہی ہے۔" سزنگا نے کہا۔ میں نے دیکھا دلوی واقعی میرے پہلو میں موجود تھی اور اپنی تمام تر طاقتوں کے باوجود مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ خود بخود میری نظریں ممنونیت کے انداز میں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ ایک جانب اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے دیر نہیں کی۔ دلوی ہمارے پہلو بہ پہلو بگولوں کی طرح زمین پر اڑ رہی تھی۔ سزنگا کے جوش کا عالم ناقابلِ اظہار تھا۔ جنگل میں کئی طرف سے ریاجن کے ساحروں نے ہم پر حملہ کرنے کی گستاخی کی اور انھیں عبرت ناک موت نصیب ہوئی۔ "وہ دیکھ۔" سزنگا چیختا ہوا بولا۔ "وہ ایک محفوظ مقام پر ہے، اس کے اردگرد طلسمی طاقتیں پہرا دے رہی ہیں۔"

میں نے غور سے دیکھا اور ریاجن کو کچھ فاصلے پر کھڑا پایا۔ میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ ریاجن یہ دیکھ کے حیرت زدہ رہ گیا کہ میں اس کے اس قدر قریب موجود ہوں۔ اسی لمحے دلوی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ "ریاجن!" میں نے اسے للکارتے ہوئے کہا۔ "اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے۔ میں تجھے دوستوں کے برتاؤ کا یقین دلاتا ہوں۔ تو شاید اس حقیقت سے واقف نہیں تھا کہ ہماری پسپائی تجھے خشکی میں اندر بلانے کی ایک تدبیر تھی، جس میں ہم کامیاب ہو گئے۔ تو اب توری کی سرحدوں سے واپس نہیں جا سکتا کیونکہ توری کے ساحلوں پر ایک ایسی ہی ریت کی دیوار قائم ہو گئی ہے جو بیزنار کے گرد تھی۔ تیرا آدھے سے زیادہ لشکر تباہ ہو گیا ہے۔ بہت سے ساحر ہمارے قبضے میں آ چکے ہیں۔ انگروما کی عورتوں نے توری کی آبادی میں پناہ لے لی ہے۔ اب تیری مزاحمت بے سود ہوگی۔ میں تجھے دوستی کی ایک آخری پیش کش کر رہا ہوں حالانکہ تو میرے پنجرے میں آ چکا ہے۔"

ریاجن نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سارے جسم میں کسی نے تیز مرچیں بھر دی ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ سزنگا نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا تھا۔ قازیل زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ سزنگا پر اس حملے کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ چند لمحوں میں میں نے خود کو سنبھال لیا اور ریاجن پر وار کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن مجھ سے پہلے دلوی نے کوئی حملہ کر کے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لی تھی۔ دلوی تتلی کی طرح تھرک رہی تھی اور ریاجن اپنے دائرے میں اچھل کود کر رہا تھا۔ ہر لمحہ میرے لیے بڑا سخت تھا۔ دوسری جانب سے میں نے حملہ کیا۔ ریاجن منتشر ہو گیا

اور اُسے سنبھلنے کا ایک ذرا سا وقت بھی نہیں مل سکا۔ وہ ہماری سحر کاریوں کا توڑ کرنے ہی میں اتنا منہمک رہا کہ اسے دوبارہ حملہ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ بہت بے جگری سے اُس نے مدافعت کی، میری اور دیوی کی طرف سے پے در پے وار برداشت کیے جہاں تک بنا اپنے آزمودہ طلسمی حربے بھی آزمائے مگر اس عرصے میں ہمارے گرد بہت سے حلیف ساحر جمع ہو چکے تھے۔ ریاجن زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکا۔ پہلے اُس کا حصار ٹوٹا پھر جالوش کے ہار کے ٹکڑے اُس سے چمٹ گئے۔ شپالی میں نے پہلے ہی جنگل میں پھینک دی تھی ورنہ اس موقع پر وہ بڑا کام کرتی۔ ریاجن ایک مرد کی طرح جنگ کرتے ہوئے زمین پر گرا۔ یہ تاریک برِاعظم کا سب سے یادگار لمحہ تھا۔ انگرما کا سب سے بڑا باغی، آقابلا کا سب سے بڑا حریف ریاجن زمین پر تڑپ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اُس نے مشروبِ حیات پیا ہے۔ چنانچہ اُس کی روح جسم کے ساتھ پیوست ہو گئی ہے۔ پھر بھی اُس کا زوال میرے لیے سب سے سنسنی خیز واقعہ تھا۔ میں اُسے دوبارہ توانا ہونے سے پہلے معطل کر دینا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے جالوش کے ساتھ کیا۔ جالوش کے زوال کے وقت بھی میں نے اُس کا جسم مختلف حصوں میں کاٹ دیا تھا۔ اب بھی کہیں اُس کا مفلوج جسم پھڑک رہا ہو گا۔ ریاجن کی ہزیمت کے بعد انگرما کا باقی لشکر خود ہی تاریک برِاعظم کے ساحروں کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ ان میں بیشتر مارے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کا سر قطع کرنے کے بعد روح کی کیا حیثیت رہے گی۔ روح سر میں قیام پسند کرے گی یا باقی جسم میں؟

مجھے یقین تھا، وہ طلسمی عکس نما میں ریاجن کی تباہی کا منظر دیکھ رہی ہو گی۔ میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک ساحر سے خنجر طلب کیا اور ریاجن کے تڑپتے ہوئے جسم سے سر علیحدہ کرنے کے لیے اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ جب میں اس کا سر کاٹ رہا تھا تو اُس کی فلک شگاف فریادیں جنگل میں لرزہ طاری کیے ہوئے تھیں۔ سر کٹنے کے بعد بھی اُس کا جسم پھڑکتا رہا۔ میں نے اُسے بالوں سے پکڑ کے اٹھایا اور سرنگا کو تھمانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سرنگا نے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوسری جانب دیکھا، مجھے وہاں اسار کی سابق ملکہ شوطار نظر آئی جسے میں نے فلورا کے ساتھ بستی میں بھیج دیا تھا۔ میں نے شوطار کو اُس کا سر دے دیا۔

جب میں جنگل سے آبادی کی طرف کوچ کر رہا تھا تو میرے دائیں بائیں پشت پر تاریک برِاعظم کے بدست ساحروں کا ایک ہجوم بھی چل رہا تھا۔ یہ ساحر ساحرِ اعظم کے پہلو میں چلنے کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ آگے جا کے میں نے انھیں رخصت کر دیا۔ مجھے اس وقت جلد سے جلد آقابلا کی خدمت میں یہ تحفہ پہنچانا تھا جو شوطار کے ہاتھ میں لٹک رہا تھا، ریاجن کا سر۔ اسے دیکھ کے وہ کس قدر خوش ہو گی، میں اسے سب سے بڑا تحفہ دے سکتا تھا۔ وہ شاید یہی تھا، مجھے خود اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کے یہ تحفہ پیش کرنا چاہیے تھا لیکن ابھی میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سچ کہتی تھی، واقعی ابھی مطلع صاف نہیں ہوا تھا۔ میرے سامنے سرنگا کی دیوی نے ریاجن کو زچ کرنے میں اپنی غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ دیوی کے بارے میں تاریک برِاعظم کے دیوتاؤں اور آقابلا کے اندیشے درست معلوم ہوتے تھے۔ مگر اُس نے ان نازک موقع پر میری بڑی مدد کی تھی۔ تاہم ساتھ ہی اُس نے مجھے یہ باور بھی کرا دیا تھا کہ وہ یہاں کے عظیم ساحروں کی نظر میں کس حد تک کھٹکتی ہو گی اور کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

تورئی میں ایسا جوش اور ولولہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا، مہذب دنیا کی لڑکیوں، فلورا، سرتیا، فروزیں، جوریا، مارشا، ڈاکٹر جواد، شراڈ اور تورئی کے باشندوں نے والہانہ طور پر میرا استقبال کیا۔ تورئی کا کاہنِ اعظم سمرال ان سب کی قیادت کر رہا تھا۔ سمیدو سرتیا نے اپنے باپ کی موجودگی کی بھی پروا نہیں کی، جب اُس نے مجھے دیکھا، دوڑتی ہوئی آئی اور بے تابانہ میرے قریب آ کے ٹھٹک کے رک گئی۔ میں نے اپنے زلور پشت پر کر کے اُسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔ کوئی سیلاب اُس کی آنکھوں میں رکا ہوا تھا جو بہہ نکلا۔ وہ کچھ نہیں بولی بس اُس کے آنسو بولتے رہے۔ فلورا بھی یہ منظر وزدیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے ان سب کو اپنے پاس بلا لیا اور وہ سب میرے بازوؤں کی دیوار میں تحلیل ہونے لگیں۔ ایک مدت سے میری آنکھیں بنجر ہو گئی تھیں۔ اُن کی وارفتگی دیکھ کے پگھل پڑیں۔ آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی تو ناکام رہا۔ سرنگا مسکرا کے مجھے دیکھا۔ انھیں مجھ سے جدا کیا۔ نازک اندام سرتیا اور دبلی ہو گئی تھی البتہ اُن کے چہرے پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔ ایرانی دوشیزہ فروزیں کی آنکھوں میں ابھی تک ترنم تیر رہی تھی۔ وہ سبھی کو کمزور معلوم ہوتی تھی، جوریا اور مارشا میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا تھا، شراڈ پہلے سے صحت مند تھا اور ڈاکٹر جواد نے غیر معمولی سنجیدگی اوڑھ لی تھی۔ میں نے فلورا اور فروزیں کو ایک جانب اور دوسری جانب کر لیا۔ آگے ریاجن کا سر لیے شوطار چل رہی تھی۔ تورئی کا کاہنِ اعظم سمرال اُس کے ساتھ تھا۔

بستی میں آ کے میں نے پتھر کا ایک نفیس طشت طلب کیا اور اُسے قارنیل کے حوالے کیا۔ یہ قارنیل، کاہنِ اعظم سمرال کی معیت میں اسے مقدس آقابلا کی خدمت میں پہنچا دے؟ میں نے ہانک لگائی۔

سمرال میرے قدموں میں جھک گیا۔ "مقدس جابر! تُو مجھے بھولا تو نہیں ہے؟" وہ جذباتی آواز میں بولا۔

"میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں؟ تُو نے میری تربیت کی، مجھے لڑکی ترام بخشی۔ سب سے پہلے تُو نے ہی اپنے غار میں مجھے پناہ دی تھی۔ تیری دی ہوئی مالا مجھے ہمیشہ تیری یاد دلاتی رہی۔" میں نے اُس کا بازو پکڑ کے اُسے

سمرال کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اُس سے مخاطب ہوں۔ میں نے اپنے گلے سے اسار میں شوطار کی عبادت گاہ سے حاصل کیا ہوا ایک پتھر عطا کیا، اُس کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگیں اور وہ میرے ہاتھ بوسے دیتا ہوا قارنیل کے ساتھ رخصت ہو گیا اور میں اپنے خاندان کے محل میں داخل ہو گیا۔ شوطار بھی میرے ساتھ تھی۔ ایک وسیع ایوان میں انھوں نے مجھے ایک مسند پر جلوہ گر کر دیا۔ میں نے اُن سب کو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا

"تمھیں فلورا نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہو گا؟" میں نے فروزیں کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ سب تمھیں دیکھنے کے مشتاق تھے۔ میں نے انھیں بتایا کہ وہ بالکل بدل گیا ہے۔ سب کچھ بھول گیا ہے، اب وہ اِس سرزمین کا آدمی ہے۔" فلورا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

میں نے فلورا کی بات نظر انداز کر دی اور سرتیا سے پوچھا۔ "کہو۔ سرتیا! کیا تم مہذب دنیا میں واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

"میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے۔" وہ جوش میں بولی۔

"اور تم فروزیں؟ تمھیں یاد ہے تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اب کیا خیال ہے؟"

وہ بُری طرح شرما گئی۔ "جابر بن یوسف! اب سب کچھ تمھارے اختیار میں ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ جلد از جلد اپنی دنیا میں واپس چلی جاؤں۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، وہاں میں اپنا اختیار کھو دوں گی اور تم جو چاہو گے..." وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

"اور تم جوریا؟ مارشا؟ شراڈ؟ ڈاکٹر جواد؟" میں نے اُن سب سے باری باری پوچھا، ان میں کوئی یہاں رہنے کو تیار نہیں تھا حالانکہ انھیں زندگی کی ہر آسائش مہیا تھی۔ وہ ایک عالی شان محل میں رہتے تھے اور غلام اُن کے احکام کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت مضطرب رہتے تھے۔

"میں تمھیں ایک نوید سناتا ہوں، تم سب کو جلد ہی مہذب دنیا کی طرف جانے والے پانیوں میں بہا دیا جائے گا۔ اب یہ اتنی بڑی بات نہیں کیونکہ میں یہاں کا ساحرِ اعظم ہوں۔ تم وہاں جا کے مجھے یاد کرنا۔"

"کیا؟" سرتیا بے چینی سے بولی۔ "تم نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں۔" میں نے پُرعزم لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نہیں جا سکتا۔" میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔

"تو پھر ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا۔" سرتیا نے بپھر کے کہا، اُس کی تائید میں متعدد آوازیں اُبھریں۔ میں نے انھیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور آخر تھک کے چپ ہو رہا کیونکہ میں اُن کے سامنے آقابلا کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"مجھے تم سب کو بھیجنے کے لیے یہاں ٹھیرنا پڑے گا۔ اگر میں یہ مراتب حاصل نہ کرتا تو تمھاری واپسی کا کوئی امکان بھی نہ ہوتا۔"

"پھر ہم تمھارے مہمان ہی رہیں گے۔" فروزیں نے شرما کے کہا۔

"تم؟" میں نے اُس کے بال کھینچتے ہوئے کہا۔ "یہ بات تم کہہ رہی ہو؟"

انھوں نے رات گئے تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ سرنگا درمیان سے اٹھ گیا تھا۔ فلورا جو اس عرصے میں مجھ سے خاصی قریب رہی تھی، میری رشتوں کے متعلق میرے سامنے حیرت انگیز باتیں انھیں سنا رہی تھی، سرتیا نے شوطار کو اپنے پہلو میں بٹھایا ہوا تھا۔ وہ دلچسپی سے ہم لوگوں کی نوک جھونک سن رہی تھی۔ تاریک برِاعظم کا سب سے بڑا شخص عام لوگوں سے اس قدر آزادانہ اور بے تکلفانہ ماحول میں باتیں کر سکتا ہے؟ بڑی عجیب سی بات تھی۔ رات کی یہ محفل ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ میں نے اُن سب سے معذرت چاہی اور ایک گوشے میں جا کے اوجھل ہو گیا۔ اُن میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہو گا کہ آج کی شب جابر بن یوسف نہایت پُرتکلف طریقے سے بسر کرے گا۔ میں اُن سے اس لیے جدا ہو گیا کہ میرے ذہن میں جھکڑ چلنے لگے تھے۔ اتنی مدت بعد میں اُن کے ساتھ چند ساعتیں مسرت کی ضرور گزارنا چاہتا تھا کہ وہ شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے لیکن انھیں کیا معلوم تھا، میں اُن کے درمیان موجود نہیں ہوں، فلورا نے سچ کہا تھا کہ میں بہت بدل گیا ہوں۔ میں اتنا بدل گیا تھا کہ خود کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔

ریاجن کا سر آقابلا کی خدمت میں پہنچا دیا گیا تھا، یہ بات میں نے اُسی وقت جان لی تھی جب میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ آقابلا کی ایک شق پوری ہو گئی تھی، اب دور و نزدیک کوئی اُس کا حریف نہیں تھا اور وہ انگرما سمیت تمام جزیروں کی مختار ہو گئی تھی لیکن ابھی دوسرا مسئلہ باقی تھا۔ میں نے قدم آگے بڑھائے تو میں تورئی کے جنگل میں تھا، جہاں سکون چھایا ہوا تھا۔ میں وہیں ایک جگہ دراز ہو گیا۔ سرنگا میرے بغیر جانے پر آمادہ نہیں تھا اور اُس کی یہاں موجودگی دیوی کی موجودگی کا سبب بنی ہوئی تھی اور دیوی کی موجودگی آقابلا کی اور تاریک برِاعظم کے دیوتاؤں کی برہمی کا سبب تھی۔ میں نے سرنگا اور آقابلا کو اپنے ذہن کے میدان میں ایک ساتھ کھڑا کیا، تمام احترام سرنگا کے ساتھ تھے، تمام رغبتیں آقابلا کی طرف تھیں۔ میں آقابلا سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا۔ بس اس کی ایک صورت تھی کہ سرنگا ہنسی خوشی واپس چلا جاتے اور فرض کرو سرنگا واپس نہیں جاتا؟ میں نے خود سے پوچھا۔ مجھے اُسے واپس کرنا ہو گا اور اُسے میری خوشی کے لیے واپس جانا ہو گا۔ میں نے خود کو جواب دیا۔ اگر اُس نے انکار کر دیا تو؟ میرے اُس کے احترام کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور میں اس کے لیے ایک بدترین شخص ثابت ہوں گا۔ میں ایک بار پھر موقع دیکھ کے اُس کی دیوی کو پنجرے میں قید کر دوں گا۔ اور اُسے آقابلا کی خدمت میں پیش کر دوں گا مگر دیوی میرے قابو میں آ جائے گی اور آ جائے گی تو کب تک پنجرے میں مقید رہے گی؟ ممکن ہے وہ درمیان ہی میں ہم سے چھن جائے اور اگر وہ ناراض ہو جائے تو کیا ہو گا؟ میں اُس کی طاقت کا مظاہرہ کتنی بار دیکھ چکا تھا۔ شاید سرنگا اسی لیے اپنے غار سے نکل آیا تھا کہ وہ ریاجن کی ہزیمت میں اپنی دیوی کی طاقت کا مظاہرہ کر سکے اور مجھے دیوی کی توہین سے باز رکھ سکے، اگر دیوی نہ ہوتی تو اس وقت تورئی کے جنگل میں شدید لڑائی ہو رہی ہوتی۔

کیوں نہ سرنگا ہی سے دیوی کو مانگ لیا جائے؟ مجھے اپنے اس پاگل پن پر ہنسی آ گئی۔ سرنگا بھلا دیوی مجھے کیوں دینے لگا اور دیوی اُس کے قبضے میں کب ہے بلکہ وہ تو اُس کی منتیں کرتا رہتا ہے، اسے راضی رکھنے کے

لیے طویل مدت تک غار میں مٹھیار رہتا ہے دیوی اپنی مرضی کی مختار ہے۔ سرنگا اُسے طشتری میں رکھ کے میرے حضور میں پیش کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ سرنگا واپس بھی نہیں جاتا۔ سرنگا یہاں موجود بھی ہے، سرنگا کی دیوی میری سرفرازیوں کی بڑی دلیلوں میں سے ایک ہے، سرنگا کی دیوی کو تاریک برِ اعظم کے ساحر پسند بھی نہیں کرتے، وہ میرے اور اقابلا کے درمیان نزاع کی ایک دیوار بن سکتی ہے اور میں اقابلا کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔

اور اگر میں نے دیوی کو کسی طور حاصل کر کے اقابلا کی خدمت میں پیش کر دیا یا سرنگا کو واپس کر دیا تو تاریک برِ اعظم میں میری سرفرازی اور اقابلا کی خوشنودی کی کیا ضمانت ہے؟ دیوی موجود ہے تو میری ایک عزت بھی بنی ہوئی ہے اگر وہ چلی گئی تو اس پیچیدہ اور پُراسرار سرزمین میں کون سرنگا اور دیوی کی طرح میری مدد کو آئے گا۔؟

اقابلا کی تشنہ روح جارا کاکا کی پابند ہے، جارا کاکا کے ہاتھ میں تمام نظام کی تکمیل ہے۔ جب میں اُس کے قصر میں داخل ہوا تھا تو وہ جارا کاکا کے مجسّمے کے سامنے عقیدت کا اظہار کر رہی تھی اور مجھے یہ نکتہ سمجھا رہی تھی کہ جو کچھ ہے، وہ جارا کاکا ہے۔ جارا کاکا اس ماہ رُخ کا امین ہے اور اس کے شباب پر کسی ناگ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھا ہے۔ جارا کاکا جو ایک حقیقت ہے جب تک وہ مسلط ہے اقابلا اپنے جذبات پر قفل لگاتے بیٹھی رہے گی اور زمانے گزر جائیں گے۔ نتیجتاً مجھے جالوش کی طرح حالات سے مفاہمت کرنی پڑے گی، جالوش میرا مستقبل تھا۔ میں اس آئینے میں اپنے آنے والے دنوں کا عکس دیکھ سکتا تھا۔

اگر وہ مجھ پر اس لیے مہربان ہیں کہ میری پشت پر ایک دیوی کا ہاتھ ہے؟ یہ نکتہ میرے ذہن میں جم کے رہ گیا اور میں بے چینی سے اُٹھ کے ٹہلنے لگا تو اب بھی دیوی موجود ہے۔ میں نے سرنگا کو پانی میں نہیں بہایا ہے۔ اب بھی وہ مجھ سے کمال شفقت سے پیش آتا ہے، اُس کی لڑکی سرتیا سے میرا گہرا الحاق ہے، ہندی دوشیزہ اپنے باپ کے سامنے میرے سینے سے چمٹ گئی تھی، مجھے سرنگا کے سامنے یہ تمام صورتِ حال پیش کر دینی چاہیے۔ وہ تجربہ کار بوڑھا ضرور میری مرضی اور مفاد کے مطابق مشورے دے گا۔ اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اقابلا شاید صحیح کہتی تھی کہ مجھے کسی ویرانے میں بیٹھ کے فکر کرنی چاہیے، میں نے اُس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبے دیکھے تھے، میں نے دیکھا تھا، وہ میری باتوں اور رُتوں پر کیسے تلاطم سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جارا کاکا اقابلا پر کیوں قدغن لگاتے ہوئے ہے؟ کیا وہ خود اُس سے غیر معمولی طور پر متاثر ہے؟ اگر یہ بات ہے تو اُس نے اقابلا کے شباب سے فیض حاصل کیوں نہیں کیا؟ اُس کے بدن سے دوشیزگی کی بُو اب تک کیوں آتی ہے؟ یہ کیا اسرار ہیں؟

میں جنگل سے اُٹھ کے سرنگا کو تلاش کرتا ہوا اُس کے پاس جا نکلا وہ خود ایک سنسان جگہ پر ہاتھ باندھے بدلتے ہوئے حالات پر غور کر رہا تھا،

جیسے ہی میں پہنچا اُس نے روایتی طور پر میرا خیر مقدم کیا اور میں نے پہلی بار اُس کے سامنے سب کچھ بیان کر دیا جو کچھ میں سوچتا تھا جو کچھ میں چاہتا تھا، ہاں یہ بلاغت میں نے قائم رہنے دی کہ اُس کی دیوی کے تذکرے میں اح... سے کام لیا، اُس کا ذکر احترام سے کیا، میری باتیں سُن کے اُس نے مجھ... چونک کر نہیں دیکھا وہ تحمل سے سُنتا رہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"وہ اگر مجھے نہ ملی تو میں اس نظام ....؟"

سرنگا نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "چپ رہو۔" اُس نے ... کر کہا۔ "زبان کا استعمال کم سے کم کرو۔"

"میں انھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ سحر....؟"

سرنگا نے دوبارہ مجھے ٹہوکا مار کے خاموش کر دیا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" اُس نے میرا بازو پکڑ کے کہا۔

میں اُس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا۔ وہ مجھے ساحل تک ... آیا اور اُس نے اپنی دیوی کی مورتی سمندر کے پانیوں سے دھوئی اور ... ہدایت کی کہ میں اُسے تنہا چھوڑ دوں۔ سرنگا کا یہ رویّہ میری سمجھ میں نہیں آیا مگر میں اُس سے اپنے دل کا احوال کہہ کے خود کو کمزور محسوس کر... تھا، اس لیے میں وہاں سے چلا آیا اور رات انھی پریشان خیالوں میں کاٹتا رہا۔

دوسرے دن صبح توری کے بڑے میدان میں تاریک برِ اعظم کے ساحروں کا عظیم اجتماع تھا، میں اُن سے اونچی جگہ پر بیٹھا تھا۔ میدان کے درمیانی علاقے میں توری کی نوخیز لڑکیاں ایک الاؤ کے گرد وحشی رقص کر رہی تھیں۔ ڈھول تاشوں کی آوازوں نے اُن کے رقص میں اور شدّت پیدا کر دی تھی، یہ جارا کاکا کے حضور تاریک برِ اعظم کے لوگوں کے شکرانے کا جشن تھا۔ مشترکہ عبادت کے بعد کاہنِ اعظم سمورال نے مجھ سے بہ آوازِ بلند پوچھا کہ میں نے انگرو ما کے گرفتار ساحروں کے بارے میں کیا کیا ہے؟

"انھیں میرے سامنے پیش کیا جائے۔" میں نے حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں انگرو ما کے ساحروں کے گروہ میرے ملاحظے کے لیے پیش کر دیے گئے۔ اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ میں نے انھیں علیحدہ کرنے کا حکم دیا۔ مردوں میں میرے کئی شناسا چہرے تھے، اُن میں بوڑھا لارما بھی تھا، وہ سب عاجزی سے کھڑے ہوئے تھے۔ "یہ کیا کہتے ہیں؟" میں نے سمورال سے پوچھا۔

"یہ معافی کے طلب گار ہیں۔" سمورال نے مؤدبانہ جواب دیا۔

"تیرا کیا خیال ہے۔؟"

"انھیں معاف کر دیا جائے۔" سمورال نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"اور تیرا؟" میں نے شوطار سے پوچھا۔

"تم ہم سے بہتر فیصلہ کرنے پر قادر ہے۔" شوطار نے کہا۔

"اور تیرا؟" میں نے فلورا سے پوچھا۔

"معاف کر دو جابر!" فلورا مضطرب ہو کے بولی۔

"اور تم سرتیا؟"

"میرا جواب تمھیں معلوم ہے۔"

"ہنہ ہنہ۔" میں نے ان سب کی رائیں جمع کر کے ہنکاری بھری۔ ... بوڑھا لارما گڑگڑانے لگا۔ یہ وہی شخص تھا جو ریاچن کی ترجمانی ... انجام دے رہا تھا۔ میں اُس کا بیان سُنتا رہا اور میں نے کسی طرف ... بغیر اعلان کیا۔ ان سب کو جارا کاکا کے نام پر جلتے ہوئے الاؤ میں ... میرا اعلان سُن کے سبھی خوف سے لرزنے لگے، سرتیا نے دہشت ... جگہ سے اُٹھ کے میرے بال پکڑ لیے۔ میں نے شوطار کو اشارہ کیا اور ... پہلو میں سمٹتے ہوئے وہاں سے چلا آیا۔ پتہ نہیں میں نے ایسا کیوں کیا؟ شاید اس کا جواب کچھ ایسا مشکل نہیں ہے۔

دو دن تک میں سرنگا کا انتظار کرتا رہا اور شوطار کے ساتھ توری کے ... مقیم رہا، اس دوران میں شوطار ... باتیں کرتی ... تاریک برِ اعظم کی باتیں، طلسم و اسرار کی باتیں، یہ دن سخت ذہنی عذاب ... میں نے سوچا۔ ایک بار پھر اقابلا کی بارگاہ میں جاؤں۔ ممکن ہے ... تیور بدل گئے ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم اُس کا چہرہ ہی دیکھ لوں گا چند ... کی خلوت میں گزاروں گا مگر میں اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ ... کر چھپر کے ساتھ کھڑا ہوا، اُس نے میرا تعاقب کیا۔ میں بہت دور نکل آیا ... سرنگا ساحل کی دوسری جانب مراقبے میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اُسے ... دی۔ "سرنگا! میں جارا کاکا کے پاس جا رہا ہوں۔"

اُس نے اپنا مراقبہ توڑ دیا اور مجھے آواز دی۔ "جابر! جابر! میری سنو۔"

میں نے اُس کی بات نہیں سُنی اور دوڑ کر نکل آیا اور پیر نارمیں جالوش ... خانقاہ کی عبادت گاہ کا پتھر ہٹانے لگا۔ یہ راستہ جارا کاکا کی اقامت گاہ کو ... تھا۔ ابھی میں درمیان میں حائل سنگی دیوار شق کرنے کی کوششوں میں ... تھا کہ کسی نے میری پشت پر ہلکی سی دستک دی، میں نے وحشت سے ... کے دیکھا، وہ سرنگا کی حسین اور پُراسرار دیوی تھی۔ میں وہیں جم کے رہ گیا، ... تھا کہ دوسرے ہی لمحے میں اُسے اپنے بازوؤں میں گرفتار کرنے کے لیے جھپٹا ... اپنی صرف ایک جھلک دکھلا کے چشم زدن میں غائب ہو گئی اور اسی ... خانقاہ میں ہر سُو ایک بھیانک شور اُٹھا۔

تھوڑی دیر میں خانقاہ کا نقشہ بدل گیا۔

اور دیکھتے دیکھتے وہاں منتشر اور پریشان حال روحوں کا عظیم الشان ... ہو گیا۔ رُوحوں کا اتنا بڑا ہجوم میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جیسے ... نے میری پُشت پر دستک دی وہ زمینوں اور سمتوں سے اُبل ... اُن کے بین اور فریادوں سے خانقاہ میں دہشت پھیل گئی تھی۔ ... گاہ سے جارا کاکا کے علاقے کی طرف جانے والے راستے کی دیوار ... چکی تھی مگر میں رُوحوں کا یہ دہشت انگیز جلوس دیکھ کے ٹھٹک ... جگہ جم گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رُوحیں دیوی کی تاک میں

کہیں چھپی ہوئی بیٹھی تھیں اور دیوی کے نمودار ہونے پر اپنی کمیں گاہوں سے نکل آئی ہیں۔ چند ثانیوں کی تاخیر ہو گئی ورنہ اس بار اُن کی یلغار اتنی شدید تھی کہ دیوی کے قابو میں آنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ میری گردن تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ دیوی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ اُس کے فرار سے مجھے ایک ناقابلِ بیان خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

اب آگے جانے کا محل نہیں تھا۔ مجھے یہ سوچنے کے لیے وہیں ٹھہر جانا چاہیے تھا کہ توری میں سرنگا اپنا مراقبہ توڑ کے مجھے کیوں روک رہا تھا اور دیوی عین اُس وقت کیوں نمودار ہو گئی تھی، جب میں جارا کاکا کے علاقے میں اپنی زندگی کے چند فیصلے کرنے کے لیے داخل ہونے والا تھا۔ شاید میرا غضب نامناسب اور ناوقت تھا۔ اسی لیے دیوی نے مجھے محتاط رہنے کی تاکید کرنے یا کوئی اہم راز منکشف کرنے کے لیے اس سحر زدہ زمین میں آنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ میں نے عجلت کر دی۔ مجھے اپنے آپ پر قابو پا کے سرنگا کی بات سُن لینی چاہیے تھی۔ جارا کاکا نے دیوی کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے اور میرے منحرف باغیانہ تیور دیکھ کے اپنی عظمت اور اپنے جلال کا ایک لرزہ خیز مظاہرہ کیا تھا۔ شاید اُسے مجھ پر اپنے رعب اور دبدبے کے اظہار کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے تھے اور دل میں نامعلوم خطروں کا احساس جاگزیں ہو گیا تھا۔ میری آنکھیں جالوش کی سحر گاہ کے چپے چپے پر وحشیانہ رقص کے نظارے سے دُکھنے لگی تھیں اور میرے کان اُن کی ماتمی چیخوں سے پھٹے جا رہے تھے۔

اندر جانے اور جارا کاکا سے تیز زبان میں مخاطب ہونے کی جرأت مفقود ہو گئی تھی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اُس نے مجھ اندھے کی آنکھیں کھول دی تھیں اور میری سرکشی اعصاب شکنی میں بدل دی تھی۔ مجھے ایک بار پھر اُس کی مرتبت کا اعادہ کرنا چاہیے تھا کہ وہ ایک ناقابلِ تسخیر ساحر، ایک بہت بڑا شعبدے باز ہے۔ میں تو ابھی اس حقیقت سے بھی ناواقف تھا کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کس نے دُنیا کی نظروں سے اوجھل یہ عجائب خانہ بنایا ہے؟ زمانوں پہلے کا کوئی مابعد الطبیعاتی معاشرہ ماضی میں کیوں ٹھیر گیا ہے؟ کون اس کے عقب میں کارفرما ہے؟ یہ کس کی شرارت ہے اور کون اس پیچیدہ پُراسرار نظام کی ڈوری سنبھالے ہوئے ہے؟ جارا کاکا کے عقب میں تاریکی ہے اور جارا کاکا کے آگے بھی تاریکی ہے، کہیں دُور میں کھڑا ہوں، اُسے تاریک برِ اعظم میں دیوتا کا درجہ حاصل ہے، دیوتا اُس سے مختلف اور کیسے ہوتے ہوں گے؟ جالوش اور ریاچن جیسے سفاک اور شقی القلب ساحر بھی اس کی تخلیق کی ہوئی ہوا میں اُڑتے ہوئے تنکے تھے۔ اقابلا اُس کے مجسّمے کے سامنے عقیدت سے جھک جاتی ہے۔ اس زمین کے ہر ذرّے پر اُس کا نام کندہ ہے۔ میں اسے اپنی مستی دکھلانے چلا تھا۔ میں ایک جاہل اور ناتواں شخص میں ایک چیونٹی اس پہاڑ کے سامنے سر اُٹھانے کی ہمت کر کے آیا تھا۔ اُس کی جگہ اگر میں ہوتا تو اُسے اس

گستاخی پر جلا کے خاک کر دیتا۔ جارا کا کا نے فراخ دلی اور وسیع النظری سے میرا جنون نظر انداز کر دیا تھا۔

جب تک خانقاہ میں روحیں آہ و بکا کرتی رہیں، میں عبادت گاہ میں حواس باختہ سراسیمہ کھڑا رہا۔ پھر وہ اطراف میں سمٹنے، سکڑنے اور بتدریج غائب ہونے لگیں یہاں تک کہ خانقاہ میں ہر سُو سکوت چھا گیا۔ میں اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سُن سکتا تھا۔ ایک لحظے کے لیے مجھے گمان ہوا تھا کہ دیوی کی تلاش میں ناکامی کے بعد وہ مجھ پر ٹوٹ پڑیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ایسا کیوں نہیں ہوا؟ جارا کا کا میری طرف سے اتنا غافل کیوں ہے؟ اس لیے کہ اُسے میری پستی کا بخوبی اندازہ ہے یا وہ اپنے کسی دُور دراز مفاد کی خاطر میری ہرزہ سرائیاں مسلسل برداشت کر رہا ہے؟ وہی خلجان، وہی اضطراب، وہی عذاب ناک کیفیت تھی جو اب میرے روز و شب سے جونک کی طرح چمٹ گئی تھی: وہی اندھیرا اور حبس، نہ انکار نہ اقرار، نہ اثبات نہ نفی، نہ تائید نہ تردید، میں وہ اندھیرا چاک کرنے کے لیے یہاں آیا تھا اور میں نے یہ سوچا تھا اب جو بھی ہو گا اُسے سر جھکا کے قبول کیا جائے گا۔ اُس وقت بھی میرا ذہن اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھا کہ میں کون سی زمین پر کھڑا ہوں۔ میں نتائج سے بے نیاز ہو کے اپنے خلاف آخری فیصلہ سننے کے لیے آیا تھا کیونکہ اب جسم چھلکنے لگا تھا۔ انسانوں کے لیے سب سے بدترین اور سب سے بہترین سزا موت کی ہوتی ہے۔ سو اس نیم جانی سے تو مر جانا بہتر تھا۔ دیوار شق تھی اور میں اندر جا کے کم از کم ایک بار اپنا غبار تو اُتار سکتا تھا۔ اندر پتھر رہتے تھے۔ میں پتھروں سے سر پھوڑنے آیا تھا۔ سرنگا کی دیوی غالباً یہی بتلانے آئی تھی کہ اس جنون کا حاصل کچھ نہیں ہے۔

کون کسی کا دکھ سمجھتا ہے اور جن کا سینہ پہلے ہی کثافتوں سے بھرا ہوا ہے، وہ یہ لطافت کیا سمجھیں گے؟ چارہ گر اگر زخم خوردہ نہ ہو تو انصاف کیا کر سکے گا؟ میں نے کئی بار پہلے بھی اپنی وحشتوں کا اظہار شدت سے کیا تھا، نتیجے میں اور وحشتیں نصیب ہوئی تھیں۔ اقتدار، اعلا منصب یہ سب شعور کے امتحان میں کامیاب ہونے کی اسناد ہیں۔ شعور ایک سنگ دل اور بے رحم چیز ہے۔ جارا کا کا کو ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑتی ہیں۔ اُسے کسی کے سوزِ دروں سے کیا واسطہ ہو گا؟ سارا جسم تڑخ رہا تھا۔ میں بکھر کے وہیں بیٹھ گیا۔ اب کون آگے جائے؟ شعبدے بازوں اور جادوگروں کے اس طلسمی دائرے میں کیوں انسانوں کی امیدیں قائم کی جائیں؟ جو ہو رہا ہے، اُسے ہونے دیا جائے۔ نہ زندگی کی تمنا کی جائے، نہ موت کی آرزو کر کے زندگی سے انتقام لیا جائے۔ دیوار کے اُس پار میری پزیرائی کس قدر ہو گی۔ میری آنکھیں خیرہ کرنے کے لیے چند اور حیرت انگیز طلسمی تماشے دکھائے جائیں گے اور مجھے آئینہ دکھایا جائے گا، مجھے ترازو میں تولا جائے گا کہ میں نے بیداری میں اپنے قد و قامت سے بڑا ایک خواب دیکھا ہے۔ مہذب دُنیا کے بعض احمق لوگ بھی یہی خواب دیکھتے ہیں۔ پھر اُن کی چٹکیاں لے کے سوئیاں چبھو کے، ہتھوڑے مار کے انھیں جگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، تمھارا شجرہ، تمھاری سماجی حیثیت یہ ہے۔ ان میں سے کچھ ٹوٹ جاتے ہیں، کچھ ہوش میں آ جاتے ہیں۔ وہاں بھی کچھ ایسی ہی رسم ہے، یہاں بھی یہی ہے۔ دُنیا کی ساخت ہی عجیب ہے۔ ہر اُمید بر آتی تو پھر کوئی اُمید ہی کیوں کرتا۔ کائنات کے طول و عرض میں انسانوں کو کیا حیثیت حاصل ہے۔ دُنیا اور اس طلسماتی دُنیا میں بس اتنا فرق ہے کہ وہاں تکیہ کرنے کے لیے چارہ گر مل جاتے ہیں۔ یہاں یہ گداز بھی عنقا ہے۔

جنگ، فساد، شورش، بغاوت، انتقام مگر کس کے خلاف؟ پتھر کے چٹانوں کے؟ فولاد کے، پتھر کے متحرک مجسموں سے التفات کا دعویٰ بہت ہو چکا۔ اب ایک ہی فریضہ انجام دے کے اپنے آپ سے دست بردار ہوا جائے۔ مہذب دُنیا کا قافلہ پانیوں میں اُتار کے اس مجہول اور زندہ درگور کا اختتام کیا جائے۔ انھیں اس کرب ناک زندگی سے نجات دلانے کے لیے کا عذاب سہنا پڑے گا اور اُس وقت تک جارا کا کا سے بھی مفاہمت کرنی پڑے گی۔ مفاہمت جو اعترافِ شکست ہے مگر یہ شکست نہیں تھی۔ یہ سب اُس حقیقت کا اعتراف تھا جس کا عرفان نہیں ہوا۔ یہ منطق تھی۔ میں نے دلیل تلاش کر لی تھی۔ قوانین اپنی جگہ اٹل ہیں اور میں کمزور رشتے کا آدمی ہوں، جو کچھ اب حاصل کیا، جو ریاض کیا، جو اذیت جھیلی وہ مشاہدے کا فریب تھا، وہ نتائج تک پہنچنے کا طریقۂ کار تھا۔ ثابت ہوا، طریقۂ کار ہی غلط تھا، وہ جہالت اور تاریکی تھی، وہی آغاز، وہی انجام، تکرار، باگمان، زارشی، انگردما، جالموش، ریاجن۔ ہر منزل پر اُمید کی روشنی کے بعد ایک نئی منزل، ہر فتنے کے بعد نیا فتنہ، اب ایک ہی منزل رہ گئی تھی کہ میں جارا کا کا عزت مآب مقام حاصل کر دوں اور زمین کا یہ بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا لوں۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور خاموشی سے دیوار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر قبر کا سکوت طاری تھا۔ دروازے پر حسبِ معمول دو دوشیزائیں منڈلا رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے اندر جانے سے نہیں روکا۔ نیولے کے منہ میں رکھی ہوئی مسند خالی پڑی تھی۔ میں نے احترام سے سر جھکا دیا۔ "مقدس جارا کا کا!" شدتِ کرب سے میری آواز رُندھ گئی اور جیسے ہوئے جسم کے اندر ایک سیلاب مچلنے لگا اور آنکھوں کے راستے اُمڈ پڑا۔ "مقدس جارا کا کا!" میں نے اپنی لرزتی ہوئی آواز پر قابو پا کے کہا۔ "میرے پاس کہنے کے لیے اب کچھ نہیں ہے؟"

اس سے آگے مجھ سے کچھ کہا نہیں گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میری آواز پر کسی سمت سے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں ہو گا۔ یہی ہوا۔ واپس جانے سے پہلے دروازے پر کھڑی ہوئی دوشیزاؤں نے اپنی دراز زلفوں کا ریشم میرے قدموں پر بکھیر دیا۔ میں بھاری قدموں کے ساتھ اُن شعلہ رُخوں کے درمیان سے گزرتا ہوا باہر آ گیا۔ جالموش کی خانقاہ پھر میرے سامنے تھی۔ دُور تک عمارتوں کا ایک سلسلہ، نہ آواز نہ چہکار، کامل سکوت۔ میری حالت اُس شخص سے مختلف نہیں تھی جسے دُنیا میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہو۔ تھکن، گراوٹ، درد، انہدام۔ میں خود کو بوڑھا محسوس کر رہا تھا۔ جالموش کی خاص جھونپڑی میں داخل ہو کے میں اُس مسند پر گر گیا۔ سینے میں دھونک سی اٹھی، کھانستا ہوا مسند سے اتر کے فرش پر جا گیا اور طلسمی عکس نما پر نگاہ جا پڑی۔ انگلی کے اشارے میں اُس کا جلوہ دیکھ سکتا تھا، خود بخود میری انگلی مرتعش ہو گئی۔ طلسمی عکس نما میں اُس بُتِ طناز کا عکس اُبھرا تو مجھ سے رہا نہیں گیا۔ میں دیوانگی سے اُٹھ کے اُسے کھوجنے کی کاوش میں یہ منظر دیکھنے کی خواہش نہ کرتا۔ اقابلا اب بھی جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے عقیدت سے ایستادہ تھی۔ میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ کتنے دن گزر گئے، کتنی شامیں، کتنی صبحیں، کتنے پہر۔ فرسودگی، شکستگی، زیاں، خالی خالی، اُجڑا ہوا کوئی گھر۔ آگ لگنے کے بعد کوئی کھنڈر، ایسی تنہائی کہ ہوا بھی روٹھ جائے۔ ایک ویرانہ جہاں کبھی شان دار بستی آباد ہو گی۔ اب رونے والا بھی کوئی نہیں۔ درخت جس کے تنے کا گودا خاک ہو گیا ہو۔ کڑی دھوپ میں اُڑتی ہوئی صحن میں خشک آوارہ پتے۔ میں بے حال اپنے دشت میں پڑا رہا۔

اور مجھے اچانک اٹھنا پڑا۔ مجھے احساس نہیں کہ میں کتنی دیر زبوں اور درماندگی کی کیفیت میں مبتلا رہا۔ ایک بار پھر اس ویرانے میں ہیبت ناک شور اُبھرنے لگا، میں تیزی سے باہر آیا، وہی منظر پھر موجود تھا، روتی ہوئی روحیں پرندوں کی طرح اِدھر اُدھر اُڑ رہی تھیں اور کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ پہلے میں سمجھا کہ وہ مجھے بلانا چاہتی ہیں، سو میں خود اُن کے پاس پہنچ گیا مگر اس بار بھی انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ روحوں کے دوبارہ واویلا کرنے کا مقصد اس امر کی غمازی کرتا تھا کہ انھوں نے علاقے میں سرنگا کی دیوی کی بُو سونگھ لی ہے، اُس کی ایک جھلک دیکھ لی ہے۔ کیا دیوی پھر یہاں وارد ہوئی تھی؟ یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا۔ وہ مجھ تک پہنچنے میں اس لیے ناکام رہی کہ میری لاش جالموش کی خاص جھونپڑی کے اندر پڑی تھی۔ اُس کا یہاں آنا نامناسب تھا۔ جالموش کا پورا علاقہ سحر و اسرار میں گھرا ہوا تھا اور اُس کی جھونپڑی بطورِ خاص ایک مستقل طلسمی حصار کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے فسوں کار ماحول میں دیوی کا بار بار آنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اس پر غلبہ پانے کے لیے روحوں کے انداز و اطوار میں پہلے سے کہیں زیادہ اضطراب پایا جاتا تھا۔ ادھر یہ شدید مظاہرہ مجھے دیوی کے بارے میں از سرِ نو سوچنے اور اُس کی بلند قامتی کا احساس دلانے پر اُکسا رہا تھا کہ جارا کا کا دیوی کے سلسلے میں اس قدر متوحش ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میری سرگزشت دیوی کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ سرنگا کی دیوی غیر معمولی ماورائی طاقتوں کی حامل تھی تاہم میں اسے تاریک اقلیم کی طاقتوں سے بالا کوئی طاقت تسلیم کرنے سے گریزاں تھا۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ میں نے اس سحر گاہ کے جید ساحروں کے محیر العقول کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، اُن کی تعداد بے شمار تھی اور دیوی اس خرابے میں تنہا تھی۔ دیوی کی موجودگی کے باوجود سرنگا یہاں سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ غار میں مقید ہو کے گزارا تھا۔ دیوی کبھی کبھی مشکل موقعوں پر میری مدد کو آتی تھی اور آناً فاناً کسی چڑیا کی طرح آسمانوں میں کھو جاتی تھی۔ وہ حملہ کرنے کے بجائے دفاع کرتی تھی اور اب تک اُس کے تیوروں سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سرزمین کی نادیدہ طاقتوں کی عظمت سے خائف ہے اور اُن سے اُلجھنے میں پس و پیش کرتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ دیوی میرے گلے میں پڑے ہوئے معجز نما طلسمی نوادر کی طرح کوئی نادرہ کار مظہر ہے۔ جیسے شبال، جیسے ڈگبی کے سینگ ورنہ میرے بجائے یہاں یہ اقتدار سرنگا کو حاصل ہوتا کیونکہ اُس کا تعلق دیوی سے براہِ راست تھا۔ میں نے لیبغو کا سڑا ہوا گوشت کھایا تھا، میں نے سموراں سے علوم سیکھے تھے، میں نے زارشی کے صحرا میں بوڑھے ساحروں کے ساتھ آگ کے گرد بیٹھ کے صبر آزما ریاضت کی تھی۔ میری تدبیر، میرا ذہن، میرے بازوؤں کی طاقت، جرأت، ہوش مندی۔ دیوی ہر جگہ تو موجود نہیں تھی۔ میں مہذب دُنیا کے قافلے میں سب سے غیر معمولی شخص تھا۔ میرا چہرہ وجیہ، دماغ بڑا، جسم مضبوط، زبان فصیح اور انداز جارحانہ تھے اور میں اقابلا کا دعوے دار تھا۔ جس کی طلب میں تاریک بر اعظم کا کوئی شخص میرا ہمسر نہیں تھا۔ میں راستے کے تمام پتھر ہٹاتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔ کوئی اور ان صفات سے آراستہ نہیں تھا۔

جب میں تمام اعزازات سے مسلح ہو کے سرنگا کے غار میں گیا تھا اور میں نے دیوی کو سلاخوں میں بند کر دیا تھا تو جارا کا کا کے موکل تیزی سے اندر آ گئے تھے اور جب اقابلا نے عین ہنگامِ جذبات جن رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا تھا، اُن میں دیوی بھی شامل تھی۔ اس وقت مجھے اس رمزِ خفی کا احساس ہوا تھا کہ میری فضیلت اور سرفرازی کا ایک سبب دیوی بھی ہے۔ یہ احساس میرے لیے بڑا اعصاب شکن تھا اور میں کسی طور یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ محض دیوی کی اعانت کے سبب سے ہے۔ میرے خیال میں دیوی ایک ایسا تحفہ ضرور تھی کہ اُسے اقابلا کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔ اسی بنیاد پر میں نے سرنگا سے تلخ اور ترش باتیں کی تھیں۔ دیوی نے ریاجن کے زوال کے وقت بھی میرا ساتھ دیا تھا اور اب وہ خطروں میں کود کے مجھے سرشوری سے باز رکھنے کی تلقین کرنے آئی تھی اور جارا کا کا اُسے حاصل کرنے میں اتنا سنجیدہ تھا کہ اُس نے بے قرار روحوں کی ایک فوج اُس کے لیے بھیجی تھی یعنی جارا کا کا نے ایک آخری طلسمی حربہ اختیار کیا تھا اور روحیں جو لمحوں میں فاصلے طے کر لیتی ہیں، وہ دیوی کی منزل تک پہنچنے میں ناکام ہو گئی تھیں۔ اِدھر میں تمام منزلتیں حاصل کرنے کے بعد خود سے بے خبر ہو گیا تھا کیونکہ اب ہوش رکھنے کا یارا نہیں تھا۔ سرنگا نے کبھی میری طلب کی تائید نہیں کی۔ وہ یہی رٹ لگائے رہتا تھا کہ یہ سب ایک سراب ہے۔ وہ آنے والے خطروں سے دہلاتا اور لرزاتا رہا اور میں نے انگردما کا قلع قمع کر دیا اور جالموش سے اُس کا اقتدار چھین لیا۔ وہ بکواس کرتا رہا اور اُس نے دیکھا کہ میرا ہاتھ جب دراز ہوتا ہے تو فاصلوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ میری پلکیں جنبش کرتی ہیں تو بجلیاں چمک جاتی ہیں۔ میرے ہونٹ ہلتے ہیں تو زمین لرز جاتی ہے۔ آج سرنگا کی ایک ایک بات مجھے یاد آ رہی تھی۔ میری نظر میں یہ سب ہیچ تھا کیونکہ اس مرتبت میں اقابلا کا اعزاز شامل نہیں تھا۔ اُس کی نظر میں

طرح پھڑپھڑاتا رہا۔ دیوتا جاراکاکا کے سامنے ساحرانہ شعبدے بازی کرکے کچھ حاصل ہونے کی اُمید بھی نہیں تھی اور میرے لیے یہ مناسب بھی نہیں تھا کہ میں براہِ راست اُس سے کسی قسم کے تصادم کا خطرہ مول لوں مگر جاراکاکا آخر اس سطحی حربے پر کیوں اُتر آیا؟ جب کہ تاریک برِاعظم کے چپے چپے پر اُس کا سحر قائم ہے۔ اس بات کی تہہ تک پہنچنا کوئی ایسا مشکل نہیں تھا۔ جاملوش کی خانقاہ کی طرح یہ جاراکاکا کا مخصوص علاقہ تھا۔ اُس کا دارالحکومت جہاں وہ قیام کرتا تھا اور جہاں کی زمین پر اُس نے کچھ زیادہ ہی توجہ صرف کی تھی تاکہ وہ کسی بھی بیرونی آفت سے محفوظ رہے۔ وہ سرنگا کی دیوی کو اپنی طرف راغب کرنے یا اُس پر غلبہ پانے کی ہر کوشش میں ناکام ہو گیا تھا۔ اب وہ مجھے یرغمال بناکے اُسے اپنے مخصوص علاقے میں کھینچنا چاہتا تھا۔ تاکہ اُس کے باہر نکلنے کا کوئی امکان نہ رہے۔

میں نے اس طرح تو سوچا بھی نہیں تھا۔ اب مجھے یہ سلسلہ ملانے میں کوئی قباحت نہیں تھی کہ جاراکاکا دیوی کے حصول میں کیوں اتنا مضطرب ہے؟ شروع شروع میں وہ مجھے متعدد مشاغل میں اُلجھاتے تماشا دیکھتا رہا۔ جب میں نے ساحری میں سب سے اُونچا مقام حاصل کرلیا تو اُسے میرے بارے میں تشویش ہوئی۔ ادھر اس عرصے میں مجھ پر دیوی کی مہربانیاں بھی پہلے سے سوا ہو گئی تھیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں دیوی یہاں آنے کی غلطی نہ کر بیٹھے۔ جاراکاکا کو یقین ہوگا کہ وہ مجھے نجات دلانے یہاں ضرور آئے گی۔ اس کے لیے وہ زمانوں تک قید رکھ سکتا تھا۔ اُس نے میرے گرد اپنے حسنِ تدبر کا ایک خوب صورت جال بُن دیا تھا۔ اب مجھی کو دیوی کی آمد سے پہلے اپنی نجات کا انتظام کرنا تھا۔ کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں جاراکاکا کو اپنی عقیدت کا یقین دلاتا رہوں، دانش مندی یہ تھی کہ جلد سے جلد یہاں سے رہا ہو جاؤں۔ جاراکاکا میری طرف سے مطمئن ہو کے سرنگا پرواز کرنے سے نہیں چوکے گا۔ میں نہ عمارتیں مسمار کرسکتا تھا، نہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرسکتا تھا۔ اپنے غضب کا اظہار، جاراکاکا کے علاقے میں؟ میری ہر تدبیر میرے لیے اور مشکلیں کھڑی کر دیتی۔

کئی دن، کئی بے کیف دن بیت گئے۔ کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ میں نے اُس طائفے سے بھی منہ موڑ لیا جو میری آسودگیِ جاں کے لیے جاراکاکا نے بھیجا تھا، ہاتھ پیر کٹ گئے تھے۔ میرے پر قلنچ کر دیے گئے تھے۔ اب میرا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ میں جاراکاکا کے طلسمی نوادر دیکھا کروں اور کسی ایسی جگہ جا پہنچوں جہاں جاراکاکا کی ساحری کا تمام خزانہ چھپا ہو۔ پھر میں اُسے آگ لگا دوں۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ یہ کیسی عجیب خوش فہمی تھی۔ آدمی مصیبتوں میں کیا کیا خوش خیالیاں کرتا ہے۔ چند روز کی تگ و دو کے بعد میں ایک ایسے ایوان میں جا پہنچا جہاں طلسمی نوادر کا انبار تھا۔ شیشے کے ایک جار پر بطورِ خاص میری نظر ٹک گئی۔ اُس میں خون بھرا ہوا تھا۔ میں اُسے غور سے دیکھتا اور اُس کی ساحرانہ صفات کا

جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے انگردما میں گزرے کے سکھائے ہوئے ایک عمل کا اعادہ کیا جو اُس نے ہر ہیکا کی سمت کا تعین کرنے کے لیے کیا تھا۔ میں نے کئی چراغ روشن کیے اور دیواروں پر لٹکی ہوئی کھوپڑیاں جلائی شروع کیں۔ ایوان میں یکایک پرندوں کی خوف ناک آوازیں گونجنے لگیں۔ میں یہ عمل اُس وقت تک جاری رکھا جب تک تمام کھوپڑیاں راکھ کا ڈھیر نہ ہو گئیں۔ یہ راکھ میں نے خون میں ملادی اور خون اچھی طرح ہلاکے جار منہ سے لگا لیا۔ چند گھونٹ حلق سے اُتارنے کے بعد میں نے اپنی انگلی کاٹ کر اپنا خون بھی اُس خون میں شامل کیا اور اُسے جاراکاکا کا ایوان کے ایک سمت بہا دیا۔ خون تیزی سے ایک طرف بہنے لگا۔ میں اُس لکیر کا تعاقب کرتا ہوا جنوبی حصے تک پہنچ گیا۔ جیسے جیسے خون آگے بڑھتا

جاتا تھا، میری حالت متغیر ہوتی جاتی تھی۔ جسم میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ خون کی لکیر تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور میرے ہاتھ پاؤں پھولے جاتے تھے۔ جہاں جہاں سے یہ لکیر گزرتی تھی، وہاں کی زمین ہو جاتی تھی۔ شاید اسے خبر ہو گئی، اچانک جیسے کسی نے خون کی لکیر نیزے سے قطع کر دی۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا اور اچھل پڑا۔ سامنے ایک دیو قامت، دیو ہیکل شخص کھڑا تھا۔ اُس کے چہرے پر جلال تھا۔ اُس کی بڑی بڑی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ لانبے اور بال دراز تھے۔ میں اُسے دیکھ کے دم بخود رہ گیا۔ چند لمحوں کے لیے تو میرے اوسان معطل ہو گئے۔ "مقدس جاراکاکا!" میں نے زیرِ آواز میں کہا۔ "یہ میں ہوں۔ تیری طرح کا ایک شخص۔ تجھے میری ضرورت ہے، میں تجھ سے ہر قسم کا وعدہ کرنے کو تیار ہوں۔" نہ جانے کس طرح یہ لفظ میری زبان سے ادا ہوئے۔ ان میں کوئی ترتیب، فصاحت اور دل کشی نہیں تھی۔ جیسے کسی بچے نے اپنی توتلی زبان میں انھیں ادا کیا ہو۔ "میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے گھبرا کے کہا۔ "بس مجھے اپنے قریب..."

اُس کی آنکھوں کی سُرخی اور گہری ہو گئی۔ اُس کا کیا دبدبہ تھا! میں نظریں نہیں ملا سکا۔ میرے شخصی غرور کا شیشہ پہلے ہی ان حالات نے چکنا چور کر دیا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کے رہے سہے حواس بھی خطا ہو گئے۔ پھر مصلحت بھی یہی تھی کہ میں خود کو اُس کے رُوبرو ایک کمزور اور کم تر شخص کی حیثیت سے پیش کروں، کسی طور اُس کی کدورت مٹاؤں۔ اُس نے خشونت آمیز بے پروائی سے اِدھر اُدھر نظر ڈالی۔ پھر مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ اُس کی نگاہیں میرے سینے میں اتر گئیں۔ میں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ جیسے اُس نے میری چوری پکڑ لی ہو۔ دوسرے لمحے وہ تڑپتا بلکتا اور زمین سے سر پھوڑتا چھوڑ کے کہیں خلاؤں میں گم ہو گیا۔ وہ یقیناً مجھے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ شاید میری گستاخ آنکھیں پھوڑ دیتا، شاید میرے چہرے پر آبلے ڈالنے، مجھے مفلوج کرنے کی خواہش رکھتا تھا لیکن وہ کسی مصلحت کے پیشِ نظر محتاط رہا۔ مجھے اُس کی مصلحت کا

قدر اندازہ تھا۔ اپنے یرغمال کو کوئی گزند پہنچاکے اُسے دیوی سے محروم ہونے کا خدشہ تھا۔ وہ اپنی قامت، وجاہت، رُعب اور جلال کی ایک جھلک دکھا کے جیسی شان سے آیا، اسی تمکنت سے رخصت ہو گیا۔

اور میں دیواروں، عمارتوں میں کسی دیوانے کی طرح مارا مارا پھرتا رہا۔ میری تمام فضیلتیں دھری رہ گئیں اور صبر و ضبط، اداسی اور ویرانی کی ساعتیں مجھے اندر سے کھوکھلا کرتی رہیں۔ میں بار بار اپنے راستے کی طرف جاتا اور ناکام ہو کے واپس آجاتا۔ مجھے دیوی کے آنے کی اُمید تھی اور میں دیوی کے نہ آنے کی آرزو میں کرتا تھا، کبھی نفرت میں حملہ کرنے کے لیے اٹھتا، غیظ و غضب میں چیختا اور اپنے بال نوچ کے، اپنے منہ پر طمانچے مار کے خاموش ہو جاتا۔ یہ دیوانگی اتنی بڑھی کہ میں ایک ویران گوشے میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گیا اور میں نے ہر طرح اپنے آپ سے رشتہ منقطع کرلیا۔

اگر سرنگا کی دیوی جاراکاکا کے اس مخصوص طلسمی علاقے میں آنے کی جُرات نہ کرتی تو میں یوں ہی اینڈتا اور سر ڈالے پڑا رہتا۔ مجھے اس کی آمد کی اطلاع اُس وقت ہوئی جب حسبِ معمول یہاں ہر طرف ایک شور گونجا اور زمین سے آگ اُبلنے لگی اور آسمان کی چھت پر چنگاریاں اڑتی نظر آئیں۔ یہ دیوی کی آمد کا غلغلہ تھا۔ جاراکاکا ہی اس تپاک سے اُس کا خیر مقدم کرسکتا تھا۔ میرے تنِ مُردہ میں کسی نے بجلی بھر دی۔ یہ ہوش رُبا منظر دیکھنے کے لیے میں اپنی کمیں گاہ سے جھپٹ کر باہر نکلا۔ جاراکاکا کے پورے علاقے میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا لیکن ابھی ایک ساعت گزری تھی کہ پھر یہی انتشار برپا ہوا، زمین سے آسمان کی طرف چنگاریاں لپکیں، روحوں نے گرجتے بادلوں کی طرح اُڑنا شروع کر دیا اور وقفوں کے بعد بار بار اُسی طرح کا قیامت خیز شور اٹھتا رہا۔ میں نے سرنگا کی دیوی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ اُسے یہاں آنے سے باز رکھ سکوں لیکن میری ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ اُس دن دیوی نے جاراکاکا کو کئی بار پریشان کیا۔ ہر بار مستعد روحیں سارے علاقے میں پھیل گئیں۔ ہر بار گہری خاموشی چھا گئی۔ ابھی تک دیوی کی جانب سے مجھے کوئی اشارہ نہیں ملا تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی کی طرح یہ خوں ریز طلسمی مناظر دیکھتا رہا۔ میری ذرا سی لغزش دیوی کے لیے مشکلیں پیدا کر سکتی تھی۔ دونوں شکستوں سے دوچار تھے۔ دیوی مجھے نجات دلانے میں اور جاراکاکا اُس پر قبضہ جمانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ دیوی کے بار بار آنے کا مقصد یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ جاراکاکا کو پریشان کر کے کسی رعایت کی اُمید کرتی ہو۔ مسلسل ناکامی کے بعد جاراکاکا اپنے جادوئی حربوں میں یقیناً ترمیم کرسکتا تھا۔ میرے حواس خبط ہو گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں یہاں ان بلاؤں کے درمیان دیوی کی کیا مدد کرسکتا ہوں؟

دوسرے دن بھی یہی آنکھ مچولی جاری رہی، اس بار دیوی نے اپنی سمت تبدیل کر دی۔ نتیجۃً روحوں کی یلغار بھی اُسی سمت ہو گئی جدھر دیوی موجود تھی۔ میں بھی اُن روحوں میں شامل ہو گیا اور میں نے نیچے سے آواز لگائی "سرنگا کی محترم دیوی! یہ مذاق بند کردے اور جاراکاکا کے لیے التفات پر آمادہ ہو جا۔ جاراکاکا تیرا دوست ہے۔ میں بھی اس کا حامی ہوں آ نیچے آجا۔ یہاں تیرا شایانِ شان خیر مقدم کیا جائے گا۔ میں تجھے ایک بہترین سلوک کا یقین دلاتا ہوں۔"

میری آواز پر روحوں کی چیخ پکار اچانک بند ہو گئی۔ غالباً جاراکاکا کی بھی یہی خواہش تھی کہ میں دیوی سے اس طرز کا کوئی خطاب کروں۔ جواب دینے کے بجائے دیوی ایک سمت مڑ گئی۔ میں نے بھی روحوں کی جلو میں بھاگتے ہوئے اُس کا تعاقب کیا۔ میں جب بھی اُس سے خطاب کرتا، روحیں خاموش ہو جاتیں۔ جاراکاکا نے اپنے طلسمی عملیات میں بھی کمی کر دی تھی۔ یہ ایک خوش گوار علامت تھی کہ وہ دیو قامت ساحر دیوی سے مفاہمت پر آمادہ نظر آتا ہے۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ سرنگا کی باتوں میں کتنا وزن تھا۔ وہ دیوی کو کیوں عزیز رکھتا تھا۔ اُس نے غار میں مقید ہو کے ایک طویل ریاضت کیوں کی۔ میں نے سرنگا سے دیوی کے سلسلے میں بڑے ناروا کلمات ادا کیے تھے۔ ممنونیت سے میری نظریں اس طرف اٹھ گئیں جدھر اُس کے موجود ہونے کا گمان تھا۔ دیوی اب وقفے وقفے سے یکسر معدوم و مفقود ہونے کے بجائے اِدھر اُدھر تھرک رہی تھی لیکن اُس کی سمت واضح طور پر ایک ہی تھی۔ میں اُسے جاراکاکا کی عظمت کا احساس دلاتا اور مفاہمت کے لیے فریاد کرتا جاتا تھا، وہ ایک آن کے لیے ٹھہرتی اور دوسری آن اگلی عمارت پر نظر آتی۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ بے تاب مجمع دیوانگی سے اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں بھی انھی لوگوں کے درمیان تھا۔ پھر اچانک وہ ایک اُونچی عمارت کے فلک بوس گنبد پر اتر گئی۔ وہ ایک طرف ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ جیسے ہی مجسم شکل میں وہاں نمودار ہوئی، گنبد کے قریب تیز آگ بھڑک اٹھی، روحیں وہاں سے بلبلاتی ہوئی بھاگیں۔ میں اُس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ دیوی نے اپنی سمت پھر بدل دی تھی، چنانچہ روحوں کا ہجوم پھر اُس کی طرف بھاگنے لگا لیکن میں ہجوم کے ساتھ جانے کے بجائے اس جانب تیزی سے دوڑنے لگا جہاں دیوی نے اشارہ کیا تھا۔ جاراکاکا کے علاقے میں بڑی بے ترتیبی پائی جاتی تھی، کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ دیوی تماشا دکھا رہی تھی۔ انگردما کے سحر خانے سے بھی وہی نکال کے لائی تھی۔ وہ وہاں میری ڈھال بن گئی تھی۔ یہاں جاراکاکا مقابل میں تھا، سو وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہی تھی۔ اُس کے پیشِ نظر ایک ہی بات تھی کہ وہ کسی طور مجھے اس طلسمی پنجرے سے باہر نکال لے اور اس عرصے میں جاراکاکا کو اپنی ہی جانب مائل رکھے اور اُسے چند لمحوں کے لیے مجھ سے بے نیاز کر دے۔ اُس نے بار بار سمتیں بدل کے جاراکاکا کے لیے متذبذب صورت پیدا کر دی تھی۔

میرا دوسرا قدم جاملوش کی خانقاہ کے اندر تھا۔ مجھے دیوانوں کی حالت میں دیکھ کے شوطار، اشمار، نرماز، ایشام، قازیل، اشالا اور سموال سکتے میں

رہ گئے۔ میں نے انھیں اُن کے حال پر چھوڑا اور فی الفور توری جانے کا ارادہ کیا۔ جالوش کی مسند حاصل کرنے کے بعد فاصلے میرے ارادوں کے تابع ہو گئے تھے۔ چند لمحوں بعد میں جزیرۂ توری کے ساحل پر موجود تھا جیسے درمیان میں کوئی سمندر نہ ہو۔ میں اندھیرے کی اوٹ سے نکلا۔ جب دوسری طرف آیا تو وہ جزیرۂ توری تھا۔ ساحل پر حسبِ توقع سرنگا سمندر کی جانب منہ کیے بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ میری آہٹ پا کے اُس کی آنکھیں مسرت سے جگمگانے لگیں اور وہ بے اختیار میرے گلے لگ گیا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔

اُس نے گریز نہیں کیا، میں اُس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ ہم دونوں اُس غار میں آ گئے جہاں سرنگا بیٹھ کے ریاضت کرتا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے غار محصور کر دیا۔ یہ جارا کاکا کا مخصوص علاقہ نہیں تھا جہاں اُس کے سحر کو برتری حاصل تھی۔ ہر طرف سے مطمئن ہو کے میں نے وفورِ جذبات میں سرنگا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا۔ "میرے محترم سرنگا! میرے محسن سرنگا! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں....."

سرنگا نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔ "آہ جابر! کیا تم یہی کہنے آئے ہو؟" وہ ناراضی سے بولا۔

"مجھے کہنے دو۔" میں نے اُس کے دونوں ہاتھ سینے سے لگا لیے۔

"اس سے زیادہ اہم باتیں بھی تمھارے پاس موجود ہیں۔ مجھے بتاؤ، تم نے کیا دیکھا؟"

میں نے کسی تکلف کے بغیر اُسے شروع سے آخر تک سب کچھ بتا دیا، جو کچھ میں نے قیاس کیا اور جو کچھ میں نے جارا کاکا کے علاقے میں ریاضت کے دوران میں اپنی چشمِ باطن سے دیکھا، میں نے وہ ڈوری سرنگا کے ہاتھ میں تھما دی جو صدیوں تک پھیلی ہوئی تھی اور جس کا سرا میں نے اپنی دانست میں پکڑ لیا تھا۔ سرنگا کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ تادیر گم رہا اور غار کی دیواریں گھورنے لگا۔

"جابر بن یوسف! میرے لائق بچے!" اُس کی آواز کانپنے لگی۔ "تو نے ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب سب کچھ اس پر منحصر ہے کہ ہم آئندہ دنوں میں کیسے حسنِ تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہیں؟"

"تم سچ کہتے ہو۔ میرا افرار جارا کاکا نے نہایت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا ہو گا۔ وہ اشتعال میں آ سکتا ہے۔"

"ہونہہ۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "ممکن ہے وہ ایسا نہ کرے، وہ ایک زیرک، متحمل مزاج اور قوی شخص ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں، اب ہم پہلے سے زیادہ خطروں میں گھر گئے ہیں اور تصادم کچھ واضح ہوتا جا رہا ہے۔"

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ ہم اُسے اپنی وفاداری اور کم تری کا یقین دلاتے رہیں۔"

"اپنی برتری کا کیوں نہیں؟" میں نے جوش میں کہا۔

اُس کا بھاری سر ہلنے لگا۔ "مجھے سوچنے دو۔"

"وہ تا کجے ہم پر یقین کرے گا سرنگا؟" میں نے تیزی سے کہا۔ سرنگا گہری فکر میں ڈوب گیا۔ میں نے بھی اُسے نہیں چھیڑا کیونکہ مجھے اُس کی فکرِ صائب ہونے کا اعتماد ہو چکا تھا۔ ہمارے لیے یہ آزمائشی لمحے بڑے سنگین، نازک اور وحشت ناک تھے، دیوی کے حصول میں ناکامی کے بعد جارا کاکا کا مشتعل ہو جانا قرینِ امکان تھا۔

"سرنگا!" میں نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "طویل مدت کاری ہو گئی ہے اور ہم ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تھک بھی چکے ہیں۔ مجھے بتاؤ، کیا تم اُس عظیم دیوی میرے حوالے کر سکتے ہو؟"

وہ چونک پڑا اور میری صورت دیکھنے لگا۔ "وہ تیرے ہی پاس رہتی ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں، تو کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"تو پھر میں جا رہا ہوں۔ میں اُسے ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

سرنگا پر پھر سکوت کا دورہ پڑ گیا۔ وہ تذبذب میں تھا اور کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر نظر آ رہا تھا۔ "تم اُس ساحلی چٹان پر چلے جاؤ جہاں ریماجن سے مقابلے کے وقت میں آرام کر رہا تھا اور تم میرے قریب بیٹھے تھے۔"

ہم دونوں نے اشاروں کنایوں میں ہر اندیشے پر غور کیا۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میں سرنگا کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ میں نے دلیلوں سے اُسے قائل کر لیا اور غار سے باہر نکل آیا۔ باہر آ کے ہم نے جارا کاکا کی حمایت میں اپنے سینوں سے آوازیں نکالیں۔ جب میں اُس سے جدا ہو رہا تھا تو اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اُس نے شفقت سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

میرا رخ آقابلا کے قصر کی طرف تھا۔ آقابلا۔ آقابلا۔ آقابلا۔ حسن کا شہکار، زمین کا چاند، نور کا بدن، رنگوں کی تجسیم، لالہ رخساراں، بت طلعت، زہرہ جمال، شاہِ شمشاد قداں، خسروِ شیریں دہناں، سمن بر، زریں کمر، کج کلاہ، مژگانِ دراز، آہو چشم، میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے مگر تو یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں کہا۔ تاریک بر اعظم میں اُس کے التفات سے بڑی مہم میرے لیے کوئی نہیں تھی۔ اب اس مہم کا سب سے نازک مرحلہ آ گیا تھا۔ ایک بار پھر کشاں کشاں اُس کے قصر کی طرف جا رہا تھا۔ اِس بار دل کا عجب عالم تھا، دل اپنی جگہ نہیں تھا بلکہ آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔ رفتار بے تاب تھی، جسم دہک رہا تھا۔ سوچا پہلے اوسان درست کر لوں، میں نے قصر کے بڑے دروازے پر دستک بھی نہیں دی، اُسے عبور کر کے سیدھا اُس کی ماہ وش کنیزوں کے حلقوں میں جا پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کے متبسم ہوئیں۔ کون تھا جالوش کے جانشین جابر بن یوسف کے راستے میں مزاحم ہو سکتا تھا؟ وہ اِدھر اُدھر جانب سکڑتی اور مجھے راستہ دیتی گئیں۔ میں جھل مل کرتی روشنیوں، ہر رنگ کے بادلوں، منقش ستونوں، نغمہ ریز ایوانوں سے گزرتا ہوا اُس کی خلوتِ خاص میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ میرا قیاس تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے کسی تاخیر کے بغیر عبادت گاہ کا رخ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے عبادت گاہ ہی کو اپنی مستقل جائے قیام بنا لیا ہو۔ جارا کاکا کے مجسمے پر نظر پڑتے ہی میں نے عقیدت و احترام کی آہیں

ادا کیں۔ "مقدس جارا کاکا!" میں نے اپنی آواز بلند کی تو وہ اپنے خواب سے بیدار ہوئی۔ "میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔" میں نے طنطنے سے کہا۔

وہ میری اچانک آمد سے کچھ گھبرا سی گئی۔ جسم پر پھولوں کی جو چادر اُس نے پہن رکھی تھی، اُس میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ میں نے مشتاق نگاہوں سے اُسے جواب دیا۔ "آقابلا، مقدس آقابلا! آ میری بات سن، اب کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ ریماجن کا سر تیری خدمت میں پہنچ چکا ہے اور میں تیرے اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے آیا ہوں۔"

وہ کسی شاخ کی طرح لہرائی اور اُس نے جارا کاکا کے مجسمے کی طرف نظر کی۔ پھر اُس نے میری حسرت آمیز نگاہیں دیکھیں اور لچکتی ہوئی اپنی جگہ سے حرکت کی۔ میں وہیں ٹھیر گیا تا کہ وہ سکون سے اپنی مسند پر جلوہ نشین ہو جائے اور اُس کے ہاں میرے سلسلے میں ایک آمادگی پیدا ہو جائے۔ وہ آہستہ خرامی کے ساتھ عبادت گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اُس کی جگہ لے لی، یہاں اُس کے بدن کی خوش بو پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ پر نشہ طاری ہونے لگا اور میں نے سرشاری سے جارا کاکا کو مخاطب کیا۔ "میں تجھ سے اپنی رفاقت کے اظہار کے طور پر اور تیری قربت کے لیے اور تیرا جانشین بننے کے لیے اپنے تمام ہتھیار تیرے سامنے رکھ دوں گا لیکن ایک بار مجھے اسے خوب جی بھر کے دیکھ لینے دے۔"

یہ کہہ کر میں نے مجسمے کے ہاتھ چومے اور بے تابانہ عبادت گاہ سے نکل آیا۔ کوئی اُس شخص سے پوچھے جو ایک مدت بعد اپنے مقصود سے ہم کنار ہونے جا رہا ہو، جسے چند قدم چلنے کے بعد وصال کا یقین ہو، جس کا انتظار بس لمحوں کا رہ گیا ہو، ایسے عالم میں دل اچھلنے لگتا ہے، چیونٹیاں سی رینگنے لگتی ہیں۔ برقی لہریں جسم سنسنا دیتی ہیں۔ آج تو کیفیت ہی تمام دنوں سے مختلف تھی۔ پہلے مرحلے پر اُس کی طرف سے تائیدی اشارے ملے تھے۔ اگر وہ چاہتی تو عبادت گاہ میں محصور رہتی اور میں چیختا چلاتا رہ جاتا مگر اُس کا بدن ازل کا پیاسا تھا اور میری آنکھوں میں شوق کا ایک سمندر موج زن تھا۔

خلوت میں وہ اپنی سابق نشست کے بجائے ایک سفید چوکی پر بیٹھی نظر آئی۔ اُس کے زرنگار چہرے پر غیر معمولی حزن اور سوگواری تھی۔ میں نے دو ایوانِ وصال اپنے طلسم سے محصور نہیں کیا۔ اُس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میری رگ و پے میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ آج وہ کچھ زیادہ اُداس تھی، کچھ دل گرفتہ، دل شکستہ سی۔ مجھے اُس سے کچھ کہنے کے لیے اپنے آپ کو سمیٹنے میں مشکل پیش آئی۔ میں اُس کا جمال سر تا پا دیکھتا رہا۔ اتنے غور اور انہماک سے کہ وہ قرار سے نہ بیٹھ سکی، پہلو بدلنے لگی۔ تر و تازہ، معطر، شاداب۔ گلاب کی ادھ کھلی کلی، نازک سی، میں اس کی تصویر قلب میں اتار رہا تھا، بس زندگی کا حاصل یہی ہے کہ وہ اسی طرح بیٹھی رہے اور میں اسی طرح اُس کے گلستان کا نظارہ کرتا رہوں۔ میں اُس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔ "میں پھر آ گیا ہوں۔" میں نے اشتیاق سے کہا۔ "مجھ سے تیرا فراق برداشت نہیں ہوتا۔"

وہ کسمسانے لگی۔ میں نے اپنے سینے سے نکلتی ہوئی آواز میں کہا۔ اب تو جو چاہے فیصلہ کر دے۔ میری زبان کاٹ دے یا آنکھیں معدوم کر دے۔ میں اپنے اصرار سے باز نہیں آؤں گا کیونکہ میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ یقین کر کوئی نہیں جو یہ دعوا کر سکے کہ تیرے لیے اُس کی طلب مجھ سے زیادہ شدید ہے۔ میں نہ کوئی ساحر ہوں، نہ کوئی مقتدر شخص۔ مجھے ان سے علیحدہ اور بالا سمجھ۔ بس مجھے تیرا اقتدار مطلوب ہے، تیری مسند، تیرا جلوہ، تیرا وصال۔ تو میری مجبوری ہے۔ میں نے جو کچھ کیا، تیرے لیے کیا۔ بتا، اب تجھے کیا گریز ہے؟" میرے لہجے میں شدید کرب تھا۔ "میرے صدق میں اب کون سی آلودگی رہ گئی ہے؟"

وہ مچلنے لگی، اُس نے شدت سے اپنی گردن جھٹکی اور میرا سلگتا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔ میرا جی چاہا کہ آگے بڑھ کے اُسے دبوچ لوں۔ اس سے پہلے میں نے اُس کے سامنے اپنی بے قراریوں کا حال بیان کرنے میں اظہار کی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ کوتاہی کیا، مجھے خوف رہتا تھا کہ کہیں یہ منظر بدل نہ جائے اور وقت نہ ملے، وہ برہم نہ ہو جائے اور میں اپنا احوال کہنے سے رہ جاؤں سو میں دیوانے پن سے عجلت میں نہ جانے کس کس طرح اُسے اپنے جذبے منتقل کرتا تھا لیکن آج دل و دماغ کا موسم بدلا ہوا تھا، مجھے اُس کی محرومیوں کا عرفان اور اُس کے امتناع کا سبب معلوم ہو گیا تھا۔ ان میرے پاس وقت ہی وقت تھا۔ مجھے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو جگانا تھا۔ اگر میں اپنی آگ پر قابو پانے کا جبر نہ کرتا، جیسا کہ میں نے پہلے کیا تھا، تو اُس کے ہاں مزید امتناع ہونے اور اُس کے شعوری ہونے کا احتمال تھا۔ اُس کے دل پر زنگ لگ گیا تھا۔ یہ زنگ مجھے صاف کرنا تھا۔ میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اُس کا لوہا تپانے، اُس کا پتھر توڑنے، اُس کی برف پگھلانے، اُس کے اعصاب جھنجوڑنے اور اُس کا خوابیدہ بدن بیدار کرنے کے لیے ایک مشکل عمل سے گزرنا پڑے گا۔ چاہے اس مہم کی تسخیر میں کتنے ہی دن، کتنی ہی صدیاں کیوں نہ صرف ہو جائیں۔ تاریک بر اعظم میں میری پہلی اور آخری منزل وہی تھی۔ اُس نے گزشتہ مرتبہ بڑی مبہم باتیں کی تھیں۔ کہا تھا کہ مجھے کسی ویرانے میں بیٹھ کے گرد و پیش کے متعلق غور کرنا چاہیے کیونکہ ابھی مطلع پوری طرح صاف نہیں ہوا ہے۔ باغی ریماجن کا سر قلم کر کے میں نے ایک دیوار کاٹ دی تھی اور دیوی؟ سرنگا کی عظیم دیوی جو جارا کاکا کو بہت پسند تھی۔ اب میں اُس کے بارے میں اُسے نوید سنانے آیا تھا اس کے سوا مجھ سوختہ جاں کے پاس کوئی راہ نہیں تھی۔ جارا کاکا کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں آقابلا کے قصر میں موجود ہوں۔ اُس کا بت بھی میری نظروں میں کھبا ہوا تھا۔ آگے ایک طوفان اُمڈ رہا تھا، میرا دل ڈوب رہا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔ میں نے اُس سے کہا۔ "تو نے سچ کہا تھا، پہلے میں ایک بہت بڑا جاہل تھا، کچھ نہیں جانتا تھا۔"

اُس نے اپنی گردن کو جنبش دی تو اُس کی عنبریں زلفیں بے ترتیب ہو گئیں۔ میں اُس کے قریب پہنچ گیا وہاں اُس کی سانسوں کی فرحت بخش ہوا چل رہی تھی۔ میں نے وہ معطر اور تازہ ہوا اپنے سینے میں بھر لی۔ "میں تیری زبانی اپنے بارے میں کچھ سننے کا منتظر ہوں۔" میں نے کہا۔

"جابر بن یوسف!" اُس کی آواز کی موسیقی خلوت میں بکھر گئی اور وہ کچھ

کہتے کہتے رک گئی۔

"کہہ دے، جو کہنا چاہتی ہے کہہ دے۔" میں نے اضطراب سے کہا۔ "کیا اب بھی تو یونہی خاموش رہے گی؟ مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشے گی؟"

"اوہ۔" اُس نے کرب سے اپنی گردن نیچی کرلی۔ اُس کا چہرہ چھپ گیا۔

میں فرش پر اُس کے مرمریں پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے اُن پر اپنی پلکیں بچھا دیں، میرے آنسوؤں سے وہ گیلے ہوگئے۔ میں اپنے ہی آنسو چاٹتا رہا۔ نمکین، بے مزہ آنسو۔ میں اپنا ہی درد پیتا رہا۔ "کب تک؟ زمانے بیت گئے۔ آخر کب تک تو اپنے آپ پر ستم کرتی رہے گی؟ ایک بار جرأت کرلے۔ یہ سلطنت، یہ اقتدار، یہ قصر، یہ شبستان، یہ خوب صورت کنیزیں، یہ بادل۔ آ میں تجھے ایک اور جنت کی سیر کراؤں۔"

"جابر بن یوسف!" اُس نے مضطرب ہو کے میرے بالوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"ہاں میری جان! میں سچ کہتا ہوں۔" میں نے اُس کے نازک ہاتھ تھام کے کہا۔ "میرے پاس تیرے لیے بہت کچھ ہے، وہ گداز جو تجھے درکار ہے، وہ آتش جس کی تجھے ضرورت ہے۔"

وہ کچھ نہیں بولی، میں بھی خاموش ہوگیا۔ دیر تک ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں نے آج اُس کے بدن کے پھول بھی وحشت سے نہیں نوچے۔ میں نے اُس کے دونوں ہاتھ اپنے گالوں پر رکھ لیے اور میرے پاس جتنا درد تھا، وہ میں نے خرچ کر دیا۔ میرے پاس جتنے آنسو تھے، وہ میں نے بہا دیے، میرے پاس جتنے لفظ تھے وہ میں نے ادا کر دیے۔ میں اُسے اپنی رُوداد سناتا اور تکرار کرتا رہا۔ کہاں کہاں میں نے اُسے یاد کیا؟ اُس کے لیے کیسے معرکے سر کیے میں نے اپنی جلتی راتوں اور دنوں کی سرگزشت سُنائی حالانکہ میں پہلے بھی اُسے سنا چکا تھا۔ میں نے اپنے اظہار کی تجدید کی کہ وہی میری زندگی کا ماں ہے، مجھے اس کے بعد زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ میرا بیان توجہ سے سُنتی رہی اور اُس کی آنکھوں سے شرارے اٹھنے لگے۔ "بس بس۔" پہلی بار اپنے نام کے سوا اُس کی زبان سے میں نے یہ لفظ سُنے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کہ اُس کے نطق نے زحمتِ کلام کی ہے، میرے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ میں اُس کے پاس مسند پر بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ اُسے آغوش میں لینے کے لیے مچلنے لگے لیکن میں نے انھیں اپنے شعور کی زنجیر پہنا دی۔

"جاناں!" میری مرتعش آواز اُبھری۔ "میں تو ختم ہوجاؤں گا۔ میں تو تیری آگ میں جل جاؤں گا، یہی کہنے کے لیے آیا ہوں۔ میرے بعد تُو مجھے یاد رکھے گی اور صدیاں بیت جائیں گی۔ تیرا پارۂ شباب اسی طرح تڑپتا رہے گا، تو مجھے بہت یاد رکھے گی۔"

"جابر بن یوسف!" اُس کے ہاتھوں میں سختی آگئی۔ اُس نے میرا چہرہ بے قراری سے تھام لیا۔

"میں کچھ نہیں چاہتا، مجھے صرف تیری نگاہ کا گداز چاہیے۔ ہے، میں جانتا ہوں کہ تیرا شباب کتنی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے اور تیرا فیصلہ تیرا فیصلہ نہیں ہے مجھے سب معلوم ہے، میں نے تجھ سے کہا تھا، تو مجھے اپنے غلاموں میں شمار کرلے، میں نے کہا تھا تو مجھے اُس مسند میں تبدیل کر دے جس پر تو فروکش ہوتی ہے، تو مجھے ایک پھول کی شکل دے دے جو تو اپنے آپ پر سجاتی ہے، تو مجھے ساغر بنا دے جو تو اپنے ہونٹوں سے لگاتی ہے۔ تو مجھے وہ ساز بنا دے جسے تو اپنی تنہائیاں کاٹنے کے لیے بجاتی ہے۔ میں تو تیری ایک آزاد نگاہ کا جویا ہوں جو صرف میرے لیے ہو اور اس کے لیے میں نے تیری ہر آزمائش کی تکمیل کی ہے مجھے یہ یقین دے دے کہ میری طلب بے اثر نہیں ہے۔"

"تیری طلب بے اثر نہیں۔" اُس نے لرزتی آواز میں تکرار کی۔ "تیری طلب بے اثر نہیں۔"

"ہے۔ مجھے معلوم ہے، ہے۔" میں نے بے چینی سے کہا۔ "میرے بیان میں کوئی خامی ہے، میری طلب تیری مصلحتوں سے زیادہ شدید نہیں ہے، تو ایک شہزادی ہے، اس سلطنت کی سربراہ، تو ایک ساحرہ ہے، تیرا حُسن ایک اعجاز ہے، تو دنیا کا سب سے نادر عجوبہ ہے مگر تجھے خود پر اختیار نہیں ہے، تیرے حسن کی شراب یوں ہی اپنے شیشے میں بند رہے گی۔ تو اپنے ہی لطف سے نا آشنا ہے، تو اپنی ہی جان کے لیے عذاب ہے۔ تیرا اقتدار، تیری غلامی ہے، تیرا حسن تیری تنہائی ہے۔ تو ایک خوب صورت متحرک پتھر کا مجسمہ ہے۔ بتا، کب تک تو اپنے آپ سے دُور رہے گی؟ خوف زدہ، بے قرار؟"

اُس نے میرے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ دیں۔ اُس کے ہاں پہلے سے کہیں زیادہ حلاوت نظر آرہی تھی، بہ ظاہر اُس ایوان میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا لیکن ظاہر ہے ہم دونوں کی آوازیں نادیدہ سماعتوں تک پہنچ رہی تھیں۔ میرے لیے یہ مشکل تھا کہ میں اپنے بیان کا ایسا بلیغ اظہار کردں جو ایک طرف آقا بلا کے سینے میں شگاف پیدا کر دے دوسری طرف جارا کاکا کا قلبِ مضطرب آسودہ رکھے۔ آقا بلا پہلے بھی میری جنوں کاریوں میں اپنا شعور کھو چکی تھی اور میری آواز کی خواب ناک فضا میں تحلیل ہوگئی تھی۔ اُس کے ہاں زمانوں سے ایک سردگی تھی، زمانوں سے ایک اکراہ تھا۔ میں اُس کے اکراہ و امتناع پر غالب آچکا تھا لیکن ایک مرتبہ جالموش نے آکے اُسے چونکا دیا تھا دوسری مرتبہ ریماجن نے توری پر یلغار کر دی تھی۔ اب بھی یہی امکان تھا میں جارا کاکا کے علاقے سے اشتعال انگیز انداز میں فرار ہوگیا تھا اور سرنگا کی دیوی نے اُسے ایک بار پھر شکست دے دی تھی۔ ادھر آقا بلا کا انفعال برقرار رکھنا، اُدھر جارا کاکا کو یقین دلانا کہ آنے والے لمحے دیوی کو اُس کے قریب کر رہے ہیں، مکمل شعور اور حسنِ بیان کے نظم کا متقاضی تھا۔ مجھے احساس تھا کہ جارا کاکا میرے جذباتی رویے اور میرا سرکش مزاج ضرور پیشِ نظر رکھتا ہوگا۔ اُسے یاد ہوگا کہ میں نے آقا بلا کا مجسمہ نہایت فراخ دلی سے اُس کی کنیز کے حوالے کر دیا تھا، میں اور کچھ بھی کر سکتا ہوں، میرے دعوے بہت جارحانہ اور اطوار سرکشانہ تھے، مجھے اعتماد تھا کہ وہ آقا بلا کے سامنے میرے جذباتی بیانات آخری حد تک برداشت کرے گا، اس عرصے

میں اگر جارا کاکا کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اُٹھا کے میں آقا بلا کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی صدیوں کی دھند دور کرنے اور وہ آگ فروزاں رکھنے میں کامیاب ہوگیا جو میں دھیمے دھیمے اُس کے نہاں خانے میں لگا رہا تھا تو فیصلے میرے حق میں ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کے لیے جو میری طرح کسی سے اس حد تک مغلوب و مسحور ہو اور اس کا مطلوب قریب ہی بیٹھا ہو اور انتظارِ بسیار کے بعد اُس کا وصال نصیب ہو، وہ کہاں نظم و ضبط قائم رکھ سکتا ہے، مجھے اس ہوش کا ستم بھی سہنا پڑا۔ عقل کا پاسبان اس خلوت میں بھی مجھے ٹوکتا رہا۔ میری وارفتگی شیفتگی ہلکی موسیقی کی طرح آہستہ آہستہ اُس کے حواس و اعصاب پر چھاتی رہی۔

"آقا بلا۔ میری صورت دیکھ اور میرا حوصلہ بیدار کر۔" میں نے اپنا سر اُس کے بازو سے رگڑتے ہوئے کہا۔

"تو شکستوں کے درپے ہے۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہونے دے۔ تیری رُوح کو قرار آجائے گا۔ ہم سب برباد ہونے کے لیے ہیں، ایک لمحہ سکوں کئی قرنوں پر محیط ہوتا ہے۔"

"تو کیسی باتیں کرتا ہے؟"

"میں سچ کہتا ہوں اور تو سچ کی شناخت سے محروم ہوگئی ہے، تو نے اپنے آپ کو ایک بے مثال فریب دیا ہے۔"

"جا، مجھے تنہا چھوڑ دے۔" اُس نے وحشت سے کہا۔

"میں چلا جاؤں گا اور پھر تجھے کبھی اپنی صورت نہیں دکھاؤں گا۔ میں سمندر میں غرق ہوجاؤں گا۔" میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"یہاں تمام فیصلے جارا کاکا کرتا ہے، ہر چیز اُس کی امانت ہے، ہر ذرہ اُس کا مفتوح ہے۔" اُس کی آواز دکھ سے بھری ہوئی تھی۔

"میں جانتا ہوں، عظیم جارا کاکا اس سرزمین کا مختار ہے۔ میں اُس سے تجھے مانگ لوں گا لیکن اس سے پہلے میں تیرا یقین چاہتا ہوں۔ اُسے خوش کرنے کے لیے میرے پاس ایک خوب صورت تحفہ ہے مجھے یقین ہے، اس کے بعد وہ تیرے حُسن کی سلطنت مجھے بخش دے گا۔"

"تیرے پاس کون سا تحفہ ہے؟" اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"میرے پاس ایک پُراسرار ہندی عورت ہے جو اصل میں میرے بوڑھے دوست سرنگا کی ملکیت ہے۔ اس سرزمین میں ایسا کوئی طلسمی جوہر نہیں، جیسی وہ ہے، مجھے معلوم ہے، جارا کاکا اُسے اپنے پاس رکھنے کا خواہش مند ہے۔ اُس عورت نے تیرے جیسے سر کیے جانے والے معرکوں میں میری بڑی مدد کی ہے۔ میرا بوڑھا دوست سرنگا ہمیشہ مجھ پر مہربان رہا ہے۔ یقیناً وہ میرے اصرار اور درخواست پر اپنی دیوی مجھے بخش دے گا اور میں تجھے اور تو جارا کاکا کو اگر اس سرزمین سحر و اسرار کی نادیدہ طاقتیں اُس کی موجودگی ایک رکاوٹ سمجھتی ہیں تو میں یہ رکاوٹ ہمیشہ کے لیے انھیں سونپ کر سارا فساد ختم کر دوں گا۔"

"اوہ جابر بن یوسف!" اُس کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی، جیسے پھول کھل اُٹھے ہوں، جیسے جل ترنگ بج اٹھے ہوں مگر دوسرے ہی لمحے

وہ فکر میں ڈوب گئی اور اُس کی آنکھوں کی چمک معدوم ہوگئی۔ "اور اگر پھر بھی تجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو؟" اُس نے اداسی سے پوچھا۔

مجھے اُس کے مفہوم کی تہہ تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ دیوی سپرد کرنے کے بعد بھی صورتِ حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ اُس کا یہ اشارہ مجھ سے احساسِ رفاقت کا آئینہ دار تھا، وہ مجھے ایک اندیشے سے باخبر رکھنا چاہتی تھی چونکہ وہ کھل کے بات نہیں کر سکتی تھی گویا اس نے اپنا دیرینہ بل دیا تھا۔ "میں نے اس سرزمین میں پناہ حاصل کی ہے۔" میں نے بے نیازی سے کہا اور خود کو یہاں کا معیاری شخص بنانے اور تیرے قریب بیٹھنے کا اہل ثابت کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے، میں تیرے لیے جیتا ہوں، اُس کرشمہ ساز ہندی عورت میں بڑی خوبیاں ہیں مگر تو نے گزشتہ ملاقات میں اُس کے لیے اپنی دبی ہوئی خواہش کا اظہار کیا تھا، مجھے اپنے دوست سرنگا کو آمادہ کرنے میں دیر لگ گئی، اگر اس کا تعلق مجھ سے ہوتا تو میں اُسے تیری خدمت میں پیش کرنے میں تاخیر نہ کرتا۔ میں تو تیری خوشنودی کے لیے جیتا ہوں، اس کے بعد کچھ بھی ہو اس کی پروا کون کرتا ہے؟ میں نے کہا تا کہ میں تو تیرا اعتماد چاہتا ہوں۔

تو میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟" اُس کے لہجے میں سپردگی تھی۔

جس کے لیے میں نے بہت سوچا تھا، بہت خواب دیکھے تھے، وہ نازک بدن مجھ سے اس قدر قریب تھی اور اپنے شیریں لبوں کو میرے لیے زحمت دے رہی تھی۔ اُس کا سوال بے شمار معنی رکھتا تھا۔ میں نے جانا کہ وہ آج مجھ پر مائل بہ کرم ہے۔ "میں تو یہ جانتا ہوں۔" میں نے لڑکھڑاتی آواز میں جواب دیا کہ "تو دنیا کی سب سے خوب صورت عمارت ہے، میں تیرے محل کے غلاموں کی جگہ چاہتا ہوں۔ میں نے اب تک تجھے جاننے اور خود کو شناخت کرانے کے لیے یہ سفر طے کیا ہے، میں جالموش بنا، طاقت میں یہاں کا سب سے اعلا شخص قرار پایا، ساحری میں کمال پیدا کیا۔ جارا کاکا کے بعد جو ایک دیوتا ہے کون ہے جو مجھ سے زیادہ تجھے جانتا ہو؟"

"جابر بن یوسف!" وہ مچل کے بولی اور پھر خاموش ہوگئی۔

"بس ایک بار۔ ہاں ایک بار۔ ایک بار تو میرے لیے اپنا سینہ کشادہ کر دے۔ میں تیری طویل صدیوں کی چند ساعتیں اپنے لیے وقف کرنا چاہتا ہوں۔ چند گھڑیوں کے لیے اپنے گداز کا اعزاز عطا کر دے۔"

"آہ۔" وہ منتشر ہوگئی۔ "جابر بن یوسف! میں تو تیرے پاس موجود ہوں۔"

"تو میرے پاس کہاں ہے؟ تو تو اپنے پاس بھی نہیں ہے، تو اُس حبس کی عادی ہوگئی ہے۔ یہ زنداں تجھے راس آگیا ہے۔ شاید میں تجھے قائل نہیں کر پاؤں گا۔" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا

پھر میں نے اُس سے کچھ نہیں کہا کیونکہ میری نگاہوں نے بولنا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم تھا اُس کے ہاں ایک شدید کشمکش ہو رہی ہے، میں نے اپنے آتشیں رویّوں سے اُسے اور انتشار سے دوچار کر دیا۔ وہ بکھرنے لگی۔ وہ گم صم بیٹھی رہی اور میری خاموشی سُنتی رہی۔ وہ خاموشی جس کی زبان تمام دنیا میں سمجھی جاتی ہے، اُس زرخیز کلی کا

عالم وہی تھا جو کلی کا چٹکنے کے وقت ہوتا ہے۔ گلابی رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے کسی عجلت اور وحشت کا مظاہرہ نہیں کیا وہ بے قرار ہونے لگی کبھی اِس پہلو کبھی اُس پہلو آنکھوں میں ڈورے سے پڑ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس کا سارا بدن شراب میں ڈوب گیا ہو۔ جب اُس کی آنکھوں میں شبنم نظر آنے لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں اُس کی انگلی پکڑ کے کہیں دُور لے جا سکتا ہوں تو میں نے مسند سے اُتر کے اعتماد سے ہاتھ بڑھا دیا، اُس نے مجھے مایوس نہیں کیا، ایک شانِ دل رُبائی سے میری پزیرائی کی اور اپنا مرمریں ہاتھ میرے سپرد کر دیا، میں نے اُسے ہولے سے کھینچ لیا کہ کہیں اُسے ٹھیس نہ لگ جائے، اُس کا آبگینہ نہ ٹوٹ جائے۔ وہ اُٹھی تو جیسے ساری کائنات اُٹھ گئی۔ میں اُس کا ہاتھ تھامے تھامے ڈگمگاتے قدموں سے خلوت سے باہر آیا، "کہاں؟" اُس نے نشیلی آواز میں پوچھا۔

"کہیں بھی۔ جہاں میں چاہوں۔" میں نے سرشاری سے کہا: "ذرا اِس ایوان سے باہر نکل کے دیکھ اور تازہ ہوا اور روشنی میں چل کے دیکھ، انکار نہ کر، عرصے سے تیرے پہلو بہ پہلو سفر کرنے کی حسرت ہے۔ میں اپنے دوست سرنگا کو دکھاؤں گا اور اُس سے کہوں گا، دیکھو یہ ہے میری جدّوجہد کا حاصل۔ وہ تجھے میرے ساتھ دیکھے گا تو حیرت زدہ رہ جائے گا۔ وہاں وہ پُراسرار عورت بھی ہے۔ جسے میں تیری خدمت میں پیش کر دوں گا۔ بس اب انکار نہ کر۔"

وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئی اور اُس نے آنکھیں بند کر لیں، میں نے اُسے اور قریب کر لیا۔ وہ کچھ لرزنے سی لگی، پھر وہ کمال اشتیاق سے میرے ساتھ آگے قدم بڑھانے لگی، میں بتا نہیں سکتا کہ اُس وقت میں کیا محسوس کر رہا تھا؟ میں اُسے اُس سحرزدہ، حبس زدہ قصر سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب آقابلا میرے ساتھ تھی اور میں ہواؤں کے دوش پر سوار تھا، تاریک تیرا عظم کی ملکہ، پھولوں کی ملکہ، خراماں خراماں، معطر معطر۔ چند لمحوں بعد ہم گھنے جنگل میں پہنچ گئے۔ میں نے اُس سے کہا: "تیرے پیر زخمی ہو جائیں گے، آ میں تجھے اُٹھا لوں۔"

اُس نے سرشاری سے منع کر دیا اور میرے بازوؤں سے چپک کے خاردار زمین میں بہکے ہوئے قدموں سے چلتی رہی۔ کون تھا جو ہمارے قریب آنے کی جرأت کرتا؟ کس کی مجال تھی جو ہمارے راستے میں خزاں بکھیرتا؟ اُس کا بدن ڈولنے لگا تھا اور تمکنت و وقار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، اِس حالت میں وہ اور دل کش ہو گئی تھی۔ ہم چاہتے تو ساحری کے زور سے تاریک تیرا عظم کے آخری کناروں تک لمحوں میں پہنچ جاتے لیکن میں نے دانستہ اُسے کانٹوں پر چلنے پہ مجبور کیا، اُس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ ہم دونوں یار شرابی سے تھے۔ اتنی پی تھی کہ چھلک گئے تھے، اتنے دنوں بعد پی تھی کہ ہوش ہی نہ رہا تھا۔

ہم نے

سوچا، اب جارا کاکا جو بھی سزا تجویز کرے، نوکیلے ڈنکوں والے حشرات الارض کے انبار میں ڈال دے، کچھ بھی کرے، اب کسی بات کی پروا نہیں ہے۔

ہم دونوں جب ساحل پر پہنچے تو ایک دوسرے میں گم ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے نظر اُٹھا کے دیکھا، سرنگا اُس چٹان کی اوٹ سے باہر آ رہا تھا جہاں میں نے اور جالوش نے انگروما کے باغیوں کا مقابلہ کیا تھا۔ بیمار میری بے تابیاں بڑھ گئیں۔ سرنگا ہمیں دیکھ کے اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ میں نے آواز میں آقابلا سے کہا: "یہ ہے میرا محسن، میرا بوڑھا دوست سرنگا۔ یہی ہے وہ طلسمی عورت ہے۔" سرنگا احترام سے زمیں بوس ہو گیا۔

"اے عظیم ملکہ، مقدس آقابلا! اُس زمین پر جو کچھ ہے وہ تیرا ہے، بس تیری امان چاہیئے۔" سرنگا نے مؤدبانہ کہا۔

سرنگا کے قریب ایک لمحے کے لیے اُس کی دیوی مجسم شکل میں ہوئی اور آقابلا کی طرف مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی اوجھل ہو گئی۔ آقابلا نے تجسس اور اشتیاق سے دیکھا مگر دوسرے ہی ثانیے اُس کے بدن میں لرزہ ہونے لگی اور آنکھیں خوں بار ہو گئیں۔ اُس نے وحشت سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے چاروں طرف نادیدہ روحوں کا حصار تیزی سے تنگ ہو رہا ہے۔ وہ آقابلا کے اشارے پر مفقود ہو گیا: "تو دیکھتا ہے؟" اُس نے بڑی سرگوشی میں کہا۔

میں اُس کا مقصد سمجھ گیا، وہ مجھے دیوی کی فراغ دلانہ پیش کش کے بارے میں نظرِ ثانی کا کنایہ کر رہی تھی: "میں دیکھ رہا ہوں۔" میں نے مستی میں کہا "لیکن تیرے ساتھ ایک رنگین ساعت کے صلے میں مجھے ہر سزا قبول ہے۔" کہتے ہوئے میں اُسے تیزی سے اُس چٹان پر لے آیا جو سرنگا نے اپنی دیوی کی سحرکار قوت سے پہلے ہی محصور کر دی تھی: "تمام اندیشے سامنے بہتے ہوئے دریا میں جھٹک دے اور یہاں میرے پہلو میں آرام کر۔"

"جابر بن یوسف! آہ" وہ اضطراب آمیز سراسیمگی سے بولی: "تو بہک رہا ہے۔ اپنے آپ کو اتنی دور مت لے جا۔ جارا کاکا کی طاقت کو۔۔۔"

"میں جانتا ہوں لیکن میری طلب اُس سے بھی بڑی ہے۔ تو اب گفتگو کر سکتی ہے۔ میں نے تجھ سے گزارش کی تھی کہ اپنی عمر کے حصے میں سے صرف چند گھڑیاں میرے لیے وقف کر دے۔ بھول جا کہ کون ہے، تیرا منصب کیا ہے" اور یہ اصرار کیا: "میں کیا مجھے سب کچھ کہنے کی ضرورت ہے؟" میں نے اپنے زاد گلے سے کھینچ کے زمین پر ڈال دیے۔

اُس وقت اگر آسمان سے بجلی گر جاتی یا زمین پر زلزلہ آ جاتا تو میں اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔ "کیا میں اب بھی تیرے لیے اجنبی ہوں، دُور کا آدمی، کیا کوئی اور تیری نظر میں ہے جو مجھ سے زیادہ تیرا طلب گار ہے؟ پھر تجھے یہ گریز کیوں ہے؟ یاد رکھ، اگر تو نے یہ گھڑیاں گنوا دیں تو ہمیشہ کے لیے تشنگی تیرا نصیب ہوگی۔ پھر کوئی تیرے دل پر دستک نہیں دے گا۔ نہ جارا کاکا تیرے قریب آئے گا اور نہ کسی کو آنے دے گا، تو تڑپتی اور ترستی رہے گی، اِس سے پہلے کہ جارا کاکا کوئی لے منتشر کرنے

ملِ جائے، مجھے پہچان کہ میں کون ہوں، میں تیرا جابر ہوں، میں تیری نجات ہوں، دیوتاؤں نے تیرے لیے مجھے اِس زمین پر بھیجا ہے کہ تیری پیاس رفع کروں، قرار بخشوں۔"

"جابر بن یوسف! آہ، آہ" وہ آہیں بھرنے لگی، "یہ ممکن نہیں ہے۔"

اُسی ثانیے کہیں دُور فلک شگاف چیخیں گونجیں، ایسی دردناک اتنی پُرسوز کہ کلیجے شق ہو جائیں۔ آقابلا کی حالت غیر ہو گئی تھی۔ اُس کی پتلیاں ساحل کی طرف کھنچ گئیں جہاں ہر سمت روحیں بین کر رہی تھیں، انھوں نے ہمیں متنبہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ جارا کاکا ہم پر یلغار کرنے میں ثانیے لگائے گا کیونکہ آقابلا میرے جسم سے پیوست تھی اور میں جالوش کا جانشین تھا اور دیوی ابھی آزاد فضاؤں میں گھوم رہی تھی۔ آقابلا تڑپ رہی تھی۔

اب کہیں پناہ نہیں تھی۔ یہ بہت سنگین اور نازک وقت تھا۔ عظیم جارا کاکا غضب میں آ کے سب کچھ تہ و بالا کرنے کا ارادہ بھی کر سکتا تھا۔ اِس لیے میں آقابلا کو بہت دُور لے جانا چاہتا تھا، اتنی دُور جہاں سے وہ واپس نہ آ سکے اور میں اُسے ساحلوں تک لے آیا تھا، میں اُسے بہت دُور لے آیا تھا، میں نے اُسے ایسی شراب پلانی شروع کی تھی کہ اُس کا بندش میں آنا مشکل تھا۔ وہ بتدریج اپنے حواس کھو رہی تھی۔ وہ پگھل تو ایسی پگھلی، ٹوٹی تو ایسی ٹوٹی کہ ہر جان، ہر دل ہو گئی، کبھی کسی نے کسی سے اس طرح بکھر کے اظہار نہ کیا ہوگا۔

اُدھر ماتم بپا تھا، چٹان کے قریب دُور تک ساحل پر آگ فروزاں تھی، الامان ایسا بین ہو رہا تھا، ایسا شور تھا جس سے سماعتیں ہلاک ہو جائیں، آدمی ٹوٹ جائیں۔ آقابلا نے دزدیدگی سے مجھے دیکھا اور سسکتے ہوئے کہا: "دیکھ کیسا حشر بپا ہے۔"

"ہم سے زیادہ شدید نہیں۔" میں نے سرمستی میں کہا: "کیا ہوا اگر اُس نے ہمیں غارت کر دیا، پھر کوئی شکوہ تو نہیں رہے گا۔ جو ہو رہا ہے اُسے ہونے دے اور مجھ سے پیوست ہو جا، اپنی سماعت صرف میرے دل کی دھڑکنوں تک مرکوز کر دے، اپنی بصارت صرف مجھ تک محدود کر لے اور اطراف میں جو تماشا ہو رہا ہے اُسے بھول جا، دیر ہوگی تو سارے خواب منہدم ہو جائیں گے۔"

ابھی میں نے یہ کہا تھا کہ سمتیں گرجنے لگیں اور سمندر کی لہریں بے قابو ہو گئیں جیسے طوفان آنے والا ہو، ہر سُو گرج اور چمک تھی، اِدھر بھی طوفان آ گیا تھا، پھر آقابلا نے کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ کہنے اور سننے کی منزل سے گزر گئی تھی، میں نے اُس سے اُس کا اختیار چھین لیا تھا، میں نے اُس کے کان میں ایسے نغمے گھولے تھے جو اُس نے آج تک نہیں سُنے تھے۔ میں اُسے ایسی جنت میں لے گیا تھا جہاں وہ کبھی نہیں گئی تھی۔ قریب ہی کہیں تیز شور اُٹھا، حشر کا سا شور اور چٹان کے گرد شعلے رقص کرنے لگے، زمین تڑپنے لگی، میرے بازو اُس کی طرف لپکے اور اُس کی چاندنی میں میرا جسم نہا گیا، میں نے اُس کا گلستاں اپنے سینے میں پوری طرح محفوظ، محصور کر لیا۔ وہ چیخنے لگی، پھر اُسے اور مجھے کچھ سنائی اور دکھائی نہیں دیا، کچھ یاد نہیں رہا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ اُس گھڑی گہرے سیاہ بادلوں نے چٹان پر یورش کر دی تھی اور ہر سمت آہ و بکا جاری تھی اور ہم دونوں بے ہوش ہو بیٹھے تھے۔

گانا سیکھنے کے لئے نہایت موزوں کتاب
موسیقی کی الف بے تے کا قاعدہ
ایچ اقبال کے قلم سے
ابجدِ موسیقی
دیدہ زیب سرورق
معیاری طباعت
سفید کاغذ
مضبوط جلد
قیمت -/150 روپے ◇ ڈاک خرچ -/25 روپے
برصغیر کے نامور گلوکار
مہدی حسن
اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں
یہ کتاب لوگوں کے درس کے لئے موسیقی میں ان کو راستہ دکھانے کے لئے بہت بہتر ثابت ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری نئی نسل کے شوقین اور ابھرتے ہوئے فنکار اس سے بہت فائدہ اٹھا سکیں گے۔
قیمت اور ڈاک خرچ کی رقم بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ پیشگی روانہ فرمائیں
اس کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لئے: C-63 نمبر 111 بکر کمرشل ایریا گلستان کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

کسی نے زور زور سے میرے بازو جھنجوڑے، میں نے بدستی سے آنکھیں کھولیں تو بوڑھا سرنگا میرے سرہانے کھڑا تھا اور سارا منظر بدلا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہ کوئی اجنبی زمین تھی مگر وہی چٹان جہاں میں آقابلا کے ساتھ موجود تھا۔ تاحدِ نظر ایک خشک صحرا نظر آرہا تھا۔ نہ کوئی درخت نہ سایہ۔ مجھے گمان ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ کوئی بھیانک خواب۔ جسم ٹوٹ رہا تھا اور نگاہیں دھندلی پڑ گئی تھیں۔ "تم کوئی خواب نہیں دیکھ رہے ہو جابر بن یوسف!" سرنگا کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری۔

"وہ کہاں ہے؟" میں نے چاروں طرف بے تابی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ جزیرہ توری ہے سحر دا سرار کی سرزمین۔ اب وہ کہاں جس کی تمہیں تلاش ہے؟ ہوش میں آؤ سیدی جابر!" سرنگا کی آواز میں لرزش تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟" میں نے اُس کے شانے پکڑتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں میرے بچے، سب ختم ہوگیا۔ سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ ہر شے فنا ہوگئی، وہ عالی شان قصر، وہ طلسمی زادو، وہ ماہ جبیں آقابلا، اُس کی خوب صورت کنیزیں، وہ غلام، وہ عبادت گاہیں۔ اب یہاں لق و دق صحرا ہے۔ ایک بے آب و گیاہ جزیرہ۔ ایک چھوٹا سا جزیرہ جو تاریک براعظم کہلاتا تھا اور جہاں ایک عظیم سلطنت قائم تھی۔"

"یہ سب کیا ہوگیا؟" میں نے وحشت سے چیخ کر کہا۔ "میں جانتا تھا کہ یہ سب ممکن ہے مگر اتنی جلد، اتنی تیزی سے۔ وہ بھی ختم ہوگئی؟"

"وہ بھی اسی طلسم خانے کا ایک حصہ تھی، جب سب راکھ ہوتے تو وہ بھی راکھ ہوگئی۔"

سرنگا نے میری پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

"وہ یہیں تو تھی۔" میری آواز بھرا گئی اور میں اس طرح سمتیں تکنے لگا جیسے وہ کہیں چھپی بیٹھی ہو۔

"آؤ عزیز جابر! یقین کرو وہ بھی چلی گئی۔ سب چلے گئے۔ وہ سب معلق تھے، اُن کی روحیں اپنے مسکنوں میں چلی گئیں۔ اپنے آپ کو سنبھالو سیدی! ہوش میں آؤ۔ تمہارے ساتھی تمہارے منتظر ہیں۔" سرنگا نے مجھے کھینچتے ہوئے کہا۔

میں وہیں بیٹھ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کی خوشبو ابھی تک موجود ہے۔ میں دیوانہ وار زمین سے لپٹ گیا اور بے تحاشا بوسے دینے لگا۔ سرنگا نے مجھے کھینچ کر اٹھایا۔ "دیوانے مت بنو سیدی! میرے بیٹے! میرے بہادر بیٹے! اپنے اوسان بحال کرو۔ ہمیں ایک اور مرحلہ درپیش ہے۔"

"مجھے یہیں چھوڑ دو۔" میں نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے ہذیانی انداز میں کہا۔ "میری قبر یہیں بنادو۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو، کیا یہ سب غیر متوقع تھا؟ چلو۔" سرنگا نے دبدبے سے کہا اور مجھے دھکیلتا ہوا آگے لے گیا۔ دُور ساحل پر گنتی کے چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے آتا دیکھ کے وہ تیزی سے میری طرف بھاگے، وہ مہذب دنیا کے باقی ماندہ لوگ تھے، سرتیا، فلورا، فروزیں، جولیا، مارشا، شراڈ اور ڈاگر۔ سرتیا اور فلورا بھاگتی ہوئی میرے سینے سے چمٹ گئیں۔

"جابر! ہم آزاد ہوگئے۔" فلورا نے فرطِ مسرت سے مجھے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ سرتیا میرے شانے سے لگی ہوئی تھی۔ "سیدی!" اُس نے دھیرے سے آواز دی، خوشی سے اُس کا چہرہ تمتمارہا تھا۔

وہ سب بری طرح مجھ سے لپٹے جارہے تھے۔ سرنگا نے انہیں ایک جگہ سکون سے بیٹھنے کی تلقین کی۔ ہم سب لہروں کے نزدیک پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ گئے۔ "یہاں دُور دُور تک پانی نہیں ہے، نہ کوئی سایہ۔ نہ وہ کشتی نظر آرہی ہے جس میں ہم یہاں آئے تھے اگر ہمیں جلد ہی کہیں سے کوئی مدد نہ ملی تو ہم سب یہاں بھوکے پیاسے مرجائیں گے۔ ہمیں سب سے زیادہ اس مسئلے پر غور کرنا چاہیے۔" بوڑھے سرنگا نے اعلان کیا۔

"خدا نے ہماری یہاں تک سنی ہے تو باقی انتظام بھی وہی کرے گا۔" ہیرانی دوشیزہ فروزیں نے کہا۔

"میں سوچتی ہوں ہم ایک ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے، وہ درخت، وہ سبزہ، وہ محلات کہاں غائب ہوگئے؟" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"میری بچی!" سرنگا نے شفیق لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔ "ہم سب ایک جہنم میں گرفتار تھے، ایک عذاب سے دوچار تھے۔ اب دعا کرو کہ ہم بہ خیریت اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔"

"یہ سب کیا تھا محترم سرنگا؟" فروزیں نے معصومیت سے پوچھا۔

"یہ ایک طویل عبرت ناک اور حیرت انگیز کہانی ہے۔ میں سکون سے کسی وقت تمہیں سناؤں گا۔ ہمیں سمندر کی طرف نظر رکھنی چاہیے شاید کوئی بھولا بھٹکا جہاز اِدھر آجائے اور ہم بے سروسامانوں کو ہماری زمینوں پر پہنچادے۔"

"یقین نہیں آتا کہ ہم کبھی اپنے وطن واپس جاسکتے ہیں۔" شراڈ نے کہا۔ "سرنگا فرض کرو اگر کوئی جہاز اِدھر نہ آیا تو؟"

"ایسی باتیں مت کرو۔" سرنگا نے اُسے جھڑک کے کہا۔ "ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ سب ایک دوسرے کے چہرے دیکھ رہے تھے، بار بار گردوپیش کو حیرت سے دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کی چٹکیاں بھر کے یقین کرتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ مسرت سے اُن کے چہرے کھلے جارہے تھے۔ ساتھ ہی ایک موہوم سا خوف بھی اُن کی آنکھوں میں موجود تھا۔ سرنگا صبر و ضبط کی تلقین کرتا جاتا تھا اور اُس کی نگاہیں سمندر کے اُفق پر پھیلی ہوئی تھیں۔ فروزیں کے ہاتھ دعا کے لیے اُٹھے ہوئے تھے۔ صرف میں خاموش تھا۔ "سیدی جابر!" جولیا نے تیکھی آواز میں کہا۔ "تم کچھ نہیں بولتے۔ کیا تمہیں یہ صبحِ نجات طلوع ہونے سے خوشی نہیں ہوئی؟"

"اُس سے کچھ مت کہو۔" سرنگا نے ڈپٹ کر کہا۔

"یقیناً اسے اپنا اقتدار یاد آرہا ہوگا، وہ ساحرِ اعظم نہیں رہا۔" مارشا بے باکی سے بولی۔

"چپ رہو۔" سرنگا کی آواز غصے سے لرزنے لگی۔ "وہ تم سب کا محسن ہے، تم لوگوں نے یہ کیسی دل آزار باتیں شروع کردی ہیں۔ اُس کے بغیر یہ سب ناممکن تھا، اس کا احترام کرو۔" پھر اُس نے میری جانب ہاتھ اُٹھا کے ستائشی انداز میں کہا۔ "جابر بن یوسف اب اقتدار کا دلدادہ نہیں رہا ہے۔ میرا لائق فرزند۔ وہ ذہانت اور شجاعت میں ہم سب سے بلند ہے۔ بھلا اس کے پاس کس چیز کی کمی تھی؟"

میں نے جولیا، مارشا اور شراڈ سے کچھ نہیں کہا۔ میں تو اپنے آپ میں گم بیٹھا رہا۔ سرتیا نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، مجھے اداس دیکھ کے وہ بھی اداس ہوگئی تھی۔ فلورا کا بھی یہی حال تھا۔ وہ دونوں مسلسل کوششیں کررہی تھیں کہ میں کسی طرح اپنے تاثر کا اظہار کردوں لیکن مجھ سے کچھ بولا نہیں جاتا تھا۔

"سیدی!" سرتیا نے میرا ہاتھ دبا کے کہا۔ "کیا تم ہم سے ناراض ہو؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان سوالوں اور تبصروں سے تنگ آگیا تھا اور یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ وہ مسلسل بول رہے تھے۔ فلورا نے میرے کاندھے پر سر رکھ دیا تھا، اِدھر سرتیا میری انگلیوں سے ریت صاف کررہی تھی۔ وہ بار بار مجھے ٹوکتی تھیں اور خاموش ہوجاتی تھیں۔

"محترم سرنگا! کیوں نہ ہم پانی تلاش کریں، شاید کہیں زمین نرم ہو اور کہیں شراب کا گھڑا محفوظ رہ گیا ہو یا ہمیں کھانے پینے کا سامان نظر آجائے۔" شراڈ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ شراڈ!" سرنگا کی سرد آواز ابھری۔ "یہاں اب تمہیں گرم زمین اور ریت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اپنی طاقت بحال رکھو۔"

"کاش ہمیں پہلے سے علم ہوتا تو ہم کچھ شراب، پانی اور غذا ہمیں زمین میں دفن کردیتے۔" مارشا مایوسی سے بولی۔

"کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا۔" سرنگا معنی خیز انداز میں بولا۔ "جابر بن یوسف اور میں جانتے تھے کہ کیا کچھ ہوسکتا ہے مگر ہم اپنے سوا کوئی چیز محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔"

"محترم سرنگا! اب کوئی خطرہ تو درپیش نہیں ہے؟" فروزیں نے خوف سے کہا۔ "مجھے اس زمین سے ڈر لگتا ہے۔"

"اب یہ ایک بنجر زمین ہے۔ اب یہاں صرف ہم رہ گئے ہیں میری بیٹی!" سرنگا نے فروزیں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو سمندر بڑھ رہا ہے۔ ممکن ہے ہمیں اس بلند چٹان پر پناہ لینی پڑے۔"

"یہ کیا اسرار تھے محترم سرنگا؟" فروزیں نے ہیبت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ داستان۔" سرنگا نے گہری سانس لے کے کہا۔ "بڑی اذیت ناک ہے میرے بچو! میں تم سب کی تسلی کے لیے اسے سناتا ہوں، تم سب ذرا جابر کے پاس بیٹھ جاؤ، اُسے تمہارے التفات کی ضرورت ہے۔" وہ سب میرے اطراف بیٹھ گئے اور تجسس سے سرنگا کا چہرہ دیکھنے لگے۔ سرنگا نے کہنا شروع کیا۔ "معلوم تاریخ سے کہیں پہلے سرزمین یونان میں ایک بڑا جادوگر رہتا تھا جس کا نام نارما تھا، نارما کو دیوتا کا درجہ حاصل تھا اور وہ ایک طرح سے بے تاج بادشاہ تھا۔ اُس کا ایک

جس نے طویل عرصے سے قارئین سسپنس کو مسحور کررکھا ہے

اسلوب، اندازِ بیان اور دلچسپی

کے اعتبار سے اب تک شائع ہونے والے تمام سلسلوں میں سب سے زیادہ منفرد اور مقبول سلسلہ

دیوتا

قیمت -/60 روپے
ڈاک خرچ -/23 روپے

44 حصے ایک ساتھ منگانے پر رعایتی قیمت
مبلغ -/2300 روپے مع ڈاک خرچ ہوگی

یہ رعایت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر دی جائے گی
نقد رقم لفافے میں ڈال کر ہرگز ارسال نہ کریں

44 حصے کتابی شکل میں تیار ہیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں
یا ہم سے براہِ راست منگوائیں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802851
kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لیے: C-63، فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے، مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

ہی بیٹا تھا جارا کا کا۔ جسے اُس نے اپنی تمام تفصیلتیں سونپ دی تھیں ساحری میں وہ اپنے باپ کا ہم سر ہو گیا تھا لیکن وہ اتنا مغرور اور سرکش تھا کہ بستیوں کے لیے مصیبت بن گیا۔ جارا کا کا آقا بلا نامی ایک حسین و جمیل شہزادی کے دامِ الفت میں ایسا گرفتار ہوا کہ اُس نے اپنے باپ سے بغاوت کر دی، نارما نے اُسے منع کیا تھا کہ وہ شہزادی آقا بلا سے دُور رہے کیونکہ نارما بادشاہ امارلیس کا خاص رفیق تھا اور اُس نے شاہی خاندان کو بلاؤں سے نجات دلانے کے لیے اپنی امان میں لے رکھا تھا جیسا کہ پہلے زمانوں میں دستور تھا، یہ ایک عہد تھا جو بادشاہ اور ساحر نارما کے درمیان تھا۔ ممکن ہے نارما خود آقا بلا کا خواستگار ہو جب جارا کا کا کی سرشوریاں حد سے گزرنے لگیں اور وہ آقا بلا کی طلب سے باز نہیں آیا تو نارما نے جارا کا کا کو ہمیشہ کے لیے آقا بلا سے محروم کر دینے کا ایک اذیت ناک طریقہ اختیار کیا۔ اُس نے اپنے ایک غیر معمولی سحر سے آقا بلا کا بدن معطل کر دیا تاکہ جب بھی اُس کی دوشیزگی ختم کر دینے کی کوشش کی جائے تو جارا کا کا کا سارا سحر ساری طاقت ختم ہو جائے۔ تم نے شاید سُنا ہو کہ ساحروں کی طاقت کسی کل یا کسی شے سے وابستہ یا اُس میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس طرح نارما نے جارا کا کا کو ہمیشہ کے لیے اذیت میں مبتلا کر دیا۔ نارما ایک بڑا ساحر تھا، وہ یہ کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ اب جارا کا کا کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی محبوب آقا بلا کو کہیں محفوظ کر دے چنانچہ اُس نے اُسے شاہی محل سے اغوا کر کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا۔ پھر اُس نے اپنی ساحری کی طاقت بڑھانی شروع کی اور آبِ حیات کا چشمہ تلاش کر کے اپنی اور آقا بلا کی زندگی جاوداں بنا دی۔ وہ آقا بلا کو لے کے ایک ویران جزیرے میں چلا آیا لیکن وہ اپنے باپ کا "توڑ" کرنے میں ناکام رہا۔ اُس نے کڑی ریاضتیں کیں، سخت آزمائشوں سے گزرا، اُس نے ساحری میں کمال پیدا کیا، بے شمار مدارج طے کیے اور اس قابل ہو گیا کہ نادیدہ روحیں غلام بنا لے اور انھیں اُن کی سابقہ شکلوں میں واپس لے آئے۔ اُس نے ایک چھوٹی سی سلطنت بنائی اور اپنی محبوبہ آقا بلا کو اُس کی ملکہ بنایا۔ پھر اُس نے دنیا کے شاہی محلات اور بستیوں سے حسین و جمیل لڑکیاں اغوا کیں اور انھیں مشروبِ حیات پلا کے جاوداں کر دیا۔ اُس نے قریب کے جزیروں سے سیاہ فام غلام پکڑے اور اُن کی نسل کی افزائش کی یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی عمرِ طبعی سے گزر گئے۔ اُس نے عبادت گاہیں اور محلات بنائے پھر اُسے اس تماشے میں اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ اُس نے ایک ہی زمین کو مختلف جزیروں اور حکومتوں میں تقسیم کر کے مسحور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ وہ ایک عظیم اور ناقابلِ تسخیر سلطنت کے باشندے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی جزیرہ تھا۔ اُس نے اپنے نائب ساحر پیدا کیے، سردار بنائے اور انھیں مختلف جزیروں کی حکومتیں سونپ دیں۔ وہ خود کسی کے سامنے نہیں آیا کیونکہ اُس نے خود کو ایک دیوتا کے روپ میں پیش کیا تھا، مختلف جزیروں میں مختلف معاشرے تھے اور یہاں لوگوں کو ترقی کرنے کے مواقع حاصل تھے۔ صدیاں بیت گئیں مگر وہ آقا بلا کے لیے ترستا ہی رہا۔ اُس نے رقابتیں پیدا کیں اور اپنے ہی لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کر کے انھیں آپس میں لڑوا دیا۔ اُس نے روحوں کی ایک فوج بنائی رکھا جن نے آقا بلا کے عشق میں ناکام ہو کے اور بہت سوں نے جاملوش کے ظلم و ستم سے تنگ آ کے انگروما میں پناہ لے لی تھی۔ جارا کا کا اُن کا بھی دیوتا تھا اور وہ دُور بیٹھا ہوا اپنی کٹھ پتلیوں کی ڈوریاں کھینچتا اور تماشا دیکھتا رہتا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کس کی کارفرمائی ہے۔ آقا بلا کے حسن کے بہت سے اسیر تھے، یہاں نفرتیں، عداوتیں اور رقابتیں تھیں، سب جارا کا کا کے سحر کے اسیر تھے اور اپنی شناختوں سے محروم ہو گئے تھے۔ طلسمی نوادر، علوم، جادوگری کے مدارج، کسی کو خبر نہیں تھی کہ جارا کا کا کون ہے؟ قارئین میں ساحر بیٹھے رہتے تھے، ہر طرف ساحری سیکھنے کا زور و شور تھا تاکہ وہ جارا کا کا کے بنائے ہوئے سماج میں عزت و مرتبہ حاصل کر سکیں۔

پھر کئی صدیوں سے موجود اس زمین میں ہم بدنصیبوں کا قافلہ آ لگا اور جارا کا کا کو پہلی بار اپنی سلطنت میں ایک حریف طاقت۔" سرنگا نے اپنی موسیقی بلند کر کے کہا۔ "نظر آئی۔ جارا کا کا کو مہذب دنیا کے اس قافلے میں غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اِدھر جابر نے کہیں آقا بلا کا دیدار کر لیا تھا اور وہ پہلی نظر میں اُس کے حسنِ جہاں سوز کا غلام ہو چکا تھا۔ آقا بلا جابر بن یوسف سے متاثر تھی کیونکہ وہ زمانوں سے تشنہ تھی مگر وہ جارا کا کا کے سحر کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔ جارا کا کا کی نگاہ اُس پر کڑی تھی۔ آقا بلا ہی یہاں ایک ایسی عورت تھی جو کسی سے وابستہ نہیں تھی، جابر نے آقا بلا کے حسن کی تحریک پر یہاں کے دستور کے مطابق عذاب ناک مشقتیں کیں اور بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو دوسروں کو صدیوں میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس میں میری پُراسرار دیوی کی امانت کا بڑا دخل تھا جو جارا کا کا کی نظروں میں بتدریج اہمیت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ جابر بن یوسف کو بہت سی رعایتیں اُسی کے سبب سے حاصل ہوئی تھیں۔ یہ بوڑھا سرنگا اپنے معنوی فرزند جابر بن یوسف کے سلسلے میں دیوی کو راضی رکھنے کے لیے غار میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور سخت ریاضت کرتا رہتا تھا۔ ہماری ذرا سی لغزش ہماری موت کا سبب بن سکتی تھی۔ جابر بن یوسف نے دیوی کی وجہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مرتبہ حاصل کر لیا تھا کیونکہ اب جارا کا کا کسی طور دیوی کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور اُسے یہ شک ہو گیا تھا کہ جابر بن یوسف کو رعایتیں دے کے ہی دیوی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ خود اُس پر تسلط جمانے میں ناکام ہو گیا تھا اس لیے اُس نے ایک خاص حد تک آقا بلا کو جابر سے التفات کی آزادی دے دی تھی لیکن یہ آزاد لمحے آقا بلا کو جابر بن یوسف سے قریب لانے کا سبب بن گئے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اپنی کوششوں اور دیوی کی مدد کے باوجود ہم اس طلسمی نظام کی علت اور اس کے ماضی سے ناواقف رہے تھے اور جب تک یہ جہالت باقی تھی، ہم کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے تھے، شاید آقا بلا کے مسلسل گریز سے مایوس ہو کے جابر کے ذہن میں یہ نکتہ آ گیا۔ وہ جارا کا کا کے علاقے میں گھس گیا اور وہاں اُس نے اپنے آپ کو روا پہ لگا کے جارا کا کا کے پس منظر سے واقف ہونے کی بے مثال ریاضت کی۔ پھر اُس نے یہ ظاہر کرایا کہ اب وہ دیوی سے دست بردار ہوا چاہتا

ہے بشرطیکہ اُسے آقا بلا کے ساتھ مسرتوں کے چند لمحے میسر آ جائیں۔ وہ آقا بلا کے قصر میں ایک عظیم مہم سر کرنے کے لیے داخل ہوا اور اُس نے اُس کے برف بدن میں آگ لگا دی۔ یقیناً اس موقع پر آقا بلا نے جارا کا کا سے رابطہ قائم کیا ہو گا اور جارا کا کا نے اُسے جابر کے ساتھ قصر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی ہو گی کیونکہ اُسے دیوی کے حصول کی توقع تھی۔ جابر بن یوسف آقا بلا کو اُس ساحلی چٹان تک لے آیا جو میں نے اور دیوی نے پہلے ہی مسحور و محصور کر دی تھی۔ جابر نے تشنہ دہن آقا بلا کو زندگی کی ایک نئی رمز سے آشنا کیا اور جارا کا کا دیکھتا رہ گیا۔ وہ آخر تک یہی سمجھا کہ اب جابر اس کے دام میں آ گیا ہے اور آقا بلا لمحۂ آخر میں جابر کو تڑپتا چھوڑ کے حصار سے باہر آ جائے گی لیکن آقا بلا نے جارا کا کا کی صدیوں کی غلامی پر ایک لمحۂ نشاط کو ترجیح دی۔ جارا کا کا کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا، اُسے اُمید ہو گی کہ شاید دیوی اُس کے باپ نارما کا سحر توڑنے میں کامیاب ہو جاتی۔ اس طرح دیوی جارا کا کا کو ساحل پر منتشر کیے ہوتے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی جب جارا کا کا کو ہوش آیا تو بساط الٹ چکی تھی جیسے ہی جابر نے آقا بلا پر اقتدار حاصل کیا، سب ویران ہو گیا، ماضی، ماضی میں دفن ہو گیا۔"

سرنگا خاموش ہو گیا۔ سب کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا، وہ سب خوف اور حیرت سے میرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں میرے لیے ہمدردی اور خلوص کی لہریں نمودار ہوئیں اور آنسوؤں سے اُن کا چہرہ تر ہو گیا، نہ جانے کیوں سرتیا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں تھم گئی تھیں۔

"مجھے معاف کر دو سیّدی!" جوریلا نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارا دل دُکھایا۔"

"سیّدی! تم ایک عظیم آدمی ہو۔" مارشا میری پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بولی۔ "ہم سب ایک خاندان کے افراد ہیں، میں سوچتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے سے کیسے جُدا ہوں گے اور مہذب دنیا کے لوگ تو ہمیں بھول گئے ہوں گے۔"

شراڈ نے کہا۔ "آؤ، ہم عہد کریں کہ آئندہ سب ایک ساتھ رہیں گے۔"

"یہ قبل از وقت ہے۔" سرنگا نے فیصلہ صادر کیا۔

"بھلا ہمیں کتنے دن اس جہنم میں ہو گئے ہوں گے؟" ڈاکٹر جواد نے کہا۔ وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔

"جارا کا کا کی تقویم کے اعتبار سے تو بیس پچیس سال گزر گئے مگر ہم نے یہاں کوئی آٹھ سال کا عرصہ گزارا ہے، جس قافلے میں شراڈ آیا تھا، اُسے بھی کوئی پانچ سال تو ہو گئے ہوں گے۔"

"آٹھ سال؟" ڈاکٹر جواد نے تعجب سے کہا۔

سب سرنگا سے مختلف قسم کے سوالات کرتے رہے۔ شراڈ کہنے لگا۔ "سرنگا! تم اپنی دیوی سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ ہمیں نجات دلانے کے لیے مدد کرے۔"

"میں نے دیوی کو رخصت کر دیا ہے، اُسے میں نے بہت زحمت دی تھی۔ اب اُس کی ضرورت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ اُسے ہمارا حال معلوم ہو گا، میں اُسے مزید روکنے سے جھجکتا تھا۔"

پہلا دن گزر گیا، دوسرا دن بھی گزر گیا، ساحل پر سخت دھوپ تھی، سب کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے، بھوک اور پیاس سے بُرا حال تھا۔ انھوں نے اِس کنارے سے اُس کنارے تک ساری زمین دیکھ ڈالی تھی۔ خشک ریت اور جلی ہوئی چیزوں کے سوا انھیں کچھ نہیں ملا۔ اب رفتہ رفتہ انھیں اپنی برہنگی کا احساس بھی ہو چلا تھا۔ سرتیا پہلے کی طرح اپنا بدن چُرانے لگی تھی۔ وہ پتوں سے اپنے تن ڈھانپنا چاہتے تھے مگر انھیں کچھ نہیں ملا۔ میں نے اُن کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھا رہا۔ وہ سب دعائیں مانگ رہے تھے۔ اُن کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے، جسم تپنے لگے تھے، موت اُن کی منتظر تھی اور اب وہ موت سے بہت گھبرا رہے تھے۔ تیسرا دن بھی بیت گیا، پھر چوتھا سورج اُن کے سروں سے گزر گیا۔ اب اُن میں چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ سرتیا نے میرے زانو پر سر ڈال دیا تھا اور فلورا سمندر کی لہروں میں اپنا جسم خشک کر کے پھر میرے قریب بے سُدھ ہو جاتی تھی۔ انھیں کوئی تختہ نصیب نہیں ہوا کہ وہ سمندر میں کسی جہاز کی تلاش کے لیے نکل جاتے۔ ایرانی دوشیزہ فروزیں سجدے میں گری ہوئی تھی۔ بوڑھا سرنگا اُن سب سے زیادہ طاقت رکھتا تھا۔ اب بھی اُس کی آواز میں دم تھا، وہ ہدایتیں دیتا جا رہا تھا اور اُس نے اپنی آنکھیں سمندر کی طرف کھلی رکھی تھیں، وہ بار بار ریاضت کرنے لگتا تھا۔ سات دن اسی عالم میں گزر گئے۔ اب وہ گردن اُٹھا کے سمندر کی جانب دیکھتے اور نقاہت سے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔ اُن کے پاس کوئی کپڑا بھی نہیں تھا کہ وہ جہاز کو اشارہ کر سکیں۔ شراڈ سمندر میں دُور تک تیرتا ہوا جاتا تھا اور مایوس ہو کے واپس آ جاتا تھا، پھر اُس میں بھی ہمت نہیں رہی۔

آٹھویں دن شام کے وقت دُور کہیں ایک روشنی نظر آئی، سرنگا نے سب سے پہلے اُسے دیکھا اور پھر اُن سب کو دکھایا۔ اُن کے زرد چہروں پر سُرخی کی لکیریں اُبھر آئیں۔ جہاز بہت دُور تھا۔ وہ چیخنے چلّانے لگے جیسے سمندر کے شور میں اُن کی آواز جہاز تک پہنچ جائے گی۔ انھیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ میرے بُت کی طرف حسرت و اُمید سے دیکھنے لگے کہ شاید میں اپنی ساحری کا کوئی کرشمہ دکھاؤں گا۔ جب سے اب تک میں نے اُن سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں تو خلاؤں کو تکتا اور اُن کی باتیں سُنتا رہتا تھا۔ وہ مجھے جھنجھوڑتے تھے، ہلاتے تھے، روتے تھے، جب اُن کے پاس آنسو بھی نہیں

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں
بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات
روشنی کے مینار
قیمت -/150 روپے
ڈاک خرچ -/25 روپے
مصنف: ضیاء تسنیم بلگرامی
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی نمبر 1

رہے اور اُن کی آوازیں معدوم ہونے لگیں تو انھوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ میں اب بھی منجمد بیٹھا تھا اور میرے قلب و دماغ پر اس خبر سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے ایک جہاز دیکھ لیا ہے نہ اُن کی طرح مجھے بھوک اور پیاس نے ستایا تھا۔ وہ شور مچانے لگے، ہاتھ ہلاتے اور اچھلنے لگے۔

"مدد مدد ـــ"

شراڈ سمندر میں کود گیا۔ فلورا نے بھی اُس کی تقلید کی، جولیا اور مارتھا بھی پُرشور لہروں میں کود گئیں لیکن وہ آگے نہیں جا سکیں، طوفانی لہروں نے انھیں کچھ دُور ہی روک لیا۔ وہ چیختی چلاتی رہیں اور واپس آگئیں۔ شراڈ دُور تک نکل گیا اور جوش میں اتنی دُور تک چلا گیا کہ سمندر کو غصہ آگیا۔ وہ واپس نہیں آسکا۔ وہ جہاز تک پہنچ گیا تھا اور عرشے پر کھڑے ہوئے تجارتی جہاز کے عملے نے اُسے دیکھ بھی لیا تھا مگر وہ اُسے صحیح و سلامت اُوپر لانے میں کامیاب نہیں ہو سکے، البتہ اب اُن کی توجہ ساحل پر مرکوز ہو گئی تھی جہاں جاں بلب لوگ اپنے نجات دہندوں کے منتظر تھے۔ جہاز قریب آنے پر اُن خستہ حالوں پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی، انھوں نے ملّاؤں کی طرح اُچھلنا کودنا شروع کر دیا۔

جہاز کچھ فاصلے پر ٹھیر گیا، جب ساحل پر کشتی ٹھیری تو وہ سب اُس پر ٹوٹ پڑے، جیسے انھیں کشتی میں جگہ نہ ملنے کا اندیشہ ہو۔ وہ مجھے بھی ساحل کی طرف کھینچ رہے تھے: "میں واپس نہیں جاؤں گا" میں نے دہاڑ کر کہا۔

سرنگا نے جہاز کے عملے کو اشارہ کیا، غالباً اُس نے کہا ہوگا کہ میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے، مجھے بے بس کر دیا گیا۔ میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا، انھوں نے مجھے زبردستی کشتی پر لاد دیا اور کشتی تیزی سے ساحل سے جہاز کی سمت روانہ ہو گئی۔ جہازی ہمیں گھور گھور کے دیکھ رہے تھے، وہ ہمیں کسی نامعلوم دنیا کی مخلوق سمجھ رہے تھے۔ ہمارے بدن ننگے ہوئے تھے، بال بڑھے ہوئے تھے اور ہم سراپا برہنہ تھے۔ وہ مبہوت سے رہ گئے۔ جولیا، مارتھا، ڈاکٹر جواد اور سرنگا نے انگریزی میں انھیں اپنی مختصر روداد سنائی تو اُن کی حیرت دوچند ہو گئی۔ انھوں نے پہننے کے لیے ہمیں اپنے لباس دیے اور کھانے کے لیے خوراک۔ خوراک پر سب بھوکے کتّوں کی طرح پل پڑے۔ انھوں نے مجھے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا لیکن میری بھوک اُڑ چکی تھی، مرتیا اور فلورا نے بھی کھانا چھوڑ دیا اور وہ خود کھانے کے بجائے لقمے بنا بنا کے مجھے کھلانے لگیں، اُن کے شکم تو پُر ہو گئے تو انھیں شراڈ کا خیال آیا اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ شراڈ جہاز تک پہنچنے کی کوشش میں ان سے جدا ہو گیا ہے تو اُن کی خوشی اُن سے چھن گئی۔ پھر جہاز پر کسی کو ہنستے نہیں دیکھا گیا۔

یہ جرمن جہاز ایک طویل راستے سے گزرتا ہوا ڈربن جا رہا تھا، تین دن بعد راستے میں بیروت جانے والا ایک جہاز ٹکرا گیا اور ہمیں اُس میں سوار کرا دیا گیا۔ بیروت پہنچتے پہنچتے ہمیں دس دن لگے۔ ان دس دنوں میں عمدہ غذا اور آرام سے سب کے چہروں پر سُرخی آگئی تھی لیکن شراڈ کے خیال اور میری ناگفتہ بہ حالت نے انھیں اُداس اور خاموش کر دیا تھا۔ مرتیا اور فلورا ہر دم میرے قریب ہی رہتی تھیں، ایرانی دوشیزہ فروزیں بھی بار بار مجھے دیکھنے آتی تھی۔ بوڑھا سرنگا ایک طرف خاموش بیٹھا اپنی پورتی جیب سے نکالے سمندر کی جانب تکا کرتا تھا۔ بیروت میں ہم سے پہلے ہماری خبر پہنچ گئی تھی۔ سب سے پہلے بیروت کی پولیس نے ہمارا استقبال کیا اور ہم سے طرح طرح کے سوال کیے جانے لگے۔ سرنگا کا خیال تھا کہ ہمیں جزیرۂ اوری کے اسرار پر کم سے کم گفتگو کرنی چاہیے ورنہ ہم تماشا بن جائیں گے۔ ابھی تک ہماری آمد کی خبر سے اخباروں کو مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ ایک مدت بعد بیروت کی فضاؤں میں میری حالت کسی قدر سنبھلی۔ پولیس کو ہماری کہانی پر یقین نہیں آتا تھا، وہ ہم تیرہ بختوں سے شناخت نامے اور راہ داری کے اجازت نامے طلب کر رہے تھے۔ آخر مجھے اپنے والد اور چچا کا نام بتانا پڑا، جب میرے چچا پولیس اسٹیشن پہنچے تو مجھے پہچاننے میں انھیں خاصی دیر لگی، شاید میں بہت بدل گیا تھا، میرا چہرہ سخت اور رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے مجھے گلے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے سنانے کے لیے اُن کے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ میرے غم میں میرے والدین رخصت ہو گئے تھے۔ چچا نے ہم سب کو اپنی ضمانت پر پولیس سے رہائی دلوائی۔ یہ خبر چھپی نہیں رہ سکی۔ چچا کے گھر پر اخباری نامہ نگاروں کا تانتا بندھ گیا مگر ہم نے انھیں ملنے سے انکار کر دیا۔

ایک ہفتے تک جولیا اور مارتھا میرے ساتھ بیروت ہی میں رہیں، پھر اپنے اپنے وطن روانہ ہو گئیں۔ ڈاکٹر جواد مصر چلا گیا۔ فروزیں نے جاتے وقت مجھ سے شرما کے اپنا وعدہ ایفا کرنے کا اظہار کیا۔ میں نے اُسے گلے لگا کے اور اُس کی پیشانی کا بوسہ لے کے معاف کر دیا، وہ ایران چلی گئی۔ سرنگا ہندوستان جانے پر اصرار کر رہا تھا مگر مرتیا نے اُس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ فلورا نے بھی مجھ سے جدا ہونا گوارا نہیں کیا، وہ انگلستان واپس نہیں گئی۔ کئی مہینوں تک میری حالت متزلزل رہی۔ میرے سینے پر اب بھی وہ سیاہ نشان تھا جو جابر کالا نے مجھے جاملوخ کا جانشین بناتے وقت کندہ کیا تھا۔ آخر سرنگا کی نازک اندام لڑکی نے مجھے شکست دے دی۔ وہ میرے لیے مرہم بن گئی۔ اُس نے اپنا نام بدل لیا اور مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور فراخ دلی سے اپنی ملکیت دو حصّوں میں تقسیم کر دی۔ فلورا کو بھی اُس نے برابر کی شریک بنا لیا۔ ہم تینوں میں جو اشتراک قائم ہوا تھا، وہ اب بھی جاری ہے۔

لیکن آقا بلا؟ کوئی نہیں جانتا کہ وہ اب بھی میرے ساتھ رہتی ہے۔ صبح و شام، شب و روز۔ وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوئی۔ وہ تو میرے سینے میں چھپی رہتی ہے۔